ہدایۃ القاری
شرح صحیح البخاری (اردو)
8

سعودی عرب

پرنس عبدالعزیز بن جلاوی سٹریٹ پوسٹ بکس: 22743 الریاض: 11416 سعودی عرب

فون: 4033962-4043432 1 00966 فیکس: 4021659 www.darussalamksa.com

Email: darussalam@awalnet.net.sa info@darussalamksa.com

الریاض • العلیا۔ فون: 4614483 1 00966 فیکس: 4644945 • الملز فون: 4735220 1 00966 فیکس: 4735221

• سویدی فون: 4286641 1 00966 • سویلم فون/فیکس: 2860422 1 00966

جدہ فون: 6879254 2 00966 فیکس: 6336270 مدینہ منورہ فون: 8234446,8230038 4 00966 فیکس: 8151121 04

الخبر فون: 8692900 3 00966 فیکس: 8691551 3 00966 خمیس مشیط فون/فیکس: 2207055 7 00966

ینبع البحر فون: 0500887341 فیکس: 8691551 قصیم (بریدہ) فون: 0503417156 فیکس: 3696124 6 00966

امریکہ • نیویارک فون: 5925 625 718 001 • ہوسٹن: 0419 722 713 001 کینیڈا • نصیرالدین الخطاب فون: 4186619 416 001

لندن • دارالسلام انٹرنیشنل پبلیکیشنز لمیٹڈ فون: 77252246 20 0044-85394885 20 0044 • دار کہ انٹرنیشنل: 7739309 0121 0044

متحدہ عرب امارات • شارجہ فون: 5632623 6 00971 فیکس: 5632624 فرانس فون: 52928 480 01 0033 فیکس: 52997 480 01 0033

انڈیا • دارالسلام انڈیا فون: 45566249 44 0091 موبائل: 12041 98841 0091 • اسلامک بکس انٹرنیشنل فون: 4180 2373 22 0091

• ہدی بک ڈسٹری بیوٹرز فون: 4892 2451 40 0091 موبائل: 30850 98493 0091 • ایم ایس براک انٹرپرائز فون: 42157847 44 0091

سری لنکا • دارالکتاب فون: 358712 115 0094 • دارالایمان ٹرسٹ فون: 2669197 114 0094

پاکستان

36- لوئر مال، سیکرٹریٹ سٹاپ، لاہور

فون: 00 324 372 ,24 400 372 ,34 240 373 42 0092 فیکس: 72 540 373 042

www.darussalampk.com

اُردو بازار: غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور فون: 54 200 371 42 0092 فیکس: 03 207 373 042

ڈیفنس: Y بلاک، گول کمرشل مارکیٹ، دکان: 2 (گراؤنڈ فلور) ڈیفنس، لاہور فون: 10 926 356 42 0092

گلبرگ: دُکان نمبر 2، گراؤنڈ فلور، بگ سٹی پلازہ لبرٹی گول چکر، گلبرگ III لاہور فون: 50 738 357 42 0092

کراچی مین طارق روڈ، ڈالمن مال سے (بہادر آباد کی طرف) دُوسری گلی، کراچی فون: 36 939 343 21 0092 فیکس: 37 939 343 21 0092

اسلام آباد F-8 مرکز، ایوب مارکیٹ، شاہ ویز سنٹر فون: 13 15 228 51 0092 islamabad@darussalampk.com

---

ملتان 995- انکم ٹیکس آفیسر کالونی، بوسن روڈ۔ ملتان فون: 24 00 622 61 0092

فیصل آباد کوہ نورسٹی (پلازہ نمبر: 1، دکان نمبر: 15) جڑانوالہ روڈ، فیصل آباد فون: 44 19 850 41 0092

هِدَايَةُ القَارِي
شَرح صَحِيح البُخَارِي

كتاب النكاح ــ كتاب اللباس ✣ أحاديث: 5063 ــ 5969

8

تالیف

امام ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری رحمہ اللہ

194-256ھ

ترجمہ و شرح

شیخ الحدیث حافظ عبدالستار الحماد حفظہ اللہ

فاضل مدینہ یونیورسٹی

نظرثانی، تصحیح و تنقیح اور اضافات

حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ — مولانا ابو عبداللہ محمد عبدالجبار حفظہ اللہ — حافظ محمد آصف اقبال حفظہ اللہ

مولانا محمد عثمان منیب حفظہ اللہ — مولانا غلام مرتضیٰ حفظہ اللہ — مولانا مختار احمد ضیار حفظہ اللہ

دار السلام
DARUSSALAM
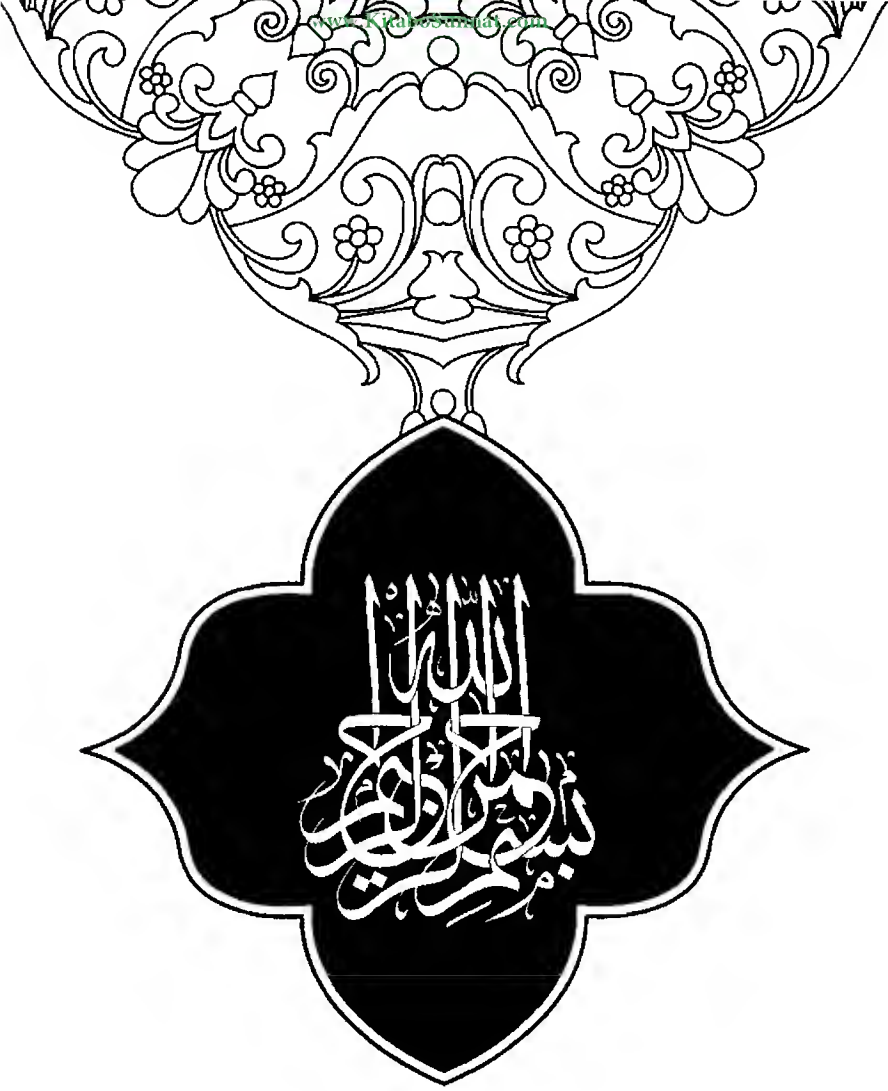
اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

فهرسة مكتبة الملك فهد الوطنية أثناء النشر

البخاري، محمد اسماعيل

هداية القاري بشرح صحيح البخاري مجلد (٨) اردو /.

محمد اسماعيل البخاري: الرياض، ١٤٢٩ هـ

ص: ٧٨٠ مقاس: ١٧×٢٤ سم

ردمك: ٩٧٨-٦٠٣-٩٠٩٦٢-٢-٧

١- الحديث الصحيح ٢- الحديث - شرح العنوان

ديوي ٢٣٥.١ ١٤٢٩/٥٩٠

رقم الإيداع: ١٤٢٩/٥٩٠

ردمك: ٩٧٨-٦٠٣-٩٠٩٦٢-٣-٧

فہرست مضامین (جلد ہشتم)

٦٧ كتاب النكاح	نکاح سے متعلق احکام و مسائل	37
١- بَابُ التَّرْغِيبِ فِي النِّكَاحِ	باب: نکاح کی رغبت دلانا	40
٢- بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ: «مَنِ اسْتَطَاعَ [مِنْكُمُ] الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ فَإِنَّهُ أَغَضُّ لِلْبَصَرِ وَأَحْصَنُ لِلْفَرْجِ». وَهَلْ يَتَزَوَّجُ مَنْ لَّا أَرَبَ لَهُ فِي النِّكَاحِ؟	باب: نبی ﷺ کے فرمان: ''جو تم میں سے نکاح کی طاقت رکھتا ہو اسے نکاح کر لینا چاہیے کیونکہ یہ نظر کو نیچا رکھتا ہے اور شرمگاہ کو محفوظ کرتا ہے'' نیز کیا وہ جسے نکاح کی حاجت نہ ہو نکاح کرے؟ کا بیان	42
٣- بَابُ مَنْ لَّمْ يَسْتَطِعِ الْبَاءَةَ فَلْيَصُمْ	باب: جو نکاح (کے لوازمات) کی طاقت نہیں رکھتا وہ روزے رکھے	44
٤- بَابُ كَثْرَةِ النِّسَاءِ	باب: تعدد ازواج کا بیان	44
٥- بَابُ مَنْ هَاجَرَ أَوْ عَمِلَ خَيْرًا لِتَزْوِيجِ امْرَأَةٍ فَلَهُ مَا نَوَى	باب: جو شخص ہجرت یا کوئی نیک عمل کسی عورت سے نکاح کرنے کے لیے کرتا ہے تو اسے اس کی نیت کے مطابق بدلہ ملے گا	48
٦- بَابُ تَزْوِيجِ الْمُعْسِرِ الَّذِي مَعَهُ الْقُرْآنُ وَالْإِسْلَامُ	باب: کسی ایسے تنگ دست کی شادی کر دینا جس کے پاس صرف قرآن اور اسلام ہے	49
٧- بَابُ قَوْلِ الرَّجُلِ لِأَخِيهِ: اُنْظُرْ أَيَّ زَوْجَتَيَّ شِئْتَ حَتَّى أَنْزِلَ لَكَ عَنْهَا	باب: کسی شخص کا اپنے بھائی سے یہ کہنا: ''میری دو بیویوں میں سے جس کو پسند کر لو میں اسے تمھاری خاطر طلاق دیتا ہوں'' کا بیان	50
٨- بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنَ التَّبَتُّلِ وَالْخِصَاءِ	باب: مجرد رہنے اور خصی ہونے کی ممانعت	51
٩- بَابُ نِكَاحِ الْأَبْكَارِ	باب: کنواری لڑکیوں سے نکاح کرنا	53
١٠- بَابُ تَزْوِيجِ الثَّيِّبَاتِ	باب: شوہر دیدہ عورتوں سے نکاح کرنا	55
١١- بَابُ تَزْوِيجِ الصِّغَارِ مِنَ الْكِبَارِ	باب: کم عمر لڑکی کا عمر رسیدہ مرد سے نکاح کرنا	56

عربی	اردو	صفحہ
١٢- بَابٌ: إِلٰى مَنْ يَنْكِحُ؟ وَأَيُّ النِّسَاءِ خَيْرٌ؟ وَمَا يُسْتَحَبُّ أَنْ يَتَخَيَّرَ لِنُطَفِهِ، مِنْ غَيْرِ إِيجَابٍ	باب: کس عورت سے نکاح کرے؟ کون سی عورت بہتر ہے؟ اور اپنی نسل کے لیے کون سی عورتیں منتخب کرنا بہتر ہے، مگر یہ واجب نہیں	57
١٣- بَابُ اتِّخَاذِ السَّرَارِيِّ، وَمَنْ أَعْتَقَ جَارِيَةً ثُمَّ تَزَوَّجَهَا	باب: لونڈیاں رکھنا اور جس نے اپنی لونڈی آزاد کر کے اس سے نکاح کر لیا	58
١٤- بَابُ مَنْ جَعَلَ عِتْقَ الْأَمَةِ صَدَاقَهَا	باب: جس نے لونڈی کی آزادی ہی کو اس کا حق مہر قرار دیا	61
١٥- بَابُ تَزْوِيجِ الْمُعْسِرِ	باب: تنگ دست اور مفلس کا شادی کرنا	61
١٦- بَابُ الْأَكْفَاءِ فِي الدِّينِ	باب: ہم پلہ ہونے میں دینداری کا لحاظ کرنا	63
١٧- بَابُ الْأَكْفَاءِ فِي الْمَالِ، وَتَزْوِيجِ الْمُقِلِّ الْمُثْرِيَةَ	باب: ہم پلہ ہونے میں مال داری کو ملحوظ رکھنا، نیز مفلس آدمی کا مال دار عورت سے نکاح کرنا	67
١٨- بَابُ مَا يُتَّقَى مِنْ شُؤْمِ الْمَرْأَةِ	باب: عورت کی نحوست سے پرہیز کرنے کا بیان	68
١٩- بَابُ الْحُرَّةِ تَحْتَ الْعَبْدِ	باب: آزاد عورت کا غلام کے نکاح میں ہونا	70
٢٠- بَابٌ: لَا يَتَزَوَّجُ أَكْثَرَ مِنْ أَرْبَعٍ	باب: چار عورتوں سے زیادہ اپنے نکاح میں نہ لائے	71
٢١- بَابٌ: ﴿وَأُمَّهَـٰتُكُمُ ٱلَّـٰتِىٓ أَرْضَعْنَكُمْ﴾ [النسآء: ٢٣]، وَيَحْرُمُ مِنَ الرَّضَاعَةِ مَا يَحْرُمُ مِنَ النَّسَبِ.	باب: ''اور تمھاری وہ مائیں (بھی حرام ہیں) جنھوں نے تمھیں دودھ پلایا ہے'' اور جو رشتہ خون سے حرام ہوتا ہے وہ دودھ سے بھی حرام ہو جاتا ہے	72
٢٢- بَابُ مَنْ قَالَ: لَا رَضَاعَ بَعْدَ حَوْلَيْنِ	باب: جس نے کہا: دو سال کے بعد رضاعت معتبر نہیں	76
٢٣- بَابُ لَبَنِ الْفَحْلِ	باب: لبن فحل کا بیان	78
٢٤- بَابُ شَهَادَةِ الْمُرْضِعَةِ	باب: دودھ پلانے والی عورت کی شہادت	79
٢٥- بَابُ مَا يَحِلُّ مِنَ النِّسَاءِ وَمَا يَحْرُمُ	باب: کون سی عورتیں حلال اور کون سی حرام ہیں	80
٢٦- بَابٌ: ﴿وَرَبَـٰٓئِبُكُمُ ٱلَّـٰتِى فِى حُجُورِكُم مِّن نِّسَآئِكُمُ ٱلَّـٰتِى دَخَلْتُم بِهِنَّ﴾ [النسآء: ٢٣]	باب: ارشاد باری تعالیٰ ''اور تمھاری بیویوں کی وہ لڑکیاں جو تمھاری گود میں (پرورش پا رہی) ہوں بشرطیکہ تم اپنی بیویوں سے صحبت کر چکے ہو'' کا بیان	83
٢٧- بَابٌ: ﴿وَأَن تَجْمَعُوا۟ بَيْنَ ٱلْأُخْتَيْنِ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ﴾ [النسآء: ٢٣]	باب: ارشاد باری تعالیٰ: ''اور (یہ بھی حرام ہے کہ) دو بہنوں کو ایک ساتھ نکاح میں جمع کرو مگر جو پہلے ہو چکا ہے''	

کا بیان 85

۲۸- بَابٌ: لَا تُنْكَحُ الْمَرْأَةُ عَلَى عَمَّتِهَا
باب: کسی عورت سے اس کی پھوپھی کی موجودگی میں نکاح نہ کیا جائے 86

۲۹- بَابُ الشِّغَارِ
باب: وٹہ سٹہ کا نکاح 87

۳۰- بَابٌ: هَلْ لِلْمَرْأَةِ أَنْ تَهَبَ نَفْسَهَا لِأَحَدٍ؟
باب: کیا عورت خود کو کسی کے لیے ہبہ کر سکتی ہے؟ 88

۳۱- بَابُ نِكَاحِ الْمُحْرِمِ
باب: محرم آدمی کا نکاح کرنا 89

۳۲- بَابُ نَهْيِ النَّبِيِّ ﷺ عَنْ نِكَاحِ الْمُتْعَةِ أَخِيرًا
باب: نبی ﷺ نے آخر کار نکاح متعہ سے منع فرما دیا 90

۳۳- بَابُ عَرْضِ الْمَرْأَةِ نَفْسَهَا عَلَى الرَّجُلِ الصَّالِحِ
باب: عورت کا اپنے آپ کو کسی نیک مرد کے ساتھ نکاح کے لیے پیش کرنا 93

۳۴- بَابُ عَرْضِ الْإِنْسَانِ ابْنَتَهُ أَوْ أُخْتَهُ عَلَى أَهْلِ الْخَيْرِ
باب: کسی انسان کا اپنی بیٹی یا بہن کو اہل خیر سے نکاح کے لیے پیش کرنا 95

۳۵- بَابُ قَوْلِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ: ﴿وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا عَرَّضْتُم بِهِ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَاءِ أَوْ أَكْنَنتُمْ فِي أَنفُسِكُمْ عَلِمَ اللَّهُ﴾ اَلْآيَةَ إِلَى قَوْلِهِ: ﴿غَفُورٌ حَلِيمٌ﴾ [البقرة: ۲۳۵]
باب: ارشاد باری تعالیٰ: ”اگر تم (بیواؤں کو) اشارے کے ساتھ پیغام نکاح دو یا یہ بات اپنے دل میں چھپائے رکھو، دونوں صورتوں میں تم پر کوئی گناہ نہیں اللہ تعالیٰ جانتا ہے......“ کا بیان 97

۳۶- بَابُ النَّظَرِ إِلَى الْمَرْأَةِ قَبْلَ التَّزْوِيجِ
باب: نکاح سے پہلے عورت کو ایک نظر دیکھنا 99

۳۷- بَابُ مَنْ قَالَ: لَا نِكَاحَ إِلَّا بِوَلِيٍّ
باب: جس نے کہا کہ ولی کے بغیر نکاح نہیں ہو سکتا 101

۳۸- بَابٌ: إِذَا كَانَ الْوَلِيُّ هُوَ الْخَاطِبَ
باب: اگر عورت کا سرپرست خود اس سے نکاح کرنا چاہے (تو کیا جائز ہے؟) 107

۳۹- بَابُ إِنْكَاحِ الرَّجُلِ وَلَدَهُ الصِّغَارَ
باب: آدمی اپنی نابالغ بچی کا نکاح کر سکتا ہے 110

۴۰- بَابُ تَزْوِيجِ الْأَبِ ابْنَتَهُ مِنَ الْإِمَامِ
باب: باپ، اپنی بیٹی کا نکاح حاکم وقت سے کر سکتا ہے 111

۴۱- بَابٌ: اَلسُّلْطَانُ وَلِيٌّ
باب: حاکم وقت بھی ولی ہے 111

۴۲- بَابٌ: لَا يُنْكِحُ الْأَبُ وَغَيْرُهُ الْبِكْرَ وَالثَّيِّبَ إِلَّا بِرِضَاهُمَا
باب: باپ اور اس کے علاوہ کوئی دوسرا کنواری یا بیوہ کا نکاح ان کی رضامندی کے بغیر نہیں کر سکتا 113

۴۳- بَابٌ: إِذَا زَوَّجَ الرَّجُلُ ابْنَتَهُ وَهِيَ كَارِهَةٌ فَنِكَاحُهُ مَرْدُودٌ
باب: اگر کسی نے اپنی بیٹی کا (زبردستی) نکاح کر دیا جبکہ وہ اس (نکاح) کو ناپسند کرتی ہو تو وہ نکاح باطل ہے 114

٤٤- بَابُ تَزْوِيجِ الْيَتِيمَةِ — باب: یتیم لڑکی کا نکاح کرنا 115

٤٥- بَابٌ: إِذَا قَالَ الْخَاطِبُ: زَوِّجْنِي فُلَانَةَ، فَقَالَ: قَدْ زَوَّجْتُكَ بِكَذَا وَكَذَا، جَازَ النِّكَاحُ وَإِنْ لَّمْ يَقُلْ لِلزَّوْجِ: أَرَضِيتَ، أَوْ قَبِلْتَ؟ — باب: جب پیغام نکاح دینے والا (کسی سرپرست سے) کہے: میرا فلاں لڑکی سے نکاح کر دو تو وہ کہے: میں نے اتنے حق مہر کے عوض تیرے ساتھ اس کا نکاح کر دیا تو یہ جائز ہے اگرچہ وہ یہ نہ کہے کیا تو راضی ہے یا تو نے قبول کیا؟ 117

٤٦- بَابٌ: لَا يَخْطُبُ عَلَى خِطْبَةِ أَخِيهِ حَتَّى يَنْكِحَ أَوْ يَدَعَ — باب: کوئی بھی اپنے بھائی کے پیغام نکاح پر اپنا پیغام نہ بھیجے یہاں تک کہ وہ نکاح کرے یا اسے ترک کر دے 118

٤٧- بَابُ تَفْسِيرِ تَرْكِ الْخِطْبَةِ — باب: پیغام نکاح چھوڑ دینے کی وجہ بیان کرنا 120

٤٨- بَابُ الْخُطْبَةِ — باب: خطبۂ نکاح کا بیان 121

٤٩- بَابُ ضَرْبِ الدُّفِّ فِي النِّكَاحِ وَالْوَلِيمَةِ — باب: نکاح اور ولیمے کے وقت دف بجانا 121

٥٠- بَابُ قَوْلِ اللهِ تَعَالَى: ﴿وَءَاتُوا۟ ٱلنِّسَآءَ صَدُقَٰتِهِنَّ نِحْلَةً﴾ [النسآء: ٤] — باب: ارشاد باری تعالیٰ: ''اور عورتوں کو ان کے حق مہر خوشی سے ادا کرو'' کا بیان 123

٥١- بَابُ التَّزْوِيجِ عَلَى الْقُرْآنِ وَبِغَيْرِ صَدَاقٍ — باب: قرآنی تعلیم کے عوض نکاح کرنا اور مہر ذکر کیے بغیر شادی رچانا 124

٥٢- بَابُ الْمَهْرِ بِالْعُرُوضِ، وَخَاتَمٍ مِنْ حَدِيدٍ — باب: سامان اور لوہے کی انگوٹھی بطور مہر دینا 126

٥٣- بَابُ الشُّرُوطِ فِي النِّكَاحِ — باب: نکاح کے وقت شرائط پیش کرنا 126

٥٤- بَابُ الشُّرُوطِ الَّتِي لَا تَحِلُّ فِي النِّكَاحِ — باب: وہ شرطیں جو نکاح میں جائز نہیں 127

٥٥- بَابُ الصُّفْرَةِ لِلْمُتَزَوِّجِ — باب: دلھے کا زرد رنگ کا استعمال کرنا 128

٥٦- بَابٌ: — باب: بلاعنوان 129

٥٧- بَابٌ: كَيْفَ يُدْعَى لِلْمُتَزَوِّجِ؟ — باب: دلھے کو کن الفاظ میں دعا دی جائے؟ 129

٥٨- بَابُ الدُّعَاءِ لِلنِّسْوَةِ اللَّاتِي يُهْدِينَ الْعَرُوسَ وَلِلْعَرُوسِ — باب: جو عورتیں دلھن کو دلھے کے پاس لے جائیں ان کے لیے اور دلھن کے لیے دعا کرنا 130

٥٩- بَابُ مَنْ أَحَبَّ الْبِنَاءَ قَبْلَ الْغَزْوِ — باب: جس نے جنگ سے پہلے رخصتی کو پسند کیا 131

٦٠- بَابُ مَنْ بَنَى بِامْرَأَةٍ وَهِيَ بِنْتُ تِسْعِ سِنِينَ — باب: جس نے نو سال کی بیوی سے ہم بستری کی 131

٦١- بَابُ الْبِنَاءِ فِي السَّفَرِ — باب: دوران سفر میں شب زفاف منانا 132

٦٢- بَابُ الْبِنَاءِ بِالنَّهَارِ بِغَيْرِ مَرْكَبٍ وَلَا نِيرَانٍ
باب: سواری یا روشنی کے بغیر دن کے وقت نئی دلھن سے خلوت کرنا 133

٦٣- بَابُ الْأَنمَاطِ وَنَحْوِهَا لِلنِّسَاءِ
باب: عورتوں کے لیے مخمل کے بچھونے یا باریک پردے لگانا 133

٦٤- بَابُ النِّسْوَةِ الَّتِي يُهْدِينَ الْمَرْأَةَ إِلَى زَوْجِهَا وَدُعَائِهِنَّ بِالْبَرَكَةِ
باب: وہ عورتیں جو دلھن کو شوہر کے پاس لے جائیں اور خیر و برکت کی دعا کریں 134

٦٥- بَابُ الْهَدِيَّةِ لِلْعَرُوسِ
باب: دلھن کو تحائف دینا 135

٦٦- بَابُ اسْتِعَارَةِ الثِّيَابِ لِلْعَرُوسِ وَغَيْرِهَا
باب: دلھن کے لیے کپڑے وغیرہ مستعار لینا 137

٦٧- بَابُ مَا يَقُولُ الرَّجُلُ إِذَا أَتَى أَهْلَهُ
باب: جب شوہر اپنی بیوی کے پاس آئے تو کیا کہے؟ 137

٦٨- بَابٌ: اَلْوَلِيمَةُ حَقٌّ
باب: ولیمہ برحق اور ثابت ہے 138

٦٩- بَابُ الْوَلِيمَةِ وَلَوْ بِشَاةٍ
باب: ولیمے کا اہتمام کرنا اگرچہ ایک بکری سے ہو 140

٧٠- بَابُ مَنْ أَوْلَمَ عَلَى بَعْضِ نِسَائِهِ أَكْثَرَ مِنْ بَعْضٍ
باب: جس نے کسی ایک بیوی سے نکاح کے وقت دوسری بیوی سے زیادہ ولیمہ کیا 142

٧١- بَابُ مَنْ أَوْلَمَ بِأَقَلَّ مِنْ شَاةٍ
باب: جس نے ایک بکری سے کم کا ولیمہ کیا 142

٧٢- بَابُ حَقِّ إِجَابَةِ الْوَلِيمَةِ وَالدَّعْوَةِ وَمَنْ أَوْلَمَ سَبْعَةَ أَيَّامٍ وَنَحْوَهُ
باب: دعوت ولیمہ اور دیگر قسم کی دعوتوں کو قبول کرنا ثابت ہے اور جس نے سات یا اس سے کم وبیش دنوں تک ولیمہ جاری رکھا 143

٧٣- بَابُ مَنْ تَرَكَ الدَّعْوَةَ فَقَدْ عَصَى اللهَ وَرَسُولَهُ
باب: جس نے (کسی کی) دعوت قبول نہ کی تو اس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی 146

٧٤- بَابُ مَنْ أَجَابَ إِلَى كُرَاعٍ
باب: جس نے سری پائے کی دعوت قبول کی 146

٧٥- بَابُ إِجَابَةِ الدَّاعِي فِي الْعُرْسِ وَغَيْرِهِ
باب: شادی وغیرہ میں دعوت دینے والے کی دعوت قبول کرنا 147

٧٦- بَابُ ذَهَابِ النِّسَاءِ وَالصِّبْيَانِ إِلَى الْعُرْسِ
باب: عورتوں اور بچوں کا شادی میں جانا 148

٧٧- بَابٌ: هَلْ يَرْجِعُ إِذَا رَأَى مُنْكَرًا فِي الدَّعْوَةِ؟
باب: جب دعوت کے موقع پر کوئی خلاف شرع کام دیکھے تو کیا اسے واپس آجانا چاہیے؟ 148

٧٨- بَابُ قِيَامِ الْمَرْأَةِ عَلَى الرِّجَالِ فِي الْعُرْسِ وَخِدْمَتِهِمْ بِالنَّفْسِ
باب: شادی بیاہ میں عورت کا مردوں کی خدمت کے لیے کھڑے ہونا اور بذات خود ان کی خدمت کرنا 150

٧٩- بَابُ النَّقِيعِ وَالشَّرَابِ الَّذِي لَا يُسْكِرُ فِي
باب: شادی کے موقع پر جوس اور ایسا مشروب پیش کرنا

عربی	اردو	صفحہ
الْعُرْسِ	جونشہ آور نہ ہو	151
٨٠- بَابُ الْمُدَارَاةِ مَعَ النِّسَاءِ	باب: عورتوں کے معاملے میں نرمی کرنا	151
٨١- بَابُ الْوَصَاةِ بِالنِّسَاءِ	باب: عورتوں سے حسن سلوک کی بابت نبی ﷺ کی وصیت	152
٨٢- بَابٌ: ﴿قُوٓا۟ أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا﴾ [التحريم:٦]	باب: (ارشاد باری تعالیٰ:) ''تم خود کو اور اپنے اہل خانہ کو جہنم کی آگ سے بچاؤ'' کا بیان	153
٨٣- بَابُ حُسْنِ الْمُعَاشَرَةِ مَعَ الْأَهْلِ	باب: بیوی کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا	154
٨٤- بَابُ مَوْعِظَةِ الرَّجُلِ ابْنَتَهُ لِحَالِ زَوْجِهَا	باب: شوہر کے معاملات میں آدمی کا اپنی لخت جگر کو نصیحت کرنا	159
٨٥- بَابُ صَوْمِ الْمَرْأَةِ بِإِذْنِ زَوْجِهَا تَطَوُّعًا	باب: شوہر کی اجازت سے بیوی کا نفلی روزہ رکھنا	165
٨٦- بَابٌ: إِذَا بَاتَتِ الْمَرْأَةُ مُهَاجِرَةً فِرَاشَ زَوْجِهَا	باب: جب کوئی عورت اپنے خاوند سے ناراض ہو کر علیحدہ رات گزارے	166
٨٧- بَابٌ: لَا تَأْذَنُ الْمَرْأَةُ فِي بَيْتِ زَوْجِهَا لِأَحَدٍ إِلَّا بِإِذْنِهِ	باب: شوہر کی اجازت کے بغیر عورت کسی کو گھر میں نہ آنے دے	167
٨٨- بَابٌ:	باب: بلاعنوان	167
٨٩- بَابُ كُفْرَانِ الْعَشِيرِ	باب: عشیر، یعنی خاوند کی ناشکری کرنا	168
٩٠- بَابٌ: لِزَوْجِكَ عَلَيْكَ حَقٌّ	باب: تیری بیوی کا تجھ پر حق ہے	170
٩١- بَابٌ: اَلْمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ فِي بَيْتِ زَوْجِهَا	باب: عورت اپنے شوہر کے گھر کی نگران ہے	171
٩٢- بَابُ قَوْلِ اللهِ تَعَالَى: ﴿الرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَآءِ﴾ [النسآء:٣٤]	باب: ارشاد باری تعالیٰ: ''مرد، عورتوں کے معاملات کے منتظم و نگران ہیں'' کا بیان	172
٩٣- بَابُ هِجْرَةِ النَّبِيِّ ﷺ نِسَاءَهُ فِي غَيْرِ بُيُوتِهِنَّ	باب: نبی ﷺ کا اپنی بیویوں کو چھوڑ کر ان کے گھروں کے علاوہ دوسری جگہ سکونت اختیار کرنا	173
٩٤- بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنْ ضَرْبِ النِّسَاءِ	باب: عورتوں کو مارنے کی کراہت	174
٩٥- بَابٌ: لَا تُطِيعُ الْمَرْأَةُ زَوْجَهَا فِي مَعْصِيَةٍ	باب: کوئی عورت گناہ کے کام میں اپنے خاوند کی اطاعت نہ کرے	175
٩٦- بَابٌ: ﴿وَإِنِ امْرَأَةٌ خَافَتْ مِنۢ بَعْلِهَا نُشُوزًا أَوْ إِعْرَاضًا﴾ [النسآء:١٢٨]	باب: (ارشاد باری تعالیٰ:) ''اگر عورت کو اپنے خاوند سے بدسلوکی یا بے رخی کا اندیشہ ہو'' کا بیان	176

عربی باب	اردو باب	صفحہ
٩٧- بَابُ الْعَزْلِ	باب: عزل کا بیان	177
٩٨- بَابُ الْقُرْعَةِ بَيْنَ النِّسَاءِ إِذَا أَرَادَ سَفَرًا	باب: ارادۂ سفر کے وقت بیویوں کے درمیان قرعہ اندازی کرنا	180
٩٩- بَابُ الْمَرْأَةِ تَهَبُ يَوْمَهَا مِنْ زَوْجِهَا لِضَرَّتِهَا، وَكَيْفَ يَقْسِمُ ذٰلِكَ؟	باب: کوئی عورت اپنی باری اپنی سوکن کو ہبہ کر دے تو پھر تقسیم کیسے ہوگی؟	181
١٠٠- بَابُ الْعَدْلِ بَيْنَ النِّسَاءِ	باب: بیویوں کے درمیان مساوات کرنا	182
١٠١- بَابٌ: إِذَا تَزَوَّجَ الْبِكْرَ عَلَى الثَّيِّبِ	باب: جب شوہر دیدہ کی موجودگی میں کسی کنواری سے نکاح کرے	182
١٠٢- بَابٌ: إِذَا تَزَوَّجَ الثَّيِّبَ عَلَى الْبِكْرِ	باب: جب کنواری بیوی کی موجودگی میں کسی شوہر دیدہ سے شادی کرے	183
١٠٣- بَابُ مَنْ طَافَ عَلَى نِسَائِهِ فِي غُسْلٍ وَاحِدٍ	باب: جس نے اپنی بیویوں سے صحبت کر کے آخر میں ایک ہی غسل کیا	184
١٠٤- بَابُ دُخُولِ الرَّجُلِ عَلَى نِسَائِهِ فِي الْيَوْمِ	باب: مرد کا اپنی بیویوں کے پاس دن کے اوقات میں جانا	184
١٠٥- بَابٌ: إِذَا اسْتَأْذَنَ الرَّجُلُ نِسَاءَهُ فِي أَنْ يُمَرَّضَ فِي بَيْتِ بَعْضِهِنَّ فَأَذِنَّ لَهُ	باب: اگر مرد ایام مرض کسی ایک بیوی کے ہاں گزارنے کے لیے دوسری بیویوں سے اجازت لے اور وہ اس کی اجازت دے دیں	185
١٠٦- بَابُ حُبِّ الرَّجُلِ بَعْضَ نِسَائِهِ أَفْضَلَ مِنْ بَعْضٍ	باب: آدمی کا اپنی بیویوں میں سے کسی ایک بیوی کے ساتھ زیادہ محبت کرنا	186
١٠٧- بَابُ الْمُتَشَبِّعِ بِمَا لَمْ يَنَلْ، وَمَا يُنْهَى مِنِ افْتِخَارِ الضَّرَّةِ	باب: نایافتہ کے باوجود خود کو سیر ظاہر کرنا اور سوکن کے لیے جلن کا سامان پیدا کرنا جائز نہیں	187
١٠٨- بَابُ الْغَيْرَةِ	باب: غیرت کا بیان	188
١٠٩- بَابُ غَيْرَةِ النِّسَاءِ وَوَجْدِهِنَّ	باب: عورتوں کا غیرت کرنا اور ان کا غضب ناک ہونا	193
١١٠- بَابُ ذَبِّ الرَّجُلِ عَنِ ابْنَتِهِ فِي الْغَيْرَةِ وَالْإِنْصَافِ	باب: انصاف وغیرت کے پیش نظر مرد کا اپنی بیٹی کی طرف سے دفاع کرنا	194
١١١- بَابٌ: يَقِلُّ الرِّجَالُ وَيَكْثُرُ النِّسَاءُ	باب: مرد کم رہ جائیں گے اور عورتیں زیادہ ہوتی چلی جائیں گی	195

عربی	اردو	صفحہ
١١٢- بَابٌ: لَا يَخْلُوَنَّ رَجُلٌ بِامْرَأَةٍ إِلَّا ذُو مَحْرَمٍ، وَالدُّخُولُ عَلَى الْمُغِيبَةِ	باب: محرم کے علاوہ کوئی آدمی کسی اجنبی عورت سے خلوت نہ کرے، نیز جس کا خاوند غائب ہو اس کے ہاں داخلہ بھی ممنوع ہے	196
١١٣- بَابُ مَا يَجُوزُ أَنْ يَخْلُوَ الرَّجُلُ بِالْمَرْأَةِ عِنْدَ النَّاسِ	باب: مرد، لوگوں کی موجودگی میں اجنبی عورت سے تنہائی کر سکتا ہے	197
١١٤- بَابُ مَا يُنْهَى مِنْ دُخُولِ الْمُتَشَبِّهِينَ بِالنِّسَاءِ عَلَى الْمَرْأَةِ	باب: جو لوگ عورتوں کی مشابہت اختیار کرتے ہیں، ان کا عورت کے پاس جانا منع ہے	198
١١٥- بَابُ نَظَرِ الْمَرْأَةِ إِلَى الْحَبَشِ وَنَحْوِهِمْ مِنْ غَيْرِ رِيبَةٍ	باب: عورت اہل حبش (اجنبیوں) کو دیکھ سکتی ہے بشرطیکہ کسی فتنے کا اندیشہ نہ ہو	199
١١٦- بَابُ خُرُوجِ النِّسَاءِ لِحَوَائِجِهِنَّ	باب: عورتوں کا اپنے کام کاج کے لیے باہر نکلنا	200
١١٧- بَابُ اسْتِئْذَانِ الْمَرْأَةِ زَوْجَهَا فِي الْخُرُوجِ إِلَى الْمَسْجِدِ وَغَيْرِهِ	باب: عورت کا مسجد وغیرہ کی طرف جانے کے لیے اپنے شوہر سے اجازت طلب کرنا	200
١١٨- بَابُ مَا يَحِلُّ مِنَ الدُّخُولِ وَالنَّظَرِ إِلَى النِّسَاءِ فِي الرَّضَاعِ	باب: رشتۂ رضاعت کی بنا پر عورتوں کے پاس آنا اور انھیں دیکھنا حلال ہے	201
١١٩- بَابٌ: لَا تُبَاشِرُ الْمَرْأَةُ الْمَرْأَةَ فَتَنْعَتَهَا لِزَوْجِهَا	باب: کوئی عورت دوسری سے (بے ستر ہو کر) نہ چمٹے کہ وہ اپنے خاوند سے اس کی تصویر کشی کرے	202
١٢٠- بَابُ قَوْلِ الرَّجُلِ: لَأَطُوفَنَّ اللَّيْلَةَ عَلَى نِسَائِي	باب: کسی مرد کا یہ کہنا کہ آج رات میں اپنی تمام بیویوں کے پاس ضرور جاؤں گا	203
١٢١- بَابٌ: لَا يَطْرُقْ أَهْلَهُ لَيْلًا إِذَا أَطَالَ الْغَيْبَةَ مَخَافَةَ أَنْ يُخَوِّنَهُمْ أَوْ يَلْتَمِسَ عَثَرَاتِهِمْ	باب: جب کوئی لمبی غیر حاضری کرے تو رات کے وقت اپنے اہل خانہ کے پاس نہ آئے، ایسا کرنے سے اندیشہ ہے کہ انھیں خیانت کی طرف منسوب کرے گا یا ان کی لغزشیں تلاش کرے گا	203
١٢٢- بَابُ طَلَبِ الْوَلَدِ	باب: فرزند طلب کرنا	204
١٢٣- بَابٌ: تَسْتَحِدُّ الْمُغِيبَةُ وَتَمْتَشِطُ الشَّعِثَةُ	باب: خاوند سفر سے آئے تو عورت زیر ناف بال صاف کرے اور پراگندہ بالوں میں کنگھی کرے	206
١٢٤- بَابٌ: ﴿وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا لِبُعُولَتِهِنَّ﴾	باب: (ارشاد باری تعالیٰ:) "عورتیں اپنی زینت کو خاوندوں	

[النور:٣١] — کے علاوہ کسی پر ظاہر نہ ہونے دیں" کا بیان 207

١٢٥- بَابٌ : ﴿وَالَّذِينَ لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ﴾ [النور:٥٨] — باب: (ارشاد باری تعالیٰ :)"وہ بچے جو ابھی بالغ نہیں ہوئے" کا بیان 208

١٢٦- بَابٌ [قَوْلِ الرَّجُلِ لِصَاحِبِهِ هَلْ أَعْرَسْتُمُ اللَّيْلَةَ وَ] طَعْنِ الرَّجُلِ ابْنَتَهُ فِي الْخَاصِرَةِ عِنْدَ الْعِتَابِ — باب: آدمی کا اپنے ساتھی سے کہنا: کیا تم نے آج جماع کیا ہے؟ اور کسی آدمی کا غصے کی وجہ سے اپنی بیٹی کی کمر میں چوک مارنا 209

٦٨ كتاب الطلاق — طلاق سے متعلق احکام ومسائل 211

١- [بَابٌ] وَقَوْلِ اللهِ تَعَالَى : ﴿يَأَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَطَلِّقُوهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَأَحْصُوا الْعِدَّةَ﴾ [الطلاق:١] — باب: ارشاد باری تعالیٰ:"اے نبی! جب تم عورتوں کو طلاق دو تو عدت کے آغاز میں طلاق دو اور عدت کا شمار رکھو" کا بیان 217

٢- بَابٌ : إِذَا طُلِّقَتِ الْحَائِضُ تَعْتَدُّ بِذٰلِكَ الطَّلَاقِ — باب: جب حائضہ کو طلاق دے دی جائے تو یہ طلاق بھی شمار ہوگی 218

٣- بَابُ مَنْ طَلَّقَ، وَهَلْ يُوَاجِهُ الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ بِالطَّلَاقِ؟ — باب: جس نے عورت کو طلاق دی اور کیا طلاق دیتے وقت بیوی سے مخاطب ہونا ضروری ہے؟ 219

٤- بَابُ مَنْ جَوَّزَ الطَّلَاقَ الثَّلَاثَ — باب: جس نے تین طلاقیں دینا جائز قرار دیا 223

٥- بَابُ مَنْ خَيَّرَ أَزْوَاجَهُ — باب: جس نے اپنی بیویوں کو اختیار دیا 229

٦- بَابٌ : إِذَا قَالَ: فَارَقْتُكِ، أَوْ سَرَّحْتُكِ، أَوِ الْخَلِيَّةُ، أَوِ الْبَرِيَّةُ، أَوْ مَا عُنِيَ بِهِ الطَّلَاقُ فَهُوَ عَلَى نِيَّتِهِ — باب: جب کسی نے (اپنی بیوی سے) کہا: میں نے تجھے جدا کر دیا، میں نے تجھے رخصت کر دیا، یا کہا: تو رہا شدہ ہے یا الگ ہے، یا ایسے الفاظ کہے جن سے طلاق مراد لی جاسکتی ہو تو وہ اس کی نیت پر موقوف ہے 230

٧- بَابُ مَنْ قَالَ لِامْرَأَتِهِ : أَنْتِ عَلَيَّ حَرَامٌ — باب: جس نے اپنی بیوی سے کہا: تو مجھ پر حرام ہے 231

٨- بَابٌ : ﴿لِمَ تُحَرِّمُ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكَ﴾ [التحريم:١] — باب: (اے نبی!) آپ خود پر وہ چیز حرام کیوں کرتے ہیں جو اللہ نے آپ کے لیے حلال کی ہے 233

٩- بَابٌ : لَا طَلَاقَ قَبْلَ نِكَاحٍ — باب: نکاح سے پہلے طلاق نہیں ہوتی 236

١٠- بَابٌ : إِذَا قَالَ لِامْرَأَتِهِ وَهُوَ مُكْرَهٌ: هٰذِهِ — باب: اگر کوئی دباؤ میں آکر اپنی بیوی سے کہے کہ یہ میری

عربی	اردو	صفحہ
أُخْتِي، فَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ	بہن ہے تو اس سے کچھ نہیں ہوتا	238
١١- بَابُ الطَّلَاقِ فِي الْإِغْلَاقِ وَالْكُرْهِ، وَالسَّكْرَانِ وَالْمَجْنُونِ وَأَمْرِهِمَا، وَالْغَلَطِ، وَالنِّسْيَانِ فِي الطَّلَاقِ، وَالشِّرْكِ وَغَيْرِهِ	باب: دباؤ میں آ کر اور مجبوری، نشہ یا جنون کی حالت میں طلاق کا حکم، نیز بھول چوک کر طلاق دینے یا شرک کرنے کا بیان	238
١٢- بَابُ الْخُلْعِ وَكَيْفَ الطَّلَاقُ فِيهِ	باب: خلع کا بیان، نیز اس میں طلاق کیسے ہوگی؟	243
١٣- بَابُ الشِّقَاقِ، وَهَلْ يُشِيرُ بِالْخُلْعِ عِنْدَ الضَّرُورَةِ؟	باب: میاں بیوی میں ناچاقی کا بیان اور کیا بوقت ضرورت خلع کے لیے اشارہ کیا جا سکتا ہے؟	247
١٤- بَابٌ: لَا يَكُونُ بَيْعُ الْأَمَةِ طَلَاقًا	باب: لونڈی کا فروخت کرنا طلاق نہیں	248
١٥- بَابُ خِيَارِ الْأَمَةِ تَحْتَ الْعَبْدِ	باب: جو لونڈی کسی غلام کی منکوحہ ہو تو آزادی کے بعد اسے اختیار ہے	249
١٦- بَابُ شَفَاعَةِ النَّبِيِّ ﷺ فِي زَوْجِ بَرِيرَةَ	باب: حضرت بریرہ ؓ کے شوہر کے متعلق نبی ﷺ کا سفارش کرنا	250
١٧- بَابٌ:	باب: بلا عنوان	251
١٨- بَابُ قَوْلِ اللهِ تَعَالَى: ﴿وَلَا تَنكِحُوا الْمُشْرِكَٰتِ حَتَّىٰ يُؤْمِنَّ ۚ وَلَأَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّن مُّشْرِكَةٍ وَلَوْ أَعْجَبَتْكُمْ﴾ [البقرة: ٢٢١]	باب: ارشاد باری تعالیٰ: ”تم مشرک عورتوں سے نکاح نہ کرو حتی کہ وہ ایمان لے آئیں، البتہ مومن لونڈی مشرک عورت سے بہتر ہے اگرچہ مشرک عورت تمھیں بھلی معلوم ہو“ کا بیان	252
١٩- بَابُ نِكَاحِ مَنْ أَسْلَمَ مِنَ الْمُشْرِكَاتِ وَعِدَّتِهِنَّ	باب: مشرک عورتوں میں سے جو مسلمان ہو جائیں ان سے نکاح اور ان کی عدت کا بیان	252
٢٠- بَابٌ: إِذَا أَسْلَمَتِ الْمُشْرِكَةُ أَوِ النَّصْرَانِيَّةُ تَحْتَ الذِّمِّيِّ أَوِ الْحَرْبِيِّ	باب: جب کوئی مشرکہ یا نصرانیہ جو کسی ذمی یا حربی کے نکاح میں تھی مسلمان ہو جائے	254
٢١- بَابُ قَوْلِ اللهِ تَعَالَى: ﴿لِّلَّذِينَ يُؤْلُونَ مِن نِّسَائِهِمْ تَرَبُّصُ أَرْبَعَةِ أَشْهُرٍ﴾ [البقرة: ٢٢٦]	باب: ارشاد باری تعالیٰ: ”جو لوگ اپنی بیویوں سے تعلق نہ رکھنے کی قسم اٹھا لیں، ان کے لیے چار ماہ کی مہلت ہے“ کا بیان	257
٢٢- بَابُ حُكْمِ الْمَفْقُودِ فِي أَهْلِهِ، وَمَالِهِ	باب: جو شخص گم ہو جائے تو اس کی بیوی اور مال کے متعلق کیا حکم ہے؟	258

٢٣- بَابُ الظِّهَارِ	باب: ظہار کا بیان	262
٢٤- بَابُ الْإِشَارَةِ فِي الطَّلَاقِ وَالْأُمُورِ	باب: طلاق اور دیگر امور میں اشارہ کرنا	263
٢٥- بَابُ اللِّعَانِ	باب: لعان کا بیان	267
٢٦- بَابٌ: إِذَا عَرَّضَ بِنَفْيِ الْوَلَدِ	باب: جب کوئی اپنے بچے کے انکار کا اشارہ کرے	271
٢٧- بَابُ إِحْلَافِ الْمُلَاعِنِ	باب: لعان کرنے والے سے قسم لینا	272
٢٨- بَابٌ: يَبْدَأُ الرَّجُلُ بِالتَّلَاعُنِ	باب: لعان کا آغاز مرد سے کیا جائے	273
٢٩- بَابُ اللِّعَانِ وَمَنْ طَلَّقَ بَعْدَ اللِّعَانِ	باب: لعان اور لعان کے بعد طلاق دینے کا بیان	273
٣٠- بَابُ التَّلَاعُنِ فِي الْمَسْجِدِ	باب: مسجد میں لعان کرنا	275
٣١- بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ: «لَوْ كُنْتُ رَاجِمًا بِغَيْرِ بَيِّنَةٍ»	باب: نبی ﷺ کے ارشاد گرامی: ''اگر میں گواہوں کے بغیر رجم کرتا (تو اسے کرتا)'' کا بیان	277
٣٢- بَابُ صَدَاقِ الْمُلَاعَنَةِ	باب: لعان کرنے والی کا حق مہر	278
٣٣- بَابُ قَوْلِ الْإِمَامِ لِلْمُتَلَاعِنَيْنِ: إِنَّ أَحَدَكُمَا كَاذِبٌ، فَهَلْ مِنْكُمَا مِنْ تَائِبٍ؟	باب: حاکم وقت کا لعان کرنے والوں سے کہنا: ''تم میں سے ایک جھوٹا ہے، کیا تم میں سے کوئی تائب ہوتا ہے؟''	280
٣٤- بَابُ التَّفْرِيقِ بَيْنَ الْمُتَلَاعِنَيْنِ	باب: لعان کرنے والے مرد وزن میں تفریق کرنا	281
٣٥- بَابٌ: يُلْحَقُ الْوَلَدُ بِالْمُلَاعِنَةِ	باب: لعان کے بعد بچہ ماں سے ملحق ہوگا	282
٣٦- بَابُ قَوْلِ الْإِمَامِ: اَللّٰهُمَّ بَيِّنْ	باب: لعان کے وقت حاکم وقت یوں دعا کرے: ''اے اللہ! اصل حقیقت کھول دے۔''	283
٣٧- بَابٌ: إِذَا طَلَّقَهَا ثَلَاثًا ثُمَّ تَزَوَّجَتْ بَعْدَ الْعِدَّةِ زَوْجًا غَيْرَهُ فَلَمْ يَمَسَّهَا	باب: جب کسی نے تین طلاقیں دیں، پھر بیوی نے عدت گزار کر دوسرے شوہر سے شادی کر لی لیکن دوسرے نے ابھی مباشرت نہیں کی (تو کیا پہلے خاوند سے نکاح کر سکتی ہے؟)	284
٣٨- بَابٌ: ﴿وَٱلَّٰٓـِٔي يَئِسْنَ مِنَ ٱلْمَحِيضِ مِن نِّسَآئِكُمْ إِنِ ٱرْتَبْتُمْ﴾	باب: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''وہ (مطلقہ) عورتیں جو حیض آنے سے مایوس ہو چکی ہوں، اگر تمھیں تردد ہو......'' کا بیان	285
٣٩- بَابٌ: ﴿وَأُوْلَٰتُ ٱلْأَحْمَالِ أَجَلُهُنَّ أَن يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ﴾	باب: ارشاد باری تعالیٰ: ''حمل والی عورتوں کی عدت یہ ہے کہ وہ اپنے حمل کو جنم دیں'' کا بیان	285

٤٠- بَابُ قَوْلِ اللهِ تَعَالَى: ﴿وَالْمُطَلَّقَٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنفُسِهِنَّ ثَلَٰثَةَ قُرُوٓءٍ﴾ [البقرة:٢٢٨]
باب: ارشاد باری تعالیٰ: ''اور طلاق یافتہ عورتیں اپنے آپ کو تین حیض آنے تک روکے رکھیں'' کا بیان 287

٤١- [بَابُ] قِصَّةِ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ
باب: فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کا واقعہ 288

٤٢- بَابُ الْمُطَلَّقَةِ إِذَا خُشِيَ عَلَيْهَا فِي مَسْكَنِ زَوْجِهَا أَنْ يُقْتَحَمَ عَلَيْهَا أَوْ تَبْذُوَ عَلَى أَهْلِهَا بِفَاحِشَةٍ
باب: مطلقہ کو جب خاوند کے گھر میں کسی کے اچانک گھس آنے کا اندیشہ ہو یا اس کے اہل خانہ سے بدتمیزی کرتی ہو 290

٤٣- بَابُ قَوْلِ اللهِ تَعَالَى: ﴿وَلَا يَحِلُّ لَهُنَّ أَن يَكْتُمْنَ مَا خَلَقَ ٱللَّهُ فِىٓ أَرْحَامِهِنَّ﴾ [البقرة:٢٢٨] مِنَ الْحَيْضِ وَالْحَمْلِ.
باب: ارشاد باری تعالیٰ: ''مطلقہ عورتوں کے لیے جائز نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ ان کے شکم میں پیدا کیا ہے اسے چھپائیں'' وہ حیض ہو یا حمل 291

٤٤- بَابٌ: ﴿وَبُعُولَتُهُنَّ أَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ﴾ [البقرة:٢٢٨] فِي الْعِدَّةِ، وَكَيْفَ يُرَاجِعُ الْمَرْأَةَ إِذَا طَلَّقَهَا وَاحِدَةً أَوْ ثِنْتَيْنِ؟ وَقَوْلُهُ: ﴿فَلَا تَعْضُلُوهُنَّ﴾ [البقرة: ٢٣٢]
باب: دوران عدت میں ''عورتوں کے خاوند ان سے رجوع کرنے کے زیادہ حق دار ہیں'' اور مرد نے جب بیوی کو ایک یا دو طلاقیں دی ہوں تو وہ رجوع کیسے کرے گا؟ نیز ارشاد باری تعالیٰ ''تو انھیں (نکاح سے) نہ روکو'' کا بیان 292

٤٥- بَابُ مُرَاجَعَةِ الْحَائِضِ
باب: (طلاق یافتہ) حائضہ عورت سے رجوع کرنا 294

٤٦- بَابٌ: تُحِدُّ الْمُتَوَفَّى عَنْهَا أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا
باب: جس عورت کا خاوند فوت ہو جائے وہ چار ماہ دس دن سوگ کرے 295

٤٧- بَابُ الْكُحْلِ لِلْحَادَّةِ
باب: سوگ منانے والی عورت کے لیے سرمے کا استعمال 297

٤٨- بَابُ الْقُسْطِ لِلْحَادَّةِ عِنْدَ الطُّهْرِ
باب: سوگ منانے والی کے لیے قسط (خوشبو) کا استعمال جبکہ وہ حیض سے پاک ہو 299

٤٩- بَابٌ: تَلْبَسُ الْحَادَّةُ ثِيَابَ الْعَصْبِ
باب: سوگ منانے والی عورت دھاری دار کپڑے پہن سکتی ہے 300

٥٠- بَابٌ: ﴿وَٱلَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَٰجًا﴾ إِلَى قَوْلِهِ: ﴿خَبِيرٌ﴾ [البقرة:٢٣٤]
باب: ارشاد باری تعالیٰ: ''اور جو لوگ تم میں سے فوت ہو جائیں اور بیویاں چھوڑ جائیں......'' کا بیان 301

٥١- بَابُ مَهْرِ الْبَغِيِّ وَالنِّكَاحِ الْفَاسِدِ
باب: زانیہ کا خرچہ اور نکاح فاسد کا حق مہر 304

٥٢- بَابُ الْمَهْرِ لِلْمَدْخُولِ عَلَيْهَا، وَكَيْفَ
باب: جس عورت سے ملاپ کیا گیا ہو اس کا حق مہر،

الدُّخولُ؟ أَوْ طَلَّقَهَا قَبْلَ الدُّخولِ وَالْمَسِيسِ — دخول کیا ہوتا ہے؟ اور جس نے دخول یا مس سے پہلے طلاق دی 305

٥٣- بَابُ الْمُتْعَةِ لِلَّتِي لَمْ يُفْرَضْ لَهَا — باب: جس عورت کا حق مہر طے نہ ہوا تو اسے رواداری کے طور پر کچھ نہ کچھ دینا 307

٦٩ كتاب النفقات — اخراجات سے متعلق احکام و مسائل 309

١- وَ[بَابُ] فَضْلِ النَّفَقَةِ عَلَى الْأَهْلِ — باب: اہل وعیال پر خرچ کرنے کی فضیلت 311

٢- بَابُ وُجُوبِ النَّفَقَةِ عَلَى الْأَهْلِ وَالْعِيَالِ — باب: اہل وعیال پر خرچ کرنا واجب ہے 314

٣- بَابُ حَبْسِ الرَّجُلِ قُوتَ سَنَةٍ عَلَى أَهْلِهِ، وَكَيْفَ نَفَقَاتُ الْعِيَالِ؟ — باب: گھر والوں کے لیے سال بھر کا خرچ جمع کرنا، اور اہل خانہ پر خرچ کیسے کیا جائے؟ 315

٤- بَابُ نَفَقَةِ الْمَرْأَةِ إِذَا غَابَ عَنْهَا زَوْجُهَا، وَنَفَقَةِ الْوَلَدِ — باب: اگر بیوی کا شوہر غائب ہو تو وہ خرچ کیونکر پورا کرے اور اولاد کے خرچ کا بیان 320

٥- بَابٌ: ﴿وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ أَرَادَ أَن يُتِمَّ الرَّضَاعَةَ﴾ إِلَى قَوْلِهِ: ﴿بَصِيرٌ﴾ [البقرة:٢٣٣] وَقَالَ: ﴿وَحَمْلُهُ وَفِصَالُهُ ثَلَاثُونَ شَهْرًا﴾ [الأحقاف:١٥] وَقَالَ: ﴿وَإِن تَعَاسَرْتُمْ فَسَتُرْضِعُ لَهُ أُخْرَى لِيُنفِقْ ذُو سَعَةٍ مِّن سَعَتِهِ وَمَن قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهُ﴾ إِلَى قَوْلِهِ: ﴿بَعْدَ عُسْرٍ يُسْرًا﴾ [الطلاق:٦، ٧] — باب: ارشاد باری تعالیٰ: ''اور مائیں اپنے بچوں کو پورے دو سال دودھ پلائیں۔ (یہ مدت) اس کے لیے ہے جو دودھ کی مدت پوری کرنا چاہے۔'' اور ''اس کے حمل اور دودھ چھڑانے کی مدت تیس مہینے ہے۔'' نیز ''اگر تم میاں بیوی آپس میں تنگی اور ضد کرو گے تو بچے کو دودھ کوئی دوسری عورت پلائے گی۔ صاحب وسعت کو اپنی حیثیت کے مطابق خرچ کرنا چاہیے اور جس کی آمدنی کم ہو اسے چاہیے کہ اللہ نے اسے جتنا دیا ہے اس میں سے خرچ کرے......'' کا بیان 321

٦- بَابُ عَمَلِ الْمَرْأَةِ فِي بَيْتِ زَوْجِهَا — باب: عورت کا اپنے شوہر کے گھر میں کام کاج کرنا 322

٧- بَابُ خَادِمِ الْمَرْأَةِ — باب: عورت کے لیے خادم کا بندوبست کرنا 324

٨- بَابُ خِدْمَةِ الرَّجُلِ فِي أَهْلِهِ — باب: مرد کا گھریلو کام کاج میں اہل خانہ کا ہاتھ بٹانا 325

٩- بَابُ إِذَا لَمْ يُنْفِقِ الرَّجُلُ فَلِلْمَرْأَةِ أَنْ تَأْخُذَ بِغَيْرِ عِلْمِهِ مَا يَكْفِيهَا وَوَلَدَهَا بِالْمَعْرُوفِ — باب: اگر مرد خرچ نہ کرے تو ایسے حالات میں عورت کے لیے جائز ہے کہ وہ اس کی اجازت کے بغیر اس کے

مال میں سے دستور کے مطابق اتنا لے لے جو اس کے اور اس کے بچوں کے لیے کافی ہو 326

١٠- بَابُ حِفْظِ الْمَرْأَةِ زَوْجَهَا فِي ذَاتِ يَدِهِ وَالنَّفَقَةِ — باب: عورت کا اپنے شوہر کے مال کی اور جو وہ اخراجات کے لیے دے اس کی حفاظت کرنا 326

١١- بَابُ كِسْوَةِ الْمَرْأَةِ بِالْمَعْرُوفِ — باب: عورت کو لباس دستور کے مطابق دینا چاہیے 327

١٢- بَابُ عَوْنِ الْمَرْأَةِ زَوْجَهَا فِي وَلَدِهِ — باب: بچوں کے معاملے میں بیوی کا اپنے شوہر سے تعاون کرنا 328

١٣- بَابُ نَفَقَةِ الْمُعْسِرِ عَلَى أَهْلِهِ — باب: تنگ دست کا اپنے اہل خانہ پر خرچ کرنا 329

١٤- بَابٌ: ﴿وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذَٰلِكَ﴾ [البقرة:٢٣٣] وَهَلْ عَلَى الْمَرْأَةِ مِنْهُ شَيْءٌ؟ ﴿وَضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا رَّجُلَيْنِ أَحَدُهُمَا أَبْكَمُ﴾ اَلْآيَةَ. [النحل:٧٦] — باب: (ارشاد باری تعالیٰ:) ''وارث پر بھی یہی لازم ہے۔'' نیز بچے کو دودھ پلانے میں کیا عورت پر بھی کچھ ذمہ داری ہے؟ اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''اللہ تعالیٰ نے ایک مثال بیان فرمائی ہے کہ دو آدمی ہیں، ان میں سے ایک گونگا ہے......'' کا بیان 330

١٥- بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ: «مَنْ تَرَكَ كَلًّا أَوْ ضَيَاعًا فَإِلَيَّ». — باب: نبی ﷺ کے ارشاد گرامی: ''جو کوئی (قرض وغیرہ کا) بوجھ یا لاوارث بچے چھوڑ کر مرے تو ان کا بندوبست میرے ذمے ہے'' کا بیان 331

١٦- بَابُ الْمَرَاضِعِ مِنَ الْمَوَالِيَاتِ وَغَيْرِهِنَّ — باب: لونڈیاں وغیرہ بھی دودھ پلا سکتی ہیں 332

٧٠ كتاب الاطعمة — کھانوں سے متعلق احکام و مسائل 335

١- وَ[بَابُ] قَوْلِ اللهِ تَعَالَى: ﴿كُلُوا مِن طَيِّبَٰتِ مَا رَزَقْنَٰكُمْ﴾ اَلْآيَةَ [البقرة:١٧٢]. وَقَوْلِهِ: ﴿أَنفِقُوا مِن طَيِّبَٰتِ مَا كَسَبْتُمْ﴾ [البقرة:٢٦٧] وَقَوْلِهِ: ﴿كُلُوا مِنَ الطَّيِّبَٰتِ وَاعْمَلُوا صَٰلِحًا إِنِّي بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ﴾ [المؤمنون:٥١] — باب: ارشاد باری تعالیٰ: ''ہم نے تمھیں جو پاکیزہ رزق دیا ہے اس میں سے کھاؤ'' نیز فرمان الٰہی: ''جو تم نے پاک کمائی کی ہے اس میں سے خرچ کرو۔'' اور فرمان الٰہی: ''پاکیزہ چیزوں میں سے کھاؤ اور نیک عمل کرو، یقیناً میں اسے جو تم کرتے ہو، خوب جاننے والا ہوں'' کا بیان 337

٢- بَابُ التَّسْمِيَةِ عَلَى الطَّعَامِ وَالْأَكْلِ بِالْيَمِينِ — باب: کھانے پر بسم اللہ پڑھنا اور دائیں ہاتھ سے کھانا 339

٣- بَابُ الْأَكْلِ مِمَّا يَلِيهِ — باب: اپنے سامنے سے کھانا 340

باب	اردو عنوان	صفحہ
٤- بَابُ مَنْ تَتَبَّعَ حَوَالَيِ الْقَصْعَةِ مَعَ صَاحِبِهِ إِذَا لَمْ يَعْرِفْ مِنْهُ كَرَاهِيَةً	باب: اگر ساتھی برا محسوس نہ کرے تو برتن کے چاروں طرف ہاتھ بڑھانا	341
٥- بَابُ التَّيَمُّنِ فِي الْأَكْلِ وَغَيْرِهِ	باب: کھانے وغیرہ میں دائیں طرف سے شروع کرنا	342
٦- بَابٌ: مَنْ أَكَلَ حَتَّى شَبِعَ	باب: پیٹ بھر کر کھانا تناول کرنا	342
٧- بَابٌ: ﴿لَيْسَ عَلَى الْأَعْمَى حَرَجٌ﴾ [النور: ٦١] وَالنَّهْدُ وَالِاجْتِمَاعُ عَلَى الطَّعَامِ.	باب: ارشاد باری تعالیٰ: ''اندھے، پر کوئی حرج نہیں......'' نیز کھانے کے موقع پر اکٹھے ہونے اور اجتماع کرنے کا بیان	346
٨- بَابُ الْخُبْزِ الْمُرَقَّقِ وَالْأَكْلِ عَلَى الْخِوَانِ وَالسُّفْرَةِ	باب: باریک چپاتی کھانا اور میز یا دسترخوان پر کھانا تناول کرنا	347
٩- بَابُ السَّوِيقِ	باب: ستو کھانے کا بیان	350
١٠- بَابُ مَا كَانَ النَّبِيُّ ﷺ لَا يَأْكُلُ حَتَّى يُسَمَّى لَهُ فَيَعْلَمَ مَا هُوَ؟	باب: نبی ﷺ اس وقت تک کھانا تناول نہ فرماتے حتی کہ اس کا نام لیا جاتا تو آپ معلوم کر لیتے کہ یہ کیا ہے؟	350
١١- بَابٌ: طَعَامُ الْوَاحِدِ يَكْفِي الِاثْنَيْنِ	باب: ایک کا کھانا دو کے لیے کافی ہوتا ہے	351
١٢- بَابٌ: اَلْمُؤْمِنُ يَأْكُلُ فِي مِعًى وَاحِدٍ	باب: مومن ایک آنت میں کھاتا ہے	352
١٣- بَابُ الْأَكْلِ مُتَّكِئًا	باب: ٹیک لگا کر کھانا	355
١٤- بَابُ الشِّوَاءِ	باب: بھنے ہوئے گوشت کا بیان	356
١٥- بَابُ الْخَزِيرَةِ	باب: خزیرہ کا بیان	357
١٦- بَابُ الْأَقِطِ	باب: پنیر کا بیان	358
١٧- بَابُ السِّلْقِ وَالشَّعِيرِ	باب: چقندر اور جو کھانے کا بیان	359
١٨- بَابُ النَّهْشِ وَانْتِشَالِ اللَّحْمِ	باب: اگلے دانتوں سے گوشت نوچنا اور پکنے سے کچھ پہلے ہنڈیا سے نکال کر کھانا	360
١٩- بَابُ تَعَرُّقِ الْعَضُدِ	باب: شانے کا گوشت نوچ کر کھانا	361
٢٠- بَابُ قَطْعِ اللَّحْمِ بِالسِّكِّينِ	باب: چھری سے گوشت کاٹنا	362
٢١- بَابٌ: مَا عَابَ النَّبِيُّ ﷺ طَعَامًا	باب: نبی ﷺ نے کبھی کھانے پر عیب نہیں لگایا	363
٢٢- بَابُ النَّفْخِ فِي الشَّعِيرِ	باب: جو کے آٹے میں پھونک مارنا	364
٢٣- بَابُ مَا كَانَ النَّبِيُّ ﷺ وَأَصْحَابُهُ يَأْكُلُونَ	باب: نبی ﷺ اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کیا کھاتے تھے؟	364

٢٤- بَابُ التَّلْبِينَةِ	باب: حریرہ کا بیان	368
٢٥- بَابُ الثَّرِيدِ	باب: ثرید کا بیان	368
٢٦- بَابُ شَاةٍ مَسْمُوطَةٍ وَالْكَتِفِ وَالْجَنْبِ	باب: کھال سمیت بھنی ہوئی بکری، دستی اور چانپ کے گوشت کا بیان	370
٢٧- بَابُ مَا كَانَ السَّلَفُ يَدَّخِرُونَ فِي بُيُوتِهِمْ وَأَسْفَارِهِمْ مِنَ الطَّعَامِ وَاللَّحْمِ وَغَيْرِهِ	باب: سلف صالحین اپنے گھروں اور سفروں میں کھانا اور گوشت وغیرہ محفوظ کر لیتے تھے	371
٢٨- بَابُ الْحَيْسِ	باب: حیس کا بیان	373
٢٩- بَابُ الْأَكْلِ فِي إِنَاءٍ مُفَضَّضٍ	باب: چاندی کے ملمع کیے ہوئے برتن میں کھانا	374
٣٠- بَابُ ذِكْرِ الطَّعَامِ	باب: کھانے کا بیان	375
٣١- بَابُ الْأُدْمِ	باب: سالنوں کا بیان	376
٣٢- بَابُ الْحَلْوَى وَالْعَسَلِ	باب: میٹھی چیز اور شہد کا بیان	378
٣٣- بَابُ الدُّبَّاءِ	باب: کدو کا بیان	379
٣٤- بَابُ الرَّجُلِ يَتَكَلَّفُ الطَّعَامَ لِإِخْوَانِهِ	باب: آدمی اپنے بھائیوں کے لیے کھانے میں تکلف کرے	379
٣٥- بَابُ مَنْ أَضَافَ رَجُلًا إِلَى طَعَامٍ وَأَقْبَلَ هُوَ عَلَى عَمَلِهِ	باب: جس شخص نے کسی دوسرے کو کھانے کی دعوت دی لیکن خود اپنے کام میں مصروف رہا	380
٣٦- بَابُ الْمَرَقِ	باب: شوربے کا بیان	381
٣٧- بَابُ الْقَدِيدِ	باب: خشک گوشت کا بیان	382
٣٨- بَابُ مَنْ نَاوَلَ أَوْ قَدَّمَ إِلَى صَاحِبِهِ عَلَى الْمَائِدَةِ شَيْئًا	باب: جس نے ایک ہی دسترخوان سے کوئی چیز اٹھائی اور اپنے ساتھی کو دی یا اس کے سامنے رکھی	382
٣٩- بَابُ الْقِثَّاءِ بِالرُّطَبِ	باب: ککڑی کے ساتھ تازہ کھجور ملا کر کھانا	383
٤٠- بَابٌ	باب: بلاعنوان	384
٤١- بَابُ الرُّطَبِ وَالتَّمْرِ	باب: تازہ اور خشک کھجور کا بیان	385
٤٢- بَابُ أَكْلِ الْجُمَّارِ	باب: کھجور کے درخت کا گودا کھانا	387
٤٣- بَابُ الْعَجْوَةِ	باب: عجوہ کھجور کا بیان	388
٤٤- بَابُ الْقِرَانِ فِي التَّمْرِ	باب: دو کھجوروں کو ایک ساتھ ملا کر کھانا	389
٤٥- بَابُ الْقِثَّاءِ	باب: ککڑی کھانے کا بیان	389

عربی عنوان	اردو عنوان	صفحہ
٤٦- بَابُ بَرَكَةِ النَّخْلَةِ	باب: کھجور کے درخت کی برکت کا بیان	390
٤٧- بَابُ جَمْعِ اللَّوْنَيْنِ أَوِ الطَّعَامَيْنِ بِمَرَّةٍ	باب: ایک ہی وقت میں دو رنگ کے پھلوں یا دو قسم کے کھانوں کو جمع کرنا	390
٤٨- بَابُ مَنْ أَدْخَلَ الضِّيفَانَ عَشَرَةً عَشَرَةً، وَالْجُلُوسِ عَلَى الطَّعَامِ عَشَرَةً عَشَرَةً	باب: دس، دس مہمانوں کو بلانا اور دس، دس ہی کو کھانے کے لیے بٹھانا	391
٤٩- بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنَ الثُّومِ وَالْبُقُولِ	باب: لہسن اور دیگر وہ ترکاریاں جو مکروہ ہیں	392
٥٠- بَابُ الْكَبَاثِ وَهُوَ [ثَمَرُ] الْأَرَاكِ	باب: کباث کا بیان اور وہ پیلو کا پھل ہے	393
٥١- بَابُ الْمَضْمَضَةِ بَعْدَ الطَّعَامِ	باب: کھانے کے بعد کلی کرنا	393
٥٢- بَابُ لَعْقِ الْأَصَابِعِ وَمَصِّهَا قَبْلَ أَنْ تُمْسَحَ بِالْمِنْدِيلِ	باب: دستی رومال اور تولیے سے صاف کرنے سے پہلے انگلیوں کو چاٹنا اور چوسنا	394
٥٣- بَابُ الْمِنْدِيلِ	باب: دستی رومال کا بیان	395
٥٤- بَابُ مَا يَقُولُ إِذَا فَرَغَ مِنْ طَعَامِهِ	باب: کھانا کھانے کے بعد کون سی دعا پڑھنی چاہیے؟	396
٥٥- بَابُ الْأَكْلِ مَعَ الْخَادِمِ	باب: خادم کے ساتھ کھانا	397
٥٦- بَابٌ: اَلطَّاعِمُ الشَّاكِرُ مِثْلُ الصَّائِمِ الصَّابِرِ	باب: کھانا کھانے والا شکر گزار اس روزے دار کی طرح ہے جو صبر کرنے والا ہے	397
٥٧- بَابُ الرَّجُلِ يُدْعٰى إِلٰى طَعَامٍ فَيَقُولُ: وَهٰذَا مَعِي	باب: کسی شخص کو کھانے کی دعوت دی جائے اور وہ کہے کہ یہ بھی میرے ساتھ ہے	398
٥٨- بَابٌ: إِذَا حَضَرَ الْعَشَاءُ فَلَا يَعْجَلْ عَنْ عَشَائِهِ	باب: جب رات کا کھانا حاضر ہو تو نماز عشاء کے لیے جلدی نہ کرے	399
٥٩- بَابُ قَوْلِ اللهِ تَعَالٰى: ﴿فَإِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوا﴾ [الأحزاب:٥٣]	باب: ارشاد باری تعالیٰ: "جب تم کھانے سے فارغ ہو جاؤ تو اٹھ کر چلے جاؤ" کا بیان	401
٧١ كتاب العقيقة	عقیقے سے متعلق احکام و مسائل	403
١- بَابُ تَسْمِيَةِ الْمَوْلُودِ غَدَاةَ يُولَدُ لِمَنْ لَمْ يَعُقَّ عَنْهُ، وَتَحْنِيكِهِ	باب: جس نومولود کا عقیقہ نہ کرنا ہو تو اس کا پیدائش کے دن ہی نام رکھنا اور اسے گھٹی دینا	405
٢- بَابُ إِمَاطَةِ الْأَذٰى عَنِ الصَّبِيِّ فِي الْعَقِيقَةِ	باب: عقیقے میں نومولود سے تکلیف دہ چیز دور کرنا	409

عربی	اردو	صفحہ
٣- بَابُ الْفَرَعِ	باب: فرع کا بیان	411
٤- بَابُ الْعَتِيرَةِ	باب: عتیرہ کا بیان	412
٧٢ كتاب الذبائح والصيد	**ذبیحوں اور شکار سے متعلق احکام و مسائل**	**413**
١- بَابُ التَّسْمِيَةِ عَلَى الصَّيْدِ	باب: شکار پر بسم اللہ پڑھنا	415
٢- بَابُ صَيْدِ الْمِعْرَاضِ	باب: نوکدار لکڑی سے شکار کرنے کا بیان	417
٣- بَابُ مَا أَصَابَ الْمِعْرَاضُ بِعَرْضِهِ	باب: جس شکار کو نوکدار لکڑی چوڑائی کے بل لگے	418
٤- بَابُ صَيْدِ الْقَوْسِ	باب: تیر کمان سے شکار کرنا	419
٥- بَابُ الْخَذْفِ وَالْبُنْدُقَةِ	باب: انگلی سے کنکری پھینکنا یا غلیل سے غلیلہ مارنا	421
٦- بَابُ مَنِ اقْتَنَى كَلْبًا لَيْسَ بِكَلْبِ صَيْدٍ أَوْ مَاشِيَةٍ	باب: جس نے ایسا کتا پالا جو شکاری یا جانوروں کی نگہداشت کے لیے نہ ہو	421
٧- بَابُ إِذَا أَكَلَ الْكَلْبُ	باب: اگر کتا شکار کو کھا لے	423
٨- بَابُ الصَّيْدِ إِذَا غَابَ عَنْهُ يَوْمَيْنِ أَوْ ثَلَاثَةً	باب: جب شکار کیا ہوا جانور دو یا تین دن بعد ملے	425
٩- بَابٌ: إِذَا وَجَدَ مَعَ الصَّيْدِ كَلْبًا آخَرَ	باب: اگر شکار کے پاس کوئی دوسرا کتا پائے	426
١٠- بَابُ مَا جَاءَ فِي التَّصَيُّدِ	باب: شکار کرنے کو بطور مشغلہ اختیار کرنا	428
١١- بَابُ التَّصَيُّدِ عَلَى الْجِبَالِ	باب: پہاڑوں پر شکار کرنا	429
١٢- بَابُ قَوْلِ اللهِ تَعَالَى: ﴿أُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهُ مَتَاعًا لَكُمْ﴾ [المائدة:٩٦]	باب: ارشاد باری تعالیٰ: ''اور تمھارے لیے سمندر کا شکار اور اس کا کھانا تمھارے فائدے کے لیے حلال کر دیا گیا ہے'' کا بیان	431
١٣- بَابُ أَكْلِ الْجَرَادِ	باب: ٹڈی کھانا	434
١٤- بَابُ آنِيَةِ الْمَجُوسِ وَالْمَيْتَةِ	باب: مجوسیوں کے برتن اور مردار کا حکم	435
١٥- بَابُ التَّسْمِيَةِ عَلَى الذَّبِيحَةِ وَمَنْ تَرَكَ مُتَعَمِّدًا	باب: ذبح کرتے وقت بسم اللہ پڑھنا اور جس نے بسم اللہ کو عمداً چھوڑ دیا	437
١٦- بَابُ مَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَالْأَصْنَامِ	باب: جو جانور آستانوں پر اور بتوں کے نام پر ذبح کیے گئے ہوں	439

باب (عربی)	باب (اردو)	صفحہ
١٧- بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ: «فَلْيَذْبَحْ عَلَى اسْمِ اللهِ»	باب: نبی ﷺ کے فرمان: ''جانور کو اللہ ہی کے نام سے ذبح کرنا چاہیے'' کا بیان	439
١٨- بَابُ مَا أَنْهَرَ الدَّمَ مِنَ الْقَصَبِ وَالْمَرْوَةِ وَالْحَدِيدِ	باب: بانس کی پھانک، تیز دھار پتھر یا لوہا جس سے بھی خون بہایا جا سکے کا بیان	440
١٩- بَابُ ذَبِيحَةِ الْمَرْأَةِ وَالْأَمَةِ	باب: عورت اور لونڈی کا ذبیحہ	442
٢٠- بَابٌ: لَا يُذَكَّى بِالسِّنِّ وَالْعَظْمِ وَالظُّفُرِ	باب: دانت، ہڈی اور ناخن سے ذبح نہ کیا جائے	443
٢١- بَابُ ذَبِيحَةِ الْأَعْرَابِ وَنَحْوِهِمْ	باب: اعراب وغیرہ کا ذبیحہ	443
٢٢- بَابُ ذَبَائِحِ أَهْلِ الْكِتَابِ وَشُحُومِهَا مِنْ أَهْلِ الْحَرْبِ وَغَيْرِهِمْ	باب: اہل کتاب کا ذبیحہ اور اس کی چربی، خواہ وہ اہل حرب ہوں یا اس کے علاوہ	444
٢٣- بَابُ مَا نَدَّ مِنَ الْبَهَائِمِ فَهُوَ بِمَنْزِلَةِ الْوَحْشِ	باب: جو پالتو جانور بدک کر بھاگ جائے وہ جنگلی جانوروں کے حکم میں ہے	446
٢٤- بَابُ النَّحْرِ وَالذَّبْحِ	باب: نحر اور ذبح کا بیان	447
٢٥- بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنَ الْمُثْلَةِ وَالْمَصْبُورَةِ وَالْمُجَثَّمَةِ	باب: زندہ حیوان کے اعضاء کاٹنا، اسے بند کر کے تیر مارنا یا باندھ کر تیروں کا نشانہ بنانا جائز نہیں	449
٢٦- بَابُ لَحْمِ الدَّجَاجِ	باب: مرغی کھانے کا بیان	451
٢٧- بَابُ لُحُومِ الْخَيْلِ	باب: گھوڑوں کا گوشت	453
٢٨- بَابُ لُحُومِ الْحُمُرِ الْإِنْسِيَّةِ	باب: گھریلو گدھوں کا گوشت	454
٢٩- بَابُ أَكْلِ كُلِّ ذِي نَابٍ مِنَ السِّبَاعِ	باب: ہر کچلی والے درندے کا گوشت کھانا	458
٣٠- بَابُ جُلُودِ الْمَيْتَةِ	باب: مردار جانور کی کھال کا حکم	459
٣١- بَابُ الْمِسْكِ	باب: کستوری کا بیان	460
٣٢- بَابُ الْأَرْنَبِ	باب: خرگوش کا بیان	461
٣٣- بَابُ الضَّبِّ	باب: سانڈے کا بیان	462
٣٤- بَابٌ: إِذَا وَقَعَتِ الْفَأْرَةُ فِي السَّمْنِ الْجَامِدِ أَوِ الذَّائِبِ	باب: جب جمے ہوئے یا پگھلے ہوئے گھی میں چوہا گر جائے	464
٣٥- بَابُ الْوَسْمِ وَالْعَلَمِ فِي الصُّورَةِ	باب: جانور کے چہرے پر داغ دینا اور نشان لگانا	466
٣٦- بَابٌ: إِذَا أَصَابَ قَوْمٌ غَنِيمَةً فَذَبَحَ بَعْضُهُمْ غَنَمًا	باب: جب جماعت مجاہدین کو غنیمت ملے اور ان میں سے	

أَوْ إِبِلًا بِغَيْرِ أَمْرِ أَصْحَابِهِ لَمْ تُؤْكَلْ	کچھ لوگ دوسرے ساتھیوں کی اجازت کے بغیر بکریوں یا اونٹوں کو ذبح کر دیں تو ایسا گوشت کھانا ناجائز ہے	467
٣٧- بَابٌ: إِذَا نَدَّ بَعِيرٌ لِقَوْمٍ فَرَمَاهُ بَعْضُهُمْ بِسَهْمٍ فَقَتَلَهُ فَأَرَادَ صَلَاحَهُمْ فَهُوَ جَائِزٌ	باب: اگر کسی قوم کا اونٹ بھاگ نکلے اور ان میں سے کوئی خیر خواہی کے جذبے سے تیر مار کر ہلاک کر دے تو ایسا کرنا جائز ہے	468
٣٨- بَابُ أَكْلِ الْمُضْطَرِّ	باب: مجبور کے لیے (مردار) کھانا	469
٧٣ كتاب الأضاحي	**قربانیوں سے متعلق احکام و مسائل**	**473**
١- بَابُ سُنَّةِ الْأُضْحِيَةِ	باب: قربانی کرنا سنت ہے	475
٢- بَابُ قِسْمَةِ الْإِمَامِ الْأَضَاحِيَّ بَيْنَ النَّاسِ	باب: امام کا لوگوں میں قربانیاں تقسیم کرنا	477
٣- بَابُ الْأُضْحِيَةِ لِلْمُسَافِرِ وَالنِّسَاءِ	باب: مسافروں اور عورتوں کی طرف سے قربانی کرنا	477
٤- بَابُ مَا يُشْتَهَى مِنَ اللَّحْمِ يَوْمَ النَّحْرِ	باب: قربانی کے دن گوشت کی خواہش کرنا	478
٥- بَابُ مَنْ قَالَ: اَلْأَضْحَى يَوْمُ النَّحْرِ	باب: جس نے کہا کہ قربانی صرف دسویں تاریخ کو ہے	479
٦- بَابُ الْأَضْحَى وَالنَّحْرِ بِالْمُصَلَّى	باب: عیدگاہ میں قربانی (کو ذبح کرنے) اور نحر کرنے کا بیان	481
٧- بَابُ أُضْحِيَةِ النَّبِيِّ ﷺ بِكَبْشَيْنِ أَقْرَنَيْنِ، وَيُذْكَرُ: سَمِينَيْنِ	باب: نبی ﷺ کا سینگوں والے دو مینڈھوں کی قربانی کرنا، ذکر کیا گیا ہے کہ وہ دونوں فربہ تھے	482
٨- بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ لِأَبِي بُرْدَةَ: «ضَحِّ بِالْجَذَعِ مِنَ الْمَعْزِ، وَلَنْ تَجْزِيَ عَنْ أَحَدٍ بَعْدَكَ»	باب: نبی ﷺ کا ابو بردہ رضی اللہ عنہ سے فرمانا: ''تم بکری کے یکسالہ بچے کی قربانی کر لو لیکن تمھارے بعد کسی دوسرے کے لیے ایسا کرنا جائز نہیں ہوگا'' کا بیان	484
٩- بَابُ مَنْ ذَبَحَ الْأَضَاحِيَّ بِيَدِهِ	باب: جس نے قربانیاں اپنے ہاتھ سے ذبح کیں	485
١٠- بَابُ مَنْ ذَبَحَ ضَحِيَّةَ غَيْرِهِ	باب: جس نے کسی دوسرے کی قربانی ذبح کی	486
١١- بَابُ الذَّبْحِ بَعْدَ الصَّلَاةِ	باب: قربانی کا جانور نماز عید کے بعد ذبح کرنا چاہیے	487
١٢- بَابُ مَنْ ذَبَحَ قَبْلَ الصَّلَاةِ أَعَادَ	باب: جس نے نماز عید سے پہلے قربانی کی وہ اپنی قربانی دوبارہ کرے	488
١٣- بَابُ وَضْعِ الْقَدَمِ عَلَى صَفْحِ الذَّبِيحَةِ	باب: ذبیحے کی گردن پر پاؤں رکھنا	489

١٤- بَابُ التَّكْبِيرِ عِنْدَ الذَّبْحِ
باب: ذبح کرتے وقت اللہ اکبر کہنا 490

١٥- بَابٌ: إِذَا بَعَثَ بِهَدْيِهِ لِيُذْبَحَ لَمْ يَحْرُمْ عَلَيْهِ شَيْءٌ
باب: جب کوئی اپنی قربانی (مکے) بھیجے تاکہ وہاں ذبح کی جائے تو اس صورت میں اس پر کوئی چیز حرام نہیں ہوگی 490

١٦- بَابُ مَا يُؤْكَلُ مِنْ لُحُومِ الْأَضَاحِيِّ وَمَا يُتَزَوَّدُ مِنْهَا
باب: قربانی کا گوشت کتنا کھایا جائے اور کتنا ذخیرہ کیا جائے 491

٧٤ كتاب الاشربة — مشروبات سے متعلق احکام و مسائل 497

١- وَ[بَابُ] قَوْلِ اللهِ تَعَالٰى: ﴿إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ﴾ اَلْآيَةَ [المآئدة: ٩٠]
باب: ارشاد باری تعالیٰ: ”بلاشبہ شراب، جوا، بت اور پانسے گندے اور شیطانی کام ہیں“ کا بیان 499

٢- بَابُ الْخَمْرِ مِنَ الْعِنَبِ وَغَيْرِهِ
باب: انگور اور دوسری چیزوں کی شراب کا بیان 502

٣- بَابٌ: نَزَلَ تَحْرِيمُ الْخَمْرِ وَهِيَ مِنَ الْبُسْرِ وَالتَّمْرِ
باب: جب شراب کی حرمت نازل ہوئی تو وہ کچی اور پکی کھجوروں سے تیار کی جاتی تھی 504

٤- بَابٌ: اَلْخَمْرُ مِنَ الْعَسَلِ وَهُوَ الْبِتْعُ
باب: شہد سے تیار کردہ شراب کا بیان جسے بتع کہا جاتا ہے 505

٥- بَابُ مَا جَاءَ فِي أَنَّ الْخَمْرَ مَا خَامَرَ الْعَقْلَ مِنَ الشَّرَابِ
باب: خمر وہ مشروب ہے جو عقل کو ڈھانپ لے 507

٦- بَابُ مَا جَاءَ فِيمَنْ يَسْتَحِلُّ الْخَمْرَ وَيُسَمِّيهِ بِغَيْرِ اسْمِهِ
باب: جو شخص شراب کا نام بدل کر اسے اپنے لیے حلال خیال کرے 509

٧- بَابُ الْاِنْتِبَاذِ فِي الْأَوْعِيَةِ وَالتَّوْرِ
باب: برتنوں اور پتھر کے پیالوں میں نبیذ بنانا 510

٨- بَابُ تَرْخِيصِ النَّبِيِّ ﷺ فِي الْأَوْعِيَةِ وَالظُّرُوفِ بَعْدَ النَّهْيِ
باب: ممانعت کے بعد نبی ﷺ کا ہر قسم کے برتنوں میں نبیذ بنانے کی اجازت دینا 511

٩- بَابُ نَقِيعِ التَّمْرِ مَا لَمْ يُسْكِرْ
باب: کھجور کا شربت نوش کرنا بشرطیکہ نشہ آور نہ ہو 513

١٠- بَابُ الْبَاذَقِ
باب: باذق کا بیان 514

١١- بَابُ مَنْ رَأَى أَنْ لَا يَخْلِطَ الْبُسْرَ وَالتَّمْرَ إِذَا كَانَ مُسْكِرًا، وَأَنْ لَا يَجْعَلَ إِدَامَيْنِ فِي إِدَامٍ
باب: جس انسان کی یہ رائے ہو کہ تازہ اور خشک کھجوروں کو ملا کر نبیذ نہ بنائی جائے جبکہ وہ نشہ آور ہو اسی طرح دو سالن ایک جگہ جمع نہ کیے جائیں 515

١٢- بَابُ شُرْبِ اللَّبَنِ	باب: دودھ نوش کرنا	517
١٣- بَابُ اسْتِعْذَابِ الْمَاءِ	باب: میٹھا پانی تلاش کرنا	521
١٤- بَابُ شُرْبِ اللَّبَنِ بِالْمَاءِ	باب: دودھ، پانی کے ساتھ ملا کر پینا	522
١٥- بَابُ شَرَابِ الْحَلْوَاءِ وَالْعَسَلِ	باب: شیریں شربت اور شہد کا شربت نوش کرنا	524
١٦- بَابُ الشُّرْبِ قَائِمًا	باب: کھڑے کھڑے پانی پینا	525
١٧- بَابُ مَنْ شَرِبَ وَهُوَ وَاقِفٌ عَلَى بَعِيرِهِ	باب: جس نے اونٹ پر بیٹھے بیٹھے پیا	526
١٨- بَابٌ: اَلْأَيْمَنَ فَالْأَيْمَنَ، فِي الشُّرْبِ	باب: پینے پلانے میں دائیں جانب والا زیادہ حق دار ہے، پھر اس کی دائیں جانب والا	527
١٩- بَابٌ: هَلْ يَسْتَأْذِنُ الرَّجُلُ مَنْ عَنْ يَمِينِهِ فِي الشُّرْبِ لِيُعْطِيَ الْأَكْبَرَ؟	باب: کیا کوئی دائیں جانب بیٹھنے والے سے اجازت لے کر بائیں جانب بڑے آدمی کو دے سکتا ہے؟	528
٢٠- بَابُ الْكَرْعِ فِي الْحَوْضِ	باب: حوض سے منہ لگا کر پانی پینا	529
٢١- بَابُ خِدْمَةِ الصِّغَارِ الْكِبَارَ	باب: چھوٹوں کا بڑوں کی خدمت کرنا	530
٢٢- بَابُ تَغْطِيَةِ الْإِنَاءِ	باب: برتن ڈھانپ کر رکھنا	530
٢٣- بَابُ اخْتِنَاثِ الْأَسْقِيَةِ	باب: مشکیزے کا منہ اوپر کی طرف موڑ کر اندر کی جانب سے پانی پینا	532
٢٤- بَابُ الشُّرْبِ مِنْ فَمِ السِّقَاءِ	باب: مشکیزے کے منہ سے منہ لگا کر پانی پینا	532
٢٥- بَابُ النَّهْيِ عَنِ التَّنَفُّسِ فِي الْإِنَاءِ	باب: برتن میں سانس لینے کی ممانعت	534
٢٦- بَابُ الشُّرْبِ بِنَفَسَيْنِ أَوْ ثَلَاثَةٍ	باب: پانی دو یا تین سانس میں پینا چاہیے	534
٢٧- بَابُ الشُّرْبِ فِي آنِيَةِ الذَّهَبِ	باب: سونے کے برتنوں میں پینا	535
٢٨- بَابُ آنِيَةِ الْفِضَّةِ	باب: چاندی کے برتن استعمال کرنا	535
٢٩- بَابُ الشُّرْبِ فِي الْأَقْدَاحِ	باب: پیالوں اور کٹوروں میں پینا	537
٣٠- بَابُ الشُّرْبِ مِنْ قَدَحِ النَّبِيِّ ﷺ وَآنِيَتِهِ	باب: نبی ﷺ کے پیالے اور آپ کے برتنوں میں کھانا پینا	537
٣١- بَابُ شُرْبِ الْبَرَكَةِ وَالْمَاءِ الْمُبَارَكِ	باب: برکت والا اور متبرک پانی اور اس کا پینا	539
٧٥ كتاب المرضى	مریضوں کا بیان	541
١- بَابُ مَا جَاءَ فِي كَفَّارَةِ الْمَرَضِ	باب: بیماری گناہوں کا کفارہ ہے	543

٢- بَابُ شِدَّةِ الْمَرَضِ — باب: بیماری کی شدت 546

٣- بَابٌ: أَشَدُّ النَّاسِ بَلَاءً اَلْأَنْبِيَاءُ، ثُمَّ الْأَمْثَلُ فَالْأَمْثَلُ — باب: لوگوں میں سخت آزمائش انبیاء کی ہوتی ہے، پھر ان سے کم فضیلت والوں کی، پھر ان سے کم فضیلت والوں کی 547

٤- بَابُ وُجُوبِ عِيَادَةِ الْمَرِيضِ — باب: بیمار کی مزاج پرسی واجب ہے 547

٥- بَابُ عِيَادَةِ الْمُغْمَى عَلَيْهِ — باب: بے ہوش شخص کی عیادت کرنا 549

٦- بَابُ فَضْلِ مَنْ يُصْرَعُ مِنَ الرِّيحِ — باب: گردش خون کے رکنے سے بے ہوش ہونے والے کی فضیلت 549

٧- بَابُ فَضْلِ مَنْ ذَهَبَ بَصَرُهُ — باب: اس شخص کی فضیلت جس کی بینائی جاتی رہے 551

٨- بَابُ عِيَادَةِ النِّسَاءِ الرِّجَالَ — باب: عورتوں کا مردوں کی عیادت کرنا 552

٩- بَابُ عِيَادَةِ الصِّبْيَانِ — باب: بچوں کی عیادت کرنا 553

١٠- بَابُ عِيَادَةِ الْأَعْرَابِ — باب: دیہاتیوں کی عیادت کرنا 554

١١- بَابُ عِيَادَةِ الْمُشْرِكِ — باب: مشرک کی عیادت کرنا 555

١٢- بَابٌ: إِذَا عَادَ مَرِيضًا، فَحَضَرَتِ الصَّلَاةُ فَصَلَّى بِهِمْ جَمَاعَةً — باب: جب کسی مریض کی عیادت کی، وہیں نماز کا وقت ہوگیا تو وہ لوگوں کو نماز باجماعت پڑھائے 556

١٣- بَابُ وَضْعِ الْيَدِ عَلَى الْمَرِيضِ — باب: مریض پر ہاتھ رکھنا 556

١٤- بَابُ مَا يُقَالُ لِلْمَرِيضِ وَمَا يُجِيبُ — باب: عیادت کے وقت مریض سے کیا کہا جائے اور وہ کیا جواب دے؟ 558

١٥- بَابُ عِيَادَةِ الْمَرِيضِ رَاكِبًا، وَمَاشِيًا، وَرِدْفًا عَلَى الْحِمَارِ — باب: سوار ہو کر یا پیدل یا گدھے پر پیچھے بیٹھ کر عیادت کرنے کے لیے جانا 559

١٦- بَابُ مَا رُخِّصَ لِلْمَرِيضِ أَنْ يَقُولَ: إِنِّي وَجِعٌ، أَوْ وَا رَأْسَاهُ، أَوِ اشْتَدَّ بِيَ الْوَجَعُ — باب: مریض کو اجازت ہے کہ وہ کہے: مجھے تکلیف ہے، یا ہائے میرا سر درد یا میری تکلیف بہت بڑھ گئی ہے 561

١٧- بَابُ قَوْلِ الْمَرِيضِ: قُومُوا عَنِّي — باب: مریض کا یہ کہنا کہ تم میرے پاس سے اٹھ جاؤ 565

١٨- بَابُ مَنْ ذَهَبَ بِالصَّبِيِّ الْمَرِيضِ لِيُدْعَى لَهُ — باب: بیمار بچے کو کسی کے پاس لے جانا تا کہ اس کے لیے دعا کی جائے 566

١٩- بَابُ تَمَنِّي الْمَرِيضِ الْمَوْتَ — باب: بیمار آدمی کا موت کی خواہش کرنا 566

باب	ترجمہ	صفحہ
٢٠- بَابُ دُعاءِ الْعَائِدِ لِلْمَرِيضِ	باب: عیادت کرنے والا مریض کے لیے شفا یابی کی دعا کرے	569
٢١- بَابُ وُضُوءِ الْعَائِدِ لِلْمَرِيضِ	باب: عیادت کرنے والے کا مریض کے لیے وضو کرنا	570
٢٢- بَابُ مَنْ دَعَا بِرَفْعِ الْوَبَاءِ وَالْحُمَّى	باب: جس نے وبا اور بخار دور کرنے کے لیے دعا کی	571
٧٦ كتاب الطب	**علاج معالجے کا بیان**	**573**
١- بَابٌ: مَا أَنْزَلَ اللهُ دَاءً إِلَّا أَنْزَلَ لَهُ شِفَاءً	باب: اللہ تعالیٰ نے جو بیماری نازل کی اس کے لیے شفا بھی نازل کی	574
٢- بَابٌ: هَلْ يُدَاوِي الرَّجُلُ الْمَرْأَةَ وَالْمَرْأَةُ الرَّجُلَ؟	باب: کیا مرد، عورت ایک دوسرے کا علاج کر سکتے ہیں؟	576
٣- بَابٌ: اَلشِّفَاءُ فِي ثَلَاثٍ	باب: شفا تین چیزوں میں ہے	576
٤- بَابُ الدَّوَاءِ بِالْعَسَلِ	باب: شہد سے علاج کرنا	578
٥- بَابُ الدَّوَاءِ بِأَلْبَانِ الْإِبِلِ	باب: اونٹنی کے دودھ سے علاج کرنا	580
٦- بَابُ الدَّوَاءِ بِأَبْوَالِ الْإِبِلِ	باب: اونٹوں کے پیشاب سے علاج کرنا	581
٧- بَابُ الْحَبَّةِ السَّوْدَاءِ	باب: کلونجی کا بیان	581
٨- بَابُ التَّلْبِينَةِ لِلْمَرِيضِ	باب: مریض کے لیے حریرہ بنانا	583
٩- بَابُ السَّعُوطِ	باب: ناک میں دوا ڈالنا	584
١٠- بَابُ السَّعُوطِ بِالْقُسْطِ الْهِنْدِيِّ وَالْبَحْرِيِّ	باب: قسط ہندی یا قسط بحری سے سعوط کرنا	584
١١- بَابٌ: أَيَّةَ سَاعَةٍ يَحْتَجِمُ	باب: سینگی کس وقت لگوائی جائے؟	585
١٢- بَابُ الْحَجْمِ فِي السَّفَرِ وَالْإِحْرَامِ	باب: دوران سفر اور حالت احرام میں سینگی لگوانا	586
١٣- بَابُ الْحِجَامَةِ مِنَ الدَّاءِ	باب: بیماری کی وجہ سے سینگی لگوانا	587
١٤- بَابُ الْحِجَامَةِ عَلَى الرَّأْسِ	باب: سر میں سینگی لگوانا	588
١٥- بَابُ الْحَجْمِ مِنَ الشَّقِيقَةِ وَالصُّدَاعِ	باب: آدھے یا پورے سر درد کے لیے سینگی لگوانا	589
١٦- بَابُ الْحَلْقِ مِنَ الْأَذَى	باب: تکلیف کی وجہ سے سر منڈوانا	590
١٧- بَابُ مَنِ اكْتَوَى أَوْ كَوَى غَيْرَهُ، وَفَضْلِ مَنْ لَمْ يَكْتَوِ	باب: جس نے خود کو داغ دیا یا دوسرے کو داغا اور اس کی فضیلت جو خود کو نہ داغے	590
١٨- بَابُ الْإِثْمِدِ وَالْكُحْلِ مِنَ الرَّمَدِ	باب: آنکھوں میں تکلیف کے باعث اثمد اور سرمہ لگانا	593

١٩- بَابُ الْجُذَامِ	باب: کوڑھ کا مرض	594
٢٠- بَابٌ: اَلْمَنُّ شِفَاءٌ لِلْعَيْنِ	باب: مَن، آنکھ کے لیے شفا ہے	595
٢١- بَابُ اللَّدُودِ	باب: مریض کے منہ میں ایک طرف دوا ڈالنا	596
٢٢- بَابٌ:	باب: بلاعنوان	598
٢٣- بَابُ الْعُذْرَةِ	باب: تالو گر جانے کا بیان	599
٢٤- بَابُ دَوَاءِ الْمَبْطُونِ	باب: اسہال کا علاج	600
٢٥- بَابٌ: لَا صَفَرَ، وَهُوَ دَاءٌ يَأْخُذُ الْبَطْنَ	باب: صفر، یعنی پیٹ کی بیماری کے متعلق جان لیوا ہونے کا عقیدہ کوئی حیثیت نہیں رکھتا	601
٢٦- بَابُ ذَاتِ الْجَنْبِ	باب: ذات الجنب کا بیان	602
٢٧- بَابُ حَرْقِ الْحَصِيرِ لِيُسَدَّ بِهِ الدَّمُ	باب: زخم کا خون بند کرنے کے لیے چٹائی کو جلانا	604
٢٨- بَابٌ: اَلْحُمَّى مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ	باب: بخار، دوزخ کی بھاپ سے ہے	604
٢٩- بَابُ مَنْ خَرَجَ مِنْ أَرْضٍ لَا تُلَايِمُهُ	باب: جہاں آب و ہوا موافق نہ ہو وہاں سے کسی دوسری جگہ جانا	606
٣٠- بَابُ مَا يُذْكَرُ فِي الطَّاعُونِ	باب: طاعون کا بیان	607
٣١- بَابُ أَجْرِ الصَّابِرِ فِي الطَّاعُونِ	باب: طاعون میں صبر کر کے وہیں رہنے والے شخص کے اجر کا بیان (گو اسے طاعون نہ ہو)	612
٣٢- بَابُ الرُّقَى بِالْقُرْآنِ وَالْمُعَوِّذَاتِ	باب: قرآن اور معوذات پڑھ کر دم کرنا	613
٣٣- بَابُ الرُّقَى بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ	باب: سورۂ فاتحہ سے دم جھاڑ کرنا	616
٣٤- بَابُ الشُّرُوطِ فِي الرُّقْيَةِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ	باب: سورۂ فاتحہ سے دم کرنے میں کوئی شرط عائد کرنا	618
٣٥- بَابُ رُقْيَةِ الْعَيْنِ	باب: نظر بد لگ جانے سے دم کرنا	619
٣٦- بَابٌ: اَلْعَيْنُ حَقٌّ	باب: نظر بد برحق ہے	620
٣٧- بَابُ رُقْيَةِ الْحَيَّةِ وَالْعَقْرَبِ	باب: سانپ اور بچھو کے ڈسنے پر دم کرنا	620
٣٨- بَابُ رُقْيَةِ النَّبِيِّ ﷺ	باب: نبی ﷺ کا خود دم کرنا	621
٣٩- بَابُ النَّفْثِ فِي الرُّقْيَةِ	باب: جھاڑ پھونک کرتے وقت تھوتھو کرنا	624
٤٠- بَابُ مَسْحِ الرَّاقِي الْوَجَعَ بِيَدِهِ الْيُمْنَى	باب: دم کرنے والے کا متاثرہ جگہ پر دایاں ہاتھ پھیرنا	627
٤١- بَابٌ: اَلْمَرْأَةُ تَرْقِي الرَّجُلَ	باب: عورت مرد کو دم کر سکتی ہے	628

باب (عربی)	باب (اردو)	صفحہ
٤٢- بَابُ مَنْ لَمْ يَرْقِ	باب: دم جھاڑ نہ کرنے کی فضیلت	628
٤٣- بَابُ الطِّيَرَةِ	باب: بدشگونی لینے کا بیان	630
٤٤- بَابُ الْفَأْلِ	باب: نیک فال لینے کا بیان	632
٤٥- بَابٌ: لَا هَامَةَ	باب: ہامہ کوئی شے نہیں	632
٤٦- بَابُ الْكِهَانَةِ	باب: کہانت کا بیان	633
٤٧- بَابُ السِّحْرِ	باب: جادو کا بیان	636
٤٨- بَابٌ: اَلشِّرْكُ وَالسِّحْرُ مِنَ الْمُوبِقَاتِ	باب: شرک اور جادو انتہائی ہلاکت خیز ہیں	639
٤٩- بَابٌ: هَلْ يَسْتَخْرِجُ السِّحْرَ؟	باب: کیا جادو نکالا جائے؟	639
٥٠- بَابُ السِّحْرِ	باب: جادو کا بیان	642
٥١- بَابٌ: إِنَّ مِنَ الْبَيَانِ سِحْرًا	باب: بعض تقاریر جادو اثر ہوتی ہیں	643
٥٢- بَابُ الدَّوَاءِ بِالْعَجْوَةِ لِلسِّحْرِ	باب: عجوہ کھجور کے ذریعے سے علاج کرنا	644
٥٣- بَابٌ: لَا هَامَةَ	باب: ہامہ کوئی چیز نہیں	645
٥٤- بَابٌ: لَا عَدْوَى	باب: (امراض کے طبعی طور پر) متعدی ہونے کی کوئی حقیقت نہیں	647
٥٥- بَابُ مَا يُذْكَرُ فِي سَمِّ النَّبِيِّ ﷺ	باب: نبی ﷺ کو زہر دیے جانے کا بیان	649
٥٦- بَابُ شُرْبِ السَّمِّ وَالدَّوَاءِ بِهِ، وَمَا يُخَافُ مِنْهُ وَالْخَبِيثِ	باب: زہر پینے، اس کے ذریعے سے علاج کرنے، نیز خطرناک اور ناپاک دوا کے استعمال کرنے کی ممانعت	650
٥٧- بَابُ أَلْبَانِ الْأُتُنِ	باب: گدھی کے دودھ کا بیان	652
٥٨- بَابٌ: إِذَا وَقَعَ الذُّبَابُ فِي الْإِنَاءِ	باب: جب برتن میں مکھی گر جائے	653

٧٧ كتاب اللباس — لباس سے متعلق احکام و مسائل 655

باب (عربی)	باب (اردو)	صفحہ
١- وَ [بَابُ] قَوْلِ اللهِ تَعَالَى: ﴿قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ اللَّهِ الَّتِيٓ أَخْرَجَ لِعِبَادِهِۦ﴾ [الأعراف: ٣٢]	باب: ارشاد باری تعالیٰ: ''آپ کہہ دیں کہ کس نے وہ زیب و زینت کی چیزیں حرام کی ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لیے پیدا کی ہیں'' کا بیان	657
٢- بَابُ مَنْ جَرَّ إِزَارَهُ مِنْ غَيْرِ خُيَلَاءَ	باب: جس نے تکبر کے بغیر اپنی چادر کو زمین پر گھسیٹا	658
٣- بَابُ التَّشَمُّرِ فِي الثِّيَابِ	باب: کپڑا اسمیٹنا	660

٤- بَابُ مَا أَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ فَهُوَ فِي النَّارِ	باب: جو کپڑا ٹخنوں سے نیچے ہو وہ آگ میں ہوگا	660
٥- بَابُ مَنْ جَرَّ ثَوْبَهُ مِنَ الْخُيَلَاءِ	باب: جس نے تکبر کرتے ہوئے اپنا کپڑا گھسیٹا	661
٦- بَابُ الْإِزَارِ الْمُهَدَّبِ	باب: ڈورے دار چادر کا بیان	664
٧- بَابُ الْأَرْدِيَةِ	باب: چادروں کا بیان	665
٨- بَابُ لُبْسِ الْقَمِيصِ	باب: قمیص پہننا	666
٩- بَابُ جَيْبِ الْقَمِيصِ مِنْ عِنْدِ الصَّدْرِ وَغَيْرِهِ	باب: قمیص کا گریبان سینے وغیرہ کے پاس ہو	668
١٠- بَابُ مَنْ لَبِسَ جُبَّةً ضَيِّقَةَ الْكُمَّيْنِ فِي السَّفَرِ	باب: جس نے دوران سفر میں تنگ آستینوں والا جبہ پہنا	669
١١- بَابُ لُبْسِ جُبَّةِ الصُّوفِ فِي الْغَزْوِ	باب: دوران جنگ میں اونی جبہ پہننا	670
١٢- بَابُ الْقَبَاءِ وَفَرُّوجِ حَرِيرٍ	باب: قبا اور ریشمی فروج کا بیان	671
١٣- بَابُ الْبَرَانِسِ	باب: لمبی ٹوپیوں کا بیان	672
١٤- بَابُ السَّرَاوِيلِ	باب: پاجامہ یا شلوار پہننے کا بیان	673
١٥- بَابُ الْعَمَائِمِ	باب: پگڑیوں کا بیان	674
١٦- بَابُ التَّقَنُّعِ	باب: سر اور کچھ چہرہ ڈھانپنے (ڈھاٹا باندھنے) کا بیان	675
١٧- بَابُ الْمِغْفَرِ	باب: خود پہننے کا بیان	677
١٨- بَابُ الْبُرُودِ وَالْحِبَرِ وَالشَّمْلَةِ	باب: دھاری دار، یمنی اور اونی چادروں (کملیوں) کا بیان	678
١٩- بَابُ الْأَكْسِيَةِ وَالْخَمَائِصِ	باب: کملیوں اور حاشیہ دار اونی چادروں کا بیان	681
٢٠- بَابُ اشْتِمَالِ الصَّمَّاءِ	باب: اشتمال الصماء کا بیان	683
٢١- بَابُ الْاِحْتِبَاءِ فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ	باب: ایک کپڑے میں گوٹ مار کر بیٹھنا	685
٢٢- بَابُ الْخَمِيصَةِ السَّوْدَاءِ	باب: کالی کملی کا بیان	685
٢٣- بَابُ الثِّيَابِ الْخُضْرِ	باب: سبز کپڑوں کا بیان	687
٢٤- بَابُ الثِّيَابِ الْبِيضِ	باب: سفید کپڑوں کا بیان	688
٢٥- بَابُ لُبْسِ الْحَرِيرِ لِلرِّجَالِ وَقَدْرِ مَا يَجُوزُ مِنْهُ	باب: مردوں کے لیے کس حد تک ریشم پہننا جائز ہے	690
٢٦- بَابُ مَنْ مَسَّ الْحَرِيرَ مِنْ غَيْرِ لُبْسٍ	باب: پہنے بغیر ریشم کو صرف ہاتھ لگانا	694
٢٧- بَابُ افْتِرَاشِ الْحَرِيرِ	باب: ریشم بچھانے کا بیان	694
٢٨- بَابُ لُبْسِ الْقَسِّيِّ	باب: ریشمی دھاری دار کپڑے پہننے کا بیان	695
٢٩- بَابُ مَا يُرَخَّصُ لِلرِّجَالِ مِنَ الْحَرِيرِ لِلْحِكَّةِ	باب: خارش کی وجہ سے مردوں کو ریشمی کپڑے پہننے کی	

	رخصت کا بیان	696
٣٠- بَابُ الْحَرِيرِ لِلنِّسَاءِ	باب: عورتوں کے لیے ریشمی لباس	697
٣١- بَابُ مَا كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَتَجَوَّزُ مِنَ اللِّبَاسِ وَالْبُسْطِ	باب: نبی ﷺ اپنے لیے کس قسم کا لباس اور بستر تجویز کرتے تھے	699
٣٢- بَابُ مَا يُدْعَى لِمَنْ لَبِسَ ثَوْبًا جَدِيدًا	باب: جو شخص نیا لباس پہنے اسے کیا دعا دی جائے؟	702
٣٣- بَابُ النَّهْيِ عَنِ التَّزَعْفُرِ لِلرِّجَالِ	باب: مردوں کے لیے زعفرانی رنگ کی ممانعت	703
٣٤- بَابُ الثَّوْبِ الْمُزَعْفَرِ	باب: زعفران سے رنگا ہوا کپڑا	704
٣٥- بَابُ الثَّوْبِ الْأَحْمَرِ	باب: سرخ کپڑے کا بیان	704
٣٦- بَابُ الْمِيثَرَةِ الْحَمْرَاءِ	باب: سرخ زین پوش کا بیان	705
٣٧- بَابُ النِّعَالِ السِّبْتِيَّةِ وَغَيْرِهَا	باب: صاف چمڑے اور غیر دباغت شدہ چمڑے کی جوتی پہننا	706
٣٨- بَابٌ: يَبْدَأُ بِالنَّعْلِ الْيُمْنَى	باب: پہلے دائیں پاؤں میں جوتا پہنے	708
٣٩- بَابٌ: لَا يَمْشِي فِي نَعْلٍ وَاحِدَةٍ	باب: صرف ایک جوتا پہن کر نہ چلے	709
٤٠- بَابٌ: يَنْزِعُ نَعْلَهُ الْيُسْرَى	باب: پہلے بائیں پاؤں کا جوتا اتارے	709
٤١- بَابُ قِبَالَانِ فِي نَعْلٍ، وَمَنْ رَأَى قِبَالًا وَاحِدًا وَاسِعًا	باب: جوتی کے دو تسمے ہونا اور جس نے ایک تسمہ بھی کافی خیال کیا	710
٤٢- بَابُ الْقُبَّةِ الْحَمْرَاءِ مِنْ أَدَمٍ	باب: چمڑے کے سرخ خیمے کا بیان	710
٤٣- بَابُ الْجُلُوسِ عَلَى الْحَصِيرِ وَنَحْوِهِ	باب: چٹائی وغیرہ پر بیٹھنا	711
٤٤- بَابُ الْمُزَرَّرِ بِالذَّهَبِ	باب: سونے کے بٹن لگے ہوئے کپڑے پہننا	712
٤٥- بَابُ خَوَاتِيمِ الذَّهَبِ	باب: سونے کی انگوٹھیوں کا بیان	713
٤٦- بَابُ خَاتَمِ الْفِضَّةِ	باب: چاندی کی انگوٹھی کا بیان	715
٤٧- بَابٌ:	باب: بلاعنوان	716
٤٨- بَابُ فَصِّ الْخَاتَمِ	باب: انگوٹھی کا نگینہ	718
٤٩- بَابُ خَاتَمِ الْحَدِيدِ	باب: لوہے کی انگوٹھی کا بیان	718
٥٠- بَابُ نَقْشِ الْخَاتَمِ	باب: انگوٹھی پر کوئی نقش کندہ کرنا	720
٥١- بَابُ الْخَاتَمِ فِي الْخِنْصَرِ	باب: انگوٹھی چھنگلیا میں پہننا	721
٥٢- بَابُ اتِّخَاذِ الْخَاتَمِ لِيُخْتَمَ بِهِ الشَّيْءُ أَوْ	باب: کسی چیز یا اہل کتاب وغیرہ کی طرف لکھے جانے	

لِيُكْتَبَ بِهِ إِلَى أَهْلِ الْكِتَابِ وَغَيْرِهِمْ — والے خطوط پر مہر لگانے کے لیے انگوٹھی بنانا 722

٥٣- بَابُ مَنْ جَعَلَ فَصَّ الْخَاتَمِ فِي بَطْنِ كَفِّهِ — باب: جس نے انگوٹھی کا نگینہ ہتھیلی کی طرف کیا 722

٥٤- بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ: «لَا يُنْقَشُ عَلَى نَقْشِ خَاتَمِهِ» — باب: نبی ﷺ کے ارشاد گرامی: ''کوئی شخص اپنی انگوٹھی پر آپ کا نقش کندہ نہ کرائے'' کا بیان 723

٥٥- بَابٌ: هَلْ يُجْعَلُ نَقْشُ الْخَاتَمِ ثَلَاثَةَ أَسْطُرٍ؟ — باب: کیا انگوٹھی کا نقش تین سطروں میں کندہ کرایا جائے؟ 724

٥٦- بَابُ الْخَاتَمِ لِلنِّسَاءِ — باب: عورتوں کے لیے انگوٹھی کا بیان 725

٥٧- بَابُ الْقَلَائِدِ وَالسِّخَابِ لِلنِّسَاءِ — باب: عورتوں کے لیے سادہ اور خوشبودار ہار پہننے کا بیان 726

٥٨- بَابُ اسْتِعَارَةِ الْقَلَائِدِ — باب: ہار مستعار (ادھار) لینا 726

٥٩- بَابُ الْقُرْطِ لِلنِّسَاءِ — باب: عورتوں کے لیے بالیاں پہننے کا بیان 727

٦٠- بَابُ السِّخَابِ لِلصِّبْيَانِ — باب: بچوں کے لیے ہاروں کا بیان 728

٦١- بَابُ الْمُتَشَبِّهِينَ بِالنِّسَاءِ وَالْمُتَشَبِّهَاتِ بِالرِّجَالِ — باب: عورتوں کی چال ڈھال اختیار کرنے والے مرد اور مردوں کی مشابہت اختیار کرنے والی عورتیں 729

٦٢- بَابُ إِخْرَاجِ الْمُتَشَبِّهِينَ بِالنِّسَاءِ مِنَ الْبُيُوتِ — باب: عورتوں سے مشابہت کرنے والے زنانوں کو گھروں سے نکالنے کا بیان 730

٦٣- بَابُ قَصِّ الشَّارِبِ — باب: مونچھیں کتروانا 731

٦٤- بَابُ تَقْلِيمِ الْأَظْفَارِ — باب: ناخن کاٹنا 733

٦٥- بَابُ إِعْفَاءِ اللِّحَى — باب: ڈاڑھی بڑھانا 734

٦٦- بَابُ مَا يُذْكَرُ فِي الشَّيْبِ — باب: بڑھاپے کے متعلق روایات کا بیان 736

٦٧- بَابُ الْخِضَابِ — باب: بالوں کو خضاب لگانا 738

٦٨- بَابُ الْجَعْدِ — باب: پیچ دار (گھنگریالے) بالوں کا بیان 739

٦٩- بَابُ التَّلْبِيدِ — باب: تلبید کا بیان 744

٧٠- بَابُ الْفَرْقِ — باب: بالوں میں مانگ نکالنا 745

٧١- بَابُ الذَّوَائِبِ — باب: گیسو رکھنے کا بیان 746

٧٢- بَابُ الْقَزَعِ — باب: قزع کا بیان 747

٧٣- بَابُ تَطْيِيبِ الْمَرْأَةِ زَوْجَهَا بِيَدَيْهَا — باب: بیوی کا اپنے ہاتھوں سے شوہر کو خوشبو لگانا 749

٧٤- بَابُ الطِّيبِ فِي الرَّأْسِ وَاللِّحْيَةِ — باب: سر اور ڈاڑھی کو خوشبو لگانا 749

٧٥- بَابُ الْامْتِشَاطِ	باب: کنگھی کرنا	750
٧٦- بَابُ تَرْجِيلِ الْحَائِضِ زَوْجَهَا	باب: حائضہ عورت کا اپنے شوہر کے سر میں کنگھی کرنا	751
٧٧- بَابُ التَّرْجِيلِ، وَالتَّيَمُّنِ فِيهِ	باب: کنگھی کرتے وقت دائیں جانب سے شروع کرنا	751
٧٨- بَابُ مَا يُذْكَرُ فِي الْمِسْكِ	باب: کستوری کا بیان	752
٧٩- بَابُ مَا يُسْتَحَبُّ مِنَ الطِّيبِ	باب: خوشبو لگانا مستحب ہے	752
٨٠- بَابُ مَنْ لَمْ يَرُدَّ الطِّيبَ	باب: خوشبو کو رد نہیں کرنا چاہیے	753
٨١- بَابُ الذَّرِيرَةِ	باب: ذریرہ کا بیان	753
٨٢- بَابُ الْمُتَفَلِّجَاتِ لِلْحُسْنِ	باب: خوبصورتی کے لیے دانتوں کو کشادہ کرنے والی عورتیں	754
٨٣- بَابُ وَصْلِ الشَّعَرِ	باب: مصنوعی بالوں کی پیوند کاری کرنا	755
٨٤- بَابُ الْمُتَنَمِّصَاتِ	باب: ابرو کے بال باریک کرنے والی عورتیں	758
٨٥- بَابُ الْمَوْصُولَةِ	باب: مصنوعی بال لگوانے والی عورت کا بیان	759
٨٦- بَابُ الْوَاشِمَةِ	باب: سرمہ بھرنے والی عورت کا بیان	761
٨٧- بَابُ الْمُسْتَوْشِمَةِ	باب: سرمہ بھروانے والی عورت کا بیان	762
٨٨- بَابُ التَّصَاوِيرِ	باب: تصاویر کا بیان	763
٨٩- بَابُ عَذَابِ الْمُصَوِّرِينَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ	باب: قیامت کے دن تصویریں بنانے والوں کی سزا کا بیان	764
٩٠- بَابُ نَقْضِ الصُّوَرِ	باب: تصاویر کو توڑ دینے کا بیان	765
٩١- بَابُ مَا وُطِئَ مِنَ التَّصَاوِيرِ	باب: وہ تصاویر جو پاؤں تلے روندی جائیں	767
٩٢- بَابُ مَنْ كَرِهَ الْقُعُودَ عَلَى الصُّوَرِ	باب: جس نے تصویروں (والے گدے) پر بیٹھنا پسند نہ کیا	768
٩٣- بَابُ كَرَاهِيَةِ الصَّلَاةِ فِي التَّصَاوِيرِ	باب: تصاویر والے کپڑے میں نماز پڑھنے کی کراہت	770
٩٤- بَابٌ: لَا تَدْخُلُ الْمَلَائِكَةُ بَيْتًا فِيهِ صُورَةٌ	باب: جس گھر میں تصویر ہو اس میں فرشتے داخل نہیں ہوتے	771
٩٥- بَابُ مَنْ لَمْ يَدْخُلْ بَيْتًا فِيهِ صُورَةٌ	باب: جو اس گھر میں داخل نہ ہو جس میں تصویریں ہوں	772
٩٦- بَابُ مَنْ لَعَنَ الْمُصَوِّرَ	باب: جس نے فوٹو گرافر پر لعنت کی	772
٩٧- بَابُ مَنْ صَوَّرَ صُورَةً كُلِّفَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَنْ يَنْفُخَ فِيهَا الرُّوحَ وَلَيْسَ بِنَافِخٍ	باب: جو تصویر بنائے گا قیامت کے دن اس پر زور ڈالا جائے گا کہ وہ اس میں روح ڈالے لیکن وہ ایسا نہیں کر سکے گا	773
٩٨- بَابُ الْارْتِدَافِ عَلَى الدَّابَّةِ	باب: کسی کو سواری پر اپنے پیچھے بٹھانا	774

٩٩- بَابُ الثَّلَاثَةِ عَلَى الدَّابَّةِ	باب: ایک سواری پر تین آدمیوں کا بیٹھنا	775
١٠٠- بَابُ حَمْلِ صَاحِبِ الدَّابَّةِ غَيْرَهُ بَيْنَ يَدَيْهِ	باب: سواری کا مالک کسی کو اپنے آگے بٹھا سکتا ہے	775
١٠١- بَابُ إِرْدَافِ الرَّجُلِ خَلْفَ الرَّجُلِ	باب: آدمی کا سواری پر کسی مرد کو پیچھے بٹھانا	776
١٠٢- بَابُ إِرْدَافِ الْمَرْأَةِ خَلْفَ الرَّجُلِ ذَا مَحْرَمٍ	باب: سواری پر عورت اپنے محرم مرد کے پیچھے بیٹھ سکتی ہے	777
١٠٣- بَابُ الْاِسْتِلْقَاءِ وَوَضْعِ الرِّجْلِ عَلَى الْأُخْرَى	باب: چت لیٹ کر ایک پاؤں دوسرے پاؤں پر رکھنا	778

نکاح کا لغوی و اصطلاحی مفہوم، اہمیت و افادیت اور شرائط

نکاح کے لغوی معنی ہیں: دو چیزوں کو ملا دینا اور جمع کرنا اور حقیقی معنی کی تین صورتیں ہیں: ○ عقد کے حقیقی معنی نکاح اور مجازی معنی مباشرت، یعنی جماع کرنا ہیں۔ اسے امام شافعی رحمہ اللہ نے اختیار کیا ہے۔ ○ عقد مباشرت میں حقیقت اور نکاح میں مجاز ہے۔ اسے فقہائے احناف نے اختیار کیا ہے۔ ○ عقد، نکاح اور مباشرت دونوں میں مشترک ہے۔ ہمارے رجحان کے مطابق یہ معنی قرین قیاس ہیں۔ ابوعلی فارسی کہتے ہیں کہ عرب لوگ اس میں لطیف سا فرق کرتے ہیں۔ جب وہ کہیں کہ فلاں شخص نے فلاں عورت یا فلاں لڑکی سے نکاح کیا ہے تو اس سے ان کی مراد عقد ہے اور اگر یہ کہیں کہ فلاں مرد نے اپنی عورت یا اپنی بیوی سے نکاح کیا ہے تو اس سے مراد وطی (مباشرت) ہے۔ نکاح کے لغوی معنی کی تفصیل کے پیش نظر اس کے اصطلاحی معنی میں معمولی سا اختلاف واقع ہوا ہے مگر ان تمام تعریفات کا خلاصہ یہ ہے کہ نکاح ایک شرعی معاہدہ ہے جو دو مسلمان مرد اور عورت یا مسلمان مرد اور کتابیہ عورت جائز طریقے سے اپنی جنسی خواہش کی تکمیل اور عصمت و عزت کی حفاظت کے لیے کرتے ہیں۔ جس طرح دیگر تمام معاملات میں دو آدمی آپس میں معاہدہ کرتے ہیں اور معاہدہ کرنے کے بعد دونوں پر اس وقت تک اس کی پابندی ضروری ہوتی ہے جب تک یہ یقین نہ کرلیا جائے کہ اس معاہدے کو باقی رکھنے میں کسی نہ کسی فریق کا کوئی مادی یا اخلاقی نقصان یقینی ہے، اس لیے شریعت نکاح کے تعلق کو بھی ایک مضبوط معاہدہ قرار دیتی ہے اور اس معاہدے کو اس وقت تک توڑنے کی اجازت نہیں دیتی جب تک یہ یقین نہ ہو جائے کہ اس کے توڑنے ہی میں اچھائی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم نے اس معاہدے کو عقدِ نکاح سے تعبیر کیا ہے۔ عقد نکاح کے معنی گرہ دینے اور مضبوط باندھنے کے ہیں، یعنی نکاح کے ذریعے سے دونوں میاں بیوی مل کر اور بندھ کر ایک خاندان کی بنیاد رکھتے ہیں اور اس عالم رنگ و بو میں ایک صالح معاشرہ تشکیل دینے کا معاہدہ کرتے ہیں جس پر ایک صالح تہذیب اور پاکیزہ تمدن کا دارومدار ہے۔ قرآن کریم نے نکاح کے مقابلے میں سفاح (بدکاری) کا لفظ اس مقصد کے پیش نظر استعمال کیا ہے کہ جس طرح نکاح کے ذریعے سے ایک پاکیزہ خاندان اور پاکیزہ معاشرہ وجود میں آتا ہے اسی طرح سفاح کے ذریعے سے خاندان کے وجود اور معاشرے کی پاکیزگی میں ایک ایسا خلا پیدا ہوتا ہے کہ اس کی موجودگی میں کوئی مضبوط تمدن پروان نہیں چڑھ سکتا۔ قرآن کریم نے بدکار مردوں کے لیے مُسَافِحِين اور فاحشہ عورتوں کے لیے مُسَافِحَات کا لفظ استعمال کیا ہے، نیز قرآن کریم نے بار بار سفاح سے بچنے کی تاکید کی ہے اور نکاح

کے ذریعے سے پاک دامنی کی ترغیب دی ہے۔

ہمارے نزدیک عقد نکاح کی دو حیثیتیں ہیں: ایک حیثیت سے اس کا تعلق عبادات سے ہے اور دوسری حیثیت سے اس کا تعلق معاملات سے ہے۔ عبادات سے اس کا تعلق اس طرح ہے کہ عقد نکاح کے بعد اولاد کی تربیت، والدین اور دیگر رشتے داروں کے ساتھ حسن سلوک، نیز ان کے حقوق کی ادائیگی شریعت میں عبادت کا درجہ رکھتی ہے اور اجر و ثواب کا ذریعہ ہے۔ اس کے علاوہ خاندانی تعلقات کے ذریعے سے انسان بے شرمی اور بے حیائی سے محفوظ رہتا ہے اور بہت سے مواقعوں پر ظلم و زیادتی سے بچتا ہے اور یہ تعلقات آپس میں ہمدردی کے جذبات کی پرورش کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے تعلقات کو مضبوط کرتے ہیں۔ عقد نکاح کا معاملات سے تعلق اس طرح ہے کہ ان کے ذریعے سے حقوق العباد ادا کرنے کی ابتدا ہوتی ہے اور اس میں کچھ مالی لین دین بھی ہوتا ہے، نیز اس عقد نکاح میں خرید و فروخت کی طرح ایجاب و قبول ہوتا ہے۔ اگر اس سلسلے میں کوئی کوتاہی ہو جائے تو قانونی چارہ جوئی کی جا سکتی ہے، یعنی عقد نکاح کا معاملہ دیوانی قانون کے تحت آتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے عقد نکاح کو اپنی نشانیوں میں سے ایک نشانی قرار دیا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''اللہ کی نشانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ اس نے تمھاری ہی جنس سے تمھاری بیویاں پیدا کی ہیں تاکہ تم ان کے پاس سکون حاصل کرو اور اس نے تمھارے درمیان محبت اور رحمت پیدا کر دی۔''[1] دوسرے مقام پر اس رشتۂ ازدواج کو ایک نعمت قرار دیا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''وہی ہے جس نے پانی سے انسان کو پیدا کیا، پھر اس نے نسب اور سسرال کا سلسلہ چلایا۔''[2]

ہم دیکھتے ہیں کہ جب ہمارے ہاں عورت بہو بن کر آتی ہے تو اس سے نسبی رشتے داری مستحکم و مضبوط ہوتی ہے اور جب ہماری بیٹیاں دوسروں کے ہاں بہو بن کر جاتی ہیں تو اس سے سسرالی رشتہ مضبوط ہوتا ہے، پھر ان دونوں قسم کی رشتے داریوں کے باہمی تعلقات سے پورا معاشرہ جڑ جاتا ہے اور ایک ہی جیسا تمدن وجود میں آتا ہے۔ عقد نکاح کی اس اہمیت کے پیش نظر قرآن و حدیث میں اس کے متعلق تفصیل سے احکام بیان ہوئے ہیں۔ ان کے حقوق و آداب کو ایک خاص انداز سے ذکر کیا گیا ہے تاکہ انسانی تہذیب کی یہ بنیادی اینٹ اپنی جگہ پر برقرار رہے، بصورت دیگر یا تو پوری عمارت زمین بوس ہو جائے گی یا ایسی ٹیڑھی اور کمزور ہوگی جس کے گرنے کا ہر وقت خطرہ لگا رہے گا۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس عنوان کے تحت اس کی اہمیت و افادیت، شرائط، حقوق و آداب اور مسائل و احکام کو بیان کیا ہے اور انھیں آسان اور سادہ اسلوب و طریقے سے سمجھانے کی کوشش کی ہے۔ انھوں نے اس کے لیے دو سو اٹھائیس (228) مرفوع احادیث کا انتخاب

---

① الروم 21:30. ② الفرقان 54:25.

کیا ہے، جن میں پینتالیس (45) معلق اور متابع کی حیثیت سے ہیں۔ مرفوع احادیث کے علاوہ صحابۂ کرام ﷡ اور تابعین عظام سے چھتیس (36) آثار بھی نقل کیے ہیں، پھر انھوں نے ان احادیث و آثار پر تقریباً ایک سو پچیس (125) چھوٹے چھوٹے عنوان قائم کیے ہیں اور ہر عنوان ایک مستقل فتوے کی حیثیت رکھتا ہے اور ہر عنوان کو قرآنی آیات اور احادیث و آثار سے ثابت کیا ہے۔ اس عنوان میں صرف نکاح کے مسائل ہی نہیں بلکہ اس کے متعلقات کو بھی تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ بہرحال اس نکاح کے ذریعے سے ایک اجنبی اپنا اور ایک بے گانہ یگانہ بن جاتا ہے۔ اس تعلق کی بنا پر ایک مرد کسی کا باپ اور کسی کا بیٹا بنتا ہے، کسی کا دادا اور کسی کا پوتا ہوتا ہے، کسی کا ماموں اور کسی کا چچا ہوتا ہے، کسی کا بھائی اور کسی کا بہنوئی بنتا ہے۔ اس تعلق کی بنیاد پر ایک عورت کسی کی ماں، کسی کی دادی، کسی کی نانی، کسی کی بیٹی اور کسی کی بہن بنتی ہے، گویا تمام تعلقات نکاح کی پیداوار ہیں۔ انھی تعلقات سے انسان مہر و محبت، الفت و مودت، ادب و تمیز، شرم و حیا اور عفت و پاکبازی سیکھتا ہے۔ اگر نکاح کو ہٹا لیا جائے یا نکاح کی رسم تو ہو لیکن اس کے حقوق و آداب اور حدود و شرائط کا لحاظ نہ رکھا جائے تو اس کے ذریعے سے جو معاشرہ تشکیل پائے گا اس میں الفت و محبت، ہمدردی و غمگساری اور خوش خلقی کے بجائے ظلم و زیادتی، سرد مہری، بے شرمی اور بے حیائی کا دور دورہ ہو گا۔ اللہ تعالیٰ نے اس نکاح کے ذریعے سے ان تمام مذموم صفات کی روک تھام کی ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمھیں ایک جان سے پیدا کیا اور اس کی جنس سے اس کا جوڑا پیدا کیا، پھر اس جوڑے کے ذریعے سے بہت سے مردوں اور عورتوں کو پھیلایا۔ اس اللہ سے ڈرو جس کا واسطہ دے کر تم ایک دوسرے سے اپنا حق مانگتے ہو اور رشتوں کے حقوق کا لحاظ رکھو، اللہ تعالیٰ تمھارا مکمل طور پر نگران ہے۔''[1]

اس آیت کو عقد نکاح کے موقع پر خطبۂ نکاح میں پڑھا جاتا ہے تاکہ رشتۂ نکاح کی یہ ذمے داری اور فرض ذہن میں تازہ ہو جائے کہ یہ رشتہ تعلقات جوڑنے کے لیے قائم کیا جا رہا ہے توڑنے کے لیے نہیں اور یہ چھوٹا سا خاندان جو آج وجود میں آ رہا ہے یہ پہلی تجربہ گاہ ہے۔ اگر وہ اس چھوٹے سے کنبے کا حق ادا نہ کر سکا تو خاندان، معاشرے اور پوری انسانی دنیا کا حق بھی ادا نہ کر سکے گا۔ اس سلسلے میں ہماری گزارش ہے کہ امام بخاری ﷫ کی پیش کردہ احادیث اور اخذ کردہ احکام و مسائل کا مطالعہ اس نیت سے کیا جائے کہ ہم نے اپنی زندگی میں ایک انقلاب لانا ہے اور دنیا میں ایک صالح معاشرہ قائم کرنا ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اس معیار کے مطابق پورا اترنے کی توفیق دے۔ آمین۔

---

[1] النسآء 4:1.

بِسۡمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحۡمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ

67 - كِتَابُ النِّكَاحِ

نکاح سے متعلق احکام ومسائل

(١) بَابُ التَّرْغِيبِ فِي النِّكَاحِ

باب:1- نکاح کی رغبت دلانا

لِقَوْلِهِ تَعَالَى: ﴿فَٱنكِحُوا۟ مَا طَابَ لَكُم مِّنَ ٱلنِّسَآءِ﴾ [النساء: ٣]

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''تمھیں جو عورتیں پسند ہوں ان سے نکاح کرلو۔''

وضاحت: اس آیت کریمہ میں نکاح کی ترغیب ہے کیونکہ امر کا صیغہ طلب کا تقاضا کرتا ہے۔ اس امر کا کم از کم درجہ استحباب ہے جو ترغیب کے ثبوت کے لیے کافی ہے۔ اس کے علاوہ قرآن میں ہے: ''تم حلال پاکیزہ چیزوں کو حرام کر کے اپنے آپ پر زیادتی نہ کرو۔''[1] اس میں طیب کو ترک کرنے کی نہی اور اس کے مرتکب کو زیادتی کرنے والا کہا گیا ہے۔[2]

٥٠٦٣ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ: أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ: أَخْبَرَنَا حُمَيْدُ بْنُ أَبِي حُمَيْدٍ الطَّوِيلُ: أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُولُ: جَاءَ ثَلَاثَةُ رَهْطٍ إِلَى بُيُوتِ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ ﷺ يَسْأَلُونَ عَنْ عِبَادَةِ النَّبِيِّ ﷺ، فَلَمَّا أُخْبِرُوا كَأَنَّهُمْ تَقَالُّوهَا فَقَالُوا: وَأَيْنَ نَحْنُ مِنَ النَّبِيِّ ﷺ؟ قَدْ غَفَرَ اللهُ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ وَمَا تَأَخَّرَ، فَقَالَ أَحَدُهُمْ: أَمَّا أَنَا فَأَنَا أُصَلِّي اللَّيْلَ أَبَدًا، وَقَالَ آخَرُ: أَنَا أَصُومُ الدَّهْرَ وَلَا أُفْطِرُ،

[5063] حضرت انس بن مالک ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ تین آدمی نبی ﷺ کی ازواج مطہرات کے گھروں کی طرف آئے تاکہ وہ نبی ﷺ کی عبادت کے متعلق معلومات حاصل کریں۔ جب انھیں (اس کی) خبر دی گئی تو انھوں نے اسے کم خیال کیا، کہنے لگے کہ ہمارا نبی ﷺ کی عبادت سے کیا مقابلہ! اللہ تعالیٰ نے آپ کے تو اگلے پچھلے گناہ بخش دیے ہیں، چنانچہ ان میں سے ایک نے کہا: میں ہمیشہ رات بھر نماز پڑھتا رہوں گا۔ دوسرے نے کہا: میں ہمیشہ روزے سے رہوں گا اور افطار نہیں کروں گا۔

1 المآئدة 87:5. 2 فتح الباري: 131/9.

وَقَالَ آخَرُ: أَنَا أَعْتَزِلُ النِّسَاءَ فَلَا أَتَزَوَّجُ أَبَدًا، فَجَاءَ إِلَيْهِمْ رَسُولُ اللهِ ﷺ فَقَالَ: «أَنْتُمُ الَّذِينَ قُلْتُمْ كَذَا وَكَذَا؟ أَمَا وَاللهِ إِنِّي لَأَخْشَاكُمْ لِلّٰهِ وَأَتْقَاكُمْ لَهُ، لٰكِنِّي أَصُومُ وَأُفْطِرُ، وَأُصَلِّي وَأَرْقُدُ، وَأَتَزَوَّجُ النِّسَاءَ، فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي».

تیسرے نے کہا: میں عورتوں سے علیحدگی اختیار کرلوں گا اور کبھی نکاح نہیں کروں گا۔ اتنے میں رسول اللہ ﷺ ان کے پاس تشریف لے آئے اور آپ نے ان سے پوچھا: ”کیا تم نے یہ یہ باتیں کہی ہیں؟ خبردار! اللہ کی قسم! میں تمھاری نسبت اللہ سے زیادہ ڈرنے والا ہوں اور تم سب سے زیادہ پرہیز گار ہوں لیکن میں روزے رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں، نماز پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں، اس کے علاوہ عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں، جس نے میری سنت سے اعراض کیا وہ مجھ سے نہیں ہے۔“

فوائدومسائل: ① اسلام ایک عالمگیر مذہب ہے۔ اس میں بے جا رہبانیت اور بلاوجہ ترک دنیا کا تصور نہیں ہے کیونکہ یہ دین فطرت ہے اور عورتوں سے نکاح نہ کرنا فطرت کی خلاف ورزی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے دیگر انبیائے کرام ؊ کے متعلق فرمایا: ”آپ سے پہلے ہم نے بہت سے رسول بھیجے اور انھیں ہم نے بیوی بچوں والا ہی بنایا تھا۔“[1] عام طور پر جاہل لوگ خیال کرتے ہیں کہ نکاح کرنا اور بال بچوں والا ہونا تو دنیا دار قسم کے لوگوں کا کام ہے۔ لیکن ان کا یہ خیال درست نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جتنے بھی رسول بھیجے ہیں وہ بشر ہی تھے اور بشری تقاضوں کو پورا کرنے والے تھے۔ ② درج بالا حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے اسی قسم کی فکری اصلاح فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے لیے تارک دنیا ہونا ضروری نہیں بلکہ ایسا کرنا اپنی فطرت سے جنگ کرنا ہے۔ شادی نکاح کرنا رسول اللہ ﷺ کا طریقہ ہے جو اس سے روگردانی کرتا ہے اس کا تعلق دین اسلام سے کٹ جاتا ہے۔ واللّٰہ أعلم.

٥٠٦٤ - حَدَّثَنَا عَلِيٌّ: سَمِعَ حَسَّانَ بْنَ إِبْرَاهِيمَ عَنْ يُونُسَ بْنِ يَزِيدَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ أَنَّهُ سَأَلَ عَائِشَةَ عَنْ قَوْلِهِ تَعَالَى: ﴿وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا فِي الْيَتَامَىٰ فَانكِحُوا مَا طَابَ لَكُم مِّنَ النِّسَاءِ مَثْنَىٰ وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ ۖ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ۚ ذَٰلِكَ أَدْنَىٰ أَلَّا تَعُولُوا﴾ [النساء: ٣] قَالَتْ: يَا ابْنَ أُخْتِي، الْيَتِيمَةُ تَكُونُ فِي حَجْرِ وَلِيِّهَا فَيَرْغَبُ فِي مَالِهَا وَجَمَالِهَا،

[5064] حضرت عروہ بن زبیر سے روایت ہے، انھوں نے حضرت عائشہ ؓ سے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے متعلق سوال کیا: ”اور اگر تمھیں اندیشہ ہو کہ تم یتیم بچیوں کے ساتھ انصاف نہ کرسکو گے تو جو عورتیں تمھیں پسند ہوں دو دو، خواہ تین تین، خواہ چار چار سے تم نکاح کرلو۔ اگر تمھیں خطرہ ہو کہ تم انصاف نہیں کرسکو گے تو پھر ایک ہی کافی ہے یا لونڈی جو تمھاری ملکیت میں ہو۔ اس صورت میں قوی امید ہے کہ تم ظلم وزیادتی نہیں کرو گے۔“ حضرت عائشہ ؓ

1 الرعد 13:38.

يُرِيدُ أَنْ يَتَزَوَّجَهَا بِأَدْنَى مِنْ سُنَّةِ صَدَاقِهَا، فَنُهُوا أَنْ يَنْكِحُوهُنَّ إِلَّا أَنْ يُقْسِطُوا لَهُنَّ فَيُكْمِلُوا الصَّدَاقَ، وَأُمِرُوا بِنِكَاحِ مَنْ سِوَاهُنَّ مِنَ النِّسَاءِ. [راجع: ٢٤٩٤]

نے فرمایا: اے بھانجے! آیت کریمہ میں ایسی یتیم لڑکی کا ذکر ہے جو اپنے سرپرست کی پرورش میں ہو اور وہ اس کے مال و متاع اور حسن و جمال کی وجہ سے اس کی طرف مائل ہو اور اس سے معمولی حق مہر کے بدلے شادی کرنا چاہتا ہو تو آیت کریمہ میں ایسے شخص کو یتیم لڑکی سے نکاح کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ ہاں، اگر اس کے ساتھ انصاف کر سکتا ہو اور پورا حق مہر دینے کا ارادہ رکھتا ہو تو اجازت ہے۔ بہرحال ایسے لوگوں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنی زیر پرورش (یتیم بچیوں) سے نکاح کرنے کے بجائے دوسری عورتوں سے شادی کر لیں۔

فوائد ومسائل: ① اس حدیث میں حق مہر پورا دینے کی نیت سے نکاح کرنے کی ترغیب ہے کیونکہ اس سے شرمگاہ کی حفاظت، نسل کی ضمانت اور نومولود کی سفارش کی توقع ہے، چنانچہ حدیث میں ہے کہ ناتمام بچہ بھی اپنے والدین کی اللہ تعالیٰ کے حضور سفارش کرے گا۔ ② بہرحال نکاح بظاہر دنیوی معاملہ نظر آتا ہے لیکن جب مصالح اور اغراض دینیہ پر غور کیا جاتا ہے تو اس کا تعلق امور دینیہ اور عبادت سے ہے۔ ایک حدیث میں ہے: ''تم ایسی عورتوں سے شادی کرو جو محبت کرنے والی اور زیادہ بچے جنم دینے والی ہوں کیونکہ میں قیامت کے دن امت کے زیادہ ہونے کی وجہ سے دوسری امتوں پر فخر کروں گا۔''[1] اس حدیث میں صیغۂ امر موجود ہے جس کا ادنیٰ مرتبہ استحباب ہے اور اگر شہوت کے غلبے کی وجہ سے بدکاری میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہو تو نکاح کرنا ضروری ہے۔ واللہ أعلم.

(٢) بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ: «مَنِ اسْتَطَاعَ [مِنكُمُ] الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ فَإِنَّهُ أَغَضُّ لِلْبَصَرِ وَأَحْصَنُ لِلْفَرْجِ». وَهَلْ يَتَزَوَّجُ مَنْ لَا أَرَبَ لَهُ فِي النِّكَاحِ؟

باب: 2- نبی ﷺ کے فرمان: ''جو تم میں سے نکاح کی طاقت رکھتا ہو اسے نکاح کر لینا چاہیے کیونکہ یہ نظر کو نیچا رکھتا ہے اور شرمگاہ کو محفوظ کرتا ہے'' نیز کیا وہ جسے نکاح کی حاجت نہ ہو نکاح کرے؟ کا بیان

وضاحت: اس روایت کو امام بخاری ؒ نے متعدد مقامات پر متصل سند سے بیان کیا ہے۔[2] اس عنوان کے دو اجزاء ہیں: ○ جس میں نکاح کی ذمے داری ادا کرنے کی ہمت ہو اسے نکاح کر لینا چاہیے۔ ○ جس کے لیے نکاح کی ضرورت نہ ہو

[1] مسند أحمد: 245/3. [2] صحيح البخاري، الصوم، حديث: 1905.

اسے نکاح کرنا ضروری نہیں۔ عنوان کے دونوں اجزاء کو درج ذیل احادیث سے ثابت کیا ہے۔

٥٠٦٥ - حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ: حَدَّثَنَا أَبِي: حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ: حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ عَنْ عَلْقَمَةَ قَالَ: كُنْتُ مَعَ عَبْدِ اللهِ فَلَقِيَهُ عُثْمَانُ بِمِنًى فَقَالَ: يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، إِنَّ لِي إِلَيْكَ حَاجَةً فَخَلَيَا فَقَالَ عُثْمَانُ: هَلْ لَكَ يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ فِي أَنْ نُزَوِّجَكَ بِكْرًا تُذَكِّرُكَ مَا كُنْتَ تَعْهَدُ؟ فَلَمَّا رَأَى عَبْدُ اللهِ أَنْ لَيْسَ لَهُ حَاجَةٌ إِلَى هٰذَا أَشَارَ إِلَيَّ فَقَالَ: يَا عَلْقَمَةُ، فَانْتَهَيْتُ إِلَيْهِ وَهُوَ يَقُولُ: أَمَا لَئِنْ قُلْتَ ذٰلِكَ، لَقَدْ قَالَ لَنَا النَّبِيُّ ﷺ: «يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ، وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ، فَإِنَّهُ لَهُ وِجَاءٌ». [راجع: ١٩٠٥]

[5065] حضرت علقمہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: میں ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ہمراہ تھا کہ ان سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے منیٰ میں ملاقات کی اور انھوں نے ان سے کہا: اے ابوعبدالرحمٰن! مجھے آپ سے ایک کام ہے۔ پھر وہ دونوں تنہائی میں چلے گئے۔ (اس دوران میں) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: اے ابوعبدالرحمٰن! کیا آپ پسند کریں گے کہ ہم آپ کا نکاح کسی کنواری لڑکی سے کردیں جو آپ کے گزشتہ ایام کی یاد تازہ کر دے؟ چونکہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اس کی ضرورت محسوس نہ کرتے تھے، اس لیے انھوں نے مجھے اشارہ فرمایا اور کہا: علقمہ! ادھر آؤ۔ جب میں ان کی خدمت میں پہنچا تو وہ یہ کہہ رہے تھے: اگر آپ کا پروگرام ہو تو نبی ﷺ نے ہم سے فرمایا تھا: ”اے نوجوانوں کی جماعت! تم میں سے جو بھی شادی کی طاقت رکھتا ہو تو اسے نکاح کر لینا چاہیے اور جو نکاح کی طاقت نہ رکھتا ہو وہ روزے رکھ لے کیونکہ ان سے نفسانی خواہشات ٹوٹ جاتی ہیں۔“

فوائد ومسائل: ① حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جب حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو خستہ حال دیکھا تو انھیں احساس ہوا کہ یہ خستہ حالی نوجوان بیوی کے نہ ہونے کی وجہ سے ہے تو انھوں نے کنواری نوجوان لڑکی سے شادی کی پیش کش فرمائی کیونکہ نوجوان لڑکی سے شادی کرنا نشاط وقوت کا باعث ہے۔ لیکن حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اپنے علمی مشاغل کی وجہ سے اس مخلصانہ پیشکش کو قبول کرنے سے معذرت کر لی اور نوجوان شاگرد حضرت علقمہ رحمہ اللہ کے لیے سفارش کر دی۔ ② امام بخاری رحمہ اللہ نے عنوان اور پیش کردہ حدیث سے اشارہ فرمایا کہ نکاح سنت ضرور ہے لیکن اگر کسی کو حاجت نہ ہو تو اس کے لیے ضروری نہیں جیسا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بے رغبتی کا مظاہرہ کیا۔ ③ ”وِجَاءٌ“ کے لغوی معنی خصی ہونا ہیں لیکن خصی ہونے کی کسی حالت میں اجازت نہیں ہے بلکہ اس کا متبادل یہ ہے کہ شہوت توڑنے کے لیے روزے رکھے جائیں۔ یاد رہے کہ ایک دو روزے کسرِ شہوت کے لیے کافی نہیں بلکہ التزام سے روزے رکھنا شہوت توڑنے کا موجب بنتا ہے۔

(٣) بَابُ مَنْ لَمْ يَسْتَطِعِ الْبَاءَةَ فَلْيَصُمْ

باب: 3- جو نکاح (کے لوازمات) کی طاقت نہیں رکھتا وہ روزے رکھے

٥٠٦٦ - حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ: حَدَّثَنَا أَبِي: حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ: حَدَّثَنِي عُمَارَةُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيدَ قَالَ: دَخَلْتُ مَعَ عَلْقَمَةَ وَالْأَسْوَدِ عَلَى عَبْدِ اللهِ فَقَالَ عَبْدُ اللهِ: كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ شَبَابًا لَا نَجِدُ شَيْئًا، فَقَالَ لَنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ: «يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ، مَنِ اسْتَطَاعَ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ، فَإِنَّهُ أَغَضُّ لِلْبَصَرِ وَأَحْصَنُ لِلْفَرْجِ، وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ فَإِنَّهُ لَهُ وِجَاءٌ». [راجع: ١٩٠٥]

[5066] حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ ہم نوجوان رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ رہا کرتے تھے۔ ہمارے پاس کچھ نہیں ہوتا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں فرمایا: ''نوجوانو! جو کوئی تم میں سے نکاح کی طاقت رکھتا ہے وہ شادی کر لے کیونکہ نکاح کا عمل آنکھ کو بہت زیادہ نیچے رکھنے والا اور شرمگاہ کی خوب حفاظت کرنے والا ہے۔ اور جو کوئی اس کی طاقت نہیں رکھتا، اسے روزے رکھنے چاہییں کیونکہ یہ اس کے لیے شہوت توڑنے والے ہیں۔''

فوائد ومسائل: ① حدیث میں اَلْبَاءَةَ سے جسمانی اور مالی طاقت مراد ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا خطاب ان نوجوانوں سے ہے جنھیں عورتوں کی خواہش ہو اور وہ اس خواہش کو نظر انداز نہ کر سکتے ہوں۔ ② اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ شہوت کا جوش کم کرنے کے لیے دوائی وغیرہ سے علاج کرانا جائز ہے تاکہ جوش جاتا رہے اور انسان پرسکون ہو کر زندگی گزارنے کے قابل ہو جائے۔ بالکل نسل بندی کر کے شہوت ختم کر دینا صحیح نہیں کیونکہ کبھی ایسا ہو سکتا ہے کہ انسان کو نکاح کی قدرت حاصل ہو جائے تو اسے ندامت وشرمساری کا سامنا کرنا پڑے۔ ③ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ شہوت توڑنے کے لیے غیر فطری اشیاء کا استعمال جائز نہیں، رسول اللہ ﷺ نے ایسے انسان کے لیے روزے رکھنے تجویز فرمائے ہیں لیکن ایک دو روزے تو شہوت کو ابھارنے کا باعث ہوتے ہیں، اس لیے کثرت سے روزے رکھنا شہوت کے جوش کو کم کرنے کا ذریعہ ہو سکتا ہے۔ واللہ أعلم.

(٤) بَابُ كَثْرَةِ النِّسَاءِ

باب: 4- تعدد ازواج کا بیان

وضاحت: رسول اللہ ﷺ جب فوت ہوئے تو اس وقت آپ کی نو بیویاں تھیں۔ دعوت وتبلیغ کے پیش نظر آپ نے اتنی عورتوں سے نکاح کیا۔ یہ آپ کی خصوصیت ہے۔ ایک آدمی بیک وقت زیادہ سے زیادہ چار بیویاں اپنے نکاح میں رکھ سکتا ہے جیسا کہ قرآن وحدیث میں اس کی وضاحت ہے۔

٥٠٦٧ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى: أَخْبَرَنَا

[5067] حضرت عطاء سے روایت ہے، انھوں نے کہا

هِشَامُ بْنُ يُوسُفَ: أَنَّ ابْنَ جُرَيْجٍ أَخْبَرَهُمْ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ قَالَ: حَضَرْنَا مَعَ ابْنِ عَبَّاسٍ جَنَازَةَ مَيْمُونَةَ بِسَرِفَ، فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: هٰذِهِ زَوْجَةُ النَّبِيِّ ﷺ فَإِذَا رَفَعْتُمْ نَعْشَهَا فَلَا تُزَعْزِعُوهَا وَلَا تُزَلْزِلُوهَا وَارْفُقُوا، فَإِنَّهُ كَانَ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ تِسْعٌ، كَانَ يَقْسِمُ لِثَمَانٍ وَلَا يَقْسِمُ لِوَاحِدَةٍ.

کہ ہم ام المومنین حضرت میمونہ ؓ کے جنازے میں حضرت ابن عباس ؓ کے ہمراہ تھے جو مقام سرف میں پڑھا گیا۔ حضرت ابن عباس ؓ نے فرمایا: یہ نبی ﷺ کی زوجۂ مطہرہ ہیں، تم جب ان کا جنازہ اٹھاؤ تو اسے جھٹکے نہ دینا اور نہ زور، زور سے حرکت دینا بلکہ آہستہ آہستہ نرمی سے لے کر چلو۔ بلاشبہ نبی ﷺ کے پاس (وفات کے وقت) نو بیویاں تھیں، ان میں سے آٹھ کے لیے تو آپ نے باری مقرر کر رکھی تھی لیکن ایک کی باری نہیں تھی۔

فوائد و مسائل: ① رسول اللہ ﷺ نے مقام سرف پر حضرت میمونہ ؓ سے نکاح کیا تھا اور اسی مقام پر ان کی وفات ہوئی۔ یہ مقام مکہ مکرمہ سے اٹھارہ میل کے فاصلے پر ہے۔ ② رسول اللہ ﷺ کی بیک وقت نو (9) بیویاں تھیں، ان میں سے حضرت سودہ ؓ کی بڑھاپے کی وجہ سے باری مقرر نہ تھی بلکہ انھوں نے اپنی باری حضرت عائشہ ؓ کو دے دی تھی۔ جب رسول اللہ ﷺ اپنی ازواج مطہرات کے حقوق کا خیال رکھتے تھے تو ہمیں بھی ان کے حقوق کا خیال رکھنا چاہیے۔ ان کی زندگی اور موت کے بعد تکریم و تعظیم میں فرق نہیں آنا چاہیے۔ بیک وقت نو (9) بیویاں رکھنا رسول اللہ ﷺ کی خصوصیت ہے۔ وہ اہل ایمان کی مائیں قرار دی گئیں اور آپ کے بعد ان سے نکاح کرنا حرام قرار دیا گیا۔ امت کے افراد کو بیک وقت صرف چار بیویاں رکھنے کی اجازت ہے۔ وہ بھی عدل و انصاف کے ساتھ مشروط ہے۔ قرآن کریم نے وضاحت کی ہے کہ اگر عدل و انصاف نہ کرنے کا اندیشہ ہو تو ایک بیوی پر اکتفا کیا جائے۔[1] ③ تعدد ازواج کے سلسلے میں ہم افراط و تفریط کا شکار ہیں، چنانچہ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ اسلام میں تعدد ازواج کی کوئی حد مقرر نہیں اور قرآن کریم میں جو دو، دو، تین تین اور چار چار کے الفاظ آئے ہیں وہ بطور محاورہ ہیں لیکن یہ موقف دو لحاظ سے غلط ہے: ایک یہ کہ اگر اجازت عام ہوتی تو صرف یہ الفاظ کافی تھے: ''دوسری عورتوں سے شادی کر لو جو تمھیں پسند ہوں'' چار تک تعین کرنے کی قطعاً ضرورت نہ تھی۔ دوسرے یہ کہ سنت نے چار تک حد مقرر کر دی ہے، چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر ؓ سے روایت ہے کہ غیلان بن سلمہ ثقفی ؓ جب مسلمان ہوئے تو ان کے نکاح میں دس عورتیں تھیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ان میں سے چار کا انتخاب کر لو۔''[2] حدیث کی وضاحت کے بعد کسی مسلمان کا شیوہ نہیں کہ وہ کوئی دوسری بات کرے۔ اس سلسلے میں تفریط یہ ہے کہ صرف ایک عورت سے شادی کی جائے۔ ان لوگوں کے ہاں تعدد ازواج کی اجازت ہنگامی اور جنگی حالات میں تھی، یہ حضرات مغربی تہذیب سے مرعوب ہیں۔ ان کا استدلال یہ ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''اگر تمھیں خدشہ ہو کہ ان میں انصاف نہ کر سکو گے تو پھر ایک ہی کافی ہے۔''[2] پھر اس سورت میں ہے: ''اگر تم چاہو بھی کہ اپنی بیویوں کے ساتھ انصاف کرو تو تم ایسا نہ کر سکو گے۔''[3] گویا پہلے تعدد ازواج کی جو مشروط اجازت دی گئی تھی اسے آئندہ

---

1 النسآء 3:4. 2 سنن ابن ماجه، النكاح، حديث: 1953. 3 النسآء 129:4.

آیت سے ختم کر دیا گیا۔ یہ استدلال اس لیے غلط ہے کہ مذکورہ آیت میں مذکور ہے: ''لٰہذا اتنا تو کرو کہ بالکل ایک ہی طرف نہ جھک جاؤ اور دوسری کو لٹکتا ہوا چھوڑ دو۔'' اور جن باتوں کی طرف عدم انصاف کا اشارہ ہے اس سے مراد وہ امور ہیں جو انسان کے اختیار میں نہیں اور انصاف کا مطالبہ صرف ان باتوں میں ہے جو اس کے اختیار میں ہیں جیسے نان ونفقہ، اس کی ضروریات کا خیال رکھنا اور شب بسری کے سلسلے میں باری مقرر کرنا وغیرہ، چنانچہ رسول اللہ ﷺ یہ دعا فرمایا کرتے تھے: ''یا اللہ! جن باتوں میں مجھے اختیار ہے ان میں سب بیویوں سے ایک جیسا سلوک کرتا ہوں اور جو باتیں میرے اختیار میں نہیں تو وہ مجھے معاف فرما دے۔''[1] امام ابوداود رحمہ اللہ نے وضاحت کی ہے کہ قلبی تعلقات میں انسان بے اختیار ہوتا ہے۔ واللّٰہ أعلم.

٥٠٦٨ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ: حَدَّثَنَا سَعِيدٌ عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَطُوفُ عَلَى نِسَائِهِ فِي لَيْلَةٍ وَاحِدَةٍ وَلَهُ تِسْعُ نِسْوَةٍ. وَقَالَ لِي خَلِيفَةُ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ: حَدَّثَنَا سَعِيدٌ عَنْ قَتَادَةَ: أَنَّ أَنَسًا حَدَّثَهُمْ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. [راجع: ٢٦٨]

[5068] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ ایک ہی رات میں اپنی تمام بیویوں کے پاس جاتے تھے جبکہ آپ کی نو بیویاں تھیں۔ (امام بخاری رحمہ اللہ نے کہا:) مجھ سے خلیفہ بن خیاط نے بیان کیا، ان سے یزید بن زریع نے، ان سے سعید نے، ان سے قتادہ نے، ان سے حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا۔ انھوں نے نبی ﷺ سے پھر یہی حدیث بیان کی۔

فوائد ومسائل: ① امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث میں نو (9) ازواج مطہرات کے ذکر سے کثرت کو ثابت کیا ہے لیکن یہ نبی ﷺ کی خصوصیات میں سے ہے۔ امت کے لیے چار سے زیادہ بیویوں کو بیک وقت جمع کرنا جائز نہیں۔ ان کے ساتھ عدل و انصاف کی شرط لگائی گئی ہے، بصورت دیگر ایک پر اکتفا کیا جائے۔ ② جو نو بیویاں آخری زندگی تک آپ کے نکاح میں تھیں ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں: ❁ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا. ❁ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا. ❁ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا. ❁ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا. ❁ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا. ❁ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا. ❁ حضرت زینب رضی اللہ عنہا. ❁ حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا. ❁ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا۔ ان میں سے آٹھ کے لیے باری مقرر تھی، البتہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے خوشی سے اپنی باری حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ہبہ کر دی تھی۔ نو بیویاں ہونے کے باوجود آپ کے عادلانہ رویے کا یہ حال تھا کہ کبھی کسی بیوی کو شکایت کا موقع نہیں ملا۔ ③ دور حاضر میں کچھ روشن خیال لوگ ایک سے زیادہ بیویاں رکھنے کو مذموم فعل قرار دیتے ہیں۔ اس مغربی تخیل کی دو بنیادیں ہیں: پہلی بنیاد فحاشی، بدکاری، داشتائیں رکھنے کی عام اجازت اور جنسی آوارگی ہے جسے مغربی معاشرے میں مستحسن فعل کہا جاتا ہے اور دوسری بنیاد مادیت پرستی ہے جس میں ہر شخص یہ تو چاہتا ہے کہ اس کا معیار زندگی بلند ہو اور اپنی اولاد کو اعلیٰ تعلیم دلائے مگر ان پر چونکہ بے پناہ اخراجات اٹھتے ہیں جو ہر انسان پورے نہیں کر سکتا، لٰہذا وہ اس بات کو ترجیح دیتا ہے کہ اس کے ہاں اولاد ہی نہ ہو یا ہو تو کم از کم، یعنی ''بچے دو ہی اچھے'' کا مصداق ہو۔ وہ چاہتا ہے کہ بیوی ایک بھی نہ ہو بلکہ اس ذمے داری کو اٹھانے کے بجائے بدکاری سے ہی کام چلتا رہے لیکن اسلام سب

---

[1] سنن أبي داود، النكاح، حديث: 2134.

سے زیادہ زور ہی مرد اور عورت کی عفت پر دیتا ہے اور ہر طرح کی فحاشی کو مذموم فعل قرار دیتا ہے۔ دراصل بات یہ ہے کہ مرد تو اپنی جوانی کے ایام میں اپنی جنسی خواہش کو پورا کرنے کے لیے ہر وقت تیار رہتا ہے مگر عورت کی یہ کیفیت نہیں ہوتی۔ اسے ہر ماہ ایام حیض میں اس فعل سے نفرت ہوتی ہے، پھر حمل کی صورت میں، اس کے بعد ایام رضاعت میں بھی وہ اس فعل کی طرف راغب نہیں ہوتی، البتہ اپنے خاوند کی محبت اور اصرار کے بعد اس کام پر آمادہ ہو جائے تو الگ بات ہے۔ بسا اوقات عورت انکار بھی کر دیتی ہے لیکن مرد اتنی مدت تک صبر نہیں کر سکتا۔ اب اس کے سامنے دو ہی راستے ہیں یا تو نکاح کرے یا فحاشی کی طرف مائل ہو جائے۔ اسلام نے پہلی صورت کو اختیار کیا ہے۔ وہ اس کی عفت و عصمت کی حفاظت کے ساتھ اسے جنسی خواہش مٹانے کی اجازت دیتا ہے۔ عقل کے اعتبار سے اس میں بالکل کوئی خرابی نہیں ہے۔ واللہ أعلم.

٥٠٦٩ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْحَكَمِ الْأَنْصَارِيُّ: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ رَقَبَةَ، عَنْ طَلْحَةَ الْيَامِيِّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ: قَالَ لِيَ ابْنُ عَبَّاسٍ: هَلْ تَزَوَّجْتَ؟ قُلْتُ: لَا، قَالَ: فَتَزَوَّجْ فَإِنَّ خَيْرَ هٰذِهِ الْأُمَّةِ أَكْثَرُهَا نِسَاءً.

[5069] حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ مجھ سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے دریافت فرمایا: کیا تم نے شادی کر لی ہے؟ میں نے کہا: نہیں۔ انھوں نے فرمایا: شادی کر لو کیونکہ اس امت کے جو بہترین شخص تھے ان کی بہت سی بیویاں تھیں۔

فوائد و مسائل: ① شرعی حدود کے اندر رہتے ہوئے ایک انسان کو بیک وقت چار بیویاں رکھنے کی اجازت ہے بشرطیکہ ان میں انصاف کیا جائے اور انسان ان کے حقوق ادا کرنے کی ہمت رکھتا ہو، البتہ بیک وقت چار سے زیادہ بیویاں رکھنا حرام ہے۔ ② رسول اللہ ﷺ نے عمر کے آخر میں نو بیویاں رکھی تھیں۔ اتنی بیویاں رکھنے کا مقصد نعوذ باللہ شہوت رانی یا عیاشی نہ تھا بلکہ دینی اور بہت سے دنیاوی مصالح کار فرما تھے۔ ان میں بھی کئی ایک بوڑھی بیوہ تھیں جنھیں صرف ملی اور قومی مفاد کے پیش نظر آپ ﷺ نے نکاح میں قبول فرما لیا تھا۔ ③ اس پر بھی بعض مغرب زدہ آزاد خیال عورتوں نے اعتراض کیا ہے کہ یہ کہاں کا انصاف ہے کہ مرد تو چار چار عورتوں سے شادی کرے اور عورت صرف ایک ہی شوہر پر اکتفا کرے؟ اس قسم کا اعتراض تو کوئی گھٹیا اور انتہائی بے حیا عورت ہی کر سکتی ہے کہ اسے بھی بیک وقت چار مردوں سے شادی کی اجازت ہونی چاہیے جبکہ اسلام کے عادلانہ قانون میں اگر مرد چار بیویاں رکھ لے تو اس سے نسب میں کوئی اختلاط پیدا نہیں ہوتا اور نہ وارثت کے مسائل میں کوئی الجھن ہی پیش آتی ہے۔ اس کے برعکس اگر عورت دو مردوں سے اختلاط رکھے تو اس سے نسب بھی مشکوک ہو جاتا ہے کیونکہ نسب کا تعلق مرد سے ہے، عورت سے نہیں۔ اور میراث کے مسائل میں بھی پیچیدگیاں پیدا ہوتی ہیں۔ اگر عورت کو چار شوہر رکھنے کی اجازت دی جائے تو وہ رہے گی کس کے گھر میں؟ اس کے نان و نفقہ اور اس کی اولاد کے اخراجات کون برداشت کرے گا؟ اس اعتراض کو ہم ایک دوسرے زاویے سے دیکھتے ہیں کہ جنسی خواہش جیسے انسانوں میں ہوتی ہے ایسے حیوانات میں بھی ہے اور مرد کو تو چار بیویاں رکھنے کی اجازت ہے جبکہ ہم گوالوں کو دیکھتے ہیں کہ انھوں نے دودھ کے لیے بیس بیس بھینسیں رکھی ہوتی ہیں اور ان کے ہاں بھینسا صرف ایک ہوتا ہے۔ کیا ایسا بھی کسی نے دیکھا ہے

کہ کسی گوالے نے بھینسے تو بیس رکھے ہوں اور بھینس صرف ایک ہی ہو؟ اب خود ہی غور فرمائیں کہ ایسا کیوں ہوتا ہے اور ایسا کیوں نہیں ہوتا؟

(٥) بَابُ مَنْ هَاجَرَ أَوْ عَمِلَ خَيْرًا لِتَزْوِيجِ امْرَأَةٍ فَلَهُ مَا نَوَى

باب: 5- جو شخص ہجرت یا کوئی نیک عمل کسی عورت سے نکاح کرنے کے لیے کرتا ہے تو اسے اس کی نیت کے مطابق بدلہ ملے گا

٥٠٧٠ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ قَزَعَةَ: حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَقَّاصٍ، عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «اَلْعَمَلُ بِالنِّيَّةِ، وَإِنَّمَا لِامْرِئٍ مَا نَوَى، فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ إِلَى اللهِ وَرَسُولِهِ فَهِجْرَتُهُ إِلَى اللهِ وَرَسُولِهِ، وَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ إِلَى دُنْيَا يُصِيبُهَا أَوِ امْرَأَةٍ يَنْكِحُهَا، فَهِجْرَتُهُ إِلَى مَا هَاجَرَ إِلَيْهِ».

[راجع: ١]

[5070] حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''عمل کا ثواب نیت کے مطابق ہوگا اور ہر شخص کو وہی کچھ ملے گا جس کی اس نے نیت کی ہے، اس لیے جس شخص کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کے لیے ہے، اسے اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہجرت کرنے کا ثواب ہوگا اور جس شخص کی ہجرت دنیا کمانے یا کسی عورت سے شادی رچانے کے لیے ہے تو اس کی ہجرت اسی کام کے لیے ہوگی جس کے لیے اس نے وطن چھوڑا ہے۔''

فوائد ومسائل: ① عنوان میں دو چیزیں تھیں: ایک ہجرت اور دوسرا عمل خیر۔ حدیث میں ہجرت کا ذکر وضاحت کے ساتھ ہے اور عمل خیر کو اس پر قیاس کر کے ثابت کیا کیونکہ ہجرت بھی عمل خیر ہے۔ ② حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کے نکاح کا واقعہ بھی اس عنوان کے تحت پیش کیا جا سکتا ہے کہ ان کی طرف حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے پیغام نکاح بھیجا۔ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کو بھی آپ سے نکاح میں دلچسپی تھی لیکن ان کا کفر درمیان میں حائل تھا۔ انھوں نے جواب دیا کہ اے ابوطلحہ! آپ جیسے آدمی کا پیغام مسترد نہیں کیا جا سکتا لیکن رکاوٹ یہ ہے کہ آپ کافر ہیں جبکہ میں مسلمان ہو چکی ہوں۔ اگر آپ مسلمان ہو جائیں تو میرا یہی حق مہر ہوگا اور کسی چیز کا مطالبہ نہیں ہوگا، چنانچہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ مسلمان ہو گئے اور نکاح کے وقت ان کا اسلام ہی حق مہر ٹھہرا۔ راوی حدیث حضرت ثابت کہتے ہیں کہ ہم نے اس سے بڑھ کر کسی خاتون کا حق مہر نہیں سنا جس نے ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کو ہی اپنا حق مہر ٹھہرا لیا۔[1] بہرحال حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کا مذکورہ عمل خیر حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے نکاح کا باعث ہوا۔

1 سنن النسائي، النكاح، حديث: 3343.

(٦) بَابُ تَزْوِيجِ الْمُعْسِرِ الَّذِي مَعَهُ الْقُرْآنُ وَالْإِسْلَامُ

باب:6- کسی ایسے تنگ دست کی شادی کر دینا جس کے پاس صرف قرآن اور اسلام ہے

فِيهِ سَهْلُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

اس کے متعلق حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث ہے جسے وہ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں۔

وضاحت: حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کی روایت کو امام بخاری رحمہ اللہ نے دوسرے مقام پر متصل سند سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک عورت آئی اور اس نے کہا: اللہ کے رسول! میں خود کو آپ کے لیے ہبہ کرتی ہوں۔ رسول اللہ ﷺ کو اس کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ اسی دوران میں ایک صحابی اٹھے اور عرض کی: اللہ کے رسول! اگر آپ کو کوئی حاجت نہیں تو اس کا نکاح مجھ سے کر دیں۔ آپ نے فرمایا: ''جاؤ، کچھ نہ کچھ لے کر آؤ، خواہ لوہے کی انگوٹھی ہو۔'' اس نے کہا: میرے پاس تو صرف ایک چادر ہے، آپ اس میں سے آدھی اسے دے دیں۔ آپ نے فرمایا: ''آدھی چادر کس کام آئے گی؟ کیا تجھے قرآن یاد ہے؟'' اس نے کہا: فلاں فلاں سورت یاد ہے۔ آپ نے فرمایا: ''میں تجھے ان سورتوں کے عوض اس کا مالک بناتا ہوں۔''[1] اس حدیث میں یہ وضاحت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک تنگدست انسان کا نکاح چند سورتیں یاد کرانے کے بدلے کر دیا تھا۔

٥٠٧١ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى: حَدَّثَنَا يَحْيَى: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ: حَدَّثَنِي قَيْسٌ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: كُنَّا نَغْزُو مَعَ النَّبِيِّ ﷺ لَيْسَ لَنَا نِسَاءٌ فَقُلْنَا: يَا رَسُولَ اللهِ، أَلَا نَسْتَخْصِي؟ فَنَهَانَا عَنْ ذٰلِكَ. [راجع: ٤٦١٥]

[5071] حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ ہم نبی ﷺ کے ہمراہ جہاد کیا کرتے تھے جبکہ ہمارے ساتھ بیویاں نہ تھیں، اس لیے ہم نے عرض کی: اللہ کے رسول! کیا ہم خود کو خصی نہ کر لیں؟ آپ نے ہمیں اس سے منع فرما دیا۔

فوائد ومسائل: ① اس حدیث کی عنوان کے ساتھ اس طرح مناسبت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو خصی ہونے سے منع فرما دیا، حالانکہ وہ بیویوں کے محتاج تھے اور تنگ دست ومفلس بھی تھے۔ ان میں سے ہر ایک کو کچھ نہ کچھ قرآن کریم بھی یاد تھا، گویا قرآن کے بدلے انھیں نکاح کرنے کی اجازت دی۔ حضرت سہل رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث تو اس کے متعلق واضح تھی اور اس حدیث سے امام بخاری رحمہ اللہ نے استدلال کیا ہے۔ ② اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ انسان چھوٹا ہو یا بڑا اس کے لیے خصی ہونا حرام ہے کیونکہ اس میں قطع نسل، تکلیف اور اللہ تعالیٰ کی تخلیق کو بدلنا ہے۔ یہی حکم ہر اس حیوان کے لیے ہے جس کا گوشت نہیں کھایا جاتا، لیکن جس کا گوشت کھایا جاتا ہے اسے بچپن میں خصی کرنا جائز ہے تاکہ اس کا گوشت عمدہ ہو جائے۔ ③ واضح رہے کہ دور حاضر کی نسل بندی بھی خصی ہونے کے مترادف ہے جو کسی بھی مسلمان کے لیے کسی صورت میں جائز

1 صحيح البخاري، النكاح، حديث: 5087.

نہیں۔ واللہ أعلم.

(٧) بَابُ قَوْلِ الرَّجُلِ لِأَخِيهِ: انْظُرْ أَيَّ زَوْجَتَيَّ شِئْتَ حَتَّى أَنْزِلَ لَكَ عَنْهَا

باب: 7- کسی شخص کا اپنے بھائی سے یہ کہنا: ''میری دو بیویوں میں سے جس کو پسند کر لو میں اسے تمھاری خاطر طلاق دیتا ہوں'' کا بیان

رَوَاهُ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ.

یہ روایت حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے بیان کی ہے۔

وضاحت: حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ جب ہجرت کر کے مدینہ طیبہ آئے تو حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان کا بھائی چارہ قائم کر دیا گیا۔ انھوں نے اپنا نصف مال دینے کی پیش کش کی، مزید کہا: میری دو بیویاں ہیں، ان میں سے جو آپ کو پسند ہو، آپ اس کا انتخاب کریں۔ میں اسے طلاق دے دیتا ہوں۔ جب اس کی عدت گزر جائے تو آپ اس سے نکاح کر لیں لیکن حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے خیر و برکت کی دعا کرتے ہوئے اس پیش کش کو قبول نہ فرمایا۔[1]

٥٠٧٢ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ حُمَيْدٍ الطَّوِيلِ قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ قَالَ: قَدِمَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ فَآخَى النَّبِيُّ ﷺ بَيْنَهُ وَبَيْنَ سَعْدِ بْنِ الرَّبِيعِ الْأَنْصَارِيِّ، وَعِنْدَ الْأَنْصَارِيِّ امْرَأَتَانِ، فَعَرَضَ عَلَيْهِ أَنْ يُنَاصِفَهُ أَهْلَهُ وَمَالَهُ، فَقَالَ: بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ فِي أَهْلِكَ وَمَالِكَ، دُلُّونِي عَلَى السُّوقِ، فَأَتَى السُّوقَ فَرَبِحَ شَيْئًا مِنْ أَقِطٍ وَشَيْئًا مِنْ سَمْنٍ فَرَآهُ النَّبِيُّ ﷺ بَعْدَ أَيَّامٍ وَعَلَيْهِ وَضَرٌ مِنْ صُفْرَةٍ، فَقَالَ: «مَهْيَمْ يَا عَبْدَ الرَّحْمٰنِ؟»، فَقَالَ: تَزَوَّجْتُ أَنْصَارِيَّةً، قَالَ: «فَمَا سُقْتَ؟» قَالَ: وَزْنَ نَوَاةٍ مِنْ ذَهَبٍ، قَالَ: «أَوْلِمْ وَلَوْ بِشَاةٍ».

[راجع: ٢٠٤٩]

[5072] حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ جب عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ (مدینہ طیبہ) آئے تو نبی ﷺ نے ان کے اور حضرت سعد بن ربیع انصاری رضی اللہ عنہ کے درمیان بھائی چارہ قائم کر دیا۔ انصاری کی دو بیویاں تھیں۔ انھوں نے بیویوں میں سے ایک اور مال میں سے نصف دینے کی انھیں پیش کش کی۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تمھارے اہل و عیال اور مال و متاع میں برکت فرمائے! آپ مجھے بازار کا راستہ بتا دیں، چنانچہ وہ بازار گئے اور وہاں سے کچھ گھی اور کچھ پنیر کی خرید و فروخت کی اور نفع حاصل کیا۔ نبی ﷺ نے چند دنوں کے بعد حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ ان پر زعفران کی زردی لگی ہوئی ہے۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: ''عبدالرحمٰن! یہ کیا ہے؟'' انھوں نے کہا: میں نے ایک انصاری عورت سے شادی کر لی ہے۔ آپ نے پوچھا:

1 صحيح البخاري، المناقب، حديث: 3780.

''اسے مہر میں کیا دیا ہے؟'' انھوں نے کہا: گٹھلی بھر سونا۔
آپ نے فرمایا: ''ولیمہ کرو اگرچہ ایک بکری کا ہو۔''

فوائدومسائل: ① اس حدیث سے پتا چلتا ہے کہ انصار میں کس قدر ایثار و ہمدردی کے جذبات تھے! انھوں نے اپنے مہاجر بھائیوں کو اپنی بیویوں تک کی پیش کش کر دی کہ جو بیوی تمھیں پسند ہو میں اسے طلاق دیتا ہوں، عدت ختم ہونے کے بعد آپ اس سے نکاح کر لیں۔ لیکن مہاجرین کی خودداری اور عزت نفس بھی قابل تعریف ہے کہ انھوں نے اس پیش کش کی طرف کوئی توجہ نہ دی بلکہ بازار کا راستہ اختیار کیا تاکہ محنت مزدوری کر کے اپنے پاؤں پر کھڑے ہوں۔ ② امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث سے نکاح کی اہمیت کو اجاگر کیا ہے۔ واضح رہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو زردی لگنے کی وجہ یہ تھی کہ عورتوں کی خوشبو میں زعفران ہوتا تھا، اس بنا پر عورتوں کی خوشبو رنگدار ہوتی تھی۔ بیوی کے اختلاط سے تازہ خوشبو ان کے کپڑوں کو لگ گئی، انھوں نے جان بوجھ کر زعفرانی رنگ استعمال نہیں کیا تھا۔ واللہ أعلم.

(٨) بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنَ التَّبَتُّلِ وَالْخِصَاءِ

باب:8- مجرد رہنے اور خصی ہونے کی ممانعت

وضاحت: لغوی اعتبار سے تَبَتُّلْ کے معنی انقطاع کے ہیں۔ اصطلاح میں عورتوں سے انقطاع اور ترک نکاح مراد ہے۔ قرآن کریم میں رسول اللہ ﷺ کو تَبَتُّلْ اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اس سے مراد ترک نکاح نہیں بلکہ اخلاص کے ساتھ اللہ کی عبادت کرنا ہے۔ عیسائیوں کے ہاں تَبَتُّلْ، یعنی ترک نکاح رائج تھا جبکہ ہماری شریعت میں اس سے منع کیا گیا ہے تاکہ نسل زیادہ ہو اور کفار کے خلاف جہاد کے لیے مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ ہو۔

٥٠٧٣ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ: أَخْبَرَنَا ابْنُ شِهَابٍ: سَمِعَ سَعِيدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ يَقُولُ: سَمِعْتُ سَعْدَ بْنَ أَبِي وَقَّاصٍ يَقُولُ: رَدَّ رَسُولُ اللهِ ﷺ عَلَى عُثْمَانَ ابْنِ مَظْعُونٍ التَّبَتُّلَ، وَلَوْ أَذِنَ لَهُ لَاخْتَصَيْنَا. [انظر: ٥٠٧٤]

[5073] حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کے مجرد رہنے کو مسترد کر دیا۔ اگر آپ انھیں اجازت دے دیتے تو ہم خصی ہو جاتے۔

٥٠٧٤ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ أَنَّهُ سَمِعَ سَعْدَ بْنَ أَبِي وَقَّاصٍ يَقُولُ: لَقَدْ رَدَّ ذٰلِكَ، يَعْنِي النَّبِيَّ ﷺ، عَلَى عُثْمَانَ بْنِ مَظْعُونٍ وَلَوْ أَجَازَ لَهُ التَّبَتُّلَ لَاخْتَصَيْنَا. [راجع: ٥٠٧٣]

[5074] حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کو عورتوں سے الگ رہنے کی اجازت نہیں دی تھی۔ اگر آپ انھیں اجازت دے دیتے تو ہم اپنے آپ کو خصی کر لیتے۔

فوائدومسائل: ① طبرانی کی روایت میں وضاحت ہے کہ حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی: اللہ کے رسول! مجھ پر تجرد کی زندگی بہت گراں ہے۔ آپ مجھے خصی ہونے کی اجازت دیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ایسا نہیں ہوسکتا بلکہ تم روزے رکھا کرو۔''[1] اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے خصی ہونے کی اجازت طلب کی تھی جسے راوی نے تبتل سے تعبیر کیا ہے۔ ان کا مقصد تھا کہ بنیاد ہی کو ختم کر دیا جائے تا کہ ''نہ رہے بانس نہ بجے بانسری'' کیونکہ وجود شہوت، تبتل کے منافی ہے، اس لیے اختصاء متعین ہے۔ اس سے ممانعت کا مقصد تکثیر نسل ہے، کہیں ایسا نہ ہو کہ مسلمان تھوڑے رہ جائیں اور کفار کی کثرت ہو جائے۔[2] ② بہر حال اسلام میں مجرد رہنے کو بہتر جاننے کے لیے کوئی گنجائش نہیں ہے بلکہ نکاح سے بے رغبتی کرنے والے کو رسول اللہ ﷺ نے اپنی امت سے خارج قرار دیا ہے۔

٥٠٧٥ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ: حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ إِسْمَاعِيلَ، عَنْ قَيْسٍ قَالَ: قَالَ عَبْدُ اللهِ: كُنَّا نَغْزُو مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ وَلَيْسَ لَنَا شَيْءٌ فَقُلْنَا: أَلَا نَسْتَخْصِي؟ فَنَهَانَا عَنْ ذٰلِكَ ثُمَّ رَخَّصَ لَنَا أَنْ نَنْكِحَ الْمَرْأَةَ بِالثَّوْبِ، ثُمَّ قَرَأَ عَلَيْنَا ﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ لَا تُحَرِّمُوا۟ طَيِّبَٰتِ مَآ أَحَلَّ ٱللَّهُ لَكُمْ﴾ الْآيَةَ [المائدة: ٨٧]. [راجع: ٤٦١٥]

[5075] حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ جہاد کرتے تھے اور ہمارے پاس کچھ نہ ہوتا تھا۔ ہم نے عرض کی: اللہ کے رسول! کیا ہم خصی نہ ہو جائیں؟ آپ نے ہمیں اس سے منع فرما دیا۔ پھر آپ نے ہمیں اس امر کی اجازت دی کہ ہم کسی عورت سے ایک کپڑے کے عوض (محدود مدت کے لیے) نکاح کرلیں، پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: ''ایمان والو! اللہ تعالیٰ نے جو پاک چیزیں تمھارے لیے حلال کی ہیں، انھیں حرام قرار نہ دو۔''

فوائدومسائل: ① یہ آیت کریمہ تبتل اور خصی ہونے کے حرام ہونے پر دلالت کرتی ہے کیونکہ ان دونوں صورتوں میں پاکیزہ اور حلال چیزوں کو اپنے آپ پر حرام کر لینا ہے جس کی آیت میں ممانعت ہے۔ ② محدود مدت تک کے لیے نکاح کرنے کو متعہ کہا جاتا ہے۔ اسے ایک غزوے میں حلال کیا گیا تھا، آخر کار غزوۂ اوطاس کے بعد قطعی طور پر ہمیشہ کے لیے حرام کر دیا گیا۔ ایک روایت میں ہے: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایسا کیا، پھر انھوں نے اسے ترک کر دیا۔ بلکہ ایک روایت میں ہے کہ بعد میں نکاح متعہ کو حرام کر دیا گیا۔[3] ③ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے آیت کریمہ کی شان نزول اس طرح مروی ہے کہ ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور کہا: اللہ کے رسول! جب میں گوشت کھاتا ہوں تو مجھے عورتوں کی خواہش پیدا ہوتی ہے، اس وجہ سے میں نے اپنے لیے گوشت حرام کر لیا ہے تو اس وقت یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔[4]

---

1 المعجم الكبير للطبراني: 38/9، رقم الحديث: 8320. 2 فتح الباري: 149/9. 3 السنن الكبرٰى للبيهقي: 207/7، وفتح الباري: 150/9. 4 جامع الترمذي، تفسير القرآن، حديث: 3054، وعمدة القاري: 152/14.

٥٠٧٦ - وَقَالَ أَصْبَغُ: أَخْبَرَنِي ابْنُ وَهْبٍ عَنْ يُونُسَ بْنِ يَزِيدَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ إِنِّي رَجُلٌ شَابٌّ وَأَنَا أَخَافُ عَلَى نَفْسِي الْعَنَتَ، وَلَا أَجِدُ مَا أَتَزَوَّجُ بِهِ النِّسَاءَ فَسَكَتَ عَنِّي، ثُمَّ قُلْتُ مِثْلَ ذٰلِكَ فَسَكَتَ عَنِّي، ثُمَّ قُلْتُ مِثْلَ ذٰلِكَ فَسَكَتَ عَنِّي، ثُمَّ قُلْتُ مِثْلَ ذٰلِكَ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «يَا أَبَا هُرَيْرَةَ، جَفَّ الْقَلَمُ بِمَا أَنْتَ لَاقٍ فَاخْتَصِ عَلَى ذٰلِكَ أَوْ ذَرْ».

[5076] حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں نے عرض کی: اللہ کے رسول! میں نوجوان مرد ہوں اور مجھے خود پر زنا کا خوف ہے اور میرے پاس مال بھی نہیں جس کے عوض عورتوں سے نکاح کرلوں۔ آپ خاموش رہے۔ میں نے پھر یہی عرض کی تو آپ بدستور خاموش رہے۔ میں نے پھر اپنی بات دہرائی تو نبی ﷺ نے فرمایا: ”اے ابو ہریرہ! جو تو کرنے والا ہے اس پر قلم خشک ہو چکا ہے، خواہ خصی ہو یا نہ ہو۔“

فوائد و مسائل: ① اس حدیث میں فعل امر طلب کے لیے نہیں کہ خصی ہونے کے متعلق کچھ نرم گوشہ اختیار کیا گیا ہے بلکہ اس مقام پر یہ فعل تہدید کے لیے ہے کہ تم کچھ کرو یا نہ کرو، تقدیر الٰہی بہر حال نافذ ہو کر رہے گی۔ خصی ہونے یا نہ ہونے سے تقدیر الٰہی متاثر نہیں ہوگی۔ ② رسول اللہ ﷺ نے دوسرے صحابۂ کرام ؓ کو کسر شہوت کے لیے روزے رکھنے کا حکم دیا تھا، لیکن حضرت ابو ہریرہ ؓ کو روزے رکھنے کے متعلق نہیں کہا کیونکہ حضرت ابو ہریرہ ؓ دیگر اصحاب کی طرح اکثر و بیشتر روزے سے ہی رہتے تھے، نیز رسول اللہ ﷺ نے انھیں نکاح متعہ کی بھی اجازت نہیں دی کیونکہ ان کے پاس کچھ بھی نہیں تھا جبکہ نکاح متعہ کے لیے کچھ نہ کچھ تو عورت کو دینا پڑتا ہے۔ بہر حال رسول اللہ ﷺ نے انھیں خصی ہونے کی اجازت نہیں دی۔

(٩) بَابُ نِكَاحِ الْأَبْكَارِ

باب: 9- کنواری لڑکیوں سے نکاح کرنا

وَقَالَ ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ: قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لِعَائِشَةَ: لَمْ يَنْكِحِ النَّبِيُّ ﷺ بِكْرًا غَيْرَكِ.

ابن ابی ملیکہ نے کہا کہ حضرت ابن عباس ؓ نے حضرت عائشہ ؓ سے کہا: نبی ﷺ نے آپ کے علاوہ کسی کنواری لڑکی سے نکاح نہیں کیا۔

وضاحت: حضرت ابن عباس ؓ نے یہ الفاظ اس وقت کہے جب حضرت عائشہ ؓ بیمار تھیں اور آخرت کے متعلق بہت ڈرتی تھیں۔ حضرت ابن عباس ؓ نے کہا: آپ رسول اللہ ﷺ کی زوجۂ محترمہ ہیں۔ آپ کے علاوہ نبی ﷺ نے کسی کنواری عورت سے شادی نہیں کی۔ آپ کی صفائی آسمان سے نازل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن آپ سے بہتر سلوک فرمائے گا۔[1]

1 صحيح البخاري، التفسير، حديث :4753.

٥٠٧٧ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ: حَدَّثَنِي أَخِي عَنْ سُلَيْمَانَ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، أَرَأَيْتَ لَوْ نَزَلْتَ وَادِيًا وَفِيهِ شَجَرَةٌ قَدْ أُكِلَ مِنْهَا وَوَجَدْتَ شَجَرًا لَمْ يُؤْكَلْ مِنْهَا، فِي أَيِّهَا كُنْتَ تُرْتِعُ بَعِيرَكَ؟ قَالَ: «فِي الَّتِي لَمْ يُرْتَعْ مِنْهَا»، يَعْنِي أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ لَمْ يَتَزَوَّجْ بِكْرًا غَيْرَهَا.

[5077] حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں نے عرض کی: اللہ کے رسول! آپ مجھے بتائیں کہ اگر آپ کسی وادی میں پڑاؤ کریں، وہاں ایک درخت ہو جس میں اونٹ چر گئے ہوں اور ایک ایسا درخت ہو جس میں سے کچھ نہ کھایا گیا ہو تو آپ کس درخت سے اپنے اونٹ کو کھلائیں گے؟ آپ نے فرمایا: ''اس درخت سے جو کسی اونٹ کو نہ کھلایا گیا ہو۔'' حضرت عائشہ ؓ کا اشارہ اس طرف تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کے علاوہ کسی کنواری لڑکی سے نکاح نہیں کیا۔

فوائد ومسائل: ① اس حدیث سے کنواری لڑکی سے نکاح کرنے کی اہمیت کا پتا چلتا ہے۔ حضرت جابر ؓ نے جب ایک بیوہ عورت سے شادی کی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تو نے کنواری سے شادی کیوں نہ کی؟ وہ تیرے ساتھ دل لگی کرتی اور تو اس کے ساتھ دل لگی کرتا۔''[1] اسی طرح ایک دوسری حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم کنواری لڑکیوں سے نکاح کرو کیونکہ وہ شیریں دہن ہوتی ہیں۔ ان کا رحم شفاف ہوتا ہے اور وہ تھوڑی چیز پر راضی ہو جاتی ہیں۔''[2] ② امام بخاری ؒ کا مقصود یہ ہے کہ کسی خاص مقصد کے لیے بیوہ کا انتخاب کیا جاسکتا ہے، عام طور پر نکاح کے لیے کنواری کو ترجیح دی جائے۔

٥٠٧٨ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ: حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «أُرِيتُكِ فِي الْمَنَامِ مَرَّتَيْنِ، إِذَا رَجُلٌ يَحْمِلُكِ فِي سَرَقَةِ حَرِيرٍ فَيَقُولُ: هٰذِهِ امْرَأَتُكَ، فَأَكْشِفُهَا فَإِذَا هِيَ أَنْتِ، فَأَقُولُ: إِنْ يَكُنْ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللهِ يُمْضِهِ». [راجع: ٣٨٩٥]

[5078] حضرت عائشہ ؓ ہی سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مجھے تم خواب میں دو مرتبہ دکھائی گئیں۔ ایک آدمی تمھیں ریشمی کپڑے کے ٹکڑے میں اٹھائے ہوئے کہہ رہا تھا کہ یہ آپ کی بیوی ہے۔ میں نے اس کپڑے کو کھولا تو اس میں تمھاری صورت تھی۔ میں نے (دل میں) کہا: اگر یہ خواب اللہ کی طرف سے ہے تو وہ اسے ضرور شرمندۂ تعبیر کرے گا۔''

فوائد ومسائل: ① رسول اللہ ﷺ نے جو کچھ دیکھا تھا وہ حتمی اور یقینی تھا، البتہ علماء نے اس کے تین معانی بیان کیے ہیں: ○ یہ خواب اپنے ظاہر پر ہو جو تعبیر کا محتاج نہیں لیکن آپ نے اسے بصورت شک اس لیے بیان کیا کہ مذکورہ خواب اپنے ظاہر پر ہے یا تعبیر کا محتاج ہے۔ ○ اگر یہ دنیا کی بیوی ہے تو اللہ اس خواب کو ضرور پورا کرے گا اور یہ بات ہو کر رہے گی۔ رسول اللہ ﷺ کو اس میں شک تھا کہ یہ آپ کی دنیوی بیوی ہے یا آخرت میں ملنے والی شریک حیات ہے۔ ○ آپ کو اس میں کسی قسم کا شک

---

[1] صحيح البخاري، الجهاد والسير، حديث: 2967. [2] سنن ابن ماجه، النكاح، حديث: 1861.

نہیں تھا، آپ نے شک کی صورت میں ایک مبنی برحقیقت خبر دی۔ یہ بلاغت کی ایک قسم ہے جسے مَزْجُ الشَّكِّ بِالْيَقِين کہا جاتا ہے۔[1] ② حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے جامع ترمذی کے حوالے سے لکھا ہے کہ جو فرشتہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی تصویر لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا وہ حضرت جبرائیل علیہ السلام تھے۔[2]

(١٠) بَابُ تَزْوِيجِ الثَّيِّبَاتِ

باب:10- شوہر دیدہ عورتوں سے نکاح کرنا

وَقَالَتْ أُمُّ حَبِيبَةَ: قَالَ لِي النَّبِيُّ ﷺ: «لَا تَعْرِضْنَ عَلَيَّ بَنَاتِكُنَّ وَلَا أَخَوَاتِكُنَّ».

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے کہا: نبی ﷺ نے مجھ سے فرمایا: ''تم اپنی بیٹیوں اور بہنوں سے نکاح کی مجھے پیش کش نہ کرو۔''

وضاحت: اس روایت کو امام بخاری رحمہ اللہ نے حدیث نمبر:5160 کے تحت متصل سند سے بیان کیا ہے۔ استدلال کی بنیاد یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی ازواج سے فرمایا: ''تم اپنی لڑکیوں سے نکاح کے لیے مجھے پیش کش نہ کرو۔'' کسی عورت کا اپنی لڑکی سے نکاح کی پیشکش کرنا اسی صورت میں ممکن ہے جب وہ شادی شدہ ہو اور شادی شدہ عورت ہی شوہر دیدہ ہوتی ہے۔[3]

٥٠٧٩ - حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ: حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ: حَدَّثَنَا سَيَّارٌ عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ: قَفَلْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ مِنْ غَزْوَةٍ، فَتَعَجَّلْتُ عَلَى بَعِيرٍ لِي قَطُوفٍ، فَلَحِقَنِي رَاكِبٌ مِنْ خَلْفِي فَنَخَسَ بَعِيرِي بِعَنَزَةٍ كَانَتْ مَعَهُ، فَانْطَلَقَ بَعِيرِي كَأَجْوَدِ مَا أَنْتَ رَاءٍ مِنَ الْإِبِلِ، فَإِذَا النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ: «مَا يُعْجِلُكَ؟» قُلْتُ: كُنْتُ حَدِيثَ عَهْدٍ بِعُرْسٍ، قَالَ: «أَبِكْرًا أَمْ ثَيِّبًا؟»، قُلْتُ: ثَيِّبًا، قَالَ: «فَهَلَّا جَارِيَةً تُلَاعِبُهَا وَتُلَاعِبُكَ؟». قَالَ: فَلَمَّا ذَهَبْنَا لِنَدْخُلَ، قَالَ: «أَمْهِلُوا حَتَّى تَدْخُلُوا لَيْلًا - أَيْ عِشَاءً - لِكَيْ تَمْتَشِطَ الشَّعِثَةُ وَتَسْتَحِدَّ الْمُغِيبَةُ». [راجع: ٤٤٣]

[5079] حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ ہم ایک غزوے سے نبی ﷺ کے ہمراہ واپس آئے تو میں نے اپنے سست رفتار اونٹ پر چلنے میں جلدی کی۔ اس دوران میں میرے پیچھے سے ایک سوار مجھے آکر ملا اور اس نے میرے اونٹ کو اپنا چھوٹا سا نیزہ مارا۔ اس وجہ سے میرا اونٹ تیزی سے چلنے لگا جیسا کہ کسی عمدہ اونٹ کی چال تم نے دیکھی ہوگی۔ میں نے دیکھا تو وہ نبی ﷺ تھے۔ آپ نے مجھ سے فرمایا: ''تمھیں کس چیز کی جلدی ہے؟'' میں نے کہا: میری نئی نئی شادی ہوئی ہے۔ آپ نے پوچھا: ''کنواری سے یا بیوہ سے؟'' میں نے کہا: بیوہ سے۔ آپ نے فرمایا: ''کسی کنواری سے شادی کیوں نہ کی تاکہ تو اس سے دل لگی کرتا اور وہ تجھ سے خوش طبعی کرتی۔'' حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کہا: پھر جب ہم مدینہ طیبہ میں داخل ہونے لگے تو آپ نے فرمایا: ''تھوڑی دیر ٹھہر

1 عمدة القاري: 18/14. 2 جامع الترمذي، المناقب، حديث: 3880، وفتح الباري: 152/9. 3 فتح الباري: 153/9.

جاؤ، رات کے وقت گھروں میں جاؤ، تاکہ پراگندہ بالوں والی کنگھی کر لے اور جن کے شوہر موجود نہیں تھے وہ اپنے زیر ناف بال صاف کرلیں۔"

٥٠٨٠ - حَدَّثَنَا آدَمُ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ: حَدَّثَنَا مُحَارِبٌ قَالَ: سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يَقُولُ: تَزَوَّجْتُ، فَقَالَ لِي رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَا تَزَوَّجْتَ؟» فَقُلْتُ: تَزَوَّجْتُ ثَيِّبًا، فَقَالَ: «مَا لَكَ وَلِلْعَذَارَى وَلِعَابِهَا؟» فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِعَمْرِو بْنِ دِينَارٍ فَقَالَ عَمْرٌو: سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ يَقُولُ: قَالَ لِي رَسُولُ اللهِ ﷺ: «هَلَّا جَارِيَةً تُلَاعِبُهَا وَتُلَاعِبُكَ؟».

[راجع: ٤٤٣]

[5080] حضرت جابر بن عبداللہ ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: میں نے شادی کی تو رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے دریافت فرمایا: "تم نے کیسی عورت سے شادی کی ہے؟" میں نے کہا: ایک بیوہ سے شادی کی ہے۔ آپ نے فرمایا: "تمھیں کیا ہوگیا ہے کہ تم کنواری لڑکیوں کے ساتھ اٹکھیلیاں کرنے سے اجتناب کرتے ہو؟" راوی حدیث (شعبہ) نے کہا: میں نے یہ حدیث عمرو بن دینار سے ذکر کی تو انھوں نے کہا: میں نے حضرت جابر بن عبداللہ ؓ سے سنا، وہ کہتے تھے: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "کنواری لڑکی سے (شادی) کیوں نہ کی تو اس سے ہنسی مذاق کرتا وہ تجھ سے کھیل کود کرتی؟"

فوائد و مسائل: ① امام بخاری ؒ نے شوہر دیدہ سے نکاح کا جواز ثابت کیا ہے، البتہ رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کنواری سے نکاح کرنا پسند کرتے ہیں جیسا کہ حدیث کے آخری الفاظ سے معلوم ہوتا ہے، ہاں اگر کوئی دینی مصلحت ہو تو بیوہ سے نکاح کرنا راجح ہے جیسا کہ حضرت جابر بن عبداللہ ؓ سے مروی حدیث کے دوسرے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے دریافت کرنے پر انھوں نے کہا: اللہ کے رسول! میری چھ سات بہنیں ہیں، اگر ان جیسی کسی کنواری لڑکی سے شادی کرتا تو ان کی تربیت کیسے ہوتی؟ میں نے اس لیے شوہر دیدہ کا انتخاب کیا ہے تاکہ انھیں امور خانہ داری سے آگاہ کرے اور یہ کام کوئی تجربہ کار عورت ہی سرانجام دے سکتی ہے۔ حضرت جابر ؓ کی اس وضاحت کے بعد رسول اللہ ﷺ نے ان کے فعل کی تحسین فرمائی۔ ② واضح رہے کہ برصغیر میں پہلے پہلے مسلمانوں کے ہاں بیوگان سے نکاح کرنے کو معیوب خیال جاتا تھا، حضرت شاہ اسماعیل شہید ؒ نے اس رسم بد کے خلاف جہاد کیا اور عملاً اسے ختم کیا۔ واللہ المستعان.

(١١) بَابُ تَزْوِيجِ الصِّغَارِ مِنَ الْكِبَارِ

باب: 11- کم عمر لڑکی کا عمر رسیدہ مرد سے نکاح کرنا

٥٠٨١ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَزِيدَ، عَنْ عِرَاكٍ، عَنْ عُرْوَةَ: أَنَّ

[5081] حضرت عروہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت ابوبکر ؓ کی طرف حضرت عائشہ ؓ سے نکاح

النَّبِيَّ ﷺ خَطَبَ عَائِشَةَ إِلَى أَبِي بَكْرٍ فَقَالَ لَهُ أَبُو بَكْرٍ: إِنَّمَا أَنَا أَخُوكَ، فَقَالَ: «أَنْتَ أَخِي فِي دِينِ اللهِ وَكِتَابِهِ وَهِيَ لِي حَلَالٌ».

کرنے کا پیغام بھیجا تو انھوں نے عرض کی: ''میں تو آپ کا بھائی ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم اللہ کی کتاب کے مطابق میرے دینی بھائی ہو۔ وہ (عائشہ) میرے لیے حلال ہے۔''

فوائدومسائل: ① رسول اللہ ﷺ نے جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سامنے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کرنے کی خواہش کا ذکر کیا تو انھوں نے کہا: وہ تو آپ کی بھتیجی ہے اور بھتیجی سے نکاح درست نہیں۔ اس وقت رسول اللہ ﷺ نے وضاحت فرمائی کہ تم میرے دینی اور اسلامی بھائی ہو اور اسلامی اخوت، نکاح میں رکاوٹ نہیں بنتی، البتہ حقیقی بھتیجی سے نکاح حرام ہے۔ ② امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ کم عمر لڑکی کا بڑی عمر کے مرد سے نکاح جائز ہے، شرعاً اس میں کوئی ممانعت نہیں۔ ایک روایت میں مزید وضاحت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت خولہ بنت حکیم رضی اللہ عنہا کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا کہ وہ ان کے پاس حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کا ذکر کریں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: وہ تو ان کی بھتیجی ہے۔ اس سے نکاح کس طرح جائز ہوسکتا ہے؟ حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ کے پاس آکر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا کلام ذکر کیا تو آپ نے فرمایا: ''انھیں کہو کہ تم میرے دینی بھائی ہو، اس لیے تمھاری بیٹی میرے لیے حلال ہے۔'' حضرت خولہ رضی اللہ عنہا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئیں اور ان سے رسول اللہ ﷺ کی بات ذکر کی تو انھوں نے کہا: جاؤ، رسول اللہ ﷺ کو بلا لاؤ، چنانچہ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو انھوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا نکاح ان سے کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت خولہ رضی اللہ عنہا کے کلام کو اپنا کلام قرار دیا کیونکہ وہ آپ کی طرف سے وکیل تھیں۔[1]

(١٢) بَابٌ: إِلَى مَنْ يَنْكِحُ؟ وَأَيُّ النِّسَاءِ خَيْرٌ؟ وَمَا يُسْتَحَبُّ أَنْ يَتَخَيَّرَ لِنُطَفِهِ، مِنْ غَيْرِ إِيجَابٍ

باب: 12- کس عورت سے نکاح کرے؟ کون سی عورت بہتر ہے؟ اور اپنی نسل کے لیے کون سی عورتیں منتخب کرنا بہتر ہے، مگر یہ واجب نہیں

٥٠٨٢ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ: حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «خَيْرُ نِسَاءٍ رَكِبْنَ الْإِبِلَ صَالِحُ نِسَاءِ قُرَيْشٍ، أَحْنَاهُ عَلَى وَلَدٍ فِي صِغَرِهِ، وَأَرْعَاهُ عَلَى زَوْجٍ فِي ذَاتِ يَدِهِ». [راجع: ٣٤٣٤]

[5082] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ''اونٹ پر سوار ہونے والی عورتوں میں بہترین عورت قریش کی نیک عورت ہے جو اپنے بچے سے اس کی صغرسنی میں بہت زیادہ محبت کرنے والی اور اپنے شوہر کے مال و اسباب کی بہت اچھی حفاظت کرنے والی ثابت ہوتی ہے۔''

1 مسند أحمد: 211/6، والسنن الكبرى للبيهقي: 129/7، و فتح الباري: 156/9.

فوائد ومسائل: ① امام بخاری ؒ کا قائم کردہ یہ عنوان تین اجزاء پر مشتمل ہے: پہلا حکم حدیث سے ثابت ہوا کہ جو نکاح کرنا چاہے وہ قریش کی عورتوں سے نکاح کرے۔ دوسرا جز بھی حدیث سے ثابت ہوا کہ بہترین عورتیں قریش کی خواتین ہیں اور تیسرا جز بطور لزوم ثابت ہوا کہ جب قریش کی عورتیں بہترین ہیں تو نسل کے لیے ان کا انتخاب کرنا چاہیے۔ ② اس حدیث سے ثابت ہوا کہ خاندانی اعتبار سے قریشی عورتیں نکاح میں لائی جائیں کیونکہ یہ اپنے خاوندوں کے حقوق کی بہت پاسداری اور ان کے مال کی حفاظت کرتی ہیں، فضول خرچی کر کے ان کے مال کو تباہ نہیں کرتیں، نیز بچوں کی تربیت و نگہداشت کرنے میں ذمہ دار ثابت ہوتی ہیں۔[1]

(١٣) بَابُ اتِّخَاذِ السَّرَارِيِّ، وَمَنْ أَعْتَقَ جَارِيَةً ثُمَّ تَزَوَّجَهَا

باب: 13- لونڈیاں رکھنا اور جس نے اپنی لونڈی آزاد کر کے اس سے نکاح کر لیا

وضاحت: سَرَارِي، سُرِّيَّة کی جمع ہے۔ اس سے مراد وہ لونڈی ہے جو مباشرت کے لیے رکھی جائے۔ انھیں سَرَارِي اس لیے کہا جاتا ہے کہ ان کا معاملہ شوہر اپنی بیوی سے پوشیدہ رکھتا ہے۔ حدیث میں ہے: ''سراری سے نکاح کرو کیونکہ ان کے رحم پاکیزہ اور بابرکت ہوتے ہیں۔'' لیکن اس حدیث کی سند انتہائی کمزور ہے۔[2]

٥٠٨٣ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ: حَدَّثَنَا صَالِحُ بْنُ صَالِحٍ الْهَمْدَانِيُّ: حَدَّثَنَا الشَّعْبِيُّ: حَدَّثَنِي أَبُو بُرْدَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «أَيُّمَا رَجُلٍ كَانَتْ عِنْدَهُ وَلِيدَةٌ فَعَلَّمَهَا فَأَحْسَنَ تَعْلِيمَهَا، وَأَدَّبَهَا فَأَحْسَنَ تَأْدِيبَهَا، ثُمَّ أَعْتَقَهَا وَتَزَوَّجَهَا فَلَهُ أَجْرَانِ، وَأَيُّمَا رَجُلٍ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ آمَنَ بِنَبِيِّهِ وَآمَنَ - يَعْنِي - بِي فَلَهُ أَجْرَانِ، وَأَيُّمَا مَمْلُوكٍ أَدَّى حَقَّ مَوَالِيهِ وَحَقَّ رَبِّهِ فَلَهُ أَجْرَانِ».

[5083] حضرت ابو بردہ ؓ اپنے والد گرامی (حضرت ابو موسیٰ اشعری ؓ) سے روایت کرتے ہیں، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس شخص کے پاس لونڈی ہو وہ اس کو اچھی تعلیم سے آراستہ کرے، پھر اسے اچھے آداب سکھائے، اس کے بعد اسے آزاد کر کے اس سے نکاح کرے تو اس کے لیے دوگنا اجر ہے۔ اور جو کوئی اہل کتاب سے اپنے نبی پر ایمان لائے اور میری تصدیق کرتے ہوئے مجھ پر ایمان لے آئے تو اس کے لیے بھی دوگنا اجر ہے۔ اور جو غلام اپنے آقاؤں کا حق ادا کرے اور اپنے رب کا بھی حق ادا کرے تو اسے بھی دوگنا ثواب ملے گا۔''

قَالَ الشَّعْبِيُّ: خُذْهَا بِغَيْرِ شَيْءٍ، قَدْ كَانَ الرَّجُلُ يَرْحَلُ فِيمَا دُونَهَا إِلَى الْمَدِينَةِ.

شعبی نے کہا: یہ حدیث کسی معاوضے کے بغیر لے جاؤ، جبکہ پہلے اس سے کم مسائل (معلوم کرنے) کے لیے آدمی کو

[1] فتح الباري: 187/9. [2] المعجم الأوسط للطبراني: 187/8، رقم الحديث: 8353، و سلسلة الأحاديث الضعيفة: 352/8، و فتح الباري: 159/9.

مدینہ منورہ کا سفر کرنا پڑتا تھا۔

وَقَالَ أَبُو بَكْرٍ عَنْ أَبِي حَصِينٍ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: «أَعْتَقَهَا ثُمَّ أَصْدَقَهَا». [راجع: ٩٧]

ایک دوسری روایت میں ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''اس شخص نے لونڈی کو آزاد کر دیا اور اسے حق مہر بھی ادا کیا۔''

فوائد ومسائل: ① حدیث میں ذکر کردہ اشخاص کے علاوہ درج ذیل حضرات کو دوگنا اجر ملے گا: ○ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن۔ ○ وہ شخص جو مشقت اور تکلیف کے ساتھ قرآن کی تلاوت کرتا ہے۔ ○ جو اپنے قرابت داروں کو صدقہ دیتا ہے۔ ○ جو حاکم اپنے اجتہاد سے صحیح فیصلہ کرتا ہے۔ ○ جو کسی دوسرے کی صحیح رہنمائی کرتا ہے۔ ○ جس نے تیمم سے نماز پڑھی، پھر پانی دستیاب ہونے پر وضو کر کے دوبارہ نماز پڑھی۔ ② کچھ اہل علم لونڈی کو آزاد کر کے اس سے نکاح کرنے کو مکروہ خیال کرتے ہیں، چنانچہ ایک خراسانی نے امام شعبی رحمہ اللہ سے پوچھا: ہمارے ہاں اہل خراسان کہتے ہیں جو آدمی لونڈی آزاد کر کے اس سے نکاح کرتا ہے وہ اس آدمی کی طرح ہے جو قربانی کے اونٹ پر سواری کر لیتا ہے۔ اس کی تردید میں امام شعبی رحمہ اللہ نے یہ حدیث بیان کی۔ حضرت سعید بن مسیب اور ابراہیم نخعی سے اس کی کراہت منقول ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے ثابت کیا ہے کہ لونڈی کو آزاد کر کے اس سے نکاح کرنا دوگنے اجر کا باعث ہے۔[1]

٥٠٨٤ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ تَلِيدٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي جَرِيرُ بْنُ حَازِمٍ عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ. حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ عَنْ حَمَّادِ بْنِ زَيْدٍ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: «لَمْ يَكْذِبْ إِبْرَاهِيمُ إِلَّا ثَلَاثَ كَذَبَاتٍ: بَيْنَمَا إِبْرَاهِيمُ مَرَّ بِجَبَّارٍ وَمَعَهُ سَارَةُ - فَذَكَرَ الْحَدِيثَ - فَأَعْطَاهَا هَاجَرَ، قَالَتْ: كَفَّ اللهُ يَدَ الْكَافِرِ وَأَخْدَمَنِي آجَرَ». قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: فَتِلْكَ أُمُّكُمْ يَا بَنِي مَاءِ السَّمَاءِ. [راجع: ٢٢١٧]

[5084] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بظاہر تین خلاف واقعہ باتیں کی ہیں: ایک یہ کہ آپ کا گزر ایک ظالم بادشاہ کے پاس سے ہوا جبکہ آپ کے ہمراہ آپ کی بیوی حضرت سارہ تھیں۔ اس کے بعد مکمل حدیث بیان کی، (اس میں ہے کہ) اس (بادشاہ) نے بی بی ہاجرہ دے کر ان کو رخصت کیا۔ حضرت سارہ فرماتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کافر کا ہاتھ مجھ سے روک کے رکھا اور مجھے خدمت کے لیے ہاجرہ بھی عنایت کر دی۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے آسمان کے پانی سے گزر اوقات کرنے والو! یہی ہاجرہ تمھاری والدہ ہیں۔

فوائد ومسائل: ① آسمان کے پانی سے مراد آب زمزم ہے۔ اہل عرب کو طہارت نسب کی وجہ سے بني ماء السماء کہا جاتا ہے۔ ② حضرت ہاجرہ اس ظالم بادشاہ کی بیٹی تھیں، اس نے حضرت ابراہیم اور حضرت سارہ علیہما السلام کی کرامات کو دیکھا تو

[1] فتح الباري: 159/9.

اپنی اور بیٹی کی سعادت مندی خیال کی کہ اپنی بیٹی حضرت سارہ کی خدمت گزاری کے لیے انھیں ہبہ کر دی، پھر حضرت سارہ نے وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ہبہ کر دی جیسا کہ ایک حدیث میں ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت سارہ سے کہا کہ ہاجرہ مجھے ہبہ کر دو تو انھوں نے وہ آپ کو ہبہ کر دی۔ جب ان سے حضرت اسماعیل علیہ السلام پیدا ہوئے تو حضرت سارہ کو غیرت دامن گیر ہوئی، آخر کار حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت ہاجرہ اور ان کے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو وہاں سے لا کر وادئ غیر ذی زرع میں آباد کر دیا۔[1] بہر حال حضرت ہاجرہ ایک شاہی خاندان کی بیٹی تھیں جن کی قسمت میں ام اسماعیل بننے کی سعادت ازل سے لکھی ہوئی تھی۔ واللہ أعلم.

٥٠٨٥ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: أَقَامَ النَّبِيُّ ﷺ بَيْنَ خَيْبَرَ وَالْمَدِينَةِ ثَلَاثًا يُبْنَى عَلَيْهِ بِصَفِيَّةَ بِنْتِ حُيَيٍّ، فَدَعَوْتُ الْمُسْلِمِينَ إِلَى وَلِيمَتِهِ، فَمَا كَانَ فِيهَا خُبْزٌ وَلَا لَحْمٌ، أُمِرَ بِالْأَنْطَاعِ فَأُلْقِيَ فِيهَا مِنَ التَّمْرِ وَالْأَقِطِ وَالسَّمْنِ فَكَانَتْ وَلِيمَتَهُ، فَقَالَ الْمُسْلِمُونَ: إِحْدَى أُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِينَ أَوْ مِمَّا مَلَكَتْ يَمِينُهُ، فَقَالُوا: إِنْ حَجَبَهَا فَهِيَ مِنْ أُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِينَ، وَإِنْ لَمْ يَحْجُبْهَا فَهِيَ مِمَّا مَلَكَتْ يَمِينُهُ، فَلَمَّا ارْتَحَلَ وَطَّأَ لَهَا خَلْفَهُ وَمَدَّ الْحِجَابَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ النَّاسِ. [راجع: ٣٧١]

[5085] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے خیبر اور مدینے کے درمیان تین دن تک قیام فرمایا اور اسی مقام پر حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ خلوت کی۔ پھر میں نے آپ کے ولیمے کے لیے مسلمانوں کو دعوت دی۔ اس دعوت ولیمہ میں نہ روٹی تھی اور نہ گوشت ہی تھا، تاہم دستر خوان بچھانے کا حکم دیا گیا اور اس پر کھجور، پنیر اور گھی ڈال دیا گیا۔ یہی آپ ﷺ کا ولیمہ تھا۔ کچھ مسلمانوں نے کہا کہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا امہات المومنین سے ہے یا آپ کی لونڈی، اس پر کچھ دوسرے لوگوں نے کہا: اگر آپ ﷺ نے ان کے لیے پردے کا اہتمام فرمایا تو وہ ام المومنین ہیں اور اگر پردے کا حکم نہ دیا تو آپ کی باندی ہے۔ بعد ازاں جب آپ نے وہاں سے کوچ کیا تو ان کے لیے اپنی سواری پر اپنے پیچھے جگہ بنائی، نیز ان کے اور لوگوں کے درمیان پردہ ڈال دیا۔

فوائد و مسائل: ① اس حدیث سے امام بخاری رحمہ اللہ نے عنوان اس طرح ثابت کیا ہے کہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے متعلق ابتدائی طور پر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو رسول اللہ ﷺ کی بیوی اور لونڈی ہونے میں تردد تھا، اسی تردد سے لونڈی رکھنے کا جواز ثابت کیا ہے، لیکن بعد میں انھیں یقین ہو گیا کہ رسول اللہ ﷺ نے آپ کو اپنے حرم میں داخل فرما لیا ہے اور وہ امہات المومنین میں شامل ہو چکی ہیں۔ ② اس کی عنوان سے مطابقت اس طرح بھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو آزاد کر کے ان سے نکاح کر لیا تھا۔

---

1. مسند أبي يعلى الموصلي: 428/10، رقم: 6039، و فتح الباري: 161/9.

(١٤) بَابُ مَنْ جَعَلَ عِتْقَ الْأَمَةِ صَدَاقَهَا

باب: 14- جس نے لونڈی کی آزادی ہی کو اس کا حق مہر قرار دیا

٥٠٨٦ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ ثَابِتٍ وَشُعَيْبِ بْنِ الْحَبْحَابِ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ أَعْتَقَ صَفِيَّةَ وَجَعَلَ عِتْقَهَا صَدَاقَهَا.

[5086] حضرت انس ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت صفیہ ؓ کو آزاد کیا اور ان کی آزادی ہی کو ان کا حق مہر قرار دیا۔

فوائد و مسائل: ① حضرت صفیہ ؓ جنگ خیبر میں گرفتار ہوئی تھیں، رسول اللہ ﷺ نے انھیں آزاد کر کے ان سے نکاح کر لیا اور ان کی آزادی کو ان کا حق مہر قرار دیا۔ اکثر اہل علم کا موقف ہے کہ ظاہر حدیث کے پیش نظر لونڈی کی آزادی اس کا حق مہر ہو سکتی ہے جیسا کہ مذکورہ حدیث میں وضاحت ہے۔ اس کے علاوہ طبرانی کی روایت میں حضرت صفیہ ؓ کا بیان ہے کہ میری آزادی ہی میرا مہر قرار پائی۔ [1] ② حافظ ابن حجر ؒ لکھتے ہیں کہ اس حدیث کے ظاہر کے پیش نظر متقدمین میں سے سعید بن مسیب، ابراہیم نخعی، طاؤس، زہری، ثوری، ابو یوسف، امام احمد اور اسحاق ؒ کا موقف ہے کہ جب کوئی شخص اپنی لونڈی کو اس شرط پر آزاد کرتا ہے کہ اس کی آزادی ہی اس کا حق مہر قرار پائے گی تو عقد نکاح، آزادی اور حق مہر صحیح ہے اور ایسا کرنا جائز ہے، جبکہ کچھ اہل علم کہتے ہیں کہ ایسا کرنا رسول اللہ ﷺ کا خاصہ تھا، کسی دوسرے کے لیے ایسا کرنا جائز نہیں۔ دلائل کے اعتبار سے پہلا موقف زیادہ مضبوط ہے۔ واللہ أعلم. [2]

(١٥) بَابُ تَزْوِيجِ الْمُعْسِرِ

باب: 15- تنگ دست اور مفلس کا شادی کرنا

لِقَوْلِهِ تَعَالَى: ﴿إِن يَكُونُوا فُقَرَآءَ يُغْنِهِمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ﴾ [النور: ٣٢]

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''اگر وہ فقیر ہوں گے تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے انھیں غنی کر دے گا۔''

وضاحت: امام بخاری ؒ کا مقصد ہے کہ ناداری، صحت نکاح کے لیے مانع نہیں ہے، ہاں اگر نکاح کے بعد نان و نفقہ نہ ہو تو الگ بات ہے۔ بعض دفعہ نکاح، تنگ دست انسان کے لیے باعث خیر و برکت بن جاتا ہے اور اس کے ذریعے سے رزق میں فراوانی آجاتی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے آیت کریمہ میں واضح طور پر اشارہ فرمایا ہے۔

٥٠٨٧ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِيهِ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ

[5087] حضرت سہل بن سعد ساعدی ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ ایک عورت رسول اللہ ﷺ کی خدمت

1 المعجم الأوسط للطبراني: 236/8، رقم: 8502. 2 فتح الباري: 161/9.

السَّاعِدِيِّ قَالَ: جَاءَتِ امْرَأَةٌ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ، جِئْتُ أَهَبُ لَكَ نَفْسِي، قَالَ: فَنَظَرَ إِلَيْهَا رَسُولُ اللهِ ﷺ فَصَعَّدَ النَّظَرَ فِيهَا وَصَوَّبَهُ ثُمَّ طَأْطَأَ رَسُولُ اللهِ ﷺ رَأْسَهُ، فَلَمَّا رَأَتِ الْمَرْأَةُ أَنَّهُ لَمْ يَقْضِ فِيهَا شَيْئًا جَلَسَتْ، فَقَامَ رَجُلٌ مِنْ أَصْحَابِهِ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنْ لَمْ يَكُنْ لَكَ بِهَا حَاجَةٌ فَزَوِّجْنِيهَا، فَقَالَ: «وَهَلْ عِنْدَكَ مِنْ شَيْءٍ؟» قَالَ: لَا، وَاللهِ يَا رَسُولَ اللهِ، فَقَالَ: «اِذْهَبْ إِلَى أَهْلِكَ فَانْظُرْ هَلْ تَجِدُ شَيْئًا؟» فَذَهَبَ ثُمَّ رَجَعَ فَقَالَ: لَا، وَاللهِ مَا وَجَدْتُ شَيْئًا، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «أُنْظُرْ وَلَوْ خَاتَمًا مِنْ حَدِيدٍ». فَذَهَبَ ثُمَّ رَجَعَ فَقَالَ: لَا، وَاللهِ يَا رَسُولَ اللهِ وَلَا خَاتَمًا مِنْ حَدِيدٍ وَلَكِنْ هٰذَا إِزَارِي - قَالَ سَهْلٌ: مَا لَهُ رِدَاءٌ - فَلَهَا نِصْفُهُ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَا تَصْنَعُ بِإِزَارِكَ؟ إِنْ لَبِسْتَهُ لَمْ يَكُنْ عَلَيْهَا مِنْهُ شَيْءٌ. وَإِنْ لَبِسَتْهُ لَمْ يَكُنْ عَلَيْكَ مِنْهُ شَيْءٌ». فَجَلَسَ الرَّجُلُ حَتَّى إِذَا طَالَ مَجْلِسُهُ قَامَ، فَرَآهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ مُوَلِّيًا فَأَمَرَ بِهِ فَدُعِيَ، فَلَمَّا جَاءَ قَالَ: «مَاذَا مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ؟» قَالَ: مَعِي سُورَةُ كَذَا وَسُورَةُ كَذَا، عَدَّدَهَا، فَقَالَ: «تَقْرَؤُهُنَّ عَنْ ظَهْرِ قَلْبِكَ؟»، قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: «اذْهَبْ فَقَدْ مَلَّكْتُكَهَا بِمَا مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ».

[راجع: ٢٣١٠]

میں حاضر ہوئی اور عرض کی: اللہ کے رسول! میں حاضر خدمت ہوں اور اپنی ذات آپ کو ہبہ کرتی ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے نظر اوپر اٹھا کر اسے دیکھا، پھر اپنی نگاہ نیچے کی اور سر مبارک جھکا لیا۔ جب اس خاتون نے دیکھا کہ آپ ﷺ نے اس کے متعلق کوئی فیصلہ نہیں کیا تو وہ بیٹھ گئی۔ تب آپ کے صحابۂ کرام ؓ میں سے ایک صاحب کھڑے ہوئے اور عرض کی: اللہ کے رسول! اگر آپ کو اس کی حاجت نہیں ہے تو اس کا نکاح مجھ سے کر دیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیا تیرے پاس کچھ مال ہے؟'' اس نے کہا: اللہ کے رسول! اللہ کی قسم میرے پاس کچھ نہیں ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اپنے گھر جاؤ، ممکن ہے کہ وہاں سے کوئی چیز مل جائے۔'' چنانچہ وہ گئے اور واپس آ کر کہا: اللہ کی قسم! میں نے وہاں کچھ نہیں پایا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''دیکھو اگر لوہے کی انگوٹھی بھی مل جائے تو لے آؤ۔'' وہ گیا اور واپس آ کر عرض کی: اللہ کی قسم! اللہ کے رسول! میرے پاس لوہے کی انگوٹھی بھی نہیں ہے، البتہ میرے پاس یہ لنگی ہے...... حضرت سہل ؓ نے کہا کہ اس کے پاس اوڑھنے کے لیے چادر نہ تھی...... اس آدمی نے کہا کہ اس عورت کے لیے لنگی کا نصف ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''وہ عورت تیرے ازار کو کیا کرے گی؟ اگر تو نے اسے باندھ لیا تو اس کے لیے کچھ نہ ہوگا اور اگر اس نے اوڑھ لیا تو تیرے لیے کچھ نہ ہوگا۔'' چنانچہ وہ صاحب بیٹھ گئے حتی کہ جب مجلس لمبی ہو گئی تو وہ اٹھ کھڑا ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے اسے پیٹھ پھیر کر جاتے دیکھ کر واپسی کا حکم دیا۔ جب وہ واپس آیا تو آپ نے اس سے پوچھا: کیا تمھیں کچھ قرآن یاد ہے؟ اس نے کہا: مجھے فلاں فلاں سورت یاد ہے، اس نے چند سورتوں کے نام شمار کیے۔ آپ نے دوبارہ پوچھا: ''کیا تم زبانی پڑھ

سکتے ہو؟“ اس نے کہا: ہاں۔ آپ نے فرمایا: ”اس قرآن کی بدولت جو تمھارے پاس ہے، میں نے اس عورت کا تمھیں مالک بنا دیا ہے۔“

فوائد ومسائل: ① امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث سے یہ ثابت کیا ہے کہ وقتی طور پر اگر کوئی نادار یا مفلس ہے تو یہ ناداری نکاح میں رکاوٹ نہیں ہونی چاہیے۔ رسول اللہ ﷺ نے حدیث میں مذکور ایک نادار ومفلس شخص کا نکاح قرآن کی چند سورتوں کے بدلے میں کر دیا تھا، اگر ناداری ومفلسی رکاوٹ کا باعث ہوتی تو رسول اللہ ﷺ اس کا نکاح نہ کرتے۔ ② تنگدست آدمی نکاح کر سکتا ہے۔ نکاح کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس کی تنگدستی دور کرنے کا وعدہ کیا ہے لیکن اس وعدے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ جو بھی محتاج شادی کرے گا شادی کے بعد وہ مال دار اور غنی ہو جائے گا بلکہ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ انسان نکاح کے بعد احساس ذمہ داری کی وجہ سے پوری طرح محنت کرنے لگتا ہے جو پہلے نہیں کرتا تھا۔ کبھی بیوی اس کے کسب معاش کے سلسلے میں معاون بن جاتی ہے، کبھی بیوی کے کنبے والے اس سلسلے میں اس کا ہاتھ بٹاتے ہیں، کبھی مرد کے لیے کمائی اور آمدنی کی ایسی راہیں کھل جاتی ہیں جس کا اسے پہلے وہم وگمان بھی نہیں ہوتا۔ بہرحال مفلسی اور ناداری کو نکاح کے لیے رکاوٹ خیال نہیں کرنا چاہیے اور یقین رکھنا چاہیے کہ رزق کی تنگی اور فراخی کا انحصار نہ نکاح کرنے پر ہے اور نہ مجرد رہنے پر، لہٰذا اس بنا پر نکاح سے گریز نہیں کرنا چاہیے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں: وقتی طور پر تنگ دستی کو نکاح میں رکاوٹ نہیں بنا چاہیے، ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ نکاح کے بعد رزق کے دروازے اس کے لیے کھول دے۔[1]

(١٦) بَابُ الْأَكْفَاءِ فِي الدِّينِ

باب: 16- ہم پلہ ہونے میں دینداری کا لحاظ کرنا

وَقَوْلُهُ: ﴿وَهُوَ ٱلَّذِى خَلَقَ مِنَ ٱلْمَآءِ بَشَرًا فَجَعَلَهُۥ نَسَبًا وَصِهْرًا﴾ الْآيَةَ [الفرقان: ٥٤]

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”اللہ وہی ہے جس نے انسان کو پانی سے پیدا کیا، پھر اسے نسب اور سسرال والا بنایا۔“

وضاحت: أَكْفَاء، کفو کی جمع ہے جس کے معنی ہیں: ہم مثل اور ہم پلہ۔ شادی کرتے وقت دین میں ہم پلہ ہونا ضروری ہے، لہٰذا ایک مسلمان عورت کا نکاح کافر مرد سے نہیں ہو سکتا۔ اکثر اہل علم کے نزدیک نکاح کے وقت میاں بیوی کا صرف دین میں متحد ہونا ضروری ہے، اس کے علاوہ اور کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے، مثلاً: سید، شیخ، مغل، ارائیں، رانا، بلوچ اور پٹھان جو مسلمان ہوں وہ سب ایک دوسرے کے لیے ہم پلہ ہیں۔ لیکن کچھ اہل علم کا خیال ہے کہ دین کے علاوہ نسب اور خاندان کا بھی لحاظ ہونا چاہیے لیکن مہاجرین صحابہ کا انصار کی عورتوں سے نکاح کرنا اس امر کا واضح ثبوت ہے کہ ہم پلہ ہونے میں صرف دین کا ہونا ضروری ہے باقی سب کچھ اضافی اور ثانوی حیثیت رکھتا ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ کا یہی موقف ہے اور پیش کردہ احادیث بھی اسی موقف کی تائید کرتی ہیں۔ واللہ أعلم.

---

1 فتح الباري: 164/9.

٥٠٨٨ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ عَنْ عائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: أَنَّ أَبَا حُذَيْفَةَ بْنَ عُتْبَةَ بْنِ رَبِيعَةَ بْنِ عَبْدِ شَمْسٍ - وَكَانَ مِمَّنْ شَهِدَ بَدْرًا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ - تَبَنَّى سَالِمًا وَأَنْكَحَهُ بِنْتَ أَخِيهِ هِنْدًا بِنْتَ الْوَلِيدِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ رَبِيعَةَ وَهُوَ مَوْلًى لِامْرَأَةٍ مِنَ الْأَنْصَارِ، كَمَا تَبَنَّى النَّبِيُّ ﷺ زَيْدًا، وَكَانَ مَنْ تَبَنَّى رَجُلًا فِي الْجَاهِلِيَّةِ دَعَاهُ النَّاسُ إِلَيْهِ وَوَرِثَ مِنْ مِيرَاثِهِ، حَتَّى أَنْزَلَ اللهُ ﴿ٱدْعُوهُمْ لِآبَآئِهِمْ﴾ إِلَى قَوْلِهِ: ﴿وَمَوَٰلِيكُمْ﴾ فَرُدُّوا إِلَى آبَائِهِمْ، فَمَنْ لَمْ يُعْلَمْ لَهُ أَبٌ كَانَ مَوْلًى وَأَخًا فِي الدِّينِ. فَجَاءَتْ سَهْلَةُ بِنْتُ سُهَيْلِ بْنِ عَمْرٍو الْقُرَشِيِّ ثُمَّ الْعَامِرِيِّ - وَهِيَ امْرَأَةُ أَبِي حُذَيْفَةَ بْنِ عُتْبَةَ - النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّا كُنَّا نَرَى سَالِمًا وَلَدًا، وَقَدْ أَنْزَلَ اللهُ فِيهِ مَا قَدْ عَلِمْتَ. فَذَكَرَ الْحَدِيثَ. [راجع: ٤٠٠٠]

[5088] حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے کہ ابو حذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ بن عبد شمس ان صحابۂ کرام ؓ میں سے تھے جنھوں نے نبی ﷺ کے ہمراہ غزوۂ بدر میں شرکت کی تھی۔ انھوں نے حضرت سالم بن معقل ؓ کو لے پالک (منہ بولا بیٹا) بنایا، پھر ان کا نکاح اپنی بھتیجی حضرت ہند بنت ولید بن عتبہ بن ربیعہ سے کر دیا۔ یہ ایک انصاری خاتون کے آزاد کردہ غلام تھے۔ اسی طرح نبی ﷺ نے حضرت زید بن حارثہ ؓ کو اپنا لے پالک قرار دیا تھا۔ دور جاہلیت کا یہ دستور تھا کہ اگر کوئی کسی کو لے پالک بناتا تو لوگ اسے اسی کی طرف نسبت کر کے پکارا کرتے تھے اور اسے وراثت میں حصہ دار بناتے تھے۔ لیکن جب یہ آیت نازل ہوئی: ''انھیں ان کے حقیقی باپ کی طرف منسوب کر کے پکارو۔'' اس آیت کے نزول کے بعد لوگ انھیں ان کے حقیقی باپ کی طرف منسوب کر کے پکارنے لگے، البتہ جس کے باپ کا علم نہ ہوتا اسے مولیٰ اور دینی بھائی کہا جاتا۔ اس حکم کے بعد حضرت ابو حذیفہ ؓ کی بیوی حضرت سہلہ بنت سہیل بن عمرو القرشی العامری ؓ نبی کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کی: اللہ کے رسول! ہم تو حضرت سالم ؓ کو اپنے حقیقی بیٹے جیسا خیال کرتے تھے۔ اب اللہ تعالیٰ نے جو حکم اتارا ہے وہ آپ کو معلوم ہے، پھر آخر تک حدیث بیان کی۔

فوائد و مسائل: ① پوری حدیث اس طرح ہے کہ حضرت سہلہ ؓ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی: اللہ کے رسول! اب سالم بالغ ہو چکا ہے اور حضرت ابو حذیفہ کو اس کا گھر میں آنا جانا بہت گراں گزرتا ہے، اب آپ اس کے متعلق کیا حکم دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ''تم اسے دودھ پلا دو۔'' چنانچہ اس نے پانچ مرتبہ دودھ پلا دیا تو وہ اس کے رضاعی بیٹے کی طرح ہو گیا۔ ② اس حدیث کی عنوان سے مطابقت اس طرح ہے کہ حضرت سالم ؓ ایک انصاری خاتون کے آزاد کردہ غلام تھے مگر حضرت ابو حذیفہ ؓ نے اپنی بھتیجی سے ان کا نکاح کر دیا جو شرفائے قریش میں سے تھیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہم پلہ ہونے میں صرف دین کا لحاظ ہی کافی ہے، اگر اس کے ساتھ ساتھ خاندان اور نسب میں یکسانیت ہو تو بہتر لیکن خاندان اور برادری کو اولین حیثیت نہیں دینی چاہیے۔ جو لوگ دین کو چھوڑ کر صرف برادری ازم کا خیال رکھتے ہیں انھیں آئندہ بہت مشکلات، آزمائشوں اور تکلیفوں سے گزرنا

پڑتا ہے اور اگر صرف دینداری کو پیش نظر رکھا اور خاندان کو ثانوی حیثیت دی تو ان شاء اللہ دین کی برکت سے یہ رشتہ کامیابی سے ہمکنار ہوگا۔ واللہ أعلم.

٥٠٨٩ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ: حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: دَخَلَ رَسُولُ اللهِ ﷺ عَلَى ضُبَاعَةَ بِنْتِ الزُّبَيْرِ فَقَالَ لَهَا: «لَعَلَّكِ أَرَدْتِ الْحَجَّ»، قَالَتْ: وَاللهِ لَا أَجِدُنِي إِلَّا وَجِعَةً، فَقَالَ لَهَا: «حُجِّي وَاشْتَرِطِي، قُولِي: اَللّٰهُمَّ مَحِلِّي حَيْثُ حَبَسْتَنِي». وَكَانَتْ تَحْتَ الْمِقْدَادِ بْنِ الْأَسْوَدِ.

[5089] حضرت عائشہ ؓ ہی سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ حضرت ضباعہ بنت زبیر ؓ کے پاس گئے اور ان سے فرمایا: ”شاید تمھارا حج کرنے کا ارادہ ہے؟“ انھوں نے عرض کی: اللہ کی قسم! میں تو خود کو بیمار پاتی ہوں۔ آپ ﷺ نے ان سے فرمایا: ”تم حج کا احرام باندھ لو، البتہ شرط لگا کر یوں کہہ دو: اے اللہ! میں اس وقت حلال ہو جاؤں گی جب تو مجھے روک لے گا۔“ اور یہ خاتون حضرت مقداد بن اسود ؓ کے نکاح میں تھیں۔

فوائد و مسائل: ① حضرت مقداد ؓ نسبی اعتبار سے عمرو کندی کے بیٹے تھے لیکن اسود بن عبد یغوث نے انھیں لے پالک بنایا تھا، اس لیے انھیں مقداد بن اسود کہا جانے لگا۔ انھوں نے قریش سے عہد و پیمان کر رکھا تھا اس بنا پر حلیف قریش تھے، البتہ ان کی شادی ایک ہاشمی خاتون حضرت ضباعہ بنت زبیر ؓ سے ہوئی جو حسب و نسب کے اعتبار سے حضرت مقداد ؓ سے کہیں بڑھ کر تھیں۔ چونکہ اسلام میں حسب و نسب کی ثانوی حیثیت ہے، اس لیے اس کی پروا نہ کرتے ہوئے ان کی شادی حضرت مقداد ؓ سے کر دی گئی۔ ② اس میں تنبیہ ہے کہ حسب و نسب پر دین کو ترجیح دی جائے، چنانچہ حدیث میں ہے: ”جب تمھارے پاس کوئی ایسا شخص نکاح کا پیغام بھیجے جس کا دین اور اخلاق تم پسند کرتے ہو تو اس سے نکاح کر دو، اگر تم ایسا نہیں کرو گے تو زمین میں فتنہ اور بہت بڑا فساد ہوگا۔“[1] اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نکاح کے لیے دین و اخلاق کو ترجیح دی جائے اور نسب و خاندان کی ثانوی حیثیت ہے۔

٥٠٩٠ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ: حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ عُبَيْدِ اللهِ قَالَ: حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ أَبِي سَعِيدٍ عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «تُنْكَحُ الْمَرْأَةُ لِأَرْبَعٍ: لِمَالِهَا، وَلِحَسَبِهَا، وَجَمَالِهَا، وَلِدِينِهَا، فَاظْفَرْ بِذَاتِ الدِّينِ تَرِبَتْ يَدَاكَ».

[5090] حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے، وہ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ”عورت سے چار خصلتوں کے پیش نظر نکاح کیا جاتا ہے: مال، نسب، خوبصورتی اور دینداری۔ تمھارے دونوں ہاتھ خاک آلود ہوں! تم دیندار عورت سے شادی کر کے کامیابی حاصل کرو۔“

1 جامع الترمذي، النكاح، حديث: 1084.

فوائد ومسائل: ① نکاح کے موقع پر حسب ونسب کا خیال رکھنا مصالح اور فوائد سے خالی نہیں لیکن دینداری اور اخلاق و کردار کا خیال رکھنا انتہائی ضروری ہے۔ ② مال میں ہم پلہ ہونا ضروری نہیں جیسا کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ جو ایک تاجر اور مال دار شخص تھے انھوں نے اپنی ہمشیر کا نکاح حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے کیا تھا جو ایک حبشی غلام تھے۔[1] اسی طرح حسب ونسب میں بھی ہم پلہ ہونا ضرور نہیں ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے خود زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ (جو کہ غلام تھے) کا نکاح حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا (جو ایک قریشی خاتون تھیں) سے کر دیا تھا جیسا کہ قرآن کریم میں اس کا اشارہ ملتا ہے۔[2]

٥٠٩١ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ حَمْزَةَ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ سَهْلٍ قَالَ: مَرَّ رَجُلٌ عَلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ فَقَالَ: «مَا تَقُولُونَ فِي هٰذَا؟» قَالُوا: حَرِيٌّ إِنْ خَطَبَ أَنْ يُنْكَحَ، وَإِنْ شَفَعَ أَنْ يُشَفَّعَ، وَإِنْ قَالَ أَنْ يُسْتَمَعَ، قَالَ: ثُمَّ سَكَتَ، فَمَرَّ رَجُلٌ مِنْ فُقَرَاءِ الْمُسْلِمِينَ فَقَالَ: «مَا تَقُولُونَ فِي هٰذَا؟» قَالُوا: حَرِيٌّ إِنْ خَطَبَ أَنْ لَا يُنْكَحَ، وَإِنْ شَفَعَ أَنْ لَا يُشَفَّعَ، وَإِنْ قَالَ أَنْ لَا يُسْمَعَ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «هٰذَا خَيْرٌ مِنْ مِلْءِ الْأَرْضِ مِثْلَ هٰذَا». [انظر: ٦٤٤٧]

[5091] حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کے پاس سے گزرا تو آپ نے فرمایا: ''اس شخص کے متعلق تمھاری کیا رائے ہے؟'' صحابہ نے عرض کیا: یہ اس لائق ہے کہ اگر یہ پیغام نکاح بھیجے تو اس سے نکاح کر دیا جائے، اگر کسی کی سفارش کرے تو اس کی سفارش قبول کی جائے اور اگر کوئی بات کرے تو اسے غور سے سنا جائے۔ حضرت سہل نے کہا: اس کے بعد آپ ﷺ خاموش ہو گئے۔ اتنے میں ایک دوسرا شخص وہاں سے گزرا جو مسلمانوں کے محتاج اور غریب لوگوں سے تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس کے متعلق تمھارا کیا خیال ہے؟'' صحابہ نے عرض کی: یہ اس لائق ہے کہ اگر پیغام نکاح بھیجے تو اس سے نکاح نہ کیا جائے، اگر کسی کی سفارش کرے تو اس کی سفارش قبول نہ کی جائے اور اگر کوئی بات کرے تو اس کی بات نہ سنی جائے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''پہلے شخص جیسے لوگوں سے اگر زمین بھر جائے تو ان سے یہ فقیر مومن بہتر ہے۔''

فوائد ومسائل: ① بہتر ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اگر فرضی طور پر اس طرح کے مال داروں سے دنیا بھر جائے تو ان کے مقابلے یہ اکیلا غریب شخص درجے میں بڑھ کر ہوگا۔ ایک دوسری حدیث میں ہے: غریب دیندار لوگ مال داروں سے پانچ سو سال پہلے جنت میں جائیں گے۔[3] ② اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کوئی بے دین آدمی کتنا ہی بڑا مال دار ہو وہ ایک دین دار عورت کا ہم پلہ نہیں ہو سکتا بلکہ اس کے مقابلے میں ایک دین دار غریب شخص کو ترجیح دی جائے گی۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

[1] سنن الدارقطني: 302/3. [2] الأحزاب 33: 37. [3] سنن أبي داود، العلم، حديث: 3666.

حدیث میں ذکر کردہ فقیر کی ذکر کردہ مال دار پر فضیلت ثابت ہوئی لیکن اس سے ہر فقیر کی ہر قسم کے غنی پر فضیلت ثابت نہیں ہوتی۔[1] ③ حدیث کی عنوان سے مطابقت اس طرح ہے کہ دین کی وجہ سے اس فقیر کی غنی پر فضیلت ثابت ہوئی کہ وہ ہر عورت کے لیے ہم پلہ بن سکتا ہے۔ بہر حال دین داری کو ہر لحاظ سے فوقیت حاصل ہے۔[2]

(١٧) بَابُ الْأَكْفَاءِ فِي الْمَالِ، وَتَزْوِيجِ الْمُقِلِّ الْمُثْرِيَةَ

باب: 17- ہم پلہ ہونے میں مال داری کو ملحوظ رکھنا، نیز مفلس آدمی کا مال دار عورت سے نکاح کرنا

٥٠٩٢ - حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ: أَنَّهُ سَأَلَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا ﴿وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا فِي الْيَتَامَى﴾ [النساء: ٣] قَالَتْ: يَا ابْنَ أُخْتِي، هٰذِهِ الْيَتِيمَةُ تَكُونُ فِي حَجْرِ وَلِيِّهَا فَيَرْغَبُ فِي جَمَالِهَا وَمَالِهَا وَيُرِيدُ أَنْ يَنْتَقِصَ صَدَاقَهَا، فَنُهُوا عَنْ نِكَاحِهِنَّ إِلَّا أَنْ يُقْسِطُوا فِي إِكْمَالِ الصَّدَاقِ، وَأُمِرُوا بِنِكَاحِ مَنْ سِوَاهُنَّ. قَالَتْ: وَاسْتَفْتَى النَّاسُ رَسُولَ اللهِ ﷺ بَعْدَ ذٰلِكَ فَأَنْزَلَ اللهُ تَعَالَى ﴿وَيَسْتَفْتُونَكَ فِي النِّسَاءِ﴾ إِلَى ﴿وَتَرْغَبُونَ أَنْ تَنْكِحُوهُنَّ﴾ [النساء: ١٢٧] فَأَنْزَلَ اللهُ لَهُمْ، أَنَّ الْيَتِيمَةَ إِذَا كَانَتْ ذَاتَ جَمَالٍ وَمَالٍ رَغِبُوا فِي نِكَاحِهَا وَنَسَبِهَا فِي إِكْمَالِ الصَّدَاقِ، وَإِذَا كَانَتْ مَرْغُوبَةً عَنْهَا فِي قِلَّةِ الْمَالِ وَالْجَمَالِ تَرَكُوهَا وَأَخَذُوا غَيْرَهَا مِنَ النِّسَاءِ، قَالَتْ: فَكَمَا يَتْرُكُونَهَا حِينَ يَرْغَبُونَ عَنْهَا فَلَيْسَ لَهُمْ أَنْ يَنْكِحُوهَا إِذَا رَغِبُوا فِيهَا إِلَّا أَنْ يُقْسِطُوا لَهَا وَيُعْطُوهَا حَقَّهَا الْأَوْفَى مِنَ الصَّدَاقِ. [راجع:

[5092] حضرت عروہ سے روایت ہے، انھوں نے حضرت عائشہ ؓ سے درج ذیل آیت کے متعلق سوال کیا: ”اور اگر تمھیں اندیشہ ہو کہ تم یتیم لڑکیوں کے متعلق انصاف نہیں کر سکو گے......“ حضرت عائشہ ؓ نے فرمایا: اے میرے بھانجے! مذکورہ آیت میں اس یتیم لڑکی کا حکم بیان ہوا ہے جو اپنے سرپرست کی پرورش میں ہو اور وہ اس کی خوبصورتی اور مال داری کی وجہ سے اس میں دلچسپی رکھتا ہو کہ اس سے نکاح کرلے لیکن اس کا حق مہر پورا پورا ادا نہ کرے۔ اس قسم کے سرپرستوں کو اپنی زیر کفالت یتیم بچیوں سے نکاح کرنا منع قرار دیا گیا ہے۔ البتہ اس صورت میں ان سے نکاح کرنے کی اجازت ہے جب وہ ان کا حق مہر انصاف کے ساتھ پورا پورا ادا کریں۔ اگر وہ ایسا نہ کریں تو انھیں زیر کفالت بچیوں کے علاوہ دوسری عورتوں سے نکاح کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ حضرت عائشہ ؓ نے فرمایا: اس کے بعد لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے فتویٰ پوچھا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ”اور وہ (لوگ) آپ سے عورتوں کے متعلق فتویٰ پوچھتے ہیں......“ آخر تک۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ بیان کیا ہے کہ یتیم لڑکیاں اگر خوبصورت اور مال دار ہوں تو ان سے نکاح اور ان کے

---

1 فتح الباري: 9/171. 2 عمدة القاري: 14/34.

[٢٤٩٤]

نسب میں دلچسپی رکھتے ہیں اور پورا پورا حق مہر ادا کر کے ان سے نکاح کر لیتے ہیں لیکن اگر ان میں حسن کی کمی اور مال کی قلت ہو تو پھر ان کی طرف رغبت نہیں ہوتی بلکہ انھیں چھوڑ کر دوسری عورتوں سے نکاح کر لیتے ہیں۔ حضرت عائشہ ؓ فرماتی ہیں کہ آیت کا مطلب یہ ہے: جیسے وہ اس وقت یتیم لڑکی کو چھوڑ دیتے ہیں جب وہ نادار ہو اور خوبصورت نہ ہو ایسے ہی انھیں اس وقت بھی چھوڑ دینا چاہیے جب وہ مال دار اور خوبصورت ہو، البتہ اگر اس کے حق میں انصاف کریں اور حق مہر پورا پورا ادا کریں تو اس سے نکاح کر سکتے ہیں۔

فائدہ: اس عنوان کے دو جز ہیں: ○ ہم پلہ ہونے میں مال داری کو ملحوظ رکھنا۔ ○ مفلس آدمی کا مال دار عورت سے نکاح کرنا۔ جب تنگدست آدمی بوجہ قلت مال یا مال دار آدمی بوجہ بخل عورت کا حق مہر پورا ادا نہ کر سکے تو مال دار عورت سے اسے نکاح کرنے کی اجازت نہیں ہے، اس سے عنوان کا پہلا جز ثابت ہوا اور اگر اس کا حق مہر پورا پورا ادا کر دے تو اسے نکاح کرنے کی اجازت ہے اگرچہ وہ عورت اس سے زیادہ مال دار ہو۔ علامہ عینی ؒ فرماتے ہیں کہ جب یتیم لڑکی مال دار ہو اور اس کا سرپرست تنگدست ہو تو حق مہر پورا پورا ادا کرنے کی صورت میں اسے نکاح کرنے کی اجازت ہے۔ اس سے مال داری میں ہم پلہ ہونا ثابت ہوا۔[1]

(١٨) بَابُ مَا يُتَّقَى مِنْ شُؤْمِ الْمَرْأَةِ

باب:18- عورت کی نحوست سے پرہیز کرنے کا بیان

وَقَوْلِهِ تَعَالَى: ﴿إِنَّ مِنْ أَزْوَاجِكُمْ وَأَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ﴾ [التغابن: ١٤]

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''بے شک تمھاری بیویوں سے اور تمھاری اولاد میں سے کچھ تمھارے دشمن ہیں۔''

وضاحت: عورت کی نحوست اس کا بدخلق اور نافرمان ہونا ہے جیسا کہ آیت کریمہ میں اس کا اشارہ ہے کہ تمام بیویوں اور تمام اولاد کو دشمن قرار نہیں دیا بلکہ بعض بیویوں اور بعض اولاد کو دشمن کہا ہے۔ یہی دو رشتے ہیں جو انسان کے بہت قریب اور سب سے عزیز ہوتے ہیں۔ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے فرماں بردار ہوں تو دوست اور اگر نافرمان ہیں تو دشمن ہیں۔ اس سے عورت کی نحوست کا پتا چلتا ہے کہ اس کی نحوست اس کا نافرمان ہونا ہے۔

٥٠٩٣ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ حَمْزَةَ وَسَالِمٍ ابْنَيْ

[5093] حضرت عبداللہ بن عمر ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''نحوست، عورت، مکان اور

[1] عمدة القاري: 36/14.

عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «الشُّؤْمُ فِي الْمَرْأَةِ، وَالدَّارِ، وَالْفَرَسِ». [راجع: ٢٠٩٩]

گھوڑے میں ہوتی ہے۔"

٥٠٩٤ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِنْهَالٍ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ ابْنُ زُرَيْعٍ: حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْعَسْقَلَانِيُّ عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: ذَكَرُوا الشُّؤْمَ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «إِنْ كَانَ الشُّؤْمُ فِي شَيْءٍ فَفِي الدَّارِ، وَالْمَرْأَةِ، وَالْفَرَسِ». [راجع: ٢٠٩٩]

[5094] حضرت ابن عمر ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ لوگوں نے نبی ﷺ کے پاس نحوست کا ذکر کیا تو نبی ﷺ نے فرمایا: "اگر نحوست کسی چیز میں ہو تو مکان، عورت اور گھوڑے میں ہوسکتی ہے۔"

٥٠٩٥ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «إِنْ كَانَ فِي شَيْءٍ فَفِي الْفَرَسِ، وَالْمَرْأَةِ، وَالْمَسْكَنِ». [راجع: ٢٨٥٩]

[5095] حضرت سہل بن سعد ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اگر کسی چیز میں (نحوست) ہے تو وہ گھوڑے، عورت اور مکان میں ہے۔"

فوائد و مسائل: ① احادیث کا یہ مفہوم نہیں ہے کہ مذکورہ تینوں چیزیں ہی منحوس ہیں بلکہ مقصد یہ ہے کہ اگر نحوست کا وجود ہے تو وہ ان تین چیزوں میں ہوسکتی ہے وہ بھی تمام میں نہیں بلکہ کچھ میں ہوتی ہے، چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "نیک عورت، اچھا مکان اور بہترین سواری کا میسر آنا ابن آدم کی نیک بختی اور بری عورت، گندا مکان، ناکارہ سواری کا ہونا ابن آدم کی بدبختی ہے۔"[1] ایک دوسری حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "تین چیزیں منحوس ہیں: ایک عورت، جسے تو دیکھے تو وہ تجھے بری لگے اور تجھ سے بدزبانی کرے، دوسرا سست گھوڑا، اگر تو اسے مارے تو تجھے مشقت اٹھانا پڑے اور اگر اسے کچھ نہ کہے تو تجھے ساتھیوں تک نہ پہنچا سکے، تیسرا وہ مکان جو تنگ و تاریک ہو جس میں تجھے نفع بہت کم ہو۔"[2] ② دراصل شُؤم کے دو معنی ہیں: ایک نحوست اور اس کا بے برکت ہونا اور دوسرے طبیعت پر کسی چیز کا ناگوار ہونا اور اس کا قابل نفرت ہونا۔ جن روایات میں شُؤم کی نفی ہے اس سے مراد پہلے معنی ہیں اور جن میں اثبات ہے اس سے مراد دوسرے معنی ہیں۔ ان احادیث میں رسول اللہ ﷺ نے ہماری بہترین رہنمائی فرمائی ہے کہ اگر انسان کسی مکان میں سکونت کو اچھا نہیں سمجھتا کیونکہ وہ تنگ و تاریک ہے تو وہاں سے نقل مکانی کرلے اور اگر عورت بدخلق اور بانجھ ہے اس کے ساتھ مباشرت بے سود ہے تو اسے طلاق دے دے اور اگر گھوڑا اڑیل یا سست رفتار ہے تو اسے فروخت کردے اور خود سے پریشانی کو دور کرے۔ واللّٰہ أعلم.

1. مسند أحمد: 168/1. 2 المستدرك للحاكم: 162/2، وسلسلة الأحاديث الصحيحة للألباني، حديث: 1047.

٥٠٩٦ - حَدَّثَنَا آدَمُ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سُلَيْمَانَ التَّيْمِيِّ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا عُثْمَانَ النَّهْدِيَّ عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «مَا تَرَكْتُ بَعْدِي فِتْنَةً أَضَرَّ عَلَى الرِّجَالِ مِنَ النِّسَاءِ».

[5096] حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، وہ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ”میں نے اپنے بعد مردوں کے لیے عورتوں سے زیادہ خطرناک کوئی فتنہ نہیں چھوڑا۔“

فوائد و مسائل: ① امام بخاری رحمہ اللہ نے نحوست کے بارے میں یہ حدیث بیان کر کے نحوست کی نوعیت کو متعین کیا ہے کہ اس سے مراد دور جاہلیت کی نحوست نہیں، یعنی اگر کسی کام کے لیے جاتے وقت سامنے عورت آ گئی تو اسے منحوس خیال کرتے ہوئے کام سے واپس آ جائے بلکہ اس سے مراد اس کی بد زبانی اور ایذا رسانی ہے جیسا کہ مذکورہ حدیث میں دوسری اشیاء کی نسبت عورتوں کا فتنہ زیادہ خطرناک بتایا گیا ہے، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”لوگوں کے لیے شہوات کی محبت کو مزین کیا گیا ہے، یعنی عورتوں اور بیٹوں کی محبت۔“[1] اس آیت کریمہ میں سرفہرست عورتوں کو بیان کیا گیا ہے۔ اس میں یہ اشارہ ہے کہ شہوت میں اصل عورتیں ہیں اور ان کا فتنہ بہت سخت ہے کیونکہ یہ مردوں کو قطع رحمی اور اللہ تعالیٰ کی معصیت پر ابھارتی ہیں۔ ایک حدیث میں ہے: ”عورتوں سے بچو کیونکہ پہلا پہلا فتنہ جو بنی اسرائیل میں رونما ہوا وہ عورتوں کی وجہ سے تھا۔“[2] ② کہا جاتا ہے کہ زر، زمین اور زن فتنوں کی بنیاد ہیں۔ بعض دفعہ عورتوں کے فتنے میں قومیں تباہ ہو جاتی ہیں۔ عورتوں کی بابت فسادات تاریخ انسانی میں ہمیشہ ہوتے چلے آئے ہیں۔ قرآن کریم نے عزیز مصر اور زنانِ مصر کے فتنے کو نمایاں طور پر بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے: ”بلاشبہ تم عورتوں کا مکر و فریب بہت بھاری ہوتا ہے۔“[3]

(١٩) بَابُ الْحُرَّةِ تَحْتَ الْعَبْدِ

باب: 19- آزاد عورت کا غلام کے نکاح میں ہونا

٥٠٩٧ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَتْ فِي بَرِيرَةَ ثَلَاثُ سُنَنٍ: عَتَقَتْ فَخُيِّرَتْ، وَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «اَلْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ»، وَدَخَلَ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَبُرْمَةٌ عَلَى النَّارِ فَقُرِّبَ إِلَيْهِ خُبْزٌ وَأُدْمٌ مِنْ أُدْمِ الْبَيْتِ فَقَالَ: «أَلَمْ

[5097] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا کہ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ تین سنتیں قائم ہوئی ہیں: انھیں آزاد کیا گیا اور اختیار دیا گیا، نیز رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”ولاء کا تعلق آزاد کرنے والے کے ساتھ قائم ہوتا ہے۔“ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ گھر میں تشریف لائے تو ایک ہانڈی چولہے پر تھی۔ آپ کے لیے روٹی اور گھر کا سالن پیش کیا گیا۔ آپ نے فرمایا: ”کیا میں نے ہنڈیا نہیں

① آل عمران 3:14. ② صحيح مسلم، الرقاق، حديث: 6948 (2742)، وفتح الباري: 9/173. ③ يوسف 12:28.

أَرَ الْبُرْمَةَ؟» فَقِيلَ: لَحْمٌ تُصُدِّقَ بِهِ عَلَى بَرِيرَةَ، وَأَنْتَ لَا تَأْكُلُ الصَّدَقَةَ، فَقَالَ: «هُوَ عَلَيْهَا صَدَقَةٌ وَلَنَا هَدِيَّةٌ». [راجع: ٤٥٦]

دیکھی؟" عرض کی گئی۔ وہ تو اس گوشت کی تھی جو حضرت بریرہ ؓ کو صدقے میں ملا تھا اور آپ صدقہ نہیں کھاتے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "وہ اس کے لیے صدقہ تھا اور (اب) ہمارے لیے (اس کی طرف سے) تحفہ ہے۔"

فوائدومسائل: ① حضرت بریرہ ؓ کو جب آزادی ملی تو انھیں اختیار دیا گیا کہ اگر چاہیں تو اپنے شوہر سے اپنا نکاح فسخ کر سکتی ہیں اور اگر چاہیں تو اس کے ہاں رہ سکتی ہیں۔ یہ اختیار اس بنا پر دیا گیا کہ آزادی کے وقت ان کا شوہر غلام تھا جیسا کہ ایک روایت میں اس کی وضاحت ہے۔[1] جب حضرت بریرہ ؓ کو اختیار دیا گیا تو انھوں نے اپنے خاوند مغیث سے علیحدگی کو اختیار کیا، وہ گلی کوچوں میں ان کے پیچھے روتے تھے، رسول اللہ ﷺ نے سفارش فرمائی: "تم اسے خاوند کی حیثیت سے قبول کر لو۔" حضرت بریرہ ؓ نے کہا: اگر آپ کا حکم ہے تو سر آنکھوں پر، اگر سفارش ہے تو میں معذرت کرتی ہوں۔ آپ نے اس کا برا نہ منایا۔[2] اگر آزاد عورت کا غلام کے نکاح میں رہنا ناجائز ہوتا تو رسول اللہ ﷺ اس کی سفارش کیوں فرماتے؟ ② اس سفارش سے امام بخاری ؒ نے یہ مسئلہ ثابت کیا ہے کہ آزاد عورت کا غلام کے نکاح میں رہنا جائز ہے۔ اس کی تفصیل ہم کتاب الطلاق میں بیان کریں گے۔ بإذن الله تعالى.

(٢٠) بَابٌ: لَا يَتَزَوَّجُ أَكْثَرَ مِنْ أَرْبَعٍ

باب: 20- چار عورتوں سے زیادہ اپنے نکاح میں نہ لائے

لِقَوْلِهِ تَعَالَى: ﴿مَثْنَىٰ وَثُلَٰثَ وَرُبَٰعَ﴾ [النساء: ٣]

ارشاد باری تعالیٰ ہے: "دو دو، تین تین اور چار چار (بیویوں سے نکاح کرو)۔"

وَقَالَ عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ: يَعْنِي مَثْنَى أَوْ ثُلَاثَ أَوْ رُبَاعَ. وَقَوْلُهُ جَلَّ ذِكْرُهُ: ﴿أُولِىٓ أَجْنِحَةٍ مَّثْنَىٰ وَثُلَٰثَ وَرُبَٰعَ﴾ [فاطر: ١] يَعْنِي مَثْنَى أَوْ ثُلَاثَ أَوْ رُبَاعَ.

حضرت زین العابدین علی بن حسین کہتے ہیں کہ دو یا تین یا چار جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک دوسرے مقام پر فرمایا ہے: "دو دو، تین تین اور چار چار پروں والے فرشتے۔" یہاں دو پروں والے یا تین پروں والے یا چار پروں والے فرشتے مراد ہیں۔

وضاحت: امام بخاری ؒ کا مقصد یہ ہے کہ آیت مذکورہ میں واؤ جمع کے لیے نہیں بلکہ أَوْ کے معنی دیتی ہے جیسا کہ امام زین العابدین سے منقول ہے۔ یہ تفسیر رافضیوں کی تردید کے لیے ہے جو بیک وقت نو عورتوں سے نکاح کو جائز کہتے ہیں۔ ان

[1] صحيح البخاري، الطلاق، حديث: 5282. [2] صحيح البخاري، الطلاق، حديث: 5283.

رافضیوں کو کم از کم اپنے امام معصوم کی پیروی کرنی چاہیے۔ باقی رہا ان کے خلاف عقیدہ نہیں رکھنا چاہیے اور رسول اللہ ﷺ کا بیک وقت نو بیویوں کو اپنے نکاح میں رکھنا، تو یہ آپ ﷺ کی خصوصیت ہے۔ واللہ أعلم.

٥٠٩٨ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ: أَخْبَرَنَا عَبْدَةُ عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ ﴿وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا فِي الْيَتَامَىٰ﴾ [النساء: ٣] قَالَتْ: هِيَ الْيَتِيمَةُ تَكُونُ عِنْدَ الرَّجُلِ وَهُوَ وَلِيُّهَا فَيَتَزَوَّجُهَا عَلَى مَالِهَا وَيُسِيءُ صُحْبَتَهَا وَلَا يَعْدِلُ فِي مَالِهَا. فَلْيَتَزَوَّجْ مَا طَابَ لَهُ مِنَ النِّسَاءِ سِوَاهَا مَثْنَى وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ. [راجع: ٢٤٩٤]

[5098] حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے، وہ درج ذیل آیت کے متعلق فرماتی ہیں: ''اگر تمھیں اندیشہ ہو کہ تم یتیم بچیوں کے متعلق انصاف نہیں کر سکو گے......'' انھوں نے فرمایا: یتیم بچی کسی سرپرست کے زیر کفالت ہوتی، وہ اس کے مال کی وجہ سے اس کے ساتھ نکاح کر لیتا لیکن اس سے اچھا سلوک نہ کرتا اور نہ اس کے مال کے متعلق عدل و انصاف ہی سے کام لیتا، اسے حکم دیا گیا کہ ان کے علاوہ جو عورتیں تمھیں پسند ہوں ان سے نکاح کر لو، خواہ دو دو سے یا تین تین سے یا چار چار سے۔

فوائد ومسائل: ① اسلامی شریعت میں بیک وقت چار سے زیادہ بیویاں رکھنا حرام ہے۔ چار کی اجازت بھی عدل و انصاف کے ساتھ مشروط ہے جیسا کہ مذکورہ حدیث کے سیاق سے معلوم ہوتا ہے۔ دوسری احادیث میں اس کی وضاحت ہے: ○ حضرت غیلان ؓ جب مسلمان ہوئے تو ان کی دس بیویاں تھیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ان میں سے چار کا انتخاب کر لو اور باقی عورتوں کو اپنے سے جدا کر دو۔''[1] ○ حضرت قیس بن حارث ؓ کہتے ہیں: میں جب مسلمان ہوا تو میرے پاس آٹھ بیویاں تھیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ان میں سے چار پسند کر لو۔''[2] ○ نوفل بن معاویہ ؓ جب مسلمان ہوئے تو ان کی پانچ بیویاں تھیں۔ رسول اللہ ﷺ نے انھیں فرمایا: ''چار کو رکھ لو اور دوسری، یعنی پانچویں کو چھوڑ دو۔''[3] ② حافظ ابن حجر ؒ نے مذکورہ عنوان کے متعلق لکھا ہے کہ اس کا حکم اجماع سے ثابت ہے۔[4]

(٢١) بَابٌ: ﴿وَأُمَّهَاتُكُمُ اللَّاتِي أَرْضَعْنَكُمْ﴾ [النساء: ٢٣]، وَيَحْرُمُ مِنَ الرَّضَاعَةِ مَا يَحْرُمُ مِنَ النَّسَبِ.

باب: 21- ''اور تمھاری وہ مائیں (بھی حرام ہیں) جنھوں نے تمھیں دودھ پلایا ہے'' اور جو رشتہ خون سے حرام ہوتا ہے وہ دودھ سے بھی حرام ہو جاتا ہے

وضاحت: مذکورہ عنوان ایک آیت کریمہ کا حصہ ہے۔ اس آیت کریمہ میں تین قسم کے رشتوں کی حرمت کا ذکر کیا گیا ہے۔

1 سنن ابن ماجه، النكاح، حديث: 1953. 2 سنن أبي داود، الطلاق، حديث: 2241. 3 السنن الكبرى للبيهقي: 184/7.
4 فتح الباري: 174/9.

ان میں ایک دودھ کے ذریعے سے حرام ہونے والے رشتے ہیں۔ امام بخاری ؒ نے اس عنوان سے دودھ کے احکام و مسائل کا آغاز کیا ہے، پھر ایک حدیث بیان کر کے ان رشتوں کی مزید وضاحت کی ہے۔ بہرحال دودھ پینے سے ایسا رشتہ قائم ہو جاتا ہے کہ دودھ پلانے والی عورت، اس کا خاوند، اس کی بیٹی، ماں، بہن، پوتی، نواسی، پھوپھی، خالہ، باپ، بیٹا، دادا، نانا، بھائی، پوتا، نواسا اور چچا یہ سب شیر خوار کے محرم ہو جاتے ہیں بشرطیکہ پانچ مرتبہ دودھ پیا ہو اور مدت رضاعت، یعنی دو سال کے اندر پیا ہو۔ لیکن جس لڑکے یا لڑکی نے دودھ پیا، اس کا باپ یا بھائی، بہن یا ماں، نانی، خالہ اور ماموں وغیرہ دودھ پلانے والی یا اس کے شوہر پر حرام نہیں ہوں گے، گویا قاعدہ یہ ہے کہ دودھ پلانے والی کی طرف سے تو سب لوگ دودھ پینے والے کے محرم ہو جاتے ہیں لیکن دودھ پینے والے کی طرف سے وہ خود یا اس کی اولاد ہی محرم ہوتی ہے، اس کے باپ، بھائی، چچا، ماموں اور خالہ وغیرہ محرم نہیں ہوتے۔ واللہ أعلم.

٥٠٩٩ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ، عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ: أَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ أَخْبَرَتْهَا أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ عِنْدَهَا وَأَنَّهَا سَمِعَتْ صَوْتَ رَجُلٍ يَسْتَأْذِنُ فِي بَيْتِ حَفْصَةَ، قَالَتْ: فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، هٰذَا رَجُلٌ يَسْتَأْذِنُ فِي بَيْتِكَ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «أُرَاهُ فُلَانًا» - لِعَمِّ حَفْصَةَ مِنَ الرَّضَاعَةِ - قَالَتْ عَائِشَةُ: لَوْ كَانَ فُلَانٌ حَيًّا - لِعَمِّهَا مِنَ الرَّضَاعَةِ - دَخَلَ عَلَيَّ؟ فَقَالَ: «نَعَمْ، اَلرَّضَاعَةُ تُحَرِّمُ مَا تُحَرِّمُ الْوِلَادَةُ». [راجع: ٢٦٤٦]

[5099] ام المومنین حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے، انھوں نے بتایا کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ ان کے ہاں تشریف فرما تھے اور انھوں (سیدہ عائشہ ؓ) نے سنا کہ کوئی صاحب حضرت حفصہ ؓ کے گھر میں آنے کی اجازت چاہتے ہیں۔ میں نے عرض کی: اللہ کے رسول! یہ شخص آپ کے گھر میں آنے کی اجازت چاہتا ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ''میرا خیال ہے یہ فلاں شخص ہے۔'' آپ نے حضرت حفصہ ؓ کے رضاعی چچا کا نام لیا۔ اس پر حضرت عائشہ ؓ نے سوال کیا کہ فلاں، جو ان کے رضاعی چچا تھے، اگر زندہ ہوتے تو میرے پاس آسکتے تھے؟ آپ نے فرمایا: ''ہاں، دودھ بھی ان رشتوں کو محرم بنا دیتا ہے جنھیں خون بناتا ہے، یعنی دودھ پینے سے وہی رشتہ قائم ہو جاتا ہے جو خون سے قائم ہوتا ہے۔''

فوائد و مسائل: ① رضاعی چچا کی دو صورتیں ممکن ہیں: ایک یہ ہے کہ والد کے ہمراہ جس نے دودھ پیا ہے وہ اولاد کے لیے رضاعی چچا ہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ جس عورت کا دودھ پیا جائے اس کے خاوند کا بھائی دودھ پینے والے کا رضاعی چچا ہوگا۔ ② رضاعت سے پردہ اٹھ جاتا ہے اور اجنبیت ختم ہو جاتی ہے، یعنی جس عورت کا دودھ پیا جائے وہ ماں اور عورت کا شوہر باپ اور اس کا بھائی ماموں اور اس کی بہن رضاعی خالہ بن جاتی ہے۔ لیکن وراثت اور اخراجات کی ذمے داری اس رضاعت سے ثابت نہیں ہوتی۔ ③ اس مسئلے میں امت کا اتفاق ہے کہ جو رشتے نسب سے حرام ہوتے ہیں وہ دودھ سے بھی حرام ہو جاتے ہیں

لیکن رضاعت کے لیے دو چیزوں کا ہونا ضروری ہے: ○ کم از کم پانچ مرتبہ دودھ پیا جائے۔ ○ مدت رضاعت، یعنی دو سال کے اندر اندر دودھ پیا جائے۔ اگر کسی نے ایک یا دو مرتبہ دودھ پیا یا مدت رضاعت کے بعد دودھ پیا تو اس سے حرمتِ رضاعت ثابت نہیں ہوگی۔ واللّٰہ أعلم.

٥١٠٠ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ: حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ جَابِرِ بْنِ زَيْدٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قِيلَ لِلنَّبِيِّ ﷺ: أَلَا تَتَزَوَّجُ ابْنَةَ حَمْزَةَ؟ قَالَ: «إِنَّها ابْنَةُ أَخِي مِنَ الرَّضَاعَةِ».

[5100] حضرت ابن عباس ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ سے عرض کی گئی: آپ حضرت حمزہ ؓ کی بیٹی سے نکاح کیوں نہیں کر لیتے؟ آپ نے فرمایا: ”وہ تو میرے رضاعی بھائی کی بیٹی ہے، یعنی رضاعی بھتیجی ہے۔“

وَقَالَ بِشْرُ بْنُ عُمَرَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ: سَمِعْتُ قَتَادَةَ: سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ زَيْدٍ مِثْلَهُ. [راجع: ٢٦٤٥]

بشر بن عمر نے کہا: ہم سے شعبہ نے بیان کیا، انھوں نے کہا: میں نے قتادہ سے سنا، انھوں نے کہا: میں نے جابر بن زید سے اسی طرح اس حدیث کو سنا۔

فوائد ومسائل: ① حضرت علی ؓ نے ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ سے عرض کی: اللہ کے رسول! رشتے ناتے کے لحاظ سے آپ کا رجحان قریش کی طرف ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”آپ کے پاس کچھ ہے جسے میں پسند کروں۔“ انھوں نے کہا: حضرت حمزہ ؓ کی دختر سے شادی کر لیں جو آپ کے چچا کی بیٹی ہے۔ آپ نے فرمایا: ”وہ تو میرے لیے جائز نہیں کیونکہ وہ میرے رضاعی بھائی کی بیٹی ہے۔“[1] ② حضرت حمزہ اور رسول اللہ ﷺ نے ابولہب کی لونڈی حضرت ثویبہ کا دودھ پیا تھا، اس لیے حضرت حمزہ ؓ آپ کے رضاعی بھائی تھے اور نسب کے اعتبار سے آپ کے چچا تھے۔ حضرت ابوسلمہ ؓ نے بھی ثویبہ لونڈی کا دودھ پیا تھا وہ بھی آپ ﷺ کے رضاعی بھائی تھے جیسا کہ دوسری حدیث میں اس کی وضاحت ہے۔[2] ③ حضرت حمزہ ؓ کی بیٹی کے نام کے متعلق مختلف اقوال منقول ہیں: امامہ، عمارہ، سلمیٰ، عائشہ، فاطمہ، امۃ اللہ اور یعلی وغیرہ۔ بعض مؤرخین نے ام فضل بھی ذکر کیا ہے لیکن یہ اس کی کنیت ہے۔[3]

٥١٠١ - حَدَّثَنَا الْحَكَمُ بْنُ نَافِعٍ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ: أَنَّ زَيْنَبَ ابْنَةَ أَبِي سَلَمَةَ أَخْبَرَتْهُ: أَنَّ أُمَّ حَبِيبَةَ بِنْتَ أَبِي سُفْيَانَ أَخْبَرَتْهَا: أَنَّهَا قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ! انْكِحْ أُخْتِي بِنْتَ أَبِي سُفْيَانَ؟ فَقَالَ: «أَوَ تُحِبِّينَ ذٰلِكِ؟»، فَقُلْتُ: نَعَمْ لَسْتُ

[5101] حضرت ام المومنین ام حبیبہ بنت ابوسفیان ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: اللہ کے رسول! آپ میری بہن، جو ابوسفیان ؓ کی دختر ہے، سے نکاح کر لیں۔ آپ نے فرمایا: ”تم اسے پسند کرو گی؟“ میں نے کہا: جی ہاں۔ اب بھی تو میں آپ کی اکیلی بیوی نہیں ہوں۔ میری خواہش ہے کہ میری بہن میرے ساتھ خیر و برکت میں شریک ہو۔

---

① صحيح مسلم، الرضاع، حديث: 3581 (1446). ② صحيح البخاري، النكاح، حديث: 5101. ③ فتح الباري: 178/9.

لَكَ بِمُخْلِيَةٍ وَأَحَبُّ مَنْ شَارَكَنِي فِي خَيْرٍ أُخْتِي، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «إِنَّ ذٰلِكِ لَا يَحِلُّ لِي»، قُلْتُ: فَإِنَّا نُحَدَّثُ أَنَّكَ تُرِيدُ أَنْ تَنْكِحَ بِنْتَ أَبِي سَلَمَةَ، قَالَ، «بِنْتَ أُمِّ سَلَمَةَ؟» قُلْتُ: نَعَمْ، فَقَالَ: «لَوْ أَنَّهَا لَمْ تَكُنْ رَبِيبَتِي فِي حَجْرِي مَا حَلَّتْ لِي، إِنَّهَا لَابْنَةُ أَخِي مِنَ الرَّضَاعَةِ، أَرْضَعَتْنِي وَأَبَا سَلَمَةَ ثُوَيْبَةُ، فَلَا تَعْرِضْنَ عَلَيَّ بَنَاتِكُنَّ وَلَا أَخَوَاتِكُنَّ». قَالَ عُرْوَةُ: وَثُوَيْبَةُ مَوْلَاةٌ لِأَبِي لَهَبٍ، وَكَانَ أَبُو لَهَبٍ أَعْتَقَهَا فَأَرْضَعَتِ النَّبِيَّ ﷺ، فَلَمَّا مَاتَ أَبُو لَهَبٍ أُرِيَهُ بَعْضُ أَهْلِهِ بِشَرِّ حِيبَةٍ: قَالَ لَهُ: مَاذَا لَقِيتَ؟ قَالَ: أَبُو لَهَبٍ: لَمْ أَلْقَ بَعْدَكُمْ غَيْرَ أَنِّي سُقِيتُ فِي هٰذِهِ بِعَتَاقَتِي ثُوَيْبَةَ. [انظر: ٥١٠٦، ٥١٠٧، ٥١٢٣، ٥٣٧٢]

نبی ﷺ نے فرمایا: ''وہ تو میرے لیے حلال نہیں۔'' میں نے عرض کی: ہمیں یہ خبر پہنچی ہے کہ آپ حضرت ابوسلمہ ؓ کی بیٹی سے نکاح کرنا چاہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ''وہ بیٹی جو ام سلمہ کے بطن سے ہے؟'' میں نے کہا: ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اگر وہ میری ربیبہ (پہلے خاوند سے اولاد، سوتیلی بیٹی) نہ ہوتی تو بھی میرے لیے حلال نہ تھی کیونکہ وہ میرے رضاعی بھائی کی بیٹی ہے، مجھے اور ابوسلمہ کو ثویبہ نے دودھ پلایا تھا۔ تم مجھ پر اپنی بہنیں اور بیٹیاں نکاح کے لیے نہ پیش کیا کرو۔'' عروہ نے کہا: ثویبہ ابولہب کی لونڈی تھی۔ ابولہب نے اسے آزاد کردیا تھا۔ اس نے نبی ﷺ کو دودھ پلایا تھا۔ جب ابولہب مرگیا تو اس کے کسی عزیز نے اسے (خواب میں) بری حالت میں دیکھا، اس نے پوچھا: تجھ پر کیا بیتی؟ اس نے کہا: جب سے میں تم سے جدا ہوا ہوں مجھے کبھی آرام نہیں ملا، سوائے اس بات کے کہ میں اس انگلی سے پانی پلایا جاتا ہوں۔ یہ بھی اس وجہ سے کہ میں نے ثویبہ کو آزاد کیا تھا۔

فوائد و مسائل: ① حضرت ام حبیبہ ؓ نے رسول اللہ ﷺ کو اپنی بہن سے نکاح کی پیش کش کی لیکن آپ نے اسے شرف قبولیت سے نہ نوازا کیونکہ دو بہنیں بیک وقت کسی کے نکاح میں نہیں آسکتیں۔ ممکن ہے کہ اس کی حرمت کا سیدہ ام حبیبہ ؓ کو علم نہ ہو یا وہ اسے آپ کی خصوصیت کے طور پر جائز سمجھتی ہوں کیونکہ رسول اللہ ﷺ کے نکاح کے احکام دوسروں سے مختلف ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کو جب لوگوں کی یہ بات پہنچی کہ آپ حضرت ابوسلمہ ؓ کی بیٹی سے نکاح کرنا چاہتے ہیں تو آپ نے وضاحت فرمائی: وہ بھی میرے لیے حلال نہیں ہے اور اس کی حرمت کے دو سبب ہیں: ایک تو یہ کہ وہ میرے زیر پرورش ہے، یعنی ام المومنین حضرت ام سلمہ ؓ کی بیٹی ہیں اور دوسرا یہ کہ وہ میری رضاعی بھتیجی ہے کیونکہ مجھے اور اس کے والد ابوسلمہ ؓ کو ثویبہ ؓ نے دودھ پلایا تھا، اس بنا پر تم اپنی بہنیں اور بیٹیاں نکاح کے لیے مجھے پیش نہ کیا کرو۔ ② اس حدیث کی مطابقت عنوان کے دوسرے جز سے ہے کہ جو رشتہ نسب کے سبب حرام ہے وہ رضاعت کی وجہ سے بھی حرام ہو جاتا ہے۔

ضروری تنبیہ: حافظ ابن حجر ؒ نے سُہیلی کے حوالے سے لکھا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کی پیر کے دن پیدائش ہوئی تو ابولہب کی لونڈی ثویبہ نے جا کر اسے خوشخبری سنائی، اس خوشی میں اس نے اپنی لونڈی کو آزاد کر دیا۔ جب وہ مرا تو ایک سال بعد خواب میں حضرت عباس ؓ سے ملاقات ہوئی۔ انھوں نے اسے انتہائی بری حالت میں دیکھا۔ وہ کہہ رہا تھا کہ مرنے کے بعد

مجھے کبھی راحت نصیب نہیں ہوئی صرف پیر کے دن عذاب میں کچھ تخفیف ہو جاتی ہے۔[1] صحیح بخاری کی اس روایت اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی وضاحت سے جشن میلاد کا جواز کشید کیا جاتا ہے کہ اگر ابولہب کو رسول اللہ ﷺ کی پیدائش کے دن پانی دیا جاتا ہے کیونکہ اس نے رسول اللہ ﷺ کی پیدائش کے وقت خوشی کا اظہار کیا تھا اور اس خوشی میں اپنی لونڈی کو آزاد کر دیا تھا، اہل ایمان کو اس دن بڑھ چڑھ کر خوشی کا اہتمام کرنا چاہیے اور امید رکھنی چاہیے کہ اللہ کے ہاں اس خوشی کی بنا پر خیرات و برکات حاصل ہوں گی؟ اس استدلال پر ہماری گزارشات حسب ذیل ہیں: ○ رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ میں نبوت ملنے کے بعد تیئیس (23) مرتبہ آپ کی پیدائش کا دن آیا، آپ نے جشن میلاد کا نہ خود اہتمام کیا اور نہ اس کے اہتمام ہی کا حکم دیا، یہ اس لیے کہ شریعت میں جشن میلاد کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے خلفائے اربعہ سے بھی اس کے متعلق کچھ منقول نہیں۔ ○ رسول اللہ ﷺ ہر پیر کا روزہ رکھتے تھے۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ سے اس کی وجہ دریافت کی تو آپ نے فرمایا: ''اس دن میں پیدا ہوا تھا اور اسی دن مجھے نبوت ملی تھی۔''[2] ہمیں اس دن روزے کا اہتمام کرنا چاہیے، وہ بھی ہر پیر کو، لیکن سال کے بعد جشن میلاد منانا اور جلوس نکالنا شریعت میں اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔ اتفاق سے بقول ان کے رسول اللہ ﷺ کا یوم پیدائش بھی بارہ ربیع الاول ہے جسے چند سال پہلے بارہ وفات کہا جاتا تھا۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم پر یہ دن بہت بھاری تھا حتی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یقین نہیں آ رہا تھا کہ آپ فوت ہو چکے ہیں۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا تو آپ کی وفات کی وجہ سے بہت نڈھال تھیں لیکن ہم اس دن جشن منائیں اور خوشی کا اظہار کریں ایسا کرنا صحابۂ کرام سے محبت کے منافی ہے۔ ○ مذکورہ روایت مرسل ہے اور قرآن کریم کے مخالف ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''ہم ان کے اعمال کی طرف توجہ دیں گے اور انھیں اڑتا ہوا غبار بنا دیں گے۔''[3] جبکہ مرسل روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ابو لہب کو آزادی کی وجہ سے پانی دیا جائے گا، نیز حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کفر کی حالت میں یہ خواب دیکھا جو قابل حجت نہیں ہے۔ اگر اسے صحیح تسلیم کر لیا جائے تو خصوصیت پر محمول کیا جائے گا۔ بہرحال اس روایت سے جشن میلاد کا جواز کشید نہیں کیا جا سکتا اور نہ شریعت ہی میں ایسے کاموں کی کوئی گنجائش ہے۔ واللّٰه أعلم.

(٢٢) بَابُ مَنْ قَالَ: لَا رَضَاعَ بَعْدَ حَوْلَيْنِ

باب: 22- جس نے کہا: دو سال کے بعد رضاعت معتبر نہیں

لِقَوْلِهِ عَزَّ وَجَلَّ: ﴿حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ أَرَادَ أَن يُتِمَّ الرَّضَاعَةَ﴾ [البقرة:٢٣٣] وَمَا يُحَرِّمُ مِنْ قَلِيلِ الرَّضَاعِ وَكَثِيرِهِ.

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''پورے دو سال کی مدت اس شخص کے لیے ہے جو مدت رضاعت پوری کرنا چاہتا ہو۔'' رضاعت تھوڑی ہو یا زیادہ اس سے حرمت ثابت ہو جاتی ہے۔

وضاحت: یہ عنوان دو اجزاء پر مشتمل ہے جو حسب ذیل ہیں: ○ مدت رضاعت دو سال ہے اس کے بعد رضاعت کا

(1) فتح الباري: 9/181. (2) صحیح مسلم، الصیام، حدیث: 2747 (1162). 197. (3) الفرقان 25:23.

اعتبار نہیں۔ ○ رضاعت تھوڑی ہو یا زیادہ اس سے حرمت ثابت ہو جاتی ہے۔ قرآن کریم نے تین مقام پر مدت رضاعت کا ذکر کیا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''جو شخص یہ چاہتا ہو کہ اس کا بچہ پوری مدت دودھ پیے تو مائیں اپنے بچوں کو پورے دو سال دودھ پلائیں۔''[1] اس آیت میں وضاحت ہے کہ زیادہ سے زیادہ مدت رضاعت دو سال ہے، اس سے کم مدت کی رضاعت بھی ہو سکتی ہے۔ دوسرے مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''اور دو سال اس کے دودھ چھڑانے میں لگے۔''[2] اس میں بھی مدت رضاعت کا بیان ہے کہ وہ دو سال ہے۔ تیسرے مقام پر فرمایا: ''اس کے حمل اور دودھ چھڑانے میں تیس ماہ لگے۔''[3] سورۂ بقرہ میں رضاعت کی زیادہ سے زیادہ مدت دو سال بیان ہوئی تھی، یہاں حمل اور رضاعت کی مدت 30 ماہ فرمائی، گویا حمل کی کم از کم مدت چھ ماہ ہوئی، اس سے کم کا حمل نہیں ہوتا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: کسی رضاعت کا اعتبار نہیں سوائے اس رضاعت کے جو دو سال کے دوران میں ہو۔[4] اس عنوان کا دوسرا جز یہ ہے کہ رضاعت تھوڑی ہو یا زیادہ اس سے حرمت ثابت ہو جاتی ہے کیونکہ قرآن کریم نے مطلق رضاعت کا اعتبار کیا ہے۔ لیکن یہ موقف صحیح احادیث کے خلاف ہے کیونکہ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ایک دو دفعہ دودھ چوسنے سے رضاعت کی حرمت ثابت نہیں ہوتی۔''[5] دیگر احادیث میں وضاحت ہے جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ قرآن میں یہ حکم نازل کیا گیا تھا کہ کم از کم یقینی طور پر دس مرتبہ دودھ پینے سے حرمت ہوتی تھی، یہ حکم یقینی طور پر پانچ مرتبہ پینے سے منسوخ ہو گیا۔[6] نیز حضرت سہلہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ہے کہ اس نے حضرت سالم رضی اللہ عنہ کو پانچ مرتبہ دودھ پلایا تو وہ اس کے بیٹے کی جگہ ہو گیا۔[7] واضح رہے کہ ایک دفعہ دودھ پینے سے مراد یہ ہے کہ جب بچہ اپنی ماں کا پستان منہ میں لے کر چوسنا شروع کر دے اور پھر کسی عارضے کے بغیر اپنی مرضی سے چھوڑ دے تو یہ ایک دفعہ دودھ پینا ہے۔ رضاعت کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ دودھ موجود ہو اور بچے کا اسے پینا بھی یقینی ہو، خالی پستان منہ میں ڈالنے سے رضاعت ثابت نہیں ہو گی۔

٥١٠٢ - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْأَشْعَثِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ دَخَلَ عَلَيْهَا وَعِنْدَهَا رَجُلٌ فَكَأَنَّهُ تَغَيَّرَ وَجْهُهُ، كَأَنَّهُ كَرِهَ ذٰلِكَ، فَقَالَتْ: إِنَّهُ أَخِي، فَقَالَ: «انْظُرْنَ [مَنْ] إِخْوَانُكُنَّ فَإِنَّمَا الرَّضَاعَةُ مِنَ الْمَجَاعَةِ».

[راجع: ٢٦٤٧]

[5102] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ ان کے پاس تشریف لائے تو ان کے پاس ایک آدمی تھا۔ یہ دیکھ کر آپ کا چہرہ متغیر سا ہو گیا، گویا آپ نے اس کی موجودگی کو برا محسوس کیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: یہ میرا رضاعی بھائی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''خوب غور کیا کرو کہ تمھارے بھائی کون ہیں؟ رضاعت تو بھوک سے ثابت ہوتی ہے۔''

1 البقرة 2:233. 2 لقمان 31:14. 3 الأحقاف 46:15. 4 السنن الكبرى للبيهقي: 7/442. 5 صحيح مسلم، الرضاع، حديث: 3590 (1450). 6 صحيح مسلم، الرضاع، حديث: 3597 (1452). 7 سنن أبي داود، النكاح، حديث: 2061.

فوائد ومسائل: ① دودھ کا رشتہ اس وقت قائم ہوتا ہے جب صغر بچپن، یعنی بالکل ہی چھوٹی عمر میں دودھ پیا جائے۔ اس کی مدت قرآن کریم نے دو سال بیان کی ہے، یعنی اس رضاعت کا اعتبار کیا جائے گا جو بچے کو دوسرے ہر قسم کے کھانے سے بے نیاز کر دے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ رضاعت وہ ہے جو ہڈی کو مضبوط کرے اور گوشت پیدا کرے۔[1] یعنی وہ دودھ رضاعت کی حرمت کا باعث ہوگا جو گوشت پیدا کرے، اس سے ہڈیاں مضبوط ہوں اور وہ جسم کا حصہ بنے جیسا کہ دیگر احادیث میں اس کی وضاحت ہے۔ ② امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث سے ثابت کیا ہے کہ مدت رضاعت دو سال ہے اور وہ اس وقت معتبر ہوگی جب بھوک کو مٹائے اور گوشت کو پیدا کرے، چنانچہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ایک حدیث میں مزید وضاحت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''وہ رضاعت حرمت کا سبب ہوگی جو بچے کی انتڑیوں کے کھلنے کا باعث ہو اور یہ دودھ چھڑانے سے پہلے پہلے ہو۔''[2]

(٢٣) بَابُ لَبَنِ الْفَحْلِ

باب:23-لبن فحل کا بیان

وضاحت: اگر کوئی بچہ کسی اجنبی عورت کا دودھ پیتا ہے جبکہ اس عورت کا دودھ اس کے خاوند کی وجہ سے ہے تو کیا بچے اور اس خاوند کے درمیان حرمت رضاعت ہوگی یا نہیں؟ اکثر اہل علم کہتے ہیں کہ عورت کا خاوند اس بچے کا رضاعی باپ ہوگا کیونکہ عورت کے دودھ میں اس کا حصہ ہے۔ مرد کی طرف دودھ کی نسبت مجازی ہے کیونکہ وہ عورت کے دودھ کا سبب ہے۔ لبن فحل کی یہی حقیقت ہے۔

٥١٠٣ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ: أَنَّ أَفْلَحَ أَخَا أَبِي الْقُعَيْسِ جَاءَ يَسْتَأْذِنُ عَلَيْهَا وَهُوَ عَمُّهَا مِنَ الرَّضَاعَةِ بَعْدَ أَنْ نَزَلَ الْحِجَابُ، فَأَبَيْتُ أَنْ آذَنَ لَهُ، فَلَمَّا جَاءَ رَسُولُ اللهِ ﷺ أَخْبَرْتُهُ بِالَّذِي صَنَعْتُ فَأَمَرَنِي أَنْ آذَنَ لَهُ. [راجع: ٢٦٤٤]

[5103] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ابوقعیس کا بھائی افلح آیا اور اس نے گھر آنے کی اجازت طلب کی جبکہ وہ آپ کا رضاعی چچا تھا۔ یہ پردے کی آیات اترنے کے بعد کا واقعہ ہے۔ (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:) میں نے انھیں اجازت دینے سے انکار کر دیا۔ جب رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو میں نے آپ سے یہ واقعہ بیان کیا۔ آپ نے مجھے حکم دیا کہ اسے اجازت دے دیا کروں۔

فوائد ومسائل: ① حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا خیال تھا کہ دودھ پینے سے صرف عورت کے ساتھ رشتۂ رضاعت قائم ہوتا ہے، چنانچہ ایک روایت میں اس کی تفصیل ہے۔ آپ نے فرمایا: میرے پاس افلح آئے تو میں نے پردہ کر لیا۔ انھوں نے کہا: آپ مجھ سے پردہ کرتی ہیں جبکہ میں آپ کا چچا ہوں؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: وہ کیسے؟ انھوں نے کہا: آپ کو میرے بھائی کی بیوی

[1] سنن أبي داود، النكاح، حديث: 2059. [2] جامع الترمذي، الرضاع، حديث: 1152.

نے دودھ پلایا ہے۔ میں نے کہا: مجھے عورت نے دودھ پلایا ہے اس کے شوہر نے تو نہیں پلایا۔ جب رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو میں نے آپ سے یہ واقعہ بیان کیا، آپ نے فرمایا: ''وہ تیرا چچا ہے اور تیرے پاس آ سکتا ہے۔''[1] اس سے معلوم ہوا کہ عورت کے تمام رشتے دار دودھ پینے والے کے عزیز و اقارب بن جاتے ہیں اور عورت کا خاوند اس کا رضاعی باپ بن جاتا ہے۔

Ⓩ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کی وضاحت اس طرح کی ہے کہ اگر ایک آدمی کی دو بیویاں ہوں، ان میں سے ایک نے کسی لڑکے کو اور دوسری نے کسی لڑکی کو دودھ پلایا ہو تو اس لڑکے اور لڑکی کا نکاح نہیں ہو سکتا کیونکہ اس میں لبن فحل کا اعتبار ہوگا، چونکہ دودھ خاوند کی وجہ سے آتا ہے، اس لیے اس کے اثرات دونوں بیویوں میں ہوں گے اور ان کے دودھ پلانے سے حرمت رضاعت قائم ہوگی۔[2]

(٢٤) بَابُ شَهَادَةِ الْمُرْضِعَةِ

باب: 24- دودھ پلانے والی عورت کی شہادت

وضاحت: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: اگر دودھ پلانے والی عورت قسم اٹھا کر شہادت دے کہ اس نے فلاں بچے کو دودھ پلایا ہے تو اس کی شہادت قبول ہوگی۔ امام زہری، اوزاعی، امام احمد اور امام اسحاق رحمہم اللہ بھی یہی کہتے ہیں۔[3] ابن بطال نے بڑی عجیب بات کہی ہے کہ رضاعت کے متعلق صرف ایک عورت کی گواہی قبول نہ کرنے پر اجماع ہے، حالانکہ اسلاف میں ایک جماعت نے صرف ایک عورت کی گواہی کو معتبر خیال کیا ہے۔[4]

٥١٠٤ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ: أَخْبَرَنَا أَيُّوبُ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ قَالَ: حَدَّثَنِي عُبَيْدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ الْحَارِثِ - قَالَ: وَقَدْ سَمِعْتُهُ مِنْ عُقْبَةَ لَكِنِّي لِحَدِيثِ عُبَيْدٍ أَحْفَظُ - قَالَ: تَزَوَّجْتُ امْرَأَةً فَجَاءَتْنَا امْرَأَةٌ سَوْدَاءُ، فَقَالَتْ: أَرْضَعْتُكُمَا، فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَقُلْتُ: تَزَوَّجْتُ فُلَانَةَ بِنْتَ فُلَانٍ فَجَاءَتْنَا امْرَأَةٌ سَوْدَاءُ فَقَالَتْ لِي: إِنِّي قَدْ أَرْضَعْتُكُمَا، وَهِيَ كَاذِبَةٌ. فَأَعْرَضَ عَنِّي فَأَتَيْتُهُ مِنْ قِبَلِ وَجْهِهِ، قُلْتُ: إِنَّهَا كَاذِبَةٌ، قَالَ: «كَيْفَ بِهَا وَقَدْ زَعَمَتْ أَنَّهَا قَدْ أَرْضَعَتْكُمَا؟ دَعْهَا عَنْكَ». وَأَشَارَ إِسْمَاعِيلُ

[5104] حضرت عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: میں نے ایک عورت سے نکاح کیا تو ایک سیاہ فام عورت آئی اور کہنے لگی کہ میں نے تم دونوں کو دودھ پلایا ہے۔ میں اسی وقت نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: میں نے فلاں عورت سے نکاح کیا تو ایک سیاہ فام عورت نے آ کر کہا ہے کہ میں نے تم دونوں کو دودھ پلایا ہے، حالانکہ وہ جھوٹ بولتی ہے۔ آپ ﷺ نے میری طرف سے منہ پھیر لیا۔ میں نے آپ کے چہرۂ انور کی طرف آ کر عرض کی: وہ عورت جھوٹ کہتی ہے۔ آپ نے فرمایا: ''اب اس بیوی سے کیسے نکاح رہ سکے گا جبکہ اس عورت نے تمھیں دودھ پلانے کی شہادت دی ہے؟ اس عورت کو اپنے سے الگ کر دو۔'' (راوئ حدیث) اسماعیل بن علیہ نے اپنی شہادت

1 سنن أبي داود، النكاح، حديث: 2057. 2 فتح الباري: 9/190. 3 عمدة القاري: 14/50. 4 فتح الباري: 9/191.

بِإِصْبَعَيْهِ السَّبَّابَةِ وَالْوُسْطَى، يَحْكِي أَيُّوبَ. [راجع: ٨٨]

اور درمیان والی انگلی سے اشارہ کر کے بتایا کہ شیخ محترم نے اس طرح اشارہ کیا تھا۔

فوائد ومسائل: ① اس موقع پر رسول اللہ ﷺ نے زبان سے بھی فرمایا: اس عورت سے علیحدگی اختیار کر لو اور فراق کے متعلق انگلیوں سے اشارہ بھی فرمایا۔ ② کچھ حضرات کا خیال ہے کہ رضاعت کے سلسلے میں ایک عورت کی گواہی قبول نہیں ہوگی۔ وہ اس حدیث کا یہ جواب دیتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے احتیاط کے طور پر یہ حکم دیا مگر ایسا کہنا درست نہیں۔ حلال و حرام کے معاملے میں آپ نے ایک عورت کی شہادت کو قبول کر کے یہ حکم دیا تھا۔ بہر حال امام بخاری رحمہ اللہ کا موقف ہے کہ رضاعت کے متعلق صرف ایک عورت کی گواہی معتبر ہے جیسا کہ اس حدیث سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے۔ واللہ أعلم. ③ وہ عورت جس سے حضرت عقبہ بن حارث نے نکاح کیا تھا وہ ابو اہاب بن عزیز تمیمی کی بیٹی تھی۔ جب سیاہ فام عورت نے دودھ پلانے کی خبر دی تو حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ہمیں تو اس کا علم نہیں ہے اور نہ تو نے اس سے پہلے ہمیں بتایا ہے، پھر انھوں نے سسرال والوں سے دریافت کیا تو انھوں نے بھی بتایا کہ ہم قطعی طور پر اس معاملے سے بے خبر ہیں، پھر انھوں نے مدینہ طیبہ کا سفر اختیار کیا تاکہ اس کے متعلق رسول اللہ ﷺ سے دریافت کریں۔ آخر کار انھوں نے اسے چھوڑ دیا تو اس نے کسی دوسرے آدمی سے نکاح کر لیا۔[1] واضح رہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے انھی الفاظ کے ساتھ ایک عنوان کتاب الشهادات میں بھی قائم کیا ہے۔

(٢٥) بَابُ مَا يَحِلُّ مِنَ النِّسَاءِ وَمَا يَحْرُمُ

باب: 25- کون سی عورتیں حلال اور کون سی حرام ہیں

وَقَوْلِهِ تَعَالَى: ﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَٰتُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ﴾ إِلَى ﴿عَلِيمًا حَكِيمًا﴾ الْآيَةَ [النساء: ٢٣، ٢٤]

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”تم پر تمھاری مائیں اور تمھاری بیٹیاں حرام ہیں...... سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے۔“

وَقَالَ أَنَسٌ: ﴿وَالْمُحْصَنَٰتُ مِنَ النِّسَاءِ﴾ ذَوَاتُ الْأَزْوَاجِ الْحَرَائِرُ حَرَامٌ ﴿إِلَّا مَا مَلَكَتْ أَيْمَٰنُكُمْ﴾ لَا يَرَى بَأْسًا أَنْ يَنْزِعَ الرَّجُلُ جَارِيَتَهُ مِنْ عَبْدِهِ. وَقَالَ: ﴿وَلَا تَنكِحُوا الْمُشْرِكَٰتِ حَتَّىٰ يُؤْمِنَّ﴾ [البقرة: ٢٢١]. وَقَالَ ابْنُ

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ﴿وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَاءِ﴾ سے مراد خاوند والی آزاد عورتیں ہیں، وہ بھی حرام ہیں۔ ﴿إِلَّا مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ﴾ کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی کی لونڈی اس کے غلام کے نکاح میں ہو تو وہ اس سے واپس لے سکتا ہے، یعنی طلاق دلوا کر خود اپنی بیوی بنا سکتا

[1] صحيح البخاري، الشهادات، حديث: 2640.

عَبَّاسٍ: مَا زَادَ عَلَى أَرْبَعٍ فَهُوَ حَرَامٌ كَأُمِّهِ وَابْنَتِهِ وَأُخْتِهِ.

ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا ہے: ''مشرک عورتیں جب تک ایمان نہ لائیں ان سے نکاح نہ کرو۔'' حضرت ابن عباس ؓ نے فرمایا: چار بیویوں کے ہوتے ہوئے پانچویں سے نکاح کرنا اسی طرح حرام ہے جیسا کہ اپنی ماں، بیٹی اور بہن سے نکاح کرنا حرام ہے۔

وضاحت: حضرت انس ؓ قرآنی آیت کے ضمن میں: ﴿اِلَّا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ﴾ کے متعلق فرماتے ہیں کہ اگر کسی نے اپنی لونڈی کسی غلام کے نکاح میں دے دی ہو تو جب چاہے اس سے واپس لے سکتا ہے لیکن جمہور اہل علم کا موقف ہے کہ جب اس نے لونڈی کا نکاح کسی غلام سے کر دیا ہے تو طلاق کا حق بھی اسی غلام کو ہوگا، لونڈی کا مالک اس سے چھین نہیں سکتا۔ اور آیت کا محل وہ جنگی عورتیں ہیں جن کے شوہر زندہ ہوں، استبرائے رحم کے بعد ان سے مباشرت کرنا جائز ہے۔

٥١٠٥ - وَقَالَ لَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ سُفْيَانَ: حَدَّثَنِي حَبِيبٌ عَنْ سَعِيدٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: حَرُمَ مِنَ النَّسَبِ سَبْعٌ، وَمِنَ الصِّهْرِ سَبْعٌ، ثُمَّ قَرَأَ ﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَـٰتُكُمْ﴾ الْآيَةَ وَجَمَعَ عَبْدُ اللهِ بْنُ جَعْفَرٍ بَيْنَ ابْنَةِ عَلِيٍّ وَامْرَأَةِ عَلِيٍّ. وَقَالَ ابْنُ سِيرِينَ: لَا بَأْسَ بِهِ، وَكَرِهَهُ الْحَسَنُ مَرَّةً، ثُمَّ قَالَ: لَا بَأْسَ بِهِ. وَجَمَعَ الْحَسَنُ بْنُ الْحَسَنِ ابْنِ عَلِيٍّ بَيْنَ ابْنَتَيْ عَمٍّ فِي لَيْلَةٍ، وَكَرِهَهُ جَابِرُ ابْنُ زَيْدٍ لِلْقَطِيعَةِ، وَلَيْسَ فِيهِ تَحْرِيمٌ، لِقَوْلِهِ تَعَالَى: ﴿وَأُحِلَّ لَكُم مَّا وَرَآءَ ذَٰلِكُمْ﴾ [النساء: ٢٤] وَقَالَ عِكْرِمَةُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: إِذَا زَنَى بِأُخْتِ امْرَأَتِهِ لَمْ تَحْرُمْ عَلَيْهِ امْرَأَتُهُ. وَيُرْوَى عَنْ يَحْيَى الْكِنْدِيِّ، عَنِ الشَّعْبِيِّ وَأَبِي جَعْفَرٍ فِيمَنْ يَلْعَبُ بِالصَّبِيِّ: إِنْ أَدْخَلَهُ فِيهِ فَلَا يَتَزَوَّجَنَّ أُمَّهُ. وَيَحْيَى هٰذَا غَيْرُ مَعْرُوفٍ لَمْ يُتَابَعْ عَلَيْهِ. وَقَالَ عِكْرِمَةُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: إِذَا زَنَى بِهَا لَا تَحْرُمُ

[5105] حضرت ابن عباس ؓ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: نسب سے سات عورتیں حرام ہیں اور سسرال کے ذریعے سے بھی سات عورتیں حرام ہیں، پھر انھوں نے یہ آیت پڑھی: ''تم پر تمھاری مائیں حرام ہیں.....'' حضرت عبداللہ بن جعفر نے حضرت علی ؓ کی صاحبزادی اور ان کی بیوی دونوں سے نکاح کر کے بیک وقت اپنے پاس رکھا۔ حضرت ابن سیرین نے کہا کہ اس میں کوئی قباحت نہیں۔ امام حسن بصری ؒ نے ایک بار تو اسے مکروہ کہا پھر کہنے لگے کہ اس میں چنداں حرج نہیں۔ حضرت حسن بن حسن بن علی نے اپنے دونوں چچا کی دو بیٹیوں کو ایک ساتھ اپنے نکاح میں ایک رات جمع کیا۔ حضرت جابر بن زید (تابعی) نے اسے مکروہ خیال کیا کیونکہ اس میں قطع رحمی کا اندیشہ ہے لیکن یہ حرام نہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''مذکورہ محرمات کے علاوہ باقی عورتیں تمھارے لیے حلال ہیں۔'' حضرت ابن عباس ؓ نے کہا: سالی سے زنا کرنے سے بیوی حرام نہیں ہوتی۔ یحییٰ کندی، امام شعبی اور ابوجعفر سے بیان کرتے ہیں کہ جس نے کسی بچے کے ساتھ برا کام کیا تو وہ اس کی ماں

عَلَيْهِ امْرَأَتُهُ. وَيُذْكَرُ عَنْ أَبِي نَصْرٍ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ حَرَّمَهُ، وَأَبُو نَصْرٍ هٰذَا لَمْ يُعْرَفْ بِسَمَاعِهِ مِنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَيُرْوَى عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ وَجَابِرِ بْنِ زَيْدٍ وَالْحَسَنِ وَبَعْضِ أَهْلِ الْعِرَاقِ قَالَ: يَحْرُمُ عَلَيْهِ. وَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: لَا تَحْرُمُ عَلَيْهِ حَتَّى يُلْزِقَ بِالْأَرْضِ، يَعْنِي يُجَامِعَ. وَجَوَّزَهُ ابْنُ الْمُسَيَّبِ وَعُرْوَةُ وَالزُّهْرِيُّ، وَقَالَ الزُّهْرِيُّ: قَالَ عَلِيٌّ: لَا يَحْرُمُ. وَهٰذَا مُرْسَلٌ.

کے ساتھ نکاح نہیں کرسکتا۔ یحییٰ کندی غیر معروف آدمی ہے اور اس مسئلے میں اس کی متابعت نہیں کی گئی۔ حضرت ابن عباس ؓ سے روایت ہے کہ اگر کسی نے اپنی ساس سے زنا کیا تو اس کی بیوی اس پر حرام نہیں ہوگی لیکن ابو نصر نامی راوی ابن عباس ؓ سے بیان کرتے ہیں کہ بیوی حرام ہو جائے گی لیکن ابو نصر کا ابن عباس ؓ سے سماع معروف نہیں۔ البتہ عمران بن حصین، جابر بن زید ؓ، حسن بصری اور بعض اہل عراق سے مروی ہے کہ بیوی اس پر حرام ہو جاتی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ ؓ نے فرمایا: بیوی حرام نہیں ہوگی تا آنکہ اس کی ماں کو زمین سے ملا دے، یعنی اس سے جماع کرے۔ سعید بن مسیب، حضرت عروہ اور امام زہری ؒ نے اسے (مذکورہ صورت میں بیوی کے ساتھ رہنا) جائز قرار دیا ہے۔ امام زہری نے حضرت علی ؓ سے بیان کیا کہ حرام نہیں ہوتی لیکن یہ مرسل روایت ہے۔

فوائد و مسائل: ① اس روایت کے تحت امام بخاری ؒ نے کئی ایک چیزوں کو بیان کیا ہے جنھیں ہم تفصیل سے بیان کرتے ہیں۔ حضرت ابن عباس ؓ فرماتے ہیں: نسب کی وجہ سے سات عورتیں حرام ہیں اور سسرال کی وجہ سے بھی سات عورتیں حرام ہیں، لیکن آیت کریمہ میں سات نسبی عورتوں کا ذکر ہے، مثلاً: ماں، بیٹی، بہن، پھوپھی، خالہ، بھتیجی، بھانجی لیکن سسرال کی طرف سے سات عورتوں کا ذکر نہیں، البتہ رضاعت کو سسرال سے تعبیر کریں تو سات عورتیں حسب ذیل ہیں: رضاعی ماں، رضاعی بہن، ساس، ربیبہ، بہو، سالی اور شادی شدہ عورت۔ ان محرمات میں سات نسبی ہیں اور سات سببی، جن کا ہم نے ذکر کیا ہے۔ ② آیت کریمہ میں بیک وقت دو حقیقی بہنوں کو نکاح میں رکھنا حرام ہے لیکن حضرت حسن ؓ نے ان دو عورتوں کو عقدِ نکاح میں جمع کیا جو ایک دوسری کے چچا کی بیٹی تھی۔ اس سے مراد محمد بن علی کی بیٹی اور عمر بن علی کی بیٹیاں ہیں۔ ان میں سے ہر ایک دوسری کے چچا کی بیٹی ہے۔ امام مالک اسے مکروہ خیال کرتے ہیں حرام قرار نہیں دیتے۔ حضرت جابر بن زید نے مکروہ کی علت قطع رحمی بیان کی ہے۔ بہر حال ایسا کرنا حرام نہیں ہے۔ ③ اگر کسی نے سالی سے زنا کیا تو اس کی بیوی اس پر حرام نہیں ہوگی جیسا کہ جمہور ائمہ کا موقف ہے کیونکہ زنا حرام ہے اس کا اثر حلال چیز پر نہیں پڑتا، پھر شریعت میں نکاح کا اطلاق عقد پر ہوتا ہے محض وطی پر نہیں ہوتا، لیکن امام ثوری اور اہل کوفہ کا موقف ہے کہ سالی سے زنا کرنا بیوی کے حرام ہونے کا باعث ہے، لیکن امام بخاری ؒ نے اس موقف کو محل نظر قرار دیا ہے۔

(٢٦) بَابٌ: ﴿وَرَبَٰٓئِبُكُمُ ٱلَّٰتِى فِى حُجُورِكُم مِّن نِّسَآئِكُمُ ٱلَّٰتِى دَخَلْتُم بِهِنَّ﴾ [النساء: ٢٣]

باب: 26- ارشاد باری تعالیٰ ''اور تمھاری بیویوں کی وہ لڑکیاں جو تمھاری گود میں (پرورش پا رہی) ہوں بشرطیکہ تم اپنی بیویوں سے صحبت کر چکے ہو'' کا بیان

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: اَلدُّخُولُ وَالْمَسِيسُ وَاللِّمَاسُ هُوَ الْجِمَاعُ، وَمَنْ قَالَ: بَنَاتُ وَلَدِهَا هُنَّ مِنْ بَنَاتِهَا فِي التَّحْرِيمِ لِقَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ لِأُمِّ حَبِيبَةَ: «لَا تَعْرِضْنَ عَلَيَّ بَنَاتِكُنَّ وَلَا أَخَوَاتِكُنَّ» وَكَذٰلِكَ حَلَائِلُ وَلَدِ الْأَبْنَاءِ هُنَّ حَلَائِلُ الْأَبْنَاءِ. وَهَلْ تُسَمَّى الرَّبِيبَةَ وَإِنْ لَمْ تَكُنْ فِي حَجْرِهِ؟ وَدَفَعَ النَّبِيُّ ﷺ رَبِيبَةً لَهُ إِلَى مَنْ يَكْفُلُهَا. وَسَمَّى النَّبِيُّ ﷺ ابْنَ ابْنَتِهِ ابْنًا.

حضرت ابن عباس ؓ نے کہا: دخول، مسیس اور لماس سے مراد جماع ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ بیوی کی اولاد کی بیٹیاں بھی حرمت میں بیٹیوں جیسی ہیں کیونکہ نبی ﷺ نے حضرت ام حبیبہ ؓ سے فرمایا تھا: ''تم میرے لیے اپنی بیٹیاں اور بہنیں نہ پیش کیا کرو۔'' اسی طرح بیٹوں کی اولاد کی بیویاں بھی بیٹوں کی بیویوں جیسی ہیں۔ کیا اگر ربیبہ زیر پرورش نہ ہو تو اسے ربیبہ کا نام دیا جا سکتا ہے؟ نبی ﷺ نے اپنی ربیبہ ایک ایسے شخص کے حوالے کی جو اس کی کفالت کرے۔ نبی ﷺ نے اپنی صاحبزادی کے بیٹے کو بیٹا کہا۔

وضاحت: امام بخاری ؒ نے مذکورہ عبارت میں تین مسائل بیان کیے ہیں: ○ دخول کی تفسیر کیا ہے؟ ○ بنات الاولاد بھی بنات کے حکم میں ہیں۔ ○ ربیبہ کسے کہتے ہیں؟ حافظ ابن حجر ؒ نے حضرت ابن عباس ؓ کے حوالے سے لکھا ہے کہ دخول، تغشی، افضاء، مباشرت، رفث اور لمس جماع کو کہتے ہیں۔ چونکہ اللہ تعالیٰ باحیا اور کریم ہے، اس لیے جس چیز کے متعلق جیسے چاہتا ہے کنایہ کرتا ہے۔[1] بناتِ اولاد، یعنی پوتی اور نواسی حرمت میں بیٹی کی طرح ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ام حبیبہ ؓ سے فرمایا: ''تم مجھے اپنی بیٹیاں اور بہنیں نکاح کے لیے نہ پیش کیا کرو۔''[2] اس مقام پر پوتی اور نواسی بھی بیٹی کے حکم میں ہے، نیز ربیبہ بیوی کی اس بیٹی کو کہتے ہیں جو اس کے پہلے خاوند سے ہو، خواہ وہ دوسرے خاوند کی پرورش میں نہ ہو۔ مذکورہ آیت کریمہ میں ﴿حُجُوْرِكُم﴾ کا خطاب عادت اور غلبے کے طور پر ہے، مفہوم مخالف مراد نہیں ہے۔ دوسرے الفاظ میں یہ قید اتفاقی ہے احترازی نہیں۔ حضرت علی ؓ مفہوم مخالف کے طور پر بیوی کی اس بیٹی سے نکاح جائز کہتے ہیں جو اس کے زیر پرورش نہ ہو اگرچہ اس سے دخول کر چکا ہو جیسا کہ مصنف عبدالرزاق میں ان کا فتویٰ مذکور ہے۔[3] لیکن امام بخاری ؒ کا رجحان یہ معلوم ہوتا ہے کہ بیوی کی لڑکی کا زیر پرورش ہونا حرمت کے لیے شرط نہیں کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت زینب بنت ام سلمہ کو نوفل اشجعی ؓ کے حوالے کر دیا تاکہ وہ اس کے دودھ کا بندوبست کرے، چنانچہ وہ زینب کو اپنے ساتھ لے گیا، پھر جب واپس آیا تو

1 فتح الباري: 198/9. 2 صحيح البخاري، النكاح، حديث: 5101. 3 المصنف لعبد الرزاق: 278/6، رقم: 10834.

رسول اللہ ﷺ نے اس کا حال پوچھا۔ اس نے کہا: وہ اپنی رضاعی ماں کے پاس ہے۔[1] اس سے معلوم ہوا کہ ربیبہ کی حرمت کے لیے اس کا گود میں ہونا ضروری نہیں ہے۔[2]

٥١٠٦ - حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ أَبِيهِ، عَنْ زَيْنَبَ، عَنْ أُمِّ حَبِيبَةَ قَالَتْ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، هَلْ لَكَ فِي بِنْتِ أَبِي سُفْيَانَ؟ قَالَ: «فَأَفْعَلُ مَاذَا؟»، قُلْتُ: تَنْكِحُ، قَالَ: «أَتُحِبِّينَ؟»، قُلْتُ: لَسْتُ لَكَ بِمُخْلِيَةٍ وَأَحَبُّ مَنْ شَرِكَنِي فِيكَ أُخْتِي، قَالَ: «إِنَّهَا لَا تَحِلُّ لِي»، قُلْتُ: بَلَغَنِي أَنَّكَ تَخْطُبُ، قَالَ: «ابْنَةَ أُمِّ سَلَمَةَ؟»، قُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ: «لَوْ لَمْ تَكُنْ رَبِيبَتِي مَا حَلَّتْ لِي، أَرْضَعَتْنِي وَأَبَاهَا ثُوَيْبَةُ، فَلَا تَعْرِضْنَ عَلَيَّ بَنَاتِكُنَّ وَلَا أَخَوَاتِكُنَّ».

[5106] حضرت ام حبیبہ ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں نے عرض کی: اللہ کے رسول! کیا آپ کو حضرت ابوسفیان ؓ کی صاحبزادی سے کوئی دلچسپی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”میں اسے کیا کروں گا؟“ میں نے عرض کی: آپ اس سے نکاح کر لیں۔ آپ نے فرمایا: ”کیا تم اس بات کو پسند کرتی ہو؟“ میں نے کہا: میں آپ کی اکیلی بیوی تو نہیں ہوں۔ مجھے یہ بات زیادہ پسند ہے کہ آپ کی زوجیت میں جو میرا شریک ہو وہ میری بہن ہو۔ آپ نے فرمایا: ”وہ تو میرے لیے حلال نہیں۔“ میں نے عرض کی: مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ آپ نے پیغام نکاح بھیجا ہے۔ آپ نے فرمایا: ”ام سلمہ کی بیٹی کو؟“ میں نے کہا: جی ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”(وہ میری ربیبہ ہے۔) اگر وہ میری ربیبہ نہ بھی ہوتی تب بھی میرے لیے حلال نہ تھی کیونکہ ثویبہ نے مجھے اور اس کے والد (ابوسلمہ) کو دودھ پلایا ہے۔ مجھے نکاح کے لیے اپنی بیٹیوں اور بہنوں کی پیش کش نہ کیا کرو۔“

وَقَالَ اللَّيْثُ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ: دُرَّةُ بِنْتُ أُمِّ سَلَمَةَ. [راجع: ٥١٠١]

لیث نے کہا: ہمیں ہشام نے خبر دی کہ اس کا نام دُرّہ بنت ام سلمہ ہے۔

فوائدومسائل: ① مدینہ طیبہ میں منافقین کے پروپیگنڈے سے یہ بات مشہور ہو چکی تھی کہ رسول اللہ ﷺ حضرت ابوسلمہ ؓ کی بیٹی سے نکاح کرنا چاہتے ہیں۔ حضرت ام حبیبہ ؓ نے اس پروپیگنڈے سے متاثر ہوکر یہ بات کہی کہ آپ ابوسلمہ ؓ کی دختر سے نکاح کرنا چاہتے ہیں؟ آپ نے وضاحت کرتے ہوئے فرمایا: ”وہ تو میرے لیے حلال ہی نہیں ہے اور اس کی دو وجوہات ہیں: ایک تو وہ ربیبہ ہے، یعنی اس کی والدہ ام سلمہ ؓ میری بیوی ہے اور دوسری یہ کہ وہ میری رضاعی بھتیجی ہے کیونکہ مجھے اور اس کے والد ابوسلمہ ؓ کو ثویبہ ؓ نے دودھ پلایا تھا۔“ ② امام بخاری ؒ نے لیث کی روایت سے ثابت کیا

---

[1] المستدرك للحاكم: 565/1، رقم: 2077. [2] فتح الباري: 199/9.

ہے کہ ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کی لڑکی کا نام درّہ تھا جیسا کہ آئندہ ایک حدیث میں اس کی صراحت ہے۔[1] کچھ حضرات نے اس لڑکی کا نام زینب بتایا ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس کی تردید کرتے ہوئے فرمایا: اس کا نام درّہ ہے زینب نہیں۔[2]

(٢٧) بَابٌ: ﴿وَأَن تَجْمَعُوا بَيْنَ الْأُخْتَيْنِ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ﴾ [النساء: ٢٣]

باب: 27- ارشاد باری تعالیٰ: ''اور (یہ بھی حرام ہے کہ) دو بہنوں کو ایک ساتھ نکاح میں جمع کرو مگر جو پہلے ہو چکا ہے'' کا بیان

٥١٠٧ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ: أَنَّ عُرْوَةَ ابْنَ الزُّبَيْرِ أَخْبَرَهُ: أَنَّ زَيْنَبَ ابْنَةَ أَبِي سَلَمَةَ أَخْبَرَتْهُ: أَنَّ أُمَّ حَبِيبَةَ قَالَتْ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، انْكِحْ أُخْتِي بِنْتَ أَبِي سُفْيَانَ، قَالَ: «وَتُحِبِّينَ؟»، قُلْتُ: نَعَمْ، لَسْتُ لَكَ بِمُخْلِيَةٍ وَأَحَبُّ مَنْ شَارَكَنِي فِي خَيْرٍ أُخْتِي، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «إِنَّ ذٰلِكَ لَا يَحِلُّ لِي»، قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، فَوَاللهِ إِنَّا لَنَتَحَدَّثُ أَنَّكَ تُرِيدُ أَنْ تَنْكِحَ دُرَّةَ بِنْتَ أَبِي سَلَمَةَ، قَالَ: «بِنْتَ أُمِّ سَلَمَةَ؟»، فَقُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ: «فَوَاللهِ لَوْ لَمْ تَكُنْ فِي حَجْرِي مَا حَلَّتْ لِي، إِنَّهَا لَابْنَةُ أَخِي مِنَ الرَّضَاعَةِ، أَرْضَعَتْنِي وَأَبَا سَلَمَةَ ثُوَيْبَةُ، فَلَا تَعْرِضْنَ عَلَيَّ بَنَاتِكُنَّ وَلَا أَخَوَاتِكُنَّ». [راجع: ٥١٠١]

[5107] حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں نے عرض کی: اللہ کے رسول! آپ میری بہن ابوسفیان کی بیٹی سے نکاح کر لیں۔ آپ نے فرمایا: ''کیا تمھیں یہ پسند ہے؟'' میں نے عرض کی: جی ہاں، میں تنہا تو آپ کی بیوی نہیں ہوں۔ اور مجھے زیادہ پسند ہے کہ میری بہن بھی خیر و برکت میں میرے ساتھ شریک ہو جائے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ''وہ تو میرے لیے حلال نہیں۔'' میں نے عرض کی: اللہ کے رسول! اللہ کی قسم! ہمیں تو یہ خبریں مل رہی ہیں کہ آپ ابوسلمہ کی بیٹی درہ کو پیغام نکاح بھیجنا چاہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ''وہ جو ام سلمہ کی دختر ہے؟'' میں نے کہا: جی ہاں۔ آپ نے فرمایا: ''اللہ کی قسم! اگر وہ میری گود میں نہ ہوتی تو بھی میرے لیے حلال نہ تھی کیونکہ وہ تو میرے رضاعی بھائی کی بیٹی ہے۔ مجھے اور ابوسلمہ کو ثویبہ نے دودھ پلایا ہے۔ تم اپنی بیٹیاں اور بہنیں مجھے نکاح کے لیے پیش نہ کیا کرو۔''

فوائد و مسائل: ① دو بہنوں کا بیک وقت نکاح میں جمع کرنا حرام ہے۔ اس پر امت کا اجماع ہے۔ وہ بہنیں، خواہ حقیقی ہوں یا مادری یا پدری، خواہ نسبی ہوں یا رضاعی کسی صورت میں ایسا کرنا جائز نہیں، البتہ ایک کی وفات یا طلاق کی صورت میں عدت گزارنے پر دوسری بہن سے نکاح جائز ہے۔ حدیث میں ہے کہ حضرت فیروز دیلمی رضی اللہ عنہ جب مسلمان ہوئے تو ان کے نکاح

[1] صحيح البخاري، النكاح، حديث: 5107. [2] فتح الباري: 200/9.

میں دو بہنیں تھیں، انھوں نے کہا: اللہ کے رسول! میرے ہاں دو بہنیں ہیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ان میں سے ایک کو طلاق دے دو۔''[1] ② امام بخاری رحمہ اللہ کی پیش کردہ حدیث سے بھی یہ ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ازواج مطہرات سے فرمایا تھا: ''تم اپنی بہنوں اور بیٹیوں سے نکاح کی مجھے پیش کش نہ کیا کرو۔'' بہر حال امت میں سے کوئی بھی اس کا قائل نہیں ہے، بالاتفاق دو بہنوں کا نکاح میں جمع کرنا حرام ہے۔

(٢٨) بَابٌ: لَا تُنْكَحُ الْمَرْأَةُ عَلَى عَمَّتِهَا

باب: 28- کسی عورت سے اس کی پھوپھی کی موجودگی میں نکاح نہ کیا جائے

وضاحت: اس کا مطلب یہ ہے کہ بیک وقت پھوپھی اور بھتیجی، نیز خالہ اور بھانجی سے نکاح نہ کیا جائے، ایسا کرنا حرام ہے۔

٥١٠٨ - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ: أَخْبَرَنَا عَاصِمٌ عَنِ الشَّعْبِيِّ: سَمِعَ جَابِرًا رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: نَهَى رَسُولُ اللهِ ﷺ أَنْ تُنْكَحَ الْمَرْأَةُ عَلَى عَمَّتِهَا أَوْ خَالَتِهَا. وَقَالَ دَاوُدُ وَابْنُ عَوْنٍ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ.

[5108] حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے عورت سے اس کی پھوپھی پر اور اس کی خالہ پر نکاح کرنے سے منع فرمایا ہے۔ داود اور ابن عون نے بواسطۂ شعبی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

٥١٠٩ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «لَا يُجْمَعُ بَيْنَ الْمَرْأَةِ وَعَمَّتِهَا، وَلَا بَيْنَ الْمَرْأَةِ وَخَالَتِهَا». [انظر: ٥١١٠]

[5109] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''عورت اور اس کی پھوپھی کو ایک عقد میں جمع نہ کیا جائے اور نہ عورت اور اس کی خالہ ہی کو ایک عقد میں جمع کیا جائے۔''

٥١١٠ - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ قَالَ: أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: حَدَّثَنِي قَبِيصَةُ بْنُ ذُؤَيْبٍ: أَنَّه سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ: نَهَى النَّبِيُّ ﷺ أَنْ تُنْكَحَ الْمَرْأَةُ عَلَى عَمَّتِهَا، وَالْمَرْأَةُ وَخَالَتُهَا. فَنُرَى خَالَةَ أَبِيهَا بِتِلْكَ الْمَنْزِلَةِ. [راجع: ٥١٠٩]

[5110] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے عورت اور اس کی پھوپھی، نیز عورت اور اس کی خالہ کو ایک عقد میں جمع کرنے سے منع فرمایا ہے۔ بیوی کے باپ کی خالہ کو بھی اسی درجے میں رکھا گیا ہے۔

---

① مسند أحمد: 232/4.

٥١١١ - لِأَنَّ عُرْوَةَ حَدَّثَنِي عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: حَرِّمُوا مِنَ الرَّضَاعَةِ مَا يَحْرُمُ مِنَ النَّسَبِ. [راجع: ٢٦٤٤]

[5111] کیونکہ حضرت عروہ رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بیان کیا، انھوں نے فرمایا: جو رشتے نسب سے حرام ہوتے ہیں انھیں رضاعت سے بھی حرام قرار دو۔

فوائد ومسائل: ① پھوپھی کے لفظ میں دادا کی بہن، نانا کی بہن، ان کے باپ کی بہن، اسی طرح خالہ کے لفظ میں نانی کی بہن اور نانی کی ماں سب داخل ہیں۔ اس کا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ ایسی دو عورتوں کو بیک وقت نکاح میں جمع کرنا منع ہے کہ اگر ان میں سے ایک کو مرد تصور کریں تو دوسری عورت سے اس کا نکاح جائز نہ ہو، البتہ اپنی بیوی کے ماموں کی بیٹی، چچا کی بیٹی، پھوپھی کی بیٹی سے نکاح کیا جاسکتا ہے۔ ② ابن حبان کی روایت میں اس کی علت بیان کی گئی ہے، رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا ہے کہ پھوپھی اور خالہ کی موجودگی میں ان کی بھتیجی یا بھانجی سے نکاح کیا جائے۔ آپ نے فرمایا: ''اگر تم ایسا کرو گے تو قطع رحمی کے مرتکب ہوگے۔''[1] بیوی کے باپ کی خالہ کو بھی اس درجے میں رکھا گیا ہے۔ اس سے مراد رضاعی خالہ ہے کیونکہ اس کے بعد رضاعت کا مسئلہ بیان ہوا ہے، یعنی خالہ سے مراد عام ہے، خواہ نسبی ہو یا رضاعی، اس عورت کی اپنی ہو یا اس کے باپ کی، بہرحال اس سے کئی ایک فروعات نکلتی ہیں۔ والله أعلم.

(٢٩) بَابُ الشِّغَارِ

باب: 29- وٹہ سٹہ کا نکاح

٥١١٢ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ نَهَى عَنِ الشِّغَارِ. وَالشِّغَارُ: أَنْ يُزَوِّجَ الرَّجُلُ ابْنَتَهُ عَلَى أَنْ يُزَوِّجَهُ الْآخَرُ ابْنَتَهُ، لَيْسَ بَيْنَهُمَا صَدَاقٌ. [انظر: ٦٩٦٠]

[5112] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے شغار سے منع فرمایا۔ اور شغار یہ ہے کہ کوئی شخص اپنی بیٹی کا نکاح (کسی کے ساتھ) اس شرط کے ساتھ کرے کہ وہ دوسرا شخص بھی اپنی بیٹی کا نکاح اس سے کرے گا اور ان دونوں کا کوئی حق مہر مقرر نہ ہو۔

فوائد ومسائل: ① حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''نکاح شغار، اسلام میں نہیں ہے۔''[2] صحیح بخاری کی ایک روایت میں صراحت ہے کہ شغار کی تعریف حضرت نافع نے کی ہے۔[3] اس میں حق مہر کی قید اتفاقی ہے، اصل مشروط تبادلۂ نکاح ہی شغار ہے، خواہ اس میں حق مہر کی تعیین ہو یا نہ ہو جیسا کہ حضرت عباس بن عبداللہ بن عباس نے عبدالرحمٰن بن حکم سے اپنی بیٹی کا نکاح کیا اور عبدالرحمٰن نے اس کے ساتھ اپنی بیٹی کا نکاح کر دیا، ان دونوں نے حق مہر بھی مقرر کیا تھا تو

---

1 صحيح ابن حبان بترتيب ابن بلبان: 426/9، رقم: 4116، وفتح الباري: 202/9. 2 صحيح مسلم، النكاح، حديث: 3465 (1415). 3 صحيح البخاري، الحيل، حديث: 6960.

حضرت معاویہ ؓ نے مروان بن حکم کی طرف سے ایک مکتوب کے ذریعے سے ان دونوں کے درمیان تفریق کرا دی اور لکھا کہ یہی وہ شغار ہے جس سے رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا۔[1] ② اگرچہ فقہائے کوفہ نے مہر مثل کی ادائیگی سے اسے جائز قرار دیا ہے لیکن یہ موقف واضح احادیث کے خلاف ہے۔ ہاں، اگر اتفاقی طور پر تبادلۂ نکاح ہو جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ ③ اس کے حرام ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اگر ایک لڑکی کو اس کی غلطی کی وجہ سے طلاق ملتی ہے تو دوسری لڑکی کا گھر بلاوجہ اجڑ جاتا ہے، اس لیے شریعت نے مشروط تبادلۂ نکاح سے منع فرما دیا۔ والله أعلم.

(٣٠) بَابٌ: هَلْ لِلْمَرْأَةِ أَنْ تَهَبَ نَفْسَهَا لِأَحَدٍ؟

باب: 30- کیا عورت خود کو کسی کے لیے ہبہ کر سکتی ہے؟

وضاحت: لفظ نکاح یا تزویج کے بغیر صرف ہبہ سے نکاح ہو جائے گا یا نہیں؟ جمہور علماء کے نزدیک ایسا نکاح صحیح نہیں کیونکہ حق مہر کے بغیر صرف ہبہ سے نکاح ہونا رسول اللہ ﷺ کا خاصہ ہے۔ دوسروں کے لیے ایسا کرنا جائز نہیں۔

٥١١٣ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ: حَدَّثَنَا ابْنُ فُضَيْلٍ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: كَانَتْ خَوْلَةُ بِنْتُ حَكِيمٍ مِنَ اللَّائِي وَهَبْنَ أَنْفُسَهُنَّ لِلنَّبِيِّ ﷺ فَقَالَتْ عَائِشَةُ: أَمَا تَسْتَحِي الْمَرْأَةُ أَنْ تَهَبَ نَفْسَهَا لِلرَّجُلِ؟ فَلَمَّا نَزَلَتْ: ﴿تُرْجِي مَن تَشَاءُ مِنْهُنَّ﴾ قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، مَا أَرَى رَبَّكَ إِلَّا يُسَارِعُ فِي هَوَاكَ.

[5113] حضرت ہشام بن عروہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں، انھوں نے کہا کہ حضرت خولہ بنت حکیم ؓ ان عورتوں میں سے تھیں جنھوں نے اپنے آپ کو نبی ﷺ کے لیے ہبہ کیا تھا۔ اس پر حضرت عائشہ ؓ نے کہا کہ عورت کو شرم نہیں آتی وہ اپنے آپ کو کسی مرد کے لیے ہبہ کرتی ہے؟ پھر جب یہ آیت نازل ہوئی: ''(اے پیغمبر!) تو اپنی جس بیوی کو چاہے پیچھے ڈال دے۔'' میں نے کہا: اللہ کے رسول! مجھے اب پتہ چلا ہے کہ آپ کا رب آپ کی خواہش پوری کرنے میں کس قدر جلدی کرتا ہے۔

رَوَاهُ أَبُو سَعِيدٍ الْمُؤَدِّبُ، وَمُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ، وَعَبْدَةُ عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، يَزِيدُ بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ. [راجع: ٤٧٨٨]

اس حدیث کو ابوسعید مودب، محمد بن بشر اور عبدہ نے ہشام سے، انھوں نے اپنے والد عروہ سے، انھوں نے حضرت عائشہ ؓ سے بیان کیا۔ وہ ایک دوسرے سے حدیث میں کچھ اضافہ کرتے تھے۔

فوائد ومسائل: ① اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو تین قسم کی عورتوں سے نکاح کی اجازت دی تھی۔ ان میں سے تیسری قسم ان عورتوں کی تھی جو بذاتِ خود اپنے آپ کو نکاح کے لیے پیش کریں۔ اگر اپنا نفس ہبہ کرنے والی کوئی عورت آپ کو پسند آ جائے تو

[1] سنن أبي داود، النكاح، حديث: 2075.

اس کا حق مہر کچھ نہیں ہوگا اور نہ ولی کی اجازت اور گواہوں کی ضرورت ہی ہوگی۔ عورت کا اپنا نفس ہبہ کر دینا ہی نکاح سمجھا جائے گا۔ ایسی عورتوں کے متعلق حضرت عائشہ ؓ نے مذکورہ حدیث میں تبصرہ کیا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ مجھے ان عورتوں پر غیرت آتی تھی جو اپنے آپ کو رسول اللہ ﷺ کو ہبہ کر دیتی تھیں۔ میں کہتی: بھلا یہ کیا بات ہوئی کہ کوئی عورت اپنا آپ کسی کو ہبہ کر دے، لیکن قرآن کریم نے تبصرہ فرمایا: ''یہ رعایت صرف آپ کے لیے ہے دوسرے مسلمانوں کے لیے نہیں۔''[1] ② ہبہ عورت کے حکم میں اختلاف ہے کہ یہ رسول اللہ ﷺ کا خاصہ ہے یا یہ حکم عام ہے؟ اس اختلاف کی طرف امام بخاری ؒ نے عنوان میں لفظ ''هَل'' سے اشارہ کیا ہے۔ بہر حال دوسرے مسلمانوں کے لیے حکم ہے کہ وہ نکاح کی دیگر شرائط پوری کریں، یعنی ولی کی اجازت، گواہوں کی موجودگی اور حق مہر کی تعیین وغیرہ اس کے بعد نکاح صحیح ہوگا۔ واللہ أعلم.

(٣١) بَابُ نِكَاحِ الْمُحْرِمِ

باب: 31-محرم آدمی کا نکاح کرنا

٥١١٤ - حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ: أَخْبَرَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ: أَخْبَرَنَا عَمْرٌو: حَدَّثَنَا جَابِرُ بْنُ زَيْدٍ قَالَ: أَنْبَأَنَا ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: تَزَوَّجَ النَّبِيُّ ﷺ وَهُوَ مُحْرِمٌ. [راجع: ١٨٣٧]

[5114] حضرت ابن عباس ؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے احرام کی حالت میں نکاح کیا۔

فوائد ومسائل: ① ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بحالت احرام حضرت میمونہ ؓ سے نکاح کیا اور شب زفاف کے وقت آپ احرام کی پابندیوں سے آزاد تھے اور حضرت میمونہ ؓ کی وفات مقام سرف میں ہوئی۔[2] ایک دوسری روایت میں ہے کہ یہ نکاح عمرة القضاء کے موقع پر ہوا۔[3] حافظ ابن حجر ؒ نے لکھا ہے کہ امام بخاری ؒ کا رجحان جواز کی طرف معلوم ہوتا ہے کیونکہ انھوں نے اس سلسلے میں منع کی کوئی حدیث ذکر نہیں کی صرف ابن عباس ؓ کی روایت پر اکتفا کیا ہے جو جواز کے لیے واضح ہے۔[4] ② ہمارے رجحان کے مطابق احرام والا آدمی نہ تو خود نکاح کر سکتا ہے اور نہ کسی دوسرے شخص ہی کا نکاح کرا سکتا ہے جیسا کہ حضرت عثمان ؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''احرام والا آدمی خود اپنا نکاح کرے، نہ کسی دوسرے کا نکاح کرے اور نہ پیغام نکاح ہی بھیجے۔''[5] خود صاحب واقعہ حضرت میمونہ ؓ کا بیان ہے، انھوں نے فرمایا: جب رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے شادی کی تو اس وقت ہم دونوں مقام سرف میں حلال تھے۔[6] حضرت ابو رافع ؓ جو ان دونوں کے درمیان قاصد تھے ان کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جب حضرت میمونہ ؓ سے نکاح کیا تو آپ حلال تھے، شب زفاف کے وقت بھی حلال تھے اور میں ان دونوں کے درمیان قاصد تھا۔[7] ممکن ہے کہ حضرت ابن عباس ؓ کو کسی وجہ سے وہم ہو گیا ہو

1 صحيح البخاري، التفسير، حديث: 4788. 2 صحيح البخاري، المغازي، حديث: 4258. 3 صحيح البخاري، المغازي، حديث: 4259. 4 فتح الباري: 207/9. 5 صحيح مسلم، النكاح، حديث: 3449 (1409). 6 سنن أبي داود، المناسك، حديث: 1843. 7 جامع الترمذي، الحج، حديث: 841.

جیسا کہ حضرت سعید بن مسیب فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباس ؓ کو وہم ہوگیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت میمونہ ؓ سے حالت احرام میں شادی کی تھی۔[1] کچھ لوگ کہتے ہیں کہ حضرت میمونہ ؓ حضرت ابن عباس ؓ کی خالہ تھیں، اس لیے وہ ان کا حال زیادہ جانتے تھے لیکن یزید بن اصم کی بھی خالہ تھیں، انھوں نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت میمونہ ؓ سے نکاح بحالت حلال کیا تھا۔[2] ③ ممکن ہے کہ حضرت ابن عباس ؓ کے نزدیک تقلید ہدی سے آدمی محرم بن جاتا ہو، جب انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ نے اپنی قربانیوں کو ہار پہنا دیے ہیں تو اس سے قیاس کرلیا کہ آپ محرم ہیں، حالانکہ اس وقت آپ نے ابھی احرام نہیں باندھا تھا۔ بہرحال اہل حدیث حضرات کا موقف ہے کہ احرام والا آدمی نہ اپنا نکاح کرے اور نہ کسی دوسرے کا نکاح کرائے اور نہ کسی کو پیغام نکاح ہی بھیجے۔ حافظ ابن حجر ؒ نے لکھا ہے کہ حضرت عمر اور حضرت علی ؓ نے ایک مرد اور عورت کو الگ الگ کردیا تھا جنھوں نے احرام کی حالت میں نکاح کیا تھا۔[3]

(٣٢) بَابُ نَهْيِ ... ﷺ عَنْ نِكَاحِ الْمُتْعَةِ أَخِيرًا

باب: 32- نبی ﷺ نے آخر کار نکاح متعہ سے منع فرمادیا

وضاحت: کسی عورت سے ایک مقررہ مدت تک نکاح کرلینے کو متعہ کہتے ہیں، مثلاً: دو یا تین دن یا اس کے علاوہ کوئی بھی مقررہ مدت ہو۔ اَخِیرًا سے معلوم ہوتا ہے کہ نکاح متعہ پہلے جائز تھا۔ جائز ہونے کے بعد اسے ممنوع قرار دیا گیا۔ ضرورت کے پیش نظر نکاح متعہ کئی مرتبہ جائز ہوا بالآخر اسے ہمیشہ کے لیے حرام کردیا گیا کیونکہ اس سے نکاح کے حقیقی مقاصد پورے نہیں ہوتے۔ اس نکاح میں طلاق، عدت اور میراث نہ ہوتی تھی، وقت پورا ہونے پر خود بخود علیحدگی عمل میں آجاتی۔

٥١١٥ - حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ: حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ: أَنَّهُ سَمِعَ الزُّهْرِيَّ يَقُولُ: أَخْبَرَنِي الْحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ وَأَخُوهُ عَبْدُ اللهِ عَنْ أَبِيهِمَا: أَنَّ عَلِيًّا رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ لِابْنِ عَبَّاسٍ: إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَى عَنِ الْمُتْعَةِ وَعَنْ لُحُومِ الْحُمُرِ الْأَهْلِيَّةِ زَمَنَ خَيْبَرَ. [راجع: ٤٢١٦]

[5115] حضرت علی ؓ سے روایت ہے، انھوں نے حضرت ابن عباس ؓ سے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فتح خیبر کے وقت متعہ اور گھریلو گدھوں کے گوشت سے منع فرمایا تھا۔

فوائد ومسائل: ① پہلے نکاح متعہ حلال اور مباح تھا جیسا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ سے مروی ہے، انھوں نے فرمایا: ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مل کر جہاد کرتے تھے اور ہمارے ساتھ ہماری بیویاں نہیں ہوتی تھیں، اس لیے ہم نے عرض کی: اللہ کے رسول! ہم خود کو خصی کیوں نہ کرلیں؟ لیکن آپ نے ہمیں اس اقدام سے باز رکھا، پھر ہمیں اس امر کی رخصت دی کہ ہم کسی

① سنن أبي داود، المناسك، حديث: 1845. ② صحيح مسلم، النكاح، حديث: 3453 (1411). ③ فتح الباري: 208/9.

عورت سے کپڑے (یا کسی بھی چیز) کے عوض نکاح کرلیں، پھر عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: ''اے ایمان والو! اپنے اوپران پاکیزہ چیزوں کو حرام نہ کرو جواللہ تعالیٰ نے تمھارے لیے حلال کی ہیں۔''[1] بہرحال نکاح متعہ پہلے مجبوری کے پیش نظر حلال تھا، اس کے بعد اسے ہمیشہ کے لیے حرام کردیا گیا۔[2]

٥١١٦ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي جَمْرَةَ قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ يُسْأَلُ عَنْ مُتْعَةِ النِّسَاءِ فَرَخَّصَ، فَقَالَ لَهُ مَوْلًى لَهُ: إِنَّمَا ذٰلِكَ فِي الْحَالِ الشَّدِيدِ، وَفِي النِّسَاءِ قِلَّةٌ؟ أَوْ نَحْوَهُ، فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: نَعَمْ.

[5116] حضرت ابوجمرہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا، ان سے عورتوں سے نکاح متعہ کے متعلق سوال کیا گیا تو انھوں نے اس کی اجازت دی۔ پھر ان کے ایک غلام نے ان سے پوچھا کہ اس کی اجازت سخت مجبوری، عورتوں کی کمی یا اس جیسی دیگر صورتوں میں ہوگی؟ تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے جواب دیا کہ ہاں۔

فوائدومسائل: ① حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا: آپ کے فتوے نے بہت شہرت حاصل کرلی ہے اور اس کے متعلق شعراء نے شعر کہنے شروع کردیے ہیں تو انھوں نے فرمایا: میں نے تو اس طرح کا فتویٰ نہیں دیا بلکہ وہ تو ایک اضطراری صورت، یعنی مجبوری کی حالت میں تھا جیسا کہ مجبوری کے وقت مردار اور خنزیر کے گوشت کا کھانا جائز ہے۔ میں نے ایسے سخت حالات کے متعلق نرم گوشہ اختیار کیا تھا۔ میرے نزدیک نکاح متعہ حرام ہے۔[3] ② پیش کردہ روایت سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے متعہ کی رخصت اضطراری حالت میں دی تھی، اس لیے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے نعم کہا اور خاموش ہوگئے اور غلام کو کوئی جواب نہ دیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے پہلے فتوے سے رجوع کرچکے تھے۔ واللہ أعلم.

٥١١٧، ٥١١٨ - حَدَّثَنَا عَلِيٌّ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ: قَالَ عَمْرٌو، عَنِ الْحَسَنِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ وَسَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ قَالَا: كُنَّا فِي جَيْشٍ فَأَتَانَا رَسُولُ رَسُولِ اللهِ ﷺ فَقَالَ: إِنَّهُ قَدْ أُذِنَ لَكُمْ أَنْ تَسْتَمْتِعُوا فَاسْتَمْتِعُوا.

[5118,1517] حضرت جابر بن عبداللہ اور حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہم سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ ہم ایک لشکر میں تھے تو رسول اللہ ﷺ کا قاصد ہمارے پاس آیا اور اس نے کہا: تمھیں نکاح متعہ کرنے کی اجازت دی گئی ہے، لہٰذا تم نکاح متعہ کرسکتے ہو۔

فائدہ: امام بخاری رحمہ اللہ نے نکاح متعہ کے متعلق نہی کا عنوان قائم کیا ہے جبکہ اس حدیث میں اس کی اجازت کا ذکر ہے؟

---

1 المآئدة 5:87. 2. صحيح البخاري، التفسير، حديث: 4615. 3 السنن الكبرىٰ للبيهقي: 205/7.

دراصل صحیح مسلم میں ہے، حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ پھر ہمیں اس سے منع کر دیا گیا۔[1] اگرچہ ایک روایت میں ہے: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دور حکومت میں اس سے منع فرمایا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے اجتہاد سے نہیں بلکہ رسول اللہ ﷺ کے امتناعی حکم کے پیش نظر اس سے منع کیا تھا جیسا کہ حدیث میں ہے: حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب خلیفہ بنے تو آپ نے منبر پر چڑھ کر خطبہ دیا کہ رسول اللہ ﷺ نے تین دن تک نکاح متعہ کی اجازت دی تھی، پھر اس سے منع کر دیا تھا۔[2] ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ منبر پر تشریف فرما ہوئے، اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی اور فرمایا: لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ نکاح متعہ کرتے ہیں جبکہ رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع کر دیا تھا۔[3]

٥١١٩ - وَقَالَ ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ: حَدَّثَنِي إِيَاسُ ابْنُ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ، عَنْ أَبِيهِ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ: «أَيُّمَا رَجُلٍ وَامْرَأَةٍ تَوَافَقَا فَعِشْرَةُ مَا بَيْنَهُمَا ثَلَاثُ لَيَالٍ، فَإِنْ أَحَبَّا أَنْ يَتَزَايَدَا أَوْ يَتَتَارَكَا تَتَارَكَا»، فَمَا أَدْرِي أَشَيْءٌ كَانَ لَنَا خَاصَّةً، أَمْ لِلنَّاسِ عَامَّةً.

[5119] حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ رسول اللہ ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: "جو مرد اور عورت آپس میں (نکاح متعہ پر) اتفاق کر لیں تو وہ آپس میں تین راتیں گزار سکتے ہیں، اس کے بعد اگر چاہیں تو مدت کو زیادہ کر لیں یا ایک دوسرے سے قطع تعلق کر لیں۔" میں نہیں جانتا کہ یہ رخصت صرف ہمارے لیے تھی یا یہ حکم سب لوگوں کے لیے عام تھا۔

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ: وَقَدْ بَيَّنَهُ عَلِيٌّ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: أَنَّهُ مَنْسُوخٌ.

ابوعبداللہ (امام بخاری رحمہ اللہ) فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے بیان کیا کہ نکاح متعہ منسوخ ہے۔

فوائد و مسائل: ① حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے سہیلی کے حوالے سے ان مقامات کی تفصیل دی ہے جہاں متعے کی حرمت کا ذکر ہوا ہے۔ وہ حسب ذیل ہیں: ○ خیبر ○ عمرۃ القضاء ○ فتح مکہ ○ غزوۂ اوطاس ○ غزوۂ تبوک ○ حجۃ الوداع۔ پھر انھوں نے لکھا ہے کہ سہیلی نے غزوۂ حنین کا ذکر نہیں کیا یا تو ان سے سہو ہو گیا ہے یا انھوں نے جان بوجھ کر اسے چھوڑ دیا ہے کیونکہ راویوں کی غلطی کی وجہ سے ایسا ہوا ہے۔ روایات کی چھان بین کرنے کے بعد انھوں نے کہا کہ غزوۂ خیبر اور فتح مکہ کے علاوہ کوئی صحیح اور صریح حدیث باقی نہیں رہی۔ ② امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: نکاح متعہ کی تحریم اور اباحت دو مرتبہ ہوئی ہے: غزوۂ خیبر سے پہلے مباح تھا، خیبر میں اس کی حرمت کا حکم ہوا، پھر فتح مکہ کے موقع پر اس کی اباحت کا حکم ہوا اور وہی اوطاس کا سال ہے، اس کے بعد ہمیشہ کے لیے اسے حرام کر دیا گیا۔[4] حضرت سبرہ جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "میں نے تمھیں عورتوں سے متعہ کرنے کی اجازت دی تھی، اب اللہ تعالیٰ نے اسے قیامت تک کے لیے حرام کر دیا ہے۔"[5] حضرت

---

1 صحيح مسلم، النكاح، حديث: 3418 (1405). 2 سنن ابن ماجه، النكاح، حديث: 1963. 3 السنن الكبرى للبيهقي: 206/7، و فتح الباري: 216/9. 4 فتح الباري: 212/9. 5 صحيح مسلم، النكاح، حديث: 3419 (1406).

عمر ؓ نے دوران خطبہ میں کہا: رسول اللہ ﷺ نے ہمیں تین مرتبہ اجازت دی، پھر اسے حرام کر دیا۔ اللہ کی قسم! مجھے کسی بھی شادی شدہ کے نکاح متعہ کا علم ہوا تو میں اسے پتھروں کے ساتھ رجم کروں گا۔[1] ③ اس کی حرمت پر اجماع ہے۔ صرف شیعہ رافضی اس کی اباحت کے قائل و فاعل ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ امام بخاری ؒ نے آخر میں حضرت علی ؓ کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ یہ ہمیشہ کے لیے منسوخ ہو چکا ہے، چنانچہ حافظ ابن حجر ؒ نے حضرت علی ؓ کی روایت بیان کی ہے کہ متعے کا ناسخ، طلاق، عدت اور میراث ہے، یعنی اگر متعہ جائز ہوتا تو طلاق کا وجود نہ ہوتا اور نہ ضابطۂ وراثت ہی پر عمل ہوتا۔[2]

(٣٣) بَابُ عَرْضِ الْمَرْأَةِ نَفْسَهَا عَلَى الرَّجُلِ الصَّالِحِ

باب: 33- عورت کا اپنے آپ کو کسی نیک مرد کے ساتھ نکاح کے لیے پیش کرنا

٥١٢٠ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ: حَدَّثَنَا مَرْحُومٌ قَالَ: سَمِعْتُ ثَابِتًا الْبُنَانِيَّ قَالَ: كُنْتُ عِنْدَ أَنَسٍ وَعِنْدَهُ ابْنَةٌ لَهُ. قَالَ أَنَسٌ: جَاءَتِ امْرَأَةٌ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ تَعْرِضُ عَلَيْهِ نَفْسَهَا، قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ، أَلَكَ بِي حَاجَةٌ؟ فَقَالَتْ بِنْتُ أَنَسٍ: مَا أَقَلَّ حَيَاءَهَا، وَاسَوْأَتَاهْ وَاسَوْأَتَاهْ، قَالَ: هِيَ خَيْرٌ مِنْكِ، رَغِبَتْ فِي النَّبِيِّ ﷺ فَعَرَضَتْ عَلَيْهِ نَفْسَهَا. [انظر: ٦١٢٣]

[5120] حضرت ثابت بنانی سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں حضرت انس بن مالک ؓ کے پاس موجود تھا، ان کے پاس ان کی صاحبزادی بھی تھی، حضرت انس ؓ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک عورت آئی اور اس نے آپ ﷺ کو اپنے نفس کی پیش کش کی اور کہا: اللہ کے رسول! کیا آپ کو میری ضرورت ہے؟ حضرت انس ؓ کی صاحبزادی نے کہا: وہ عورت بہت کم حیا والی تھی، وائے رسوائی! ہائے بے شرمی! حضرت انس ؓ نے فرمایا: یہ عورت تجھ سے بہتر تھی کہ اس نے نبی ﷺ کے متعلق اپنی رغبت کا اظہار کیا اور آپ کو اپنی ذات کے متعلق پیش کش کی۔

فوائد و مسائل: ① اگر کوئی عورت خود کو کسی کے لیے ہبہ کرتی ہے تو ہبے کی پیش کش صرف رسول اللہ ﷺ کے لیے ہو سکتی تھی کہ اس میں حق مہر یا ولی کی اجازت اور گواہوں کی موجودگی ضروری نہیں، البتہ کسی نیک انسان کو نکاح کی پیش کش کرنا جائز ہے۔ امام بخاری ؒ نے اس حدیث سے پیش کش کرنے کا مسئلہ ثابت کیا ہے کہ باضابطہ طور پر نکاح کی پیش کش کرنے میں بالکل کوئی حرج نہیں ہے۔[3] ② اس حدیث میں عورت کی فضیلت ثابت ہوئی کہ اس نے اعلیٰ خصائل پر مشتمل بزرگ سے نکاح کی درخواست کی لیکن حضرت انس ؓ کی صاحبزادی نے اس کی طرف توجہ نہ دی، صرف ظاہری صورت کو دیکھ کر اعتراض کر دیا۔ ہاں، اگر کوئی عورت دنیاوی اغراض و مقاصد کی وجہ سے کسی کو نکاح کی پیش کش کرتی ہے تو یہ پرلے درجے کی بے حیائی اور رسوا کن

---

1 سنن ابن ماجه، النكاح، حديث: 1963. 2 المصنف لعبد الرزاق: 505/7، رقم: 14046، و فتح الباري: 216/9.

3 فتح الباري: 219/9.

بات ہے۔[1] واللہ أعلم.

٥١٢١ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ: حَدَّثَنَا أَبُو غَسَّانَ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ: أَنَّ امْرَأَةً عَرَضَتْ نَفْسَهَا عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ: يَا رَسُولَ اللهِ زَوِّجْنِيهَا، فَقَالَ: «مَا عِنْدَكَ؟» قَالَ: مَا عِنْدِي شَيْءٌ، قَالَ: «اِذْهَبْ فَالْتَمِسْ وَلَوْ خَاتَمًا مِنْ حَدِيدٍ»، فَذَهَبَ ثُمَّ رَجَعَ فَقَالَ: لَا، وَاللهِ مَا وَجَدْتُ شَيْئًا وَلَا خَاتَمًا مِنْ حَدِيدٍ، وَلٰكِنْ هٰذَا إِزَارِي وَلَهَا نِصْفُهُ - قَالَ سَهْلٌ: وَمَا لَهُ رِدَاءٌ - فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «وَمَا تَصْنَعُ بِإِزَارِكَ؟ إِنْ لَبِسْتَهُ لَمْ يَكُنْ عَلَيْهَا مِنْهُ شَيْءٌ، وَإِنْ لَبِسَتْهُ لَمْ يَكُنْ عَلَيْكَ مِنْهُ شَيْءٌ»، فَجَلَسَ الرَّجُلُ حَتَّى إِذَا طَالَ مَجْلِسُهُ قَامَ فَرَآهُ النَّبِيُّ ﷺ فَدَعَاهُ أَوْ دُعِيَ لَهُ، فَقَالَ لَهُ: «مَاذَا مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ؟» فَقَالَ لَهُ: مَعِي سُورَةُ كَذَا وَسُورَةُ كَذَا، لِسُوَرٍ يُعَدِّدُهَا. فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «أَمْلَكْنَاكَهَا بِمَا مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ». [راجع: ٢٣١٠]

[5121] حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک عورت نے نبی ﷺ کو اپنے نفس کی پیش کش کی۔ ایک شخص نے آپ ﷺ سے درخواست کی کہ اللہ کے رسول! مجھ سے اس کا نکاح کر دیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تیرے پاس اسے دینے کے لیے کیا ہے؟'' اس نے کہا: میرے پاس تو کچھ نہیں۔ آپ نے فرمایا: ''جاؤ تلاش کرو اگرچہ لوہے کی انگوٹھی ہو۔'' چنانچہ وہ گیا اور واپس آ کر عرض کی: اللہ کی قسم! مجھے تو کچھ نہیں ملا اور نہ لوہے کی انگوٹھی ہی دستیاب ہوئی ہے، البتہ یہ میرا تہبند ہے، اس میں سے نصف اسے دے دیں۔ حضرت سہل رضی اللہ عنہ نے کہا: اس کے پاس اوڑھنے کے لیے چادر نہیں تھی۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ''وہ اس تہبند کو کیا کرے گی؟ اگر تو نے اسے پہنا تو اس پر کچھ نہیں ہوگا اور اگر اس نے پہنا تو تیرے پاس کچھ نہیں ہوگا۔'' پھر وہ آدمی بیٹھ گیا اور تا دیر بیٹھا رہا۔ جب وہ اٹھ کر جانے لگا تو نبی ﷺ نے اسے دیکھ کر اپنے پاس بلایا یا اسے بلایا گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تجھے کچھ قرآن یاد ہے؟'' اس نے آپ ﷺ سے کہا: مجھے فلاں فلاں سورت یاد ہے۔ اس نے چند سورتوں کو شمار کیا۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ''ہم نے تجھے اس کا مالک بنا دیا اس وجہ سے جو تجھے قرآن یاد ہے، یعنی اسے ان سورتوں کی تعلیم دو۔''

فوائد و مسائل: ① امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث سے بھی عورت کا خود کو نیک مرد پر پیش کرنے کا جواز ثابت کیا ہے کہ وہ اس سے نکاح کرے جبکہ وہ اس کی بزرگی اور صلاحیت میں رغبت رکھتی ہو۔ اس میں کوئی عار والی بات نہیں ہے۔ ② دنیوی غرض کی وجہ سے ایسا کرنا بے حیائی اور بے شرمی ہے۔ اگرچہ کسی عورت کا خود کو بطور ہبہ پیش کرنا رسول اللہ ﷺ کی خصوصیت ہے

[1] عمدة القاري: 70/14.

لیکن اس حدیث کے آخری حصے سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی بھی نیک آدمی اس سے نکاح کر سکتا ہے۔ بہر حال ایسا کرنا جائز ہے اور اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اگر بزرگ آدمی نکاح میں دلچسپی رکھے تو اس سے نکاح کرے۔ اگر نکاح کی رغبت نہ ہو تو خاموش رہے۔ صراحت کے ساتھ جواب دے کر عورت کی حوصلہ شکنی نہ کرے۔[1]

(٣٤) بَابُ عَرْضِ الْإِنْسَانِ ابْنَتَهُ أَوْ أُخْتَهُ عَلَى أَهْلِ الْخَيْرِ

٥١٢٢ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللهِ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللهِ: أَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يُحَدِّثُ: أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ حِينَ تَأَيَّمَتْ حَفْصَةُ بِنْتُ عُمَرَ مِنْ خُنَيْسِ بْنِ حُذَافَةَ السَّهْمِيِّ، - وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ فَتُوُفِّيَ بِالْمَدِينَةِ - فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ: أَتَيْتُ عُثْمَانَ فَعَرَضْتُ عَلَيْهِ حَفْصَةَ فَقَالَ: سَأَنْظُرُ فِي أَمْرِي، فَلَبِثْتُ لَيَالِيَ ثُمَّ لَقِيَنِي فَقَالَ: قَدْ بَدَا لِي أَنْ لَا أَتَزَوَّجَ يَوْمِي هٰذَا. قَالَ عُمَرُ: فَلَقِيتُ أَبَا بَكْرٍ الصِّدِّيقَ فَقُلْتُ: إِنْ شِئْتَ زَوَّجْتُكَ حَفْصَةَ بِنْتَ عُمَرَ، فَصَمَتَ أَبُو بَكْرٍ فَلَمْ يَرْجِعْ إِلَيَّ شَيْئًا، وَكُنْتُ أَوْجَدَ عَلَيْهِ مِنِّي عَلَى عُثْمَانَ، فَلَبِثْتُ لَيَالِيَ ثُمَّ خَطَبَهَا رَسُولُ اللهِ ﷺ فَأَنْكَحْتُهَا إِيَّاهُ، فَلَقِيَنِي أَبُو بَكْرٍ فَقَالَ: لَقَدْ وَجَدْتَ عَلَيَّ حِينَ عَرَضْتَ عَلَيَّ حَفْصَةَ فَلَمْ أَرْجِعْ إِلَيْكَ شَيْئًا، قَالَ عُمَرُ: قُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ أَبُو بَكْرٍ: فَإِنَّهُ لَمْ يَمْنَعْنِي أَنْ أَرْجِعَ إِلَيْكَ

باب: 34- کسی انسان کا اپنی بیٹی یا بہن کو اہل خیر سے نکاح کے لیے پیش کرنا

[5122] حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس وقت حفصہ بنت عمر خنیس بن حذافہ رضی اللہ عنہ کی وفات کی وجہ سے بیوہ ہو گئیں ...... اور خنیس رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کے صحابی تھے اور ان کی وفات مدینہ طیبہ میں ہوئی تھی...... حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور انھیں حفصہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کی پیش کش کی، انھوں نے کہا کہ میں اس معاملے میں غور و فکر کروں گا۔ چند دن گزر جانے کے بعد پھر میری ان سے ملاقات ہوئی تو انھوں نے کہا: میرے لیے یہ امر ظاہر ہوا ہے کہ میں ان دنوں نکاح نہ کروں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: پھر میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ملا تو میں نے (ان سے) کہا: اگر آپ چاہیں تو میں اپنی بیٹی حفصہ کا تم سے نکاح کر دوں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خاموش رہے اور مجھے کوئی جواب نہ دیا۔ مجھے ان کے عدم التفات کی وجہ سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی نسبت زیادہ غصہ آیا۔ ابھی چند دن گزرے ہوں گے کہ خود رسول اللہ ﷺ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کا پیغام بھیج دیا تو میں نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کا آپ سے نکاح کر دیا۔ اس کے بعد میری ملاقات حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ہوئی تو انھوں نے فرمایا کہ جب آپ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کی مجھے پیش کش کی تھی تو

1 فتح الباري: 219/9.

فِيمَا عَرَضْتَ عَلَيَّ إِلَّا أَنِّي كُنْتُ عَلِمْتُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَدْ ذَكَرَهَا، فَلَمْ أَكُنْ لِأُفْشِيَ سِرَّ رَسُولِ اللهِ ﷺ، وَلَوْ تَرَكَهَا رَسُولُ اللهِ ﷺ قَبِلْتُهَا. [راجع: ٤٠٠٥]

میں نے آپ کو کوئی جواب نہیں دیا تھا، شاید آپ کو اس بات سے تکلیف ہوئی ہو گی۔ حضرت عمر ؓ نے کہا: ہاں۔ حضرت ابوبکر ؓ نے فرمایا: جب آپ نے مجھے اس کے ساتھ نکاح کی پیش کش کی تھی تو مجھے جواب دینے سے کوئی امر مانع نہ تھا سوائے اس بات کے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت حفصہ ؓ کا ذکر مجھ سے کیا تھا، اس لیے میں آپ کے راز کو فاش نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اگر رسول اللہ ﷺ اپنا ارادہ ترک کر دیتے تو میں اسے قبول کر لیتا۔

فوائد و مسائل: ① اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مرد اپنی بیٹی سے نکاح کی کسی نیک مرد کو پیش کش کر سکتا ہے، اور اس میں کوئی بے عزتی اور توہین والی بات نہیں ہے۔ ② حضرت عمر ؓ کا حضرت عثمان ؓ کی نسبت حضرت ابوبکر ؓ پر زیادہ ناراض ہونا اس لیے تھا کہ انھیں حضرت ابوبکر ؓ سے زیادہ محبت تھی اور جہاں محبت زیادہ ہو وہاں ناراضی بھی زیادہ ہوتی ہے۔ دوسری وجہ یہ تھی کہ حضرت عثمان ؓ نے پہلے خاموشی اختیار کر کے پھر معذرت کی تھی لیکن حضرت ابوبکر ؓ نے صرف خاموشی اختیار کیے رکھی۔ ③ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اپنے قابل اعتماد ساتھی سے یہ ذکر کرنا جائز ہے کہ وہ فلاں عورت سے نکاح کرنا چاہتا ہے، حالانکہ ابھی تک اسے پیغام نکاح بھی نہیں بھیجا تھا۔ بہرحال امام بخاری ؒ نے ثابت کیا ہے کہ اگر کوئی آدمی کسی تقویٰ شعار کو اپنی بیٹی یا بہن سے نکاح کی پیش کش کرتا ہے تو یہ جائز ہے۔

٥١٢٣ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَزِيدَ ابْنِ أَبِي حَبِيبٍ، عَنْ عِرَاكِ بْنِ مَالِكٍ: أَنَّ زَيْنَبَ بِنْتَ أَبِي سَلَمَةَ أَخْبَرَتْهُ: أَنَّ أُمَّ حَبِيبَةَ قَالَتْ لِرَسُولِ اللهِ ﷺ: إِنَّا قَدْ تَحَدَّثْنَا أَنَّكَ نَاكِحٌ دُرَّةَ بِنْتَ أَبِي سَلَمَةَ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «أَعَلَى أُمِّ سَلَمَةَ؟ لَوْ لَمْ أَنْكِحْ أُمَّ سَلَمَةَ مَا حَلَّتْ لِي، إِنَّ أَبَاهَا أَخِي مِنَ الرَّضَاعَةِ». [راجع: ٥١٠١]

[5123] حضرت ام حبیبہ ؓ سے روایت ہے، انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے کہا: ہمیں یہ معلوم ہوا ہے کہ آپ دُرّہ بنت ابی سلمہ ؓ سے نکاح کرنے والے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کیا میں ام سلمہ کے ہوتے ہوئے اس سے نکاح کروں؟ اگر میں نے ام سلمہ سے نکاح نہ کیا ہوتا تو بھی وہ میرے لیے حلال نہ تھی کیونکہ اس کے والد (حضرت ابوسلمہ ؓ) میرے رضاعی بھائی تھے۔''

فوائد و مسائل: ① امام بخاری ؒ نے اپنی عادت کے مطابق یہ روایت لا کر ایک دوسرے طریق کی طرف اشارہ کیا ہے جس میں وضاحت ہے کہ حضرت ام حبیبہ ؓ نے رسول اللہ ﷺ کو اپنی بہن سے نکاح کی پیش کش کی تھی۔[1] اس پیش کش کو

[1] صحيح البخاري، النكاح، حديث: 5107.

رسول اللہ ﷺ نے اس لیے رد کر دیا کہ دو بہنوں کو بیک وقت نکاح میں جمع نہیں کیا جاسکتا۔② بہرحال یہ ثابت ہوا کہ کسی نیک صالح مرد کو اپنی بہن، بیٹی وغیرہ سے نکاح کی پیش کش کی جاسکتی ہے اور اس میں کوئی عار یا بےعزتی والی بات نہیں ہے۔

(٣٥) بَابُ قَوْلِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ: ﴿وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا عَرَّضْتُم بِهِۦ مِنْ خِطْبَةِ ٱلنِّسَآءِ أَوْ أَكْنَنتُمْ فِىٓ أَنفُسِكُمْ ۚ عَلِمَ ٱللَّهُ﴾ الْآيَةَ إِلَى قَوْلِهِ: ﴿غَفُورٌ حَلِيمٌ﴾ [البقرة: ٢٣٥]

باب: 35- ارشاد باری تعالیٰ: ”اگر تم (بیواؤں کو) اشارے کے ساتھ پیغام نکاح دو یا یہ بات اپنے دل میں چھپائے رکھو، دونوں صورتوں میں تم پر کوئی گناہ نہیں اللہ تعالیٰ جانتا ہے......“ کا بیان

أَكْنَنْتُمْ: أَضْمَرْتُمْ فِي أَنْفُسِكُمْ، وَكُلُّ شَيْءٍ صُنْتَهُ وَأَضْمَرْتَهُ فَهُوَ مَكْنُونٌ.

﴿اَكْنَنْتُمْ﴾ کے معنی ہیں: جو تم اپنے دلوں میں چھپا کر رکھو۔ ہر وہ چیز جس کی تو نگہبانی کرے اور اسے چھپا کر رکھے وہ مکنون ہے۔

وضاحت: پوری آیت کا ترجمہ حسب ذیل ہے: ”ایسی بیواؤں کو اگر تم اشارے کے ساتھ پیغام نکاح دے دو یا یہ بات اپنے دل میں چھپائے رکھو تو تم پر کوئی گناہ نہیں۔ اللہ جانتا ہے کہ تم انھیں (دل میں) ضرور یاد رکھو گے لیکن ان سے خفیہ معاہدہ نہ کرنا، ہاں جو بات کرنی ہو وہ معروف طریقے سے کرو مگر جب تک ان کی عدت نہ گزر جائے عقد نکاح کا عزم مت کرو اور جان لو کہ جو کچھ تمھارے دلوں میں ہے اللہ اسے جانتا ہے، لہٰذا اس سے ڈرتے رہو اور یہ بھی جان لو کہ اللہ تعالیٰ بے حد معاف کرنے والا نہایت بردبار ہے۔“[1] اس آیت کریمہ میں چار احکام بیان ہوئے ہیں جن میں دو جائز اور دو ناجائز ہیں جن کی تفصیل حسب ذیل ہے: ○ اشارے کے ساتھ پیغام نکاح دینا جائز ہے۔ ○ دل میں اس سے نکاح کی خواہش رکھنا بھی جائز ہے۔ ○ دوران عدت میں اس سے نکاح کرنا حرام ہے۔ ○ دوران عدت میں اس سے نکاح کا خفیہ معاہدہ کرنا بھی ناجائز ہے۔ واضح رہے کہ یہ احکام اس عورت سے متعلق ہیں جس کا خاوند فوت ہو چکا ہو اور وہ عدت کے ایام گزار رہی ہو، البتہ جو عورت طلاق رجعی کی عدت میں ہو اس کے ساتھ اشارتاً بھی ایسی بات کرنا ناجائز اور حرام ہے جو نکاح یا عزم نکاح پر دلالت کرتی ہوں۔ واللہ أعلم.

٥١٢٤ - وَقَالَ لِي طَلْقٌ: حَدَّثَنَا زَائِدَةُ عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ﴿فِيمَا عَرَّضْتُم بِهِۦ مِنْ خِطْبَةِ ٱلنِّسَآءِ﴾ يَقُولُ: إِنِّي أُرِيدُ التَّزْوِيجَ وَلَوَدِدْتُ أَنَّهُ يُيَسَّرُ لِي امْرَأَةٌ صَالِحَةٌ.

[5124] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے درج ذیل آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا: ”ایسی عورتوں کو اشارے کے ساتھ پیغام نکاح دو۔“ یعنی میں شادی کا ارادہ رکھتا ہوں، میری آرزو ہے کہ مجھے نیک بیوی میسر ہو جائے۔

1 البقرة 2:235.

وَقَالَ الْقَاسِمُ: يَقُولُ: إِنَّكِ عَلَيَّ كَرِيمَةٌ وَإِنِّي فِيكِ لَرَاغِبٌ، وَإِنَّ اللهَ لَسَائِقٌ إِلَيْكِ خَيْرًا أَوْ نَحْوَ هٰذَا.

حضرت قاسم نے اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا (کہ وہ کہے): بلاشبہ تو میرے ہاں قابل احترام اور معزز ہے۔ بے شک میں تیرے متعلق نیک جذبات رکھتا ہوں یقیناً اللہ تیری طرف خیروبرکت بھیجنے والا ہے۔ یا اس طرح کے اور الفاظ کہے۔

وَقَالَ عَطَاءٌ: يُعَرِّضُ وَلَا يَبُوحُ، يَقُولُ: إِنَّ لِي حَاجَةً وَأَبْشِرِي وَأَنْتِ بِحَمْدِ اللهِ نَافِقَةٌ، وَتَقُولُ هِيَ: قَدْ أَسْمَعُ مَا تَقُولُ. وَلَا تَعِدُ شَيْئًا، وَلَا يُوَاعِدُ وَلِيُّهَا بِغَيْرِ عِلْمِهَا، وَإِنْ وَاعَدَتْ رَجُلًا فِي عِدَّتِهَا ثُمَّ نَكَحَهَا بَعْدُ لَمْ يُفَرَّقْ بَيْنَهُمَا.

حضرت عطاء نے اس کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا: (نکاح کے لیے صرف) اشارہ کرے واضح طور پر نہ کہے، مثلاً یوں کہے: مجھے نکاح کی ضرورت ہے، تو بڑی خوش قسمت ہے، الحمد للہ تم اچھی عورت ہو۔ اور عورت اس کے جواب میں کہے: جو کچھ آپ کہہ رہے ہیں میں اسے سن رہی ہوں لیکن (صراحت کے ساتھ) کسی بات کا وعدہ نہ کرے۔ عورت کا سرپرست بھی اس کے علم کے بغیر کوئی وعدہ نہ کرے۔ اگر کسی عورت نے دوران عدت میں کسی آدمی سے نکاح کا وعدہ کر لیا، بعد میں اس کے ساتھ نکاح رچا لیا تو ان دونوں میں جدائی نہیں کرائی جائے گی۔

وَقَالَ الْحَسَنُ ﴿لَا تُوَاعِدُوهُنَّ سِرًّا﴾ اَلزِّنَا: وَيُذْكَرُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ﴿حَتَّىٰ يَبْلُغَ الْكِتَـٰبُ أَجَلَهُۥ﴾ اِنْقِضَاءُ الْعِدَّةِ.

امام حسن بصری رحمہ اللہ نے کہا: ''تم ان سے خفیہ معاہدہ نہ کرو۔'' اس سے مراد چھپ کر بدکاری کرنا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے، آپ نے ﴿حَتّٰى يَبْلُغَ الْكِتٰبُ أَجَلَهُ﴾ کے متعلق فرمایا کہ اس سے مراد عورت کا اپنی عدت پوری کر لینا ہے۔

فوائد و مسائل: ① امام بخاری رحمہ اللہ نے دوران عدت میں عورت کو پیغام دینے یا نہ دینے کے متعلق حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی ایک روایت بیان کی ہے جبکہ مرفوع احادیث بھی کتب احادیث میں مروی ہیں، مثلاً: رسول اللہ ﷺ نے حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا، جو آخری طلاق ملنے پر عدت کے ایام گزار رہی تھیں، سے فرمایا: ''جب تمھارے عدت کے ایام گزر جائیں تو مجھے اطلاع دینا۔''[1] ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دوران عدت میں پیغام بھیجا: ''اپنے متعلق میرے مشورے کے بغیر جلدی میں کوئی فیصلہ نہ کر لینا۔''[2] ② حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے لکھا ہے: جو عورت بھی دوران عدت میں ہو اسے واضح طور پر پیغام نکاح دینا

---

[1] صحيح مسلم، الطلاق، حديث: 3697 (1480). [2] سنن أبي داود، الطلاق، حديث: 2286.

حرام ہے، خواہ عدت وفات میں ہو یا عدت طلاق میں۔ اور عدت طلاق خواہ رجعی ہو یا بائنہ۔ یہ حکم ہر قسم کی عورت سے متعلق ہے، البتہ اشارہ اور تعریض عدت وفات میں جائز ہے جبکہ رجعی طلاق کی عدت میں جائز نہیں۔[1] مقصد یہ ہے کہ بیوہ عورت کو دوران عدت میں پیغام نکاح کا اشارہ تو دیا جاسکتا ہے مگر واضح الفاظ میں کوئی بات کرنا درست نہیں۔ عدت کے بعد وضاحت کے ساتھ گفتگو کی جاسکتی ہے جیسا کہ قرآن کریم میں اس کی اجازت موجود ہے۔

(٣٦) بَابُ النَّظَرِ إِلَى الْمَرْأَةِ قَبْلَ التَّزْوِيجِ

باب: 36- نکاح سے پہلے عورت کو ایک نظر دیکھنا

وضاحت: جس عورت سے نکاح کرنا ہو اسے نکاح سے پہلے ایک نظر دیکھ لینا جائز ہے جیسا کہ درج ذیل احادیث سے معلوم ہوتا ہے: ○ حضرت مغیرہ بن شعبہ ؓ سے روایت ہے کہ انھوں نے ایک عورت کی طرف پیغام نکاح بھیجا تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے دریافت فرمایا: ''کیا تو نے اسے دیکھا ہے؟'' انھوں نے کہا: نہیں۔ آپ نے فرمایا: ''اسے دیکھ لو، امید ہے کہ ایسا کرنے سے تمھارے درمیان الفت پیدا ہو۔''[2] ○ حضرت جابر ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے جب کوئی کسی عورت کو پیغام نکاح بھیجے اگر ممکن ہو تو اس سے وہ کچھ دیکھ لے جو اس کے لیے نکاح کا باعث ہو۔''[3] ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب اللہ تعالیٰ کسی آدمی کے دل میں کسی عورت کو پیغام نکاح دینے کے متعلق کوئی بات ڈال دے تو پھر اس امر میں کوئی حرج نہیں کہ وہ شخص اسے دیکھ لے۔''[4] اگر کسی وجہ سے اپنی ہونے والی بیوی کو دیکھنا ممکن نہ ہو تو کسی قابل اعتماد عورت کو بھیج کر اس کے متعلق معلومات لی جاسکتی ہیں جیسا کہ ہمارے برصغیر میں یہی طریقہ رائج ہے۔ واللہ أعلم.

٥١٢٥ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: قَالَ لِي رَسُولُ اللهِ ﷺ: «أُرِيتُكِ فِي الْمَنَامِ يَجِيءُ بِكِ الْمَلَكُ فِي سَرَقَةٍ مِنْ حَرِيرٍ فَقَالَ لِي: هٰذِهِ امْرَأَتُكَ، فَكَشَفْتُ عَنْ وَجْهِكِ الثَّوْبَ فَإِذَا أَنْتِ هِيَ، فَقُلْتُ: إِنْ يَكُ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللهِ يُمْضِهِ». [راجع: ٣٨٩٥]

[5125] حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں نے تمھیں خواب میں دیکھا کہ فرشتہ تمھیں ایک ریشمی کپڑے میں لپیٹ کر لایا اور مجھے کہا: یہ آپ کی بیوی ہے۔ میں نے تمھارے چہرے سے نقاب الٹا تو وہ تو ہی تھی۔ میں نے (اپنے دل میں) کہا: اگر یہ واقعی اللہ کی طرف سے ہے تو وہ اسے ضرور پورا کرے گا۔''

فوائد و مسائل: ① امام بخاری ؒ کا اس حدیث سے استدلال دو امر پر موقوف ہے: ○ رسول اللہ ﷺ نے حضرت

[1] فتح الباري: 224/9. [2] مسند أحمد: 245/4. [3] سنن أبي داود، النكاح، حديث: 2082. [4] سنن ابن ماجه، النكاح، حديث: 1864.

عائشہ ؓ کو خواب میں دیکھا اور حضرات انبیاء ؑ کے خواب برحق اور سچے ہوتے ہیں۔ اس کا خواب میں دیکھنا ایسا ہے گویا آپ نے اسے بیداری کی حالت میں دیکھا ہے۔ ○ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہ ؓ کو حقیقت کے اعتبار سے دیکھا تھا، آپ کی تصویر نہیں دکھائی گئی تھی جیسا کہ واضح طور پر حدیث کے الفاظ دلالت کرتے ہیں۔ اگرچہ اس وقت سن طفولیت کا دور تھا لیکن نکاح سے پہلے اپنی منگیتر کو دیکھ لینے کا حکم اس سے ثابت ہوتا ہے۔[1] ② نکاح سے پہلے عورت کو ایک نظر دیکھ لینے میں مصلحت یہ ہے کہ اطمینان قلب حاصل ہو جائے اور مزید رغبت کا باعث بنے۔ واللہ أعلم.

٥١٢٦ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ عَنْ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ: أَنَّ امْرَأَةً جَاءَتْ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ، جِئْتُ لِأَهَبَ لَكَ نَفْسِي، فَنَظَرَ إِلَيْهَا رَسُولُ اللهِ ﷺ فَصَعَّدَ النَّظَرَ إِلَيْهَا وَصَوَّبَهُ ثُمَّ طَأْطَأَ رَأْسَهُ، فَلَمَّا رَأَتِ الْمَرْأَةُ أَنَّهُ لَمْ يَقْضِ فِيهَا شَيْئًا جَلَسَتْ، فَقَامَ رَجُلٌ مِنْ أَصْحَابِهِ فَقَالَ: أَيْ رَسُولَ اللهِ، إِنْ لَمْ تَكُنْ لَكَ بِهَا حَاجَةٌ فَزَوِّجْنِيهَا، فَقَالَ: «وَهَلْ عِنْدَكَ مِنْ شَيْءٍ؟» قَالَ: لَا، وَاللهِ يَا رَسُولَ اللهِ، قَالَ: «اذْهَبْ إِلَى أَهْلِكَ فَانْظُرْ هَلْ تَجِدُ شَيْئًا»، فَذَهَبَ ثُمَّ رَجَعَ فَقَالَ: لَا، وَاللهِ يَا رَسُولَ اللهِ مَا وَجَدْتُ شَيْئًا، قَالَ: «انْظُرْ وَلَوْ خَاتَمًا مِنْ حَدِيدٍ»، فَذَهَبَ ثُمَّ رَجَعَ فَقَالَ: لَا، وَاللهِ يَا رَسُولَ اللهِ وَلَا خَاتَمًا مِنْ حَدِيدٍ، وَلٰكِنْ هٰذَا إِزَارِي - قَالَ سَهْلٌ: مَا لَهُ رِدَاءٌ - فَلَهَا نِصْفُهُ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَا تَصْنَعُ بِإِزَارِكَ؟ إِنْ لَبِسْتَهُ لَمْ يَكُنْ عَلَيْهَا مِنْهُ شَيْءٌ، وَإِنْ لَبِسَتْهُ لَمْ يَكُنْ عَلَيْكَ شَيْءٌ». فَجَلَسَ الرَّجُلُ حَتَّى طَالَ مَجْلِسُهُ، ثُمَّ قَامَ فَرَآهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ مُوَلِّيًا فَأَمَرَ

[5126] حضرت سہل بن سعد ؓ سے روایت ہے کہ ایک عورت رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کی: اللہ کے رسول! میں آپ کی خدمت میں خود کو ہبہ کرنے کے لیے آئی ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کی طرف دیکھا، اپنی نظر کو اس کی طرف اونچا کیا، پھر اسے نیچا کر لیا، پھر سر مبارک جھکا لیا۔ جب خاتون نے دیکھا کہ آپ نے اس کے متعلق کوئی فیصلہ نہیں کیا تو وہ بیٹھ گئی۔ آپ ﷺ کے صحابۂ کرام ؓ میں سے ایک صاحب کھڑے ہوئے اور عرض کی: اللہ کے رسول! اگر آپ کو اس کی ضرورت نہیں تو اس کا نکاح میرے ساتھ کر دیں۔ آپ نے فرمایا: ”کیا تیرے پاس کوئی چیز ہے؟“ اس نے عرض کی: اللہ کے رسول! اللہ کی قسم! میرے پاس کچھ نہیں۔ آپ نے فرمایا: ”اپنے گھر جاؤ، شاید کوئی چیز مل جائے“ چنانچہ وہ گیا اور واپس آ کر عرض کرنے لگا: اللہ کے رسول! اللہ کی قسم! میں نے وہاں کچھ نہیں پایا۔ آپ نے فرمایا: ”پھر جاؤ، شاید لوہے کی انگوٹھی ہی مل جائے۔“ وہ دوبارہ گیا اور واپس آ کر کہا: اللہ کے رسول! مجھے لوہے کی انگوٹھی بھی نہیں ملی لیکن میرا یہ تہبند حاضر ہے...... حضرت سہل ؓ کہتے ہیں کہ اس کے پاس اوڑھنے کی چادر بھی نہ تھی...... اس آدمی نے کہا: اس خاتون کو اس تہبند سے نصف دے دیں۔ رسول اللہ ﷺ نے

[1] فتح الباري: 227/9.

بِهِ فَدُعِيَ، فَلَمَّا جَاءَ قَالَ: «مَاذَا مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ؟» قَالَ: مَعِيَ سُورَةُ كَذَا، وَسُورَةُ كَذَا، وَسُورَةُ كَذَا، عَادَّهَا، قَالَ: «أَتَقْرَؤُهُنَّ عَنْ ظَهْرِ قَلْبِكَ؟» قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: «اذْهَبْ فَقَدْ مَلَّكْتُكَهَا بِمَا مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ». [راجع: ٢٣١٠]

فرمایا: ''وہ تیرے تہبند کو کیا کرے گی؟ اگر تو اسے پہنے گا تو اس کے لیے کچھ نہیں بچے گا اور اگر وہ اسے پہنے گی تو اس سے تجھ پر کچھ نہیں ہوگا۔'' اس کے بعد وہ بیٹھ گیا اور دیر تک وہاں براجمان رہا، پھر اٹھ کر چلا تو رسول اللہ ﷺ نے اسے واپس جاتے ہوئے دیکھا۔ آخر کار آپ نے حکم دیا اور اسے بلا لیا گیا۔ جب وہ حاضر خدمت ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تجھے کچھ قرآن یاد ہے؟'' اس نے عرض کی: فلاں فلاں اور فلاں سورت مجھے یاد ہے، اس نے ان سورتوں کو شمار کیا۔ آپ نے فرمایا: ''کیا تم ان سورتوں کو زبانی پڑھ لیتے ہو؟'' اس نے کہا: ہاں۔ آپ نے فرمایا: ''جاؤ، میں نے اس قرآن کے بدلے میں جو تمھیں یاد ہے اس خاتون کا عقد تجھ سے کر دیا ہے۔''

فوائد و مسائل: ① امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث سے بہت سے مسائل اخذ کیے ہیں۔ اس حدیث کی عنوان سے مطابقت اس طرح ہے کہ جب اس خاتون نے خود کو رسول اللہ ﷺ کے لیے ہبہ کیا تو آپ نے اسے دیکھا اور اس کی طرف اپنی نظر مبارک اٹھائی۔ اس سے معلوم ہوا کہ کسی ضرورت کے پیش نظر اجنبی عورت کو دیکھا جا سکتا ہے لیکن بلا وجہ اجنبی عورت کو دیکھنے کی سخت ممانعت ہے۔ ② ایک دوسرے انداز سے بھی عنوان کو ثابت کیا جا سکتا ہے کہ مذکورہ شخص نے اس عورت کو دیکھا اور پسند کرنے کے بعد اس سے نکاح کرنے کی خواہش ظاہر کی تھی۔ ③ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ کچھ حضرات نکاح سے پہلے اپنی منگیتر کو دیکھنے کی اجازت نہیں دیتے کیونکہ وہ اجنبی ہے اور اجنبی کو دیکھنا جائز نہیں لیکن مذکورہ احادیث سے اس موقف کی تردید ہوتی ہے۔[1]

(٣٧) بَابُ مَنْ قَالَ: لَا نِكَاحَ إِلَّا بِوَلِيٍّ

باب: 37- جس نے کہا کہ ولی کے بغیر نکاح نہیں ہو سکتا

لِقَوْلِ اللهِ تَعَالَى: ﴿وَإِذَا طَلَّقْتُمُ ٱلنِّسَآءَ فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوهُنَّ﴾ [البقرة: ٢٣٢] فَدَخَلَ فِيهِ الثَّيِّبُ وَكَذٰلِكَ الْبِكْرُ. وَقَالَ: ﴿وَلَا تُنكِحُوا

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ''اور جب تم عورتوں کو طلاق دو اور وہ اپنی عدت کو پہنچ جائیں تو انھیں (اپنے خاوندوں سے نکاح کرنے سے) مت روکو۔'' اس حکم میں شوہر دیدہ اور

1 فتح الباري: 9/228.

ٱلْمُشْرِكِينَ حَتَّىٰ يُؤْمِنُوا۟﴾ [البقرة: ٢٢١] وَقَالَ: ﴿وَأَنكِحُوا۟ ٱلْأَيَـٰمَىٰ مِنكُمْ﴾ [النور: ٣٢].

کنواریاں سب شامل ہیں، نیز اللہ کا فرمان ہے: ''تم (اپنی عورتوں کا) مشرک مردوں سے نکاح نہ کرو حتی کہ وہ (مشرک مرد) ایمان لے آئیں۔'' اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا ہے: ''جو عورتیں خاوند نہیں رکھتیں تم ان کا نکاح کردو۔''

وضاحت: امام بخاری رحمہ اللہ نے جو عنوان قائم کیا ہے وہ دراصل ایک حدیث ہے جسے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے بیان کیا ہے، آپ نے فرمایا: ''ولی کی اجازت کے بغیر نکاح درست نہیں۔''[1] چونکہ یہ حدیث امام بخاری رحمہ اللہ کی شرط کے مطابق نہیں تھی، اس لیے حسب عادت اسے عنوان میں بیان کر دیا۔ اس کے معنی صحیح اور شریعت کی منشا کے مطابق تھے، اس لیے اسے ثابت کرنے کے لیے تین آیات پیش کیں۔ پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے عورت کے سرپرست کو روکا ہے کہ وہ عورتوں کے نکاح میں رکاوٹ نہ بنیں۔ اگر عورتیں خود بخود نکاح کرنے کی مجاز ہیں تو سرپرستوں کو اس سے منع کرنے کا کیا مطلب؟ اسی طرح دوسری اور تیسری آیت میں نکاح کی نسبت مردوں کی طرف کی گئی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں کے نکاح کا حق ان کے سرپرستوں کو ہے، عورت کو خود اپنا نکاح کرنے کی اجازت نہیں۔ پھر دیگر احادیث سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس عورت نے اپنے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کیا اس کا نکاح باطل ہے۔'' آپ نے تین مرتبہ یہ الفاظ استعمال فرمائے۔[2] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کوئی عورت کسی دوسری عورت کا نکاح نہ کرے اور نہ وہ اپنا نکاح خود ہی کرے، بلاشبہ وہ عورت بدکار ہے جو اپنا نکاح خود کر لیتی ہے۔''[3]

٥١٢٧ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ: حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ يُونُسَ. وَحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ: حَدَّثَنَا عَنْبَسَةُ: حَدَّثَنَا يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ أَخْبَرَتْهُ: أَنَّ النِّكَاحَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ كَانَ عَلَى أَرْبَعَةِ أَنْحَاءٍ: فَنِكَاحٌ مِنْهَا نِكَاحُ النَّاسِ الْيَوْمَ، يَخْطُبُ الرَّجُلُ إِلَى الرَّجُلِ وَلِيَّتَهُ أَوِ ابْنَتَهُ فَيُصْدِقُهَا ثُمَّ يَنْكِحُهَا. وَنِكَاحُ الْآخَرِ: كَانَ الرَّجُلُ يَقُولُ لِامْرَأَتِهِ إِذَا طَهُرَتْ مِنْ

[5127] نبی ﷺ کی زوجہ محترمہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے بتایا کہ دور جاہلیت میں نکاح کی چار صورتیں تھیں: ایک صورت تو یہی تھی جیسا کہ آج کل لوگ کرتے ہیں، ایک شخص دوسرے شخص کے پاس اس کی زیر پرورش لڑکی یا اس کی بیٹی سے نکاح کا پیغام بھیجتا، پھر اس کا مہر دے کر اس سے نکاح کرتا۔ دوسری صورت یہ تھی کہ ایک آدمی اپنی بیوی سے کہتا جب وہ حیض سے پاک ہوجاتی: تو فلاں شخص کے پاس چلی جا اور اس سے منہ کالا کرلے، اس مدت میں شوہر خود اس سے جدا رہتا اور اس

[1] سنن أبي داود، النكاح، حديث: 2085. [2] سنن أبي داود، النكاح، حديث: 2083. [3] سنن ابن ماجه، النكاح، حديث: 1882.

طَمْثِهَا: أَرْسِلِي إِلَى فُلَانٍ فَاسْتَبْضِعِي مِنْهُ، وَيَعْتَزِلُهَا زَوْجُهَا وَلَا يَمَسُّهَا أَبَدًا حَتَّى يَتَبَيَّنَ حَمْلُهَا مِنْ ذٰلِكَ الرَّجُلِ الَّذِي تَسْتَبْضِعُ مِنْهُ، فَإِذَا تَبَيَّنَ حَمْلُهَا أَصَابَهَا زَوْجُهَا إِذَا أَحَبَّ، وَإِنَّمَا يَفْعَلُ ذٰلِكَ رَغْبَةً فِي نَجَابَةِ الْوَلَدِ، فَكَانَ هٰذَا النِّكَاحُ نِكَاحَ الْاِسْتِبْضَاعِ. وَنِكَاحٌ آخَرُ: يَجْتَمِعُ الرَّهْطُ مَا دُونَ الْعَشَرَةِ فَيَدْخُلُونَ عَلَى الْمَرْأَةِ كُلُّهُمْ يُصِيبُهَا فَإِذَا حَمَلَتْ وَوَضَعَتْ وَمَرَّ لَيَالٍ بَعْدَ أَنْ تَضَعَ حَمْلَهَا أَرْسَلَتْ إِلَيْهِمْ فَلَمْ يَسْتَطِعْ رَجُلٌ مِنْهُمْ أَنْ يَمْتَنِعَ حَتَّى يَجْتَمِعُوا عِنْدَهَا، تَقُولُ لَهُمْ: قَدْ عَرَفْتُمُ الَّذِي كَانَ مِنْ أَمْرِكُمْ وَقَدْ وَلَدْتُ فَهُوَ ابْنُكَ يَا فُلَانُ، تُسَمِّي مَنْ أَحَبَّتْ بِاسْمِهِ فَيَلْحَقُ بِهِ وَلَدُهَا، لَا يَسْتَطِيعُ أَنْ يَمْتَنِعَ بِهِ الرَّجُلُ. وَنِكَاحُ الرَّابِعِ: يَجْتَمِعُ النَّاسُ الْكَثِيرُ فَيَدْخُلُونَ عَلَى الْمَرْأَةِ لَا تَمْنَعُ مَنْ جَاءَهَا، وَهُنَّ الْبَغَايَا كُنَّ يَنْصِبْنَ عَلَى أَبْوَابِهِنَّ رَايَاتٍ تَكُونُ عَلَمًا لِمَنْ أَرَادَهُنَّ دَخَلَ عَلَيْهِنَّ، فَإِذَا حَمَلَتْ إِحْدَاهُنَّ وَوَضَعَتْ حَمْلَهَا جُمِعُوا لَهَا وَدَعَوْا لَهُمُ الْقَافَةَ ثُمَّ أَلْحَقُوا وَلَدَهَا بِالَّذِي يَرَوْنَ فَالْتَاطَتْهُ بِهِ وَدُعِيَ ابْنَهُ، لَا يَمْتَنِعُ مِنْ ذٰلِكَ، فَلَمَّا بُعِثَ مُحَمَّدٌ ﷺ بِالْحَقِّ هَدَمَ نِكَاحَ الْجَاهِلِيَّةِ كُلَّهُ إِلَّا نِكَاحَ النَّاسِ الْيَوْمَ.

سے ہم بستر نہ ہوتا، پھر جب اس غیر مرد سے اس کا حمل ظاہر ہو جاتا جس سے اس نے منہ کالا کیا تھا، اس کے بعد اگر خاوند کی طبیعت چاہتی تو اس سے صحبت کرتا، اور ایسا اس لیے کرتے تھے تاکہ ان کا لڑکا اچھا اور خوبصورت پیدا ہو۔ یہ نکاح ''نکاح استبضاع'' کہلاتا تھا۔ تیسری صورت یہ تھی کہ چند آدمی جو دس سے کم ہوتے کسی عورت کے پاس باری باری جاتے اور ان میں سے ہر ایک اس سے ہم بستر ہوتا، پھر جب وہ عورت حاملہ ہو جاتی اور بچہ جنم دیتی تو وضع حمل کے چند دن بعد وہ ان تمام مردوں کو بلاتی، اس موقع پر ان میں سے کوئی آدمی انکار نہیں کر سکتا تھا، چنانچہ وہ سب اس عورت کے پاس جمع ہو جاتے تو وہ ان سے کہتی کہ تم اپنے حال کو خوب جانتے ہو! اب میں نے یہ بچہ جنم دیا ہے (پھر وہ کہتی:) اے فلاں! یہ بچہ تیرا ہے وہ جس کا چاہتی نام لے لیتی، پھر وہ لڑکا اس کا سمجھا جاتا اور وہ شخص اس سے انکار کی جرأت نہیں کر سکتا تھا۔ چوتھی صورت یہ تھی کہ بہت سے لوگ ایک فاحشہ عورت کے پاس آیا جایا کرتے تھے۔ عورت اپنے پاس کسی بھی آنے والے کو نہیں روکتی تھی۔ یہ فاحشہ ہوتی تھیں جنھوں نے اپنے دروازوں پر جھنڈے لگا رکھے تھے جو ان کے لیے امتیازی نشان کی حیثیت رکھتے تھے، جو کوئی بھی ان کے پاس جانے کی خواہش رکھتا ان کے پاس چلا جاتا۔ جب ان میں سے کوئی عورت حاملہ ہو جاتی اور بچہ جنم دیتی تو اس کے پاس آنے جانے والے سب لوگ جمع ہو جاتے اور کسی قیافہ شناس کو بلاتے، وہ جس کے ساتھ بچے کی مشابہت دیکھتا، اس کے ساتھ بچے کو لاحق کر دیتا، پھر وہ بچہ اس کا بیٹا کہا جاتا۔ وہ آدمی اس کا انکار نہیں کر سکتا تھا۔ جب حضرت محمد ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا گیا تو آپ نے جاہلیت کے تمام نکاح کالعدم کر دیے، صرف اس نکاح

کو باقی رکھا جس کا آج کل رواج ہے۔

فوائد و مسائل: ① حضرت عائشہ ؓ نے دور جاہلیت کے صرف چار نکاحوں کا ذکر کیا ہے۔ ان کے علاوہ نکاح کی تین قسمیں اور تھیں جنھیں حضرت عائشہ ؓ نے بیان نہیں کیا اور وہ یہ ہیں: ○ خفیہ نکاح: جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''وہ خفیہ طور پر آشنا بنانے والی نہ ہوں۔''[1] دور جاہلیت میں لوگ کہتے تھے کہ خفیہ بدکاری میں کوئی حرج نہیں، البتہ علانیہ بدکاری قابل مذمت ہے۔ ○ نکاح متعہ: عارضی طور پر چند دنوں کے لیے نکاح کرنا۔ اسے اسلام نے ہمیشہ کے لیے حرام کر دیا ہے۔ ○ نکاح بدل: دور جاہلیت میں ایک آدمی دوسرے سے کہتا تو اپنی بیوی میرے حوالے کر دے، میں اپنی بیوی تیرے حوالے کر دیتا ہوں۔ چونکہ یہ نکاح بے غیرتی اور بے حیائی پر مشتمل تھے۔ اس لیے اسلام نے حرام کر دیا۔ صرف نکاح کی پہلی صورت کو برقرار رکھا۔ ② امام بخاری ؒ نے اسی پہلی صورت سے عنوان ثابت کیا ہے کہ نکاح سرپرست کے اختیار میں ہے کیونکہ حدیث میں اس امر کی وضاحت ہے کہ ایک مرد عورت کے سرپرست کو پیغام نکاح بھیجتا اور وہ حق مہر ٹھہرا کر اپنی زیر پرورش کا اس سے نکاح کر دیتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ نکاح کے لیے ولی کا ہونا ضروری ہے۔

٥١٢٨ - حَدَّثَنَا يَحْيَى: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ هِشَامِ ابْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ ﴿وَمَا يُتْلَىٰ عَلَيْكُمْ فِي ٱلْكِتَٰبِ فِي يَتَٰمَى ٱلنِّسَآءِ ٱلَّٰتِي لَا تُؤْتُونَهُنَّ مَا كُتِبَ لَهُنَّ وَتَرْغَبُونَ أَن تَنكِحُوهُنَّ﴾ [النساء:١٢٧] قَالَتْ: هٰذَا فِي الْيَتِيمَةِ الَّتِي تَكُونُ عِنْدَ الرَّجُلِ لَعَلَّهَا أَنْ تَكُونَ شَرِيكَتَهُ فِي مَالِهِ وَهُوَ أَوْلَى بِهَا، فَيَرْغَبُ عَنْهَا أَنْ يَنْكِحَهَا فَيَعْضُلُهَا لِمَالِهَا وَلَا يُنْكِحُهَا غَيْرَهُ، كَرَاهِيَةَ أَنْ يَشْرَكَهُ أَحَدٌ فِي مَالِهَا. [راجع: ٢٤٩٤]

[5128] حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے، انھوں نے درج ذیل آیت کریمہ ''وہ آیات جو کتاب میں یتیم لڑکیوں کے بارے میں تمھیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں جنھیں تم وہ کچھ نہیں دیتے جو ان کے لیے مقرر ہو چکا ہے اور تم چاہتے ہو کہ ان سے نکاح کر لو'' کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا: یہ آیت ایسی یتیم لڑکی کے متعلق نازل ہوئی تھی جو کسی شخص کے زیر پرورش ہوتی، شاید وہ اس کے مال و جائیداد میں شریک ہوتی اور وہی آدمی لڑکی کا زیادہ حقدار ہوتا جبکہ وہ اس سے روگردانی کرتا، چنانچہ اس کے مال کے باعث کسی اور سے اس کا نکاح کرنے سے بھی پہلو تہی کرتا، مبادا کوئی دوسرا اس کے مال میں شریک ہو جائے، اس لیے وہ کسی مرد سے اس کی شادی نہیں ہونے دیتا تھا کیونکہ وہ نہیں چاہتا تھا کہ کوئی دوسرا اس کے مال میں حصہ دار بنے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورت کا نکاح منعقد ہونے کے لیے ولی کی اجازت شرط ہے، اس کے بغیر اس کا نکاح نہیں ہوتا، چنانچہ مذکورہ حدیث کے مطابق زیر پرورش لڑکی کا ولی نہ خود اس کا نکاح کرتا اور نہ کسی دوسرے ہی سے نکاح کرنے

[1] النسآء 4:25.

دیتا۔ اس سے بھی یہی معلوم ہوتا کہ ولی کو نکاح کا اختیار ہے۔ اگر عورت اپنا نکاح خود کر سکتی تو ولی اسے کیونکر روک سکتا تھا، لہٰذا نکاح کے لیے ولی کا ہونا ضروری ہے، البتہ ایک حدیث میں ہے: ''شوہر دیدہ عورت اپنے نفس کے متعلق اپنے ولی سے زیادہ حق رکھتی ہے۔''[1] یہ حدیث مذکورہ احادیث کے مخالف نہیں ہے کیونکہ اس کے مطابق شوہر دیدہ کو اپنے خاوند کے متعلق انتخاب کا زیادہ حق دیا گیا ہے، انتخاب کے بعد ولی کی اجازت سے نکاح ہو سکے گا۔ واللّٰہ أعلم.

٥١٢٩ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ: أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ: حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ قَالَ: أَخْبَرَنِي سَالِمٌ: أَنَّ ابْنَ عُمَرَ أَخْبَرَهُ: أَنَّ عُمَرَ حِينَ تَأَيَّمَتْ حَفْصَةُ بِنْتُ عُمَرَ مِنِ ابْنِ حُذَافَةَ السَّهْمِيِّ - وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ مِنْ أَهْلِ بَدْرٍ تُوُفِّيَ بِالْمَدِينَةِ - فَقَالَ عُمَرُ: لَقِيتُ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ فَعَرَضْتُ عَلَيْهِ فَقُلْتُ: إِنْ شِئْتَ أَنْكَحْتُكَ حَفْصَةَ، فَقَالَ: سَأَنْظُرُ فِي أَمْرِي، فَلَبِثْتُ لَيَالِيَ ثُمَّ لَقِيَنِي فَقَالَ: بَدَا لِي أَنْ لَا أَتَزَوَّجَ يَوْمِي هٰذَا. قَالَ عُمَرُ: فَلَقِيتُ أَبَا بَكْرٍ فَقُلْتُ: إِنْ شِئْتَ أَنْكَحْتُكَ حَفْصَةَ. [راجع: ٤٠٠٥]

[5129] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے بتایا کہ جب حضرت حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہما حضرت خنیس بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ سے بیوہ ہوئیں ...... وہ (ابن حذافہ رضی اللہ عنہ) نبی ﷺ کے اصحاب سے تھے اور غزوۂ بدر میں شریک تھے، ان کی وفات مدینہ طیبہ میں ہوئی تھی..... حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے ملا اور انھیں حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کی پیش کش کی اور ان سے کہا: اگر آپ چاہیں تو حفصہ کا نکاح آپ سے کر دوں؟ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: میں اس معاملے کے متعلق غور کروں گا۔ چند دن میں نے انتظار کیا، اس کے بعد وہ مجھ سے ملے اور کہا: میرے لیے یہ ظاہر ہوا ہے کہ میں ابھی نکاح نہ کروں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: پھر میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ملا اور ان سے کہا: اگر آپ چاہیں تو میں حفصہ رضی اللہ عنہا کا نکاح آپ سے کر دوں۔

فوائد و مسائل: ① حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا شوہر دیدہ تھیں، اس کے باوجود حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا حق ولایت ختم نہیں ہوا بلکہ وہی مختلف حضرات کو ان کے ساتھ نکاح کرنے کی پیش کش کرتے ہیں۔ اگر وہ اس کے مجاز نہ ہوتے تو یہ اقدام نہ کرتے۔ ② بعض حضرات عقد نکاح کو خرید و فروخت کے معاملے پر قیاس کرتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ جیسے بیع کے انعقاد میں محض بیچنے اور خریدنے والے کی رضامندی ہی کافی ہوتی ہے اسی طرح نکاح میں بھی لڑکے اور لڑکی کی رضامندی ہی کافی ہے۔ لیکن یہ قیاس نص کے مقابلے میں ہے جس کی کوئی حیثیت نہیں، اس لیے یہ قیاس باطل اور بے اصل ہے۔ ③ بہر حال عورت کے نکاح کے لیے سرپرست کی اجازت بنیادی حیثیت رکھتی ہے۔ واضح رہے کہ ولی سے مراد باپ ہے۔ اس کی عدم موجودگی میں دادا، پھر بھائی، اس کے بعد چچا ہے۔ اختلاف کی صورت میں قریبی ولی کو ترجیح ہوگی۔ اگر دونوں ولی برابر حیثیت رکھتے ہوں تو اختلاف کی

1 صحیح مسلم، النکاح، حدیث: 3476 (1421).

صورت میں حاکم یا پنچایت کو حق ولایت ہوگا۔ واللہ أعلم.

٥١٣٠ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ أَبِي [عَمْرٍو] قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ: حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ عَنْ يُونُسَ، عَنِ الْحَسَنِ قَالَ: ﴿فَلَا تَعْضُلُوهُنَّ﴾ قَالَ: حَدَّثَنِي مَعْقِلُ بْنُ يَسَارٍ أَنَّهَا نَزَلَتْ فِيهِ، قَالَ: زَوَّجْتُ أُخْتًا لِي مِنْ رَجُلٍ فَطَلَّقَهَا، حَتَّى إِذَا انْقَضَتْ عِدَّتُهَا جَاءَ يَخْطُبُهَا، فَقُلْتُ لَهُ: زَوَّجْتُكَ وَأَفْرَشْتُكَ وَأَكْرَمْتُكَ فَطَلَّقْتَهَا، ثُمَّ جِئْتَ تَخْطُبُهَا؟ لَا، وَاللهِ لَا تَعُودُ إِلَيْكَ أَبَدًا. وَكَانَ رَجُلًا لَا بَأْسَ بِهِ وَكَانَتِ الْمَرْأَةُ تُرِيدُ أَنْ تَرْجِعَ إِلَيْهِ، فَأَنْزَلَ اللهُ هٰذِهِ الْآيَةَ ﴿فَلَا تَعْضُلُوهُنَّ﴾ فَقُلْتُ: الْآنَ أَفْعَلُ يَا رَسُولَ اللهِ، قَالَ: فَزَوَّجَهَا إِيَّاهُ. [راجع: ٤٥٢٩]

[5130] حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ یہ آیت: ''عورتوں کو (نکاح کرنے سے) مت روکو'' میرے متعلق نازل ہوئی۔ ہوا یوں کہ میں نے اپنی بہن کا نکاح ایک آدمی سے کر دیا، اس نے اسے طلاق دے دی۔ جب عدت ختم ہوگئی تو وہی شخص میری بہن سے دوبارہ نکاح کرنے کا پیغام لے کر آیا۔ میں نے اسے کہا کہ میں نے تیرے ساتھ (اپنی بہن کا) نکاح کر دیا، اسے تیری بیوی بنایا اور تمھیں عزت دی لیکن تم نے اسے طلاق دے دی، اب پھر تم اس سے نکاح کا پیغام لے کر آئے ہو، اللہ کی قسم! اب ایسا ہرگز نہیں ہوگا، میں تمھیں وہ کسی صورت میں نہیں دوں گا۔ وہ شخص کوئی برا آدمی نہ تھا اور عورت کی بھی خواہش تھی کہ وہ اس کے پاس چلی جائے، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی: ''تم عورتوں کو (نکاح کرنے سے) مت روکو۔'' میں نے کہا: اللہ کے رسول! میں ابھی اس پر عمل درآمد کرتا ہوں، چنانچہ اس نے اپنی ہمشیر کا نکاح اس سے کر دیا۔

فوائد ومسائل: ① پوری آیت اس طرح ہے: ''اور جب تم عورتوں کو طلاق دے دو اور ان کی عدت پوری ہو جائے تو تم انھیں اس سے نہ روکو کہ وہ اپنے شوہروں سے نکاح کر لیں، بشرطیکہ وہ آپس میں اچھے اور جائز طریقے سے راضی ہو جائیں۔'' اس آیت کریمہ میں اگرچہ نکاح کی نسبت عورتوں کی طرف ہے لیکن اس سے سرپرست کا حق ولایت ختم نہیں ہوتا بلکہ اس کے حق کو تسلیم کرتے ہوئے یہ حکم دیا گیا ہے کہ تم ان کے نکاح میں رکاوٹ نہ بنو۔ اگر ان کا اختیار نہیں ہے تو انھیں رکاوٹ بننے کا کیا حق ہے؟ عقل کا بھی تقاضا ہے کہ عورت کو کلی طور پر آزاد نہ چھوڑا جائے، اس لیے نکاح کے معاملات میں بہت سے مصالح کے پیش نظر ولی کی اجازت لازمی قرار دی گئی ہے۔ جو لوگ ولی کا ہونا بطور شرط تسلیم نہیں کرتے ان کا موقف انتہائی محل نظر ہے۔ ② درحقیقت امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصود یہ ہے کہ اعتدال اور عدل وانصاف قائم کیا جائے لیکن ہمارے مجتہدین کرام نے ایک طرف تو بالغہ کو مطلق العنان کر دیا کہ وہ جب چاہے جس سے چاہے اپنا نکاح کرے، اسے کسی سرپرست کی ضرورت نہیں۔ اور دوسری طرف یہ اندھیر نگری کہ اگر کوئی شخص دھوکے سے ایجاب وقبول کے الفاظ عورت سے کہلوائے جنھیں وہ سمجھتی ہو تو وہ بھی قید نکاح میں آجائے

گی اور اسے اس سے گلو خلاصی کا کوئی اختیار نہیں۔ لیکن امام بخاری رحمہ اللہ نے اس افراط وتفریط کے درمیان اعتدال کا پہلو اختیار کیا ہے اور اس اعتدال کو احادیث سے ثابت کیا۔ دراصل امام بخاری رحمہ اللہ استنباط مسائل میں لوگوں کی مصلحتوں پر گہری نظر رکھتے ہیں، اس کے ساتھ ساتھ وہ نصوص کا دامن بھی ہاتھ سے نہیں چھوڑتے، چنانچہ امام بخاری رحمہ اللہ آگے چل کر ایک دوسرا عنوان ان الفاظ سے قائم کرتے ہیں: [بَابٌ: لا يُنْكِحُ الْأَبُ وَغَيْرُهُ الْبِكْرَ وَالثَّيِّبَ إِلَّا بِرِضَاهُمَا] ''باپ یا اس کے علاوہ کوئی دوسرا شخص کسی کنواری یا شوہر دیدہ کا نکاح اس کی رضامندی کے بغیر نہیں کر سکتا۔'' ان دونوں ابواب سے مقصود یہ ہے کہ نہ تو عورت مطلق العنان ہے کہ وہ جب چاہے جہاں چاہے اپنی شادی رچا لے اور نہ وہ اس قدر مجبور ومقہور ہی ہے کہ اس کا سرپرست جب چاہے جس سے چاہے اس کا نکاح کر دے اور وہ مجبور ہو کر خاموش رہے بلکہ اس کی وضاحت کے لیے انھوں نے ایک مزید عنوان ان الفاظ سے قائم کیا ہے: [بَابٌ إِذَا زَوَّجَ الرَّجُلُ ابْنَتَهُ وَهِيَ كَارِهَةٌ فَنِكَاحُهُ مَرْدُودٌ] ''جب باپ اپنی بیٹی کا نکاح زبردستی کر دے جبکہ بیٹی اسے ناپسند کرتی ہو تو ایسا نکاح مردود ہے۔''

(٣٨) بَابٌ : إِذَا كَانَ الْوَلِيُّ هُوَ الْخَاطِبُ

وَخَطَبَ الْمُغِيرَةُ بْنُ شُعْبَةَ امْرَأَةً هُوَ أَوْلَى النَّاسِ بِهَا فَأَمَرَ رَجُلًا فَزَوَّجَهُ. وَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ لِأُمِّ حَكِيمٍ بِنْتِ قَارِظٍ: أَتَجْعَلِينَ أَمْرَكِ إِلَيَّ؟ قَالَتْ: نَعَمْ، فَقَالَ: قَدْ تَزَوَّجْتُكِ. وَقَالَ عَطَاءٌ: لِيُشْهِدْ: أَنِّي قَدْ نَكَحْتُكِ، أَوْ لِيَأْمُرْ رَجُلًا مِنْ عَشِيرَتِهَا. وَقَالَ سَهْلٌ: قَالَتِ امْرَأَةٌ لِلنَّبِيِّ ﷺ: أَهَبُ لَكَ نَفْسِي، فَقَالَ رَجُلٌ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنْ لَمْ تَكُنْ لَكَ بِهَا حَاجَةٌ فَزَوِّجْنِيهَا.

باب: 38- اگر عورت کا سرپرست خود اس سے نکاح کرنا چاہے (تو کیا جائز ہے؟)

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے ایک عورت کو نکاح کا پیغام بھیجا جبکہ وہ خود ہی اس کے قریبی رشتہ دار تھے، آخر انھوں نے ایک دوسرے شخص سے کہا تو اس نے ان کا نکاح پڑھا دیا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے ام حکیم بنت قارظ سے کہا: کیا تم اپنا معاملہ میرے حوالے کرتی ہو؟ اس نے کہا: جی ہاں! حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے تیرے ساتھ نکاح کر لیا ہے۔ حضرت عطاء بن ابی رباح نے کہا: ایسی صورت میں وہ دو گواہوں کے سامنے اس عورت سے کہہ دے کہ میں نے تیرے ساتھ نکاح کر لیا ہے، یا عورت کے قبیلے والوں سے کسی آدمی کو مقرر کر دے۔ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ایک عورت نے نبی ﷺ سے عرض کی: میں خود کو آپ کے لیے ہبہ کرتی ہوں۔ ایک آدمی نے عرض کی: اللہ کے رسول! اگر آپ کو اس کی ضرورت نہیں تو آپ میرے ساتھ اس کا نکاح کر دیں۔

وضاحت: اس عنوان کا مقصد یہ ہے کہ اگر کوئی سرپرست اپنی زیر پرورش لڑکی سے خود نکاح کرنا چاہتا ہے تو کیا دوسرا ولی اس کا نکاح کرے گا یا حاکم وقت یہ ذمے داری ادا کرے گا یا خود ہی اپنا نکاح پڑھ لے گا کسی دوسرے ولی کی ضرورت نہیں ہے؟ امام بخاری ؒ نے اس کے متعلق دوٹوک فیصلہ نہیں کیا۔ لیکن اس کے تحت جو آثار پیش کیے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا رجحان جواز کی طرف ہے۔ حضرت عطاء کا اثر تو واضح طور پر اس پر دلالت کرتا ہے اگرچہ بہتر یہ ہے کوئی دوسرا سرپرست اس کا نکاح پڑھائے کیونکہ اس کا خود نکاح پڑھنا ایسے ہے جیسے خود اپنے آپ سے کوئی چیز خریدنا ہے۔ نکاح میں تین چیزیں انتہائی اہم کردار ادا کرتی ہیں: ○ نکاح کرنے والا، یعنی ناکح ○ جس سے نکاح کیا جائے، یعنی منکوحہ، ○ نکاح کرانے والا، یعنی مُنکِح جسے ولی کہا جائے۔ حافظ ابن حجر ؒ لکھتے ہیں: اس مسئلے میں سلف کا اختلاف ہے۔ حضرت اوزاعی، ربیعہ، ثوری، امام مالک، امام ابوحنیفہ اور امام لیث ؒ کہتے ہیں کہ سرپرست اپنی زیر پرورش سے خود بھی نکاح پڑھ سکتا ہے لیکن امام شافعی ؒ کا موقف ہے کہ وہ اپنا نکاح خود نہیں پڑھ سکتا بلکہ حاکم وقت یا کوئی اس کے ہم پلہ یا اس سے تعلق رکھنے والا سرپرست نکاح کرے۔ ان حضرات کی دلیل یہ ہے کہ ولایت، نکاح کے لیے بنیادی شرط ہے، اس بنا پر نکاح کرنے والا خود سرپرست بن کر اس کی اجازت دے اور نکاح پڑھائے ایسا نہیں ہوسکتا۔[1] بہرحال ہمارے رجحان کے مطابق عورت کا ولی خود اپنے آپ سے نکاح کرسکتا ہے وگرنہ بہتر ہے کہ نکاح کروانے والا کوئی دوسرا ہو۔ واللہ أعلم.

٥١٣١ - حَدَّثَنَا ابْنُ سَلَامٍ: أَخْبَرَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا فِي قَوْلِهِ: ﴿وَيَسْتَفْتُونَكَ فِي ٱلنِّسَآءِ قُلِ ٱللَّهُ يُفْتِيكُمْ فِيهِنَّ﴾ إِلَى آخِرِ الْآيَةِ [النساء: ١٢٧] قَالَ: هِيَ الْيَتِيمَةُ تَكُونُ فِي حَجْرِ الرَّجُلِ قَدْ شَرِكَتْهُ فِي مَالِهِ فَيَرْغَبُ عَنْهَا أَنْ يَتَزَوَّجَهَا وَيَكْرَهُ أَنْ يُزَوِّجَهَا غَيْرَهُ فَيَدْخُلَ عَلَيْهِ فِي مَالِهِ فَيَحْبِسُهَا، فَنَهَاهُمُ اللهُ عَنْ ذٰلِكَ. [راجع: ٢٤٩٤]

[5131] حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے، انھوں نے درج ذیل آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا: ”لوگ آپ سے عورتوں کے متعلق فتوی پوچھتے ہیں۔ آپ ان سے کہہ دیں کہ اللہ تمھیں ان کے متعلق مسئلہ بتاتا ہے......“ اس سے مراد وہ یتیم لڑکی ہے جو کسی کے زیر کفالت ہوتی اور وہ اس کے مال میں بھی حصہ دار ہوتی، وہ اس سے نکاح کرنے میں کوئی دلچسپی نہ رکھتا اور نہ کسی دوسرے سے نکاح کردینا پسند کرتا، مبادا وہ بھی اس کے مال میں شریک ہوجائے۔ اس بنا پر وہ لڑکی کو نکاح سے روکے رکھتا تو اللہ تعالیٰ نے اس سے منع فرمایا دیا۔

فوائد ومسائل: ① اس مقام پر یہ حدیث مختصر طور پر بیان ہوئی ہے، البتہ دوسری روایت میں اس کی تفصیل اس طرح ہے کہ اگر زیر پرورش بچی خوبصورت اور مال دار ہوتی تو سرپرست خود اس کے ساتھ نکاح میں دلچسپی رکھتا لیکن اس کے حق مہر کے متعلق بے انصافی سے کام لیتا اور اگر بدصورت ہوتی تو نہ خود اس سے نکاح میں دلچسپی رکھتا اور نہ کسی دوسرے ہی سے نکاح کرتا،

[1] فتح الباري: 9/236.

اس بات سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے۔[1] ② اس حدیث میں اللہ تعالیٰ نے سرپرست حضرات کو عتاب فرمایا ہے کہ وہ خوبصورت نہ ہونے کی صورت میں اس کے ساتھ نکاح کرنے سے بے رغبتی کیوں رکھتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ سرپرست خود اپنے ساتھ نکاح کر سکتا ہے کیونکہ حرام کام کے ترک پر عتاب کرنا درست نہیں، لہٰذا اپنی زیر پرورش بچی کے ساتھ نکاح کرنا جائز ہے۔ واللہ أعلم.

٥١٣٢ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ الْمِقْدَامِ: حَدَّثَنَا فُضَيْلُ بْنُ سُلَيْمَانَ: حَدَّثَنَا أَبُو حَازِمٍ: حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ سَعْدٍ قَالَ: كُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ جُلُوسًا فَجَاءَتِ امْرَأَةٌ تَعْرِضُ نَفْسَهَا عَلَيْهِ، فَخَفَّضَ فِيهَا الْبَصَرَ وَرَفَعَهُ فَلَمْ يُرِدْهَا، فَقَالَ رَجُلٌ مِنْ أَصْحَابِهِ: زَوِّجْنِيهَا يَا رَسُولَ اللهِ، قَالَ: «أَعِنْدَكَ مِنْ شَيْءٍ؟»، قَالَ: مَا عِنْدِي مِنْ شَيْءٍ، قَالَ: «وَلَا خَاتَمٌ مِنْ حَدِيدٍ؟»، قَالَ: وَلَا خَاتَمٌ [مِنْ حَدِيدٍ]، وَلٰكِنْ أَشُقُّ بُرْدَتِي هٰذِهِ فَأُعْطِيهَا النِّصْفَ وَآخُذُ النِّصْفَ، قَالَ: «لَا، هَلْ مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ شَيْءٌ؟»، قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: «اذْهَبْ فَقَدْ زَوَّجْتُكَهَا بِمَا مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ». [راجع: ٢٣١٠]

[5132] حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ ہم نبی ﷺ کے پاس بیٹھے تھے کہ ایک عورت آئی اور اس نے خود کو آپ ﷺ پر پیش کیا۔ آپ نے اس عورت کو اوپر سے نیچے تک دیکھا آپ کا (اس سے شادی کا) ارادہ نہ بنا۔ آپ کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ایک شخص نے عرض کی: اللہ کے رسول! اس کا میرے ساتھ نکاح کر دیں۔ آپ نے فرمایا: ''کیا تیرے پاس کوئی چیز ہے؟'' اس نے عرض کیا: میرے پاس تو کچھ بھی نہیں۔ آپ نے فرمایا: ''کیا لوہے کی انگوٹھی بھی نہیں؟'' اس نے کہا کہ لوہے کی انگوٹھی بھی میرے پاس نہیں، لیکن میں اپنی اس چادر کے دو ٹکڑے کر دیتا ہوں، آدھی اسے دیتا ہوں اور آدھی اپنے پاس رکھ لیتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: ''ایسا تو نہیں ہو سکتا، اچھا بتاؤ تمھیں کچھ قرآن یاد ہے؟'' اس نے کہا: ہاں۔ آپ نے فرمایا: ''جاؤ، اس حفظ قرآن کے عوض میں نے اس سے تیری شادی کر دی۔''

فوائد و مسائل: ① علامہ عینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ ہر اس شخص کے ولی ہیں جس کا کوئی سرپرست نہ ہو، لہٰذا جب آپ نے اس مفلس آدمی کا نکاح اس عورت سے کر دیا تو آپ نے یہ نکاح ولی ہونے کی حیثیت سے کیا۔[2] لیکن اس مطابقت میں بہت بعد ہے کیونکہ عنوان یہ ہے کہ ولی خود اپنے ساتھ نکاح کرے لیکن اس حدیث میں جس کے ساتھ عورت کا نکاح کیا گیا وہ ولی کے علاوہ کوئی دوسرا ہے، البتہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جب رسول اللہ ﷺ نے خود کو پیش کرنے والی سے اعراض فرمایا، اگر آپ نکاح کرتے تو خود اپنے آپ کے ولی ہوتے یا کسی دوسرے کو نکاح کرانے کا حکم دیتے تو اس اطلاق سے عنوان ثابت ہوتا ہے۔ لیکن صحیح جواب یہ ہے کہ یہ رسول اللہ ﷺ کی خصوصیات میں سے تھا کہ خود اپنے آپ سے نکاح کرائیں یا

1 صحيح البخاري، الوصايا، حديث: 2763. 2 عمدة القاري: 85/14.

ولی کے بغیر نکاح کریں یا بغیر گواہوں کے یا لفظ ہبہ کے ساتھ نکاح کریں آپ پر کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔[1] واللہ أعلم. ② ہمارے رجحان کے مطابق امام بخاری رحمہ اللہ کا موقف اس طرح ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ اگر اس عورت کو پسند کرتے تو خود اپنا نکاح اس سے کر لیتے۔ واللہ أعلم.

(٣٩) بَابُ إِنْكَاحِ الرَّجُلِ وَلَدَهُ الصِّغَارَ

باب: 39- آدمی اپنی نابالغ بچی کا نکاح کر سکتا ہے

لِقَوْلِ اللهِ تَعَالَى: ﴿وَالَّتِي لَمْ يَحِضْنَ﴾ [الطلاق: ٤] فَجَعَلَ عِدَّتَهَا ثَلَاثَةَ أَشْهُرٍ قَبْلَ الْبُلُوغِ.

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''اور وہ عورتیں جنھیں حیض نہیں آیا۔'' اللہ تعالیٰ نے عورت کی بلوغت سے پہلے اس کی عدت تین ماہ مقرر کی ہے۔

وضاحت: والد کو اپنی نابالغ بچی کا نکاح کرنے کا پورا پورا اختیار ہے، چنانچہ آپ نے اس سلسلے میں ایک آیت کریمہ سے استدلال کیا ہے اور یہ استدلال بہت عمدہ ہے کیونکہ تین ماہ عدت، طلاق کے بغیر نہیں ہوتی اور طلاق نکاح کے بغیر نہیں ہوتی، اس سے معلوم ہوا کہ کمسن اور نابالغ لڑکی کا نکاح کر دینا درست ہے۔

٥١٣٣ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ تَزَوَّجَهَا وَهِيَ بِنْتُ سِتِّ سِنِينَ، وَأُدْخِلَتْ عَلَيْهِ وَهِيَ بِنْتُ تِسْعٍ، وَمَكَثَتْ عِنْدَهُ تِسْعًا. [راجع: ٣٨٩٤]

[5132] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ان سے نکاح فرمایا جبکہ وہ چھ برس کی تھیں اور ان کی رخصتی ہوئی جبکہ وہ نو برس کی تھیں اور وہ آپ کے پاس نو برس رہیں۔

فوائد ومسائل: ① حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا نکاح رسول اللہ ﷺ سے کیا جبکہ وہ نابالغہ تھیں۔ اس سے امام بخاری رحمہ اللہ نے ثابت کیا ہے کہ آدمی اپنی نابالغ بچی کا نکاح کر سکتا ہے۔ امام مہلب نے اس امر پر اجماع نقل کیا ہے کہ والد اپنی چھوٹی بچی کا نکاح کر سکتا ہے اگرچہ وہ اس وقت ہم بستری کی متحمل نہ ہو۔ ② اس سے امام بخاری رحمہ اللہ نے شبرمہ کا رد کیا ہے، ان کا کہنا ہے کہ باپ اپنی چھوٹی بچی کا نکاح نہیں کر سکتا۔ چونکہ یہ موقف کتاب وسنت کے خلاف ہے، اس لیے قابل التفات نہیں۔[2] ③ واضح رہے کہ ایک روایت میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کے وقت سات سال کی عمر کا ذکر ہے۔[3] لیکن یہ بیان حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بیان کے خلاف ہے۔ ممکن ہے آپ کی عمر نکاح کے وقت چھ سال سے کچھ مہینے زیادہ ہو، اس لیے جنھوں نے سات سال کہا ہے انھوں نے اس کسر کو پورا عدد شمار کیا اور جنھوں نے چھ سال کا ذکر کیا ہے انھوں نے کسر کو سرے سے شمار ہی نہ کیا ہو۔ واللہ أعلم.

---

① فتح الباري: 238/9. ② فتح الباري: 238/9. ③ سنن ابن ماجه، النكاح، حديث: 1877.

(٤٠) بَابُ تَزْوِيجِ الْأَبِ ابْنَتَهُ مِنَ الْإِمَامِ

باب: 40- باپ، اپنی بیٹی کا نکاح حاکم وقت سے کرسکتا ہے

وَقَالَ عُمَرُ: خَطَبَ النَّبِيُّ ﷺ إِلَيَّ حَفْصَةَ فَأَنْكَحْتُهُ.

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی ﷺ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کا پیغام میرے پاس بھیجا تو میں نے ان کا نکاح آپ سے کردیا۔

٥١٣٤ - حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ: حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ تَزَوَّجَهَا وَهِيَ بِنْتُ سِتِّ سِنِينَ، وَبَنَى بِهَا وَهِيَ بِنْتُ تِسْعِ سِنِينَ. فَقَالَ هِشَامٌ: وَأُنْبِئْتُ أَنَّهَا كَانَتْ عِنْدَهُ تِسْعَ سِنِينَ. [راجع: ٣٨٩٤]

[5134] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے جب ان سے نکاح کیا تو ان کی عمر چھے سال کی تھی اور جب ان کی رخصتی ہوئی تو عمر نو سال کی تھی۔ حضرت ہشام نے کہا: مجھے بتایا گیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کے ہاں نو برس تک رہیں۔

فائدہ: اس عنوان کا مقصد یہ ہے کہ ولیٔ خاص کو ولیٔ عام پر ترجیح دی جائے گی اور باپ اپنی بیٹی کا نکاح کرنے میں حاکم وقت سے زیادہ استحقاق رکھتا ہے۔ اور حاکم وقت کی ولایت کا اعتبار اس وقت ہوگا جب ولیٔ خاص نہ ہو، چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جو ولیٔ خاص تھے انھوں نے اپنے حق ولایت کو استعمال کرتے ہوئے ولیٔ عام، یعنی رسول اللہ ﷺ سے اپنی بیٹی حفصہ رضی اللہ عنہا کا نکاح کر دیا۔ اسی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا معاملہ ہے کہ ان کے والد گرامی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے ان کا نکاح کیا۔[1]

(٤١) بَابٌ: اَلسُّلْطَانُ وَلِيٌّ

باب: 41- حاکم وقت بھی ولی ہے

لِقَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ: «زَوَّجْنَاكَهَا بِمَا مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ»

نبی ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: ''ہم نے اس قرآن کے بدلے جو تجھے یاد ہے اس عورت کا نکاح تجھ سے کردیا۔''

وضاحت: جس عورت کا کوئی بھی سرپرست نہ ہو تو وقت کا حاکم اس کا سرپرست ہوتا ہے جیسا کہ حدیث میں ہے کہ ولی کے بغیر نکاح جائز نہیں اور جس کا کوئی ولی نہ ہو تو حاکم وقت اس کا سرپرست ہوگا۔[2]

٥١٣٥ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ: أَخْبَرَنَا

[5135] حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے،

1 فتح الباري: 239/9. ② سنن أبي داود، النكاح، حديث: 2084.

مَالِكٌ عَنْ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ: جَاءَتِ امْرَأَةٌ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ فَقَالَتْ: إِنِّي وَهَبْتُ مِنْ نَفْسِي، فَقَامَتْ طَوِيلًا فَقَالَ رَجُلٌ: زَوِّجْنِيهَا إِنْ لَمْ تَكُنْ لَكَ بِهَا حَاجَةٌ، فَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ: «هَلْ عِنْدَكَ مِنْ شَيْءٍ تُصْدِقُهَا؟» قَالَ: مَا عِنْدِي إِلَّا إِزَارِي، فَقَالَ: «إِنْ أَعْطَيْتَهَا إِيَّاهُ جَلَسْتَ لَا إِزَارَ لَكَ، فَالْتَمِسْ شَيْئًا»، فَقَالَ: مَا أَجِدُ شَيْئًا، فَقَالَ: «اِلْتَمِسْ وَلَوْ كَانَ خَاتَمًا مِنْ حَدِيدٍ»، فَلَمْ يَجِدْ، فَقَالَ: «أَمَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ شَيْءٌ؟» قَالَ: نَعَمْ، سُورَةُ كَذَا وَسُورَةُ كَذَا، لِسُوَرٍ سَمَّاهَا، فَقَالَ: «زَوَّجْنَاكَهَا بِمَا مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ». [راجع: ٢٣١٠]

انھوں نے کہا کہ ایک عورت رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی اور عرض کی: میں خود کو آپ کے لیے ہبہ کرتی ہوں، پھر وہ دیر تک وہاں کھڑی رہی۔ اتنے میں ایک شخص نے کہا: اگر آپ کو اس کی ضرورت نہ ہو تو مجھ سے اس کا نکاح کر دیں۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: ”کیا تیرے پاس اسے مہر دینے کے لیے کوئی چیز ہے؟“ اس نے کہا: میرے پاس اس تہبند کے علاوہ اور کچھ نہیں۔ آپ نے فرمایا: ”اگر تم اپنا تہبند اسے دے دو گے تو تمھارے پہننے کے لیے کوئی تہبند نہیں ہو گا، کوئی اور چیز تلاش کر لو۔“ اس نے عرض کی: میرے پاس کچھ بھی نہیں۔ آپ نے فرمایا: ”کچھ تو تلاش کرو اگرچہ لوہے کی انگوٹھی ہو۔“ تاہم اسے وہ بھی نہ مل سکی تو آپ نے اسے فرمایا: ”کیا تجھے کچھ قرآن یاد ہے؟“ اس نے کہا: ہاں، فلاں، فلاں سورت یاد ہے، اس نے چند سورتوں کا نام لیا۔ آخر کار آپ ﷺ نے فرمایا: ”جاؤ، ہم نے تیرا نکاح اس عورت سے کر دیا اس قرآن کے بدلے جو تجھے یاد ہے۔“

فوائد ومسائل: ① ابن بطال نے کہا ہے کہ تمام اہل علم کا اس پر اتفاق ہے کہ جس کا کوئی ولی نہ ہو اس کا سرپرست حاکم وقت ہے، نیز جب لڑکی اپنا ہم پلہ پائے اور اس کا سرپرست نکاح نہ کرے تو حاکم وقت اس کا سرپرست ہوگا، چنانچہ وہ اس کا نکاح کر دے گا۔[1] حضرت عائشہ ؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس عورت نے اپنے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کیا اس کا نکاح باطل ہے اور حاکم وقت ہر اس عورت کا ولی ہے جس کا کوئی سرپرست نہ ہو۔“[2] حافظ ابن حجر ؒ نے طبرانی کے حوالے سے حضرت ابن عباس ؓ سے مروی ایک حدیث پیش کی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں: ”خیر خواہ سرپرست یا حاکم وقت کے بغیر نکاح نہیں ہوتا۔“[3] ② ہمارے رجحان کے مطابق اگر حاکم وقت تک عورت کی رسائی نہ ہو سکے تو گاؤں کے معزز آدمی پنچایت کے طور پر اس کی سرپرستی کریں اور اس عورت کا نکاح کر دیں۔ واللہ أعلم. رسول اللہ ﷺ اپنے دور میں حاکم وقت بھی تھے، اس لیے آپ نے اس عورت کا نکاح ایک مفلس اور نادار سے کر دیا۔ جن احادیث میں حاکم وقت کی سرپرستی کی صراحت ہے وہ امام بخاری ؒ کی شرط کے مطابق نہ تھیں، اس لیے اس حدیث سے اپنا مدعا ثابت کیا ہے۔[4]

1 عمدة القاري: 88/14. 2 جامع الترمذي، النكاح، حديث: 1101. 3 المعجم الأوسط للطبراني: 318/1، رقم: 525، و إرواء الغليل: 239/6. 4 فتح الباري: 239/9.

(٤٢) بَابٌ: لَا يُنْكِحُ الْأَبُ وَغَيْرُهُ الْبِكْرَ وَالثَّيِّبَ إِلَّا بِرِضَاهُمَا

باب: 42- باپ اور اس کے علاوہ کوئی دوسرا کنواری یا بیوہ کا نکاح ان کی رضامندی کے بغیر نہیں کر سکتا

وضاحت: اس عنوان کی حسب ذیل چار صورتیں ممکن ہیں: ○ باپ کسی کنواری کا نکاح کرے۔ ○ باپ شوہر دیدہ کا نکاح کرے۔ ○ باپ کے علاوہ کوئی دوسرا کنواری کا نکاح کرے۔ ○ باپ کے علاوہ کوئی دوسرا شوہر دیدہ کا نکاح کرے۔ اگر چھوٹی بڑی لڑکی ہو تو مزید صورتیں بن سکتی ہیں۔[1]

٥١٣٦ - حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ يَحْيَى، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ: أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ حَدَّثَهُمْ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: «لَا تُنْكَحُ الْأَيِّمُ حَتَّى تُسْتَأْمَرَ، وَلَا تُنْكَحُ الْبِكْرُ حَتَّى تُسْتَأْذَنَ»، قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ، وَكَيْفَ إِذْنُهَا؟ قَالَ: «أَنْ تَسْكُتَ». [انظر: ٦٩٦٨، ٦٩٧٠]

[5136] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''بیوہ عورت کا نکاح اس وقت تک نہ کیا جائے جب تک اس سے پوچھ نہ لیا جائے اور کنواری عورت کا نکاح اس وقت تک نہ کیا جائے جب تک اس کی اجازت نہ لی جائے۔'' صحابہ نے عرض کی: اللہ کے رسول! کنواری کی اجازت کس طرح ہوگی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''(پیغام نکاح سن کر) اس کا خاموش رہنا ہی اس کی اجازت ہے۔''

٥١٣٧ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ الرَّبِيعِ بْنِ طَارِقٍ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ، عَنْ أَبِي عَمْرٍو مَوْلَى عَائِشَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّ الْبِكْرَ تَسْتَحِي، قَالَ: «رِضَاهَا صَمْتُهَا». [انظر: ٦٩٤٦، ٦٩٧١]

[5137] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! کنواری لڑکی تو شرماتی ہے (اس لیے بول نہیں سکتی) تو آپ نے فرمایا: ''اس کی خاموشی ہی اس کی رضامندی ہے۔''

فوائد ومسائل: ① شوہر دیدہ بالغہ کا نکاح اس کی رضامندی کے بغیر نہیں کیا جاسکتا، نکاح کرنے والا باپ ہو یا اس کے علاوہ کوئی دوسرا۔ اس میں تمام اہل علم کا اتفاق ہے۔ اسی طرح اس امر میں بھی اتفاق ہے کہ کنواری نابالغہ کا نکاح اس کا باپ ہی کر سکتا ہے۔ شوہر دیدہ نابالغ اور کنواری بالغہ کے متعلق اختلاف ہے لیکن امام بخاری رحمہ اللہ کے عنوان سے معلوم ہوتا ہے کہ لڑکی کنواری ہو یا بیوہ، چھوٹی ہو یا بڑی، نکاح کے وقت اس کی رضامندی بنیادی شرط ہے، حدیث کے ظاہری الفاظ کا بھی یہی تقاضا ہے، نیز بیوہ سے مشورہ اور کنواری سے اجازت کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ بیوہ منہ سے بول کر اپنی رضامندی

[1] فتح الباري: 240/9.

کا اظہار کرے کیونکہ اپنے سابقہ تجربے کی وجہ سے اس کے بول کر کہنے میں کسی قسم کی حیا مانع نہیں ہوتی لیکن کنواری حیا کے مارے اپنی رائے کا اظہار نہیں کرسکتی، اس لیے اس کی خاموشی ہی اجازت سمجھی جائے گی۔ ② فقہاء نے اس کے متعلق مزید وضاحت کی ہے کہ اجازت لیتے وقت اس کا ہنس دینا بھی اجازت کی علامت ہے لیکن اگر مذاق کے طور پر ہنسے تو یہ رضا مندی نہیں ہوگی۔ اس کا مذاق یا خوشی سے ہنسنا حالات وقرائن سے معلوم کیا جاسکتا ہے۔ اگر اجازت کے وقت وہ رو پڑے تو یہ اجازت کی علامت نہیں۔ لیکن بعض اوقات خوشی کے موقع پر بھی آنسو آجاتے ہیں، پھر آنسوؤں کے متعلق بھی تفصیل ہے: اگر آنسو گرم ہیں تو اجازت نہیں اور اگر آنسو ٹھنڈے ہیں تو یہ اجازت کی علامت ہیں کیونکہ خوشی کے آنسو ٹھنڈے ہوتے ہیں جبکہ غم اور پریشانی میں آنسو گرم آتے ہیں۔ واللہ أعلم.

(٤٣) بَابٌ: إِذَا زَوَّجَ الرَّجُلُ ابْنَتَهُ وَهِيَ كَارِهَةٌ فَنِكَاحُهُ مَرْدُودٌ

باب: 43- اگر کسی نے اپنی بیٹی کا (زبردستی) نکاح کر دیا جبکہ وہ اس (نکاح) کو ناپسند کرتی ہو تو وہ نکاح باطل ہے

وضاحت: امام بخاری رحمہ اللہ کے عنوان سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر کسی بھی لڑکی کا نکاح اس کی مرضی کے بغیر کر دیا جائے تو اس کا نکاح باطل ہے اور یہ حکم کنواری اور شوہر دیدہ دونوں کو شامل ہے۔ اگرچہ پیش کردہ حدیث میں بیوہ کا ذکر ہے، تاہم کنواری لڑکی کا بھی یہی حکم ہے۔ واللہ أعلم.

٥١٣٨ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَمُجَمِّعٍ ابْنَيْ يَزِيدَ بْنِ جَارِيَةَ، عَنْ خَنْسَاءَ بِنْتِ خِدَامٍ الْأَنْصَارِيَّةِ: أَنَّ أَبَاهَا زَوَّجَهَا وَهِيَ ثَيِّبٌ فَكَرِهَتْ ذٰلِكَ، فَأَتَتْ رَسُولَ اللهِ ﷺ فَرَدَّ نِكَاحَهُ. [انظر: ٥١٣٩، ٦٩٤٥، ٦٩٦٩]

[5138] حضرت خنساء بنت خدام انصاریہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ان کے والد نے ان کا نکاح کر دیا جبکہ وہ ثیبہ (شوہر دیدہ) تھیں۔ انھیں یہ نکاح منظور نہیں تھا، اس لیے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں تو آپ ﷺ نے اس کا نکاح فسخ کر ڈالا۔

٥١٣٩ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ: أَخْبَرَنَا يَزِيدُ: أَخْبَرَنَا يَحْيَى: أَنَّ الْقَاسِمَ بْنَ مُحَمَّدٍ حَدَّثَهُ أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ يَزِيدَ وَمُجَمِّعَ بْنَ يَزِيدَ حَدَّثَاهُ أَنَّ رَجُلًا يُدْعَى خِدَامًا أَنْكَحَ ابْنَةً لَهُ. نَحْوَهُ.

[راجع: ٥١٣٨]

[5139] حضرت عبدالرحمٰن بن یزید اور مجمع بن یزید سے روایت ہے کہ خدام نامی ایک آدمی نے اپنی ایک لڑکی کا نکاح کرایا تھا، پھر سابقہ حدیث کی طرح بیان کیا۔

فوائد ومسائل: ① اس حدیث میں صراحت ہے کہ مذکورہ عورت بیوہ تھی۔ ایک روایت میں مزید وضاحت ہے کہ ایک انصاری نے خنساء بنت خدام سے نکاح کیا اور وہ غزوۂ اُحد میں شہید ہوگئے تو ان کے والد نے اس کا نکاح کسی دوسرے شخص سے کردیا۔ وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کی: میرا نکاح میرے والد نے کردیا ہے جبکہ میرا دیور جو میرے بچوں کا چچا ہے، مجھے پسند ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کے والد کا کیا ہوا نکاح مسترد کردیا۔ ② اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ خنساء ؓ کی پہلے شوہر سے اولاد بھی تھی۔[1] بہرحال جس لڑکی کا نکاح اس کی مرضی کے بغیر کردیا جائے تو اسے اپنا نکاح فسخ کرانے کا پورا پورا اختیار ہے، لڑکی خواہ کنواری ہو یا شوہر دیدہ۔ اگرچہ کچھ روایات میں کنواری لڑکی کی بھی صراحت ہے، چنانچہ حضرت جابر ؓ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے اپنی کنواری لڑکی کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر کردیا۔ وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی تو آپ نے زوجین کے درمیان تفریق کرادی۔[2] اسی طرح حضرت ابن عباس ؓ سے روایت ہے کہ ایک کنواری لڑکی کا نکاح اس کے والد نے کردیا جبکہ وہ اس نکاح سے راضی نہ تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے اسے نکاح برقرار رکھنے کا اختیار دے دیا۔[3] مذکورہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ منکوحہ بیوہ ہو یا کنواری اگر اس کی رضامندی کے بغیر اس کا نکاح کردیا جائے تو اسے مسترد کیا جاسکتا ہے۔ واللہ أعلم.

(٤٤) بَابُ تَزْوِيجِ الْيَتِيمَةِ

باب: 44- یتیم لڑکی کا نکاح کرنا

لِقَوْلِ اللهِ تَعَالَى: ﴿وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا فِي الْيَتَامَىٰ فَانكِحُوا﴾ [النساء: ٣] وَإِذَا قَالَ لِلْوَلِيِّ: زَوِّجْنِي فُلَانَةَ فَمَكَثَ سَاعَةً أَوْ قَالَ: مَا مَعَكَ؟ فَقَالَ: مَعِي كَذَا وَكَذَا، أَوْ لَبِثَا ثُمَّ قَالَ: زَوَّجْتُكَهَا، فَهُوَ جَائِزٌ، فِيهِ سَهْلٌ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''اگر تمھیں اندیشہ ہو کہ یتیم لڑکیوں کے حق میں انصاف نہیں کرسکو گے تو (دوسری عورتوں سے) نکاح کرلو۔'' اور اگر کسی نے سرپرست سے کہا کہ میرا نکاح اس لڑکی سے کردو تو ولی کچھ دیر خاموش رہا، یا کہا: تیرے پاس کیا ہے؟ اس نے جواب دیا: میرے پاس اتنا اتنا ہے، یا دونوں خاموش رہے، پھر اس (سرپرست) نے کہا: میں نے اس سے تیرا نکاح کردیا تو ایسا کرنا جائز ہے۔ اس سلسلے میں حضرت سہل ؓ کی حدیث نبی ﷺ سے مروی ہے۔

وضاحت: واقعہ یہ ہے کہ اگر کسی کی سرپرستی میں خوبصورت اور مالدار یتیم لڑکی پرورش پاتی تو سرپرست خود اس سے نکاح کرلیتا لیکن حق مہر کے سلسلے میں عدل وانصاف سے کام نہ لیتا۔ مذکورہ آیت میں اس قسم کے سرپرستوں کو خطاب کیا گیا ہے کہ اگر تمھیں ڈر ہو کہ تم ان کے حقوق پورے نہیں کرسکو گے تو ان کے علاوہ دوسری عورتوں سے نکاح کرلو جن کے حقوق تم پورے کر

---

1 المصنف للعبد الرزاق: 148/6، رقم: 10309، طبع مؤسسة الرسالة، وفتح الباري: 245/9. ② فتح الباري: 245/9.

3 سنن أبي داود، النكاح، حديث: 2096.

سکتے ہو۔ اس آیتِ کریمہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ باپ کے علاوہ دوسرے کو بھی کسی لڑکی کا نکاح کرنے کا حق ہے۔ آیت کریمہ میں یتیم لڑکیوں سے عاقلہ بالغہ مراد ہیں اور زمانۂ ماضی کے اعتبار سے انھیں یتیم کہا گیا ہے۔ واضح رہے کہ اس عنوان میں امام بخاری ؒ نے دو مسئلے بیان کیے ہیں: ○ یتیم لڑکیوں کا نکاح کرنا، اسے آیت کریمہ سے ثابت کیا ہے۔ ○ ایجاب وقبول کے درمیان کچھ فاصلہ ہو جائے تو یہ نقصان دہ نہیں بشرطیکہ مجلس ایک ہو اور ان میں ولی اور طالب کسی ایسے کام میں مصروف نہ ہو جو اس کی روگردانی پر دلالت کرتا ہو۔ ایجاب وقبول کے درمیان فاصلے کی تین صورتیں ہیں: ○ طالب کہے کہ میرا فلاں لڑکی سے نکاح کر دو لیکن ولی جواب میں کچھ وقت تاخیر کر دے۔ ○ نکاح سے متعلق گفتگو میں مصروف ہو جائے، مثلاً: حق مہر کے متعلق اس سے معلومات حاصل کرنے لگے۔ ○ ولی اور طالب دونوں کچھ دیر کے لیے خاموش رہیں۔ آخر کار ولی کہہ دے کہ میں نے تیرے ساتھ اس کا نکاح کر دیا تو ان تینوں صورتوں میں نکاح جائز ہے کیونکہ مجلس ایک ہے اور دونوں میں سے کسی نے ایسا کام نہیں کیا جو نکاح کے منافی ہو یا ان کی روگردانی پر دلالت کرتا ہو۔ امام بخاری ؒ نے ان تمام مسائل کو حضرت سہل بن سعد ؓ سے مروی ایک حدیث سے ثابت کیا ہے جو پہلے کئی مرتبہ گزر چکی ہے۔

٥١٤٠ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ. وَقَالَ اللَّيْثُ: حَدَّثَنِي عُقَيْلٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ: أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ: أَنَّهُ سَأَلَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَ لَهَا: يَا أُمَّتَاهْ ﴿وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا۟ فِى ٱلْيَتَـٰمَىٰ﴾ إِلَى ﴿مَا مَلَكَتْ أَيْمَـٰنُكُمْ﴾؟ قَالَتْ عَائِشَةُ: يَا ابْنَ أُخْتِي، هٰذِهِ الْيَتِيمَةُ تَكُونُ فِي حَجْرِ وَلِيِّهَا فَيَرْغَبُ فِي جَمَالِهَا وَمَالِهَا، وَيُرِيدُ أَنْ يَنْتَقِصَ مِنْ صَدَاقِهَا، فَنُهُوا عَنْ نِكَاحِهِنَّ إِلَّا أَنْ يُقْسِطُوا لَهُنَّ فِي إِكْمَالِ الصَّدَاقِ، وَأُمِرُوا بِنِكَاحِ مَنْ سِوَاهُنَّ مِنَ النِّسَاءِ. قَالَتْ عَائِشَةُ: اسْتَفْتَى النَّاسُ رَسُولَ اللهِ ﷺ بَعْدَ ذٰلِكَ، فَأَنْزَلَ اللهُ ﴿وَيَسْتَفْتُونَكَ فِى ٱلنِّسَآءِ﴾ إِلَى ﴿وَتَرْغَبُونَ أَن تَنكِحُوهُنَّ﴾، فَأَنْزَلَ اللهُ لَهُمْ فِي هٰذِهِ الْآيَةِ أَنَّ الْيَتِيمَةَ إِذَا كَانَتْ ذَاتَ مَالٍ وَجَمَالٍ رَغِبُوا فِي نِكَاحِهَا وَنَسَبِهَا وَالصَّدَاقِ، وَإِذَا كَانَتْ مَرْغُوبًا

[5140] حضرت عروہ بن زبیر سے روایت ہے، انھوں نے حضرت عائشہ ؓ سے پوچھا اور عرض کی: اے اماں جان! اس آیت کریمہ کی تفسیر کیا ہے: ''اور اگر تمھیں یہ خطرہ ہو کہ یتیم لڑکیوں کے بارے میں انصاف نہ کر سکو گے تو پھر دوسری عورتوں سے جو تمھیں پسند آئیں نکاح کر لو......'' ام المومنین حضرت عائشہ ؓ نے فرمایا: اے میرے بھانجے! یہ وہ یتیم لڑکی ہے جو اپنے سرپرست کی کفالت میں ہوتی وہ اس کی مالداری اور خوبصورتی میں دلچسپی رکھتا۔ (اور اپنے ساتھ نکاح کر لیتا) لیکن اس کے حق مہر میں کمی کر دیتا، اس لیے ایسی یتیم بچیوں سے انھیں نکاح کرنے سے روک دیا گیا مگر یہ کہ انھیں پورا پورا حق مہر دیں، نیز بصورت دیگر انھیں دوسری عورتوں سے نکاح کرنے کا حکم دیا گیا۔ حضرت عائشہ ؓ نے (سلسلۂ گفتگو جاری رکھتے ہوئے) فرمایا: اس کے بعد لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے یہ آیت نازل فرمائی: ''لوگ آپ سے عورتوں کے بارے میں فتویٰ پوچھتے ہیں۔ آپ ان سے کہہ دیں کہ اللہ

عَنْهَا فِي قِلَّةِ الْمَالِ وَالْجَمَالِ تَرَكُوهَا وَأَخَذُوا غَيْرَهَا مِنَ النِّسَاءِ. قَالَتْ: فَكَمَا يَتْرُكُونَهَا حِينَ يَرْغَبُونَ عَنْهَا فَلَيْسَ لَهُمْ أَنْ يَنْكِحُوهَا إِذَا رَغِبُوا فِيهَا إِلَّا أَنْ يُقْسِطُوا لَهَا وَيُعْطُوهَا حَقَّهَا الْأَوْفَى مِنَ الصَّدَاقِ. [راجع: ٢٤٩٤]

تعالیٰ تمھیں ان کے متعلق فتویٰ دیتا ہے اور اس بارے میں بھی جو یتیم عورتوں سے متعلق اس کتاب میں پہلے سے سنایا جاچکا ہے۔ جن کے مقررہ حقوق تو تم دیتے نہیں ہو لیکن ان سے نکاح کرنے میں بہت دلچسپی رکھتے ہو۔'' اللہ تعالیٰ نے انھیں اس آیت کریمہ میں فرمایا کہ یتیم لڑکی جب خوبصورت اور مالدار ہو تو تم اس کے نکاح، نسب اور حق مہر میں دلچسپی رکھتے ہو اور جب وہ خوبصورت نہ ہو اور کم مالداری کی وجہ سے اس کے متعلق کوئی رغبت نہ ہو تو اسے چھوڑ دیتے ہو۔ اور ان کے علاوہ دوسری عورتیں اپنے حبالۂ عقد میں لے آتے ہو۔ حضرت عائشہ ؓ نے فرمایا: جیسے وہ عدم رغبت کی صورت میں چھوڑ دیتے ہیں تو ان کے لیے یہ بھی جائز نہیں کہ جب ان میں دلچسپی رکھیں تو ان سے نکاح کریں الا یہ کہ ان سے انصاف کریں اور انھیں پورا پورا حق مہر ادا کریں۔

فائدہ: یتیم لڑکیوں کے سرپرست ان سے نکاح کرنے کے سلسلے میں کئی طرح کی بے انصافیوں کا ارتکاب کرتے تھے جس کا اللہ تعالیٰ نے سورۂ نساء، آیت: 3 میں نوٹس لیا، پھر ان بے انصافیوں سے بچنے کے لیے ایسی یتیم لڑکیوں کے سرپرستوں نے یہ محتاط رویہ اختیار کیا کہ ان سے نکاح کرنا ہی چھوڑ دیا لیکن یہ رویہ بھی کئی طرح سے نقصان دہ ثابت ہوا کیونکہ جس قدر اخوت اور بہتر سلوک انھیں سرپرستوں سے نکاح کرنے میں میسر آسکتا تھا غیروں کے ساتھ نکاح کرنے میں وہ میسر آ ہی نہ سکتا تھا، بعض دفعہ ان کی زندگی انتہائی تلخ ہو جاتی، اس آخری آیت کے ذریعے سے سرپرستوں کو ان کے زیر کفالت یتیم لڑکیوں سے نکاح کرنے کی اجازت دی گئی مگر اس شرط کے ساتھ کہ ان کے حق مہر میں کمی نہ کی جائے اور ان سے طے کردہ معاملات بھی ضرور پورے کیے جائیں، پھر دوسرے حقوق جو وراثت وغیرہ سے متعلق ہیں انھیں بھی ضرور پورا کیا جائے۔

(٤٥) بَابٌ: إِذَا قَالَ الْخَاطِبُ: زَوِّجْنِي فُلَانَةَ، فَقَالَ: قَدْ زَوَّجْتُكَ بِكَذَا وَكَذَا، جَازَ النِّكَاحُ وَإِنْ لَمْ يَقُلْ لِلزَّوْجِ: أَرَضِيتَ، أَوْ قَبِلْتَ؟

باب: 45- جب پیغام نکاح دینے والا (کسی سرپرست سے) کہے: میرا فلاں لڑکی سے نکاح کردو تو وہ کہے: میں نے اتنے حق مہر کے عوض تیرے ساتھ اس کا نکاح کر دیا تو یہ جائز ہے اگرچہ وہ یہ نہ کہے کیا تو راضی ہے یا تو نے قبول کیا؟

٥١٤١ - حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ سَهْلٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ امْرَأَةً أَتَتِ النَّبِيَّ ﷺ فَعَرَضَتْ عَلَيْهِ نَفْسَهَا فَقَالَ: «مَا لِي الْيَوْمَ فِي النِّسَاءِ مِنْ حَاجَةٍ»، فَقَالَ رَجُلٌ: يَا رَسُولَ اللهِ زَوِّجْنِيهَا، قَالَ: «مَا عِنْدَكَ؟»، قَالَ: مَا عِنْدِي شَيْءٌ، قَالَ: «أَعْطِهَا وَلَوْ خَاتَمًا مِنْ حَدِيدٍ»، قَالَ: مَا عِنْدِي شَيْءٌ، قَالَ: «فَمَا عِنْدَكَ مِنَ الْقُرْآنِ؟»، قَالَ: كَذَا وَكَذَا، قَالَ: «فَقَدْ مَلَّكْتُكَهَا بِمَا مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ». [راجع: ٢٣١٠]

[5141] حضرت سہل بن سعد ؓ سے روایت ہے کہ ایک عورت، نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور خود کو آپ پر پیش کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''مجھے آج کل کسی دوسری عورت کی حاجت نہیں۔'' ایک آدمی نے عرض کیا: اللہ کے رسول! آپ اس کا نکاح مجھ سے کر دیں۔ آپ نے (اسے) فرمایا: ''تیرے پاس کیا ہے؟'' اس نے کہا: میرے پاس کچھ بھی نہیں۔ آپ نے فرمایا: ''اسے کچھ نہ کچھ تو دینا پڑے گا، خواہ لوہے کی انگوٹھی ہی کیوں نہ ہو۔'' اس نے پھر عرض کی: میرے پاس تو کچھ بھی نہیں۔ آپ نے فرمایا: ''تو نے کچھ قرآن یاد کیا ہے؟'' اس نے کہا: ہاں، اتنا اتنا قرآن یاد ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''میں نے اسے تمھارے نکاح میں دے دیا اس قرآن کے بدلے جو تمھیں یاد ہے۔''

فوائدومسائل: ① ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس عورت کو سر سے پاؤں تک ایک نظر دیکھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو ضرورت تھی لیکن اس حدیث میں ہے کہ آپ نے فرمایا: ''مجھے کوئی ضرورت نہیں ہے۔''[1] شاید رسول اللہ ﷺ نے اسے نکاح کی خاطر نہ دیکھا ہو۔ چونکہ آپ ساری امت کے باپ اور آپ کی بیویاں امت کی مائیں ہیں، اس لیے آپ کے لیے دیکھنا جائز تھا۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ آپ نے کسی اور مصلحت کے پیش نظر اسے دیکھا ہو۔ ② امام بخاری ؒ نے اس سے ثابت کیا ہے کہ مرد کا سرپرست سے درخواست کرنا ہی قبول کے قائم مقام تھا، اس کے بعد اظہار قبول کی ضرورت نہ تھی۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ مرد، عورت دونوں کے سرپرست تھے اور آپ ہی ایجاب وقبول کے متولی تھے، اس لیے قبول کا اظہار نہیں کیا گیا۔ واللہ أعلم.

(٤٦) بَابٌ: لَا يَخْطُبُ عَلَى خِطْبَةِ أَخِيهِ حَتَّى يَنْكِحَ أَوْ يَدَعَ

باب: 46- کوئی بھی اپنے بھائی کے پیغام نکاح پر اپنا پیغام نہ بھیجے یہاں تک کہ وہ نکاح کرے یا اسے ترک کر دے

وضاحت: اگر پہلا پیغام نکاح بھیجنے والا نکاح کرے گا تو دوسرے کو اس سے نکاح کی امید ختم ہو جائے گی اور اگر وہ ترک کر دے گا تو دوسرے کے لیے پیغام دینا جائز ہے۔

---

① صحيح البخاري، النكاح، حديث: 5126.

٥١٤٢ - حَدَّثَنَا مَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ: حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ: سَمِعْتُ نَافِعًا يُحَدِّثُ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا كَانَ يَقُولُ: نَهَى النَّبِيُّ ﷺ أَنْ يَبِيعَ بَعْضُكُمْ عَلَى بَيْعِ بَعْضٍ، وَلَا يَخْطُبَ الرَّجُلُ عَلَى خِطْبَةِ أَخِيهِ حَتَّى يَتْرُكَ الْخَاطِبُ قَبْلَهُ أَوْ يَأْذَنَ لَهُ الْخَاطِبُ. [راجع: ٢١٣٩]

[5142] حضرت ابن عمر ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے منع فرمایا کہ ایک آدمی دوسرے کی خریدوفروخت پر خریدوفرخت کرے اور (اس سے بھی منع فرمایا کہ) اپنے بھائی کے پیغام نکاح پر کوئی دوسرا پیغام بھیجے حتی کہ پہلا پیغام دینے والا اس سے پہلے ترک کردے یا وہ اسے اجازت دے دے۔

٥١٤٣ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ رَبِيعَةَ، عَنِ الْأَعْرَجِ، قَالَ: قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ يَأْثُرُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «إِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ، فَإِنَّ الظَّنَّ أَكْذَبُ الْحَدِيثِ، وَلَا تَجَسَّسُوا، وَلَا تَحَسَّسُوا، وَلَا تَبَاغَضُوا، وَكُونُوا إِخْوَانًا». [انظر: ٦٠٦٤، ٦٠٦٦، ٦٧٢٤]

[5143] حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے، وہ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ”خود کو بدگمانی سے دور رکھو کیونکہ بدگمانی جھوٹی بات ہے۔ جاسوسی نہ کرو اور نہ کسی کی ٹوہ ہی میں لگے رہو۔ ایک دوسرے سے بغض بھی نہ رکھو بھائی بھائی بن کر رہو۔“

٥١٤٤ - «وَلَا يَخْطُبِ الرَّجُلُ عَلَى خِطْبَةِ أَخِيهِ حَتَّى يَنْكِحَ أَوْ يَتْرُكَ». [راجع: ٢١٤٠]

[5144] (نیز آپ نے فرمایا:) ”کوئی آدمی اپنے بھائی کی منگنی پر منگنی نہ کرے یہاں تک کہ وہ نکاح کرے یا منگنی ترک کردے۔“

فوائدومسائل: ① دیانت و امانت کا تقاضا ہے کہ کوئی آدمی دوسرے کے سودے یا اس کی منگنی کے معاملات میں دخل اندازی نہ کرے، ہاں وہ خود چھوڑ دے یا اجازت دے دے تو الگ بات ہے۔ ② یہ امتناعی حکم اس صورت میں ہے کہ عورت کا میلان ہوجائے اور منگنی طے پا جائے کیونکہ فاطمہ بنت قیس کو جب طلاق ہوئی تو عدت ختم ہونے کے بعد حضرت معاویہ بن ابی سفیان ؓ اور ابوجہم ؓ نے اسے پیغام نکاح بھیجا۔ اس سلسلے میں انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے مشورہ کیا تو آپ نے حضرت اسامہ بن زید ؓ سے نکاح کرنے کا مشورہ دیا۔ اس صورت میں حضرت فاطمہ بنت قیس ؓ کا میلان کسی طرف نہیں ہوا تھا تو رسول اللہ ﷺ نے انھیں حضرت اسامہ ؓ سے نکاح کرنے کا مشورہ دے دیا۔ ③ بعض حضرات کا خیال ہے کہ حضرت فاطمہ بنت قیس ؓ کے واقعے سے امتناعی حکم منسوخ ہوگیا ہے۔ یہ موقف محل نظر ہے۔ واضح رہے کہ مذکورہ امتناعی حکم اس صورت میں ہے جب پہلے شخص نے جائز طور پر پیغام نکاح بھیجا ہو۔ اگر اس کا پیغام نکاح بھیجنا ہی جائز نہ تھا، مثلاً: اس نے دوران عدت میں پیغام نکاح بھیجا تو اس صورت میں عدت ختم ہونے کے بعد کوئی بھی پیغام نکاح بھیج سکتا ہے اور پہلا پیغام کالعدم ہوگا۔[1]

[1] فتح الباري: 251/9.

(٤٧) بَابُ تَفْسِيرِ تَرْكِ الْخِطْبَةِ

باب: 47- پیغام نکاح چھوڑ دینے کی وجہ بیان کرنا

٥١٤٥ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: أَخْبَرَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللهِ: أَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يُحَدِّثُ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ - حِينَ تَأَيَّمَتْ حَفْصَةُ - قَالَ عُمَرُ: لَقِيتُ أَبَا بَكْرٍ فَقُلْتُ: إِنْ شِئْتَ أَنْكَحْتُكَ حَفْصَةَ بِنْتَ عُمَرَ، فَلَبِثْتُ لَيَالِيَ ثُمَّ خَطَبَهَا رَسُولُ اللهِ ﷺ فَلَقِيَنِي أَبُو بَكْرٍ فَقَالَ: إِنَّهُ لَمْ يَمْنَعْنِي أَنْ أَرْجِعَ إِلَيْكَ فِيمَا عَرَضْتَ إِلَّا أَنِّي قَدْ عَلِمْتُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَدْ ذَكَرَهَا فَلَمْ أَكُنْ لِأُفْشِيَ سِرَّ رَسُولِ اللهِ ﷺ، وَلَوْ تَرَكَهَا لَقَبِلْتُهَا.

[5145] حضرت ابن عمر ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: ...... جب حضرت حفصہ ؓ بیوہ ہو گئیں تو...... حضرت عمر ؓ فرماتے ہیں کہ میں حضرت ابوبکر ؓ سے ملا اور ان سے کہا کہ اگر تم چاہو تو میں اپنی بیٹی حفصہ کا نکاح آپ سے کر دیتا ہوں۔ میں کئی راتیں آپ کی طرف سے جواب کے انتظار میں رہا، اس دوران میں رسول اللہ ﷺ نے حفصہ ؓ سے نکاح کا پیغام دیا۔ حضرت ابوبکر ؓ کی مجھ سے ملاقات ہوئی تو فرمانے لگے: بلاشبہ تمھاری پیش کش کے جواب میں کوئی چیز حائل نہ تھی سوائے اس کے کہ مجھے رسول اللہ ﷺ کے متعلق علم تھا کہ آپ ایک مرتبہ حضرت حفصہ ؓ کا ذکر فرما رہے تھے، اور میں آپ کے راز کو افشا نہیں کرنا چاہتا تھا، اگر آپ ﷺ چھوڑ دیتے تو میں آپ کی پیش کش قبول کر لیتا۔

تَابَعَهُ يُونُسُ وَمُوسَى بْنُ عُقْبَةَ وَابْنُ أَبِي عَتِيقٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ. [راجع: ٤٠٠٥]

یونس، موسیٰ بن عقبہ اور ابن ابی عتیق نے زہری سے روایت کرنے میں شعیب کی متابعت کی ہے۔

فوائد ومسائل: ① حضرت ابوبکر ؓ نے حضرت عمر ؓ کی پیش کش قبول نہ کرنے کی وجہ بیان کی ہے کہ ان کی معلومات کے مطابق رسول اللہ ﷺ حضرت حفصہ ؓ سے نکاح کرنا چاہتے تھے، یعنی رسول اللہ ﷺ کا رجحان اور جھکاؤ معلوم ہو گیا تھا، اس لیے ان کی پیش کش کو قبول کرنا جائز نہ تھا۔ ② اس سے معلوم ہوا کہ جب کسی کی رضامندی معلوم ہو جائے تو ایسے حالات میں بھی منگنی نہیں کرنی چاہیے، ہاں جب کسی کے وہم وگمان میں بھی کوئی جھکاؤ نہ ہو تو ایسے حالات میں منگنی کی جا سکتی ہے۔ ③ ترک خِطبہ کی تفسیر پہلے عنوان سے ہو چکی ہے، اس عنوان سے مراد معذرت خواہی ہے اور ترک خِطبہ کی وجہ بیان کرنا ہے جیسا کہ حضرت ابوبکر ؓ نے حضرت عمر ؓ سے رشتہ قبول نہ کرنے کی معذرت کی تھی۔ واللّٰہ أعلم.[1]

① فتح الباري: 9/252.

(٤٨) بَابُ الْخُطْبَةِ

باب:48- خطبۂ نکاح کا بیان

٥١٤٦ - حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ زَيْدِ ابْنِ أَسْلَمَ قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ يَقُولُ: جَاءَ رَجُلَانِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَخَطَبَا، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «إِنَّ مِنَ الْبَيَانِ لَسِحْرًا». [انظر: ٥٧٦٧]

[5146] حضرت ابن عمر ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ دو آدمی مشرق کی جانب سے آئے اور ان دونوں نے (مؤثر) خطبہ پڑھا تو نبی ﷺ نے فرمایا: ”بعض بیان جادو اثر ہوتے ہیں۔“

فوائدومسائل: ① ان میں سے ایک کا نام زبرقان بن بدر اور دوسرے کا عمرو بن اہتم تھا۔ یہ دونوں بنوتمیم قبیلے سے تعلق رکھتے تھے۔ وہ نو ہجری میں مدینہ طیبہ آئے اور ان کا خطبہ کمال فصاحت و بلاغت پر مشتمل تھا۔[1] یہ دونوں حضرات اپنی کسی ضرورت کے پیش نظر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حاجت کے وقت خطبہ پڑھنا عرب کے ہاں ایک قدیم رسم ہے تاکہ لوگوں کے دل مائل ہوں، غالباً اس لیے عقد نکاح کے وقت خطبہ پڑھا جاتا ہے۔ ② امام بخاری ؒ نے اس حدیث سے اشارہ فرمایا ہے کہ خطبۂ نکاح بھی صاف صاف اور متوسط ہونا چاہیے۔ اس میں تکلف اور بناوٹ وغیرہ نہ ہو۔ اس سے مقصود کسی باطل کو ثابت کرنا نہ ہو جیسا کہ قوت گویائی میں ماہر لوگ کرتے ہیں۔ عقد نکاح کے وقت خطبے کا مقصد یہ ہو کہ لوگوں کے دل مانوس ہوں اور ان میں نفرت کے جذبات پیدا نہ ہوں۔ ایسے مواقع پر اچھا کلام باعث مسرت اور اثر انگیز ہوتا ہے۔ اس میں نکاح کی اہمیت و افادیت اور معاشرتی زندگی کے اصول وضوابط بیان کیے جائیں۔ خطبۂ نکاح میں جن آیات قرآنیہ کا انتخاب کیا جاتا ہے ان میں یہی معاشرتی اصول بیان ہوئے ہیں۔ ہم ایسے موقع پر ان اصولوں کی خوب وضاحت کرتے ہیں۔ وہ اصول حسب ذیل ہیں: ○ ہر موقع پر اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا چاہیے۔[2] ○ صلہ رحمی کی عادت اختیار کی جائے۔[3] ○ قول و گفتار میں دوغلہ پن نہ ہو بلکہ وہ قول سدید پر مشتمل ہو۔[4] ○ کتب حدیث میں یہ خطبہ ”خطبة الحاجه“ کے نام سے مروی ہے۔[5] ③ نکاح کے وقت خطبہ ضروری نہیں کہ اس کے بغیر نکاح نہ ہوتا ہو بلکہ اہل علم نے اسے مستحب قرار دیا ہے۔ واللہ أعلم۔ حافظ ابن حجر ؒ نے بعض اہل ظاہر کے حوالے سے لکھا ہے کہ ان کے ہاں نکاح کے لیے خطبہ شرط ہے اور اس کے بغیر نکاح نہیں ہوتا لیکن یہ قول شاذ اور خلاف عقل ونقل ہے۔[6]

(٤٩) بَابُ ضَرْبِ الدُّفِّ فِي النِّكَاحِ وَالْوَلِيمَةِ

باب:49- نکاح اور ولیمے کے وقت دف بجانا

وضاحت: دف میں گھنگرو کی جھنکار نہیں ہوتی بلکہ وہ موسیقی کے بغیر سادہ ہوتی ہے۔ خوشی کے موقع پر اسے بجانے میں کوئی

---

1 عمدة القاري: 98/14. 2 آل عمران 102:3. 3 النسآء 1:4. 4 الأحزاب 70:33. 5 جامع الترمذي، النكاح، حديث: 1105. 6 فتح الباري: 253/9.

حرج نہیں۔ دیہاتوں میں اس کا متبادل گھڑا اور پرات وغیرہ ہے جسے ایسے موقع پر بجایا جاتا ہے۔ موسیقی کے ساتھ گانا بجانا اور حیا سوز غزلیہ اشعار پڑھنا حرام اور ناجائز ہے۔

٥١٤٧ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ: حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ: حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ ذَكْوَانَ قَالَ: قَالَتِ الرُّبَيِّعُ بِنْتُ مُعَوِّذِ بْنِ عَفْرَاءَ: جَاءَ النَّبِيُّ ﷺ يَدْخُلُ حِينَ بُنِيَ عَلَيَّ، فَجَلَسَ عَلَى فِرَاشِي كَمَجْلِسِكَ مِنِّي، فَجَعَلَتْ جُوَيْرِيَاتٌ لَنَا يَضْرِبْنَ بِالدُّفِّ وَيَنْدُبْنَ مَنْ قُتِلَ مِنْ آبَائِي يَوْمَ بَدْرٍ إِذْ قَالَتْ إِحْدَاهُنَّ: وَفِينَا نَبِيٌّ يَعْلَمُ مَا فِي غَدٍ، فَقَالَ: «دَعِي هٰذِهِ وَقُولِي بِالَّذِي كُنْتِ تَقُولِينَ». [راجع: ٤٠٠١]

[5147] حضرت خالد بن ذکوان سے روایت ہے، وہ حضرت ربیع بنت معوذ بن عفراء ؓ سے بیان کرتے ہیں، انھوں نے کہا کہ جب میری رخصتی ہوئی تو نبی ﷺ تشریف لائے اور میرے بستر پر بیٹھے، جیسے تو میرے پاس بیٹھا ہے۔ اس دوران میں ہماری چھوٹی چھوٹی بچیوں نے دف بجانا شروع کر دیا اور میرے آباء جو غزوۂ بدر میں شہید ہو چکے تھے ان کا مرثیہ پڑھنے لگیں۔ ان میں سے ایک بچی نے اچانک کہہ دیا: ہم میں ایک نبی ہے جو ان باتوں کی خبر رکھتا ہے جو آئندہ کل ہونے والی ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ کہنا چھوڑ دو اور وہی کچھ کہو جو پہلے کہہ رہی تھیں۔''

فوائد ومسائل: ① مندرجہ ذیل شرائط کا لحاظ رکھتے ہوئے آج بھی نکاح یا ولیمے کے موقع پر دف کا استعمال جائز ہے اور اس کے ساتھ اشعار بھی پڑھے جا سکتے ہیں: ○ دف صرف ایک طرف سے بجائی جاتی ہے اور اس کے بجانے سے سادہ سی آواز پیدا ہوتی ہے۔ اس میں گھنگرو کی جھنکار نہیں ہونی چاہیے۔ ○ دف بجاتے وقت دیگر آلات موسیقی استعمال نہ کیے جائیں کیونکہ ان آلات کی حرمت پر قرآن وحدیث میں واضح دلائل موجود ہیں۔ ○ خوشی کے موقع پر صرف رزمیہ اشعار پڑھے جائیں جو شجاعت و بہادری پر مشتمل ہوتے ہیں، بزمیہ قسم کے اشعار پڑھنے سے اجتناب کیا جائے جو ہیجان انگیز اور عشقیہ ہوتے ہیں۔ ○ جوان عورتیں اس میں حصہ نہ لیں بلکہ نابالغ بچیاں ہی ایسے موقع پر گنجائش سے فائدہ اٹھا سکتی ہیں۔ اگر بچیوں کے اشعار پڑھنے سے کسی فتنے کا اندیشہ ہو تو ان پر بھی پابندی لگائی جا سکتی ہے۔ ○ یہ اہتمام ایسے حلقے میں ہو جہاں عزیز واقارب ہوں، اجنبی لوگوں کا دل بہلانے کے لیے اس قسم کی محفل کا اہتمام کرنا شرعاً ناجائز ہے۔ ○ وہ اشعار خلاف شریعت مضامین پر مشتمل نہ ہوں۔ اگر شریعت سے متصادم اشعار ہوں تو ان پر پابندی لگانا شریعت کا عین تقاضا ہے۔ مذکورہ شرائط کو ملحوظ رکھتے ہوئے خوشی کے موقع پر دف کے ساتھ اشعار پڑھے جا سکتے ہیں۔ واللہ أعلم. ② اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ حضرت ربیع بنت معوذ بن عفراء کے بستر پر ان کے پاس بیٹھے۔ یہ آپ کی خصوصیت تھی کہ آپ اجنبی عورت کے ساتھ خلوت کر سکتے تھے اور اسے دیکھ بھی سکتے تھے جیسا کہ آپ ام حرام بنت ملحان کے پاس تشریف لے جاتے، ان کے گھر آرام فرماتے اور وہ آپ کے سر مبارک کو آرام پہنچاتی تھیں، حالانکہ وہ آپ کی محرمہ نہ تھی اور نہ ان کے ساتھ زوجیت ہی کا تعلق تھا۔[1]

---

[1] فتح الباري: 254/9.

(٥٠) بَابُ قَوْلِ اللهِ تَعَالَى: ﴿وَءَاتُوا النِّسَآءَ صَدُقَٰتِهِنَّ نِحْلَةً﴾ [النساء: ٤]

باب: 50- ارشاد باری تعالیٰ: ”اور عورتوں کو ان کے حق مہر خوشی سے ادا کرو“ کا بیان

وَكَثْرَةُ الْمَهْرِ وَأَدْنَى مَا يَجُوزُ مِنَ الصَّدَاقِ. وَقَوْلِهِ تَعَالَى: ﴿وَءَاتَيْتُمْ إِحْدَىٰهُنَّ قِنطَارًا فَلَا تَأْخُذُوا مِنْهُ شَيْـًٔا﴾ [النساء: ٢٠] وَقَوْلِهِ جَلَّ ذِكْرُهُ: ﴿أَوْ تَفْرِضُوا لَهُنَّ فَرِيضَةً﴾ [البقرة: ٢٣٦] وَقَالَ سَهْلٌ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «وَلَوْ خَاتَمًا مِنْ حَدِيدٍ».

زیادہ سے زیادہ اور کم از کم جو مہر کی مقدار جائز ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”اگر تم نے ان میں سے کسی کو مالِ کثیر عطا کیا ہو تو (طلاق کے وقت) اس میں سے کچھ بھی واپس نہ لو۔“ نیز فرمان الٰہی ہے: ”یا تم نے ان کے لیے کچھ مقرر کیا ہو۔“ حضرت سہل رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”(کچھ نہ کچھ ڈھونڈو) خواہ لوہے کی انگوٹھی ہو۔“

وضاحت: امام بخاری رحمہ اللہ اس عنوان سے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ حق مہر کی کم از کم یا زیادہ سے زیادہ کوئی مقدار مقرر نہیں ہے۔ اس سلسلے میں انھوں نے تین آیات اور ایک حدیث کا حوالہ دیا ہے۔ پہلی آیت میں صدقات اور تیسری آیت میں فریضة کا لفظ مطلق ہے، پھر حضرت سہل رضی اللہ عنہ کی حدیث میں لوہے کی انگوٹھی کا ذکر ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ کم از کم کی تعیین میں کوئی حد مقرر نہیں ہے۔ پھر دوسری آیت میں حق مہر کے متعلق لفظ قِنْطَار آیا ہے جس کے معنی ہیں: ڈھیروں دولت۔ اس سے معلوم ہوا کہ زیادہ سے زیادہ حق مہر کی بھی کوئی حد مقرر نہیں ہے، چنانچہ ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حق مہر کم رکھنے کے متعلق خطبہ دیا تو ایک عورت پکار اٹھی کہ آپ کیسے پابندی لگا سکتے ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا ہے: ”اگرچہ تم اپنی کسی بیوی کو ایک خزانہ بطور حق مہر دے چکے ہو۔“ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے موقف سے رجوع کر لیا۔[1] ہمارے رجحان کے مطابق بیوی کا حق مہر خاوند کی حیثیت کے مطابق ہونا چاہیے اور ایسا ہونا چاہیے جس پر فریقین راضی اور مطمئن ہوں اور اس کا معاملہ نکاح سے پہلے طے کر لینا چاہیے تاکہ عقد نکاح کے وقت کسی قسم کی بدمزگی پیدا نہ ہو۔

٥١٤٨ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ صُهَيْبٍ، عَنْ أَنَسٍ: أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ عَوْفٍ تَزَوَّجَ امْرَأَةً عَلَى وَزْنِ نَوَاةٍ، فَرَأَى النَّبِيُّ ﷺ بَشَاشَةَ الْعُرْسِ فَسَأَلَهُ فَقَالَ: إِنِّي تَزَوَّجْتُ امْرَأَةً عَلَى وَزْنِ

[5148] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے ایک عورت سے ایک گٹھلی کے وزن کے برابر سونے کے عوض نکاح کیا۔ نبی ﷺ نے شادی کی خوشی ان میں دیکھی تو ان سے پوچھا، انھوں نے کہا: میں نے ایک عورت سے ایک گٹھلی کے برابر (سونے

---

[1] المصنف لعبد الرزاق: 180/6، رقم: 10420، یہ واقعہ صحیح سند سے ثابت نہیں ہے، البتہ مسئلہ فی نفسہ اسی طرح ہے جیسا کہ سنن ابو داود وغیرہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا حق مہر کے بارے میں خطبہ دینا ثابت ہے۔ دیکھیے: سنن أبي داود، النكاح، حديث: 2106.

نَوَاةٍ. [راجع: ٢٠٤٩]

کے عوض) نکاح کیا ہے۔

وَعَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ: أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ عَوْفٍ تَزَوَّجَ امْرَأَةً عَلَى وَزْنِ نَوَاةٍ مِنْ ذَهَبٍ.

حضرت قتادہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت ان الفاظ سے نقل کی ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے ایک عورت سے گٹھلی کے وزن کے برابر سونے پر نکاح کیا تھا۔

فوائد ومسائل: ① اس حدیث میں کھجور کی گٹھلی کے برابر سونے کے حق مہر ہونے کا ذکر ہے لیکن یہ معلوم کرنا مشکل ہے کہ وہ گٹھلی کتنی مقدار کی تھی، نیز بڑی تھی یا چھوٹی تھی اور اس کا وزن کتنا تھا۔ ② رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی وضاحت سن کر خاموشی اختیار کی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حق مہر کی مقدار معین نہیں ہے، فریقین جس پر اتفاق کرلیں اور راضی ہو جائیں وہ مہر سمجھا جائے۔ امام بخاری رحمہ اللہ کا بھی یہی مقصود ہے لیکن مقام افسوس ہے کہ آج کل محض نام ونمود کی خاطر ہزاروں حق مہر باندھ لیتے ہیں، بعد میں اس کی ادائیگی کا نام تک نہیں لیتے۔ بیوی بے چاری رواداری میں خاموش رہتی ہے۔ ایسے حضرات کو چاہیے کہ وہ اتنا ہی حق مہر رکھیں جسے آسانی اور خوشی کے ساتھ ادا کرسکیں۔ اس سلسلے میں انانیت اور جھوٹی عزت نفس کو نظرانداز کریں۔ ③ واضح رہے کہ حق مہر لڑکی کا حق ہے۔ اگر وہ کسی دباؤ کے بغیر اپنی رضا ورغبت سے تمام یا کچھ حصہ معاف کردے تو یہ اس کی فیاضی اور دریادلی ہے، بصورت دیگر سارا حق مہر ادا کرنا ضروری ہے۔ واللہ أعلم.

(٥١) بَابُ التَّزْوِيجِ عَلَى الْقُرْآنِ وَبِغَيْرِ صَدَاقٍ

باب: 51- قرآنی تعلیم کے عوض نکاح کرنا اور مہر ذکر کیے بغیر شادی رچانا

وضاحت: جب نکاح کے وقت مہر کی مقدار مقرر نہ ہو یا سرے سے اس کا ذکر ہی نہ کیا جائے تو اس مہر کی وہ مقدار ہوگی جسے شرع میں مہر مثل کہا جاتا ہے اور یہ عورت کے باپ کے کنبے کی عورتوں کے مہر پر قیاس کرکے مقرر کیا جاتا ہے، مثلاً: اس کی پدری بہنیں یا پھوپھیاں یا چچازاد بہنیں، ان کا حق مہر دیکھا جائے گا۔ واضح رہے کہ مہر مثل صرف ان صورتوں میں لیا جاتا ہے جن میں نکاح شرعاً جائز اور صحیح ہو۔ ناجائز نکاح میں اگر حق مہر کا ذکر نہ کیا جائے تو مہر مثل نہیں دیا جائے گا۔

٥١٤٩ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ: سَمِعْتُ أَبَا حَازِمٍ يَقُولُ: سَمِعْتُ سَهْلَ بْنَ سَعْدٍ السَّاعِدِيَّ يَقُولُ: إِنِّي لَفِي الْقَوْمِ عِنْدَ رَسُولِ اللهِ ﷺ إِذْ قَامَتِ امْرَأَةٌ فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّهَا قَدْ وَهَبَتْ نَفْسَهَا لَكَ فَرَ فِيهَا

[5149] حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں صحابہ کی جماعت کے ہمراہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر تھا، اتنے میں ایک خاتون کھڑی ہوئی اور اس نے کہا: اللہ کے رسول! میں خود کو آپ کے لیے ہبہ کرتی ہوں۔ آپ اس بارے میں اپنی رائے

رَأْيَكَ، فَلَمْ يُجِبْهَا شَيْئًا، ثُمَّ قَامَتْ فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّهَا قَدْ وَهَبَتْ نَفْسَهَا لَكَ فَرَ فِيهَا رَأْيَكَ، فَلَمْ يُجِبْهَا شَيْئًا، ثُمَّ قَامَتِ الثَّالِثَةَ فَقَالَتْ: إِنَّهَا قَدْ وَهَبَتْ نَفْسَهَا لَكَ فَرَ فِيهَا رَأْيَكَ، فَقَامَ رَجُلٌ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، أَنْكِحْنِيهَا، قَالَ: «هَلْ عِنْدَكَ مِنْ شَيْءٍ؟»، قَالَ: لَا، قَالَ: «اِذْهَبْ فَاطْلُبْ وَلَوْ خَاتَمًا مِنْ حَدِيدٍ»، فَذَهَبَ وَطَلَبَ، ثُمَّ جَاءَ فَقَالَ: مَا وَجَدْتُ شَيْئًا وَلَا خَاتَمًا مِنْ حَدِيدٍ، قَالَ: «هَلْ مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ شَيْءٌ؟» قَالَ: مَعِي سُورَةُ كَذَا وَسُورَةُ كَذَا، قَالَ: «اِذْهَبْ فَقَدْ أَنْكَحْتُكَهَا بِمَا مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ». [راجع: ٢٣١٠]

قائم کرلیں۔ آپ ﷺ نے اسے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ پھر کھڑی ہوئی اور کہا: اللہ کے رسول! میں نے اپنے آپ کو آپ کے لیے ہبہ کر دیا ہے آپ جو چاہیں کریں۔ آپ ﷺ نے اس مرتبہ بھی کوئی جواب نہ دیا۔ وہ تیسری مرتبہ کھڑی ہوئی اور عرض کی: اس نے اپنا آپ آپ کے لیے ہبہ کر دیا ہے، اس میں اپنی رائے دیکھیں۔ تب ایک صحابی کھڑے ہوئے اور عرض کی: اللہ کے رسول! اس کا نکاح مجھ سے کر دیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیا تیرے پاس کچھ ہے؟'' اس نے کہا: نہیں۔ آپ نے فرمایا: ''جاؤ، تلاش کرو اگرچہ لوہے کی انگوٹھی ہو۔'' چنانچہ وہ گیا اور تلاش کیا، پھر واپس آ کر عرض کرنے لگا کہ میں نے وہاں کچھ نہیں پایا، لوہے کی انگوٹھی بھی نہیں ملی۔ آپ ﷺ نے دریافت کیا: ''تمھارے پاس کچھ قرآن ہے؟'' اس نے کہا: جی ہاں، مجھے فلاں فلاں سورتیں یاد ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جاؤ، میں نے تمھارا نکاح اس سے کر دیا اس قرآن کے عوض جو تجھے یاد ہے۔''

فوائد و مسائل: ① ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مجھے نکاح کی کوئی ضرورت نہیں، لیکن تو اپنا معاملہ میرے حوالے کر دے۔'' اس نے کہا کہ ٹھیک ہے۔ پھر آپ نے لوگوں کی طرف دیکھا اور ایک آدمی کو بلا کر کہا: ''میں چاہتا ہوں کہ تیرا نکاح اس سے کر دوں، کیا تو راضی ہے؟'' اس نے کہا: جو آپ نے انتخاب کیا وہ مجھے پسند ہے۔ اس کے بعد آپ نے اس کا نکاح کر دیا۔[1] ② اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مالی حق مہر کے بغیر رسول اللہ ﷺ نے محض قرآن کی تعلیم دینے پر اس کا نکاح کر دیا۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے یہی ثابت کیا ہے کہ نکاح کے لیے مالی حق مہر کا ہونا ضروری نہیں بلکہ فریقین جس پر اتفاق کر لیں وہ حق مہر ہو سکتا ہے، چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کو پیغام نکاح بھیجا تو انھوں نے جواب دیا کہ تیرے جیسے آدمی کا پیغام مسترد نہیں کیا جا سکتا لیکن تو کافر ہے اور میں مسلمان ہوں، ایسے حالات میں میرا نکاح آپ سے حلال نہیں ہے، ہاں اگر تو مسلمان ہو جائے تو تیرا اسلام ہی میرا حق مہر ہوگا اور میں اس کے علاوہ آپ سے کسی چیز کا مطالبہ نہیں کروں گی، چنانچہ وہ مسلمان ہو گئے اور یہی اسلام لانا ہی ان کا حق مہر ٹھہرا۔[2] امام نسائی نے اس حدیث پر ان الفاظ میں عنوان قائم کیا ہے: [بَابُ التَّزْوِيجِ عَلَى سُوَرٍ مِنَ القُرآن] ''اسلام لانے کے عوض نکاح کرنا۔'' اور حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے

1 فتح الباري: 9/259. 2 سنن النسائي، النكاح، حديث: 3343.

مروی حدیث پر انھوں نے یہ باب قائم کیا ہے: [التَّزْوِيجُ عَلَى الإِسْلَام] ''کسی سورت کی تعلیم کے عوض نکاح کرنا'' معلوم ہوا کہ نکاح کے لیے مالی حق مہر کا ہونا ضروری نہیں۔ واللہ أعلم.

(٥٢) بَابُ الْمَهْرِ بِالْعُرُوضِ، وَخَاتَمٍ مِنْ حَدِيدٍ

باب: 52- سامان اور لوہے کی انگوٹھی بطور مہر دینا

٥١٥٠ - حَدَّثَنَا يَحْيَى: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ لِرَجُلٍ: «تَزَوَّجْ وَلَوْ بِخَاتَمٍ مِنْ حَدِيدٍ». [راجع: ٢٣١٠]

[5150] حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ایک آدمی سے فرمایا: ''تم نکاح کرو اگرچہ لوہے کی ایک انگوٹھی کے عوض ہی ہو۔''

فوائد ومسائل: ① لوہے کی انگوٹھی کے عوض نکاح کرنا تو نص حدیث سے ثابت ہے، اس کے علاوہ دیگر سامان وغیرہ کو اس پر قیاس کیا جاسکتا ہے، الغرض نکاح کا معاملہ انتہائی آسان ہے، ہم نے خواہ مخواہ اسے مشکل بنا دیا ہے۔ ② امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصود یہ ہے کہ حق مہر کے لیے نقدی کا ہونا ضروری نہیں، اس کے علاوہ کسی بھی سامان کو، خواہ وہ معمولی ہو، حق مہر ٹھہرایا جاسکتا ہے بشرطیکہ فریقین اس پر راضی اور مطمئن ہوں۔ واللہ أعلم.

(٥٣) بَابُ الشُّرُوطِ فِي النِّكَاحِ

باب: 53- نکاح کے وقت شرائط پیش کرنا

وَقَالَ عُمَرُ: مَقَاطِعُ الْحُقُوقِ عِنْدَ الشُّرُوطِ، وَقَالَ الْمِسْوَرُ بْنُ مَخْرَمَةَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ ذَكَرَ صِهْرًا لَهُ فَأَثْنَى عَلَيْهِ فِي مُصَاهَرَتِهِ فَأَحْسَنَ، قَالَ: «حَدَّثَنِي فَصَدَقَنِي، وَوَعَدَنِي فَوَفَى لِي».

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حقوق کا قطعی فیصلہ شرائط کو پورا کرنے پر موقوف ہے۔ حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہما نے کہا: میں نے نبی ﷺ کو اپنے داماد کا ذکر کرتے ہوئے سنا، آپ نے دامادگی کے متعلق اس کی تعریف کی اور خوب تعریف فرمائی، چنانچہ آپ نے فرمایا: ''اس نے میرے ساتھ جو بات کی اسے سچا کر دکھایا اور میرے ساتھ جو وعدہ کیا اسے پورا کر دکھایا۔''

وضاحت: امام بخاری رحمہ اللہ نے قبل ازیں کتاب الشروط میں ایک عنوان انھی الفاظ سے قائم کیا تھا: [بَابُ الشُّرُوطِ فِي الْمَهْرِ عِنْدَ عُقْدَةِ النِّكَاحِ] ''نکاح کے وقت مہر کے متعلق شرائط لگانا۔'' وہاں بھی امام بخاری رحمہ اللہ نے یہی معلق روایت اور موصول حدیث پیش کی تھی۔ بہرحال نکاح کے وقت شرائط کی تین قسمیں ہیں: ○ جن کا پورا کرنا ضروری ہے، مثلاً: یہ شرط لگائی

جائے کہ خاوند، اپنی بیوی کے ساتھ حسن معاشرت کا معاملہ کرے گا۔ ○ جن کا پورا کرنا ناجائز ہے، مثلاً: وہ اپنی پہلی بیوی کو طلاق دے گا۔ شرعاً ایسی شرط منع ہے۔ ○ جن کے پورا کرنے میں اختلاف ہے، مثلاً: خاوند کسی دوسری عورت سے شادی نہیں کرے گا۔ بہر حال جو شرائط کتاب و سنت کے خلاف نہ ہوں ان کا پورا کرنا ضروری ہے اور وہ کون سی شرائط ہیں جو ناجائز اور حرام ہیں؟ وہ آئندہ باب میں بیان ہوں گی۔ رسول اللہ ﷺ نے جس داماد کی تعریف کی تھی وہ حضرت ابو العاص بن ربیع ہیں جو حضرت زینب ؓ کے شوہر نامدار تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے غزوۂ بدر کے موقع پر انھیں اس شرط پر رہا کیا تھا کہ وہ آپ ﷺ کی بیٹی حضرت زینب ؓ کو واپس کر دے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کے متعلق فرمایا: ''اس نے جو وعدہ کیا اسے نبھایا اور جو بات کی اسے سچا کر دکھایا۔'' واللہ أعلم.

٥١٥١ - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ هِشَامُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ، عَنْ أَبِي الْخَيْرِ، عَنْ عُقْبَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «أَحَقُّ مَا أَوْفَيْتُمْ مِنَ الشُّرُوطِ أَنْ تُوفُوا بِهِ مَا اسْتَحْلَلْتُمْ بِهِ الْفُرُوجَ». [راجع: ٢٧٢١]

[5151] حضرت عقبہ ؓ سے روایت ہے، وہ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ''وہ شرائط جن کا پورا کرنا انتہائی ضروری ہے، وہ ہیں جن کی بدولت تم لوگوں نے شرمگاہوں کو حلال کیا ہے۔''

فائدہ: نکاح کے وقت فریقین کے درمیان جو شرائط رکھی جائیں، ان کا پورا کرنا ضروری ہے، مثلاً: مرد دوسری شادی نہیں کرے گا یا اسے ملک سے باہر نہیں لے جائے گا یا اسے اتنا خرچہ دے گا یا گھر میں نوکرانی کا بندوبست کرے گا وغیرہ۔ ایسی شرائط کا پورا کرنا خاوند پر لازم ہے، بصورت دیگر عورت کو حق ہوگا کہ وہ حاکم وقت کے پاس فریاد کرے اور اسے خاوند سے علیحدگی کی درخواست دے۔ ہاں اگر کوئی شرط کتاب و سنت کے خلاف ہو تو اس کا توڑنا لازم ہے، مثلاً: خاوند اس سے مباشرت نہیں کرے گا وغیرہ تو ایسی شرائط کو پورا نہیں کیا جائے گا۔

(٥٤) بَابُ الشُّرُوطِ الَّتِي لَا تَحِلُّ فِي النِّكَاحِ

باب: 54- وہ شرطیں جو نکاح میں جائز نہیں

وَقَالَ ابْنُ مَسْعُودٍ: لَا تَشْتَرِطُ الْمَرْأَةُ طَلَاقَ أُخْتِهَا.

حضرت ابن مسعود ؓ نے کہا: کوئی عورت (عقد نکاح کے وقت) اپنی بہن (سوکن) کی طلاق کی شرط نہ لگائے۔

٥١٥٢ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُوسَى عَنْ زَكَرِيَّا - هُوَ ابْنُ أَبِي زَائِدَةَ - عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «لَا يَحِلُّ لِامْرَأَةٍ تَسْأَلُ

[5152] حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے، وہ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ''کسی عورت کے لیے جائز نہیں کہ وہ اپنی کسی بہن (سوکن) کی طلاق کی شرط لگائے تاکہ اس کا حصہ خود سمیٹ لے کیونکہ اسے تو وہ

طَلَاقَ أُخْتِهَا لِتَسْتَفْرِغَ صَحْفَتَهَا، فَإِنَّمَا لَهَا مَا قُدِّرَ لَهَا». [راجع: ٢١٤٠]

کچھ ملے گا جو اس کے مقدر میں ہے۔"

فائدہ: اس سے پہلے ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ وہ شرائط جنھیں پورا کرنا انتہائی ضروری ہے، وہ ہیں جن کی بدولت شرمگاہوں کو حلال کیا گیا ہے۔ اس عنوان میں کچھ استثنائی صورتیں بیان کی گئی ہیں، یعنی جن شرائط سے کسی دوسرے کے حقوق متاثر ہوتے ہوں انھیں پورا کرنا ضروری نہیں ہے، مثلاً: ○ کوئی عورت اس شرط پر شادی کرتی ہے کہ خاوند اپنی پہلی بیوی کو طلاق دے گا۔ اس شرط سے پہلی بیوی کے حقوق متاثر ہوتے ہیں، لہٰذا اس کا پورا کرنا ضروری نہیں۔ ○ کوئی عورت اس شرط پر شادی کرتی ہے کہ خاوند اس سے ہم بستری نہیں کرے گا۔ اس سے خاوند کا حق صحبت متاثر ہوتا ہے، لہٰذا اسے بھی پورا کرنا ضروری نہیں ہے۔ ○ کوئی مرد اس شرط پر کسی عورت سے شادی کرتا ہے کہ وہ اسے اپنے پاس نہیں رکھے گا۔ اس شرط سے خود بیوی کا حق معاشرت متاثر ہوتا ہے، لہٰذا اسے پورا نہیں کیا جائے گا۔ ○ مرد اور عورت اس شرط پر شادی کریں کہ دونوں اپنے والدین سے بائیکاٹ کریں گے۔ اس شرط سے دونوں کے والدین کے حقوق متاثر ہوتے ہیں، لہٰذا اسے بھی پورا نہیں کیا جائے گا۔ یاد رہے کہ ایسی کسی بھی شرط کی خلاف ورزی پر عقد نکاح متاثر نہیں ہوگا۔ واللہ أعلم.

(٥٥) بَابُ الصُّفْرَةِ لِلْمُتَزَوِّجِ

باب: 55- دلھے کا زرد رنگ کا استعمال کرنا

رَوَاهُ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے اس امر کو نبی ﷺ سے بیان کیا ہے۔

٥١٥٣ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ حُمَيْدٍ الطَّوِيلِ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ عَوْفٍ جَاءَ إِلَى رَسُولِ اللهِ وَبِهِ أَثَرُ صُفْرَةٍ، فَسَأَلَهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ فَأَخْبَرَهُ أَنَّهُ تَزَوَّجَ امْرَأَةً مِنَ الْأَنْصَارِ، قَالَ: «كَمْ سُقْتَ إِلَيْهَا؟» قَالَ: زِنَةَ نَوَاةٍ مِنْ ذَهَبٍ، قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «أَوْلِمْ وَلَوْ بِشَاةٍ». [راجع: ٢٠٤٩]

[5153] حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ان پر زرد رنگ کے نشانات تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان سے پوچھا تو انھوں نے بتایا کہ میں نے ایک انصاری عورت سے شادی کرلی ہے۔ آپ نے پوچھا: "اسے حق مہر کتنا دیا ہے؟" انھوں نے کہا: گٹھلی کے وزن کے برابر سونا دیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "ولیمہ ضرور کرو، خواہ ایک بکری ہی ذبح کرو۔"

فوائد ومسائل: ① امام بخاری رحمہ اللہ نے دلھے کے لیے زرد رنگ کا جواز ثابت کیا ہے۔ دراصل انھوں نے اس انداز کی دو مختلف احادیث کے درمیان تطبیق دی ہے: ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مردوں کے لیے زعفرانی رنگ ممنوع قرار

دیا ہے۔ ان کے درمیان تطبیق اس طرح ہے کہ اس امتناعی حکم سے دلہا مستثنیٰ ہے۔ اس کے لیے اس رنگ کے استعمال کی رخصت معلوم ہوتی ہے۔ واللہ أعلم۔[1] ② نیز رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: ''مردوں کی خوشبو کا رنگ مخفی اور مہک نمایاں اور عورتوں کی خوشبو کی مہک مخفی اور رنگ نمایاں ہوتا ہے۔''[2] جس کی نئی نئی شادی ہوئی ہو اس کے لیے رنگ دار خوشبو کے استعمال کی اجازت ہے تاکہ نکاح کا اعلان ہو جو شریعت کا مقصود ہے۔ اس امر کا اشارہ ایک دوسری حدیث سے بھی ملتا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے حضرت یعلی بن امیہ رضی اللہ عنہ کے رنگین خوشبو لگی دیکھی تو آپ نے فرمایا: ''کیا تیری بیوی ہے؟'' اس نے کہا: نہیں، تو آپ نے فرمایا: ''اسے دھوڈالو اور آئندہ ایسا نہ کرنا۔'' وہ کہتے ہیں کہ میں نے اسے دھوڈالا اور آئندہ نہ لگانے کا عزم کر لیا۔[3]

(٥٦) بَابٌ:

باب: 56- بلاعنوان

٥١٥٤ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ: حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ: أَوْلَمَ النَّبِيُّ ﷺ بِزَيْنَبَ فَأَوْسَعَ الْمُسْلِمِينَ خَيْرًا فَخَرَجَ كَمَا يَصْنَعُ إِذَا تَزَوَّجَ، فَأَتَى حُجَرَ أُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِينَ يَدْعُو وَيَدْعُونَ لَهُ، ثُمَّ انْصَرَفَ فَرَأَى رَجُلَيْنِ فَرَجَعَ لَا أَدْرِي أَخْبَرْتُهُ أَوْ أُخْبِرَ بِخُرُوجِهِمَا. [راجع: ٤٧٩١]

[5154] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا ولیمہ کیا تو مسلمانوں کو خوب سیر ہو کر کھانا کھلایا، پھر آپ باہر تشریف لے گئے جیسا کہ آپ نکاح کے موقع پر کرتے تھے اور امہات المومنین کے گھروں میں تشریف لائے۔ آپ ان کے لیے دعا فرماتے اور وہ آپ کے لیے دعا کرتیں۔ پھر آپ واپس آئے تو وہاں دو آدمی دیکھے تو لوٹ گئے۔ (حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:) مجھے یاد نہیں کہ میں نے آپ کو بتایا یا کسی اور نے آپ کو ان کے جانے کی خبر دی۔

فائدہ: یہ عنوان پہلے باب کا تتمہ اور تکملہ ہے۔ پہلے میں دلہے کے لیے زرد رنگ کے استعمال کا جواز ثابت کیا تھا لیکن اس عنوان کا مقصود یہ معلوم ہوتا ہے کہ دلہے کے لیے اس قسم کے رنگ کا استعمال ضروری نہیں کیونکہ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے نکاح کے موقع پر زرد رنگ کے استعمال کا کوئی ذکر روایات میں نہیں ہوا۔ معلوم ہوا کہ دلہے کے لیے جائز تو ہے لیکن ضروری نہیں۔[4] واللہ أعلم۔

(٥٧) بَابٌ: كَيْفَ يُدْعَى لِلْمُتَزَوِّجِ؟

باب: 57- دلہے کو کن الفاظ میں دعا دی جائے؟

٥١٥٥ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ: حَدَّثَنَا

[5155] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ

---

1 فتح الباري: 276/9. 2 سنن النسائي، الزينة، حديث: 5120. 3 سنن النسائي، الزينة، حديث: 5121. 4 فتح الباري: 276/9.

حَمَّادٌ - هُوَ ابْنُ زَيْدٍ - عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ رَأَى عَلَى عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ أَثَرَ صُفْرَةٍ، قَالَ: «مَا هٰذَا؟» قَالَ: إِنِّي تَزَوَّجْتُ امْرَأَةً عَلَى وَزْنِ نَوَاةٍ مِنْ ذَهَبٍ، قَالَ: «بَارَكَ اللهُ لَكَ، أَوْلِمْ وَلَوْ بِشَاةٍ». [راجع: ٢٠٤٩]

نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف ؓ پر زردی کا نشان دیکھا تو فرمایا: ''یہ کیا ہے؟'' انھوں نے کہا: میں نے ایک عورت سے گٹھلی کی مقدار سونے کے عوض نکاح کیا ہے آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ تمھیں برکت دے، ولیمہ کرو خواہ ایک بکری ہی ہو۔''

فوائد ومسائل: ① دور جاہلیت میں دلھے کو رفاء اور بنین کے الفاظ سے دعا دی جاتی تھی جس کے معنی ہیں کہ تمھارے اندر اتفاق رہے اور تمھیں نرینہ اولاد ملے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان الفاظ کے بجائے بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ...... کے الفاظ سے دعا سکھائی ہے۔ چونکہ دور جاہلیت کی دعا میں اللہ کا نام نہیں تھا اور اس میں لڑکیوں سے بغض کی بو آتی تھی، اس بنا پر رسول اللہ ﷺ نے دلھے کے لیے اللہ کی طرف سے خیر و برکت کی دعا سکھائی ہے۔ حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ دلھے کو ان الفاظ میں دعا دیتے: [بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ وَبَارَكَ عَلَيْكَ، وَجَمَعَ بَيْنَكُمَا فِي خَيْرٍ][1] ② ایک دفعہ قاضی شریح کے پاس ایک آدمی آیا اور اس نے آتے ہی اپنی شادی کی اطلاع دی تو انھوں نے بالرفاء والبنين کے الفاظ سے مبارک دی۔ ممکن ہے کہ قاضی شریح کو اس کے متعلق رسول اللہ ﷺ کی نہی کا علم نہ ہوا ہو۔ بہر حال رسول اللہ ﷺ کی دعا میں اس قدر جامعیت ہے کہ اس میں دنیا اور آخرت سے متعلق ہر قسم کی بھلائی آجاتی ہے۔ واللہ أعلم.[2]

(٥٨) بَابُ الدُّعَاءِ لِلنِّسْوَةِ اللَّاتِي يُهْدِينَ الْعَرُوسَ وَلِلْعَرُوسِ

باب: 58- جو عورتیں دلھن کو دلھے کے پاس لے جائیں ان کے لیے اور دلھن کے لیے دعا کرنا

٥١٥٦ - حَدَّثَنَا فَرْوَةُ بْنُ أَبِي الْمَغْرَاءِ: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: تَزَوَّجَنِي النَّبِيُّ ﷺ فَأَتَتْنِي أُمِّي فَأَدْخَلَتْنِي الدَّارَ، فَإِذَا نِسْوَةٌ مِنَ الْأَنْصَارِ فِي الْبَيْتِ فَقُلْنَ: عَلَى الْخَيْرِ وَالْبَرَكَةِ، وَعَلَى خَيْرِ طَائِرٍ. [راجع: ٣٨٩٤]

[5156] حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے مجھ سے شادی کی تو میرے ساتھ میری والدہ تشریف لائیں اور انھوں نے مجھے ایک گھر میں پہنچا دیا جہاں انصار کی کچھ خواتین موجود تھیں۔ انھوں نے یوں دعا دی: ''تمھارا آنا خیر و برکت پر ہو اور اللہ کرے تمھارا نصیب بھی اچھا ہو۔''

فوائد ومسائل: ① حضرت عائشہ ؓ کی والدہ ماجدہ حضرت ام رومان ؓ نے انھیں رخصتی کے لیے تیار کیا اور انصار کی

---

① جامع الترمذي، النكاح، حديث: 1091. ② فتح الباري: 9/277.

خواتین نے ان کے لیے، جو عورتیں ان کے ہمراہ تھیں، نیز دلھن کے لیے خیر و برکت کی دعا کی کہ تم سب خیر و برکت پر آئی ہو۔ ② زمانۂ قدیم سے یہ عادت چلی آ رہی ہے کہ جب دلھن کی والدہ اسے لے کر دلھے کے گھر آتی ہے تو اس کے ہمراہ کچھ نہ کچھ خواتین ضرور آتی ہیں۔ ان سب کے لیے انصار کی خواتین نے دعا کی جو دلھن کے آنے سے پہلے رسول اللہ ﷺ کے ہاں موجود تھیں۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے مسند احمد کے حوالے سے لکھا ہے کہ سیدہ ام رومان رضی اللہ عنہا نے عائشہ رضی اللہ عنہا کو رسول اللہ ﷺ کے پاس بٹھا دیا اور کہا: اللہ کے رسول! یہ آپ کی بیوی ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے آپ کے لیے بابرکت بنائے۔[1]

(٥٩) بَابُ مَنْ أَحَبَّ الْبِنَاءَ قَبْلَ الْغَزْوِ

باب: 59- جس نے جنگ سے پہلے رخصتی کو پسند کیا

٥١٥٧ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ مَعْمَرٍ، عَنْ هَمَّامٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ [رَضِيَ اللهُ عَنْهُ] عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «غَزَا نَبِيٌّ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ فَقَالَ لِقَوْمِهِ: لَا يَتْبَعْنِي رَجُلٌ مَلَكَ بُضْعَ امْرَأَةٍ وَهُوَ يُرِيدُ أَنْ يَبْنِيَ بِهَا وَلَمْ يَبْنِ بِهَا». [راجع: ٣١٢٤]

[5157] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''سابقہ انبیاء علیہم السلام میں سے ایک نبی نے جنگ کا ارادہ کیا تو اپنی قوم سے کہا: جس شخص نے نکاح کیا ہے اور ابھی تک بیوی سے صحبت نہیں کی وہ میرے ساتھ جنگ کے لیے نہ جائے۔''

فوائد ومسائل: ① جہاد میں شرکت کے لیے اس کا دل ہر قسم کی آلائش سے پاک ہونا چاہیے، اس بنا پر اگر کسی نے نکاح کیا اور بیوی کی رخصتی نہیں ہوئی اور میاں بیوی دونوں اکٹھے نہیں ہوئے تو اسے چاہیے کہ جنگ میں جانے سے پہلے پہلے اپنی بیوی کو گھر لے آئے اور اس سے مباشرت کرے تاکہ ہر قسم کے خیالات سے اس کا دل جہاد کے لیے فارغ ہو جائے۔ ② علامہ ابن منیر رحمہ اللہ نے لکھا ہے: اس سے عام لوگوں کی تردید ہوتی ہے جو یہ ذہن رکھتے ہیں کہ نکاح سے پہلے حج کرنا چاہیے تاکہ عفت وعصمت کی حفاظت یقینی ہو جائے، حالانکہ اسے حج کرنے سے پہلے نکاح کرنا چاہیے تاکہ اس کا دل برے خیالات سے پاک ہو جائے، پھر حج کرنے سے اس کی روحانیت میں اضافہ ہو۔[2]

(٦٠) بَابُ مَنْ بَنَى بِامْرَأَةٍ وَهِيَ بِنْتُ تِسْعِ سِنِينَ

باب: 60- جس نے نو سال کی بیوی سے ہم بستری کی

٥١٥٨ - حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ بْنُ عُقْبَةَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ عُرْوَةَ: تَزَوَّجَ النَّبِيُّ ﷺ عَائِشَةَ وَهِيَ بِنْتُ سِتِّ سِنِينَ، وَبَنَى بِهَا

[5158] حضرت عروہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا جبکہ وہ چھ برس کی تھیں۔ اور آپ نے ان سے خلوت فرمائی جبکہ وہ نو برس کی تھیں اور وہ

1 مسند أحمد: 211/6، وفتح الباري: 278/9. 2 فتح الباري: 279/9.

وَهِيَ بِنْتُ تِسْعٍ، وَمَكَثَتْ عِنْدَهُ تِسْعًا. [راجع: ٣٨٩٤]

آپ ﷺ کے ساتھ نو برس تک رہیں۔

فوائد ومسائل: ① رسول اللہ ﷺ کی وفات کے وقت حضرت عائشہ ؓ کی عمر اٹھارہ برس تھی۔ ② اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ رخصتی کے وقت حضرت عائشہ ؓ کی عمر نو برس تھی اور آپ بالغ ہو چکی تھیں۔ دراصل بلوغ کا تعلق موسم اور آب و ہوا کے ساتھ بہت گہرا ہے۔ گرم خطوں میں بلوغ جلدی آجاتا ہے جبکہ سرد علاقوں میں اس میں دیر ہو جاتی ہے۔ پھر انسانی صحت کا بھی اس میں بہت عمل دخل ہے۔ کمزور اور نحیف عورت جلدی بالغ ہو جاتی ہے جبکہ صحت مند عورتوں کو دیر سے بلوغ آتا ہے۔ بعض اہل علم نے اس مقام پر بہت تکلفات سے کام لیا ہے، حالانکہ عرب جیسے علاقوں میں نو برس کی عمر میں لڑکی کا بالغ ہونا بعید از عقل بات نہیں۔ ہمارا مشاہدہ ہے کہ برصغیر کے علاقے میں بھی نو برس میں کچھ بچیاں بالغ ہو جاتی ہیں۔ واللہ أعلم.

(٦١) بَابُ الْبِنَاءِ فِي السَّفَرِ

باب: 61- دوران سفر میں شب زفاف منانا

٥١٥٩ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَّامٍ: أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ: أَقَامَ النَّبِيُّ ﷺ بَيْنَ خَيْبَرَ وَالْمَدِينَةِ ثَلَاثًا يُبْنَى عَلَيْهِ بِصَفِيَّةَ بِنْتِ حُيَيٍّ، فَدَعَوْتُ الْمُسْلِمِينَ عَلَى وَلِيمَتِهِ، فَمَا كَانَ فِيهَا مِنْ خُبْزٍ وَلَا لَحْمٍ، أَمَرَ بِالْأَنْطَاعِ فَأُلْقِيَ فِيهَا مِنَ التَّمْرِ وَالْأَقِطِ وَالسَّمْنِ، فَكَانَتْ وَلِيمَتَهُ، فَقَالَ الْمُسْلِمُونَ: إِحْدَى أُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِينَ، أَوْ مِمَّا مَلَكَتْ يَمِينُهُ؟ فَقَالُوا: إِنْ حَجَبَهَا فَهِيَ مِنْ أُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِينَ، وَإِنْ لَمْ يَحْجُبْهَا فَهِيَ مِمَّا مَلَكَتْ يَمِينُهُ، فَلَمَّا ارْتَحَلَ وَطَّأَ لَهَا خَلْفَهُ وَمَدَّ الْحِجَابَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ النَّاسِ. [راجع: ٣٧١]

[5159] حضرت انس ؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے مدینہ طیبہ اور خیبر کے درمیان تین دن تک قیام فرمایا۔ وہاں آپ نے حضرت صفیہ بنت حیی ؓ کے ساتھ خلوت فرمائی، میں نے مسلمانوں کو آپ کے ولیمے میں بلایا لیکن اس دعوت میں روٹی اور گوشت نہیں تھا۔ آپ نے دستر خوان بچھانے کا حکم دیا اور اس پر کھجور، گھی اور پنیر رکھ دیا گیا۔ یہی آپ ﷺ کا ولیمہ تھا۔ مسلمانوں نے حضرت صفیہ ؓ کے متعلق کہا کہ یہ امہات المومنین میں سے ہیں یا آپ نے انھیں لونڈی ہی رکھا ہے؟ چنانچہ انھوں نے (فیصلہ کرتے ہوئے) کہا: اگر آپ ﷺ نے ان کو پردے میں رکھا تو امہات المومنین میں سے ہیں اور اگر پردے میں نہ رکھا تو وہ آپ کی باندی ہیں۔ جب سفر کا آغاز ہوا تو آپ نے ان کے لیے اپنی سواری کے پیچھے جگہ بنائی اور ان کے اور لوگوں کے درمیان پردہ ڈال دیا۔

فوائد ومسائل: ① عرب میں یہ رسم تھی کہ وہ شب زفاف کے وقت دلھا اور دلھن کے لیے ایک الگ خیمہ لگانے کا اہتمام کرتے تاکہ وہ اس میں خلوت کریں، اسے بنا سے تعبیر کیا جاتا۔ ویسے اس سے مراد جماع کرنا اور خلوت اختیار کرنا

ہے۔ ② رسول اللہ ﷺ نے حضرت صفیہ ؓ کو آزاد کر کے اپنے حرم میں داخل فرمایا: دوران سفر میں آپ برابر تین دن تک ان کے پاس رہے کیونکہ وہ شوہر دیدہ تھیں۔ کنواری کے ساتھ ابتدا میں سات دن رہنے کی اجازت ہے، اس کے بعد باری کا اہتمام کیا جائے۔ یہ اس صورت میں ہے کہ خاوند کے نکاح میں دوسری عورتیں بھی ہوں۔ اگر تنہا ایک ہی بیوی ہے تو پھر باری وغیرہ کے تکلف کی ضرورت نہیں ہے۔ ③ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ شادی کے موقع پر ولیمہ ہونا چاہیے تاکہ لوگوں میں نکاح کی شہرت ہو جائے۔ واللہ أعلم.

(٦٢) بَابُ الْبِنَاءِ بِالنَّهَارِ بِغَيْرِ مَرْكَبٍ وَلَا نِيرَانٍ

باب: 62- سواری یا روشنی کے بغیر دن کے وقت نئی دلھن سے خلوت کرنا

٥١٦٠ – حَدَّثَنَا فَرْوَةُ بْنُ أَبِي الْمَغْرَاءِ: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: تَزَوَّجَنِي النَّبِيُّ ﷺ فَأَتَتْنِي أُمِّي فَأَدْخَلَتْنِي الدَّارَ، فَلَمْ يَرُعْنِي إِلَّا رَسُولُ اللهِ ﷺ ضُحًى. [راجع: ٣٨٩٤]

[5160] حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے، انھوں نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے مجھ سے نکاح کیا تو میری والدہ میرے پاس آئیں اور (تنہا) مجھے ایک گھر میں پہنچا دیا۔ وہاں مجھے کسی بات سے گھبراہٹ نہ ہوئی ہاں، رسول اللہ ﷺ اچانک میرے پاس چاشت کے وقت آئے (اور مجھ سے خلوت فرمائی)۔

فوائد ومسائل: ① اس سے معلوم ہوا کہ نئی دلھن کے پاس جانا رات کے ساتھ خاص نہیں بلکہ دن کے اوقات میں بھی خلوت اختیار کی جاسکتی ہے۔ ② دن میں سواری یا دلھن کے لیے چراغاں کا اہتمام ضروری نہیں بلکہ دلھن کے آگے آگے چراغاں کرنا کفار کے ساتھ مشابہت ہے جیسا کہ حضرت عمر ؓ کے دور خلافت میں حمص کے گورنر جناب عبداللہ بن قرط ثمالی تھے، ان کے سامنے سے ایک دلھن گزری جس کے آگے آگے لوگوں نے چراغاں کر رکھا تھا۔ آپ نے انھیں درے مار کر منتشر کیا اور وہاں خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: تم نے یہاں چراغاں کیا ہے اور یہ کافروں کی عادت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی روشنی کو ختم کر دیا ہے تم پھر سے اس کا اہتمام کر رہے ہو۔ عصر حاضر میں رسم حنا، یعنی مہندی کی رسم اور اس میں موم بتیوں کے ذریعے سے چراغاں کرنا بھی مسلمانوں کی رسم نہیں بلکہ غیروں کی ہے۔[1]

(٦٣) بَابُ الْأَنْمَاطِ وَنَحْوِهَا لِلنِّسَاءِ

باب: 63- عورتوں کے لیے مخمل کے بچھونے یا باریک پردے لگانا

وضاحت: نماط، نمط کی جمع ہے۔ عربی لغت میں بچھونے اور پردے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ ہودج کے اوپر جو کپڑا

[1] فتح الباري: 9/280، والكشف والبيان للنيسابوري: 7/95.

ہوتا ہے اسے بھی نمط کہا جاتا ہے۔ ہماری زبان میں اسے نمدا بولتے ہیں۔ واللہ أعلم.

٥١٦١ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرِ ابْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «هَلِ اتَّخَذْتُمْ أَنْمَاطًا؟» قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، وَأَنَّى لَنَا أَنْمَاطٌ؟ قَالَ: «إِنَّهَا سَتَكُونُ». [راجع: ٣٦٣١]

[5161] حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”کیا تم نے نمدے بنا لیے ہیں؟“ میں نے عرض کی: اللہ کے رسول! ہمارے لیے نمدے کہاں سے آئے؟ آپ نے فرمایا: ”عنقریب تمھارے لیے نمدے ہوں گے۔“

فوائد ومسائل: ① ایک روایت میں ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی بیوی کا ایک نمدا تھا۔ انھوں نے اپنی بیوی سے کہا کہ اسے ہم سے دور کر دو تو وہ جواب دیتی: کیا رسول اللہ ﷺ نے یہ نہیں فرمایا تھا: ”عنقریب تمھارے لیے نمدے ہوں گے۔“ میں اس کی یہ بات سن کر اسے چھوڑ دیتا ہوں۔[1] ② اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نمدوں کا استعمال جائز ہے۔ اگر ناجائز ہوتا تو آپ اس سے منع فرما دیتے لیکن ریشم کے نمدوں کی ممانعت دیگر احادیث سے ثابت ہے، اس سے اجتناب کرنا چاہیے۔ ③ امام بخاری رحمہ اللہ کا رجحان یہ معلوم ہوتا ہے کہ دلھن کے لیے اس قسم کے تکلفات جائز ہیں لیکن شرعی حدود سے تجاوز نہیں کرنا چاہیے۔

(٦٤) بَابُ النِّسْوَةِ الَّتِي يُهْدِينَ الْمَرْأَةَ إِلَى زَوْجِهَا وَدُعَائِهِنَّ بِالْبَرَكَةِ

باب: 64- وہ عورتیں جو دلھن کو شوہر کے پاس لے جائیں اور خیر و برکت کی دعا کریں

٥١٦٢ - حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ يَعْقُوبَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَابِقٍ: حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا زَفَّتِ امْرَأَةً إِلَى رَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ فَقَالَ نَبِيُّ اللهِ ﷺ: «يَا عَائِشَةُ، مَا كَانَ مَعَكُمْ لَهْوٌ؟ فَإِنَّ الْأَنْصَارَ يُعْجِبُهُمُ اللَّهْوُ».

[5162] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ ایک دلھن کو انصاری دلھا کے پاس لے گئیں تو نبی ﷺ نے فرمایا: ”عائشہ! کیا تمھارے پاس کوئی دل لگی کا سامان نہیں تھا؟ کیونکہ انصار کو ایسے موقع پر دل لگی پسند ہوتی ہے۔“

فوائد ومسائل: ① عربوں کے ہاں یہ قدیم عادت ہے کہ کچھ عورتیں دلھن کا بناؤ سنگھار کر کے اسے دلھا کے لیے پیش کرتی ہیں اور اسے مبارک باد دیتی ہیں۔ اسلام نے بھی اس عادت کو برقرار رکھا ہے۔ ② اگرچہ اس حدیث میں مبارک باد کا ذکر نہیں ہے لیکن امام بخاری رحمہ اللہ نے اس عنوان سے ان روایات کی طرف اشارہ کیا ہے، چنانچہ ایک روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا

[1] صحيح البخاري، المناقب، حديث: 3631.

نے اپنی زیر کفالت بچی کی شادی ایک انصاری سے کی اور میں ان عورتوں میں شامل تھی جنھوں نے اس کا بناؤ سنگھار کر کے دلھا کے پیش کیا۔ جب میں لوٹ کر واپس آئی تو رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: ''تم نے وہاں جا کر کیا کیا؟ میں نے کہا: ہم نے سلام کیا اور اللہ تعالیٰ سے خیر و برکت کی دعا کی، اس کے بعد ہم واپس آ گئے۔ آپ نے فرمایا: ''تم اپنے ساتھ دل لگی کا سامان لے کر جاتیں تو بہتر ہوتا کیونکہ انصار کو یہ بات بہت پسند ہے۔''[1]

(٦٥) بَابُ الْهَدِيَّةِ لِلْعَرُوسِ

باب: 65- دلھن کو تحائف دینا

٥١٦٣ - وَقَالَ إِبْرَاهِيمُ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ، وَاسْمُهُ الْجَعْدُ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: مَرَّ بِنَا فِي مَسْجِدِ بَنِي رِفَاعَةَ فَسَمِعْتُهُ يَقُولُ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا مَرَّ بِجَنَبَاتِ أُمِّ سُلَيْمٍ دَخَلَ عَلَيْهَا فَسَلَّمَ عَلَيْهَا ثُمَّ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ عَرُوسًا بِزَيْنَبَ، فَقَالَتْ لِي أُمُّ سُلَيْمٍ: لَوْ أَهْدَيْنَا لِرَسُولِ اللهِ ﷺ هَدِيَّةً، فَقُلْتُ لَهَا: اِفْعَلِي، فَعَمَدَتْ إِلَى تَمْرٍ وَسَمْنٍ وَأَقِطٍ فَاتَّخَذَتْ حَيْسَةً فِي بُرْمَةٍ، فَأَرْسَلَتْ بِهَا مَعِيَ إِلَيْهِ، فَانْطَلَقْتُ بِهَا إِلَيْهِ فَقَالَ لِي: «ضَعْهَا»، ثُمَّ أَمَرَنِي فَقَالَ: «اُدْعُ لِي رِجَالًا - سَمَّاهُمْ - وَادْعُ لِي مَنْ لَقِيتَ»، قَالَ: فَفَعَلْتُ الَّذِي أَمَرَنِي فَرَجَعْتُ فَإِذَا الْبَيْتُ غَاصٌّ بِأَهْلِهِ فَرَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ وَضَعَ يَدَيْهِ عَلَى تِلْكَ الْحَيْسَةِ وَتَكَلَّمَ بِهَا مَا شَاءَ اللهُ، ثُمَّ جَعَلَ يَدْعُو عَشَرَةً عَشَرَةً يَأْكُلُونَ مِنْهُ وَيَقُولُ لَهُمْ: «اذْكُرُوا اسْمَ اللهِ وَلْيَأْكُلْ كُلُّ رَجُلٍ مِمَّا يَلِيهِ»، قَالَ: حَتَّى تَصَدَّعُوا كُلُّهُمْ عَنْهَا فَخَرَجَ مِنْهُمْ مَنْ خَرَجَ وَبَقِيَ نَفَرٌ يَتَحَدَّثُونَ، قَالَ: وَجَعَلْتُ أَغْتَمُّ ثُمَّ خَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ نَحْوَ الْحُجُرَاتِ

[5163] حضرت ابو عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا ہمارے سامنے سے بنو رفاعہ کی مسجد میں گزر ہوا، میں نے سنا، آپ فرما رہے تھے کہ نبی ﷺ کا معمول تھا آپ جب بھی حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کے گھر کی طرف سے گزرتے تو ان کے پاس جاتے اور انھیں سلام کرتے۔ اس کے بعد حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ جب حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے دلھا بنے تو مجھے (میری والدہ) ام سلیم رضی اللہ عنہا نے کہا: اس وقت ہم رسول اللہ ﷺ کو کوئی تحفہ بھیجیں تو بہتر ہے۔ میں نے کہا: ٹھیک ہے ضرور بھیجیں، چنانچہ انھوں نے کھجور، گھی اور پنیر ملا کر ایک ہانڈی میں حلوہ بنایا اور مجھے دے کر آپ ﷺ کے پاس روانہ کیا۔ جب میں وہاں پہنچا تو آپ نے فرمایا: ''اسے رکھ دو۔'' پھر حکم دیا: ''فلاں فلاں لوگوں کو میرے پاس بلا لاؤ...... آپ نے ان کا نام لیا...... اور جو بھی آدمی تجھے راستے میں ملے اسے میری طرف سے دعوت دے دو۔'' چنانچہ مجھے آپ نے جو حکم دیا تھا میں نے اس کی تعمیل کی۔ جب میں واپس آیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ لوگوں سے گھر بھرا ہوا ہے۔ میں نے نبی ﷺ کو دیکھا کہ آپ نے دونوں ہاتھ اس حلوے پر رکھ دیے اور جو اللہ کو منظور تھا وہ اپنی زبان سے پڑھا، اس کے

---

1 فتح الباري: 281/9.

وَخَرَجْتُ فِي إِثْرِهِ فَقُلْتُ: إِنَّهُمْ قَدْ ذَهَبُوا، فَرَجَعَ فَدَخَلَ الْبَيْتَ وَأَرْخَى السِّتْرَ وَإِنِّي لَفِي الْحُجْرَةِ، وَهُوَ يَقُولُ: «﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ لَا تَدْخُلُواْ بُيُوتَ ٱلنَّبِيِّ إِلَّآ أَن يُؤْذَنَ لَكُمْ إِلَىٰ طَعَامٍ غَيْرَ نَٰظِرِينَ إِنَىٰهُ وَلَٰكِنْ إِذَا دُعِيتُمْ فَٱدْخُلُواْ فَإِذَا طَعِمْتُمْ فَٱنتَشِرُواْ وَلَا مُسْتَـْٔنِسِينَ لِحَدِيثٍ إِنَّ ذَٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِى ٱلنَّبِيَّ فَيَسْتَحْىِۦ مِنكُمْ وَٱللَّهُ لَا يَسْتَحْىِۦ مِنَ ٱلْحَقِّ﴾ [الأحزاب: ٥٣]». قَالَ أَبُو عُثْمَانَ: قَالَ أَنَسٌ: إِنَّهُ خَدَمَ رَسُولَ اللهِ ﷺ عَشْرَ سِنِينَ. [راجع: ٤٧٩١]

بعد دس دس آدمیوں کو کھانے کے لیے بلانا شروع کیا۔ آپ ان سے فرماتے تھے: ''اللہ کا نام لے کر ہر آدمی اپنے آگے سے کھائے۔'' بہرحال سب لوگ کھا کر گھر سے باہر چل دیے، البتہ تین آدمی گھر میں بیٹھے باتیں کرتے رہے اور مجھے ان کے نہ جانے سے رنج پیدا ہوا۔ آخرکار نبی ﷺ اپنی بیویوں کے حجروں کی طرف گئے، میں بھی آپ کے پیچھے پیچھے گیا، میں نے (آپ ﷺ سے) کہا: لوگ اپنے گھروں کو چلے گئے ہیں۔ اس وقت آپ واپس آ کر گھر میں داخل ہوئے اور پردہ لٹکا دیا۔ میں ابھی حجرے ہی میں تھا کہ آپ (سورۂ احزاب کی) یہ آیات پڑھ رہے تھے: ''اے ایمان والو! نبی کے گھروں میں نہ جایا کرو مگر جب کھانے کے لیے اندر آنے کی اجازت دی جائے، وہاں بیٹھ کر کھانا پکنے کا انتظار نہ کرو، البتہ جب تمھیں بلایا جائے تو اندر جاؤ اور کھانے سے فارغ ہوتے ہی واپس چلے آؤ، باتوں میں لگ کر وہاں بیٹھے نہ رہو، یہ بات نبی کو تکلیف دیتی ہے اور وہ تم سے شرم کرتے ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ حق بات کہنے سے نہیں شرماتا۔'' ابوعثمان کہتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے: بے شک میں نے دس سال تک رسول اللہ ﷺ کی خدمت انجام دی ہے۔

فوائد و مسائل: ① امام بخاری رحمہ اللہ نے ثابت کیا ہے کہ دلہا اور دلھن کو تحائف بھیجنا مستحب ہے۔ اسلام سے پہلے بھی انھیں شادی کے موقع پر تحائف بھیجے جاتے تھے۔ اسلام نے دور جاہلیت کی اس رسم کو برقرار رکھا اور اسے پسندیدہ قرار دیا ہے۔ تحفہ اگرچہ مقدار میں کم ہو وہ محبت اور الفت میں اضافے کا باعث بنتا ہے۔ اس کے ذریعے سے بے تکلفی کو فروغ ملتا ہے جو آپس کے میل جول کی بنیاد ہے۔ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے اسی اصول کے مطابق قلیل مقدار میں تحفہ بھیجا لیکن اللہ تعالیٰ نے اس میں خوب خوب برکت ڈال دی۔ ② بعض حضرات نے اس حدیث کے متعلق ایک اشکال ظاہر کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے تو حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے ولیمے پر گوشت اور روٹی کھلائی تھی جبکہ اس حدیث میں ہے کہ آپ نے ام سلیم رضی اللہ عنہا کے حلوے سے ولیمے کی دعوت کی؟ دراصل ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گوشت اور روٹی کھانے کے دوران میں ہی حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کی طرف سے حلوہ آ گیا جو

سویٹ ڈش کے طور پر استعمال کیا گیا۔ اس بنا پر ان دونوں روایات میں کوئی تضاد نہیں ہے۔[1] واللہ أعلم.

(٦٦) بَابُ اسْتِعَارَةِ الثِّيَابِ لِلْعَرُوسِ وَغَيْرِهَا

باب: 66- دلھن کے لیے کپڑے وغیرہ مستعار لینا

٥١٦٤ - حَدَّثَنِي عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ: حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: أَنَّهَا اسْتَعَارَتْ مِنْ أَسْمَاءَ قِلَادَةً فَهَلَكَتْ فَأَرْسَلَ رَسُولُ اللهِ ﷺ نَاسًا مِنْ أَصْحَابِهِ فِي طَلَبِهَا فَأَدْرَكَتْهُمُ الصَّلَاةُ فَصَلَّوْا بِغَيْرِ وُضُوءٍ، فَلَمَّا أَتَوُا النَّبِيَّ ﷺ شَكَوْا ذٰلِكَ إِلَيْهِ فَنَزَلَتْ آيَةُ التَّيَمُّمِ، فَقَالَ أُسَيْدُ بْنُ حُضَيْرٍ: جَزَاكِ اللهُ خَيْرًا، فَوَاللهِ مَا نَزَلَ بِكِ أَمْرٌ قَطُّ إِلَّا جَعَلَ اللهُ لَكِ مِنْهُ مَخْرَجًا، وَجَعَلَ لِلْمُسْلِمِينَ فِيهِ بَرَكَةً. [راجع: ٣٣٤]

[5164] حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے، انھوں نے حضرت اسماء ؓ سے ایک ہار مستعار لیا اور وہ کہیں گم ہو گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے چند صحابۂ کرام کو اسے تلاش کرنے کے لیے روانہ کیا۔ راستے میں نماز کا وقت ہو گیا تو انھوں نے وضو کے بغیر نماز ادا کی۔ جب وہ نبی ﷺ کے پاس آئے تو انھوں نے آپ سے شکایت کی۔ اس وقت تیمم کی آیت نازل ہوئی۔ حضرت اسید بن حضیر ؓ نے کہا: اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے! اللہ کی قسم! جب آپ پر کوئی مشکل وقت آیا تو اللہ تعالیٰ نے اس سے نکلنے کا کوئی راستہ پیدا کر دیا اور مسلمانوں کے لیے وہ خیر و برکت کا ذریعہ ثابت ہوئی۔

فوائد و مسائل: ① جب حضرت عائشہ ؓ نے اپنی ہمشیر سے ہار ادھار لیا تو اگرچہ آپ اس وقت دلھن نہ تھیں، مگر عورت جب اپنے خاوند کے لیے زینت کی خاطر اشیاء ادھار لے سکتی ہے تو دلھن کے لیے تو ایسی چیزیں لینا بالاولیٰ جائز ہوا۔ ② ہمارے رجحان کے مطابق اس عنوان کے مطابق وہ حدیث ہے جو حضرت عائشہ ؓ ہی سے مروی ہے کہ میرے پاس ایک چادر تھی جسے ہر عورت زینت کے لیے مجھ سے ادھار لیتی تھی۔[2] ③ امام بخاری ؒ نے اس حدیث پر ان الفاظ میں عنوان قائم کیا ہے: [بَابُ الاستِعارَةِ للعَرُوسِ عِنْدَ البِنَاءِ] ''شب زفاف کے وقت دلھن کے لیے کوئی چیز ادھار لینا۔''[3] حدیث میں ہار کا ذکر ہے جبکہ عنوان میں کپڑے وغیرہ کے الفاظ ہیں۔ دراصل ہار اور کپڑے دونوں ملبوسات میں سے ہیں جن سے دلھن وغیرہ کو آراستہ کیا جاتا ہے، بنابریں ایسی چیزیں ادھار لی جا سکتی ہیں۔ واللہ أعلم.

(٦٧) بَابُ مَا يَقُولُ الرَّجُلُ إِذَا أَتَى أَهْلَهُ

باب: 67- جب شوہر اپنی بیوی کے پاس آئے تو کیا کہے؟

٥١٦٥ - حَدَّثَنَا سَعْدُ بْنُ حَفْصٍ: حَدَّثَنَا شَيْبَانُ

[5165] حضرت ابن عباس ؓ سے روایت ہے، انھوں

1 فتح الباري: 283/9. 2 صحيح البخاري، الهبة، حديث: 2628. 3 صحيح البخاري، الهبة، باب: 34.

عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ، عَنْ كُرَيْبٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «أَمَا لَوْ أَنَّ أَحَدَهُمْ يَقُولُ حِينَ يَأْتِي أَهْلَهُ: بِسْمِ اللهِ، اللَّهُمَّ جَنِّبْنِي الشَّيْطَانَ وَجَنِّبِ الشَّيْطَانَ مَا رَزَقْتَنَا، ثُمَّ قُدِّرَ بَيْنَهُمَا فِي ذٰلِكَ أَوْ قُضِيَ وَلَدٌ لَمْ يَضُرَّهُ شَيْطَانٌ أَبَدًا». [راجع: ١٤١]

نے کہا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”جب کوئی انسان اپنی بیوی سے ہم بستر ہو تو یہ دعا پڑھے: ”بسم اللہ، اے اللہ! مجھے شیطان سے دور رکھ اور شیطان کو اس سے دور رکھ جو تو ہمیں عطا کرے۔“ پھر اگر اس موقع پر ان کے لیے بچہ مقدر ہو یا اس کا فیصلہ ہو جائے تو شیطان اسے کبھی نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔“

فوائد و مسائل: ① شیطان کے تکلیف نہ دینے کا مطلب یہ ہے کہ بچے کے باپ کے ساتھ اس کی ماں سے جماع میں وہ شریک نہ ہو سکے گا جیسا کہ امام مجاہد رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ جب کوئی شخص اپنی بیوی کے پاس آئے اور بسم اللہ نہ پڑھے تو شیطان جماع میں شریک ہو جاتا ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس معنی کو ”اقرب“ قرار دیا ہے۔[1] ② بعض اوقات دیکھا جاتا ہے کہ کچھ بچوں کی شکل و صورت تو ماں باپ جیسی ہوتی ہے لیکن عادات و خصائل شیطان جیسے ہوتے ہیں، کس قدر افسوس کی بات ہے کہ جب کائنات کے چودھری کی بنیاد رکھی جا رہی ہوتی ہے تو حضرت انسان نفسانفسی کے عالم میں اپنی شہوت کے ہاتھوں مغلوب ہو کر اللہ کے نام کو فراموش کر دیتا ہے۔ اس نحوست کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اولاد شیطانی اثرات سے محفوظ نہیں رہتی۔ واللہ أعلم. ③ اس حدیث میں قضا و قدر کا ذکر ہے۔ قضا اجمالی طور پر امر کلی کا نام ہے جو ازل میں ثابت ہے جبکہ قدر اس کی تفصیلات کا نام ہے جو مستقبل میں ظہور پذیر ہوتی ہے۔ قرآن کریم میں اس کے متعلق اشارہ ہے: ”ہر چیز کے خزانے ہمارے پاس ہیں اور ہم انھیں ایک معلوم اندازے کے مطابق اتارتے ہیں۔“[2]

(٦٨) بَابٌ: اَلْوَلِيمَةُ حَقٌّ

باب: 68- ولیمہ برحق اور ثابت ہے

وَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ: قَالَ لِيَ النَّبِيُّ ﷺ: «أَوْلِمْ وَلَوْ بِشَاةٍ».

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے مجھ سے فرمایا: ”ولیمہ کرو، خواہ ایک بکری ہی ہو۔“

وضاحت: ولیمہ، بیوی سے پہلی دفعہ ملاپ کے بعد ہوتا ہے اور یہ دعوت سنت مؤکدہ ہے۔ اسے قبول کرنے کی بھی بہت زیادہ تاکید ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ برا طعام ولیمے کا طعام ہے کیونکہ اس میں مال داروں کو دعوت دی جاتی ہے اور مسکینوں کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔[3]

٥١٦٦ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ: حَدَّثَنِي اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ:

[5166] حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ مدینہ طیبہ تشریف لائے تو

① فتح الباري: 9/286. ② الحجر 15:21، وعمدة القاري: 14/123. ③ صحيح مسلم، النكاح، حديث: 3521 (1432).

أَخْبَرَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ: أَنَّهُ كَانَ ابْنَ عَشْرِ سِنِينَ مَقْدَمَ رَسُولِ اللهِ ﷺ الْمَدِينَةَ فَكُنَّ أُمَّهَاتِي يُوَاظِبْنَنِي عَلَى خِدْمَةِ النَّبِيِّ ﷺ فَخَدَمْتُهُ عَشْرَ سِنِينَ، وَتُوُفِّيَ النَّبِيُّ ﷺ وَأَنَا ابْنُ عِشْرِينَ سَنَةً، فَكُنْتُ أَعْلَمَ النَّاسِ بِشَأْنِ الْحِجَابِ حِينَ أُنْزِلَ، وَكَانَ أَوَّلُ مَا أُنْزِلَ فِي مُبْتَنَى رَسُولِ اللهِ ﷺ بِزَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ، أَصْبَحَ النَّبِيُّ ﷺ بِهَا عَرُوسًا، فَدَعَا الْقَوْمَ فَأَصَابُوا مِنَ الطَّعَامِ ثُمَّ خَرَجُوا وَبَقِيَ رَهْطٌ مِنْهُمْ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ فَأَطَالُوا الْمُكْثَ، فَقَامَ النَّبِيُّ ﷺ فَخَرَجَ وَخَرَجْتُ مَعَهُ لِكَيْ يَخْرُجُوا فَمَشَى النَّبِيُّ ﷺ وَمَشَيْتُ حَتَّى جَاءَ عَتَبَةَ حُجْرَةِ عَائِشَةَ، ثُمَّ ظَنَّ أَنَّهُمْ خَرَجُوا، فَرَجَعَ وَرَجَعْتُ مَعَهُ حَتَّى إِذَا دَخَلَ عَلَى زَيْنَبَ فَإِذَا هُمْ جُلُوسٌ لَمْ يَقُومُوا، فَرَجَعَ النَّبِيُّ ﷺ وَرَجَعْتُ مَعَهُ حَتَّى إِذَا بَلَغَ عَتَبَةَ حُجْرَةِ عَائِشَةَ وَظَنَّ أَنَّهُمْ خَرَجُوا، فَرَجَعَ وَرَجَعْتُ مَعَهُ فَإِذَا هُمْ قَدْ خَرَجُوا، فَضَرَبَ النَّبِيُّ ﷺ بَيْنِي وَبَيْنَهُ بِالسِّتْرِ وَأُنْزِلَ الْحِجَابُ.

[راجع: ٤٧٩١]

میری عمر دس برس تھی، میری مائیں مجھے نبی ﷺ کی خدمت کرنے کا ہمیشہ حکم دیتی تھیں۔ میں نے دس سال آپ ﷺ کی خدمت کی۔ نبی ﷺ نے وفات پائی تو اس وقت میری عمر بیس برس تھی۔ جب پردے کے احکام نازل ہوئے تو میں انھیں سب سے زیادہ جاننے والا ہوں کہ کب نازل ہوئے۔ سب سے پہلے پردے کا حکم اس وقت نازل ہوا جب رسول اللہ ﷺ حضرت زینب بنت جحش ؓ کو نکاح کے بعد اپنے گھر لائے اور نبی ﷺ ان کے دلھا بنے تھے۔ آپ نے لوگوں کی دعوت کی اور انھیں بلایا۔ لوگوں نے کھانا کھایا اور چلے گئے لیکن کچھ لوگ رسول اللہ ﷺ کے گھر میں دیر تک بیٹھے رہے۔ اس دوران میں نبی ﷺ کھڑے ہوئے اور باہر تشریف لے گئے۔ میں بھی آپ کے ہمراہ باہر چلا گیا تاکہ یہ لوگ بھی چلے جائیں۔ نبی ﷺ چلتے رہے اور میں بھی آپ کے ساتھ رہا حتی کہ آپ حضرت عائشہ ؓ کے حجرے کے پاس آئے تو آپ کو خیال آیا کہ وہ لوگ چلے گئے ہوں گے، اس لیے آپ واپس آئے تو میں بھی آپ کے ساتھ واپس آ گیا۔ جب آپ حضرت زینب ؓ کے گھر تشریف لائے تو دیکھا کہ وہ اپنی جگہ بیٹھے ہوئے ہیں اور وہاں سے نہیں اٹھے، لہٰذا آپ وہاں سے پھر واپس تشریف لائے اور میں بھی آپ کے ساتھ واپس آیا۔ جب آپ حضرت عائشہ ؓ کے حجرے کے دروازے پر پہنچے تو معلوم ہوا وہ لوگ جا چکے ہیں، چنانچہ آپ واپس آئے تو میں بھی آپ کے ساتھ واپس آ گیا۔ اب وہ لوگ (واقعی) جا چکے تھے۔ اس کے بعد نبی ﷺ نے میرے اور اپنے درمیان پردہ ڈال دیا اور پردے کی آیات نازل ہوئیں۔

فوائد ومسائل: ① ولیمہ مشروع اور ثابت ہے۔ اس میں کھانے کے متعلق کمی بیشی کی کوئی قید نہیں بلکہ حسب ضرورت اور حسب توفیق ولیمے کا کھانا تیار کیا جا سکتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت صفیہ ؓ کے ولیمے میں کھجور اور ستو کا اہتمام کیا

تھا۔[1] لیکن ولیمے کا کھانا تناول کرنا ضروری نہیں جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: ''اگر چاہے تو کھائے اگر چاہے تو چھوڑ دے۔''[2] ② دعوت ولیمہ میں غیر شرعی کام ہو رہے ہوں تو اس میں شرکت سے بچنا چاہیے۔ واللہ أعلم.

(٦٩) بَابُ الْوَلِيمَةِ وَلَوْ بِشَاةٍ

باب: 69- ولیمے کا اہتمام کرنا اگرچہ ایک بکری سے ہو

٥١٦٧ - حَدَّثَنَا عَلِيٌّ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ: حَدَّثَنِي حُمَيْدٌ: أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسًا رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: سَأَلَ النَّبِيُّ ﷺ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ عَوْفٍ وَتَزَوَّجَ امْرَأَةً مِنَ الْأَنْصَارِ: «كَمْ أَصْدَقْتَهَا؟» قَالَ: وَزْنَ نَوَاةٍ مِنْ ذَهَبٍ. وَعَنْ حُمَيْدٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسًا قَالَ: لَمَّا قَدِمُوا الْمَدِينَةَ نَزَلَ الْمُهَاجِرُونَ عَلَى الْأَنْصَارِ فَنَزَلَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ ابْنُ عَوْفٍ عَلَى سَعْدِ بْنِ الرَّبِيعِ فَقَالَ: أُقَاسِمُكَ مَالِي وَأَنْزِلُ لَكَ عَنْ إِحْدَى امْرَأَتَيَّ، قَالَ: بَارَكَ اللهُ لَكَ فِي أَهْلِكَ وَمَالِكَ، فَخَرَجَ إِلَى السُّوقِ فَبَاعَ وَاشْتَرَى، فَأَصَابَ شَيْئًا مِنْ أَقِطٍ وَسَمْنٍ فَتَزَوَّجَ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «أَوْلِمْ وَلَوْ بِشَاةٍ». [راجع: ٢٠٤٩]

[5167] حضرت انس ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف ؓ سے پوچھا، جب انھوں نے ایک انصاری عورت سے شادی کی: ''تم نے اسے کتنا مہر دیا ہے؟'' انھوں نے کہا: گٹھلی کی مقدار سونا (بطور مہر دیا ہے)۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرت انس ؓ نے کہا: جب لوگ ہجرت کر کے مدینہ طیبہ آئے تو مہاجرین نے انصار کے ہاں قیام کیا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف ؓ نے حضرت سعد بن ربیع ؓ کے گھر رہائش اختیار کی۔ حضرت سعد ؓ نے ان سے کہا کہ میں آپ کو آدھا مال دیتا ہوں اور آپ کے لیے اپنی ایک بیوی سے دستبردار ہو جاتا ہوں۔ حضرت عبدالرحمٰن ؓ نے ان سے کہا: اللہ تعالیٰ آپ کے اہل و عیال اور مال و اسباب میں برکت دے، پھر وہ بازار گئے اور خرید و فروخت کرنے لگے، انھوں نے وہاں سے پنیر اور گھی نفع میں کمایا۔ اس کے بعد انھوں نے شادی کی تو نبی ﷺ نے ان سے فرمایا: ''دعوت ولیمہ کا اہتمام کرو، خواہ ایک بکری ہی سے ہو۔''

فوائد و مسائل: ① دعوت ولیمہ میں افضل یہ ہے کہ گوشت کا اہتمام کیا جائے اور وہ بھی چھوٹا، یعنی بکری وغیرہ کا ہونا چاہیے لیکن ولیمے کے لیے یہ شرط نہیں ہے۔ انسان کو چاہیے کہ وہ اپنی چادر دیکھ کر پاؤں پھیلائے۔ ② اس سلسلے میں درج ذیل امور کو پیش نظر رکھا جائے: ○ دعوت ولیمہ کا حسب توفیق اہتمام کرنا چاہیے، اس سلسلے میں قرض لینے سے اجتناب کرے۔ ○ نمود و نمائش سے دور رہے کیونکہ ریاکاری سے نیکی، گناہ میں بدل جاتی ہے۔ ○ فضول خرچی اور اسراف سے بھی کنارہ کش رہے کیونکہ یہ عادت اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں ہے۔ ○ دعوت ولیمہ میں غرباء و مساکین کو نظر انداز نہ کیا جائے بصورت دیگر یہ بدترین کھانا شمار ہوگا۔ ○ دعوت ولیمہ میں فواحش و منکرات کے اہتمام سے بچنا بھی ضروری ہے۔

[1] جامع الترمذي، النكاح، حديث: 1095. [2] صحيح مسلم، النكاح، حديث: 3518 (1430).

٥١٦٨ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ: مَا أَوْلَمَ النَّبِيُّ عَلَى شَيْءٍ مِنْ نِسَائِهِ مَا أَوْلَمَ عَلَى زَيْنَبَ، أَوْلَمَ بِشَاةٍ. [راجع: ٤٧٩١]

[5168] حضرت انس رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: نبی ﷺ نے حضرت زینب جیسا ولیمہ اپنی بیویوں میں سے کسی کا نہیں کیا۔ ان کا ولیمہ آپ نے ایک بکری ذبح کر کے کیا تھا۔

فوائد و مسائل: ① سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح اللہ تعالیٰ نے آسمانوں پر ہی کر دیا تھا، اس بنا پر اس نکاح کی آپ کو بہت زیادہ خوشی تھی۔ ولیمے کا اہتمام بھی فراخ دلی سے فرمایا۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے گوشت اور روٹی خوب پیٹ بھر کر کھائی۔ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے بھی شیرینی کے طور پر حلوہ تیار کیا اور آپ کو بطور تحفہ پیش کیا۔ آپ نے وہ بھی مہمانوں کو کھلایا۔ ② ولیمے میں کمی بیشی کی کوئی پابندی نہیں ہے۔ آج خطرناک گرانی کے دور میں ہمیں کفایت شعاری سے کام لینا چاہیے، ریا کاری اور فضول خرچی سے بچتے ہوئے میانہ روی اختیار کرنی چاہیے۔

٥١٦٩ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ عَنْ شُعَيْبٍ، عَنْ أَنَسٍ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ أَعْتَقَ صَفِيَّةَ وَتَزَوَّجَهَا وَجَعَلَ عِتْقَهَا صَدَاقَهَا، وَأَوْلَمَ عَلَيْهَا بِحَيْسٍ. [راجع: ٣٧١]

[5169] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ایک اور روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو آزاد کیا، پھر ان سے نکاح کر لیا اور ان کا آزاد کرنا ہی حق مہر قرار پایا، پھر آپ نے ان کا ولیمہ ملیدہ سے کیا۔

فوائد و مسائل: ① اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ ولیمے میں گوشت کا ہونا ضروری نہیں بلکہ حالات و ظروف کے مطابق کسی بھی چیز سے ولیمہ کیا جا سکتا ہے۔ ② رسول اللہ ﷺ چونکہ سفر میں تھے، اس لیے آپ نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے ولیمے میں کھجور، گھی، اور پنیر سے ملیدہ تیار کرایا اور مدعوین کی خاطر تواضع کی۔ وہ ملیدہ کس قدر مزے دار ہوگا جسے خود رسول اللہ ﷺ نے تیار کرایا۔

٥١٧٠ - حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ: حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ عَنْ بَيَانٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسًا يَقُولُ: بَنَى النَّبِيُّ ﷺ بِامْرَأَةٍ فَأَرْسَلَنِي فَدَعَوْتُ رِجَالًا إِلَى الطَّعَامِ. [راجع: ٤٧٩١]

[5170] حضرت انس رضی اللہ عنہ ہی سے ایک اور روایت ہے، فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ایک خاتون سے نکاح کیا اور مجھے دعوت دینے کے لیے بھیجا تو میں نے لوگوں کو طعام کے لیے بلایا۔

فائدہ: اس حدیث میں خاتون سے مراد حضرت زینب رضی اللہ عنہا ہیں جیسا کہ ایک روایت میں یہ وضاحت ہے کہ جب لوگ کھانا کھا کر چلے گئے تو دو آدمی وہاں بیٹھے باتیں کرتے رہے، پھر اس روایت میں آیت حجاب کے نزول کا ذکر ہے۔[1]

1 جامع الترمذي، تفسير القرآن، حديث: 3219.

(٧٠) بَابُ مَنْ أَوْلَمَ عَلَى بَعْضِ نِسَائِهِ أَكْثَرَ مِنْ بَعْضٍ

باب: 70- جس نے کسی ایک بیوی سے نکاح کے وقت دوسری بیوی سے زیادہ ولیمہ کیا

وضاحت: ولیمہ کرنے میں مساوات اور برابری شرط نہیں بلکہ حسب استطاعت اس میں کمی بیشی ہو سکتی ہے جیسا کہ احادیث میں رسول اللہ ﷺ کے ولیموں کی وضاحت ہوئی ہے۔

٥١٧١ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ ثَابِتٍ قَالَ: ذُكِرَ تَزْوِيجُ زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ عِنْدَ أَنَسٍ فَقَالَ: مَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ أَوْلَمَ عَلَى أَحَدٍ مِنْ نِسَائِهِ مَا أَوْلَمَ عَلَيْهَا، أَوْلَمَ بِشَاةٍ. [راجع: ٤٧٩١]

[5171] حضرت ثابت سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے سامنے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے نکاح کا ذکر کیا گیا تو انھوں نے فرمایا: میں نے نبی ﷺ کو کسی بیوی کا اس قدر ولیمہ کرتے نہیں دیکھا جس قدر آپ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا ولیمہ کیا تھا۔ آپ نے ان کا ولیمہ ایک بکری سے کیا تھا۔

فوائد و مسائل: ① حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے نکاح میں ولیمہ زیادہ کرنے میں راز یہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی اس عظیم نعمت کا شکر ادا کیا کہ اس نے بذریعۂ وحی آپ کا نکاح حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے کر دیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''اے نبی! ہم نے اس (زینب رضی اللہ عنہا) کا نکاح آپ سے کر دیا ہے۔''[1] ② رسول اللہ ﷺ نے عمرۂ قضا کے موقع پر جب حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا تو ان کے ولیمے میں کئی بکریاں ذبح کیں۔ شاید حضرت انس رضی اللہ عنہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے ولیمے میں حاضر نہ تھے، اس لیے انھوں نے اپنے علم کے مطابق بیان کیا کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا ولیمہ سب سے زیادہ تھا۔ واضح رہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے فتح خیبر کے بعد نکاح کیا تھا، اس وقت فتح خیبر کے باعث وسعت زیادہ ہو گئی تھی، اس بنا پر یہ ولیمہ دوسروں کی نسبت زیادہ تھا۔[2]

(٧١) بَابُ مَنْ أَوْلَمَ بِأَقَلَّ مِنْ شَاةٍ

باب: 71- جس نے ایک بکری سے کم کا ولیمہ کیا

٥١٧٢ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مَنْصُورِ بْنِ صَفِيَّةَ، عَنْ أُمِّهِ صَفِيَّةَ بِنْتِ شَيْبَةَ قَالَتْ: أَوْلَمَ النَّبِيُّ ﷺ عَلَى بَعْضِ نِسَائِهِ بِمُدَّيْنِ مِنْ شَعِيرٍ.

[5172] حضرت صفیہ بنت شیبہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے اپنی ایک بیوی کا ولیمہ دو مد جو سے کیا۔

---

① الأحزاب 33:37. ② فتح الباري: 9/296.

فوائدومسائل: ① حضرت ام سلمہ ؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جب مجھ سے نکاح کیا تو مجھے حضرت زینب بنت خزیمہ ؓ کے گھر میں ٹھہرایا۔ میں نے وہاں ایک مٹکے میں کچھ جَو دیکھے۔ میں نے انھیں نکال کر پیسا، پھر انھیں ہنڈیا میں ڈالا اور ان میں کچھ چربی ڈالی۔ یہ رسول اللہ ﷺ کی دعوت ولیمہ تھی۔ ② اس سے معلوم ہوا کہ ولیمہ تھوڑے سے کھانے کا بھی ہوسکتا ہے۔اس کے متعلق کوئی مقدار مقرر نہیں ہے۔انسان اپنی وسعت کے مطابق اس کا اہتمام کرسکتا ہے۔[1] البتہ جو ولیمے میں زیادہ کھانے کا اہتمام کرے وہ افضل ہے کیونکہ اس طرح نکاح کا اعلان زیادہ ہوتا ہے اور اہل و مال میں برکت کا باعث ہے کیونکہ ولیمے میں آنے والے بکثرت دعائیں کرتے ہیں۔[2]

(٧٢) بَابُ حَقِّ إِجَابَةِ الْوَلِيمَةِ وَالدَّعْوَةِ وَمَنْ أَوْلَمَ سَبْعَةَ أَيَّامٍ وَنَحْوَهُ

باب: 72- دعوت ولیمہ اور دیگر قسم کی دعوتوں کو قبول کرنا ثابت ہے اور جس نے سات یا اس سے کم وبیش دنوں تک ولیمہ جاری رکھا

وَلَمْ يُوَقِّتِ النَّبِيُّ ﷺ يَوْمًا وَلَا يَوْمَيْنِ.

نبی ﷺ نے (ولیمے کے لیے صرف) ایک یا دو دن مقرر نہیں فرمائے۔

وضاحت: امام بخاری ؒ کے نزدیک دعوتِ ولیمہ وغیرہ کا قبول کرنا ضروری ہے کیونکہ اس کے متعلق رسول اللہ ﷺ کا حکم ثابت ہے اور آپ کا حکم وجوب کے لیے ہوتا ہے الا یہ کہ کوئی قرینہ صارفہ آجائے۔ جمہور علماء کے نزدیک دعوت ولیمہ قبول کرنا واجب ہے اور اس کے علاوہ دیگر دعوتیں قبول کرنا واجب نہیں بلکہ مستحب ہے اور دعوت ولیمہ کا قبول کرنا اس لیے واجب ہے کہ اس میں نکاح کا اعلان اور اظہار ہوتا ہے، نیز امام بخاری ؒ کا موقف ہے کہ ولیمے کے لیے دنوں کی تعداد سنت سے ثابت نہیں۔ غالبًا امام بخاری ؒ نے ایک حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے کہ امام ابن سیرین نے مدینہ طیبہ میں سات دن تک ولیمہ کیا اور اس میں صحابۂ کرام ؓ کو مدعو کیا۔ جب انصار کا دن تھا تو اس میں حضرت ابی بن کعب، حضرت زید بن ثابت اور دیگر حضرات نے شرکت کی۔ حضرت ابی ؓ روزے سے تھے۔ دوسروں نے کھانا کھایا لیکن حضرت ابی ؓ ان کے لیے دعائے خیر کرتے رہے، پھر واپس چلے گئے۔[3] البتہ ایک حدیث کے مطابق پہلے دن ولیمہ حق ہے، دوسرے دن معروف اور تیسرے دن ریاکاری ہے[4] لیکن یہ حدیث امام بخاری ؒ کے نزدیک صحیح نہیں جیسا کہ انھوں نے اپنی تالیف التاریخ الکبیر میں صراحت کی ہے۔[5] بہرحال ہمارے رجحان کے مطابق جہاں تک ممکن ہو ولیمہ کرنا ضروری ہے، کسی مجبوری سے نہ کرسکے تو اور بات ہے۔ اگر اللہ توفیق دے تو یہ دعوت کئی دنوں تک جاری رکھی جاسکتی ہے لیکن نمود ونمائش اور ریاکاری کا شائبہ تک نہیں ہونا چاہیے، بصورت دیگر ثواب کے بجائے گناہ ہوگا۔ واللّٰه أعلم.

---

1 فتح الباري: 298/9. 2 عمدة القاري: 127/14. 3 السنن الكبرىٰ للبيهقي: 261/7. 4 سنن أبي داود، الأطعمة، حديث: 3745. 5 فتح الباري: 302/9.

٥١٧٣ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «إِذَا دُعِيَ أَحَدُكُمْ إِلَى الْوَلِيمَةِ فَلْيَأْتِهَا». [انظر: ٥١٧٩]

[5173] حضرت ابن عمر ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم میں سے کسی کو دعوت ولیمہ کے لیے بلایا جائے تو اسے ضرور جانا چاہیے۔''

فوائدومسائل: ① ولیمہ وہ دعوت ہے جو شادی کے موقع پر بیوی سے ملاپ کے بعد کی جاتی ہے۔ جہاں تک ممکن ہو دعوت ولیمہ ضرور کرنی چاہیے اور اس میں شرکت کرنا بھی انتہائی ضروری ہے۔ اگر روزے دار ہے تب بھی حاضر ہوتا کہ اس نکاح کا خوب اعلان و اظہار ہو۔ ② اس حدیث میں شرکت کے لیے امر کا صیغہ آیا ہے جو وجوب پر دلالت کرتا ہے۔ امام بخاری ؒ نے صیغۂ امر سے اس میں شرکت کا وجوب ثابت کیا ہے، نیز اس اطلاق سے دنوں کی کوئی تعیین ثابت نہیں ہوتی، لہٰذا حسب توفیق اسے کئی دنوں تک جاری رکھا جا سکتا ہے۔

٥١٧٤ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ: حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ سُفْيَانَ قَالَ: حَدَّثَنِي مَنْصُورٌ عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ أَبِي مُوسَى عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «فُكُّوا الْعَانِيَ، وَأَجِيبُوا الدَّاعِيَ، وَعُودُوا الْمَرِيضَ». [راجع: ٣٠٤٦]

[5174] حضرت ابوموسیٰ اشعری ؓ سے روایت ہے، وہ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ''قیدی کو رہائی دلاؤ۔ دعوت کرنے والے کی دعوت قبول کرو اور بیمار کی بیمار پرسی کرو۔''

فوائدومسائل: ① اس حدیث میں لفظ ''داعی'' عام ہے جو ہر قسم کی دعوت کرنے والے کو شامل ہے، خواہ کوئی دعوت ولیمہ کرے یا کوئی اور دعوت، بہرحال دعوت قبول کرنا ضروری ہے کیونکہ اس حدیث میں بھی امر کا صیغہ آیا ہے جو وجوب پر دلالت کرتا ہے۔ ② جمہور اہل علم کا موقف ہے کہ ولیمے کی دعوت قبول کرنا واجب ہے کیونکہ اس میں اعلانِ نکاح کو تقویت ملتی ہے لیکن دوسری دعوتیں قبول کرنا مستحب ہے۔ واضح رہے کہ جس قسم کی بھی دعوت ہو دعوت کرنے والے کی حوصلہ افزائی کرنی چاہیے۔ اگر کوئی رکاوٹ نہ ہو تو ضرور شرکت کرنی چاہیے۔ واللہ أعلم.

٥١٧٥ - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ الرَّبِيعِ: حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ عَنِ الْأَشْعَثِ، عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ سُوَيْدٍ: قَالَ الْبَرَاءُ بْنُ عَازِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: أَمَرَنَا النَّبِيُّ ﷺ بِسَبْعٍ، وَنَهَانَا عَنْ سَبْعٍ: أَمَرَنَا بِعِيَادَةِ الْمَرِيضِ، وَاتِّبَاعِ الْجِنَازَةِ، وَتَشْمِيتِ

[5175] حضرت براء بن عازب ؓ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: نبی ﷺ نے ہمیں سات کام کرنے کا حکم دیا اور سات اشیاء سے منع فرمایا: آپ نے ہمیں بیمار پرسی کرنے، جنازہ پڑھنے، چھینک لینے والے کو جواب دینے، قسم پوری کرنے، مظلوم کی مدد کرنے، سلام کہنے اور داعی کی

الْعَاطِسِ، وَإِبْرَارِ الْمُقْسِمِ، وَنَصْرِ الْمَظْلُومِ، وَإِفْشَاءِ السَّلَامِ، وَإِجَابَةِ الدَّاعِي. وَنَهَانَا عَنْ خَوَاتِيمِ الذَّهَبِ، وَعَنْ آنِيَةِ الْفِضَّةِ، وَعَنِ الْمَيَاثِرِ، وَالْقَسِّيَّةِ، وَالْإِسْتَبْرَقِ، وَالدِّيبَاجِ.

دعوت قبول کرنے کا حکم دیا، اور ہمیں سونے کی انگوٹھی پہننے، چاندی کے برتن استعمال کرنے، ریشمی گدے، ریشمی کپڑے، موٹے اور باریک ریشم کے استعمال سے منع فرمایا۔

تَابَعَهُ أَبُو عَوَانَةَ وَالشَّيْبَانِيُّ عَنْ أَشْعَثَ فِي إِفْشَاءِ السَّلَامِ. [راجع: ١٢٣٩]

ابوعوانہ اور شیبانی نے اشعث سے لفظ إفشاء السلام روایت کرنے میں ابوالاحوص کی متابعت کی ہے۔

فوائدومسائل: ① مذکورہ باتیں صرف چھ ہیں۔ راوی سے ساتویں بات رہ گئی ہے، وہ خالص ریشمی کپڑا پہننے سے منع کرنا ہے۔ ② قسم پوری کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی مسلمان دوسرے کو قسم دے کر کام کہے تو اس کی قسم کی لاج رکھنی چاہیے اور اگر وہ گناہ کا کام نہ ہو تو اسے ضرور پورا کرنا چاہیے۔ اس حدیث کے مطابق إجابة الداعي، یعنی دعوت کرنے والے کی دعوت قبول کرنے کے متعلق صیغۂ امر ہے جو وجوب پر دلالت کرتا ہے۔ ایک دوسری حدیث میں ہے کہ جس نے دعوت قبول نہ کی اس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی۔[1]

٥١٧٦ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنِ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ: دَعَا أَبُو أُسَيْدٍ السَّاعِدِيُّ رَسُولَ اللهِ ﷺ فِي عُرْسِهِ وَكَانَتِ امْرَأَتُهُ يَوْمَئِذٍ خَادِمَهُمْ وَهِيَ الْعَرُوسُ، قَالَ سَهْلٌ: تَدْرُونَ مَا سَقَتْ رَسُولَ اللهِ ﷺ؟ أَنْقَعَتْ لَهُ تَمَرَاتٍ مِنَ اللَّيْلِ فَلَمَّا أَكَلَ سَقَتْهُ إِيَّاهُ. [انظر: ٥١٨٢، ٥١٨٣، ٥٥٩١، ٥٥٩٧، ٦٦٨٥]

[5176] حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ ابو اسید ساعدی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کو اپنی شادی پر دعوت دی۔ اس دن حضرت ابو اسید رضی اللہ عنہ کی بیوی لوگوں کی خدمت کر رہی تھی اور وہی دلھن تھی۔ حضرت سہل رضی اللہ عنہ نے کہا: تم جانتے ہو کہ اس نے رسول اللہ ﷺ کو کون سا مشروب پیش کیا تھا؟ انھوں نے رات کے وقت کچھ کھجوریں پانی میں بھگو دی تھیں۔ پھر جب (صبح کے وقت) آپ ﷺ کھانے سے فارغ ہوئے تو اس نے وہی مشروب نوش کرنے کے لیے پیش کیا۔

فوائدومسائل: ① حضرت ابو اسید رضی اللہ عنہ کا نام مالک بن ربیعہ ہے جو ساعدہ قبیلے سے تعلق رکھتے ہیں۔ بدری صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں سب سے آخر میں فوت ہوئے۔ ان کی بیوی کا نام سلامہ بنت وہب ہے۔ مذکورہ واقعہ نزول حجاب، یعنی پردے کا حکم نازل ہونے سے پہلے کا ہے۔ ② دعوت ولیمہ قبول کرنے کی شرط یہ ہے کہ وہاں کوئی غیر شرعی کام نہ ہوں، چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم ایک دعوت میں گئے، وہاں انھوں نے جانداروں کی تصاویر دیکھیں تو واپس آگئے

1 صحيح البخاري، النكاح، حديث: 5177.

اور شرکت نہ کی۔[1]

(٧٣) بَابُ مَنْ تَرَكَ الدَّعْوَةَ فَقَدْ عَصَى اللهَ وَرَسُولَهُ

باب: 73- جس نے (کسی کی) دعوت قبول نہ کی تو اس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی

٥١٧٧ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ: شَرُّ الطَّعَامِ طَعَامُ الْوَلِيمَةِ، يُدْعَى لَهَا الْأَغْنِيَاءُ، وَيُتْرَكُ الْفُقَرَاءُ، وَمَنْ تَرَكَ الدَّعْوَةَ فَقَدْ عَصَى اللهَ وَرَسُولَهُ ﷺ.

[5177] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہا کرتے تھے: بدترین کھانا اس ولیمے کا کھانا ہے جس کے لیے دولت مند کو دعوت دی جاتی ہے اور فقراء کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ اور جس نے دعوت ترک کر دی (قبول نہ کی) اس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی۔

فوائد ومسائل: ① مطلق طور پر طعام ولیمہ برا نہیں بلکہ جب اس میں یہ وصف ہو کہ امیروں کو دعوت دی جائے اور غریبوں کو چھوڑ دیا جائے تو ولیمے کا کھانا بدترین کھانا ہوگا، اس لیے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے کہ جب کسی دعوت میں امیروں کو خاص طور پر مدعو کیا جائے اور غریبوں کو چھوڑ دیا جائے تو ہمیں یہ حکم ہے کہ ہم ایسی دعوت قبول نہ کریں۔ اسی طرح حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، آپ نے فرمایا: تم دعوت میں نافرمانی کا ارتکاب کرتے ہو کیونکہ ایسے لوگوں کو بلاتے ہو جو نہیں آنا چاہتے اور جو آنا چاہتے ہیں تم انھیں نظر انداز کر دیتے ہو۔[2] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: وہ دعوت ولیمہ انتہائی بری ہے جس میں ان لوگوں کو بلایا جائے جن کے پیٹ بھرے ہوں اور بھوکوں کو نظر انداز کر دیا جائے۔[3] ② اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ولیمے کی دعوت ضرور قبول کرنی چاہیے کیونکہ عصیان کا اطلاق کسی واجب اور ضروری حکم کو چھوڑنے پر ہوتا ہے۔[4]

(٧٤) بَابُ مَنْ أَجَابَ إِلَى كُرَاعٍ

باب: 74- جس نے سری پائے کی دعوت قبول کی

٥١٧٨ - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ عَنْ أَبِي حَمْزَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «لَوْ دُعِيتُ إِلَى كُرَاعٍ لَأَجَبْتُ،

[5178] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ”اگر مجھے سری پائے کی دعوت دی جائے تو میں اسے ضرور قبول کروں گا۔

① عمدة القاري: 133/14. ② فتح الباري: 305/9. ③ المعجم الكبير للطبراني: 123/12، رقم: 12754. ④ عمدة القاري: 134/14.

وَلَوْ أُهْدِيَ إِلَيَّ كُرَاعٌ لَقَبِلْتُ». [راجع: ٢٥٦٨]

اور اگر مجھے سری پائے کا ہدیہ دیا جائے تو میں ضرور قبول کروں گا۔"

فوائدومسائل: ① امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصود یہ ہے کہ دعوت ولیمہ میں اگر صرف سری پائے ہی کا اہتمام ہو تو بھی اسے ضرور قبول کرنا چاہیے۔ اسے ٹھکرانے سے اجتناب کرنا ہوگا۔ ② اس حدیث سے رسول اللہ ﷺ کی کمال تواضع اور حسن خلق کا پتا چلتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے دعوت قبول کرنے کی رغبت اس لیے دلائی ہے کہ یہ محبت والفت میں اضافے کا باعث ہے، نیز دعوت کا اہتمام کرنے والے کے لیے خوشی ومسرت کا ذریعہ ہے، نیز آپس میں مل بیٹھنے کا بہترین موقع ہے۔[1] بہرحال کسی وقت بھی اپنے بھائی کی دل شکنی نہیں کرنی چاہیے اگرچہ وہ معمولی چیز کی دعوت دے۔ غریبوں کی دعوت میں نہ جانا اور ان سے نفرت کرنا یہ فرعونیت ہے۔ ایسے متکبر لوگ اللہ تعالیٰ کے ہاں کیڑے مکوڑوں سے بھی زیادہ ذلیل ہیں۔ والله المستعان.

(٧٥) بَابُ إِجَابَةِ الدَّاعِي فِي الْعُرْسِ وَغَيْرِهِ

باب: 75- شادی وغیرہ میں دعوت دینے والے کی دعوت قبول کرنا

٥١٧٩ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ: حَدَّثَنَا الْحَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ: قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ: أَخْبَرَنِي مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «أَجِيبُوا هٰذِهِ الدَّعْوَةَ إِذَا دُعِيتُمْ لَهَا». قَالَ: كَانَ عَبْدُ اللهِ يَأْتِي الدَّعْوَةَ فِي الْعُرْسِ وَغَيْرِ الْعُرْسِ وَهُوَ صَائِمٌ. [راجع: ٥١٧٣]

[5179] حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جب تمھیں اس (ولیمے) کی دعوت دی جائے تو اسے قبول کرو۔" راوی نے کہا: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اگر روزے سے ہوتے تو بھی شادی اور غیر شادی کی دعوت میں ضرور شرکت کرتے۔

فوائدومسائل: ① دعوت ولیمہ میں شرکت کرنی چاہیے، وہاں جا کر کھانا کھانا ضروری نہیں، چنانچہ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جب تمھیں کھانے کی دعوت دی جائے تو اسے قبول کرو، وہاں جا کر اگر چاہے تو کھا لے اور اگر چاہے تو چھوڑ دے۔"[2] ② اگر کسی نے نفلی روزہ رکھا ہے تو دعوت کی خاطر اسے توڑا بھی جا سکتا ہے کیونکہ اس سے محبت میں اضافہ ہوتا ہے اور آپس میں میل ملاپ پیدا ہوتا ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے طبرانی کے حوالے سے ایک روایت نقل کی ہے کہ ایک آدمی نے دعوتِ طعام کا اہتمام کیا تو کسی نے کہا: میں تو روزے سے ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "تمھارے بھائی نے تمھیں دعوت دی

---

[1] فتح الباري: 306/9. [2] صحيح مسلم، النكاح، حديث: 3518 (1430).

ہے اور اس سلسلے میں اس نے تکلف سے کام لیا ہے، تم روزہ چھوڑ دو اگر چاہو تو اس کے بدلے کسی اور دن روزہ رکھ لو۔"[1] لیکن اس کی سند کمزور ہے، البتہ یہ متابعت وشواہد میں پیش کی جا سکتی ہے۔[2]

(٧٦) بَابُ ذَهَابِ النِّسَاءِ وَالصِّبْيَانِ إِلَى الْعُرْسِ

باب: 76- عورتوں اور بچوں کا شادی میں جانا

وضاحت: شاید کسی کے دل میں عورتوں اور بچوں کی شادی میں شرکت مکروہ ہو، اس لیے امام بخاری رحمہ اللہ نے بتایا ہے کہ ان کا شادی میں شریک ہونا بلا کراہت جائز ہے بشرطیکہ کسی قسم کے فتنے کا اندیشہ نہ ہو۔

٥١٨٠ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الْمُبَارَكِ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ صُهَيْبٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: أَبْصَرَ النَّبِيُّ ﷺ نِسَاءً وَصِبْيَانًا مُقْبِلِينَ مِنْ عُرْسٍ فَقَامَ مُمْتَنًّا فَقَالَ: «اللّٰهُمَّ أَنْتُمْ مِنْ أَحَبِّ النَّاسِ إِلَيَّ». [راجع: ٣٧٨٥]

[5180] حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے چند عورتوں اور بچوں کو ایک شادی سے واپس آتے دیکھا تو آپ مارے خوشی کے جلدی سے کھڑے ہو گئے اور فرمایا: "اللہ کی قسم! تم مجھے سب لوگوں سے زیادہ محبوب ہو۔"

فوائد ومسائل: ① یہ عورتیں اور بچے انصار کے تھے اور ان حضرات نے رسول اللہ ﷺ کو اپنے ہاں جگہ دی اور آپ کے ساتھ مل کر کفار ومشرکین کا مقابلہ کیا، اس بنا پر آپ ﷺ ان کی عورتوں اور بچوں کو دیکھ کر خوش ہوئے اور جلدی کرتے ہوئے قوت سے کھڑے ہوئے۔ ② اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر عورتوں اور بچوں کو شادی یا ولیمے میں شرکت کی دعوت دی جائے تو انھیں بھی اسے قبول کرنا چاہیے بشرطیکہ کسی قسم کے فتنے کا ڈر نہ ہو اور عورتوں کا دعوت میں جانے کے لیے اپنے خاوند سے اجازت لینا بھی ضروری ہے۔ واللہ أعلم.

(٧٧) بَابٌ: هَلْ يَرْجِعُ إِذَا رَأَى مُنْكَرًا فِي الدَّعْوَةِ؟

باب: 77- جب دعوت کے موقع پر کوئی خلاف شرع کام دیکھے تو کیا اسے واپس آ جانا چاہیے؟

وَرَأَى ابْنُ مَسْعُودٍ صُورَةً فِي الْبَيْتِ فَرَجَعَ. وَدَعَا ابْنُ عُمَرَ أَبَا أَيُّوبَ فَرَأَى فِي الْبَيْتِ سِتْرًا عَلَى الْجِدَارِ، فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ: غَلَبَنَا عَلَيْهِ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے (ولیمے والے) گھر میں ایک تصویر دیکھی تو واپس آ گئے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے حضرت ابو ایوب انصاری کی دعوت کی تو انھوں نے

---

[1] المعجم الكبير للطبراني: 152/4، رقم: 3264، طبع مكتبة المعارف. [2] فتح الباري: 308/9.

النِّسَاءُ. فَقَالَ: مَنْ كُنْتُ أَخْشَى عَلَيْهِ فَلَمْ أَكُنْ أَخْشَى عَلَيْكَ، وَاللهِ لَا أَطْعَمُ لَكُمْ طَعَامًا، فَرَجَعَ.

ان کے گھر میں دیوار پر پردہ پڑا ہوا دیکھا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے (معذرت کرتے ہوئے) کہا: عورتوں نے ہمیں مجبور کر دیا ہے۔ حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: دوسرے لوگوں کے متعلق تو مجھے اندیشہ تھا لیکن تمھارے بارے میں مجھے یہ خیال نہ تھا۔ اللہ کی قسم! میں تمھارے ہاں کھانا نہیں کھاؤں گا پھر وہ واپس چلے گئے۔

وضاحت: اکثر روایات میں حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ سے متعلق یہ واقعہ مروی ہے۔ ممکن ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھی اس قسم کا معاملہ پیش آیا ہو۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنے بیٹے حضرت سالم کی شادی کی، اس موقع پر عورتوں نے گھر کی دیواروں پر زینت کے لیے سبز پردے لٹکا دیے۔ جب حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ آئے تو انھوں نے فرمایا: تم دیواروں پر فضول پردے لٹکاتے ہو، اس کے بعد آپ واپس چلے گئے۔[1]

٥١٨١ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ: أَنَّهَا أَخْبَرَتْهُ: أَنَّهَا اشْتَرَتْ نُمْرُقَةً فِيهَا تَصَاوِيرُ، فَلَمَّا رَآهَا رَسُولُ اللهِ ﷺ قَامَ عَلَى الْبَابِ فَلَمْ يَدْخُلْ فَعَرَفْتُ فِي وَجْهِهِ الْكَرَاهِيَةَ فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، أَتُوبُ إِلَى اللهِ وَإِلَى رَسُولِهِ، مَاذَا أَذْنَبْتُ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَا بَالُ هٰذِهِ النُّمْرُقَةِ؟»، قَالَتْ: فَقُلْتُ: اشْتَرَيْتُهَا لَكَ لِتَقْعُدَ عَلَيْهَا وَتَوَسَّدَهَا، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِنَّ أَصْحَابَ هٰذِهِ الصُّوَرِ يُعَذَّبُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَيُقَالُ لَهُمْ: أَحْيُوا مَا خَلَقْتُمْ»، وَقَالَ: «إِنَّ الْبَيْتَ الَّذِي فِيهِ الصُّوَرُ لَا تَدْخُلُهُ الْمَلَائِكَةُ». [راجع: ٢١٠٥]

[5181] نبی ﷺ کی زوجہ محترمہ ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انھوں نے ایک چھوٹا سا تصویروں والا قالین خریدا۔ جب رسول اللہ ﷺ نے اسے (گھر میں لٹکتے) دیکھا تو دروازے ہی پر کھڑے ہو گئے اور اندر نہ گئے۔ مجھے آپ کے چہرۂ انور پر کراہت کے آثار محسوس ہوئے تو میں نے عرض کی: اللہ کے رسول! میں اللہ اور اس کے رسول کے حضور توبہ کرتی ہوں! میں نے کون سا گناہ کیا ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''یہ قالین کیسا ہے؟'' میں نے عرض کی: یہ تو میں نے آپ کے لیے خریدا ہے تاکہ کبھی آپ اس کو بچھا کر بیٹھیں اور کبھی اس کا تکیہ بنا لیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''یہ تصویریں بنانے والے قیامت کے دن عذاب دیے جائیں گے اور ان سے کہا جائے گا: جو تم نے بنایا ہے اس میں روح ڈالو اور اسے زندہ کرو۔'' پھر فرمایا: ''جس گھر میں یہ تصویریں ہوں وہاں رحمت کے فرشتے یقیناً نہیں آتے۔''

1 فتح الباري: 310/9.

فوائد ومسائل: ① رسول اللہ ﷺ حضرت عائشہ ؓ کے گھر میں اس لیے داخل نہ ہوئے کہ اس میں تصاویر تھیں اور یہ ان منکرات شرعیہ میں سے ہے جن کے ہوتے ہوئے وہاں جانا منع ہے کیونکہ تصاویر کی موجودگی رسول اللہ ﷺ اور فرشتوں کے دخول کے لیے رکاوٹ کا باعث تھی، لہٰذا ایسی دعوت میں بھی شریک نہیں ہونا چاہیے جہاں خلاف شرع کام ہوں۔ ② حافظ ابن حجر ؒ نے لکھا ہے کہ جس دعوت میں حرام کام ہوتا ہو اگر اس کے ازالے پر قادر ہو تو شریک ہو کر اسے دور کرے اگر اس کے ازالے پر قدرت نہ ہو تو واپس آجائے اور کھانا نہ کھائے۔ ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فاسقوں کی دعوت قبول کرنے سے منع فرمایا ہے،[1] مثلاً: وہاں لوگ شراب پیتے ہوں یا فاحشہ عورتوں کا ناچ گانا ہو تو ایسی دعوت میں شرکت نہ کرنا بہتر ہے۔[2] لیکن یہ سب کچھ حاضری کے بعد ہے اور اگر حاضری سے پہلے ہی علم ہو جائے تو دعوت قبول ہی نہ کرے۔ واللہ أعلم.

(٧٨) بَابُ قِيَامِ الْمَرْأَةِ عَلَى الرِّجَالِ فِي الْعُرْسِ وَخِدْمَتِهِمْ بِالنَّفْسِ

٥١٨٢ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ: حَدَّثَنَا أَبُو غَسَّانَ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو حَازِمٍ عَنْ سَهْلٍ قَالَ: لَمَّا عَرَّسَ أَبُو أُسَيْدٍ السَّاعِدِيُّ دَعَا النَّبِيَّ ﷺ وَأَصْحَابَهُ فَمَا صَنَعَ لَهُمْ طَعَامًا وَلَا قَرَّبَهُ إِلَيْهِمْ إِلَّا امْرَأَتُهُ أُمُّ أُسَيْدٍ، بَلَّتْ تَمَرَاتٍ فِي تَوْرٍ مِنْ حِجَارَةٍ مِنَ اللَّيْلِ، فَلَمَّا فَرَغَ النَّبِيُّ ﷺ مِنَ الطَّعَامِ أَمَاثَتْهُ لَهُ فَسَقَتْهُ تُحْفَةً بِذٰلِكَ. [راجع: ٥١٧٦]

باب: 78- شادی بیاہ میں عورت کا مردوں کی خدمت کے لیے کھڑے ہونا اور بذات خود ان کی خدمت کرنا

[5182] حضرت سہل ؓ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: جب حضرت ابو اسید ساعدی ؓ نے شادی کی تو انھوں نے نبی ﷺ اور آپ کے صحابۂ کرام ؓ کو دعوتِ طعام دی، اس موقع پر کھانا ان کی دلھن ام اسید ؓ نے خود ہی تیار کیا اور خود ہی مردوں کو پیش کیا۔ انھوں نے پتھر کے ایک بڑے پیالے میں رات کے وقت کھجوریں بھگو دی تھیں، پھر جب نبی ﷺ کھانے سے فارغ ہوئے تو ام اسید ؓ نے ہی شربت تیار کیا اور آپ ﷺ کو بطور تحفہ پیش کیا۔

فوائد ومسائل: ① اس سے معلوم ہوا کہ بوقت ضرورت دلھن بھی فرائض میزبانی ادا کر سکتی ہے اور پردے کے ساتھ وہ گھر میں کام کاج کر سکتی ہے۔ اس میں کوئی حرج نہیں۔ ② حافظ ابن حجر ؒ نے لکھا ہے کہ اس حدیث سے بیوی کا خاوند اور مہمانوں کی خدمت کرنا ثابت ہوتا ہے، خاوند کے علاوہ دوسرے لوگوں کی خدمت اس وقت جائز ہے جب کسی قسم کے فتنے کا اندیشہ نہ ہو اور عورت بھی پردے کی پابندی کرے، نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ خاوند اپنی بیوی سے اس طرح کی خدمت لے سکتا ہے۔ واللہ أعلم.[3]

---

① المعجم الكبير للطبراني: 275/1، رقم: 444، طبع مكتبة المعارف. ② فتح الباري: 310/9. ③ فتح الباري: 312/9.

(٧٩) بَابُ النَّقِيعِ وَالشَّرَابِ الَّذِي لَا يُسْكِرُ فِي الْعُرْسِ

باب: 79- شادی کے موقع پر جوس اور ایسا مشروب پیش کرنا جو نشہ آور نہ ہو

٥١٨٣ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ: حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ ابْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْقَارِيُّ عَنْ أَبِي حَازِمٍ قَالَ: سَمِعْتُ سَهْلَ بْنَ سَعْدٍ: أَنَّ أَبَا أُسَيْدٍ السَّاعِدِيَّ دَعَا النَّبِيَّ ﷺ لِعُرْسِهِ فَكَانَتِ امْرَأَتُهُ خَادِمَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَهِيَ الْعَرُوسُ. فَقَالَتْ - أَوْ قَالَ - : أَتَدْرُونَ مَا أَنْقَعْتُ لِرَسُولِ اللهِ ﷺ؟ أَنْقَعْتُ لَهُ تَمَرَاتٍ مِنَ اللَّيْلِ فِي تَوْرٍ. [راجع: ٥١٧٦]

[5183] حضرت سہل بن سعد ؓ سے روایت ہے کہ حضرت ابو اسید ساعدی ؓ نے اپنی شادی کے موقع پر نبی ﷺ کو مدعو کیا تو اس دن ان کی بیوی ہی مدعوین کی خدمت گزار تھی جبکہ وہ ابھی دلھن تھی۔ انھوں نے کہا: کیا تمھیں معلوم ہے کہ میں نے کون سا جوس رسول اللہ ﷺ کے لیے تیار کیا تھا؟ میں نے رات کے وقت ہی ایک پتھر کے پیالے میں کچھ کھجوریں بھگو دیں (اور ان کا جوس رسول اللہ ﷺ کو پلایا تھا)۔

فوائد ومسائل: ① عنوان میں نقیع کے بعد شراب کا ذکر کیا گیا ہے جو فقہی اصطلاح میں عام کا خاص پر عطف ہے۔ ② مشروب کے لیے شرط ہے کہ اس میں نشہ نہ ہو کیونکہ نشہ آور کوئی بھی مشروب استعمال کرنا جائز نہیں ہے۔ ③ یاد رہے کہ نقیع وہ کھجوریں ہیں جو پانی میں ڈال دی جائیں تاکہ ان کی مٹھاس نکل آئے، جسے ہماری زبان میں کھجور کا جوس (نبیذ) کہتے ہیں۔ ④ عربوں کے ہاں کھجور ایک مرغوب اور بکثرت ملنے والا میوہ ہے۔ کھانے میں اور شربت بنانے میں عرب اسی کو استعمال کرتے تھے جیسا کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے۔ واللہ أعلم.

(٨٠) بَابُ الْمُدَارَاةِ مَعَ النِّسَاءِ

باب: 80- عورتوں کے معاملے میں نرمی کرنا

وَقَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ: «إِنَّمَا الْمَرْأَةُ كَالضِّلَعِ».

نبی ﷺ نے فرمایا: ''عورت پسلی کی مانند ہے۔''

٥١٨٤ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «اَلْمَرْأَةُ كَالضِّلَعِ إِنْ أَقَمْتَهَا كَسَرْتَهَا وَإِنِ اسْتَمْتَعْتَ بِهَا اسْتَمْتَعْتَ بِهَا وَفِيهَا عِوَجٌ». [راجع: ٣٣٣١]

[5184] حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''عورت پسلی کی طرح ہے۔ اگر تم اسے سیدھا کرنا چاہو گے تو اسے توڑ بیٹھو گے۔ اگر تم اس سے فائدہ حاصل کرنا چاہتے ہو تو اس کے ٹیڑھے پن کی موجودگی میں فائدہ حاصل کرتے رہو۔''

فوائدومسائل: ① ایک روایت میں ہے: ''عورت آپ کے مزاج کے مطابق بالکل سیدھی نہیں ہوگی، اس لیے اس میں ٹیڑھ کے ہوتے ہوئے اس سے فائدہ اٹھاتے رہو۔ اگر تم اسے سیدھا کرنے لگو گے تو ٹوٹ جائے گی اور اس کا ٹوٹ جانا اسے طلاق مل جانا ہے۔''[1] ایک دوسری روایت میں ہے: ''پسلی کا ٹیڑھا حصہ اوپر کی طرف ہوتا ہے۔''[2] ② اس حدیث میں اشارہ ہے کہ عورت کا ٹیڑھا پن بھی اوپر کی طرف، یعنی زبان کی جانب ہے، اس لیے عورت کی زبان درازی اور سخت گوئی پر صبر کرتے ہوئے زندگی کے دن بسر کیے جائیں۔ ③ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ عورت ذات سے نرمی اور رواداری سے کام لینا چاہیے۔ نتیجے میں گھر اجڑ جاتے ہیں۔ واللّٰہ أعلم.

(٨١) بَابُ الْوَصَاةِ بِالنِّسَاءِ

باب: 81- عورتوں سے حسنِ سلوک کی بابت نبی ﷺ کی وصیت

٥١٨٥ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ نَصْرٍ: حَدَّثَنَا حُسَيْنٌ الْجُعْفِيُّ عَنْ زَائِدَةَ، عَنْ مَيْسَرَةَ، عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلَا يُؤْذِي جَارَهُ». [انظر: ٦٠١٨، ٦١٣٦، ٦١٣٨، ٦٤٧٥]

[5185] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ''جو شخص اللہ پر ایمان اور یوم آخرت پر یقین رکھتا ہو اسے چاہیے کہ وہ اپنے پڑوسی کو تکلیف نہ دے۔''

٥١٨٦ - «وَاسْتَوْصُوا بِالنِّسَاءِ خَيْرًا، فَإِنَّهُنَّ خُلِقْنَ مِنْ ضِلَعٍ، وَإِنَّ أَعْوَجَ شَيْءٍ فِي الضِّلَعِ أَعْلَاهُ، فَإِنْ ذَهَبْتَ تُقِيمُهُ كَسَرْتَهُ، وَإِنْ تَرَكْتَهُ لَمْ يَزَلْ أَعْوَجَ، فَاسْتَوْصُوا بِالنِّسَاءِ خَيْرًا». [راجع: ٣٣٣١]

[5186] ''اور عورتوں کے متعلق بھلائی کی وصیت قبول کرو کیونکہ وہ پسلی سے پیدا شدہ ہیں اور پسلی کا سب سے ٹیڑھا حصہ اوپر والا ہوتا ہے۔ اگر تم اسے سیدھا کرو گے تو توڑ دو گے۔ اور اگر اسے چھوڑ دو گے تو وہ مسلسل ٹیڑھی ہوتی چلی جائے گی، اس لیے عورتوں کے متعلق بھلائی کی وصیت قبول کرو۔''

فوائدومسائل: ① عورت کا اوپر والا حصہ سر ہے جس میں زبان ہوتی ہے اور اس کی زبان درازی اور فحش گوئی سے ہی انسان کو زیادہ تکلیف اٹھانی پڑتی ہے۔ ② اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عورت کی طبیعت اور اس کے مزاج میں ٹیڑھ پن ہے اور اس سے فائدہ اٹھانے کی یہی صورت ہے کہ اس کے ساتھ بھلائی کی جائے اور اس کے ٹیڑھے پن پر صبر کیا جائے اور اس کے سیدھا کرنے میں زیادہ حرص نہ کی جائے۔ اگر اسے اپنے حال پر چھوڑ دیا جائے تو وہ مزید بگڑ جائے گی، لہٰذا اس کے معاملے میں

1 صحیح مسلم، الرضاع، حدیث: 3643 (715). 2 صحیح مسلم، الرضاع، حدیث: 3644 (715).

میانہ روی کا مظاہرہ کرنا چاہیے۔ ③ علامہ عینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: عورت کا بالکل سیدھا ہونا ناممکنات میں سے ہے۔ اگر پانی سر سے گزر جائے تو اس پسلی کو توڑ دیا جائے، یعنی اسے طلاق دے کر ذہنی بوجھ کو ہلکا کیا جاسکتا ہے۔[1]

٥١٨٧ - حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: كُنَّا نَتَّقِي الْكَلَامَ وَالِانْبِسَاطَ إِلَى نِسَائِنَا عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ هَيْبَةَ أَنْ يَنْزِلَ فِينَا شَيْءٌ، فَلَمَّا تُوُفِّيَ النَّبِيُّ ﷺ تَكَلَّمْنَا وَانْبَسَطْنَا.

[5187] حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: ہم نبی ﷺ کے عہد مبارک میں اپنی بیویوں سے کھل کر باتیں کرنے اور زیادہ بے تکلفی سے اس اندیشے کی بنا پر پرہیز کرتے تھے کہ مبادا ہمارے متعلق کوئی حکم نازل ہو جائے۔ جب نبی ﷺ کی وفات ہوگئی تو پھر ہم نے ان سے خوب کھل کر گفتگو کی اور بے تکلفی سے خوش طبعی کرنے لگے۔

فوائد ومسائل: ① عورتوں سے گپ شپ لگانے کا لازمی نتیجہ یہ برآمد ہوتا ہے کہ مار پٹائی تک نوبت آجاتی ہے کیونکہ اپنے اہل خانہ سے کھل کر بات کرے گا تو خاوند کو ان کا نازنخرہ برداشت کرنا ہوگا۔ بعض اوقات اس دوران میں عورتیں خاوند کی پاسداری بھی ملحوظ نہیں رکھ پاتیں جس سے نافرمانی کا ظہور ہوتا ہے، پھر معاملہ زدوکوب تک جا پہنچتا ہے۔ ② اس سے معلوم ہوا کہ انسان کو عورتوں کے معاملے میں احتیاط سے کام لینا چاہیے۔ ان کی طرف سے پہنچنے والی تکلیف کو برداشت کرے اور غصے و طیش کے وقت حوصلے سے کام لے۔ رسول اللہ ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن بھی بعض اوقات آپ کی باتوں کا جواب دیتی تھیں بلکہ رات بھر آپ کو چھوڑ دیتی تھیں۔ ہمارے رجحان کے مطابق عورتوں کے ساتھ اعلیٰ سلوک یہ ہے کہ ان سے گپ شپ کرے اور معاملات میں ان کی عقلی استعداد کو ضرور مدنظر رکھے۔

(٨٢) بَابٌ: ﴿قُوٓا أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا﴾ [التحريم: ٦]

باب: 82- (ارشاد باری تعالیٰ:) ''تم خود کو اور اپنے اہل خانہ کو جہنم کی آگ سے بچاؤ'' کا بیان

٥١٨٨ - حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْؤُولٌ: فَالْإِمَامُ رَاعٍ وَهُوَ مَسْؤُولٌ، وَالرَّجُلُ رَاعٍ عَلَى أَهْلِهِ وَهُوَ مَسْؤُولٌ، وَالْمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ عَلَى بَيْتِ

[5188] حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے ہر ایک نگران ہے اور ہر ایک سے باز پرس ہوگی۔ حاکم وقت نگہبان ہے، اسے بھی پوچھا جائے گا۔ مرد، اپنے اہل خانہ کا نگران ہے، اس سے سوال و جواب ہوگا۔ عورت اپنے خاوند کے

1 عمدة القاري: 143/14.

زَوْجِهَا وَهِيَ مَسْؤُولَةٌ، وَالْعَبْدُ رَاعٍ عَلَى مَالِ سَيِّدِهِ وَهُوَ مَسْؤُولٌ، أَلَا فَكُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْؤُولٌ». [راجع: ٨٩٣]

گھر کی نگران ہے، اس سے بھی پوچھا جائے گا۔ اور غلام اپنے آقا کے مال کا نگران ہے، اسے پوچھا جائے گا۔ الغرض تم میں سے ہر ایک نگران ہے اور تم میں سے ہر ایک سے سوال ہوگا۔"

فوائدومسائل: ① انسان کی بیوی بچوں پر لفظ اہل کا اطلاق ہوتا ہے۔ بیوی کے لیے اہلیہ کا اطلاق اسی سے ماخوذ ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ کا مطلب ہے کہ تم اپنے اہل وعیال کو جہنم سے بچانے کی فکر کرو۔ انھیں گناہ کرنے سے باز رکھو، نیک کام کرنے پر آمادہ کرو۔ انھیں آداب واخلاق سکھاؤ، شر اور سرکشی سے منع کرو۔ قرآن کریم میں اپنے اہل وعیال کے متعلق درج ذیل دعا پڑھنے کی تلقین کی گئی ہے: "وہ (رحمٰن کے بندے) دعا کرتے ہیں: اے ہمارے رب! ہمیں اپنی بیویوں اور اولاد کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما اور ہمیں پرہیز گاروں کا پیشوا بنا۔"[1] ② بیوی اور اولاد سے انسان کو فطری طور پر محبت ہوتی ہے اور بعض اوقات یہ دونوں اس کے لیے آزمائش کا ذریعہ بن جاتے ہیں، لہٰذا ہر مسلمان کو ان کے حق میں دعا کرتے رہنا چاہیے کہ وہ اللہ کے نافرمان اور دین سے بیگانہ رہ کر جہنم کا ایندھن اور اس کے لیے پریشانیوں کا باعث نہ بنیں۔ بہتر انسان وہ ہے جو خود بھی نیک ہو اور اپنے بیوی بچوں کے حق میں بھی خیر خواہی کے جذبات رکھے، محبت اور نرمی سے گھر کا نظام بہتر بنائے، اپنے اہل خانہ سے خوش اخلاقی کا برتاؤ کرے اور انھیں جہنم سے بچانے کے لیے ہر ممکن کوشش کرے۔

(٨٣) بَابُ حُسْنِ الْمُعَاشَرَةِ مَعَ الْأَهْلِ

باب: 83- بیوی کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا

٥١٨٩ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَعَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالَا: أَخْبَرَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ: حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: جَلَسَ إِحْدَى عَشْرَةَ امْرَأَةً: فَتَعَاهَدْنَ وَتَعَاقَدْنَ أَنْ لَا يَكْتُمْنَ مِنْ أَخْبَارِ أَزْوَاجِهِنَّ شَيْئًا. قَالَتِ الْأُولَى: زَوْجِي لَحْمُ جَمَلٍ غَثٌّ عَلَى رَأْسِ جَبَلٍ، لَا سَهْلٍ فَيُرْتَقَى، وَلَا سَمِينٍ فَيُنْتَقَلُ.

[5189] حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: گیارہ عورتوں کا ایک اجتماع ہوا اور انھوں نے یہ طے کیا کہ وہ اپنے شوہروں کے متعلق کوئی چیز مخفی نہیں رکھیں گی، چنانچہ پہلی نے کہا: میرا شوہر ایک دبلے اونٹ کا گوشت ہے جو پہاڑ کی چوٹی پر رکھا ہوا ہو، نہ تو وہاں جانے کا راستہ ہموار ہے کہ آسانی سے چڑھ کر اسے لایا جائے اور نہ وہ گوشت ایسا عمدہ ہے کہ اسے ضرور لایا جائے۔

قَالَتِ الثَّانِيَةُ: زَوْجِي لَا أَبُثُّ خَبَرَهُ، إِنِّي

دوسری نے کہا: میں اپنے خاوند کا حال بیان کروں تو

① الفرقان 25:74.

أَخَافُ أَنْ لَا أَذَرَهُ، إِنْ أَذْكُرْهُ أَذْكُرْ عُجَرَهُ وَبُجَرَهُ.

کہاں تک کروں! میں ڈرتی ہوں کہ سب کچھ بیان نہ کر سکوں گی، اس کے باوجود اگر بیان کروں تو اس کے کھلے اور چھپے عیب سب بیان کر سکتی ہوں۔

قَالَتِ الثَّالِثَةُ: زَوْجِي الْعَشَنَّقُ إِنْ أَنْطِقْ أُطَلَّقْ، وَإِنْ أَسْكُتْ أُعَلَّقْ.

تیسری نے کہا: میرا شوہر دراز قد کمزور ہے، اگر عیب بیان کروں تو طلاق تیار ہے اور اگر خاموش رہوں تو معلق رہوں گی۔

قَالَتِ الرَّابِعَةُ: زَوْجِي كَلَيْلِ تِهَامَةَ لَا حَرٌّ وَلَا قُرٌّ، وَلَا مَخَافَةَ وَلَا سَآمَةَ.

چوتھی نے کہا: میرا خاوند شب تہامہ کی طرح معتدل ہے۔ نہ گرم ہے اور نہ ٹھنڈا۔ اس سے مجھے کوئی خوف ہے اور نہ اکتاہٹ کا اندیشہ۔

قَالَتِ الْخَامِسَةُ: زَوْجِي إِنْ دَخَلَ فَهِدَ وَإِنْ خَرَجَ أَسِدَ، وَلَا يَسْأَلُ عَمَّا عَهِدَ.

پانچویں نے کہا: میرا شوہر اگر گھر میں آئے تو چیتے کی طرح ہے اور اگر باہر جائے تو مثل شیر ہے۔ گھر میں جو چیز چھوڑ جاتا ہے اس کے متعلق باز پرس نہیں کرتا۔

قَالَتِ السَّادِسَةُ: زَوْجِي إِنْ أَكَلَ لَفَّ، وَإِنْ شَرِبَ اشْتَفَّ، وَإِنِ اضْطَجَعَ الْتَفَّ، وَلَا يُولِجُ الْكَفَّ لِيَعْلَمَ الْبَثَّ.

چھٹی نے کہا: میرا شوہر اگر کھانا شروع کرے تو سب کچھ چٹ کر جاتا ہے اور جب پینے لگتا ہے تو ایک بوند بھی نہیں چھوڑتا۔ اور جب لیٹتا ہے تو تنہا ہی اپنے اوپر کپڑا لپیٹ لیتا ہے میرے کپڑے میں کبھی ہاتھ نہیں ڈالتا کہ میرا دکھ درد معلوم کرے۔

قَالَتِ السَّابِعَةُ: زَوْجِي غَيَايَاءُ أَوْ عَيَايَاءُ طَبَاقَاءُ، كُلُّ دَاءٍ لَهُ دَاءٌ، شَجَّكِ أَوْ فَلَّكِ أَوْ جَمَعَ كُلًّا لَكِ.

ساتویں نے کہا: میرا خاوند جاہل یا مست ہے۔ صحبت کے وقت اپنا سینہ میرے سینے سے لگا کر اوندھا پڑ جاتا ہے۔ دنیا کی ہر بیماری اس میں موجود ہے۔ اگر تو بات کرے تو سر پھوڑ دے یا جسم زخمی کر دے یا دونوں ہی کر گزرے۔

قَالَتِ الثَّامِنَةُ: زَوْجِي الْمَسُّ مَسُّ أَرْنَبٍ، وَالرِّيحُ رِيحُ زَرْنَبٍ.

آٹھویں نے کہا: میرا خاوند چھونے میں خرگوش کی طرح نرم ہے۔ اس کی خوشبو زعفران کی خوشبو ہے۔

قَالَتِ التَّاسِعَةُ: زَوْجِي رَفِيعُ الْعِمَادِ،

نویں نے کہا: میرا خاوند اونچے گھر والا، اس کا شمشیر

طَوِيلُ النِّجَادِ، عَظِيمُ الرَّمَادِ، قَرِيبُ الْبَيْتِ مِنَ النَّادِ.

بند بڑا دراز، بہت راکھ والا اور اس کا گھر محفل خانے کے قریب ہے۔

قَالَتِ الْعَاشِرَةُ: زَوْجِي مَالِكٌ وَمَا مَالِكٌ، مَالِكٌ خَيْرٌ مِنْ ذٰلِكَ، لَهُ إِبِلٌ كَثِيرَاتُ الْمَبَارِكِ، قَلِيلَاتُ الْمَسَارِحِ، وَإِذَا سَمِعْنَ صَوْتَ الْمِزْهَرِ أَيْقَنَّ أَنَّهُنَّ هَوَالِكُ.

دسویں نے کہا: میرا خاوند مالک ہے اور مالک کے کیا ہی کہنے! اس سے بہتر کوئی نہیں دیکھا گیا۔ اس کے اونٹ باڑوں میں جانے والے زیادہ ہیں اور چراگاہوں میں جانے والے بہت کم ہیں۔ جب وہ باجے کی آواز سنتے ہیں تو انھیں اپنے ذبح ہونے کا یقین ہو جاتا ہے۔

قَالَتِ الْحَادِيَةَ عَشْرَةَ: زَوْجِي أَبُو زَرْعٍ، فَمَا أَبُو زَرْعٍ؟ أَنَاسَ مِنْ حُلِيٍّ أُذُنَيَّ، وَمَلَأَ مِنْ شَحْمٍ عَضُدَيَّ، وَبَجَّحَنِي فَبَجِحَتْ إِلَيَّ نَفْسِي، وَجَدَنِي فِي أَهْلِ غُنَيْمَةٍ بِشِقٍّ فَجَعَلَنِي فِي أَهْلِ صَهِيلٍ وَأَطِيطٍ، وَدَائِسٍ وَمُنَقٍّ، فَعِنْدَهُ أَقُولُ فَلَا أُقَبَّحُ، وَأَرْقُدُ فَأَتَصَبَّحُ، وَأَشْرَبُ فَأَتَقَنَّحُ.

گیارھویں نے کہا: میرا شوہر ابوزرع ہے۔ ابوزرع کے کیا کہنے! اس نے زیورات سے میرے کان بھر دیے۔ مجھے کھلا کھلا کر میرے دونوں بازو چربی سے بھر دیے۔ مجھے اس نے ایسا خوش و خرم رکھا کہ میں خود پسندی اور عجب میں مبتلا ہوں۔ مجھے اس نے ایک ایسے (غریب) گھرانے میں پایا تھا جو بڑی تنگی کے ساتھ چند بکریوں پر گزارا کرتے تھے، وہاں سے مجھے ایسے خوشحال خاندان میں لے آیا کہ مجھے گھوڑوں، اونٹوں اور کھیت کھلیان سب کا مالک بنا دیا۔ وہ خوش اخلاق اس قدر ہے کہ میری کسی بات پر مجھے برا بھلا نہیں کہتا۔ اس کے ہاں میں جب سوتی ہوں تو صبح کر دیتی ہوں، جب میں پیتی ہوں تو خوب اطمینان سے سیراب ہو کر پیتی ہوں۔

أُمُّ أَبِي زَرْعٍ، فَمَا أُمُّ أَبِي زَرْعٍ؟ عُكُومُهَا رَدَاحٌ، وَبَيْتُهَا فَسَاحٌ.

ابوزرع کی ماں! تو میں اس کی کیا خوبیاں بیان کروں۔ اس کے بڑے بڑے برتن ہمیشہ بھرپور رہتے ہیں، اس کا گھر بھی بہت وسیع ہے۔

اِبْنُ أَبِي زَرْعٍ، فَمَا ابْنُ أَبِي زَرْعٍ؟ مَضْجِعُهُ كَمَسَلِّ شَطْبَةٍ، وَيُشْبِعُهُ ذِرَاعُ الْجَفْرَةِ.

ابوزرع کا بیٹا، وہ کیسی شان والا ہے! وہ چھریرے بدن والا کہ ننگی تلوار کے برابر اس کے سونے کی جگہ ہے، چھوٹی بکری کے ایک بچے کی دستی سے اس کا پیٹ بھر جاتا ہے۔

بِنْتُ أَبِي زَرْعٍ، فَمَا بِنْتُ أَبِي زَرْعٍ؟ طَوْعُ أَبِيهَا، وَطَوْعُ أُمِّهَا، وَمِلْءُ كِسَائِهَا، وَغَيْظُ جَارَتِهَا.

ابوزرع کی بیٹی، اس کے کیا کہنے! وہ اپنے باپ کی فرمانبردار، ماں کی اطاعت گزار، موٹی تازی، بھرپور کپڑے زیب تن کرنے والی کہ سوکن کے لیے جلن کا باعث ہے۔

جَارِيَةُ أَبِي زَرْعٍ، فَمَا جَارِيَةُ أَبِي زَرْعٍ؟ لَا تَبُثُّ حَدِيثَنَا تَبْثِيثًا، وَلَا تُنَقِّثُ مِيرَتَنَا تَنْقِيثًا، وَلَا تَمْلَأُ بَيْتَنَا تَعْشِيشًا.

ابوزرع کی لونڈی! وہ بھی بہت شان و شوکت والی ہے۔ گھر کی بات باہر جا کر نہیں کرتی۔ کھانے تک کی چیز بلا اجازت نہیں لیتی اور ہمارا گھر خس و خاشاک سے نہیں بھرتی۔

قَالَتْ: خَرَجَ أَبُو زَرْعٍ وَالْأَوْطَابُ تُمْخَضُ، فَلَقِيَ امْرَأَةً مَعَهَا وَلَدَانِ لَهَا كَالْفَهْدَيْنِ، يَلْعَبَانِ مِنْ تَحْتِ خَصْرِهَا بِرُمَّانَتَيْنِ فَطَلَّقَنِي وَنَكَحَهَا.

اس نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا: ابوزرع باہر گیا جبکہ دودھ سے برتن بھرے ہوئے تھے اور ان سے مکھن نکالا جا رہا تھا، اس دوران میں اس نے ایک عورت دیکھی جس کے دو بچے چیتوں کی طرح تھے اور اس کی کمر کے نیچے دو اناروں سے کھیل رہے تھے۔ میرے شوہر نے مجھے طلاق دے کر اس سے نکاح کر لیا۔

فَنَكَحْتُ بَعْدَهُ رَجُلًا سَرِيًّا، رَكِبَ شَرِيًّا، وَأَخَذَ خَطِّيًّا، وَأَرَاحَ عَلَيَّ نَعَمًا ثَرِيًّا، وَأَعْطَانِي مِنْ كُلِّ رَائِحَةٍ زَوْجًا، وَقَالَ: كُلِي أُمَّ زَرْعٍ، وَمِيرِي أَهْلَكِ. قَالَتْ: فَلَوْ جَمَعْتُ كُلَّ شَيْءٍ أَعْطَانِيهِ مَا بَلَغَ أَصْغَرَ آنِيَةِ أَبِي زَرْعٍ.

اس کے بعد میں نے ایک دوسرے شریف مال دار سے نکاح کر لیا جو عربی گھوڑے پر سواری کرتا اور ہاتھ میں نیزہ پکڑتا تھا۔ اس نے مجھے بہت سی نعمتیں اور ہر قسم کے جانور دیے، نیز مال و اسباب میں سے ہر قسم کا جوڑا، جوڑا عطا کیا۔ اس نے یہ بھی کہا: اے ام زرع! تم خود بھی کھاؤ پیو اور اپنے عزیز و اقارب کو بھی خوب کھلاؤ پلاؤ۔ لیکن بات یہ ہے کہ اگر میں اس کی تمام عطاؤں کو جمع کروں تو ابوزرع کا چھوٹے سے چھوٹا برتن بھی نہ بھر سکے۔

قَالَتْ عَائِشَةُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «كُنْتُ لَكِ كَأَبِي زَرْعٍ لِأُمِّ زَرْعٍ».

حضرت عائشہ ؓ نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''عائشہ! میں بھی تیرے لیے ایسا ہی ہوں جیسا کہ ام زرع کے لیے ابوزرع تھا۔''

قَالَ سَعِيدُ بْنُ سَلَمَةَ: قَالَ هِشَامٌ: وَلَا تُعَشِّشُ بَيْتَنَا تَعْشِيشًا.

(ایک روایت کے مطابق راویٔ حدیث) حضرت ہشام نے یہ الفاظ بیان کیے ہیں: ''وہ لونڈی ہمارے گھر میں کوڑا

کچرا جمع کر کے اسے میلا کچیلا نہیں کرتی۔"

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ: وَقَالَ بَعْضُهُمْ: فَأَتَقَمَّحُ، بِالْمِيمِ، وَهٰذَا أَصَحُّ.

ابوعبداللہ (امام بخاری رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: کچھ راویوں نے فَأَتَقَنَّحُ کو نون کے بجائے میم کے ساتھ، یعنی فَأَتَقَمَّحُ پڑھا ہے اور یہ زیادہ صحیح ہے۔

فوائد ومسائل: ① عورتوں کے ساتھ حسن معاشرت کے سلسلے میں حدیث ام زرع بنیادی حیثیت رکھتی ہے۔ اس میں کوئی افسانوی آمیزش نہیں بلکہ ایک حقیقت کو بیان کیا گیا ہے، بلکہ دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ خود رسول اللہ ﷺ نے یہ واقعہ بیان کیا ہے، چنانچہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: ''میری تیرے ساتھ وہی حیثیت ہے جو ابوزرع کی ام زرع کے ساتھ تھی۔'' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی: اللہ کے رسول! ابوزرع کون تھا؟ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے یہ واقعہ بیان فرمایا۔[1] ② اس واقعے میں دور جاہلیت میں اندرون خانہ کی خوب عکاسی کی گئی ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد تو ابوزرع کے کردار کو نمایاں کرنا ہے کیونکہ عورتوں سے حسن معاشرت کو اسی کردار سے ثابت کیا گیا ہے۔ دراصل عورت ذات اپنے خاوند کے سلسلے میں کچھ بخیل ثابت ہوئی ہے۔ وہ اس کی فداکاری، جاں نثاری اور وفاداری کو کھلے دل سے تسلیم نہیں کرتی۔ ایک حدیث میں ہے کہ اکثر عورتیں جو جہنم کا ایندھن بنیں گی، ان میں یہی ''ناشکری'' ہوگی لیکن اس حدیث کے مطابق ام زرع نے تو کمال کر دکھایا ہے۔ اس نے ابوزرع کی ہی تعریف نہیں کی بلکہ اس نے ابوزرع کی ماں، ابوزرع کے بیٹے، اس کی بیٹی اور اس کی لونڈی کی بھی خوب خوب تعریف کی ہے۔ ابوزرع کی محبت تو اس کے دل کے نہاں خانے میں اس طرح پیوست ہو چکی تھی کہ طلاق ملنے کے بعد بھی وہ اسے فراموش نہیں کر پائی بلکہ اس کی مہر ووفا کو بڑے خوبصورت الفاظ میں بیان کیا ہے جیسا کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے لکھا ہے: ''محبت تو پہلے حبیب کے لیے ہی ہوتی ہے۔''[2] ③ خود رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: ''اے عائشہ! میں بھی تیرے لیے اسی طرح ہوں جس طرح ام زرع کے لیے ابوزرع تھا، بلکہ میں تو اس سے بڑھ کر ہوں کیونکہ اس نے زندگی کے آخری حصے میں ام زرع کو طلاق دے دی تھی لیکن میں تجھے طلاق نہیں دوں گا۔'' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی: اللہ کے رسول! میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں! میرے لیے آپ کی حیثیت ابوزرع سے بھی بڑھ کر ہے۔[3] ④ دل چاہتا ہے کہ اس حدیث کے ایک ایک لفظ کی وضاحت کروں اور اس میں بیان کردہ بیویوں کے اپنے خاوندوں کے متعلق جذبات کی تشریح کروں لیکن اس وضاحت وتشریح میں کچھ رکاوٹیں حائل ہیں۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے جس مقصد کے لیے یہ حدیث پیش کی ہے ہم نے اسے کھول کر بیان کر دیا ہے، اللہ تعالیٰ اس پر عمل کی توفیق دے۔ آمین.

٥١٩٠ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ: أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ،

[5190] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ حبشی لوگ اپنے چھوٹے چھوٹے نیزوں سے کھیل

① السنن الكبرٰى للنسائي: 5/385، رقم: 9139، وفتح الباري: 9/318. ② فتح الباري: 9/341. ③ المعجم الكبير للطبراني: 23/164، 171، 173، وفتح الباري: 9/341.

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ الْحَبَشُ يَلْعَبُونَ بِحِرَابِهِمْ فَيَسْتُرُنِي رَسُولُ اللهِ ﷺ وَأَنَا أَنْظُرُ، فَمَا زِلْتُ أَنْظُرُ حَتَّى كُنْتُ أَنَا أَنْصَرِفُ فَاقْدُرُوا قَدْرَ الْجَارِيَةِ الْحَدِيثَةِ السِّنِّ تَسْمَعُ اللَّهْوَ.
[راجع: ٤٥٤]

رہے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے مجھے چھپا لیا اور میں ان کے کرتب دیکھ رہی تھی۔ میں مسلسل محظوظ ہوتی رہی حتی کہ خود ہی تھک کر لوٹ آئی۔ تم ایک نوخیز لڑکی کی رغبت کا اندازہ کرو جو دیر تک ان کا کھیل دیکھتی رہی اور ان کے نغمے سنتی رہی ہو۔

فوائد ومسائل: ① حضرت عائشہ ؓ نے اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ کے اخلاق کریمانہ کی تصویر کشی کی ہے کہ آپ بہت دیر تک مسجد میں کھڑے رہے۔ آپ ﷺ نے خود بھی فن حرب (جنگی کرتب) کا مشاہدہ کیا اور مجھے بھی دکھایا تاکہ ضرورت کے وقت عورتیں بھی مردوں کے شانہ بشانہ رہیں۔ ② رسول اللہ ﷺ اپنی بیویوں کے ساتھ انتہائی حسن سلوک سے پیش آتے تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ دیکھتے وقت میرا رخسار آپ ﷺ کے رخسار کے اوپر تھا، حتی کہ جب میں خود اکتا گئی تو آپ نے فرمایا: ''تو سیر ہوگئی ہے؟'' میں نے کہا: ہاں، تو آپ نے فرمایا: ''اب چلی جاؤ۔''[1] اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنی بیویوں کے پاکیزہ جذبات کا کس قدر احترام کرتے تھے۔

(٨٤) بَابُ مَوْعِظَةِ الرَّجُلِ ابْنَتَهُ لِحَالِ زَوْجِهَا

باب: 83- شوہر کے معاملات میں آدمی کا اپنی لخت جگر کو نصیحت کرنا

٥١٩١ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ اللهِ ابْنِ أَبِي ثَوْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: لَمْ أَزَلْ حَرِيصًا عَلَى أَنْ أَسْأَلَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ عَنِ الْمَرْأَتَيْنِ مِنْ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ ﷺ اللَّتَيْنِ قَالَ اللهُ تَعَالَى: ﴿إِن تَتُوبَآ إِلَى ٱللَّهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوبُكُمَا﴾ [التحريم: ٤] حَتَّى حَجَّ وَحَجَجْتُ مَعَهُ، وَعَدَلَ وَعَدَلْتُ مَعَهُ بِإِدَاوَةٍ فَتَبَرَّزَ ثُمَّ جَاءَ فَسَكَبْتُ عَلَى يَدَيْهِ مِنْهَا فَتَوَضَّأَ، فَقُلْتُ لَهُ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ، مَنِ الْمَرْأَتَانِ مِنْ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ ﷺ اللَّتَانِ قَالَ اللهُ تَعَالَى: ﴿إِن تَتُوبَآ إِلَى ٱللَّهِ

[5191] حضرت ابن عباس ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: میرے دل میں یہ خواہش رہی کہ میں حضرت عمر بن خطاب ؓ سے نبی ﷺ کی ان دو بیویوں کے متعلق سوال کروں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ''اگر تم دونوں (بیویاں) اللہ کے حضور توبہ کرتی ہو تو بہتر ہے کیونکہ تمھارے دل راہ راست سے ہٹ گئے ہیں۔'' حتی کہ آپ نے حج کیا اور میں بھی آپ کے ہمراہ حج کے لیے گیا، چنانچہ جب وہ ایک دفعہ راستے سے ایک طرف ہوئے تو میں بھی پانی کا ایک برتن لے کر ان کے ہمراہ راستے سے الگ ہوگیا۔ پھر جب وہ قضائے حاجت سے فارغ ہوکر واپس آئے تو میں نے ان کے ہاتھوں پر پانی

1. صحيح البخاري، العيدين، حديث: 950.

فَقَدْ صَغَتْ قُلُوبُكُمَا﴾ قَالَ: وَاعَجَبًا لَكَ يَا ابْنَ عَبَّاسٍ، هُمَا عَائِشَةُ وَحَفْصَةُ.

ڈالا، انھوں نے وضو کیا تو میں نے ان سے عرض کی: اے امیر المومنین! نبی ﷺ کی ازواج مطہرات میں سے وہ دو کون سی تھیں جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ''اگر تم دونوں اللہ کی طرف رجوع کرو تو بہتر ہے کیونکہ تمھارے دل راہِ راست سے کچھ ہٹ گئے ہیں۔'' حضرت عمر بن خطاب ؓ نے فرمایا: اے ابن عباس! تم پر حیرت ہے، وہ حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ ؓ ہیں۔

ثُمَّ اسْتَقْبَلَ عُمَرُ الْحَدِيثَ يَسُوقُهُ قَالَ: كُنْتُ أَنَا وَجَارٌ لِي مِنَ الْأَنْصَارِ فِي بَنِي أُمَيَّةَ بْنِ زَيْدٍ وَهُمْ مِنْ عَوَالِي الْمَدِينَةِ وَكُنَّا نَتَنَاوَبُ النُّزُولَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فَيَنْزِلُ يَوْمًا، وَأَنْزِلُ يَوْمًا فَإِذَا نَزَلْتُ جِئْتُهُ بِمَا حَدَثَ مِنْ خَبَرِ ذٰلِكَ الْيَوْمِ مِنَ الْوَحْيِ أَوْ غَيْرِهِ، وَإِذَا نَزَلَ فَعَلَ مِثْلَ ذٰلِكَ، وَكُنَّا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ نَغْلِبُ النِّسَاءَ، فَلَمَّا قَدِمْنَا عَلَى الْأَنْصَارِ إِذَا قَوْمٌ تَغْلِبُهُمْ نِسَاؤُهُمْ، فَطَفِقَ نِسَاؤُنَا يَأْخُذْنَ مِنْ أَدَبِ نِسَاءِ الْأَنْصَارِ، فَصَخِبْتُ عَلَى امْرَأَتِي فَرَاجَعَتْنِي، فَأَنْكَرْتُ أَنْ تُرَاجِعَنِي، قَالَتْ: وَلِمَ تُنْكِرُ أَنْ أُرَاجِعَكَ؟ فَوَاللهِ إِنَّ أَزْوَاجَ النَّبِيِّ ﷺ لَيُرَاجِعْنَهُ، وَإِنَّ إِحْدَاهُنَّ لَتَهْجُرُهُ الْيَوْمَ حَتَّى اللَّيْلِ، فَأَفْزَعَنِي ذٰلِكَ فَقُلْتُ لَهَا: قَدْ خَابَ مَنْ فَعَلَ ذٰلِكَ مِنْهُنَّ. ثُمَّ جَمَعْتُ عَلَيَّ ثِيَابِي فَنَزَلْتُ فَدَخَلْتُ عَلَى حَفْصَةَ فَقُلْتُ لَهَا: أَيْ حَفْصَةُ، أَتُغَاضِبُ إِحْدَاكُنَّ النَّبِيَّ ﷺ الْيَوْمَ حَتَّى اللَّيْلِ؟ قَالَتْ: نَعَمْ، فَقُلْتُ: قَدْ خِبْتِ وَخَسِرْتِ، أَفَتَأْمَنِينَ أَنْ يَغْضَبَ اللهُ لِغَضَبِ رَسُولِ اللهِ ﷺ فَتَهْلِكِي؟ لَا

پھر آپ نے تفصیل سے یہ واقعہ بیان کرنا شروع کیا۔ انھوں نے فرمایا: میں اور میرے انصاری پڑوسی جو بنوامیہ بن زید سے تھے، ہم عوالی مدینہ میں رہتے تھے۔ ہم نے نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لیے باری مقرر کر رکھی تھی۔ ایک دن وہ حاضری دیتے اور دوسرے دن میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا۔ جب میں آتا تو اس دن کی وحی وغیرہ کی خبریں اسے بتاتا اور جب وہ آتا تو وہ بھی اسی طرح کرتا۔ ہم قریشی لوگ اپنی عورتوں پر رعب و دبدبہ رکھتے تھے لیکن جب ہم مدینہ طیبہ آئے تو دیکھا کہ انصار کی عورتیں ان پر غالب رہتی ہیں، چنانچہ ہماری عورتیں انصاری عورتوں کے آداب سیکھنے لگیں۔ ایک دن میں نے اپنی بیوی کو ڈانٹا تو اس نے مجھے ترکی بہ ترکی جواب دیا۔ میں نے اس کے جواب دینے پر جب ناگواری کا اظہار کیا تو اس نے کہا: میرا جواب دینا تمھیں برا کیوں لگا ہے؟ اللہ کی قسم! نبی ﷺ کی بیویاں بھی آپ کو جواب دیتی ہیں، حتی کہ بعض تو آپ سے دن سے رات تک الگ رہتی ہیں۔ میں یہ بات سن کر کانپ اٹھا اور کہا: ان میں سے جس نے بھی یہ رویہ اختیار کیا ہے وہ یقیناً بڑے خسارے میں ہے، پھر میں نے اپنے کپڑے پہنے اور مدینہ کی طرف روانہ ہوا۔ پھر میں حفصہ ؓ کے گھر گیا

تَسْتَكْثِرِي النَّبِيَّ ﷺ وَلَا تُرَاجِعِيهِ فِي شَيْءٍ وَلَا تَهْجُرِيهِ وَسَلِينِي مَا بَدَا لَكِ وَلَا يَغُرَّنَّكِ أَنْ كَانَتْ جَارَتُكِ أَوْضَأَ مِنْكِ وَأَحَبَّ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ - يُرِيدُ عَائِشَةَ - قَالَ عُمَرُ: وَكُنَّا قَدْ تَحَدَّثْنَا أَنَّ غَسَّانَ تُنْعِلُ الْخَيْلَ لِتَغْزُوَنَا، فَنَزَلَ صَاحِبِي الْأَنْصَارِيُّ يَوْمَ نَوْبَتِهِ، فَرَجَعَ إِلَيْنَا عِشَاءً فَضَرَبَ بَابِي ضَرْبًا شَدِيدًا وَقَالَ: أَثَمَّ هُوَ؟ فَفَزِعْتُ فَخَرَجْتُ إِلَيْهِ، فَقَالَ: قَدْ حَدَثَ الْيَوْمَ أَمْرٌ عَظِيمٌ، قُلْتُ: مَا هُوَ؟ أَجَاءَ غَسَّانُ؟ قَالَ: لَا، بَلْ أَعْظَمُ مِنْ ذٰلِكَ وَأَهْوَلُ، طَلَّقَ رَسُولُ اللهِ ﷺ نِسَاءَهُ - وَقَالَ عُبَيْدُ بْنُ حُنَيْنٍ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ عَنْ عُمَرَ، فَقَالَ: اعْتَزَلَ النَّبِيُّ ﷺ أَزْوَاجَهُ - فَقُلْتُ: خَابَتْ حَفْصَةُ وَخَسِرَتْ، قَدْ كُنْتُ أَظُنُّ هٰذَا يُوشِكُ أَنْ يَكُونَ، فَجَمَعْتُ عَلَيَّ ثِيَابِي فَصَلَّيْتُ صَلَاةَ الْفَجْرِ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ، فَدَخَلَ النَّبِيُّ ﷺ مَشْرُبَةً لَهُ فَاعْتَزَلَ فِيهَا، وَدَخَلْتُ عَلَى حَفْصَةَ فَإِذَا هِيَ تَبْكِي، فَقُلْتُ: مَا يُبْكِيكِ؟ أَلَمْ أَكُنْ حَذَّرْتُكِ هٰذَا؟ أَطَلَّقَكُنَّ النَّبِيُّ ﷺ؟ قَالَتْ: لَا أَدْرِي، هَا هُوَ ذَا مُعْتَزِلٌ فِي الْمَشْرُبَةِ.

اور اس سے کہا: اے حفصہ! کیا تم میں سے کچھ بیویاں دن سے رات تک نبی ﷺ کو ناراض رکھتی ہیں؟ انھوں نے کہا: جی ہاں۔ میں نے کہا: پھر تم نے خود کو خسارے میں ڈال لیا ہے اور سراسر نقصان میں رکھا ہے۔ کیا تمھیں اس امر کا اندیشہ نہیں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے غصے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ناراض ہو جائے گا، پھر تم تباہ ہو جاؤ گی۔ خبردار! تم نبی ﷺ سے زیادہ مطالبات نہ کیا کرو اور نہ کسی معاملے میں آپ کو جواب ہی دیا کرو اور نہ آپ سے علیحدہ ہی رہو۔ اگر تمھیں کوئی ضرورت ہو تو مجھ سے مانگ لیا کرو۔ تمھاری سوکن جو تم سے زیادہ خوبصورت ہے اور نبی ﷺ کو تم سے زیادہ پیاری ہے، اس کی وجہ سے تم کسی غلط فہمی میں مبتلا نہ ہو جاؤ۔ ان کا اشارہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے فرمایا: ہمیں معلوم ہوا تھا کہ غسانی ہمارے ساتھ لڑائی کرنے کے لیے گھوڑوں کی نعل بندی کر رہے ہیں۔ ہوا یوں کہ ایک دن میرے انصاری ساتھی اپنی باری کے دن دربار رسالت گئے ہوئے تھے، وہ رات گئے واپس آئے تو میرا دروازہ زور زور سے کھٹکھٹانا شروع کر دیا اور کہا: کیا عمر گھر میں موجود ہیں؟ میں گھبراہٹ کے عالم میں باہر نکلا تو اس نے کہا: آج تو بہت بڑا حادثہ ہو گیا ہے۔ میں نے کہا: کیا بات ہوئی؟ کیا غسانی چڑھ آئے ہیں؟ انھوں نے کہا: نہیں بلکہ معاملہ اس سے بھی زیادہ ہولناک اور خطرناک ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی ہے۔ میں نے (اپنے دل میں) کہا: حفصہ تو نقصان میں پڑ گئی اور نامراد ہو گئی۔ میں تو پہلے ہی خیال کیا کرتا تھا کہ عنقریب ایسا ہو جائے گا۔ پھر میں نے اپنے کپڑے پہن لیے اور نماز فجر نبی ﷺ کے ہمراہ ادا کی۔ آپ تو بالا خانہ میں تشریف لے گئے اور وہاں جا کر

تنہائی اختیار کر لی۔ میں حفصہ کے پاس گیا، کیا دیکھتا ہوں کہ وہ رو رہی ہے، میں نے کہا: اب روتی کیا ہو؟ میں نے تمھیں پہلے متنبہ نہیں کیا تھا؟ کیا نبی ﷺ نے تمھیں طلاق دے دی ہے؟ انھوں نے کہا: مجھے معلوم نہیں ہے، آپ ﷺ تو اس وقت بالا خانہ میں تشریف رکھے ہوئے ہیں۔

فَخَرَجْتُ فَجِئْتُ إِلَى الْمِنْبَرِ فَإِذَا حَوْلَهُ رَهْطٌ يَبْكِي بَعْضُهُمْ، فَجَلَسْتُ مَعَهُمْ قَلِيلًا، ثُمَّ غَلَبَنِي مَا أَجِدُ فَجِئْتُ الْمَشْرُبَةَ الَّتِي فِيهَا النَّبِيُّ ﷺ فَقُلْتُ لِغُلَامٍ لَهُ أَسْوَدَ: اسْتَأْذِنْ لِعُمَرَ، فَدَخَلَ الْغُلَامُ فَكَلَّمَ النَّبِيَّ ﷺ ثُمَّ رَجَعَ فَقَالَ: كَلَّمْتُ النَّبِيَّ ﷺ وَذَكَرْتُكَ لَهُ فَصَمَتَ، فَانْصَرَفْتُ حَتَّى جَلَسْتُ مَعَ الرَّهْطِ الَّذِينَ عِنْدَ الْمِنْبَرِ، ثُمَّ غَلَبَنِي مَا أَجِدُ فَجِئْتُ فَقُلْتُ لِلْغُلَامِ: اسْتَأْذِنْ لِعُمَرَ، فَدَخَلَ ثُمَّ رَجَعَ فَقَالَ: قَدْ ذَكَرْتُكَ لَهُ فَصَمَتَ، فَرَجَعْتُ فَجَلَسْتُ مَعَ الرَّهْطِ الَّذِينَ عِنْدَ الْمِنْبَرِ، ثُمَّ غَلَبَنِي مَا أَجِدُ فَجِئْتُ الْغُلَامَ فَقُلْتُ: اسْتَأْذِنْ لِعُمَرَ، فَدَخَلَ ثُمَّ رَجَعَ إِلَيَّ فَقَالَ: قَدْ ذَكَرْتُكَ لَهُ فَصَمَتَ، فَلَمَّا وَلَّيْتُ مُنْصَرِفًا، قَالَ: إِذَا الْغُلَامُ يَدْعُونِي فَقَالَ: قَدْ أَذِنَ لَكَ النَّبِيُّ ﷺ.

میں وہاں سے نکلا اور منبر کے پاس آیا۔ وہاں منبر کے اردگرد کچھ صحابۂ کرام ؓ بیٹھے ہوئے رو رہے تھے۔ میں تھوڑی دیر تک ان کے ہمراہ بیٹھا رہا، پھر جب پریشانی کا مجھ پر غلبہ ہوا تو میں اس بالا خانے کے پاس آیا جہاں نبی ﷺ تشریف فرما تھے۔ میں نے آپ کے ایک حبشی غلام سے کہا: عمر کے لیے اندر جانے کی اجازت لو۔ غلام اندر گیا اور نبی ﷺ سے گفتگو کر کے واپس آ گیا۔ اس نے مجھ سے بیان کیا کہ میں نے نبی ﷺ سے عرض کی تھی اور تمھارا ذکر بھی کیا تھا لیکن آپ نے خاموشی اختیار کی۔ حضرت عمر ؓ نے کہا: میں پھر واپس ان لوگوں کے پاس جا کر بیٹھ گیا جو منبر کے اردگرد تھے۔ پھر جب پریشانی نے زور مارا تو دوبارہ آ کر غلام سے کہا: عمر کے لیے اندر آنے کی اجازت لو۔ اس غلام نے واپس آ کر دوبارہ کہا کہ میں نے آپ ﷺ سے تمھارا ذکر کیا تو آپ خاموش رہے۔ میں پھر واپس آ گیا منبر کے پاس جو لوگ تھے ان کے ساتھ بیٹھ گیا۔ میرا غم پھر غالب آیا تو میں نے پھر غلام کے پاس آ کر اس سے کہا: عمر کے لیے اجازت طلب کرو۔ غلام اندر گیا اور واپس آ کر اس نے جواب دیا کہ میں نے آپ ﷺ سے تمھارا ذکر کیا تو آپ خاموش رہے۔ میں وہاں سے واپس آ رہا تھا کہ غلام نے مجھے آواز دی اور کہا کہ نبی ﷺ نے آپ کو اجازت دے دی ہے۔

فَدَخَلْتُ عَلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ فَإِذَا هُوَ مُضْطَجِعٌ عَلَى رِمَالِ حَصِيرٍ لَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَهُ فِرَاشٌ، قَدْ أَثَّرَ الرِّمَالُ بِجَنْبِهِ، مُتَّكِئًا عَلَى وِسَادَةٍ مِنْ أَدَمٍ حَشْوُهَا لِيفٌ، فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ ثُمَّ قُلْتُ وَأَنَا قَائِمٌ: يَا رَسُولَ اللهِ أَطَلَّقْتَ نِسَاءَكَ؟ فَرَفَعَ إِلَيَّ بَصَرَهُ فَقَالَ: «لَا»، فَقُلْتُ: اللهُ أَكْبَرُ، ثُمَّ قُلْتُ وَأَنَا قَائِمٌ أَسْتَأْنِسُ: يَا رَسُولَ اللهِ، لَوْ رَأَيْتَنِي وَكُنَّا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ نَغْلِبُ النِّسَاءَ فَلَمَّا قَدِمْنَا الْمَدِينَةَ إِذَا قَوْمٌ تَغْلِبُهُمْ نِسَاؤُهُمْ فَتَبَسَّمَ النَّبِيُّ ﷺ، ثُمَّ قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ لَوْ رَأَيْتَنِي وَدَخَلْتُ عَلَى حَفْصَةَ فَقُلْتُ لَهَا: لَا يَغُرَّنَّكِ أَنْ كَانَتْ جَارَتُكِ أَوْضَأَ مِنْكِ وَأَحَبَّ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ - يُرِيدُ عَائِشَةَ - فَتَبَسَّمَ النَّبِيُّ ﷺ تَبَسُّمَةً أُخْرَى، فَجَلَسْتُ حِينَ رَأَيْتُهُ تَبَسَّمَ فَرَفَعْتُ بَصَرِي فِي بَيْتِهِ فَوَاللهِ مَا رَأَيْتُ فِي بَيْتِهِ شَيْئًا يَرُدُّ الْبَصَرَ غَيْرَ أَهَبَةٍ ثَلَاثَةٍ.

میں جب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ آپ رسیوں سے بنی ہوئی چٹائی پر لیٹے ہوئے تھے، جسم مبارک اور چٹائی کے درمیان کوئی بچھونا نہ تھا، بان کے نشانات آپ کے پہلو مبارک پر پڑے تھے اور جس تکیے پر آپ ٹیک لگائے ہوئے تھے اس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی۔ میں نے آپ کو سلام کیا اور کھڑے کھڑے عرض کی: اللہ کے رسول! آپ نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی ہے؟ آپ نے میری طرف ایک نظر اٹھا کر فرمایا: ''نہیں۔'' میں نے (خوشی کی وجہ سے) نعرۂ تکبیر بلند کیا اور آپ کو خوش کرنے کے لیے کہا: اللہ کے رسول! آپ کو معلوم ہے کہ ہم قریش کے لوگ عورتوں کو دبا کر رکھتے تھے۔ پھر جب ہم مدینہ طیبہ میں ان لوگوں کے پاس آئے تو یہاں ان پر ان کی عورتوں کا غلبہ تھا۔ یہ سن کر نبی ﷺ مسکرا دیے۔ پھر میں نے کہا: اللہ کے رسول! آپ کو معلوم ہے کہ میں ایک دفعہ حفصہ ؓ کے پاس گیا تھا اور اس سے کہا تھا: اپنی اس سوکن کی وجہ سے کسی غلط فہمی میں مبتلا نہ ہونا کیونکہ وہ آپ سے زیادہ خوبصورت اور آپ سے زیادہ نبی ﷺ کو پیاری ہے۔ ان کا اشارہ سیدہ عائشہ ؓ کی طرف تھا۔ میری یہ بات سن کر نبی ﷺ دوبارہ مسکرا دیے۔ میں نے جب آپ کا تبسم دیکھا تو بیٹھ گیا۔ پھر میں نے نظر اٹھا کر آپ ﷺ کے گھر کا جائزہ لیا، اللہ کی قسم! میں نے وہاں تین کچی کھالوں کے علاوہ اور کوئی چیز نہ دیکھی۔

فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ! ادْعُ اللهَ فَلْيُوَسِّعْ عَلَى أُمَّتِكَ فَإِنَّ فَارِسَ وَالرُّومَ قَدْ وُسِّعَ عَلَيْهِمْ وَأُعْطُوا الدُّنْيَا وَهُمْ لَا يَعْبُدُونَ اللهَ، فَجَلَسَ النَّبِيُّ ﷺ وَكَانَ مُتَّكِئًا فَقَالَ: «أَوَ فِي هٰذَا أَنْتَ

میں نے عرض کی: اللہ کے رسول! آپ اللہ سے دعا کریں کہ اللہ آپ کی امت پر وسعت کرے، فارس اور روم کے لوگوں کو وسعت اور فراخی دی گئی ہے اور انھیں دنیا کا وافر حصہ دیا گیا ہے، حالانکہ وہ اللہ کی عبادت نہیں کرتے۔

يَا ابْنَ الْخَطَّابِ؟ إِنَّ أُولٰئِكَ قَوْمٌ قَدْ عُجِّلُوا طَيِّبَاتِهِمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا»، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ اسْتَغْفِرْ لِي.

نبی ﷺ ابھی تک ٹیک لگائے ہوئے تھے لیکن اب سیدھے بیٹھ گئے اور فرمایا: ''اے ابن خطاب! تمھاری نظر میں بھی یہ چیزیں اہمیت رکھتی ہیں؟ یہ تو وہ لوگ ہیں جنھیں جو بھلائی ملنے والی تھی وہ سب اس دنیا میں دے دی گئی ہے۔'' میں نے عرض کی: اللہ کے رسول! میرے لیے اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی دعا کریں۔

فَاعْتَزَلَ النَّبِيُّ ﷺ نِسَاءَهُ مِنْ أَجْلِ ذٰلِكَ الْحَدِيثِ حِينَ أَفْشَتْهُ حَفْصَةُ إِلَى عَائِشَةَ تِسْعًا وَعِشْرِينَ لَيْلَةً، وَكَانَ قَالَ: «مَا أَنَا بِدَاخِلٍ عَلَيْهِنَّ شَهْرًا»، مِنْ شِدَّةِ مَوْجِدَتِهِ عَلَيْهِنَّ حِينَ عَاتَبَهُ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ، فَلَمَّا مَضَتْ تِسْعٌ وَعِشْرُونَ لَيْلَةً دَخَلَ عَلَى عَائِشَةَ، فَبَدَأَ بِهَا، فَقَالَتْ لَهُ عَائِشَةُ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّكَ كُنْتَ قَدْ أَقْسَمْتَ أَنْ لَا تَدْخُلَ عَلَيْنَا شَهْرًا، وَإِنَّمَا أَصْبَحْتَ مِنْ تِسْعٍ وَعِشْرِينَ لَيْلَةً، أَعُدُّهَا عَدًّا. فَقَالَ: «اَلشَّهْرُ تِسْعٌ وَعِشْرُونَ لَيْلَةً» - وَكَانَ ذٰلِكَ الشَّهْرُ تِسْعًا وَعِشْرِينَ لَيْلَةً - قَالَتْ عَائِشَةُ: ثُمَّ أَنْزَلَ اللهُ تَعَالَى آيَةَ التَّخَيُّرِ فَبَدَأَ بِي أَوَّلَ امْرَأَةٍ مِنْ نِسَائِهِ فَاخْتَرْتُهُ ثُمَّ خَيَّرَ نِسَاءَهُ كُلَّهُنَّ فَقُلْنَ مِثْلَ مَا قَالَتْ عَائِشَةُ. [راجع: ٨٩]

بہر حال نبی ﷺ نے اپنی بیویوں سے انتیس دن تک علیحدگی اختیار کیے رکھی۔ حضرت حفصہ ؓ نے حضرت عائشہ ؓ سے آپ ﷺ کا ایک راز افشا کر دیا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا تھا: ''میں مہینہ بھر اپنی ازواج کے پاس نہیں جاؤں گا۔'' کیونکہ جب اللہ تعالیٰ نے آپ پر عتاب فرمایا تو آپ کو اس کا بہت رنج ہوا تھا۔ پھر جب انتیس دن گزر گئے تو آپ سیدہ عائشہ ؓ کے گھر تشریف لے گئے اور بیویوں کے گھروں میں جانے کی ابتدا ان سے کی۔ حضرت عائشہ ؓ نے عرض کی: اللہ کے رسول! آپ نے تو قسم اٹھائی تھی کہ ہمارے گھروں میں مہینہ بھر تشریف نہیں لائیں گے، آج آپ نے انتیسویں رات کی صبح کی ہے۔ میں نے تو گن گن کر یہ دن گزارے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ مہینہ انتیس کا ہے۔'' واقعی وہ مہینہ انتیس دن ہی کا تھا۔ حضرت عائشہ ؓ کا بیان ہے کہ پھر اللہ تعالیٰ نے آیات تخییر نازل فرمائیں اور آپ اپنی تمام ازواج میں سب سے پہلے میرے پاس تشریف لائے۔ میں نے آپ ہی کا انتخاب کیا۔ اس کے بعد آپ نے اپنی تمام دوسری ازواج کو اختیار دیا تو سب نے وہی کچھ کیا جو ام المومنین عائشہ ؓ نے کیا تھا۔

فوائد ومسائل: ① اس طویل اور لمبی حدیث سے امام بخاری ؒ کا مقصود یہ ہے کہ باپ کو چاہیے کہ وہ اپنی بیٹی کو اس کے خاوند کے متعلق وعظ ونصیحت کرتا رہے، چنانچہ اس حدیث میں ہے کہ حضرت عمر ؓ نے اپنی دختر حضرت حفصہ ؓ کو دوٹوک

الفاظ میں وعظ فرمایا کہ بیٹی تم خود کو حضرت عائشہ ؓ پر قیاس نہ کرو۔ وہ تو رسول اللہ ﷺ کی چہیتی ہیں۔ انھیں اپنے حسن و جمال اور رسول اللہ ﷺ کی محبت پر بہت ناز ہے۔ اگر تمھیں کسی چیز کی ضرورت ہو تو مجھے کہنا، اس سلسلے میں رسول اللہ ﷺ کو تنگ نہ کرنا۔ ② واقعی گھریلو معاملات بہت نازک ہوتے ہیں۔ بعض دفعہ ابتدا میں بہت معمولی ہوتے ہیں لیکن اگر ذرا سی غفلت اور سستی کی جائے تو نہایت خطرناک اور تباہ کن صورت حال اختیار کر لیتے ہیں، خصوصاً عورت اگر کسی اونچے گھرانے سے تعلق رکھتی ہو تو اسے طبعی طور پر اپنے باپ، بھائی اور خاندان پر ناز ہوتا ہے۔ ایسے حالات میں وہ اپنے خاوند کو خاطر میں نہیں لاتی۔ سیدنا عمر ؓ عورتوں کی اس قسم کی نفسیات کو خوب سمجھتے تھے، اس لیے انھوں نے بروقت اس بات کا نوٹس لیا اور اپنی بیٹی کو سمجھایا۔ باپ کو چاہیے کہ وہ پہلے دن ہی سے اپنی بیٹی کو کہہ دے کہ اب تیری خوشحالی و بدحالی تیرے خاوند سے وابستہ ہے جبکہ جنت اور جہنم کا باعث بھی تیرا خاوند ہی ہے۔ تو امید ہے کہ عائلی زندگی جنت کی نظیر ثابت ہوگی۔ واللہ المستعان. ③ وہ قصہ کیا تھا جس کی بنا پر رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیویوں کے پاس نہ جانے کی قسم اٹھائی؟ اور وہ راز کیا تھا جسے حضرت حفصہ ؓ نے ظاہر کیا؟ اللہ تعالیٰ کا عتاب کس بات پر ہوا؟ ان تمام باتوں کی تفصیل ہم کتاب التفسیر میں بیان کر آئے ہیں، اسے وہاں ایک نظر دیکھ لیا جائے۔

(٨٥) بَابُ صَوْمِ الْمَرْأَةِ بِإِذْنِ زَوْجِهَا تَطَوُّعًا

باب: 85- شوہر کی اجازت سے بیوی کا نفلی روزہ رکھنا

وضاحت: فرض روزہ رکھنے میں شوہر کی اجازت ضروری نہیں کیونکہ رمضان میں شوہر بھی روزے سے ہوتا ہے، البتہ نفلی روزہ رکھنے کے لیے شوہر کی اجازت ضروری ہے۔ قضائے رمضان کے متعلق علماء کا اختلاف ہے، البتہ حضرت عائشہ ؓ کا معمول تھا کہ وہ ایام حیض کی وجہ سے رمضان کے روزوں کی قضا ماہ شعبان میں دیتی تھیں کیونکہ رسول اللہ ﷺ بھی شعبان کے مہینے میں اکثر روزے سے ہوتے تھے۔ بہر حال اس سلسلے میں خاوند کے حقوق کا خیال رکھا گیا ہے۔

٥١٩٢ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ: أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «لَا تَصُومُ الْمَرْأَةُ وَبَعْلُهَا شَاهِدٌ إِلَّا بِإِذْنِهِ». [راجع: ٢٠٦٦]

[5192] حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے، وہ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ''اگر شوہر گھر میں موجود ہو تو کوئی عورت اس کی اجازت کے بغیر (نفلی) روزہ نہ رکھے۔''

فائدہ: خاوند کی اطاعت فرض ہے اور نفلی روزہ ایک اضافی عبادت ہے، لہٰذا کسی صورت میں نفل کو فرض پر ترجیح نہیں دی جاسکتی، ہاں اگر شوہر سفر میں ہو تو عورت اس کی اجازت کے بغیر روزہ رکھ سکتی ہے کیونکہ اس وقت شوہر اس سے کوئی خدمت نہیں لے سکتا۔

(٨٦) بَابٌ: إِذَا بَاتَتِ الْمَرْأَةُ مُهَاجِرَةً فِرَاشَ زَوْجِهَا

باب: 86- جب کوئی عورت اپنے خاوند سے ناراض ہو کر علیحدہ رات گزارے

وضاحت: امام بخاری ؒ نے حدیث کے لفظ پر اعتماد کرتے ہوئے اس عورت کا حکم بیان نہیں کیا کیونکہ حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ ایسی عورت نافرمانی کی وجہ سے لعنت کی مستحق ہے۔

٥١٩٣ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ سُلَيْمَانَ، عَنْ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «إِذَا دَعَا الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ إِلَى فِرَاشِهِ فَأَبَتْ أَنْ تَجِيءَ لَعَنَتْهَا الْمَلَائِكَةُ حَتَّى تُصْبِحَ».

[راجع: ٣٢٣٧]

[5193] حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے، وہ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ''جب کوئی شوہر اپنی بیوی کو اپنے بستر پر بلائے اور وہ آنے سے انکار کر دے تو فرشتے صبح تک اس پر لعنت کرتے رہتے ہیں۔''

فائدہ: عام طور پر بیوی خاوند کا ملاپ رات کے وقت ہوتا ہے، اس لیے ''صبح تک'' کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں ورنہ یہ حکم دن رات دونوں وقتوں کو شامل ہے جیسا کہ ایک دوسری حدیث میں ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مجھے اس ذات قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! جو آدمی اپنی بیوی کو اپنے بستر پر بلائے اور وہ انکار کر دے تو آسمان والا اس پر سخت ناراض ہوتا ہے حتی کہ شوہر اس سے راضی ہو جائے۔''[1] اس روایت میں رات کا ذکر نہیں ہے۔ معلوم ہوا کہ مذکورہ حکم رات اور دن دونوں کو شامل ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ جب خاوند اس پر ناراض ہو تو وہ لعنت کی حق دار ہوتی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ خاوند اگر ناراض نہ ہو تو عورت لعنت کی زد میں نہیں آئے گی۔[2]

٥١٩٤ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَرْعَرَةَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ زُرَارَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «إِذَا بَاتَتِ الْمَرْأَةُ مُهَاجِرَةً فِرَاشَ زَوْجِهَا لَعَنَتْهَا الْمَلَائِكَةُ حَتَّى تَرْجِعَ». [راجع: ٣٢٣٧]

[5194] حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''جب کوئی عورت اپنے شوہر کے بستر سے الگ ہو کر رات گزارے تو اس کے واپس آنے تک فرشتے اس پر لعنت کرتے رہتے ہیں۔''

فوائد و مسائل: ① ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''دو آدمیوں کی نماز قبول نہیں ہوتی: ایک بھگوڑا غلام

① صحيح مسلم، النكاح، حديث: 3540 (1436)۔ 2 فتح الباري: 365/9.

حتی کہ وہ واپس آجائے اور دوسری وہ عورت جس نے اپنے شوہر کی نافرمانی کی حتی کہ وہ اس سے باز آجائے۔''[1] ② اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بیوی کو شوہر کی موافقت کرنی چاہیے اور اس کا خیال رکھنا چاہیے، نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ عورت کا ترک جماع پر صبر کرنا مرد سے قوی ہے۔ مرد اس معاملے میں بہت کمزور واقع ہوا ہے۔ واللہ أعلم.[2]

(٨٧) بَابٌ: لَا تَأْذَنُ الْمَرْأَةُ فِي بَيْتِ زَوْجِهَا لِأَحَدٍ إِلَّا بِإِذْنِهِ

باب: 87- شوہر کی اجازت کے بغیر عورت کسی کو گھر میں نہ آنے دے

٥١٩٥ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ: حَدَّثَنَا شُعَيْبٌ: حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «لَا يَحِلُّ لِلْمَرْأَةِ أَنْ تَصُومَ وَزَوْجُهَا شَاهِدٌ إِلَّا بِإِذْنِهِ، وَلَا تَأْذَنُ فِي بَيْتِهِ إِلَّا بِإِذْنِهِ، وَمَا أَنْفَقَتْ مِنْ نَفَقَةٍ عَنْ غَيْرِ أَمْرِهِ فَإِنَّهُ يُؤَدَّى إِلَيْهِ شَطْرُهُ».

[راجع: ٢٠٦٦]

[5195] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کسی عورت کے لیے جائز نہیں کہ وہ شوہر کی اجازت کے بغیر روزہ رکھے جبکہ اس کا شوہر موجود ہو۔ اور اس کی اجازت کے بغیر کسی کو گھر میں آنے کی اجازت نہ دے۔ اور جو شوہر کی اجازت کے بغیر خرچ کرے تو شوہر کو بھی اس کا آدھا ثواب ملے گا۔''

وَرَوَاهُ أَبُو الزِّنَادِ أَيْضًا عَنْ مُوسَى عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ فِي الصَّوْمِ.

اس حدیث کو ابو زناد نے بھی موسیٰ سے، انھوں نے اپنے والد سے اور انھوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روزہ رکھنے کے متعلق بیان کیا ہے۔

فائدہ: شوہر کی اجازت کے بغیر کسی کو گھر آنے کی اجازت دینے سے اس کے دل میں بدگمانی پیدا ہونے کا خطرہ ہے جو آئندہ عائلی زندگی میں زہر گھول سکتی ہے، لیکن اس ممانعت سے ضروریات مستثنیٰ ہیں، مثلاً: کسی کا اس گھر میں حق ہو یا وہ کوئی ایسی جگہ ہو جو مہمانوں کے لیے مخصوص ہو۔[3] بعض لوگوں نے عورت کے باپ کو بھی اس سے مستثنیٰ کیا ہے لیکن ہمارے رجحان کے مطابق وہ بھی اس امتناعی حکم میں شامل ہے۔ واللہ أعلم.

(٨٨) بَابٌ

باب: 88- بلاعنوان

٥١٩٦ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ: أَخْبَرَنَا التَّيْمِيُّ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ، عَنْ أُسَامَةَ عَنِ

[5196] حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ''میں جنت کے

1 سلسلة الأحاديث الصحيحة، حديث: 288. 2 فتح الباري: 366/9. 3 فتح الباري: 369/9.

النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «قُمْتُ عَلَى بَابِ الْجَنَّةِ فَكَانَ عَامَّةَ مَنْ دَخَلَهَا الْمَسَاكِينُ، وَأَصْحَابُ الْجَدِّ مَحْبُوسُونَ، غَيْرَ أَنَّ أَصْحَابَ النَّارِ قَدْ أُمِرَ بِهِمْ إِلَى النَّارِ، وَقُمْتُ عَلَى بَابِ النَّارِ فَإِذَا عَامَّةُ مَنْ دَخَلَهَا النِّسَاءُ». [انظر: ٦٥٤٧]

دروازے پر کھڑا ہوا تو بیشتر لوگ جو اس میں آئے تھے وہ مساکین تھے جبکہ مال دار لوگوں کو جنت کے دروازے پر روک دیا گیا تھا، البتہ اہل جہنم کو جہنم میں جانے کا حکم دے دیا گیا تھا۔ اور میں جہنم کے دروازے پر کھڑا ہوا تو اس میں داخل ہونے والی اکثر عورتیں تھیں۔"

فوائد ومسائل: ① رسول اللہ ﷺ نے یہ منظر خواب کی حالت میں دیکھا تھا اور آپ نے جو دیکھا وہ برحق تھا۔ اکثر عورتیں چونکہ اپنے خاوندوں کی نافرمان ہوتی ہیں اور ان کی اجازت کے بغیر لوگوں کو گھر میں بلا لیتی ہیں، اس بنا پر جہنم کی حق دار ہوئیں۔ ② اس حدیث پر کوئی عنوان قائم نہیں کیا گیا بلکہ یہ عنوان سابق ہی کا نتیجہ اور تکملہ ہے۔ بہرحال رسول اللہ ﷺ نے جو عورتیں دوزخ میں دیکھیں وہ نافرمان عورتیں تھیں اور وہ دوزخ میں مسلمان مردوں سے زیادہ ہوں گی کیونکہ وہ اپنے شوہروں کی نافرمان اور گستاخ تھیں۔[1]

(٨٩) بَابُ كُفْرَانِ الْعَشِيرِ، وَهُوَ الزَّوْجُ

باب: 89- عشیر، یعنی خاوند کی ناشکری کرنا

وَهُوَ الْخَلِيطُ مِنَ الْمُعَاشَرَةِ فِيهِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

عشیر، شریک کو بھی کہتے ہیں۔ یہ لفظ معاشرہ سے ماخوذ ہے جس کے معنی ملا دینے کے ہیں۔ اس باب میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے روایت بیان کی ہے۔

وضاحت: عربی زبان میں لفظ عشیر کے دو معنی ہیں: ایک خاوند اور دوسرا شریک۔ اس لفظ کا مأخذ معاشرہ ہے جس کے معنی ہیں: آپس میں میل ملاپ رکھنا۔ چونکہ خاوند بیوی سے اور بیوی خاوند سے ملتی ہے اور شریک بھی اپنے دوسرے شریک سے میل ملاقات رکھتا ہے۔ اس لیے عشیر کا نام دیا گیا ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ وضاحت اس لیے کی ہے تاکہ اس عشیر سے فرق اور امتیاز ہو جائے جو گنتی میں استعمال ہوتا ہے جس کے معنی ہیں دسواں حصہ۔[2]

٥١٩٧ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ الْفَقِيهِ الْعُمَرِيِّ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّهُ قَالَ: خَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ ﷺ، فَصَلَّى رَسُولُ اللهِ ﷺ وَالنَّاسُ مَعَهُ فَقَامَ

[5197] حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں سورج کو گرہن لگا تو رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کے ساتھ نماز گرہن پڑھی۔ آپ نے سورۂ بقرہ پڑھنے کی مقدار طویل قیام کیا، پھر لمبا رکوع کیا، رکوع سے سر اٹھا کر پھر لمبا قیام فرمایا اور یہ

1. فتح الباري: 370/9. 2. عمدة القاري: 170/14.

قِيَامًا طَوِيلًا نَحْوًا مِنْ سُورَةِ الْبَقَرَةِ ثُمَّ رَكَعَ رُكُوعًا طَوِيلًا، ثُمَّ رَفَعَ فَقَامَ قِيَامًا طَوِيلًا وَهُوَ دُونَ الْقِيَامِ الْأَوَّلِ، ثُمَّ رَكَعَ رُكُوعًا طَوِيلًا وَهُوَ دُونَ الرُّكُوعِ الْأَوَّلِ، ثُمَّ رَفَعَ ثُمَّ سَجَدَ، ثُمَّ قَامَ فَقَامَ قِيَامًا طَوِيلًا وَهُوَ دُونَ الْقِيَامِ الْأَوَّلِ، ثُمَّ رَكَعَ رُكُوعًا طَوِيلًا وَهُوَ دُونَ الرُّكُوعِ الْأَوَّلِ، ثُمَّ رَفَعَ فَقَامَ قِيَامًا طَوِيلًا وَهُوَ دُونَ الْقِيَامِ الْأَوَّلِ، ثُمَّ رَكَعَ رُكُوعًا طَوِيلًا وَهُوَ دُونَ الرُّكُوعِ الْأَوَّلِ، ثُمَّ رَفَعَ ثُمَّ سَجَدَ، ثُمَّ انْصَرَفَ وَقَدْ تَجَلَّتِ الشَّمْسُ فَقَالَ: «إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ اللهِ، لَا يَخْسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلَا لِحَيَاتِهِ، فَإِذَا رَأَيْتُمْ ذٰلِكَ فَاذْكُرُوا اللهَ».

قیام پہلے قیام سے کچھ مختصر تھا، پھر آپ نے دوسرا طویل رکوع کیا جو پہلے رکوع سے کم تھا، پھر سر اٹھایا، اس کے بعد سجدہ کیا اور کھڑے ہوگئے۔ پھر طویل قیام کیا جو پہلی رکعت کے قیام سے مختصر تھا۔ پھر آپ نے طویل رکوع کیا جو پہلی رکعت کے رکوع سے کم تھا، پھر اپنا سر اٹھایا اور طویل قیام کیا۔ یہ قیام پہلے سے کچھ کم تھا، پھر رکوع کیا اور یہ رکوع پہلے رکوع سے کچھ کم طویل تھا، پھر سر اٹھایا اور سجدے میں چلے گئے۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو سورج روشن ہو چکا تھا۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا: ''سورج اور چاند اللہ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں، انھیں کسی کی موت و حیات کی وجہ سے گرہن نہیں لگتا، اس لیے جب تم گرہن دیکھو تو اللہ کو یاد کرو۔''

قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ، رَأَيْنَاكَ تَنَاوَلْتَ شَيْئًا فِي مَقَامِكَ هٰذَا، ثُمَّ رَأَيْنَاكَ تَكَعْكَعْتَ، فَقَالَ: «إِنِّي رَأَيْتُ الْجَنَّةَ - أَوْ أُرِيتُ الْجَنَّةَ - فَتَنَاوَلْتُ مِنْهَا عُنْقُودًا وَلَوْ أَخَذْتُهُ لَأَكَلْتُمْ مِنْهُ مَا بَقِيَتِ الدُّنْيَا، وَرَأَيْتُ النَّارَ فَلَمْ أَرَ كَالْيَوْمِ مَنْظَرًا قَطُّ، وَرَأَيْتُ أَكْثَرَ أَهْلِهَا النِّسَاءَ». قَالُوا: لِمَ يَا رَسُولَ اللهِ؟ قَالَ: «بِكُفْرِهِنَّ»، قِيلَ: يَكْفُرْنَ بِاللهِ؟ قَالَ: «يَكْفُرْنَ الْعَشِيرَ، وَيَكْفُرْنَ الْإِحْسَانَ، لَوْ أَحْسَنْتَ إِلَى إِحْدَاهُنَّ الدَّهْرَ ثُمَّ رَأَتْ مِنْكَ شَيْئًا قَالَتْ: مَا رَأَيْتُ مِنْكَ خَيْرًا قَطُّ».

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: اللہ کے رسول! ہم نے آپ کو دیکھا کہ آپ اپنی جگہ کھڑے کھڑے کوئی چیز پکڑ رہے تھے۔ پھر ہم نے آپ کو دیکھا کہ آپ پیچھے ہٹ رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''میں نے جنت دیکھی تھی یا مجھے دکھائی گئی تھی۔ میں نے اس کا خوشہ توڑنے کے لیے ہاتھ بڑھایا تھا۔ اگر میں اسے توڑ لیتا تو تم رہتی دنیا تک اسے کھاتے رہتے۔ اور میں نے دوزخ کو بھی دیکھا۔ میں نے آج جیسا قبیح منظر کبھی نہیں دیکھا تھا۔ میں نے مشاہدہ کیا کہ دوزخ میں اکثریت عورتوں کی تھی۔'' لوگوں نے عرض کی: اللہ کے رسول! ایسا کیوں تھا؟ آپ نے فرمایا: ''ان کے کفر کی وجہ سے۔'' کہا گیا: کیا وہ اللہ کے ساتھ کفر کرتی ہیں؟ فرمایا: ''نہیں، بلکہ وہ اپنے شوہر کی ناشکری کرتی ہیں اور اس کے احسان کو فراموش کر دیتی ہیں۔ اگر تم ان میں

سے کسی ایک کے ساتھ زندگی بھر بھی حسن سلوک کا معاملہ کرو، پھر وہ تمھاری طرف سے کوئی تقصیر دیکھے تو فوراً کہہ دیتی ہے کہ میں نے تو تم سے کبھی بھلائی دیکھی ہی نہیں۔"

فوائد ومسائل: ① رسول اللہ ﷺ کو دوزخ کا ایک منظر پیش کیا گیا جو نافرمان اور معصیت شعار عورتوں سے متعلق ہے۔ وہ یہ ہے کہ عورتیں اپنے شوہروں کے حقوق کی ناشکری کرتی رہتی ہیں جبکہ ایسا کرنا سخت گناہ ہے اور یہی گناہ ان کے دوزخ میں جانے کا سبب ہے۔ ② حدیث میں جو عورتوں کی فطرت بیان ہوئی ہے وہ مبنی بر حقیقت ہے۔ بہت کم نیک بخت عورتیں ایسی ہوتی ہیں جو خاوند کی فرمانبردار اور اطاعت شعار ہوں اور خاوند کی طرف سے روکھی سوکھی پر شکر گزار ہوں۔[1]

٥١٩٨ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ الْهَيْثَمِ: حَدَّثَنَا عَوْفٌ عَنْ أَبِي رَجَاءٍ، عَنْ عِمْرَانَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «اطَّلَعْتُ فِي الْجَنَّةِ فَرَأَيْتُ أَكْثَرَ أَهْلِهَا الْفُقَرَاءَ، وَاطَّلَعْتُ فِي النَّارِ فَرَأَيْتُ أَكْثَرَ أَهْلِهَا النِّسَاءَ». تَابَعَهُ أَيُّوبُ وَسَلْمُ بْنُ زَرِيرٍ.
[راجع: ٣٢٤١]

[5198] حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، وہ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: "میں نے جنت میں جھانک کر دیکھا تو اس میں اکثریت نادار لوگوں کی تھی۔ پھر میں نے ایک نظر سے دوزخ کو دیکھا تو اس کے اندر رہنے والی اکثر عورتیں تھیں۔" اس روایت کو ابو رجاء سے بیان کرنے میں ایوب اور سلم بن زریر نے عوف کی متابعت کی ہے۔

فائدہ: عورتوں کی اکثریت کا دوزخ میں ہونا ان کے داخل ہونے کے وقت ہے اور اس کا سبب خاوند کی ناشکری اور احسان فراموشی ہے۔ آخر کار مختلف سفارشوں سے انھیں دوزخ سے نکال لیا جائے گا۔ عورتوں کو چاہیے کہ وہ اپنے رویے پر نظر ثانی کریں اور اپنے خاوندوں کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی نہ کریں بلکہ ان کی خدمت گزاری اور اطاعت شعاری کو اپنا نصب العین بنائیں۔ واللہ المستعان.

(٩٠) بَابٌ: لِزَوْجِكَ عَلَيْكَ حَقٌّ

باب: 90- تیری بیوی کا تجھ پر حق ہے

قَالَهُ أَبُو جُحَيْفَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

اسے حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے بیان کیا ہے۔

وضاحت: اس سے پہلے خاوند کا بیوی کے ذمے حق بیان ہوا تھا، اب اس کے برعکس خاوند کے ذمے بیوی کے حق کا بیان ہے کہ وہ اس کے جنسی حق کو فراموش نہ کرے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے جو بیان کیا ہے اس میں یہ الفاظ ہیں: "تیرے اہل وعیال کا بھی تجھ پر حق ہے جسے تو نے بہر صورت ادا کرنا ہے۔"[2]

① فتح الباري: 371/9. ② صحيح البخاري، الصوم، حديث: 1968.

٥١٩٩ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ: أَخْبَرَنَا الْأَوْزَاعِيُّ قَالَ: حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ عَمْرِو ابْنِ الْعَاصِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «يَا عَبْدَ اللهِ، أَلَمْ أُخْبَرْ أَنَّكَ تَصُومُ النَّهَارَ وَتَقُومُ اللَّيْلَ؟» قُلْتُ: بَلَى يَا رَسُولَ اللهِ، قَالَ: «فَلَا تَفْعَلْ، صُمْ وَأَفْطِرْ، وَقُمْ وَنَمْ، فَإِنَّ لِجَسَدِكَ عَلَيْكَ حَقًّا، وَإِنَّ لِعَيْنِكَ عَلَيْكَ حَقًّا، وَإِنَّ لِزَوْجِكَ عَلَيْكَ حَقًّا». [راجع: ١١٣١]

[5199] حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اے عبداللہ! مجھے تیرے متعلق یہ خبر پہنچی ہے کہ تم دن میں روزے سے ہوتے ہو اور رات کو نماز میں کھڑے رہتے ہو، کیا یہ صحیح ہے؟“ میں نے کہا: اللہ کے رسول! یہ صحیح ہے۔ آپ نے فرمایا: ”ایسا مت کرو، روزہ بھی رکھو اور افطار بھی کرو۔ رات کو قیام بھی کرو اور آرام بھی کرو۔ یقیناً تمھارے جسم کا تم پر حق ہے، تمھاری آنکھ کا بھی تم پر حق ہے اور تمھاری بیوی کا بھی تم پر حق ہے۔“

فوائد ومسائل: ① بیوی کا صرف یہی حق نہیں کہ خاوند اس کے نان ونفقہ کا بندوبست کرے بلکہ وہ اس بات کا بھی پابند ہے کہ اس کی جنسی خواہش کو پورا کرے۔ ② اس امر کے متعلق علماء کا اختلاف ہے کہ جو شخص جان بوجھ کر اپنی بیوی سے مباشرت نہیں کرتا اس کے ساتھ کیا برتاؤ کیا جائے؟ امام مالک ؒ فرماتے ہیں: اگر کوئی شخص بلا عذر شرعی ایسا کرتا ہے تو اسے جماع کا پابند کیا جائے، بصورت دیگر ان میں علیحدگی کرا دی جائے، بہر حال یہ معاملہ فریقین کی ہمت، چاہت اور فرصت پر موقوف ہے۔ اسے بالکل ہی نظر انداز نہیں کرنا چاہیے اور نہ دن رات اس میں مصروف رہنے کی حماقت ہی کرنی چاہیے۔ واللہ أعلم.

(٩١) بَابٌ: اَلْمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ فِي بَيْتِ زَوْجِهَا

باب: 91- عورت اپنے شوہر کے گھر کی نگران ہے

٥٢٠٠ - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ: أَخْبَرَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْؤُلٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، وَالْأَمِيرُ رَاعٍ وَالرَّجُلُ رَاعٍ عَلَى أَهْلِ بَيْتِهِ، وَالْمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ عَلَى بَيْتِ زَوْجِهَا وَوَلَدِهِ، فَكُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْؤُلٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ». [راجع: ٨٩٣]

[5200] حضرت ابن عمر ؓ سے روایت ہے، وہ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ”تم سب نگہبان ہو اور تم سب سے اپنی رعایا کے متعلق باز پرس ہوگی۔ حاکم وقت بھی نگہبان ہے اور آدمی اپنے اہل خانہ کا نگہبان ہے۔ عورت اپنے شوہر کے گھر اور اس کے بچوں کی نگران ہے۔ الغرض تم میں سے ہر ایک نگہبان ہے اور ہر ایک سے اس کی نگہبانی کے متعلق سوال کیا جائے گا۔“

فوائدومسائل: ① اللہ تعالیٰ نے نیک بیویوں کے اوصاف ان الفاظ میں بیان کیے ہیں: ''نیک عورتیں وہ ہیں جو شوہروں کی فرمانبردار ہوں اور ان کی عدم موجودگی میں اللہ کی حفاظت و نگرانی میں ان کے حقوق کی حفاظت کرنے والی ہوں۔''[1] اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ خاوند کی عدم موجودگی میں گھر، اولاد اور اس کے مال و متاع کی ذمے دار ہے، جس کے معنی یہ ہیں کہ وہ کسی غیر مرد کو گھر میں داخل نہ ہونے دے اور نہ خود کسی غیر مرد سے آزادانہ میل میلاپ یا خوش طبعی کی باتیں ہی کرے، نیز وہ شوہر کے مال کی امین ہو، اسے فضول کاموں میں خرچ نہ کرے اور نہ اس کی اجازت کے بغیر اسے اللہ کی راہ میں خرچ کرے اور نہ چوری چھپے خاوند کا مال اپنے میکے والوں کو دینا ہی شروع کر دے۔ اسی طرح وہ اس کی اولاد کی نگہداشت و تربیت کرے۔ ② مذکورہ حدیث کے مطابق جب ہر ایک سے اس کی رعیت کے متعلق باز پرس ہوگی تو بیوی سے شوہر کے گھر کے متعلق بھی سوال ہوگا کہ اس نے اپنے شوہر کے گھر کی نگرانی کی ہے یا نہیں۔ واللہ المستعان.

(٩٢) بَابُ قَوْلِ اللهِ تَعَالَى : ﴿ٱلرِّجَالُ قَوَّٰمُونَ عَلَى ٱلنِّسَآءِ﴾ [النساء: ٣٤]

باب: 92- ارشاد باری تعالیٰ: ''مرد، عورتوں کے معاملات کے منتظم و نگران ہیں'' کا بیان

٥٢٠١ - حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ قَالَ: حَدَّثَنِي حُمَيْدٌ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: آلَى رَسُولُ اللهِ ﷺ مِنْ نِسَائِهِ شَهْرًا وَقَعَدَ فِي مَشْرُبَةٍ لَهُ فَنَزَلَ لِتِسْعٍ وَعِشْرِينَ، فَقِيلَ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّكَ آلَيْتَ شَهْرًا، قَالَ: «إِنَّ الشَّهْرَ تِسْعٌ وَعِشْرُونَ». [راجع: ٣٧٨]

[5201] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے قسم اٹھائی کہ ایک ماہ تک اپنی بیویوں کے پاس نہیں جائیں گے، چنانچہ آپ اپنے بالا خانہ میں گوشہ نشین ہو گئے۔ پھر انتیس دن کے بعد نیچے آئے تو آپ سے عرض کی گئی: اللہ کے رسول! آپ نے تو ایک ماہ کی قسم اٹھائی تھی؟ آپ نے فرمایا: ''بے شک مہینہ انتیس دن کا بھی ہوتا ہے۔''

فائدہ: اس حدیث کی عنوان سے مطابقت اس طرح ہے کہ خاوند کو قسم اٹھا کر عورت کے قریب نہ جانے کا اختیار ہے لیکن عورت کو اس قسم کا اختیار نہیں ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ عورت محکوم ہے اور مرد حاکم ہے جیسا کہ آیت کریمہ سے معلوم ہوتا ہے۔ یہ مناسبت امام بخاری رحمہ اللہ کی دقت نظر کے مناسب معلوم ہوتی ہے۔ ایک دوسری مناسبت جسے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حدیث کی مناسبت آیت کے ان الفاظ سے ہے: ﴿وَاهْجُرُوهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ﴾ ''انھیں بستروں سے الگ کردو۔'' ان کو الگ کر دینا ہی ایلاء کے مناسب ہے۔[2] یہ مناسبت امام بخاری رحمہ اللہ کی شان کے لائق نہیں کیونکہ یہ تو بہت ظاہر اور نمایاں ہے۔ واللہ أعلم.

---

[1] النسآء 4:34. [2] فتح الباري: 372/9.

(٩٣) بَابُ هِجْرَةِ النَّبِيِّ ﷺ نِسَاءَهُ فِي غَيْرِ بُيُوتِهِنَّ

باب: 93- نبی ﷺ کا اپنی بیویوں کو چھوڑ کر ان کے گھروں کے علاوہ دوسری جگہ سکونت اختیار کرنا

وَيُذْكَرُ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ حَيْدَةَ رَفَعَهُ: «وَلَا تَهْجُرْ إِلَّا فِي الْبَيْتِ»، وَالْأَوَّلُ أَصَحُّ.

معاویہ بن حیدہ رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت ہے: ''عورت سے تنہائی گھر ہی میں ہو۔'' لیکن پہلے معنی زیادہ صحیح ہیں۔

وضاحت: عنوان سابق میں جس آیت کو ذکر کیا گیا تھا اس میں عورتوں سے علیحدگی اختیار کرنے کا ذکر تھا، اب یہ گوشہ نشینی گھر میں یا گھر کے علاوہ دوسری جگہ میں بھی ہو سکتی ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ کا موقف ہے کہ گھر کے علاوہ دوسری جگہ میں بھی ہو سکتی ہے جیسا کہ ایلاء کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے اس کے مطابق عمل کیا تھا اور جس حدیث میں گھر کے اندر تنہائی اختیار کرنے کا ذکر ہے وہ امام بخاری رحمہ اللہ کے نزدیک صحیح نہیں ہے۔[1]

٥٢٠٢ - حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ. وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ: أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي يَحْيَى بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ صَيْفِيٍّ: أَنَّ عِكْرِمَةَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْحَارِثِ أَخْبَرَهُ: أَنَّ أُمَّ سَلَمَةَ أَخْبَرَتْهُ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ حَلَفَ: لَا يَدْخُلُ عَلَى بَعْضِ نِسَائِهِ شَهْرًا، فَلَمَّا مَضَى تِسْعَةٌ وَعِشْرُونَ يَوْمًا غَدَا عَلَيْهِنَّ أَوْ رَاحَ، فَقِيلَ لَهُ: يَا نَبِيَّ اللهِ، حَلَفْتَ أَنْ لَا تَدْخُلَ عَلَيْهِنَّ شَهْرًا، قَالَ: «إِنَّ الشَّهْرَ يَكُونُ تِسْعَةً وَعِشْرِينَ يَوْمًا». [راجع: ١٩١٠]

[5202] حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے بتایا کہ نبی ﷺ نے قسم اٹھائی کہ آپ اپنی بعض بیویوں کے گھر میں مہینہ بھر نہیں آئیں گے لیکن جب انتیس دن گزر گئے تو صبح یا شام کے وقت ان کے گھر تشریف لے گئے۔ آپ سے عرض کی گئی: اللہ کے رسول! آپ نے تو قسم کھائی تھی کہ مہینہ بھر ان کے گھر تشریف نہیں لائیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''بے شک مہینہ انتیس روز کا بھی ہوتا ہے۔''

٥٢٠٣ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ: حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِيَةَ: حَدَّثَنَا أَبُو يَعْفُورٍ قَالَ: تَذَاكَرْنَا عِنْدَ أَبِي الضُّحَى فَقَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ عَبَّاسٍ قَالَ: أَصْبَحْنَا يَوْمًا وَنِسَاءُ النَّبِيِّ ﷺ

[5203] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: ایک دن ہم نے صبح کے وقت دیکھا کہ نبی ﷺ کی بیویاں رو رہی ہیں۔ ان میں سے ہر ایک کے ساتھ اس کے اہل خانہ بھی جمع تھے۔ میں مسجد میں گیا، کیا دیکھتا ہوں کہ

1 فتح الباري: 9/373.

يَبْكِينَ، عِنْدَ كُلِّ امْرَأَةٍ مِنْهُنَّ أَهْلُهَا، فَخَرَجْتُ إِلَى الْمَسْجِدِ فَإِذَا هُوَ مَلْآنُ مِنَ النَّاسِ، فَجَاءَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَصَعِدَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ وَهُوَ فِي غُرْفَةٍ لَهُ فَسَلَّمَ فَلَمْ يُجِبْهُ أَحَدٌ، ثُمَّ سَلَّمَ فَلَمْ يُجِبْهُ أَحَدٌ، ثُمَّ سَلَّمَ فَلَمْ يُجِبْهُ أَحَدٌ، فَنَادَاهُ فَدَخَلَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: أَطَلَّقْتَ نِسَاءَكَ؟ فَقَالَ: «لَا، وَلٰكِنْ آلَيْتُ مِنْهُنَّ شَهْرًا». فَمَكَثَ تِسْعًا وَعِشْرِينَ ثُمَّ دَخَلَ عَلَى نِسَائِهِ.

مسجد لوگوں سے بھری ہوئی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو نبی ﷺ کی طرف گئے جبکہ آپ بالا خانے میں تھے لیکن انھیں کسی نے جواب نہ دیا۔ انھوں نے پھر سلام کیا تو بھی کسی طرف سے جواب نہ آیا۔ پھر سلام کیا تو بھی جواب نہ آیا۔ پھر جب کسی نے انھیں آواز دی تو وہ نبی ﷺ کے پاس اوپر پہنچ گئے، اور جاتے ہی عرض کی: آپ نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی ہے؟ آپ نے جواب دیا: ”نہیں، البتہ مہینہ بھر ان کے پاس نہ جانے کی قسم اٹھائی ہے۔“ اس کے بعد آپ انتیس دن تک بالا خانہ میں ٹھہرے، پھر اپنی بیویوں کے پاس تشریف لے آئے۔

فوائد و مسائل: ① خاوندوں کو عورتوں کی نافرمانی اور ان کی منہ زوری سے روکنے کے لیے تین اقدام کرنے کی اجازت دی گئی ہے: ○ وعظ و نصیحت ○ اپنے بستروں سے انھیں علیحدہ کرنا ○ انھیں ہلکا پھلکا زدوکوب کرنا۔ ان سے علیحدگی اختیار کرنے کی دو صورتیں ممکن ہیں: ○ گھر میں رہتے ہوئے ان سے قطع تعلقی کر لی جائے۔ ○ گھر کے علاوہ دوسری جگہ میں خلوت نشینی اختیار کی جائے۔ ② امام بخاری رحمہ اللہ نے رسول اللہ ﷺ کے عمل سے ثابت کیا ہے کہ گھر کے علاوہ دوسری جگہ میں بھی علیحدگی ہو سکتی ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ موقع محل اور عورت کے مزاج کے مطابق کسی بھی جگہ کو گوشہ نشینی کے لیے اختیار کیا جا سکتا ہے۔ بعض دفعہ گھر میں علیحدگی کارگر ثابت ہوتی ہے جبکہ کسی موقع پر گھر کے علاوہ دوسری جگہ پر علیحدگی اختیار کرنا مفید ثابت ہوتا ہے۔ واللہ أعلم۔[1]

(٩٤) بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنْ ضَرْبِ النِّسَاءِ

باب: 94- عورتوں کو مارنے کی کراہت

وَقَوْلِ اللهِ تَعَالَى: ﴿وَٱضْرِبُوهُنَّ﴾ [النساء: ٣٤] أَيْ ضَرْبًا غَيْرَ مُبَرِّحٍ.

ارشاد باری تعالیٰ: ”ان عورتوں کو مارو“ اس سے مراد ایسی مار ہے جو سخت نہ ہو۔

٥٢٠٤ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ زَمْعَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «لَا يَجْلِدْ أَحَدُكُمْ

[5204] حضرت عبداللہ بن زمعہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ”تم میں سے کوئی شخص بھی اپنی بیوی کو اس طرح نہ پیٹے جس طرح

① فتح الباري: 9/374.

امْرَأَتَهُ جَلْدَ الْعَبْدِ ثُمَّ يُجَامِعُهَا فِي آخِرِ الْيَوْمِ». [راجع: ٣٣٧٧]

غلام کو پیٹا جاتا ہے، پھر دن کے آخر میں اس سے ہم بستری بھی کرتا ہے۔''

فوائدومسائل: ① حدیث کے مطابق بیوی کو مارنا درست نہیں جبکہ قرآن میں اس کی اجازت دی گئی ہے؟ ان میں تطبیق کی یہ صورت ہے کہ ایسی مار نہ ہو جس سے زخم آ جائیں، چنانچہ حدیث میں اس کی وضاحت ہے کہ اگر عورتیں کھلی بے حیائی کریں تو تم انھیں بستروں سے علیحدہ کر دو اور ایسی مار دو کہ انھیں چوٹ نہ آئے۔[1] ② بہرحال چند شرائط کے ساتھ عورتوں کو مارنے کی اجازت ہے: ○ اسے غلاموں کی طرح بے تحاشا نہ مارے ○ بیوی کے منہ پر نہ مارے ○ ایسی مار نہ ہو جس سے کوئی زخم آ جائے یا کوئی ہڈی پسلی ٹوٹ جائے۔ ان حدود و قیود کے ساتھ خاوند کو مجبوری کی حالت میں بیوی کو مارنے کی اجازت دی گئی ہے۔ ③ واضح رہے کہ درج ذیل وجوہات کی بنا پر خاوند اپنی بیوی کو مار سکتا ہے: ○ نماز چھوڑنے پر ○ غسل بروقت نہ کرنے پر ○ زینت ترک کرنے پر ○ اپنے پاس بلانے کے باوجود اس کے نہ آنے پر ○ بلا اجازت گھر سے باہر جانے پر۔ اس بنا پر بیوی کو چاہیے کہ وہ اپنے خاوند کی رمز شناس ہو اور ہر حکم کی اطاعت گزار ہو بشرطیکہ وہ کام شریعت کے خلاف نہ ہو۔

(٩٥) بَابٌ: لَا تُطِيعُ الْمَرْأَةُ زَوْجَهَا فِي مَعْصِيَةٍ

باب: 95- کوئی عورت گناہ کے کام میں اپنے خاوند کی اطاعت نہ کرے

٥٢٠٥ - حَدَّثَنَا خَلَّادُ بْنُ يَحْيَى: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ نَافِعٍ عَنِ الْحَسَنِ - هُوَ ابْنُ مُسْلِمٍ - عَنْ صَفِيَّةَ، عَنْ عَائِشَةَ: أَنَّ امْرَأَةً مِنَ الْأَنْصَارِ زَوَّجَتِ ابْنَتَهَا فَتَمَعَّطَ شَعْرُ رَأْسِهَا، فَجَاءَتْ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَذَكَرَتْ ذٰلِكَ لَهُ، فَقَالَتْ: إِنَّ زَوْجَهَا أَمَرَنِي أَنْ أَصِلَ فِي شَعْرِهَا، فَقَالَ: «لَا، إِنَّهُ قَدْ لُعِنَ الْمُوصِلَاتُ». [انظر: ٥٩٣٤]

[5205] حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے کہ قبیلۂ انصار کی ایک عورت نے اپنی بیٹی کی شادی کی۔ اس (بے چاری) کے سر کے بال بیماری کی وجہ سے گر گئے۔ وہ نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور آپ سے اس کا ذکر کیا اور کہا کہ اس کے شوہر نے مجھے اس کے بالوں کے ساتھ مصنوعی بال جوڑنے کا حکم دیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ایسا مت کرو کیونکہ اس طرح بال ملانے والی عورتوں پر لعنت کی گئی ہے۔''

فوائدومسائل: ① اس حدیث سے معلوم ہوا کہ شوہر کو خوش رکھنے کے لیے غیر شرعی خوبصورتی کرنا جائز نہیں۔ آج کل کی روشن خیال خواتین مصنوعی خوبصورتی کے لیے بہت سے غیر شرعی کام کرتی ہیں جو مردوں کے لیے باعث کشش ہوتے ہیں۔ ان میں سے ایک مصنوعی بالوں کی وگ استعمال کرنا ہے۔ یہ اس لیے ممنوع ہے کہ ایسا کام فاجر اور بے حیا عورتیں کرتی ہیں، نیز یہ اللہ تعالیٰ کی خلقت کو تبدیل کرنے کے مترادف ہے۔ ② بہرحال اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر شوہر شریعت کے خلاف حکم

[1] جامع الترمذي، الرضاع، حديث: 1163.

دے تو عورت کو چاہیے کہ وہ حکم نہ مانے، ایسے حالات میں اسے کوئی گناہ نہیں ہوگا اور نہ یہ فعل خاوند کی نافرمانی ہی کے زمرے میں آئے گا۔ واللہ المستعان.

(٩٦) بَابٌ: ﴿وَإِنِ امْرَأَةٌ خَافَتْ مِنْ بَعْلِهَا نُشُوزًا أَوْ إِعْرَاضًا﴾ [النساء: ١٢٨]

باب: 96- (ارشاد باری تعالیٰ:) ''اگر عورت کو اپنے خاوند سے بدسلوکی یا بے رخی کا اندیشہ ہو'' کا بیان

٥٢٠٦ - حَدَّثَنَا ابْنُ سَلَّامٍ: أَخْبَرَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا ﴿وَإِنِ امْرَأَةٌ خَافَتْ مِنْ بَعْلِهَا نُشُوزًا أَوْ إِعْرَاضًا﴾ قَالَتْ: هِيَ الْمَرْأَةُ تَكُونُ عِنْدَ الرَّجُلِ لَا يَسْتَكْثِرُ مِنْهَا فَيُرِيدُ طَلَاقَهَا وَيَتَزَوَّجُ غَيْرَهَا، تَقُولُ لَهُ: أَمْسِكْنِي وَلَا تُطَلِّقْنِي، ثُمَّ تَزَوَّجْ غَيْرِي، فَأَنْتَ فِي حِلٍّ مِنَ النَّفَقَةِ عَلَيَّ وَالْقِسْمَةِ لِي، فَذٰلِكَ قَوْلُهُ تَعَالَى: (فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا أَنْ يَصَّالَحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا وَالصُّلْحُ خَيْرٌ). [راجع: ٢٤٥٠]

[5206] حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے، انھوں نے درج ذیل آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا: ''اگر کوئی عورت اپنے خاوند کی طرف سے نفرت یا روگردانی کا خطرہ محسوس کرے۔'' انھوں نے فرمایا: اس آیت کریمہ میں ایسی عورت کا بیان ہے جو کسی مرد کے پاس ہو جو اس سے میل جول نہ رکھتا ہو بلکہ اسے طلاق دینے کا ارادہ رکھتا ہو اور اس کے علاوہ کسی دوسری عورت سے شادی رچانے کا پروگرام رکھتا ہو لیکن اس کی موجودہ بیوی اپنے خاوند سے کہے: مجھے اپنے ساتھ ہی رکھو اور طلاق نہ دو، تم میرے علاوہ کسی بھی عورت سے شادی کر سکتے ہو، میرے نان و نفقہ سے بھی تم آزاد ہو، نیز تم پر میری باری کی بھی کوئی پابندی نہیں۔ اس آیت کریمہ میں اس قسم کی باتوں کا ذکر ہے: ''ان پر کوئی گناہ نہیں اگر وہ باہمی صلح کر لیں اور صلح بہرحال بہتر ہے۔''

فوائد و مسائل: ① اس حدیث کی وضاحت ایک دوسری حدیث سے بھی ہوتی ہے۔ حضرت ابن عباس ؓ فرماتے ہیں کہ حضرت سودہ ؓ کو رسول اللہ ﷺ کی طرف سے طلاق دینے کا خطرہ لاحق ہوا تو انھوں نے آپ سے عرض کی: آپ مجھے طلاق نہ دیں، میں اپنی باری سیدہ عائشہ ؓ کو دے دیتی ہوں، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ایسا ہی کیا۔ اس وقت مذکورہ آیت نازل ہوئی، گویا میاں بیوی جس شرط پر بھی صلح کر لیں وہ جائز ہے۔[1] ② اس آیت کریمہ میں صلح سے مراد مہر کم کرنا یا بالکل معاف کر دینا، اپنی باری چھوڑ دینا، نان و نفقہ سے دستبردار ہو جانا اور شوہر کو کوئی ایسی چیز ہبہ کرنا جس سے اس کا میلان ہو۔ بہرحال طلاق دینے سے صلح بہتر ہے کیونکہ اس سے باہمی جھگڑا ختم ہو جاتا ہے۔ اس قسم کی صلح پر امت کا اتفاق ہے۔[2]

---

1 جامع الترمذي، تفسير القرآن، حديث: 3040. 2 عمدة القاري: 180/14.

(٩٧) بَابُ الْعَزْلِ

باب: 97-عزل کا بیان

وضاحت: جب خاوند، بیوی سے ہم بستر ہو تو انزال کے وقت آلۂ تناسل باہر کر لینا تاکہ مادہ منویہ رحم میں نہ گرے اور بیوی حاملہ نہ ہو، اس عمل کو عزل کہا جاتا ہے۔ کچھ صحابۂ کرام ؓ اپنے مخصوص حالات کے پیش نظر عزل کے قائل اور فاعل تھے لیکن اسے بنیاد بنا کر ضبط ولادت کے متعلق ایک تحریک چلانا کسی صورت میں صحیح نہیں ہے۔ اس کی تفصیل ہم آئندہ بیان کریں گے۔ وباللہ التوفیق.

٥٢٠٧ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ جَابِرٍ قَالَ: كُنَّا نَعْزِلُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ ﷺ. [انظر: ٥٢٠٨، ٥٢٠٩]

[5207] حضرت جابر ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں عزل کیا کرتے تھے۔

٥٢٠٨ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ: قَالَ عَمْرٌو: أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرًا رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُولُ: كُنَّا نَعْزِلُ وَالْقُرْآنُ يَنْزِلُ. [راجع: ٥٢٠٧]

[5208] حضرت جابر ؓ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں: ہم عزل کیا کرتے تھے جبکہ قرآن نازل ہو رہا تھا۔

٥٢٠٩ - وَعَنْ عَمْرٍو، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ جَابِرٍ: كُنَّا نَعْزِلُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ ﷺ وَالْقُرْآنُ يَنْزِلُ. [راجع: ٥٢٠٧]

[5209] حضرت جابر ؓ ہی سے ایک اور روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانۂ مبارک میں ہم عزل کیا کرتے تھے جبکہ قرآن نازل ہو رہا تھا۔

فوائد و مسائل: ① دور حاضر میں عالمی سطح پر منصوبہ بندی کے متعلق بہت پروپیگنڈا کیا جاتا ہے۔ اس سلسلے میں عزل کو بطور دلیل پیش کیا جاتا ہے، اس لیے ہم اس کی شرعی حیثیت واضح کرنا چاہتے ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ تحریک ضبط ولادت کی بنیاد روز اول ہی سے قوانین فطرت سے تصادم اور احکام شریعت سے بغاوت پر رکھی گئی ہے کیونکہ اس کے پس منظر میں یہ سوچ کارفرما ہے کہ زمینی پیداوار اور وسائل معاش انتہائی محدود ہیں اور اس کے مقابلے میں شرح پیدائش غیر محدود ہے، لہٰذا اس ''بحران'' پر قابو پانے کے لیے ضروری ہے کہ بچے کم از کم پیدا کیے جائیں تاکہ معیار زندگی پست ہونے کے بجائے بلند ہو۔ لیکن قرآن کریم سرے سے اس انداز فکر ہی کو غلط قرار دیتا ہے اور بار بار اس بات کا اعلان کرتا ہے کہ رزق دینا اللہ تعالیٰ کی ذمے داری ہے جس نے انسان کو پیدا کیا ہے، وہ صرف خالق ہی نہیں بلکہ رازق بھی ہے، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''زمین پر چلنے پھرنے والا کوئی

جاندار ایسا نہیں جس کا رزق اللہ کے ذمے نہ ہو۔"[1] انسان کا صرف اتنا کام ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے پیدا کیے ہوئے خزانوں سے اپنا رزق تلاش کرنے کے لیے محنت کرے۔ منصوبہ بندی کی یہ تحریک اس لیے بھی مزاج اسلام کے خلاف ہے کہ اللہ تعالیٰ کو امت مسلمہ کی سلامتی سے بڑھ کر اور کوئی چیز عزیز نہیں ہے۔ وہ نہیں چاہتا کہ بے شمار دشمنوں میں گھرے ہوئے مٹھی بھر مسلمان ہر وقت خطرے میں پڑے رہیں، اس لیے وہ مسلمانوں کو اپنی افرادی قوت بڑھانے کے لیے بطور خاص حکم دیتا ہے، چنانچہ حدیث میں ہے: "تم نکاح کے لیے ایسی عورتوں کا انتخاب کرو جو زیادہ محبت کرنے کے ساتھ ساتھ بچے زیادہ جننے والی ہوں، قیامت کے دن رسول اللہ ﷺ کثرت امت کی بنا پر دیگر تمام انبیاء سے بڑھ کر ہوں گے۔"[2] یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بلا وجہ مجرد زندگی بسر کرنے سے منع فرمایا ہے۔[3] اللہ تعالیٰ نے مرد کو کاشتکار اور عورت کو اس کی کھیتی قرار دیا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: "عورتیں تمھاری کھیتیاں ہیں۔"[4] کوئی بھی عقلمند اپنی کھیتی کو برباد نہیں کرتا بلکہ اس سے پیداوار لینے کے لیے اپنے وسائل بروئے کار لاتا ہے۔ لیکن منصوبہ بندی کی تحریک کا مقصد اس کھیتی کو بنجر اور بے کار کرنا ہے۔ دور جاہلیت میں اندیشۂ مفلسی اور حد سے بڑھے ہوئے جذبۂ غیرت کے پیش نظر ضبط ولادت کے لیے قتل کا طریقہ رائج تھا۔ اسلام نے آتے ہی اس ظالمانہ طریقے کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا۔ ② مسلمانوں میں چند مخصوص حالات کے پیش نظر عزل کا رجحان پیدا ہوا جس کی درج ذیل وجوہات تھیں: ○ آزاد عورت سے اس لیے عزل کیا جاتا تھا کہ ان کے نزدیک استقرار حمل (حمل ٹھہرنے) سے شیر خوار بچے کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ تھا۔ ○ لونڈی سے اس لیے کیا جاتا تھا کہ اس سے اولاد نہ ہو کیونکہ ام ولد ہونے کی صورت میں اسے فروخت نہیں کیا جا سکتا بلکہ اسے اپنے پاس رکھنا ہوگا۔ چونکہ ابتدا میں عزل کے عدم جواز کے متعلق کتاب و سنت میں کوئی وضاحت نہ تھی، اس بنا پر بعض صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنے مخصوص حالات کے پیش نظر عزل کی ضرورت محسوس کی اور اس پر عمل بھی کیا جیسا کہ حضرت ابن عباس، حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہم کے متعلق روایات میں ہے۔[5] رسول اللہ ﷺ کو جب بعض صحابہ کے ذریعے سے اس کی خبر ہوئی تو آپ نے خاموشی اختیار فرمائی اور آپ کی خاموشی کو رضا پر محمول کرتے ہوئے اس پر عمل کیا گیا جیسا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں عزل کرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کو اس کی خبر پہنچی لیکن اس کے باوجود آپ نے ہمیں منع نہیں فرمایا۔[6] جب رسول اللہ ﷺ سے اس کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ نے مختلف حالات کے پیش نظر مختلف جوابات دیے جس کی تفصیل حسب ذیل ہے: ○ اظہار تعجب کرتے ہوئے فرمایا: "کیا تم واقعی ایسا کرتے ہو؟ قیامت تک جو بچے پیدا ہونے والے ہیں وہ تو پیدا ہو کر رہیں گے۔"[7] ○ "اگر تم ایسا نہ کرو تو تمھارا کچھ نقصان نہیں ہوگا۔"[8] ○ راوی کہتا ہے کہ "لا علیکم" کے الفاظ نہی کے زیادہ قریب ہیں۔ ایک دوسرا راوی کہتا ہے کہ اس انداز گفتگو کے ذریعے سے آپ نے عزل کے ارتکاب سے ڈانٹا ہے۔[9] ○ "تم ایسا کیوں کرتے ہو؟ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جس نفس کو پیدا کرنا ہے وہ ضرور پیدا ہوگا۔"[10] ○ "تم چاہو تو

---

① هود 6:11. ② مسند أحمد: 158/3. 3 مسند أحمد: 158/3. ④ البقرة 223:2. 5 الموطا للإمام مالك، الطلاق، باب العزل. ⑥ صحيح مسلم، النكاح، حديث: 3561 (1440). 7 صحيح البخاري، النكاح، حديث: 5209. 8 صحيح مسلم، النكاح، حديث: 3544 (1438). 9 صحيح مسلم، النكاح، حديث: 3550 (1438) 10. 10 صحيح مسلم، النكاح، حديث: 3544 (1438).

عزل کرلو مگر جو بات تقدیر میں لکھی ہے وہ تو ہو کر رہے گی۔‘‘[1] ○ ’’ایسا کرنا خفیہ طور پر اپنی اولاد کو زندہ در گور کرنا ہے۔‘‘[2] ان روایات کے پیش نظر اہل علم صحابۂ کرام اسے مکروہ خیال کرتے تھے جیسا کہ امام ترمذی رحمہ اللہ نے وضاحت کی ہے۔[3] حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی عزل کو اچھا خیال نہیں کرتے تھے۔[4] ان مختلف جوابات میں سے کسی ایک جواب کو چھانٹ کر اس پر تحریک ضبط تولید کی بنیاد رکھنا عقل مندی نہیں۔ زیادہ سے زیادہ اسے انفرادی طور پر کسی مجبوری کے پیش نظر ضبط ولادت کے لیے دلیل بنایا جاسکتا ہے لیکن ایک عمومی تحریک جاری کر دینے کا جواز اس سے کشید نہیں کیا جا سکتا۔ ہمارے نزدیک موجودہ تحریک اور عزل میں کئی طرح سے فرق کیا جاسکتا ہے جس کی تفصیل حسب ذیل ہے: ○ اپنے مخصوص حالات کی بنا پر عزل کرنا میاں بیوی کا ایک انفرادی معاملہ ہے، مثلاً: حمل ٹھہرنے میں عورت کی جان کو خطرہ ہو یا اس کی صحت کو غیر معمولی نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو تو ایسے حالات میں اگر کسی ماہر ایماندار ڈاکٹر کے مشورے سے ضبط ولادت کے لیے عزل یا کوئی اور جدید طریقہ اختیار کرلیا جائے تو جائز ہے اور میاں بیوی کا ایک پرائیویٹ معاملہ ہے لیکن ایک قومی پالیسی کے طور پر ان کے حقوق پر شبخون مارنے کی اجازت نہیں دی جاسکتی اور نہ بطور فیشن ہی اسے عمل میں لانے کی گنجائش ہے۔ ○ عزل پر عمل کرنے سے حمل کا نہ ہونا یقینی نہیں بلکہ متصور ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں ایک واقعے سے معلوم ہوتا ہے۔[5] ان کے ہاں احتیاط کے باوجود حمل ٹھہر گیا تھا لیکن منصوبہ بندی کا جو طریق کار ہے اس کے مطابق عمل کرنے سے حمل کا نہ ہونا یقینی ہے، لہٰذا عزل کو منصوبہ بندی کے لیے دلیل کے طور پر پیش کرنا یا اس پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے۔ ○ جس عورت سے عزل کیا گیا ہو اگر اس کا خاوند فوت ہو جائے یا اسے طلاق مل جائے تو طلب اولاد کے لیے اس سے شادی کی جاسکتی ہے، اس کے لیے کوئی رکاوٹ نہیں، جبکہ بعض حالات میں منصوبہ بندی پر عمل کرنے والی خاتون کے لیے یہ مشکل پیش آسکتی ہے، یعنی اگر اس نے ہمیشہ کے لیے اولاد نہ ہونے والی ادویات یا آلات استعمال کیے ہیں تو اس سے اولاد کا طلبگار کیونکر شادی کرے گا۔ بہر حال منصوبہ بندی کے ناجائز اور حرام ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ اگر تحریک منصوبہ بندی پر عمل کرتے ہوئے وسیع پیمانے پر ایسے طریقوں کو لوگوں میں عام کر دیا جائے یا ایسے آلات و ادویات کو عام لوگوں کی دسترس تک پہنچا دیا جائے جن سے مرد جنسی بے راہ روی سے باہم لذت اندوز تو ہوتے رہیں مگر حمل ٹھہرنے کا اندیشہ نہ ہو جیسا کہ آج کل گلی کوچوں میں اس کے مراکز کھولے جا رہے ہیں تو اس کا انجام کثرت سے بے حیائی اور اخلاقی تباہی کی صورت میں رونما ہوگا جیسا کہ اب وہ ممالک اس تحریک منصوبہ بندی کے انجام بد سے چیخ رہے ہیں جن میں اس کا تجربہ کیا گیا ہے، لہٰذا ایک خود دار اور باغیرت مسلمان کے شایان شان نہیں کہ وہ اس بے دینی اور بے حیائی پر مبنی تحریک کو سہارا دے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس وبا سے محفوظ رکھے۔ آمین.

٥٢١٠ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ أَسْمَاءَ: حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ، عَنِ

[5210] حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: قیدی عورتیں ہمارے ہاتھ لگیں تو ہم نے ان

1 مسند أحمد: 312/3. 2 صحيح مسلم، النكاح، حديث: 3550 (1442). 3 جامع الترمذي، النكاح، حديث: 1138.
4 الموطا للإمام مالك، الطلاق، باب العزل. 5 صحيح مسلم، النكاح، حديث: 3556 (1439).

الزُّهْرِيِّ، عَنِ ابْنِ مُحَيْرِيزٍ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ: أَصَبْنَا سَبْيًا فَكُنَّا نَعْزِلُ، فَسَأَلْنَا رَسُولَ اللهِ ﷺ فَقَالَ: «أَوَ إِنَّكُمْ لَتَفْعَلُونَ؟ - قَالَهَا ثَلَاثًا - مَا مِنْ نَسَمَةٍ كَائِنَةٍ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ إِلَّا هِيَ كَائِنَةٌ». [راجع: ٢٢٢٩]

سے عزل کیا۔ پھر ہم نے رسول اللہ ﷺ سے اس کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا: ''کیا تم واقعی ایسا کرتے ہو؟'' تین مرتبہ آپ نے یہ کلمات فرمائے۔ پھر گویا ہوئے: ''قیامت تک جو روح بھی پیدا ہونے والی ہے وہ پیدا ہو کر رہے گی۔''

(٩٨) بَابُ الْقُرْعَةِ بَيْنَ النِّسَاءِ إِذَا أَرَادَ سَفَرًا

باب: 98- ارادۂ سفر کے وقت بیویوں کے درمیان قرعہ اندازی کرنا

وضاحت: ایک شخص کی متعدد بیویاں ہیں اور وہ سفر کرنا چاہتا ہے، اس کی خواہش ہے کہ ایک بیوی کو ہمراہ لے جائے۔ چونکہ استحقاق میں سب برابر ہیں، اس لیے قرعہ اندازی کے ذریعے سے فیصلہ کرے کہ کس کو ساتھ لے جانا ہے۔ جس کا نام قرعے میں نکل آئے اسے سفر میں ہمراہ لے جائے۔ ہاں، اگر سب بیویاں کسی ایک کو ساتھ لے جانے پر اتفاق کر لیں تو پھر قرعہ اندازی کی ضرورت نہیں کیونکہ باقی بیویوں نے ایثار کر کے اپنا حق ختم کر دیا ہے۔

٥٢١١ - حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ ابْنُ أَيْمَنَ قَالَ: حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنِ الْقَاسِمِ، عَنْ عَائِشَةَ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ إِذَا أَرَادَ سَفَرًا أَقْرَعَ بَيْنَ نِسَائِهِ فَطَارَتِ الْقُرْعَةُ لِعَائِشَةَ وَحَفْصَةَ، وَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا كَانَ بِاللَّيْلِ سَارَ مَعَ عَائِشَةَ يَتَحَدَّثُ فَقَالَتْ حَفْصَةُ: أَلَا تَرْكَبِينَ اللَّيْلَةَ بَعِيرِي وَأَرْكَبُ بَعِيرَكِ تَنْظُرِينَ وَأَنْظُرُ؟ فَقَالَتْ: بَلَى، فَرَكِبَتْ فَجَاءَ النَّبِيُّ ﷺ إِلَى جَمَلِ عَائِشَةَ وَعَلَيْهِ حَفْصَةُ فَسَلَّمَ عَلَيْهَا ثُمَّ سَارَ حَتَّى نَزَلُوا وَافْتَقَدَتْهُ عَائِشَةُ، فَلَمَّا نَزَلُوا جَعَلَتْ رِجْلَيْهَا بَيْنَ الْإِذْخِرِ وَتَقُولُ: رَبِّ سَلِّطْ عَلَيَّ عَقْرَبًا أَوْ حَيَّةً تَلْدَغُنِي وَلَا أَسْتَطِيعُ أَنْ أَقُولَ لَهُ شَيْئًا.

[5211] حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ جب سفر میں جانے کا ارادہ کرتے تو اپنی بیویوں میں قرعہ اندازی کرتے، چنانچہ ایک دفعہ ام المومنین حضرت عائشہ اور ام المومنین حضرت حفصہ ؓ کا قرعہ نکلا۔ نبی ﷺ رات کو دوران سفر میں حضرت عائشہ ؓ سے گفتگو فرمایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت حفصہ ؓ نے حضرت عائشہ ؓ سے کہا کہ آج تم میرے اونٹ پر سوار ہو جاؤ اور میں آپ کے اونٹ پر سواری کرتی ہوں تاکہ تم بھی نئے مناظر دیکھ سکو اور میں بھی نئے مناظر کا مشاہدہ کروں؟ انھوں نے یہ تجویز قبول کر لی اور وہ اونٹ پر سوار ہو گئیں۔ اس کے بعد نبی ﷺ حضرت عائشہ ؓ کے اونٹ کے پاس تشریف لائے اور اس پر حضرت حفصہ ؓ سوار تھیں۔ آپ ﷺ نے انھیں سلام کیا، پھر (وہاں سے) روانہ ہوئے حتی کہ جب ایک مقام پر پڑاؤ کیا تو ام المومنین سیدہ عائشہ ؓ نے آپ ﷺ کو گم

پایا، لوگوں کے پڑاؤ کے وقت حضرت عائشہ ؓ نے اپنے پاؤں اذخر گھاس میں ڈال لیے اور کہنے لگیں: اے اللہ! مجھ پر کوئی بچھو یا سانپ مسلط کر دے جو مجھے ڈس لے، میری طاقت نہیں کہ میں آپ ﷺ کو اس کے متعلق کچھ کہہ سکوں۔

فوائد ومسائل: ① بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ کچھ بیویوں کا گھر میں موجود رہنا زیادہ بہتر ہوتا ہے اور کچھ عورتیں سفر میں معاون و مددگار ثابت ہوتی ہیں، ایسے حالات میں قرعہ اندازی ضروری نہیں ہاں، جب تمام بیویوں کے حالات ایک جیسے ہوں تو قرعہ اندازی کے ذریعے سے فیصلہ کیا جائے تا کہ دوسری بیویوں کو شکوہ و شکایت کا موقع نہ ملے۔ اس حدیث سے امام بخاری ؒ نے اس امر کو ثابت کیا ہے۔[1] ② حضرت عائشہ ؓ رسول اللہ ﷺ کے فراق اور آپ کی جدائی کی وجہ سے چاہتی تھیں کہ کوئی زہریلا جانور مجھے ڈس لے تا کہ موت کی بنا پر نبی ﷺ کی جدائی کے دکھ اور تکلیف سے نجات مل جائے یا میری مصیبت کا سن کر آپ ﷺ تشریف لے آئیں جس سے فراق اور جدائی کا غم دور ہو جائے۔ لیکن رسول اللہ ﷺ تو پہلے تشریف لائے تھے مگر حضرت عائشہ ؓ اپنی کوتاہی کی وجہ سے خود محروم رہ گئیں۔ حضرت حفصہ ؓ کا بھی اس میں کوئی قصور نہیں تھا، اس لیے حضرت عائشہ ؓ مارے رنج کے خود کو کوسنے لگیں اور اپنے پاؤں گھاس میں ڈال لیے جس میں زہریلے کیڑے بکثرت رہتے تھے۔

(٩٩) بَابُ الْمَرْأَةِ تَهَبُ يَوْمَهَا مِنْ زَوْجِهَا لِضَرَّتِهَا، وَكَيْفَ يَقْسِمُ ذٰلِكَ؟

باب: 99- کوئی عورت اپنی باری اپنی سوکن کو ہبہ کر دے تو پھر تقسیم کیسے ہوگی؟

٥٢١٢ - حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ: حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ: أَنَّ سَوْدَةَ بِنْتَ زَمْعَةَ وَهَبَتْ يَوْمَهَا لِعَائِشَةَ، وَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَقْسِمُ لِعَائِشَةَ بِيَوْمِهَا وَيَوْمِ سَوْدَةَ.

[راجع: ٢٥٩٣]

[5212] حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے کہ حضرت سودہ بنت زمعہ ؓ نے اپنی باری حضرت عائشہ ؓ کے لیے ہبہ کر دی تھی اور نبی ﷺ حضرت عائشہ ؓ کے پاس خود ان کی باری کے دن اور حضرت سودہ ؓ کی باری کے دن رہتے تھے۔

فوائد ومسائل: ① ایک روایت میں وضاحت ہے کہ حضرت سودہ بنت زمعہ ؓ جب عمر رسیدہ ہو گئیں اور انھیں خطرہ محسوس ہوا کہ رسول اللہ ﷺ انھیں اپنے سے جدا کر دیں گے تو انھوں نے کہا: اللہ کے رسول! میں اپنی باری حضرت عائشہ ؓ کو دیتی ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کی درخواست کو شرف قبولیت سے نوازا۔[2] ② جب کوئی اپنی باری کا دن سوکن کو ہبہ کر دے تو اسے وہی دن ملے گا جو اس کی باری کا ہے۔ اگر اس کے متصل ہے تو مسلسل دو دن اس کے ہوں گے، بصورت دیگر ان دنوں میں

1 فتح الباري: 9/386. 2 سنن أبي داود، النكاح، حديث: 2135.

فاصلہ ہو گا۔ اگر باقی بیویاں اگلے دنوں پر راضی ہوں تو اسے اکٹھے دو دن بھی مل سکتے ہیں۔[1]

(١٠٠) بَابُ الْعَدْلِ بَيْنَ النِّسَاءِ

باب: 100- بیویوں کے درمیان مساوات کرنا

﴿وَلَن تَسْتَطِيعُوٓاْ أَن تَعْدِلُواْ بَيْنَ ٱلنِّسَآءِ﴾ إِلَى قَوْلِهِ: ﴿وَاسِعًا حَكِيمًا﴾ [النساء: ١٢٩، ١٣٠]

(ارشاد باری تعالیٰ:) ”تمھیں اپنی بیویوں کے درمیان عدل اور برابری کرنے کی طاقت نہیں...... اور اللہ بڑی وسعت والا، خوب حکمت والا ہے۔“

وضاحت: باب میں بیویوں کے درمیان مساوات کا ذکر ہے جبکہ آیت کریمہ میں اس عدل وانصاف کی نفی کی گئی ہے۔ اس تضاد کا جواب یہ ہے کہ باطنی میلان اور قلبی محبت میں تم مساوات نہیں کر سکتے کیونکہ یہ چیزیں تمھارے اختیار میں نہیں ہیں، چنانچہ رسول اللہ ﷺ باری مقرر کرتے اور انصاف سے کام لیتے تھے، پھر اللہ سے ان الفاظ میں دعا کرتے: ”اے اللہ! یہ میری وہ تقسیم ہے جس کا میں مالک ہوں اور جس چیز کا میں مالک نہیں اس کے متعلق مجھے ملامت نہ کرنا۔“[2] امام بخاری رحمہ اللہ نے عنوان ثابت کرنے کے لیے صرف آیت کریمہ پر اکتفا کیا ہے۔ حدیث ان کی شرط کے مطابق نہ تھی، لہٰذا اسے ذکر نہیں کیا۔ شریعت نے چار عورتوں کو بیک وقت اپنے نکاح میں رکھنے کی اجازت دی ہے لیکن اس کے ساتھ عدل و انصاف کی تاکید کی ہے کیونکہ عام حالات میں متعدد بیویوں کے درمیان انصاف قائم رکھنا مشکل ہو جاتا ہے۔ اس صورت میں صرف ایک بیوی پر اکتفا کرنے کی تاکید ہے۔ اگر انصاف کیا جائے تو بیک وقت چار بیویاں رکھنے کی اجازت ہے۔ اس سے زیادہ بیویاں رکھنا حرام اور ناجائز ہے۔

(١٠١) بَابٌ: إِذَا تَزَوَّجَ الْبِكْرَ عَلَى الثَّيِّبِ

باب: 101- جب شوہر دیدہ کی موجودگی میں کسی کنواری سے نکاح کرے

٥٢١٣ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ: حَدَّثَنَا بِشْرٌ: حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ أَنَسٍ وَلَوْ شِئْتُ أَنْ أَقُولَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ وَلٰكِنْ قَالَ: السُّنَّةُ إِذَا تَزَوَّجَ الْبِكْرَ أَقَامَ عِنْدَهَا سَبْعًا، وَإِذَا تَزَوَّجَ الثَّيِّبَ أَقَامَ عِنْدَهَا ثَلَاثًا. [انظر: ٥٢١٤]

[5213] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: اگر میں چاہوں تو کہہ سکتا ہوں کہ نبی ﷺ نے فرمایا لیکن انھوں نے کہا: سنت یہ ہے کہ جب آدمی کسی (شوہر دیدہ بیوی کی موجودگی میں) کنواری سے شادی کرے تو اس کے پاس سات دن گزارے اور جب کنواری کی موجودگی میں شوہر دیدہ سے شادی کرے تو اس کے پاس تین دن رہے۔

فوائد ومسائل: ① یہ مسنون اس لیے ہے کہ کنواری میں شرم وحیا زیادہ ہوتی ہے۔ وہ محبت اور مہر ووفا کی بھی زیادہ حقدار

---

[1] فتح الباري: 388/9. [2] سنن أبي داود، النكاح، حديث: 2134.

ہے، لہٰذا اس کے لیے سات دن مقرر کیے گئے ہیں تا کہ اس کی وحشت دور ہو جائے اور اس کا دل لگ جائے، نیز وہ آسانی اور شوہر کی نرمی کو پسند کرتی ہے جبکہ شوہر دیدہ کے لیے تین دن اس لیے مقرر ہیں کہ وہ جلدی مانوس ہو جاتی ہے اور ماحول میں گھل مل جاتی ہے۔ اس نے چونکہ شوہر کا تجربہ کیا ہوتا ہے اور جماع کی وجہ سے اس کی حیا بھی کم ہوتی ہے۔ ② واضح رہے کہ یہ وہ ایام ہوں گے جو میل ملاپ میں مانع نہ ہوں اور ان میں عورت کو حیض نہ آتا ہو۔ واللّٰہ أعلم.

(١٠٢) بَابٌ: إِذَا تَزَوَّجَ الثَّيِّبَ عَلَى الْبِكْرِ

باب: 102- جب کنواری بیوی کی موجودگی میں کسی شوہر دیدہ سے شادی کرے

٥٢١٤ - حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ رَاشِدٍ: حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ سُفْيَانَ: حَدَّثَنَا أَيُّوبُ وَخَالِدٌ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ: مِنَ السُّنَّةِ إِذَا تَزَوَّجَ الرَّجُلُ الْبِكْرَ عَلَى الثَّيِّبِ أَقَامَ عِنْدَهَا سَبْعًا وَقَسَمَ، وَإِذَا تَزَوَّجَ الثَّيِّبَ عَلَى الْبِكْرِ أَقَامَ عِنْدَهَا ثَلَاثًا ثُمَّ قَسَمَ.

[5214] حضرت انس ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: سنت یہ ہے کہ جب کوئی شخص شوہر دیدہ بیوی کی موجودگی میں کسی کنواری سے شادی کرے تو اس کے ہاں سات دن تک قیام کرے، پھر باری کا آغاز کرے۔ اور جب کسی کنواری بیوی کی موجودگی میں کسی شوہر دیدہ سے شادی کرے تو اس کے ساتھ تین دن تک قیام کرے، پھر باری کا اہتمام کرے۔

قَالَ أَبُو قِلَابَةَ: وَلَوْ شِئْتُ لَقُلْتُ: إِنَّ أَنَسًا رَفَعَهُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ.

ابو قلابہ نے کہا: اگر میں چاہوں تو کہہ سکتا ہوں کہ حضرت انس ؓ نے یہ حدیث نبی ﷺ سے مرفوعاً بیان کی ہے۔

وَقَالَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ: أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَيُّوبَ وَخَالِدٍ، قَالَ خَالِدٌ: وَلَوْ شِئْتُ لَقُلْتُ: رَفَعَهُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ. [راجع: ٥٢١٣]

(راویٔ حدیث) خالد نے کہا: اگر میں چاہوں تو کہہ سکتا ہوں کہ حضرت انس ؓ نے یہ حدیث نبی ﷺ سے مرفوعاً بیان کی ہے۔

فوائد ومسائل: ① کچھ حضرات کا موقف ہے کہ شوہر دیدہ اور کنواری کے لیے تین دن ہی قیام کیا جائے ان کا کہنا ہے کہ کنواری کے پاس سات دن اور شوہر دیدہ کے پاس تین دن عدل و انصاف کے منافی ہے لیکن یہ موقف مذکورہ احادیث کے خلاف ہے، نیز ایک دوسری حدیث میں اس کی مزید وضاحت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جب حضرت ام سلمہ ؓ سے نکاح کیا تو آپ نے ان سے فرمایا: ''آپ کا خاندان میرے ہاں انتہائی قابل احترام ہے، اگر آپ چاہتی ہیں تو آپ کے لیے سات دن تک قیام کر سکتا ہوں لیکن اس صورت میں باقی بیویوں کے پاس بھی سات سات دن رہوں گا، پھر باری مقرر کی جائے گی۔ اور

اگر آپ چاہیں تو آپ کے ہاں تین دن قیام کر کے اس کے فوراً بعد باری مقرر کر دی جائے گی۔" تو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: آپ میرے پاس تین دن ہی قیام رکھیں۔[1]

(١٠٣) بَابُ مَنْ طَافَ عَلَى نِسَائِهِ فِي غُسْلٍ وَاحِدٍ

باب: 103- جس نے اپنی بیویوں سے صحبت کر کے آخر میں ایک ہی غسل کیا

٥٢١٥ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى بْنُ حَمَّادٍ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ: حَدَّثَنَا سَعِيدٌ عَنْ قَتَادَةَ: أَنَّ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ حَدَّثَهُمْ: أَنَّ نَبِيَّ اللهِ ﷺ كَانَ يَطُوفُ عَلَى نِسَائِهِ فِي اللَّيْلَةِ الْوَاحِدَةِ، وَلَهُ يَوْمَئِذٍ تِسْعُ نِسْوَةٍ. [راجع: ٢٦٨]

[5215] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے خبر دی کہ نبی ﷺ (بعض اوقات) ایک رات میں اپنی تمام بیویوں کے پاس جاتے اور ان دنوں آپ کی نو بیویاں تھیں۔

فوائد ومسائل: ① ایک روایت میں گیارہ بیویوں کا ذکر ہے۔[2] دراصل رسول اللہ ﷺ کی نو بیویاں اور دو باندیاں تھیں۔ راویٔ حدیث قتادہ کہتے ہیں: میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا رسول اللہ ﷺ میں اتنی طاقت تھی؟ تو انھوں نے جواب دیا کہ آپ کو تیس مردوں کی طاقت دی گئی تھی۔[3] ② یہ رسول اللہ ﷺ کا معجزہ ہے کہ اس قدر ریاضت کہ کئی کئی دن بھوک سے گزر جاتے کھانا نہیں کھاتے تھے بلکہ آپ روزوں میں وصال کرتے، بعض اوقات بھوک کی وجہ سے پیٹ پر پتھر باندھنے کی نوبت بھی آجاتی، اس کے باوجود آپ میں اس قدر مردانگی قوت تھی۔ اتنی قوت ہوتے ہوئے صرف گیارہ عورتوں پر اکتفا کرنا آپ کے کمال تقوی پر دلالت کرتا ہے۔ واضح رہے کہ حجۃ الوداع کے موقع پر احرام سے پہلے آپ نے تمام ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے ساتھ ایک رات میں وقت گزارا تھا۔[4]

(١٠٤) بَابُ دُخُولِ الرَّجُلِ عَلَى نِسَائِهِ فِي الْيَوْمِ

باب: 104- مرد کا اپنی بیویوں کے پاس دن کے اوقات میں جانا

٥٢١٦ - حَدَّثَنَا فَرْوَةُ: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا انْصَرَفَ

[5216] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز عصر سے فارغ ہوتے تو اپنی بیویوں کے پاس تشریف لے جاتے اور ان میں سے کسی ایک کے قریب

---

① صحیح مسلم، الرضاع، حدیث: 3622 (1460)۔ 2 صحیح البخاري، الغسل، حدیث: 268۔ ③ صحیح البخاري، الغسل، حدیث: 268۔ ④ صحیح البخاري، الغسل، حدیث: 267۔

مِنَ الْعَصْرِ دَخَلَ عَلَى نِسَائِهِ فَيَدْنُو مِنْ إِحْدَاهُنَّ، فَدَخَلَ عَلَى حَفْصَةَ فَاحْتَبَسَ أَكْثَرَ مَا كَانَ يَحْتَبِسُ. [راجع: ٤٩١٢]

ہوتے۔ آپ ﷺ ایک روز حضرت حفصہ ؓ کے پاس تشریف لے گئے تو پہلے جتنا وقت ٹھہرا کرتے تھے اس سے زیادہ وقت ان کے پاس ٹھہرے۔

فوائد و مسائل: ① ایک روایت میں ہے کہ جب عصر کے بعد دوسری بیویوں کے پاس ٹھہرتے تو ان سے کسی کے ساتھ ہم بستر نہیں ہوتے تھے۔[1] کیونکہ باری مقرر کرنے کے بعد صحبت کا حق صرف اس بیوی کا ہے جس کی اس دن باری ہو۔ کسی ضرورت کے تحت دوسری بیوی کے پاس آنے جانے میں کوئی حرج نہیں ہے لیکن وہاں زیادہ دیر تک قیام نہ کرے۔ ② بعض علماء نے یہ بھی لکھا ہے کہ باری کا تعلق صرف اوقاتِ شب کے لیے ہے، دن میں چونکہ دیگر مصروفیات ہوتی ہیں، اس لیے دن کے اوقات میں باری وغیرہ کا اہتمام ضروری نہیں۔ واللہ أعلم.[2]

(١٠٥) بَابٌ: إِذَا اسْتَأْذَنَ الرَّجُلُ نِسَاءَهُ فِي أَنْ يُمَرَّضَ فِي بَيْتِ بَعْضِهِنَّ فَأَذِنَّ لَهُ

باب: 105- اگر مرد ایام مرض کسی ایک بیوی کے ہاں گزارنے کے لیے دوسری بیویوں سے اجازت لے اور وہ اس کی اجازت دے دیں

وضاحت: کسی ہنگامی ضرورت کے پیش نظر مقررہ باری سے بالاتر ہو کر کسی دوسری بیوی کے پاس رات گزارنا جائز ہے بشرطیکہ تمام بیویاں اجازت دے دیں جیسا کہ بیماری کے ایام کسی ایک بیوی کے ہاں گزارنا، بہر حال اس کے جواز میں کوئی اختلاف نہیں۔ واللہ أعلم.

٥٢١٧ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ: حَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ: قَالَ هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ: أَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ يَسْأَلُ فِي مَرَضِهِ الَّذِي مَاتَ فِيهِ: «أَيْنَ أَنَا غَدًا؟ أَيْنَ أَنَا غَدًا؟» - يُرِيدُ يَوْمَ عَائِشَةَ - فَأَذِنَ لَهُ أَزْوَاجُهُ يَكُونُ حَيْثُ شَاءَ، فَكَانَ فِي بَيْتِ عَائِشَةَ حَتَّى مَاتَ عِنْدَهَا، قَالَتْ عَائِشَةُ: فَمَاتَ فِي الْيَوْمِ الَّذِي كَانَ يَدُورُ عَلَيَّ فِيهِ فِي بَيْتِي، فَقَبَضَهُ اللهُ وَإِنَّ رَأْسَهُ لَبَيْنَ نَحْرِي

[5217] حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ کی جس بیماری میں وفات ہوئی، اس میں پوچھا کرتے تھے: "کل میری باری کس کے پاس ہے؟ میں کل کہاں ہوں گا؟ آپ کو حضرت عائشہ ؓ کی باری کا انتظار تھا، چنانچہ آپ کو تمام ازواج نے اجازت دے دی کہ آپ جہاں چاہیں قیام فرمائیں۔ آپ ﷺ نے حضرت عائشہ ؓ کے گھر کا انتخاب کیا حتی کہ ان کے ہاں آپ کی وفات ہوئی۔ حضرت عائشہ ؓ نے بیان کیا کہ آپ ﷺ نے اسی دن وفات پائی جس دن میرے گھر میں آپ کے آنے کی

1 فتح الباري: 393/9. 2 عمدة القاري: 191/14.

وَسَحْرِي، وَخَالَطَ رِيقُهُ رِيقِي. [راجع: ٨٩٠]

باری تھی۔ (یہ حسن اتفاق تھا کہ) اللہ تعالیٰ نے جب آپ کو وفات دی تو آپ کا سر مبارک میرے سینے اور گردن کے درمیان تھا اور آپ کا لعاب دہن میرے لعاب دہن سے مل گیا تھا۔

فوائد ومسائل: ① رسول اللہ ﷺ اپنی بیویوں کی حوصلہ افزائی کرنے کے لیے بطور مہربانی ان سے اجازت حاصل کرتے تھے، آپ تقسیم کے پابند نہیں تھے جیسا کہ قرآن کریم میں ہے: "آپ کو یہ بھی اختیار ہے کہ جس بیوی کو چاہو علیحدہ رکھو اور جسے چاہو اپنے پاس بلالو۔"[1] ② لعاب دہن ملنے کا سبب یہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے آخری لمحات میں تازہ مسواک طلب فرمائی تو حضرت عائشہ ؓ نے اپنے دانتوں سے مسواک نرم کر کے آپ کو دی تھی۔ آپ کی نرم کی ہوئی مسواک سے رسول اللہ ﷺ نے دندان مبارک اور منہ میں مسواک کی، اس طرح دونوں لعاب مل گئے۔[2]

(١٠٦) بَابُ حُبِّ الرَّجُلِ بَعْضَ نِسَائِهِ أَفْضَلَ مِنْ بَعْضٍ

باب: 106- آدمی کا اپنی بیویوں میں سے کسی ایک بیوی کے ساتھ زیادہ محبت کرنا

وضاحت: اہل دل کی اصطلاح میں میلان قلب کسی چیز کی طرف متوجہ ہونے کا نام ہے کہ انسان اکثر اوقات دل و زبان سے اسے یاد کرتا رہے۔ محبت، طبعی ہوتی ہے کسب سے حاصل نہیں ہوتی۔ اس میں انسان بے بس ہوتا ہے، لہٰذا کسی بیوی سے اس کی کسی خاص ادا کی بنا پر زیادہ محبت ہو سکتی ہے۔ دوسری بیویوں کے مقابلے میں محبت کا زیادہ ہونا قابل مؤاخذہ نہیں ہے۔

٥٢١٨ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللهِ: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ عَنْ يَحْيَى، عَنْ عُبَيْدِ بْنِ حُنَيْنٍ: سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ: دَخَلَ عَلَى حَفْصَةَ فَقَالَ: يَا بُنَيَّةِ، لَا يَغُرَّنَّكِ هٰذِهِ الَّتِي أَعْجَبَهَا حُسْنُهَا، [وَ]حُبُّ رَسُولِ اللهِ ﷺ إِيَّاهَا - يُرِيدُ عَائِشَةَ - فَقَصَصْتُ عَلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ فَتَبَسَّمَ. [راجع: ٨٩]

[5218] حضرت عمر ؓ سے روایت ہے کہ وہ حضرت حفصہ ؓ کے پاس گئے اور ان سے کہا: اے میری پیاری بیٹی! یہ خاتون تجھے مغرور نہ کر دے جسے اپنے حسن اور رسول اللہ ﷺ کی اس کے ساتھ محبت پر بہت ناز ہے۔ آپ کا اشارہ حضرت عائشہ ؓ کی طرف تھا۔ (حضرت عمر ؓ کہتے ہیں کہ) میں نے یہی بات رسول اللہ ﷺ کے سامنے دہرائی تو آپ مسکرا دیے۔

فوائد ومسائل: ① رسول اللہ ﷺ سیدہ عائشہ ؓ سے دوسری بیویوں کی نسبت زیادہ محبت کرتے تھے۔ حضرت عمر ؓ نے یہ بات رسول اللہ ﷺ کے سامنے کہی تو آپ نے اس کا انکار نہیں کیا، جس کے معنی یہ ہیں کہ یہ انداز قابل ملامت نہیں ہے۔

---

① الأحزاب 51:33. ② صحيح البخاري، فرض الخمس، حديث: 3100.

جب کوئی آدمی اپنی دوسری بیویوں کے ساتھ نان و نفقے کے معاملے میں برابری کرتا ہے لیکن طبعی میلان اور قلبی جھکاؤ کسی ایک طرف زیادہ ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ رسول اللہ ﷺ اسی محبت کے پیش نظر فرماتے تھے: ''اے اللہ! جس کا مجھے اختیار نہیں بلکہ تیرے اختیار میں ہے اس کے متعلق مجھے ملامت نہ کرنا۔''[1] ② محبت میں عدل کی استطاعت نہیں اور اللہ تعالیٰ انسان کو وہی تکلیف دیتا ہے جس کی وہ طاقت رکھتا ہو۔ کسی سے محبت کا زیادہ ہونا انسان کے اختیار میں نہیں، لہٰذا یہ قابل مؤاخذہ نہیں۔ واللہ أعلم.

(١٠٧) بَابُ الْمُتَشَبِّعِ بِمَا لَمْ يَنَلْ، وَمَا يُنْهَى مِنِ افْتِخَارِ الضَّرَّةِ

باب: 107- نایافتہ کے باوجود خود کو سیر ظاہر کرنا اور سوکن کے لیے جلن کا سامان پیدا کرنا جائز نہیں

وضاحت: بھوکا ہونے کے باوجود خود کو سیر شدہ ظاہر کرنے میں دو جرم ہیں: ایک سیر شدگی کا فقدان دوسرا باطل کا اظہار۔ مقصود یہ ہے کہ کسی عورت کو اس کے خاوند نے کچھ نہیں دیا لیکن اپنی سوکن کا دل جلانے کے لیے کہے کہ مجھے خاوند نے وہ کچھ دیا ہے جو کسی کے پاس نہیں۔ اس قسم کی ریاکاری ممنوع ہے۔

٥٢١٩ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ هِشَامٍ، عَنْ فَاطِمَةَ، عَنْ أَسْمَاءَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى: حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ هِشَامٍ: حَدَّثَتْنِي فَاطِمَةُ عَنْ أَسْمَاءَ: أَنَّ امْرَأَةً قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّ لِي ضَرَّةً فَهَلْ عَلَيَّ جُنَاحٌ إِنْ تَشَبَّعْتُ مِنْ زَوْجِي غَيْرَ الَّذِي يُعْطِينِي؟ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «اَلْمُتَشَبِّعُ بِمَا لَمْ يُعْطَ كَلَابِسِ ثَوْبَيْ زُورٍ».

[5219] حضرت اسماء بنت ابی بکر ؓ سے روایت ہے کہ ایک عورت نے عرض کی: اللہ کے رسول! میری ایک سوکن ہے، کیا مجھے گناہ تو نہیں ہوگا اگر میں اپنے خاوند کی دی ہوئی چیز کو خوب بڑھا چڑھا کر ظاہر کروں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو نہ دیا جائے اس کا خوب بڑھا کر اظہار کرنے والا ایسا ہے جیسے جھوٹ کے دو کپڑے پہننے والا ہے۔''

فوائد و مسائل: ① مُتَشَبِّعْ کے معنی ہیں: سیرابی کو ظاہر کرنا، حالانکہ وہ سیر شدہ نہیں ہے۔ اسے کپڑوں سے تشبیہ دی ہے کیونکہ سیرابی یا کپڑے دونوں انسان کو چھپا لیتے ہیں، ایک باطنی طور پر دوسرا ظاہری لحاظ سے۔ ② بعض حضرات نے دو جھوٹے کپڑوں کے یہ معنی کیے ہیں کہ ایک جھوٹا آدمی، جھوٹی گواہی دینے کے لیے شریف آدمی کی چادر اور تہبند پہن لے تاکہ جھوٹے آدمی کی شرافت ظاہر ہو۔ اس طرح بعض عورتیں اپنی قمیص کے نیچے دوسرے رنگ والا باڈر لگا لیتی ہیں تاکہ وہ دو قمیص ظاہر

---

1 سنن أبي داود، النكاح، حديث: 2134.

ہوں۔ ③ عورت کی طرف سے یہ مذموم حرکت ہے کہ وہ اپنی سوکن کا دل جلانے کے لیے کہے کہ خاوند نے مجھے یہ کچھ دیا ہے، حالانکہ اس نے اسے کچھ نہ دیا ہو۔ یہ عورت اس جھوٹے شخص کی طرح ہے جو ریا کاری کے طور پر زاہدوں جیسے کپڑے پہن لیتا ہے، حالانکہ وہ زاہد نہیں ہے۔[1]

(١٠٨) بَابُ الْغَيْرَةِ

باب: 108- غیرت کا بیان

وَقَالَ وَرَّادٌ عَنِ الْمُغِيرَةِ: قَالَ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ: لَوْ رَأَيْتُ رَجُلًا مَعَ امْرَأَتِي لَضَرَبْتُهُ بِالسَّيْفِ، غَيْرَ مُصْفِحٍ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «أَتَعْجَبُونَ مِنْ غَيْرَةِ سَعْدٍ؟ لَأَنَا أَغْيَرُ مِنْهُ، وَاللهُ أَغْيَرُ مِنِّي».

وراد نے حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے (رسول اللہ ﷺ سے) کہا: اگر میں کسی آدمی کو اپنی بیوی کے ساتھ دیکھ لوں تو ذرہ بھر درگزر کیے بغیر اسے فوراً قتل کر دوں؟ نبی ﷺ نے فرمایا: ''تم سعد کی غیرت پر اظہار حیرت کرتے ہو، میں اس سے بڑھ کر غیرت مند ہوں، اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ مجھ سے زیادہ غیور ہے۔''

وضاحت: غیرت، تغیر قلب سے ماخوذ ہے جس کے معنی ہیں: غصے کا غلبہ جو کسی مخصوص چیز میں شرکت کی وجہ سے ہوتا ہے۔ لوگوں میں سب سے زیادہ غیور رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی تھی۔ میاں بیوی میں غیرت بہت زیادہ ہوتی ہے، اس لیے امام بخاری رحمہ اللہ نے کتاب النکاح میں اسے بیان کیا ہے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی غیرت کا سن کر انصار بولے: اللہ کے رسول! ہمارے سردار کے مزاج میں واقعی بہت غیرت ہے۔ آپ انھیں ملامت نہ کریں۔ انھوں نے ہمیشہ کنواری لڑکی سے شادی کی۔ جب کسی بیوی کو طلاق دیتے ہیں تو ان کی غیرت کی وجہ سے ہم میں سے کسی کو یہ جرأت نہیں ہوتی کہ ان کی مطلقہ بیوی سے نکاح کرے۔[2]

٥٢٢٠ - حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ: حَدَّثَنَا أَبِي: حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ شَقِيقٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «مَا مِنْ أَحَدٍ أَغْيَرُ مِنَ اللهِ، مِنْ أَجْلِ ذٰلِكَ حَرَّمَ الْفَوَاحِشَ، وَمَا أَحَدٌ أَحَبَّ إِلَيْهِ الْمَدْحُ مِنَ اللهِ». [راجع: ٤٦٣٤]

[5220] حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کوئی دوسرا غیرت مند نہیں، یہی وجہ ہے کہ اس نے بے حیائی کے کاموں کو حرام کیا۔ اور اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کوئی دوسرا اپنی تعریف پسند کرنے والا نہیں۔''

فوائد ومسائل: ① غیرت اللہ تعالیٰ کی صفت ہے جس طرح دوسری صفات ہیں۔ ہم اسے ظاہر پر محمول کرتے ہیں اور اس کی کوئی تاویل نہیں کرتے۔ ② اللہ تعالیٰ کا مدح کو پسند کرنا لوگوں کی مصلحت کے لیے ہے تاکہ وہ اس پر لوگوں کو ثواب عطا

① فتح الباري:9/394. ② فتح الباري:9/398.

فرمائے کیونکہ جب لوگ اللہ تعالیٰ کی تعریف کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان کی تعریف ملأ اعلیٰ میں کرتا ہے۔ ویسے اللہ تعالیٰ لوگوں کی مدح وثنا سے بے نیاز ہے۔ لوگوں کی مدح اللہ تعالیٰ کو نفع نہیں دیتی اور نہ اس کا ترک ہی اسے نقصان دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مدح میں تسبیح وتحلیل اور دیگر اذکار ہیں۔

٥٢٢١ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «يَا أُمَّةَ مُحَمَّدٍ، مَا أَحَدٌ أَغْيَرَ مِنَ اللهِ أَنْ يَزْنِيَ عَبْدُهُ أَوْ أَمَتُهُ تَزْنِي، يَا أُمَّةَ مُحَمَّدٍ، لَوْ تَعْلَمُونَ مَا أَعْلَمُ لَضَحِكْتُمْ قَلِيلًا وَلَبَكَيْتُمْ كَثِيرًا». [راجع: ١٠٤٤]

[5221] حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اے امت محمد! اللہ سے بڑھ کر کوئی بھی غیرت مند نہیں کہ وہ اپنے بندے یا بندی کو بدکاری میں مبتلا دیکھے۔ اے امت محمد! اگر تم وہ جان لو جو کچھ میں جانتا ہوں تو یقیناً تم بہت تھوڑا ہنسو اور زیادہ روتے رہو۔''

فوائد ومسائل: ① اس حدیث میں بھی اللہ تعالیٰ کی غیرت کا ذکر ہے جسے اپنے حقیقی معنی پر محمول کرنا چاہیے۔ اس کے متعلق کوئی تاویل کرنا اسلاف کے طریقے کے خلاف ہے۔ ② اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے زنا کی نحوست کو بیان کیا ہے کہ آپ اس کے انجام کو خوب جانتے ہیں، نیز آپ نے فرمایا: ''آخرت کے احوال جو میرے پیش نظر ہیں اگر تمھیں ان کی اطلاع ہو جائے تو ہر وقت روتے رہو اور تمھیں کبھی ہنسنا نصیب نہ ہو۔'' واللہ أعلم.

٥٢٢٢ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ: حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ يَحْيَى، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ: أَنَّ عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَيْرِ حَدَّثَهُ عَنْ أُمِّهِ أَسْمَاءَ: أَنَّهَا سَمِعَتْ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «لَا شَيْءَ أَغْيَرُ مِنَ اللهِ».

[5222] حضرت اسماء ؓ سے روایت ہے، انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ آپ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ سے زیادہ غیرت مند کوئی نہیں۔''

٥٢٢٣ - وَعَنْ يَحْيَى: أَنَّ أَبَا سَلَمَةَ حَدَّثَهُ: أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ حَدَّثَهُ: أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ ﷺ. حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ: حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ يَحْيَى، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ: أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: «إِنَّ اللهَ يَغَارُ، وَغَيْرَةُ اللهِ أَنْ يَأْتِيَ الْمُؤْمِنُ مَا حَرَّمَ اللهُ».

[5223] حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے، وہ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ غیرت کرتا ہے اور اللہ کو غیرت اس پر آتی ہے جب بندہ مومن وہ کام کرے جسے اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے۔''

فوائد ومسائل: ① ایک بندۂ مومن کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی حرام کی ہوئی چیزوں کا ارتکاب کر کے اس کی غیرت کو چیلنج نہ کرے کیونکہ جب ایسا کرے گا تو اللہ تعالیٰ اسے فوراً تباہ و برباد کر سکتا ہے۔ ② بعض لوگ غیرت کی تاویل کرتے ہیں کہ اس سے

مراد غضب ہے جو غیرت کو لازم ہے، لیکن ہمارے رجحان کے مطابق اس کی تاویل کرنے کی کوئی ضرورت نہیں بلکہ اسے اپنے حقیقی معنی پر محمول کرنا چاہیے جیسا کہ دوسری صفات میں کہا جاتا ہے۔

٥٢٢٤ - حَدَّثَنِي مَحْمُودٌ: حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَتْ: تَزَوَّجَنِي الزُّبَيْرُ وَمَا لَهُ فِي الْأَرْضِ مِنْ مَالٍ وَلَا مَمْلُوكٍ وَلَا شَيْءٍ غَيْرِ نَاضِحٍ وَغَيْرِ فَرَسِهِ فَكُنْتُ أَعْلِفُ فَرَسَهُ وَأَسْتَقِي الْمَاءَ وَأَخْرِزُ غَرْبَهُ وَأَعْجِنُ، وَلَمْ أَكُنْ أُحْسِنُ أَخْبِزُ، فَكَانَ يَخْبِزُ جَارَاتٌ لِي مِنَ الْأَنْصَارِ، وَكُنَّ نِسْوَةَ صِدْقٍ، وَكُنْتُ أَنْقُلُ النَّوَى مِنْ أَرْضِ الزُّبَيْرِ الَّتِي أَقْطَعَهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ عَلَى رَأْسِي وَهِيَ مِنِّي عَلَى ثُلُثَيْ فَرْسَخٍ، فَجِئْتُ يَوْمًا وَالنَّوَى عَلَى رَأْسِي، فَلَقِيتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ وَمَعَهُ نَفَرٌ مِنَ الْأَنْصَارِ فَدَعَانِي ثُمَّ قَالَ: «إِخْ، إِخْ»، لِيَحْمِلَنِي خَلْفَهُ، فَاسْتَحْيَيْتُ أَنْ أَسِيرَ مَعَ الرِّجَالِ، وَذَكَرْتُ الزُّبَيْرَ وَغَيْرَتَهُ وَكَانَ أَغْيَرَ النَّاسِ، فَعَرَفَ رَسُولُ اللهِ ﷺ أَنِّي قَدِ اسْتَحْيَيْتُ فَمَضَى، فَجِئْتُ الزُّبَيْرَ فَقُلْتُ: لَقِيَنِي رَسُولُ اللهِ ﷺ وَعَلَى رَأْسِي النَّوَى وَمَعَهُ نَفَرٌ مِنْ أَصْحَابِهِ فَأَنَاخَ لِأَرْكَبَ فَاسْتَحْيَيْتُ مِنْهُ وَعَرَفْتُ غَيْرَتَكَ، فَقَالَ: وَاللهِ لَحَمْلُكِ النَّوَى كَانَ أَشَدَّ عَلَيَّ مِنْ رُكُوبِكِ مَعَهُ، قَالَتْ: حَتَّى أَرْسَلَ إِلَيَّ أَبُو بَكْرٍ بَعْدَ ذٰلِكَ بِخَادِمٍ تَكْفِينِي سِيَاسَةَ الْفَرَسِ فَكَأَنَّمَا أَعْتَقَنِي. [راجع: ٣١٥١]

[5224] حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا: حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے شادی کی تو ان کی پاس پانی لانے والے ایک اونٹ اور ایک گھوڑے کے سوا روئے زمین پر کوئی مال، کوئی غلام، الغرض کوئی چیز نہ تھی۔ میں ہی ان کے گھوڑے کو چارہ ڈالتی اور پانی پلاتی تھی، نیز ان کا ڈول سیتی اور آٹا گوندھتی تھی۔ میں اچھی طرح روٹی نہیں پکا سکتی تھی۔ میری ہمسائیاں انصاری عورتیں روٹیاں پکا دیتی تھیں۔ وہ بڑی اچھی اور باوفا خواتین تھیں۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی وہ زمین جو رسول اللہ ﷺ نے انھیں دی تھی، میں وہاں سے اپنے سر پر گٹھلیاں اٹھا کر لاتی تھی۔ یہ زمین میرے گھر سے دو میل کے فاصلے پر تھی۔ ایک روز میں آ رہی تھی جبکہ گٹھلیاں میرے سر پر تھیں کہ راستے میں رسول اللہ ﷺ سے ملاقات ہوگئی۔ آپ کے ہمراہ قبیلۂ انصار کے چند لوگ بھی تھے۔ آپ نے مجھے بلایا اور اپنے اونٹ کو بٹھانے کے لیے اخ اخ کیا۔ آپ چاہتے تھے کہ مجھے اپنے پیچھے سوار کرلیں لیکن مجھے مردوں کے ہمراہ چلنے میں شرم محسوس ہوئی اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی غیرت کا بھی خیال آیا۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ بہت ہی باغیرت انسان تھے۔ رسول اللہ ﷺ بھی سمجھ گئے کہ میں شرم محسوس کر رہی ہوں، اس لیے آپ آگے بڑھ گئے۔ اس کے بعد میں حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے پاس آئی تو ان سے اس واقعے کا ذکر کیا کہ راستے میں رسول اللہ ﷺ سے میری ملاقات ہوئی تھی جبکہ میرے سر پر گٹھلیاں تھیں۔ آپ کے ہمراہ چند صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم بھی تھے۔ آپ ﷺ نے مجھے سوار کرنے کے لیے اپنا اونٹ بٹھایا لیکن مجھے شرم دامن گیر

ہوئی اور تمھاری غیرت کا بھی خیال آیا۔ حضرت زبیر ڈٹاٹنڈ نے کہا: اللہ کی قسم! تمھارا سر پر گٹھلیاں اٹھانا مجھ پر آپ ﷺ کے ساتھ سوار ہونے سے زیادہ گراں تھا۔ وہ حضرت اسماء ڈٹاٹھا کہتی ہیں کہ اس کے بعد حضرت ابوبکر ڈٹاٹنڈ نے ایک غلام میرے پاس بھیج دیا، وہ گھوڑے کے متعلق سب کام کرنے لگا اور میں بے فکر ہوگئی گویا انھوں نے مجھے آزاد کر دیا۔

فوائد ومسائل: ① رسول اللہ ﷺ نے حضرت زبیر ڈٹاٹنڈ کو ایک قطعۂ ارضی الاٹ کیا تھا، وہ اس کے مالک نہ تھے بلکہ اس سے حاصل شدہ منافع لیتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت اسماء ڈٹاٹھا نے اسے مستثنیٰ نہیں کیا جیسا کہ پانی لانے والے اونٹ اور گھوڑے کو مستثنیٰ کیا تھا، نیز بعض ضروریات زندگی مکان، لباس اور طعام وغیرہ کو بھی مستثنیٰ نہیں کیا، حالانکہ یہ سہولیات بھی انھیں مدینہ طیبہ میں میسر تھیں۔ ② اس حدیث میں حضرت زبیر ڈٹاٹنڈ کی غیرت کا ذکر ہے جسے ثابت کرنے کے لیے امام بخاری ڈٹلٹنہ نے یہ حدیث بیان کی ہے۔ حضرت زبیر ڈٹاٹنڈ کے کہنے کا مطلب یہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ کے پیچھے بیٹھنے میں کوئی عار نہ تھی اور نہ یہ غیرت ہی کے منافی تھا، البتہ سر پر گٹھلی اٹھانے میں لوگ ذلت وخواری محسوس کرتے ہیں اور اسے قلت غیرت پر محمول کرتے ہیں۔ حضرت اسماء ڈٹاٹھا کے والد گرامی حضرت ابوبکر ڈٹاٹنڈ اور ان کے شوہر نامدار جہاد میں مصروف رہتے تھے، اس لیے گھر اور باہر کا کام کاج حضرت اسماء ڈٹاٹھا خود کرتی تھیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ جن امور کا شوہر محتاج ہو، انھیں بجالانا بیوی کی ذمہ داری ہے۔ واللہ أعلم.

٥٢٢٥ - حَدَّثَنَا عَلِيٌّ: حَدَّثَنَا ابْنُ عُلَيَّةَ عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ عِنْدَ بَعْضِ نِسَائِهِ، فَأَرْسَلَتْ إِحْدَى أُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِينَ بِصَحْفَةٍ فِيهَا طَعَامٌ، فَضَرَبَتِ الَّتِي النَّبِيُّ ﷺ فِي بَيْتِهَا يَدَ الْخَادِمِ فَسَقَطَتِ الصَّحْفَةُ فَانْفَلَقَتْ، فَجَمَعَ النَّبِيُّ ﷺ فِلَقَ الصَّحْفَةِ ثُمَّ جَعَلَ يَجْمَعُ فِيهَا الطَّعَامَ الَّذِي كَانَ فِي الصَّحْفَةِ وَيَقُولُ: «غَارَتْ أُمُّكُمْ»، ثُمَّ حَبَسَ الْخَادِمَ حَتَّى أُتِيَ بِصَحْفَةٍ مِنْ عِنْدِ الَّتِي هُوَ فِي بَيْتِهَا، فَدَفَعَ الصَّحْفَةَ الصَّحِيحَةَ إِلَى الَّتِي كُسِرَتْ صَحْفَتُهَا، وَأَمْسَكَ الْمَكْسُورَةَ فِي بَيْتِ الَّتِي كُسِرَتْ فِيهِ. [راجع: ٢٤٨١]

[5225] حضرت انس ڈٹاٹنڈ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ اپنی ایک بیوی کے ہاں تشریف رکھے ہوئے تھے، اس وقت ایک دوسری بیوی نے آپ کے لیے ایک پیالے میں کھانے کی کوئی چیز بھیجی۔ جس بیوی کے گھر میں آپ تشریف فرما تھے اس نے خادم کے ہاتھ کو مارا تو پیالہ گر کر ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا۔ نبی ﷺ نے پیالے کے ٹکڑے جمع کیے، پھر جو کھانا اس پیالے میں تھا اسے بھی جمع کرنے لگے، پھر فرمایا: ''تمھاری ماں کو غیرت آگئی ہے۔'' پھر خادم کو روک رکھا حتی کہ اس بیوی کے گھر سے پیالہ لایا گیا جس کے پاس آپ قیام پذیر تھے۔ اس کے بعد صحیح پیالہ اس بیوی کو بھیجا جس کا پیالہ توڑ دیا گیا تھا اور شکستہ (ٹوٹا ہوا) پیالہ اس بیوی کے گھر رہنے دیا جس نے اسے توڑا تھا۔

فائدہ: عورت کی فطرت میں ہے کہ وہ سوکن پر غیرت کرتی ہے اور یہ شروع سے ہوتا آرہا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے انصاف کے تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے پیالہ تو واپس کر دیا لیکن غیرت والی بیوی سے اور کوئی مؤاخذہ نہیں کیا کیونکہ عورت جب غیرت میں آتی ہے تو شدت غضب کی وجہ سے اس کی عقل پر پردہ پڑ جاتا ہے۔ بہر حال غیرت اور رشک عورتوں کا خاصہ ہے، شاذ و نادر ہی کوئی عورت اس سے پاک ہوتی ہے۔[1]

٥٢٢٦ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ الْمُقَدَّمِيُّ: حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «دَخَلْتُ الْجَنَّةَ - أَوْ أَتَيْتُ الْجَنَّةَ - فَأَبْصَرْتُ قَصْرًا فَقُلْتُ: لِمَنْ هٰذَا؟ قَالُوا: لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، فَأَرَدْتُ أَنْ أَدْخُلَهُ فَلَمْ يَمْنَعْنِي إِلَّا عِلْمِي بِغَيْرَتِكَ»، قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ: يَا رَسُولَ اللهِ، بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي يَا نَبِيَّ اللهِ، أَوَ عَلَيْكَ أَغَارُ؟. [راجع: ٣٦٧٩]

[5226] حضرت جابر بن عبداللہ ؓ سے روایت ہے، وہ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ”میں جنت کے اندر داخل ہوا یا جنت میں پہنچا تو وہاں میں نے ایک محل دیکھا۔ میں نے پوچھا یہ محل کس کا ہے؟ فرشتوں نے کہا: یہ محل حضرت عمر بن خطاب ؓ کا ہے۔ میں نے چاہا کہ اس کے اندر جاؤں لیکن رک گیا کیونکہ تمھاری غیرت کا مجھے علم تھا۔“ حضرت عمر ؓ نے کہا: اللہ کے رسول! میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں اے اللہ کے نبی! کیا میں نے آپ پر غیرت کرنا تھی؟

٥٢٢٧ - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ عَنْ يُونُسَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ: أَخْبَرَنِي ابْنُ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: بَيْنَمَا نَحْنُ عِنْدَ رَسُولِ اللهِ ﷺ جُلُوسٌ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «بَيْنَمَا أَنَا نَائِمٌ رَأَيْتُنِي فِي الْجَنَّةِ، فَإِذَا امْرَأَةٌ تَتَوَضَّأُ إِلَى جَانِبِ قَصْرٍ، فَقُلْتُ: لِمَنْ هٰذَا؟ قَالَ: هٰذَا لِعُمَرَ، فَذَكَرْتُ غَيْرَتَهُ فَوَلَّيْتُ مُدْبِرًا». فَبَكَى عُمَرُ وَهُوَ فِي الْمَجْلِسِ ثُمَّ قَالَ: أَوَ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللهِ أَغَارُ؟. [راجع: ٣٢٤٢]

[5227] حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”میں نے خود کو بحالت خواب جنت میں دیکھا، کیا دیکھتا ہوں کہ ایک عورت محل کے کونے میں بیٹھی وضو کر رہی تھی۔ میں نے پوچھا: یہ محل کس کا ہے؟ فرشتے نے کہا: یہ محل حضرت عمر بن خطاب ؓ کا ہے۔ مجھے عمر ؓ کی غیرت یاد آ گئی تو وہاں سے واپس چلا آیا۔“ حضرت عمر ؓ جو مجلس میں تھے رو پڑے اور عرض کی: اللہ کے رسول! کیا میں آپ پر غیرت کر سکتا ہوں؟

فوائد و مسائل: ① پہلی حدیث میں احتمال تھا کہ شاید رسول اللہ ﷺ نے بیداری کے عالم میں جنت کا مشاہدہ کیا ہو لیکن

---

[1] فتح الباري: 403/9.

دوسری حدیث نے اس احتمال کو ختم کر دیا کہ جنت میں بحالت بیداری نہیں بلکہ خواب میں داخل ہوئے تھے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے دوسری حدیث غالباً اس لیے ذکر کی ہے۔[1] ② حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا رونا خوشی کی بنا پر تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے مجھ ناچیز پر یہ عنایت فرمائی کہ بہشت بریں میں میرے لیے عالی شان محل تیار کیا۔ آپ نے اپنے جذبات کا اظہار اس لیے کیا کہ آپ تو رسول اللہ ﷺ کے خادم اور آپ کی بیویاں اور جنت میں ملنے والی حوریں سب آپ کی خادمائیں ہیں، بھلا ایسے حالات میں آپ رسول اللہ ﷺ کے متعلق کس طرح غیرت کر سکتے ہیں۔ والله أعلم.

(١٠٩) بَابُ غَيْرَةِ النِّسَاءِ وَوَجْدِهِنَّ

باب: 109- عورتوں کا غیرت کرنا اور ان کا غضب ناک ہونا

وضاحت: کچھ غیرت عورتوں میں فطری ہوتی ہے جس پر مؤاخذہ اور پکڑ نہیں ہے لیکن جب یہ غیرت حد سے گزر جائے تو ملامت کے قابل ہے۔ اس کا قاعدہ یہ ہے جسے ایک حدیث میں بیان کیا گیا ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ایک غیرت اللہ کو پسند ہے۔ وہ گناہ کے کام پر غیرت کرنا ہے۔ اور دوسری غیرت اللہ کو ناپسند ہے، یعنی گناہ کے کاموں کے علاوہ غیرت کرنا۔''[2]

٥٢٢٨ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ: حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: قَالَ لِي رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِنِّي لَأَعْلَمُ إِذَا كُنْتِ عَنِّي رَاضِيَةً، وَإِذَا كُنْتِ عَلَيَّ غَضْبَى»، قَالَتْ: فَقُلْتُ: مِنْ أَيْنَ تَعْرِفُ ذٰلِكَ؟ فَقَالَ: «أَمَّا إِذَا كُنْتِ عَنِّي رَاضِيَةً فَإِنَّكِ تَقُولِينَ: لَا وَرَبِّ مُحَمَّدٍ، وَإِذَا كُنْتِ غَضْبَى قُلْتِ: لَا وَرَبِّ إِبْرَاهِيمَ»، قَالَتْ: قُلْتُ: أَجَلْ، وَاللهِ يَا رَسُولَ اللهِ مَا أَهْجُرُ إِلَّا اسْمَكَ.

[انظر: ٦٠٧٨]

[5228] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ (ایک دفعہ) رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: ''میں خوب جانتا ہوں جب تم مجھ پر خوش ہوتی ہو اور جب مجھ پر ناراض ہوتی ہو۔'' میں نے عرض کی: اللہ کے رسول! آپ کو یہ کیونکر معلوم ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا: ''جب تم مجھ سے خوش ہوتی ہو تو کہتی ہو: نہیں نہیں، مجھے رب محمد کی قسم! اور جب تم مجھ سے ناراض ہوتی ہو تو کہتی ہو: نہیں نہیں، حضرت ابراہیم علیہ السلام کے رب کی قسم!'' میں نے عرض کی: ہاں اللہ کے رسول، اللہ کی قسم! غصے کے وقت بھی میں صرف آپ کا نام زبان پر نہیں لاتی۔ (دل میں آپ کی محبت میں غرق ہوتی ہوں۔)

فوائد ومسائل: ① اگر بیوی اپنے خاوند کی بدکاری اور اس کی طرف سے اپنی حق تلفی پر غیرت کرے اور ناراضی کا اظہار کرے تو یہ غیرت اور ناراضی جائز ہے اور اگر کسی قسم کی دلیل کے بغیر محض شکوک و شبہات کی بنا پر غیرت اور غصہ کرتی ہے تو اس قسم کی غیرت ناپسندیدہ اور گناہ ہے۔ ② واضح رہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا تو رسول اللہ ﷺ کی محبت میں غرق رہتی تھیں، ظاہر میں

1 فتح الباري: 404/9. 2 مسند أحمد: 445/5، 446، و إرواء الغليل: 58/5، 59، رقم: 1999.

غصے کی وجہ سے آپ کا نام نہیں لیتی تھیں۔ یہ غصہ بھی حضرت عائشہ ؓ کی طرف سے بطور ناز محبوبیت ہوا کرتا تھا۔ اس حالت میں بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کا نام لیتی تاکہ محبوبیت کے دائرے سے کسی طرح بھی خارج نہ ہوں۔ ؓ[1]

٥٢٢٩ - حَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ أَبِي رَجَاءٍ: حَدَّثَنَا النَّضْرُ عَنْ هِشَامٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا قَالَتْ: مَا غِرْتُ عَلَى امْرَأَةٍ لِرَسُولِ اللهِ ﷺ كَمَا غِرْتُ عَلَى خَدِيجَةَ لِكَثْرَةِ ذِكْرِ رَسُولِ اللهِ ﷺ إِيَّاهَا وَثَنَائِهِ عَلَيْهَا، وَقَدْ أُوحِيَ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ أَنْ يُبَشِّرَهَا بِبَيْتٍ لَهَا فِي الْجَنَّةِ مِنْ قَصَبٍ. [راجع: ٣٨١٦]

[5229] حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ مجھے رسول اللہ ﷺ کی کسی بیوی پر اتنی غیرت نہیں آتی تھی جس قدر حضرت خدیجہ ؓ پر غیرت آتی تھی کیونکہ رسول اللہ ﷺ بکثرت ان کا تذکرہ اور ان کی تعریف کیا کرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کی طرف اس امر کی وحی کی گئی کہ آپ حضرت خدیجہ ؓ کو جنت میں ایک ایسے گھر کی خوشخبری دے دیں جو موتیوں سے بنایا گیا ہے۔

فوائد ومسائل: ① عورت کا خاوند کی دوسری بیوی پر غیرت کا سبب یہ ہے کہ اس کے خیال میں وہ دوسری بیوی سے زیادہ محبت کرتا ہے۔ حضرت عائشہ ؓ بھی حضرت خدیجہ ؓ پر اس وجہ سے غیرت کرتی تھیں کہ رسول اللہ ﷺ بکثرت انھیں یاد کرتے رہتے تھے اور کثرت ذکر کثرت محبت پر دلالت کرتا ہے۔ ② اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عائشہ ؓ دوسری ازواج مطہرات پر غیرت کرتی تھیں لیکن حضرت خدیجہ ؓ کے متعلق کچھ زیادہ ہی غیرت کا مظاہرہ ہوتا تھا، حالانکہ وہ وفات پا چکی تھیں۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ ؓ نے عرض کیا: اللہ کے رسول! آپ ایک بوڑھی عورت کی تعریف کیا کرتے ہیں، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس سے بہتر بیوی دے دی ہے۔ آپ نے فرمایا: ''اس سے بہتر بیوی مجھے نہیں دی۔''[2] رسول اللہ ﷺ نے اس قسم کی غیرت کے اظہار پر حضرت عائشہ ؓ سے کوئی مؤاخذہ نہیں کیا۔ معلوم ہوا کہ ان کی غیرت قابل مؤاخذہ نہ تھی کیونکہ سوکن کے متعلق ایسی غیرت طبعی ہوتی ہے۔[3]

(١١٠) بَابُ ذَبِّ الرَّجُلِ عَنِ ابْنَتِهِ فِي الْغَيْرَةِ وَالْإِنْصَافِ

باب: 110- انصاف وغیرت کے پیش نظر مرد کا اپنی بیٹی کی طرف سے دفاع کرنا

٥٢٣٠ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ، عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ:

[5230] حضرت مسور بن مخرمہ ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو منبر پر کھڑے یہ فرماتے ہوئے سنا: ''ہشام بن مغیرہ کے خاندان نے مجھ

---

① فتح الباري: 405/9. ② صحيح البخاري، مناقب الأنصار، حديث: 3821، ومسند أحمد: 117/6، 118، واللفظ له.
③ فتح الباري: 405/9.

«إِنَّ بَنِي هِشَامِ بْنِ الْمُغِيرَةِ اسْتَأْذَنُوا فِي أَنْ يُنْكِحُوا ابْنَتَهُمْ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ، فَلَا آذَنُ، ثُمَّ لَا آذَنُ، ثُمَّ لَا آذَنُ إِلَّا أَنْ يُرِيدَ ابْنُ أَبِي طَالِبٍ أَنْ يُطَلِّقَ ابْنَتِي وَيَنْكِحَ ابْنَتَهُمْ، فَإِنَّمَا هِيَ بَضْعَةٌ مِنِّي، يُرِيبُنِي مَا أَرَابَهَا، وَيُؤْذِينِي مَا آذَاهَا». [راجع: ٩٧٢]

سے اجازت طلب کی ہے کہ وہ اپنی بیٹی کا نکاح حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے کر دیں۔ میں اجازت نہیں دیتا، پھر اجازت نہیں دیتا، ایک بار بھی اجازت نہیں دیتا۔ ہاں، اگر ابن ابی طالب کا پروگرام ہے تو وہ میری بیٹی کو طلاق دے کر ان کی بیٹی سے نکاح کر لے۔ فاطمہ رضی اللہ عنہا تو میرا جگر گوشہ ہے جو چیز اسے پریشان کرتی ہے وہ مجھے بھی کرتی ہے اور جو اس کے لیے تکلیف دہ ہے وہ میرے لیے بھی باعث اذیت ہے۔"

فوائد ومسائل: ① ایک روایت میں ہے کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ابوجہل کی بیٹی کے نکاح کی بات چلی تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کے پاس آئیں اور کہا: لوگوں کے بقول آپ اپنی بیٹیوں کی خاطر کسی کی ناراضی مول نہیں لیتے ہیں، دیکھیں میرے شوہر حضرت علی، ابوجہل کی بیٹی سے نکاح کرنا چاہتے ہیں۔ اس وقت آپ نے فرمایا: "میں فاطمہ کی تکلیف کو برداشت نہیں کر سکتا۔ اللہ کی قسم! اللہ کے رسول کی بیٹی اور اللہ کے دشمن کی بیٹی ایک آدمی کے ہاں جمع نہیں ہو سکتیں۔" اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کا ارادہ ترک کر دیا۔[1] ایک دوسری روایت میں ہے: "میں فاطمہ کو اس کے دین کے متعلق آزمائش میں مبتلا نہیں کرنا چاہتا اور نہ میں حلال ہی کو حرام اور حرام کو حلال کرتا ہوں لیکن اللہ کے دشمن کی بیٹی اور اللہ کے رسول کی بیٹی کبھی اکٹھی نہیں ہو سکتیں۔"[2] ② ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جو عار باپ میں ہو وہ اولاد میں بھی باقی رہتی ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اس لڑکی کو اللہ کے دشمن کی بیٹی قرار دیا، اسی طرح آباؤ اجداد کی شرافت اولاد کے لیے باعث افتخار ہوتی ہے۔ ③ بہر حال حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے ابوجہل کی بیٹی سے نکاح جائز تھا لیکن رسول اللہ ﷺ کے انداز سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ رسول اللہ ﷺ کا خاصہ تھا اور یہ بھی احتمال ہے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی خصوصیت ہو۔ واللہ أعلم.[3]

(١١١) بَابٌ: يَقِلُّ الرِّجَالُ وَيَكْثُرُ النِّسَاءُ

باب: 111- مرد کم رہ جائیں گے اور عورتیں زیادہ ہوتی چلی جائیں گی

وَقَالَ أَبُو مُوسَى عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: «وَتَرَى الرَّجُلَ الْوَاحِدَ يَتْبَعُهُ أَرْبَعُونَ نِسْوَةً يَلُذْنَ بِهِ مِنْ قِلَّةِ الرِّجَالِ وَكَثْرَةِ النِّسَاءِ».

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: "تو ایک آدمی کو دیکھے گا کہ چالیس عورتیں اس کی ہمراہی میں ہوں گی اور اس کی پناہ میں رہیں گی کیونکہ مرد کم رہ جائیں گے اور عورتیں زیادہ ہو جائیں گی۔"

1 صحيح البخاري، فضائل أصحاب النبي ﷺ، حديث: 3729. 2 صحيح البخاري، فرض الخمس، حديث: 3110.
3 فتح الباري: 408/9.

وضاحت: امام بخاری رحمہ اللہ نے خود ہی اس حدیث کو موصولاً بیان کیا ہے۔[1] یہ چالیس عورتیں لونڈیاں ہوں گی یا آدمی کی رشتہ دار بہنیں بیٹیاں ہوں گی جن کے شوہر نہیں ہوں گے اور وہ صلہ رحمی کے طور پر انھیں اپنی کفالت میں رکھے گا۔[2]

٥٢٣١ - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ الْحَوْضِيُّ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: لَأُحَدِّثَنَّكُمْ حَدِيثًا سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ لَا يُحَدِّثُكُمْ بِهِ أَحَدٌ غَيْرِي، سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «إِنَّ مِنْ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ أَنْ يُرْفَعَ الْعِلْمُ، وَيَكْثُرَ الْجَهْلُ، وَيَكْثُرَ الزِّنَا، وَيَكْثُرَ شُرْبُ الْخَمْرِ، وَيَقِلَّ الرِّجَالُ، وَيَكْثُرَ النِّسَاءُ حَتَّى يَكُونَ لِخَمْسِينَ امْرَأَةً الْقَيِّمُ الْوَاحِدُ». [راجع: ٨٠]

[5231] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں تمھیں ایک حدیث بیان کرتا ہوں جو میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنی تھی۔ میرے علاوہ کوئی دوسرا تمھیں یہ حدیث بیان نہیں کرے گا۔ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ نے فرمایا: ''قیامت کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ علم دین اٹھالیا جائے گا، جہالت زیادہ ہوجائے گی، بدکاری بکثرت ہوگی، شراب نوشی زیادہ ہوگی، مرد کم رہ جائیں گے اور عورتیں زیادہ ہو جائیں گی حتی کہ پچاس عورتوں کا ایک ہی منتظم ہوگا۔''

فائدہ: مردوں کی کمی اور عورتوں کی کثرت جنگی حالات کے پیش نظر ہوگی یا افزائش کا نتیجہ ہوگا، چنانچہ آج کل اکثر نوبیاہتا جوڑوں میں لڑکیوں کی پیدائش زیادہ ہے۔

(١١٢) بَابٌ: لَا يَخْلُوَنَّ رَجُلٌ بِامْرَأَةٍ إِلَّا ذُو مَحْرَمٍ، وَالدُّخُولُ عَلَى الْمُغِيبَةِ

باب: 112- محرم کے علاوہ کوئی آدمی کسی اجنبی عورت سے خلوت نہ کرے، نیز جس کا خاوند غائب ہو اس کے ہاں داخلہ بھی ممنوع ہے

وضاحت: محرم وہ رشتے دار ہے جس کے ساتھ عورت کا نکاح ہمیشہ کے لیے حرام ہو۔ اس عنوان میں دو حکم بیان ہوئے ہیں: ○ غیر محرم کے لیے اجنبی عورت کے ساتھ خلوت کرنے کی حرمت۔ ○ جس کا شوہر غائب ہو اس کے گھر جانے کی ممانعت۔ پہلا حکم تو بطور نص ثابت ہے جبکہ دوسرا استنباط سے ثابت کیا گیا ہے۔[3]

٥٢٣٢ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ: حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ، عَنْ أَبِي الْخَيْرِ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «إِيَّاكُمْ

[5232] حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''خود کو اجنبی عورتوں کے پاس جانے سے دور رکھو۔'' ایک انصاری نے دریافت کیا: اللہ

---

1 صحيح البخاري، الزكاة، حديث: 1414. 2 فتح الباري: 410/9. 3 فتح الباري: 411/9.

وَالدُّخُولَ عَلَى النِّسَاءِ»، فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ: يَا رَسُولَ اللهِ، أَفَرَأَيْتَ الْحَمْوَ؟ قَالَ: «اَلْحَمْوُ: الْمَوْتُ».

کے رسول! دیور، جیٹھ کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے؟ آپ نے فرمایا: ”دیور تو موت ہے۔“

فوائد ومسائل: ① حمو سے مراد شوہر کے وہ رشتے دار ہیں جو اس کے باپ اور بیٹوں کے علاوہ ہوں، یعنی شوہر کے بھائی، بھتیجے، بھانجے اور چچا، ماموں وغیرہ کیونکہ یہ رشتے دار عورت کے محرم نہیں ہیں۔ اگر شوہر فوت ہو جائے یا بیوی کو طلاق مل جائے تو ان کے ساتھ نکاح ہوسکتا ہے۔ ② رسول اللہ ﷺ نے ان رشتے داروں کو موت قرار دیا ہے کہ عام طور پر ان سے غفلت اور سستی کی جاتی ہے، اس بنا پر خطرناک نتائج سامنے آتے ہیں۔ یہ حضرات خاوند کی عدم موجودگی میں اس کی بیوی سے خلوت کرتے ہیں تو اگر معاملہ بوس وکنار تک محدود ہو تو دین کی ہلاکت اور اگر بدکاری تک نوبت پہنچ جائے تو جان کی ہلاکت ہے۔ اس میں عورت کی بھی ہلاکت ہے کہ شوہر کو پتا چلنے کے بعد وہ اسے طلاق دے دے گا یا غیرت میں آکر قتل کر دے گا۔ ③ غور وفکر کرنے سے یہ حدیث مذکورہ بالا دونوں مسائل کے لیے دلیل بن سکتی ہے۔ واللہ المستعان.

٥٢٣٣ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ: حَدَّثَنَا عَمْرٌو عَنْ أَبِي مَعْبَدٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «لَا يَخْلُوَنَّ رَجُلٌ بِامْرَأَةٍ إِلَّا مَعَ ذِي مَحْرَمٍ»، فَقَامَ رَجُلٌ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، امْرَأَتِي خَرَجَتْ حَاجَّةً وَاكْتُتِبْتُ فِي غَزْوَةِ كَذَا وَكَذَا، قَالَ: «ارْجِعْ فَحُجَّ مَعَ امْرَأَتِكَ». [راجع: ١٨٦٢]

[5233] حضرت ابن عباس ؓ سے روایت ہے، وہ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ”کوئی مرد کسی اجنبی عورت سے تنہائی میں نہ ملے مگر جب قریبی رشتہ دار موجود ہوں۔“ ایک آدمی اٹھ کر عرض کرنے لگا: اللہ کے رسول! میری بیوی حج کے ارادے سے سفر پر جا رہی ہے جبکہ میرا نام فلاں فلاں جنگ میں شرکت کے لیے لکھ لیا گیا ہے۔ آپ نے فرمایا: ”تم واپس چلے جاؤ اور اپنی بیوی کے ساتھ حج کرو۔“

فوائد ومسائل: ① شوہر پر بیوی کی حفاظت وصیانت ضروری ہے، اس لیے حج کے لیے اس کا ساتھ جانا ضروری ہے۔ جہاد کا فریضہ دوسرے لوگ ادا کر سکتے ہیں اور اس کے قائم مقام ہو سکتے ہیں لیکن عورت کے ساتھ محرم کے علاوہ اور کوئی نہیں جاسکتا۔ ② اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر عورت کے ساتھ محرم نہ ہو تو اس پر حج فرض نہیں ہے، خواہ وہ کتنی مال دار ہو۔[1]

(١١٣) بَابُ مَا يَجُوزُ أَنْ يَخْلُوَ الرَّجُلُ بِالْمَرْأَةِ عِنْدَ النَّاسِ

باب: 113- مرد، لوگوں کی موجودگی میں اجنبی عورت سے تنہائی کر سکتا ہے

وضاحت: امام بخاری ؒ نے ”لوگوں کی موجودگی“ کی شرط لگا کر یہ ثابت کیا ہے کہ اجنبی عورت سے لوگوں کے سامنے تو

1 عمدة القاري: 208/14.

بات کی جاسکتی ہے لیکن لوگوں سے چھپ کر بات کرنا جائز نہیں۔[1]

٥٢٣٤ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ هِشَامٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: جَاءَتِ امْرَأَةٌ مِنَ الْأَنْصَارِ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَخَلَا بِهَا فَقَالَ: «وَاللهِ إِنَّكُمْ لَأَحَبُّ النَّاسِ إِلَيَّ». [راجع: ٣٧٨٦]

[5234] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک انصاری عورت نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی تو آپ نے اس سے تنہائی میں گفتگو کی اور فرمایا: ''اللہ کی قسم! بلاشبہ تم سب لوگوں سے مجھے زیادہ محبوب ہو۔''

فوائد ومسائل: ① ایک روایت میں ہے کہ عورت کے ساتھ اس کی اولاد بھی تھی اور رسول اللہ ﷺ نے مذکورہ بات تین دفعہ ارشاد فرمائی۔[2] ② اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اجنبی عورت کا تنہائی میں کسی سے راز کی بات کرنا جائز ہے جب فتنے کا خوف نہ ہو۔ لیکن اس قسم کی تنہائی لوگوں کے سامنے ہو۔ ایسے حالات میں اس حد تک خلوت کرنے کی اجازت ہے کہ حاضرین میں سے کوئی بھی اس عورت کی بات نہ سن سکے اور نہ کسی کو اس کا شکوہ ہی معلوم ہو۔ ③ حدیث میں اگرچہ لوگوں کی موجودگی کا ذکر نہیں ہے، تاہم اتنا تو پتا چلتا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کا کلام سنا تھا۔ اس سے ان کی موجودگی ثابت ہوتی ہے۔[3]

(١١٤) بَابُ مَا يُنْهَى مِنْ دُخُولِ الْمُتَشَبِّهِينَ بِالنِّسَاءِ عَلَى الْمَرْأَةِ

باب: 114- جو لوگ عورتوں کی مشابہت اختیار کرتے ہیں، ان کا عورت کے پاس جانا منع ہے

٥٢٣٥ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا عَبْدَةُ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ أُمِّ سَلَمَةَ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ عِنْدَهَا وَفِي الْبَيْتِ مُخَنَّثٌ، فَقَالَ الْمُخَنَّثُ لِأَخِي أُمِّ سَلَمَةَ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي أُمَيَّةَ: إِنْ فَتَحَ اللهُ لَكُمُ الطَّائِفَ غَدًا أَدُلُّكَ عَلَى ابْنَةِ غَيْلَانَ فَإِنَّهَا تُقْبِلُ بِأَرْبَعٍ وَتُدْبِرُ بِثَمَانٍ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «لَا يَدْخُلَنَّ هٰذَا عَلَيْكُمْ». [راجع: ٤٣٢٤]

[5235] حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ ایک دفعہ ان کے ہاں تشریف فرما تھے جبکہ گھر میں ایک مخنث (ہیجڑا) بھی تھا۔ اس نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے بھائی عبداللہ بن امیہ سے کہا: اگر کل اللہ تعالیٰ نے تمھیں طائف میں فتح دی تو میں تمھیں غیلان کی بیٹی دکھاؤں گا۔ جب وہ سامنے سے آتی ہے تو اس کے پیٹ پر چار شکن پڑتے ہیں اور جب پیچھے پھرتی ہے تو یہ شکن آٹھ ہوجاتے ہیں۔ نبی ﷺ نے (اس کی بات سن کر) فرمایا: ''آئندہ یہ مخنث تمھارے پاس نہ آئے۔''

---

[1] عمدة القاري: 209/14. [2] صحيح البخاري، الأيمان والنذور، حديث: 6645. [3] فتح الباري: 413/9.

فوائدومسائل: ① ہیجڑوں کی دو قسمیں ہیں: ایک وہ جو پیدائشی ہوتے ہیں، وہ تو عورتوں کے حکم میں ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اسے منع نہیں فرمایا۔ دوسرے وہ جو تکلف سے ہیجڑے بنتے ہیں، یہ حرکت قابل مذمت ہے اور ایسے لوگوں کو عورتوں کے پاس آنا منع ہے۔ ② حافظ ابن حجر ؒ نے لکھا ہے کہ ان لوگوں سے بھی عورتوں کو پردہ کرنا چاہیے جو عورتوں کے حسن و قبح (خوبصورتی اور بدصورتی) کو پہچانتے ہوں اگرچہ وہ زنانے اور ہیجڑے ہی کیوں نہ ہوں۔[1] رسول اللہ ﷺ نے اس قسم کے تمام ہیجڑوں کو مدینہ طیبہ سے نکال دیا تھا تاکہ یہ مدینے کی فضا خراب نہ کریں۔ واللہ أعلم.

(١١٥) بَابُ نَظَرِ الْمَرْأَةِ إِلَى الْحَبَشِ وَنَحْوِهِمْ مِنْ غَيْرِ رِيبَةٍ

باب: 115- عورت اہل حبش (اجنبیوں) کو دیکھ سکتی ہے بشرطیکہ کسی فتنے کا اندیشہ نہ ہو

٥٢٣٦ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْحَنْظَلِيُّ عَنْ عِيسَى، عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَسْتُرُنِي بِرِدَائِهِ، وَأَنَا أَنْظُرُ إِلَى الْحَبَشَةِ يَلْعَبُونَ فِي الْمَسْجِدِ حَتَّى أَكُونَ أَنَا الَّذِي أَسْأَمُ، فَاقْدُرُوا قَدْرَ الْجَارِيَةِ الْحَدِيثَةِ السِّنِّ الْحَرِيصَةِ عَلَى اللَّهْوِ. [راجع: ٤٥٤]

[5236] حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: میں نے دیکھا کہ نبی ﷺ میرے لیے اپنی چادر سے پردہ کیے ہوئے تھے اور میں حبشی لوگوں کو دیکھ رہی تھی جو مسجد میں جنگی کرتب کا مظاہرہ کر رہے تھے، آخر کار میں ہی تھک گئی۔ اس واقعے سے تم خود اندازہ لگا لو کہ ایک کم عمر لڑکی جسے کھیل تماشہ دیکھنے کا شوق ہو کتنی دیر تک دیکھتی رہی ہوگی۔

فوائدومسائل: ① اہل حبشہ سات ہجری میں مدینہ طیبہ آئے تھے اور عائشہ صدیقہ ؓ کی عمر سولہ برس تھی اور یہ واقعہ پردے کا حکم نازل ہونے کے بعد کا ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اجنبی عورت کسی بھی غیر مرد کو دیکھ سکتی ہے بشرطیکہ کسی فتنے کا خطرہ نہ ہو۔ امام بخاری ؒ کا یہی موقف ہے۔ اس موقف کی تائید ایک جاری عمل سے بھی ہوتی ہے کہ عورتوں کا مسجد میں آنا جانا جائز ہے، وہ نقاب پہن کر مساجد، بازار اور سفر میں جاسکتی ہیں تاکہ مرد حضرات ان کے چہرے نہ دیکھیں اور مردوں کو نقاب پہننے کا حکم نہیں تاکہ انھیں عورتیں نہ دیکھیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سلسلے میں مردوں اور عورتوں کا حکم الگ الگ ہے۔ واللہ أعلم.[2] ② ہمارے رجحان کے مطابق عورتوں کا جہاد میں جانا، زخمیوں کی مرہم پٹی کرنا اور مجاہدین کا کھانا پکانا بکثرت احادیث سے ثابت ہے، یہ تمام امور مردوں کو دیکھے بغیر ممکن نہیں ہیں، لہٰذا امام بخاری ؒ کا موقف صحیح ہے، البتہ یہ جواز صرف اس صورت میں ہوگا جب فتنے کا خطرہ نہ ہو جیسا کہ امام بخاری ؒ نے عنوان میں وضاحت کی ہے۔ اگر فتنے فساد کا خطرہ ہو تو عورت کا غیر مرد کو دیکھنا بھی جائز نہیں ہوگا۔ واللہ المستعان.

---

1. فتح الباري: 417/9. 2. فتح الباري: 418/9.

(١١٦) بَابُ خُرُوجِ النِّسَاءِ لِحَوَائِجِهِنَّ

باب: 116- عورتوں کا اپنے کام کاج کے لیے باہر نکلنا

٥٢٣٧ - حَدَّثَنَا فَرْوَةُ بْنُ أَبِي الْمَغْرَاءِ: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: خَرَجَتْ سَوْدَةُ بِنْتُ زَمْعَةَ لَيْلًا فَرَآهَا عُمَرُ فَعَرَفَهَا فَقَالَ: إِنَّكِ وَاللهِ يَا سَوْدَةُ مَا تَخْفَيْنَ عَلَيْنَا، فَرَجَعَتْ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَذَكَرَتْ ذٰلِكَ لَهُ وَهُوَ فِي حُجْرَتِي يَتَعَشَّى، وَإِنَّ فِي يَدِهِ لَعَرْقًا. فَأُنْزِلَ عَلَيْهِ فَرُفِعَ عَنْهُ وَهُوَ يَقُولُ: «قَدْ أَذِنَ اللهُ لَكُنَّ أَنْ تَخْرُجْنَ لِحَوَائِجِكُنَّ». [راجع: ١٤٦]

[5236] حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: ام المومنین حضرت سودہ ؓ رات کے وقت باہر نکلیں تو حضرت عمر ؓ نے انھیں دیکھا اور پہچان گئے، پھر کہا: اللہ کی قسم! اے سودہ! تو ہم سے چھپ نہیں سکتی ہو۔ حضرت سودہ ؓ جب نبی ﷺ کے پاس واپس آئیں تو انھوں نے آپ سے اس امر کا ذکر کیا جبکہ آپ ﷺ اس وقت میرے گھر میں شام کا کھانا کھا رہے تھے۔ آپ کے ہاتھ میں گوشت والی ایک ہڈی تھی، اس وقت آپ پر نزول وحی کا آغاز ہوا۔ جب یہ کیفیت ختم ہوئی تو آپ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ نے تمھیں اجازت دی ہے کہ تم اپنی ضروریات کے لیے باہر جاسکتی ہو۔“

فوائد ومسائل: ① جن امور کے لیے عورتوں کا باہر جانا مباح ہو، مثلاً: والدین کی زیارت اور عزیز واقارب سے ملاقات تو ایسے کاموں کے لیے انھیں باہر جانے کی اجازت ہے، اس کے علاوہ ضروری حاجات کے لیے بھی ان کا باہر جانا جائز ہے۔ ② آج کے نازک دور میں ضروریات زندگی اور معاشی جدوجہد اس حد تک پہنچ چکی ہے کہ اکثر مواقع پر عورتوں کا بھی گھر سے باہر نکلنا ضروری ہو جاتا ہے۔ ایسے حالات میں اسلام نے کوئی تنگی نہیں رکھی، ہاں یہ ضروری ہے کہ شرعی حدود میں رہتے ہوئے پردہ کرکے باہر نکلیں۔ والله أعلم.

(١١٧) بَابُ اسْتِئْذَانِ الْمَرْأَةِ زَوْجَهَا فِي الْخُرُوجِ إِلَى الْمَسْجِدِ وَغَيْرِهِ

باب: 117- عورت کا مسجد وغیرہ کی طرف جانے کے لیے اپنے شوہر سے اجازت طلب کرنا

٥٢٣٨ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ: حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: «إِذَا اسْتَأْذَنَتِ امْرَأَةُ أَحَدِكُمْ إِلَى الْمَسْجِدِ فَلَا يَمْنَعْهَا». [راجع: ٨٦٥]

[5238] حضرت عبداللہ بن عمر ؓ سے روایت ہے، وہ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ”جب تم میں سے کسی کی بیوی مسجد جانے کے لیے اجازت طلب کرے تو وہ (خاوند) اسے نہ روکے۔“

فوائد و مسائل: ① اس سے معلوم ہوا کہ عورتیں شوہر کی اجازت سے مساجد میں پردے کے ساتھ نماز کے لیے جا سکتی ہیں لیکن امام بخاری رحمہ اللہ نے مسجد اور غیر مسجد کی طرف جانے کا عنوان قائم کیا جبکہ حدیث صرف مساجد کے متعلق لائے ہیں۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے لکھا ہے: غیر مسجد کو مسجد پر قیاس کیا ہے لیکن اس کے لیے بھی حالات کا سازگار اور پر امن ہونا شرط ہے۔ ② بازار میں جانے کے لیے اس وقت رخصت ہوگی جب اسے شرعی ضرورت کے تحت کوئی حاجت ہو، بلا وجہ تفریح کے لیے جانا جائز نہیں ہے۔ والله أعلم.

(١١٨) بَابُ مَا يَحِلُّ مِنَ الدُّخُولِ وَالنَّظَرِ إِلَى النِّسَاءِ فِي الرَّضَاعِ

باب: 118- رشتۂ رضاعت کی بنا پر عورتوں کے پاس آنا اور انھیں دیکھنا حلال ہے

٥٢٣٩ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ: جَاءَ عَمِّي مِنَ الرَّضَاعَةِ فَاسْتَأْذَنَ عَلَيَّ فَأَبَيْتُ أَنْ آذَنَ لَهُ حَتَّى أَسْأَلَ رَسُولَ اللهِ ﷺ، فَجَاءَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فَسَأَلْتُهُ عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَ: «إِنَّهُ عَمُّكِ فَأْذَنِي لَهُ»، قَالَتْ: فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّمَا أَرْضَعَتْنِي الْمَرْأَةُ وَلَمْ يُرْضِعْنِي الرَّجُلُ، قَالَتْ: فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِنَّهُ عَمُّكِ فَلْيَلِجْ عَلَيْكِ»، قَالَتْ عَائِشَةُ: وَذٰلِكَ بَعْدَ أَنْ ضُرِبَ عَلَيْنَا الْحِجَابُ، قَالَتْ عَائِشَةُ: يَحْرُمُ مِنَ الرَّضَاعَةِ مَا يَحْرُمُ مِنَ الْوِلَادَةِ. [راجع: ٢٦٤٤]

[5239] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میرا رضاعی چچا آیا اور اس نے مجھ سے اندر آنے کی اجازت طلب کی تو میں نے اسے اجازت دینے سے انکار کر دیا تا آنکہ میں رسول اللہ ﷺ سے پوچھ نہ لوں۔ جب رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو میں نے آپ سے اس کے متعلق سوال کیا۔ آپ نے فرمایا: ”بلاشبہ وہ تمھارا چچا ہے اور اسے اندر آنے دو۔“ میں نے عرض کی: اللہ کے رسول! مجھے تو عورت نے دودھ پلایا ہے (اس کے) مرد نے دودھ نہیں پلایا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”وہ تمھارا چچا ہے اور وہ تمھارے پاس آ سکتا ہے۔“ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: یہ واقعہ ہم پر پردے کی پابندی عائد ہونے کے بعد کا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ بھی فرمایا: دودھ پلانے سے بھی وہی رشتے حرام ہوتے ہیں جو ولادت سے حرام ہوتے ہیں۔

فائدہ: یہ حدیث ایک قاعدہ کلیہ کے طور پر ہے کہ عورتوں پر غیر مردوں کا داخل ہونا جائز ہے جبکہ وہ دودھ کا رشتہ رکھتے ہوں کیونکہ دودھ کا رشتہ خون کے رشتے کے برابر ہے لیکن اجنبیوں کی طرح قریبی رشتے داروں کو بھی اجازت حاصل کر کے داخل ہونا چاہیے کیونکہ اگر اچانک آئیں گے تو ممکن ہے کہ وہ ان سے ایسی چیز دیکھ لیں جس پر ان کے لیے اطلاع پانا جائز نہیں یا وہ ایسی حالت میں ہوں جس پر مطلع ہونے کو اچھا خیال نہ کرتی ہوں، البتہ بیوی کے ہاں اجازت کے بغیر آنا جائز ہے کیونکہ اسے ہر حالت میں دیکھنا جائز ہے۔ اس کے علاوہ ماں، بہن، بیٹی اور دوسرے محارم اجازت میں مساوی ہیں۔ والله أعلم.

(١١٩) بَابٌ: لَا تُبَاشِرِ الْمَرْأَةُ الْمَرْأَةَ فَتَنْعَتَهَا لِزَوْجِهَا

باب:119-کوئی عورت دوسری سے (بے ستر ہوکر) نہ چمٹے کہ وہ اپنے خاوند سے اس کی تصویر کشی کرے

٥٢٤٠ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «لَا تُبَاشِرِ الْمَرْأَةُ الْمَرْأَةَ فَتَنْعَتَهَا لِزَوْجِهَا كَأَنَّهُ يَنْظُرُ إِلَيْهَا». [انظر: ٥٢٤١]

[5240] حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''ایسا نہیں ہونا چاہیے کہ کوئی عورت دوسری عورت سے بے ستر چمٹے، پھر وہ اپنے خاوند سے اس طرح تصویر کشی کرے گویا وہ اسے دیکھ رہا ہے۔''

فائدہ: رسول اللہ ﷺ نے یہ حکم امتناعی اس لیے جاری فرمایا کہ اگر کوئی عورت اپنے خاوند سے کسی دوسری عورت کا حسن و جمال بیان کرے گی تو اس کے آزمائش میں مبتلا ہونے کا خطرہ ہے کیونکہ اگر اسے دوسری عورت کا حسن پسند آ گیا تو وہ اپنی بیوی کو طلاق دے کر اس سے نکاح کرنے کی کوشش کرے گا۔ اگر وہ عورت پہلے سے منکوحہ ہوگی تو پھر اس شخص کے اپنی بیوی سے تعلقات خراب ہو جائیں گے اور اس کی بیوی کی، اس کے ہاں قدر و منزلت نہ رہے گی۔ اور اگر اس نے کسی عورت کی بدصورتی بیان کی تو یہ غیبت کے زمرے میں آئے گی جو شرعاً حرام ہے۔

٥٢٤١ - حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ: حَدَّثَنَا أَبِي: حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ: حَدَّثَنِي شَقِيقٌ قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «لَا تُبَاشِرِ الْمَرْأَةُ الْمَرْأَةَ فَتَنْعَتَهَا لِزَوْجِهَا كَأَنَّهُ يَنْظُرُ إِلَيْهَا». [راجع: ٥٢٤٠]

[5241] حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''کسی عورت کو دوسری عورت سے (بے ستر ہوکر) اس طرح نہیں ملنا چاہیے کہ وہ اس کا حلیہ اپنے شوہر سے بیان کرے گویا وہ اسے دیکھ رہا ہے۔''

فوائد و مسائل: ① ایک روایت میں ہے: ''کوئی مرد کسی دوسرے مرد کا ستر اور کوئی عورت کسی دوسری عورت کا ستر نہ دیکھے۔''[1] امام نووی رحمہ اللہ نے اس حدیث کے پیش نظر لکھا ہے کہ ایک آدمی کا دوسرے آدمی کی شرمگاہ کو دیکھنا حرام ہے، اسی طرح ایک عورت کا دوسری عورت کی شرمگاہ کو دیکھنا بھی ناجائز ہے، نیز کسی مرد کا غیر عورت کے ستر کی طرف اور عورت کا غیر مرد کے ستر کی طرف دیکھنا حرام ہے، البتہ میاں بیوی اس سے مستثنیٰ ہیں۔[2] ② بہر حال یہ حرکت باعث لعنت ہے لیکن آج کے مغرب زدہ لوگ عام گزر گاہوں پر کھڑے ہو کر پیشاب کرتے ہیں، اس طرح وہ کھلی بے حیائی کا ارتکاب کرتے ہیں، مسلمانوں کو ایسی گندی تقلید سے بچنا چاہیے۔

① صحيح البخاري، فضائل أصحاب النبي ﷺ، حديث: 768 (338). ② فتح الباري: 420/9.

(١٢٠) بَابُ قَوْلِ الرَّجُلِ: لَأَطُوفَنَّ اللَّيْلَةَ عَلَى نِسَائِي

باب: 120- کسی مرد کا یہ کہنا کہ آج رات میں اپنی تمام بیویوں کے پاس ضرور جاؤں گا

وضاحت: اگر کوئی خاوند اپنی متعدد بیویوں کی باری اس طرح سے شروع کرے تو جائز ہے لیکن باری مقرر ہو جانے کے بعد ایسا کرنا جائز نہیں۔ ہاں، اگر سب اجازت دے دیں اور راضی ہو جائیں تو جائز ہے۔[1]

٥٢٤٢ - حَدَّثَنِي مَحْمُودٌ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ: أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ ابْنِ طَاوُسٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: «قَالَ سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ: لَأَطُوفَنَّ اللَّيْلَةَ بِمِائَةِ امْرَأَةٍ، تَلِدُ كُلُّ امْرَأَةٍ غُلَامًا يُقَاتِلُ فِي سَبِيلِ اللهِ، فَقَالَ لَهُ الْمَلَكُ: قُلْ: إِنْ شَاءَ اللهُ، فَلَمْ يَقُلْ وَنَسِيَ، فَأَطَافَ بِهِنَّ، وَلَمْ تَلِدْ مِنْهُنَّ إِلَّا امْرَأَةٌ نِصْفَ إِنْسَانٍ»، قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «لَوْ قَالَ إِنْ شَاءَ اللهُ، لَمْ يَحْنَثْ، وَكَانَ أَرْجَى لِحَاجَتِهِ»

[راجع: ٢٨١٩].

[5242] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ حضرت سلیمان بن داود علیہما السلام نے فرمایا: آج رات میں اپنی سو بیویوں کے پاس ضرور جاؤں گا۔ ہر بیوی ایک لڑکا جنم دے گی تو سو لڑکے ایسے پیدا ہوں گے جو اللہ کے راستے میں جہاد کریں گے۔ فرشتے نے ان سے کہا: ان شاء اللہ کہہ لیجیے، لیکن انھوں نے ان شاء اللہ نہ کہا اور وہ بھول گئے، چنانچہ وہ تمام بیویوں کے پاس گئے لیکن ایک کے سوا کسی بیوی کے ہاں بچہ پیدا نہ ہوا۔ اس نے بھی ادھورا بچہ جنم دیا۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ''اگر وہ ان شاء اللہ کہہ لیتے تو ان کی مراد بر آتی اور ان کی خواہش پوری ہونے کی امید زیادہ ہوتی۔''

فوائد ومسائل: ① مؤرخین نے لکھا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے ہاں ایک ہزار عورت تھی جن میں تین سو عورتیں آزاد اور سات سو باندیاں تھیں۔ چونکہ ایک عدد دوسرے عدد کے منافی نہیں ہوتا، اس لیے روایات میں تعداد کے متعلق تضاد نہیں ہے۔ ② اللہ تعالیٰ نے حضرات انبیاء علیہم السلام کو مردمی قوت بہت دی ہوئی تھی، اس لیے ان کا اتنی عورتوں سے ملاپ کرنا خلاف عقل نہیں ہے۔

(١٢١) بَابٌ: لَا يَطْرُقُ أَهْلَهُ لَيْلًا إِذَا أَطَالَ الْغَيْبَةَ مَخَافَةَ أَنْ يُخَوِّنَهُمْ أَوْ يَلْتَمِسَ عَثَرَاتِهِمْ

باب: 121- جب کوئی لمبی غیر حاضری کرے تو رات کے وقت اپنے اہل خانہ کے پاس نہ آئے، ایسا کرنے سے اندیشہ ہے کہ انھیں خیانت کی طرف منسوب کرے گا یا ان کی لغزشیں تلاش کرے گا

[1] فتح الباري: 421/9.

٥٢٤٣ - حَدَّثَنَا آدَمُ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ: حَدَّثَنَا مُحَارِبُ بْنُ دِثَارٍ قَالَ: سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَكْرَهُ أَنْ يَأْتِيَ الرَّجُلُ أَهْلَهُ طُرُوقًا. [راجع: ٤٤٣]

[5243] حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ کسی شخص کے رات کے وقت اپنے گھر آنے پر ناپسندیدگی کا اظہار فرماتے تھے۔

٥٢٤٤ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ: أَخْبَرَنَا عَاصِمُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنِ الشَّعْبِيِّ: أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِذَا أَطَالَ أَحَدُكُمُ الْغَيْبَةَ فَلَا يَطْرُقْ أَهْلَهُ لَيْلًا». [راجع: ٤٤٣]

[5244] حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما ہی سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے اگر کوئی زیادہ دیر تک گھر سے دور رہا ہو تو یکایک رات کے وقت اپنے گھر نہ آجائے۔''

فوائد ومسائل: ① ایک حدیث میں اس کی علت بیان ہوئی ہے کہ طویل غیر حاضری کی وجہ سے اہل خانہ کی لغزشیں نہ پکڑی جائیں، پھر گھر کا نظام درہم برہم ہوجائے گا۔ ایک دوسری حدیث میں ہے کہ خود رسول اللہ ﷺ ایک غزوے سے واپس آئے تو آپ نے فرمایا: ''اچانک رات کے وقت گھر نہ جاؤ۔'' آپ نے کسی قاصد کو بھیج کر منادی کرائی کہ ہم آرہے ہیں۔''[1] ② آج کل کے ترقی یافتہ دور میں دور دراز سے آنے والے حضرات اس حدیث پر اس طرح عمل کر سکتے ہیں کہ بذریعہ فون، ایس ایم ایس، ای میل اپنے اہل خانہ کو اطلاع کر دیں کہ ہم فلاں دن اتنے بجے تک گھر آئیں گے۔ اگر حدیث پر عمل کرنے کی نیت ہوگی تو امید ہے یہ اطلاع باعث ثواب ہوگی۔ واللّٰه أعلم.

(١٢٢) بَابُ طَلَبِ الْوَلَدِ

باب: 122- فرزند طلب کرنا

وضاحت: شادی کا مقصد باہمی ملاپ سے صرف لطف اندوز ہونا نہ ہو بلکہ غرض طلب اولاد ہونی چاہیے اگرچہ حدیث میں اس کی صراحت نہیں ہے لیکن حدیث میں اَلْكَيْس کی تفسیر اَلْوَلَدُ سے کی گئی ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس تفسیر سے اسی مقصد کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ واللّٰه أعلم.

٥٢٤٥ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ عَنْ هُشَيْمٍ، عَنْ سَيَّارٍ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ جَابِرٍ قَالَ: كُنْتُ مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ فِي غَزْوَةٍ فَلَمَّا قَفَلْنَا تَعَجَّلْتُ عَلَى بَعِيرٍ قَطُوفٍ، فَلَحِقَنِي رَاكِبٌ مِنْ خَلْفِي فَالْتَفَتُّ فَإِذَا

[5245] حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں ایک غزوے میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تھا۔ جب ہم واپس آئے تو میں اپنے سست رفتار اونٹ کو تیز چلانے کی کوشش کر رہا تھا۔ اس دوران میں میرے پیچھے

① السنن الكبرى للبيهقي: 174/9، وفتح الباري: 422/9.

أَنَا بِرَسُولِ اللهِ ﷺ قَالَ: «مَا يُعْجِلُكَ؟»، قُلْتُ: إِنِّي حَدِيثُ عَهْدٍ بِعُرْسٍ، قَالَ: «فَبِكْرًا تَزَوَّجْتَ أَمْ ثَيِّبًا؟» قُلْتُ: بَلْ ثَيِّبًا، قَالَ: «فَهَلَّا جَارِيَةً تُلَاعِبُهَا وَتُلَاعِبُكَ؟» قَالَ: فَلَمَّا قَدِمْنَا ذَهَبْنَا لِنَدْخُلَ فَقَالَ: «أَمْهِلُوا حَتَّى تَدْخُلُوا لَيْلًا - أَيْ عِشَاءً - لِكَيْ تَمْتَشِطَ الشَّعِثَةُ وَتَسْتَحِدَّ الْمُغِيبَةُ».

سے ایک سوار میرے قریب آیا۔ میں نے مڑ کر دیکھا تو وہ رسول اللہ ﷺ تھے۔ آپ نے فرمایا: ''اس قدر جلدی کیوں کر رہے ہو؟'' میں نے عرض کی: میں نے نئی نئی شادی کی ہے۔ آپ نے فرمایا: ''کنواری عورت سے شادی کی ہے یا شوہر دیدہ کو بیاہ لائے ہو؟'' میں نے کہا: بیوہ سے نکاح کیا ہے، آپ نے فرمایا: ''کنواری سے کیوں نہ شادی کی تاکہ تم اس کے ساتھ دل لگی کرتے اور وہ تیرے ساتھ کھیلتی؟'' حضرت جابر ؓ نے کہا: پھر جب ہم مدینہ طیبہ پہنچے اور اپنے گھروں میں جانا چاہا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''ذرا ٹھہر جاؤ، رات ہونے کے بعد گھر جانا تاکہ پراگندہ بالوں والی کنگھی کر لیں اور جن کے خاوند غائب تھے وہ زیر ناف بال صاف کر لیں۔''

قَالَ: وَحَدَّثَنِي الثِّقَةُ أَنَّهُ قَالَ فِي هٰذَا الْحَدِيثِ: «الْكَيْسَ الْكَيْسَ يَا جَابِرُ»، يَعْنِي الْوَلَدَ. [راجع: ٤٤٣]

راوی کہتا ہے کہ مجھ سے ایک معتبر راوی نے بیان کیا کہ آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا تھا: ''اے جابر! خوب، خوب کیس کرو۔'' کیس کے معنی جماع کے وقت اولاد کی طلب کرنا ہے۔

فائدہ: اس حدیث میں رات کے وقت داخل ہونے سے مراد عشاء کا وقت ہے تاکہ اس حدیث کا پہلی احادیث سے تعارض نہ ہو جن میں رات کے وقت گھر آنے سے منع کیا گیا ہے، البتہ اگر بیوی کو اطلاع ہو جائے تو رات کے کسی حصے میں گھر آنا جائز ہے۔

٥٢٤٦ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْوَلِيدِ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَيَّارٍ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: «إِذَا دَخَلْتَ لَيْلًا فَلَا تَدْخُلْ عَلَى أَهْلِكَ حَتَّى تَسْتَحِدَّ الْمُغِيبَةُ وَتَمْتَشِطَ الشَّعِثَةُ»، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «فَعَلَيْكَ بِالْكَيْسِ الْكَيْسِ». [راجع: ٤٤٣]

[5246] حضرت جابر ؓ ہی سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''جب تم رات کے وقت (اپنے شہر) آؤ تو اپنے اہل خانہ کے پاس رات کے وقت مت آؤ جب تک وہ عورتیں جن کے خاوند تادیر باہر رہے ہیں اپنے زیر ناف بال صاف نہ کر لیں اور پراگندہ بالوں میں کنگھی نہ کر لیں۔'' حضرت جابر ؓ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ بھی فرمایا: ''تجھ پر جماع کرنے سے فرزند کی طلب ضروری ہے۔''

تَابَعَهُ عُبَيْدُ اللهِ عَنْ وَهْبٍ، عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ فِي: «الْكَيْسِ».

عبیداللہ نے وہب اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے ذریعے سے نبی ﷺ سے کیس کے الفاظ بیان کرنے میں شعبی کی متابعت کی ہے۔

فوائد ومسائل: ① امام بخاری رحمہ اللہ نے ثابت کیا ہے کہ بیوی سے جماع کا مقصد محض لطف اندوزی نہیں ہونا چاہیے بلکہ فرزند کے حصول کی نیت ہونی چاہیے، چنانچہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ایک روایت نقل کی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اولاد کی طلب کرو اور اس کی تلاش میں رہو، اولاد ثمرۂ قلب اور نور چشم ہے اور بانجھ عورت سے اجتناب کرو۔''[1] ② انسان کو نکاح کرتے وقت یہ عظیم مقصد اپنے سامنے رکھنا چاہیے کہ نیک اولاد پیدا ہو جو مرنے کے بعد دنیا میں اچھی نشانی کے طور پر باقی رہے۔ اس کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا رہے۔ باقیات صالحات (باقی رہنے والی نیکیوں) میں نیک اولاد کو پہلا درجہ حاصل ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں نیک اور فرمانبردار اولاد عطا فرمائے۔ آمین.

(١٢٣) بَابٌ: تَسْتَحِدُّ الْمُغِيبَةُ وَتَمْتَشِطُ الشَّعِثَةُ

باب: 123- خاوند سفر سے آئے تو عورت زیر ناف بال صاف کرے اور پراگندہ بالوں میں کنگھی کرے

٥٢٤٧ - حَدَّثَنِي يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ: حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ: أَخْبَرَنَا سَيَّارٌ عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ جَابِرِ ابْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ: كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي غَزْوَةٍ، فَلَمَّا قَفَلْنَا كُنَّا قَرِيبًا مِنَ الْمَدِينَةِ تَعَجَّلْتُ عَلَى بَعِيرٍ لِي قَطُوفٍ فَلَحِقَنِي رَاكِبٌ مِنْ خَلْفِي فَنَخَسَ بَعِيرِي بِعَنَزَةٍ كَانَتْ مَعَهُ، فَسَارَ بَعِيرِي كَأَحْسَنِ مَا أَنْتَ رَاءٍ مِنَ الْإِبِلِ، فَالْتَفَتُّ فَإِذَا أَنَا بِرَسُولِ اللهِ ﷺ فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنِّي حَدِيثُ عَهْدٍ بِعُرْسٍ، قَالَ: «أَتَزَوَّجْتَ؟»، قُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ: «أَبِكْرًا أَمْ ثَيِّبًا؟»، قَالَ: قُلْتُ: بَلْ ثَيِّبًا، قَالَ: «فَهَلَّا بِكْرًا تُلَاعِبُهَا وَتُلَاعِبُكَ»، قَالَ: فَلَمَّا قَدِمْنَا ذَهَبْنَا لِنَدْخُلَ فَقَالَ: «أَمْهِلُوا حَتَّى تَدْخُلُوا لَيْلًا - أَيْ عِشَاءً

[5247] حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ ہم نبی ﷺ کے ہمراہ ایک غزوے میں تھے۔ واپسی کے وقت جب ہم مدینہ طیبہ کے قریب پہنچے تو میں اپنے سست رفتار اونٹ کو تیز چلانے لگا تو میرے پیچھے سے ایک سوار آیا اور میرے قریب پہنچ کر اپنی چھڑی سے میرے اونٹ کو ٹھونکا۔ اس سے میرا اونٹ بڑی اچھی چال چلنے لگا جیسا کہ تم نے اچھی چال چلنے والے اونٹ کو دیکھا ہوگا۔ میں نے پلٹ کر دیکھا تو وہ رسول اللہ ﷺ تھے۔ میں نے عرض کی: اللہ کے رسول! میری نئی نئی شادی ہوئی ہے۔ آپ نے فرمایا: ''تم نے شادی کر بھی لی ہے؟'' عرض کیا: جی ہاں، آپ نے فرمایا: ''کنواری سے شادی کی ہے یا بیوہ سے نکاح کیا ہے؟'' میں نے کہا: شوہر دیدہ سے نکاح کیا ہے۔ آپ نے فرمایا: ''کنواری سے شادی کیوں نہ کی؟ تم اس کے

① فتح الباري:9/423.

- لِكَيْ تَمْتَشِطَ الشَّعِثَةُ، وَتَسْتَحِدَّ الْمُغِيبَةُ». [راجع: ٤٤٣]

ساتھ کھیلتے وہ تیرے ساتھ کھیلتی۔" پھر جب ہم مدینہ طیبہ پہنچے تو اپنے گھروں میں جانے لگے۔ آپ نے فرمایا: "ٹھہر جاؤ، عشاء کے وقت گھروں کو جاؤ تاکہ بکھرے بالوں والی عورت کنگھی کر لے اور شہر سے غائب خاوند والی عورت اپنے زیر ناف بال صاف کر لے۔"

فوائد ومسائل: ① لَيْلًا کی تفسیر عشاء سے کر کے امام بخاری رحمہ اللہ نے بظاہر دو متضاد روایات کو جمع کیا ہے، یعنی رات کو گھر جانے سے مراد اس کا پہلا حصہ ہے اور جہاں ممانعت ہے اس سے مراد رات کا درمیانی یا آخری حصہ ہے۔ ② بہر حال جس عورت کا خاوند دیر تک باہر رہا ہو، جب اسے اپنے شوہر کی آمد کا پتا چلے تو زیب وزینت میں کوئی کمی نہ کرے۔ اپنے زیر ناف بال صاف کر لے تاکہ خاوند کو کسی بھی پہلو سے ناگواری نہ ہو۔ واللہ أعلم.

(١٢٤) بَابٌ: ﴿وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا لِبُعُولَتِهِنَّ﴾ [النور: ٣١]

باب: 124- (ارشاد باری تعالیٰ:) "عورتیں اپنی زینت کو خاوندوں کے علاوہ کسی پر ظاہر نہ ہونے دیں" کا بیان

٥٢٤٨ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي حَازِمٍ قَالَ: اخْتَلَفَ النَّاسُ بِأَيِّ شَيْءٍ دُووِيَ جُرْحُ رَسُولِ اللهِ ﷺ يَوْمَ أُحُدٍ، فَسَأَلُوا سَهْلَ بْنَ سَعْدٍ السَّاعِدِيَّ - وَكَانَ مِنْ آخِرِ مَنْ بَقِيَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ بِالْمَدِينَةِ - فَقَالَ: وَمَا بَقِيَ لِلنَّاسِ أَحَدٌ أَعْلَمُ بِهِ مِنِّي، كَانَتْ فَاطِمَةُ عَلَيْهَا السَّلَامُ تَغْسِلُ الدَّمَ عَنْ وَجْهِهِ، وَعَلِيٌّ يَأْتِي بِالْمَاءِ عَلَى تُرْسِهِ، فَأُخِذَ حَصِيرٌ فَحُرِّقَ فَحُشِيَ بِهِ جُرْحُهُ. [راجع: ٢٤٣]

[5248] حضرت ابو حازم سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ لوگوں نے اس امر میں اختلاف کیا کہ غزوۂ اُحد میں رسول اللہ ﷺ کے زخم کی مرہم پٹی کس چیز سے کی گئی تھی؟ انھوں نے اس سلسلے میں حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ سے رابطہ کیا...... وہ مدینہ طیبہ میں نبی ﷺ کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں سے آخری صحابی تھے جو باقی رہے...... انھوں نے فرمایا: واقعی لوگوں میں کوئی بھی باقی نہیں رہا جو اس معاملے میں مجھ سے زیادہ جاننے والا ہو۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کے چہرۂ انور سے خون صاف کرتی تھیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنی ڈھال میں پانی لاتے تھے۔ (جب خون بند نہ ہوا تو) پھر ایک بوریا جلا کر اس کی راکھ سے زخم بھر دیا گیا۔

فائدہ: اس آیت کریمہ میں باپ کے سامنے اپنی زینت کھولنے کی اجازت کا بھی ذکر ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ اس سلسلے میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی حدیث لائے ہیں کہ انھوں نے اپنے والد گرامی رسول اللہ ﷺ کا زخم دھویا اور اس میں بوریا جلا کر اس کی راکھ بھری۔ اس کام میں زینت کھولنے کی ضرورت پڑی۔ اس سے معلوم ہوا کہ عورت اپنے باپ کے سامنے زینت کھول سکتی

ہے۔[1] لیکن اس تکلف کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ کتاب النکاح میں میاں بیوی کے مسائل بیان ہو رہے ہیں۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے عنوان میں ذکر کیا ہے کہ عورت اپنے خاوند کے سامنے اپنی زینت کا اظہار کر سکتی ہے۔ اس حدیث کے مطابق سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ان کے شوہر نامدار حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے جو پانی لانے کی خدمت سرانجام دے رہے تھے۔ اس سلسلے میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اپنی زینت، یعنی چہرہ اور ہاتھ وغیرہ چھپانے کا کوئی اہتمام نہیں کیا۔ اسی سے امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنا مدعا ثابت کیا ہے۔ واللہ أعلم.

(١٢٥) بَابٌ: ﴿وَالَّذِينَ لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ﴾ [النور: ٥٨]

باب: 125- (ارشاد باری تعالیٰ:) ''وہ بچے جو ابھی بالغ نہیں ہوئے'' کا بیان

٥٢٤٩ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ: أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَابِسٍ: سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا سَأَلَهُ رَجُلٌ: شَهِدْتَ مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ الْعِيدَ أَضْحًى أَوْ فِطْرًا؟ قَالَ: نَعَمْ، وَلَوْلَا مَكَانِي مِنْهُ مَا شَهِدْتُهُ، يَعْنِي مِنْ صِغَرِهِ، قَالَ: خَرَجَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فَصَلَّى ثُمَّ خَطَبَ - وَلَمْ يَذْكُرْ أَذَانًا وَلَا إِقَامَةً - ثُمَّ أَتَى النِّسَاءَ فَوَعَظَهُنَّ وَذَكَّرَهُنَّ وَأَمَرَهُنَّ بِالصَّدَقَةِ، فَرَأَيْتُهُنَّ يَهْوِينَ إِلَى آذَانِهِنَّ وَحُلُوقِهِنَّ يَدْفَعْنَ إِلَى بِلَالٍ، ثُمَّ ارْتَفَعَ هُوَ وَبِلَالٌ إِلَى بَيْتِهِ. [راجع: ٩٨]

[5249] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، ان سے کسی آدمی نے پوچھا: کیا تم عیدالاضحیٰ یا عیدالفطر کے موقع پر رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تھے؟ انھوں نے کہا: ہاں۔ اور اگر میرا مقام و مرتبہ آپ ﷺ کے ہاں نہ ہوتا تو میں اپنی صغرسنی کی وجہ سے ایسے موقع پر حاضر نہیں ہو سکتا تھا۔ انھوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ باہر تشریف لے گئے، لوگوں کو نماز عید پڑھائی اور خطبہ دیا۔ انھوں نے اس نماز کے لیے اذان و اقامت کا ذکر نہیں کیا۔ پھر آپ عورتوں کے پاس آئے، انھیں وعظ و نصیحت فرمائی، نیز انھیں صدقہ و خیرات کرنے کا حکم دیا۔ میں نے ان کو دیکھا کو وہ اپنے کانوں اور گلے کی طرف ہاتھ بڑھا رہی تھیں۔ اپنے زیورات حضرت بلال کے حوالے کر رہی تھیں۔ اس کے بعد آپ ﷺ اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ دونوں اپنے گھر واپس تشریف لے آئے۔

فوائد و مسائل: ① عنوان کا مطلب یہ ہے کہ جو بچے ابھی سن بلوغت کو نہیں پہنچے وہ عورتوں کے پاس جا سکتے ہیں اور انھیں دیکھ سکتے ہیں، ان سے پردہ کرنے کی ضرورت نہیں، چنانچہ اس حدیث میں ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے عورتوں کو اپنے زیورات کی طرف ہاتھ بڑھاتے دیکھا، یعنی عورتوں نے اپنے ہار اور اپنی بالیاں اتار کر حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے حوالے کر دیں۔ مقصد

[1] فتح الباري: 426/9.

یہ ہے کہ اس موقع پر جو کچھ عورتوں سے رونما ہوا اس کا حضرت ابن عباس ؓ نے مشاہدہ کیا کیونکہ وہ کمسن تھے اور وہ ان سے پردہ نہ کرتی تھیں۔ ② ممکن ہے کہ حضرت بلال ؓ سے انھوں نے پردہ کیا ہو۔ زیورات ان کے حوالے کرنے کا مطلب بے پردہ ہونا نہیں ہے۔ بہرحال امام بخاری ؒ نے حضرت ابن عباس ؓ کے مشاہدے سے عنوان ثابت کیا ہے۔ واللہ أعلم.

(۱۲۶) بَابُ [قَوْلِ الرَّجُلِ لِصَاحِبِهِ هَلْ أَعْرَسْتُمُ اللَّيْلَةَ وَ] طَعْنِ الرَّجُلِ ابْنَتَهُ فِي الْخَاصِرَةِ عِنْدَ الْعِتَابِ

باب: 126- آدمی کا اپنے ساتھی سے کہنا: کیا تم نے آج جماع کیا ہے؟ اور کسی آدمی کا غصے کی وجہ سے اپنی بیٹی کی کمر میں چوک مارنا

٥٢٥٠ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: عَاتَبَنِي أَبُو بَكْرٍ وَجَعَلَ يَطْعُنُنِي بِيَدِهِ فِي خَاصِرَتِي فَلَا يَمْنَعُنِي مِنَ التَّحَرُّكِ إِلَّا مَكَانُ رَسُولِ اللهِ ﷺ وَرَأْسُهُ عَلَى فَخِذِي. [راجع: ٣٣٤]

[5250] حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: ایک دفعہ حضرت ابوبکر ؓ نے مجھے ڈانٹا اور غصے کی وجہ سے میری کمر میں اپنے ہاتھ سے چوک مارنے لگے۔ میں اس لیے حرکت نہ کر سکی کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنا سر مبارک میری ران پر رکھا ہوا تھا۔

فوائد ومسائل: ① اس حدیث میں حضرت عائشہ ؓ نے اپنے ایک سفر کا واقعہ بیان کیا ہے۔ جب ان کا ہار گم ہو گیا تھا اور رسول اللہ ﷺ کو اس ہار کی بازیابی کے لیے ایک بے آب وگیاہ میدان میں رکنا پڑا۔ اس دوران میں پانی نہ ہونے کی وجہ سے لوگوں کو کافی تکلیف کا سامنا کرنا پڑا، بالآخر آیت تیمم نازل ہوئی۔ اس کی تفصیل امام بخاری ؒ نے ایک دوسرے مقام پر بیان فرمائی ہے۔[1] ② اس عنوان کے دو حصے ہیں: ایک آدمی کا دوسرے ساتھی سے کہنا کہ آج تم نے جماع کیا ہے؟ آدمی کا اپنی بیٹی کے پہلو میں غصے کے وقت ہاتھ مارنا۔ دوسرا حصہ تو ذکر کردہ حدیث سے ثابت ہو رہا ہے، البتہ پہلے حصے کے متعلق کوئی دلیل نہیں ذکر کی گئی۔ اس کے متعلق حافظ ابن حجر ؒ نے لکھا ہے: امام بخاری ؒ اس کے متعلق کوئی حدیث لکھنا چاہتے تھے لیکن وقت نہ ملا یا شرط کے مطابق روایت نہ مل سکی، اس لیے بیاض چھوڑ دیا۔[2] لیکن ہمیں اس موقف سے اتفاق نہیں ہے۔ ہمارے رجحان کے مطابق اس اعتراض کے درج ذیل دو جواب ہیں: ○ اس حدیث میں ہے کہ میری ران پر رسول اللہ ﷺ نے اپنا سر مبارک رکھا ہوا تھا۔ میاں بیوی کو اس حالت میں دیکھنا جائز ہے تو یہ پوچھنا بھی جائز ہے کہ آج رات تم ہم بستر ہوئے تھے یا نہیں۔ بنیادی طور پر ان دونوں معاملات کا تعلق شرم وحیا سے ہے، جب ایک جائز ہے تو دوسرا بھی جائز ہونا چاہیے۔ ○ بسا اوقات امام بخاری ؒ پڑھنے والوں کی ذہنی صلاحیت بڑھانے کے لیے حدیث ذکر نہیں کرتے تاکہ قارئین خود اپنے ذہن پر زور دے کر اس خلا کو پر کریں، چنانچہ حضرت ام سلیم ؓ کا واقعہ ہے کہ ان کا بیٹا فوت ہو گیا تو انھوں نے اپنے بیٹے کی وفات کے موقع پر اپنے

---

1 صحيح البخاري، التيمم، حديث: 334. 2 فتح الباري: 428/9.

خاوند سیدنا ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے عجیب وغریب معاملہ کیا۔ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ جب صبح کے وقت رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا: ''کیا تم نے آج رات جماع کیا ہے؟'' ابوطلحہ نے کہا: جی ہاں۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ واقعہ تفصیل سے بیان کیا ہے۔[1] امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث کو کئی مرتبہ اپنی صحیح میں بیان کیا ہے، اس کے بعد یہ کہنا کہ آپ کو اپنی شرط کے مطابق کوئی حدیث نہ مل سکی اس لیے بیاض چھوڑ دیا اسے کس طرح تسلیم کیا جا سکتا ہے، پھر صحیح بخاری لکھنے کے بعد (90) نوے ہزار شاگردوں کو اس صحیح بخاری کا درس دیا تو اس دعویٰ کو کیسے تسلیم کیا جا سکتا ہے کہ وقت نہ مل سکا اس لیے عنوان کے مطابق حدیث ذکر نہ کر سکے۔ ③ بہرحال ہمارے نزدیک امام بخاری رحمہ اللہ نے بطور قیاس اس عنوان کے پہلے حصے کو ثابت کیا ہے یا قارئین کو خود غور کرنے کی ترغیب دینے کے لیے اسے حدیث کے بغیر رہنے دیا ہے تا کہ قاری خود اپنی استعداد کو بروئے کار لائے اور مناسب حدیث درج کرے۔ واللہ أعلم.

① صحيح البخاري، العقيقة، حديث: 5470.

طلاق کا معنی و مفہوم اور اس کی مسنون اور غیر مسنون صورتیں

امام بخاری ؒ نے اس سے پہلے رشتۂ نکاح قائم کرنے اور پھر اسے باقی رکھنے کے لیے جو قانونی، اخلاقی اور شرعی ہدایات تھیں انھیں بیان کیا تھا۔ چونکہ وجود کے اعتبار سے نکاح، طلاق سے پہلے ہوتا ہے، اس لیے امام بخاری ؒ نے احکام و مسائل کے بیان کو بھی اسی اعتبار سے ملحوظ رکھا ہے، اس لیے اب طلاق کے متعلق شرعی ہدایات بیان کی جائیں گی۔

طلاق کے لغوی معنی بندھن کھولنا ہیں اور شرعی اصطلاح میں اس گرہ اور بندھن (عقد) کے کھول دینے کو طلاق کہتے ہیں جو نکاح کے ذریعے سے لگائی گئی تھی۔ یہ دور جاہلیت کی اصطلاح ہے جسے اسلام نے بھی باقی رکھا ہے۔ حافظ ابن حجر ؒ نے لکھا ہے کہ کبھی طلاق ناجائز ہوتی ہے، جیسے دوران حیض میں طلاق دی جائے یا بیک وقت تینوں طلاقیں دے دی جائیں اور کبھی مکروہ جو بلاسبب محض شہوت رانی اور نئی دلھن کی ہوس میں ہو جبکہ حالات بھی ساز گار ہوں۔ بعض اوقات طلاق واجب ہوتی ہے، جب بیوی اور خاوند کے درمیان اس حد تک مخالفت ہو کہ کسی طرح بھی اتفاق ممکن نہ ہو اور فریقین کے نمائندے طلاق ہونے کو ہی مناسب خیال کریں۔ کبھی مستحب بھی ہوتی ہے، جب عورت نیک چلن نہ ہو اور کبھی طلاق جواز کے درجے میں ہوتی ہے، جب بیوی کی طرف دلی آمادگی نہ ہو اور خاوند اس کا خرچہ وغیرہ ناپسند اور اسے بے فائدہ خیال کرے۔[1] زندگی کا کوئی مسئلہ ایسا نہیں جس کا حل ہمارے دین میں موجود نہ ہو جبکہ باقی ادیان میں یہ خصوصیت نہیں پائی جاتی، چنانچہ یہودی مذہب میں خاوند کو صرف تحریری شکل میں طلاق دینے کا حق ہے۔ اس کے بغیر زبانی طلاق دینے کی اجازت نہیں ہے، نیز طلاق کے بعد خاوند کو اپنی بیوی سے رجوع کرنے کی قطعاً اجازت نہیں۔ اس کے برعکس عیسائی اور ہندو مذہب میں انتہائی سنگین حالات میں بھی خاوند کو طلاق دینے کا حق نہیں جبکہ دین اسلام اس قسم کی افراط و تفریط سے بالا ہو کر ایک معتدل راستے کی نشاندہی کرتا ہے۔ اگر ہم اعتدال پسندی کا مظاہرہ کریں تو زندگی کے کسی موڑ پر ہمیں پریشانی کا سامنا نہیں کرنا پڑتا۔ اس اعتدال کی تفصیل حسب ذیل ہے: ○ اللہ تعالیٰ نے میاں بیوی کے رشتے کو اپنی نشانیوں میں سے ایک نشانی قرار دیا ہے، پھر خاوند کو بیوی کے لیے اور بیوی کو خاوند کے لیے سکون و اطمینان کا ذریعہ بنایا ہے، اس طرح کہ دونوں میاں بیوی ایک دوسرے کے لیے طالب بھی ہیں اور مطلوب بھی اور دونوں میں اس قدر محبت رکھ دی ہے کہ وہ ایک دوسرے پر فدا ہونے کے لیے تیار رہتے ہیں۔ اسی جذبۂ فدائیت کا نتیجہ ہے کہ

---

1 فتح الباري: 430/9.

دونوں اپنے مقدس رشتے کو زندگی بھر نبھانے اور اسے برقرار رکھنے کے لیے کوشاں رہتے ہیں۔ ○ اس رشتے کی خشت اول یہ ہے کہ نکاح سے پہلے اپنی بننے والی بیوی کو سرسری نظر سے دیکھنے کی اجازت دی گئی ہے تاکہ شکل وصورت کی ناپسندیدگی آئندہ اختلاف اور علیحدگی کا باعث نہ ہو۔ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے ایک عورت کی طرف پیغام نکاح بھیجا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے دریافت فرمایا: ''تو نے اسے دیکھا ہے؟'' میں نے کہا: نہیں۔ آپ نے فرمایا: ''اسے دیکھ لو اس طرح زیادہ توقع ہے کہ تم میں الفت پیدا ہو جائے۔''[1] ○ نکاح کے بعد خاوند کو پابند کیا گیا ہے کہ وہ اپنی بیوی سے حسن سلوک اور رواداری سے پیش آئے اور اس سے اچھا برتاؤ کرے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''ان بیویوں کے ساتھ بھلے طریقے سے زندگی بسر کرو۔''[2] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اہل ایمان میں سب سے کامل وہ شخص ہے جس کے اخلاق اچھے ہوں اور تم میں بہتر وہ لوگ ہیں جو اپنی بیویوں کے حق میں بہتر ہوں۔''[3] ○ خاوند کو اس بات کا بھی پابند کیا گیا ہے کہ اپنی بیوی کی معمولی معمولی لغزشوں کو خاطر میں نہ لائے بلکہ اس کی اچھی خصلتوں کی وجہ سے اس کی کوتاہیوں کو نظر انداز کرتا رہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''اگر وہ تمھیں ناپسند ہوں تو ہو سکتا ہے کہ کوئی چیز تمھیں ناگوار ہو مگر اللہ تعالیٰ نے اس میں بہت بھلائی رکھ دی ہو۔''[4] ○ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: ''کوئی مومن اپنی مومنہ بیوی سے نفرت اور بغض نہ رکھے، اگر اسے اس کی کوئی عادت ناپسند ہوگی تو ضرور کوئی دوسری پسند بھی ہوگی۔''[5] ○ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خاوند کو عورت کی ایک فطری کمزوری سے بھی آگاہ کیا ہے تاکہ یہ جلد بازی میں کوئی ایسا اقدام نہ کر بیٹھے جس پر وہ آئندہ نادم و پریشان ہو، آپ نے فرمایا: ''عورت پسلی کی طرح ہے اگر تم اسے سیدھا کرنے کی کوشش کرو گے تو اسے توڑ دو گے اور اگر اس سے فائدہ اٹھانا چاہو تو اس ٹیڑھ کی موجودگی میں فائدہ اٹھاتے رہو۔''[6] صحیح مسلم میں ہے: ''اس کا توڑ دینا اسے طلاق دینا ہے۔''[7] ○ خاوند اس بات کا بھی پابند ہے کہ اگر بیوی میں کوئی ناقابل برداشت چیز دیکھے تو طلاق دینے میں جلدی نہ کرے بلکہ ممکن حد تک اصلاح احوال کی کوشش کرے جس کے تین قرآنی مراحل حسب ذیل ہیں: ○ پہلا قدم یہ ہے کہ بیوی کو نرمی سے سمجھایا جائے اور اسے اس کے اختیار کیے ہوئے رویے کے انجام سے آگاہ کیا جائے تاکہ وہ محض اپنی بہتری اور مفاد کی خاطر گھر کی فضا کو خراب نہ کرے۔ ○ اگر خاوند کے سمجھانے بجھانے کا اثر قبول نہیں کرتی تو خاوند اس سے الگ کسی دوسرے کمرے میں سونا شروع کر دے اور اس سے میل جول بند کر دے۔ اگر بیوی میں کچھ سمجھ بوجھ ہوگی تو وہ اس کی سرد جنگ کو برداشت نہیں کر سکے گی۔ ○ اگر خاوند کے اس اقدام

---

[1] سنن ابن ماجه، النكاح، حديث: 1865. [2] النسآء 4:19. [3] مسند أحمد: 250/2. [4] النسآء 4:19. [5] مسند أحمد: 329/2. [6] صحيح البخاري، النكاح، حديث: 5184. [7] صحيح مسلم، الرضاع، حديث: 3643 (715).

پر بیوی کو ہوش نہیں آتا تو پھر آخری حربے کے طور پر مارنے کی اجازت دی گئی ہے لیکن اس کی چند ایک شرائط حسب ذیل ہیں: ○ مارتے وقت اسے برا بھلا نہ کہا جائے اور گالی گلوچ نہ دی جائے۔ ○ اس کے چہرے پر نہ مارا جائے۔[1] ایسی مار نہ ہو جس سے زخم ہو جائیں یا نشان پڑ جائیں۔[2]

ان حدود وقیود کے ساتھ خاوند کو بحالت مجبوری بیوی کو احتیاط کے ساتھ مارنے کی اجازت دی گئی ہے۔ ○ ایسے حالات میں بیوی کو بھی تلقین کی گئی ہے کہ وہ اپنا مقام خاوند کے ہاں دیکھتی رہے کہ کیا ہے۔ خاوند اس کے لیے جنت ہے اور وہی اس کے لیے آگ بھی ہے۔[3] نیز جب بھی دنیا میں کوئی عورت اپنے خاوند کو تکلیف پہنچاتی ہے تو اس کی جنتی بیویوں میں سے ایک حور کہتی ہے: اللہ تجھے برباد کر دے! اسے تکلیف نہ دے۔ یہ تو تیرے پاس مہمان ہے۔ عنقریب یہ تجھے چھوڑ کر ہمارے ہاں آجائے گا۔[4] ○ اگر میاں بیوی کے درمیان اختلاف انتہائی سنگین صورت اختیار کر جائے کہ مذکورہ تینوں مراحل کارگر ثابت نہ ہوں تو فریقین اپنے اپنے خاندان میں سے ثالث منتخب کریں جو پوری صورت حال سمجھ کر نیک نیتی سے اصلاح کی کوشش کریں اور بروقت مداخلت کر کے حالات پر کنٹرول کریں۔ اگر ان کی نیت بھلائی کی ہوگی تو اللہ تعالیٰ میاں بیوی میں موافقت کی ضرور کوئی راہ پیدا کرے گا۔ یہ ثالث میاں بیوی کی طرف سے ایک ایک، دو، دو اور تین تین بھی ہو سکتے ہیں۔ جو بات بھی میاں بیوی کو تسلیم ہو اختیار کی جا سکتی ہے۔[5] ○ اگر مذکورہ جملہ اقدامات سے حسن معاشرت کی کوئی صورت پیدا ہوتی نظر نہ آئے تو اسلام اس بات پر مجبور نہیں کرتا کہ ایک گھرانے میں ہر وقت کشیدگی کی فضا قائم رہے اور دونوں میاں بیوی کے لیے وہ گھر جہنم بنا رہے۔ اس سے بہتر ہے کہ وہ ایک دوسرے سے الگ ہو جائیں، خواہ مرد طلاق دے دے یا عورت خلع لے لے، پھر دونوں کا اللہ مالک ہے، وہ ان کے لیے کوئی نہ کوئی متبادل صورت پیدا کر دے گا۔[6] لیکن مندرجہ ذیل امور کو پیش نظر رکھنا ہوگا: ○ ایسے حالات میں اگرچہ طلاق دینا جائز ہے، لیکن شریعت نے اسے ناپسند کیا ہے۔ طلاق دینے والے کو یہ بھی ذہن میں رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے زندگی بھر اپنی بیوی کو طلاق دینے کے لیے صرف تین اختیارات دیے ہیں۔ وقفے وقفے سے دو مرتبہ طلاق دینے سے رجوع کا اختیار بھی اسے دیا گیا ہے اور تیسری طلاق ایک فیصلہ کن مرحلہ ہے، اس کے بعد عام حالات میں رجوع کی کوئی صورت باقی نہیں رہے گی۔ ○ طلاق دیتے وقت اسے دیکھنا ہوگا کہ اس کی بیوی بحالت حیض نہ ہو۔ شریعت نے اس حالت میں طلاق دینے سے منع کیا ہے تاکہ طلاق وقتی کراہت اور کسی عارضی ناگواری کی وجہ سے نہ ہو، نیز طلاق دیتے وقت اس

---

[1] مسند أحمد: 251/2، وسنن أبي داود، حديث: 2142. [2] مسند أحمد: 72/5، 73. [3] مسند أحمد: 341/4. [4] سنن ابن ماجه، النكاح، حديث: 2014. [5] النسآء 4: 35. [6] النسآء 4: 130.

بات کا بھی خیال رکھے کہ اس طہر میں بیوی سے ہم بستری بھی نہ کی ہو، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے فرمایا تھا: ''بیوی کو ایسے طہر میں طلاق دو جس میں اس سے ہم بستری نہ کی ہو۔''[1] ○ حالت حمل میں بھی طلاق دی جاسکتی ہے۔ ہمارے ہاں یہ بات غلط مشہور ہو چکی ہے کہ دوران حمل میں دی ہوئی طلاق نافذ نہیں ہوتی، حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے واضح طور پر فرمایا ہے: ''اسے حالت طہر یا حالت حمل میں طلاق دو، یہ طلاق جائز اور مباح ہے۔''[2] ○ شریعت نے طلاق دینے کا اختیار خاوند کو دیا ہے، عورت کو یہ حق نہیں دیا کہ وہ خود طلاق دے تاکہ کم عقلی کی بنا پر فطرتی جلد بازی میں کسی معمولی سی بات پر یہ اقدام نہ کر بیٹھے۔ ○ اگر خاوند نے اپنی بیوی کو طلاق دینے کا عزم کر لیا ہے تو قرآن وحدیث کی ہدایات کے مطابق وہ صرف ایک طلاق دے، خواہ وہ تحریر کر کے دے یا زبانی کہے۔ اس کے بعد بیوی کو اس کے حال پر چھوڑ دے تاکہ سوچ بچار کے راستے بند نہ ہوں اور فریقین سنجیدگی اور متانت کے ساتھ اپنے آخری اقدام پر غور وفکر کر سکیں۔ ایسے حالات میں بیک وقت تین طلاقیں دینے سے شریعت نے انتہائی ناپسندیدگی کا اظہار کیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں ایک آدمی نے اپنی بیوی کو بیک وقت تین طلاقیں دے ڈالی تھیں تو آپ نے فرمایا: ''میری موجودگی میں اللہ تعالیٰ کی کتاب سے کھیلا جا رہا ہے۔'' آپ اس قدر ناراض ہوئے کہ ایک آدمی آپ کا اظہار ناراضی دیکھ کر کہنے لگا: اللہ کے رسول! آپ مجھے اجازت دیں تاکہ میں اسے قتل کر دوں،[3] تاہم ایسا اقدام کرنے سے ایک رجعی طلاق واقع ہوگی۔[4] ○ ایک طلاق دینے کے بعد رشتۂ ازدواج ختم نہیں ہوتا بلکہ دوران عدت میں اگر میاں بیوی میں سے کوئی فوت ہو جائے تو انھیں ایک دوسرے کی وراثت سے باقاعدہ حصہ ملتا ہے۔ بہر حال خاوند کو شریعت نے ہدایت کی ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''انھیں ان کے گھروں سے نہ نکالو اور نہ وہ خود نکلیں الا یہ کہ وہ کسی واضح برائی کی مرتکب ہوں۔''[5] ○ طلاق کے بعد عورت نے عدت کے دن گزارنے ہیں جن کا شمار انتہائی ضروری ہے کیونکہ اس پر کئی ایک نازک اور قانونی مسائل کا انحصار ہے۔ مختلف حالات کے پیش نظر عدت کے ایام بھی مختلف ہیں، جس کی تفصیل یہ ہے: ○ نکاح کے بعد اگر رخصتی عمل میں نہیں آئی تو ایسی عورت پر کوئی عدت نہیں ہے۔[6] ○ مطلقہ بیوی اگر حمل سے ہو تو اس کی عدت بچہ جنم دینے تک ہے۔[7] ○ اگر حمل کے بغیر حیض منقطع ہے، یہ انقطاع بچپن، بڑھاپے یا بیماری کی وجہ سے ہو سکتا ہے تو ایسے حالات میں تین قمری مہینے عدت کے طور پر گزارنے ہوں گے۔ اگر مہینوں کا شمار نہ ہو سکے تو 90 دن پورے کیے جائیں۔ اگر عورت کو ایام آتے ہوں تو تین حیض مکمل کرنا ہوں گے۔[8] ایسی صورت حال کے

---

[1] صحیح البخاري، التفسیر، حدیث: 4908. [2] صحیح مسلم، الطلاق، حدیث: 3659 (1471). [3] سنن النسائي، الطلاق، حدیث: 3430. [4] سنن النسائي، الطلاق، حدیث: 3435. [5] الطلاق 65:1. [6] الأحزاب 33:49. [7] الطلاق 65:4. [8] البقرة 2:228.

پیش نظر تین ماہ یا نوے دن پورے کرنے کی ضرورت نہیں۔ ○ دوران عدت میں خاوند کو یہ حق ہے کہ وہ اپنی بیوی سے رجوع کرے لیکن شرط یہ ہے کہ اسے بسانے اور آباد کرنے کی نیت ہو اسے روک کر مزید تکلیف پہنچانا مقصود نہ ہو۔[1] اس رجوع کے لیے کسی قسم کے کفارے کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر عدت گزر جائے تو بھی نئے سرے سے نکاح کر کے اپنا گھر آباد کیا جا سکتا ہے۔[2] لیکن اس نکاح کے لیے عورت کی رضامندی، سرپرست کی اجازت، حق مہر کی تعیین اور گواہوں کا موجود ہونا ضروری ہے، نیز رجوع کا حق پہلی اور دوسری طلاق کے بعد ہے۔ ○ اگر رجوع کا پروگرام نہ ہو تو عدت گزرنے کے بعد عورت خود بخود آزاد ہو جائے گی۔ اس کے لیے کسی مزید اقدام کی ضرورت نہیں ہے لیکن ایسے حالات میں اسے الزام تراشی یا بدتمیزی سے رخصت نہ کیا جائے بلکہ اس سلسلے میں اس کے جو حقوق ہیں انھیں فیاضی سے ادا کیا جائے۔ قرآن کریم نے ہدایت کی ہے کہ مطلقہ عورتوں کو بھی معروف طریقے سے کچھ دے کر رخصت کرو۔ ایسا کرنا اہل تقویٰ کے لیے ضروری ہے۔[3] ○ اگر تیسری طلاق بھی دے دی جائے تو رشتۂ ازدواج ہمیشہ کے لیے ٹوٹ جاتا ہے، تاہم عورت کے لیے عدت گزارنا ضروری ہے لیکن عام حالات میں اس سے رجوع نہیں ہو سکے گا۔ اب رجوع کی صرف ایک صورت ہے کہ وہ عورت کسی سازش کے طور پر نہیں بلکہ آباد ہونے کی نیت سے آگے کسی اور آدمی سے نکاح کرے اور وہ خاوند اس سے ہم بستری کے بعد اسے اپنی مرضی سے طلاق دے یا فوت ہو جائے تو عدت طلاق یا عدت وفات گزارنے کے بعد پہلے خاوند سے نکاح ہو سکتا ہے۔[4] ○ اگر عورت خاوند کی طرف سے بے اتفاقی کا شکار ہے اور وہ طلاق دے کر اسے فارغ بھی نہیں کرتا تو ایسی حالت میں عورت کو اختیار ہے کہ وہ بذریعہ عدالت اپنے خاوند سے علیحدگی اختیار کر سکتی ہے یا خود اس سے کوئی معاملہ طے کر کے طلاق حاصل کر لے، جیسا کہ خلع میں ہوتا ہے۔[5]

امام بخاری رحمہ اللہ نے صرف طلاق کے مسائل ہی بیان نہیں کیے بلکہ خلع، لعان اور ظہار کے متعلق بہت سی قیمتی معلومات فراہم کی ہیں۔ اس سلسلے میں آپ نے ایک سو اٹھارہ (118) احادیث کا انتخاب کیا ہے جن میں چھبیس (26) معلق اور باقی بانوے (92) متصل سند سے بیان کی ہیں۔ ان میں بانوے (92) مکرر اور باقی چھبیس (26) خالص ہیں۔ مرفوع احادیث کے علاوہ آپ نے مختلف مسائل کے استنباط کے لیے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظام رحمہم اللہ کے نوے (90) آثار بھی ذکر کیے ہیں۔ ان احادیث و آثار پر آپ نے ترپن (53) چھوٹے چھوٹے عنوان قائم کیے ہیں جن سے ان کی فقہی بصیرت اور ناقدانہ نظر کا پتا چلتا ہے۔ آخر میں آپ نے عدت اور اس کی اقسام، پھر اس کے آداب، نیز مہر کے متعلق احکام و مسائل بھی بیان کیے ہیں۔ اللہ کی توفیق سے ہم نے امام بخاری رحمہ اللہ کے اختیار کیے ہوئے موقف کو

---

[1] البقرة 2:231. [2] البقرة 2:232. [3] البقرة 2:241. [4] البقرة 2:230. [5] البقرة 2:229.

واضح کرنے کے لیے جابجا نوٹ لکھے ہیں۔ اگر ان میں کوئی کام کی چیز ہے تو وہاں صرف اللہ کا فضل کارفرما ہے اور اگر کوئی غلط بات نوک قلم پر آگئی ہے تو وہ ہماری کم فہمی اور کوتاہی کا نتیجہ ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں قیامت کے دن محدثین کی جماعت میں سے اٹھائے اور خدام حدیث کی فہرست میں شامل کرے۔ آمین یا رب العالمین.

بِسۡمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحۡمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ

68 - كِتَابُ الطَّلَاقِ

طلاق سے متعلق احکام ومسائل

(١) [بَابُ] وَقَوْلِ اللهِ تَعَالَى: ﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّبِيُّ إِذَا طَلَّقۡتُمُ ٱلنِّسَآءَ فَطَلِّقُوهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَأَحۡصُواْ ٱلۡعِدَّةَ﴾ [الطلاق: ١]

باب: 1- ارشاد باری تعالیٰ: ''اے نبی! جب تم عورتوں کو طلاق دو تو عدت کے آغاز میں طلاق دو اور عدت کا شمار رکھو'' کا بیان

﴿أَحْصَيْنَٰهُ﴾ [يس: ١٢]: حَفِظْنَاهُ وَعَدَدْنَاهُ.

أَحْصَيْنَاهُ کے معنی ہیں: ہم نے اس کو محفوظ کیا اور اسے شمار کیا۔

وَطَلَاقُ السُّنَّةِ أَنْ يُطَلِّقَهَا طَاهِرًا مِنْ غَيْرِ جِمَاعٍ وَيُشْهِدَ شَاهِدَيْنِ.

سنت کے مطابق طلاق یہ ہے کہ حالت طہر میں، عورت سے ملاپ کیے بغیر اسے طلاق دے، پھر طلاق پر دو گواہ مقرر کرے۔

وضاحت: بیوی کو طلاق دینے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ جب وہ ایام حیض سے فارغ ہو تو آغاز طہر ہی میں اور ملاپ کیے بغیر اسے طلاق دے دے، پھر پوری عدت گزر جانے دی جائے، عدت کے بعد عورت بائن ہو جائے گی۔ اس طرح طلاق دینے سے دو فائدے ہوتے ہیں: ایک تو عدت کے آخری وقت تک مرد کو رجوع کا حق باقی رہتا ہے، دوسرے یہ کہ طلاق کے بعد بھی نئے سرے سے نکاح کرنے کی گنجائش باقی رہتی ہے۔

٥٢٥١ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: أَنَّهُ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ وَهِيَ حَائِضٌ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ ﷺ، فَسَأَلَ عُمَرُ بْنُ

[5251] حضرت عبداللہ بن عمر ؓ سے روایت ہے کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں اپنی بیوی کو بحالت حیض طلاق دے دی۔ حضرت عمر بن خطاب ؓ نے رسول اللہ ﷺ سے اس کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا:

الْخَطَّابِ رَسُولَ اللهِ ﷺ عَنْ ذٰلِكَ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مُرْهُ فَلْيُرَاجِعْهَا، ثُمَّ لِيُمْسِكْهَا حَتَّى تَطْهُرَ ثُمَّ تَحِيضَ ثُمَّ تَطْهُرَ، ثُمَّ إِنْ شَاءَ أَمْسَكَ بَعْدُ، وَإِنْ شَاءَ طَلَّقَ قَبْلَ أَنْ يَمَسَّ، فَتِلْكَ الْعِدَّةُ الَّتِي أَمَرَ اللهُ أَنْ يُطَلَّقَ لَهَا النِّسَاءُ». [راجع: ٤٩٠٨]

''عبداللہ سے کہو کہ وہ اپنی بیوی سے رجوع کر لے۔ پھر اسے اپنے نکاح میں باقی رکھے حتی کہ وہ حیض سے پاک ہو جائے۔ پھر اسے حیض آئے، پھر اس سے پاک ہو جائے۔ پھر اس کے بعد اگر چاہے تو اسے روک رکھے اور اگر چاہے تو ملاپ کیے بغیر اسے طلاق دے دے۔ یہ وہ عدت ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ اس کا لحاظ رکھتے ہوئے عورتوں کو طلاق دی جائے۔''

فوائد ومسائل: ① امام بخاری ؒ نے عنوان اور مذکورہ حدیث سے طلاق کا مسنون طریقہ بتایا ہے کہ خاوند جس طہر میں طلاق دینا چاہے اس میں اپنی بیوی سے ملاپ نہ کرے، پھر ایک ہی بار کی طلاق کو کافی سمجھے اور پوری عدت گزر جانے دے۔ اس طرح عورت پر طلاق بائن واقع ہو جائے گی۔ اس کے علاوہ غیر مسنون طلاق کی صورتیں درج ذیل ہیں: ○ حالت حیض میں طلاق دی جائے۔ ○ ایسے طہر میں طلاق دی جائے جس میں ملاپ کر چکا ہے۔ ○ بیک وقت تین طلاقیں دے۔ ○ ایک طہر میں ہی الگ الگ موقع پر تین طلاقیں دے۔ ان میں فقہاء کا اتفاق ہے کہ یہ طریقۂ طلاق حرام ہے۔ خاوند اس سے گناہ گار ہوگا، تاہم طلاق واقع ہو جائے گی اگرچہ خاوند نے معصیت اور حرام کا ارتکاب کیا ہے۔ ② واضح رہے کہ طلاق اور رجوع میں گواہ بنانے کا بھی حکم ہے اگرچہ رجوع اور طلاق کے لیے گواہی اس طرح شرط نہیں ہے کہ اس کے بغیر رجوع اور طلاق غیر مؤثر ہوتے ہیں بلکہ گواہ بنانے کا حکم برسبیل احتیاط ہے تاکہ بعد میں کوئی فریق کسی واقعے کا انکار نہ کرے اور جھگڑا اور اختلاف پیدا ہونے کی صورت میں بآسانی فیصلہ ہو سکے، نیز شکوک وشبہات کا دروازہ بھی بند ہو جائے۔ واللہ أعلم.

(٢) بَابٌ: إِذَا طُلِّقَتِ الْحَائِضُ تَعْتَدُّ بِذٰلِكَ الطَّلَاقِ

باب: 2- جب حائضہ کو طلاق دے دی جائے تو یہ طلاق بھی شمار ہوگی

٥٢٥٢ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَنَسِ بْنِ سِيرِينَ قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ قَالَ: طَلَّقَ ابْنُ عُمَرَ امْرَأَتَهُ وَهِيَ حَائِضٌ، فَذَكَرَ عُمَرُ لِلنَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: «لِيُرَاجِعْهَا»، قُلْتُ: تُحْتَسَبُ؟ قَالَ: فَمَهْ؟. [راجع: ٤٩٠٨]

[5252] حضرت ابن عمر ؓ سے روایت ہے کہ انھوں نے اپنی بیوی کو حیض کی حالت میں طلاق دے دی۔ حضرت عمر ؓ نے اس کا ذکر نبی ﷺ سے کیا تو آپ نے فرمایا: ''اسے چاہیے کہ رجوع کرے۔'' (راوی کہتا ہے کہ) میں نے ابن عمر ؓ سے پوچھا: اس طلاق کو شمار کیا جائے گا؟ انھوں نے جواب دیا اور کیا ہوگا؟

وَعَنْ قَتَادَةَ عَنْ يُونُسَ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ

قتادہ نے یونس بن جبیر کے ذریعے سے حضرت ابن عمر

عُمَرَ قَالَ: «مُرْهُ فَلْيُرَاجِعْهَا»، قُلْتُ: تُحْتَسَبُ؟ قَالَ: «أَرَأَيْتَهُ إِنْ عَجَزَ وَاسْتَحْمَقَ؟».

ﷺ سے روایت کیا کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اسے حکم دو کہ رجوع کرے۔'' میں نے پوچھا: کیا یہ طلاق شمار کی جائے گی؟ حضرت ابن عمر ﷺ نے جواب دیا تو کیا سمجھتا ہے اگر عبداللہ عاجز ہو جائے اور حماقت کا مرتکب ہو تو کیا طلاق واقع نہ ہوگی؟

٥٢٥٣ - حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ: حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: حُسِبَتْ عَلَيَّ بِتَطْلِيقَةٍ.

[راجع: ٤٩٠٨]

[5253] حضرت سعید بن جبیر سے روایت ہے، انھوں نے ابن عمر ﷺ سے بیان کیا کہ آپ نے فرمایا: یہ طلاق مجھ پر شمار کی گئی۔

فائدہ: دوران حیض میں دی گئی طلاق کے متعلق اختلاف ہے کہ نافذ ہوگی یا نہیں؟ جمہور اہل علم کا موقف ہے کہ اس انداز سے طلاق دینا اگرچہ خلاف سنت ہے، تاہم طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ اس کے برعکس کچھ حضرات کا خیال ہے کہ دوران حیض میں دی ہوئی طلاق نافذ نہیں ہوگی کیونکہ یہ طلاق خلاف سنت ہے اور خلاف سنت کام مردود ہوتا ہے۔ امام بخاری ؒ کا موقف جمہور اہل علم کے مطابق ہے کہ دوران حیض میں دی گئی طلاق نافذ ہو جاتی ہے۔ اس کے دلائل حسب ذیل ہیں: ○ حضرت ابن عمر ﷺ خود کہتے ہیں کہ طلاق مجھ پر شمار کر لی گئی تھی جیسا کہ درج بالا قول میں صراحت ہے۔ ○ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابن عمر ﷺ کو رجوع کا حکم دیا اور رجوع ہمیشہ طلاق کے بعد ہوتا ہے اور اس رجوع کو لغوی قرار دینا سخن سازی اور سینہ زوری ہے۔ ○ اس حدیث کے بعض طرق میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم نے جو طلاق دی ہے وہ ایک ہے۔''[1] ○ ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''وہ طلاق جو اس نے دی ہے اسے شمار کیا جائے گا۔''[2] ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کچھ بھی خیال نہ کیا۔[3] ائمۂ حدیث نے اس حدیث میں اس اضافے کو ''منکر'' قرار دیا ہے۔[4] صحیح ہونے کی صورت میں اس کے معنی یہ ہوں گے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس طریقۂ کار کو درست خیال نہ فرمایا۔ واللہ أعلم.

(٣) بَابُ مَنْ طَلَّقَ، وَهَلْ يُوَاجِهُ الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ بِالطَّلَاقِ؟

باب: 3- جس نے عورت کو طلاق دی اور کیا طلاق دیتے وقت بیوی سے مخاطب ہونا ضروری ہے؟

وضاحت: اس عنوان کے دو اجزاء ہیں: ○ کیا نکاح کے بعد طلاق دینا جائز بھی ہے؟ ○ کیا طلاق کے لیے بیوی کا ہونا ضروری ہے؟ امام بخاری ؒ نے ہر دو اجزاء کو درج ذیل احادیث سے ثابت کیا ہے۔

---

1 سنن الدارقطني: 9/4. 2 السنن الكبرى للبيهقي: 236/7. 3 سنن أبي داود، الطلاق، حديث: 2185. 4 فتح الباري: 439/9.

٥٢٥٤ - حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ: حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ: حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ قَالَ: سَأَلْتُ الزُّهْرِيَّ: أَيُّ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ ﷺ اسْتَعَاذَتْ مِنْهُ؟ قَالَ: أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَنَّ ابْنَةَ الْجَوْنِ لَمَّا أُدْخِلَتْ عَلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ وَدَنَا مِنْهَا قَالَتْ: أَعُوذُ بِاللهِ مِنْكَ، فَقَالَ لَهَا: «لَقَدْ عُذْتِ بِعَظِيمٍ، الْحَقِي بِأَهْلِكِ».

[5254] حضرت اوزاعی بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام زہری سے دریافت کیا: نبی ﷺ کی وہ کون سی بیوی تھی جس نے آپ ﷺ سے پناہ مانگی تھی؟ تو انھوں نے کہا کہ مجھے حضرت عروہ نے بتایا، انھوں نے حضرت عائشہ ؓ سے روایت کیا کہ دختر جون کو جب رسول اللہ ﷺ کے پاس لایا گیا اور آپ ﷺ اس کے قریب گئے تو اس نے کہا: میں آپ سے اللہ کی پناہ مانگتی ہوں۔ آپ ﷺ نے اسے فرمایا: ”تو نے بڑی عظیم ذات کے ذریعے سے پناہ مانگی ہے، لہٰذا تو اپنے اہل خانہ کے ہاں چلی جا۔“

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ: رَوَاهُ حَجَّاجُ بْنُ أَبِي مَنِيعٍ عَنْ جَدِّهِ، عَنِ الزُّهْرِيِّ: أَنَّ عُرْوَةَ أَخْبَرَهُ: أَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ.

ابوعبداللہ (امام بخاری ؒ) نے فرمایا: اس حدیث کو حجاج بن ابومنیع نے اپنے دادا سے، انھوں نے امام زہری سے اور انھوں نے عروہ سے بیان کیا کہ حضرت عائشہ ؓ نے فرمایا۔

فوائد ومسائل: ① اس حدیث سے عنوان کے ہر دو اجزاء ثابت ہوئے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اس بیوی سے فرمایا: ”تم اپنے میکے چلی جاؤ“ اس سے مراد طلاق تھی۔ معلوم ہوا کہ نکاح کے بعد طلاق دینا جائز ہے۔ اس میں شرعاً کوئی قباحت نہیں ہے۔ ② اسی طرح آپ نے اسے مخاطب ہو کر فرمایا، اس سے عنوان کا دوسرا جز ثابت ہوا۔ لیکن بہتر ہے کہ طلاق دیتے وقت بیوی کو منہ در منہ نہ کہے۔ اس میں آسانی بھی ہے اور بیوی کے ساتھ نرمی کرنا بھی ہے۔ ہاں، اگر ضرورت ہو تو بیوی کے سامنے بھی طلاق دی جا سکتی ہے۔ بہر حال اس معاملے میں کوئی پابندی نہیں ہے۔ طلاق دینا خاوند کا اپنا اختیار ہے، وہ اپنا اختیار جس طرح چاہے استعمال کر سکتا ہے۔

٥٢٥٥ - حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ ابْنُ غَسِيلٍ عَنْ حَمْزَةَ بْنِ أَبِي أُسَيْدٍ، عَنْ أَبِي أُسَيْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ حَتَّى انْطَلَقْنَا إِلَى حَائِطٍ يُقَالُ لَهُ: الشَّوْطُ، حَتَّى انْتَهَيْنَا إِلَى حَائِطَيْنِ فَجَلَسْنَا بَيْنَهُمَا، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «اجْلِسُوا هَاهُنَا» وَدَخَلَ، وَقَدْ أُتِيَ بِالْجَوْنِيَّةِ، فَأُنْزِلَتْ فِي بَيْتٍ فِي نَخْلٍ فِي بَيْتِ

[5255] حضرت ابو اسید ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ ہم نبی ﷺ کے ہمراہ باہر نکلے۔ چلتے چلتے ہم ایسے باغ میں پہنچ گئے جسے شوط کہا جاتا تھا۔ ہم اس کے درو دیوار کے درمیان جا کر بیٹھ گئے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ”تم لوگ یہاں بیٹھ جاؤ۔“ اور آپ اندر تشریف لے گئے۔ وہاں جونیہ لائی گئی تھی۔ اسے ایک گھر میں بٹھایا گیا جو کھجوروں کے جھنڈ میں تھا اور وہ امیمہ بنت نعمان بن شراحیل کا تھا۔

أُمَيْمَةَ بِنْتِ النُّعْمَانِ بْنِ شَرَاحِيلَ وَمَعَهَا دَايَتُهَا حَاضِنَةٌ لَهَا، فَلَمَّا دَخَلَ عَلَيْهَا النَّبِيُّ ﷺ قَالَ: «هَبِي نَفْسَكِ لِي»، قَالَتْ: وَهَلْ تَهَبُ الْمَلِكَةُ نَفْسَهَا لِلسُّوقَةِ؟ قَالَ: فَأَهْوَى بِيَدِهِ يَضَعُ يَدَهُ عَلَيْهَا لِتَسْكُنَ، فَقَالَتْ: أَعُوذُ بِاللهِ مِنْكَ، فَقَالَ: «قَدْ عُذْتِ بِمَعَاذٍ»، ثُمَّ خَرَجَ عَلَيْنَا فَقَالَ: «يَا أَبَا أُسَيْدٍ، اكْسُهَا رَازِقِيَّيْنِ، وَأَلْحِقْهَا بِأَهْلِهَا». [انظر: ٥٢٥٧]

اس کے ساتھ دیکھ بھال کے لیے ایک دایہ بھی تھی۔ جب نبی ﷺ اس کے پاس تشریف لے گئے تو آپ نے فرمایا: ''تو اپنے آپ کو میرے حوالے کر دے۔'' اس نے جواب دیا: کیا کوئی شہزادی اپنے آپ کو ایک عام آدمی کے حوالے کر سکتی ہے؟ آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ بڑھایا اور اس کے سر پر رکھا تاکہ اسے سکون حاصل ہو۔ اس نے کہا: میں تم سے اللہ کی پناہ مانگتی ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تو نے ایسی ذات کی پناہ مانگی ہے جس کے ذریعے سے پناہ مانگی جاتی ہے۔'' اس کے بعد آپ ﷺ باہر ہمارے پاس تشریف لے آئے اور فرمایا: ''اے ابو اسید! اسے دو رازقیہ کپڑے پہنا کر اس کے گھر والوں کے پاس پہنچا دو۔''

٥٢٥٦، ٥٢٥٧ - وَقَالَ الْحُسَيْنُ بْنُ الْوَلِيدِ النَّيْسَابُورِيُّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ عَبَّاسِ بْنِ سَهْلٍ، عَنْ أَبِيهِ وَأَبِي أُسَيْدٍ قَالَا: تَزَوَّجَ النَّبِيُّ ﷺ أُمَيْمَةَ بِنْتَ شَرَاحِيلَ، فَلَمَّا أُدْخِلَتْ عَلَيْهِ بَسَطَ يَدَهُ إِلَيْهَا، فَكَأَنَّهَا كَرِهَتْ ذٰلِكَ، فَأَمَرَ أَبَا أُسَيْدٍ أَنْ يُجَهِّزَهَا وَيَكْسُوَهَا ثَوْبَيْنِ رَازِقِيَّيْنِ. [راجع: ٥٢٥٥]

[5257,5256] حضرت سہل بن سعد اور ابو اسید ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: نبی ﷺ نے امیمہ بنت شراحیل سے نکاح کیا تھا، پھر جب وہ آپ کے پاس لائی گئی تو آپ نے اس کی طرف اپنا ہاتھ بڑھایا جسے اس نے ناپسند کیا، چنانچہ آپ ﷺ نے حضرت ابو اسید ؓ کو حکم دیا کہ اس کو سامان دے کر تیار کرے اور اسے دو رازقی کپڑے پہننے کے لیے دے دے۔''

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ ابْنُ أَبِي الْوَزِيرِ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ عَنْ حَمْزَةَ، عَنْ أَبِيهِ، وَعَنْ عَبَّاسِ بْنِ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ أَبِيهِ بِهٰذَا. [انظر: ٥٦٣٧]

حضرت عباس بن سہل بن سعد سے روایت ہے وہ اپنے باپ حضرت سہل بن سعد ؓ سے اس حدیث کو بیان کرتے ہیں۔

فوائد ومسائل: ① رسول اللہ ﷺ کا ''بنت جون'' سے باضابطہ نکاح ہوا تھا لیکن خلوت کے وقت اسے شیطان نے ورغلایا تو اس نے آپ کے حق میں گستاخی کا ارتکاب کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کی کیفیت اور رویہ دیکھ کر کنائے سے طلاق دے دی اور عزت و آبرو کے ساتھ اسے رخصت کر دیا۔ ② اس سے بھی امام بخاری ؒ نے عنوان کے ہر دو اجزاء کو ثابت کیا ہے کہ نکاح

کے بعد طلاق دینا جائز ہے، خواہ وہ طلاق اشارے کنائے کے ساتھ ہی کیوں نہ ہو، پھر طلاق منہ در منہ بھی دی جا سکتی ہے اور بیوی کو مخاطب کیے بغیر بھی اس سے علیحدگی اختیار کی جا سکتی ہے۔ ③ روایات میں ہے کہ وہ عورت زندگی بھر نادم رہی اور کہتی رہی کہ میں انتہائی بدبخت ہوں۔ افسوس کہ دشمنانِ اسلام نے اس واقعے کو بہت اچھالا ہے، حالانکہ اس میں کوئی ایسی بات نہیں جو خلاف عقل ہو۔ واللہ المستعان. ④ حضرت سہل کی روایت کو امام بخاری ؒ نے دوسرے مقام پر تفصیل سے بیان کیا ہے، اسے ایک نظر ملاحظہ کر لیا جائے۔[1]

٥٢٥٨ - حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ: حَدَّثَنَا هَمَّامُ بْنُ يَحْيَى عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَبِي غَلَّابٍ يُونُسَ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ: قُلْتُ لِابْنِ عُمَرَ: رَجُلٌ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ وَهِيَ حَائِضٌ؟ فَقَالَ: أَتَعْرِفُ ابْنَ عُمَرَ؟ إِنَّ ابْنَ عُمَرَ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ وَهِيَ حَائِضٌ، فَأَتَى عُمَرُ النَّبِيَّ ﷺ فَذَكَرَ ذٰلِكَ لَهُ، فَأَمَرَهُ أَنْ يُرَاجِعَهَا فَإِذَا طَهُرَتْ فَأَرَادَ أَنْ يُطَلِّقَهَا فَلْيُطَلِّقْهَا، قُلْتُ: فَهَلْ عَدَّ ذٰلِكَ طَلَاقًا؟ قَالَ: أَرَأَيْتَ إِنْ عَجَزَ وَاسْتَحْمَقَ؟. [راجع: ٤٩٠٨]

[5258] ابو غلاب یونس بن جبیر سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں نے حضرت ابن عمر ؓ سے عرض کی: ایک شخص نے اپنی بیوی کو اس وقت طلاق دی جب وہ بحالت حیض تھی؟ انھوں نے کہا: تم ابن عمر کو جانتے ہو؟ ابن عمر نے اپنی بیوی کو حیض کی حالت میں طلاق دی تھی۔ پھر حضرت عمر ؓ نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس کے متعلق آپ سے دریافت کیا تو آپ نے انھیں حکم دیا کہ وہ بیوی سے رجوع کرے۔ پھر جب وہ حیض سے پاک ہو جائے تو اس وقت اگر وہ چاہے تو طلاق دے دے۔ سائل نے پوچھا: کیا آپ ﷺ نے اسے طلاق شمار کیا تھا؟ حضرت ابن عمر ؓ نے کہا: اگر کوئی عاجز رہے اور حماقت کا ثبوت دے تو اس کا کیا علاج ہے؟

فوائد ومسائل: ① حضرت ابن عمر ؓ کہتے ہیں کہ میری ایک بیوی سے مجھے بہت محبت تھی لیکن حضرت عمر ؓ اسے اچھا نہیں سمجھتے تھے۔ انھوں نے مجھے طلاق دینے کا حکم دیا لیکن میں نے آپ کا کہنا نہ مانا تو وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور میرے متعلق آپ سے عرض کیا۔ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا تو آپ نے مجھے فرمایا: ''اپنے باپ کا کہا مانو۔'' چنانچہ میں نے اسے طلاق دے دی۔[2] ممکن ہے کہ یہ وہی عورت ہو جسے حضرت ابن عمر ؓ نے بحالت حیض طلاق دی تھی کیونکہ حضرت عمر ؓ اس کے متعلق مسئلہ دریافت کرنے کے لیے رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے تھے۔[3] ② بہرحال امام بخاری ؒ نے اس سے ثابت کیا ہے کہ نکاح کے بعد طلاق دی جا سکتی ہے اور طلاق کے لیے بیوی کو مخاطب کرنا ضروری نہیں۔ واللہ أعلم.

① صحيح البخاري، الأشربة، حديث: 5637. ② مسند أحمد: 20/2. ③ فتح الباري: 448/9.

(٤) بَابُ مَنْ جَوَّزَ الطَّلَاقَ الثَّلَاثَ

لِقَوْلِ اللهِ تَعَالَىٰ: ﴿ٱلطَّلَٰقُ مَرَّتَانِۖ فَإِمۡسَاكُۢ بِمَعۡرُوفٍ أَوۡ تَسۡرِيحُۢ بِإِحۡسَٰنٍ﴾ [البقرة: ٢٢٩]

وَقَالَ ابْنُ الزُّبَيْرِ فِي مَرِيضٍ طَلَّقَ: لَا أَرَى أَنْ تَرِثَ مَبْتُوتَةٌ. وَقَالَ الشَّعْبِيُّ: تَرِثُهُ. وَقَالَ ابْنُ شُبْرُمَةَ: تَزَوَّجُ إِذَا انْقَضَتِ الْعِدَّةُ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: أَرَأَيْتَ إِنْ مَاتَ الزَّوْجُ الْآخَرُ؟ فَرَجَعَ عَنْ ذٰلِكَ.

باب: 4- جس نے تین طلاقیں دینا جائز قرار دیا

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”طلاق دو بار ہے، پھر یا تو سیدھی طرح اسے اپنے پاس رکھا جائے یا بھلے طریقے سے اسے رخصت کر دیا جائے۔“

حضرت عبداللہ بن زبیر ؓ نے کہا: اگر کسی بیمار شخص نے اپنی بیوی کو طلاق بائن دی تو وہ اس کی وارث نہیں ہوگی۔ امام شعبی نے کہا کہ وہ وارث ہوگی۔ حضرت ابن شبرمہ نے (امام شعبی سے) کہا: کیا وہ عورت عدت گزرنے کے بعد دوسرے خاوند سے نکاح کر سکتی ہے؟ انھوں نے کہا: ہاں۔ ابن شبرمہ نے کہا: اگر اس کا دوسرا خاوند بھی مر جائے تو (کیا وہ دونوں کی وارث ہوگی؟) اس پر امام شعبی نے اپنے فتوے سے رجوع کر لیا۔

وضاحت: امام بخاری ؒ نے اس عنوان کے ذریعے سے ان حضرات کی تردید کی ہے جن کا موقف ہے کہ تین طلاقیں دینا جائز نہیں ہے، پھر جو حضرات اس کے جواز کے قائل نہیں ہیں ان کے متعلق دو احتمال ہیں: ○ وہ بینونت کبریٰ کو مکروہ خیال کرتے ہیں، یعنی تینوں طلاقیں دے کر ایسی علیحدگی نہ ہو کہ دوبارہ آپس میں اکٹھے نہ ہو سکتے ہوں۔ حضرت عمر ؓ ایسے شخص کو بدنی سزا دیتے تھے جو اپنی بیوی کو تینوں طلاقیں دے دیتا تھا قطع نظر اس کے کہ یہ طلاقیں وقفے وقفے سے دی جائیں یا یکبار ہی دے ڈالی جائیں۔ ○ اگر کوئی یکبار تین طلاقیں دیتا ہے تو ایک طلاق بھی شمار نہیں ہوگی کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے جیسا کہ ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایسے شخص کے متعلق اظہار ناراضی فرمایا تھا۔ کچھ اہل ظاہر اور شیعہ حضرات کا یہی موقف ہے۔ امام بخاری ؒ نے ان حضرات کی تردید کی ہے جو تین طلاقیں دینے کو مکروہ خیال کرتے ہیں، خواہ متفرق طور پر ہوں یا یکبار دی گئی ہوں۔[1] امام بخاری ؒ نے اس سلسلے میں آیت کریمہ کا حوالہ دیا ہے کہ تینوں طلاقیں دی جا سکتی ہیں خواہ متفرق ہوں یا یکبار۔ علامہ کرمانی ؒ نے لکھا ہے کہ اس آیت کے مطابق دو طلاقوں کو جمع کیا جا سکتا ہے۔ اگر دو طلاقیں جمع ہو سکتی ہیں تو تین اکٹھی بھی دی جا سکتی ہیں۔[2] امام بخاری ؒ نے ابن زبیر ؓ کے حوالے سے جو بات لکھی ہے اس کی وضاحت اس طرح ہے: ”ایک شخص نے مرض موت میں اپنی بیوی کو طلاق بائن دی، یعنی تین طلاقیں دے دیں تاکہ وہ اس کی وارث نہ ہو۔ وہ ابھی زندہ تھا کہ عدت پوری ہوگئی۔ امام شعبی نے کہا کہ عدت پوری ہونے کے بعد بھی وہ اس کی وارث ہوگی۔ ابن شبرمہ

1 فتح الباري: 449/9. 2 عمدة القاري: 236/14.

نے اس پر ایک استحالہ پیش کیا کہ عدت گزرنے کے بعد کیا وہ کسی دوسرے شخص سے نکاح کر سکتی ہے؟ امام شعبی نے جواب دیا کہ ہاں کر سکتی ہے۔ ابن شبرمہ نے کہا: اگر دوسرا خاوند فوت ہو جائے تو وہ اس کی بھی وارث ہوگی؟ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ ایک ہی حالت میں دو شوہروں کی وارث ہوگی، حالانکہ ایسا نہیں ہونا چاہیے۔ یہ سن کر امام شعبی نے اپنے موقف سے رجوع کر لیا۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے امام شعبی اور ابن شبرمہ کے مکالمے سے ثابت کیا ہے کہ تینوں طلاقیں دی جا سکتی ہیں۔ اگر متفرق ہیں تو اس سے بینونت کبریٰ واقع ہوگی اور اگر یکبار ہیں تو بھی طلاق واقع ہو جائے گی، خواہ ایک ہی ہو۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس عنوان سے قطعاً یہ بات ثابت نہیں کی کہ یکبار تین طلاق دینے سے تینوں واقع ہو جاتی ہیں کیونکہ آیت کریمہ سے یہ ثابت نہیں ہوتا بلکہ اس سے متفرق طور پر طلاق دینا ثابت ہوتا ہے کیونکہ لفظ "مرتان" مرة کا تثنیہ ہے جس کے معنی ہیں ایک مرتبہ کے بعد دوسری مرتبہ، یعنی وقفے کے ساتھ۔ یہ معنی ہرگز نہیں ہیں کہ اکٹھی دو طلاقیں دی جائیں جیسا کہ ایک آیت میں ہے: "اے ایمان والو! تمھارے غلاموں اور ان لڑکوں پر جو ابھی حد بلوغ کو نہ پہنچے ہوں لازم ہے کہ تین بار اجازت لے کر گھروں میں داخل ہوا کریں۔"[1] اس آیت کریمہ میں لفظ مرّات، مرّة کی جمع ہے جس کے معنی "تین دفعہ" ہیں جو وقفے کے لیے استعمال ہوا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ امام بخاری رحمہ اللہ کی پیش کی گئی آیت میں بھی وقفے کے ساتھ طلاقیں دینا مراد ہے نہ کہ اکٹھی یکبار طلاقیں دینا۔ یکبارگی تین طلاقیں دینے کی حیثیت ہم آئندہ بیان کریں گے۔ بإذن الله تعالىٰ.

٥٢٥٩ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ: أَنَّ سَهْلَ بْنَ سَعْدٍ السَّاعِدِيَّ أَخْبَرَهُ: أَنَّ عُوَيْمِرًا الْعَجْلَانِيَّ جَاءَ إِلَى عَاصِمِ بْنِ عَدِيٍّ الْأَنْصَارِيِّ، فَقَالَ لَهُ: يَا عَاصِمُ، أَرَأَيْتَ رَجُلًا وَجَدَ مَعَ امْرَأَتِهِ رَجُلًا، أَيَقْتُلُهُ فَتَقْتُلُونَهُ أَمْ كَيْفَ يَفْعَلُ؟ سَلْ لِي يَا عَاصِمُ عَنْ ذٰلِكَ رَسُولَ اللهِ ﷺ، فَسَأَلَ عَاصِمٌ عَنْ ذٰلِكَ رَسُولَ اللهِ ﷺ، فَكَرِهَ رَسُولُ اللهِ ﷺ الْمَسَائِلَ وَعَابَهَا، حَتَّى كَبُرَ عَلَى عَاصِمٍ مَا سَمِعَ مِنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ، فَلَمَّا رَجَعَ عَاصِمٌ إِلَى أَهْلِهِ جَاءَ عُوَيْمِرٌ فَقَالَ: يَا عَاصِمُ، مَاذَا قَالَ لَكَ رَسُولُ اللهِ ﷺ، فَقَالَ عَاصِمٌ: لَمْ تَأْتِنِي بِخَيْرٍ، قَدْ كَرِهَ رَسُولُ اللهِ ﷺ الْمَسْأَلَةَ

[5259] حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عویمر عجلانی رضی اللہ عنہ، حضرت عاصم بن عدی انصاری رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور ان سے کہا: اے عاصم! تمھارا کیا خیال ہے اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے ساتھ کسی غیر مرد کو پائے تو کیا وہ اسے قتل کر سکتا ہے، اس صورت میں تم اس (شوہر) کو بھی قتل کر دو گے یا پھر وہ (شوہر) کیا کرے؟ اے عاصم! میرے لیے یہ مسئلہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھ کر بتاؤ، چنانچہ حضرت عاصم رضی اللہ عنہ نے جب یہ مسئلہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا تو رسول اللہ ﷺ نے اس قسم کے سوالات کو ناپسند فرمایا اور انھیں معیوب قرار دیا حتی کہ حضرت عاصم رضی اللہ عنہ پر یہ بات بہت گراں گزری، جو انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے سنی تھی۔ جب حضرت عاصم رضی اللہ عنہ اپنے گھر آئے تو حضرت عویمر رضی اللہ عنہ نے آ کر ان سے پوچھا: اے عاصم! رسول اللہ ﷺ نے آپ

[1] النور 24:58.

الَّتِي سَأَلْتُهُ عَنْهَا، قَالَ عُوَيْمِرٌ: وَاللهِ لَا أَنْتَهِي حَتَّى أَسْأَلَهُ عَنْهَا، فَأَقْبَلَ عُوَيْمِرٌ حَتَّى أَتَى رَسُولَ اللهِ ﷺ وَسْطَ النَّاسِ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، أَرَأَيْتَ رَجُلًا وَجَدَ مَعَ امْرَأَتِهِ رَجُلًا، أَيَقْتُلُهُ فَتَقْتُلُونَهُ، أَمْ كَيْفَ يَفْعَلُ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «قَدْ أَنْزَلَ اللهُ فِيكَ وَفِي صَاحِبَتِكَ فَاذْهَبْ فَأْتِ بِهَا». قَالَ سَهْلٌ: فَتَلَاعَنَا وَأَنَا مَعَ النَّاسِ عِنْدَ رَسُولِ اللهِ ﷺ، فَلَمَّا فَرَغَا قَالَ عُوَيْمِرٌ: كَذَبْتُ عَلَيْهَا يَا رَسُولَ اللهِ إِنْ أَمْسَكْتُهَا، فَطَلَّقَهَا ثَلَاثًا قَبْلَ أَنْ يَأْمُرَهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ.

سے کیا فرمایا ہے؟ حضرت عاصم رضی اللہ عنہ نے کہا: تم نے تو مجھے آفت میں ڈال دیا ہے کیونکہ جو سوال تم نے پوچھا وہ رسول اللہ ﷺ کو بہت ناگوار گزرا۔ حضرت عویمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کی قسم! میں رسول اللہ ﷺ سے یہ مسئلہ پوچھے بغیر نہیں رہوں گا، چنانچہ وہ روانہ ہوئے اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پہنچے۔ اس وقت آپ لوگوں کے درمیان تشریف فرما تھے۔ حضرت عویمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: اللہ کے رسول! اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے ساتھ کسی غیر کو پائے تو آپ کا کیا خیال ہے؟ کیا وہ اسے قتل کر دے؟ اس صورت میں آپ لوگ اسے بھی قتل کر دیں گے یا پھر اسے کیا کرنا چاہیے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے تیرے اور تیری بیوی کے بارے میں وحی نازل فرمائی ہے، اس لیے تم جاؤ اور اپنی بیوی کو بھی ساتھ لاؤ۔'' حضرت سہل رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ پھر دونوں میاں بیوی نے لعان کیا، میں اس وقت لوگوں کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے پاس موجود تھا جب دونوں لعان سے فارغ ہوئے تو حضرت عویمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کے رسول! اگر (اب بھی) میں اسے اپنے پاس رکھوں تو (اس کا مطلب یہ ہے کہ) میں نے اس پر جھوٹ بولا تھا، چنانچہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کے حکم سے قبل ہی اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے ڈالیں۔

قَالَ ابْنُ شِهَابٍ: فَكَانَتْ تِلْكَ سُنَّةَ الْمُتَلَاعِنَيْنِ. [راجع: ٤٢٣]

ابن شہاب نے کہا: پھر لعان کرنے والوں کے لیے یہی طریقہ جاری ہو گیا۔

فوائد ومسائل: ① امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث سے ثابت کیا ہے کہ یکبارگی تین طلاقیں دی جا سکتی ہیں، لیکن کیا تینوں نافذ ہوں گی یا ایک؟ اس حدیث سے کچھ بھی ثابت نہیں ہوتا۔ ہمارے رجحان کے مطابق حضرت عویمر رضی اللہ عنہ نے جذبات میں یہ کام کر ڈالا۔ شاید انھیں معلوم نہ تھا کہ خود لعان کرنے سے ہی خاوند اور بیوی کے درمیان جدائی ہو جاتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس پر اس وجہ سے انکار نہیں کیا کہ لعان کرنے سے وہ عورت اس کی بیوی نہیں رہتی، لہٰذا تین طلاقیں کیا اگر وہ ہزار طلاق بھی

دے دے تو بھی بے سود اور بے کار ہیں ہاں، اگر لعان نہ ہوتا تو آپ اس کا ضرور انکار کرتے جیسا کہ حدیث میں ہے۔ حضرت محمود بن لبید ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے ایک آدمی نے اپنی بیوی کو اکٹھی تین طلاقیں دے دیں تو آپ بہت ناراض ہوئے اور آپ نے غصے ہو کر فرمایا: ''میری موجودگی میں تم لوگوں نے اللہ کی کتاب کے ساتھ کھیلنا شروع کر دیا ہے۔'' آپ کی برہمی کو دیکھ کر ایک آدمی نے عرض کی: اللہ کے رسول! آپ مجھے اجازت دیں میں اسے قتل کر دوں۔[1] ② جو حضرات اس حدیث سے یہ مسئلہ کشید کرتے ہیں کہ ایک ہی بار اکٹھی طلاقیں دینے سے تینوں واقع ہو جاتی ہیں ان کا یہ موقف انتہائی محل نظر ہے۔ والله أعلم.

٥٢٦٠ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عُفَيْرٍ قَالَ: حَدَّثَنِي اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ: أَنَّ عَائِشَةَ أَخْبَرَتْهُ: أَنَّ امْرَأَةَ رِفَاعَةَ الْقُرَظِيِّ جَاءَتْ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّ رِفَاعَةَ طَلَّقَنِي فَبَتَّ طَلَاقِي، وَإِنِّي نَكَحْتُ بَعْدَهُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ ابْنَ الزَّبِيرِ الْقُرَظِيَّ، وَإِنَّمَا مَعَهُ مِثْلُ الْهُدْبَةِ، قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَعَلَّكِ تُرِيدِينَ أَنْ تَرْجِعِي إِلَى رِفَاعَةَ؟ لَا، حَتَّى يَذُوقَ عُسَيْلَتَكِ وَتَذُوقِي عُسَيْلَتَهُ». [راجع: ٢٦٣٩]

[5260] حضرت عائشہ ﷺ سے روایت ہے کہ رفاعہ قرظی ﷺ کی بیوی، رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کی: اللہ کے رسول! رفاعہ ﷺ نے مجھے طلاق دی ہے، وہ بھی ایسی جس سے ہمارے تعلقات ختم ہو گئے ہیں۔ میں نے اس کے بعد عبدالرحمٰن بن زبیر ﷺ سے نکاح کر لیا ہے۔ اس کے پاس تو کپڑے کے پھندنے کی طرح ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''شاید تم رفاعہ کے پاس دوبارہ جانا چاہتی ہو؟ لیکن اب تو اس کے پاس نہیں جا سکتی تا آنکہ وہ تیرا مزا نہ چکھ لے اور تو اس سے لطف اندوز نہ ہو جائے۔''

فوائد و مسائل: ① فَبَتَّ طَلَاقِي کا مفہوم یہ ہے کہ اس نے طلاق کے ذریعے سے میرے ساتھ مکمل طور پر تعلق قطع کر دیا ہے۔ اس سے بعض حضرات نے اخذ کیا ہے کہ اس نے مجھے یکبار تین طلاقیں اکٹھی دے دی ہیں لیکن یہ مفہوم امام بخاری ﷫ کے موقف کے خلاف ہے۔ ② امام بخاری ﷫ نے اس حدیث سے یہ ثابت کیا ہے کہ تینوں طلاقیں دینا جائز ہیں اور بَيْنُونَتِ كُبْرٰى میں کوئی قباحت نہیں جیسا کہ تیسری طلاق کے بعد ہوتا ہے۔ حضرت رفاعہ ﷺ نے بھی اسے وقفے وقفے سے تین طلاقیں دی تھیں اور یہ آخری طلاق تھی جس کے ذریعے سے ان کے تعلقات ختم ہو چکے تھے، چنانچہ ایک روایت میں اس کی صراحت ہے۔ اس عورت نے کہا: اس نے مجھے تینوں طلاقوں میں سے آخری طلاق بھی دے ڈالی ہے۔[2] حافظ ابن حجر ﷫ نے لکھا ہے کہ مذکورہ آیت سے اس امر کی تائید ہوتی ہے کہ حضرت رفاعہ ﷺ نے اپنی بیوی کو وقفے وقفے سے تین طلاقیں دی تھیں۔[3]

---

① سنن النسائي، الطلاق، حديث: 3430. ② صحيح البخاري، الأدب، حديث: 6064. ③ فتح الباري: 455/9.

٥٢٦١ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ عُبَيْدِ اللهِ قَالَ: حَدَّثَنِي الْقَاسِمُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَةَ: أَنَّ رَجُلًا طَلَّقَ امْرَأَةً ثَلَاثًا، فَتَزَوَّجَتْ فَطَلَّقَ، فَسُئِلَ النَّبِيُّ ﷺ: أَتَحِلُّ لِلْأَوَّلِ؟ قَالَ: «لَا، حَتَّى يَذُوقَ عُسَيْلَتَهَا كَمَا ذَاقَ الْأَوَّلُ». [راجع: ٢٦٣٩]

[5261] حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں۔ اس کی بیوی نے کسی اور شخص سے نکاح کر لیا۔ دوسرے خاوند نے بھی اسے طلاق دے دی۔ نبی ﷺ سے سوال کیا گیا: کیا پہلے شوہر کے لیے اب یہ عورت حلال ہے؟ آپ نے فرمایا: ''نہیں، یہاں تک کہ دوسرا شوہر اس سے لطف اندوز ہو جیسا کہ پہلا شوہر ہوا تھا۔''

فوائد ومسائل: ① اس حدیث سے بھی یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اس نے بیک وقت تین طلاقیں دی تھیں، بلکہ متبادر یہی ہے کہ اس نے وقفے وقفے سے تین طلاقیں دی تھیں کیونکہ یکبارگی تین طلاقیں دینے سے تو صرف ایک رجعی طلاق واقع ہوتی ہے جیسا کہ آئندہ ثابت ہوگا۔ ② امام بخاری ؒ نے اس حدیث سے ثابت کیا ہے کہ تین طلاقیں جن سے بینونت کبریٰ عمل میں آتی ہے، ان میں شرعاً کوئی حرج نہیں ہے، اگرچہ بہتر یہ ہے کہ ایک طلاق دے کر اسے چھوڑ دے یہاں تک کہ وہ اپنی عدت پوری کرے، تاہم وقفے وقفے سے طلاق کا نصاب پورا کیا جا سکتا ہے۔

''تین طلاقوں کا مسئلہ''

مسئلہ طلاق انتہائی نزاکت کا حامل ہے لیکن ہم اس سلسلے میں بہت غفلت کا شکار ہیں۔ جب بھی گھر میں کوئی ناچاقی سنگین صورت حال اختیار کرتی ہے تو ہم غصے میں آ کر فوراً طلاق، طلاق، طلاق کہہ دیتے ہیں یا طلاق ثلاثہ ایک ہی کاغذ پر لکھ کر اسے اپنے آپ پر حرام کر لیتے ہیں، پھر جب ہوش آتا ہے تو در، در کی خاک چھاننا شروع کر دیتے ہیں۔ کچھ اہل علم کی طرف سے کہا جاتا ہے کہ بیک وقت دی ہوئی تین طلاقیں تینوں ہی نافذ ہو جاتی ہیں اور ہمیشہ کے لیے طلاق دینے والے کی بیوی اس پر حرام ہو جاتی ہے، پھر اس بیوی کو اس کے لیے حلال کرنے کی خاطر ننگ اخلاق، حیا سوز، بدنام زمانہ حلالہ کا مشورہ دیا جاتا ہے، جو نہ صرف بے شرمی اور بے حیائی ہے بلکہ مخالفین اسلام کو اس قسم کی ایمان شکن حرکات کی آڑ میں اسلام پر حملہ آور ہونے کا موقع ملتا ہے۔ اگر سوچا جائے تو حلالہ تو طلاق دینے والے کا ہونا چاہیے تھا جس نے یہ حرکت کی ہے لیکن ہمارے ہاں عورت کو تختۂ مشق بنایا جاتا ہے اور اس کی عصمت وعزت کو داغدار کیا جاتا ہے، جبکہ حدیث میں حلالہ کرنے اور جس کے لیے حلالہ کیا جاتا ہے دونوں کو ملعون کہا گیا ہے۔[1] اور رسول اللہ ﷺ نے حلالہ نکالنے والے کو کرائے کا سانڈ کہا ہے۔[2] حضرت عمر ؓ نے حکم دیا تھا کہ ایسے حلالہ کرنے والے اور نکلوانے والے دونوں کو زنا کی سزا دی جائے گی۔[3] بعض اوقات یہ بے بس لیکن غیرت مند عورت اس

① سنن أبي داود، النكاح، حديث : 2076. ② سنن ابن ماجه، النكاح، حديث : 1936. ③ السنن الكبرٰى للبيهقي : 337/7.

ظلم وزیادتی کا طلاق دینے والے اور اپنے رشتے داروں سے یوں انتقام لیتی ہے کہ رات ہی رات وہ حلالہ کرنے والے سے سیٹ ہوگئی اور اس نئے جوڑے نے عہد و پیمان کرلیا اور اپنے نکاح کو پائیدار کرلیا۔ اس طرح حلالہ نکلوانے والے کی سب امیدیں خاک میں ملا دیں۔ ایسے واقعات آئے دن اخبارات و رسائل میں شائع ہوتے رہتے ہیں۔ بہر حال بیک وقت تین طلاقیں دینے سے تیر کمان سے نکل جاتا ہے اور ٹھکانے پر بیٹھ جاتا ہے۔ کتاب وسنت کے مطابق ایک مجلس کی دی ہوئی تین طلاقیں ایک رجعی طلاق شمار ہوتی ہے بشرطیکہ طلاق دینے کا پہلا یا دوسرا موقع ہو، اب دوران عدت میں خاوند کو بلا تجدید نکاح رجوع کا حق ہے اور عدت گزارنے کے بعد بھی نئے نکاح سے رجوع ہوسکتا ہے۔ اس نئے نکاح کی چار شرائط حسب ذیل ہیں: ○ عورت کے سر پرست اس کی اجازت دیں۔ ○ عورت بھی طلاق دینے والے کے ہاں رہنے پر آمادہ ہو۔ ○ حق مہر بھی نئے سرے سے مقرر کیا جائے۔ ○ گواہ بھی موجود ہوں۔ اگرچہ اس انداز سے طلاق دینا اسلام میں انتہائی ناپسندیدہ حرکت ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں ایک شخص نے اپنی بیوی کو بیک وقت تین طلاقیں دے دیں، آپ کو جب اس بات کا علم ہوا تو غصے کی وجہ سے اٹھ کھڑے ہوئے اور فرمایا: ''تم نے میری زندگی میں اللہ کے احکام سے کھیلنا شروع کر دیا ہے۔'' آپ کی ناراضی کو دیکھ کر ایک شخص نے کہا: اللہ کے رسول! آپ مجھے اجازت دیں تاکہ میں اسے قتل کر دوں۔[1] اس انداز سے دی ہوئی طلاق کے رجعی ہونے کے دلائل حسب ذیل ہیں: ○ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ابتدائی دو سالہ دور حکومت میں ایک مجلس کی تین طلاقوں کو ایک ہی شمار کیا جاتا تھا۔ اس کے بعد لوگوں نے اس گنجائش سے غلط فائدہ اٹھانا شروع کر دیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تادیبی طور پر تین طلاقیں نافذ کرنے کا حکم صادر فرمایا۔[2] واضح رہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ اقدام تعزیری تھا کیونکہ آپ عمر کے آخری حصے میں اپنے اس فیصلے پر اظہار افسوس فرمایا کرتے تھے جیسا کہ حافظ ابن قیم نے محدث ابوبکر اسماعیلی کی تصنیف ،مسند عمر، کے حوالے سے لکھا ہے۔[3] ○ حضرت رکانہ بن عبد یزید رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی۔ اس کے بعد انھیں اپنی بیوی کے فراق میں انتہائی افسوس ہوا۔ رسول اللہ ﷺ کے پاس جب معاملہ پہنچا تو آپ نے انھیں بلایا اور دریافت فرمایا: ''طلاق کیسے دی تھی؟'' انھوں نے کہا: ایک ہی مجلس میں تین طلاقیں دے دی تھیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''یہ تو ایک رجعی طلاق ہے اگر چاہو تو رجوع کرلو۔'' چنانچہ انھوں نے رجوع کر کے دوبارہ اپنا گھر آباد کرلیا۔[4] حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اس حدیث کے متعلق لکھتے ہیں کہ یہ حدیث مسئلۂ طلاق ثلاثہ کے متعلق ایک فیصلہ کن نص قطعی کی حیثیت رکھتی ہے جس کی اور کوئی تاویل نہیں ہوسکتی۔[5] قرآن و حدیث کا یہی فیصلہ ہے کہ بیک وقت دی گئی تین طلاقیں ایک رجعی طلاق ہے، اس کے علاوہ ہمارے ہاں رائج الوقت عائلی قوانین اور دیگر اسلامی ممالک میں بھی یہ فتوی دیا جاتا ہے۔ واللّٰہ المستعان. واضح رہے کہ ہمارے ہاں ایک مجلس کی تین طلاقوں کو تین ہی شمار کرنے پر اجماع کا دعوی کیا جاتا ہے، حالانکہ یہ دعوی بے بنیاد ہے۔ علمی دنیا میں اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے کیونکہ تطلیق ثلاثہ کے متعلق مندرجہ ذیل چار

---

[1] سنن النسائي، الطلاق، حديث: 3430. [2] صحيح مسلم، الطلاق، حديث: 3673 (1472). [3] إغاثة اللهفان: 336/1. [4] مسند أحمد: 265/1. [5] فتح الباري: 450/9.

قسم کے گروہ پائے جاتے ہیں: ○ پہلا گروہ سنت نبوی کو ہر زمانے میں معمول بہ جانتے ہوئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فیصلے کو ہنگامی اور تعزیری خیال کرتا ہے۔ ان کے نزدیک ایک مجلس کی تین طلاقیں ایک رجعی شمار ہوتی ہے جیسا کہ ہم نے اس سے پہلے کتاب و سنت سے ثابت کیا ہے۔ ○ دوسرا گروہ کہتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا فیصلہ واقعی دائمی ہے۔ ان کے نزدیک ایک مجلس میں دی ہوئی تین طلاقیں تینوں ہی نافذ العمل ہیں۔ پھر ان کی طرف سے بدنام زمانہ حلالہ کی نشاندہی کی جاتی ہے۔ ○ تیسرے گروہ کے نزدیک اس انداز سے دی ہوئی تین طلاقیں فضول اور خلاف سنت ہیں، لہٰذا ایک بھی واقع نہیں ہوگی۔ ان کے ہاں ایسا کرنا بدعت ہے اور ہر بدعت رد کے قابل ہوتی ہے۔ ○ کچھ قلیل تعداد میں ایسے لوگ بھی ہیں جن کے نزدیک ایک غیر مدخولہ کو تین طلاقیں دی جائیں تو ایک شمار ہوگی اور اگر مدخولہ کو دی جائیں تو تینوں نافذ ہوں گی۔ غور فرمائیں کہ جس مسئلے میں اتنا اختلاف ہو کہ اس میں چار گروہ پائے جائیں اسے کس طرح اجماعی قرار دیا جا سکتا ہے! ہمارے رجحان کے مطابق ایک مجلس میں تین طلاقیں دینا دور جاہلیت کی یادگار ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد پھر لوٹ آئی ہے۔ اس کا دروازہ سختی سے بند کرنا چاہیے اور اس کا ارتکاب کرنے والوں کے لیے بدنی سزا ہونی چاہیے تاکہ حلالے جیسے گندے اور بدترین اقدام کی حوصلہ شکنی ہو۔ واللہ أعلم.

(٥) بَابُ مَنْ خَيَّرَ أَزْوَاجَهُ

باب:5- جس نے اپنی بیویوں کو اختیار دیا

وَقَوْلِ اللهِ تَعَالَى: ﴿قُل لِّأَزْوَٰجِكَ إِن كُنتُنَّ تُرِدْنَ ٱلْحَيَوٰةَ ٱلدُّنْيَا وَزِينَتَهَا فَتَعَالَيْنَ أُمَتِّعْكُنَّ وَأُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيلًا﴾ [الأحزاب: ٢٨]

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”اے نبی! اپنی بیویوں سے کہہ دیں اگر تم دنیا کی زندگی اور اس کی زینت چاہتی ہو تو آؤ میں تمھیں دنیا کا متاع دے کر اچھی طرح رخصت کر دوں۔“

وضاحت: خاوند اگر اپنی بیوی کو طلاق یا عدم طلاق کا اختیار دیتا ہے تو محض اختیار دینے سے طلاق شمار نہیں ہوگی، ہاں، عورت اگر اپنی ذات کو اختیار کرتی ہے تو طلاق ہو جائے گی۔

٥٢٦٢ - حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ: حَدَّثَنَا أَبِي: حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ: حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: خَيَّرَنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ فَاخْتَرْنَا اللهَ وَرَسُولَهُ فَلَمْ يَعُدَّ ذٰلِكَ عَلَيْنَا شَيْئًا. [انظر: ٥٢٦٣]

[5262] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اختیار دیا تو ہم نے اللہ اور اس کے رسول کا انتخاب کیا، اس اختیار دینے کو کچھ بھی شمار نہ کیا گیا۔

٥٢٦٣ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ: حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ إِسْمَاعِيلَ: حَدَّثَنَا عَامِرٌ عَنْ مَسْرُوقٍ قَالَ: سَأَلْتُ عَائِشَةَ عَنِ الْخِيَرَةِ فَقَالَتْ: خَيَّرَنَا النَّبِيُّ

[5263] حضرت مسروق سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے تخییر کے متعلق دریافت کیا تو انھوں نے فرمایا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اختیار دیا تھا۔ کیا

ﷺ، أَفَكَانَ طَلَاقًا؟ قَالَ مَسْرُوقٌ: لَا أُبَالِي أَخَيَّرْتُهَا وَاحِدَةً أَوْ مِائَةً بَعْدَ أَنْ تَخْتَارَنِي.

[راجع: ٥٢٦٢]

محض یہ اختیار طلاق بن جاتا؟ حضرت مسروق نے کہا: اگر اختیار کے بعد عورت میرا انتخاب کرے تو مجھے کوئی پروانہیں چاہے میں ایک مرتبہ اختیار دوں یا سو مرتبہ۔

فوائد ومسائل: ① جب بیوی خاوند کو اختیار کرے تو محض اختیار دینے سے طلاق واقع نہیں ہوتی ہاں، اگر وہ خود کو اختیار کرے تو طلاق ہو جائے گی۔ اس پر تقریباً تمام اہل علم کا اتفاق ہے۔ ② حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ صرف اختیار دینے سے طلاق بائنہ ہو جاتی ہے، خواہ وہ خاوند کو اختیار کرے۔[1] لیکن مذکورہ احادیث اس موقف کی تردید کرتی ہیں۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وضاحت کرنے کے بعد اپنے موقف سے رجوع کر لیا تھا۔[2]

(٦) بَابٌ: إِذَا قَالَ: فَارَقْتُكِ، أَوْ سَرَّحْتُكِ، أَوِ الْخَلِيَّةُ، أَوِ الْبَرِيَّةُ، أَوْ مَا عُنِيَ بِهِ الطَّلَاقُ فَهُوَ عَلَى نِيَّتِهِ

باب: 6- جب کسی نے (اپنی بیوی سے) کہا: میں نے تجھے جدا کر دیا، میں نے تجھے رخصت کر دیا، یا کہا: تو رہا شدہ ہے یا الگ ہے، یا ایسے الفاظ کہے جن سے طلاق مراد لی جا سکتی ہو تو وہ اس کی نیت پر موقوف ہے

وَقَوْلُ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ: ﴿وَسَرِّحُوهُنَّ سَرَاحًا جَمِيلًا﴾ [الأحزاب:٤٩] وَقَالَ: ﴿وَأُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيلًا﴾ [٢٨] وَقَالَ تَعَالَى: ﴿فَإِمْسَاكٌ بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْرِيحٌ بِإِحْسَانٍ﴾ [البقرة:٢٢٩] وَقَالَ: ﴿أَوْ فَارِقُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ﴾ [الطلاق:٢].

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”تم انھیں خوش اخلاقی کے ساتھ رخصت کرو۔“ نیز فرمایا: ”میں تمھیں اچھی طرح چھوڑ دیتا ہوں۔“ اللہ تعالیٰ کا ایک اور فرمان ہے: ”طلاق کے بعد یا تو اسے قاعدے کے مطابق رکھ لینا ہے یا خوش اخلاقی کے ساتھ چھوڑ دینا ہے۔“ اور فرمایا: ”یا انھیں اچھے انداز سے جدا کر دو۔“

وَقَالَتْ عَائِشَةُ: قَدْ عَلِمَ النَّبِيُّ ﷺ أَنَّ أَبَوَيَّ لَمْ يَكُونَا يَأْمُرَانِي بِفِرَاقِهِ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: نبی ﷺ کو خوب معلوم تھا کہ میرے والدین مجھے فراق کا مشورہ نہیں دے سکتے۔

وضاحت: امام بخاری رحمہ اللہ نے عنوان میں ایسے الفاظ ذکر کیے ہیں جو طلاق کے لیے استعمال کیے جا سکتے ہیں، مثلاً: خاوند اپنی بیوی سے کہتا ہے: ”فَارَقْتُكِ“ یا ”سَرَّحْتُكَ“ پھر انھوں نے ان کے مطابق ایسی آیات ذکر کی ہیں جن میں یہ الفاظ طلاق کے لیے استعمال ہوئے ہیں۔ لفظ فراق بھی طلاق کے لیے ہوتا ہے جیسا کہ حدیث میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: رسول اللہ ﷺ کو معلوم تھا کہ میرے والدین مجھے آپ سے فراق کا مشورہ ہرگز نہیں دیں گے۔[3] اسی طرح لفظ خَلِيَّة اور بَرِيَّة ہے۔ اگر

① جامع الترمذي، الطلاق واللعان، حديث: 1179. ② فتح الباري: 457/9. ③ صحيح البخاري، التفسير، حديث: 4785.

ان میں طلاق کی نیت ہوگی تو طلاق واقع ہو جائے گی، بصورت دیگر کوئی چیز واقع نہ ہوگی۔ مطلب یہ ہے کہ صریح الفاظ میں نیت کو نہیں دیکھا جاتا، البتہ اشارے اور کنائے کے الفاظ استعمال کرنے میں معاملہ خاوند کی نیت پر موقوف ہوگا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاری ؒ کے نزدیک اس سلسلے میں لفظ صریح صرف ''طلاق یا اس کا اشتقاق'' ہے۔ اس کے علاوہ جتنے الفاظ ہیں جن میں فراق اور علیحدگی کے معنی پائے جاتے ہیں وہ غیر صریح ہیں، ان میں خاوند کی نیت کو دیکھا جائے گا۔ اگر کوئی شخص طلاق کے متعلق بھی نہیں جانتا کہ یہ لفظ بیوی سے علیحدگی کے لیے بولا جاتا ہے تو اس کی بھی نیت کو دیکھا جائے گا جیسا کہ حضرت عمر ؓ کے دور کا واقعہ ہے کہ ایک عورت نے اپنے خاوند سے کہا: مجھے کسی چیز سے تشبیہ دو تو اس نے کہا: تو ہرنی ہے۔ اس نے کہا: نہیں کسی اور چیز سے تشبیہ دو تو خاوند نے کہا: تو کبوتروں کی طرح ہے۔ عورت نے کہا: میں اس وقت راضی ہوں گی جب تو مجھے یہ الفاظ کہے گا: أَنتِ خَلِيَّةٌ طَالِقٌ ''تو ایسی اونٹنی ہے جو رہائی پانے والی آزاد ہے۔'' خاوند نے یہ لفظ کہے تو وہ خوش ہوگئی کہ مجھے طلاق مل گئی ہے۔ آدمی حضرت عمر ؓ کے پاس آیا اور اپنا ماجرا بیان کیا تو حضرت عمر ؓ نے فرمایا: وہ تیری بیوی ہے اس کا ہاتھ پکڑ کر لے جاؤ۔[1]

(٧) بَابُ مَنْ قَالَ لِامْرَأَتِهِ: أَنْتِ عَلَيَّ حَرَامٌ

باب: 7- جس نے اپنی بیوی سے کہا: تو مجھ پر حرام ہے

وَقَالَ الْحَسَنُ: نِيَّتُهُ، وَقَالَ أَهْلُ الْعِلْمِ: إِذَا طَلَّقَ ثَلَاثًا فَقَدْ حَرُمَتْ عَلَيْهِ، فَسَمَّوْهُ حَرَامًا بِالطَّلَاقِ وَالْفِرَاقِ، وَلَيْسَ هٰذَا كَالَّذِي يُحَرِّمُ الطَّعَامَ لِأَنَّهُ لَا يُقَالُ لِلطَّعَامِ الْحِلِّ: حَرَامٌ، وَيُقَالُ لِلْمُطَلَّقَةِ: حَرَامٌ. وَقَالَ فِي الطَّلَاقِ ثَلَاثًا: لَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتَّى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ.

امام حسن بصری نے کہا: اس صورت میں فتوی اس کی نیت پر ہوگا۔ دیگر اہل علم نے کہا ہے کہ جب کسی نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں تو وہ اس پر حرام ہو جائے گی۔ انھوں نے بیوی کو طلاق اور فراق کے باعث حرام کیا ہے۔ یہ اس شخص کی طرح نہیں جو خود پر کھانا حرام کرتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حلال کھانے کو حرام نہیں کہہ سکتے جبکہ طلاق والی عورت کو حرام کہا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مطلقہ ثلاثہ کے متعلق فرمایا ہے: ''وہ پہلے خاوند کے لیے حلال نہ ہوگی جب تک وہ کسی دوسرے خاوند سے نکاح نہ کرے۔''

وضاحت: امام بخاری ؒ نے باب کا عنوان قائم کیا ہے لیکن اس کا جواب ذکر نہیں کیا، یعنی بیوی کو خود پر حرام کہنے کی وجہ سے طلاق ہوگی یا نہیں ہوگی؟ اس سلسلے میں فقہاء کے مختلف اقوال ہیں۔ ہمارے نزدیک راجح بات یہ ہے کہ عورت کو خود پر حرام کر لینے سے کوئی طلاق واقع نہیں ہوتی بلکہ یہ قسم ہے اور اس کا کفارہ ادا کر دیا جائے۔

---

[1] السنن الكبرىٰ للبيهقي: 341/7، وفتح الباري: 458/9.

٥٢٦٤ - وَقَالَ اللَّيْثُ عَنْ نَافِعٍ قَالَ: كَانَ ابْنُ عُمَرَ إِذَا سُئِلَ عَمَّنْ طَلَّقَ ثَلَاثًا قَالَ: لَوْ طَلَّقْتَ مَرَّةً أَوْ مَرَّتَيْنِ، فَإِنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَمَرَنِي بِهٰذَا، فَإِنْ طَلَّقْتَهَا ثَلَاثًا حَرُمَتْ عَلَيْكَ حَتَّى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَكَ. [راجع: ٤٩٠٨]

[5264] حضرت نافع سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ حضرت ابن عمر ؓ سے جب ایسے شخص کے متعلق مسئلہ پوچھا جاتا جس نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دی ہوتیں تو وہ کہتے: اگر تو ایک بار یا دوبار طلاق دیتا تو رجوع کر سکتا تھا کیونکہ نبی ﷺ نے مجھے ایسا ہی حکم دیا تھا۔ لیکن جب تو نے تین طلاقیں دے دیں تو وہ عورت اب تجھ پر حرام ہو گئی حتی کہ وہ تیرے علاوہ کسی دوسرے شخص سے نکاح کرے۔

فوائد ومسائل: ① امام بخاری ؒ نے عنوان میں اہل علم کا قول ذکر کیا تھا کہ بیوی کا حرام ہونا اور کھانے کا حرام ہونا دو الگ الگ مسئلے ہیں۔ کھانے کو حرام کہنا تحریم مباح کی قسم ہے جس کی اجازت نہیں ہے لیکن بیوی کو طلاق کی وجہ سے حرام کہا جاسکتا ہے جیسا کہ مذکورہ حدیث میں ہے۔ حضرت ابن عمر ؓ فرماتے ہیں: جب کسی نے بیوی کو تین طلاقیں دے دیں تو وہ حرام ہو جائے گی، یعنی اس حدیث میں بیوی پر حرام کا لفظ بولا گیا ہے۔ بہر حال تحریم حلال اپنے اطلاق پر نہیں ہے۔ بیوی کے لیے تو جائز ہے لیکن کھانے کے لیے جائز نہیں ہے۔ ② ایسا معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاری ؒ کے نزدیک جب کوئی اپنی بیوی کو اپنے آپ پر حرام کر لیتا ہے تو یہ اس کی نیت پر موقوف ہے کہ اس سے اس کی مراد طلاق ہے یا قسم۔ یہی وجہ ہے کہ امام بخاری ؒ نے عنوان کے بعد حسن بصری کے قول کا حوالہ دیا ہے۔ امام بخاری ؒ کی یہ عادت ہے کہ اختلافی مسائل میں مختلف اہل علم کے اقوال ذکر کر کے اپنا رجحان بیان کرتے ہیں۔[1] واللہ أعلم.

٥٢٦٥ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ: حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: طَلَّقَ رَجُلٌ امْرَأَتَهُ فَتَزَوَّجَتْ زَوْجًا غَيْرَهُ فَطَلَّقَهَا وَكَانَتْ مَعَهُ مِثْلُ الْهُدْبَةِ فَلَمْ تَصِلْ مِنْهُ إِلَى شَيْءٍ تُرِيدُهُ، فَلَمْ يَلْبَثْ أَنْ طَلَّقَهَا فَأَتَتِ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّ زَوْجِي طَلَّقَنِي، وَإِنِّي تَزَوَّجْتُ زَوْجًا غَيْرَهُ فَدَخَلَ بِي وَلَمْ يَكُنْ مَعَهُ إِلَّا مِثْلُ الْهُدْبَةِ فَلَمْ يَقْرَبْنِي إِلَّا هَنَةً وَاحِدَةً لَمْ يَصِلْ مِنِّي إِلَى شَيْءٍ، أَفَأَحِلُّ لِزَوْجِي الْأَوَّلِ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَا

[5265] حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ ایک آدمی نے اپنی بیوی کو طلاق دی تو اس نے کسی دوسرے آدمی سے شادی کر لی، پھر اس نے بھی اسے طلاق دے دی۔ اس دوسرے شوہر کے پاس کپڑے کے پلو کی طرح تھا۔ عورت کو اس سے پورا مزا نہ ملا جیسا کہ وہ چاہتی تھی۔ آخر اس نے تھوڑے ہی دن رکھ کر اسے طلاق دے دی۔ وہ عورت نبی ﷺ کے پاس آئی اور عرض کی: اللہ کے رسول! میرے شوہر نے مجھے طلاق دے دی تھی۔ پھر میں نے ایک دوسرے شخص سے نکاح کیا۔ جب وہ میرے پاس آیا تو اس کے پاس کپڑے کے پلو کے علاوہ اور کچھ نہیں

① فتح الباري: 463/9.

تَحِلِّينَ لِزَوْجِكِ الْأَوَّلِ حَتَّى يَذُوقَ الْآخَرُ عُسَيْلَتَكِ وَتَذُوقِي عُسَيْلَتَهُ». [راجع: ٢٦٣٩]

تھا۔ وہ ایک ہی مرتبہ میرے پاس آیا اور وہ بھی بے کار۔ کیا اب میں پہلے خاوند کے لیے حلال ہو گئی ہوں؟ آپ نے فرمایا: ''تو اپنے پہلے شوہر کے لیے حلال نہیں ہو سکتی حتی کہ دوسرا تجھ سے لطف اندوز ہو اور تو اس سے لطف اندوز ہو۔''

فائدہ: اس حدیث کی عنوان سے مطابقت اس طرح ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس عورت سے فرمایا: ''تیرے خاوند نے تجھے تین طلاقیں دی ہیں، اس لیے تو اس کے لیے حلال نہیں۔'' آپ نے تین طلاقوں کے بعد عورت کے لیے حرام کا اطلاق کیا، لیکن یہ حرمت کھانے کے حرام کرنے کی طرح نہیں ہے کیونکہ کھانے کو حرام قرار دینا یہ بندے کے اختیار میں نہیں۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے لیکن عورت کو حرام قرار دینا یہ بندے کے اختیار میں ہے کیونکہ وہ اس کی طلاق کا مالک ہے۔ بہرحال امام بخاری رحمہ اللہ کا رجحان حسن بصری کے قول کی طرف معلوم ہوتا ہے۔ واللہ أعلم.

(٨) بَابٌ: ﴿لِمَ تُحَرِّمُ مَا أَحَلَّ ٱللَّهُ لَكَ﴾ [التحريم: ١]

باب: 8- (اے نبی!) آپ خود پر وہ چیز حرام کیوں کرتے ہیں جو اللہ نے آپ کے لیے حلال کی ہے

٥٢٦٦ - حَدَّثَنِي الْحَسَنُ بْنُ الصَّبَّاحِ: سَمِعَ الرَّبِيعَ بْنَ نَافِعٍ: حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ يَعْلَى بْنِ حَكِيمٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ: أَنَّهُ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ يَقُولُ: إِذَا حَرَّمَ امْرَأَتَهُ لَيْسَ بِشَيْءٍ، وَقَالَ: لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ. [راجع: ٤٩١١]

[5266] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: جو شخص اپنے آپ پر اپنی بیوی حرام کر لیتا ہے، اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ تمھارے لیے رسول اللہ ﷺ کی سیرت طیبہ میں بہترین نمونہ ہے۔

فوائد و مسائل: ① ایک حدیث میں ہے کہ جب کوئی مرد اپنی بیوی کو اپنے آپ پر حرام قرار دے دے تو وہ قسم شمار ہو گی اور اس کا کفارہ ادا کرنا ہوگا۔[1] ② حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے ارشاد کا مطلب یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب انسان نے اپنی بیوی کو حرام قرار دیتے وقت کوئی نیت نہ کی ہو تو اس وقت اس کی کوئی حیثیت نہیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی لونڈی کو اپنے نفس پر حرام کر لیا تو مذکورہ آیت نازل ہوئی۔[2] اس کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''اللہ تعالیٰ نے تمھارے لیے تمھاری قسموں کا کھول دینا مقرر کر دیا ہے۔''[3] یعنی قسم کا کفارہ دے دیا جائے۔ بعض حضرات کے نزدیک قسم کا کفارہ بھی اس وقت ہوگا جب کسی چیز کو حرام قرار دیتے وقت قسم اٹھائی ہو، بصورت دیگر حرام کر لینا ایک لغو حرکت ہو گی جس پر کوئی کفارہ نہیں ہے۔ واللہ أعلم.

---

① صحيح مسلم، الطلاق، حديث: 3676(1473). ② سنن النسائي، عشرة النساء، حديث: 3411. ③ التحريم 66:2.

٥٢٦٧ - حَدَّثَنِي الْحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ الصَّبَّاحِ: حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ: زَعَمَ عَطَاءٌ: أَنَّهُ سَمِعَ عُبَيْدَ بْنَ عُمَيْرٍ يَقُولُ: سَمِعْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَمْكُثُ عِنْدَ زَيْنَبَ ابْنَةِ جَحْشٍ وَيَشْرَبُ عِنْدَهَا عَسَلًا، فَتَوَاصَيْتُ أَنَا وَحَفْصَةُ: أَنَّ أَيَّتَنَا دَخَلَ عَلَيْهَا النَّبِيُّ ﷺ فَلْتَقُلْ: إِنِّي لَأَجِدُ مِنْكَ رِيحَ مَغَافِيرَ، أَكَلْتَ مَغَافِيرَ؟ فَدَخَلَ عَلَى إِحْدَاهُمَا فَقَالَتْ لَهُ ذٰلِكَ، فَقَالَ: «لَا بَأْسَ، شَرِبْتُ عَسَلًا عِنْدَ زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ وَلَنْ أَعُودَ لَهُ»، فَنَزَلَتْ ﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ أَحَلَّ ٱللَّهُ لَكَ﴾ إِلَى ﴿إِن تَتُوبَآ إِلَى ٱللَّهِ﴾ لِعَائِشَةَ وَحَفْصَةَ ﴿وَإِذْ أَسَرَّ ٱلنَّبِيُّ إِلَىٰ بَعْضِ أَزْوَٰجِهِۦ حَدِيثًا﴾ لِقَوْلِهِ: «بَلْ شَرِبْتُ عَسَلًا». [راجع: ٤٩١٢]

[5267] حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ حضرت زینب بنت جحش ؓ کے پاس ٹھہرتے اور ان کے ہاں شہد نوش کرتے تھے۔ میں نے اور حفصہ ؓ نے باہم مشورہ کیا کہ ہم میں سے جس کے پاس بھی نبی ﷺ تشریف لائیں وہ آپ سے کہے کہ میں آپ سے مغافیر کی بو پاتی ہوں، کیا آپ نے مغافیر کھایا ہے؟ چنانچہ آپ ﷺ دونوں میں سے ہر ایک کے پاس تشریف لے گئے تو انھوں نے آپ سے یہی بات کہی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”کوئی بات نہیں، میں نے زینب بنت جحش کے ہاں شہد پیا ہے، اب دوبارہ نہیں پیوں گا۔“ اس پر یہ آیت نازل ہوئی: ”اے نبی! آپ وہ چیز کیوں حرام کرتے ہیں جو اللہ نے آپ کے لیے حلال کی ہے...... اگر تم دونوں توبہ کرلو۔“ یہ خطاب حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ ؓ سے ہے۔ ”اور جب نبی نے کسی بیوی سے راز کی بات کی۔“ تو اس سے مراد آپ کا یہ کہنا ہے: ”میں نے (مغافیر نہیں بلکہ) شہد پیا ہے۔“

فوائد ومسائل: ① جو حضرات کہتے ہیں کہ بیوی کو خود پر حرام قرار دینے سے کچھ لازم نہیں آتا انھوں نے اسی آیت سے دلیل لی ہے۔ لیکن امام بخاری ؒ نے اس موقف کی تردید کی ہے کہ یہ آیت شہد کے حرام کرنے پر نازل ہوئی تھی، عورت کے حرام کرنے پر نہیں۔ ② رسول اللہ ﷺ طبعاً بہت نفاست پسند تھے۔ آپ کو بہت نفرت تھی کہ آپ کے بدن یا کپڑوں سے کسی قسم کی بو آئے، اس لیے رسول اللہ ﷺ اکثر اوقات خوشبو سے معطر رہتے تھے۔ شہد کو حرام کر دینے کی بھی یہی وجہ تھی۔ چونکہ آپ نے قسم بھی اٹھائی تھی جیسا کہ ایک دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے،[1] اس لیے آپ کو قسم کا کفارہ دینے کے متعلق کہا گیا۔ حضرت ابن عباس ؓ کا موقف یہ تھا کہ بیوی کو حرام کر لینے سے طلاق واقع نہیں ہوتی بلکہ قسم کا کفارہ دینا ہوگا جیسا کہ ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابن عباس ؓ کے پاس ایک آدمی آیا اور اس نے کہا: میں نے اپنی بیوی کو اپنے آپ پر حرام کرلیا ہے تو انھوں نے فرمایا: تو غلط کہتا ہے۔ وہ تجھ پر حرام نہیں ہوئی، پھر آپ نے سورۂ تحریم کی پہلی آیت پڑھی اور فرمایا کہ تجھے ایک غلام آزاد کرنا ہوگا۔[2]

٥٢٦٨ - حَدَّثَنَا فَرْوَةُ بْنُ أَبِي الْمَغْرَاءِ: حَدَّثَنَا

[5268] حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے، انھوں نے

① صحيح البخاري، التفسير، حديث: 4912. ② سنن النسائي، الطلاق، حديث: 3449.

عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يُحِبُّ الْعَسَلَ وَالْحَلْوَى، وَكَانَ إِذَا انْصَرَفَ مِنَ الْعَصْرِ دَخَلَ عَلَى نِسَائِهِ، فَيَدْنُو مِنْ إِحْدَاهُنَّ، فَدَخَلَ عَلَى حَفْصَةَ بِنْتِ عُمَرَ، فَاحْتَبَسَ أَكْثَرَ مَا كَانَ يَحْتَبِسُ فَغِرْتُ فَسَأَلْتُ عَنْ ذٰلِكَ، فَقِيلَ لِي: أَهْدَتْ لَهَا امْرَأَةٌ مِنْ قَوْمِهَا عُكَّةَ عَسَلٍ فَسَقَتِ النَّبِيَّ ﷺ مِنْهُ شَرْبَةً، فَقُلْتُ: أَمَا وَاللهِ لَنَحْتَالَنَّ لَهُ: فَقُلْتُ لِسَوْدَةَ بِنْتِ زَمْعَةَ: إِنَّهُ سَيَدْنُو مِنْكِ، فَإِذَا دَنَا مِنْكِ فَقُولِي: أَكَلْتَ مَغَافِيرَ؟ فَإِنَّهُ سَيَقُولُ لَكِ: لَا، فَقُولِي لَهُ: مَا هٰذِهِ الرِّيحُ الَّتِي أَجِدُ مِنْكَ؟ فَإِنَّهُ سَيَقُولُ لَكِ: سَقَتْنِي حَفْصَةُ شَرْبَةَ عَسَلٍ، فَقُولِي لَهُ: جَرَسَتْ نَحْلُهُ الْعُرْفُطَ، وَسَأَقُولُ ذٰلِكِ، وَقُولِي أَنْتِ يَا صَفِيَّةُ ذَاكِ، قَالَتْ: تَقُولُ سَوْدَةُ: فَوَاللهِ مَا هُوَ إِلَّا أَنْ قَامَ عَلَى الْبَابِ فَأَرَدْتُ أَنْ أُبَادِئَهُ بِمَا أَمَرْتِنِي بِهِ فَرَقًا مِنْكِ، فَلَمَّا دَنَا مِنْهَا قَالَتْ لَهُ سَوْدَةُ: يَا رَسُولَ اللهِ، أَكَلْتَ مَغَافِيرَ؟ قَالَ: «لَا»، قَالَتْ: فَمَا هٰذِهِ الرِّيحُ الَّتِي أَجِدُ مِنْكَ؟ قَالَ: «سَقَتْنِي حَفْصَةُ شَرْبَةَ عَسَلٍ»، فَقَالَتْ: جَرَسَتْ نَحْلُهُ الْعُرْفُطَ، فَلَمَّا دَارَ إِلَيَّ قُلْتُ لَهُ نَحْوَ ذٰلِكَ، فَلَمَّا دَارَ إِلَى صَفِيَّةَ قَالَتْ لَهُ مِثْلَ ذٰلِكَ، فَلَمَّا دَارَ إِلَى حَفْصَةَ قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ، أَلَا أَسْقِيكَ مِنْهُ؟ قَالَ: «لَا حَاجَةَ لِي فِيهِ»، قَالَتْ: تَقُولُ سَوْدَةُ: وَاللهِ لَقَدْ حَرَمْنَاهُ، قُلْتُ لَهَا: اسْكُتِي.

[راجع: ٤٩١٢]

فرمایا: رسول اللہ ﷺ شہد اور میٹھی چیز بہت پسند کرتے تھے۔ اور جب نماز عصر سے فراغت کے بعد آپ واپس آتے تو اپنی ازواج کے پاس تشریف لے جاتے اور بعض کے قریب بھی ہوتے تھے۔ ایک دن آپ ﷺ حضرت حفصہ بنت عمر ؓ کے پاس تشریف لے گئے اور ان کے ہاں معمول سے زیادہ کچھ وقت قیام کیا۔ مجھے اس پر غیرت آئی تو میں نے اس کے متعلق پوچھا۔ مجھے بتایا گیا کہ حضرت حفصہ ؓ کو ان کی رشتہ دار خاتون نے شہد کا ڈبہ دیا ہے، انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو اس سے کچھ پلایا ہے۔ میں نے (اپنے دل میں) کہا: اللہ کی قسم! ہم اس کی روک تھام کے لیے کوئی حیلہ کرتی ہیں، چنانچہ میں نے حضرت سودہ بنت زمعہ ؓ سے کہا: آپ ﷺ عنقریب تمھارے پاس تشریف لائیں گے۔ جب تمھارے قریب آئیں تو آپ سے کہنا کہ آپ نے مغافیر کھا رکھا ہے؟ (ظاہر ہے کہ) آپ ﷺ اس کے جواب میں انکار کریں گے۔ اس وقت کہنا: پھر یہ ناگواری بو کیسی ہے جو آپ سے مجھے محسوس ہو رہی ہے؟ آپ فرمائیں گے کہ حفصہ نے مجھے شہد کا شربت پلایا ہے۔ اس پر کہنا کہ شاید مکھی نے مغافیر کے درخت کا رس چوسا ہے۔ میں بھی آپ سے یہی عرض کروں گی۔ اے صفیہ! تم نے بھی یہی کہنا ہو گا۔ حضرت عائشہ ؓ کا بیان ہے کہ سودہ ؓ کہتی تھیں: اللہ کی قسم! ابھی آپ ﷺ نے دروازے پر قدم رکھا تھا تو تمھاری ہیبت کی وجہ سے میں نے ارادہ کیا کہ میں وہ بات رسول اللہ ﷺ سے کہہ دوں جو تم نے مجھے کہی تھی، چنانچہ آپ ﷺ جب حضرت سودہ ؓ کے قریب ہوئے تو انھوں نے کہا: اللہ کے رسول! کیا آپ نے مغافیر کھایا ہے؟ آپ نے فرمایا: ''نہیں۔'' انھوں نے عرض کی: پھر یہ ناگواری بو کیسی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''مجھے تو حفصہ نے شہد کا

شربت پلایا ہے۔'' حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے پھر کہا: شاید شہد کی مکھی نے مغافیر کے درخت کا رس چوسا ہوگا۔ پھر جب آپ ﷺ میرے پاس تشریف لائے تو میں نے بھی اسی طرح کہا۔ جب حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے گئے تو انھوں نے اسی بات کو دہرایا۔ اس کے بعد جب آپ ﷺ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے ہاں تشریف لے گئے تو انھوں نے کہا: اللہ کے رسول! میں آپ کو وہ شہد نہ پلاؤں؟ آپ نے فرمایا: ''مجھے اس کی ضرورت نہیں۔'' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اللہ کی قسم! ہم آپ ﷺ کو روکنے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔ میں نے ان سے کہا: ابھی خاموش رہو۔

فوائد ومسائل: ① ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے دو گروپ تھے: ایک گروپ میں حضرت عائشہ، حضرت سودہ، حضرت حفصہ اور حضرت صفیہ رضی اللہ عنہن تھیں۔ اس گروپ کی کمان حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھی۔ دوسرے گروپ میں حضرت زینب بنت جحش، حضرت ام سلمہ اور دوسری ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن تھیں۔ اس کی قیادت حضرت زینب کرتی تھیں۔ بعض اوقات رقابت اور طبعی غیرت کی وجہ سے باہمی حیلہ سازی ہوتی رہتی تھی۔ مذکورہ واقعہ بھی اسی قسم کی طبعی غیرت کا نتیجہ ہے۔ ② حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا مقام سب سے اعلیٰ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ دیگر ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن ان سے خائف رہتی تھیں۔ ③ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس واقعے سے ثابت کیا ہے کہ مذکورہ واقعہ تحریم شہد سے متعلق ہے، اپنے آپ پر عورت حرام کر لینے کا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ عورت کو خود پر حرام کر لینا اور نوعیت رکھتا ہے جبکہ کھانا حرام کرنا ایک دوسری نوعیت رکھتا ہے۔ ان میں ایک کو دوسرے پر قیاس نہیں کیا جاسکتا۔ اگر کوئی خاوند، بیوی کو اپنے آپ پر حرام کرتا ہے تو اس کی نیت کو دیکھا جائے گا اور کھانا حرام کرنے سے قسم کا کفارہ دینا پڑے گا۔ واللہ أعلم. ④ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے سُدی کے حوالے سے لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر سے شہد نوش کیا تھا لیکن یہ روایت مرسل اور شاذ ہونے کی وجہ سے مرجوح ہے۔[1]

(٩) بَابٌ: لَا طَلَاقَ قَبْلَ نِكَاحٍ

باب:9- نکاح سے پہلے طلاق نہیں ہوتی

وَقَوْلِ اللهِ تَعَالَىٰ: ﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ إِذَا نَكَحْتُمُ ٱلْمُؤْمِنَٰتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوهُنَّ مِن قَبْلِ أَن

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''اے ایمان والو! جب تم اہل ایمان خواتین سے نکاح کرو، پھر تم انھیں ہاتھ لگانے سے

[1] فتح الباري: 9/467.

تَمَسُّوهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّونَهَا فَمَتِّعُوهُنَّ وَسَرِّحُوهُنَّ سَرَاحًا جَمِيلًا﴾ [الأحزاب: ٤٩]

پہلے ہی طلاق دے دو تو ان پر تمھارے لیے کوئی عدت نہیں ہے جسے تم شمار کرنے لگو، لہٰذا انھیں کچھ سامان دے کر خوش اسلوبی سے رخصت کر دو۔"

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: جَعَلَ اللهُ الطَّلَاقَ بَعْدَ النِّكَاحِ. وَيُرْوَى فِي ذٰلِكَ عَنْ عَلِيٍّ وَسَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ وَعُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ وَأَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَعُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ وَأَبَانَ ابْنِ عُثْمَانَ وَعَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ وَشُرَيْحٍ وَسَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ وَالْقَاسِمِ وَسَالِمٍ وَطَاوُسٍ وَالْحَسَنِ وَعِكْرِمَةَ وَعَطَاءٍ وَعَامِرِ بْنِ سَعْدٍ وَجَابِرِ بْنِ زَيْدٍ وَنَافِعِ بْنِ جُبَيْرٍ وَمُحَمَّدِ بْنِ كَعْبٍ وَسُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ وَمُجَاهِدٍ وَالْقَاسِمِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَعَمْرِو بْنِ هَرِمٍ وَالشَّعْبِيِّ: أَنَّهَا لَا تَطْلُقُ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے طلاق کو نکاح کے بعد رکھا ہے۔ اس سلسلے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ، سعید بن مسیب، عروہ بن زبیر، ابوبکر بن عبدالرحمٰن، عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ، ابان بن عثمان، علی بن حسین، قاضی شریح، سعید بن جبیر، قاسم، سالم، طاؤس، حسن بصری، عکرمہ، عطاء، عامر بن سعد، جابر بن زید، نافع بن جبیر، محمد بن کعب، سلیمان بن یسار، مجاہد، قاسم بن عبدالرحمٰن، عمرو بن ہرم ازدی اور امام شعبی رحمہ اللہ سے روایات منقول ہیں کہ ایسے حالات میں طلاق نہیں پڑے گی۔

وضاحت: نکاح سے پہلے طلاق کی دو صورتیں ہیں: ○ کسی بھی اجنبی عورت سے کہا جائے کہ میں اسے طلاق دیتا ہوں۔ ○ یوں کہا جائے کہ اگر میں اس سے نکاح کروں تو اسے طلاق ہے۔ ان دونوں صورتوں میں طلاق نہیں ہوگی کیونکہ حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "نکاح سے پہلے طلاق نہیں۔"[1] حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی ایک مرفوع حدیث مروی ہے۔[2] رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: "جس چیز کا انسان مالک نہیں اس میں کوئی طلاق نہیں ہے۔"[3] امام بخاری رحمہ اللہ نے اس سلسلے میں آیت کریمہ سے استدلال کیا ہے کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ نے طلاق کو نکاح کے بعد رکھا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ طلاق، صرف نکاح کے بعد ہی ہوسکتی ہے، نکاح سے پہلے طلاق نہیں ہوتی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سوال ہوا: اگر کوئی کہتا ہے کہ میں جس عورت سے نکاح کروں اسے طلاق ہے، اس کی کیا حیثیت ہے؟ انھوں نے فرمایا: اس کی کوئی حیثیت نہیں، پھر انھوں نے مذکورہ بالا آیت کریمہ تلاوت فرمائی اور کہا: اللہ تعالیٰ نے طلاق کو نکاح کے بعد رکھا ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنے موقف کی تائید میں دو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور تیئیس (23) تابعین عظام رحمہم اللہ کا حوالہ دیا ہے جو اپنے دور کے بہت بڑے فقیہ اور عالم گزرے ہیں۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ان حضرات کے اقوال کی تخریج کی ہے۔[4]

---

1 سنن ابن ماجه، الطلاق، حديث: 2048. 2 سنن ابن ماجه، الطلاق، حديث: 2049. 3 سنن ابن ماجه، الطلاق، حديث: 2047. 4 فتح الباري: 474/9.

(١٠) بَابٌ: إِذَا قَالَ لِامْرَأَتِهِ وَهُوَ مُكْرَهٌ: هٰذِهِ أُخْتِي، فَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ

باب:10- اگر کوئی دباؤ میں آ کر اپنی بیوی سے کہے کہ یہ میری بہن ہے تو اس سے کچھ نہیں ہوتا

قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «قَالَ إِبْرَاهِيمُ لِسَارَةَ: هٰذِهِ أُخْتِي، وَذٰلِكَ فِي ذَاتِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ».

نبی ﷺ نے فرمایا: ''حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی ذات کی خاطر (اپنی بیوی) سارہ کے متعلق کہا تھا: یہ میری بہن ہے۔''

وضاحت: اگر کوئی حالت اکراہ میں اپنی بیوی کو بہن کہہ دے تو اس سے نہ طلاق پڑتی ہے اور نہ کوئی کفارہ ہی ادا کرنا ہوتا ہے۔ بطور دلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام کے عمل کا حوالہ دیا ہے کہ انھوں نے ایک ظالم بادشاہ کے خوف کی وجہ سے اپنی بیوی حضرت سارہ کو بہن کہہ دیا تھا۔ اگر آپ ایسا نہ کرتے تو وہ ظالم آپ کو قتل کر دیتا اور بیوی بھی چھین لیتا کیونکہ وہ معمولی مخالفت کی وجہ سے قتل کر دیتا تھا، اس بنا پر حضرت ابراہیم علیہ السلام اسے بہن کہنے پر مجبور تھے۔ چونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے تھا، اس لیے طلاق نہیں ہوئی اور نہ کوئی کفارہ ہی دینا پڑا۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ متصل سند سے بھی بیان کیا ہے۔[1]

(١١) بَابُ الطَّلَاقِ فِي الْإِغْلَاقِ وَالْكُرْهِ، وَالسَّكْرَانِ وَالْمَجْنُونِ وَأَمْرِهِمَا، وَالْغَلَطِ، وَالنِّسْيَانِ فِي الطَّلَاقِ، وَالشِّرْكِ وَغَيْرِهِ

باب: 11- دباؤ میں آ کر اور مجبوری، نشہ یا جنون کی حالت میں طلاق کا حکم، نیز بھول چوک کر طلاق دینے یا شرک کرنے کا بیان

لِقَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ: «اَلْأَعْمَالُ بِالنِّيَّةِ وَلِكُلِّ امْرِئٍ مَا نَوَى» وَتَلَا الشَّعْبِيُّ ﴿لَا تُؤَاخِذْنَآ إِن نَّسِينَآ أَوْ أَخْطَأْنَا﴾ [البقرة:٢٨٦]. وَمَا لَا يَجُوزُ مِنْ إِقْرَارِ الْمُوَسْوِسِ. وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ لِلَّذِي أَقَرَّ عَلَى نَفْسِهِ: «أَبِكَ جُنُونٌ؟»

ارشاد نبوی ہے: ''تمام کام نیت سے صحیح ہوتے ہیں اور ہر انسان کو وہی کچھ ملے گا جو اس نے نیت کی ہو۔'' امام شعبی نے اس سلسلے میں یہ آیت تلاوت فرمائی: ''(اے ہمارے رب! ہم سے بھول یا چوک ہوگئی ہو تو اس پر ہمارا مواخذہ نہ کرنا۔'' نیز وسواسی اور مجنون کا اقرار بھی صحیح نہیں کیونکہ نبی ﷺ نے اس شخص سے فرمایا جو زنا کا اقرار کر رہا تھا: ''کیا تو دیوانہ ہے؟''

وَقَالَ عَلِيٌّ: بَقَرَ حَمْزَةُ خَوَاصِرَ شَارِفَيَّ فَطَفِقَ النَّبِيُّ ﷺ يَلُومُ حَمْزَةَ، فَإِذَا حَمْزَةُ قَدْ

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے میری اونٹنیوں کے پیٹ پھاڑ ڈالے ہیں۔ نبی ﷺ نے حضرت حمزہ

---

[1] صحيح البخاري، أحاديث الأنبياء، حديث: 3358.

ثَمِلَ مُحْمَرَّةً عَيْنَاهُ، ثُمَّ قَالَ حَمْزَةُ: وَهَلْ أَنْتُمْ إِلَّا عَبِيدٌ لِأَبِي؟ فَعَرَفَ النَّبِيُّ ﷺ أَنَّهُ قَدْ ثَمِلَ، فَخَرَجَ وَخَرَجْنَا مَعَهُ.

ﷺ کو ملامت کرنا شروع کر دی۔ آپ نے دیکھا کہ وہ تو نشے میں دھت ہے اور اس کی آنکھیں سرخ ہیں، اسی حالت میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ سے کہا: کیا تم سب میرے باپ کے غلام نہیں ہو؟ نبی ﷺ نے انھیں بھانپ لیا کہ وہ تو نشے سے چور ہیں، اس لیے آپ وہاں سے نکل کر واپس چلے آئے اور ہم بھی آپ کے ساتھ نکل کھڑے ہوئے۔

وَقَالَ عُثْمَانُ: لَيْسَ لِمَجْنُونٍ وَلَا لِسَكْرَانَ طَلَاقٌ.

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجنون اور نشے والے کی طلاق واقع نہیں ہوگی۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: طَلَاقُ السَّكْرَانِ وَالْمُسْتَكْرَهِ لَيْسَ بِجَائِزٍ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: نشے والے اور مجبور شخص کی طلاق نہیں ہوگی۔

وَقَالَ عُقْبَةُ بْنُ عَامِرٍ: لَا يَجُوزُ طَلَاقُ الْمُوَسْوِسِ.

حضرت عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر طلاق کا وسوسہ دل میں آئے تو (جب تک زبان سے ادا نہ کرے) طلاق نہیں پڑے گی۔

وَقَالَ عَطَاءٌ: إِذَا بَدَأَ بِالطَّلَاقِ فَلَهُ شَرْطُهُ.

حضرت عطاء نے کہا کہ جب کوئی بیوی کو طلاق دینے کا ارادہ کرے تو اسے شرط سے معلق کر سکتا ہے۔

وَقَالَ نَافِعٌ: طَلَّقَ رَجُلٌ امْرَأَتَهُ الْبَتَّةَ إِنْ خَرَجَتْ، فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ: إِنْ خَرَجَتْ فَقَدْ بُتَّتْ مِنْهُ، وَإِنْ لَمْ تَخْرُجْ فَلَيْسَ بِشَيْءٍ.

حضرت نافع نے کہا: اگر کسی آدمی نے اپنی بیوی سے کہا کہ اگر تو گھر سے نکلی تو تجھے بائن طلاق ہے، پھر وہ نکل کھڑی ہوئی تو......؟ اس کے جواب میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس صورت میں عورت پر طلاق بائن پڑ جائے گی اور اگر نہ نکلے تو طلاق نہیں پڑے گی۔

وَقَالَ الزُّهْرِيُّ - فِيمَنْ قَالَ: إِنْ لَمْ أَفْعَلْ كَذَا وَكَذَا فَامْرَأَتِي طَالِقٌ ثَلَاثًا -: يُسْأَلُ عَمَّا قَالَ وَعَقَدَ عَلَيْهِ قَلْبُهُ حِينَ حَلَفَ بِتِلْكَ الْيَمِينِ،

ابن شہاب زہری نے کہا: اگر کوئی آدمی اس طرح کہے کہ اگر میں نے ایسا ایسا نہ کیا تو میری بیوی کو تین طلاقیں ہیں، تو اس سے پوچھا جائے گا کہ جس وقت اس نے یہ

فَإِنْ سَمَّى أَجَلًا أَرَادَهُ وَعَقَدَ عَلَيْهِ قَلْبُهُ حِينَ حَلَفَ جُعِلَ ذٰلِكَ فِي دِينِهِ وَأَمَانَتِهِ.

بات کہی تھی اس کی نیت کیا تھی؟ اگر مدت معین کا ذکر کرے اور اس پر اس کے دل نے عقد کیا تھا تو معاملہ اس کے دین و امانت پر چھوڑ دیا جائے گا۔

وَقَالَ إِبْرَاهِيمُ: إِنْ قَالَ: لَا حَاجَةَ لِي فِيكِ، نِيَّتُهُ، وَطَلَاقُ كُلِّ قَوْمٍ بِلِسَانِهِمْ.

ابراہیم نخعی نے کہا: اگر کوئی اپنی بیوی سے یوں کہے کہ اب مجھے تیری ضرورت نہیں تو اس میں اس کی نیت کا اعتبار ہوگا۔ انھوں نے یہ بھی کہا کہ دوسری زبان والوں کی طلاق اپنی اپنی زبان میں ہوگی۔

وَقَالَ قَتَادَةُ: إِذَا قَالَ: إِذَا حَمَلْتِ فَأَنْتِ طَالِقٌ ثَلَاثًا، يَغْشَاهَا عِنْدَ كُلِّ طُهْرٍ مَرَّةً، فَإِنِ اسْتَبَانَ حَمْلُهَا فَقَدْ بَانَتْ مِنْهُ.

حضرت قتادہ نے کہا: جب کسی نے اپنی بیوی سے کہا کہ اگر تجھے حمل ہو جائے تو تجھے تین طلاقیں ہیں تو وہ ہر طہر میں بیوی سے ایک مرتبہ جماع کرے، اگر اس کا حمل ظاہر ہو گیا تو اسے بائن طلاق ہو جائے گی۔

وَقَالَ الْحَسَنُ: إِذَا قَالَ: الْحَقِي بِأَهْلِكِ، نِيَّتُهُ.

امام حسن بصری نے کہا: اگر کوئی اپنی بیوی سے کہے کہ تو اپنے میکے چلی جا تو اس میں اس کی نیت کا اعتبار ہوگا۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: الطَّلَاقُ عَنْ وَطَرٍ، وَالْعَتَاقُ مَا أُرِيدَ بِهِ وَجْهُ اللهِ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: طلاق تو بوقت ضرورت دی جاتی ہے لیکن غلام آزاد کرنے میں اللہ کی رضا مقصود ہوتی ہے۔

وَقَالَ الزُّهْرِيُّ: إِنْ قَالَ: مَا أَنْتِ بِامْرَأَتِي، نِيَّتُهُ، وَإِنْ نَوَى طَلَاقًا فَهُوَ مَا نَوَى.

امام زہری نے کہا کہ اگر کسی نے اپنی بیوی سے کہا: تو میری بیوی نہیں ہے تو اس کی نیت کا اعتبار ہوگا۔ اگر اس نے طلاق کی نیت کی تھی تو طلاق واقع ہو جائے گی۔

وَقَالَ عَلِيٌّ: أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ الْقَلَمَ رُفِعَ عَنْ ثَلَاثَةٍ: عَنِ الْمَجْنُونِ حَتَّى يُفِيقَ، وَعَنِ الصَّبِيِّ حَتَّى يُدْرِكَ، وَعَنِ النَّائِمِ حَتَّى يَسْتَيْقِظَ. وَقَالَ عَلِيٌّ: وَكُلُّ طَلَاقٍ جَائِزٌ، إِلَّا طَلَاقَ الْمَعْتُوهِ.

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا تمھیں معلوم نہیں کہ تین حضرات سے قلم اٹھا لیا گیا ہے: ایک مجنون جب تک وہ تندرست نہ ہو، دوسرا بچہ جب تک وہ جوان نہ ہو، تیسرا سونے والا جب تک وہ بیدار نہ ہو، نیز حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ بھی کہا ہے کہ ہر طلاق جائز ہے مگر ناقص عقل والے کی طلاق جائز نہیں۔

وضاحت: امام بخاری رحمہ اللہ کا موقف ہے کہ طلاق ایک اختیاری چیز ہے، یعنی جب بندہ اپنے اختیار سے اسے عمل میں لائے تو اس کا اعتبار کیا جائے گا۔ جب بھی اس کا اختیار چھین لیا جائے گا تو بے اختیاری کے عالم میں طلاق وغیرہ کا اعتبار نہیں ہوگا، مثلاً: ایک آدمی سخت غصے میں اول فول بک رہا ہے، شدتِ جذبات میں اسے کچھ معلوم نہیں کہ وہ منہ سے کیا نکال رہا ہے، ایسے حالات میں اگر بیوی کو طلاق کہہ دیتا ہے تو اس کا اعتبار نہیں ہوگا۔ امام ابوداود رحمہ اللہ نے بھی ''اغلاق'' کے معنی غضب کیے ہیں۔[1] اس سلسلے میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ایک حدیث ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''طلاق اور آزادی اغلاق میں نہیں ہوتی۔''[2] اس حدیث کے دو مفہوم بیان کیے جاتے ہیں: ○ زبردستی لی جانے والی طلاق واقع نہیں ہوتی۔ ○ غصے کی حالت میں بھی طلاق نہیں ہوتی جبکہ انسان کی عقل پر پردہ پڑا ہوا ہو۔ اسی طرح مجبوری کی حالت میں بھی انسان بے بس ہوتا ہے اور بے اختیار ہو کر طلاق دیتا ہے، لہٰذا اس حالت میں بھی طلاق واقع نہیں ہوگی لیکن معمولی دھمکی طلاق کے لیے رکاوٹ نہیں بنے گی۔ جبر کا اعتبار اس وقت ہوگا جب دھمکی دینے والا اسے مار دینے یا عضو ضائع کر دینے کی دھمکی دے اور وہ اپنی دھمکی کے مطابق عمل کرنے کی طاقت بھی رکھتا ہو تو ایسی حالت میں جبری طلاق کا اعتبار نہیں ہوگا۔ معمولی مار پیٹ یا مصنوعی اسلحے کی دھمکی یا گھر سے نکال دینے کا ڈر جبر واکراہ میں کارگر نہیں ہوگا۔ بہر حال امام بخاری رحمہ اللہ نے اس عنوان کے تحت بہت سے مسائل کو جمع کیا ہے جن کی تفصیل فتح الباری میں دیکھی جا سکتی ہے، نیز طلاق کی مختلف قسمیں ذکر کی ہیں جن کا دار و مدار نیت پر ہے۔ نیت و ارادے کے بغیر کوئی بھی عمل معتبر نہیں ہوتا، لہٰذا طلاق بھی نیت کے بغیر معتبر نہیں ہوگی۔ واللہ أعلم.

٥٢٦٩ - حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ: حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ زُرَارَةَ بْنِ أَوْفَى، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «إِنَّ اللهَ تَجَاوَزَ عَنْ أُمَّتِي مَا حَدَّثَتْ بِهِ أَنْفُسُهَا مَا لَمْ تَعْمَلْ أَوْ تَتَكَلَّمْ».

[5269] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے میری امت سے ان خیالات کو معاف کر دیا ہے جو ان کے دلوں میں پیدا ہوں جب تک ان کے مطابق عمل نہ کریں یا زبان پر نہ لائیں۔''

وَقَالَ قَتَادَةُ: إِذَا طَلَّقَ فِي نَفْسِهِ فَلَيْسَ بِشَيْءٍ. [راجع: ٢٥٢٨]

قتادہ نے کہا: اگر کسی نے اپنے دل میں طلاق دی تو اس کی کوئی حیثیت نہیں۔

فوائد ومسائل: ① اگر کسی کے دل میں طلاق دینے کا خیال پیدا ہوا تو محض خیال ووسوسے سے طلاق واقع نہیں ہوگی۔ اس قسم کی طلاق کو خیالی طلاق کہتے ہیں۔ اس قسم کی طلاق واقع ہونے کی دو شرطیں ہیں: ○ دل کے خیالات کو کاغذ پر تحریر کر دے، یعنی خیالات کو عمل میں لے آئے۔ ○ دل کے وسوسے کو زبان پر لے آئے، یعنی انھیں کلام کی شکل دے دے۔ اگر طلاق کو ہوا یا پانی پر لکھا تو اس کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا کیونکہ ہوا یا پانی پر لکھنے کی حیثیت بھی خیالات ووساوس کی ہے۔ ② حدیث النفس، وسوسے کو

[1] سنن أبي داود، الطلاق، حديث: 2193. [2] سنن ابن ماجه، الطلاق، حديث: 2046.

کہتے ہیں، اس پر کوئی مؤاخذہ نہیں ہوتا، البتہ ابن سیرین اس قسم کی طلاق واقع ہونے کے قائل ہیں۔ مذکورہ حدیث سے ان حضرات کی تردید مقصود ہے۔[1]

٥٢٧٠ - حَدَّثَنَا أَصْبَغُ: أَخْبَرَنِي ابْنُ وَهْبٍ عَنْ يُونُسَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ جَابِرٍ: أَنَّ رَجُلًا مِنْ أَسْلَمَ أَتَى النَّبِيَّ ﷺ وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ فَقَالَ إِنَّهُ قَدْ زَنَى، فَأَعْرَضَ عَنْهُ، فَتَنَحَّى لِشِقِّهِ الَّذِي أَعْرَضَ فَشَهِدَ عَلَى نَفْسِهِ أَرْبَعَ شَهَادَاتٍ، فَدَعَاهُ فَقَالَ: «هَلْ بِكَ جُنُونٌ؟ هَلْ أُحْصِنْتَ؟» قَالَ: نَعَمْ، فَأَمَرَ بِهِ أَنْ يُرْجَمَ بِالْمُصَلَّى، فَلَمَّا أَذْلَقَتْهُ الْحِجَارَةُ جَمَزَ حَتَّى أُدْرِكَ بِالْحَرَّةِ فَقُتِلَ. [انظر: ٥٢٧٢، ٦٨١٤، ٦٨١٦، ٦٨٢٠، ٦٨٢٦، ٧١٦٨]

[5270] حضرت جابر ؓ سے روایت ہے کہ قبیلۂ اسلم کا ایک آدمی نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا جبکہ آپ مسجد میں تشریف فرما تھے، اس نے کہا کہ اس نے بدکاری کی ہے۔ آپ ﷺ نے اس سے منہ موڑ لیا تو وہ بھی اس طرف پھر گیا جدھر آپ نے اپنا چہرہ کیا تھا اور اپنی ذات کے خلاف چار مرتبہ گواہی دی کہ اس نے زنا کیا ہے۔ آپ ﷺ نے اسے مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: ”تم پاگل تو نہیں ہو، کیا تم شادی شدہ ہو؟“ اس نے عرض کیا: جی ہاں۔ آپ ﷺ نے حکم دیا کہ اسے عیدگاہ میں رجم کر دیا جائے۔ جب اسے پتھر لگے تو بھاگ نکلا حتی کہ اسے حرہ کے پاس دھر لیا گیا، پھر اسے جان سے مار دیا گیا۔

٥٢٧١ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَسَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ: أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ: أَتَى رَجُلٌ مِنْ أَسْلَمَ رَسُولَ اللهِ ﷺ وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ فَنَادَاهُ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّ الْآخِرَ قَدْ زَنَى - يَعْنِي نَفْسَهُ - فَأَعْرَضَ عَنْهُ، فَتَنَحَّى لِشِقِّ وَجْهِهِ الَّذِي أَعْرَضَ قِبَلَهُ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّ الْآخِرَ قَدْ زَنَى، فَأَعْرَضَ عَنْهُ، فَتَنَحَّى لِشِقِّ وَجْهِهِ الَّذِي أَعْرَضَ قِبَلَهُ فَقَالَ لَهُ ذٰلِكَ، فَأَعْرَضَ عَنْهُ فَتَنَحَّى لَهُ الرَّابِعَةَ، فَلَمَّا شَهِدَ عَلَى نَفْسِهِ أَرْبَعَ شَهَادَاتٍ دَعَاهُ فَقَالَ: «هَلْ بِكَ جُنُونٌ؟» قَالَ: لَا، فَقَالَ النَّبِيُّ

[5271] حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ قبیلۂ اسلم کا ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا جبکہ آپ اس وقت مسجد میں تشریف فرما تھے۔ اس نے آتے ہی آپ کو آواز دی: اللہ کے رسول! اس کم بخت نے زنا کیا ہے، اس نے خود کو مراد لیا۔ آپ ﷺ نے اس سے اعراض فرمایا لیکن اس نے بھی اپنا رخ ادھر کر لیا جس طرف آپ ﷺ کا چہرہ انور تھا۔ اس نے کہا: اللہ کے رسول اس نے زنا کیا ہے۔ آپ ﷺ نے اس مرتبہ بھی منہ موڑ لیا لیکن وہ پھر اس طرف آ گیا جدھر آپ ﷺ کا رخ انور تھا اور یہی بات کہی۔ آپ ﷺ نے پھر اس سے اعراض فرمایا۔ پھر جب وہ چوتھی مرتبہ اس طرح رسول اللہ ﷺ کے سامنے آ گیا اور اپنے خلاف چار مرتبہ زنا کی شہادت دی تو

[1] فتح الباري: 488/9.

ﷺ: «اذْهَبُوا بِهِ فَارْجُمُوهُ»، وَكَانَ قَدْ أُحْصِنَ. [انظر: ٦٨١٥، ٦٨٢٥، ٧١٦٧]

رسول اللہ ﷺ نے اس سے دریافت فرمایا: ''کیا تو دیوانہ ہے؟'' اس نے کہا: نہیں۔ اس کے بعد نبی ﷺ نے صحابۂ کرام ؓ سے فرمایا: ''اسے لے جاؤ اور سنگسار کر دو'' کیونکہ وہ شادی شدہ تھا۔

٥٢٧٢ - وَعَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: فَأَخْبَرَنِي مَنْ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ الْأَنْصَارِيَّ قَالَ: كُنْتُ فِيمَنْ رَجَمَهُ فَرَجَمْنَاهُ بِالْمُصَلَّى بِالْمَدِينَةِ، فَلَمَّا أَذْلَقَتْهُ الْحِجَارَةُ جَمَزَ حَتَّى أَدْرَكْنَاهُ بِالْحَرَّةِ، فَرَجَمْنَاهُ حَتَّى مَاتَ. [راجع: ٥٢٧٠]

[5272] حضرت جابر ؓ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا کہ میں بھی ان لوگوں میں شامل تھا جنھوں نے اسے سنگسار کیا تھا۔ ہم نے اسے مدینہ طیبہ کی عیدگاہ میں رجم کیا تھا۔ جب اسے پتھر پڑے تو بھاگ نکلا لیکن ہم نے اسے حرہ میں دھر لیا اور وہاں سنگسار کیا حتی کہ وہ فوت ہو گیا۔

فوائد ومسائل: ① یہ حضرت ماعز بن مالک اسلمی ؓ تھے جنھوں نے خود کو پیش کیا اور جان دینا گوارا کر لی مگر آخرت کا عذاب پسند نہ کیا۔ ایک روایت میں ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے اس کے بھاگ جانے کا سنا تو فرمایا: ''تم نے اسے چھوڑ کیوں نہ دیا؟ شاید وہ توبہ کرتا اور اللہ تعالیٰ اس کا گناہ معاف کر دیتا۔''[1] ② ان احادیث کے مطابق رسول اللہ ﷺ نے حضرت ماعز ؓ سے دریافت کیا: ''کیا تجھے جنون ہے؟'' امام بخاری ؒ نے ان الفاظ سے عنوان ثابت کیا ہے کہ اگر وہ دیوانہ ہوتا تو اس کا اقرار معتبر نہ ہوتا۔ جب حدود میں اس کا اقرار معتبر نہیں ہے تو طلاق میں بھی قابل اعتبار نہیں ہوگا کیونکہ طلاق میں عاقل ہونا بنیادی شرط ہے۔ واللہ أعلم.

(١٢) بَابُ الْخُلْعِ وَكَيْفَ الطَّلَاقُ فِيهِ

باب: 12- خلع کا بیان، نیز اس میں طلاق کیسے ہوگی؟

وَقَوْلِهِ عَزَّوَجَلَّ: ﴿وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ أَن تَأْخُذُوا۟ مِمَّآ ءَاتَيْتُمُوهُنَّ شَيْـًٔا إِلَّآ أَن يَخَافَآ أَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ ٱللَّهِ﴾ [البقرة: ٢٢٩]

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''اور تمھارے لیے یہ جائز نہیں کہ جو مہر تم ان بیویوں کو دے چکے ہو اس میں سے کچھ واپس لے لو۔ ہاں، اگر زن وشوہر کو خوف ہو کہ وہ اللہ کی حدود کو قائم نہیں رکھ سکیں گے۔''

وَأَجَازَ عُمَرُ الْخُلْعَ دُونَ السُّلْطَانِ.

حضرت عمر ؓ نے کہا کہ خلع جائز ہے اس میں حاکم وقت کے فیصلے کی ضرورت نہیں۔

---

① سنن أبي داود، الحدود، حديث: 4419.

وَأَجَازَ عُثْمَانُ الْخُلْعَ دُونَ عِقَاصِ رَأْسِهَا.

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ہر قسم کے مال سے خلع کی اجازت دی ہے، البتہ سر کے بالوں کو باندھنے والے چٹلے سے نہیں ہونا چاہیے۔

وَقَالَ طَاوُسٌ: ﴿إِلَّآ أَن يَخَافَآ أَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ ٱللَّهِ﴾ فِيمَا افْتَرَضَ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا عَلَى صَاحِبِهِ فِي الْعِشْرَةِ وَالصُّحْبَةِ، وَلَمْ يَقُلْ قَوْلَ السُّفَهَاءِ: لَا يَحِلُّ حَتَّى تَقُولَ: لَا أَغْتَسِلُ لَكَ مِنْ جَنَابَةٍ.

حضرت طاؤس نے کہا: خلع اس وقت ہونا چاہیے جب دونوں اپنے فرائض ادا کرنے سے قاصر ہوں۔ آپ نے بے وقوفوں کی بات نہیں کہی کہ خلع اس وقت ہی جائز ہے جب عورت کہے: میں تیرے جنابت سے غسل نہیں کروں گی۔

وضاحت: لفظ خلع "خلع الثوب" سے ماخوذ ہے جس کے معنی کپڑے اتارنا ہیں۔ قرآن کریم کے واضح اور صاف بیان کے مطابق عورت مرد کے لیے اور مرد عورت کے لیے لباس ہے۔[1] چونکہ میاں بیوی خلع کے ذریعے سے ایک دوسرے سے الگ ہو جاتے ہیں، اس لیے اس کا نام خَلع رکھا گیا ہے۔ حسی لباس اتارنا خَلع خاء کے زبر اور معنوی لباس اتارنا خُلع خاء کے پیش کے ساتھ ہے۔ شریعت کی اصطلاح میں خُلع یہ ہے کہ عورت مہر میں وصول کی ہوئی رقم شوہر کو واپس دے کر اس سے علیحدگی اختیار کرے۔ اس کی مشروعیت کتاب وسنت سے ثابت ہے۔ قرآن کریم میں ہے: "اگر میاں بیوی کو اندیشہ ہو کہ وہ اللہ کی حدود قائم نہیں رکھ سکیں گے تو ان پر (خُلع میں) کوئی گناہ نہیں ہے۔"[2] اگر عورت اپنے شوہر کو اس کی شکل وصورت یا سیرت واخلاق یا دین وشریعت یا عمر میں بڑا ہونے یا کمزور ہونے کی وجہ سے ناپسند کرتی ہو اور اسے خطرہ ہو کہ خاوند کی فرمانبرداری میں اللہ تعالیٰ کا حق ادا نہیں کر سکے گی تو اس کے لیے جائز ہے کہ مال وغیرہ بطور فدیہ دے کر خُلع اور علیحدگی اختیار کرے۔ لیکن بلا وجہ عورت کا شوہر سے طلاق کا مطالبہ کرنا حرام ہے، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جو عورت کسی معقول وجہ کے بغیر اپنے خاوند سے طلاق کا مطالبہ کرتی ہے تو اس پر جنت کی خوشبو بھی حرام ہے۔"[3] اسے دو طرح سے عمل میں لایا جا سکتا ہے: ○ خلع پر میاں بیوی دونوں راضی ہوں اور گھر میں ہی معاملہ طے کر کے ایک دوسرے سے الگ ہو جائیں۔ ○ اگر ان کا آپس میں اتفاق نہ ہو سکے تو حاکم وقت ان دونوں کے درمیان علیحدگی کرا دے گا۔ مرد کو طلاق دینے کا اختیار ہے لیکن اگر عورت پر ظلم ہو رہا ہو اور وہ اسے طلاق بھی نہ دے اور حسن معاشرت کا مظاہرہ بھی نہ کرے تو عورت کو اپنے خاوند سے خلاصی حاصل کرنے کا پورا پورا حق ہے، اسی کو اسلام نے خلع سے تعبیر کیا ہے کہ وہ کچھ دے دلا کر حاکم وقت کے ذریعے سے اپنے خاوند سے خلاصی حاصل کر لے۔

٥٢٧٣ - حَدَّثَنَا أَزْهَرُ بْنُ جَمِيلٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ: حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ عِكْرِمَةَ،

[5273] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کی بیوی، نبی ﷺ کی خدمت میں

[1] البقرة 2:187. [2] البقرة 2:229. [3] سنن أبي داود، الطلاق، حديث: 2226.

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّ امْرَأَةَ ثَابِتِ بْنِ قَيْسٍ أَتَتِ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ، ثَابِتُ بْنُ قَيْسٍ مَا أَعْتِبُ عَلَيْهِ فِي خُلُقٍ وَلَا دِينٍ، وَلٰكِنِّي أَكْرَهُ الْكُفْرَ فِي الْإِسْلَامِ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «أَتَرُدِّينَ عَلَيْهِ حَدِيقَتَهُ؟» قَالَتْ: نَعَمْ، قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «اقْبَلِ الْحَدِيقَةَ وَطَلِّقْهَا تَطْلِيقَةً».

حاضر ہوئی اور عرض کی: اللہ کے رسول! مجھے ثابت بن قیس کے اخلاق و دین کی وجہ سے ان سے کوئی شکایت نہیں، البتہ میں اسلام میں کفر کو ناپسند کرتی ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کیا تم ان کا دیا ہوا باغ واپس کر سکتی ہو؟'' اس نے کہا: ہاں۔ رسول اللہ ﷺ نے (حضرت ثابت سے) فرمایا: ''باغ قبول کر کے اس کو آزاد کر دو۔''

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ: لَا يُتَابَعُ فِيهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ. [انظر: ٥٢٧٤، ٥٢٧٥، ٥٢٧٦، ٥٢٧٧]

ابوعبداللہ (امام بخاری رحمہ اللہ) فرماتے ہیں کہ اس روایت میں ''عن ابن عباس'' کا ذکر کرنے میں ازہر بن جمیل کی متابعت نہیں کی گئی (بلکہ اس طریق سے دوسروں نے مرسل روایت بیان کی ہے)۔

٥٢٧٤ - حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ الْوَاسِطِيُّ: حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ، عَنْ عِكْرِمَةَ: أَنَّ أُخْتَ عَبْدِ اللهِ بْنِ أُبَيٍّ، بِهٰذَا. وَقَالَ: «تَرُدِّينَ حَدِيقَتَهُ؟»، قَالَتْ: نَعَمْ، فَرَدَّتْهَا وَأَمَرَهُ يُطَلِّقُهَا.

[5274] حضرت عکرمہ سے روایت ہے کہ عبداللہ بن ابی کی بہن نے آپ ﷺ سے عرض کی۔ پھر یہ حدیث بیان کی، اس میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیا تو اس کا باغ واپس کرے گی؟'' عرض کیا: جی ہاں، چنانچہ اس نے باغ واپس کر دیا تو آپ ﷺ نے حضرت ثابت کو حکم دیا کہ وہ اسے آزاد کر دے۔

وَقَالَ إِبْرَاهِيمُ بْنُ طَهْمَانَ عَنْ خَالِدٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: «وَطَلِّقْهَا». [راجع: ٥٢٧٣]

ابراہیم بن طہمان نے خالد عن عکرمہ کے ذریعے سے نبی ﷺ سے اس حدیث کو بیان کیا۔ اس میں ہے کہ آپ نے فرمایا: ''تم اسے طلاق دے دو۔''

٥٢٧٥ - وَعَنْ أَيُّوبَ بْنِ أَبِي تَمِيمَةَ عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ قَالَ: جَاءَتِ امْرَأَةُ ثَابِتِ بْنِ قَيْسٍ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنِّي لَا أَعْتِبُ عَلَى ثَابِتٍ فِي دِينٍ وَلَا خُلُقٍ، وَلٰكِنِّي لَا أُطِيقُهُ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ

[5275] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کی بیوی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کی: اللہ کے رسول! مجھے حضرت ثابت رضی اللہ عنہ کے دین اور ان کے اخلاق کے متعلق کوئی شکایت نہیں لیکن میں اس کے ساتھ گزارہ نہیں کر سکتی۔

ﷺ: «فَتَرُدِّينَ عَلَيْهِ حَدِيقَتَهُ؟» قَالَتْ: نَعَمْ.
[راجع: ٥٢٧٣]

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''پھر کیا تم اس کا باغ واپس کر سکتی ہو؟'' اس نے کہا: جی ہاں۔

فوائد ومسائل: ① ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی کے ساتھ کسی قسم کی بداخلاقی کا مظاہرہ نہیں کیا تھا، البتہ وہ شکل وصورت کے اعتبار سے اتنے خوبصورت نہ تھے جبکہ ان کی بیوی کو اللہ تعالیٰ نے بہت حسن و جمال دے رکھا تھا۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک دن کسی جھگڑے کی وجہ سے حضرت ثابت رضی اللہ عنہ نے اسے مارا اور اس کا ہاتھ توڑ دیا، اسی وجہ سے ان کی بیوی میں نفرت کے جذبات پرورش پا چکے تھے۔ اس نے اپنی نفرت کا اظہار ان الفاظ میں کیا کہ اگر اللہ تعالیٰ کا ڈر نہ ہوتا تو جب یہ میرے پاس آئے تھے میں ان کے منہ پر تھوک دیتی۔[1] ② خلع کی صورت میں بیوی کو حق مہر واپس کرنا ہوتا ہے اور خاوند بھی حق مہر سے زیادہ کا مطالبہ نہیں کر سکتا جیسا کہ ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کو حکم دیا: ''وہ اس سے اپنا باغ وصول کرے اور زیادہ کچھ نہ لے۔''[2] لیکن بیوی اپنی مرضی سے اپنی جان چھڑانے کے لیے حق مہر سے کچھ زیادہ دینا چاہے تو جائز ہے کیونکہ شریعت میں اس کی ممانعت موجود نہیں اور جن روایات میں زیادہ دینے کی ممانعت ہے وہ صحیح نہیں ہے۔ واللہ أعلم.

٥٢٧٦ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْمُبَارَكِ الْمُخَرِّمِيُّ: حَدَّثَنَا قُرَادٌ أَبُو نُوحٍ: حَدَّثَنَا جَرِيرُ ابْنُ حَازِمٍ عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: جَاءَتِ امْرَأَةُ ثَابِتِ بْنِ قَيْسِ بْنِ شَمَّاسٍ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ، مَا أَنْقِمُ عَلَى ثَابِتٍ فِي دِينٍ وَلَا خُلُقٍ، إِلَّا أَنِّي أَخَافُ الْكُفْرَ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «فَتَرُدِّينَ عَلَيْهِ حَدِيقَتَهُ؟»، قَالَتْ: نَعَمْ، فَرَدَّتْ عَلَيْهِ وَأَمَرَهُ فَفَارَقَهَا.
[راجع: ٥٢٧٣]

[5276] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ کی بیوی نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہا: اللہ کے رسول! میں ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کی دینداری اور اس کے اچھے خلق کا انکار نہیں کرتی لیکن میں اسلام میں رہتے ہوئے ناسپاسی اور ناشکری سے ڈرتی ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کیا تو اس کا باغ اسے واپس کر دے گی؟'' اس نے کہا: جی ہاں۔ چنانچہ اس نے ان کا باغ واپس کر دیا، اور انھوں نے آپ ﷺ کے حکم سے اسے جدا کر دیا۔

فوائد ومسائل: ① یہ حدیث امام بخاری رحمہ اللہ اس لیے لائے ہیں کہ سابقہ احادیث میں جو اسے طلاق کا حکم دیا گیا تھا اس سے مراد لغوی طلاق ہے، یعنی اسے چھوڑ دے، اس سے اصطلاحی طلاق مراد نہیں ہے، چنانچہ اس حدیث میں ہے کہ تو اسے جدا کر دے۔ ② ہمارے رجحان کے مطابق خلع فسخ نکاح ہے، طلاق نہیں کیونکہ: ○ خلع کی عدت ایک حیض ہے جبکہ طلاق کی عدت

[1] سنن ابن ماجه، الطلاق، حديث: 2057، و فتح الباري: 495/9. [2] سنن ابن ماجه، الطلاق، حديث: 2056.

تین حیض ہے۔ ○ خلع میں مرد کو رجوع کا حق نہیں جبکہ طلاق دینے کے بعد مرد کو رجوع کا حق ہوتا ہے۔ ○ خلع میں مرد اپنا دیا ہوا حق مہر واپس لے سکتا ہے جبکہ طلاق میں ایسا نہیں ہوسکتا۔ ○ خلع حالت حیض میں بھی جائز ہے جبکہ طلاق حالت حیض میں منع ہے۔ ○ خلع کے بعد میاں بیوی نئے سرے سے نکاح کر کے اکٹھے ہوسکتے ہیں جبکہ طلاق کا نصاب پورا ہونے کے بعد عام حالات میں میاں بیوی اکٹھے نہیں ہوسکتے، البتہ دوسری جگہ شادی کرنا پھر مکمل طور پر ہم بستر ہونے کے بعد اگر طلاق مل جائے تو پہلے خاوند سے نکاح ہوسکتا ہے۔ واللّٰہ أعلم.

٥٢٧٧ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ عِكْرِمَةَ: أَنَّ جَمِيلَةَ، فَذَكَرَ الْحَدِيثَ. [راجع: ٥٢٧٣]

[5277] حضرت عکرمہ سے روایت ہے، انھوں نے یہ واقعہ بیان کیا، اس میں خاتون کا نام جمیلہ آیا ہے۔

فوائد ومسائل: ① امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث میں اشارہ کیا ہے کہ جس عورت نے حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ سے خلع لیا تھا اس کا نام جمیلہ ہے۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ خلع لینے والی عبداللہ بن ابی کی بیٹی زینب تھی۔ سنن ابن ماجہ کی ایک روایت میں اس کا نام مریم مغالیہ مذکور ہے۔[1] صحیح بخاری کی ایک روایت کے مطابق وہ عبداللہ بن ابی کی بہن تھی۔[2] اکثر روایات میں اس کا نام حبیبہ بنت سہل آیا ہے۔[3] ② ان مختلف روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ نے متعدد عورتوں سے شادی کی اور وہ ان سے بذریعہ خلع فارغ ہوئیں۔[4] واللّٰہ أعلم.

(١٣) بَابُ الشِّقَاقِ، وَهَلْ يُشِيرُ بِالْخُلْعِ عِنْدَ الضَّرُورَةِ؟

باب: 13- میاں بیوی میں ناچاقی کا بیان اور کیا بوقت ضرورت خلع کے لیے اشارہ کیا جاسکتا ہے؟

وَقَوْلِهِ تَعَالَى: ﴿وَإِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا﴾ الْآيَةَ [النساء: ٣٥]

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”اگر تمھیں میاں بیوی کے درمیان نااتفاقی کا خطرہ ہو۔“

وضاحت: مقرر کیے گئے دونوں نمائندے اگر میاں بیوی کے درمیان صلح کرا دیں تو اللہ تعالیٰ میاں بیوی کے درمیان موافقت پیدا کرنے کا کوئی راستہ نکال دے گا جیسا کہ آیت میں مذکور ہے اور اگر دونوں اس نتیجے پر پہنچیں کہ علیحدگی ضروری ہے تو میاں بیوی سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں جبکہ کچھ اہل علم کا خیال ہے کہ جدائی کے لیے ان کی اجازت ضروری ہے۔

٥٢٧٨ - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنِ

[5278] حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے،

[1] سنن ابن ماجه، الطلاق، حديث: 2058. [2] صحيح البخاري، الطلاق، حديث: 5274. [3] سنن أبي داود، الطلاق، حديث: 2227، وسنن النسائي، الطلاق، حديث: 3493، والموطأ: 564/2. [4] فتح الباري: 494/9.

ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ، عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ الزُّهْرِيِّ قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ: «إِنَّ بَنِي الْمُغِيرَةِ اسْتَأْذَنُوا فِي أَنْ يَنْكِحَ عَلِيٌّ ابْنَتَهُمْ، فَلَا آذَنُ». [راجع: ٩٢٦]

انھوں نے کہا کہ میں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ''بنو مغیرہ نے اجازت طلب کی ہے کہ وہ اپنی بیٹی کا نکاح علی سے کر دیں لیکن میں اس کی اجازت نہیں دیتا۔''

فوائد و مسائل: ① واقعہ اس طرح ہے کہ حضرت علی ؓ نے ابو جہل کی بیٹی سے نکاح کرنا چاہا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس پر ناراضی کا اظہار فرمایا کہ اللہ کے دشمن کی بیٹی اور اللہ کے رسول کی لخت جگر ایک گھر میں اکٹھی نہیں رہ سکتیں۔ اس کے بعد حضرت علی ؓ نے دوسرے نکاح کا ارادہ ترک کر دیا۔ سیدہ فاطمہ ؓ بھی اس عقد ثانی پر راضی نہ تھیں، اس بنا پر سیدہ فاطمہ اور حضرت علی ؓ کے درمیان اختلاف متوقع تھا تو رسول اللہ ﷺ نے آئندہ آنے والی ناچاقی کا دفاع کیا کہ میں اس کی اجازت نہیں دیتا ہوں تاکہ شروع ہی سے خلع کا سد باب ہو۔ حافظ ابن حجر ؒ نے اس مناسبت کو عمدہ قرار دیا ہے۔[1] ② رسول اللہ ﷺ نے عقد ثانی کی اجازت نہ دے کر حضرت علی ؓ کو اشارہ دیا کہ وہ نکاح نہ کرے، جب عدم نکاح کا اشارہ دیا جا سکتا ہے تو نکاح کو ختم کرنا، جو خلع کی صورت میں ہوتا ہے، اس کا بھی بوقت ضرورت اشارہ دیا جا سکتا ہے۔[2]

(١٤) بَابٌ: لَا يَكُونُ بَيْعُ الْأَمَةِ طَلَاقًا

باب: 14- لونڈی کا فروخت کرنا طلاق نہیں

وضاحت: بعض اہل علم کا خیال ہے کہ شادی شدہ لونڈی کو اگر فروخت کر دیا جائے تو بیچنے سے خود بخود طلاق واقع ہو جاتی ہے جیسا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ اور حضرت ابن عباس ؓ سے منقول ہے جبکہ جمہور اہل علم کا موقف ہے کہ لونڈی کو فروخت کرنا طلاق نہیں ہے کیونکہ طلاق کا اختیار خاوند کو ہے۔ جب وہ اپنے اختیارات استعمال کرتے ہوئے طلاق دے گا تو طلاق ہو گی۔ امام بخاری ؒ نے مؤخر الذکر موقف اختیار کیا ہے۔

٥٢٧٩ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللهِ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَتْ: كَانَ فِي بَرِيرَةَ ثَلَاثُ سُنَنٍ، إِحْدَى السُّنَنِ: أَنَّهَا أُعْتِقَتْ فَخُيِّرَتْ فِي زَوْجِهَا، وَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ». وَدَخَلَ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَالْبُرْمَةُ

[5279] نبی ﷺ کی زوجہ محترمہ ام المومنین حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ بریرہ ؓ کے معاملے میں تین مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ انھیں آزاد کیا گیا تو انھیں اپنے شوہر کے بارے میں اختیار دیا گیا۔ دوسرا یہ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ولاء کا حق دار وہی ہے جو اسے آزاد کرے۔'' تیسرا یہ کہ رسول اللہ ﷺ گھر تشریف لائے تو ایک ہنڈیا میں گوشت پک رہا تھا لیکن جب کھانا پیش کیا گیا

---

① فتح الباري: 500/9. ② عمدة القاري: 280/14.

تَفُورُ بِلَحْمٍ فَقُرِّبَ إِلَيْهِ خُبْزٌ وَأُدْمٌ مِنْ أُدْمِ الْبَيْتِ فَقَالَ: «أَلَمْ أَرَ الْبُرْمَةَ فِيهَا لَحْمٌ؟» قَالُوا: بَلَى، وَلٰكِنْ ذَاكَ لَحْمٌ تُصُدِّقَ بِهِ عَلَى بَرِيرَةَ، وَأَنْتَ لَا تَأْكُلُ الصَّدَقَةَ، قَالَ: «عَلَيْهَا صَدَقَةٌ وَلَنَا هَدِيَّةٌ». [راجع: ٤٥٦]

تو روٹی اور گھر کا سالن ہی تھا۔ آپ نے فرمایا: ''کیا میں ہنڈیا نہیں دیکھ رہا جس میں گوشت تھا؟'' اہل خانہ نے عرض کی: جی ہاں، لیکن وہ گوشت حضرت بریرہ ؓ کو صدقے میں ملا تھا اور آپ صدقہ نہیں کھاتے۔ آپ نے فرمایا: ''اس (بریرہ ؓ) کے لیے صدقہ اور ہمارے لیے ہدیہ ہے۔''

فوائدومسائل: ① ایک روایت میں ہے کہ سیدہ بریرہ ؓ کے معاملے میں چار مسئلے معلوم ہوئے: ان میں سے ایک یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اسے آزاد عورت کی طرح عدت گزارنے کا حکم دیا۔[1] حضرت عائشہ ؓ سے مروی ہے کہ حضرت بریرہ ؓ کو تین حیض بطور عدت گزارنے کا حکم دیا گیا۔[2] جب حضرت بریرہ ؓ آزاد ہوئیں تو انھیں اپنے خاوند کے متعلق اختیار دیا گیا، اگر محض بیع سے طلاق واقع ہو جاتی تو اختیار دینے کے کوئی معنی نہیں ہیں۔ اختیار دینے کا مطلب ہے کہ وہ ابھی اپنے خاوند کے نکاح میں ہے، جب آزاد ہونے سے طلاق واقع نہیں ہوتی تو بیچنے سے بطریق اولی طلاق نہیں ہوگی۔ ② بہر حال منکوحہ لونڈی کا مالک حق طلاق سے محروم ہے۔ اسے طلاق دینے کا اختیار اس کے خاوند کو ہے جو فروخت کرنے سے ختم نہیں ہوگا۔ واللہ أعلم.

(١٥) بَابُ خِيَارِ الْأَمَةِ تَحْتَ الْعَبْدِ

باب: 15- جو لونڈی کسی غلام کی منکوحہ ہو تو آزادی کے بعد اسے اختیار ہے

٥٢٨٠ - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ وَهَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: رَأَيْتُهُ عَبْدًا، يَعْنِي زَوْجَ بَرِيرَةَ. [انظر: ٥٢٨١، ٥٢٨٢، ٥٢٨٣]

[5280] حضرت ابن عباس ؓ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: میں نے اسے، یعنی بریرہ ؓ کے شوہر کو بحالت غلام دیکھا ہے۔

٥٢٨١ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى بْنُ حَمَّادٍ: حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ: حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: ذَاكَ مُغِيثٌ عَبْدُ بَنِي فُلَانٍ - يَعْنِي زَوْجَ بَرِيرَةَ - كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَيْهِ يَتْبَعُهَا فِي سِكَكِ الْمَدِينَةِ يَبْكِي عَلَيْهَا. [راجع: ٥٢٨٠]

[5281] حضرت ابن عباس ؓ ہی سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: وہ، یعنی بریرہ ؓ کا شوہر مغیث جو فلاں قبیلے کا غلام تھا۔ گویا میں اسے دیکھ رہا ہوں کہ وہ مدینہ طیبہ کے گلی کوچوں میں اس کے پیچھے روتا پھرتا ہے۔

٥٢٨٢ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ

[5282] حضرت ابن عباس ؓ سے ایک اور روایت

1 مسند أحمد: 361/1. 2 سنن ابن ماجه، الطلاق، حديث: 2077.

الْوَهَّابِ عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: كَانَ زَوْجُ بَرِيرَةَ عَبْدًا أَسْوَدَ، يُقَالُ لَهُ: مُغِيثٌ، عَبْدًا لِبَنِي فُلَانٍ، كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَيْهِ يَطُوفُ وَرَاءَهَا فِي سِكَكِ الْمَدِينَةِ. [راجع: ٥٢٨٠]

ہے، انھوں نے فرمایا: بریرہ ؓ کا شوہر ایک سیاہ فام غلام تھا جسے مغیث کہا جاتا تھا، وہ بنوفلاں کا غلام تھا۔ گویا میں اسے اب بھی دیکھ رہا ہوں کہ وہ مدینہ طیبہ کے راستوں میں حضرت بریرہ ؓ کے پیچھے گھومتا پھرتا ہے۔

فوائد ومسائل: ① ان روایات سے امام بخاری ؒ یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ بریرہ ؓ کی آزادی کے وقت ان کے شوہر حضرت مغیث ؓ غلام تھے۔ اگر منکوحہ لونڈی آزاد ہو جائے اور اس کا شوہر غلام ہو تو اسے اختیار ہے کہ وہ اس کے نکاح میں رہے یا نہ رہے جیسا کہ حضرت بریرہ ؓ جب آزاد ہوئیں تو رسول اللہ ﷺ نے انھیں اختیار دیا تو انھوں نے اپنی ذات کو اختیار کیا، اپنے شوہر کو اختیار نہیں کیا۔ ② دراصل نکاح رضامندی کا سودا ہے۔ لونڈی کو نکاح کے وقت اپنے شوہر کے انتخاب کا کوئی اختیار نہیں ہوتا۔ ممکن ہے کہ مالک نے جس شخص سے اس کا نکاح کر دیا ہو وہ اسے پسند نہ کرتی ہو، اس لیے آزادی کے بعد اسے اختیار دیا گیا ہے۔ جمہور اہل علم کا یہی موقف ہے کہ لونڈی کو یہ اختیار اس وقت ہوگا جب آزادی ملنے کے وقت اس کا خاوند غلام ہو، اگر وہ آزاد ہے تو پھر اسے اختیار نہیں ہے۔ واللہ أعلم.

(١٦) بَابُ شَفَاعَةِ النَّبِيِّ ﷺ فِي زَوْجِ بَرِيرَةَ

باب: 16- حضرت بریرہ ؓ کے شوہر کے متعلق نبی ﷺ کا سفارش کرنا

٥٢٨٣ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدٌ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ: حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّ زَوْجَ بَرِيرَةَ كَانَ عَبْدًا يُقَالُ لَهُ: مُغِيثٌ، كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَيْهِ يَطُوفُ خَلْفَهَا يَبْكِي وَدُمُوعُهُ تَسِيلُ عَلَى لِحْيَتِهِ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ لِعَبَّاسٍ: «يَا عَبَّاسُ، أَلَا تَعْجَبُ مِنْ حُبِّ مُغِيثٍ بَرِيرَةَ، وَمِنْ بُغْضِ بَرِيرَةَ مُغِيثًا؟»، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «لَوْ رَاجَعْتِهِ؟»، قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ، تَأْمُرُنِي؟ قَالَ: «إِنَّمَا أَنَا أَشْفَعُ»، قَالَتْ: فَلَا حَاجَةَ لِي فِيهِ. [راجع: ٥٢٨٠]

[5283] حضرت ابن عباس ؓ سے روایت ہے، حضرت بریرہ ؓ کے شوہر غلام تھے جنھیں مغیث کہا جاتا تھا۔ گویا وہ منظر اب بھی میری آنکھوں کے سامنے ہے جب وہ بریرہ ؓ کے پیچھے روتے ہوئے گھوم رہے تھے اور ان کے آنسو ان کی ڈاڑھی پر بہہ رہے تھے۔ نبی ﷺ نے حضرت عباس ؓ سے فرمایا: ”اے عباس! کیا تمھیں مغیث کی بریرہ سے محبت اور بریرہ کی مغیث سے نفرت پر حیرت نہیں؟“ آخر نبی ﷺ نے حضرت بریرہ ؓ سے فرمایا: ”تم اب بھی مغیث کے متعلق فیصلہ بدل لو۔“ انھوں نے عرض کی: اللہ کے رسول! کیا آپ مجھے حکم دے رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ”نہیں، میں صرف سفارش کر رہا ہوں۔“ اس پر

حضرت بریرہ ؓ نے کہا: مجھے مغیث کے پاس رہنے کی کوئی خواہش نہیں۔

فوائدومسائل: ① اس حدیث سے رسول اللہ ﷺ کے حکم اور آپ کی سفارش میں فرق معلوم ہوا کہ آپ کا حکم تو وجوب کے لیے ہے جس کا ماننا ضروری ہے لیکن سفارش قبول کرنا ضروری نہیں۔ حضرت بریرہ ؓ نے اپنے جواب میں سفارش قبول نہ کرنے کا عذر بیان کیا ہے کہ مجھے حضرت مغیث ؓ سے کوئی غرض نہیں ہے اور نہ ان سے رجوع ہی کرنے میں میری کوئی بھلائی پوشیدہ ہے۔ حضرت بریرہ ؓ سے حضرت مغیث ؓ کی اولاد بھی تھی، اس کے باوجود اس نے انکار کر دیا کیونکہ بعض روایات میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سفارش کرتے ہوئے فرمایا: ''تم اپنے فیصلے پر نظر ثانی کر لو کیونکہ وہ تیری اولاد کا باپ ہے۔''[1] ② اس حدیث سے معلوم ہوا کہ امام، عالم اور صاحب اختیار سے رعایا کی ضرورت پوری کرنے کے لیے سفارش کرائی جا سکتی ہے۔ واللہ أعلم.

(١٧) بَابٌ:

باب: 17- بلاعنوان

٥٢٨٤ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ رَجَاءٍ: أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الْأَسْوَدِ: أَنَّ عَائِشَةَ أَرَادَتْ أَنْ تَشْتَرِيَ بَرِيرَةَ، فَأَبَى مَوَالِيهَا إِلَّا أَنْ يَشْتَرِطُوا الْوَلَاءَ، فَذَكَرَتْ ذَلِكَ لِلنَّبِيِّ ﷺ، فَقَالَ: «اشْتَرِيهَا وَأَعْتِقِيهَا فَإِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ».

[5284] حضرت اسود سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ ؓ نے جب حضرت بریرہ ؓ کو خریدنے کا ارادہ کیا تو بریرہ ؓ کے آقاؤں نے انکار کر دیا۔ وہ ولاء اپنے لیے ہونے کی شرط لگاتے تھے۔ حضرت عائشہ ؓ نے نبی ﷺ سے اس کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا: ''تم بریرہ کو خرید کر آزاد کر دو۔ ولاء تو اس کے لیے ہے جو اسے آزاد کرے۔''

وَأُتِيَ النَّبِيُّ ﷺ بِلَحْمٍ: فَقِيلَ: إِنَّ هٰذَا مَا تُصُدِّقَ عَلَى بَرِيرَةَ، فَقَالَ: «هُوَ لَهَا صَدَقَةٌ وَلَنَا هَدِيَّةٌ». [راجع: ٤٥٦]

نبی ﷺ کے پاس گوشت لایا گیا اور کہا گیا: یہ وہ گوشت ہے جو بریرہ ؓ پر صدقہ کیا گیا ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ''وہ بریرہ کے لیے صدقہ تھا ہمارے لیے ہدیہ ہے۔''

حَدَّثَنَا آدَمُ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، وَزَادَ: فَخُيِّرَتْ مِنْ زَوْجِهَا.

شعبہ کی ایک روایت میں یہ اضافہ ہے کہ بریرہ ؓ کو اس کے شوہر کے متعلق اختیار دیا گیا۔

فائدہ: امام بخاری ؒ نے اس باب کو بلاعنوان رکھا ہے کیونکہ یہ پہلے باب سے متعلق ہے۔ یہ حدیث کئی مرتبہ پہلے گزر چکی ہے اور اس سے بے شمار فقہی احکام ثابت ہوتے ہیں۔ حافظ ابن حجر ؒ نے بہت سے احکام کی نشاندہی کی ہے جو آٹھ

[1] سنن ابن ماجہ، الطلاق، حدیث: 2075.

صفحات پر پھیلے ہوئے ہیں۔ اہل علم حضرات کو ان کا ضرور مطالعہ کرنا چاہیے۔ اس سے پتا چلتا ہے کہ ہمارے اسلاف کس قدر وسعت علم رکھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان کے ساتھ جنت الفردوس میں جمع کرے۔

(۱۸) بَابُ قَوْلِ اللهِ تَعَالَى: ﴿وَلَا تَنكِحُوا الْمُشْرِكَٰتِ حَتَّىٰ يُؤْمِنَّ ۚ وَلَأَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّن مُّشْرِكَةٍ وَلَوْ أَعْجَبَتْكُمْ﴾ [البقرة: ٢٢١]

باب: 18- ارشاد باری تعالیٰ: ''تم مشرک عورتوں سے نکاح نہ کرو حتی کہ وہ ایمان لے آئیں، البتہ مومن لونڈی مشرک عورت سے بہتر ہے اگرچہ مشرک عورت تمھیں بھلی معلوم ہو'' کا بیان

٥٢٨٥ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ نَافِعٍ: أَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ إِذَا سُئِلَ عَنْ نِكَاحِ النَّصْرَانِيَّةِ وَالْيَهُودِيَّةِ قَالَ: إِنَّ اللهَ حَرَّمَ الْمُشْرِكَاتِ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ، وَلَا أَعْلَمُ مِنَ الْإِشْرَاكِ شَيْئًا أَكْبَرَ مِنْ أَنْ تَقُولَ الْمَرْأَةُ رَبُّهَا عِيسَى، وَهُوَ عَبْدٌ مِنْ عِبَادِ اللهِ.

[5285] حضرت نافع سے روایت ہے کہ جب حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے نصرانیہ اور یہودیہ عورت سے نکاح کے متعلق سوال کیا جاتا تو وہ کہتے: یقیناً اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کے لیے مشرک عورت سے نکاح حرام قرار دیا ہے اور میں اس سے بڑا کوئی شرک نہیں جانتا کہ عورت کہے: اس کا رب عیسیٰ ہے، حالانکہ وہ اللہ کے بندوں میں سے ایک بندہ ہیں۔

فوائد ومسائل: ① حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی یہ انفرادی رائے ہے، دیگر صحابہ نے اس سے اتفاق نہیں کیا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے نزدیک سورۂ بقرہ کی مذکورہ بالا آیت کریمہ سورۂ مائدہ کی درج ذیل آیت سے منسوخ ہے: ''اور پاک دامن مومن عورتیں اور پاک دامن اہل کتاب عورتیں بھی حلال ہیں۔''[1] حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی ان سے بچنے کی تلقین کرتے تھے لیکن انھیں حرام قرار نہیں دیتے تھے۔ ② شاید امام بخاری رحمہ اللہ کا رجحان بھی یہی ہو کہ اہل کتاب مشرک عورتوں سے نکاح جائز نہیں، حالانکہ بہت سے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے ثابت ہے کہ انھوں نے اہل کتاب خواتین سے نکاح کیا۔ ممکن ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما مسلمانوں کو عار دلانا چاہتے ہوں کہ وہ ایسی عورتوں سے نکاح کرتے ہیں جن کا دامن شرک سے آلودہ ہے۔ ایسے حالات میں بیوی خاوند کے درمیان ہم آہنگی کیسے ہو سکے گی اور ان میں محبت و الفت کیونکر پیدا ہو سکے گی۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا فتویٰ نہیں بلکہ ان سے دور رہنے کا مشورہ ہے کہ اس قسم کے میاں بیوی میں اتفاق و یگانگت پیدا نہیں ہوگی جو نکاح کے اہم مقاصد سے ہے۔ یہ تاویل اس لیے ضروری ہے کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی کی طرف شذوذ کی نسبت نہ ہو۔ واللہ أعلم.

(۱۹) بَابُ نِكَاحِ مَنْ أَسْلَمَ مِنَ الْمُشْرِكَاتِ وَعِدَّتِهِنَّ

باب: 19- مشرک عورتوں میں سے جو مسلمان ہو جائیں ان سے نکاح اور ان کی عدت کا بیان

---

[1] المآئدة 5:5.

٥٢٨٦ - حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى: أَنْبَأَنَا هِشَامٌ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ. وَقَالَ عَطَاءٌ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: كَانَ الْمُشْرِكُونَ عَلَى مَنْزِلَتَيْنِ مِنَ النَّبِيِّ ﷺ وَالْمُؤْمِنِينَ: كَانُوا مُشْرِكِي أَهْلِ حَرْبٍ يُقَاتِلُهُمْ وَيُقَاتِلُونَهُ، وَمُشْرِكِي أَهْلِ عَهْدٍ لَا يُقَاتِلُهُمْ وَلَا يُقَاتِلُونَهُ، فَكَانَ إِذَا هَاجَرَتِ امْرَأَةٌ مِنْ أَهْلِ الْحَرْبِ لَمْ تُخْطَبْ حَتَّى تَحِيضَ وَتَطْهُرَ، فَإِذَا طَهُرَتْ حَلَّ لَهَا النِّكَاحُ، فَإِنْ هَاجَرَ زَوْجُهَا قَبْلَ أَنْ تَنْكِحَ رُدَّتْ إِلَيْهِ، وَإِنْ هَاجَرَ عَبْدٌ مِنْهُمْ أَوْ أَمَةٌ، فَهُمَا حُرَّانِ، وَلَهُمَا مَا لِلْمُهَاجِرِينَ - ثُمَّ ذَكَرَ مِنْ أَهْلِ الْعَهْدِ مِثْلَ حَدِيثِ مُجَاهِدٍ - وَإِنْ هَاجَرَ عَبْدٌ أَوْ أَمَةٌ لِلْمُشْرِكِينَ أَهْلِ الْعَهْدِ لَمْ يُرَدُّوا، وَرُدَّتْ أَثْمَانُهُمْ.

[5286] حضرت ابن عباس ؓ سے روایت ہے کہ مشرکین نبی ﷺ اور اہل ایمان کے نزدیک دو طرح کے تھے: ایک حربی مشرک جن سے آپ ﷺ جنگ کرتے تھے اور مشرک آپ سے جنگ کرتے تھے اور دوسرے معاہدہ کرنے والے مشرک جن سے نہ آپ لڑتے اور نہ وہ آپ سے جنگ کرتے تھے۔ جب اہل حرب کی کوئی عورت ہجرت کر کے آتی تھی تو اسے پیغام نکاح نہ بھیجا جاتا یہاں تک کہ اسے حیض آتا، پھر وہ اس سے پاک ہو جاتی۔ جب وہ حیض سے پاک ہو جاتی تو اس سے نکاح کرنا حلال ہو جاتا۔ اگر اس کے نکاح کرنے سے پہلے اس کا شوہر بھی مسلمان ہو جاتا اور ہجرت کر کے آ جاتا تو وہ اسے واپس کر دی جاتی۔ اگر ان میں سے کوئی غلام یا لونڈی ہجرت کر کے آتے تو دونوں آزاد ہوتے اور انھیں دوسرے مہاجر مسلمانوں کے برابر مقام ملتا...... عطاء نے مشرکین اہل عہد کا حال حضرت مجاہد کی حدیث کی طرح ذکر کیا...... اور اگر مشرکین اہل عہد سے کوئی غلام یا لونڈی ہجرت کر کے آتے تو وہ مشرکین کو واپس نہ کیے جاتے بلکہ ان کی قیمت ادا کی جاتی۔

٥٢٨٧ - وَقَالَ عَطَاءٌ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: كَانَتْ قَرِيبَةُ ابْنَةُ أَبِي أُمَيَّةَ عِنْدَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، فَطَلَّقَهَا فَتَزَوَّجَهَا مُعَاوِيَةُ بْنُ أَبِي سُفْيَانَ - وَكَانَتْ أُمُّ الْحَكَمِ بِنْتُ أَبِي سُفْيَانَ تَحْتَ عِيَاضِ بْنِ غَنْمٍ الْفِهْرِيِّ - فَطَلَّقَهَا فَتَزَوَّجَهَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عُثْمَانَ الثَّقَفِيُّ.

[5287] حضرت ابن عباس ؓ ہی سے روایت ہے کہ قریبہ بنت ابو امیہ، سیدنا حضرت عمر بن خطاب ؓ کی بیوی تھی۔ انھوں نے اسے طلاق دے دی تو اس سے معاویہ بن ابوسفیان نے نکاح کر لیا۔ اور ام حکم بنت ابوسفیان عیاض بن غنم فہری کی بیوی تھی، انھوں نے اسے طلاق دی تو اس سے عبداللہ بن عثمان ثقفی نے نکاح کر لیا۔

فوائد ومسائل: ① آغاز ہجرت میں ایک معاشرتی مسئلہ مسلمانوں کے لیے کئی الجھنوں کا باعث بن گیا تھا وہ یہ کہ مکے میں بہت سے ایسے لوگ تھے جو خود تو مسلمان ہو چکے تھے مگر ان کی بیویاں کافر تھیں یا بیویاں مسلمان ہو چکی تھیں مگر ان کے شوہر کافر تھے۔ ہجرت کرنے سے یہ مسئلہ مزید سنگین ہو گیا۔ اس اعتبار سے ہجرت کرنے والوں کی تین قسمیں تھیں: ○ میاں بیوی دونوں

ہجرت کر کے مکے سے نکل آئے جیسے حضرت عثمان اور ان کی اہلیہ۔ ایسے لوگوں کے لیے کوئی مسئلہ نہیں تھا۔ ○ خاوند ہجرت کر کے مدینے آ گیا مگر اس کی بیوی بحالت کفر مکے ہی میں مقیم رہی جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہجرت کر کے مدینے آ گئے مگر ان کی دو بیویاں بحالت کفر مکے میں تھیں۔ ○ بیوی مسلمان ہو کر مدینے آ گئی مگر اس کا کافر شوہر مکے میں رہا جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا مدینے آ گئیں مگر ان کا کافر شوہر ابو العاص مکے ہی میں رہا۔ مردوں کے لیے یہ مسئلہ اتنا سنگین نہ تھا کیونکہ وہ دوسرا نکاح کر سکتے تھے مگر عورتوں کے لیے اتنی مدت تک رشتۂ ازدواج میں منسلک رہنا بہت مشکل تھا، اس لیے قرآن میں ان کا حل یوں پیش کیا گیا کہ ایسی عورتیں کافروں کے لیے حلال نہیں اور نہ وہ ان عورتوں ہی کے لیے حلال ہیں۔''[1] اس سے دو مسئلے ثابت ہوئے: ○ اختلاف دین سے نکاح خود بخود ختم ہو جاتا ہے، یعنی کافر شوہر اور مومن بیوی یا مومن مرد اور کافر بیوی کا نکاح خود بخود ٹوٹ جاتا ہے۔ ○ اختلاف دارین سے بھی نکاح ٹوٹ جاتا ہے، یعنی خاوند دارالاسلام میں ہے اور بیوی دارالحرب میں ہے تو نکاح خود بخود ٹوٹ جائے گا کیونکہ اب یہ رشتہ قائم رکھنا محال ہے۔ کافر عورت اگر مسلمان ہو کر مسلمانوں کے پاس آ جائے تو تین حیض عدت گزار کر عقد ثانی کر سکتی ہے کیونکہ وہ مسلمان ہونے اور ہجرت کرنے کی وجہ سے اب آزاد عورتوں میں شامل ہو گئی جن کی عدت تین حیض ہے۔ اگر وہ حاملہ ہو تو وضع حمل کے بعد نکاح کر سکتی ہے۔ قرآن کریم میں ہے: ''تم خود بھی کافر عورتوں کو اپنے نکاح میں نہ رکھو۔''[2] اسی قاعدے کی بنا پر قریبہ بنت ابی امیہ اور ام حکم بنت ابی سفیان دونوں کافر عورتوں کو طلاق دی گئی تو انھوں نے عدت گزار کر عقد ثانی کیا۔ واللّٰہ أعلم.

(٢٠) بَابٌ : إِذَا أَسْلَمَتِ الْمُشْرِكَةُ أَوِ النَّصْرَانِيَّةُ تَحْتَ الذِّمِّيِّ أَوِ الْحَرْبِيِّ

باب: 20- جب کوئی مشرکہ یا نصرانیہ جو کسی ذمی یا حربی کے نکاح میں تھی مسلمان ہو جائے

وَقَالَ عَبْدُ الْوَارِثِ عَنْ خَالِدٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: إِذَا أَسْلَمَتِ النَّصْرَانِيَّةُ قَبْلَ زَوْجِهَا بِسَاعَةٍ حَرُمَتْ عَلَيْهِ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جب کوئی نصرانی عورت اپنے خاوند سے تھوڑی دیر پہلے مسلمان ہو جائے تو وہ اپنے خاوند پر حرام ہو جاتی ہے۔

وَقَالَ دَاوُدُ عَنْ إِبْرَاهِيمَ الصَّائِغِ: سُئِلَ عَطَاءٌ عَنِ امْرَأَةٍ مِنْ أَهْلِ الْعَهْدِ أَسْلَمَتْ ثُمَّ أَسْلَمَ زَوْجُهَا فِي الْعِدَّةِ، أَهِيَ امْرَأَتُهُ؟ قَالَ: لَا، إِلَّا أَنْ تَشَاءَ هِيَ بِنِكَاحٍ جَدِيدٍ وَصَدَاقٍ.

عطاء سے ایسی عورت کے متعلق سوال کیا گیا جو ذمی قوم سے تعلق رکھتی ہو اور اسلام قبول کرے، اس کے بعد اس کا شوہر بھی دوران عدت میں مسلمان ہو جائے تو کیا وہ اس کی بیوی خیال کی جائے گی؟ انھوں نے جواب دیا کہ نہیں، البتہ اگر وہ چاہے تو نئے حق مہر کے ساتھ نیا نکاح کرے۔

---

[1] الممتحنة 60:10. [2] الممتحنة 60:10.

وَقَالَ مُجَاهِدٌ: إِذَا أَسْلَمَ فِي الْعِدَّةِ يَتَزَوَّجُهَا. وَقَالَ اللهُ تَعَالَى: ﴿لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّونَ لَهُنَّ﴾ [الممتحنة:١٠].

مجاہد نے فرمایا: اگر شوہر، بیوی کی عدت کے دوران میں مسلمان ہوگیا تو اسے چاہیے کہ اس سے نکاح کرے کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''نہ مومن عورتیں مشرک مردوں کے لیے حلال ہیں اور نہ مشرک مرد، مومن عورتوں کے لیے حلال ہیں۔''

وَقَالَ الْحَسَنُ وَقَتَادَةُ فِي مَجُوسِيَّيْنِ أَسْلَمَا: هُمَا عَلَى نِكَاحِهِمَا، فَإِذَا سَبَقَ أَحَدُهُمَا صَاحِبَهُ وَأَبَى الْآخَرُ بَانَتْ، لَا سَبِيلَ لَهُ عَلَيْهَا.

حضرت حسن بصری اور حضرت قتادہ، مجوسی میاں بیوی کے متعلق فرماتے ہیں کہ اگر وہ دونوں اکٹھے مسلمان ہوجائیں تو دونوں اپنے نکاح پر باقی رہیں گے اور جب ان میں کوئی پہلے مسلمان ہو جائے اور دوسرا اسلام لانے سے انکار کردے تو عورت اس سے جدا ہو جائے گی، اس کے خاوند کا اس پر کوئی اختیار نہیں ہوگا۔

وَقَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ: قُلْتُ لِعَطَاءٍ: امْرَأَةٌ مِنَ الْمُشْرِكِينَ جَاءَتْ إِلَى الْمُسْلِمِينَ، أَيُعَاوَضُ زَوْجُهَا مِنْهَا لِقَوْلِهِ تَعَالَى ﴿وَآتُوهُم مَّا أَنفَقُوا﴾ [الممتحنة:١٠]؟ قَالَ: لَا، إِنَّمَا كَانَ ذٰلِكَ بَيْنَ النَّبِيِّ ﷺ وَبَيْنَ أَهْلِ الْعَهْدِ. وَقَالَ مُجَاهِدٌ: هٰذَا كُلُّهُ فِي صُلْحٍ بَيْنَ النَّبِيِّ ﷺ وَبَيْنَ قُرَيْشٍ.

ابن جریج کہتے ہیں: میں نے عطاء سے پوچھا کہ مشرکین کی کوئی عورت جب مسلمانوں کے پاس آئے تو کیا اس کے خاوند کو کوئی معاوضہ دیا جائے گا کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''اور جو کچھ ان مشرکین نے خرچ کیا ہے وہ ان کو دے دو؟'' انھوں نے کہا کہ نہیں دیا جائے گا کیونکہ یہ ایک معاہدہ تھا جو نبی ﷺ اور اہل عہد (مشرکین) میں طے پایا تھا، چنانچہ امام مجاہد فرماتے ہیں کہ یہ سب احکام اس صلح سے متعلق ہیں جو نبی ﷺ اور کفار قریش کے مابین طے پائی تھی۔

وضاحت: جب میاں بیوی میں سے کوئی ایک مسلمان ہوجائے تو اس کی کئی صورتیں ہیں: ○ مسلمان ہونے کے بعد دارالکفر ہی میں رہائش پذیر رہے، دارالاسلام منتقل نہ ہو۔ ○ اسلام لانے کے بعد کوئی ایک دارالاسلام چلا آئے۔ احناف کے نزدیک نفس اسلام کی وجہ سے ان میں علیحدگی نہیں کی جائے گی بلکہ دارین کا مختلف ہونا ضروری ہے، لیکن ابن عباس ؓ فرماتے ہیں کہ جب کوئی عیسائی عورت اپنے خاوند سے پہلے مسلمان ہوجائے، خواہ ایک لمحہ پہلے اسلام لے آئے تو وہ کافر خاوند حرام ہو جائے گا۔ امام بخاری ؒ کا میلان بھی اسی طرف معلوم ہوتا ہے۔ واللہ أعلم.

٥٢٨٨ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، وَقَالَ إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ: حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ: حَدَّثَنِي يُونُسُ: قَالَ ابْنُ شِهَابٍ: أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ: أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ قَالَتْ: كَانَتِ الْمُؤْمِنَاتُ إِذَا هَاجَرْنَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ يَمْتَحِنُهُنَّ بِقَوْلِ اللهِ تَعَالَى: ﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ إِذَا جَآءَكُمُ ٱلْمُؤْمِنَٰتُ مُهَٰجِرَٰتٍ فَٱمْتَحِنُوهُنَّ﴾ إِلَى آخِرِ الْآيَةِ. قَالَتْ عَائِشَةُ: فَمَنْ أَقَرَّ بِهٰذَا الشَّرْطِ مِنَ الْمُؤْمِنَاتِ فَقَدْ أَقَرَّ بِالْمِحْنَةِ، فَكَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا أَقْرَرْنَ بِذٰلِكَ مِنْ قَوْلِهِنَّ قَالَ لَهُنَّ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «انْطَلِقْنَ فَقَدْ بَايَعْتُكُنَّ»، لَا وَاللهِ مَا مَسَّتْ يَدُ رَسُولِ اللهِ ﷺ يَدَ امْرَأَةٍ قَطُّ، غَيْرَ أَنَّهُ بَايَعَهُنَّ بِالْكَلَامِ، وَاللهِ مَا أَخَذَ رَسُولُ اللهِ ﷺ عَلَى النِّسَاءِ إِلَّا بِمَا أَمَرَهُ اللهُ، يَقُولُ لَهُنَّ إِذَا أَخَذَ عَلَيْهِنَّ: «قَدْ بَايَعْتُكُنَّ»، كَلَامًا. [راجع: ٢٧١٣]

[5288] نبی ﷺ کی زوجۂ محترمہ ام المومنین حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: جب اہل ایمان خواتین ہجرت کر کے نبی ﷺ کی طرف آتیں تو آپ ان کا امتحان لیتے کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”اے ایمان والو! جب مومن خواتین تمھارے پاس ہجرت کر کے آئیں تو تم ان کا امتحان لو......“ حضرت عائشہ ؓ فرماتی ہیں کہ مومنات میں سے جو جو عورت اس شرط کا اقرار کر لیتی وہ امتحان میں کامیاب خیال کی جاتی، چنانچہ جب وہ اس شرط کا اقرار کر لیتیں تو رسول اللہ ﷺ ان سے فرماتے: ”اب جاؤ، میں نے تم سے عہد لے لیا ہے۔“ اللہ کی قسم! بیعت لیتے وقت رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ نے کسی عورت کا ہاتھ کبھی نہیں چھوا۔ آپ ﷺ ان خواتین سے زبانی کلامی بیعت لیتے تھے۔ اللہ کی قسم! رسول اللہ ﷺ نے عورتوں سے صرف ان چیزوں پر عہد لیا جن کا اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا تھا۔ بیعت لینے کے بعد آپ ان سے فرماتے: ”میں نے تم سے بیعت لے لی ہے۔“ یہ آپ صرف زبان سے کہتے تھے۔

فوائد ومسائل: ① دلوں کا حال تو اللہ ہی جانتا ہے، البتہ ہجرت کر کے آنے والی خواتین کا ظاہری طور پر امتحان لینا ضروری قرار پایا کہ واقعی وہ مسلمان ہیں اور محض اسلام کی خاطر اپنا گھر بار چھوڑ کر آئی ہیں، کوئی دنیوی یا نفسانی غرض تو اس ہجرت کا سبب نہیں ہے؟ کہیں اپنے خاوندوں سے ناراض ہو کر یا خانگی معاملات اور گھریلو جھگڑوں سے تنگ آ کر یا محض سیر و سیاحت یا کوئی دوسری غرض تو اس ہجرت کا سبب نہیں بنی؟ ② اس حکم کے مخاطب چونکہ مومن حضرات ہیں، رسول اللہ ﷺ نہیں، اس لیے رسول اللہ ﷺ نے اس غرض کے لیے سیدنا عمر ؓ کا انتخاب کیا تھا اور وہی مدینہ طیبہ پہنچنے والی خواتین کا امتحان لیتے تھے۔ اس امتحان کے بعد ان مہاجر عورتوں بلکہ عام خواتین اسلام کو بیعت کا حکم ہوا اور یہ بیعت خود رسول اللہ ﷺ لیتے تھے کیونکہ بیعت سے متعلق آیت کے مخاطب آپ ہی ہیں اور جن گناہوں سے بچنے کی بیعت لی جاتی تھی وہ سب کبیرہ گناہ ہیں اور ان کا اس وقت عرب میں عام رواج تھا۔ اس بیعت کی تفصیل سورۂ ممتحنہ آیت: 12 میں بیان ہوئی ہے۔ واللہ أعلم.

(۲۱) بَابُ قَوْلِ اللهِ تَعَالىٰ : ﴿لِلَّذِينَ يُؤْلُونَ مِن نِّسَآئِهِمْ تَرَبُّصُ أَرْبَعَةِ أَشْهُرٍ﴾ [البقرة:٢٢٦]

باب: 21- ارشاد باری تعالیٰ: ''جو لوگ اپنی بیویوں سے تعلق نہ رکھنے کی قسم اٹھالیں، ان کے لیے چار ماہ کی مہلت ہے'' کا بیان

وضاحت: اپنی بیوی سے تعلق نہ رکھنے کی قسم اٹھانے کو ایلاء کہا جاتا ہے۔ اس کی اصطلاحی تعریف یہ ہے کہ شوہر اپنی اہلیہ سے چار ماہ یا اس سے زیادہ مدت تک ہم بستر نہ ہونے کی قسم اٹھالے۔ اگر کسی نے تین ماہ تک تعلق نہ رکھنے کی قسم اٹھائی تو اس کی تین صورتیں ہیں: ○ تین ماہ کے اندر بیوی سے تعلق قائم کر لیا تو قسم کا کفارہ دینا ہوگا کیونکہ اس نے اپنی قسم کو توڑا ہے۔ ○ اگر تین ماہ کے بعد تعلق قائم کیا تو اس نے اپنی قسم کو پورا کر لیا، اس صورت میں اس پر کوئی کفارہ نہیں۔ ○ تین ماہ کے بعد تعلق قائم نہیں کرتا تو اس کے لیے چار ماہ کی مہلت ہے۔ اگر وہ رجوع نہ کرے تو اسے حاکم وقت کے پاس لایا جائے اور اس وقت تک اسے نہ چھوڑا جائے یہاں تک کہ وہ طلاق دے دے، یعنی چار ماہ گزرنے کے بعد خود بخود طلاق نہیں ہوگی بلکہ شوہر سے مطالبہ کیا جائے گا کہ وہ حقوق زوجیت ادا کرے یا طلاق دے۔

٥٢٨٩ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي أُوَيْسٍ عَنْ أَخِيهِ، عَنْ سُلَيْمَانَ، عَنْ حُمَيْدٍ الطَّوِيلِ: أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ: آلَى رَسُولُ اللهِ ﷺ مِنْ نِسَائِهِ وَكَانَتِ انْفَكَّتْ رِجْلُهُ، فَأَقَامَ فِي مَشْرُبَةٍ لَهُ تِسْعًا وَعِشْرِينَ، ثُمَّ نَزَلَ فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ، آلَيْتَ شَهْرًا، فَقَالَ: «الشَّهْرُ تِسْعٌ وَعِشْرُونَ». [راجع: ٣٧٨]

[5289] حضرت انس ؓ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیویوں سے تعلق نہ رکھنے کی قسم اٹھائی۔ ان دنوں آپ کے پاؤں کو موچ بھی آگئی تھی۔ آپ بالا خانے میں انتیس دن تک ٹھہرے رہے، پھر اترے تو حاضرین نے کہا: اللہ کے رسول! آپ نے تو ایک ماہ تک بیویوں کے پاس نہ جانے کی قسم اٹھائی تھی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ مہینہ انتیس دن کا ہے۔''

فائدہ: بعض اہل علم کا خیال ہے کہ یہ شرعی ایلاء نہیں کیونکہ اس میں چار ماہ تک تعلق نہ رکھنے کی قسم کھائی جاتی ہے، لہٰذا اس حدیث کا یہاں ذکر کرنا مناسب نہیں۔ لیکن ہمیں اس موقف سے اتفاق نہیں ہے کیونکہ ایلاء چار ماہ سے کم مدت کے لیے بھی کیا جا سکتا ہے۔ اس سے مقصود عورت کا دماغ درست کرنا ہے اور وہ عورت کے مزاج کے مطابق چار ماہ سے کم مدت کے لیے بھی ہو سکتا ہے۔ اگر چار ماہ سے کم مدت کے لیے ایلاء نہ ہوتا تو رسول اللہ ﷺ سے ایسا واقع نہ ہوتا۔ قرآن کریم کے مطابق ایلاء کرنے والے کے لیے مہلت چار ماہ ہے، اس کے بعد دیگر کارروائی ہوگی۔

٥٢٩٠ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ نَافِعٍ: أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا كَانَ يَقُولُ فِي

[5290] حضرت نافع سے روایت ہے کہ ابن عمر ؓ اس ایلاء کے متعلق فرمایا کرتے تھے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے کیا

الْإِيلَاءِ الَّذِي سَمَّى اللهُ تَعَالَى: لَا يَحِلُّ لِأَحَدٍ بَعْدَ الْأَجَلِ إِلَّا أَنْ يُمْسِكَ بِالْمَعْرُوفِ أَوْ يَعْزِمَ بِالطَّلَاقِ كَمَا أَمَرَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ.

ہے کہ مدت پوری ہونے کے بعد کسی کے لیے جائز نہیں سوائے اس امر کے کہ وہ اپنی بیوی کو قاعدے کے مطابق اپنے پاس رکھے یا پھر طلاق دے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔

فوائدومسائل: ① ایلاء کرنے والے کی مدت جب پوری ہوجائے تو اس کے سامنے دوراستے ہیں: ○ اپنی بیوی سے تعلق قائم کرے اور معروف طریقے کے مطابق اسے اپنے پاس رکھے۔ ○ وہ اپنی بیوی کو طلاق دے کر اپنی زوجیت سے فارغ کر دے۔ ② چار ماہ کے بعد وہ رجوع کرے، یعنی اس سے ہم بستر ہو۔ اگر کوئی شخص خود یا بیوی کے بیمار ہونے یا دیگر کسی وجہ سے جماع نہ کرسکے تو زبانی رجوع کرے۔[1]

٥٢٩١ - وَقَالَ لِي إِسْمَاعِيلُ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ: إِذَا مَضَتْ أَرْبَعَةُ أَشْهُرٍ يُوقَفُ حَتَّى يُطَلِّقَ وَلَا يَقَعُ عَلَيْهِ الطَّلَاقُ حَتَّى يُطَلِّقَ. وَيُذْكَرُ ذٰلِكَ عَنْ عُثْمَانَ وَعَلِيٍّ وَأَبِي الدَّرْدَاءِ وَعَائِشَةَ وَاثْنَيْ عَشَرَ رَجُلًا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ.

[5291] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ہی سے روایت ہے کہ جب چار ماہ گزر جائیں تو اسے قاضی کے سامنے پیش کیا جائے یہاں تک کہ وہ طلاق دے۔ اور طلاق اس وقت تک نہیں ہوگی جب تک وہ خود طلاق نہیں دے گا۔ حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت ابو درداء، حضرت عائشہ اور دیگر بارہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے بھی ایسا ہی منقول ہے۔

فوائدومسائل: ① اہل علم کا اس امر میں اختلاف ہے کہ ایلاء کرنے کے بعد اگر چار ماہ گزر جائیں تو عورت خود بخود مطلقہ ہوجائے گی یا اسے طلاق دے کر فارغ کرنا ہوگا؟ اہل کوفہ کا موقف ہے کہ ایلاء کی مدت چار ماہ گزرنے کے بعد عورت کو خود بخود طلاق ہوجاتی ہے، اسے طلاق دینے کی ضرورت نہیں جبکہ دیگر اہل علم کہتے ہیں کہ مدت ایلاء چار ماہ گزرنے کے بعد شوہر کو اختیار ہے رجوع کرے یا طلاق دے۔ اس کے طلاق دیے بغیر عورت مطلقہ نہیں ہوگی کیونکہ قرآن میں ہے: ''اگر وہ طلاق ہی کا عزم کرلیں تو اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا سب کچھ جاننے والا ہے۔''[2] عزم طلاق اور ہے اور عملاً طلاق دینا اور چیز ہے۔ ② بہر حال امام بخاری رحمہ اللہ کا رجحان یہ ہے کہ مدت ایلاء چار ماہ گزرنے کے بعد خاوند اگر طلاق دے گا تو عورت فارغ ہوگی بصورت دیگر وہ مطلقہ نہیں ہوگی۔ اگر وہ رجوع نہ کرے اور نہ طلاق ہی دے تو عدالتی چارہ جوئی سے کام لیا جائے۔ واللّٰه أعلم.

(٢٢) بَابُ حُكْمِ الْمَفْقُودِ فِي أَهْلِهِ، وَمَالِهِ

باب: 22- جو شخص گم ہوجائے تو اس کی بیوی اور مال کے متعلق کیا حکم ہے؟

[1] عمدة القاري: 294/14. [2] البقرة 2:227.

وَقَالَ ابْنُ الْمُسَيَّبِ: إِذَا فُقِدَ فِي الصَّفِّ عِنْدَ الْقِتَالِ تَرَبَّصُ امْرَأَتُهُ سَنَةً.

حضرت ابن مسیب نے فرمایا: جب کوئی شخص جنگ کی صف میں عین لڑائی کے موقع پر گم ہو جائے تو اس کی بیوی سال بھر انتظار کرے۔

وَاشْتَرَى ابْنُ مَسْعُودٍ جَارِيَةً فَالْتَمَسَ صَاحِبَهَا سَنَةً فَلَمْ يَجِدْهُ وَفُقِدَ فَأَخَذَ يُعْطِي الدِّرْهَمَ وَالدِّرْهَمَيْنِ، وَقَالَ: اللّٰهُمَّ عَنْ فُلَانٍ فَإِنْ أَتَى فُلَانٌ فَلِي وَعَلَيَّ، وَقَالَ: هٰكَذَا فَافْعَلُوا بِاللُّقَطَةِ. وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ نَحْوَهُ.

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایک لونڈی خریدی۔ آپ اس کے مالک کو ایک سال تک تلاش کرتے رہے لیکن وہ نہ مل سکا۔ وہ کہیں گم ہو گیا۔ پھر انھوں نے ایک ایک، دو دو، درہم فقراء کو دینے شروع کر دیے، نیز وہ دعا کرتے تھے: اے اللہ! یہ فلاں شخص (بائع) کی طرف سے ہیں، اگر وہ آ گیا تو ثواب میرے لیے اور قیمت کی ادائیگی بھی میرے ذمے ہوگی۔ آپ نے مزید فرمایا کہ تم بھی گری پڑی چیز کے ساتھ اسی طرح سلوک کرو۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بھی اسی طرح فرمایا۔

وَقَالَ الزُّهْرِيُّ فِي الْأَسِيرِ يُعْلَمُ مَكَانُهُ: لَا تَتَزَوَّجُ امْرَأَتُهُ وَلَا يُقْسَمُ مَالُهُ، فَإِذَا انْقَطَعَ خَبَرُهُ فَسُنَّتُهُ سُنَّةُ الْمَفْقُودِ.

امام زہری نے اس قیدی کے متعلق فرمایا جس کے رہنے کی جگہ معلوم ہو: اس کی بیوی نکاح نہ کرے اور نہ اس کا مال تقسیم ہی کیا جائے، پھر جب اس کے متعلق خبر ملنا بند ہو جائے تو اس کا حکم بھی مفقود الخبر جیسا ہے۔

وضاحت: گمشدہ شوہر کو فقہی اصطلاح میں مفقود الخبر کہتے ہیں۔ اس کی بیوی کے متعلق احکام کا تعلق کتاب الطلاق سے ہے اور مال کا تعلق فرائض کے احکام سے متعلق ہے۔ جس عورت کا خاوند گم ہو جائے اس کے آگے نکاح کرنے کے متعلق علمائے امت میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ امام ابوحنیفہ اور امام شافعی رحمہما اللہ کا موقف ہے کہ مفقود کی بیوی اس وقت تک اس کی زوجیت سے فارغ نہیں ہو سکتی جب تک گم ہو جانے والے شوہر کی موت کا علم نہ ہو جائے۔ کتب فقہ میں اس کی تعبیر ان الفاظ میں بھی کی گئی ہے کہ مفقود کے ہم عمر لوگ جب تک زندہ ہوں، اس وقت تک دوسرے مرد سے اس کا نکاح درست نہیں ہے۔ مسلک احناف میں یہ روایت بھی ہے کہ ہم عمر لوگوں کی موت کے لیے کوئی مدت مقرر نہیں بلکہ اس کا تعین حاکم کی صوابدید پر ہے جبکہ بعض حضرات نے طبعی عمر کا لحاظ کرتے ہوئے مدت انتظار کے وقت کا تعین کیا ہے۔ اس کے متعلق مختلف اقوال ہیں: کچھ حضرات نے نوے (90) سال اور بعض نے پچھتر (75) اور ستر (70) سال بھی کہا ہے۔ لیکن امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک زوجۂ مفقود کی مدت انتظار چار سال ہے۔ ان کے اختیار کردہ موقف کی بنیاد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ایک فیصلہ ہے۔ انھوں نے فرمایا تھا کہ جس عورت کا

خاوند گم ہو جائے اور اس کا علم نہ ہو کہ وہ کہاں ہے تو وہ عورت چار سال تک انتظار کرے، پھر چار ماہ دس دن عدت گزار کر چاہے تو دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے۔[1] ہمارے رجحان کے مطابق امام مالک رحمہ اللہ کا موقف صحیح ہے کیونکہ اسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ایک فیصلے کی تائید حاصل ہے۔ معاشرتی حالات بھی اس کا تقاضا کرتے ہیں، تاہم مدت انتظار کا تعین حالات و ظروف کے تحت کیا جا سکتا ہے۔ موجودہ زمانے میں اطلاعات کے ذرائع اس قدر وسیع، زیادہ اور تیز ترین ہیں جن کا تصور بھی زمانۂ قدیم میں محال تھا۔ آج ہم کسی شخص کے گم ہونے کی اطلاع، ریڈیو اور ٹی وی کے ذریعے سے ایک دن میں ملک کے کونے کونے تک پہنچا سکتے ہیں بلکہ انٹرنیٹ کے ذریعے سے چند منٹوں میں اس کی تصویر بھی دنیا کے چپے چپے میں پہنچائی جا سکتی ہے، اس لیے اس مدت کو مزید کم کیا جا سکتا ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ کا رجحان ایک سال مدت انتظار کی طرف ہے، چنانچہ وہ اس عنوان کے تحت حدیث لقطہ لائے ہیں کہ کسی کا گرا پڑا سامان ملے تو اس کا سال بھر اعلان کرے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا عمل پیش کرنے سے بھی یہی مقصود ہے کیونکہ نکاح کوئی دھاگا نہیں جسے آسانی سے توڑ دیا جائے اور یہ ایک حق ہے جو مرد کے لیے لازم ہو چکا ہے۔ اس عقدۂ نکاح (نکاح کی گرہ) کو کھولنے کا مجاز عورت کا شوہر ہے لیکن تکلیف اور پریشانی کے خاتمے کے لیے عدالت شوہر کے قائم مقام ہو کر نکاح فسخ کر سکتی ہے جیسا کہ خلع وغیرہ میں ہوتا ہے، اس لیے گم شدہ خاوند سے خلاصی کے لیے یہ طریقہ اختیار کیا جائے کہ یہ عورت عدالت کی طرف رجوع کرے۔ رجوع سے پہلے جتنی مدت گزر چکی ہو گی اس کا کوئی اعتبار نہیں کیا جائے گا۔ ہمارے ہاں بعض عورتیں مدت دراز انتظار کرنے کے بعد عدالت کے نوٹس میں لائے بغیر یا اس کا فیصلہ حاصل کرنے سے پہلے نکاح کر لیتی ہیں، ان کا یہ اقدام انتہائی محل نظر ہے، چنانچہ امام مالک سے پوچھا گیا: اگر کوئی عورت عدالت کے نوٹس میں لائے بغیر اپنے گم ہو جانے والے شوہر کا چار سال تک انتظار کرے تو کیا اس مدت کا اعتبار کیا جائے گا؟ امام مالک نے جواب دیا: اگر وہ اس طرح بیس سال بھی گزار دے تو بھی اس کا کوئی اعتبار نہیں ہو گا۔[2] لہٰذا مدت انتظار کی ابتدا اس وقت سے کی جائے گی جس وقت حاکم وقت خود بھی تفتیش کر کے گم ہونے والے کے بارے میں مایوس ہو جائے۔ عدالت میں پہنچنے اور اس کی تفتیش سے پہلے خواہ کتنی مدت گزر چکی ہو اس کا اعتبار نہ ہو گا۔ اس بنا پر یہ ضروری ہے کہ جس عورت کا خاوند لاپتا ہو جائے وہ عدالت کی طرف رجوع کرے، پھر اگر عدالت بعد از ثبوت اس نتیجے پر پہنچے کہ واقعی شوہر کی کوئی اطلاع اور خبر نہیں ہے بلکہ وہ گم ہو گیا ہے تو اسے چاہیے کہ وہ عورت کو مزید ایک سال تک انتظار کرنے کا حکم دے۔ اگر شوہر اس مدت میں نہ آئے تو عدالت ایک سال کی مدت کے اختتام پر نکاح فسخ کر دے گی، پھر عورت اپنے شوہر کو مردہ تصور کر کے عدت وفات، یعنی چار ماہ دس دن گزارنے کے بعد نکاح ثانی کرنے کی مجاز ہو گی۔

٥٢٩٢ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ يَزِيدَ مَوْلَى الْمُنْبَعِثِ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ سُئِلَ عَنْ ضَالَّةِ الْغَنَمِ،

[5292] یزید مولی منبعث سے روایت ہے کہ نبی ﷺ سے گم شدہ بکری کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: ''اسے پکڑ لو کیونکہ یا تو وہ تمھارے لیے ہے یا تمھارے بھائی تک

---

[1] الموطا للإمام مالك، الطلاق، رقم: 1242. [2] المدونة الكبرى: 93/2.

فَقَالَ: «خُذْهَا فَإِنَّمَا هِيَ لَكَ أَوْ لِأَخِيكَ أَوْ لِلذِّئْبِ». وَسُئِلَ عَنْ ضَالَّةِ الْإِبِلِ، فَغَضِبَ وَاحْمَرَّتْ وَجْنَتَاهُ، وَقَالَ: «مَا لَكَ وَلَهَا؟ مَعَهَا الْحِذَاءُ وَالسِّقَاءُ، تَشْرَبُ الْمَاءَ وَتَأْكُلُ الشَّجَرَ حَتَّى يَلْقَاهَا رَبُّهَا». وَسُئِلَ عَنِ اللُّقَطَةِ، فَقَالَ: «اعْرِفْ وِكَاءَهَا وَعِفَاصَهَا، وَعَرِّفْهَا سَنَةً، فَإِنْ جَاءَ مَنْ يَعْرِفُهَا، وَإِلَّا فَاخْلِطْهَا بِمَالِكَ».

پہنچ جائے گی یا پھر بھیڑیے کے لیے ہو گی۔" اور آپ ﷺ سے گم شدہ اونٹ کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ غضبناک ہوئے حتی کہ آپ کے دونوں رخسار سرخ ہو گئے۔ آپ نے فرمایا: "تجھے اس سے کیا غرض ہے؟ اس کے ساتھ اس کا جوتا ہے اور پانی کا مشکیزہ ہے، پانی پیتا رہے گا اور درختوں سے چرتا رہے گا یہاں تک کہ اس کا مالک اسے مل جائے گا۔" گری پڑی رقم کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا: "اس کی تھیلی اور سربندھن پہچان لو، پھر ایک سال تک اس کا اعلان کرتے رہو، اگر اس کو پہچاننے والا کوئی آجائے تو ٹھیک ہے، یعنی اسے دے دو بصورت دیگر اسے اپنے مال کے ساتھ ملا لو۔"

قَالَ سُفْيَانُ: فَلَقِيتُ رَبِيعَةَ بْنَ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ [قَالَ سُفْيَانُ:] وَلَمْ أَحْفَظْ عَنْهُ شَيْئًا غَيْرَ هٰذَا فَقُلْتُ: أَرَأَيْتَ حَدِيثَ يَزِيدَ مَوْلَى الْمُنْبَعِثِ فِي أَمْرِ الضَّالَّةِ هُوَ عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ يَحْيَى: وَيَقُولُ رَبِيعَةُ عَنْ يَزِيدَ مَوْلَى الْمُنْبَعِثِ، عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ، قَالَ سُفْيَانُ: فَلَقِيتُ رَبِيعَةَ فَقُلْتُ لَهُ. [راجع: ٩١]

سفیان نے کہا: میں ربیعہ بن ابو عبدالرحمٰن سے ملا مگر ان سے سوائے اس حدیث کے مجھے اور کچھ یاد نہیں رہا۔ میں نے پوچھا کہ مجھے بتاؤ: یزید مولیٰ منبعث کی حدیث گم شدہ مال کے بارے میں زید بن خالد سے ہے؟ انھوں نے کہا: جی ہاں! یحییٰ نے کہا: ربیعہ نے اس کو یزید سے، انھوں نے زید بن خالد سے ذکر کیا ہے۔ سفیان نے کہا: پھر میں نے ربیعہ سے ملاقات کی اور ان سے اس حدیث کے متعلق دریافت کیا۔

فوائد و مسائل: ① اس حدیث سے امام بخاری رحمہ اللہ کے رجحان کا پتا چلتا ہے کہ زوجۂ مفقود کے انتظار کا وقت ایک سال مقرر کیا جا سکتا ہے کیونکہ گم شدہ خاوند کا حال بھی گم شدہ چیز کی طرح ہے کہ بذریعۂ عدالت سال بھر اس کا اعلان کیا جائے۔ یہ بھی واضح رہے کہ ایک سال انتظار کا حکم عدالت اس صورت میں دے گی جب عورت کے پاس اس مدت کے اخراجات موجود ہوں، بصورت دیگر عدالت بوجہ عدم موجودگی نفقہ فی الفور نکاح فسخ کر سکتی ہے۔ اب اگر دوران مدت یا دوران عدت مفقود اس کا خاوند آجائے تو اسے اس کی بیوی مل جائے گی۔ اگر نکاح ثانی کر لینے کے بعد پہلا خاوند آیا تو اسے بیوی سے محروم ہونا پڑے گا۔ ② یہ بھی واضح رہے کہ تفتیش کے اخراجات بھی عورت کے ذمے ہیں بشرطیکہ وہ صاحب حیثیت ہو بصورت دیگر بیت المال تفتیش کے اخراجات برداشت کرے۔ اگر بیت المال موجود نہ ہو تو مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اپنی طرف سے اس ستم زدہ عورت

تعاون کریں اور تفتیش پر اٹھنے والے اخراجات کا بندوبست کریں۔ اگر عدالت اس معاملے کو بلاوجہ طول دے اور عورت میں مزید صبر کی ہمت نہ ہو تو مسلمانوں کی ایک جماعت تحقیق کرے اور فیصلہ دے تو ان کا فیصلہ بھی عدالت ہی کا فیصلہ ہوگا۔ واللہ أعلم.
③ اس موقع پر ہم مولانا وحید الزمان کا موقف بھی پیش کرتے ہیں، وہ بھی قابل غور معلوم ہوتا ہے۔ وہ لکھتے ہیں: اگر مفقود نے بلا عذر اپنے حالات مخفی رکھے اور عدالت کے لیے کسی قسم کے اخراجات کا بندوبست نہ کیا گیا تھا اور نہ کوئی جائیداد ہی چھوڑی تو قیاس کا تقاضا ہے کہ وہ واپس آنے کے بعد دوسرے خاوند سے نہیں لے سکتا اور اگر عذر معقول ثابت ہو جس کی وجہ سے اطلاع نہ دے سکا اور اپنی بیوی کے لیے اخراجات کا بندوبست کر گیا تھا یا کوئی معقول جائیداد چھوڑ گیا تھا تو اسے اختیار ہونا چاہیے، خواہ اپنی عورت لے لے، خواہ دوسرے خاوند سے حق مہر وصول کرے جو اس نے اپنی بیوی کو دیا تھا۔

(٢٣) بَابُ الظِّهَارِ

باب: 23- ظہار کا بیان

وَقَوْلِ اللهِ تَعَالَى: ﴿قَدْ سَمِعَ اللَّهُ قَوْلَ الَّتِي تُجَادِلُكَ فِي زَوْجِهَا﴾ إِلَى قَوْلِهِ: ﴿فَمَن لَّمْ يَسْتَطِعْ فَإِطْعَامُ سِتِّينَ مِسْكِينًا﴾ [المجادلة: ١-٤]

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”اللہ تعالیٰ نے اس عورت کی بات کو سن لیا جو آپ سے اپنے شوہر کے متعلق بحث کرتی تھی...... پھر جو شخص ہمت نہ رکھتا ہو تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا دینا ہے۔“

وَقَالَ لِي إِسْمَاعِيلُ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ: أَنَّهُ سَأَلَ ابْنَ شِهَابٍ عَنْ ظِهَارِ الْعَبْدِ، فَقَالَ: نَحْوُ ظِهَارِ الْحُرِّ. قَالَ مَالِكٌ: وَصِيَامُ الْعَبْدِ شَهْرَانِ.

امام مالک نے ابن شہاب زہری سے غلام کے ظہار کے متعلق مسئلہ پوچھا تو انھوں نے بتایا کہ اس کا ظہار بھی آزاد کے ظہار کی طرح ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ نے بیان کیا کہ غلام بھی کفارے کے طور پر دو ماہ کے روزے رکھے گا۔

وَقَالَ الْحَسَنُ بْنُ الْحُرِّ: ظِهَارُ الْحُرِّ وَالْعَبْدِ مِنَ الْحُرَّةِ وَالْأَمَةِ سَوَاءٌ.

حسن بن حر نے کہا کہ آزاد یا غلام کا ظہار آزاد عورت یا لونڈی سے یکساں حیثیت رکھتا ہے۔

وَقَالَ عِكْرِمَةُ: إِنْ ظَاهَرَ مِنْ أَمَتِهِ فَلَيْسَ بِشَيْءٍ، إِنَّمَا الظِّهَارُ مِنَ النِّسَاءِ. وَفِي الْعَرَبِيَّةِ: ﴿لِمَا قَالُوا﴾ أَيْ: فِيمَا قَالُوا وَفِي نَقْضِ مَا قَالُوا، وَهٰذَا أَوْلَى، لِأَنَّ اللهَ لَمْ يَدُلَّ عَلَى الْمُنْكَرِ وَقَوْلِ الزُّورِ.

حضرت عکرمہ نے کہا: اگر کوئی شخص اپنی لونڈی سے ظہار کرے تو اس کی کوئی حیثیت نہیں کیونکہ ظہار تو اپنی بیوی سے ہوتا ہے۔ عربی لغت میں ﴿لِمَا قَالُوا﴾ کے معنی فِيمَا قَالُوا ہیں، یعنی جو کچھ کہا تھا اسے ختم کرنے میں رجوع کیا۔ اور بعض نے اس کے معنی ”مَاقَالُوا“ کیے ہیں، یعنی عود کے معنی لفظ ظہار کا تکرار ہے لیکن پہلے معنی بہتر ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ قول منکر اور قول زور کی رہنمائی نہیں کرتا۔

وضاحت: شوہر کا اپنی بیوی کو اپنی کسی محرم عورت کے کسی ایسے عضو سے تشبیہ دینا جسے دیکھنا اس کے لیے حرام ہو ظہار کہلاتا ہے۔ اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے ظہار کرے تو اس وقت اس سے زوجیت کا تعلق رکھنا حرام ہو جاتا ہے یہاں تک کہ وہ اس کا کفارہ ادا کرے۔ اس کا کفارہ یہ ہے کہ ایک غلام آزاد کرے۔ اگر اس کی ہمت نہیں تو دو ماہ کے مسلسل روزے رکھے۔ اگر اس کی بھی طاقت نہیں تو ساٹھ (60) مساکین کو کھانا کھلائے۔ ہمارے رجحان کے مطابق بیوی کو ماں سے تشبیہ دینا ظہار کہلاتا ہے دیگر محرمات کو اس پر قیاس نہیں کیا جا سکتا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں صرف ''امہات'' کا ذکر کیا ہے۔ اس کی دو قسمیں ہیں: ○ صریح: اس طرح کہا جائے: أَنْتِ عَلَيَّ كَظَهْرِ أُمِّي ''تو میرے لیے میری ماں کی پشت کی طرح ہے۔'' ان الفاظ کے استعمال سے بالاتفاق ظہار ہو جاتا ہے۔ ○ کنایہ: اپنی بیوی سے یوں کہے: أَنْتِ عَلَيَّ مِثْلَ أُمِّي ''تو میرے لیے میری ماں کی طرح ہے۔'' اس میں دونوں احتمال ہیں: معزز ہونے کا بھی اور حرام ہونے کا بھی، اس کا حکم نیت سے ملحق ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے آیت کریمہ کے ذکر سے حدیث مرفوع کی طرف اشارہ کیا ہے جو اس کا سبب نزول ہے۔ آپ نے صحیح البخاری میں ایک مقام پر تعلیقاً اس حدیث کا مختصر ذکر کیا ہے۔[1] جس خاتون سے ظہار ہوا وہ خولہ بنت ثعلبہ رضی اللہ عنہا ہیں اور اسلام میں یہ پہلا ظہار تھا۔[2] واضح رہے کہ غلام اور آزاد کے ظہار میں کوئی فرق نہیں کیونکہ شریعت نے ان میں کوئی فرق نہیں کیا ہے، اسی طرح ان کا کفارہ بھی ایک جیسا ہوگا۔ واللہ أعلم.

(٢٤) بَابُ الْإِشَارَةِ فِي الطَّلَاقِ وَالْأُمُورِ

باب: 24- طلاق اور دیگر امور میں اشارہ کرنا

وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «لَا يُعَذِّبُ اللهُ بِدَمْعِ الْعَيْنِ وَلٰكِنْ يُعَذِّبُ بِهٰذَا»، وَأَشَارَ إِلَى لِسَانِهِ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ آنکھ سے آنسو بہانے پر عذاب نہیں دیتا لیکن اس وجہ سے دیتا ہے'' اور آپ نے اپنی زبان مبارک کی طرف اشارہ کیا۔

وَقَالَ كَعْبُ بْنُ مَالِكٍ: أَشَارَ النَّبِيُّ ﷺ إِلَيَّ أَنْ خُذِ النِّصْفَ.

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے میری طرف اشارہ کیا کہ نصف قرض لے لو۔

وَقَالَتْ أَسْمَاءُ: صَلَّى النَّبِيُّ ﷺ فِي الْكُسُوفِ، فَقُلْتُ لِعَائِشَةَ: مَا شَأْنُ النَّاسِ؟ فَأَوْمَأَتْ بِرَأْسِهَا إِلَى الشَّمْسِ، فَقُلْتُ: آيَةٌ؟ فَأَوْمَأَتْ بِرَأْسِهَا وَهِيَ تُصَلِّي أَيْ نَعَمْ.

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ نبی ﷺ نے نماز گرہن پڑھی تو میں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا: لوگ کیا کر رہے ہیں؟ وہ اس وقت نماز پڑھ رہی تھیں تو انھوں نے اپنے سر سے سورج کی طرف اشارہ کیا۔ میں نے کہا: کیا یہ نشانی ہے؟ انھوں نے اپنے سر کے اشارے سے بتایا کہ ہاں۔

---

[1] صحیح البخاري، التوحید، باب: 9. [2] فتح الباري: 535/9.

وَقَالَ أَنَسٌ: أَوْمَأَ النَّبِيُّ ﷺ بِيَدِهِ إِلَى أَبِي بَكْرٍ أَنْ يَتَقَدَّمَ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ نبی ﷺ نے اپنے دست مبارک سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کیا کہ وہ جماعت کے لیے آگے بڑھیں۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: أَوْمَأَ النَّبِيُّ ﷺ بِيَدِهِ لَا حَرَجَ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا کہ کوئی حرج نہیں۔

وَقَالَ أَبُو قَتَادَةَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ فِي الصَّيْدِ لِلْمُحْرِمِ: «أَحَدٌ مِنْكُمْ أَمَرَهُ أَنْ يَحْمِلَ عَلَيْهَا، أَوْ أَشَارَ إِلَيْهَا؟» قَالُوا: لَا، قَالَ: «فَكُلُوا».

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی ﷺ نے محرم کے لیے شکار کے متعلق فرمایا: ''تم میں سے کسی نے شکاری کو شکار مارنے کے لیے کہا تھا یا اس کی طرف اشارہ کیا تھا؟'' صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا: نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''پھر اس کا گوشت کھاؤ۔''

وضاحت: امام بخاری رحمہ اللہ نے اس عنوان اور پیش کردہ آثار وتعلیقات سے اشارے کی اہمیت کو واضح کیا ہے کہ اس سے طلاق وغیرہ ہو جاتی ہے، زبان سے ادائیگی ضروری نہیں۔ اس موقف کی تائید رسول اللہ ﷺ کے ایک فرمان سے ہوتی ہے، جب آپ نے ایک لونڈی سے پوچھا: ''اللہ کہاں ہے؟'' تو اس نے آسمان کی طرف اشارہ کیا۔ آپ نے فرمایا: ''اسے آزاد کر دو یہ مومنہ ہے۔''[1] رسول اللہ ﷺ نے ایمان جو دین کی بنیاد ہے اس کے متعلق اشارے پر حکم فرمایا اور اس کا اعتبار کیا تو دیگر امور میں بطریق اولیٰ جائز ہے۔ اسی طرح اگر کسی نے اشارے سے طلاق دی تو اس کا بھی اعتبار کیا جائے گا۔ پیش کردہ معلق روایات سے امام بخاری رحمہ اللہ یہی ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ شریعت میں تمام امور کے لیے اشارے کا اعتبار کیا جاتا ہے تو طلاق میں بھی اس کا اعتبار کیا جائے گا۔ ہمارے رجحان کے مطابق یہ عنوان اور پیش کردہ معلق اور مرفوع روایات آئندہ عنوان ''لعان'' کے لیے بطور تمہید ہے جس میں گونگے کے لعان اور اس کی طلاق کے متعلق بحث کی گئی ہے۔ واللہ المستعان.

٥٢٩٣ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عَمْرٍو: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ عَنْ خَالِدٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: طَافَ رَسُولُ اللهِ ﷺ عَلَى بَعِيرِهِ، وَكَانَ كُلَّمَا أَتَى عَلَى الرُّكْنِ أَشَارَ إِلَيْهِ وَكَبَّرَ. [راجع: ١٦٠٧]

[5293] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے اونٹ پر سوار ہو کر بیت اللہ کا طواف کیا اور جب بھی آپ رکن (حجر اسود) کے پاس تشریف لاتے تو اس کی طرف اشارہ کرتے اور اللہ اکبر کہتے۔

وَقَالَتْ زَيْنَبُ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «فُتِحَ مِنْ

ام المومنین حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے کہا کہ نبی ﷺ نے

[1] صحیح مسلم، المساجد، حدیث: 1199 (537).

رَدْمِ يَأْجُوجَ وَمَأْجُوجَ مِثْلُ هٰذِهِ وَهٰذِهِ»، وَعَقَدَ تِسْعِينَ. [راجع: ٣٣٤٦]

٥٢٩٤ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ: حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ: حَدَّثَنَا سَلَمَةُ بْنُ عَلْقَمَةَ عَنْ مُحَمَّدِ ابْنِ سِيرِينَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ أَبُو الْقَاسِمِ ﷺ: «فِي الْجُمُعَةِ سَاعَةٌ لَا يُوَافِقُهَا عَبْدٌ مُسْلِمٌ قَائِمٌ يُصَلِّي، يَسْأَلُ اللهَ خَيْرًا إِلَّا أَعْطَاهُ»، وَقَالَ بِيَدِهِ وَوَضَعَ أُنْمُلَتَهُ عَلَى بَطْنِ الْوُسْطَى وَالْخِنْصَرِ، قُلْنَا: يُزَهِّدُهَا. [راجع: ٩٣٥]

٥٢٩٥ - قَالَ: وَقَالَ الْأُوَيْسِيُّ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ شُعْبَةَ بْنِ الْحَجَّاجِ، عَنْ هِشَامِ بْنِ زَيْدٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: عَدَا يَهُودِيٌّ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللهِ ﷺ عَلَى جَارِيَةٍ فَأَخَذَ أَوْضَاحًا كَانَتْ عَلَيْهَا، وَرَضَخَ رَأْسَهَا، فَأَتَى بِهَا أَهْلُهَا رَسُولَ اللهِ ﷺ وَهِيَ فِي آخِرِ رَمَقٍ وَقَدْ أُصْمِتَتْ، فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ قَتَلَكِ؟ فُلَانٌ؟» لِغَيْرِ الَّذِي قَتَلَهَا، فَأَشَارَتْ بِرَأْسِهَا أَنْ لَا، قَالَ: فَقَالَ لِرَجُلٍ آخَرَ غَيْرِ الَّذِي قَتَلَهَا فَأَشَارَتْ أَنْ لَا، فَقَالَ: «فَفُلَانٌ؟» لِقَاتِلِهَا، فَأَشَارَتْ أَنْ نَعَمْ، فَأَمَرَ بِهِ رَسُولُ اللهِ ﷺ فَرُضِخَ رَأْسُهُ بَيْنَ حَجَرَيْنِ. [راجع: ٢٤١٣]

فرمایا: ''یاجوج ماجوج کا سوراخ اس کی مثل کھل جائے گا'' اور آپ نے نوے (90) کے عدد کی گرہ لگائی۔

[5294] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ حضرت ابو القاسم ﷺ نے فرمایا: ''جمعہ کے دن ایک گھڑی ہے جس مسلمان کو اتفاق ہو کہ اس میں کھڑے ہو کر نماز پڑھے تو اللہ تعالیٰ اسے ہر وہ بھلائی دے گا جس کا اللہ تعالیٰ سے سوال کرے گا۔'' آپ نے اشارہ کرتے ہوئے اپنے پور درمیانی اور چھوٹی انگلی پر رکھ دیے۔ ہم سمجھ گئے کہ آپ گھڑی کی قلت کو بیان کر رہے ہیں۔

[5295] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ ایک یہودی نے رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں ایک لڑکی پر اس طرح زیادتی کی کہ اس کے زیورات اتار لیے، پھر اس کا سر پتھر سے کچل دیا۔ لڑکی کے گھر والے اسے بایں حالت رسول اللہ ﷺ کے پاس لائے کہ وہ زندگی کے آخری سانس لے رہی تھی اور وہ بول نہیں سکتی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے اس سے پوچھا: ''تجھے کس نے قتل کیا ہے؟ کیا فلاں شخص نے قتل کیا ہے؟'' آپ نے اصل قاتل کے علاوہ کسی دوسرے کا نام لیا تو اس نے سر سے اشارہ کیا: ''نہیں۔'' پھر آپ نے کسی دوسرے شخص کا نام لیا وہ بھی اصل قاتل کے علاوہ تھا تو اس نے پھر ''نہیں'' سے اشارہ کیا۔ پھر آپ نے اس کے قاتل کا نام لے کر پوچھا: ''فلاں نے؟'' تو اس نے اشارہ کیا: ''ہاں'' (اس نے قتل کیا ہے۔) اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے اس قاتل کے متعلق حکم دیا تو اس کا سر بھی دو پتھروں کے درمیان رکھ کر کچل دیا گیا۔

٥٢٩٦ - حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ: «الْفِتْنَةُ مِنْ هَاهُنَا»، وَأَشَارَ إِلَى الْمَشْرِقِ. [راجع: ٣١٠٤]

[5296] حضرت ابن عباس ؓ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: میں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ''فتنہ ادھر سے آئے گا'' اور آپ نے مشرق کی طرف اشارہ کیا۔

٥٢٩٧ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ: حَدَّثَنَا جَرِيرُ ابْنُ عَبْدِ الْحَمِيدِ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ الشَّيْبَانِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي أَوْفَى قَالَ: كُنَّا فِي سَفَرٍ مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ فَلَمَّا غَرَبَتِ الشَّمْسُ قَالَ لِرَجُلٍ: «انْزِلْ فَاجْدَحْ لِي»، قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، لَوْ أَمْسَيْتَ، ثُمَّ قَالَ: «انْزِلْ فَاجْدَحْ»، قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، لَوْ أَمْسَيْتَ إِنَّ عَلَيْكَ نَهَارًا، ثُمَّ قَالَ: «انْزِلْ فَاجْدَحْ»، فَنَزَلَ فَجَدَحَ لَهُ فِي الثَّالِثَةِ، فَشَرِبَ رَسُولُ اللهِ ﷺ ثُمَّ أَوْمَأَ بِيَدِهِ إِلَى الْمَشْرِقِ فَقَالَ: «إِذَا رَأَيْتُمُ اللَّيْلَ قَدْ أَقْبَلَ مِنْ هَاهُنَا فَقَدْ أَفْطَرَ الصَّائِمُ». [راجع: ١٩٤١]

[5297] حضرت عبداللہ بن ابی اوفی ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ ہم ایک سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تھے۔ جب سورج غروب ہوا تو آپ نے ایک شخص سے فرمایا: ''اترو اور میرے لیے ستو تیار کرو۔'' اس نے عرض کی: اللہ کے رسول! اگر آپ تھوڑی سی دیر کر لیں تو بہتر ہے۔ آپ نے فرمایا: ''اترو اور میرے لیے ستو تیار کرو۔'' اس نے عرض کی: اللہ کے رسول! اگر آپ تھوڑی سی مزید دیر کر لیں تو اچھا ہے کیونکہ ابھی دن کھڑا معلوم ہوتا ہے۔ آپ نے تیسری مرتبہ کہا: ''اترو اور میرے لیے ستو تیار کرو'' چنانچہ وہ اترا اور تیسری مرتبہ کہنے سے اس نے ستو تیار کر دیے۔ رسول اللہ ﷺ نے انھیں نوش جاں کیا پھر اپنے دست مبارک سے مشرق کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: ''جب تم دیکھو کہ رات ادھر سے آرہی ہے تو روزہ رکھنے والا اپنا روزہ افطار کر دے۔''

٥٢٩٨ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ عَنْ سُلَيْمَانَ، عَنْ أَبِي عُثْمَانَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «لَا يَمْنَعَنَّ أَحَدًا مِنْكُمْ نِدَاءُ بِلَالٍ - أَوْ قَالَ: أَذَانُهُ - مِنْ سَحُورِهِ، فَإِنَّمَا يُنَادِي - أَوْ قَالَ: يُؤَذِّنُ - لِيَرْجِعَ قَائِمُكُمْ وَلَيْسَ أَنْ يَقُولَ» - كَأَنَّهُ يَعْنِي - الصُّبْحَ أَوِ الْفَجْرَ. وَأَظْهَرَ يَزِيدُ يَدَيْهِ ثُمَّ مَدَّ إِحْدَاهُمَا مِنَ

[5298] حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے کسی کو بلال کی اذان سحری کھانے سے نہ روکے۔ وہ تو اس لیے اذان دیتا ہے تاکہ تم میں سے تہجد پڑھنے والا اپنے گھر لوٹ آئے، اس لیے نہیں کہ فجر یا صبح ہو چکی ہے۔'' یزید بن زریع راوی نے اپنے دونوں ہاتھ بلند کیے، پھر ایک کو دوسرے پر دراز کر دیا۔

الْأُخْرَى. [راجع: ٦٢١]

٥٢٩٩ - وَقَالَ اللَّيْثُ: حَدَّثَنِي جَعْفَرُ بْنُ رَبِيعَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ هُرْمُزَ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَثَلُ الْبَخِيلِ وَالْمُنْفِقِ كَمَثَلِ رَجُلَيْنِ عَلَيْهِمَا جُبَّتَانِ مِنْ حَدِيدٍ مِنْ لَدُنْ ثَدْيَيْهِمَا إِلَى تَرَاقِيهِمَا، فَأَمَّا الْمُنْفِقُ فَلَا يُنْفِقُ شَيْئًا إِلَّا مَادَّتْ عَلَى جِلْدِهِ حَتَّى تُجِنَّ بَنَانَهُ وَتَعْفُوَ أَثَرَهُ، وَأَمَّا الْبَخِيلُ فَلَا يُرِيدُ يُنْفِقُ إِلَّا لَزِمَتْ كُلُّ حَلْقَةٍ مَوْضِعَهَا فَهُوَ يُوَسِّعُهَا وَلَا تَتَّسِعُ»، وَيُشِيرُ بِإِصْبَعِهِ إِلَى حَلْقِهِ. [راجع: ١٤٤٣]

[5299] حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”بخیل اور مال خرچ کرنے والے کی مثال ان دو آدمیوں کی طرح ہے جنھوں نے چھاتی سے گردن تک لوہے کا لباس پہن رکھا ہے۔ سخی جب بھی کوئی چیز خرچ کرتا ہے تو اس کی زرہ جلد پر ڈھیلی ہو جاتی ہے حتی کہ پاؤں کی انگلیوں تک پہنچ جاتی ہے بلکہ اس کے چلنے کے نشانات کو مٹا دیتی ہے لیکن بخیل جب بھی خرچ کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو اس کی زرہ کا ہر حلقہ اپنی جگہ پر چپک جاتا ہے۔ وہ اسے کشادہ کرنے کی کوشش کرتا ہے لیکن وہ کھلتا نہیں ہے۔“ (اس وقت) آپ ﷺ اپنی انگلی سے اپنے حلق کی طرف اشارہ فرما رہے تھے۔

فوائد ومسائل: ① ان تمام احادیث میں رسول اللہ ﷺ کے مخصوص اوقات میں مخصوص اشارات کا ذکر ہے، چنانچہ پہلی حدیث میں آپ نے اپنی انگلیوں سے نوے (90) کی گرہ لگائی جو اشارے ہی کی ایک قسم ہے۔ دوسری حدیث میں جمعہ کی مبارک گھڑی کی قلت کو اشارے سے بیان کیا۔ تیسری حدیث میں قصاص کے لیے سر کے اشارے کو قابل اعتبار سمجھا اور یہودی کو کیفر کردار تک پہنچایا۔ جب آپ نے قصاص کو اشارے سے ثابت کیا ہے تو طلاق میں تو بطریق اولیٰ اس کا اعتبار کیا جائے گا۔ ② بہر حال امام بخاری ؒ نے ان احادیث سے ثابت کیا ہے کہ بعض اوقات اشارہ، بولنے کے قائم مقام ہوتا ہے اور اس سے احکام بلکہ قصاص جیسا حکم ثابت ہوتا ہے۔ ان میں کچھ اشارے ایسے بھی ہیں جن کی وضاحت زبان سے کی جا سکتی تھی لیکن آپ نے ان کی وضاحت اشارے سے کی ہے تو اس کا واضح مطلب ہے کہ جو انسان بول نہ سکتا ہو تو اس کے اشارے پر عمل ہوگا اور اسے معتبر خیال کیا جائے گا۔ ③ اگرچہ ان احادیث میں کوئی حدیث بھی عنوان کی خبر اول، یعنی اشارے سے طلاق پر دلالت نہیں کرتی لیکن امام بخاری ؒ نے اشارے سے ثابت شدہ امور پر طلاق کو قیاس کیا ہے۔ ان امور میں سے ایک قصاص بھی ہے جو قدر و منزلت اور اہمیت میں طلاق سے کہیں بڑھ کر ہے۔ واللہ أعلم.

(٢٥) بَابُ اللِّعَانِ

باب: 25- لعان کا بیان

وَقَوْلِ اللهِ تَعَالَى: ﴿وَٱلَّذِينَ يَرْمُونَ أَزْوَٰجَهُمْ﴾ إِلَى قَوْلِهِ: ﴿إِن كَانَ مِنَ ٱلصَّـٰدِقِينَ﴾ [النور: ٦]

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”اور جو لوگ اپنی بیویوں پر تہمت لگائیں...... اگر وہ (مرد) سچوں میں سے ہو۔“

فَإِذَا قَذَفَ الْأَخْرَسُ امْرَأَتَهُ بِكِتَابَةٍ أَوْ إِشَارَةٍ أَوْ بِإِيمَاءٍ مَعْرُوفٍ، فَهُوَ كَالْمُتَكَلِّمِ، لِأَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَدْ أَجَازَ الْإِشَارَةَ فِي الْفَرَائِضِ، وَهُوَ قَوْلُ بَعْضِ أَهْلِ الْحِجَازِ وَأَهْلِ الْعِلْمِ.

جب گونگا اپنی بیوی پر لکھ کر یا اشارے سے یا مخصوص اشارے سے تہمت لگائے تو اس کی حیثیت بولنے والے کی سی ہے کیونکہ نبی ﷺ نے فرائض میں اشارہ جائز رکھا ہے۔ کچھ اہل حجاز اور اہل علم کا یہی موقف ہے۔

وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى: ﴿فَأَشَارَتْ إِلَيْهِ قَالُوا كَيْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا﴾ [مريم: ٢٩]

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”مریم نے عیسیٰ علیہ السلام کی طرف اشارہ کیا تو لوگ کہنے لگے: ہم اس سے کیسے گفتگو کریں جو ابھی گہوارے میں بچہ ہے۔“

وَقَالَ الضَّحَّاكُ: ﴿إِلَّا رَمْزًا﴾ [آل عمران: ٤١]: إِشَارَةً.

نیز امام ضحاک نے ﴿إِلَّا رَمْزًا﴾ کی تفسیر اشارے سے کی ہے۔

وَقَالَ بَعْضُ النَّاسِ: لَا حَدَّ وَلَا لِعَانَ، ثُمَّ زَعَمَ إِنْ طَلَّقَ بِكِتَابٍ أَوْ إِشَارَةٍ أَوْ إِيمَاءٍ جَازَ، وَلَيْسَ بَيْنَ الطَّلَاقِ وَالْقَذْفِ فَرْقٌ، فَإِنْ قَالَ: الْقَذْفُ لَا يَكُونُ إِلَّا بِكَلَامٍ، قِيلَ لَهُ: كَذَلِكَ الطَّلَاقُ لَا يَكُونُ إِلَّا بِكَلَامٍ، وَإِلَّا بَطَلَ الطَّلَاقُ وَالْقَذْفُ، وَكَذَلِكَ الْعِتْقُ، وَكَذَلِكَ الْأَصَمُّ يُلَاعِنُ.

بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ اشارے سے نہ تو حد قائم ہوسکتی ہے اور نہ لعان ہی ہوسکتا ہے جبکہ وہ مانتے ہیں کہ طلاق، کتابت، اشارے اور ایما سے ہوسکتی ہے، حالانکہ طلاق اور تہمت میں کوئی فرق نہیں۔ اگر وہ کہیں کہ تہمت تو صرف گفتگو ہی سے تسلیم کی جائے گی تو ان سے کہا جائے گا کہ پھر یہی صورت طلاق میں ہونی چاہیے، اسے بھی کلام ہی کے ذریعے سے تسلیم کیا جائے، بصورت دیگر طلاق اور تہمت (اگر اشارے سے ہو تو) دونوں کو باطل ماننا چاہیے اور غلام کی آزادی کا بھی یہی حشر ہوگا۔ اسی طرح بہرا آدمی بھی لعان کرسکتا ہے۔

وَقَالَ الشَّعْبِيُّ وَقَتَادَةُ: إِذَا قَالَ: أَنْتِ طَالِقٌ، فَأَشَارَ بِأَصَابِعِهِ، تَبِينُ مِنْهُ بِإِشَارَتِهِ.

امام شعبی اور قتادہ نے کہا: جب کسی شخص نے اپنی بیوی سے کہا: ”تجھے طلاق ہے“ پھر اپنی انگلیوں سے اشارہ کیا تو وہ بائن ہوجائے گی۔

وَقَالَ إِبْرَاهِيمُ: الْأَخْرَسُ إِذَا كَتَبَ الطَّلَاقَ بِيَدِهِ لَزِمَهُ.

ابراہیم نخعی نے کہا: گونگا جب اپنے ہاتھ سے طلاق لکھے تو وہ مؤثر ہوجاتی ہے۔

وَقَالَ حَمَّادٌ: الْأَخْرَسُ وَالْأَصَمُّ إِنْ قَالَ بِرَأْسِهِ جَازَ.

حضرت حماد نے کہا: اگر گونگا اور بہرا اپنے سر سے اشارہ کریں تو جائز ہے۔

وضاحت: لعان، باب مفاعلہ کا مصدر ''لعن'' سے مشتق ہے۔ اس کے معنی بیوی، شوہر کا رحمت الٰہی سے دور ہونا ہیں۔ جب شوہر اپنی بیوی پر زنا کی تہمت لگائے اور اس کے پاس کوئی گواہ نہ ہو تو ایک مخصوص طریقے سے لعان کیا جاتا ہے جو سورۂ نور آیت: 6 تا 9 میں موجود ہے۔ اس عمل کو لعان اس لیے کہتے ہیں کہ اس میں پانچویں مرتبہ جھوٹے پر لعنت کی جاتی ہے۔ لعان کے نتیجے میں میاں بیوی دونوں کے درمیان ہمیشہ کے لیے جدائی ہو جاتی ہے اور بچے کو اس کی ماں کے ساتھ ملا دیا جاتا ہے۔ وہ اپنی ماں کا وارث ہوگا اور وہ اس کی وارث ہوگی۔ اگر اس کے بعد کوئی شخص بچے کی وجہ سے اس عورت پر تہمت لگائے تو اسے اسی (80) کوڑے لگائے جائیں گے۔ اگر شوہر بیوی پر تہمت کے بعد گواہ نہیں لاتا تو اس پر حد قذف واجب ہے لیکن اگر لعان کر لیتا ہے تو حد ختم ساقط ہو جائے گی۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس عنوان کے تحت لعان کے متعلق صرف ایک مسئلہ واضح کیا ہے کہ اگر گونگا آدمی اشارے سے اپنی بیوی پر تہمت لگاتا ہے اور اشارے سے اس کا مقصد اچھی طرح ظاہر ہوتا ہے تو اس صورت میں گونگا بھی لعان کر سکے گا جبکہ کچھ اہل علم کو اس موقف سے اختلاف ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ حدود کے متعلق گونگے کا اشارہ معتبر نہیں ہوگا، یعنی اگر گونگا انسان کسی اجنبی عورت پر اشارے کے ساتھ زنا کی تہمت لگائے اور زنا ثابت نہ کر سکے تو ان حضرات کے نزدیک گونگے پر حد قذف جاری نہیں ہوگی۔ اسی طرح اگر گونگا اپنی بیوی پر زنا کا الزام لگائے اور اس کے پاس اپنی ذات کے علاوہ کوئی گواہ نہ ہو تو میاں بیوی کے درمیان لعان نہیں ہوگا جبکہ امام بخاری رحمہ اللہ اور دیگر اہل علم کا موقف ہے کہ گونگے کا اشارہ معتبر ہے اور اس پر حد قذف اور لعان جاری ہوگا۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس سلسلے میں تین قسم کے دلائل دیے ہیں: ○ قرآنی آیت: یہ آیت مطلق ہے جو تلفظ اور واضح اشارہ دونوں کو شامل ہے۔ معلوم ہوا کہ بیوی پر تہمت مطلق طور پر موجب لعان ہے، خواہ انسان زبان سے لگائے یا اشارے سے اس کا اظہار کرے۔ ○ فرائض پر قیاس: شرعی فرائض میں اشارہ بالاتفاق قابل اعتبار ہے، مثلاً: عاجز آدمی اشارے سے نماز ادا کر سکتا ہے تو اس پر قیاس کرتے ہوئے گونگے کا اشارہ بھی معتبر ہوگا۔ ○ قصۂ مریم اور قصۂ زکریا علیہ السلام میں اگر اشارہ لوگوں کے لیے معتبر ہو سکتا ہے تو گونگے کا اشارہ تہمت کے متعلق کیوں معتبر نہیں ہو سکتا۔ اس موقف سے فقہائے کوفہ نے اختلاف کیا ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے ان پر خود ان کے تضاد ذکر کیے ہیں: ○ اہل کوفہ طلاق اور عتق (غلام کی آزادی) میں گونگے کا اشارہ معتبر قرار دیتے ہیں لیکن قذف میں اس کا انکار کرتے ہیں، حالانکہ ان میں کوئی نمایاں فرق نہیں ہے۔ یہ واضح تضاد اور ناقض ہے۔ ○ ان حضرات کے نزدیک بہرے کا لعان معتبر ہے لیکن گونگے کا لعان معتبر نہیں جبکہ بنیادی طور پر ان میں کوئی فرق نہیں کیونکہ ایک قوت سماعت (سننے کی قوت) سے محروم ہے تو دوسرا قوتِ گویائی (بولنے کی قوت) سے محروم ہے۔ ○ یہ حضرات اپنے اساتذہ کے اقوال کی مخالفت کرتے ہیں کیونکہ امام حماد اور ابراہیم نخعی کے نزدیک اشارہ قابل اعتبار ہے۔ ان کی تفصیل ہم پہلے ذکر کر آئے ہیں۔ واللہ المستعان.

٥٣٠٠ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنْ يَحْيَى

[5300] حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے،

ابْنِ سَعِيدِ الْأَنْصَارِيِّ: أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِخَيْرِ دُورِ الْأَنْصَارِ؟» قَالُوا: بَلَى يَا رَسُولَ اللهِ، قَالَ: «بَنُو النَّجَّارِ، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ: بَنُو عَبْدِ الْأَشْهَلِ، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ: بَنُو الْحَارِثِ بْنِ الْخَزْرَجِ، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ بَنُو سَاعِدَةَ»، ثُمَّ قَالَ بِيَدِهِ، فَقَبَضَ أَصَابِعَهُ، ثُمَّ بَسَطَهُنَّ كَالرَّامِي بِيَدِهِ، ثُمَّ قَالَ: «وَفِي كُلِّ دُورِ الْأَنْصَارِ خَيْرٌ».

انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کیا میں تمھیں انصار کے بہترین گھرانوں کی خبر نہ دوں؟'' لوگوں نے کہا: اللہ کے رسول! ضرور بتائیں۔ آپ نے فرمایا: ''بہترین گھرانہ بنونجار کا ہے، پھر جو ان سے ملنے والے بنوعبدالاشہل ہیں۔ اس کے بعد وہ جو ان کے قریب ہیں، یعنی بنوحارث بن خزرج، اس کے بعد وہ ہیں جو ان کے قریب ہیں، یعنی بنوساعدہ کا درجہ ہے۔'' پھر آپ نے اپنے دست مبارک سے اشارہ کیا اور مٹھی بند کر کے اسے اس طرح کھولا جیسے کوئی اپنے ہاتھ سے کوئی چیز پھینکتا ہے، پھر فرمایا: ''انصار کے تمام گھرانے ہی بہتر ہیں اور خیر وبرکت سے معمور ہیں۔''

٥٣٠١ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ: قَالَ أَبُو حَازِمٍ: سَمِعْتُ مِنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ صَاحِبِ رَسُولِ اللهِ ﷺ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «بُعِثْتُ أَنَا وَالسَّاعَةُ كَهٰذِهِ مِنْ هٰذِهِ، أَوْ كَهَاتَيْنِ»، وَقَرَنَ بَيْنَ السَّبَّابَةِ وَالْوُسْطَى. [راجع: ٤٩٣٦]

[5301] رسول اللہ ﷺ کے صحابی حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں اور قیامت اس انگلی اور اس انگلی کی طرح ہیں۔'' یا فرمایا: ''ان دو انگلیوں کی طرح ہیں۔'' پھر آپ نے شہادت کی انگلی اور درمیانی انگلی کو ملا دیا۔

٥٣٠٢ - حَدَّثَنَا آدَمُ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ: حَدَّثَنَا جَبَلَةُ بْنُ سُحَيْمٍ: سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ يَقُولُ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «الشَّهْرُ هٰكَذَا وَهٰكَذَا وَهٰكَذَا»، يَعْنِي ثَلَاثِينَ، ثُمَّ قَالَ: «وَهٰكَذَا وَهٰكَذَا وَهٰكَذَا»، يَعْنِي تِسْعًا وَعِشْرِينَ. يَقُولُ: مَرَّةً ثَلَاثِينَ، وَمَرَّةً تِسْعًا وَعِشْرِينَ. [راجع: ١٩٠٨]

[5302] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے دونوں ہاتھوں کی انگلیوں سے اشارہ کر کے فرمایا: ''مہینہ اتنے، اتنے اور اتنے دنوں کا ہوتا ہے۔'' یعنی تیس دنوں کا۔ پھر فرمایا: ''اتنے، اتنے اور اتنے دنوں کا ہوتا ہے'' یعنی انتیس دنوں کا۔ ایک مرتبہ آپ نے تیس کی طرف اور دوسری مرتبہ انتیس کی طرف اشارہ کیا۔

٥٣٠٣ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ إِسْمَاعِيلَ، عَنْ قَيْسٍ، عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ: قَالَ: وَأَشَارَ النَّبِيُّ ﷺ بِيَدِهِ نَحْوَ

[5303] حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے یمن کی طرف اشارہ کر کے دو مرتبہ فرمایا: ''برکتیں ادھر ہیں، نیز سختی اور سنگ دلی ان کرخت

الْيَمَنِ: «اَلْإِيمَانُ هَاهُنَا - مَرَّتَيْنِ - أَلَا وَإِنَّ الْقَسْوَةَ وَغِلَظَ الْقُلُوبِ فِي الْفَدَّادِينَ حَيْثُ يَطْلُعُ قَرْنَا الشَّيْطَانِ: رَبِيعَةَ وَمُضَرَ». [راجع: ٣٣٠٢]

آواز والوں میں ہے، جہاں سے شیطان کے دونوں سینگ طلوع ہوتے ہیں، یعنی ربیعہ اور مضر میں۔"

٥٣٠٤ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ زُرَارَةَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِيهِ، عَنْ سَهْلٍ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «أَنَا وَكَافِلُ الْيَتِيمِ فِي الْجَنَّةِ هٰكَذَا»، وَأَشَارَ بِالسَّبَّابَةِ وَالْوُسْطَى وَفَرَّجَ بَيْنَهُمَا شَيْئًا. [انظر: ٦٠٠٥]

[5304] حضرت سہل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "میں اور یتیم کی پرورش کرنے والا جنت میں اس طرح ہوں گے۔" پھر آپ نے شہادت کی انگلی یا درمیانی انگلی سے اشارہ کیا اور ان دونوں کے درمیان تھوڑا سا فاصلہ رکھا۔

فوائد و مسائل: ① امام بخاری رحمہ اللہ نے عنوان میں اس امر کو بیان کیا تھا کہ گونگے آدمی کا اشارہ قابل اعتبار ہے، حد قذف اور لعان دونوں میں اس کا اشارہ مفید اور معتبر ہے۔ ان مختلف احادیث میں امام بخاری رحمہ اللہ نے ثابت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بعض مواقع پر اشارے سے کام لیا ہے جبکہ آپ اس امر کی وضاحت اپنے ارشاد گرامی میں بھی کر سکتے تھے۔ ② جب ایک قادر الکلام انسان کا اشارہ معتبر ہے تو وہ انسان جو قوت گویائی سے محروم ہے اس کا اشارہ کیوں معتبر نہیں ہوگا۔ اشارے کے سلسلے میں حدود اور دیگر احکام میں فرق کرنا بھی محض سینہ زوری ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ایک لڑکی کے اشارے سے یہودی پر حد جاری کر دی تھی۔[1] بہر حال اشارہ، لعان اور دیگر احکام میں قابل اعتبار ہے۔ واللہ أعلم.

(٢٦) بَابٌ: إِذَا عَرَّضَ بِنَفْيِ الْوَلَدِ

باب:26- جب کوئی اپنے بچے کے انکار کا اشارہ کرے

وضاحت: امام بخاری رحمہ اللہ نے عنوان میں لفظ تعریض استعمال کیا ہے، یعنی کسی ایسی چیز کو ذکر کرنا جس سے کوئی دوسری چیز مراد ہو جو ذکر نہیں کی گئی۔ اگر کوئی اپنے بچے کے متعلق صریح انکار کے بجائے تعریض سے کام لیتا ہے تو اس پر حد قذف یا لعان نہیں ہوگا۔ شریعت نے تعریض کے لیے وہ حکم نہیں لگایا جو تصریح کا ہوتا ہے، مثلاً: دوران عدت میں عورت سے نکاح کے لیے تعریض تو کی جا سکتی ہے لیکن واضح طور پر نکاح کا پیغام دینے کی اجازت نہیں ہے۔[2]

٥٣٠٥ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ قَزَعَةَ: حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّ رَجُلًا أَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ: يَا

[5305] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا: اللہ کے رسول! میرے ہاں ایک سیاہ فام بچہ پیدا ہوا ہے۔

1 صحيح البخاري، الخصومات، حديث: 2413. 2 فتح الباري: 547/9.

رَسُولَ اللهِ، وُلِدَ لِي غُلَامٌ أَسْوَدُ، فَقَالَ: «هَلْ لَكَ مِنْ إِبِلٍ؟»، قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: «مَا أَلْوَانُهَا؟» قَالَ: حُمْرٌ، قَالَ: «هَلْ فِيهَا مِنْ أَوْرَقَ؟»، قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: «فَأَنَّى ذٰلِكَ؟»، قَالَ: لَعَلَّ نَزَعَهُ عِرْقٌ، قَالَ: «فَلَعَلَّ ابْنَكَ هٰذَا نَزَعَهُ». [انظر: ٦٨٤٧، ٧٣١٤]

آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیا تیرے پاس اونٹ ہیں؟'' اس نے کہا: جی ہاں۔ آپ نے فرمایا: ''ان کے کیا کیا رنگ ہیں؟'' اس نے کہا: وہ سرخ ہیں۔ آپ نے فرمایا: ''کیا ان میں کوئی سیاہی مائل بھی ہے؟'' اس نے کہا: جی ہاں۔ آپ نے فرمایا: ''وہ سیاہی مائل اونٹ کیسے آ گیا؟'' اس نے کہا: شاید کسی رگ نے اس کو اپنی طرف کھینچ لیا ہو۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''شاید تیرے بیٹے کو کسی رگ نے کھینچ لیا ہوگا۔''

فوائد و مسائل: ① جو آدمی رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا تھا اس نے دوٹوک الفاظ میں نومولود کی نفی نہیں کی بلکہ نفی کا اشارہ کیا تھا کہ میرا رنگ سفید ہے اور میرے ہاں پیدا ہونے والا بچہ سیاہ فام ہے، اس کے متعلق آپ کا کیا حکم ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے ایک مثال دے کر اسے مطمئن کر دیا۔ ② اس سے معلوم ہوا کہ کسی شکل و صورت یا رنگ کے اختلاف پر یہ کہنا درست نہیں کہ یہ میرا بیٹا نہیں جب تک حرام کاری کا واضح ثبوت نہ ہو، مثلاً: نکاح کے بعد چھ ماہ سے کم مدت میں بچہ پیدا ہوا تو انکار کیا جا سکتا ہے۔ ③ امام بخاری رحمہ اللہ یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ اشارے اور کنائے سے حد قذف نہیں لگائی جا سکتی اور نہ یہ لعان کا باعث ہے جبکہ مالکی حضرات کے نزدیک اشارے اور کنائے سے حد قذف لگائی جا سکتی ہے۔[1]

(٢٧) بَابُ إِحْلَافِ الْمُلَاعِنِ

باب: 27- لعان کرنے والے سے قسم لینا

٥٣٠٦ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ: حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ رَجُلًا مِنَ الْأَنْصَارِ قَذَفَ امْرَأَتَهُ فَأَحْلَفَهُمَا النَّبِيُّ ﷺ ثُمَّ فَرَّقَ بَيْنَهُمَا. [راجع: ٤٧٤٨]

[5306] حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک انصاری آدمی نے اپنی بیوی پر تہمت لگائی تو نبی ﷺ نے دونوں (میاں بیوی) سے قسم لی، پھر دونوں میں تفریق کر دی۔

فوائد و مسائل: ① ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں ایک شخص نے اپنی بیوی پر تہمت لگائی اور اپنے نومولود کا انکار کر دیا تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد باری تعالیٰ کے مطابق لعان کرایا، پھر بچہ عورت کے حوالے کر کے ان کے درمیان علیحدگی کرا دی۔[2] ② شوہر کی طرف سے چار قسمیں، چار گواہوں کے قائم مقام ہیں تاکہ اس کے ذریعے سے اپنے آپ سے حد قذف (تہمت لگانے کی حد) کو دور کرے۔ شوہر کی طرف سے قسمیں اٹھانے کے بعد اگر عورت لعان نہ کرے تو اس پر حد واجب ہوگی۔ اگر اس نے لعان کیا اور قسم اٹھائی تو اس نے بھی خاوند کی طرح اپنے آپ کا دفاع کر لیا۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس

---

[1] فتح الباري: 549/9. [2] صحيح البخاري، التفسير، حديث: 4748.

عنوان اور پیش کردہ حدیث سے ایک مشہور اختلافی مسئلے کی طرف اشارہ کیا ہے کہ لعان قسم ہے یا شہادت! جمہور اہل علم اسے قسم کہتے ہیں جبکہ فقہائے اہل کوفہ کے نزدیک یہ شہادت ہے۔ اس اختلاف کا نتیجہ یہ ہے کہ قسم ہونے کی صورت میں ہر قسم کے میاں بیوی کے درمیان لعان ہو سکتا ہے، خواہ وہ مسلمان ہوں یا کافر، آزاد ہوں یا غلام اور شہادت کی صورت میں صرف ان میاں بیوی کے درمیان لعان ہوگا جو شہادت کے اہل ہیں۔ گواہی کے لیے ایمان اور آزادی بنیادی شرط ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے عنوان اور پیش کردہ حدیث سے رجحان ظاہر کیا ہے کہ وہ جمہور اہل علم کے ہم نوا ہیں۔ واللہ أعلم.

(٢٨) بَابٌ: يَبْدَأُ الرَّجُلُ بِالتَّلَاعُنِ

باب: 28- لعان کا آغاز مرد سے کیا جائے

٥٣٠٧ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ هِشَامِ بْنِ حَسَّانَ: حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: أَنَّ هِلَالَ بْنَ أُمَيَّةَ قَذَفَ امْرَأَتَهُ فَجَاءَ فَشَهِدَ وَالنَّبِيُّ ﷺ يَقُولُ: «إِنَّ اللهَ يَعْلَمُ أَنَّ أَحَدَكُمَا كَاذِبٌ، فَهَلْ مِنْكُمَا تَائِبٌ؟» ثُمَّ قَامَتْ فَشَهِدَتْ. [راجع: ٢٦٧١]

[5307] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی پر تہمت لگائی تو وہ (نبی ﷺ کی خدمت میں) حاضر ہوئے اور گواہی دی۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ''اللہ خوب جانتا ہے کہ تم دونوں میں سے ایک جھوٹا ہے۔ کیا تم میں سے کوئی تائب ہوتا ہے؟'' اس کے بعد وہ (اس کی بیوی) کھڑی ہوئی اور اس نے بھی گواہی دے ڈالی۔

فوائد و مسائل: ① ایک روایت میں ہے کہ عورت پانچویں قسم کے موقع پر ذرا ٹھہر گئی تو ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: ہم سمجھے کہ وہ اپنے قصور کا اعتراف کرے گی مگر وہ کہنے لگی: میں اپنی قوم کو ساری عمر کے لیے ذلیل اور رسوا نہیں کرنا چاہتی، چنانچہ اس نے پانچویں قسم اٹھا کر لعان مکمل کر دیا۔[1] ② امام بخاری رحمہ اللہ نے اس عنوان سے بھی ایک مشہور اختلاف کی طرف اشارہ کیا ہے کہ لعان کرتے وقت پہلے مرد کو آگے آنا چاہیے یا عورت بھی پہل کر سکتی ہے؟ ہمارے رجحان کے مطابق لعان کی ابتدا مرد سے ہونی چاہیے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسی طرح بیان کیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا طریق کار بھی یہی تھا کہ پہلے مرد لعان کرتا، پھر عورت سے قسمیں لی جاتیں جیسا کہ جمہور اہل علم کا موقف ہے لیکن اگر عورت سے لعان کا آغاز ہوا تو بھی لعان صحیح ہے اگرچہ خلاف سنت ہو گا۔ واللہ أعلم.

(٢٩) بَابُ اللِّعَانِ وَمَنْ طَلَّقَ بَعْدَ اللِّعَانِ

باب: 29- لعان اور لعان کے بعد طلاق دینے کا بیان

[1] صحيح البخاري، التفسير، حديث: 4747.

٥٣٠٨ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ: أَنَّ سَهْلَ بْنَ سَعْدٍ السَّاعِدِيَّ أَخْبَرَهُ أَنَّ عُوَيْمِرًا الْعَجْلَانِيَّ جَاءَ إِلَى عَاصِمِ ابْنِ عَدِيٍّ الْأَنْصَارِيِّ فَقَالَ لَهُ: يَا عَاصِمُ، أَرَأَيْتَ رَجُلًا وَجَدَ مَعَ امْرَأَتِهِ رَجُلًا، أَيَقْتُلُهُ فَتَقْتُلُونَهُ؟ أَمْ كَيْفَ يَفْعَلُ؟ سَلْ لِي يَا عَاصِمُ عَنْ ذٰلِكَ رَسُولَ اللهِ، فَسَأَلَ عَاصِمٌ رَسُولَ اللهِ ﷺ عَنْ ذٰلِكَ، فَكَرِهَ رَسُولُ اللهِ ﷺ الْمَسَائِلَ وَعَابَهَا حَتَّى كَبُرَ عَلَى عَاصِمٍ مَا سَمِعَ مِنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ، فَلَمَّا رَجَعَ عَاصِمٌ إِلَى أَهْلِهِ جَاءَهُ عُوَيْمِرٌ فَقَالَ: يَا عَاصِمُ، مَاذَا قَالَ لَكَ رَسُولُ اللهِ ﷺ؟ فَقَالَ عَاصِمٌ لِعُوَيْمِرٍ: لَمْ تَأْتِنِي بِخَيْرٍ، قَدْ كَرِهَ رَسُولُ اللهِ ﷺ الْمَسْأَلَةَ الَّتِي سَأَلْتُهُ عَنْهَا. فَقَالَ عُوَيْمِرٌ: وَاللهِ لَا أَنْتَهِي حَتَّى أَسْأَلَهُ عَنْهَا، فَأَقْبَلَ عُوَيْمِرٌ حَتَّى جَاءَ رَسُولَ اللهِ ﷺ وَسَطَ النَّاسِ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، أَرَأَيْتَ رَجُلًا وَجَدَ مَعَ امْرَأَتِهِ رَجُلًا، أَيَقْتُلُهُ فَتَقْتُلُونَهُ؟ أَمْ كَيْفَ يَفْعَلُ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «قَدْ أَنْزَلَ اللهُ فِيكَ وَفِي صَاحِبَتِكَ، فَاذْهَبْ فَأْتِ بِهَا». قَالَ سَهْلٌ: فَتَلَاعَنَا وَأَنَا مَعَ النَّاسِ عِنْدَ رَسُولِ اللهِ ﷺ، فَلَمَّا فَرَغَا مِنْ تَلَاعُنِهِمَا قَالَ عُوَيْمِرٌ: كَذَبْتُ عَلَيْهَا يَا رَسُولَ اللهِ إِنْ أَمْسَكْتُهَا، فَطَلَّقَهَا ثَلَاثًا قَبْلَ أَنْ يَأْمُرَهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ. قَالَ ابْنُ شِهَابٍ: فَكَانَتْ سُنَّةَ الْمُتَلَاعِنَيْنِ. [راجع: ٤٢٣]

[5308] حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عویمر عجلانی، حضرت عاصم بن عدی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور ان سے کہا: اے عاصم! مجھے اس آدمی کے متعلق بتاؤ جو اپنی بیوی کے ساتھ کسی غیر کو پائے تو کیا اسے قتل کرے؟ لیکن پھر آپ لوگ اسے بھی قتل کر دیں گے۔ آخر اسے کیا کرنا چاہیے؟ اے عاصم! میرے لیے یہ مسئلہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھ دو، چنانچہ عاصم رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے یہ مسئلہ پوچھا تو رسول اللہ ﷺ نے اس طرح کے سوالات کو ناپسند فرمایا اور اظہار ناگواری کیا حتی کہ عاصم رضی اللہ عنہ نے اس سلسلے میں جو کچھ رسول اللہ ﷺ سے سنا وہ ان پر بہت گراں گزرا۔ جب عاصم رضی اللہ عنہ اپنے گھر واپس آئے تو عویمر ان کے پاس آئے اور کہا: اے عاصم! تمھیں رسول اللہ ﷺ نے کیا جواب دیا؟ عاصم نے عویمر سے کہا: تم نے میرے ساتھ کوئی اچھا سلوک نہیں کیا۔ جو مسئلہ تم نے پوچھا رسول اللہ ﷺ نے اسے ناپسند فرمایا، سیدنا عویمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کی قسم! جب تک میں یہ مسئلہ آپ ﷺ سے پوچھ نہ لوں، میں اس سے باز نہیں آؤں گا، چنانچہ عویمر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے جبکہ آپ کے پاس دیگر صحابہ بھی موجود تھے۔ عویمر نے عرض کی: اللہ کے رسول! آپ کا اس آدمی کے متعلق کیا ارشاد ہے جو اپنی بیوی کے ساتھ کسی غیر مرد کو پائے کیا اس کو قتل کر دے؟ لیکن آپ لوگ اسے (قصاص میں) قتل کر دیں گے۔ آخر یہ شخص کیا کرے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تمھارے اور تمھاری بیوی کے متعلق ابھی اللہ تعالیٰ نے وحی نازل کی ہے، جاؤ اور اپنی بیوی کو لے آؤ۔'' حضرت سہل رضی اللہ عنہ نے کہا: پھر ان دونوں نے لعان کیا۔ میں بھی اس وقت دوسرے لوگوں کے ہمراہ رسول اللہ ﷺ کے پاس موجود تھا۔ جب دونوں لعان سے

فارغ ہوئے تو عویمر نے کہا: اللہ کے رسول! اگر اب بھی میں اسے اپنے پاس رکھتا ہوں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ میں نے اس پر جھوٹ بولا ہے، چنانچہ اس نے رسول اللہ ﷺ کے حکم سے پہلے ہی اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں۔ ابن شہاب نے کہا: یہ لعان کرنے والوں کا طریقہ ہے۔

فوائد ومسائل: ① اس مسئلے میں اہل علم کا اختلاف ہے کہ جب میاں بیوی لعان کر چکے ہوں تو صرف لعان سے دونوں میں علیحدگی واقع ہوگی یا لعان سے فراغت کے بعد حاکم وقت ان میں تفریق کرے یا پھر شوہر کی طلاق سے ان میں جدائی ہوگی۔ امام مالک اور شافعی ؒ کہتے ہیں کہ صرف لعان ان کے درمیان علیحدگی کا باعث ہے جبکہ امام ثوری اور امام ابوحنیفہ ؒ کہتے ہیں کہ میاں بیوی میں اس وقت تک جدائی نہیں ہوگی جب تک حاکم وقت فیصلہ نہ کرے۔ اس سلسلے میں عثمان البتی کا موقف ہے کہ جب تک شوہر جدا نہ کرے میاں بیوی میں علیحدگی نہیں ہوگی کیونکہ قرآن کریم میں علیحدگی کا کوئی ذکر نہیں اور ظاہر حدیث کے مطابق خاوند ہی نے اسے طلاق دے کر فارغ کیا ہے۔[1] اس آخری انتہا کے مقابلے میں دوسری انتہا یہ ہے کہ قذف ہی سے علیحدگی ہو جائے گی، خواہ لعان کرنے کی نوبت نہ آئے۔ ہمارے رجحان کے مطابق جب میاں بیوی دونوں لعان سے فارغ ہوں گے تو خود بخود علیحدگی ہو جائے گی، خواہ حاکم تفریق نہ بھی کرے کیونکہ لعان کے بعد وہ عورت ہمیشہ کے لیے اس شوہر پر حرام ہو چکی ہے، لہٰذا اگر وہ اکٹھے رہنا بھی چاہیں تو کسی صورت میں بھی اکٹھے نہیں رہ سکتے۔ ② حدیث میں اگرچہ شوہر کا طلاق دینا مذکور ہے لیکن اس سلسلے میں رسول اللہ ﷺ نے اسے کوئی حکم نہیں دیا جیسا کہ حدیث میں اس بات کی صراحت ہے، لیکن رسول اللہ ﷺ خاموش اس لیے رہے کہ اب علیحدگی تو ہو چکی ہے، خواہ طلاق دے یا نہ دے۔ یہ شخص جذبات میں آ کر اسے طلاق دے رہا تھا اور نفرت کے جذبات کا اظہار کر رہا تھا، اس لیے آپ خاموش رہے کہ ایسی عورت قابل نفرت ہی ہے۔ واللہ أعلم.

(٣٠) بَابُ التَّلَاعُنِ فِي الْمَسْجِدِ

باب: 30- مسجد میں لعان کرنا

٥٣٠٩ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ جَعْفَرٍ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ: أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي ابْنُ شِهَابٍ، عَنِ الْمُلَاعَنَةِ وَعَنِ السُّنَّةِ فِيهَا، عَنْ حَدِيثِ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ أَخِي بَنِي سَاعِدَةَ: أَنَّ رَجُلًا مِنَ الْأَنْصَارِ جَاءَ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، أَرَأَيْتَ رَجُلًا وَجَدَ مَعَ

[5309] حضرت سہل بن سعد ؓ جو بنو ساعدہ سے ہیں، ان سے روایت ہے کہ انصار کا ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور عرض کی: اللہ کے رسول! آپ اس آدمی کے متعلق کیا کہتے ہیں جو اپنی بیوی کے ساتھ کسی غیر مرد کو دیکھے، کیا وہ اسے قتل کر دے یا اسے کیا کرنا چاہیے؟ تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں وہ آیات نازل فرمائیں

[1] فتح الباري: 553/9.

امْرَأَتِهِ رَجُلًا، أَيَقْتُلُهُ أَمْ كَيْفَ يَفْعَلُ؟ فَأَنْزَلَ اللهُ فِي شَأْنِهِ مَا ذَكَرَ [فِي] الْقُرْآنِ مِنْ أَمْرِ الْمُتَلَاعِنَيْنِ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «قَدْ قَضَى اللهُ فِيكَ وَفِي امْرَأَتِكَ»، قَالَ: فَتَلَاعَنَا فِي الْمَسْجِدِ وَأَنَا شَاهِدٌ، فَلَمَّا فَرَغَا قَالَ: كَذَبْتُ عَلَيْهَا يَا رَسُولَ اللهِ إِنْ أَمْسَكْتُهَا، فَطَلَّقَهَا ثَلَاثًا قَبْلَ أَنْ يَأْمُرَهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ حِينَ فَرَغَا مِنَ التَّلَاعُنِ، فَفَارَقَهَا عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: كَانَ ذٰلِكَ تَفْرِيقًا بَيْنَ كُلِّ مُتَلَاعِنَيْنِ.

جن میں لعان کرنے والوں کے متعلق تفصیلات ہیں۔ نبی ﷺ نے (ان سے) فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے تمھارے اور تمھاری بیوی کے متعلق فیصلہ کر دیا ہے۔'' پھر میاں بیوی دونوں نے مسجد میں لعان کیا۔ میں اس وقت وہاں موجود تھا۔ جب دونوں لعان سے فارغ ہوئے تو انصاری صحابی نے عرض کی: اللہ کے رسول! اگر اب بھی میں اسے اپنے نکاح میں رکھوں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ میں نے اس پر جھوٹی تہمت لگائی تھی، چنانچہ لعان سے فراغت کے فوراً بعد رسول اللہ ﷺ کے حکم سے پہلے ہی اس نے تین طلاقیں دے دیں اور نبی ﷺ کی موجودگی ہی میں وہ دونوں ایک دوسرے سے الگ ہو گئے۔ راوی نے کہا: ہر لعان کرنے والے میاں بیوی کے درمیان علیحدگی کا یہی طریقہ مقرر ہوا۔

قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ: قَالَ ابْنُ شِهَابٍ: فَكَانَتِ السُّنَّةُ بَعْدَهُمَا أَنْ يُفَرَّقَ بَيْنَ الْمُتَلَاعِنَيْنِ، وَكَانَتْ حَامِلًا وَكَانَ ابْنُهَا يُدْعَى لِأُمِّهِ، قَالَ: ثُمَّ جَرَتِ السُّنَّةُ فِي مِيرَاثِهَا أَنَّهَا تَرِثُهُ وَيَرِثُ مِنْهَا مَا فَرَضَ اللهُ لَهُ.

ابن شہاب نے کہا: ان کے بعد یہی طریقہ متعین ہوا کہ لعان کرنے والے دونوں میاں بیوی کے درمیان تفریق کرا دی جائے۔ اور وہ حاملہ تھی اور اس کے بیٹے کو ماں کے نام سے بلایا جاتا تھا۔ پھر ایسی عورت کی وراثت کے متعلق بھی یہی طریقہ مقرر ہوا کہ بچہ اس کا وارث ہو گا اور وہ بچے کی وارث ہو گی، اس تفصیل کے مطابق جو اللہ تعالیٰ نے وراثت کے سلسلے میں مقرر کی ہے۔

قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ فِي هٰذَا الْحَدِيثِ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: «إِنْ جَاءَتْ بِهِ أَحْمَرَ قَصِيرًا كَأَنَّهُ وَحَرَةٌ فَلَا أُرَاهَا إِلَّا قَدْ صَدَقَتْ وَكَذَبَ عَلَيْهَا، وَإِنْ جَاءَتْ بِهِ أَسْوَدَ أَعْيَنَ ذَا أَلْيَتَيْنِ فَلَا أُرَاهُ إِلَّا قَدْ صَدَقَ عَلَيْهَا». فَجَاءَتْ بِهِ عَلَى الْمَكْرُوهِ مِنْ ذٰلِكَ. [راجع: ٤٢٣]

حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ اس کی مزید تفصیل بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''اگر یہ عورت اس حمل سے سرخ رنگ والا پست قد بچہ جنم دے، گویا وہ سام ابرص ہے تو میں سمجھوں گا کہ عورت سچی تھی اور اس کے شوہر نے اس پر جھوٹی تہمت لگائی ہے۔ اور اگر اس نے سیاہ فام، بڑی آنکھوں والا اور موٹے سرینوں والا بچہ جنا تو میں خیال کروں گا کہ شوہر نے اس کے متعلق صحیح کہا تھا۔'' چنانچہ

جب بچہ پیدا ہوا تو وہ بری شکل کا تھا، یعنی اس مرد کی صورت پر جس سے وہ بدنام ہوئی تھی۔

فوائد ومسائل: ① اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بڑے بڑے معاملات کا فیصلہ بڑی بڑی مساجد میں ہونا چاہیے تاکہ لوگوں کو ان کی اہمیت کا علم ہو، اس لیے مدینہ طیبہ میں رسول اللہ ﷺ کے منبر کے پاس، مکہ مکرمہ میں حجر اسود اور مقام ابراہیم کے درمیان، مسجد قدس میں صخرہ کے نزدیک اور ان کے علاوہ دیگر مقامات پر شہر کی بڑی بڑی مساجد میں اس کا اہتمام ہونا چاہیے، اسی طرح لعان کا معاملہ عصر کے بعد نمٹایا جائے کیونکہ اس وقت میں جھوٹی قسم اٹھانا بہت خطرناک اور مشکل معاملہ ہے۔ امام شافعی ؒ فرماتے ہیں کہ لعان مسجد میں ہونا چاہیے ہاں، اگر عورت حائضہ ہے تو مسجد کے دروازے پر اس کا اہتمام کیا جائے کیونکہ حائضہ عورت کا مسجد میں ٹھہرنا جائز نہیں۔[1] ② امام بخاری ؒ نے اس عنوان اور پیش کردہ حدیث سے احناف کی تردید کی ہے کیونکہ ان حضرات کے نزدیک مسجد میں لعان ضروری نہیں بلکہ یہ حاکم وقت کی صوابدید پر موقوف ہے وہ جہاں چاہے اس کا اہتمام کرسکتا ہے۔[2]

(۳۱) بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ: «لَوْ كُنْتُ رَاجِمًا بِغَيْرِ بَيِّنَةٍ»

باب: 31- نبی ﷺ کے ارشاد گرامی: ''اگر میں گواہوں کے بغیر رجم کرتا (تو اسے کرتا)'' کا بیان

٥٣١٠ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عُفَيْرٍ: حَدَّثَنِي اللَّيْثُ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّهُ ذُكِرَ التَّلَاعُنُ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ عَاصِمُ بْنُ عَدِيٍّ فِي ذٰلِكَ قَوْلًا ثُمَّ انْصَرَفَ، فَأَتَاهُ رَجُلٌ مِنْ قَوْمِهِ يَشْكُو إِلَيْهِ أَنَّهُ قَدْ وَجَدَ مَعَ امْرَأَتِهِ رَجُلًا فَقَالَ عَاصِمٌ: مَا ابْتُلِيتُ بِهٰذَا إِلَّا لِقَوْلِي، فَذَهَبَ بِهِ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَأَخْبَرَهُ بِالَّذِي وَجَدَ عَلَيْهِ امْرَأَتَهُ، وَكَانَ ذٰلِكَ الرَّجُلُ مُصْفَرًّا قَلِيلَ اللَّحْمِ سَبْطَ الشَّعْرِ، وَكَانَ الَّذِي ادَّعَى عَلَيْهِ أَنَّهُ وَجَدَهُ عِنْدَ أَهْلِهِ آدَمَ خَدْلًا كَثِيرَ اللَّحْمِ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «اَللّٰهُمَّ بَيِّنْ»،

[5310] حضرت ابن عباس ؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ کے پاس لعان کا ذکر کیا گیا تو حضرت عاصم بن عدی ؓ نے اس کے متعلق بات کی، پھر وہ چلے گئے۔ پھر ان کی قوم کا ایک آدمی ان کے پاس آیا اور شکوہ کرنے لگا کہ اس نے اپنی بیوی کے ساتھ ایک مرد کو پایا ہے۔ حضرت عاصم ؓ نے کہا: آج یہ آزمائش میری ہی ایک بات کی وجہ سے پیش آئی ہے، چنانچہ وہ اس آدمی کو لے کر نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کو اس آدمی کے بارے میں بتایا کہ اس نے اپنی بیوی کو مکروہ حالت میں پایا ہے۔ وہ آدمی خود زرد رنگ، کم گوشت والا اور سیدھے بالوں والا تھا اور جس کے متعلق اس نے دعویٰ کیا تھا کہ اسے اپنی بیوی کے ساتھ پایا ہے وہ بڑی بڑی پنڈلیوں والا، گندمی رنگ

[1] عمدة القاري: 324/14. [2] فتح الباري: 560/9.

فَجَاءَتْ شَبِيهًا بِالرَّجُلِ الَّذِي ذَكَرَ زَوْجُهَا أَنَّهُ وَجَدَهُ فَلَاعَنَ النَّبِيُّ ﷺ بَيْنَهُمَا، قَالَ رَجُلٌ لِابْنِ عَبَّاسٍ فِي الْمَجْلِسِ: هِيَ الَّتِي قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «لَوْ رَجَمْتُ أَحَدًا بِغَيْرِ بَيِّنَةٍ، رَجَمْتُ هٰذِهِ؟» فَقَالَ: لَا، تِلْكَ امْرَأَةٌ كَانَتْ تُظْهِرُ فِي الْإِسْلَامِ السُّوءَ.

اور بھرے گوشت والا تھا۔ نبی ﷺ نے دعا فرمائی: ''اے اللہ! یہ معاملہ واضح فرما دے۔'' چنانچہ اس عورت نے اس مرد کے مشابہ بچہ جنم دیا جس کے متعلق اس کے شوہر نے دعوی کیا تھا کہ اس نے اسے بیوی کے ساتھ پایا ہے۔ پھر نبی ﷺ نے ان (میاں بیوی) دونوں کے درمیان لعان کرایا۔ مجلس میں ایک شاگرد نے حضرت ابن عباس ؓ سے پوچھا: یہ وہی عورت ہے جس کے متعلق نبی ﷺ نے فرمایا تھا: ''اگر میں کسی کو گواہی کے بغیر سنگسار کر سکتا تو اس عورت کو کرتا۔'' حضرت ابن عباس ؓ نے فرمایا: نہیں، یہ تو اس عورت کے متعلق فرمایا تھا جس کی بدکاری زمانۂ اسلام میں کھل گئی تھی۔

قَالَ أَبُو صَالِحٍ وَعَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ: آدَمَ خَدِلًا. [انظر: ٥٣١٦، ٦٨٥٥، ٦٨٥٦، ٧٢٣٨]

ابو صالح اور عبداللہ بن یوسف نے ایک لفظ ''خَدِلًا'' پڑھا ہے۔

فوائد ومسائل: ① رسول اللہ ﷺ نے علامات ونشانات دیکھنے کے باوجود اس عورت کو رجم نہیں کیا کیونکہ اس نے لعان کر کے اپنا دفاع کر لیا تھا۔ امام بخاری ؒ کا مقصد بھی یہی ہے کہ اگر عورت کی طرف سے لعان عمل میں آجاتا ہے تو اس پر کسی قسم کی سزا لاگو نہیں ہوگی کیونکہ گواہوں کے بغیر کسی پر حد لگانا شریعت میں جائز نہیں، ہاں، اگر اعتراف کر لیتی تو ضرور اسے رجم کیا جاتا۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اگر اس عورت نے سرگیں آنکھوں والا، موٹے موٹے سرینوں والا اور گوشت سے بھری ہوئی پنڈلیوں والا بچہ جنم دیا تو وہ شریک بن سحماء کا ہے جس کے متعلق اس کے خاوند نے نشاندہی کی تھی کہ اسے اپنی بیوی کے ساتھ پایا ہے، چنانچہ عورت نے انھی اوصاف کے مطابق بچہ جنم دیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اگر اللہ کا فیصلہ نہ ہو چکا ہوتا تو میں اسے ضرور سزا دیتا۔''[1] ② حافظ ابن حجر ؒ نے اس کے معنی بیان کیے ہیں کہ اگر لعان نہ ہوتا جس نے اس عورت سے حد کو دور کر دیا ہے تو میں ضرور اس پر حد قائم کرتا کیونکہ وہ شبہ ظاہر ہو چکا ہے جس کے متعلق عورت پر الزام لگایا گیا تھا۔ واللہ أعلم.

(٣٢) بَابُ صَدَاقِ الْمُلَاعَنَةِ

باب: 32- لعان کرنے والی کا حق مہر

٥٣١١ - حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ زُرَارَةَ: أَخْبَرَنَا

[5311] حضرت سعید بن جبیر ؒ سے روایت ہے،

[1] صحيح البخاري، التفسير، حديث: 4747، وفتح الباري: 572/9.

إِسْمَاعِيلُ عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ: قُلْتُ لِابْنِ عُمَرَ: رَجُلٌ قَذَفَ امْرَأَتَهُ؟ فَقَالَ: فَرَّقَ النَّبِيُّ ﷺ بَيْنَ أَخَوَيْ بَنِي الْعَجْلَانِ، وَقَالَ: «اللهُ يَعْلَمُ أَنَّ أَحَدَكُمَا كَاذِبٌ، فَهَلْ مِنْكُمَا تَائِبٌ؟»، فَأَبَيَا، فَقَالَ: «اللهُ يَعْلَمُ أَنَّ أَحَدَكُمَا كَاذِبٌ، فَهَلْ مِنْكُمَا تَائِبٌ؟»، فَأَبَيَا، فَقَالَ: «اللهُ يَعْلَمُ أَنَّ أَحَدَكُمَا لَكَاذِبٌ، فَهَلْ مِنْكُمَا تَائِبٌ؟»، فَأَبَيَا، فَفَرَّقَ بَيْنَهُمَا.

انھوں نے کہا کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ایسے شخص کا حکم پوچھا جس نے اپنی بیوی پر تہمت لگائی تو انھوں نے کہا: نبی ﷺ نے بنو عجلان کے میاں بیوی کے درمیان ایسی صورت میں جدائی کرادی تھی اور فرمایا تھا: ''اللہ خوب جانتا ہے کہ تم میں سے ایک جھوٹا ہے، ایسے حالات میں کیا تم میں سے کوئی تائب ہوتا ہے؟'' لیکن ان دونوں نے انکار کر دیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ خوب جانتا ہے کہ تم میں سے ایک جھوٹا ہے۔ کیا تم دونوں میں سے کوئی تائب ہوتا ہے۔'' انھوں نے پھر انکار کر دیا تو آپ نے فرمایا: ''اللہ خوب جانتا ہے کہ تم دونوں میں سے ایک تو ضرور جھوٹا ہے۔ کیا تم میں سے کوئی تائب ہوتا ہے؟'' انھوں نے پھر انکار کیا تو آپ نے ان دونوں کے درمیان علیحدگی کر دی۔

قَالَ أَيُّوبُ: فَقَالَ لِي عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ: إِنَّ فِي الْحَدِيثِ شَيْئًا لَا أَرَاكَ تُحَدِّثُهُ، قَالَ: قَالَ الرَّجُلُ: مَالِي؟ قَالَ: قِيلَ: «لَا مَالَ لَكَ، إِنْ كُنْتَ صَادِقًا فَقَدْ دَخَلْتَ بِهَا، وَإِنْ كُنْتَ كَاذِبًا فَهُوَ أَبْعَدُ مِنْكَ». [انظر: ٥٣١٢، ٥٣٤٩، ٥٣٥٠]

(راویٔ حدیث) ایوب نے کہا کہ مجھے عمرو بن دینار نے کہا: اس حدیث میں کچھ باتیں ایسی ہیں جنھیں تم بیان کرتے نظر نہیں آتے۔ اس مرد نے کہا: میرے مال کا کیا ہوگا؟ اسے کہا گیا: ''وہ مال اب تمھارا نہیں رہا۔ اگر تو سچا ہے تو اس سے دخول کر چکا ہے اور اگر تو جھوٹا ہے تو وہ مال اب تجھ سے بہت دور ہو چکا ہے۔''

فوائد و مسائل: (1) واقعہ یہ ہے کہ عراق میں حضرت مصعب بن زبیر کے وقت شادی شدہ جوڑے میں لعان ہوا تو انھوں نے ان کے درمیان علیحدگی نہ کرائی۔ اس سلسلے میں حضرت سعید بن جبیر سے سوال ہوا تو انھوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اس کے متعلق دریافت کیا اور حدیث بیان کی۔[1] (2) مدخول بہا عورت کے متعلق تو اہل علم کا اتفاق ہے کہ لعان کے بعد وہ حق مہر سے محروم نہیں کی جائے گی بلکہ وہ تمام حق مہر کی حق دار ہے۔ غیر مدخول بہا کے متعلق اختلاف ہے، جمہور اہل علم کا موقف ہے کہ وہ دوسری مطلقہ عورتوں کی طرح نصف حق مہر کی حق دار ہوگی، البتہ امام زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ وہ کسی چیز کی مستحق نہیں کیونکہ چور بھی اور چتر بھی۔ (3) اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر عورت لعان کے بعد اپنے آپ کی تکذیب کرے اور زنا کا اعتراف کرے تو اس پر زنا کی حد تو لگے گی لیکن حق مہر سے محروم نہیں ہوگی کیونکہ وہ اقرار زنا سے پہلے ہی مال کی حق دار بن چکی ہے۔[2]

---

[1] فتح الباري: 565/9. [2] فتح الباري: 566/9.

(۳۳) بَابُ قَوْلِ الْإِمَامِ لِلْمُتَلَاعِنَيْنِ: إِنَّ أَحَدَكُمَا كَاذِبٌ، فَهَلْ مِنْكُمَا مِنْ تَائِبٍ؟

باب: 33- حاکم وقت کا لعان کرنے والوں سے کہنا: ''تم میں سے ایک جھوٹا ہے، کیا تم میں سے کوئی تائب ہوتا ہے؟''

۵۳۱۲ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ: قَالَ عَمْرٌو: سَمِعْتُ سَعِيدَ بْنَ جُبَيْرٍ قَالَ: سَأَلْتُ ابْنَ عُمَرَ عَنِ الْمُتَلَاعِنَيْنِ فَقَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ لِلْمُتَلَاعِنَيْنِ: «حِسَابُكُمَا عَلَى اللهِ، أَحَدُكُمَا كَاذِبٌ، لَا سَبِيلَ لَكَ عَلَيْهَا»، قَالَ: مَالِي؟ قَالَ: «لَا مَالَ لَكَ، إِنْ كُنْتَ صَدَقْتَ عَلَيْهَا فَهُوَ بِمَا اسْتَحْلَلْتَ مِنْ فَرْجِهَا، وَإِنْ كُنْتَ كَذَبْتَ عَلَيْهَا فَذَاكَ أَبْعَدُ لَكَ».

[5312] حضرت سعید بن جبیر سے روایت ہے، انھوں نے کہا: میں نے حضرت ابن عمر ؓ سے لعان کرنے والوں کا حکم پوچھا تو انھوں نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے لعان کرنے والوں سے فرمایا تھا: ''تمھارا حساب تو اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے لیکن تم میں سے ایک ضرور جھوٹا ہے۔ اب تمھاری بیوی پر تمھیں کوئی اختیار نہیں رہا۔'' اس نے عرض کی: میرے مال کے متعلق کیا حکم ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اب وہ تمھارا مال نہیں رہا۔ اگر تم اس معاملے میں سچے ہو تو تمھارا یہ مال، اس کے بدلے میں ختم ہو چکا ہے جو تم نے اس کی شرمگاہ کو اپنے لیے حلال کیا تھا۔ اور اگر تم نے اس پر جھوٹی تہمت لگائی تھی تو یہ مال تجھ سے اور زیادہ دور ہو گیا ہے۔''

قَالَ سُفْيَانُ: حَفِظْتُهُ مِنْ عَمْرٍو. وَقَالَ أَيُّوبُ: سَمِعْتُ سَعِيدَ بْنَ جُبَيْرٍ قَالَ: قُلْتُ لِابْنِ عُمَرَ: رَجُلٌ لَاعَنَ امْرَأَتَهُ؟ فَقَالَ بِإِصْبَعَيْهِ - وَفَرَّقَ سُفْيَانُ بَيْنَ إِصْبَعَيْهِ السَّبَّابَةِ وَالْوُسْطَى -: فَرَّقَ النَّبِيُّ ﷺ بَيْنَ أَخَوَيْ بَنِي الْعَجْلَانِ، وَقَالَ: «اللهُ يَعْلَمُ إِنَّ أَحَدَكُمَا كَاذِبٌ فَهَلْ مِنْكُمَا تَائِبٌ؟»، ثَلَاثَ مَرَّاتٍ. قَالَ سُفْيَانُ: حَفِظْتُهُ مِنْ عَمْرٍو وَأَيُّوبَ كَمَا أَخْبَرْتُكَ. [راجع: ۵۳۱۱]

سفیان نے کہا کہ میں نے یہ حدیث عمرو بن دینار سے یاد کی۔ ایوب نے کہا: میں نے سعید بن جبیر سے سنا، انھوں نے کہا کہ میں نے حضرت ابن عمر ؓ سے ایسے شخص کے متعلق پوچھا جس نے اپنی بیوی سے لعان کیا ہو تو انھوں نے اپنی دونوں انگلیوں سے اشارہ کیا، سفیان نے (اس اشارے کو) اپنی شہادت والی اور درمیانی دونوں انگلیوں کو جدا کر کے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے قبیلۂ بنو عجلان کے میاں بیوی کے درمیان جدائی کی تھی اور فرمایا تھا: ''اللہ خوب جانتا ہے کہ تم میں سے ایک جھوٹا ہے۔ کیا تم میں سے کوئی تائب ہوتا ہے؟'' آپ ﷺ نے یہ بات تین مرتبہ دہرائی۔ سفیان نے کہا: میں نے یہ حدیث جس طرح عمرو بن دینار

اور ایوب سختیانی سے سنی تھی، اسی طرح میں نے آپ (یعنی علی بن مدینی) کو بیان کر دی ہے۔

فوائد ومسائل: ① عنوان اور پیش کی گئی حدیث کا مقصد ہے کہ حاکم وقت کو چاہیے کہ وہ حالات کے پیش نظر لعان کرنے والوں کو وعظ ونصیحت کرے، لعان سے پہلے بھی کیونکہ ان دونوں کو اس کی سنگینی سے آگاہ کرنا چاہیے آخر ان میں سے ایک تو ضرور جھوٹا ہے، لہٰذا جھوٹے آدمی کو اس اقدام سے بچنا چاہیے اور ایک بے گناہ اور معصوم پر تہمت زنا سے باز رہنا چاہیے اور لعان کے بعد بھی وہ اپنا دعوت وارشاد کا فریضہ ادا کرے تا کہ اگر کسی نے جھوٹ بولا ہے تو اس سے توبہ کرے اور اس گناہ کی تلافی کا سامان کرے۔ ② حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی اس حدیث میں لعان سے پہلے اور بعد میں وعظ کرنے کے دونوں احتمال ہیں، البتہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ وعظ لعان سے پہلے ہونا چاہیے کیونکہ جب لعان سے متعلقہ آیات اتریں تو آپ نے ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہ اور اس کی بیوی کو بلایا کہ اللہ خوب جانتا ہے کہ تم میں سے ایک جھوٹا ہے۔ کیا تم میں سے کوئی تائب ہوگا؟ یہ وعظ سن کر حضرت ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کے رسول! میں قسم اٹھاتا ہوں کہ میں سچا ہوں۔[1] بہر حال لعان کرنے والوں کو وعظ ونصیحت لعان سے پہلے اور لعان کے بعد دونوں وقت کرنی چاہیے شاید ان میں سے کسی کے دل میں بات اتر جائے اور اپنے گناہ کی تلافی کرے۔ واللہ أعلم.

(٣٤) بَابُ التَّفْرِيقِ بَيْنَ الْمُتَلَاعِنَيْنِ

باب: 34- لعان کرنے والے مرد وزن میں تفریق کرنا

٥٣١٣ - حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ: حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ، عَنْ نَافِعٍ: أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَخْبَرَهُ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ فَرَّقَ بَيْنَ رَجُلٍ وَامْرَأَةٍ قَذَفَهَا وَأَحْلَفَهُمَا. [راجع: ٤٧٤٨]

[5313] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے مرد وزن کے درمیان تفریق کی۔ مرد نے عورت کو زنا کی تہمت لگائی تھی تو آپ ﷺ نے ان دونوں سے قسمیں لیں۔

٥٣١٤ - حَدَّثَنِي مُسَدَّدٌ: حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ عُبَيْدِ اللهِ: أَخْبَرَنِي نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: لَاعَنَ النَّبِيُّ ﷺ بَيْنَ رَجُلٍ وَامْرَأَةٍ مِنَ الْأَنْصَارِ وَفَرَّقَ بَيْنَهُمَا. [راجع: ٤٧٤٨]

[5314] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ہی سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے انصار کے ایک مرد اور اس کی بیوی کے درمیان لعان کرایا اور ان میں تفریق کر دی۔

فوائد ومسائل: ① لعان کرنے والے مرد اور عورت میں جدائی کرانا ضروری ہے۔ اب اس امر میں اختلاف ہے کہ جدائی

---

[1] فتح الباري: 9/568.

صرف لعان سے ہوجائے گی یا حاکم وقت ان دونوں کے درمیان جدائی کرائے گا۔ اس کے متعلق گزشتہ ابواب میں وضاحت ہوچکی ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فیصلہ فرمایا کہ مرد کے ذمے عورت کا خرچہ یا رہائش کا بندوبست نہیں ہے کیونکہ ان کے درمیان طلاق اور وفات کے بغیر ہی جدائی عمل میں آ گئی ہے۔[1] ② اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ لعان کے بعد خودبخود میاں بیوی میں جدائی ہوجائے گی، خواہ حاکم وقت نہ بھی کرائے کیونکہ وہ عورت اب اس شوہر پر ہمیشہ کے لیے حرام ہوچکی ہے جیسا کہ درج ذیل احادیث سے معلوم ہوتا ہے: حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں لعان کے وقت رسول اللہ ﷺ کے پاس موجود تھا۔ اس کے بعد یہ طریقہ جاری ہوا کہ لعان کرنے والوں کے درمیان علیحدگی کرا دی جائے، پھر یہ دونوں کبھی اکٹھے نہیں ہوسکیں گے۔[2] حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ دو لعان کرنے والوں کے درمیان تفریق کر دی جائے گی اور وہ کبھی اکٹھے نہیں ہوسکیں گے۔[3] ایک روایت میں ہے کہ عویمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے ارشاد سے پہلے تین طلاقیں دے دی تھیں۔[4] چونکہ انھیں علم نہ تھا کہ لعان بذات خود ہمیشہ کے لیے علیحدگی کا باعث ہے، اس لیے انھوں نے اپنی بیوی کو بذریعہ طلاق ہی اپنے اوپر حرام کر دینا چاہا۔ یہ ان کی اس سے انتہائی نفرت کی علامت تھی۔ واللّٰه أعلم.

(٣٥) بَابٌ: يُلْحَقُ الْوَلَدُ بِالْمُلَاعِنَةِ

باب: 35- لعان کے بعد بچہ ماں سے ملحق ہوگا

٥٣١٥ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ: حَدَّثَنَا مَالِكٌ قَالَ: حَدَّثَنِي نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ لَاعَنَ بَيْنَ رَجُلٍ وَامْرَأَتِهِ فَانْتَفَى مِنْ وَلَدِهَا، فَفَرَّقَ بَيْنَهُمَا وَأَلْحَقَ الْوَلَدَ بِالْمَرْأَةِ. [راجع: ٤٧٤٨]

[5315] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ایک مرد اور اس کی بیوی کے درمیان لعان کرایا اور اس کے بچے کی مرد سے نفی کر دی۔ پھر آپ نے ان دونوں میں تفریق کرا دی اور بچے کو عورت سے لاحق کر دیا۔

فوائد ومسائل: ① یہ حدیث تین احکام پر مشتمل ہے: ○ لعان مشروع ہے۔ ○ لعان کے بعد مرد اور عورت میں علیحدگی ہوگی۔ ○ اگر شوہر بچے کی نفی کر دے تو اسے ماں کے ساتھ لاحق کیا جائے گا ہاں، اگر پیدائش کے دوسرے یا تیسرے دن نفی کرتا ہے تو اس کی نفی نہیں ہوگی، یعنی بچے کی پیدائش کے فوراً بعد نفی کا اعتبار ہوگا۔ اس صورت میں بچہ ماں کا وارث ہوگا اور ماں بچے کی وارث ہوگی۔ ② بعض شافعی حضرات نے یہاں تک غلو کیا ہے کہ شوہر نے اگر نومولود کا انکار کیا ہے تو بچی ہونے کی صورت میں اس سے نکاح بھی ہو سکے گا، لیکن صحیح بات یہ ہے کہ منکوحہ کی بیٹی ہونے کی وجہ سے اس سے نکاح حرام ہے۔[5] واللّٰه أعلم.

---

① سنن أبي داود، الطلاق، حديث: 2256. ② سنن أبي داود، الطلاق، حديث: 2250. ③ السنن الكبرٰى للبيهقي: 410/7.

④ صحيح البخاري، الطلاق، حديث: 5259. ⑤ فتح الباري: 570/9.

(٣٦) بَابُ قَوْلِ الْإِمَامِ: اَللّٰهُمَّ بَيِّنْ

٥٣١٦ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ: حَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الْقَاسِمِ، عَنِ الْقَاسِمِ ابْنِ مُحَمَّدٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ قَالَ: ذُكِرَ الْمُتَلَاعِنَانِ عِنْدَ رَسُولِ اللهِ ﷺ فَقَالَ عَاصِمُ بْنُ عَدِيٍّ فِي ذٰلِكَ قَوْلًا، ثُمَّ انْصَرَفَ فَأَتَاهُ رَجُلٌ مِنْ قَوْمِهِ فَذَكَرَ لَهُ أَنَّهُ وَجَدَ مَعَ امْرَأَتِهِ رَجُلًا، فَقَالَ عَاصِمٌ: مَا ابْتُلِيتُ بِهٰذَا الْأَمْرِ إِلَّا لِقَوْلِي، فَذَهَبَ بِهِ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ فَأَخْبَرَهُ بِالَّذِي وَجَدَ عَلَيْهِ امْرَأَتَهُ، وَكَانَ ذٰلِكَ الرَّجُلُ مُصْفَرًّا قَلِيلَ اللَّحْمِ سَبْطَ الشَّعْرِ، وَكَانَ الَّذِي وَجَدَهُ عِنْدَ أَهْلِهِ آدَمَ خَدْلًا كَثِيرَ اللَّحْمِ جَعْدًا قَطِطًا، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «اَللّٰهُمَّ بَيِّنْ»، فَوَضَعَتْ شَبِيهًا بِالرَّجُلِ الَّذِي ذَكَرَ زَوْجُهَا أَنَّهُ وَجَدَ عِنْدَهَا، فَلَاعَنَ رَسُولُ اللهِ ﷺ بَيْنَهُمَا، فَقَالَ رَجُلٌ لِابْنِ عَبَّاسٍ فِي الْمَجْلِسِ: هِيَ الَّتِي قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَوْ رَجَمْتُ أَحَدًا بِغَيْرِ بَيِّنَةٍ لَرَجَمْتُ هٰذِهِ»؟ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: لَا، تِلْكَ امْرَأَةٌ كَانَتْ تُظْهِرُ السُّوءَ فِي الْإِسْلَامِ. [راجع: ٥٣١٠]

باب : 36- لعان کے وقت حاکم وقت یوں دعا کرے: ''اے اللہ! اصل حقیقت کھول دے۔''

[5316] حضرت ابن عباس ؓ سے روایت ہے کہ لعان کرنے والوں کا ذکر رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں ہوا تو حضرت عاصم بن عدی ؓ نے اس کے متعلق ایک بات کہی پھر وہ چلے گئے۔ بعدازاں ان کے پاس ان کی برادری کا ایک شخص آیا اور ان سے کہا کہ میں نے اپنی بیوی کے ہمراہ ایک غیر مرد کو پایا ہے۔ حضرت عاصم ؓ نے کہا: میری یہ آزمائش میری ہی ایک بات کی بنا پر ہوئی ہے، تاہم وہ اسے لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کو صورت حال سے آگاہ کیا، جس میں اس نے اپنی بیوی کو پایا تھا۔ یہ صاحب زرد رنگ، کم گوشت اور سیدھے بالوں والے تھے اور جسے انھوں نے اپنی بیوی کے ساتھ پایا تھا اس کا گندمی رنگ، پنڈلیاں موٹی موٹی، جسم بھاری بھرکم اور بال سخت گھنگریالے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اے اللہ! حقیقت حال کھول دے۔'' چنانچہ اس کی بیوی نے جو بچہ جنم دیا وہ اس شخص کے مشابہ تھا جس کے متعلق اس کے شوہر نے کہا تھا کہ انھوں نے اپنی بیوی کے پاس اسے پایا تھا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے ان دونوں (میاں بیوی) کے درمیان لعان کرو دیا۔ حضرت ابن عباس ؓ سے ان کے ایک شاگرد نے اسی مجلس میں پوچھا کہ یہ وہی عورت تھی جس کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اگر میں کسی کو بلا شہادت سنگسار کرتا تو اسے کرتا۔'' حضرت ابن عباس ؓ نے فرمایا: نہیں، یہ تو ایک دوسری عورت تھی جو زمانۂ اسلام میں اعلانیہ بدکاری کا ارتکاب کرتی تھی۔

فوائدومسائل: ① رسول اللہ ﷺ کی دعا کا مطلب صرف یہ نہیں تھا کہ ان میں سے ایک کی سچائی کا ثبوت مل جائے بلکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ بچہ جنم دینے سے شکوک وشبہات دور ہو جائیں اور معاملہ واضح ہو جائے تا کہ اس سے ان لوگوں کو تنبیہ ہو جو اس قسم کی بے حیائی کا ارتکاب کرتے ہیں۔ ② اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ لعان وضع حمل کے بعد واقع ہوا جبکہ گزشتہ حدیث سے معلوم ہوتا تھا کہ وضع حمل سے پہلے لعان ہو چکا تھا۔ ممکن ہے کہ لعان تہمت کے وقت بھی ہو۔ پھر جب بیٹے کی نفی کی گئی تو دوبارہ عمل میں لایا گیا ہو لیکن یہ احتمال بہت بعید معلوم ہوتا ہے۔ قرین قیاس یہی معلوم ہوتا ہے کہ حمل کے بعد اور وضع حمل سے پہلے لعان ہوا۔ واللہ أعلم۔

(٣٧) بَابٌ: إِذَا طَلَّقَهَا ثَلَاثًا ثُمَّ تَزَوَّجَتْ بَعْدَ الْعِدَّةِ زَوْجًا غَيْرَهُ فَلَمْ يَمَسَّهَا

باب: 37- جب کسی نے تین طلاقیں دیں، پھر بیوی نے عدت گزار کر دوسرے شوہر سے شادی کر لی لیکن دوسرے نے ابھی مباشرت نہیں کی (تو کیا پہلے خاوند سے نکاح کر سکتی ہے؟)

٥٣١٧ - حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ: حَدَّثَنَا يَحْيَى: حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا عَبْدَةُ عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: أَنَّ رِفَاعَةَ الْقُرَظِيَّ تَزَوَّجَ امْرَأَةً ثُمَّ طَلَّقَهَا فَتَزَوَّجَتْ آخَرَ، فَأَتَتِ النَّبِيَّ ﷺ فَذَكَرَتْ لَهُ أَنَّهُ لَا يَأْتِيهَا، وَأَنَّهُ لَيْسَ مَعَهُ إِلَّا مِثْلُ هُدْبَةٍ، فَقَالَ: «لَا، حَتَّى تَذُوقِي عُسَيْلَتَهُ، وَيَذُوقَ عُسَيْلَتَكِ». [راجع: ٢٦٣٩]

[5317] حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے کہ حضرت رفاعہ قرظی ؓ نے ایک خاتون سے نکاح کیا، پھر اسے طلاق دے دی تو اس نے دوسرے خاوند سے شادی کر لی، پھر وہ نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اپنے دوسرے خاوند کا ذکر کیا کہ وہ ان کے پاس آتا ہی نہیں، اور اس کے پاس تو کپڑے کے پلو جیسا ہے (اس نے پہلے شوہر سے نکاح کی خواہش کی تو) آپ ﷺ نے فرمایا: ”نہیں ایسا نہیں ہو سکتا حتی کہ تو اس کا مزا چکھ لے اور وہ تجھ سے لطف اندوز ہو۔“

فوائدومسائل: ① اس عنوان اور پیش کی گئی حدیث کا لعان سے کوئی تعلق نہیں ہے کیونکہ لعان کی صورت میں اس کی بیوی اگر دوسرے خاوند سے شادی کر لیتی ہے تو بھی پہلے خاوند سے اس کا نکاح نہیں ہو سکتا، خواہ وہ اس سے ملاپ ہی کیوں نہ کر چکا ہو۔ ② اس حدیث سے ایک قرآنی آیت کی وضاحت ہوتی ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”پھر اگر شوہر (تیسری) طلاق، عورت کو دے دے تو اس کے بعد جب تک عورت دوسرے شخص سے نکاح نہ کرے پہلے شوہر پر حلال نہیں ہوگی۔“ حدیث بالا سے معلوم ہوا کہ آیت کریمہ میں نکاح سے مراد ہم بستری ہے۔ اس کے بغیر وہ پہلے خاوند کے لیے حلال نہ ہوگی۔ اسی طرح کا ایک واقعہ رفاعہ قرظی

کو بھی پیش آیا، اس نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی تو اس نے بھی عبدالرحمٰن بن زبیر رضی اللہ عنہ سے نکاح کیا، اس نے ہم بستری کرنے سے پہلے ہی اسے طلاق دے دی تو اس نے پہلے خاوند سے نکاح کرنے کی خواہش ظاہر کی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ایسا نہیں ہوسکتا یہاں تک کہ ہم بستری ہو۔'' [1]

(٣٨) بَابٌ: ﴿وَٱلَّٰٓـِٔي يَئِسۡنَ مِنَ ٱلۡمَحِيضِ مِن نِّسَآئِكُمۡ إِنِ ٱرۡتَبۡتُمۡ﴾ [الطلاق: ٤]

باب: 38- ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''وہ (مطلقہ) عورتیں جو حیض آنے سے مایوس ہو چکی ہوں، اگر تمھیں تردد ہو.....'' کا بیان

قَالَ مُجَاهِدٌ: إِنْ لَمْ تَعْلَمُوا يَحِضْنَ أَوْ لَا يَحِضْنَ، وَاللَّائِي قَعَدْنَ عَنِ الْحَيْضِ وَاللَّائِي لَمْ يَحِضْنَ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلَاثَةُ أَشْهُرٍ.

حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جن عورتوں کے متعلق تمھیں معلوم نہ ہو کہ انھیں حیض آتا ہے یا نہیں، اسی طرح وہ عورتیں جو بڑھاپے کی بنا پر حیض سے مایوس ہوں یا جنھیں ابھی حیض آنا شروع نہیں ہوا تو ان سب عورتوں کی عدت تین ماہ ہے۔

وضاحت: طلاق کے بعد اب عورتوں کی عدت کو بیان کیا جا رہا ہے جسے گزارنے کے بعد انھیں دوسری جگہ نکاح کرنے کی اجازت ہوتی ہے۔ عورتوں کے حالات چونکہ مختلف ہوتے ہیں۔ اس لیے ان کی عدتیں بھی مختلف ہیں۔ اس آیت کریمہ میں تین قسم کی عورتوں کے متعلق وضاحت ہے: ○ جنھیں کسی بیماری کی وجہ سے حیض آنا بند ہو گیا ہو۔ ○ جو بڑھاپے کی وجہ سے حیض سے مایوس ہوں۔ ○ چھوٹی عمر کی وجہ سے جنھیں حیض نہ آتا ہو۔ ان تینوں عورتوں کی عدت تین ماہ ہے۔ یاد رہے کہ ان کی عدت قمری مہینوں، یعنی چاند کی تاریخوں کے اعتبار سے ہوگی۔ واللہ أعلم. پوری آیت کا ترجمہ اس طرح ہے: ''اور تمھاری مطلقہ عورتیں جو حیض سے ناامید ہو چکی ہوں اگر تمھیں (ان کی عدت کے متعلق) شبہ ہو تو ان کی عدت تین مہینے ہے اور جنھیں ابھی حیض نہیں آنے لگا (ان کی عدت بھی یہی ہے)۔'' [2] صحیح بخاری کے کچھ نسخوں میں یہاں سے ''کتاب العدۃ'' شروع ہوتی ہے۔ واللہ أعلم.

(٣٩) بَابٌ: ﴿وَأُوْلَٰتُ ٱلۡأَحۡمَالِ أَجَلُهُنَّ أَن يَضَعۡنَ حَمۡلَهُنَّ﴾ [٤]

باب: 39- ارشاد باری تعالیٰ: ''حمل والی عورتوں کی عدت یہ ہے کہ وہ اپنے حمل کو جنم دیں'' کا بیان

٥٣١٨ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ رَبِيعَةَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ

[5318] ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ قبیلۂ اسلم کی ایک عورت جسے سبیعہ کہا جاتا تھا، اس کا

1 البقرة 2:230. 2 صحيح البخاري، الشهادات، حديث: 2639. 3 الطلاق 65:4.

هُرْمُزَ الْأَعْرَجِ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ: أَنَّ زَيْنَبَ بِنْتَ أَبِي سَلَمَةَ أَخْبَرَتْهُ عَنْ أُمِّهَا أُمِّ سَلَمَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ: أَنَّ امْرَأَةً مِنْ أَسْلَمَ يُقَالُ لَهَا: سُبَيْعَةُ، كَانَتْ تَحْتَ زَوْجِهَا، تُوُفِّيَ عَنْهَا وَهِيَ حُبْلَى، فَخَطَبَهَا أَبُو السَّنَابِلِ بْنُ بَعْكَكٍ، فَأَبَتْ أَنْ تَنْكِحَهُ، فَقَالَتْ: وَاللهِ مَا يَصْلُحُ أَنْ تَنْكِحِيهِ حَتَّى تَعْتَدِّي آخِرَ الْأَجَلَيْنِ. فَمَكَثَتْ قَرِيبًا مِنْ عَشْرِ لَيَالٍ ثُمَّ جَاءَتِ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ: «انْكِحِي». [راجع: ٤٩٠٩]

شوہر فوت ہوگیا جبکہ وہ حمل سے تھیں۔ انھیں حضرت ابو سنابل رضی اللہ عنہ نے پیغام نکاح بھیجا تو اس نے نکاح سے انکار کر دیا، اور کہا: اللہ کی قسم! وہ نکاح کے قابل نہیں ہوگی جب تک دو عدتوں میں سے لمبی عدت پوری نہ کرے، چنانچہ وہ چند راتیں ٹھہری کہ وضع حمل ہو گیا۔ پھر وہ نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم نکاح کر سکتی ہو۔''

٥٣١٩ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ عَنِ اللَّيْثِ، عَنْ يَزِيدَ: أَنَّ ابْنَ شِهَابٍ كَتَبَ إِلَيْهِ: أَنَّ عُبَيْدَ اللهِ ابْنَ عَبْدِ اللهِ أَخْبَرَهُ عَنْ أَبِيهِ: أَنَّهُ كَتَبَ إِلَى ابْنِ الْأَرْقَمِ أَنْ يَسْأَلَ سُبَيْعَةَ الْأَسْلَمِيَّةَ: كَيْفَ أَفْتَاهَا النَّبِيُّ ﷺ؟ فَقَالَتْ: أَفْتَانِي إِذَا وَضَعْتُ أَنْ أَنْكِحَ. [راجع: ٣٩٩١]

[5319] حضرت عبداللہ بن عتبہ سے روایت ہے، انھوں نے ابن ارقم کو خط لکھا کہ سبیعہ اسلمیہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کریں کہ رسول اللہ ﷺ نے انھیں کیا فتویٰ دیا تھا، انھوں نے بتایا کہ جب میں نے بچہ جنم دے لیا تو رسول اللہ ﷺ نے مجھے نکاح کر لینے کا فتویٰ دیا۔

٥٣٢٠ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ قَزَعَةَ: حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ: أَنَّ سُبَيْعَةَ الْأَسْلَمِيَّةَ نُفِسَتْ بَعْدَ وَفَاةِ زَوْجِهَا بِلَيَالٍ، فَجَاءَتِ النَّبِيَّ ﷺ فَاسْتَأْذَنَتْهُ أَنْ تَنْكِحَ، فَأَذِنَ لَهَا فَنَكَحَتْ.

[5320] حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سبیعہ اسلمیہ رضی اللہ عنہا نے اپنے شوہر کی وفات کے چند روز بعد بچہ جنم دیا۔ پھر وہ نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور نکاح کی اجازت طلب کی تو آپ ﷺ نے اسے نکاح کی اجازت دے دی، پھر اس نے نکاح کر لیا۔

فوائد ومسائل: ① آیت کریمہ میں حاملہ کی عدت بیان ہوئی ہے کہ اگر اسے طلاق مل جائے تو وضع حمل کے بعد دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے۔ اگر اس کا خاوند فوت ہوگیا ہو اور وہ حمل سے ہو تو بھی اس کی عدت وضع ہی ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا موقف ہے کہ اگر کوئی عورت شوہر کی وفات کے وقت حمل سے ہو تو وہ لمبی مدت بطور عدت گزارے گی، لیکن باقی صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اس کے خلاف ہیں کیونکہ سورۂ طلاق جس میں حاملہ عورت کی عدت بیان ہوئی ہے، وہ سورۂ بقرہ کے بعد نازل ہوئی تھی جس میں

اس عورت کی عدت بیان کی گئی ہے جس کا خاوند فوت ہو چکا ہو۔ ② واضح رہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سورۂ بقرہ کی آیت: 234 کو بطور دلیل پیش کرتے تھے کہ جس عورت کا خاوند فوت ہو جائے اور وہ حمل سے ہو تو اسے آخری مدت پوری کرنی چاہیے۔ حضرت ابوسلمہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا: کیا اللہ تعالیٰ نے ''آخر أجلین'' کہا ہے۔ اگر خاوند کی وفات کے بعد چار ماہ دس دن گزر جائیں اور اس نے بچہ جنم نہ دیا ہو تو کیا نکاح کر سکتی ہے؟ یہ سن کر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اپنے غلام سے کہا: جاؤ اور ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے پوچھ کر آؤ۔ بہر حال حاملہ عورت کی عدت وضع حمل ہے، خواہ اس کا خاوند فوت ہوا ہو یا اسے طلاق ملی ہو۔ واللہ أعلم۔[1]

(٤٠) بَابُ قَوْلِ اللهِ تَعَالَى: ﴿وَالْمُطَلَّقَتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنفُسِهِنَّ ثَلَثَةَ قُرُوٓءٍ﴾ [البقرة: ٢٢٨]

باب: 40- ارشاد باری تعالیٰ: ''اور طلاق یافتہ عورتیں اپنے آپ کو تین حیض آنے تک روکے رکھیں'' کا بیان

وَقَالَ إِبْرَاهِيمُ فِيمَنْ تَزَوَّجَ فِي الْعِدَّةِ فَحَاضَتْ عِنْدَهُ ثَلَاثَ حِيَضٍ: بَانَتْ مِنَ الْأَوَّلِ وَلَا تَحْتَسِبُ بِهِ لِمَنْ بَعْدَهُ.

ابراہیم نخعی نے اس شخص کے متعلق کہا جو عدت میں کسی عورت سے نکاح کرے اور اس کے پاس اسے تین حیض آجائیں تو وہ اپنے حیض سے بائنہ ہو جائے گی اور اسے بعد والے شوہر کے لیے شمار نہ کرے گی۔

وَقَالَ الزُّهْرِيُّ: تَحْتَسِبُ، وَهٰذَا أَحَبُّ إِلَى سُفْيَانَ، يَعْنِي قَوْلَ الزُّهْرِيِّ.

امام زہری نے کہا کہ وہ اس حیض کو بعد والے کے لیے شمار کرے گی۔ زہری کا یہ قول سفیان ثوری کو بہت پسند تھا۔

وَقَالَ مَعْمَرٌ: يُقَالُ: أَقْرَأَتِ الْمَرْأَةُ، إِذَا دَنَا حَيْضُهَا، وَأَقْرَأَتْ إِذَا دَنَا طُهْرُهَا، وَيُقَالُ: مَا قَرَأَتْ بِسَلًى قَطُّ، إِذَا لَمْ تَجْمَعْ وَلَدًا فِي بَطْنِهَا.

معمر نے کہا: جب عورت کا وقت حیض قریب آجائے تو کہا جاتا ہے: أَقْرَأَتِ الْمَرْأَةُ اور جب طہر قریب آجائے تو بھی أَقْرَأَتِ الْمَرْأَةُ کہا جاتا ہے۔ اور جب عورت کے پیٹ میں بچے کی صورت پیدا نہ ہو سکے تو کہا جاتا ہے: مَا قَرَأَتْ بِسَلًى قَطُّ، یعنی اس نے اپنی جھلی میں کچھ جمع نہیں کیا۔

وضاحت: عنوان میں پیش کی گئی آیت سے وہ طلاق یافتہ عورتیں مراد ہیں جو حاملہ نہ ہوں اور انھیں حیض بھی آتا ہو، نیز ان سے خاوند کا ملاپ بھی ہو چکا ہو کیونکہ حاملہ کی عدت وضع حمل ہے اور جسے حیض نہیں آتا اس کی عدت تین ماہ ہے اور جس عورت سے خاوند کا ملاپ نہیں ہوا۔ اس پر کوئی عدت نہیں ہے جیسا کہ قرآن کریم میں اس کی صراحت ہے۔ آخر میں امام بخاری رحمہ اللہ نے معمر کے حوالے سے بتایا ہے کہ لفظ قرء اضداد سے ہے۔ اس کے معنی طہر بھی ہیں اور حیض بھی۔ مطلقہ کے متعلق قرآن میں ہے کہ وہ تین قروء انتظار کرے۔ احناف کے نزدیک اس کے معنی حیض ہیں اور شوافع حضرات اس سے مراد طہر لیتے ہیں۔ اس فرق کو ہم

[1] فتح الباري: 573/9.

درج مثال سے واضح کرتے ہیں۔ ایک عورت کو ہر قمری مہینے کے ابتدائی تین دن ماہواری آتی ہے۔ اس کے خاوند نے اسے حیض سے فراغت کے متصل بعد چار محرم کو طلاق دے دی۔ اب احناف کے نزدیک اس کی عدت تین حیض ہے، یعنی 3 ربیع الثانی کی شام کو جب وہ حیض سے فارغ ہوگی تب اس کی عدت ختم ہوگی جبکہ شوافع کے نزدیک تیسرا حیض شروع ہونے تک اس کے تین طہر پورے ہو چکے ہوں گے، یعنی یکم ربیع الثانی کی صبح کو حیض شروع ہونے پر اس کی عدت پوری ہو چکی ہوگی۔ اس طرح قروء کی مختلف تعبیروں سے تین دن کا فرق پڑ گیا۔ ہمارے رجحان کے مطابق قروء کے معنی حیض کے ہیں کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فاطمہ بنت ابی حبیش سے فرمایا تھا: [دَعِي الصَّلَاةَ أَيَّامَ أَقْرَاءِكِ] ''ایام حیض میں نماز چھوڑ دو۔''[1] اس کے علاوہ خلفائے راشدین، بہت سے دیگر صحابۂ کرام اور تابعین عظام اس بات کے قائل ہیں کہ قروء کے معنی حیض ہیں طہر نہیں، نیز اس کے معنی طہر لینے کی صورت میں پورے تین طہر عدت نہیں بنتی بلکہ کچھ نہ کچھ رہ جاتی ہے، حالانکہ قرآن کی صراحت کے مطابق تین قروء مکمل ہونے چاہئیں۔ واللہ أعلم.

(٤١) [بَابُ] قِصَّةِ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ

باب: 41- فاطمہ بنت قیس ؓ کا واقعہ

وَقَوْلِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ: ﴿وَاتَّقُوا اللَّهَ رَبَّكُمْ لَا تُخْرِجُوهُنَّ مِنْ بُيُوتِهِنَّ﴾ الْآيَةَ [الطلاق: ١]

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''اللہ سے ڈرو جو تمھارا رب ہے، مطلقہ عورتوں کو اپنے گھروں سے نہ نکالو۔''

وضاحت: جس عورت کو طلاق مل جائے دوران عدت میں وہ نفقہ اور رہائش دونوں کی حق دار ہے کیونکہ دوران عدت میں وہ اس کی بیوی شمار ہوتی ہے۔ اس سلسلے میں فاطمہ بنت قیس کا واقعہ بڑی اہمیت کا حامل ہے، اس لیے امام بخاری ؒ نے اس کے متعلق مستقل عنوان قائم کیا ہے اور اس سے متعلق احادیث بیان کی ہیں۔

٥٣٢١، ٥٣٢٢ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ وَسُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ: أَنَّهُ سَمِعَهُمَا يَذْكُرَانِ: أَنَّ يَحْيَى بْنَ سَعِيدِ بْنِ الْعَاصِ طَلَّقَ بِنْتَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْحَكَمِ، فَانْتَقَلَهَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ فَأَرْسَلَتْ عَائِشَةُ أُمُّ الْمُؤْمِنِينَ إِلَى مَرْوَانَ بْنِ الْحَكَمِ - وَهُوَ أَمِيرُ الْمَدِينَةِ -: اتَّقِ اللهَ وَارْدُدْهَا إِلَى بَيْتِهَا، قَالَ مَرْوَانُ - فِي

[5322,5321] قاسم بن محمد اور سلیمان بن یسار سے روایت ہے کہ یحییٰ بن سعید بن عاص نے عبدالرحمٰن بن حکم کی بیٹی کو طلاق دے دی تو عبدالرحمٰن اپنی بیٹی کو وہاں سے لے گئے۔ حضرت عائشہ ؓ نے مروان بن حکم کو، جو مدینہ طیبہ کا گورنر تھا، پیغام بھیجا کہ اللہ سے ڈرو اور لڑکی کو واپس اس کے گھر بھیج دو۔ مروان نے جواب دیا کہ اس کا باپ عبدالرحمٰن مجھ پر غالب آ گیا ہے (میری بات نہیں مانتا)، نیز کہا کہ آپ کو فاطمہ بنت قیس ؓ کی خبر نہیں پہنچی؟ ام

[1] سنن الدارقطني، الحيض، حديث: 822.

حَدِيثِ سُلَيْمَانَ: إِنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ الْحَكَمِ غَلَبَنِي. - وَقَالَ الْقَاسِمُ بْنُ مُحَمَّدٍ: أَوَ مَا بَلَغَكِ شَأْنُ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ؟ قَالَتْ: لَا يَضُرُّكَ أَنْ لَا تَذْكُرَ حَدِيثَ فَاطِمَةَ. فَقَالَ مَرْوَانُ ابْنُ الْحَكَمِ: إِنْ كَانَ بِكِ شَرٌّ فَحَسْبُكِ مَا بَيْنَ هٰذَيْنِ مِنَ الشَّرِّ. [انظر: ٥٣٢٣، ٥٣٢٤، ٥٣٢٥، ٥٣٢٦، ٥٣٢٧، ٥٣٢٨]

المومنین سیدہ عائشہ ؓ نے جواب دیا: اگر تو فاطمہ بنت قیس ؓ کا واقعہ ذکر نہ کرے تو تجھے کوئی نقصان نہیں ہو گا۔ مروان بن حکم نے کہا: اگر آپ کے نزدیک یہ باہمی کشیدگی کی وجہ سے ایسا ہوا تو یہاں بھی یہی وجہ کارفرما ہے کہ دونوں میاں بیوی کے درمیان کشیدگی تھی۔

٥٣٢٣، ٥٣٢٤ - **حَدَّثَنَا** مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ الْقَاسِمِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ: أَنَّهَا قَالَتْ: مَا لِفَاطِمَةَ؟ أَلَا تَتَّقِي اللهَ؟ يَعْنِي فِي قَوْلِهَا: لَا سُكْنَى وَلَا نَفَقَةَ. [راجع: ٥٣٢١، ٥٣٢٢]

[5324,5323] حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: فاطمہ بنت قیس کو کیا ہو گیا ہے؟ کیا وہ اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتی؟ کیونکہ وہ کہتی ہے کہ مطلقہ بائنہ کو رہائش اور خرچہ نہیں ملتا۔

٥٣٢٥، ٥٣٢٦ - **حَدَّثَنَا** عَمْرُو بْنُ عَبَّاسٍ: حَدَّثَنَا ابْنُ مَهْدِيٍّ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: قَالَ عُرْوَةُ لِعَائِشَةَ: أَلَمْ تَرَيْ إِلَى فُلَانَةَ بِنْتِ الْحَكَمِ؟ طَلَّقَهَا زَوْجُهَا الْبَتَّةَ فَخَرَجَتْ، فَقَالَتْ: بِئْسَ مَا صَنَعَتْ، قَالَ: أَلَمْ تَسْمَعِي قَوْلَ فَاطِمَةَ؟ قَالَتْ: أَمَا إِنَّهُ لَيْسَ لَهَا خَيْرٌ فِي ذِكْرِ هٰذَا الْحَدِيثِ.

[5326,5325] عروہ بن زبیر سے روایت ہے، انھوں نے سیدہ عائشہ ؓ سے کہا کہ آپ فلانہ بنت حکم کا معاملہ نہیں دیکھتیں؟ ان کے شوہر نے انھیں طلاق بائنہ دے دی تو وہ وہاں سے نکل آئی۔ حضرت عائشہ ؓ نے فرمایا کہ جو کچھ اس نے کیا بہت برا کیا۔ حضرت عروہ نے کہا: آپ نے حضرت فاطمہ بنت قیس ؓ کا واقعہ نہیں سنا؟ انھوں نے فرمایا کہ یہ واقعہ ذکر کرنے میں کوئی خیر کا پہلو نہیں۔

وَزَادَ ابْنُ أَبِي الزِّنَادِ عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيهِ: عَابَتْ عَائِشَةُ أَشَدَّ الْعَيْبِ وَقَالَتْ: إِنَّ فَاطِمَةَ كَانَتْ فِي مَكَانٍ وَحْشٍ فَخِيفَ عَلَى نَاحِيَتِهَا، فَلِذٰلِكَ أَرْخَصَ لَهَا النَّبِيُّ ﷺ. [راجع: ٥٣٢١، ٥٣٢٢]

ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ ؓ نے شدید ناگواری کا اظہار فرمایا اور کہا کہ فاطمہ بنت قیس ؓ تو ایک بے آباد جگہ میں تھیں اور اس کے چاروں طرف وحشت برستی تھی، اس لیے نبی ﷺ نے اسے وہاں سے منتقل ہونے کی اجازت دی تھی۔

فوائدومسائل: ① جس عورت کو طلاق رجعی ملی ہو وہ دوران عدت میں اپنے خاوند کی بیوی ہی رہتی ہے، اس لیے اس کی رہائش اور دیگر اخراجات کی ذمے داری اس کے خاوند پر ہے جیسا کہ حدیث میں ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''خرچہ اور رہائش عورت کے لیے تب ہے جب اس کا خاوند اس پر رجوع کا حق رکھتا ہو۔''[1] لیکن تیسری طلاق کے بعد خاوند کے ذمے اپنی بیوی کے لیے رہائش اور خرچہ نہیں ہے جیسا کہ حدیث میں اس کی صراحت ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت فاطمہ بنت قیس ؓ سے فرمایا تھا: ''تیرے لیے کوئی رہائش یا خرچہ نہیں ہے۔''[2] حضرت عمر ؓ مذکورہ روایات کا انکار کرتے تھے۔ حضرت عمر ؓ تو کہتے تھے کہ ہم اللہ کی کتاب اور اپنے نبی ؑ کی سنت کو ایک عورت کے کہنے پر نہیں چھوڑ سکتے۔ ہم نہیں جانتے کہ اسے یاد ہے یا وہ بھول گئی ہے۔ جب مروان نے یہی بات حضرت فاطمہ ؓ سے کہی تو انھوں نے کہا: میرے اور تمھارے درمیان فیصلہ کرنے والی اللہ کی کتاب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ''عورتوں کو ان کی عدت میں طلاق دو......'' حتی کہ فرمایا: ''تم نہیں جانتے شاید اللہ تعالیٰ اس کے بعد کوئی نیا حکم لے آئے'' تو تیسری طلاق کے بعد کون سا نیا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے؟[3] ② اگرچہ حضرت عمر ؓ نے اپنی فہم کے مطابق انکار کیا لیکن حضرت فاطمہ ؓ جلیل القدر صحابیہ ہیں اور رسول اللہ ﷺ کا واضح حکم بیان کرتی ہیں، اس لیے ان کی اس بات کو حجت تسلیم کیا جائے گا کہ تیسری طلاق والی عورت کے لیے نہ تو رہائش ہے اور نہ خاوند خرچہ دینے ہی کا پابند ہے ہاں، تیسری طلاق ملتے وقت اگر حاملہ ہو تو خاوند کے ذمے اس کے اخراجات ہیں جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت فاطمہ بنت قیس ؓ سے فرمایا: ''تیرے لیے کوئی خرچہ نہیں الا یہ کہ تو حاملہ ہو۔''[4] ③ خلاصۂ کلام یہ ہے کہ میاں بیوی کے درمیان علیحدگی یا تو طلاق کے ذریعے سے ہوگی یا وفات کے ذریعے سے یا فسخ نکاح کے ذریعے سے اگر طلاق کے ذریعے سے جدائی عمل میں آئی تو پھر طلاق رجعی ہوگی یا طلاق بائن، اگر طلاق رجعی ہے تو شوہر پر خرچہ اور رہائش دونوں لازم ہیں، خواہ وہ حاملہ ہو یا نہ ہو، اور اگر طلاق بائنہ ہے تو شوہر پر نہ خرچہ ہے اور نہ رہائش الا یہ کہ عورت حاملہ ہو تو خرچہ لازم ہے رہائش ضروری نہیں ہے۔ اگر وفات کے ذریعے سے جدائی ہو تو مرد پر رہائش اور خرچہ دونوں ضروری نہیں ہیں، البتہ اگر حاملہ ہے تو مرد کے ذمے خرچہ لازم ہے۔ اگر فسخ کے ذریعے سے جدائی ہو تو وہ لعان کے ذریعے سے ہوگی یا خلع کے ذریعے سے، اگر لعان کے ذریعے سے جدائی ہو تو مرد کے ذمے خرچہ اور رہائش لازمی نہیں، خواہ عورت حاملہ ہی کیوں نہ ہو کیونکہ مرد نے تو حمل کا بھی انکار کر دیا ہے اور اگر خلع کے ذریعے سے فسخ نکاح ہو تو خرچہ اور رہائش دونوں لازم نہیں ہیں الا یہ کہ عورت حاملہ ہو تو مطلقہ بائنہ کی طرح عموم آیت کی وجہ سے صرف خرچہ ہی لازم آئے گا۔ واللہ أعلم.

(٤٢) بَابُ الْمُطَلَّقَةِ إِذَا خُشِيَ عَلَيْهَا فِي مَسْكَنِ زَوْجِهَا أَنْ يُقْتَحَمَ عَلَيْهَا أَوْ تَبْذُوَ عَلَى أَهْلِهَا بِفَاحِشَةٍ

باب: 42- مطلقہ کو جب خاوند کے گھر میں کسی کے اچانک گھس آنے کا اندیشہ ہو یا اس کے اہل خانہ سے بدتمیزی کرتی ہو

① مسند أحمد: 373/6. ② صحيح مسلم، الطلاق حديث: 3698 (1480). ③ صحيح مسلم، الطلاق، حديث: 3704، 3710 (1480). ④ مسند أحمد: 414/6.

٥٣٢٧، ٥٣٢٨ - حَدَّثَنِي حَبَّانُ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ: أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ: أَنَّ عَائِشَةَ أَنْكَرَتْ ذٰلِكَ عَلَى فَاطِمَةَ. [راجع: ٥٣٢١، ٥٣٢٢]

[5328,5327] حضرت عروہ سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ ؓ نے حضرت فاطمہ بنت قیس ؓ کے موقف کا انکار کیا۔

فوائد ومسائل: ① حضرت فاطمہ بنت قیس ؓ کا موقف تھا کہ جس عورت کو تیسری طلاق مل جائے اس کے لیے خاوند کے ذمے رہائش یا خرچہ نہیں ہے اور اس انکار کی بنیاد رسول اللہ ﷺ کے ارشادات ہیں، لیکن حضرت عائشہ ؓ نے سختی کے ساتھ اس موقف سے انکار کیا بلکہ ایک روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ ؓ اس موقف کے متعلق اپنی شدید ناگواری کا اظہار کرتی تھیں۔ اس واقعے کی تفصیل کچھ اس طرح ہے کہ فاطمہ بنت قیس ؓ کے خاوند ابو عمر بن حفص ؓ نے انھیں آخری طلاق دی تو وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس فتویٰ پوچھنے آئیں کہ میں اپنے گھر سے نکل کر دوسری جگہ عدت گزار سکتی ہوں یا نہیں؟ تو رسول اللہ ﷺ نے اسے ایک نابینا شخص حضرت ابن ام مکتوم ؓ کے گھر منتقل ہونے کی اجازت دی، لیکن مروان بن حکم مطلقہ عورت کے گھر سے نکلنے کا انکار کرتے تھے۔ حضرت عروہ کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ ؓ نے بھی حضرت فاطمہ بنت قیس ؓ کی اس بات کا شدت سے انکار کیا۔[1] ② بہر حال امام بخاری ؒ کا موقف ہے کہ مطلقہ عورت اگر دوران عدت میں محسوس کرے کہ اس کے گھر میں کوئی اچانک گھس سکتا ہے تو کسی دوسری جگہ عدت پوری کر سکتی ہے، اسی طرح اگر عورت خاوند کے اہل خانہ سے بدتمیزی کرتی ہو تو انھیں حق ہے کہ وہ اسے وہاں سے نکال دیں اور وہ کسی دوسری جگہ عدت کے ایام پورے کرے۔ واللہ أعلم.

(٤٣) بَابُ قَوْلِ اللهِ تَعَالَى: ﴿وَلَا يَحِلُّ لَهُنَّ أَن يَكْتُمْنَ مَا خَلَقَ ٱللَّهُ فِىٓ أَرْحَامِهِنَّ﴾ [البقرة: ٢٢٨] مِنَ الْحَيْضِ وَالْحَمْلِ.

باب: 43- ارشاد باری تعالیٰ: "مطلقہ عورتوں کے لیے جائز نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ ان کے شکم میں پیدا کیا ہے اسے چھپائیں" وہ حیض ہو یا حمل

وضاحت: عورتوں کو چاہیے کہ وہ صاف صاف بتلا دیں انھیں حیض آتا ہے یا حمل سے ہیں، جیسی بھی عورت ہو، مثلاً: حاملہ تھی مگر اس نے خاوند کو نہ بتایا، اگر بتا دیتی تو اولاد کی وجہ سے شاید وہ اسے طلاق نہ دیتا یا اسے تیسرا حیض آچکا تھا لیکن نان ونفقے کی مدت لمبی کرنے کے لیے اسے نہ بتایا۔ الغرض جھوٹ کی کئی صورتیں ممکن ہیں، لہٰذا انھیں چاہیے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈریں اور صحیح صورت حال سے اپنے خاوند کو آگاہ کریں۔

٥٣٢٩ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الْأَسْوَدِ،

[5329] حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ جب رسول اللہ ﷺ نے کوچ کا ارادہ کیا تو دیکھا کہ

[1] صحیح مسلم، الطلاق، حدیث: 3702(1480).

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: لَمَّا أَرَادَ رَسُولُ اللهِ ﷺ أَنْ يَنْفِرَ إِذَا صَفِيَّةُ عَلَى بَابِ خِبَائِهَا كَئِيبَةً، فَقَالَ لَهَا: «عَقْرَى - أَوْ حَلْقَى - إِنَّكِ لَحَابِسَتُنَا، أَكُنْتِ أَفَضْتِ يَوْمَ النَّحْرِ؟» قَالَتْ: نَعَمْ، قَالَ: «فَانْفِرِي إِذًا». [راجع: ٢٩٤]

حضرت صفیہ ؓ اپنے خیمے کے دروازے پر پریشان کھڑی ہیں۔ آپ ﷺ نے اسے فرمایا: ”عقریٰ“ یا فرمایا: ”حلقی، تو ہمیں روک دے گی۔ کیا تو نے قربانی کے دن طواف کر لیا تھا؟“ انھوں نے کہا: جی ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”پھر کوچ کرو۔“

فوائد ومسائل: ① اس حدیث کے مطابق رسول اللہ ﷺ نے حیض کے بارے میں صفیہ ؓ کی بات کو تسلیم کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو باتیں عورتوں سے متعلقہ ہیں وہ صرف ان کے کہنے سے مان لی جائیں گی، اس لیے انھیں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہوئے صحیح صحیح بات بتانی چاہیے۔ ② بہر حال عدت کا دارومدار حیض اور طہر پر ہے، اس سلسلے میں عورتوں کی بات کا اعتبار کیا جائے گا الا یہ کہ قرائن سے ان کا جھوٹ ظاہر ہو جائے۔[1]

(٤٤) بَابٌ: ﴿وَبُعُولَتُهُنَّ أَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ﴾ [البقرة: ٢٢٨] فِي الْعِدَّةِ، وَكَيْفَ يُرَاجِعُ الْمَرْأَةَ إِذَا طَلَّقَهَا وَاحِدَةً أَوْ ثِنْتَيْنِ؟ وَقَوْلُهُ: ﴿فَلَا تَعْضُلُوهُنَّ﴾ [البقرة: ٢٣٢]

باب: 44- دوران عدت میں ”عورتوں کے خاوندان سے رجوع کرنے کے زیادہ حق دار ہیں“ اور مرد نے جب بیوی کو ایک یا دو طلاقیں دی ہوں تو وہ رجوع کیسے کرے گا؟ نیز ارشاد باری تعالیٰ ”تو انھیں (نکاح سے) نہ روکو“ کا بیان

وضاحت: دوران عدت میں خاوند کو رجوع کرنے کا زیادہ حق ہے اگرچہ عورت اسے ناپسند کرے لیکن پہلی اور دوسری طلاق میں اگر عدت گزر بھی جائے تو بھی میاں بیوی مل بیٹھنے پر راضی ہوں تو دوبارہ نئے سرے سے نکاح کر کے اپنا گھر آباد کر سکتے ہیں، البتہ تیسری طلاق کے بعد رجوع کا حق ختم ہو جاتا ہے۔

٥٣٣٠ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدٌ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ: حَدَّثَنَا يُونُسُ عَنِ الْحَسَنِ قَالَ: زَوَّجَ مَعْقِلٌ أُخْتَهُ فَطَلَّقَهَا تَطْلِيقَةً. [راجع: ٤٥٢٩]

[5330] حضرت حسن بصری سے روایت ہے کہ حضرت معقل بن یسار ؓ نے اپنی بہن کا نکاح کسی سے کر دیا تو اس نے اسے طلاق دے دی۔

٥٣٣١ - وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى: حَدَّثَنَا سَعِيدٌ عَنْ قَتَادَةَ: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ: أَنَّ مَعْقِلَ بْنَ يَسَارٍ كَانَتْ أُخْتُهُ تَحْتَ

[5331] حضرت معقل بن یسار ؓ سے روایت ہے کہ ان کی بہن ایک آدمی کے نکاح میں تھی۔ اس نے اسے طلاق دے دی۔ پھر اس سے علیحدہ رہا حتی کہ اس کی عدت

1 فتح الباري: 596/9.

رَجُلٍ فَطَلَّقَهَا ثُمَّ خَلَّى عَنْهَا حَتَّى انْقَضَتْ عِدَّتُهَا ثُمَّ خَطَبَهَا، فَحَمِيَ مَعْقِلٌ مِنْ ذٰلِكَ أَنَفًا فَقَالَ: خَلَّى عَنْهَا وَهُوَ يَقْدِرُ عَلَيْهَا، ثُمَّ يَخْطُبُهَا، فَحَالَ بَيْنَهُ وَبَيْنَهَا، فَأَنْزَلَ اللهُ تَعَالَى ﴿وَإِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوهُنَّ﴾ [البقرة:٢٣٢] إِلَى آخِرِ الْآيَةِ، فَدَعَاهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ فَقَرَأَ عَلَيْهِ فَتَرَكَ الْحَمِيَّةَ وَاسْتَقَادَ لِأَمْرِ اللهِ.

[راجع: ٤٥٢٩]

ختم ہوگئی۔ اس نے دوبارہ پیغام نکاح بھیجا تو حضرت معقل ؓ کو بڑی غیرت آئی اور انھوں نے کہا: جب وہ عدت گزار رہی تھی تو اسے رجوع کی قدرت تھی لیکن وہ اب (میرے پاس) پیغام نکاح بھیجتا ہے، چنانچہ وہ ان کے اور اپنی بہن کے درمیان حائل ہو گئے۔ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی: ”جب تم عورتوں کو طلاق دو اور وہ اپنی عدت کو پہنچ جائیں تو اپنے خاوندوں سے نکاح کرنے میں ان کے لیے رکاوٹ نہ بنو۔“ رسول اللہ ﷺ نے انھیں بلا کر یہ آیت سنائی تو انھوں نے اپنی ضد چھوڑ دی اور اللہ کے حکم کے سامنے جھک گئے۔

فوائد ومسائل: ① جس شخص نے اپنی بیوی کو طلاق دی ہو وہ دوران عدت میں تجدید نکاح کے بغیر ہی اسے واپس لینے کا زیادہ حق دار ہے۔ اگر عدت گزر جائے تو نکاح ختم ہو جاتا ہے۔ اب بھی رجوع ممکن ہے لیکن تجدید نکاح کے ساتھ رجوع ہو سکے گا جیسا کہ درج بالا حدیث سے معلوم ہوتا ہے۔ ② تجدید نکاح کے لیے چار شرائط حسب ذیل ہیں: ○ عورت رضا مند ہو۔ ○ سرپرست کی اجازت ہو۔ ○ نیا حق مہر ہو۔ ○ گواہ موجود ہوں۔ تجدید نکاح کی سہولت پہلی یا دوسری طلاق کے بعد ہے، تیسری طلاق کے بعد یہ سہولت بھی ختم ہو جاتی ہے۔ ③ دوران عدت میں رجوع دو طرح سے ہو سکتا ہے: ○ قولی رجوع، یعنی اپنی زبان سے اس بات کا اظہار کرے کہ میں نے رجوع کر لیا ہے۔ ○ عملی رجوع، یعنی بیوی سے ہم بستری کرے تو اس سے بھی رجوع ہو جاتا ہے۔ لیکن دل میں رجوع کی نیت کی اور عمل یا قول سے اس کا ثبوت نہ دیا تو رجوع نہیں ہوگا۔ واللہ أعلم.

٥٣٣٢ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ نَافِعٍ: أَنَّ ابْنَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا طَلَّقَ امْرَأَةً لَهُ وَهِيَ حَائِضٌ تَطْلِيقَةً وَاحِدَةً، فَأَمَرَهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ أَنْ يُرَاجِعَهَا ثُمَّ يُمْسِكَهَا حَتَّى تَطْهُرَ ثُمَّ تَحِيضَ عِنْدَهُ حَيْضَةً أُخْرَى، ثُمَّ يُمْهِلَهَا حَتَّى تَطْهُرَ مِنْ حَيْضِهَا، فَإِنْ أَرَادَ أَنْ يُطَلِّقَهَا فَلْيُطَلِّقْهَا حِينَ تَطْهُرُ مِنْ قَبْلِ أَنْ يُجَامِعَهَا، فَتِلْكَ الْعِدَّةُ الَّتِي أَمَرَ اللهُ أَنْ يُطَلَّقَ لَهَا النِّسَاءُ، وَكَانَ عَبْدُ اللهِ إِذَا سُئِلَ عَنْ ذٰلِكَ قَالَ لِأَحَدِهِمْ: إِنْ كُنْتَ طَلَّقْتَهَا ثَلَاثًا فَقَدْ

[5332] حضرت نافع سے روایت ہے کہ حضرت ابن عمر ؓ نے اپنی بیوی کو ایک طلاق دی جبکہ وہ حیض سے تھیں۔ رسول اللہ ﷺ نے اسے حکم دیا کہ اس سے رجوع کرے، پھر اسے اپنے پاس رکھے حتی کہ وہ حیض سے پاک ہو جائے۔ پھر اسے دوبارہ حیض آئے تو اسے مہلت دے حتی کہ حیض سے پاک ہو جائے، اگر اس وقت اسے طلاق دینے کا ارادہ ہو تو جس وقت وہ پاک ہو جائے، نیز جماع کرنے سے پہلے اسے طلاق دے۔ یہی وہ وقت ہے جس میں عورتوں کو طلاق دینے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔ پھر جب عبداللہ بن عمر ؓ سے اس کے متعلق پوچھا جاتا تو

حَرُمَتْ عَلَيْكَ حَتَّى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَكَ.

سوال کرنے والے سے کہتے: اگر تم نے تین طلاقیں دے دی ہیں تو پھر تمھاری بیوی تم پر حرام ہے یہاں تک کہ وہ کسی دوسرے شوہر سے شادی کرے۔

وَزَادَ فِيهِ غَيْرُهُ عَنِ اللَّيْثِ: حَدَّثَنِي نَافِعٌ: قَالَ ابْنُ عُمَرَ: لَوْ طَلَّقْتَ مَرَّةً أَوْ مَرَّتَيْنِ، فَإِنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَمَرَنِي بِهٰذَا. [راجع: ٤٩٠٨]

ایک روایت میں یہ اضافہ ہے کہ ابن عمر ؓ نے کہا: اگر تم نے اپنی بیوی کو ایک یا دو طلاقیں دی ہیں تو تم اسے دوبارہ اپنے پاس لا سکتے ہو کیونکہ نبی ﷺ نے مجھے اس کا حکم دیا تھا۔

فائدہ: رجوع کی دو قسمیں ہیں: پہلی قسم یہ ہے کہ دوران عدت میں رجوع کیا جائے۔ اس میں تجدید نکاح کی ضرورت نہیں ہے جیسا کہ حضرت ابن عمر ؓ کے واقعے سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے انھیں رجوع کرنے کا حکم دیا لیکن اس میں نئے سرے سے نکاح کرنے کا حکم نہیں دیا۔ دوسری قسم یہ ہے کہ عدت کے بعد رجوع کرنا۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ از سر نو نکاح کا اہتمام کیا جائے اور نکاح کی شروط اور لوازمات کا خیال رکھا جائے جیسا کہ حضرت معقل بن یسار ؓ کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے۔ اور اس پر اجماع ہے کہ جب کوئی آزاد مرد اپنی آزاد بیوی کو پہلی یا دوسری طلاق دے دے تو وہ اس سے رجوع کرنے کا زیادہ حق دار ہے اگرچہ عورت اسے ناپسند ہی کرتی ہو۔ اور رجوع کے متعلق یہ بات واضح ہے کہ قول اور فعل ہر طرح سے ہو سکتا ہے۔

(٤٥) بَابُ مُرَاجَعَةِ الْحَائِضِ

باب: 45- (طلاق یافتہ) حائضہ عورت سے رجوع کرنا

٥٣٣٣ - حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِيرِينَ: حَدَّثَنِي يُونُسُ بْنُ جُبَيْرٍ: سَأَلْتُ ابْنَ عُمَرَ فَقَالَ: طَلَّقَ ابْنُ عُمَرَ امْرَأَتَهُ وَهِيَ حَائِضٌ، فَسَأَلَ عُمَرُ النَّبِيَّ ﷺ، قَالَ: مُرْهُ أَنْ يُرَاجِعَهَا ثُمَّ يُطَلِّقَ مِنْ قُبُلِ عِدَّتِهَا، قُلْتُ: أَفَتَعْتَدُّ بِتِلْكَ التَّطْلِيقَةِ؟ قَالَ: أَرَأَيْتَ إِنْ عَجَزَ وَاسْتَحْمَقَ؟. [راجع: ٤٩٠٨]

[5333] حضرت ابن عمر ؓ سے روایت ہے کہ انھوں نے حیض کی حالت میں اپنی بیوی کو طلاق دے دی تھی۔ حضرت عمر ؓ نے اس کے متعلق نبی ﷺ سے سوال کیا تو آپ نے فرمایا: ''اسے کہو کہ اس سے رجوع کرے، پھر جب عدت کا وقت آئے تو اسے طلاق دے۔'' (راوی نے کہا:) میں نے ابن عمر ؓ سے پوچھا: کیا اس طلاق کو شمار کیا جائے گا؟ تو انھوں نے جواب دیا: اگر عبداللہ عاجز آ گیا ہو اور حماقت کی وجہ سے طلاق دے دی تو کیا اسے شمار نہیں کیا جائے گا؟

فوائد و مسائل: ① حائضہ عورت کو طلاق دینا اگرچہ خلاف سنت ہے، تاہم اس قسم کی طلاق شمار کی جائے گی، اور اس کا رجوع کرنا صحیح ہو گا جیسا کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابن عمر ؓ کو رجوع کرنے کا حکم دیا۔ اگر طلاق صحیح نہ ہوتی تو رجوع کرنے کا کیا مطلب؟ ② بعض حضرات اس مقام پر رجوع کے لغوی معنی مراد لیتے ہیں، لیکن یہ سخن سازی سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا۔ واللہ أعلم.

(٤٦) بَابٌ: تُحِدُّ الْمُتَوَفَّى عَنْهَا أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا

باب: 46- جس عورت کا خاوند فوت ہو جائے وہ چار ماہ دس دن سوگ کرے

وَقَالَ الزُّهْرِيُّ: لَا أَرَى أَنْ تَقْرَبَ الصَّبِيَّةُ الطِّيبَ لِأَنَّ عَلَيْهَا الْعِدَّةَ.

امام زہری نے کہا: میرے خیال کے مطابق اگر کمسن بچی کا شوہر فوت ہو جائے تو وہ بھی خوشبو کے قریب نہ جائے کیونکہ اس پر عدت ہے۔

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ: عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي بَكْرِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ نَافِعٍ، عَنْ زَيْنَبَ ابْنَةِ أَبِي سَلَمَةَ: أَنَّهَا أَخْبَرَتْهُ هٰذِهِ الْأَحَادِيثَ الثَّلَاثَةَ.

حمید بن نافع سے روایت ہے کہ حضرت زینب بنت ابوسلمہ ؓ نے درج ذیل احادیث بیان کی ہیں۔

وضاحت: کمسن لڑکی کا شوہر فوت ہو جائے تو اس کے ترک زینت میں اختلاف ہے۔ فقہائے اہل کوفہ کے نزدیک اس پر سوگ نہیں کیونکہ وہ اس کی مکلف نہیں جبکہ دیگر اہل علم کا کہنا ہے کہ اسے بھی سوگ مناتے ہوئے زیب و زینت نہیں کرنی چاہیے۔ اگرچہ وہ سوگ منانے کی مکلف نہیں، تاہم ورثاء کے لیے ضروری ہے کہ وہ اسے ایسے کپڑے نہ پہنائیں جو عدت گزارنے والی عورت پر حرام ہوتے ہیں۔ حضرت زینب بنت ابی سلمہ ؓ نے درج ذیل تین احادیث بیان کی ہیں۔

٥٣٣٤ - قَالَتْ زَيْنَبُ: دَخَلْتُ عَلَى أُمِّ حَبِيبَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ حِينَ تُوُفِّيَ أَبُوهَا أَبُو سُفْيَانَ بْنُ حَرْبٍ، فَدَعَتْ أُمُّ حَبِيبَةَ بِطِيبٍ فِيهِ صُفْرَةٌ خَلُوقٌ أَوْ غَيْرُهُ فَدَهَنَتْ مِنْهُ جَارِيَةً ثُمَّ مَسَّتْ بِعَارِضَيْهَا ثُمَّ قَالَتْ: وَاللهِ مَا لِي بِالطِّيبِ مِنْ حَاجَةٍ غَيْرَ أَنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «لَا يَحِلُّ لِامْرَأَةٍ تُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ تُحِدَّ عَلَى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلَاثِ لَيَالٍ إِلَّا عَلَى زَوْجٍ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا». [راجع: ١٢٨٠]

[5334] حضرت زینب بنت ابوسلمہ ؓ نے کہا: میں نبی ﷺ کی زوجہ محترمہ حضرت ام حبیبہ ؓ کے پاس گئی جبکہ ان کے والد گرامی حضرت ابوسفیان بن حرب ؓ فوت ہوئے۔ حضرت ام حبیبہ ؓ نے وہ خوشبو منگوائی جس میں خلوق وغیرہ کی زردی تھی۔ وہ خوشبو ایک لونڈی نے ان کو لگائی۔ انھوں نے خود بھی اسے اپنے رخساروں پر لگایا، اس کے بعد کہا: اللہ کی قسم! مجھے خوشبو کے استعمال کی خواہش نہ تھی لیکن میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے، آپ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ اور روز قیامت پر ایمان رکھنے والی عورت کے لیے یہ حلال نہیں کہ وہ کسی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ منائے مگر شوہر کا چار ماہ دس دن تک سوگ منائے۔''

٥٣٣٥ - قَالَتْ زَيْنَبُ: فَدَخَلْتُ عَلَى زَيْنَبَ ابْنَةِ جَحْشٍ حِينَ تُوُفِّيَ أَخُوهَا، فَدَعَتْ بِطِيبٍ، فَمَسَّتْ مِنْهُ ثُمَّ قَالَتْ: أَمَا وَاللهِ مَا لِي بِالطِّيبِ مِنْ حَاجَةٍ غَيْرَ أَنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ عَلَى الْمِنْبَرِ: «لَا يَحِلُّ لِامْرَأَةٍ تُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ تُحِدَّ فَوْقَ ثَلَاثِ لَيَالٍ، إِلَّا عَلَى زَوْجٍ، أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا». [راجع: ١٢٨٢]

[5335] حضرت زینب بنت ابوسلمہ ؓ نے کہا: میں ام المومنین حضرت زینب بنت جحش ؓ کے پاس گئی جس وقت ان کے بھائی فوت ہوئے تھے تو انھوں نے بھی خوشبو منگوائی اور اسے استعمال کیا، پھر فرمایا: اللہ کی قسم! مجھے خوشبو کی چنداں ضرورت نہ تھی لیکن میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ منبر پر کھڑے فرما رہے تھے: ”جو عورت اللہ اور قیامت پر یقین رکھتی ہے اسے جائز نہیں کہ وہ کسی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ منائے صرف شوہر کے لیے چار ماہ دس دن سوگ ہے۔“

٥٣٣٦ - قَالَتْ زَيْنَبُ: وَسَمِعْتُ أُمَّ سَلَمَةَ تَقُولُ: جَاءَتِ امْرَأَةٌ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّ ابْنَتِي تُوُفِّيَ عَنْهَا زَوْجُهَا وَقَدِ اشْتَكَتْ عَيْنُهَا أَفَنَكْحُلُهَا؟ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَا»، مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا، كُلَّ ذٰلِكَ يَقُولُ: «لَا». ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِنَّمَا هِيَ: أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا وَقَدْ كَانَتْ إِحْدَاكُنَّ فِي الْجَاهِلِيَّةِ تَرْمِي بِالْبَعْرَةِ عَلَى رَأْسِ الْحَوْلِ». [انظر: ٥٣٣٨، ٥٧٠٦]

[5336] حضرت زینب بنت ابوسلمہ ؓ نے کہا: میں نے ام سلمہ ؓ سے سنا کہ ایک عورت رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کی: اللہ کے رسول! میری بیٹی کا شوہر فوت ہو گیا ہے اور اس کی آنکھوں میں تکلیف ہے تو کیا ہم اسے سرمہ لگا سکتے ہیں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”نہیں۔“ آپ نے دو یا تین مرتبہ یہی کہا۔ ہر مرتبہ فرماتے تھے: ”نہیں“ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”یہ تو صرف چار ماہ دس دن ہیں، دور جاہلیت میں تو ایک سال کے بعد تمھیں مینگنی پھینکنا پڑتی تھی۔“

٥٣٣٧ - قَالَ حُمَيْدٌ: فَقُلْتُ لِزَيْنَبَ: وَمَا تَرْمِي بِالْبَعْرَةِ عَلَى رَأْسِ الْحَوْلِ؟ فَقَالَتْ زَيْنَبُ: كَانَتِ الْمَرْأَةُ إِذَا تُوُفِّيَ عَنْهَا زَوْجُهَا دَخَلَتْ حِفْشًا وَلَبِسَتْ شَرَّ ثِيَابِهَا وَلَمْ تَمَسَّ طِيبًا حَتَّى تَمُرَّ بِهَا سَنَةٌ، ثُمَّ تُؤْتَى بِدَابَّةٍ، حِمَارٍ أَوْ شَاةٍ أَوْ طَائِرٍ فَتَفْتَضُّ بِهِ، فَقَلَّمَا تَفْتَضُّ بِشَيْءٍ إِلَّا مَاتَ، ثُمَّ تَخْرُجُ فَتُعْطَى بَعْرَةً فَتَرْمِي بِهَا ثُمَّ تُرَاجِعُ بَعْدُ مَا شَاءَتْ مِنْ طِيبٍ أَوْ غَيْرِهِ.

[5337] حضرت حمید نے کہا: میں نے زینب بنت ابو سلمہ ؓ سے دریافت کیا: اس کے کیا معنی ہیں کہ اسے سال کے بعد مینگنی پھینکنا پڑتی؟ انھوں نے فرمایا: (زمانۂ جاہلیت میں) جب کسی عورت کا شوہر فوت ہو جاتا تو وہ نہایت تنگ و تاریک کوٹھڑی میں داخل ہو جاتی، پھر بدترین کپڑے پہن لیتی اور خوشبو کا استعمال بھی ترک کر دیتی حتی کہ اسی حالت میں ایک سال گزر جاتا۔ پھر کوئی جانور گدھا یا بکری یا پرندہ لایا جاتا تو وہ اس پر ہاتھ پھیرتی۔ ایسا کم ہوتا تھا کہ وہ کسی جانور پر ہاتھ پھیرے اور وہ مر نہ جائے۔ اس کے بعد وہ

باہر نکلتی اور اسے مینگنی دی جاتی جسے وہ پھینکتی تھی، پھر اس کے بعد خوشبو وغیرہ لگاتی تھی۔

سُئِلَ مَالِكٌ رَحِمَهُ اللهُ: مَا تَفْتَضُّ بِهِ؟ قَالَ: تَمْسَحُ بِهِ جِلْدَهَا.

امام مالک سے پوچھا گیا: "تَفْتَضُّ بِهٖ" کے کیا معنی ہیں؟ تو انھوں نے فرمایا: وہ اس کا جسم چھوتی تھی۔

فوائد ومسائل: ① دور جاہلیت میں جس عورت کا خاوند فوت ہوجاتا وہ ایک سال تک عدت گزارتی اور انتہائی بدترین طریقے سے زندگی کے یہ دن پورے کرتی جیسا کہ حدیث میں بیان ہوا ہے۔ اس کا اشارہ قرآن کریم میں بھی ہے: "اور جو لوگ فوت ہوجائیں اور بیویاں چھوڑ جائیں، وہ اپنی عورتوں کے حق میں ایک سال تک خرچہ دینے کی وصیت کر جائیں، نیز انھیں اس مدت میں گھر سے نہ نکالا جائے۔"[1] پھر ان کے متعلق ایک دوسرا حکم نازل ہوا کہ وہ چار ماہ دس دن تک عدت پوری کریں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: "اور تم میں سے جو لوگ فوت ہوجائیں اور بیویاں چھوڑ جائیں تو وہ عورتیں اپنے آپ کو چار ماہ دس دن تک عدت میں رکھیں۔"[2] یہ اس صورت میں ہے جب بیوی حاملہ نہ ہو، حاملہ ہونے کی صورت میں اس کی عدت وضع حمل ہے جیسا کہ پہلے بیان ہوا ہے۔ چار ماہ دس دن عدت گزارنے میں یہ حکمت ہے کہ عورت کے پیٹ میں بچے کی تخلیق اور اس میں روح پھونکنے کا معاملہ ایک سو بیس دن کے بعد ہوتا ہے جس کے چار ماہ بنتے ہیں، چونکہ چاند کی کمی بیشی سے فرق ہوسکتا ہے، اس نقصان کو پورا کرنے کے لیے اس تعداد پر دس دن کا اضافہ کیا گیا ہے۔[3] ② دوران عدت میں وہ زیب و زینت نہیں کرے گی جیسا کہ ایک حدیث میں ہے: "زمانۂ عدت میں رنگ دار لباس نہ پہنے، لیکن رنگے ہوئے سوت کا کپڑا پہن سکتی ہے، سرمہ نہ لگائے اور خوشبو بھی استعمال نہ کرے۔"[4] ایک روایت میں ہے کہ وہ مہندی نہ لگائے۔[5] سنن نسائی میں ہے کہ وہ کنگھی بھی نہ کرے۔[6] اس عورت کے علاوہ دیگر عورتوں، یعنی مطلقہ وغیرہ پر عدت تو ہے لیکن سوگ کی پابندی نہیں ہے۔

(٤٧) بَابُ الْكُحْلِ لِلْحَادَّةِ

باب: 47- سوگ منانے والی عورت کے لیے سرمے کا استعمال

٥٣٣٨ - حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ: حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ نَافِعٍ عَنْ زَيْنَبَ ابْنَةِ أُمِّ سَلَمَةَ، عَنْ أُمِّهَا: أَنَّ امْرَأَةً تُوُفِّيَ زَوْجُهَا، فَخَشُوا عَلَى عَيْنَيْهَا، فَأَتَوْا عَلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ

[5338] حضرت زینب بنت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، وہ اپنی والدہ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے بیان کرتی ہیں کہ ایک عورت کا شوہر فوت ہوگیا تو اس کے اہل خانہ کو اس کی آنکھوں کے ضائع ہونے کا خطرہ محسوس

---

1 البقرة 2:240. 2 البقرة 2:234. 3 فتح الباري: 9/603. 4 صحيح البخاري، الطلاق، حديث: 5341. 5 سنن أبي داود، الطلاق حديث: 2302. 6 سنن النسائي، الطلاق، حديث: 3564.

فَاسْتَأْذَنُوهُ فِي الْكُحْلِ، فَقَالَ: «لَا تَكْتَحِلُ، قَدْ كَانَتْ إِحْدَاكُنَّ تَمْكُثُ فِي شَرِّ أَحْلَاسِهَا أَوْ شَرِّ بَيْتِهَا، فَإِذَا كَانَ حَوْلٌ فَمَرَّ كَلْبٌ رَمَتْ بِبَعْرَةٍ، فَلَا حَتَّى تَمْضِيَ أَرْبَعَةُ أَشْهُرٍ وَعَشْرٌ». [راجع: ٥٣٣٦]

ہوا، چنانچہ وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے سرمہ لگانے کی اجازت مانگی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''وہ سرمہ نہ لگائے۔ زمانۂ جاہلیت میں تم میں سے کسی ایک کو گندے گھر اور بدترین کپڑوں میں وقت گزارنا پڑتا تھا۔ جب اس طرح سال مکمل ہو جاتا تو اس کے پاس سے کتا گزرتا اور وہ اس کی طرف مینگنی پھینکتی تھی، اس لیے اب تم اسے سرمہ نہ لگاؤ حتی کہ چار ماہ دس دن گزر جائیں۔''

٥٣٣٩ - وَسَمِعْتُ زَيْنَبَ ابْنَةَ أُمِّ سَلَمَةَ تُحَدِّثُ عَنْ أُمِّ حَبِيبَةَ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: «لَا يَحِلُّ لِامْرَأَةٍ مُسْلِمَةٍ تُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ تُحِدَّ فَوْقَ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ إِلَّا عَلَى زَوْجِهَا أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا». [راجع: ١٢٨٠]

[5339] حضرت زینب بنت ام سلمہ ؓ ہی سے روایت ہے، وہ ام المومنین حضرت ام حبیبہ ؓ سے بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''جو عورت اللہ تعالیٰ اور روز آخرت پر یقین رکھتی ہے اس کے لیے حلال نہیں کہ وہ تین دن سے زیادہ سوگ منائے مگر وہ اپنے شوہر پر چار ماہ دس دن تک سوگ کر سکتی ہے۔''

فوائد ومسائل: ① ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا جواب سن کر اس عورت نے دوبارہ کہا کہ اس کی آنکھ ضائع ہونے کا اندیشہ ہے۔ آپ نے فرمایا: ''وہ سرمہ استعمال نہیں کر سکتی اگرچہ اس کی آنکھ ضائع ہو جائے۔''[1] حضرت اسماء بنت عمیس ؓ بھی اس حدیث کے پیش نظر یہی فتویٰ دیتی تھیں۔ لیکن بیہقی وغیرہ کی روایت میں ہے کہ رات کے وقت سرمہ لگا لیا کرے اور دن کے وقت اسے صاف کر دیا کرے۔[2] اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر سرمہ لگانے کی ضرورت نہ ہو تو کسی صورت میں اسے استعمال نہ کرے، اگر ضرورت پڑے تو رات کو استعمال کر کے دن کو اسے صاف کر دیا جائے۔ بہرحال ہمارا رجحان یہ ہے کہ عورت کو ایام سوگ میں سرمہ لگانے سے پرہیز کرنا چاہیے۔[3] واللہ أعلم.

٥٣٤٠ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ: حَدَّثَنَا بِشْرٌ: حَدَّثَنَا سَلَمَةُ بْنُ عَلْقَمَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ: قَالَتْ أُمُّ عَطِيَّةَ: نُهِينَا أَنْ نُحِدَّ أَكْثَرَ مِنْ ثَلَاثٍ إِلَّا بِزَوْجٍ. [راجع: ٣١٣]

[5340] حضرت ام عطیہ ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ ہمیں شوہر کے علاوہ کسی دوسرے پر تین دن سے زیادہ سوگ منانے سے منع کیا گیا تھا۔

فوائد ومسائل: ① اگرچہ اس روایت میں سرمہ لگانے کی ممانعت کا ذکر نہیں ہے، تاہم اسی حدیث کے دوسرے طرق میں

---

① معرفة الصحابة لأبي نعيم الأصبهاني، رقم: 7125. ② السنن الكبرٰى للبيهقي: 440/7. ③ فتح الباري: 604/9.

اس کی صراحت ہے، چنانچہ ایک روایت میں ہے کہ وہ نہ سرمہ لگائے اور نہ خوشبو ہی استعمال کرے۔[1] ایک روایت میں ہے کہ سوگ منانے والی عورت مہندی بھی نہ لگائے۔[2] ایک روایت میں ہے کہ وہ بالوں میں کنگھی بھی نہ کرے۔[3] ② واضح رہے کہ سوگ منانے کی چار ماہ دس دن تک پابندی صرف اس عورت کے لیے ہے جو حاملہ نہ ہو، اگر حمل سے ہے تو وضع حمل تک سوگ منائے گی جیسا کہ دیگر احادیث میں اس کی وضاحت ہے۔

(٤٨) بَابُ الْقُسْطِ لِلْحَادَّةِ عِنْدَ الطُّهْرِ

باب: 48- سوگ منانے والی کے لیے قسط (خوشبو) کا استعمال جبکہ وہ حیض سے پاک ہو

٥٣٤١ - حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ حَفْصَةَ، عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ قَالَتْ: كُنَّا نُنْهَى أَنْ نُحِدَّ عَلَى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلَاثٍ إِلَّا عَلَى زَوْجٍ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا، وَلَا نَكْتَحِلَ، وَلَا نَطَّيَّبَ، وَلَا نَلْبَسَ ثَوْبًا مَصْبُوغًا إِلَّا ثَوْبَ عَصْبٍ، وَقَدْ رُخِّصَ لَنَا عِنْدَ الطُّهْرِ إِذَا اغْتَسَلَتْ إِحْدَانَا مِنْ مَحِيضِهَا فِي نُبْذَةٍ مِنْ كُسْتِ أَظْفَارٍ، وَكُنَّا نُنْهَى عَنِ اتِّبَاعِ الْجَنَائِزِ. [راجع: ٣١٣]

[5341] حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے کہا: ہمیں منع کیا جاتا تھا کہ کسی میت کا تین دن سے زیادہ سوگ منائیں سوائے خاوند کے کیونکہ اس کی عدت چار ماہ دس دن ہے، نیز دوران سوگ میں نہ ہم سرمہ لگاتیں، نہ خوشبو استعمال کرتیں اور نہ رنگا ہوا کپڑا ہی پہنتیں۔ ہاں وہ کپڑا استعمال کرنے کی اجازت تھی جس کا دھاگا بننے سے پہلے ہی رنگ دیا گیا ہو۔ ہمیں اس کی بھی اجازت تھی کہ اگر کوئی حیض سے پاک ہوتی تو اظفار کی تھوڑی سی کستوری استعمال کرے، نیز ہمیں جنازے کے پیچھے جانے سے روکا جاتا تھا۔

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ: اَلْقُسْطُ وَالْكُسْتُ مِثْلُ الْكَافُورِ وَالْقَافُورِ. نُبْذَةٍ: قِطْعَةٍ.

ابوعبداللہ (حضرت امام بخاری رحمہ اللہ) نے فرمایا: "القسط" اور "الکست" ایک ہی چیز ہیں، جیسے "الکافور" اور "القافور" (دونوں ایک ہیں)۔ "نبذة" کے معنی ہیں: ٹکڑا۔

فوائد و مسائل: ① سوگ منانے والی عورت کو شرعاً حکم دیا گیا ہے کہ وہ زیب و زینت نہ کرے۔ چونکہ خوشبو بھی زینت کے لیے استعمال ہوتی ہے، اس لیے اس کے استعمال پر بھی پابندی ہے جیسا کہ اس حدیث میں اس کی صراحت ہے۔ لیکن حیض سے پاک ہونے کے بعد ناگواری کے اثرات دور کرنے کے لیے محدود پیمانے پر اس کے استعمال کی اجازت دی گئی ہے۔ ② علامہ

---

(1) صحيح البخاري، الحيض، حديث: 313. (2) سنن أبي داود، الطلاق، حديث: 2302. (3) سنن النسائي، الطلاق، حديث: 3564.

نووی رحمہ اللہ نے لکھا ہے: ''قسط'' کی دو قسمیں مشہور ہیں جو دھونی کے طور پر استعمال ہوتی ہیں۔ جب انھیں کسی دوسری اشیاء کے ساتھ ملایا جاتا ہے تو خوشبو تیار ہوتی ہے، پھر اسے سوگ والی عورت کے لیے استعمال کرنا منع ہے۔ اسی طرح کی دوسری چیزیں جن سے مقصود زیب و زینت یا خوشبو نہ ہو، انھیں استعمال کرنا جائز ہے جیسا کہ سر میں سرسوں کا تیل لگایا جاتا ہے یا سادہ صابن سے نہایا جاتا ہے، انھیں سوگ والی عورت بھی استعمال کر سکتی ہے۔[1]

(٤٩) بَابٌ: تَلْبَسُ الْحَادَّةُ ثِيَابَ الْعَصْبِ

باب: 49- سوگ منانے والی عورت دھاری دار کپڑے پہن سکتی ہے

٥٣٤٢ - حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ دُكَيْنٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ السَّلَامِ بْنُ حَرْبٍ عَنْ هِشَامٍ، عَنْ حَفْصَةَ، عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ قَالَتْ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «لَا يَحِلُّ لِامْرَأَةٍ تُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ تُحِدَّ فَوْقَ ثَلَاثٍ إِلَّا عَلَى زَوْجٍ فَإِنَّهَا لَا تَكْتَحِلُ وَلَا تَلْبَسُ ثَوْبًا مَصْبُوغًا إِلَّا ثَوْبَ عَصْبٍ». [راجع: ٣١٣]

[5342] حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''جو عورت اللہ پر ایمان اور روز آخرت پر یقین رکھتی ہے اس کے لیے شوہر کے علاوہ کسی بھی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ حلال نہیں۔ وہ سرمہ بھی نہ لگائے اور نہ رنگے ہوئے کپڑے استعمال کرے مگر سفید سیاہ دھاری دار کپڑے پہن سکتی ہے۔''

٥٣٤٣ - وَقَالَ الْأَنْصَارِيُّ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ: حَدَّثَتْنَا حَفْصَةُ: حَدَّثَتْنِي أُمُّ عَطِيَّةَ: نَهَى النَّبِيُّ ﷺ، وَلَا تَمَسَّ طِيبًا إِلَّا أَدْنَى طُهْرِهَا إِذَا طَهُرَتْ نُبْذَةً مِنْ قُسْطٍ وَأَظْفَارٍ.

[5343] حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا ہی سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے سوگ منانے والی عورت کو خوشبو استعمال کرنے سے منع فرمایا۔ ہاں، حیض سے پاک ہوتے وقت تھوڑی سی عود استعمال کر سکتی ہے۔

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ: الْقُسْطُ وَالْكُسْتُ مِثْلُ الْكَافُورِ وَالْقَافُورِ. [راجع: ٣١٣]

ابو عبداللہ (امام بخاری رحمہ اللہ) نے کہا: قسط اور کست ایک ہی چیز ہے جیسے کافور اور قافور میں کوئی فرق نہیں۔

فوائد و مسائل: ① اس امر پر علمائے امت کا اتفاق ہے کہ سوگ منانے والی عورت زرد رنگ کے کپڑے یا دوسرے رنگین کپڑے نہیں پہن سکتی لیکن سیاہ رنگ کا لباس استعمال کر سکتی ہے کیونکہ سیاہ لباس زینت کے لیے نہیں بلکہ حزن و افسوس کے اظہار کے لیے ہوتا ہے۔ بعض علماء نے اس حدیث کے پیش نظر لکھا ہے کہ عورت ان دنوں سفید لباس پہن سکتی ہے لیکن اگر سفید لباس زینت کے لیے ہے تو اس کے استعمال پر پابندی ہے، اسی طرح جب سیاہ لباس زینت کے لیے ہو گا تو اسے بھی استعمال نہیں کرنا چاہیے۔ ② امام بخاری رحمہ اللہ نے اس عنوان اور پیش کردہ حدیث سے یہ ثابت کیا ہے کہ سفید سیاہ دھاری دار کپڑے کے استعمال

[1] فتح الباري: 609/9.

میں کوئی حرج نہیں، اسی طرح جو کپڑا بننے سے پہلے اس کا دھاگا رنگین ہوا سے بھی استعمال کیا جا سکتا ہے بشرطیکہ زینت کے لیے نہ ہو۔ واللہ أعلم۔[1]

(٥٠) بَابٌ: ﴿وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا﴾ إِلَى قَوْلِهِ: ﴿خَبِيرٌ﴾ [البقرة: ٢٣٤]

باب: 50- ارشاد باری تعالیٰ: ''اور جو لوگ تم میں سے فوت ہو جائیں اور بیویاں چھوڑ جائیں......'' کا بیان

وضاحت: عدت کے سلسلے میں یہ آخری عنوان ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصود اس عنوان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ سوگ منانے والی عورت کو عدت کے ایام کہاں گزارنے چاہئیں؟ اپنے خاوند کے گھر میں یا اپنے میکے میں اس مدت کو پورا کر سکتی ہے۔ واللہ أعلم۔

٥٣٤٤ - حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ: أَخْبَرَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ: حَدَّثَنَا شِبْلٌ عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ ﴿وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا﴾ قَالَ: كَانَتْ هٰذِهِ الْعِدَّةُ تَعْتَدُّ عِنْدَ أَهْلِ زَوْجِهَا وَاجِبًا، فَأَنْزَلَ اللهُ ﴿وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا وَصِيَّةً لِّأَزْوَاجِهِم مَّتَاعًا إِلَى الْحَوْلِ غَيْرَ إِخْرَاجٍ فَإِنْ خَرَجْنَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِي مَا فَعَلْنَ فِي أَنفُسِهِنَّ مِن مَّعْرُوفٍ﴾ قَالَ: جَعَلَ اللهُ لَهَا تَمَامَ السَّنَةِ سَبْعَةَ أَشْهُرٍ وَعِشْرِينَ لَيْلَةً وَصِيَّةً، إِنْ شَاءَتْ سَكَنَتْ فِي وَصِيَّتِهَا، وَإِنْ شَاءَتْ خَرَجَتْ، وَهُوَ قَوْلُ اللهِ تَعَالَى: ﴿غَيْرَ إِخْرَاجٍ فَإِنْ خَرَجْنَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ﴾ [البقرة: ٢٤٠] فَالْعِدَّةُ كَمَا هِيَ وَاجِبٌ عَلَيْهَا، زَعَمَ ذٰلِكَ عَنْ مُجَاهِدٍ.

[5344] امام مجاہد سے روایت ہے، انھوں نے اس آیت کریمہ: ''جو لوگ تم میں سے وفات پا جائیں اور بیویاں چھوڑ جائیں۔'' کی تفسیر میں کہا کہ یہ عدت جو شوہر کے اہل خانہ کے پاس گزاری جاتی تھی یہ ضروری امر تھا، پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری: ''اور جو لوگ تم میں سے فوت ہو جائیں وہ اپنی عورتوں کے حق میں وصیت کر جائیں کہ ان کو ایک سال تک خرچ دیا جائے اور گھر سے نہ نکالا جائے ہاں، اگر وہ خود گھر سے نکل جائیں اور اپنے حق میں پسندیدہ کام (نکاح) کر لیں تو تم پر کوئی گناہ نہیں۔'' امام مجاہد نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے سات ماہ بیس دن سال پورا کرنے کے لیے وصیت میں شمار کیے ہیں۔ بیوی اگر چاہے تو وصیت کے مطابق ٹھہری رہے اور اگر چاہے تو گھر سے چلی جائے۔ اللہ تعالیٰ کے ارشاد: ''انھیں نکالا نہ جائے اگر وہ خود چلی جائیں تو تم پر کوئی گناہ نہیں۔'' کے یہی معنی ہیں۔ عدت کے ایام تو اس پر واجب ہیں جیسا کہ مجاہد سے منقول ہے۔

وَقَالَ عَطَاءٌ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: نَسَخَتْ هٰذِهِ

حضرت عطاء نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا

[1] فتح الباري: 608/9.

الْآيَةُ عِدَّتَهَا عِنْدَ أَهْلِهَا فَتَعْتَدُّ حَيْثُ شَاءَتْ، وَقَوْلُ اللهِ تَعَالَى: ﴿غَيْرَ إِخْرَاجٍ﴾. وَقَالَ عَطَاءٌ: إِنْ شَاءَتِ اعْتَدَّتْ عِنْدَ أَهْلِهَا وَسَكَنَتْ فِي وَصِيَّتِهَا، وَإِنْ شَاءَتْ خَرَجَتْ لِقَوْلِ اللهِ: ﴿فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا فَعَلْنَ فِيٓ أَنفُسِهِنَّ﴾ قَالَ عَطَاءٌ: ثُمَّ جَاءَ الْمِيرَاثُ فَنَسَخَ السُّكْنَى فَتَعْتَدُّ حَيْثُ شَاءَتْ وَلَا سُكْنَى لَهَا. [راجع: ٤٥٣١]

ہے کہ انھوں نے فرمایا: اس آیت نے اہل خانہ کے پاس عدت گزارنے کو منسوخ کر دیا ہے، اس لیے وہ جہاں چاہے عدت گزار سکتی ہے۔ حضرت عطاء نے "غیر إخراج" کے متعلق فرمایا: اگر چاہے تو عدت کے ایام اپنے (شوہر کے) گھر والوں کے پاس گزارے اور وصیت کے مطابق قیام کرے اور اگر چاہے تو وہاں سے چلی آئے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''تم پر اس کے متعلق کوئی گناہ نہیں جو وہ اپنی مرضی کے مطابق کریں۔'' عطاء نے کہا: اس کے بعد میراث کے احکام نازل ہوئے تو اس نے ''رہائش'' کو بھی منسوخ کر دیا۔ اب وہ جہاں چاہے عدت گزارے۔ شوہر کی طرف سے اس کے لیے مکان کا انتظام نہیں ہوگا۔

فوائد ومسائل: ① امام مجاہد ؒ کا موقف ہے کہ چار مہینے دس دن عدت گزارنے کا حکم پہلے نازل ہوا تھا کہ وہ یہ عدت خاوند کے گھر والوں کے پاس گزارے اور ایسا کرنا واجب تھا، پھر دوسری آیت نازل ہوئی جس میں ایک سال عدت گزارنے کے متعلق حکم تھا، اب سال پورا کرنے کے لیے سات ماہ بیس دن وصیت کے مطابق عمل کرتے ہوئے اپنے خاوند کے گھر میں گزارے اگر چاہے تو اپنے میکے جا کر ان کو پورا کرے۔ ان کے نزدیک ناسخ، منسوخ سے پہلے نازل نہیں ہوسکتا، اس لیے انھوں نے دونوں کو جمع کرنے کی یہ صورت بیان کی ہے جبکہ عام مفسرین کا کہنا ہے کہ ایک سال عدت گزارنے پر مشتمل آیت کریمہ منسوخ ہے اور چار ماہ دس دن کی آیت اس کی ناسخ ہے۔ ابن بطال نے کہا ہے کہ کسی مفسر نے آیات مذکورہ کی یہ تفسیر نہیں کی اور نہ کسی فقیہ نے یہ کہا ہے بلکہ تمام فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ سال والی آیت منسوخ ہے۔ اور رہائش بھی عدت کے تابع ہے۔ جب چار ماہ دس دن کی عدت سے سال بھر کی عدت منسوخ ہوگئی تو رہائش کے متعلق خاوند کی ذمے داری بھی منسوخ ہوگئی۔[1] ② ہمارے رجحان کے مطابق جس عورت کا خاوند فوت ہو جائے تو اس پر چار ماہ دس دن عدت گزارنا واجب ہے اور وہ اسی مکان میں عدت گزارے جہاں وہ شوہر کے ساتھ مقیم تھی یا جہاں اسے خاوند کے متعلق وفات کی اطلاع ملی جیسا کہ حضرت فریعہ بنت مالک ؓ کا خاوند فوت ہوا تو وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اپنے میکے لوٹ جانے کے متعلق دریافت کیا کہ میرے شوہر نے اپنی ملکیت میں کوئی مکان نہیں چھوڑا۔ آپ نے فرمایا: ''تم اپنے میکے جاسکتی ہو'' ابھی وہ حجرے سے باہر نہیں نکلی تھی کہ رسول اللہ ﷺ نے آواز دی اور فرمایا: ''تم اپنے پہلے مکان ہی میں رہو جب تک تمھاری عدت پوری نہ ہو جائے'' چنانچہ انھوں نے چار ماہ دس دن کی عدت اسی سابقہ مکان میں پوری کی۔[2] ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم اس

① فتح الباري: 611/9. ② سنن أبي داود، الطلاق، حديث: 2300.

گھر میں رہو جہاں تجھے خاوند کے فوت ہونے کی خبر ملی حتی کہ ایام عدت پورے ہو جائیں۔'' [1] ③ بعض اہل علم حدیث کے ان الفاظ سے عورت کو پابند کرتے ہیں کہ وہ ایام عدت وہیں گزارے جہاں اسے خاوند کی وفات کے متعلق اطلاع ملی ہو، خواہ وہ کسی کے گھر بطور مہمان ٹھہری ہو، اس طرح کی بے جا پابندی شریعت کے منشا کے خلاف ہے۔ بہر حال اس عورت کو اپنے خاوند کے گھر عدت کے ایام گزارنے ہوں گے، البتہ اس حکم سے درج ذیل صورتیں مستثنیٰ ہیں: ○ میاں بیوی کرائے کے مکان میں رہائش رکھے ہوئے تھے۔ خاوند کی وفات کے بعد آمدنی کے ذرائع محدود ہو گئے یا مالک مکان نے مکان خالی کرنے کا نوٹس دے دیا یا اپنے مکان میں عزیز و اقارب نے اتنا تنگ کیا کہ وہاں ایام پورے کرنا مشکل ہو گئے تو وہ کسی دوسرے مکان میں عدت گزار سکتی ہے۔ ○ میاں بیوی کسی دوسرے ملک میں تھے۔ بیوی اپنے ماں باپ سے ملنے کے لیے اپنے ملک آئی تو دوسرے ملک میں اس کا خاوند فوت ہو گیا۔ اب ویزے وغیرہ کا مسئلہ بن گیا تو وہ اپنے ملک میں اپنے والدین کے ہاں عدت گزار سکتی ہے۔ ○ عورت خانہ بدوش ہونے کی وجہ سے کسی مقام پر پڑاؤ ڈالے ہوئے تھی، اسی حالت میں اس کا خاوند فوت ہو گیا تو اس کے لیے ضروری نہیں کہ وہ چار ماہ دس دن اسی مقام پر گزارے بلکہ جہاں قافلہ ٹھہرے گا وہ اس کے ساتھ عدت کے ایام گزارتی رہے گی۔ واللہ أعلم.

٥٣٤٥ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ: حَدَّثَنِي حُمَيْدُ بْنُ نَافِعٍ عَنْ زَيْنَبَ ابْنَةِ أُمِّ سَلَمَةَ، عَنْ أُمِّ حَبِيبَةَ ابْنَةِ أَبِي سُفْيَانَ: لَمَّا جَاءَهَا نَعِيُّ أَبِيهَا دَعَتْ بِطِيبٍ فَمَسَحَتْ ذِرَاعَيْهَا وَقَالَتْ: مَا لِي بِالطِّيبِ مِنْ حَاجَةٍ لَوْلَا أَنِّي سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ: «لَا يَحِلُّ لِامْرَأَةٍ تُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ تُحِدُّ عَلَى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلَاثٍ إِلَّا عَلَى زَوْجٍ، أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا». [راجع: ١٢٨٠]

[5345] حضرت زینب بنت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، وہ حضرت ام حبیبہ بنت ابوسفیان رضی اللہ عنہا سے بیان کرتی ہیں کہ جب انھیں اپنے والد گرامی (حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ) کے فوت ہونے کی اطلاع ملی تو (تین دن کے بعد) انھوں نے خوشبو منگوائی اور اپنے دونوں بازوؤں پر لگائی، پھر فرمایا: مجھے خوشبو کی ضرورت نہیں تھی لیکن میں نے نبی ﷺ سے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا: ''جو عورت اللہ پر ایمان اور روز آخرت پر یقین رکھتی ہو وہ اپنے شوہر کے علاوہ کسی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ نہ منائے، البتہ شوہر کی وفات پر چار ماہ دس دن ہیں۔''

فوائد و مسائل: ① اس حدیث سے معلوم ہوا کہ شوہر کے علاوہ کسی بھی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ منانا حرام ہے۔ ایسی عورتیں ایمان سے محروم ہیں جو اس حکم کی خلاف ورزی کرتی ہیں۔ ② عنوان میں عدت کا ذکر تھا اور اس حدیث میں ہے کہ عدت گزارنے والی عورت حدیث میں بتائے ہوئے طریقے کے مطابق عدت کے ایام پورے کرے، اس کی خلاف ورزی کر کے خود کو ایمان سے محروم نہ کرے۔ [2]

---

[1] مسند أحمد: 370/6. [2] عمدة القاري: 357/14.

(٥١) بَابُ مَهْرِ الْبَغِيِّ وَالنِّكَاحِ الْفَاسِدِ

باب:51- زانیہ کا خرچہ اور نکاح فاسد کا حق مہر

وَقَالَ الْحَسَنُ: إِذَا تَزَوَّجَ مُحَرَّمَةً وَهُوَ لَا يَشْعُرُ، فُرِّقَ بَيْنَهُمَا وَلَهَا مَا أَخَذَتْ، وَلَيْسَ لَهَا غَيْرُهُ، ثُمَّ قَالَ بَعْدُ: لَهَا صَدَاقُهَا.

حسن بصری نے کہا: جب کسی نے محرمہ سے نکاح کیا جبکہ اسے حرمت کا علم نہ تھا تو ان کے درمیان تفریق کر دی جائے۔ ان حالات میں جو کچھ عورت نے وصول کر لیا وہ اسی کا ہے اس کے علاوہ کچھ نہیں، پھر کہا کہ اس کے لیے مہر ہے۔

وضاحت: جس عورت سے انسان جنسی طور پر لطف اندوز ہوتا ہے اس کی تین قسمیں ہیں: پہلی یہ کہ محل کے طور پر وہ جائز تھی لیکن سبب ناجائز تھا جیسا کہ وٹہ سٹہ نکاح یا سرپرست کے بغیر کسی عورت سے شادی کرنا۔ دوسری یہ کہ محل کے طور پر بھی جائز اور سبب بھی شرعاً جائز تھا جیسا کہ عام نکاح ہوتے ہیں۔ تیسری قسم یہ ہے کہ محل اور سبب دونوں ہی ناجائز جیسا کہ بدکار عورت سے ملاپ کرنا۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس عنوان کے تحت ان تینوں قسموں کے متعلق بیان کیا ہے کہ آخری قسم، یعنی بدکار عورت کی کمائی حرام ہے اور اس سے لطف اندوز ہونا بھی حرام ہے۔ دوسری قسم، یعنی حلال عورت کا حق مہر بھی جائز اور اس سے لطف اندوز ہونا بھی حلال ہے اور پہلی قسم سے لطف اندوز ہونا تو حرام ہے، البتہ جو کچھ عورت کو دے دیا گیا ہے اسے وہ استعمال کر سکتی ہے۔ وہ اس کے لیے حلال ہے۔ اس سلسلے میں امام بخاری رحمہ اللہ نے امام حسن بصری رحمہ اللہ کا قول پیش کیا ہے کہ اگر کسی نے ایسی عورت سے نکاح کیا جو اس پر حرام تھی لیکن اسے اس کی حرمت کا علم نہیں تھا تو انھیں فوراً علیحدہ کر دیا جائے۔ ایسے حالات میں عورت نے جو طے شدہ مہر وصول کر لیا ہے وہی لے گی، اس کے علاوہ کسی دوسری چیز کی حق دار نہیں ہے۔ پھر انھوں نے دوسرا فتویٰ دیا کہ اس کے لیے مہر مثل ہے۔ فقہاء نے ان دو اقوال کو بنیاد بنا کر کہا ہے کہ ایسی عورت کے لیے طے شدہ حق مہر ہے۔ کچھ حضرات نے کہا ہے کہ وہ مہر مثل کی حق دار ہے۔ اگر اسے اس کی حرمت کا علم تھا تو اسے حد لگائی جائے گی اور عورت کو کچھ نہیں دیا جائے گا جبکہ اہل کوفہ کہتے ہیں اس پر حد نہیں بلکہ تعزیر ہوگی جو چالیس کوڑوں سے کم ہو۔[1]

٥٣٤٦ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنْ ثَمَنِ الْكَلْبِ، وَحُلْوَانِ الْكَاهِنِ، وَمَهْرِ الْبَغِيِّ. [راجع: ٢٢٣٧]

[5346] حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے کتے کی قیمت، کاہن کی اجرت اور بدکار عورت کی کمائی سے منع فرمایا ہے۔

---

[1] عمدة القاري: 358/14.

٥٣٤٧ - حَدَّثَنَا آدَمُ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ: حَدَّثَنَا عَوْنُ بْنُ أَبِي جُحَيْفَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: لَعَنَ النَّبِيُّ ﷺ الْوَاشِمَةَ وَالْمُسْتَوْشِمَةَ، وَآكِلَ الرِّبَا وَمُوكِلَهُ، وَنَهَى عَنْ ثَمَنِ الْكَلْبِ، وَكَسْبِ الْبَغِيِّ، وَلَعَنَ الْمُصَوِّرِينَ. [راجع: ٢٠٨٦]

[5347] حضرت ابو جحیفہ ؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے جسم میں سرمہ بھرنے والی، جس کے جسم میں سرمہ بھرا جائے، سود کھانے والے اور کھلانے والے پر لعنت کی ہے۔ اسی طرح آپ نے کتے کی قیمت اور زانیہ کی کمائی سے منع فرمایا ہے، نیز تصویر بنانے والوں پر بھی لعنت کی ہے۔

٥٣٤٨ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْجَعْدِ: أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جُحَادَةَ، عَنْ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنْ كَسْبِ الْإِمَاءِ. [راجع: ٢٢٨٣]

[5348] حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے لونڈیوں کی کمائی سے منع فرمایا ہے۔

فوائد و مسائل: ① امام بخاری ؒ نے اس عنوان اور پیش کردہ احادیث میں نکاح فاسد کے حق مہر اور زنا کی اجرت کے متعلق وضاحت کی ہے۔ جو اجرت زنا کے عوض دی جاتی ہے اسے مهر البغي کہا جاتا ہے۔ یہ حرام ہے اور اس کی حرمت میں کسی کو بھی اختلاف نہیں کیونکہ زنا حرام ہے، اس لیے اس کا معاوضہ بھی ناجائز اور حرام ہے۔ اسی طرح گلوکارہ اور نوحہ کرنے والی کی اجرت بھی حرام ہے۔ لیکن نکاح فاسد میں عورت کو اس کا طے شدہ حق مہر دے دیا جاتا ہے اور اس کے فوراً بعد ان میں جدائی کر دی جائے۔ ② نکاح فاسد وہ ہے جو گواہوں یا سرپرست کی اجازت کے بغیر کیا جائے۔ اسی طرح دوران عدت میں نکاح کرنا یا وقتی طور پر کسی سے نکاح کرنا بھی نکاح فاسد ہوتا ہے، ایسے نکاح میں عورت کو طے شدہ حق مہر مل جاتا ہے، اس کے علاوہ، وہ کسی چیز کی حق دار نہیں ہے۔ ③ کسب اماء سے مراد لونڈیوں سے بدکاری کرانا اور ان کا معاوضہ لینا ہے۔ یہ معاوضہ بھی حرام ہے اور بدکار عورت کی کمائی میں شامل ہے۔ واللہ أعلم.

(٥٢) بَابُ الْمَهْرِ لِلْمَدْخُولِ عَلَيْهَا، وَكَيْفَ الدُّخُولُ؟ أَوْ طَلَّقَهَا قَبْلَ الدُّخُولِ وَالْمَسِيسِ

باب: 52- جس عورت سے ملاپ کیا گیا ہو اس کا حق مہر، دخول کیا ہوتا ہے؟ اور جس نے دخول یا مس سے پہلے طلاق دی

وضاحت: نکاح کے بعد جس عورت سے ہم بستری کی گئی ہو وہ پورے حق مہر کی حق دار ہے اور اگر اسے طلاق ہو جائے تو اسے عدت بھی گزارنی ہے۔ لیکن اگر عورت کو کمرے میں لا کر دروازہ بند کر لیا یا پردہ لٹکا لیا تو کیا وہ پورے حق مہر کی حق دار ہے؟ اور اسے بھی پوری عدت گزارنا ہے یا اسے نصف حق مہر ملے گا؟ اور اس پر عدت وغیرہ نہیں ہے، اس امر میں اختلاف ہے۔ ہمارے رجحان کے مطابق جب خلوت صحیحہ عمل میں آ جائے تو عورت کے لیے پورا حق مہر ہے، خواہ ملاپ ہو یا نہ ہو۔ اگر دونوں

میں کوئی بیمار ہے یا کسی نے روزہ رکھا ہے یا حالت احرام میں ہے یا عورت کو حیض آیا ہے تو ان صورتوں میں عورت کو نصف حق مہر ملے گا لیکن عدت پوری گزارنی ہوگی کیونکہ خلوت صحیحہ میں غالب گمان ملاپ ہی کا ہوتا ہے، اس لیے خلوت صحیحہ کو ملاپ کے قائم مقام ہی قرار دیا جاتا ہے، پھر جب اسباب مہیا ہوں اور جنسی خواہش کا غلبہ ہو تو صبر کا امکان بہت کم ہوتا ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے عنوان میں دخول اور مسیس کے الفاظ استعمال کیے ہیں، ان الفاظ سے مذکورہ اختلاف کی طرف اشارہ کیا ہے۔ دخول سے مراد خلوت صحیحہ اور مسیس سے مراد خاوند اور بیوی کا آپس میں ملاپ ہے۔ واللہ أعلم.

٥٣٤٩ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ زُرَارَةَ: أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ: قُلْتُ لِابْنِ عُمَرَ: رَجُلٌ قَذَفَ امْرَأَتَهُ، فَقَالَ: فَرَّقَ نَبِيُّ اللهِ ﷺ بَيْنَ أَخَوَيْ بَنِي الْعَجْلَانِ، وَقَالَ: «اللهُ يَعْلَمُ أَنَّ أَحَدَكُمَا كَاذِبٌ، فَهَلْ مِنْكُمَا تَائِبٌ؟» فَأَبَيَا، فَقَالَ: «اللهُ يَعْلَمُ أَنَّ أَحَدَكُمَا كَاذِبٌ، فَهَلْ مِنْكُمَا تَائِبٌ؟» فَأَبَيَا، فَفَرَّقَ بَيْنَهُمَا. قَالَ أَيُّوبُ: فَقَالَ لِي عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ: فِي الْحَدِيثِ شَيْءٌ لَا أَرَاكَ تُحَدِّثُهُ، قَالَ: قَالَ الرَّجُلُ: مَالِي؟ قَالَ: «لَا مَالَ لَكَ، إِنْ كُنْتَ صَادِقًا فَقَدْ دَخَلْتَ بِهَا، وَإِنْ كُنْتَ كَاذِبًا فَهُوَ أَبْعَدُ مِنْكَ». [راجع: ٥٣١١]

[5349] حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ایک ایسے شخص کے متعلق سوال کیا جس نے اپنی بیوی پر تہمت لگائی ہو تو انھوں نے جواب دیا کہ نبی ﷺ نے قبیلۂ بنو عجلان کے میاں بیوی دونوں کے درمیان علیحدگی کرادی تھی اور فرمایا تھا: ''اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ تم میں سے ایک جھوٹا ہے، کیا تم میں سے کوئی اپنی بات سے رجوع کرتا ہے؟'' لیکن دونوں نے اس بات سے انکار کر دیا۔ آپ نے دوبارہ فرمایا: ''اللہ خوب جانتا ہے کہ تم میں سے ایک جھوٹا ہے کیا تم دونوں میں سے کوئی تائب ہوتا ہے؟'' ان دونوں نے پھر انکار کر دیا تو نبی ﷺ نے ان کے درمیان تفریق کرا دی۔ ایوب نے بیان کیا مجھے عمرو بن دینار نے کہا کہ اس حدیث میں ایک مزید بات ہے، میں نے تمھیں وہ بیان کرتے نہیں دیکھا۔ وہ یہ ہے کہ شوہر نے کہا تھا کہ ایسے حالات میں میرے مال کا کیا بنے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تیرے لیے کوئی مال وغیرہ نہیں۔ اگر تو سچا ہے تو اس سے خلوت کر چکا ہے اور اگر تو جھوٹا ہے تو وہ مال تجھے بدرجہ اولی نہیں ملنا چاہیے۔''

فوائد ومسائل: ① اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بیوی سے اگر خلوت ہو جائے تو وہ حق مہر کی حق دار ہو جاتی ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اگر تو سچا ہے تو اس سے خلوت کر چکا ہے، لہٰذا دیا ہوا حق مہر اب تیرا نہیں رہا اور اگر تو جھوٹا ہے تو پھر بھی حق مہر کا مطالبہ فضول ہے کیونکہ تو نے اس سے خلوت بھی کی اور پھر الٹا اسے تہمت لگا کر بدنام کیا، اب تو حق مہر کا سوال ہی پیدا نہیں

ہوتا۔'' ② دَخَلْتَ بِهَا کے الفاظ سے امام بخاری رحمہ اللہ نے ثابت کیا ہے کہ خلوت ہی سے وہ عورت حق مہر کی مالک بن جائے گی جبکہ دوسرے حضرات کا موقف ہے کہ عورت تو باہمی ملاپ سے حق مہر کی حق دار ہوگی کیونکہ حدیث کی ایک روایت میں ہے کہ تو نے اس کی شرمگاہ کو اپنے لیے حلال سمجھا، اس لیے تو حق مہر واپس لینے کا مجاز نہیں ہے اور اگر خلوت صحیحہ یا ملاپ ہو چکا ہے تو پورا حق مہر اسے ملے گا اور اسے پوری عدت گزارنی ہوگی۔ واللہ أعلم.

(٥٣) بَابُ الْمُتْعَةِ لِلَّتِي لَمْ يُفْرَضْ لَهَا

باب: 53- جس عورت کا حق مہر طے نہ ہوا تو اسے رواداری کے طور پر کچھ نہ کچھ دینا

لِقَوْلِهِ تَعَالَى: ﴿لَّا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِن طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ مَا لَمْ تَمَسُّوهُنَّ أَوْ تَفْرِضُوا لَهُنَّ فَرِيضَةً﴾ إِلَى قَوْلِهِ: ﴿بَصِيرٌ﴾ [البقرة: ٢٣٦، ٢٣٧]

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''اگر تم عورتوں کو ان کے پاس جانے یا ان کا حق مہر مقرر کرنے سے پہلے طلاق دے دو تو تم پر کچھ گناہ نہیں (ہاں انھیں دستور کے مطابق کچھ خرچہ ضرور دو......)''

وَقَوْلِهِ: ﴿وَلِلْمُطَلَّقَٰتِ مَتَٰعٌۢ بِٱلْمَعْرُوفِ ۖ حَقًّا عَلَى ٱلْمُتَّقِينَ ۝ كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ ٱللَّهُ لَكُمْ ءَايَٰتِهِۦ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ﴾ [البقرة: ٢٤١، ٢٤٢]

نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''مطلقہ عورتوں کو بھی دستور کے مطابق نان ونفقہ ضرور دینا چاہیے، متقی لوگوں پر یہ بھی حق ہے، اسی طرح اللہ اپنے احکام بیان کرتا ہے تاکہ تم عقل سے کام لو۔''

وَلَمْ يَذْكُرِ النَّبِيُّ ﷺ فِي الْمُلَاعَنَةِ مُتْعَةً حِينَ طَلَّقَهَا زَوْجُهَا.

نبی ﷺ نے لعان میں اس قسم کے سازوسامان کا کوئی ذکر نہیں فرمایا، جب آپ کے سامنے لعان کے موقع پر خاوند نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی تھی۔

وضاحت: مکمل آیات کریمہ کا مفہوم حسب ذیل ہے: ''اگر تم ایسی عورتوں کو طلاق دے دو جنھیں تم نے ہاتھ نہ لگایا ہو اور نہ ان کا حق مہر ہی طے کیا ہو تو تم پر کچھ گناہ نہیں، البتہ انھیں کچھ نہ کچھ دے کر رخصت کرو۔ صاحب وسعت، یعنی مال دار اپنی حیثیت کے مطابق اور تنگدست اپنی حیثیت کے مطابق۔ بہرحال انھیں بھلے طریقے سے رخصت کرو۔ یہ نیک لوگوں پر حق ہے۔ اور اگر انھیں ہاتھ لگانے سے پہلے طلاق دو لیکن حق مہر مقرر ہو چکا تھا تو تمھیں طے شدہ حق مہر کا نصف ادا کرنا ہوگا الا یہ کہ وہ عورتیں معاف کر دیں یا وہ مرد جس کے اختیار میں عقدۂ نکاح ہے فراخ دلی سے کام لے۔ اور اگر تم درگزر کرو تو یہ تقویٰ کے زیادہ قریب ہے۔''[1] ان آیات میں مطلقہ عورتوں کو متعہ (کچھ سامان) دینے کی تاکید کی گئی ہے۔ اس کی تائید ایک دوسری آیت سے

[1] البقرة 2: 237,236.

ہوتی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''مطلقہ عورتوں کو کچھ دے دلا کر رخصت کرنا چاہیے، اور یہ بات پرہیز گاروں کے لیے انتہائی ضروری ہے۔''[1] اس آیت کریمہ میں ہر قسم کی مطلقہ عورتوں کے متعلق حکم دیا گیا ہے کہ انھیں متعہ دیا جائے اور اس کی تاکید بھی کردی گئی ہے کہ پرہیز گاروں کا یہ شیوہ نہیں ہوتا کہ وہ طلاق دے کر مطلقہ کو خالی ہاتھ گھر سے نکال باہر کریں۔ امام بخاری رحمہ اللہ کا رجحان یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہر مطلقہ عورت کے لیے متعہ ہے اور لعان والی عورت مطلقات میں شامل نہیں۔ واللہ أعلم.

٥٣٥٠ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ لِلْمُتَلَاعِنَيْنِ: «حِسَابُكُمَا عَلَى اللهِ، أَحَدُكُمَا كَاذِبٌ، لَا سَبِيلَ لَكَ عَلَيْهَا». قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، مَالِي؟ قَالَ: «لَا مَالَ لَكَ، إِنْ كُنْتَ صَدَقْتَ عَلَيْهَا فَهُوَ بِمَا اسْتَحْلَلْتَ مِنْ فَرْجِهَا، وَإِنْ كُنْتَ كَاذِبًا فَذَاكَ أَبْعَدُ، وَأَبْعَدُ لَكَ مِنْهَا». [راجع: ٥٣١١]

[5350] حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے لعان کرنے والے میاں بیوی سے فرمایا: ''تمھارا حساب اللہ کے ذمے ہے۔ البتہ تم میں سے ایک ضرور جھوٹا ہے۔ اب اس عورت پر تمھارا کوئی حق نہیں۔'' شوہر نے عرض کی: اللہ کے رسول! میرے مال کے متعلق کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا: ''اب تیرے لیے کوئی مال نہیں، اس لیے کہ اگر تو نے تہمت لگانے میں سچائی سے کام لیا تو وہ مال بیوی کی شرمگاہ حلال سمجھنے کی وجہ سے ختم ہوگیا اور اگر تو نے اس کے متعلق جھوٹ کہا ہے تو وہ مال تیرے لیے اس سے بھی بعید ہوا۔''

فوائد ومسائل: ① اس حدیث سے معلوم ہوا کہ لعان کرنے والی عورت کے لیے کوئی متعہ نہیں۔ اگر متعہ دیا ہوتا تو اس کا ضرور ذکر ہوتا۔ ② بعض روایات میں طلاق دینے کا ذکر ہے۔ تو یہ طلاق رسول اللہ ﷺ کے حکم سے نہ تھی بلکہ یہ زائد کام شوہر کی طرف سے اظہار نفرت کے لیے بطور تاکید صادر ہوا تھا۔ واللہ أعلم.

[1] البقرة 2:241.

نفقات کا معنی و مفہوم

عربی زبان میں نفقہ کی جمع نفقات ہے۔ اس سے مراد وہ اخراجات ہیں جو شوہر اپنی بیوی بچوں کی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے برداشت کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مرد حضرات کو ''قوام'' کہا ہے اور اس کی قوامیت اس وجہ سے ہے کہ وہ اپنی کمائی سے اپنے بیوی بچوں پر خرچ کرتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''مرد، عورتوں کے جملہ معاملات کے ذمہ دار اور منتظم ہیں کیونکہ ایک تو اللہ تعالیٰ نے ایک کو دوسرے پر برتری دے رکھی ہے اور دوسرے یہ کہ وہ اپنے مال سے خرچ کرتے ہیں۔''[1] مہر کی ادائیگی کے بعد مرد کا دوسرا فرض یہ ہے کہ وہ اپنے بیوی بچوں کے لیے ضروریات زندگی فراہم کرے، یعنی وہ روٹی، کپڑے اور رہائش کا بندوبست کرے، نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''کشادگی والے کو اپنی کشادگی کے مطابق خرچ کرنا چاہیے اور جس پر اس کا رزق تنگ کر دیا گیا ہے اسے چاہیے کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے اسے دے رکھا ہے، اس میں سے حسب توفیق دے۔ اللہ تعالیٰ کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔''[2] حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم پر معروف طریقے کے مطابق ان عورتوں کو کھلانا پلانا اور انھیں لباس مہیا کرنا ضروری ہے۔''[3] ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''خبردار! عورتوں کا تم پر حق ہے کہ تم انھیں لباس مہیا کرنے اور انھیں کھانا فراہم کرنے میں اچھے برتاؤ کا مظاہرہ کرو۔''[4] مذکورہ آیات و احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بیوی کے اخراجات برداشت کرنا شوہر کی ذمہ داری ہے مگر اس میں شوہر کی حیثیت کا خیال رکھا جائے گا لیکن اس کے یہ معنی بھی نہیں ہیں کہ عورت کی حیثیت، مرضی اور خواہش کو بالکل ہی نظر انداز کر دیا جائے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''خوش حال انسان پر اس کی وسعت کے مطابق اور مفلس پر اس کی حیثیت کے مطابق خرچ کرنا ضروری ہے۔''[5] اس آیت کے پیش نظر اگر شوہر مال دار ہو اور اس کی آمدنی اچھی خاصی ہو اور عورت بھی مال دار گھرانے سے تعلق رکھتی ہو تو شوہر کو اخراجات کے سلسلے میں اپنی حیثیت اور اس کے معیار زندگی کا خیال رکھنا ہوگا۔ یہ نہیں ہونا چاہیے کہ عورت اپنے گھر تو اچھا کھاتی پیتی اور اچھا پہنتی ہو اور شوہر بھی مال دار ہو اور اس کے معیار زندگی کے مطابق اخراجات برداشت کر سکتا ہو مگر بخل کی وجہ سے سادہ کھانا دے اور عام سا پہنائے، اگر وہ ایسا کرتا ہے تو عورت اس سے بذریعۂ عدالت اپنے معیار کا کھانا اور لباس

---

1 النسآء 4:34. 2 الطلاق 65:7. 3 صحیح مسلم، الحج، حدیث: 2950 (1218). 4 مسند أحمد: 73/5. 5 البقرة 2:236.

طلب کرسکتی ہے۔ آرائش و زیبائش کی وہ چیزیں جو عورت کی صحت وصفائی کے لیے ضروری ہیں وہ اخراجات میں شامل ہیں اوران کا فراہم کرنا بھی شوہر کے لیے ضروری ہے، مثلاً: تیل، کنگھی، صابن، نہانے دھونے کا سامان اور پانی وغیرہ۔ حدیث میں ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا: اللہ کے رسول! عورتوں کے ہمارے ذمے کیا حقوق ہیں؟ تو آپ نے فرمایا: ''جب تم کھاؤ تو انھیں بھی کھلاؤ اور جب تم پہنو تو انھیں بھی پہناؤ۔''[1] امام بخاری ؒ نے اس سلسلے میں امت مسلمہ کی مکمل رہنمائی کی ہے۔ اس سلسلے میں انھوں نے پچیس (25) احادیث کا انتخاب کیا ہے جن میں تین (3) معلق اور باقی بائیس (22) احادیث متصل سند سے ذکر کی ہیں۔ ان میں تین (3) کے علاوہ باقی تمام احادیث مکرر ہیں۔ ان مرفوع احادیث کے علاوہ متعدد آثار بھی پیش کیے ہیں اوران احادیث وآثار پر سولہ (16) چھوٹے چھوٹے عنوان قائم کیے ہیں۔ نمونے کے طور پر چند ایک کو ذکر کیا جاتا ہے: ○ اہل وعیال پر خرچ کرنے کی فضیلت۔ ○ مرد کو بیوی بچوں کا خرچہ دینا ضروری ہے۔ ○ عورت کو لباس دستور کے مطابق دینا چاہیے۔ ○ مرد اپنے بیوی بچوں کے لیے سال بھر کا خرچہ جمع کرسکتا ہے۔ ○ جب خاوند گھر سے باہر جائے تو بیوی بچوں کے اخراجات کا بندوبست کرے۔ بہرحال پیش کردہ احادیث اور اخذ کردہ مسائل انتہائی اہمیت کے حامل ہیں۔ انھیں بغور پڑھنے کی ضرورت ہے، ہم نے چیدہ چیدہ حواشی لکھے ہیں جو فہم احادیث کے لیے ضروری تھے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں پڑھنے اوران کے مطابق خود کو ڈھالنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین.

[1] سنن أبي داود، النكاح، حديث: 2142.

بِسۡمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحۡمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ

69 - كِتَابُ النَّفَقَاتِ

اخراجات سے متعلق احکام و مسائل

(١) وَ[بَابُ] فَضْلِ النَّفَقَةِ عَلَى الْأَهْلِ

باب: 1- اہل وعیال پر خرچ کرنے کی فضیلت

وَقَوْلِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ ﴿وَيَسْـَٔلُونَكَ مَاذَا يُنفِقُونَ قُلِ ٱلْعَفْوَ ۗ كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ ٱللَّهُ لَكُمُ ٱلْـَٔايَٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُونَ ○ فِى ٱلدُّنْيَا وَٱلْـَٔاخِرَةِ﴾ [البقرة: ٢١٩، ٢٢٠]

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”اور آپ سے پوچھتے ہیں کہ (اللہ کی راہ میں) کیا خرچ کریں؟ آپ ان سے کہہ دیں کہ جو کچھ بھی ضرورت سے زائد ہو۔ اسی انداز سے اللہ تمھارے لیے اپنے احکام کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ تم دنیا و آخرت دونوں کے بارے میں غور وفکر کرو۔“

وَقَالَ الْحَسَنُ: ﴿ٱلْعَفْوَ﴾: الْفَضْلَ.

حسن بصری نے کہا کہ العفو سے مراد ضروریات سے زائد مال ہے۔

وضاحت: نفلی صدقات کے متعلق خرچ کرنے کی بھی ایک حد ہے۔ ایسا نہیں ہونا چاہیے کہ انسان سارے کا سارا مال اللہ کی راہ میں خرچ کردے، بعد میں خود محتاج ہو جائے، چنانچہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: ”بہترین صدقہ وہ ہے جس کے بعد آدمی محتاج نہ ہو جائے اور ابتدا ان لوگوں سے کرو جو تمھارے زیر کفالت ہوں۔“[1] حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ایک مرسل روایت بیان کی ہے کہ حضرت معاذ بن جبل اور حضرت ثعلبہ رضی اللہ عنہما نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ ہمارے غلام اور اہل و عیال ہیں، ایسے حالات میں ہم کیا خرچ کریں تو اللہ تعالیٰ نے مذکورہ بالا آیت نازل فرمائی۔[2] اس کا مطلب یہ ہے کہ اہل و عیال کے اخراجات سے جو فالتو ہو اسے اللہ کی راہ میں خرچ کرنا چاہیے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اسی غرض کے پیش نظر یہ آیت ذکر کی ہے۔[3]

[1] صحيح البخاري، الزكاة، حديث: 1426. [2] تفسير ابن أبي حاتم: 102/2، رقم: 2110. [3] فتح الباري: 617/9.

٥٣٥١ - حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ يَزِيدَ الْأَنْصَارِيَّ، عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ الْأَنْصَارِيِّ: فَقُلْتُ: عَنِ النَّبِيِّ ﷺ؟ فَقَالَ: عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «إِذَا أَنْفَقَ الْمُسْلِمُ نَفَقَةً عَلَى أَهْلِهِ وَهُوَ يَحْتَسِبُهَا كَانَتْ لَهُ صَدَقَةً» [راجع: ٥٥].

[5351] حضرت عبداللہ بن یزید انصاری حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں (عبداللہ بن یزید کہتے ہیں) کہ میں نے (حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ سے) پوچھا: کیا (آپ یہ حدیث) نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں؟ انھوں نے کہا: ہاں۔ آپ نے فرمایا: ''جب کوئی مسلمان اپنے اہل وعیال پر ثواب کی نیت سے خرچ کرتا ہے تو یہ خرچ کرنا اس کے لیے صدقہ ہوگا۔''

فائدہ: جب انسان اپنے بیوی بچوں پر خرچ کرتا ہے، حالانکہ یہ اس کی ذمے داری ہے اور اس کے فرائض میں شامل ہے، اگر یہ خرچ کرنا حصول ثواب کی نیت سے ہو تو باعث اجر وثواب ہے اور اگر کوئی خرچ جو اس کی ذمے داری نہیں وہ تو بالاولیٰ باعث ثواب ہوگا۔ بہرحال بیوی، چھوٹے بچے اور بالغ اولاد جو غریب ہو اور کمائی نہ کر سکتے ہوں تو ان تمام کے اخراجات پورے کرنا انسان کی ذمے داری ہے اور اگر ثواب کی نیت سے ہوگا تو اجر وثواب سے محروم نہیں ہوگا۔ واللہ أعلم.

٥٣٥٢ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «قَالَ اللهُ: أَنْفِقْ يَا ابْنَ آدَمَ أُنْفِقْ عَلَيْكَ». [راجع: ٤٦٨٤]

[5352] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے ابن آدم! تو خرچ کر، میں تجھ پر خرچ کروں گا۔''

فوائد ومسائل: ① اللہ تعالیٰ ابن آدم پر خرچ کرتا ہے۔ اس کا مصداق درج ذیل آیت کریمہ ہے: ''اور جو کچھ تم خرچ کرتے ہو تو وہ اس کی جگہ تمھیں اور دیتا ہے۔''[1] یہ بات تجربے میں آچکی ہے کہ اس کی راہ میں خرچ کرنے سے وہ خرچ کیے ہوئے مال جتنا یا اس سے زیادہ دے دیتا ہے۔ وہ کس ذریعے سے دیتا ہے اس کی کوئی مادی توجیہ پیش نہیں کی جاسکتی، تاہم ہمارا تجربہ اور وجدان دونوں اس بات کی تصدیق کرتے ہیں۔ ② حدیث قدسی ہے: ''اے ابن آدم! تو خرچ کر'' اس میں ہر قسم کے اخراجات آجاتے ہیں، خواہ بیوی بچوں پر ہوں یا فی سبیل اللہ خرچ کیا جائے۔ اس سے اپنے اہل وعیال پر خرچ کرنے کی فضیلت معلوم ہوتی ہے۔

٥٣٥٣ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ قَزَعَةَ: حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ ثَوْرِ بْنِ زَيْدٍ، عَنْ أَبِي الْغَيْثِ، عَنْ أَبِي

[5353] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص بیوگان اور مساکین کا

① سبا 34:39.

هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «اَلسَّاعِي عَلَى الْأَرْمَلَةِ وَالْمِسْكِينِ كَالْمُجَاهِدِ فِي سَبِيلِ اللهِ، أَوِ الْقَائِمِ اللَّيْلَ الصَّائِمِ النَّهَارَ». [انظر: ٦٠٠٦، ٦٠٠٧]

خدمت گار ہے وہ مجاہد فی سبیل اللہ یا رات کو قیام کرنے اور دن کو روزہ رکھنے والے کی طرح ہے۔"

فوائد ومسائل: ① خدمت خلق بہت بڑا کام ہے۔اس حدیث سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ ② جب مذکورہ فضیلت اس شخص کے لیے ہے جو بے گانوں اور اجنبی لوگوں سے حسن سلوک کرتا ہے تو اپنے عزیزوں، رشتے داروں اور اہل وعیال سے اچھا برتاؤ کرنے والا تو بطریق اَوْلیٰ اس دوہرے ثواب کا حقدار ہوگا۔[1]

٥٣٥٤ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ: أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ سَعْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَعُودُنِي وَأَنَا مَرِيضٌ بِمَكَّةَ، فَقُلْتُ: لِي مَالٌ، أُوصِي بِمَالِي كُلِّهِ؟ قَالَ: «لَا»، قُلْتُ: فَالشَّطْرُ؟ قَالَ: «لَا»، قُلْتُ: فَالثُّلُثُ؟ قَالَ: «الثُّلُثُ، وَالثُّلُثُ كَثِيرٌ، أَنْ تَدَعَ وَرَثَتَكَ أَغْنِيَاءَ خَيْرٌ مِنْ أَنْ تَدَعَهُمْ عَالَةً يَتَكَفَّفُونَ النَّاسَ فِي أَيْدِيهِمْ، وَمَهْمَا أَنْفَقْتَ فَهُوَ لَكَ صَدَقَةٌ حَتَّى اللُّقْمَةَ تَرْفَعُهَا فِي فِي امْرَأَتِكَ، وَلَعَلَّ اللهَ يَرْفَعُكَ، يَنْتَفِعُ بِكَ نَاسٌ، وَيُضَرُّ بِكَ آخَرُونَ». [راجع: ١٢٩٥].

[5354] حضرت سعد ؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ میری عیادت کے لیے تشریف لائے جبکہ میں اس وقت مکہ مکرمہ میں بیمار تھا۔ میں نے (آپ ﷺ سے) عرض کی: میرے پاس مال ہے، کیا میں سارے مال کی وصیت کر سکتا ہوں؟ آپ نے فرمایا: "نہیں۔" میں نے کہا: آدھے مال کی کر دوں؟" آپ نے فرمایا: "نہیں۔" میں نے کہا: تہائی مال کی وصیت کر دوں؟ آپ نے فرمایا: "ہاں، تہائی کی کر دو لیکن تہائی بھی بہت زیادہ ہے۔ اگر تم اپنے ورثاء کو مال دار چھوڑ کر جاؤ تو یہ اس سے بہتر ہے کہ تم انھیں محتاج وتنگدست چھوڑ دو وہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتے پھریں۔ اور جو بھی تم اپنے اہل وعیال پر خرچ کرو گے وہ تمھارے لیے صدقہ ہوگا یہاں تک کہ اس لقمے پر بھی ثواب ملے گا جو تم اپنی بیوی کے منہ میں رکھنے کے لیے اٹھاؤ گے۔ امید ہے کہ اللہ تعالیٰ تمھیں زندہ رکھے گا۔ تم سے بہت سے لوگوں کو نفع پہنچے گا اور بہت سے دوسرے نقصان اٹھائیں گے۔"

فوائد ومسائل: ① اپنی بیوی کے منہ میں لقمہ ڈالنا آپس کی دل لگی ہے، طاعات سے نہیں، لیکن اس سے جب اللہ تعالیٰ کی رضا مقصود ہو اور اس سے نیت حصول ثواب کی ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے بدلے بھی ثواب عطا فرمائے گا۔ اس سے اپنے اہل وعیال پر

---

[1] فتح الباري: 619/9.

خرچ کرنے کی فضیلت معلوم ہوتی ہے۔ ② رسول اللہ ﷺ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے متعلق جو امید ظاہر کی تھی اللہ تعالیٰ نے اسے پورا کر دکھایا۔ رسول اللہ ﷺ کے بعد وہ عرصۂ دراز تک زندہ رہے۔ انھوں نے عراق اور دیگر ممالک فتح کیے۔ ان کی وجہ سے مسلمانوں کو بہت فوائد حاصل ہوئے اور کافروں کو مصیبتوں اور تکلیفوں کا سامنا کرنا پڑا۔ انھوں نے 55 ہجری میں وفات پائی۔ مروان بن حکم نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور مدینہ طیبہ میں دفن ہوئے۔ رضی اللہ عنہ۔

(٢) بَابُ وُجُوبِ النَّفَقَةِ عَلَى الْأَهْلِ وَالْعِيَالِ

باب: 2- اہل و عیال پر خرچ کرنا واجب ہے

٥٣٥٥ - حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ: حَدَّثَنَا أَبِي: حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ: حَدَّثَنَا أَبُو صَالِحٍ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «أَفْضَلُ الصَّدَقَةِ مَا تَرَكَ غِنًى، وَالْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِنَ الْيَدِ السُّفْلَى، وَابْدَأْ بِمَنْ تَعُولُ».

[5355] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''بہترین صدقہ وہ ہے جو دینے والے کو مال دار چھوڑے۔ اور اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔ اور خرچ کی ابتدا ان سے کرو جن کی تم کفالت کرتے ہو۔''

تَقُولُ الْمَرْأَةُ: إِمَّا أَنْ تُطْعِمَنِي وَإِمَّا أَنْ تُطَلِّقَنِي، وَيَقُولُ الْعَبْدُ: أَطْعِمْنِي وَاسْتَعْمِلْنِي، وَيَقُولُ الِابْنُ: أَطْعِمْنِي، إِلَى مَنْ تَدَعُنِي؟ فَقَالُوا: يَا أَبَا هُرَيْرَةَ، سَمِعْتَ هٰذَا مِنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ؟ قَالَ: لَا، هٰذَا مِنْ كِيسِ أَبِي هُرَيْرَةَ.

[راجع: ١٤٢٦]

عورت کا مطالبہ برحق ہے کہ مجھے کھانا دے یا طلاق دے کر فارغ کر۔ غلام کہہ سکتا ہے کہ مجھے کھانا دو اور مجھ سے کام لو۔ بیٹا بھی کہہ سکتا ہے کہ مجھے کھانا کھلاؤ، آپ مجھے کس کے حوالے کر رہے ہیں؟ لوگوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا: اے ابو ہریرہ! (حدیث کا آخری حصہ) آپ نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے؟ انھوں نے فرمایا: نہیں، بلکہ یہ ابو ہریرہ کی اپنی سمجھ سے ہے۔

فوائد و مسائل: ① حقوق اللہ کے بعد انسانی حقوق کا ادا کرنا ضروری ہے۔ انسانی حقوق میں والدین اور اہل و عیال کے حقوق سرفہرست ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل و عیال کا نان و نفقہ انسان پر فرض ہے۔ اس کا یہ حال نہیں ہونا چاہیے کہ عورت تنگ آ کر کہہ دے کہ مجھے کھانا دو یا طلاق دے کر فارغ کرو۔ اسی طرح غلام کہے کہ مجھے کھانا کھلاؤ پھر مجھ سے کام لو، یا مجھ سے کام تو لیتے ہو لیکن کھانا کیوں نہیں کھلاتے؟ خود اس کا بیٹا کہے کہ میرے کھانے کا بندوبست کرو، مجھے کس کے حوالے کرتے ہو؟ الغرض عیال کی تمام قسمیں کھانے کا تقاضا کرتی ہیں اور ان کا یہ حق ہے جسے پورا کرنا اس کی ذمہ داری ہے، لہٰذا جب خرچہ دے تو ابتدا ان سے کرنی چاہیے جن کی کفالت اس کے ذمے ہے۔ ② اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو شخص اپنی بیوی یا بچوں کا نان و نفقہ پورا نہ کر سکے تو عورت عدالت سے جدائی کا مطالبہ کر سکتی ہے کہ اس کا شوہر اسے فارغ کر دے۔ ارشاد باری

تعالیٰ ہے: ”ان عورتوں کو تکلیف دینے کے لیے اپنے پاس مت روکے رکھو۔“[1] حدیث کے آخری حصے سے امام بخاری رحمہ اللہ نے اشارہ دیا ہے کہ اس حدیث کا کچھ حصہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا کلام ہے جو حدیث میں مدرج ہو چکا ہے۔ واللہ أعلم.

٥٣٥٦ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عُفَيْرٍ قَالَ: حَدَّثَنِي اللَّيْثُ قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ خَالِدِ بْنِ مُسَافِرٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «خَيْرُ الصَّدَقَةِ مَا كَانَ عَنْ ظَهْرِ غِنًى، وَابْدَأْ بِمَنْ تَعُولُ». [راجع: ١٤٢٦]

[5356] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”بہترین خیرات وہ ہے جسے دینے پر آدمی مال دار ہی رہے اور خرچ کرنے کی ابتدا ان سے کرو جو تمھارے زیر کفالت ہیں۔“

فائدہ: اپنے اہل و عیال، متعلقین اور مزدور وغیرہ جن کا کھانا اور خرچہ وغیرہ تم نے اپنے ذمے لیا ہے، اسی طرح قرابت داروں میں سے جو فقیر و نادار ہوں پہلے ان کی خبر گیری کرنی چاہیے۔ یہ لوگ دوسرے فقراء و مساکین پر مقدم ہیں۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ انسان پر اس کے بیوی بچوں کا نان و نفقہ فرض ہے۔ اس سے دامن بچانا اور علیحدگی اختیار کرنا کسی صورت میں جائز نہیں۔ ایسا نہیں ہونا چاہیے کہ بیوی خود کمائے اور اسے کھلائے، اس سے گھر کا نظام تباہ ہو جاتا ہے اور بچوں کی تربیت میں بھی نقص رہ جاتا ہے۔ واللہ أعلم.

(٣) بَابُ حَبْسِ الرَّجُلِ قُوتَ سَنَةٍ عَلَى أَهْلِهِ، وَكَيْفَ نَفَقَاتُ الْعِيَالِ؟

باب: 3- گھر والوں کے لیے سال بھر کا خرچ جمع کرنا، اور اہل خانہ پر خرچ کیسے کیا جائے؟

وضاحت: اس عنوان کے دو حصے ہیں: ○ اہل خانہ کے لیے سال بھر کا خرچہ جمع کرنا جائز ہے۔ ○ اس جمع شدہ مال سے کیسے خرچ کرنا چاہیے؟

٥٣٥٧ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ: أَخْبَرَنَا وَكِيعٌ عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ قَالَ: قَالَ لِي مَعْمَرٌ: قَالَ لِيَ الثَّوْرِيُّ: هَلْ سَمِعْتَ فِي الرَّجُلِ يَجْمَعُ لِأَهْلِهِ قُوتَ سَنَتِهِمْ أَوْ بَعْضِ السَّنَةِ؟ قَالَ مَعْمَرٌ: فَلَمْ يَحْضُرْنِي، ثُمَّ ذَكَرْتُ حَدِيثًا حَدَّثَنَاهُ ابْنُ شِهَابٍ الزُّهْرِيُّ عَنْ مَالِكِ بْنِ

[5357] حضرت معمر بن راشد سے روایت ہے کہ مجھے سفیان ثوری نے کہا: تم نے اس آدمی کے متعلق کچھ سنا ہے جو اپنے اہل و عیال کے لیے سال یا اس کے کچھ حصے کا خرچ جمع کر لیتا ہے؟ معمر نے کہا: مجھے اس وقت اس کا جواب یاد نہ آیا۔ پھر مجھے حدیث یاد آ گئی جو ہمیں ابن شہاب زہری نے بیان کی تھی، انھیں حضرت مالک بن اوس نے اور ان

[1] البقرة 231:2.

أَوْسٍ، عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَبِيعُ نَخْلَ بَنِي النَّضِيرِ وَيَحْبِسُ لِأَهْلِهِ قُوتَ سَنَتِهِمْ. [راجع: ٢٩٠٤]

سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا تھا کہ نبی ﷺ بنونضیر کے باغات کی کھجوریں فروخت کرتے تھے اور اپنے اہل خانہ کے لیے سال بھر کا خرچ جمع کر لیتے تھے۔

فوائد ومسائل: ① بنونضیر کے باغات رسول اللہ ﷺ کے لیے مختص تھے۔ آپ ان میں سے اپنے اہل وعیال کے لیے سال بھر کا خرچ رکھ کر باقی ملکی ضروریات کے لیے فروخت کر دیتے تھے، پھر اس رقم سے گھوڑے اور جنگی سامان خریدتے تھے۔ چونکہ اہل وعیال کا نان ونفقہ آدمی کے ذمے ہے، اس لیے اس نے اس کا بندوبست کرنا ہوتا ہے، یعنی یہ ایک انتظامی معاملہ ہے، ان کے لیے سال بھر کا خرچہ جمع کر لینا اس ذخیرہ اندوزی میں شامل نہیں جس کی احادیث میں ممانعت آئی ہے۔ اس پر تمام اہل علم کا اتفاق ہے۔ پھر جمع شدہ مال سے سال بھر حسب ضرورت استعمال کرتا رہے، اس کے لیے کوئی پیمانہ مقرر نہیں کیا جا سکتا کہ ایک دن میں کتنا خرچ کیا جائے۔ یہ معاملہ تمام تر اہل خانہ کی صوابدید پر موقوف ہے۔ والله أعلم.

٥٣٥٨ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عُفَيْرٍ قَالَ: حَدَّثَنِي اللَّيْثُ قَالَ: حَدَّثَنَا عُقَيْلٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي مَالِكُ بْنُ أَوْسِ بْنِ الْحَدَثَانِ - وَكَانَ مُحَمَّدُ بْنُ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ ذَكَرَ لِي ذِكْرًا مِنْ حَدِيثِهِ - فَانْطَلَقْتُ حَتَّى دَخَلْتُ عَلَى مَالِكِ بْنِ أَوْسٍ فَسَأَلْتُهُ فَقَالَ مَالِكٌ: انْطَلَقْتُ حَتَّى أَدْخُلَ عَلَى عُمَرَ إِذْ أَتَاهُ حَاجِبُهُ يَرْفَأُ فَقَالَ: هَلْ لَكَ فِي عُثْمَانَ وَعَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَالزُّبَيْرِ وَسَعْدٍ يَسْتَأْذِنُونَ؟ قَالَ: نَعَمْ، فَأَذِنَ لَهُمْ، قَالَ: فَدَخَلُوا وَسَلَّمُوا فَجَلَسُوا، ثُمَّ لَبِثَ يَرْفَأُ قَلِيلًا، فَقَالَ لِعُمَرَ: هَلْ لَكَ فِي عَلِيٍّ وَعَبَّاسٍ؟ قَالَ: نَعَمْ، فَأَذِنَ لَهُمَا، فَلَمَّا دَخَلَا سَلَّمَا وَجَلَسَا، فَقَالَ عَبَّاسٌ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ، اقْضِ بَيْنِي وَبَيْنَ هٰذَا، فَقَالَ الرَّهْطُ - عُثْمَانُ وَأَصْحَابُهُ -: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ، اقْضِ بَيْنَهُمَا وَأَرِحْ أَحَدَهُمَا مِنَ الْآخَرِ. فَقَالَ عُمَرُ: اتَّئِدُوا، أَنْشُدُكُمْ بِاللهِ الَّذِي بِهِ تَقُومُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ،

[5358] حضرت امام ابن شہاب زہری رحمہ اللہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ مجھے مالک بن اوس بن حدثان نے خبر دی جبکہ (اس سے پہلے) محمد بن جبیر بن مطعم نے مجھ سے اس حدیث کا کچھ حصہ بیان کیا تھا، پھر میں خود حضرت مالک بن اوس کے پاس گیا اور ان سے اس حدیث کی بابت پوچھا تو حضرت مالک بن اوس بن حدثان نے کہا کہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا، اس دوران میں ان کے چوکیدار جناب یرفأ ان کے پاس آئے اور عرض کیا کہ حضرت عثمان، حضرت عبدالرحمٰن، حضرت زبیر اور حضرت سعد رضی اللہ عنہم اجازت چاہتے ہیں، کیا آپ انھیں اندر آنے کی اجازت دیتے ہیں؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہاں انھیں اجازت ہے، چنانچہ انھیں اجازت دی گئی تو وہ اندر آئے اور سلام کر کے بیٹھ گئے۔ حضرت یرفأ نے تھوڑی دیر کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر عرض کیا: آپ حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما کو اندر آنے کی اجازت دیتے ہیں؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انھیں بھی اندر بلانے کے لیے فرمایا۔ یہ حضرات بھی اندر آئے، سلام کہا اور بیٹھ گئے۔ اس کے بعد حضرت عباس رضی اللہ عنہ

هَلْ تَعْلَمُونَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «لَا نُورَثُ، مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ»، يُرِيدُ رَسُولُ اللهِ ﷺ نَفْسَهُ؟ قَالَ الرَّهْطُ: قَدْ قَالَ ذٰلِكَ، فَأَقْبَلَ عُمَرُ عَلَى عَلِيٍّ وَعَبَّاسٍ فَقَالَ: أَنْشُدُكُمَا بِاللهِ، هَلْ تَعْلَمَانِ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ ذٰلِكَ؟ قَالَا: قَدْ قَالَ ذٰلِكَ، قَالَ عُمَرُ: فَإِنِّي أُحَدِّثُكُمْ عَنْ هٰذَا الْأَمْرِ، إِنَّ اللهَ كَانَ خَصَّ رَسُولَهُ ﷺ فِي هٰذَا الْمَالِ بِشَيْءٍ لَمْ يُعْطِهِ أَحَدًا غَيْرَهُ، قَالَ اللهُ: ﴿وَمَآ أَفَآءَ ٱللَّهُ عَلَىٰ رَسُولِهِۦ مِنْهُمْ فَمَآ أَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَلَا رِكَابٍ﴾ إِلَى قَوْلِهِ: ﴿قَدِيرٌ﴾ فَكَانَتْ هٰذِهِ خَالِصَةً لِرَسُولِ اللهِ ﷺ، وَاللهِ مَا احْتَازَهَا دُونَكُمْ وَلَا اسْتَأْثَرَ بِهَا عَلَيْكُمْ، لَقَدْ أَعْطَاكُمُوهَا وَبَثَّهَا فِيكُمْ حَتَّى بَقِيَ مِنْهَا هٰذَا الْمَالُ، فَكَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يُنْفِقُ عَلَى أَهْلِهِ نَفَقَةَ سَنَتِهِمْ مِنْ هٰذَا الْمَالِ، ثُمَّ يَأْخُذُ مَا بَقِيَ، فَيَجْعَلُهُ مَجْعَلَ مَالِ اللهِ، فَعَمِلَ بِذٰلِكَ رَسُولُ اللهِ ﷺ حَيَاتَهُ، أَنْشُدُكُمْ بِاللهِ، هَلْ تَعْلَمُونَ ذٰلِكَ؟ قَالُوا: نَعَمْ، قَالَ لِعَلِيٍّ وَعَبَّاسٍ: أَنْشُدُكُمَا بِاللهِ، هَلْ تَعْلَمَانِ ذٰلِكَ؟ قَالَا: نَعَمْ. ثُمَّ تَوَفَّى اللهُ نَبِيَّهُ ﷺ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: أَنَا وَلِيُّ رَسُولِ اللهِ ﷺ فَقَبَضَهَا أَبُو بَكْرٍ فَعَمِلَ فِيهَا بِمَا عَمِلَ بِهِ فِيهَا رَسُولُ اللهِ ﷺ وَأَنْتُمَا حِينَئِذٍ - وَأَقْبَلَ عَلَى عَلِيٍّ وَعَبَّاسٍ - تَزْعُمَانِ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ كَذَا وَكَذَا؟ وَاللهُ يَعْلَمُ، أَنَّهُ فِيهَا صَادِقٌ بَارٌّ رَاشِدٌ تَابِعٌ لِلْحَقِّ، ثُمَّ تَوَفَّى اللهُ أَبَا بَكْرٍ، فَقُلْتُ: أَنَا وَلِيُّ رَسُولِ اللهِ ﷺ وَأَبِي بَكْرٍ، فَقَبَضْتُهَا سَنَتَيْنِ أَعْمَلُ فِيهَا بِمَا عَمِلَ رَسُولُ اللهِ

نے کہا: امیر المومنین! میرے اور حضرت علی کے درمیان فیصلہ کر دیں۔ حضرت عثمان اور دوسرے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی کہا: امیر المومنین! ان کا فیصلہ کر دیں اور انھیں اس الجھن سے نجات دلائیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ذرا صبر کریں، جلدی سے کام نہ لیں۔ میں تمھیں اس اللہ کی قسم دیتا ہوں جس کے حکم سے آسمان و زمین قائم ہیں، کیا تمھیں معلوم ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا: ''ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا، ہم جو چھوڑیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔'' رسول اللہ ﷺ کا اشارہ اپنی ذات کی طرف تھا۔ مجلس میں موجود صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے اس کی تصدیق کی کہ واقعی آپ نے فرمایا تھا۔ اس کے بعد حضرت عمر حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: میں تمھیں اللہ کی قسم دیتا ہوں کیا تم جانتے ہو کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ فرمایا تھا؟ انھوں نے بھی تصدیق کی کہ آپ ﷺ نے واقعی یہ فرمایا تھا۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اب میں اس معاملے میں آپ سے بات کرتا ہوں۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے اس مالِ فے کو اپنے رسول ﷺ کے لیے خاص فرمایا اور آپ کے علاوہ کسی کو یہ مال نہیں دیا، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''اور جو مال اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو ان سے دلوایا ہے جس پر تم نے گھوڑے اور اونٹ نہیں دوڑائے......'' لہٰذا یہ تمام اموال رسول اللہ ﷺ کے لیے تھے، اللہ کی قسم! رسول اللہ ﷺ نے تمھیں نظر انداز کر کے ان کو اپنے لیے خاص نہیں کر لیا تھا اور نہ تمھارا حصہ کم کر کے اپنی ذات کے لیے مخصوص کیا تھا بلکہ آپ ﷺ نے وہ اموال تمھیں دیے اور تم میں صرف کر دیے حتی کہ اس میں سے یہ مال باقی رہ گیا ہے۔ اس سے رسول اللہ ﷺ اپنے اہل خانہ کے لیے سال بھر کا خرچ لیتے اور جو باقی رہ جاتا اسے اللہ کی راہ میں مصالح المسلمین کے

ﷺ وَأَبُو بَكْرٍ، ثُمَّ جِئْتُمَانِي وَكَلِمَتُكُمَا وَاحِدَةٌ وَأَمْرُكُمَا جَمِيعٌ، جِئْتَنِي تَسْأَلُنِي نَصِيبَكَ مِنِ ابْنِ أَخِيكَ، وَأَتَى هٰذَا يَسْأَلُنِي نَصِيبَ امْرَأَتِهِ مِنْ أَبِيهَا فَقُلْتُ: إِنْ شِئْتُمَا دَفَعْتُهُ إِلَيْكُمَا عَلَى أَنَّ عَلَيْكُمَا عَهْدَ اللهِ وَمِيثَاقَهُ لَتَعْمَلَانِ فِيهَا بِمَا عَمِلَ بِهِ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَبِمَا عَمِلَ بِهِ فِيهَا أَبُو بَكْرٍ، وَبِمَا عَمِلْتُ بِهِ فِيهَا مُنْذُ وُلِّيتُهَا، وَإِلَّا فَلَا تُكَلِّمَانِي فِيهَا، فَقُلْتُمَا: ادْفَعْهَا إِلَيْنَا بِذٰلِكَ، فَدَفَعْتُهَا إِلَيْكُمَا بِذٰلِكَ، أَنْشُدُكُمْ بِاللهِ هَلْ دَفَعْتُهَا إِلَيْهِمَا بِذٰلِكَ؟ فَقَالَ الرَّهْطُ: نَعَمْ. قَالَ: فَأَقْبَلَ عَلَى عَلِيٍّ وَعَبَّاسٍ فَقَالَ: أَنْشُدُكُمَا بِاللهِ هَلْ دَفَعْتُهَا إِلَيْكُمَا بِذٰلِكَ؟ قَالَا: نَعَمْ، قَالَ: أَفَتَلْتَمِسَانِ مِنِّي قَضَاءً غَيْرَ ذٰلِكَ؟ فَوَالَّذِي بِإِذْنِهِ تَقُومُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ لَا أَقْضِي فِيهَا قَضَاءً غَيْرَ ذٰلِكَ حَتَّى تَقُومَ السَّاعَةُ، فَإِنْ عَجَزْتُمَا عَنْهَا فَادْفَعَاهَا، فَأَنَا أَكْفِيكُمَاهَا.

[راجع: ٢٩٠٤]

لیے خرچ کر دیتے، زندگی بھر رسول اللہ ﷺ کا یہی معمول رہا۔ میں تمھیں اللہ کی قسم دیتا ہوں، کیا تم اس کو جانتے ہو؟ انھوں نے کہا: جی ہاں ہمیں یہ معلوم ہے۔ پھر آپ نے حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما کی طرف متوجہ ہوکر فرمایا: میں تمھیں بھی اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا تمھیں بھی یہ بات معلوم ہے؟ انھوں نے کہا: جی ہاں، ہم یہ بات جانتے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو وفات دی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں رسول اللہ ﷺ کا جانشین ہوں اور انھوں نے اس جائیداد کو اپنے قبضے میں لے لیا اور اس میں اس طرح عمل کیا جس طرح رسول اللہ ﷺ کرتے تھے۔ پھر آپ نے حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: آپ دونوں اس وقت سمجھتے تھے کہ ابوبکر نے ایسے کیا ویسے کیا، اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اس معاملے میں انتہائی مخلص، راست باز، نیکوکار اور حق کے پیروکار تھے، پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو وفات دی تو اب میں رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا جانشین ہوں اور عرصہ دو سال تک میں نے اس جائیداد کو اپنے قبضے میں لیے رکھا اور اس کے متعلق وہی کرتا رہا جو رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کرتے رہے، پھر تم دونوں میرے پاس آئے۔ تم دونوں کی بات بھی ایک تھی اور معاملہ بھی ایک ہی تھا۔ آپ آئے اور اپنے بھتیجے کی وراثت کا مطالبہ کیا اور انھوں نے اپنی بیوی کا حصہ ان کے باپ کے مال سے طلب کیا۔ میں نے اس وقت بھی کہا تھا: اگر تم چاہتے ہو تو میں یہ جائیداد اس شرط پر تمھارے حوالے کرتا ہوں کہ اللہ کا عہد واجب ہو گا، وہ یہ کہ آپ دونوں بھی اس جائیداد میں وہی طرز عمل اختیار کریں جو رسول اللہ ﷺ کا تھا اور جس کے مطابق ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عمل کیا تھا۔ اور میں نے

بھی جب سے اس نظام حکومت کو سنبھالا ہے اس کے مطابق طرز عمل اختیار کیا۔ اگر تمھیں یہ شرط منظور ہو تو ٹھیک بصورت دیگر تم مجھ سے اس معاملے میں گفتگو نہ کرو۔ اس وقت آپ لوگوں نے کہا: آپ ان شرائط کے مطابق یہ جائیداد ہمارے حوالے کر دیں، چنانچہ میں نے ان شرائط کے مطابق وہ جائیداد تمھارے حوالے کر دی۔ ساتھیو! میں تمھیں اللہ کی قسم دیتا ہوں کیا میں نے انھی شرائط کے مطابق وہ جائیداد ان کے حوالے کی تھی؟ انھوں نے کہا: جی ہاں، پھر آپ حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: میں آپ حضرات کو اللہ کی قسم دیتا ہوں، کیا میں نے وہ جائیداد انھی شرائط کے مطابق تمھارے حوالے کی تھی؟ دونوں حضرات نے فرمایا: جی ہاں، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا آپ اس فیصلے کے سوا کوئی دوسرا فیصلہ چاہتے ہیں؟ مجھے اس ذات کی قسم جس کے حکم سے زمین و آسمان قائم ہیں، میں اس کے سوا کوئی دوسرا فیصلہ قیامت تک نہیں کر سکتا، اب اگر آپ حضرات یہ ذمہ داری پوری کرنے سے قاصر ہیں تو آپ مجھے وہ جائیداد واپس کر دیں، میں اس کا بندوبست خود ہی کر لوں گا۔

فوائد ومسائل: ① حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما دوبارہ اس غرض سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تھے کہ وہ جائیداد دونوں کے درمیان مشترک تھی اور شراکت کی وجہ سے آئے دن ان کے جھگڑے رہتے تھے، اس لیے ان کا مطالبہ تھا کہ یہ جائیداد ہمارے درمیان تقسیم کر دی جائے، لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ کہہ کر تقسیم کرنے سے اس لیے انکار کر دیا کہ اگر اسے تقسیم کر دیا گیا تو زمانہ گزرنے پر ایسا وقت بھی آسکتا ہے کہ دونوں کی اولادیں اس جائیداد کی ملکیت کا دعویٰ کر دیں۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی اولاد کہے کہ یہ جائیداد اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملی تھی، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اولاد کہے کہ یہ ہماری جدہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا حصہ ہے جو انھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملا تھا، اس لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دور اندیشی سے کام لیتے ہوئے اسے تقسیم کرنے سے صاف انکار کر دیا۔ ② امام بخاری رحمہ اللہ نے اس عنوان اور پیش کردہ حدیث سے ان حضرات کی تردید کی ہے جو کہتے ہیں کہ طعام کا ذخیرہ کرنا توکل کے خلاف ہے، لہٰذا یہ ناجائز ہے۔ جب سید المتوکلین صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اہل وعیال کے لیے طعام ذخیرہ کرتے تھے تو اس کے جائز ہونے میں کیا شک وشبہ ہو سکتا ہے اور ایسا کرنا توکل کے خلاف نہیں بلکہ یہ تو خالص ایک انتظامی معاملہ ہے جس سے گھر کا نظام

چلانا مقصود ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی فراخدلی اور سخاوت اس حد تک تھی کہ بعض اوقات سال بھر کے لیے جمع کیا ہوا مال سال پورا ہونے سے پہلے ختم ہوجاتا کیونکہ وہ ضرورت مندوں کو دے دیتے، پھر گھر کا نظام چلانے کے لیے کسی سے ادھار لیتے۔ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عمر کے آخری حصے میں ایک یہودی سے چند وسق جو لیے اور اپنی زرہ اس کے پاس گروی رکھی، لیکن عمر نے وفا نہ کی، ادائیگی سے پہلے ہی آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بلاوا آ گیا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہودی کو جو کی ادائیگی کرکے وہ زرہ واپس لی اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے حوالے کی۔ ﷺ۔ ③ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس عنوان سے ایک حدیث کا مطلب واضح کیا ہے، حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ آئندہ کل کے لیے کوئی چیز ذخیرہ نہیں کرتے تھے۔ اس عنوان کا مطلب یہ ہوا کہ اپنے علاوہ دوسروں کے لیے ذخیرہ کر لیتے تھے۔ اگرچہ اس میں آپ خود بھی شریک ہوتے لیکن اپنی ذات کے لیے کچھ بھی ذخیرہ نہ کرتے تھے۔[1]

(٤) بَابُ نَفَقَةِ الْمَرْأَةِ إِذَا غَابَ عَنْهَا زَوْجُهَا، وَنَفَقَةِ الْوَلَدِ

باب: 4- اگر بیوی کا شوہر غائب ہو تو وہ خرچ کیونکر پورا کرے اور اولاد کے خرچ کا بیان

٥٣٥٩ - حَدَّثَنَا ابْنُ مُقَاتِلٍ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ: أَخْبَرَنَا يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ: أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: جَاءَتْ هِنْدُ بِنْتُ عُتْبَةَ فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّ أَبَا سُفْيَانَ رَجُلٌ مِسِّيكٌ، فَهَلْ عَلَيَّ حَرَجٌ أَنْ أُطْعِمَ مِنَ الَّذِي لَهُ، عِيَالَنَا؟ قَالَ: «لَا، إِلَّا بِالْمَعْرُوفِ». [راجع: ٢٢١١]

[5359] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے کہا: حضرت ہند بنت عتبہ رضی اللہ عنہا (رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں) حاضر ہوئیں اور عرض کی: اللہ کے رسول! ابوسفیان انتہائی بخیل آدمی ہیں، کیا مجھے گناہ ہوگا اگر میں (ان کے علم کے بغیر) ان کے مال میں سے اپنے بچوں کو کھلاؤں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”نہیں، مگر ایسا دستور کے مطابق ہونا چاہیے۔“

فوائد و مسائل: ① ایک روایت میں ہے کہ تم معروف طریقے کے مطابق اتنا مال لے سکتی ہو جو تمھیں اور تمھارے بچوں کو کافی ہو جائے۔[2] ② اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر شوہر گھر میں موجود نہ ہو اور گھر کے اخراجات کا بندوبست نہ کر کے گیا ہو تو اس کے مال سے اتنا خرچ لیا جا سکتا ہے جو گھر کے اخراجات کے لیے کافی ہو۔ ③ اس حدیث سے درج ذیل مسائل کا اثبات ہوتا ہے: ○ بیوی کے خرچے کی مقدار مقرر نہیں ہے کیونکہ آپ نے فرمایا: ”تم اتنا لے لو جو تمھیں کافی ہو۔“ ○ بیوی کا خرچ بچوں کے خرچ کی جنس سے ہے، یعنی دونوں معروف طریقے سے ادا کیے جائیں گے۔ ○ اولاد کے اخراجات کا ذمہ دار صرف اس کا والد ہے۔ ○ اگر عورت اپنے شوہر کے مال سے حسب کفایت خرچہ لے سکتی ہو تو اسے فسخ نکاح کا حق نہیں ہے۔ ○ جن واجبات کی حد مقرر نہ ہو، ان میں عرف کو ملحوظ رکھا جائے گا۔ ○ اگر شوہر اور والد اپنے واجبات ادا نہ کریں تو کسی بھی طریقے سے ان سے

① فتح الباري: 624/9. ② صحيح البخاري، البيوع، حديث: 2211.

وصول کیے جا سکتے ہیں۔

٥٣٦٠ - حَدَّثَنَا يَحْيَى: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ، عَنْ هَمَّامٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «إِذَا أَنْفَقَتِ الْمَرْأَةُ مِنْ كَسْبِ زَوْجِهَا مِنْ غَيْرِ أَمْرِهِ فَلَهُ نِصْفُ أَجْرِهِ». [راجع: ٢٠٦٦]

[5360] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ''اگر کوئی عورت اپنے خاوند کی اجازت کے بغیر اس کی کمائی سے فی سبیل اللہ خرچ کر دے تو اسے بھی آدھا ثواب ملتا ہے۔''

فوائد و مسائل: ① یہ اس صورت میں ہے جب عورت کو مرد کی رضامندی معلوم ہو، نیز اگر عورت دیانت دار ہی نہیں تو اسے خرچ کرنے کی اجازت نہیں دی جائے گی، اس طرح کا صدقہ و خیرات واجب نہیں۔ اس کے باوجود بیوی کو خرچ کرنے کی اجازت دی گئی ہے لیکن جو خرچ خاوند کے ذمے ہے اور اس پر واجب ہے، وہ تو بالاولیٰ لے سکتی ہے۔ ② صدقہ کرنے سے نصف ثواب عورت کو اس لیے ملتا ہے کہ جو طعام گھر میں موجود ہے، اس میں وہ خود بھی شریک ہے، اس لیے نصف اجر کی حق دار ٹھہرائی گئی ہے۔[1]

(٥) بَابٌ: ﴿وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ أَرَادَ أَنْ يُتِمَّ الرَّضَاعَةَ﴾ إِلَى قَوْلِهِ: ﴿بَصِيرٌ﴾ [البقرة: ٢٣٣] وَقَالَ: ﴿وَحَمْلُهُ وَفِصَالُهُ ثَلَاثُونَ شَهْرًا﴾ [الأحقاف: ١٥] وَقَالَ: ﴿وَإِنْ تَعَاسَرْتُمْ فَسَتُرْضِعُ لَهُ أُخْرَى لِيُنْفِقْ ذُو سَعَةٍ مِنْ سَعَتِهِ وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهُ﴾ إِلَى قَوْلِهِ: ﴿بَعْدَ عُسْرٍ يُسْرًا﴾ [الطلاق: ٦، ٧]

باب: 5- ارشاد باری تعالیٰ: ''اور مائیں اپنے بچوں کو پورے دو سال دودھ پلائیں۔ (یہ مدت) اس کے لیے ہے جو دودھ کی مدت پوری کرنا چاہے'' اور ''اس کے حمل اور دودھ چھڑانے کی مدت تیس مہینے ہے۔'' نیز ''اگر تم میاں بیوی آپس میں تنگی اور ضد کرو گے تو بچے کو دودھ کوئی دوسری عورت پلائے گی۔ صاحب وسعت کو اپنی حیثیت کے مطابق خرچ کرنا چاہیے اور جس کی آمدنی کم ہو اسے چاہیے کہ اللہ نے اسے جتنا دیا ہے اس میں سے خرچ کرے......'' کا بیان

وَقَالَ يُونُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ: نَهَى اللهُ تَعَالَى أَنْ تُضَارَّ وَالِدَةٌ بِوَلَدِهَا، وَذٰلِكَ أَنْ تَقُولَ الْوَالِدَةُ: لَسْتُ مُرْضِعَتَهُ، وَهِيَ أَمْثَلُ لَهُ غِذَاءً

امام زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے اس بات سے منع فرمایا ہے کہ ماں، بچے کی وجہ سے تکلیف پہنچائے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ ماں کہہ دے: میں بچے کو دودھ نہیں

[1] عمدة القاري: 372,371/14.

وَأَشْفَقُ عَلَيْهِ وَأَرْفَقُ بِهِ مِنْ غَيْرِهَا ، فَلَيْسَ لَهَا أَنْ تَأْبَى بَعْدَ أَنْ يُعْطِيَهَا مِنْ نَفْسِهِ مَا جَعَلَ اللهُ عَلَيْهِ، وَلَيْسَ لِلْمَوْلُودِ لَهُ أَنْ يُضَارَّ بِوَلَدِهِ وَالِدَتَهُ، فَيَمْنَعَهَا أَنْ تُرْضِعَهُ ضِرَارًا لَهَا إِلَى غَيْرِهَا ، فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا أَنْ يَسْتَرْضِعَا عَنْ طِيبِ نَفْسِ الْوَالِدِ وَالْوَالِدَةِ، فَإِنْ أَرَادَا فِصَالًا عَنْ تَرَاضٍ مِنْهُمَا وَتَشَاوُرٍ، فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا بَعْدَ أَنْ يَكُونَ ذٰلِكَ عَنْ تَرَاضٍ مِنْهُمَا وَتَشَاوُرٍ. ﴿فِصَـٰلُهُۥ﴾ : فِطَامُهُ.

پلاؤں گی، حالانکہ ماں کا دودھ بچے کے لیے غذا کے اعتبار سے زیادہ بہتر ہے اور وہ اپنے بچے پر زیادہ مہربان ہوتی ہے اور دوسرے کے مقابلے میں وہ زیادہ نرم خو ہوتی ہے، لہٰذا اس کے لیے جائز نہیں کہ وہ اس وقت دودھ پلانے سے انکار کرے جبکہ بچے کا والد اپنی طرف سے اسے نان ونفقہ دینے کے لیے تیار ہو جو اللہ تعالیٰ نے اس پر فرض کیا ہے۔ اسی طرح باپ اپنے بچے کی وجہ سے اس کی ماں کو نقصان نہ پہنچائے۔ اس کی صورت یہ ہوسکتی ہے کہ باپ، بچے کی ماں کو دودھ پلانے سے منع کردے اور خواہ مخواہ کسی دوسری عورت کو دودھ پلانے کے لیے مقرر کرے، البتہ اگر ماں باپ دونوں اپنی خوشی اور مشورے سے کسی دوسری عورت کو دودھ پلانے کے لیے مقرر کردیں تو دونوں پر کچھ گناہ نہیں ہوگا۔ اور اگر والد اور والدہ دونوں اپنی رضامندی اور مشورے سے بچے کا دودھ چھڑانا چاہیں تو بھی ان پر کوئی گناہ نہیں ہوگا۔ فصال کے معنی ہیں: دودھ چھڑانا۔

وضاحت: پہلی آیت سے معلوم ہوا کہ دودھ پلانے والی عورت کی اجرت بچے کے والد کے ذمے ہے، خواہ وہ اس کے نکاح میں ہو یا اس کی زوجیت سے الگ ہو چکی ہو۔ قرآن کریم میں ہے: ''اگر وہ تمھارے کہنے کے مطابق بچوں کو دودھ پلائیں تو انھیں ان کی اجرت دو۔''[1] دوسری آیت میں دودھ پلانے کی مدت مذکور ہے کہ وہ دو سال تک ہے۔ اس سے کم تو ہوسکتی ہے لیکن زیادہ کسی صورت میں نہیں ہونی چاہیے۔ تیسری آیت میں خرچے کی مقدار کا بیان ہے کہ وہ باپ کی حیثیت کے مطابق ہو۔ اگر وہ مال دار ہے تو فراخ دلی سے کام لینا چاہیے اور اگر تنگ دست ہے تو اپنی حیثیت کے مطابق خرچ کرے۔ اس میں یہ اشارہ ہے کہ ماں پر دودھ پلانا ضروری نہیں ہے، البتہ درج ذیل صورتوں میں اسے اپنے بچے کو ضرور دودھ پلانا چاہیے: ○ جب بچہ کسی دوسری عورت کا دودھ نہ پیے۔ ○ کوئی دوسری دودھ پلانے والی موجود نہ ہو۔ ○ دوسری دودھ پلانے والی موجود ہو لیکن مرد اس کا خرچہ برداشت نہ کرسکے۔ واللہ أعلم.

(٦) بَابُ عَمَلِ الْمَرْأَةِ فِي بَيْتِ زَوْجِهَا

باب: 6- عورت کا اپنے شوہر کے گھر میں کام کاج کرنا

[1] الطلاق 65:6.

وضاحت: اگر خاوند محتاج یا غریب ہو تو عورت پر گھر کا کام کاج لازم ہے اور وہ کام عورت کرے گی جو معمول کے مطابق ہوں، مثلاً: گھر کی صفائی، آٹا گوندھنا، روٹی پکانا، صفائی کرنا، کپڑے دھونا اور بچوں کو نہلانا وغیرہ اگرچہ وہ عورت امیر اور معزز گھرانے ہی سے تعلق کیوں نہ رکھتی ہو۔

٥٣٦١ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ: حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ شُعْبَةَ قَالَ: حَدَّثَنِي الْحَكَمُ عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى: حَدَّثَنَا عَلِيٌّ أَنَّ فَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَامُ أَتَتِ النَّبِيَّ ﷺ تَشْكُو إِلَيْهِ مَا تَلْقَى فِي يَدِهَا مِنَ الرَّحَى، - وَبَلَغَهَا أَنَّهُ جَاءَهُ رَقِيقٌ - فَلَمْ تُصَادِفْهُ فَذَكَرَتْ ذٰلِكَ لِعَائِشَةَ، فَلَمَّا جَاءَ أَخْبَرَتْهُ عَائِشَةُ، قَالَ: فَجَاءَنَا وَقَدْ أَخَذْنَا مَضَاجِعَنَا، فَذَهَبْنَا نَقُومُ فَقَالَ: «عَلَى مَكَانِكُمَا»، فَجَاءَ فَقَعَدَ بَيْنِي وَبَيْنَهَا حَتَّى وَجَدْتُ بَرْدَ قَدَمَيْهِ عَلَى بَطْنِي فَقَالَ: «أَلَا أَدُلُّكُمَا عَلَى خَيْرٍ مِمَّا سَأَلْتُمَا: إِذَا أَخَذْتُمَا مَضَاجِعَكُمَا - أَوْ أَوَيْتُمَا إِلَى فِرَاشِكُمَا - فَسَبِّحَا ثَلَاثًا وَثَلَاثِينَ، وَاحْمَدَا ثَلَاثًا وَثَلَاثِينَ، وَكَبِّرَا أَرْبَعًا وَثَلَاثِينَ، فَهُوَ خَيْرٌ لَكُمَا مِنْ خَادِمٍ». [راجع: ٣١١٣]

[5361] حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور شکایت کی کہ چکی پیسنے کی وجہ سے ان کے ہاتھوں میں چھالے پڑ گئے ہیں۔ انھیں اطلاع ملی تھی کہ آپ ﷺ کے پاس قیدی عورتیں آئی ہوئی ہیں۔ لیکن انھیں آپ سے ملاقات کرنے کا اتفاق نہ ہوا، اس لیے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ذکر کیا۔ جب آپ ﷺ تشریف لائے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ سے اس بات کا تذکرہ کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ آپ ﷺ ہمارے پاس اس وقت تشریف لائے جب ہم اپنے بستروں میں لیٹ چکے تھے۔ ہم نے اٹھنے کا ارادہ کیا تو آپ نے فرمایا: ”تم اپنی جگہ پر رہو“ چنانچہ آپ میرے اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے درمیان بیٹھ گئے حتی کہ میں نے آپ کے قدموں کی ٹھنڈک اپنے پیٹ پر محسوس کی، پھر آپ نے فرمایا: ”میں تمھیں ایسی بات نہ بتاؤں جو تمھاری طلب کردہ چیز سے بہتر ہو۔ جب تم اپنے بستر پر جاؤ تو 33 مرتبہ سبحان اللہ، 33 مرتبہ الحمد للہ اور 34 مرتبہ اللہ اکبر پڑھ لیا کرو۔ یہ تمھارے لیے غلام لونڈی سے بہتر ہوگا۔“

فوائد ومسائل: ① اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس عورت کو گھر کے کام کاج روٹی پکانا، صفائی کرنا اور چکی پیسنا وغیرہ کی طاقت ہو اور متعارف ہو کہ وہ یہ کام بآسانی کر سکتی ہے تو شوہر کو اس کے لیے خادمہ کا بندوبست کرنا لازم نہیں ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی تکلیف سن کر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نہیں کہا کہ وہ ان کے لیے خادمہ کا بندوبست کریں یا کم از کم یومیہ اجرت پر کسی نوکرانی کو رکھ لیں جو یہ سارے کام کیا کرے۔ ② تسبیح وتحمید میں بہت ثواب ہے۔

ممکن ہے کہ وظیفہ کرنے سے اللہ تعالیٰ ایسی طاقت پیدا کر دے کہ خادمہ کی ضرورت ہی نہ رہے اور خادمہ کی نسبت گھر کے کام سرانجام دینے زیادہ آسان ہو جائیں۔ ③ جب رسول اللہ ﷺ کی لخت جگر کی یہ حالت ہے تو دوسری عورتوں کی کیا حیثیت ہے کہ وہ اپنے آپ کو خاندانی اور معزز خیال کر کے گھریلو کام کو اپنے لیے عار محسوس کریں اور انھیں بجالانے میں ذلت محسوس کریں۔ واللہ أعلم.

(٧) بَابُ خَادِمِ الْمَرْأَةِ

باب: 7- عورت کے لیے خادم کا بندوبست کرنا

وضاحت: اس عنوان کا مفہوم یہ ہے کہ خاوند کی ذمہ داری نہیں ہے کہ وہ گھریلو کام کاج کے لیے کسی خادم کا بندوبست کرے، اگر عورت کو اس کی ضرورت ہو اور وہ خود یہ کام نہ کر سکتی ہو تو خاوند کو چاہیے کہ وہ کسی نوکرانی کا بندوبست کرے۔

٥٣٦٢ - حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ أَبِي يَزِيدَ: سَمِعَ مُجَاهِدًا: سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ أَبِي لَيْلَى يُحَدِّثُ عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ أَنَّ فَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَامُ أَتَتْ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ تَسْأَلُهُ خَادِمًا فَقَالَ: «أَلَا أُخْبِرُكِ مَا هُوَ خَيْرٌ لَكِ مِنْهُ؟ تُسَبِّحِينَ اللهَ عِنْدَ مَنَامِكِ ثَلَاثًا وَثَلَاثِينَ، وَتَحْمَدِينَ اللهَ ثَلَاثًا وَثَلَاثِينَ، وَتُكَبِّرِينَ اللهَ أَرْبَعًا وَثَلَاثِينَ».

[5362] حضرت علی بن ابی طالب ؓ سے روایت ہے کہ سیدہ فاطمہ ؓ نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور آپ سے ایک خادمہ دینے کی درخواست کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیا میں تمھیں اس سے بہتر کی خبر نہ دوں؟ (وہ یہ ہے کہ) سوتے وقت 33 مرتبہ سبحان اللہ کہو، 33 مرتبہ الحمدللہ کہو اور 34 مرتبہ اللہ اکبر کہو۔''

ثُمَّ قَالَ سُفْيَانُ: إِحْدَاهُنَّ أَرْبَعٌ وَثَلَاثُونَ فَمَا تَرَكْتُهَا بَعْدُ، قِيلَ: وَلَا لَيْلَةَ صِفِّينَ؟ قَالَ: وَلَا لَيْلَةَ صِفِّينَ. [راجع: ٣١١٣]

راویٔ حدیث حضرت سفیان کہتے ہیں کہ ان میں سے ایک 34 مرتبہ ہے۔ (حضرت علی ؓ نے فرمایا:) میں نے اس کے بعد ان (تسبیحات) کو کبھی ترک نہیں کیا، کسی نے ان سے پوچھا: صفین کی رات بھی نہیں چھوڑا تھا؟ انھوں نے فرمایا: (میں نے) صفین کی رات بھی ان کی پابندی کی تھی۔

فوائد و مسائل: ① صفین، عراق اور شام کے درمیان ایک جگہ کا نام ہے جہاں حضرت علی اور حضرت معاویہ ؓ کے درمیان سخت معرکہ ہوا تھا۔ ② اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خاوند کے ذمے گھریلو کام کاج کے لیے کسی نوکرانی کا بندوبست کرنا ضروری نہیں کیونکہ اس موقع پر رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی ؓ سے کسی قسم کا مطالبہ نہیں کیا، حالانکہ سیدہ فاطمہ ؓ گھریلو کام کاج کی وجہ سے سخت تکلیف میں تھیں۔ اگر یہ امر واجب ہوتا تو آپ ضرور حکم دیتے۔ آپ نے حضرت علی ؓ سے حضرت فاطمہ

ؓ کے حق مہر کے متعلق ضرور کہا تھا کہ وہ پہلے ادا کریں، حالانکہ اسے مؤخر بھی کیا جا سکتا تھا بشرطیکہ بیوی رضا مند ہو۔ لیکن اگر خادم کا بندوبست کرنا خاوند کے ذمے ہوتا تو آپ حضرت علی ؓ سے اس کا ضرور مطالبہ کرتے۔ ③ گھریلو کام کاج کرنا عورت کی ذمہ داری ہے جبکہ گھر سے باہر کی خدمات خاوند کے ذمے ہیں، ہاں اگر عورت کمزور ہے اور وہ گھر کا کام نہیں کر سکتی تو خاوند کو چاہیے کہ وہ اس کا بندوبست کرے کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''ان عورتوں سے حسن معاشرت کا مظاہرہ کرو۔''[1] اگر کوئی خاوند ضرورت کے باوجود گھر کا نظام چلانے کے لیے کوئی بندوبست نہیں کرتا تو گویا وہ حسن معاشرت سے راہ فرار اختیار کرتا ہے۔ اس واقعے سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ گھر کے داخلی امور بیوی کے ذمے ہیں اور بیرونی معاملات و خدمات کی بجا آوری خاوند کی ڈیوٹی ہے۔ واللہ أعلم.

(٨) بَابُ خِدْمَةِ الرَّجُلِ فِي أَهْلِهِ

باب: 8- مرد کا گھریلو کام کاج میں اہل خانہ کا ہاتھ بٹانا

٥٣٦٣ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَرْعَرَةَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ بْنِ عُتَيْبَةَ: عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ يَزِيدَ: سَأَلْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: مَا كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَصْنَعُ فِي الْبَيْتِ؟ قَالَتْ: كَانَ يَكُونُ فِي مِهْنَةِ أَهْلِهِ فَإِذَا سَمِعَ الْأَذَانَ خَرَجَ. [راجع: ٦٧٦]

[5363] حضرت اسود بن یزید سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں نے حضرت عائشہ ؓ سے پوچھا کہ نبی ﷺ گھر میں کیا کیا کرتے تھے؟ تو انھوں نے فرمایا: آپ ﷺ گھر کے کام کیا کرتے تھے، پھر جب آپ اذان سنتے تو فوراً باہر چلے جاتے۔

فوائد و مسائل: ① ایک روایت میں ہے حضرت عائشہ ؓ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ عام انسانوں جیسے ایک انسان تھے، اپنے کپڑوں کو سی لیتے، بکری کا دودھ نکالتے اور اپنے کام کرتے تھے۔[2] ابن حبان کی ایک روایت میں ہے کہ اپنے جوتے کو خود ٹانکا لگا لیتے اور پھٹا ہوا ڈول درست کر لیتے۔[3] ② ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ گھریلو زندگی میں انسان کو اپنے اہل خانہ کی مدد کرنی چاہیے۔ یہ ہمارے رسول ﷺ کی سنت ہے۔ جو لوگ گھر میں بچھے بچھائے بستر پر بیٹھ کر انتظار کرتے ہیں کہ ہمارے حضور تیار شدہ کھانا پیش کیا جائے اور ہر کام میں دوسروں کا سہارا ڈھونڈتے ہیں وہ زیرک اور دانا نہیں ہیں۔ ایسے لوگوں کی صحت بھی خراب رہتی ہے اور دوران سفر میں انھیں سخت تکلیف اٹھانی پڑتی ہے، اس لیے انسان کو چاہیے کہ اپاہج اور دست بستہ بننے کی بجائے اپنے گھر میں اہل خانہ کے ساتھ تعاون کرے اور ان کا ہاتھ بٹائے۔ واللہ المستعان.

---

① النسآء 4:19. ② صحيح ابن حبان بترتيب ابن بلبان: 490/12، رقم: 5676، و فتح الباري: 212/2. ③ الشمائل للترمذي: 335، وصحيح ابن حبان بترتيب ابن بلبان: 489/12، رقم: 5675.

(٩) بَابُ إِذَا لَمْ يُنْفِقِ الرَّجُلُ فَلِلْمَرْأَةِ أَنْ تَأْخُذَ بِغَيْرِ عِلْمِهِ مَا يَكْفِيهَا وَوَلَدَهَا بِالْمَعْرُوفِ

باب: 9- اگر مرد خرچ نہ کرے تو ایسے حالات میں عورت کے لیے جائز ہے کہ وہ اس کی اجازت کے بغیر اس کے مال میں سے دستور کے مطابق اتنا لے لے جو اس کے اور اس کے بچوں کے لیے کافی ہو

وضاحت: لیکن یہ خرچہ ضروریات کے لیے ہونا چاہیے فضولیات کے لیے نہیں۔ اگر فیشن اور فضول کاموں کے لیے شوہر کی اجازت کے بغیر کچھ رقم لی اور اسے خرچ کیا تو اسے امانت میں خیانت خیال کیا جائے گا۔

٥٣٦٤ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى: حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ هِشَامٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ هِنْدًا بِنْتَ عُتْبَةَ قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّ أَبَا سُفْيَانَ رَجُلٌ شَحِيحٌ، وَلَيْسَ يُعْطِينِي مَا يَكْفِينِي وَوَلَدِي إِلَّا مَا أَخَذْتُ مِنْهُ وَهُوَ لَا يَعْلَمُ، فَقَالَ: خُذِي مَا يَكْفِيكِ وَوَلَدَكِ بِالْمَعْرُوفِ.

[راجع: ٢٢١١]

[5364] حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے کہ حضرت ہند بنت عتبہ ؓ نے عرض کی: اللہ کے رسول! بلاشبہ ابوسفیان ؓ بخیل آدمی ہیں اور مجھے اتنا مال نہیں دیتے جو مجھے اور میری اولاد کو کافی ہو الا یہ کہ میں کچھ مال ان کی لاعلمی میں لے لوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''دستور کے مطابق اتنا مال لے سکتی ہو جو تمھیں اور تمھاری اولاد کو کافی ہو۔''

فوائد ومسائل: ① حضرت ہند بنت عتبہ ؓ نے رسول اللہ ﷺ سے بیعت کی۔ وہ جب معاہدے کی اس شق پر پہنچیں کہ تم چوری نہیں کرو گی تو انھوں نے کہا: میں تو ابوسفیان کے مال سے چوری کرتی رہی ہوں۔ اس وقت ابوسفیان ؓ بول اٹھے: پہلے جو چوری ہو چکی وہ تمھیں معاف ہے۔ اب دوسری مرتبہ حاضر خدمت ہوئیں تو حضرت ابوسفیان ؓ ان کے ساتھ نہیں تھے۔ اس وقت انھوں نے کہا: میرے شوہر انتہائی بخیل ہیں۔ ② اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بخیل شوہر کی بیوی کو جائز طور پر اس کی اجازت کے بغیر اس کے مال میں سے اتنا لے لینا حلال ہے جس سے اس کی اور اس کی اولاد کی ضروریات پوری ہو سکیں۔[1] واللہ أعلم.

(١٠) بَابُ حِفْظِ الْمَرْأَةِ زَوْجَهَا فِي ذَاتِ يَدِهِ وَالنَّفَقَةِ

باب: 10- عورت کا اپنے شوہر کے مال کی اور جو وہ اخراجات کے لیے دے اس کی حفاظت کرنا

٥٣٦٥ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ: حَدَّثَنَا

[5365] حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ

① فتح الباري: 632/9.

سُفْيَانُ: حَدَّثَنَا ابْنُ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيهِ. وَأَبُو الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «خَيْرُ نِسَاءٍ رَكِبْنَ الْإِبِلَ نِسَاءُ قُرَيْشٍ - وَقَالَ الْآخَرُ: صَالِحُ نِسَاءِ قُرَيْشٍ - أَحْنَاهُ عَلَى وَلَدٍ فِي صِغَرِهِ، وَأَرْعَاهُ عَلَى زَوْجٍ فِي ذَاتِ يَدِهِ».

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اونٹ پر سوار ہونے والی عورتوں میں بہترین عورتیں قریشی عورتیں ہیں۔'' ایک روایت میں ہے کہ ''قریش کی نیک اور بھلی عورتیں بچے پر اس کے بچپن میں سب سے زیادہ مہربان اور اپنے شوہر کے مال کی سب سے زیادہ حفاظت کرنے والی ہوتی ہیں۔''

وَيُذْكَرُ عَنْ مُعَاوِيَةَ وَابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. [راجع: ٣٤٣٤]

حضرت معاویہ اور حضرت ابن عباس ؓ سے بھی نبی ﷺ کی حدیث بیان کی جاتی ہے۔

فوائد ومسائل: ① اس حدیث میں قریشی عورتوں کی دو صفتیں بیان ہوئی ہیں: ایک تو وہ بچے کے لیے بچپن میں بہت مہربان ہوتی ہیں۔ دوسرے وہ اپنے شوہر کے مال کی حفاظت کرتی ہیں۔ مقاصد نکاح میں سب سے زیادہ اہم یہی دو مقصد ہیں۔ انھی سے تدبیر منزل اور نظام خانہ داری وابستہ ہے، لہٰذا مستحب ہے کہ نکاح کے لیے ایسی عورت کا انتخاب کیا جائے جس میں یہ دونوں صفتیں پائی جاتی ہوں۔ ② ابن عباس ؓ سے مروی حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی قوم کی ایک عورت کو پیغام نکاح بھیجا جس کا خاوند فوت ہو چکا تھا اور اس کے پہلے شوہر سے پانچ چھ بچے تھے اور اسے ''سودہ'' کہا جاتا تھا۔ اس نے عرض کی: اللہ کے رسول! آپ سے زیادہ مکرم کوئی شخص نہیں لیکن میرے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں جو آپ کے آرام میں مخل ہوں گے۔ اس وقت آپ ﷺ نے قریشی عورتوں کی مذکورہ دو صفتیں بیان کیں۔[1]

(١١) بَابُ كِسْوَةِ الْمَرْأَةِ بِالْمَعْرُوفِ

باب: 11- عورت کو لباس دستور کے مطابق دینا چاہیے

٥٣٦٦ - حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ مَيْسَرَةَ قَالَ: سَمِعْتُ زَيْدَ بْنَ وَهْبٍ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: آتَى إِلَيَّ النَّبِيُّ ﷺ حُلَّةَ سِيَرَاءَ فَلَبِسْتُهَا، فَرَأَيْتُ الْغَضَبَ فِي وَجْهِهِ فَشَقَقْتُهَا بَيْنَ نِسَائِي. [راجع: ٢٦١٤]

[5366] حضرت علی ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: مجھے نبی ﷺ نے ایک ریشمی دھاری دار حلہ دیا۔ میں نے اسے خود پہن لیا۔ پھر میں نے آپ کے چہرۂ مبارک پر ناراضی کے اثرات دیکھے تو میں نے اسے پھاڑ کر اپنی عورتوں میں تقسیم کر دیا۔

1 مسند أحمد: 318/1، 319، وفتح الباري: 634/9.

فوائدومسائل: ① اپنی عورتوں سے مراد بیویاں نہیں ہیں کیونکہ رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ میں آپ کی رفیقۂ حیات صرف سیدہ فاطمہ ؓ تھیں۔ اس سے مراد حضرت علی ؓ کی دیگر رشتے دار خواتین ہیں۔ دوسری روایت میں وضاحت ہے کہ میں نے اسے ''فواطم'' کے درمیان تقسیم کر دیا۔[1] یعنی حضرت فاطمہ الزہراء، حضرت فاطمہ بنت اسد اور حضرت فاطمہ بنت حمزہ ؓ۔ ② اس سے معلوم ہوا کہ ریشم یا سونا وغیرہ کسی طرح بھی مردوں کے لیے جائز نہیں، اگر کہیں سے مل جائے تو خود استعمال کرنے کے بجائے اپنی رشتے دار خواتین میں تقسیم کر دیا جائے۔ ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''خبردار! عورتوں کا تم پر یہ حق ہے کہ انھیں لباس مہیا کرنے اور انھیں کھانا فراہم کرنے میں ان سے اچھا برتاؤ کرو۔''[2] چونکہ یہ روایت امام بخاری ؒ کی شرط کے مطابق نہیں تھی، اس لیے اس کے مضمون کو دوسری حدیث سے ثابت کیا ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جس کا خرچہ کسی پر واجب ہو تو اس کا لباس اور اس کی رہائش بھی اس کے ذمے ہوتی ہے۔ ابن بطال نے لکھا ہے: اس پر علماء کا اتفاق ہے کہ شوہر پر بیوی کا نان ونفقہ اور لباس بقدر کفایت واجب ہے اور اس میں آسانی اور تنگی کو بھی ملحوظ رکھا جائے۔ ③ اس حدیث کی عنوان سے مطابقت اس طرح ثابت ہوئی کہ حضرت فاطمہ ؓ کو بھی اس ریشمی جوڑے سے ایک ٹکڑا دستیاب ہوا جسے انھوں نے بخوشی قبول کیا۔ واللہ أعلم.

(١٢) بَابُ عَوْنِ الْمَرْأَةِ زَوْجَهَا فِي وَلَدِهِ

باب: 12- بچوں کے معاملے میں بیوی کا اپنے شوہر سے تعاون کرنا

٥٣٦٧ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ عَمْرٍو، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ [عَنْهُمَا] قَالَ: هَلَكَ أَبِي وَتَرَكَ سَبْعَ بَنَاتٍ - أَوْ تِسْعَ بَنَاتٍ - فَتَزَوَّجْتُ امْرَأَةً ثَيِّبًا: فَقَالَ لِي رَسُولُ اللهِ ﷺ: «تَزَوَّجْتَ يَا جَابِرُ؟» فَقُلْتُ: نَعَمْ، فَقَالَ: «أَبِكْرًا أَمْ ثَيِّبًا؟» قُلْتُ: بَلْ ثَيِّبًا، قَالَ: «فَهَلَّا جَارِيَةً تُلَاعِبُهَا وَتُلَاعِبُكَ، وَتُضَاحِكُهَا وَتُضَاحِكُكَ؟» قَالَ: فَقُلْتُ لَهُ: إِنَّ عَبْدَ اللهِ هَلَكَ وَتَرَكَ بَنَاتٍ، وَإِنِّي كَرِهْتُ أَنْ أَجِيئَهُنَّ بِمِثْلِهِنَّ، فَتَزَوَّجْتُ امْرَأَةً تَقُومُ عَلَيْهِنَّ وَتُصْلِحُهُنَّ. فَقَالَ: «بَارَكَ اللهُ لَكَ، أَوْ

[5367] حضرت جابر بن عبداللہ ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: جب میرے والد گرامی شہید ہوئے تو انھوں نے سات یا نو بیٹیاں چھوڑیں۔ میں نے ایک شوہر دیدہ عورت سے نکاح کیا تو مجھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اے جابر! کیا تم نے شادی کر لی ہے؟'' میں نے کہا: جی ہاں۔ آپ نے فرمایا: ''کنواری سے یا بیوہ سے؟'' میں نے کہا: بیوہ سے نکاح کیا ہے، آپ نے فرمایا: ''کنواری لڑکی سے شادی کیوں نہیں کی، تم اس سے دل لگی کرتے وہ تم سے اپنا دل بہلاتی، تم اسے ہنساتے اور وہ تمھیں ہنساتی؟'' میں نے عرض کی: (میرے والد گرامی) حضرت عبداللہ ؓ شہید ہو گئے اور اپنے پیچھے کچھ بیٹیاں چھوڑ گئے۔ میں نے اس

① صحيح مسلم، اللباس والزينة، حديث: 5422 (2071). ② صحيح مسلم، الحج، حديث: 2950 (1218).

خَيْرًا». [راجع: ٤٤٣]

بات کو پسند نہ کیا کہ ان کے پاس ان جیسی (کوئی ناتجربہ کار) لے آؤں، اس لیے میں نے ایک ایسی عورت سے نکاح کیا جو ان کی نگہداشت اور اصلاح کرتی رہے۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تمھیں برکت دے یا تمھیں بھلائی نصیب کرے۔''

فوائدومسائل: ① چونکہ چھوٹی بہنیں اولاد کی طرح ہوتی ہیں، اس لیے عنوان سے مطابقت ظاہر ہے۔ ② اگرچہ شوہر کی بچیوں کو سنبھالنا بیوی کے فرائض میں نہیں ہے لیکن اخلاقاً عورت کو ایسا کرنا چاہیے۔ ابن بطال نے کہا ہے کہ اولاد کے معاملے میں شوہر کی مدد کرنا بیوی پر واجب نہیں ہے، تاہم یہ ایک اخلاقی امر اور نیک عورتوں کی عادت ضرور ہے۔[1] ③ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ شادی کے لیے عورت کے انتخاب میں بہت سوچ بچار کرنی چاہیے، محض ظاہری حسن دیکھ کر کسی عورت پر فریفتہ ہو جانا کوئی عقلمندی نہیں۔ والله أعلم.

(١٣) بَابُ نَفَقَةِ الْمُعْسِرِ عَلَى أَهْلِهِ

باب: 13- تنگ دست کا اپنے اہل خانہ پر خرچ کرنا

٥٣٦٨ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ: حَدَّثَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ حُمَيْدِ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: أَتَى النَّبِيَّ ﷺ رَجُلٌ فَقَالَ: هَلَكْتُ، قَالَ: «وَلِمَ؟» قَالَ: وَقَعْتُ عَلَى أَهْلِي فِي رَمَضَانَ، قَالَ: «فَأَعْتِقْ رَقَبَةً». قَالَ: لَيْسَ عِنْدِي، قَالَ: «فَصُمْ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ». قَالَ: لَا أَسْتَطِيعُ، قَالَ: «فَأَطْعِمْ سِتِّينَ مِسْكِينًا»، قَالَ: لَا أَجِدُ، فَأُتِيَ النَّبِيُّ ﷺ بِعَرَقٍ فِيهِ تَمْرٌ فَقَالَ: «أَيْنَ السَّائِلُ؟» قَالَ: هَا أَنَا ذَا، قَالَ: «تَصَدَّقْ بِهٰذَا»، قَالَ: عَلَى أَحْوَجَ مِنَّا يَا رَسُولَ اللهِ؟ فَوَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَا بَيْنَ لَابَتَيْهَا أَهْلُ بَيْتٍ أَحْوَجُ مِنَّا، فَضَحِكَ النَّبِيُّ ﷺ حَتَّى بَدَتْ

[5368] حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: نبی ﷺ کی خدمت میں ایک شخص نے حاضر ہو کر کہا: میں تو ہلاک ہو گیا ہوں آپ نے دریافت فرمایا: ''کیوں کیا ہوا؟'' اس نے کہا کہ میں نے اپنی بیوی سے رمضان میں ہم بستری کر لی ہے۔ آپ نے فرمایا: ''پھر ایک غلام آزاد کر دو۔'' اس نے کہا: میرے پاس تو کچھ بھی نہیں۔ آپ نے فرمایا: ''پھر دو ماہ کے مسلسل روزے رکھو۔'' اس نے کہا: مجھ میں اس کی بھی طاقت نہیں۔ آپ نے فرمایا: ''پھر ساٹھ مساکین کو کھانا کھلاؤ۔'' اس نے کہا: میں اتنا سامان نہیں پاتا۔ اس دوران میں نبی ﷺ کے پاس کھجوروں کا ایک ٹوکرا لایا گیا تو آپ نے پوچھا: ''سوال کرنے والا کہاں ہے؟'' عرض کیا: میں یہاں حاضر ہوں۔ آپ نے فرمایا: ''یہ کھجوروں کا ٹوکرا صدقہ کر دو۔ اس نے کہا: اللہ کے رسول! جو ہم سے

[1] فتح الباري: 636/9.

أَنْيابُهُ، قَالَ: «فَأَنْتُمْ إِذًا». [راجع: ١٩٣٦]

زیادہ محتاج ہیں ان پر صدقہ کروں؟ اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے! مدینہ طیبہ کے دونوں کناروں کے درمیان کوئی گھرانہ ایسا نہیں جو ہم سے زیادہ محتاج ہو۔ یہ سن کر نبی ﷺ ہنس پڑے یہاں تک کہ آپ کے دندان مبارک دکھائی دینے لگے، پھر فرمایا: ”تم ہی اس وقت زیادہ حق دار ہو۔“

فوائد ومسائل: ① دوسری روایت میں ہے کہ تو بھی کھا اور اپنے اہل خانہ کو بھی کھلا۔[1] رسول اللہ ﷺ نے بھی اس کی تنگ دستی کے پیش نظر کفارے کی ادائیگی پر اس کے اہل خانہ کا کھانا مقدم رکھا۔ اگر گھر والوں کو کھلانا ضروری نہ ہوتا تو وہ ان کھجوروں کو خیرات کرتا۔ ② اس سے معلوم ہوا کہ تنگ دست کا اپنے اہل وعیال پر خرچ کرنا اس کے صدقہ وخیرات کرنے سے مقدم ہے۔ آج کل لوگ مہنگائی کے ہاتھوں بہت پریشان ہیں۔ ایسے نازک حالات میں علمائے کرام کا فرض ہے کہ وہ صدقہ وخیرات کے سلسلے میں ایسے تباہ حال لوگوں کا خیال رکھیں جن کے چولہے ٹھنڈے رہتے ہیں اور ان کے بچے روٹی کو ترستے ہیں۔ واللہ المستعان.

(١٤) بَابٌ: ﴿وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذَٰلِكَ﴾ [البقرة: ٢٣٣] وَهَلْ عَلَى الْمَرْأَةِ مِنْهُ شَيْءٌ؟ ﴿وَضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا رَّجُلَيْنِ أَحَدُهُمَا أَبْكَمُ﴾ الْآيَةَ. [النحل: ٧٦]

باب: 14- (ارشاد باری تعالیٰ:) ”وارث پر بھی یہی لازم ہے۔“ نیز بچے کو دودھ پلانے میں کیا عورت پر بھی کچھ ذمہ داری ہے؟ اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”اللہ تعالیٰ نے ایک مثال بیان فرمائی ہے کہ دو آدمی ہیں، ان میں سے ایک گونگا ہے.....“ کا بیان

وضاحت: جس دودھ پیتے بچے کا والد فوت ہو جائے تو اسے دودھ پلانے والی عورت کی اجرت اس کے وارث کے ذمے ہے۔ فوت شدہ کی بیوی پر اجرت کے سلسلے میں کوئی ذمہ داری نہیں ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے آیت کریمہ سے ثابت کیا ہے کہ وہ عورت تو گونگے غلام کی طرح ہے جو مالک پر بوجھ ہوتا ہے۔ اس پر کوئی خرچہ نہیں ڈالا جا سکتا۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا موقف ہے کہ اگر آدمی فوت ہو جائے اور اس کا بھائی اور بیوی زندہ ہو اور شیر خوار کا کوئی مال نہ ہو تو بیوی پر بھی بقدر حصہ بچے کا خرچہ ڈالا جائے گا۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس موقف سے اختلاف کیا ہے کہ بیوی پر کچھ واجب نہیں ہے وہ تو عبدِ مملوک کی طرح بے بس ہے۔[2]

٥٣٦٩ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ: حَدَّثَنَا

[5369] حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں

① سنن أبي داود، الطلاق، حديث: 2217. ② فتح الباري: 637/9.

وُهَيْبٌ: أَخْبَرَنَا هِشَامٌ عَنْ أَبِيهِ، عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، هَلْ لِي مِنْ أَجْرٍ فِي بَنِي أَبِي سَلَمَةَ أَنْ أُنْفِقَ عَلَيْهِمْ وَلَسْتُ بِتَارِكَتِهِمْ هٰكَذَا وَهٰكَذَا إِنَّمَا هُمْ بَنِيَّ، قَالَ: «نَعَمْ، لَكِ أَجْرُ مَا أَنْفَقْتِ عَلَيْهِمْ». [راجع: ١٤٦٧]

نے عرض کی: اللہ کے رسول! آیا ابوسلمہ ؓ کے بیٹوں پر خرچ کرنے سے مجھے کوئی ثواب ملے گا؟ میں انھیں بے یارومددگار نہیں چھوڑ سکتی، آخر وہ میرے بیٹے ہی تو ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں! تمھیں ہر اس چیز کا اجر ملے گا جو تم ان پر خرچ کروگی۔''

فوائدومسائل: ① بچے کی والدہ تو خود اس کے باپ پر بوجھ ہوتی ہے کیونکہ وہ اس کی ذمہ داری میں ہوتی ہے، جب اس پر اپنا خرچہ واجب نہیں تو بچے کا خرچہ کیسے واجب ہوگا؟ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ام سلمہ ؓ کو ان کے بیٹوں پر خرچ کرنے کا حکم نہیں دیا بلکہ آپ نے صرف یہ فرمایا کہ جو کچھ تو ان پر خرچ کرے گی تجھے اس کا اجر وثواب ضرور ملے گا۔ ② جب ماں پر بچے کا خرچہ واجب نہیں تو باپ پر ہوگا۔ جب تک وہ زندہ ہے خود اسے برداشت کرے گا، جب فوت ہو جائے گا تو اس کے ورثاء کے ذمے ہے کہ وہ بچے کے اخراجات برداشت کریں۔ واللہ أعلم.

٥٣٧٠ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: قَالَتْ هِنْدٌ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّ أَبَا سُفْيَانَ رَجُلٌ شَحِيحٌ فَهَلْ عَلَيَّ جُنَاحٌ أَنْ آخُذَ مِنْ مَالِهِ مَا يَكْفِينِي وَبَنِيَّ؟ قَالَ: «خُذِي بِالْمَعْرُوفِ». [راجع: ٢٢١١]

[5370] حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے کہ حضرت ہند ؓ نے عرض کی: اللہ کے رسول! ابوسفیان بہت بخیل آدمی ہے۔ کیا مجھ پر گناہ ہوگا کہ میں اس کے مال سے اتنا لے لوں جو مجھے اور میرے بیٹوں کو کافی ہو؟ آپ نے فرمایا: ''دستور کے مطابق بقدر کفایت لے سکتی ہو۔''

فائدہ: اس حدیث کے مطابق رسول اللہ ﷺ نے حضرت ہند ؓ سے فرمایا: اگر شوہر اپنی اولاد کا پورا خرچہ نہیں دیتا تو اسے بتائے بغیر اتنا خرچہ لیا جاسکتا ہے جو عرف عام میں رائج ہو، یعنی جس سے گزارا چل جائے۔ اگر ہند ؓ پر خرچہ لازم ہوتا تو آپ اسے حکم دیتے کہ تم خود خرچ کرو، اپنے خاوند کے مال سے کوئی چیز نہ لو، لیکن آپ نے ایسا کوئی حکم نہیں دیا جس کا واضح مطلب ہے کہ بچے کے اخراجات ماں کے ذمے نہیں بلکہ باپ اور اس کے بعد ورثاء اس کے ذمہ دار ہیں۔

(١٥) بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ: «مَنْ تَرَكَ كَلًّا أَوْ ضَيَاعًا فَإِلَيَّ».

باب: 15- نبی ﷺ کے ارشاد گرامی: ''جو کوئی (قرض وغیرہ کا) بوجھ یا لاوارث بچے چھوڑ کر مرے تو ان کا بندوبست میرے ذمے ہے'' کا بیان

٥٣٧١ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ يُؤْتَى بِالرَّجُلِ الْمُتَوَفَّى عَلَيْهِ الدَّيْنُ، فَيَسْأَلُ: «هَلْ تَرَكَ لِدَيْنِهِ فَضْلًا؟» فَإِنْ حُدِّثَ أَنَّهُ تَرَكَ وَفَاءً صَلَّى، وَإِلَّا قَالَ لِلْمُسْلِمِينَ: «صَلُّوا عَلَى صَاحِبِكُمْ»، فَلَمَّا فَتَحَ اللهُ عَلَيْهِ الْفُتُوحَ قَالَ: «أَنَا أَوْلَى بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ، فَمَنْ تُوُفِّيَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ فَتَرَكَ دَيْنًا فَعَلَيَّ قَضَاؤُهُ، وَمَنْ تَرَكَ مَالًا فَلِوَرَثَتِهِ». [راجع: ٢٢٩٨]

[5371] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس جب کسی ایسے شخص کا جنازہ لایا جاتا جس پر قرض ہوتا تو آپ دریافت فرماتے: ”مرنے والے نے اپنے قرض کی ادائیگی کے لیے کوئی ترکہ چھوڑا ہے؟“ اگر بتایا جاتا کہ اس نے اتنا ترکہ چھوڑا ہے جس سے قرض ادا ہو سکتا ہے تو آپ اس کا جنازہ پڑھتے بصورت دیگر آپ دوسرے مسلمانوں سے فرماتے: ”تم خود ہی اپنے ساتھی کی نماز جنازہ پڑھ لو۔“ پھر جب اللہ تعالیٰ نے آپ پر فتوحات کے دروازے کھول دیے تو آپ نے فرمایا: ”میں اہل ایمان سے خود ان کی جانوں سے بھی زیادہ قریب ہوں، اس لیے ان میں سے جب کوئی وفات پا جائے اور قرض چھوڑ ے تو اس کی ادائیگی میرے ذمے ہے اور اگر کوئی مال چھوڑ جائے تو وہ اس کے وارثوں کے لیے ہے۔“

فوائدومسائل: ① ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ سورۂ احزاب کی آیت: 6 تلاوت کرتے اور فرماتے: ”جس نے قرض یا لاوارث اولاد چھوڑی ہو، میں ان کا سرپرست ہوں اور ان کی نگہداشت میری ذمہ داری ہے۔“[1] ② امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث کو کتاب النفقات میں اس لیے بیان کیا ہے کہ مسلمانوں میں اگر کوئی نادار اولاد چھوڑ جائے تو اس اولاد کی پرورش بیت المال سے کی جائے گی۔ دور حاضر میں ایسے لاوارث بچوں کا خرچہ مال زکاۃ سے ادا کیا جا سکتا ہے۔ یہ مسلمانوں کا انتہائی اہم فریضہ ہے۔ واللہ أعلم.

(١٦) بَابُ الْمَرَاضِعِ مِنَ الْمَوَالِيَاتِ وَغَيْرِهِنَّ

باب: 16- لونڈیاں وغیرہ بھی دودھ پلا سکتی ہیں

٥٣٧٢ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ: أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ: أَنَّ زَيْنَبَ بِنْتَ أَبِي سَلَمَةَ أَخْبَرَتْهُ: أَنَّ أُمَّ حَبِيبَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ قَالَتْ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ،

[5372] نبی ﷺ کی زوجۂ محترمہ حضرت ام المومنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کی: اللہ کے رسول! آپ میری بہن ابو سفیان کی بیٹی سے نکاح کر لیں۔ آپ نے فرمایا: ”کیا تو اسے پسند کرتی ہے؟“ میں

[1] صحیح البخاري، الاستقراض، حدیث: 2399.

انْكِحْ أُخْتِي ابْنَةَ أَبِي سُفْيَانَ، قَالَ: «وَتُحِبِّينَ ذٰلِكِ؟» قُلْتُ: نَعَمْ: لَسْتُ لَكَ بِمُخْلِيَةٍ، وَأَحَبُّ مَنْ شَارَكَنِي فِي الْخَيْرِ أُخْتِي، فَقَالَ: «إِنَّ ذٰلِكِ لَا يَحِلُّ لِي»، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، فَوَاللهِ إِنَّا نَتَحَدَّثُ أَنَّكَ تُرِيدُ أَنْ تَنْكِحَ دُرَّةَ بِنْتَ أَبِي سَلَمَةَ، فَقَالَ: «ابْنَةَ أُمِّ سَلَمَةَ؟» فَقُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ: فَوَاللهِ لَوْ لَمْ تَكُنْ رَبِيبَتِي فِي حَجْرِي مَا حَلَّتْ لِي، إِنَّهَا ابْنَةُ أَخِي مِنَ الرَّضَاعَةِ، أَرْضَعَتْنِي وَأَبَا سَلَمَةَ ثُوَيْبَةُ، فَلَا تَعْرِضْنَ عَلَيَّ بَنَاتِكُنَّ وَلَا أَخَوَاتِكُنَّ».

نے کہا: ہاں، اب بھی میں کوئی تنہا تو آپ کے عقد میں نہیں ہوں۔ میں چاہتی ہوں کہ اگر کوئی بھلائی میں میرا شریک ہو تو وہ میری بہن ہو۔ آپ نے فرمایا: ''وہ تو میرے لیے حلال نہیں'' میں نے کہا: اللہ کے رسول! واللہ! ہمیں بیان کیا جاتا ہے کہ آپ ابوسلمہ کی بیٹی دُرّہ سے نکاح کرنا چاہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ''ام سلمہ کی بیٹی؟'' میں نے کہا: جی ہاں۔ آپ نے فرمایا: ''اللہ کی قسم! اگر وہ میرے زیر پرورش نہ ہوتی تو بھی میرے لیے حلال نہ تھی کیونکہ وہ تو میرے رضاعی بھائی کی بیٹی ہے۔ مجھے اور ابوسلمہ کو ثویبہ نے دودھ پلایا تھا، لہٰذا تم مجھ پر اپنی بیٹیاں اور بہنیں پیش نہ کیا کرو۔''

وَقَالَ شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ: قَالَ عُرْوَةُ: ثُوَيْبَةُ أَعْتَقَهَا أَبُو لَهَبٍ. [راجع: ٥١٠١]

ایک روایت میں ہے کہ ثویبہ کو ابولہب نے آزاد کیا تھا۔

فائدہ: اس حدیث سے امام بخاری رحمہ اللہ نے ثابت کیا ہے کہ لونڈی دودھ پلا سکتی ہے اور اس کا دودھ پینے میں کوئی عار نہیں جیسا کہ حضرت ثویبہ نے رسول اللہ ﷺ کو دودھ پلایا تھا۔

اطعمہ کا معنی ومفہوم

لفظ أطْعِمَہ عربی زبان میں طَعَام کی جمع ہے۔ طعام ہر قسم کے کھانے کو کہا جاتا ہے اور کبھی خاص گیہوں کو بھی طعام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ لفظ طعم اگر فتحہ (زبر) کے ساتھ ہو تو اس کے معنی مزہ اور ذائقہ ہیں اور ضمہ (پیش) کے ساتھ ہو تو طعام کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ طاعم کھانے اور چکھنے والے دونوں پر بولا جاتا ہے۔ اس عنوان کے تحت حلال وحرام ماکولات (کھائی جانے والی چیزیں) اور کھانوں کے احکام وآداب کو بیان کیا جائے گا۔ ہم کھانے کے متعلق رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات و ہدایات کو دو حصوں میں تقسیم کرتے ہیں: ○ وہ ہدایات جو ماکولات کے حلال وحرام ہونے سے متعلق ہیں۔ ○ وہ تعلیمات جو کھانے کے آداب سے متعلق ہیں۔ یہ آداب حسب ذیل اقسام پر مشتمل ہیں: ✱ ان آداب کا تعلق تہذیب وسلیقہ اور وقار سے ہے۔ ✱ ان آداب میں کوئی طبی مصلحت کارفرما ہے۔ ✱ وہ آداب اللہ تعالیٰ کے ذکر وشکر سے تعلق رکھتے ہیں۔ ✱ ان آداب کو جو بظاہر مادی عمل ہے تقرب کا ذریعہ بنایا جاتا ہے۔ ماکولات کی حلت وحرمت کے متعلق بنیادی بات وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے: ''یہ نبی اچھی اور پاکیزہ چیزوں کو حلال قرار دیتے ہیں اور گندی ناپاک اشیاء کو حرام کرتے ہیں۔''[1] بیان کردہ احادیث میں جو حرام ماکولات ہیں وہ مذکورہ آیت کی تفصیل ہیں۔ جن چیزوں کو رسول اللہ ﷺ نے حرام کہا ہے ان میں کسی نہ کسی پہلو سے ظاہری یا باطنی خباثت اور گندگی ضرور ہے۔ اسی طرح جن چیزوں کو آپ نے حلال قرار دیا ہے وہ عام طور پر انسانی فطرت کے لیے پسندیدہ اور پاکیزہ ہیں، پھر وہ غذا کے اعتبار سے نفع بخش بھی ہیں۔ پیش کی گئی احادیث میں ایسے اشارات ملتے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں کھانے کے جن آداب کی تلقین کی گئی ہے ان کا درجہ استحباب واستحسان کا ہے۔ اگر ان پر کسی وجہ سے عمل نہ ہو سکے تو ثواب سے محروم تو ضرور ہوں گے لیکن ان میں گناہ یا عذاب کی بات نہیں ہے۔ امام بخاری ؒ نے اس عنوان کے تحت ایسی احادیث کا انتخاب کیا ہے جن میں کھانے کی قسمیں اور اس کے آداب بیان کیے گئے ہیں۔ ایک مسلمان کے لیے ان آداب کا معلوم کرنا انتہائی ضروری ہے۔ امام بخاری ؒ نے اس سلسلے میں ایک سو بارہ (112) احادیث کا انتخاب کیا ہے جن میں چودہ (14) معلق اور باقی اٹھانوے (98) متصل سند سے مروی ہیں، پھر ان میں نوّے (90) مکرر ہیں اور بائیس (22) احادیث خالص ہیں۔ نو (9) احادیث کے علاوہ دیگر احادیث کو امام مسلم ؒ نے بھی

---

[1] الأعراف 157:7.

بیان کیا ہے۔ مرفوع احادیث کے علاوہ امام بخاری رحمہ اللہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ سے مروی چھ (6) آثار بھی ذکر کیے ہیں۔

انھوں نے ان احادیث و آثار پر اٹھانوے (98) چھوٹے چھوٹے عنوان قائم کیے ہیں: ❁ کھانے کے شروع میں بسم اللہ پڑھنا۔ ❁ دائیں ہاتھ سے کھانا۔ ❁ برتن میں اپنے سامنے سے کھانا۔ ❁ پیٹ بھر کر نہ کھانا۔ ❁ میدہ کی باریک چپاتی استعمال کرنا۔ ❁ ستو کھانے کا بیان۔ ❁ ایک آدمی کا کھانا دو آدمیوں کے لیے کافی ہو سکتا ہے۔ ❁ مومن ایک آنت سے کھاتا ہے۔ ❁ تکیہ لگا کر کھانا کیسا ہے؟ ❁ بازو کا گوشت نوچ کر کھانا۔ ❁ گوشت چھری سے کاٹ کر کھانا۔ ❁ رسول اللہ ﷺ اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی خوراک کا بیان۔ ❁ چاندی کے برتن میں کھانا کیسا ہے؟ ❁ ایک وقت میں دو قسم کے کھانے استعمال کرنا۔ ❁ لہسن اور دوسری بدبو دار ترکاریوں کا بیان۔ ❁ کھانے کے بعد کلی کرنا۔ ❁ انگلیاں چاٹنا۔ ❁ رومال کا استعمال۔ ❁ کھانا کھانے کے بعد کون سی دعا پڑھنی چاہیے؟ ❁ خادم کو بھی ساتھ کھلانا چاہیے۔ بہرحال امام بخاری رحمہ اللہ نے صحیح احادیث کی روشنی میں کھانے کے آداب بیان کیے ہیں۔ ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ ان آداب کو حرزِ جاں بنائے اور زندگی میں ان آداب کو اپنا معمول بنائے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان پر عمل کی توفیق دے۔ آمین۔

بِسۡمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحۡمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ

70 - كِتَابُ الأَطْعِمَةِ

کھانوں سے متعلق احکام و مسائل

(۱) وَ[بَابُ] قَوْلِ اللهِ تَعَالَى: ﴿كُلُوا مِن طَيِّبَٰتِ مَا رَزَقۡنَٰكُمۡ﴾ الْآيَةَ [البقرة:١٧٢] وَقَوْلِهِ: ﴿أَنفِقُوا مِن طَيِّبَٰتِ مَا كَسَبۡتُمۡ﴾ [البقرة:٢٦٧] وَقَوْلِهِ: ﴿كُلُوا مِنَ ٱلطَّيِّبَٰتِ وَٱعۡمَلُوا صَٰلِحًا إِنِّي بِمَا تَعۡمَلُونَ عَلِيمٞ﴾ [المؤمنون:٥١]

باب: 1- ارشاد باری تعالیٰ: ''ہم نے تمھیں جو پاکیزہ رزق دیا ہے اس میں سے کھاؤ۔'' نیز فرمان الٰہی: ''جو تم نے پاک کمائی کی ہے اس میں سے خرچ کرو۔'' اور فرمان الٰہی: ''پاکیزہ چیزوں میں سے کھاؤ اور نیک عمل کرو، یقیناً میں اسے جو تم کرتے ہو، خوب جاننے والا ہوں'' کا بیان

وضاحت: اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں حلال اور پاک رزق کھانے کا حکم دیا ہے کیونکہ رزق حلال کا دعا اور عبادت سے گہرا تعلق ہے۔ جس طرح رزق حرام کے باعث دعا اور عبادت قبول نہیں ہوتی اسی طرح قبولیت دعا و عبادت کے لیے رزق حلال کا ہونا انتہائی ضروری ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: ''جس شخص کا کھانا، پینا اور پہننا حرام کمائی سے ہو، اس کی دعا کس طرح قبول ہو۔''[1]

٥٣٧٣ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ: أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «أَطْعِمُوا الْجَائِعَ، وَعُودُوا الْمَرِيضَ، وَفُكُّوا الْعَانِيَ». قَالَ سُفْيَانُ: وَالْعَانِي: الْأَسِيرُ.

[5373] حضرت ابو موسیٰ اشعری ؓ سے روایت ہے، وہ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ''بھوکے کو کھانا کھلاؤ، بیمار کی تیمار داری کرو اور قیدی کو رہائی دلاؤ۔'' (راویٔ حدیث) حضرت سفیان نے کہا: (حدیث میں لفظ) العاني سے مراد قیدی ہے۔

---

[1] صحيح مسلم، الزكاة، حديث: 2346 (1015).

[راجع: ٣٠٤٦]

فوائد ومسائل: ① ایک روایت میں ''بیمار کی تیمارداری کرو۔'' کے بجائے ''دعوت دینے والے کی دعوت قبول کرو'' کے الفاظ ہیں۔[1] معلوم ہوتا ہے کہ بعض راویوں نے کچھ ایسی چیزوں کو یاد رکھا جو دوسروں کو یاد نہ رہیں۔ اصل یہ کام ہیں۔ یہ تمام کام مستحبات میں سے ہیں اور بعض اوقات واجب بھی ہو جاتے ہیں۔[2] ② چونکہ عنوان میں ایک آیت کا مطلب یہ تھا کہ حلال کھانا کھاؤ اور نیک عمل کرو۔ اس حدیث نے وضاحت کر دی کہ کسی کو کھانا کھلانا بھی ایک نیک عمل ہے جو انسان کو کرنا ہے۔ واللہ أعلم.

٥٣٧٤ - حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ عِيسَى: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: مَا شَبِعَ آلُ مُحَمَّدٍ ﷺ مِنْ طَعَامٍ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ حَتَّى قُبِضَ.

[5374] حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: حضرت محمد ﷺ کے اہل و عیال نے تین دن متواتر کبھی کھانا سیر ہو کر نہیں کھایا حتی کہ آپ کی روح قبض ہو گئی۔

فوائد ومسائل: ① ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے اہل خانہ نے کبھی گندم کی روٹی سے مسلسل تین دن تک پیٹ نہیں بھرا۔[3] اس سے معلوم ہوا کہ مطلق طور پر سیر ہونے کی نفی نہیں بلکہ مسلسل تین دن گندم کی روٹی سے سیر ہونے کی نفی ہے۔ اس کا سبب غالباً کھانے پینے کی چیزوں کی کمی ہے۔ بعض اوقات ایسا بھی ہوتا تھا کہ کھانا وغیرہ تو موجود ہوتا لیکن وہ دوسروں کو دے دیتے تھے اور اپنی ضروریات پر دوسروں کی ضروریات کو ترجیح دیتے تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ دنیا سے رخصت ہو گئے لیکن کبھی آپ نے جو کی روٹی سیر ہو کر نہ کھائی۔[4]

٥٣٧٥ - وَعَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: أَصَابَنِي جَهْدٌ شَدِيدٌ فَلَقِيتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ، فَاسْتَقْرَأْتُهُ آيَةً مِنْ كِتَابِ اللهِ، فَدَخَلَ دَارَهُ وَفَتَحَهَا عَلَيَّ فَمَشَيْتُ غَيْرَ بَعِيدٍ فَخَرَرْتُ لِوَجْهِي مِنَ الْجَهْدِ وَالْجُوعِ، فَإِذَا رَسُولُ اللهِ ﷺ قَائِمٌ عَلَى رَأْسِي فَقَالَ: «يَا أَبَا هُرَيْرَةَ»، فَقُلْتُ: لَبَّيْكَ رَسُولَ اللهِ وَسَعْدَيْكَ، فَأَخَذَ بِيَدِي فَأَقَامَنِي وَعَرَفَ الَّذِي بِي، فَانْطَلَقَ بِي

[5375] حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ مجھے ایک دن سخت بھوک لگی تو میں حضرت عمر ؓ سے ملا اور ان سے قرآن کریم کی ایک آیت پڑھنا چاہی۔ انھوں نے مجھے وہ آیت پڑھ کر سنائی، پھر اپنے گھر میں داخل ہو گئے۔ میں تھوڑی دور گیا تو بھوک کی وجہ سے منہ کے بل گر پڑا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ میرے سر کے پاس کھڑے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ''اے ابو ہریرہ!'' میں نے عرض کی: اللہ کے رسول! لبیک وسعدیک۔ آپ

① صحيح البخاري، النكاح، حديث: 5174. ② فتح الباري: 643/9. ③ صحيح مسلم، الزهد، حديث: 7444 (2970).
④ صحيح البخاري، الأطعمة، حديث: 5414، وفتح الباري: 643/9.

إِلَى رَحْلِهِ فَأَمَرَ لِي بِعُسٍّ مِنْ لَبَنٍ فَشَرِبْتُ مِنْهُ ثُمَّ قَالَ: «عُدْ فَاشْرَبْ يَا أَبَا هِرٍّ»، فَعُدْتُ فَشَرِبْتُ ثُمَّ قَالَ: «عُدْ» فَعُدْتُ فَشَرِبْتُ حَتَّى اسْتَوَى بَطْنِي فَصَارَ كَالْقِدْحِ، قَالَ: فَلَقِيتُ عُمَرَ وَذَكَرْتُ لَهُ الَّذِي كَانَ مِنْ أَمْرِي وَقُلْتُ لَهُ: تَوَلَّى ذٰلِكَ مَنْ كَانَ أَحَقَّ بِهِ مِنْكَ يَا عُمَرُ، وَاللهِ لَقَدِ اسْتَقْرَأْتُكَ الْآيَةَ وَلَأَنَا أَقْرَأُ لَهَا مِنْكَ. قَالَ عُمَرُ: وَاللهِ لَأَنْ أَكُونَ أَدْخَلْتُكَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ يَكُونَ لِي مِثْلُ حُمْرِ النَّعَمِ. [انظر: ٦٢٤٦، ٦٤٥٢]

ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے کھڑا کر دیا۔ آپ سمجھ گئے کہ میں کس تکلیف میں مبتلا ہوں۔ پھر آپ مجھے اپنے گھر لے گئے اور میرے لیے دودھ کے پیالے کا حکم دیا، چنانچہ میں نے اس میں سے کچھ دودھ پیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے ابوہریرہ! دوبارہ پیو۔'' میں نے دوبارہ پیا۔ آپ نے فرمایا: ''اور پیو۔'' میں نے خوب پیا یہاں تک کہ میرا پیٹ بے پر تیر کی طرح سیدھا ہو گیا۔ حضرت ابوہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ پھر میں حضرت عمر ؓ سے ملا اور ان سے اپنا سارا واقعہ بیان کیا اور کہا: اے عمر! اللہ تعالیٰ نے مجھے اس ہستی کے حوالے کر دیا جو تم سے زیادہ حق دار تھے۔ اللہ کی قسم! میں نے آپ سے ایک آیت کے متعلق پوچھا تھا، حالانکہ میں اسے تم سے زیادہ بہتر طریقے سے پڑھ سکتا تھا۔ حضرت عمر ؓ نے فرمایا: اللہ کی قسم! اگر میں نے تجھے اپنے گھر میں داخل کر لیا ہوتا تو مجھے سرخ اونٹ ملنے سے بھی زیادہ خوشی ہوتی۔

فوائد ومسائل: ① حضرت ابوہریرہ ؓ نے آیت اس لیے پوچھی تھی کہ میں بھوکا ہوں اور وہ مجھے کچھ کھانے کو دیں، لیکن حضرت عمر ؓ حضرت ابوہریرہ ؓ کا حال معلوم نہ کر سکے بلکہ وہ آیت پڑھ کر آگے تشریف لے گئے۔ بعد میں حضرت عمر ؓ افسوس کرنے لگے کہ میں اس وقت تمھارا مطلب نہ سمجھ سکا اور تم نے بھی اس کے متعلق کچھ نہ کہا۔ میں نے یہی سمجھا تھا کہ تم وہ آیت بھول گئے ہو اور وہ مجھ سے پوچھنا چاہتے ہو۔ ② مذکورہ تینوں احادیث میں اگرچہ انواع طعام کا ذکر نہیں ہے، تاہم طعام کے احوال اور اس کی صفات کا ذکر ضرور ہے، عنوان کے ساتھ ان احادیث کی یہی مطابقت ہے۔[1]

(٢) بَابُ التَّسْمِيَةِ عَلَى الطَّعَامِ وَالْأَكْلِ بِالْيَمِينِ

باب: 2- کھانے پر بسم اللہ پڑھنا اور دائیں ہاتھ سے کھانا

٥٣٧٦ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ: أَخْبَرَنَا

[5376] حضرت عمر بن ابی سلمہ ؓ سے روایت ہے،

[1] فتح الباري: 645/9.

سُفْيَانُ قَالَ: الْوَلِيدُ بْنُ كَثِيرٍ أَخْبَرَنِي أَنَّهُ سَمِعَ وَهْبَ بْنَ كَيْسَانَ: أَنَّهُ سَمِعَ عُمَرَ بْنَ أَبِي سَلَمَةَ يَقُولُ: كُنْتُ غُلَامًا فِي حَجْرِ رَسُولِ اللهِ ﷺ وَكَانَتْ يَدِي تَطِيشُ فِي الصَّحْفَةِ، فَقَالَ لِي رَسُولُ اللهِ ﷺ: «يَا غُلَامُ سَمِّ اللهَ وَكُلْ بِيَمِينِكَ وَكُلْ مِمَّا يَلِيكَ»، فَمَا زَالَتْ تِلْكَ طِعْمَتِي بَعْدُ.

[انظر: ٥٣٧٧، ٥٣٧٨]

انھوں نے کہا کہ میں صغر سنی میں رسول اللہ ﷺ کے ہاں زیر پرورش تھا، کھاتے وقت برتن میں میرا ہاتھ چاروں طرف گھوما کرتا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے مجھے فرمایا: ”بیٹے! کھاتے وقت بسم اللہ پڑھو، دائیں ہاتھ سے کھاؤ اور اپنے آگے سے تناول کرو۔“ اس کے بعد میں ہمیشہ اسی ہدایت کے مطابق کھاتا رہا۔

فوائدومسائل: ① اگر کھانے کے شروع میں بسم اللہ بھول جائے تو جب یاد آ جائے اسی وقت بِسْمِ اللّٰهِ أَوَّلَهُ وَآخِرَهُ پڑھے، اس طرح آغاز میں بسم اللہ نہ پڑھنے کی تلافی ہو جاتی ہے۔[1] ② کھانا دائیں ہاتھ سے کھانا چاہیے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو بائیں ہاتھ سے کھانا کھاتے دیکھا تو آپ نے فرمایا: ”دائیں ہاتھ سے کھاؤ۔“ وہ کہنے لگا: میں دائیں ہاتھ سے نہیں کھا سکتا، حالانکہ وہ کھا سکتا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اچھا تو آئندہ دائیں ہاتھ سے نہیں کھا سکے گا۔“ اس کے بعد اس کا دایاں ہاتھ مفلوج ہو گیا۔[2] اللہ تعالیٰ نے اس شخص کو جھوٹ کی سزا دی، لہٰذا ہمیں دائیں ہاتھ سے کھانے پینے کا اہتمام کرنا چاہیے۔

(٣) بَابُ الْأَكْلِ مِمَّا يَلِيهِ

باب:3- اپنے سامنے سے کھانا

وَقَالَ أَنَسٌ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «اذْكُرُوا اسْمَ اللهِ، وَلْيَأْكُلْ كُلُّ رَجُلٍ مِمَّا يَلِيهِ».

حضرت انس ؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”(کھانے سے پہلے) اللہ کا نام لیا کرو اور ہر شخص اپنے سامنے سے کھائے۔“

وضاحت: امام بخاری ؒ نے اس حدیث کو پہلے کتاب النکاح (حدیث:5163) میں بھی بیان کیا ہے۔

٥٣٧٧ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ: حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو ابْنِ حَلْحَلَةَ الدِّيلِيِّ، عَنْ وَهْبِ بْنِ كَيْسَانَ أَبِي نُعَيْمٍ، عَنْ عُمَرَ بْنِ أَبِي سَلَمَةَ - وَهُوَ ابْنُ أُمِّ سَلَمَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ - قَالَ: أَكَلْتُ يَوْمًا مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ طَعَامًا فَجَعَلْتُ آكُلُ مِنْ نَوَاحِي

[5377] حضرت عمر بن ابی سلمہ ؓ سے روایت ہے، جو نبی ﷺ کی زوجۂ محترمہ حضرت ام سلمہ ؓ کے فرزند ہیں، انھوں نے کہا کہ ایک دن میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کھانا کھایا۔ میں برتن کے چاروں طرف سے کھانے لگا تو رسول اللہ ﷺ نے مجھے فرمایا: ”اپنے آگے سے کھاؤ۔“

---

① سنن أبي داود، الأطعمة، حديث: 3767. ② صحيح مسلم، الأشربة، حديث: 5268 (2021).

الصَّحْفَةِ، فَقَالَ لِي رَسُولُ اللهِ ﷺ: «كُلْ مِمَّا يَلِيكَ». [راجع: ٥٣٧٦]

٥٣٧٨ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ وَهْبِ بْنِ كَيْسَانَ أَبِي نُعَيْمٍ قَالَ: أُتِيَ رَسُولُ اللهِ ﷺ بِطَعَامٍ وَمَعَهُ رَبِيبُهُ عُمَرُ بْنُ أَبِي سَلَمَةَ فَقَالَ: «سَمِّ اللهَ وَكُلْ مِمَّا يَلِيكَ». [راجع: ٥٣٧٦]

[5378] ابونعیم وہب بن کیسان سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں کھانا پیش کیا گیا۔ آپ کے ہمراہ آپ ہی کے زیر پرورش عمر بن ابی سلمہ ؓ بھی تھے تو آپ نے ان سے فرمایا: ''بسم اللہ پڑھو اور اپنے آگے سے کھاؤ۔''

فوائد ومسائل: ① ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمر بن ابی سلمہ ؓ برتن کے چاروں طرف سے بوٹیاں اٹھا کر کھانے لگے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بیٹے! اپنے سامنے سے کھاؤ۔''[1] ② بہرحال کھانے کے آداب سے ہے کہ انسان اپنے سامنے سے کھائے ہاں، اگر کھانے مختلف قسم کے ہوں تو جہاں سے چاہے اپنا من پسند کھانا کھا سکتا ہے۔ مذکورہ پابندی صرف اس صورت میں ہے جب کھانا ایک ہی طرح کا ہو۔

(٤) بَابُ مَنْ تَتَبَّعَ حَوَالَيِ الْقَصْعَةِ مَعَ صَاحِبِهِ إِذَا لَمْ يَعْرِفْ مِنْهُ كَرَاهِيَةً

باب: 4- اگر ساتھی برا محسوس نہ کرے تو برتن کے چاروں طرف ہاتھ بڑھانا

٥٣٧٩ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ مَالِكٍ، عَنْ إِسْحَاقَ ابْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ: أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ: إِنَّ خَيَّاطًا دَعَا رَسُولَ اللهِ ﷺ لِطَعَامٍ صَنَعَهُ، قَالَ أَنَسٌ: فَذَهَبْتُ مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ فَرَأَيْتُهُ يَتَتَبَّعُ الدُّبَّاءَ مِنْ حَوَالَيِ الْقَصْعَةِ، قَالَ: فَلَمْ أَزَلْ أُحِبُّ الدُّبَّاءَ مِنْ يَوْمِئِذٍ.

[5379] حضرت انس ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ ایک درزی نے رسول اللہ ﷺ کو اس کھانے پر مدعو کیا جو اس نے آپ ﷺ کے لیے تیار کیا تھا۔ حضرت انس ؓ نے کہا: میں بھی رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ گیا۔ میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ برتن کے چاروں طرف سے کدو کے ٹکڑے تلاش کر رہے تھے۔ حضرت انس نے کہا کہ اس دن سے کدو مجھے بہت پسند ہیں۔

قَالَ عُمَرُ بْنُ أَبِي سَلَمَةَ: قَالَ لِي النَّبِيُّ ﷺ: «كُلْ بِيَمِينِكَ». [راجع: ٥٣٧٦]

عمر بن ابی سلمہ ؓ نے کہا کہ مجھے نبی ﷺ نے فرمایا: ''اپنے دائیں ہاتھ سے کھاؤ۔''

فوائد ومسائل: ① رسول اللہ ﷺ کو کدو بہت پسند تھا۔ حضرت انس ؓ کا بیان ہے کہ میں کدو کے ٹکڑے تلاش کر کے

[1] صحيح مسلم، الأشربة، حديث: 5270 (2022).

آپ کے سامنے کرتا اور خود نہیں کھاتا تھا تاکہ آپ کھائیں۔ اس کے بعد حضرت انس رضی اللہ عنہ جب بھی سالن بناتے تو اس میں کدو ضرور استعمال کرتے۔[1] ② اس حدیث سے معلوم ہوا کہ انسان اپنے اہل و عیال اور خدام کے ساتھ کھانا کھاتے وقت برتن میں سے جہاں چاہے چن چن کر کھا سکتا ہے بشرطیکہ ساتھ کھانے والا اسے ناپسند نہ کرے، بصورت دیگر وہ اپنے سامنے ہی سے کھائے۔[2]

(٥) بَابُ التَّيَمُّنِ فِي الْأَكْلِ وَغَيْرِهِ

باب: 5- کھانے وغیرہ میں دائیں طرف سے شروع کرنا

وضاحت: بعض شارحین کا خیال ہے کہ یہ عنوان مکرر ہے، لیکن ایسا نہیں کیونکہ پہلے عنوان نمبر: 2 کھانے کے عمل سے متعلق تھا کہ اسے دائیں ہاتھ سے کھایا جائے اور مذکورہ عنوان عام ہے جو تمام کاموں کو مشتمل ہے، خواہ ان کا تعلق کھانے سے ہو یا پینے سے، یا کوئی چیز دینے سے، تو اسے دائیں جانب سے شروع کیا جائے۔[3]

٥٣٨٠ - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ: أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَشْعَثَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُحِبُّ التَّيَمُّنَ مَا اسْتَطَاعَ فِي طُهُورِهِ وَتَنَعُّلِهِ وَتَرَجُّلِهِ - وَكَانَ قَالَ بِوَاسِطٍ قَبْلَ هٰذَا - فِي شَأْنِهِ كُلِّهِ. [راجع: ١٦٨]

[5380] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ ممکن حد تک وضو کرنے، جوتا پہننے اور کنگھی کرنے میں دائیں جانب (سے ابتدا کرنے) کو پسند کرتے تھے۔ راوی حدیث (شعبہ) جب واسط شہر میں تھے تو اس کو یوں بیان کرتے: ہر تکریم والے کام میں آپ ﷺ اپنی دائیں جانب سے ابتدا کرتے۔

فائدہ: اس حدیث کی وضاحت ہم كتاب الوضوء، باب التيمن (حدیث: 168) میں کر آئے ہیں۔ بہرحال جو کام تکریم کے ہوتے رسول اللہ ﷺ انھیں دائیں جانب سے شروع کرتے، مثلاً: وضو، غسل وغیرہ۔ علماء نے اس کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ دائیں جانب اللہ تعالیٰ کو محبوب ہے، اس لیے رسول اللہ ﷺ بھی اسے پسند کرتے تھے۔ ممکن ہے کہ دائیں جانب رسول اللہ ﷺ کی طبعی چیز تھی، اس لیے یہ ادا اللہ تعالیٰ کو بھی محبوب ہے کیونکہ محبت کے لیے محبوب کا فعل بھی محبوب ہوتا ہے۔ واللہ أعلم.

(٦) بَابٌ: مَنْ أَكَلَ حَتَّى شَبِعَ

باب: 6- پیٹ بھر کر کھانا تناول کرنا

وضاحت: پیٹ بھر کر کھانا جائز ہے اگرچہ کبھی کبھار بھوک برداشت کرنا افضل ہے۔

٥٣٨١ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ

[5381] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے

① صحيح مسلم، الأشربة، حديث: 5325، 5326، 5327 (2041). ② فتح الباري: 651/9. ③ فتح الباري: 652/9.

إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ: أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ: قَالَ أَبُو طَلْحَةَ لِأُمِّ سُلَيْمٍ: لَقَدْ سَمِعْتُ صَوْتَ رَسُولِ اللهِ ﷺ ضَعِيفًا أَعْرِفُ فِيهِ الْجُوعَ، فَهَلْ عِنْدَكِ مِنْ شَيْءٍ؟ فَأَخْرَجَتْ أَقْرَاصًا مِنْ شَعِيرٍ ثُمَّ أَخْرَجَتْ خِمَارًا لَهَا فَلَفَّتِ الْخُبْزَ بِبَعْضِهِ ثُمَّ دَسَّتْهُ تَحْتَ ثَوْبِي وَرَدَّتْنِي بِبَعْضِهِ، ثُمَّ أَرْسَلَتْنِي إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ، قَالَ: فَذَهَبْتُ بِهِ فَوَجَدْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ فِي الْمَسْجِدِ وَمَعَهُ النَّاسُ فَقُمْتُ عَلَيْهِمْ، فَقَالَ لِي رَسُولُ اللهِ ﷺ: «آرْسَلَكَ أَبُو طَلْحَةَ؟» فَقُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ: «بِطَعَامٍ؟» قَالَ: فَقُلْتُ: نَعَمْ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ لِمَنْ مَعَهُ: «قُومُوا»، فَانْطَلَقَ وَانْطَلَقْتُ بَيْنَ أَيْدِيهِمْ حَتَّى جِئْتُ أَبَا طَلْحَةَ، فَقَالَ أَبُو طَلْحَةَ: يَا أُمَّ سُلَيْمٍ قَدْ جَاءَ رَسُولُ اللهِ ﷺ بِالنَّاسِ وَلَيْسَ عِنْدَنَا مِنَ الطَّعَامِ مَا نُطْعِمُهُمْ، فَقَالَتْ: اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ.

بیان کیا کہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا سے کہا کہ میں رسول اللہ ﷺ کی آواز میں نقاہت محسوس کرتا ہوں۔ معلوم ہوتا ہے کہ آپ فاقے سے ہیں۔ کیا تمھارے پاس کوئی چیز ہے؟ چنانچہ انھوں نے جو کی چند روٹیاں نکالیں، پھر اپنا دوپٹہ لیا اور اس کے ایک حصے میں روٹیاں لپیٹ دیں، پھر اسے میرے کپڑے کے نیچے میری بغل میں چھپا دیا اور اس کا کچھ حصہ (چادر کی طرح) مجھے اوڑھا دیا، پھر مجھے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بھیجا۔ جب وہ لے کر میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ مسجد میں تشریف فرما تھے اور آپ کے ہمراہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم بھی تھے۔ میں ان حضرات کے سامنے جا کر کھڑا ہو گیا تو رسول اللہ ﷺ نے دریافت فرمایا: ''کیا تجھے ابوطلحہ نے بھیجا ہے؟'' میں نے کہا: جی ہاں۔ آپ نے فرمایا: ''کھانے کے لیے؟'' میں نے کہا: جی ہاں۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے اپنے سب ساتھیوں سے فرمایا: ''اٹھو۔'' چنانچہ آپ وہاں سے روانہ ہوئے اور میں ان کے آگے آگے چلنے لگا۔ جب میں حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا تو انھوں نے حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا سے کہا: ام سلیم! رسول اللہ ﷺ اپنے ساتھیوں سمیت تشریف لا رہے ہیں جبکہ ہمارے پاس کھانے کا اتنا انتظام نہیں جو سب کو کافی ہو سکے۔ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے کہا کہ اللہ اور اس کے رسول خوب جانتے ہیں۔

قَالَ: فَانْطَلَقَ أَبُو طَلْحَةَ حَتَّى لَقِيَ رَسُولَ اللهِ ﷺ فَأَقْبَلَ أَبُو طَلْحَةَ وَرَسُولُ اللهِ ﷺ حَتَّى دَخَلَا، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «هَلُمِّي يَا أُمَّ سُلَيْمٍ مَا عِنْدَكِ»، فَأَتَتْ بِذٰلِكَ الْخُبْزِ، فَأَمَرَ بِهِ فَفُتَّ، وَعَصَرَتْ عَلَيْهِ أُمُّ سُلَيْمٍ عُكَّةً لَهَا فَأَدَمَتْهُ، ثُمَّ قَالَ فِيهِ رَسُولُ اللهِ ﷺ مَا شَاءَ اللهُ

اس کے بعد حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ استقبال کے لیے نکلے اور رسول اللہ ﷺ سے ملاقات کی۔ آخر کار حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ اور رسول اللہ ﷺ چلتے چلتے گھر میں داخل ہو گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا سے فرمایا: ''اے ام سلیم! جو کچھ تمھارے پاس ہے اسے لے آؤ'' چنانچہ وہ وہی روٹیاں لے آئیں، پھر آپ ﷺ کے حکم سے ان کا چورا کر لیا

أَنْ يَقُولَ، ثُمَّ قَالَ: «ائْذَنْ لِعَشَرَةٍ»، فَأَذِنَ لَهُمْ فَأَكَلُوا حَتَّى شَبِعُوا، ثُمَّ خَرَجُوا، ثُمَّ قَالَ: «ائْذَنْ لِعَشَرَةٍ» فَأَذِنَ لَهُمْ فَأَكَلُوا حَتَّى شَبِعُوا، ثُمَّ خَرَجُوا، ثُمَّ قَالَ: «ائْذَنْ لِعَشَرَةٍ»، فَأَذِنَ لَهُمْ فَأَكَلُوا حَتَّى شَبِعُوا ثُمَّ خَرَجُوا، ثُمَّ أَذِنَ لِعَشَرَةٍ فَأَكَلَ الْقَوْمُ كُلُّهُمْ وَشَبِعُوا، وَالْقَوْمُ ثَمَانُونَ رَجُلًا. [راجع: ٤٢٢]

گیا۔ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے اپنے گھی کے ڈبے سے اس پر گھی نچوڑ کر اس کا ملیدہ بنالیا، پھر رسول اللہ ﷺ نے اللہ کی توفیق سے اس پر جو پڑھنا تھا پڑھا، اس کے بعد فرمایا: ''دس دس آدمیوں کو کھانے کے لیے بلاؤ۔'' چنانچہ دس صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو اجازت دی، وہ آئے اور شکم سیر ہو کر کھایا اور واپس چلے گئے۔ پھر آپ نے فرمایا: ''دس اور بلاؤ۔'' وہ آئے اور شکم سیر ہو کر کھایا اور باہر چلے گئے، پھر آپ نے دس صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو آنے کی دعوت دی۔ انھوں نے بھی سیر ہو کر کھایا اور واپس چلے گئے۔ پھر دس صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو بلایا، اس طرح تمام صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے پیٹ بھر کر کھایا۔ اس وقت اَسّی (80) کی تعداد میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم موجود تھے۔

فائدہ: امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث سے پیٹ بھر کے کھانا کھانے کو ثابت کیا ہے اور یہ حدیث اپنے مقصود میں واضح ہے، اگرچہ ایک حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو لوگ دنیا میں پیٹ بھر کے کھائیں گے وہ آخرت میں لمبی بھوک سے دوچار ہوں گے۔''[1] اس سے مراد وہ پیٹ بھرنا ہے جو انسان کو سست کر دے اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں رکاوٹ کا باعث بنے اور جس سے معدے میں گرانی آجائے۔[2]

٥٣٨٢ - حَدَّثَنَا مُوسَى: حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: وَحَدَّثَ أَبُو عُثْمَانَ أَيْضًا عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ ثَلَاثِينَ وَمِائَةً، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «هَلْ مَعَ أَحَدٍ مِنْكُمْ طَعَامٌ؟» فَإِذَا مَعَ رَجُلٍ صَاعٌ مِنْ طَعَامٍ أَوْ نَحْوُهُ فَعُجِنَ، ثُمَّ جَاءَ رَجُلٌ مُشْرِكٌ مُشْعَانٌّ طَوِيلٌ بِغَنَمٍ يَسُوقُهَا، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «أَبَيْعٌ أَمْ عَطِيَّةٌ؟ أَوْ قَالَ: هِبَةٌ؟» قَالَ: لَا، بَلْ بَيْعٌ، قَالَ: فَاشْتَرَى مِنْهُ شَاةً فَصُنِعَتْ، فَأَمَرَ نَبِيُّ اللهِ ﷺ بِسَوَادِ الْبَطْنِ يُشْوَى، وَايْمُ

[5382] حضرت عبدالرحمٰن بن ابو بکر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ ہم ایک سوتیس آدمی نبی ﷺ کے ہمراہ تھے، نبی ﷺ نے دریافت فرمایا: ''تم میں سے کسی کے پاس کھانا ہے؟'' اچانک ایک آدمی کے پاس ایک صاع یا اس کے لگ بھگ آٹا تھا جسے گوندھ لیا گیا۔ اس دوران میں ایک دراز قد مشرک جس کے بال پراگندہ تھے اپنی بکریاں ہانکتا ہوا ادھر آنکلا۔ نبی ﷺ نے اس سے پوچھا: ''کیا تو فروخت کرتا یا عطیہ دیتا ہے؟'' اس نے کہا: عطیہ نہیں بلکہ فروخت کرتا ہوں، چنانچہ آپ ﷺ نے اس سے ایک بکری خریدی۔ اسے ذبح کیا گیا تو آپ نے اس کی کلیجی بھوننے کا حکم دیا۔

[1] سنن ابن ماجه، الأطعمة، حديث :3550، 3551، والسلسلة الصحيحة للألباني، حديث : 343. [2] فتح الباري : 9/654.

اللهِ مَا مِنَ الثَّلَاثِينَ وَمِائَةٍ إِلَّا قَدْ حَزَّ لَهُ حُزَّةً مِنْ سَوَادِ بَطْنِهَا، إِنْ كَانَ شَاهِدًا أَعْطَاهَا إِيَّاهُ، وَإِنْ كَانَ غَائِبًا خَبَأَهَا لَهُ، ثُمَّ جَعَلَ فِيهَا قَصْعَتَيْنِ فَأَكَلْنَا أَجْمَعُونَ وَشَبِعْنَا وَفَضَلَ فِي الْقَصْعَتَيْنِ، فَحَمَلْتُهُ عَلَى الْبَعِيرِ أَوْ كَمَا قَالَ. [راجع: ٢٢١٦]

اللہ کی قسم! ایک سوتیس لوگوں کی جماعت میں سے کوئی شخص ایسا نہیں تھا جسے آپ ﷺ نے اس کلیجی کا ایک ایک ٹکڑا کاٹ کر نہ دیا ہو۔ جو وہاں موجود تھا اسے تو وہیں دے دیا گیا اور اگر وہ موجود نہ تھا تو اس کا حصہ محفوظ کر لیا گیا۔ پھر اس بکری کے گوشت کو پکا کر دو بڑے کونڈوں میں رکھا اور ہم سب نے اس میں سے پیٹ بھر کر کھایا، اس کے باوجود کونڈوں میں گوشت بچ گیا تو میں نے اسے اونٹ پر لاد لیا۔

فوائد ومسائل: ① ابن بطال نے کہا ہے کہ اس حدیث سے پیٹ بھر کر کھانا ثابت ہوتا ہے اگرچہ کبھی کبھار بھوک برداشت کرنا افضل ہے۔ بہر حال پیٹ بھر کر کھانا اگرچہ مباح ہے لیکن اس کی ایک حد ہے، جب اس حد سے تجاوز ہو تو اسراف وفضول خرچی ہوگی۔ صرف اس حد تک کھائے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر مددگار ثابت ہو اور اس سے جسم بوجھل نہ ہو جو اللہ کی عبادت سے رکاوٹ کا باعث بنے۔[1] ② ہمارے رجحان کے مطابق پیٹ بھر کے کھانے کی حد یہ ہے کہ پیٹ کے تین حصے ہوں: ایک حصہ کھانے کے لیے، ایک پینے کے لیے اور ایک سانس کی آمد و رفت کے لیے چھوڑ دیا جائے۔ اگر یہ معمول بنا لیا جائے تو انسان توانا و تندرست رہے گا۔

٥٣٨٣ - حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ: حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ: حَدَّثَنَا مَنْصُورٌ عَنْ أُمِّهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: تُوُفِّيَ النَّبِيُّ ﷺ حِينَ شَبِعْنَا مِنَ الْأَسْوَدَيْنِ: التَّمْرِ وَالْمَاءِ. [انظر: ٥٤٤٢]

[5383] حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا کہ نبی ﷺ نے جب وفات پائی تو ان دنوں ہم کھجور اور پانی سے شکم سیر ہونے لگے تھے۔

فوائد ومسائل: ① شکم سیری، یعنی پیٹ بھر کے کھانے کا یہ سلسلہ فتح خیبر کے بعد شروع ہوا جیسا کہ حضرت عائشہ ؓ فرماتی ہیں کہ جب خیبر فتح ہوا تو ہم نے (دل میں) کہا: اب ہم کھجوریں پیٹ بھر کے کھائیں گے اور رسول اللہ ﷺ کی وفات سے تین سال پہلے خیبر فتح ہوا تھا۔ ② حافظ ابن حجر ؒ نے پیٹ بھر کے کھانا کھانے کے سات مراتب بیان کیے ہیں جن کی تفصیل حسب ذیل ہے: ○ اتنا کھائے جس سے جسم اور روح کا رشتہ قائم رہے۔ ○ پھر اس پر کچھ اضافہ کرے تاکہ نماز روزے کی ادائیگی آسان ہو۔ ○ اس کے بعد مزید کھائے تاکہ نوافل ادا کیے جا سکیں۔ ○ اپنی خوراک میں اتنا اضافہ کرے کہ کمائی کے قابل ہو جائے۔ ○ ایک تہائی پیٹ بھرے ایسا کرنا بھی جائز ہے۔ ○ اتنا کھائے کہ جسم بوجھل اور نیند کا غلبہ ہو جائے، اس طرح پیٹ بھرنا مکروہ ہے۔ ○ اس پر مزید اضافہ کرے حتی کہ معدے پر بوجھ پڑے اور انسان بیمار ہو جائے۔ اس قسم کا پیٹ بھر کر کھانا منع ہے۔ اس سے بچنا چاہیے۔[2] ③ بہر حال ان احادیث سے امام بخاری ؒ نے پیٹ بھر کے کھانا کھانے کا جواز ثابت کیا

[1] فتح الباري: 654/9. [2] فتح الباري: 655/9.

ہے۔ واللہ أعلم.

(۷) بَابٌ: ﴿لَيْسَ عَلَى الْأَعْمَىٰ حَرَجٌ﴾ [النور: ٦١] وَالنِّهْدُ وَالْاِجْتِمَاعُ عَلَى الطَّعَامِ.

باب: 7- ارشاد باری تعالیٰ: ''اندھے، پر کوئی حرج نہیں......'' نیز کھانے کے موقع پر اکٹھے ہونے اور اجتماع کرنے کا بیان

وضاحت: دور جاہلیت میں اندھے، لنگڑے اور مریض لوگ، خوش حال اور تندرست لوگوں کے ساتھ مل کر کھانا کھانے میں جھجک محسوس کرتے تھے۔ انھیں یہ خیال آتا تھا کہ شاید دوسروں کو ہمارے ساتھ کھانا کھانے سے نفرت ہو اور وہ اسے ناپسند کرتے ہوں، نیز بعض پرہیز گار لوگوں کو یہ خیال آتا تھا کہ شاید ایسے لوگوں کے ساتھ مل کر کھانے سے کہیں ان معذور لوگوں کی حق تلفی ہو، مثلاً: اندھے کو سب کھانے نظر نہیں آتے، ممکن ہے کہ لنگڑا دیر سے طعام گاہ پہنچے اور مریض تو کھانے کے وقت اپنی تکلیف اور پرہیز ہی کا لحاظ رکھتا ہے، لہٰذا یہ لوگ علیحدہ ہی کھانا کھائیں تو بہتر ہے۔ اس آیت میں ان سب لوگوں کے خدشات کا ازالہ کر دیا گیا ہے۔ امام بخاری ؒ نے اس آیت کریمہ کو اسی مقصد کے پیش نظر ذکر کیا ہے کہ کھانا مل کر کھایا جا سکتا ہے، خواہ دوسرے ساتھی معذور ہی کیوں نہ ہوں۔

٥٣٨٤ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ: قَالَ يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ: سَمِعْتُ بُشَيْرَ بْنَ يَسَارٍ يَقُولُ: حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ النُّعْمَانِ قَالَ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ إِلَى خَيْبَرَ فَلَمَّا كُنَّا بِالصَّهْبَاءِ - قَالَ يَحْيَى: وَهِيَ مِنْ خَيْبَرَ عَلَى رَوْحَةٍ - دَعَا رَسُولُ اللهِ ﷺ بِطَعَامٍ فَمَا أُتِيَ إِلَّا بِسَوِيقٍ فَلُكْنَاهُ فَأَكَلْنَا مِنْهُ، ثُمَّ دَعَا بِمَاءٍ فَمَضْمَضَ وَمَضْمَضْنَا، فَصَلَّى بِنَا الْمَغْرِبَ وَلَمْ يَتَوَضَّأْ.

[5384] حضرت سوید بن نعمان ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ خیبر کی طرف روانہ ہوئے۔ جب ہم صہباء مقام پر پہنچے...... (راوئ حدیث) یحییٰ نے کہا: صہباء، خیبر سے نصف منزل پر واقع ہے...... رسول اللہ ﷺ نے وہاں پہنچ کر کھانا طلب فرمایا تو آپ کو ستو پیش کیے گئے۔ ہم نے انھیں پانی کے بغیر ہی کھا لیا، کھانے کے بعد آپ نے پانی طلب کیا، کلی کی اور ہم نے بھی کلی کی پھر آپ نے ہمیں نماز پڑھائی اور وضو نہ کیا۔

قَالَ سُفْيَانُ: سَمِعْتُهُ مِنْهُ عَوْدًا وَبَدْءًا.

[راجع: ٢٠٩]

سفیان نے کہا کہ میں نے اپنے استاد یحییٰ سے اس حدیث کو یوں سنا کہ آپ نے نہ تو ستو کھاتے وقت وضو کیا اور نہ کھانے سے فراغت کے بعد ہی اس کا اہتمام کیا۔

فائدہ: صحابۂ کرام ؓ ستو کھانے کے لیے جمع ہوئے، ان میں تندرست، بیمار، بینا اور نابینا وغیرہ کی کوئی تخصیص نہ تھی۔

یہ بھی ممکن ہے کہ آگے آیت کریمہ میں ہے: "اس بات میں کوئی گناہ نہیں ہے کہ تم سب مل کر کھاؤ یا علیحدہ علیحدہ۔"[1] نابینا، لنگڑے اور بیماروں نے تندرستوں کے ساتھ ایک برتن میں کھانے سے حرج محسوس کیا ہو کیونکہ اس طرح کمی بیشی کا امکان تھا۔ اس آیت کریمہ کے نزول کے بعد یہ اندیشہ ختم ہو گیا اور حدیث سے اکٹھے مل کر کھانے کو ثابت کیا۔ بہر حال امام بخاری رحمہ اللہ نے ثابت کیا ہے کہ کھانا کھاتے وقت اس قسم کے اندیشوں کی ہرگز ضرورت نہیں ہے۔

(٨) بَابُ الْخُبْزِ الْمُرَقَّقِ وَالْأَكْلِ عَلَى الْخِوَانِ وَالسُّفْرَةِ

باب:8- باریک چپاتی کھانا اور میز یا دستر خوان پر کھانا تناول کرنا

٥٣٨٥ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانٍ: حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ: كُنَّا عِنْدَ أَنَسٍ وَعِنْدَهُ خَبَّازٌ لَهُ فَقَالَ: مَا أَكَلَ النَّبِيُّ ﷺ خُبْزًا مُرَقَّقًا وَلَا شَاةً مَسْمُوطَةً حَتَّى لَقِيَ اللهَ. [انظر: ٥٤٢١، ٦٤٥٧]

[5385] حضرت قتادہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: ہم حضرت انس رضی اللہ عنہ کے پاس تھے۔ ان کے ہاں ان کا باورچی بھی تھا۔ انھوں نے فرمایا: نبی ﷺ نے کبھی میدے سے تیار شدہ باریک چپاتی نہیں کھائی اور نہ کبھی بھونی ہوئی بکری ہی تناول فرمائی حتی کہ آپ اللہ تعالیٰ سے جا ملے۔

فوائد و مسائل: ① مُرَقَّق، میدے کی پتلی روٹی کو کہتے ہیں۔ عربوں کے ہاں آٹا چھاننے کے لیے چھلنی نہیں ہوا کرتی تھی، اس لیے وہ بغیر چھانے آٹے کی روٹی تیار کرتے تھے، نیز سادگی کی وجہ سے بھی ایسا ہوتا تھا۔ ② ابن بطال نے کہا ہے کہ میدے کی پتلی روٹی جائز اور مباح ہے لیکن رسول اللہ ﷺ اپنے زہد اور دنیا سے بے رغبتی کی بنا پر میدے کی باریک چپاتی نہیں کھاتے تھے بلکہ آپ کو جو کچھ میسر ہوتا اسے ترجیح دیتے تھے۔[2] ③ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا ایک غلام تھا جو ان کے لیے بہترین کھانا تیار کرتا اور کئی قسم کا سالن بناتا، اس کے علاوہ گھی میں آٹا گوندھ کر روٹی تیار کرتا تھا، اس لیے چپاتی کا استعمال جائز ہے۔[3]

٥٣٨٦ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ: حَدَّثَنَا مُعَاذُ ابْنُ هِشَامٍ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ يُونُسَ - قَالَ عَلِيٌّ هُوَ الْإِسْكَافُ - عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: مَا عَلِمْتُ النَّبِيَّ ﷺ أَكَلَ عَلَى سُكُرُّجَةٍ قَطُّ، وَلَا خُبِزَ لَهُ مُرَقَّقٌ قَطُّ، وَلَا أَكَلَ عَلَى خِوَانٍ قَطُّ.

[5386] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: مجھے نہیں معلوم کہ نبی ﷺ نے کبھی چھوٹی پیالی میں کھانا کھایا ہو اور نہ آپ کے لیے پتلی روٹی ہی پکائی جاتی تھی، نیز آپ نے کبھی میز پر کھانا نہیں کھایا۔

قِيلَ لِقَتَادَةَ: فَعَلَامَ مَا كَانُوا يَأْكُلُونَ؟ قَالَ:

(راوی حدیث) حضرت قتادہ سے کسی نے سوال کیا کہ

---

① النور 24:61. ② عمدة القاري: 14/396. ③ فتح الباري: 9/658.

عَلَى السُّفَرِ . [انظر: ٥٤١٥، ٦٤٥٠]

صحابۂ کرام ؓ کس پر کھانا کھاتے تھے؟ انھوں نے کہا کہ نیچے بچھے ہوئے دستر خوان پر کھانا کھاتے تھے۔

فوائدومسائل: ① "سُکُرُّجَه" اس پیالی کو کہتے ہیں جس میں ہاضمے کے لیے جوارش وغیرہ رکھی جاتی تھی۔ رسول اللہ ﷺ بہت کم کھانا کھاتے تھے، اس لیے ہاضمے کے لیے جوارش کی ضرورت ہی نہ پڑتی تھی، نیز اس قسم کے برتن متکبر لوگ استعمال کرتے تھے، اس طرح میز وغیرہ کا استعمال بھی مال داروں کے ہاں تھا۔ ② ہمارے رجحان کے مطابق میز پر کھانا تناول کرنا جائز ہے لیکن سنت طریقہ یہ ہے کہ دستر خوان نیچے بچھا کر کھانا کھایا جائے۔ واللہ أعلم.

٥٣٨٧ - حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ: أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ ابْنُ جَعْفَرٍ: أَخْبَرَنَا حُمَيْدٌ أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسًا يَقُولُ: قَامَ النَّبِيُّ ﷺ يَبْنِي بِصَفِيَّةَ فَدَعَوْتُ الْمُسْلِمِينَ إِلَى وَلِيمَتِهِ، أَمَرَ بِالْأَنْطَاعِ فَبُسِطَتْ فَأُلْقِيَ عَلَيْهَا التَّمْرُ وَالْأَقِطُ وَالسَّمْنُ.

[5387] حضرت انس ؓ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے حضرت صفیہ ؓ کے (نکاح کے بعد ان کے) ہمراہ راستے میں قیام فرمایا، میں نے آپ کے ولیمے کے لیے مسلمانوں کو مدعو کیا۔ آپ ﷺ نے دستر خوان بچھانے کا حکم دیا تو فوراً تعمیل کی گئی۔ پھر اس پر کھجور، پنیر اور گھی ڈال دیا گیا۔

وَقَالَ عَمْرٌو عَنْ أَنَسٍ: بَنَى بِهَا النَّبِيُّ ﷺ ثُمَّ صَنَعَ حَيْسًا فِي نِطَعٍ . [راجع: ٣٧١]

ایک دوسری روایت میں ہے، حضرت انس ؓ نے کہا: نبی ﷺ نے شب زفاف کے بعد ایک قسم کا حلوہ تیار کیا جو چمڑے کے ایک دستر خوان پر چن دیا گیا۔

فوائدومسائل: ① "حیس" ایک قسم کا حلوہ ہے جو کھجور اور پنیر میں گھی ملا کر تیار کیا جاتا ہے۔ حضرت صفیہ ؓ سے شادی کے بعد یہی آپ کا ولیمہ تھا۔ ② امام بخاری ؒ نے اس حدیث سے ثابت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے چمڑے کا دستر خوان استعمال کیا۔ آپ ﷺ نمود و نمائش سے کوسوں دور تھے۔

٥٣٨٨ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ: أَخْبَرَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ أَبِيهِ وَعَنْ وَهْبِ بْنِ كَيْسَانَ قَالَ: كَانَ أَهْلُ الشَّامِ يُعَيِّرُونَ ابْنَ الزُّبَيْرِ، يَقُولُونَ: يَا ابْنَ ذَاتِ النِّطَاقَيْنِ، فَقَالَتْ لَهُ أَسْمَاءُ: يَا بُنَيَّ إِنَّهُمْ يُعَيِّرُونَكَ بِالنِّطَاقَيْنِ، هَلْ تَدْرِي مَا كَانَ النِّطَاقَيْنِ؟ إِنَّمَا كَانَ نِطَاقِي شَقَقْتُهُ نِصْفَيْنِ، فَأَوْكَيْتُ قِرْبَةَ رَسُولِ اللهِ ﷺ

[5388] وہب بن کیسان سے روایت ہے، انھوں نے کہا: شامی لوگ حضرت عبداللہ بن زبیر ؓ کو عار دلاتے ہوئے کہتے: "اے ذات نطاقین کے بیٹے! ان کی والدہ ماجدہ حضرت اسماء ؓ نے فرمایا: اے بیٹے! لوگ تجھے "ذات نطاقین" کا بیٹا کہہ کر طعنہ دیتے ہیں۔ کیا آپ کو علم ہے کہ "نطاقین" کیا تھے؟ میرا ایک کمر بند تھا۔ میں نے اس کے دو ٹکڑے کر دیے: ایک ٹکڑے کے ساتھ میں نے (ہجرت

بِأَحَدِهِمَا وَجَعَلْتُ فِي سُفْرَتِهِ آخَرَ، قَالَ: فَكَانَ أَهْلُ الشَّامِ إِذَا عَيَّرُوهُ بِالنِّطَاقَيْنِ يَقُولُ: إِيهًا وَالْإِلٰهِ، تِلْكَ شَكَاةٌ ظَاهِرٌ عَنْكَ عَارُهَا. [راجع: ٢٩٧٩]

کے موقع پر) رسول اللہ ﷺ کے مشکیزے کا منہ باندھا، دوسرا ٹکڑا میں نے دستر خوان کے طور پر رکھ دیا۔ وہب بن کیسان نے کہا کہ جس وقت شامی لوگ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کو "ذات نطاقین" کا طعنہ دیتے تو وہ کہتے: ٹھیک ہے اللہ کی قسم! یہ ایک ایسا طعنہ ہے اس میں میرے لیے کوئی عار یا عیب نہیں۔

فوائد و مسائل: ① نِطَاقَین، نِطَاق کا تثنیہ ہے۔ اس سے مراد وہ کپڑا ہے جو عورتیں کمر پر باندھتی ہیں۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے ہجرت کے موقع پر اپنے کمر بند کے دو ٹکڑے کیے۔ ایک سے مشکیزے کا منہ باندھا اور دوسرا رسول اللہ ﷺ کے لیے بطور دستر خوان رکھ دیا۔ ② ذات النطاقین کا لقب آپ کے لیے بہت بڑا اعزاز تھا جسے شامی لوگ طعنے کے لیے استعمال کرتے تھے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ حدیث بیان کر کے ثابت کیا ہے کہ دستر خوان کپڑے کا بھی ہو سکتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ اس قسم کے دستر خوان استعمال کرتے تھے۔ واللہ أعلم.

٥٣٨٩ - حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ أَبِي بِشْرٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّ أُمَّ حُفَيْدٍ بِنْتَ الْحَارِثِ بْنِ حَزْنٍ خَالَةَ ابْنِ عَبَّاسٍ أَهْدَتْ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ سَمْنًا وَأَقِطًا وَأَضُبًّا، فَدَعَا بِهِنَّ فَأُكِلْنَ عَلَى مَائِدَتِهِ وَتَرَكَهُنَّ النَّبِيُّ ﷺ كَالْمُتَقَذِّرِ لَهُنَّ، وَلَوْ كُنَّ حَرَامًا مَا أُكِلْنَ عَلَى مَائِدَةِ النَّبِيِّ ﷺ وَلَا أَمَرَ بِأَكْلِهِنَّ. [راجع: ٢٥٧٥]

[5389] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ان کی خالہ حضرت ام حفید بنت حارث بن حزن رضی اللہ عنہا نے گھی، پنیر اور سانڈے ہدیے کے طور پر نبی ﷺ کو بھیجے۔ آپ نے ان تمام چیزوں کو منگوایا، انھیں آپ ﷺ کے دستر خوان پر کھایا گیا لیکن نبی ﷺ نے طبعی کراہت کی وجہ سے ان کی طرف ہاتھ نہ بڑھایا۔ اگر یہ حرام ہوتے تو نبی ﷺ کے دستر خوان پر نہ کھائے جاتے اور نہ آپ انھیں تناول کرنے کا حکم ہی دیتے۔

فوائد و مسائل: ① حضرت ام حفید رضی اللہ عنہا کا نام ہزیلہ بنت حارث ہے جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی خالہ ہیں۔ ان کی دوسری بہنیں یہ ہیں: ام خالد بن ولید جن کا نام لبابہ صغریٰ ہے۔ ام ابن عباس رضی اللہ عنہما جن کا نام لبابہ کبریٰ ہے اور ام المومنین حضرت میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا۔ یہ چاروں حارث بن حزن ہلالی کی بیٹیاں ہیں۔ ② امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنا عنوان لفظ مائدہ سے ثابت کیا جو دستر خوان پر بولا جاتا ہے۔ جس کا ذکر قرآن کریم میں ہے بلکہ قرآن کریم کی ایک سورت اسی نام سے موسوم ہے۔[1]

[1] عمدة القاري: 400,399/14.

(٩) بَابُ السَّوِيقِ

باب:9-ستو کھانے کا بیان

٥٣٩٠ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ يَحْيَى، عَنْ بُشَيْرِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ سُوَيْدِ بْنِ النُّعْمَانِ أَنَّهُ أَخْبَرَهُ أَنَّهُمْ كَانُوا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ بِالصَّهْبَاءِ - وَهِيَ عَلَى رَوْحَةٍ مِنْ خَيْبَرَ - فَحَضَرَتِ الصَّلَاةُ فَدَعَا بِطَعَامٍ فَلَمْ يَجِدْهُ إِلَّا سَوِيقًا فَلَاكَ مِنْهُ فَلُكْنَا مَعَهُ، ثُمَّ دَعَا بِمَاءٍ فَمَضْمَضَ، ثُمَّ صَلَّى وَصَلَّيْنَا وَلَمْ يَتَوَضَّأْ. [راجع: ٢٠٩]

[5390] حضرت سوید بن نعمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کچھ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم صہباء مقام پر نبی ﷺ کے ہمراہ تھے۔ یہ مقام خیبر سے ایک منزل کے فاصلے پر ہے، نماز کا وقت ہوا تو آپ نے کھانا طلب فرمایا۔ ستو کے علاوہ اور کچھ دستیاب نہ ہوا تو آپ نے وہی تناول فرمائے۔ ہم نے بھی آپ کے ساتھ کھائے۔ پھر آپ نے پانی طلب کیا، کلی کی اور نماز پڑھی، ہم نے بھی آپ کے ساتھ نماز ادا کی اور آپ نے وضو نہ کیا۔

فوائد ومسائل: ① "لاك" کا لفظ لوک سے مشتق ہے۔ اس کے معنی ہیں: کسی چیز کو نگلنے کے لیے اسے منہ میں پھیرنا۔ ② اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ستو کھانے سے وضو نہیں ٹوٹتا، حالانکہ وہ آگ سے بھنے ہوئے ہیں۔ آگ سے پکی ہوئی چیز سے وضو کا ٹوٹ جانا منسوخ ہو چکا ہے۔[1]

(١٠) بَابُ مَا كَانَ النَّبِيُّ ﷺ لَا يَأْكُلُ حَتَّى يُسَمَّى لَهُ فَيَعْلَمَ مَا هُوَ؟

باب: 10- نبی ﷺ اس وقت تک کھانا تناول نہ فرماتے حتی کہ اس کا نام لیا جاتا تو آپ معلوم کر لیتے کہ یہ کیا ہے؟

٥٣٩١ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ أَبُو الْحَسَنِ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ: أَخْبَرَنَا يُونُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو أُمَامَةَ بْنُ سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ الْأَنْصَارِيُّ: أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ خَالِدَ بْنَ الْوَلِيدِ - الَّذِي يُقَالُ لَهُ: سَيْفُ اللهِ - أَخْبَرَهُ أَنَّهُ دَخَلَ مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ عَلَى مَيْمُونَةَ - وَهِيَ خَالَتُهُ وَخَالَةُ ابْنِ عَبَّاسٍ - فَوَجَدَ عِنْدَهَا ضَبًّا

[5391] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ، جنھیں اللہ کی تلوار کہا جاتا ہے، نے بتایا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ اپنی اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی خالہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے۔ ان کے پاس بھنا ہوا سانڈا تھا جو ان کی ہمشیر حضرت حفیدہ بنت حارث رضی اللہ عنہا نجد سے لائی تھیں، انھوں نے یہ سانڈا رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا۔ ایسا بہت کم ہوتا تھا کہ آپ

[1] عمدة القاري: 400/14.

مَحْنُوذًا قَدِمَتْ بِهِ أُخْتُهَا حُفَيْدَةُ بِنْتُ الْحَارِثِ مِنْ نَجْدٍ، فَقَدَّمَتِ الضَّبَّ لِرَسُولِ اللهِ ﷺ وَكَانَ قَلَّمَا يُقَدِّمُ يَدَهُ لِطَعَامٍ حَتَّى يُحَدَّثَ بِهِ وَيُسَمَّى لَهُ، فَأَهْوَى رَسُولُ اللهِ ﷺ يَدَهُ إِلَى الضَّبِّ، فَقَالَتِ امْرَأَةٌ مِنَ النِّسْوَةِ الْحُضُورِ: أَخْبِرْنَ رَسُولَ اللهِ ﷺ مَا قَدَّمْتُنَّ لَهُ، هُوَ الضَّبُّ يَا رَسُولَ اللهِ، فَرَفَعَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَدَهُ عَنِ الضَّبِّ، فَقَالَ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ: أَحَرَامٌ الضَّبُّ يَا رَسُولَ اللهِ؟ قَالَ: «لَا وَلٰكِنْ لَمْ يَكُنْ بِأَرْضِ قَوْمِي، فَأَجِدُنِي أَعَافُهُ»، قَالَ خَالِدٌ: فَاجْتَرَرْتُهُ فَأَكَلْتُهُ، وَرَسُولُ اللهِ ﷺ يَنْظُرُ إِلَيَّ. [انظر: ٥٤٠٠، ٥٥٣٧]

ﷺ کسی کھانے کی طرف ہاتھ بڑھائیں حتی کہ بتایا جاتا کہ یہ کیا ہے اور اس چیز کا نام لیا جاتا۔ رسول اللہ ﷺ نے سانڈے کی طرف ہاتھ بڑھایا تو وہاں موجود عورتوں میں سے ایک عورت نے کہا: جو کچھ تم نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے رکھا ہے وہ رسول اللہ ﷺ کو بتاؤ کہ یہ سانڈا ہے۔ یہ سن کر آپ نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا: اللہ کے رسول! کیا سانڈا حرام ہے؟ آپ نے فرمایا: ”نہیں، بلکہ یہ میری قوم کی سرزمین میں نہیں ہوتا اس لیے مجھے اس سے گھن محسوس ہوتی ہے۔“ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ پھر میں نے اسے اپنی طرف کھینچ لیا اور اسے کھانا شروع کر دیا جبکہ رسول اللہ ﷺ مجھے دیکھ رہے تھے۔

فوائد ومسائل: ① عرب کے ہاں غذائی اشیاء کی قلت تھی، اس لیے وہ کسی چیز سے نفرت نہیں کرتے تھے اور نہ انھیں گھن ہی آتی تھی۔ ان کے سامنے جو چیز بھی آتی اسے کھا لیتے، اس کے متعلق سوال نہ کرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حلال وحرام کی پابندی کرنے والے تھے لیکن آپ جنگلی حیوانات کے بارے میں پوری پوری معلومات نہ رکھتے تھے، اس لیے آپ کھانے سے پہلے اس کے متعلق سوال کرتے کہ یہ کیا ہے؟ معلوم ہونے کے بعد اگر کھانے کے قابل ہوتی تو کھا لیتے بصورت دیگر اسے ترک کر دیتے۔ بندۂ مسلم کو بھی اس کی پیروی کرنا ضروری ہے، چنانچہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ کو اطلاع دی کہ یہ سانڈے کا گوشت ہے، اس لیے آپ ﷺ نے اس سے ہاتھ کھینچ لیا۔[1] چونکہ یہ حرام نہیں تھا، اس لیے آپ ﷺ کی موجودگی میں بلکہ آپ کے سامنے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اسے کھا لیا اور آپ نے انھیں کچھ نہ کہا۔[2]

(١١) بَابٌ: طَعَامُ الْوَاحِدِ يَكْفِي الِاثْنَيْنِ

باب: 11- ایک کا کھانا دو کے لیے کافی ہوتا ہے

٥٣٩٢ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ: وَحَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ

[5392] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”دو آدمیوں کا کھانا تین کے لیے کافی ہوتا ہے اور تین آدمیوں کا کھانا چار کے لیے

1 صحيح مسلم، حديث: 5040 (1948). 2 فتح الباري: 662/9.

رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «طَعَامُ الْاِثْنَيْنِ كَافِي الثَّلَاثَةِ، وَطَعَامُ الثَّلَاثَةِ كَافِي الْأَرْبَعَةِ».

کافی ہوتا ہے۔"

فوائدومسائل: ① جس کھانے سے دو آدمی سیر ہو سکتے ہیں، اس پر تین آدمی بھی قناعت کر سکتے ہیں۔ امام بخاری ؒ نے عنوان سے ایک حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "ایک کا کھانا دو کے لیے، دو کا تین چار کے لیے اور چار کا پانچ چھ آدمیوں کے لیے کافی ہو سکتا ہے۔"[1] طبرانی کی ایک روایت میں اس کا سبب بیان کیا گیا ہے کہ مل کر اکٹھے کھانا کھاؤ اور جدا جدا ہو کر نہ کھاؤ کیونکہ ایک کا کھانا دو کے لیے کافی ہے۔"[2] اس سے معلوم ہوا کہ اجتماعیت میں برکت ہے۔ جس قدر اجتماعیت زیادہ ہوگی برکت میں بھی اضافہ ہوگا۔ ② اس حدیث میں اشارہ ہے کہ ہمدردی میں برکت ہوتی ہے جس کا فائدہ تمام حاضرین کو ہوتا ہے، اس لیے کھانا کھاتے وقت اجتماعیت کا اہتمام کرنا چاہیے۔[3]

(١٢) بَابٌ: اَلْمُؤْمِنُ يَأْكُلُ فِي مِعًى وَاحِدٍ

باب: 12- مومن ایک آنت میں کھاتا ہے

فِيهِ أَبُو هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

اس مسئلے کے متعلق حضرت ابو ہریرہ ؓ کی نبی ﷺ سے بیان کردہ ایک حدیث ہے۔

وضاحت: مومن کی شان یہ ہے کہ وہ کم کھانے والا ہوتا ہے تاکہ عبادت کرنے میں سستی واقع نہ ہو۔ حضرت ابو ہریرہ ؓ سے مروی حدیث کو اسی عنوان کے تحت دو مرتبہ متصل سند سے بیان کیا ہے۔

٥٣٩٣ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ وَاقِدِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ نَافِعٍ قَالَ: كَانَ ابْنُ عُمَرَ لَا يَأْكُلُ حَتَّى يُؤْتَى بِمِسْكِينٍ يَأْكُلُ مَعَهُ، فَأَدْخَلْتُ رَجُلًا يَأْكُلُ مَعَهُ فَأَكَلَ كَثِيرًا فَقَالَ: يَا نَافِعُ، لَا تُدْخِلْ هٰذَا عَلَيَّ، سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ: «اَلْمُؤْمِنُ يَأْكُلُ فِي مِعًى وَاحِدٍ، وَالْكَافِرُ يَأْكُلُ فِي سَبْعَةِ أَمْعَاءٍ». [انظر: ٥٣٩٤]

[5393] حضرت نافع سے روایت ہے کہ حضرت ابن عمر ؓ اس وقت تک کھانا نہیں کھاتے تھے جب تک ان کے ساتھ کھانے کے لیے کسی مسکین کو نہ لایا جاتا۔ میں ایک دن ایک شخص کو لایا جو آپ کے ساتھ کھانا کھائے تو اس نے بہت کھانا کھایا۔ بعد میں انھوں نے مجھے کہا: اے نافع! آئندہ اس شخص کو میرے ساتھ کھانے کے لیے نہ لانا۔ میں نے نبی ﷺ سے سنا ہے، آپ نے فرمایا: "مومن ایک آنت میں کھاتا ہے جبکہ کافر سات آنتوں میں کھاتا ہے۔"

① سنن ابن ماجه، الأطعمة، حديث: 3255. ② المعجم الأوسط للطبراني، رقم: 7444، وسلسلة الأحاديث الصحيحة للألباني، رقم: 2691. ③ فتح الباري: 663/9.

فوائد ومسائل: ① مسلمان کے کم کھانے اور کافر کے زیادہ کھانے کی یہ وجہ ہوسکتی ہے کہ مسلمان کھانے کے شروع میں بسم اللہ پڑھ لیتا ہے جس وجہ سے شیطان کو اس کے ساتھ کھانے کا موقع نہیں ملتا، اس لیے جو وہ کھاتا ہے اس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے برکت شامل ہوتی ہے اور کافر کھانے کے آغاز میں اللہ کا نام نہیں لیتا، اس لیے شیطان اس کے ساتھ کھانے میں شریک ہوجاتا ہے، اس بنا پر کھانے کی برکت اٹھ جاتی ہے جیسا کہ بہت سی احادیث سے یہ چیز ثابت ہے۔ ② اس حدیث میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی ایک خوبی بیان ہوئی ہے کہ وہ مساکین کو اپنے ساتھ بٹھا کر کھلاتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو اس اسوہ پر عمل کرنے کی توفیق دے۔ آمین.

٥٣٩٤ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ: أَخْبَرَنَا عَبْدَةُ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِنَّ الْمُؤْمِنَ يَأْكُلُ فِي مِعًى وَاحِدٍ، وَإِنَّ الْكَافِرَ - أَوِ الْمُنَافِقَ فَلَا أَدْرِي أَيَّهُمَا قَالَ عُبَيْدُ اللهِ - يَأْكُلُ فِي سَبْعَةِ أَمْعَاءٍ». [راجع: ٥٣٩٣]

[5394] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ہی سے روایت ہے، انھوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”مومن ایک آنت میں کھاتا ہے اور کافر یا منافق، مجھے معلوم نہیں کہ عبیداللہ نے ان دونوں میں سے کس کا ذکر کیا، سات آنتوں میں کھاتا ہے۔“

وَقَالَ ابْنُ بُكَيْرٍ: حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ بِمِثْلِهِ. [انظر: ٥٣٩٥]

ابن بکیر نے کہا: ان سے امام مالک نے، ان سے حضرت نافع نے، ان سے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اور ان سے نبی ﷺ نے اسی حدیث کی طرح بیان کیا۔

فائدہ: حدیث کا مقصد یہ ہے کہ مومن کم کھانے والا اور کافر زیادہ کھانے والا ہوتا ہے۔ مسلمان اس لیے کم کھاتا ہے کہ پیٹ بھر کر کھانے سے سستی پیدا ہوجاتی ہے اور معدے میں گرانی آجاتی ہے۔ مسلمان یہ نہیں چاہتا کہ وہ عبادت کرنے میں سستی کرے، نیز زیادہ کھانے سے وضو جلدی ٹوٹ جاتا ہے، حالانکہ کچھ عبادات ایسی ہیں جن میں وضو شرط ہے۔ بہرحال ایک کی کم خوری اور دوسرے کی بسیار خوری بیان کرنے کے لیے یہ انداز اختیار کیا گیا ہے مگر یہ اکثریت کے اعتبار سے ہے کیونکہ بعض لوگ مسلمان ہونے کے باوجود بہت کھاتے ہیں۔

٥٣٩٥ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو قَالَ: كَانَ أَبُو نَهِيكٍ رَجُلًا أَكُولًا، فَقَالَ لَهُ ابْنُ عُمَرَ: إِنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «إِنَّ الْكَافِرَ يَأْكُلُ فِي سَبْعَةِ أَمْعَاءٍ»، فَقَالَ: فَأَنَا أُؤْمِنُ بِاللهِ وَرَسُولِهِ. [راجع: ٥٣٩٤]

[5395] حضرت عمرو بن دینار سے روایت ہے کہ ابونہیک نامی شخص بسیار خور تھا تو اس سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: ”کافر سات آنتوں میں کھاتا ہے۔“ یہ سن کر ابونہیک نے کہا: میں تو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتا ہوں۔

فوائدومسائل: ① ابونہیک مکہ مکرمہ کا رہنے والا تھا۔ اس کے کہنے کا یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے کہ سات آنتوں میں کھانے اور ایک آنت میں کھانے سے جو اللہ اور اس کے رسول کی مراد ہے کرید کیے بغیر میرا اس پر ایمان ہے۔ ② بہرحال کافر کے کھانے کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ''اور جو کافر ہیں وہ فائدہ اٹھاتے ہیں اور حیوانوں کی طرح کھاتے ہیں۔ آخر کار ان کا ٹھکانا دوزخ ہے۔''[1] اس لیے ایک مومن کو چاہیے کہ وہ زیادہ کھانے کی عادت چھوڑ دے اور تھوڑے کھانے پر قناعت کرے تاکہ اللہ کی عبادت میں سستی واقع نہ ہو۔

٥٣٩٦ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «يَأْكُلُ الْمُسْلِمُ فِي مِعًى وَاحِدٍ، وَالْكَافِرُ يَأْكُلُ فِي سَبْعَةِ أَمْعَاءٍ». [انظر: ٥٣٩٧]

[5396] حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مسلمان ایک آنت میں کھاتا ہے اور کافر سات آنتوں میں کھاتا ہے۔''

فائدہ: اس حدیث کے معنی ہیں: کافر کی تمام تر حرص پیٹ بھرنا ہوتی ہے، اس لیے وہ حیوانوں کی طرح کھاتا ہے اور مومن کا اصل مقصود آخرت کا حصول ہے، اس لیے وہ کم کھانے پر اکتفا کر کے صرف جسم اور روح کے رشتے کو قائم رکھتا ہے۔ کم کھانا ایمان کی عمدہ خصلت ہے اور زیادہ کھانے کی حرص کفر کی خصلت ہے۔ بہرحال مومن کو چاہیے کہ وہ بھوک مٹانے کے لیے کھائے اور تھوڑا کھانے پر قناعت کرے۔

٥٣٩٧ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ، عَنْ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّ رَجُلًا كَانَ يَأْكُلُ أَكْلًا كَثِيرًا، فَأَسْلَمَ فَكَانَ يَأْكُلُ أَكْلًا قَلِيلًا، فَذُكِرَ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: «إِنَّ الْمُؤْمِنَ يَأْكُلُ فِي مِعًى وَاحِدٍ، وَالْكَافِرُ يَأْكُلُ فِي سَبْعَةِ أَمْعَاءٍ». [راجع: ٥٣٩٦]

[5397] حضرت ابوہریرہ ؓ ہی سے روایت ہے کہ ایک آدمی بہت کھانا کھاتا تھا۔ وہ مسلمان ہوا تو بہت کم کھانے لگا۔ اس امر کا ذکر نبی ﷺ سے کیا گیا تو آپ نے فرمایا: ''بلاشبہ مومن ایک آنت میں کھاتا ہے اور کافر سات آنتوں میں کھاتا ہے۔''

فوائدومسائل: ① علامہ قرطبی ؒ نے لکھا ہے کہ سات آنتوں سے مراد سات صفات ہیں جو کافر میں پائی جاتی ہیں۔ وہ طبعی خواہش، شہوت نفس، آنکھ کی شہوت، منہ کی شہوت، کان کی خواہش، ناک کی چاہت اور بھوک کی خواہش ہیں۔ یہ آخری (بھوک کی خواہش) ضروری ہے جس میں مومن کھاتا ہے اور کافر سب میں کھاتا ہے۔[2] ② حافظ ابن حجر ؒ نے لکھا ہے کہ

① محمد 12:47. ② عمدة القاري: 405/14.

کھانے کے معاملے میں لوگوں کے تین طبقے ہیں: ○ جو ہر قسم کا کھانا چٹ کر جاتے ہیں، خواہ انھیں ضرورت ہو یا نہ ہو۔ ایسا کام جہالت پیشہ لوگوں کا ہے۔ ○ ایک گروہ ہے جو بھوک کے وقت کھاتے ہیں اور اتنا کھاتے ہیں جس سے بھوک ختم ہو جائے۔ ○ کچھ لوگ ایسے ہیں جو شہوت نفس کو توڑنے کے لیے بھوکے رہتے ہیں اور صرف جسم اور روح کا رشتہ قائم رکھنے کے لیے کچھ کھا لیتے ہیں۔ غالباً حدیث سے دوسرا طبقہ مراد ہے کیونکہ مومن کی شان یہی ہے اور پہلا طبقہ تو کافروں کا ہے۔[1]

(۱۳) بَابُ الْأَكْلِ مُتَّكِئًا

باب:13- ٹیک لگا کر کھانا

٥٣٩٨ - حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْم: حَدَّثَنَا مِسْعَرٌ عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْأَقْمَرِ: سَمِعْتُ أَبَا جُحَيْفَةَ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِنِّي لَا آكُلُ مُتَّكِئًا». [انظر: ٥٣٩٩]

[5398] حضرت ابو جحیفہ ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''یقیناً میں ٹیک لگا کر نہیں کھاتا۔''

٥٣٩٩ - حَدَّثَنِي عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: أَخْبَرَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْأَقْمَرِ، عَنْ أَبِي جُحَيْفَةَ قَالَ: كُنْتُ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ لِرَجُلٍ عِنْدَهُ: «لَا آكُلُ وَأَنَا مُتَّكِئٌ». [راجع: ٥٣٩٨]

[5399] حضرت ابو جحیفہ ؓ ہی سے روایت ہے، انھوں نے کہا: میں نبی ﷺ کی خدمت میں تھا کہ آپ نے اپنے پاس موجود ایک آدمی (صحابی) سے فرمایا: ''میں ٹیک لگا کر نہیں کھاتا۔''

فوائد و مسائل: ① بعض حضرات کا خیال ہے کہ ٹیک لگا کر نہ کھانا صرف رسول اللہ ﷺ کا خاصہ تھا، امت کے لیے منع نہیں ہے۔ امام بیہقی ؒ نے اس کی تردید کی ہے کہ دوسرے لوگوں کے لیے بھی ایسا کرنا مکروہ ہے کیونکہ یہ متکبرین کا فعل ہے، تاہم کسی عذر کی وجہ سے ٹیک لگا کر کھایا جا سکتا ہے، لیکن حضرت ابن عباس، حضرت خالد بن ولید ؓ، حضرت عبیدہ سلمانی، محمد بن سیرین، عطاء بن یسار اور امام زہری ؒ مطلق طور پر ٹیک لگا کر کھانے کے قائل ہیں۔[2] ہمارے رجحان کے مطابق ٹیک لگا کر کھانا کراہت کے ساتھ جائز ہے۔ جائز اس لیے ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع نہیں فرمایا اور کراہت اس لیے ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے طرز عمل کے خلاف ہے۔ ② کھانے والے کے لیے مستحب یہ ہے کہ کھاتے وقت درج ذیل صورتوں میں سے کوئی صورت اختیار کرے: ○ اپنے گھٹنوں کے بل بیٹھے جیسا کہ تشہد میں بیٹھا جاتا ہے۔ ○ دایاں گھٹنا کھڑا کر کے بایاں پاؤں زمین پر بچھا دے۔[3] ③ ٹیک لگا کر کھانے کی کراہت اس لیے ہے کہ اس سے پیٹ بڑھنے کا اندیشہ ہے جیسا کہ ابراہیم نخعی ؒ نے اسلاف سے نقل کیا ہے۔[4]

1 فتح الباري: 699/9. 2 فتح الباري: 670/9. 3 فتح الباري: 671/9. 4 المصنف لابن أبي شيبة: 140/5.

(١٤) بَابُ الشِّوَاءِ

باب:14- بھنے ہوئے گوشت کا بیان

وَقَوْلِ اللهِ تَعَالَىٰ: ﴿جَآءَ بِعِجْلٍ حَنِيذٍ﴾ [هود:٦٩] أَيْ مَشْوِيٌّ.

ارشاد باری تعالیٰ: وہ ''(ابراہیم علیہ السلام) بھنا ہوا بچھڑا لے آئے۔'' حَنِيذٍ کے معنی ہیں: بھنا ہوا۔

وضاحت: بھنا ہوا گوشت کھانا جائز ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے دلیل کے طور پر ایک آیت کریمہ پیش کی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جب فرشتے انسانی شکل میں آئے تو انھوں نے ضیافت اور مہمانی کے طور پر ان کے سامنے بھنا ہوا بچھڑا پیش کیا۔ چونکہ رسول اللہ ﷺ ملت ابراہیمی کے علمبردار تھے، اس لیے ان کی شریعت ہمارے لیے قابل حجت ہے۔

٥٤٠٠ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ: حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ يُوسُفَ: أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِي أُمَامَةَ بْنِ سَهْلٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنْ خَالِدِ بْنِ الْوَلِيدِ قَالَ: أُتِيَ النَّبِيُّ ﷺ بِضَبٍّ مَشْوِيٍّ، فَأَهْوَى إِلَيْهِ لِيَأْكُلَ فَقِيلَ لَهُ: إِنَّهُ ضَبٌّ، فَأَمْسَكَ يَدَهُ، فَقَالَ خَالِدٌ: أَحَرَامٌ هُوَ؟ قَالَ: «لَا، وَلٰكِنَّهُ لَا يَكُونُ بِأَرْضِ قَوْمِي، فَأَجِدُنِي أَعَافُهُ»، فَأَكَلَ خَالِدٌ وَرَسُولُ اللهِ ﷺ يَنْظُرُ.

[5400] حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: نبی ﷺ کی خدمت میں ایک مرتبہ بھنا ہوا سانڈا پیش کیا گیا۔ جب آپ نے اسے کھانے کے لیے ہاتھ بڑھایا تو آپ سے کہا گیا: یہ تو سانڈا ہے۔ آپ ﷺ نے (یہ سن کر) اپنا دست مبارک روک لیا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے عرض کی: اللہ کے رسول! کیا یہ حرام ہے؟ آپ نے فرمایا: ''(حرام تو) نہیں لیکن میری قوم کی سرزمین میں نہیں پایا جاتا، اس لیے میں اس سے گھن محسوس کرتا ہوں۔'' چنانچہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اسے کھانا شروع کر دیا جبکہ رسول اللہ ﷺ دیکھ رہے تھے۔

قَالَ مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ: بِضَبٍّ مَحْنُوذٍ. [راجع: ٥٣٩١]

امام مالک نے ابن شہاب سے (ضَبٍّ مَشْوِيٍّ کے بجائے) ضَبٍّ مَحْنُوذٍ کے الفاظ نقل کیے ہیں۔

فوائد ومسائل: ① بھنا ہوا گوشت کھانے میں کوئی حرج نہیں بلکہ بعض اوقات رسول اللہ ﷺ نے بھنا ہوا گوشت تناول فرمایا ہے۔ ② امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث سے اس طرح عنوان ثابت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کھانے کے لیے ہاتھ بڑھایا لیکن سانڈا ہونے کی وجہ سے اپنا ہاتھ کھینچ لیا، اگر وہ سانڈا نہ ہوتا تو آپ اسے ضرور کھاتے۔ شارح بخاری ابن بطال رحمہ اللہ نے اسی طرح لکھا ہے۔[1]

---

[1] فتح الباري : 671/9.

(١٥) بَابُ الْخَزِيرَةِ

باب:15-خزیرہ کا بیان

قَالَ النَّضْرُ: اَلْخَزِيرَةُ مِنَ النُّخَالَةِ، وَالْحَرِيرَةُ مِنَ اللَّبَنِ.

حضرت نضر نے کہا کہ خزیرہ آٹے کے چھان سے بنتا ہے جبکہ حریرہ دودھ سے تیار ہوتا ہے۔

وضاحت: خزیرہ، جو کے آٹے اور گوشت کے ٹکڑوں سے تیار کیا جاتا ہے اور اگر گوشت نہ ہو خالی آٹا ہو تو اسے حریرہ کہتے ہیں جو پتلا پتلا ہوتا ہے۔ یہ دونوں کھانے عربوں کے ہاں عام تھے۔

٥٤٠١ - حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي مَحْمُودُ بْنُ الرَّبِيعِ الْأَنْصَارِيُّ: أَنَّ عِتْبَانَ بْنَ مَالِكٍ - وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ مِمَّنْ شَهِدَ بَدْرًا مِنَ الْأَنْصَارِ - أَنَّهُ أَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنِّي أَنْكَرْتُ بَصَرِي وَأَنَا أُصَلِّي لِقَوْمِي، فَإِذَا كَانَتِ الْأَمْطَارُ سَالَ الْوَادِي الَّذِي بَيْنِي وَبَيْنَهُمْ لَمْ أَسْتَطِعْ أَنْ آتِيَ مَسْجِدَهُمْ فَأُصَلِّيَ لَهُمْ، فَوَدِدْتُ يَا رَسُولَ اللهِ أَنَّكَ تَأْتِي فَتُصَلِّي فِي بَيْتِي فَأَتَّخِذُهُ مُصَلًّى، فَقَالَ: «سَأَفْعَلُ إِنْ شَاءَ اللهُ».

[5401] حضرت محمود بن ربیع ؓ سے روایت ہے کہ حضرت عتبان بن مالک ؓ نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ یہ صاحب، نبی ﷺ کے انصاری صحابہ میں سے ہیں، انھوں نے غزوۂ بدر میں بھی شرکت کی تھی۔ انھوں نے عرض کی: اللہ کے رسول! میری نظر کمزور ہو چکی ہے اور میں اپنی قوم کو نماز پڑھاتا ہوں، موسم برسات میں یہ نالا بہہ پڑتا ہے جو میرے اور میری قوم کے درمیان ہے، ان دنوں میرے لیے ان کی مسجد میں جانا اور انھیں نماز پڑھانا ممکن نہیں رہتا۔ اللہ کے رسول! میری انتہائی خواہش ہے کہ آپ میرے گھر تشریف لے چلیں اور وہاں نماز پڑھیں تو میں اس جگہ کو اپنے لیے ''جائے نماز'' قرار دے لوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''میں ان شاء اللہ جلد ہی ایسا کروں گا۔''

قَالَ عِتْبَانُ: فَغَدَا عَلَيَّ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَأَبُو بَكْرٍ حِينَ ارْتَفَعَ النَّهَارُ، فَاسْتَأْذَنَ النَّبِيُّ ﷺ فَأَذِنْتُ لَهُ، فَلَمْ يَجْلِسْ حَتَّى دَخَلَ الْبَيْتَ ثُمَّ قَالَ لِي: «أَيْنَ تُحِبُّ أَنْ أُصَلِّيَ مِنْ بَيْتِكَ؟» فَأَشَرْتُ إِلَى نَاحِيَةٍ مِنَ الْبَيْتِ، فَقَامَ النَّبِيُّ ﷺ فَكَبَّرَ فَصَفَفْنَا فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ، وَحَبَسْنَاهُ عَلَى خَزِيرٍ صَنَعْنَاهُ، فَثَابَ فِي الْبَيْتِ

حضرت عتبان ؓ نے کہا کہ ایک دن چاشت کے وقت جب سورج کچھ بلند ہوا تو رسول اللہ ﷺ حضرت ابوبکر ؓ کے ہمراہ تشریف لائے۔ نبی ﷺ نے اندر آنے کی اجازت طلب کی تو میں نے اجازت دے دی۔ جب آپ گھر میں داخل ہوئے تو بیٹھے بغیر ہی آپ نے فرمایا: ''تم اپنے گھر میں کس جگہ پسند کرتے ہو کہ میں وہاں نماز پڑھوں؟'' میں نے گھر کے ایک کونے کی نشاندہی کی۔ نبی ﷺ نے وہاں

رِجَالٌ مِنْ أَهْلِ الدَّارِ ذَوُو عَدَدٍ فَاجْتَمَعُوا فَقَالَ قَائِلٌ مِنْهُمْ: أَيْنَ مَالِكُ بْنُ الدُّخْشُنِ؟ فَقَالَ بَعْضُهُمْ: ذٰلِكَ مُنَافِقٌ لَا يُحِبُّ اللهَ وَرَسُولَهُ، قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «لَا تَقُلْ، أَلَا تَرَاهُ قَالَ: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ، يُرِيدُ بِذٰلِكَ وَجْهَ اللهِ؟» قَالَ: اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ. قَالَ: قُلْنَا: فَإِنَّا نَرَى وَجْهَهُ وَنَصِيحَتَهُ إِلَى الْمُنَافِقِينَ، فَقَالَ: «فَإِنَّ اللهَ حَرَّمَ عَلَى النَّارِ مَنْ قَالَ: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ، يَبْتَغِي بِذٰلِكَ وَجْهَ اللهِ».

کھڑے ہو کر تکبیر کہی۔ ہم نے بھی آپ کے پیچھے صف بنا لی۔ آپ ﷺ نے دو رکعتیں پڑھیں، پھر سلام پھیر دیا۔ ہم نے آپ ﷺ کو خزیرہ پیش کرنے کے لیے روک لیا جو ہم نے خود تیار کیا تھا۔ گھر میں قبیلے کے بہت سے لوگ جمع ہو گئے، ان میں سے کسی نے کہا: مالک بن دخشن کہاں ہیں؟ کسی نے کہا: وہ تو منافق ہے۔ اسے اللہ اور اس کے رسول سے محبت نہیں ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ''ایسا نہ کہو، کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ اس نے ''لا إله إلا الله'' کا اقرار کیا ہے اور اس اقرار سے اس کا مقصد صرف اللہ کی خوشنودی حاصل کرنا ہے۔'' (صحابی) نے کہا: اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں، ہم نے تو اس لیے یہ بات کہی تھی کہ ہم اس کی توجہ اور اس کا لگاؤ منافقین کے ساتھ دیکھتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص لا الہ الا اللہ کا اقرار کرے اور اس سے مقصود اللہ کی خوشنودی ہو تو اللہ تعالیٰ نے دوزخ کی آگ ایسے شخص پر حرام کر دی ہے۔''

قَالَ ابْنُ شِهَابٍ: ثُمَّ سَأَلْتُ الْحُصَيْنَ بْنَ مُحَمَّدٍ الْأَنْصَارِيَّ أَحَدَ بَنِي سَالِمٍ وَكَانَ مِنْ سَرَاتِهِمْ عَنْ حَدِيثِ مَحْمُودٍ فَصَدَّقَهُ. [راجع: ٤٢٤]

(راویٔ حدیث) حضرت ابن شہاب کہتے ہیں: پھر میں نے قبیلۂ بنو سالم کے ایک فرد بلکہ ان کے سردار حضرت حصین بن محمد انصاری رضی اللہ عنہ سے محمود بن ربیع رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ حدیث کے متعلق دریافت کیا تو انھوں نے بھی اس کی تصدیق کی۔

فوائد ومسائل: ① اس حدیث میں ہے کہ حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ اور دیگر مہمانوں کو خزیرہ پیش کیا جو خصوصی طور پر تیار کیا گیا تھا۔ یہ ایک بہترین، زود ہضم اور لذیذ پکوان ہے۔ گوشت کا باریک قیمہ کر کے دیگ میں ڈال دیا جاتا ہے، پھر اس میں پانی ڈال کر نیچے آگ جلاتے ہیں، جب قیمہ پک جاتا ہے تو اس پر جو کا آٹا ڈالتے ہیں، اس طرح وہ لذت میں بے مثال ہوتا ہے۔ ② امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ اس طرح کے پکوان مہمانوں کو پیش کیے جاسکتے ہیں، اس میں کسی قسم کی فضول خرچی یا اسراف نہیں ہے۔ واللہ أعلم.

(١٦) بَابُ الْأَقِطِ

باب: 16- پنیر کا بیان

وَقَالَ حُمَيْدٌ: سَمِعْتُ أَنَسًا: بَنَى النَّبِيُّ ﷺ بِصَفِيَّةَ. فَأَلْقَى التَّمْرَ وَالْأَقِطَ وَالسَّمْنَ.

حمید نے کہا کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سنا، انھوں نے فرمایا: نبی ﷺ نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے خلوت کی تو کھجوریں، گھی اور پنیر (دستر خوان پر) رکھے۔

وَقَالَ عَمْرُو بْنُ أَبِي عَمْرٍو عَنْ أَنَسٍ: صَنَعَ النَّبِيُّ ﷺ حَيْسًا.

حضرت عمرو بن ابوعمرو نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے اس موقع پر (کھجور، گھی اور پنیر سے) ایک حلوہ سا تیار کیا تھا۔

وضاحت: حضرت حمید کی روایت متصل سند سے پہلے بیان ہو چکی ہے۔[1] اور عمرو بن ابوعمرو کی روایت بھی تفصیلاً بیان ہو چکی ہے کہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے خلوت کے بعد رسول اللہ ﷺ نے حلوہ تیار کر کے ایک چھوٹے سے دستر خوان پر سجا دیا، پھر آپ نے لوگوں کو دعوت دی۔ رسول اللہ ﷺ کا یہی ولیمہ تھا۔[2]

٥٤٠٢ - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي بِشْرٍ، عَنْ سَعِيدٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: أَهْدَتْ خَالَتِي إِلَى النَّبِيِّ ﷺ ضِبَابًا وَأَقِطًا وَلَبَنًا، فَوُضِعَ الضَّبُّ عَلَى مَائِدَتِهِ، فَلَوْ كَانَ حَرَامًا لَمْ يُوضَعْ وَشَرِبَ اللَّبَنَ وَأَكَلَ الْأَقِطَ. [راجع: ٢٥٧٥]

[5402] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا: میری خالہ (ام حفید رضی اللہ عنہا) نے نبی ﷺ کی خدمت میں سانڈے، پنیر اور دودھ بطور تحفہ بھیجے، سانڈا آپ کے دستر خوان پر رکھا گیا۔ اگر یہ حرام ہوتا تو آپ کے دستر خوان پر نہ رکھا جاتا۔ آپ نے دودھ نوش فرمایا اور پنیر کھا لیا۔

فوائد ومسائل: ① دوسری روایت میں صراحت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سانڈے کی طرف اپنا ہاتھ بڑھایا تو آپ کو بتایا گیا کہ یہ تو سانڈے کا گوشت ہے۔ آپ اس سے گھن محسوس کرتے تھے، اس لیے آپ نے اس سے اپنا ہاتھ روک لیا، جسے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے کھایا۔[3] اس حدیث کی مکمل وضاحت ہم آئندہ کریں گے۔ ② امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصود صرف یہ ہے کہ پنیر حلال ہے اور اس کا استعمال جائز ہے۔

(١٧) بَابُ السِّلْقِ وَالشَّعِيرِ

باب: 17- چقندر اور جو کھانے کا بیان

٥٤٠٣ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ: حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ ابْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ

[5403] حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: ہمیں جمعہ کے دن بڑی خوشی ہوتی تھی کیونکہ

---

1 صحيح البخاري، حديث: 5387. ② صحيح البخاري، المغازي، حديث: 4211. ③ صحيح البخاري، الأطعمة، حديث: 5400.

سَعْدٍ قَالَ: إِنْ كُنَّا لَنَفْرَحُ بِيَوْمِ الْجُمُعَةِ، كَانَتْ لَنَا عَجُوزٌ تَأْخُذُ أُصُولَ السِّلْقِ، فَتَجْعَلُهُ فِي قِدْرٍ لَهَا فَتَجْعَلُ فِيهِ حَبَّاتٍ مِنْ شَعِيرٍ، إِذَا صَلَّيْنَا زُرْنَاهَا فَقَرَّبَتْهُ إِلَيْنَا، وَكُنَّا نَفْرَحُ بِيَوْمِ الْجُمُعَةِ مِنْ أَجْلِ ذٰلِكَ وَمَا كُنَّا نَتَغَدَّى وَلَا نَقِيلُ إِلَّا بَعْدَ الْجُمُعَةِ، وَاللهِ مَا فِيهِ شَحْمٌ وَلَا وَدَكٌ. [راجع: ٩٣٨]

ہمارے ہاں ایک بوڑھی خاتون تھیں جو چقندر کی جڑیں لے کر ہنڈیا میں پکاتیں، اوپر سے جو کے دانے اس میں ڈال دیتی تھیں۔ جب ہم نماز جمعہ سے فارغ ہوتے اور اس سے ملنے کے لیے جاتے تو وہ ہمارے سامنے یہ کھانا رکھ دیتی تھیں۔ ہمیں اس وجہ سے جمعہ کے دن بڑی خوشی ہوتی تھی۔ اور ہم جمعہ کے بعد ہی کھانا کھاتے اور قیلولہ کرتے تھے۔ اللہ کی قسم! اس (پکوان) میں نہ چربی ہوتی اور نہ چکناہٹ ہی ہوتی تھی۔

فوائد ومسائل: ① اسلام کے ابتدائی دور میں جب مہاجرین اپنا گھر بار چھوڑ کر مدینہ طیبہ تشریف لائے تو اس وقت انتہائی تنگ دستی کا عالم تھا۔ حدیث میں بیان کردہ ''دعوت شیراز'' ان دنوں ہی بہت قیمتی ہوتی۔ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے اسی قسم کی خوشی کا اظہار کیا ہے۔ ② واقعی چقندر جیسی سبزی میں جو جیسی غذائی جنس ملائی جائے، پھر اس کا دلیہ بنایا جائے تو وہ انتہائی لذیذ اور مزے دار کھچڑی تیار ہو جاتی۔ اس میں گھی کا دور دور تک کوئی نشان نہ ہوتا۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے ثابت کیا ہے کہ اس قسم کے کھانے میں بھی کوئی حرج نہیں۔ واللہ أعلم.

(١٨) بَابُ النَّهْشِ وَانْتِشَالِ اللَّحْمِ

باب: 18- اگلے دانتوں سے گوشت نوچنا اور پکنے سے کچھ پہلے ہنڈیا سے نکال کر کھانا

٥٤٠٤ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ: حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ مُحَمَّدٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: تَعَرَّقَ رَسُولُ اللهِ ﷺ كَتِفًا، ثُمَّ قَامَ فَصَلَّى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ. [راجع: ٢٠٧]

[5404] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے شانے کا گوشت نوچ کر کھایا، پھر اٹھے، نماز پڑھی لیکن آپ نے نیا وضو نہیں کیا۔

٥٤٠٥ - وَعَنْ أَيُّوبَ وَعَاصِمٍ عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: انْتَشَلَ النَّبِيُّ ﷺ عَرْقًا مِنْ قِدْرٍ فَأَكَلَ ثُمَّ صَلَّى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ. [راجع: ٢٠٧]

[5405] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ہی سے روایت ہے، انھوں نے کہا: نبی ﷺ نے ہنڈیا سے نیم پختہ گوشت والی ہڈی نکالی، اسے کھایا، پھر نماز پڑھائی اور نیا وضو نہیں کیا۔

فوائد ومسائل: ① رسول اللہ ﷺ کو روٹیاں اور شانے کا گوشت پیش کیا گیا تو آپ نے اس سے تین لقمے کھائے۔ اس

روایت سے گوشت کی قسم اور کھانے کی مقدار کا پتا چلتا ہے۔[1] ② اس عنوان کے دو اجزا ہیں: ○ ہنڈیا سے نیم پختہ گوشت نکال کر کھانا۔ ○ دانتوں سے نوچ کر اسے تناول کرنا۔ ان احادیث سے دونوں اجزا ثابت ہوتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ہنڈیا سے نیم پختہ گوشت والی ہڈی نکالی اور اسے دانتوں سے نوچ نوچ کر کھایا۔ طاقت کے لحاظ سے ایسا گوشت کھانا بہت مفید ہوتا ہے۔ ③ یہ بھی معلوم ہوا کہ ایسا گوشت کھانے سے نیا وضو بنانا ضروری نہیں ہاں، لغوی وضو، یعنی منہ دھونا اور کلی کرنا ضروری ہے۔ واللہ أعلم.

(١٩) بَابُ تَعَرُّقِ الْعَضُدِ

باب:19- شانے کا گوشت نوچ کر کھانا

٥٤٠٦ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ: حَدَّثَنِي عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ: حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ: حَدَّثَنَا أَبُو حَازِمٍ الْمَدَنِيُّ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِي قَتَادَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ نَحْوَ مَكَّةَ.

[راجع: ١٨٢١]

[5406] حضرت ابو قتادہ ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: ہم نبی ﷺ کے ہمراہ مکہ کی طرف روانہ ہوئے۔

٥٤٠٧ - حَدَّثَنِي عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللهِ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ السَّلَمِيِّ، عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ قَالَ: كُنْتُ يَوْمًا جَالِسًا مَعَ رِجَالٍ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ فِي مَنْزِلٍ فِي طَرِيقِ مَكَّةَ - وَرَسُولُ اللهِ ﷺ نَازِلٌ أَمَامَنَا، وَالْقَوْمُ مُحْرِمُونَ وَأَنَا غَيْرُ مُحْرِمٍ - فَأَبْصَرُوا حِمَارًا وَحْشِيًّا وَأَنَا مَشْغُولٌ أَخْصِفُ نَعْلِي فَلَمْ يُؤْذِنُونِي لَهُ، وَأَحَبُّوا لَوْ أَنِّي أَبْصَرْتُهُ، فَالْتَفَتُّ فَأَبْصَرْتُهُ فَقُمْتُ إِلَى الْفَرَسِ فَأَسْرَجْتُهُ ثُمَّ رَكِبْتُ وَنَسِيتُ السَّوْطَ وَالرُّمْحَ فَقُلْتُ لَهُمْ: نَاوِلُونِي السَّوْطَ وَالرُّمْحَ، فَقَالُوا: لَا، وَاللهِ لَا نُعِينُكَ عَلَيْهِ بِشَيْءٍ، فَغَضِبْتُ فَنَزَلْتُ فَأَخَذْتُهُمَا ثُمَّ رَكِبْتُ فَشَدَدْتُ عَلَى الْحِمَارِ فَعَقَرْتُهُ ثُمَّ جِئْتُ بِهِ وَقَدْ

[5407] حضرت ابو قتادہ سلمی ؓ ہی سے روایت ہے، انھوں نے کہا: میں ایک دن نبی ﷺ کے صحابۂ کرام ؓ کے ہمراہ مکہ مکرمہ کے راستے میں ایک مقام پر بیٹھا ہوا تھا جبکہ رسول اللہ ﷺ نے ہمارے آگے پڑاؤ کیا تھا۔ دیگر تمام صحابہ احرام باندھے ہوئے تھے لیکن میں احرام میں نہیں تھا۔ لوگوں نے ایک گورخر دیکھا۔ میں اس وقت اپنے جوتے گانٹھنے میں مصروف تھا۔ انھوں نے مجھے گورخر کے متعلق کچھ نہ بتایا لیکن وہ چاہتے تھے کہ میں اس کی طرف دیکھ لوں، اچانک میں ادھر متوجہ ہوا تو وہ مجھے نظر آ گیا۔ پھر میں اپنے گھوڑے کی طرف گیا، اس پر زین رکھی اور سوار ہو گیا لیکن اپنا کوڑا اور نیزہ پیچھے ہی بھول گیا۔ میں نے ان سے کہا کہ مجھے نیزہ اور کوڑا پکڑا دو۔ انھوں نے کہا: ایسا نہیں ہو سکتا، اللہ کی قسم! ہم اس (شکار کے) معاملے میں تمھاری کسی قسم کی مدد نہیں کر سکتے۔ میں یہ سن کر غصے سے بھر گیا، چنانچہ میں

1 فتح الباري: 676/9.

مَاتَ فَوَقَعُوا فِيهِ يَأْكُلُونَهُ، ثُمَّ إِنَّهُمْ شَكُّوا فِي أَكْلِهِمْ إِيَّاهُ وَهُمْ حُرُمٌ فَرُحْنَا وَخَبَّأْتُ الْعَضُدَ مَعِي، فَأَدْرَكْنَا رَسُولَ اللهِ ﷺ فَسَأَلْنَاهُ عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَ: «مَعَكُمْ مِنْهُ شَيْءٌ؟» فَنَاوَلْتُهُ الْعَضُدَ فَأَكَلَهَا حَتَّى تَعَرَّقَهَا وَهُوَ مُحْرِمٌ.

نے اتر کر یہ دونوں چیزیں اٹھائیں، پھر سوار ہو کر اس پر حملہ کیا اور اس کے پاؤں کاٹ ڈالے، پھر میں اس کو لایا تو وہ ختم ہو چکا تھا۔ جب میں نے اسے پکالیا تو کھانے میں سب شریک ہو گئے۔ بعد میں انھیں شبہ ہوا کہ احرام کی حالت میں انھیں اسے کھانے کی اجازت بھی تھی؟ چنانچہ ہم وہاں سے روانہ ہوئے تو میں نے اس کے بازو کا گوشت چھپا کر رکھا۔ پھر ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو اس کے متعلق پوچھا، آپ نے دریافت فرمایا: ”تمھارے پاس اس میں سے کچھ باقی ہے؟“ میں نے آپ ﷺ کو وہ شانہ پیش کر دیا تو آپ نے اسے تناول فرمایا یہاں تک کہ اس کے گوشت کو دانتوں سے نوچ نوچ کر ہڈی کو ننگا کر دیا، حالانکہ آپ حالتِ احرام میں تھے۔

قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ: وَحَدَّثَنِي زَيْدُ بْنُ أَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ أَبِي قَتَادَةَ مِثْلَهُ.

[راجع: ١٨٢١]

محمد بن جعفر نے کہا کہ مجھے زید بن اسلم نے، انھوں نے عطاء بن یسار سے اور انھوں نے حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے اس طرح بیان کیا۔

فوائد و مسائل: ① امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث سے ثابت کیا ہے کہ چھری کانٹا استعمال کیے بغیر گوشت کو منہ سے نوچ نوچ کر کھانا بھی جائز ہے بلکہ بہتر ہے کیونکہ ایسا کرنے سے اس کے جلدی ہضم ہونے میں مدد ملتی ہے۔ ② اس حدیث میں ہے کہ جب حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ نے گورخر کا شانہ رسول اللہ ﷺ کو پیش کیا تو آپ ﷺ نے اسے دانتوں سے نوچ نوچ کر کھایا۔ اس کے لیے لفظ تَعَرَّقَ استعمال ہوا ہے۔ جس ہڈی پر گوشت ہو اسے عِرق کہتے ہیں اور اگر اسے نوچ نوچ کر بالکل صاف کر دیا جائے تو اسے عراق کہا جاتا ہے۔ بہر حال گوشت کھانے کے لیے چھری کانٹا استعمال کرنا اور دانتوں سے نوچ کر کھانا دونوں طرح جائز ہے، البتہ نوچ کر کھانا مستحب ہے۔[1]

(٢٠) بَابُ قَطْعِ اللَّحْمِ بِالسِّكِّينِ

باب: 20- چھری سے گوشت کاٹنا

٥٤٠٨ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: أَخْبَرَنِي جَعْفَرُ بْنُ عَمْرِو بْنِ

[5408] حضرت عمرو بن امیہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے نبی ﷺ کو دیکھا کہ آپ کے ہاتھ میں بکری کا

[1] فتح الباري: 677/9.

أُمَيَّةَ: أَنَّ أَبَاهُ عَمْرَو بْنَ أُمَيَّةَ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ ﷺ يَحْتَزُّ مِنْ كَتِفِ شَاةٍ فِي يَدِهِ فَدُعِيَ إِلَى الصَّلَاةِ فَأَلْقَاهَا وَالسِّكِّينَ الَّتِي يَحْتَزُّ بِهَا ثُمَّ قَالَ: فَصَلَّى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ. [راجع: ٢٠٨]

شانہ تھا جسے آپ چھری سے کاٹ کر کھا رہے تھے۔ پھر آپ کو نماز کے لیے بلایا گیا تو آپ نے وہ شانہ اور چھری جس سے گوشت کاٹ رہے تھے دونوں کو پھینک دیا، پھر کھڑے ہوئے، نماز پڑھی اور (نیا) وضو نہ کیا۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ چھری سے گوشت کاٹ کر کھانا جائز ہے لیکن حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''گوشت، چھری سے کاٹ کر نہ کھاؤ کیونکہ یہ عجمی لوگوں کی عادت ہے بلکہ اسے دانتوں سے نوچ کر کھاؤ۔''[1] امام ابوداود ؒ فرماتے ہیں کہ اس کی سند مضبوط نہیں ہے۔ اگر یہ حدیث صحیح بھی ہو تو تطبیق کی یہ صورت ہوگی کہ چھری کانٹے سے کاٹ کر ہاتھ سے کھایا جائے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ شانے کا گوشت کاٹ کر کھاتے تھے۔ یہ بھی احتمال ہے کہ ممانعت اس طرح کھانے سے ہو جیسے عجمی لوگ کھاتے ہیں کہ چھری کانٹے سے کھایا جائے لیکن ہاتھ سے نہ اٹھایا جائے۔ ہمارے رجحان کے مطابق چھری سے کاٹنے کی ممانعت صحیح احادیث سے ثابت نہیں ہے۔ واللہ أعلم.

(٢١) بَابٌ: مَا عَابَ النَّبِيُّ ﷺ طَعَامًا

باب: 21- نبی ﷺ نے کبھی کھانے پر عیب نہیں لگایا

٥٤٠٩ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ: أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: مَا عَابَ النَّبِيُّ ﷺ طَعَامًا قَطُّ، إِنِ اشْتَهَاهُ أَكَلَهُ، وَإِنْ كَرِهَهُ تَرَكَهُ. [راجع: ٣٥٦٣]

[5409] حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: نبی ﷺ نے کبھی کسی کھانے میں کوئی عیب نہیں نکالا۔ اگر پسند ہوتا تو کھا لیتے اگر ناپسند ہوتا تو اسے چھوڑ دیتے۔

فوائد ومسائل: ① اس سے مراد حلال کھانا ہے کیونکہ حرام کھانے کی مذمت کرنا رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے۔ وہ تو سراپا عیب ہوتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ اس کی مذمت کرتے اور اسے کھانے سے منع فرماتے تھے۔ ② بعض حضرات کا خیال ہے کہ خلقت کے اعتبار سے اسے معیوب قرار دینا منع ہے، البتہ تیار شدہ کھانے پر عیب لگایا جاسکتا ہے لیکن الفاظ میں عموم ہے، کسی صورت میں اسے معیوب کہنا صحیح نہیں، خواہ بنانے اور تیار کرنے کے اعتبار سے کیوں نہ ہو۔ اس طرح کھانا تیار کرنے والے کی حوصلہ شکنی ہوتی ہے۔ امام نووی ؒ کہتے ہیں کہ کھانے کے آداب میں سے ہے کہ اس میں عیب نہ نکالے جائیں کہ اس میں نمک نہیں ہے یا پھیکا ہے یا نمک زیادہ ہے یا اس کا شوربا اچھی طرح پکا ہوا نہیں ہے۔ یہ تمام باتیں مکروہ ہیں، البتہ پکانے اور ترکیب میں کسی نقص کی اصلاح کرنا مکروہ نہیں ہے۔[2]

---

[1] سنن أبي داود، الأطعمة، حديث: 3778. [2] فتح الباري: 678/9.

(٢٢) بَابُ النَّفْخِ فِي الشَّعِيرِ

باب:22- جو کے آٹے میں پھونک مارنا

وضاحت: جو پیسنے کے بعد ان میں پھونک مارنا تاکہ چھلکے وغیرہ اڑ جائیں اور خالص آٹا باقی رہ جائے اور اسے چھلنی سے نہ چھانا جائے، پھر اسے روٹی یا ستو وغیرہ کے لیے استعمال کیا جائے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد اس عنوان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ احادیث میں پھونک مارنے کی جو ممانعت ہے وہ پکے ہوئے کھانے سے متعلق ہے، آٹے وغیرہ میں پھونک مارنا منع نہیں ہے۔[1]

٥٤١٠ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ: حَدَّثَنَا أَبُو غَسَّانَ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو حَازِمٍ أَنَّهُ سَأَلَ سَهْلًا: هَلْ رَأَيْتُمْ فِي زَمَانِ النَّبِيِّ ﷺ النَّقِيَّ؟ قَالَ: لَا، [فَقُلْتُ:] فَهَلْ كُنْتُمْ تَنْخُلُونَ الشَّعِيرَ قَالَ: لَا، وَلٰكِنْ كُنَّا نَنْفُخُهُ. [انظر: ٥٤١٣]

[5410] حضرت ابو حازم سے روایت ہے، انھوں نے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ آیا تم نے نبی ﷺ کے زمانے میں میدے کی روٹی دیکھی تھی؟ حضرت سہل نے کہا: نہیں۔ میں نے پوچھا: کیا تم جو کا آٹا چھانتے تھے؟ انھوں نے فرمایا: نہیں بلکہ اسے پھونک مار لیا کرتے تھے۔

فوائد ومسائل: ① جو کا آٹا یا گندم کا، اس میں پھونک ہی مارتے اور اسی پر اکتفا کرتے۔ اسے چھلنی سے چھانتے نہیں تھے۔ چونکہ اس دور میں رسول اللہ ﷺ اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی خوراک صرف جو تھے، اس لیے حدیث میں ان کا ذکر کیا گیا ہے۔ طبی اعتبار سے اس قسم کا آٹا صحت کے لیے بہت مفید ہوتا ہے۔ اطباء اس قسم کا آٹا ہی تجویز کرتے ہیں۔ جس آٹے سے چھان نکل جائے وہ اکثر قابض ہوتا ہے اور بواسیر کا باعث بنتا ہے۔ میدہ تو انتڑیوں میں جم جاتا ہے۔ اسی طرح ''نان'' وغیرہ کا معاملہ ہے۔ یہ غیر طبعی چیزیں حفظان صحت کے اصولوں کے خلاف اور باعث صد امراض ہیں۔ واللہ أعلم.

(٢٣) بَابُ مَا كَانَ النَّبِيُّ ﷺ وَأَصْحَابُهُ يَأْكُلُونَ

باب:23- نبی ﷺ اور آپ کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کیا کھاتے تھے؟

وضاحت: اس عنوان کے تحت وہ احادیث ذکر ہوں گی جن میں رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی خوراک کو بیان کیا گیا ہے۔ یہ حضرات خود بھی سادہ مزاج تھے اور خوراک بھی سادہ استعمال کرتے تھے۔ دنیا داروں کی طرح مزے دار اشیاء اور چٹخاروں سے کوسوں دور رہتے تھے۔

٥٤١١ - حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ

[5411] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں

---

① فتح الباري: 679/9.

زَيْدٍ عَنْ عَبَّاسٍ الْجُرَيْرِيِّ، عَنْ أَبِي عُثْمَانَ النَّهْدِيِّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَسَمَ النَّبِيُّ ﷺ يَوْمًا بَيْنَ أَصْحَابِهِ تَمْرًا، فَأَعْطَى كُلَّ إِنْسَانٍ سَبْعَ تَمَرَاتٍ، فَأَعْطَانِي سَبْعَ تَمَرَاتٍ إِحْدَاهُنَّ حَشَفَةٌ، فَلَمْ يَكُنْ فِيهِنَّ تَمْرَةٌ أَعْجَبَ إِلَيَّ مِنْهَا، شَدَّتْ فِي مَضَاغِي. [انظر: ٥٤٤١، ٥٤٤١م]

نے کہا: نبی ﷺ نے ایک دن اپنے صحابۂ کرام ؓ میں کھجوریں تقسیم کیں تو ہر صحابی کو سات، سات کھجور عنایت فرمائیں۔ میرے حصے میں جو سات کھجوریں آئیں ان میں سے ایک تو بہت ردی قسم کی تھی لیکن سب سے زیادہ پسند بھی مجھے یہی کھجور تھی کیونکہ وہ چبانے میں سخت واقع ہوئی، یعنی اسے میں دیر تک چباتا رہا۔

فوائد ومسائل: ① حَشَفَه وہ کھجور ہوتی ہے جو درخت پرنہیں پکتی اور اس کی پختگی پوری نہیں ہوتی، اس لیے وہ خشک اور سخت ہو جاتی ہے۔ ② حضرت ابو ہریرہ ؓ کا مقصد فقر وتنگدستی کا اظہار کرنا ہے کہ اس وقت مسلمانوں کو سات، سات کھجوریں ہر آدمی کے لیے بطور راشن ہوتی تھیں۔ ان میں بھی بعض خراب اور چبانے میں سخت ہوتیں، لیکن ایسی کھجوروں سے خوش ہوتے کہ انھیں چبانے میں دیر لگے گی اور زیادہ دیر منہ میں مٹھاس رہے گی۔

٥٤١٢ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ إِسْمَاعِيلَ، عَنْ قَيْسٍ، عَنْ سَعْدٍ قَالَ: رَأَيْتُنِي سَابِعَ سَبْعَةٍ مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ مَا لَنَا طَعَامٌ إِلَّا وَرَقُ الْحُبْلَةِ أَوِ الْحَبَلَةِ حَتَّى يَضَعَ أَحَدُنَا مَا تَضَعُ الشَّاةُ، ثُمَّ أَصْبَحَتْ بَنُو أَسَدٍ تُعَزِّرُنِي عَلَى الْإِسْلَامِ، خَسِرْتُ إِذًا وَضَلَّ سَعْيِي. [راجع: ٣٧٢٨]

[5412] حضرت سعد بن ابی وقاص ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: میں نے اپنے آپ کو دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ سات آدمیوں میں سے ساتواں تھا۔ ان دنوں ہمارا کھانا خار دار درخت کی پتیاں ہوا کرتا تھا جس کی وجہ سے ہم بکریوں کی طرح مینگنیاں کیا کرتے تھے۔ اب حالت یہ ہے کہ قبیلۂ بنو اسد مجھے اسلام کے احکام سکھاتا ہے۔ اگر واقعی ایسا ہے تو میں خسارے میں رہا اور میری ساری کوشش ضائع ہوگئی۔

فوائد ومسائل: ① حضرت سعد بن ابی وقاص ؓ قدیم الاسلام ہیں۔ حضرت عمر ؓ نے انھیں کوفے کا گورنر بنایا تو وہاں کے لوگوں نے آپ کی شکایت کی کہ آپ اچھی طرح نماز نہیں پڑھتے اور نہ فیصلہ کرتے وقت عدل وانصاف ہی سے کام لیتے ہیں۔ اس پر انھیں غصہ آیا کہ ایک قدیم الاسلام انسان احکام شرعیہ سے کیسے غافل رہ سکتا ہے؟ اگر آج میں بنو سعد کی تعلیم وتادیب کا محتاج ہوں تو میرے سابقہ عمل ضائع ہو گئے کیونکہ ہم نے بڑے کٹھن حالات میں اسلام قبول کیا تھا جبکہ ہم درختوں کے پتوں پر گزارہ کرتے تھے۔ بہرحال بنو سعد کی کوئی بھی شکایت مبنی بر حقیقت نہ تھی۔ ② امام بخاری ؒ نے اس حدیث سے قدیم الاسلام صحابۂ کرام ؓ کی خوراک کو بیان کیا ہے کہ ان دنوں کھانے پینے کی چیزوں کی فراوانی نہ تھی بلکہ یہ حضرات درختوں کے پتوں سے اپنا پیٹ بھرتے تھے جس سے انھیں سخت قبض ہو جاتی اور قضائے حاجت کے وقت مینگنیاں برآمد ہوتیں۔

٥٤١٣ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ: حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ عَنْ أَبِي حَازِمٍ قَالَ: سَأَلْتُ سَهْلَ بْنَ سَعْدٍ فَقُلْتُ: هَلْ أَكَلَ رَسُولُ اللهِ ﷺ النَّقِيَّ؟ فَقَالَ سَهْلٌ: مَا رَأَى رَسُولُ اللهِ ﷺ النَّقِيَّ مِنْ حِينَ ابْتَعَثَهُ اللهُ حَتَّى قَبَضَهُ اللهُ، قَالَ: فَقُلْتُ: هَلْ كَانَتْ لَهُمْ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللهِ مَنَاخِلُ؟ قَالَ: مَا رَأَى رَسُولُ اللهِ ﷺ مُنْخُلًا مِنْ حِينَ ابْتَعَثَهُ اللهُ حَتَّى قَبَضَهُ. قَالَ: قُلْتُ: كَيْفَ كُنْتُمْ تَأْكُلُونَ الشَّعِيرَ غَيْرَ مَنْخُولٍ؟ قَالَ: كُنَّا نَطْحَنُهُ وَنَنْفُخُهُ، فَيَطِيرُ مَا طَارَ وَمَا بَقِيَ ثَرَّيْنَاهُ فَأَكَلْنَاهُ.

[راجع: ٥٤١٠]

[5413] حضرت ابو حازم سے روایت ہے، انھوں نے کہا: میں نے حضرت سہل بن سعد ؓ سے دریافت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے کبھی میدے کی روٹی کھائی تھی؟ انھوں نے جواب دیا: جب سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو مبعوث کیا ہے آپ نے میدے کی روٹی دیکھی تک نہیں حتی کہ آپ اللہ کو پیارے ہوگئے۔ پھر میں نے پوچھا: کیا رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں چھاننیاں ہوتی تھیں؟ حضرت سہل نے فرمایا: زمانۂ بعثت سے لے کر مرتے دم تک رسول اللہ ﷺ نے چھاننی نہیں دیکھی۔ ابو حازم کہتے ہیں پھر میں نے سوال کیا: پھر تم بغیر چھنے جو کا آٹا کیسے کھاتے تھے؟ انھوں نے جواب دیا: ہم انھیں پیستے تھے، پھر اسے پھونک لیا کرتے تھے، اس سے جو کچھ اڑنا ہوتا اڑ جاتا اور جو باقی رہتا اسے پانی سے گوندھ لیتے اور اس کی روٹی پکا کر کھا لیتے تھے۔

فائدہ: رسول اللہ ﷺ نے زمانۂ بعثت سے پہلے تو شام کے علاقوں کا سفر کیا جہاں بہت خوشحالی تھی اور میدے کی روٹی بھی وہاں بکثرت دستیاب تھی اور چھاننیاں بھی ہوتی تھیں لیکن بعثت کے بعد آپ مکے، طائف اور مدینے کے علاوہ اور کہیں نہیں گئے۔ آپ نے تبوک کا سفر کیا ہے جو شام کے قریب تھا۔ وہاں بھی چند دن پڑاؤ کیا اور واپس آگئے۔ ان علاقوں میں نہ چھاننیاں موجود تھیں اور نہ آٹا ہی ملتا تھا۔ بہر حال حضرت سہل ؓ کے بقول جو کے آٹے میں پھونک مارتے، اس سے جو اڑنا ہوتا وہ اڑ جاتا، باقی ماندہ آٹے کو بطور ستو استعمال کرتے یا گوندھ کر روٹی پکا لیتے۔ ان حضرات کی یہی خوراک تھی۔ بہر حال آج کل بھی سادہ زندگی بسر کی جاسکتی ہے۔ اس میں دین ودنیا دونوں کا بھلا اور خیر وبرکت ہے۔ واللہ أعلم.

٥٤١٤ - حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ: أَخْبَرَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ عَنْ سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّهُ مَرَّ بِقَوْمٍ بَيْنَ أَيْدِيهِمْ شَاةٌ مَصْلِيَّةٌ، فَدَعَوْهُ فَأَبَى أَنْ يَأْكُلَ، قَالَ: خَرَجَ رَسُولُ اللهِ ﷺ مِنَ الدُّنْيَا وَلَمْ يَشْبَعْ مِنَ الْخُبْزِ الشَّعِيرِ.

[5414] حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ ان کا گزر ایک ایسی قوم کے پاس سے ہوا جن کے سامنے بھنی ہوئی بکری رکھی ہوئی تھی۔ انھوں نے آپ کو دعوت دی تو آپ نے کھانے سے انکار کر دیا اور فرمایا: رسول اللہ ﷺ اس دنیا سے رخصت ہوگئے لیکن کبھی جو کی روٹی بھی آپ نے پیٹ بھر کر نہ کھائی۔

فوائد ومسائل: ① حضرت ابو ہریرہ ؓ نے یہ خیال کیا تھا کہ رسول اللہ ﷺ اور حضرات صحابۂ کرام ؓ کی دنیوی معیشت

میں کس قدر تنگی تھی، اس لیے آپ نے بھنی ہوئی بکری کھانے سے انکار کر دیا اور رسول اللہ ﷺ کا حال یاد کر کے اسے کھانا گوارا نہ کیا۔ ② چونکہ یہ دعوتِ ولیمہ نہ تھی، اس لیے اس کا قبول کرنا ضروری نہ تھا کیونکہ دعوت ولیمہ بلا وجہ رد کرنے کی ممانعت ہے۔[1]

٥٤١٥ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِي الْأَسْوَدِ: حَدَّثَنَا مُعَاذٌ: حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ يُونُسَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: مَا أَكَلَ النَّبِيُّ ﷺ عَلَى خِوَانٍ وَلَا فِي سُكُرُّجَةٍ وَلَا خُبِزَ لَهُ مُرَقَّقٌ، قُلْتُ لِقَتَادَةَ: عَلَى مَا يَأْكُلُونَ؟ قَالَ: عَلَى السُّفَرِ. [راجع: ٥٣٨٦]

[5415] حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: نبی ﷺ نے نہ تو میز پر رکھ کر کھانا کھایا اور نہ چھوٹی چھوٹی پیالیوں کو کھانے میں استعمال کیا اور نہ آپ کے لیے باریک چپاتی ہی پکائی گئی۔ (راویٔ حدیث کہتے ہیں کہ) میں نے قتادہ سے پوچھا کہ پھر وہ کس چیز پر رکھ کر کھانا کھاتے تھے؟ انھوں نے جواب دیا کہ چمڑے کے دستر خوان پر کھانا رکھ کر اسے تناول فرماتے تھے۔

فائدہ: اس حدیث سے بھی رسول اللہ ﷺ کی دنیوی معیشت کا پتا چلتا ہے کہ آپ کی خوراک بالکل سادہ تھی۔ اس میں اہل دنیا کی طرح تکلف نہیں ہوا کرتا تھا۔ لیکن ہمارے ہاں ایسی پر تکلف دعوتوں کا رواج چل نکلا ہے جن میں فضول خرچی کے علاوہ شہرت اور دکھلاوے کے جذبات نمایاں ہوتے ہیں۔

٥٤١٦ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: مَا شَبِعَ آلُ مُحَمَّدٍ ﷺ مُنْذُ قَدِمَ الْمَدِينَةَ مِنْ طَعَامِ الْبُرِّ ثَلَاثَ لَيَالٍ تِبَاعًا حَتَّى قُبِضَ. [انظر: ٦٤٥٤]

[5416] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: مدینہ طیبہ آنے کے بعد آل محمد ﷺ نے کبھی مسلسل تین دن گندم کی روٹی پیٹ بھر کر نہیں کھائی یہاں تک کہ آپ ﷺ دنیا سے رخصت ہو گئے۔

فائدہ: رسول اللہ ﷺ بہت کم کھانا پسند فرماتے تھے۔ آپ کو دنیوی عیش و عشرت میں قطعاً کوئی رغبت نہ تھی۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا بھی یہی حال تھا، چنانچہ حضرت جُحَیْفَہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ گوشت کا ثرید کھایا، پھر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو ڈکار لے رہا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ابو جحیفہ! اپنے ڈکار کو روکو، جو لوگ دنیا میں سیر ہو کر کھاتے ہیں وہ قیامت کے دن بھوکے ہوں گے۔''[2] اس کے بعد حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ نے وفات تک کبھی سیر ہو کر نہیں کھایا جب صبح کا کھانا کھاتے تو شام کا کھانا چھوڑ دیتے اور جب شام کو کھانا کھاتے تو صبح کا ناغہ کرتے۔[3]

---

1 فتح الباري: 681/9. 2 المستدرك على الصحيحين للحاكم: 121/4، والسلسلة الصحيحة للألباني، حديث: 343.

3 عمدة القاري: 421/14.

(٢٤) بَابُ التَّلْبِينَةِ

باب:24-حریرہ کا بیان

وضاحت: تلبینہ وہ شوربا نما پکوان ہے جو آٹے یا میدے سے بنایا جاتا ہے۔ بعض اوقات اس میں شہد بھی ملا دیا جاتا ہے۔ اسے تلبینہ اس لیے کہتے ہیں کہ یہ سفید اور پتلا ہونے میں دودھ کے مشابہ ہوتا ہے۔ اگر زیادہ سخت ہو جائے تو اسے خزیرہ کہتے ہیں۔ یہ عام طور پر مریضوں کے لیے فائدہ مند ہوتا ہے۔

٥٤١٧ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهَا كَانَتْ إِذَا مَاتَ الْمَيِّتُ مِنْ أَهْلِهَا فَاجْتَمَعَ لِذٰلِكَ النِّسَاءُ ثُمَّ تَفَرَّقْنَ - إِلَّا أَهْلَهَا وَخَاصَّتَهَا - أَمَرَتْ بِبُرْمَةٍ مِنْ تَلْبِينَةٍ فَطُبِخَتْ، ثُمَّ صُنِعَ ثَرِيدٌ، فَصُبَّتِ التَّلْبِينَةُ عَلَيْهَا ثُمَّ قَالَتْ: كُلْنَ مِنْهَا، فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «التَّلْبِينَةُ مُجِمَّةٌ لِفُؤَادِ الْمَرِيضِ تَذْهَبُ بِبَعْضِ الْحُزْنِ». [انظر: ٥٦٨٩، ٥٦٩٠]

[5417] نبی ﷺ کی زوجۂ محترمہ ام المومنین حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے کہ جب کوئی ان کے رشتہ داروں میں سے فوت ہو جاتا تو اس کی وجہ سے عورتیں جمع ہو جاتیں۔ پھر جب وہ منتشر ہو جاتیں اور صرف اس کے رشتہ دار اور خاص لوگ رہ جاتے تو آپ ہنڈیا میں تلبینہ پکانے کا حکم دیتیں، چنانچہ تلبینہ پکایا جاتا، پھر ثرید بنایا جاتا، اس پر تلبینہ ڈالا جاتا، اس کے بعد ام المومنین سیدہ عائشہ ؓ فرماتیں: اسے کھاؤ کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے، آپ فرماتے تھے: ''تلبینہ مریض کے دل کو تسکین دیتا ہے اور کچھ غم بھی دور کر دیتا ہے۔''

فائدہ: غذا کی کمی کے باعث اعضاء میں خشکی زیادہ آجاتی ہے، خاص طور پر معدے میں خشکی کی وجہ سے غمگین آدمی کا دل کمزور ہو جاتا ہے۔ حدیث میں بیان کردہ نسخہ معدے کو مرطوب اور طاقتور بناتا ہے۔ اس سے غم دور ہوتا ہے اور دل کو تسکین ملتی ہے۔ یہ اس وقت مفید ہوتا ہے جب نرم، پتلا اور اچھی طرح پکا ہوا ہو، گاڑھے یا اچھی طرح نہ پکے ہوئے میں مذکورہ خاصیت نہیں ہوتی۔ واللہ أعلم.

(٢٥) بَابُ الثَّرِيدِ

باب:25-ثرید کا بیان

وضاحت: روٹی کے ٹکڑے کر کے انھیں شوربے میں ڈالتے ہیں جبکہ وہ شوربا گوشت کا ہو۔ بعض اوقات اس میں گوشت بھی ہوتا ہے۔ یہ عربوں کی بہت ہی پسندیدہ غذا ہے۔ طبی اعتبار سے یہ انتہائی مفید اور تکلیف کو دور کرنے والی ہے۔

٥٤١٨ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ

[5418] حضرت ابو موسیٰ اشعری ؓ سے روایت ہے، وہ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ''مردوں

الْجَمَلِيِّ، عَنْ مُرَّةَ الْهَمْدَانِيِّ، عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «كَمُلَ مِنَ الرِّجَالِ كَثِيرٌ، وَلَمْ يَكْمُلْ مِنَ النِّسَاءِ إِلَّا مَرْيَمُ بِنْتُ عِمْرَانَ، وَآسِيَةُ امْرَأَةُ فِرْعَوْنَ، وَفَضْلُ عَائِشَةَ عَلَى النِّسَاءِ كَفَضْلِ الثَّرِيدِ عَلَى سَائِرِ الطَّعَامِ». [راجع: ٣٤١١]

میں سے تو بہت سے کامل ہوئے ہیں لیکن عورتوں میں حضرت مریم بنت عمران اور فرعون کی بیوی حضرت آسیہ کے سوا اور کوئی کامل نہیں ہوا۔ حضرت عائشہ ؓ کی فضیلت تمام عورتوں پر ایسی ہے جیسے تمام کھانوں پر ثرید کی فضیلت ہے۔"

فائدہ: اس حدیث سے ثرید کی برتری اور فضیلت ثابت ہوتی ہے بلکہ ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سحری کے کھانے اور ثرید میں برکت کی دعا فرمائی، لیکن اس کی سند میں کچھ کمزوری ہے۔[1] طبرانی میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "تین چیزوں میں بہت برکت ہے: ایک اجتماعیت میں، دوسری سحری کھانے میں اور تیسرے ثرید میں۔"[2]

٥٤١٩ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ: حَدَّثَنَا خَالِدُ ابْنُ عَبْدِ اللهِ عَنْ أَبِي طُوَالَةَ، عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «فَضْلُ عَائِشَةَ عَلَى النِّسَاءِ كَفَضْلِ الثَّرِيدِ عَلَى سَائِرِ الطَّعَامِ».

[5419] حضرت انس ؓ سے روایت ہے، وہ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: "عائشہ کی فضیلت دوسری عورتوں پر اس طرح ہے جس طرح ثرید کی فضیلت دوسرے کھانوں پر ہے۔"

فائدہ: ثرید ایک بہترین کھانا، جلدی ہضم ہونے والا اور مقوی غذا ہے۔ اس حدیث سے اس کی برتری کا پتا چلتا ہے جیسا کہ سیدہ عائشہ ؓ کے اونچے مقام و مرتبے کی نشاندہی ہوتی ہے۔ اس کی تشریح پہلے کتاب المناقب میں گزر چکی ہے۔

٥٤٢٠ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُنِيرٍ: سَمِعَ أَبَا حَاتِمٍ الْأَشْهَلَ بْنَ حَاتِمٍ: حَدَّثَنَا ابْنُ عَوْنٍ عَنْ ثُمَامَةَ بْنِ أَنَسٍ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: دَخَلْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ عَلَى غُلَامٍ لَهُ خَيَّاطٍ فَقَدَّمَ إِلَيْهِ قَصْعَةً فِيهَا ثَرِيدٌ، قَالَ: وَأَقْبَلَ عَلَى عَمَلِهِ، قَالَ: فَجَعَلَ النَّبِيُّ ﷺ يَتَتَبَّعُ الدُّبَّاءَ، قَالَ: فَجَعَلْتُ أَتَتَبَّعُهُ فَأَضَعُهُ بَيْنَ يَدَيْهِ، قَالَ: فَمَا زِلْتُ بَعْدُ أُحِبُّ الدُّبَّاءَ. [راجع: ٢٠٩٢]

[5420] حضرت انس ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں نبی ﷺ کے ہمراہ آپ کے ایک درزی غلام کے پاس گیا۔ اس نے آپ ﷺ کی طرف ایک پیالہ بڑھایا جس میں ثرید تھا۔ پھر وہ اپنے کام میں مصروف ہو گیا تو نبی ﷺ اس میں سے کدو تلاش کرنے لگے۔ میں نے بھی کدو تلاش کر کے آپ کے سامنے رکھنا شروع کر دیے۔ اس کے بعد میں خود بھی کدو کو بہت پسند کرتا ہوں۔

---

1 مسند أحمد: 283/2. 2 المعجم الكبير للطبراني: 63/6، حديث: 6004، والصحيحة للألباني، حديث: 1045.

فوائدومسائل: ① گوشت اور کدو کے شوربے میں جب روٹی کے ٹکڑے ڈال کر ثرید تیار کیا جائے تو بہت عمدہ اور لذیذ غذا بن جاتی ہے۔ گرم ممالک میں اس قسم کا کھانا بہت مفید ہوتا ہے یہ پیاس اور جگر کی گرمی کو دور کرتا ہے۔ اس سے قبض نہیں ہوتی بلکہ جلدی ہضم ہونے والا کھانا ہے۔ اس سے ریاح پیدا نہیں ہوتیں۔ رسول اللہ ﷺ اس قسم کے کھانے کو بہت پسند کرتے تھے۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ کدو ایک عمدہ ترکاری ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے پسند کرنے کی وجہ سے اہل ایمان بھی اسے پسند کرتے ہیں۔ واللہ المستعان.

(٢٦) بَابُ شَاةٍ مَسْمُوطَةٍ والْكَتِفِ وَالْجَنْبِ

باب: 26- کھال سمیت بھنی ہوئی بکری، دستی اور چانپ کے گوشت کا بیان

٥٤٢١ - حَدَّثَنَا هُدْبَةُ بْنُ خَالِدٍ: حَدَّثَنَا هَمَّامُ ابْنُ يَحْيَى عَنْ قَتَادَةَ قَالَ: كُنَّا نَأْتِي أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ وَخَبَّازُهُ قَائِمٌ، قَالَ: كُلُوا فَمَا أَعْلَمُ النَّبِيَّ ﷺ رَأَى رَغِيفًا مُرَقَّقًا حَتَّى لَحِقَ بِاللهِ، وَلَا رَأَى شَاةً سَمِيطَةً بِعَيْنِهِ قَطُّ. [راجع: ٥٣٨٥]

[5421] حضرت قتادہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: ہم حضرت انس رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ان کی روٹی پکانے والا ان کے پاس ہی کھڑا تھا، انھوں نے فرمایا: تم کھاؤ، مجھے معلوم نہیں کہ نبی ﷺ نے کبھی پتلی چپاتی دیکھی ہو حتی کہ آپ اللہ تعالیٰ سے جا ملے اور نہ آپ نے کبھی سالم بھنی ہوئی بکری ہی دیکھی۔

فوائدومسائل: ① عربوں کے ہاں جو لوگ خوش حال ہوتے وہ بکری کا بچہ لیتے اور اسے ذبح کر کے اندرونی صفائی کے بعد کھال سمیت اسے سخت گرم پانی میں ڈال دیتے۔ جب اس کے بال اتر جاتے تو سالم بچے کو بھون لیتے، پھر مزے سے کھاتے۔ اس کے دو نقصان ہوتے: ایک تو چھوٹے سے ہی کو ذبح کر لیا جاتا، دوسرے اس کی کھال ضائع ہو جاتی۔ ② رسول اللہ ﷺ نے زندگی بھر اس انداز سے بھنی ہوئی بکری کبھی نہیں دیکھی، نہ آپ نے کھانے کا میز، چھوٹی پیالیاں، باریک پسا ہوا آٹا اور چھنا ہوا آٹا استعمال کیا بلکہ جَو کا بغیر چھنا آٹا ہی بطور خوراک استعمال فرمایا کرتے تھے، لیکن بھنا ہوا شانہ تناول کرنا ثابت ہے جیسا کہ آئندہ حدیث میں ہے۔

٥٤٢٢ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ: أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ عَمْرِو بْنِ أُمَيَّةَ الضَّمْرِيِّ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَحْتَزُّ مِنْ كَتِفِ شَاةٍ فَأَكَلَ مِنْهَا، فَدُعِيَ إِلَى الصَّلَاةِ فَقَامَ فَطَرَحَ السِّكِّينَ فَصَلَّى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ. [راجع: ٢٠٨]

[5422] حضرت عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ بکری کے شانے سے گوشت کاٹ رہے تھے، پھر آپ نے اسے کھایا۔ پھر آپ کو نماز کے لیے بلایا گیا تو آپ فوراً کھڑے ہو گئے اور چھری کو وہیں پھینک دیا، چنانچہ آپ نے نماز پڑھی لیکن نیا وضو نہ کیا۔

فوائد و مسائل: ① دستی کا گوشت آپ کو بہت مرغوب تھا، اسے خوشی سے تناول فرماتے، اسی طرح امام بخاری ؒ نے عنوان میں چانپ کا ذکر کیا ہے۔ گویا آپ نے حضرت ام سلمہ ؓ سے مروی ایک حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے، انھوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بھنی ہوئی چانپ پیش کی۔ آپ نے اسے کھایا، پھر آپ نماز پڑھنے کے لیے چلے گئے اور وضو نہ کیا۔[1] اسی طرح حضرت مغیرہ ؓ کا بیان ہے کہ میں ایک رات رسول اللہ ﷺ کے ہاں مہمان ٹھہرا تو آپ نے چانپ بھوننے کا حکم دیا، پھر آپ چھری سے کاٹ کاٹ کر مجھے دیتے تھے۔[2]

(٢٧) بَابُ مَا كَانَ السَّلَفُ يَدَّخِرُونَ فِي بُيُوتِهِمْ وَأَسْفَارِهِمْ مِنَ الطَّعَامِ وَاللَّحْمِ وَغَيْرِهِ

باب: 27- سلف صالحین اپنے گھروں اور سفروں میں کھانا اور گوشت وغیرہ محفوظ کر لیتے تھے

وَقَالَتْ عَائِشَةُ وَأَسْمَاءُ: صَنَعْنَا لِلنَّبِيِّ ﷺ وَأَبِي بَكْرٍ سُفْرَةً.

حضرت عائشہ اور حضرت اسماء ؓ فرماتی ہیں کہ ہم نے نبی ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق ؓ کے لیے ایک توشہ دان تیار کیا تھا۔

وضاحت: بعض صوفیاء کا خیال ہے کہ کل کے لیے غذائی مواد کا ذخیرہ کرنا جائز نہیں اور سیر ہو کر کھانے کے بعد زائد کھانا صدقہ نہ کرنے والا کامل الایمان نہیں ہے اور خلاف ورزی کرنے والا اللہ پر توکل نہیں کرتا بلکہ اللہ تعالیٰ کے متعلق بدگمانی کا شکار ہے۔ امام بخاری ؒ نے اس عنوان اور پیش کردہ احادیث میں اس موقف کی تردید کی ہے۔[3]

٥٤٢٣ - حَدَّثَنَا خَلَّادُ بْنُ يَحْيَى: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَابِسٍ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: قُلْتُ لِعَائِشَةَ: أَنَهَى النَّبِيُّ ﷺ أَنْ تُؤْكَلَ لُحُومُ الْأَضَاحِيِّ فَوْقَ ثَلَاثٍ؟ قَالَتْ: مَا فَعَلَهُ إِلَّا فِي عَامٍ جَاعَ النَّاسُ فِيهِ، فَأَرَادَ أَنْ يُطْعِمَ الْغَنِيُّ الْفَقِيرَ، وَإِنْ كُنَّا لَنَرْفَعُ الْكُرَاعَ فَنَأْكُلُهُ بَعْدَ خَمْسَ عَشْرَةَ، قِيلَ: مَا اضْطَرَّكُمْ إِلَيْهِ؟ فَضَحِكَتْ، قَالَتْ: مَا شَبِعَ آلُ مُحَمَّدٍ ﷺ مِنْ خُبْزِ بُرٍّ مَأْدُومٍ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ حَتَّى لَحِقَ بِاللهِ.

[5423] حضرت عابس سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں نے حضرت عائشہ ؓ سے پوچھا: کیا نبی ﷺ نے قربانی کا گوشت تین دن سے زیادہ تک کھانے سے منع کیا ہے؟ انھوں نے کہا: صرف ایک سال منع کیا تھا جس سال لوگ (قحط کے سبب) بھوکے تھے۔ آپ ﷺ نے ارادہ کیا کہ مال دار لوگ غریبوں کو گوشت کھلا دیں۔ ہم پائے رکھ لیتے تھے اور انھیں پندرہ دن کے بعد کھاتے تھے۔ ان سے دریافت کیا گیا کہ ایسا کرنے میں کیا مجبوری تھی؟ حضرت عائشہ ؓ اس سوال پر ہنس پڑیں اور فرمایا کہ حضرت محمد ﷺ

---

1 جامع الترمذي، الأطعمة، حديث: 1829. 2 سنن أبي داود، الطهارة، حديث: 188. 3 فتح الباري: 9/685.

کی آل واولاد نے سالن کے ساتھ گیہوں کی روٹی مسلسل تین دن تک کبھی نہیں کھائی تھی حتی کہ آپ اللہ تعالیٰ سے جا ملے۔

وَقَالَ ابْنُ كَثِيرٍ: أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَابِسٍ بِهٰذَا. [انظر: ٥٤٣٨، ٥٥٧٠، ٦٦٨٧]

ابن کثیر نے کہا: ہمیں سفیان نے بتایا کہ ان سے عبدالرحمٰن بن عابس نے یہی حدیث بیان کی۔

فوائدومسائل: ① طعام سے ہر وہ چیز مراد ہے جو کھائی جاتی ہو۔ اس حدیث میں پائے ذخیرہ کرنے کا بیان ہے۔ ② عنوان سے مناسبت واضح ہے۔ حضرت عائشہ ؓ کا مقصد یہ تھا کہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ نے قربانی کا گوشت ذخیرہ کرنے سے منع فرمایا تاکہ مال دار لوگ غرباء و مساکین کو گوشت کھلائیں۔ اس کے بعد یہ حکم منسوخ ہوگیا۔ ③ سائل کے جواب میں حضرت عائشہ ؓ کا ہنس پڑنا بطور تعجب تھا کہ آل رسول کی معیشت میں وسعت نہ تھی اور کئی کئی روز فاقے سے گزر جاتے تو مجبوری کا سبب دریافت باعث تعجب ہے۔

٥٤٢٤ - حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ جَابِرٍ: قَالَ: كُنَّا نَتَزَوَّدُ لُحُومَ الْهَدْيِ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ إِلَى الْمَدِينَةِ.

[5424] حضرت جابر ؓ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا کہ ہم لوگ نبی ﷺ کے عہد مبارک میں قربانی کا گوشت مدینہ طیبہ تک لاتے تھے۔

تَابَعَهُ مُحَمَّدٌ عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ.

محمد نے ابن عیینہ سے روایت کرنے میں عبداللہ بن محمد کی متابعت کی ہے۔

وَقَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ: قُلْتُ لِعَطَاءٍ: أَقَالَ: حَتَّى جِئْنَا الْمَدِينَةَ؟ قَالَ: لَا. [راجع: ١٧١٩]

ابن جریج نے کہا کہ میں نے حضرت عطاء سے پوچھا: کیا حضرت جابر ؓ نے کہا تھا: یہاں تک کہ ہم مدینہ طیبہ آگئے؟ انھوں نے کہا: یہ نہیں کہا تھا۔

فوائدومسائل: ① امام بخاری ؒ نے اس حدیث سے ثابت کیا ہے کہ صحابۂ کرام ؓ مکہ مکرمہ میں قربانی کرتے، پھر قربانی کا گوشت ذخیرہ کیا جاتا حتی کہ اسے مدینہ طیبہ لایا جاتا۔ اس سے دوران سفر میں طعام ذخیرہ کرنے کا جواز ملتا ہے۔ اس سے واضح حضرت ثوبان ؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قربانی ذبح کی پھر حضرت ثوبان سے فرمایا: ''اس کا گوشت صاف کر کے بناؤ۔ میں آپ کو وہ گوشت کھلاتا رہا حتی کہ آپ مدینہ طیبہ تشریف لے آئے۔[1] ② صحیح مسلم کی روایت میں ہے کہ حضرت جابر ؓ نے یہ الفاظ کہے تھے: یہاں تک کہ ہم مدینہ طیبہ آگئے۔ حضرت عطاء نے ''ہاں'' میں جواب دیا۔[2] شاید عطاء سے یہ

1 صحيح مسلم، الأضاحي، حديث: 5110 (1975). 2 صحيح مسلم، الأضاحي، حديث: 5105 (1972).

حدیث بیان کرنے میں غلطی ہوئی ہے۔ کبھی انھوں نے ان الفاظ کو یاد رکھا اور بیان کیا اور کبھی بھول گئے تو انکار کر دیا، البتہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے امام بخاری رحمہ اللہ کی روایت کو قابل اعتماد قرار دیا ہے۔[1]

(٢٨) بَابُ الْحَيْسِ

باب:28-حیس کا بیان

وضاحت: حیس سے مراد وہ حلوہ ہے جو کھجور، گھی اور پنیر سے بنایا جاتا ہے۔ بعض اوقات پنیر کے بجائے اس میں آٹا ملایا جاتا ہے۔[2]

٥٤٢٥ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ أَبِي عَمْرٍو مَوْلَى الْمُطَّلِبِ ابْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ حَنْطَبٍ: أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ لِأَبِي طَلْحَةَ: «الْتَمِسْ غُلَامًا مِنْ غِلْمَانِكُمْ يَخْدُمُنِي»، فَخَرَجَ بِي أَبُو طَلْحَةَ يُرْدِفُنِي وَرَاءَهُ، فَكُنْتُ أَخْدُمُ رَسُولَ اللهِ ﷺ كُلَّمَا نَزَلَ، فَكُنْتُ أَسْمَعُهُ يُكْثِرُ أَنْ يَقُولَ: «اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْهَمِّ وَالْحَزَنِ، وَالْعَجْزِ وَالْكَسَلِ، وَالْبُخْلِ وَالْجُبْنِ، وَضَلَعِ الدَّيْنِ، وَغَلَبَةِ الرِّجَالِ»، فَلَمْ أَزَلْ أَخْدُمُهُ حَتَّى أَقْبَلْنَا مِنْ خَيْبَرَ وَأَقْبَلَ بِصَفِيَّةَ بِنْتِ حُيَيٍّ قَدْ حَازَهَا، فَكُنْتُ أَرَاهُ يُحَوِّي لَهَا وَرَاءَهُ بِعَبَاءَةٍ أَوْ بِكِسَاءٍ ثُمَّ يُرْدِفُهَا وَرَاءَهُ حَتَّى إِذَا كُنَّا بِالصَّهْبَاءِ صَنَعَ حَيْسًا فِي نِطَعٍ، ثُمَّ أَرْسَلَنِي فَدَعَوْتُ رِجَالًا فَأَكَلُوا، وَكَانَ ذٰلِكَ بِنَاءَهُ بِهَا، ثُمَّ أَقْبَلَ حَتَّى إِذَا بَدَا لَهُ أُحُدٌ، قَالَ: «هٰذَا جَبَلٌ يُحِبُّنَا وَنُحِبُّهُ»، فَلَمَّا أَشْرَفَ عَلَى الْمَدِينَةِ قَالَ: «اللَّهُمَّ إِنِّي أُحَرِّمُ مَا بَيْنَ جَبَلَيْهَا

[5425] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''تم اپنے یہاں کے بچوں میں سے کوئی بچہ تلاش کر لاؤ جو میرے کام کر دیا کرے۔'' حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ مجھے لے کر نکلے اور اپنی سواری پر اپنے پیچھے بٹھایا، چنانچہ رسول اللہ ﷺ جب بھی کہیں پڑاؤ کرتے تو میں آپ کی خدمت کرتا۔ میں آپ کو بکثرت یہ دعا پڑھتے سنتا: ''اے اللہ! میں تیرے ذریعے سے غم و اندوہ، عجز و سستی، بخل کے بوجھ و بزدلی، قرض کے بوجھ اور لوگوں کے غلبے سے پناہ چاہتا ہوں۔'' میں ہمیشہ آپ ﷺ کی خدمت کرتا رہا حتی کہ ہم خیبر سے واپس آئے۔ حضرت صفیہ بنت حیی بھی ساتھ تھیں جنھیں آپ نے پسند فرمایا تھا۔ میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ نے اپنے پیچھے کمبل یا چادر کا پردہ کیا پھر ان کو وہاں بٹھایا۔ آخر جب ہم مقام صہباء پہنچے تو آپ نے دستر خوان پر حیس تیار کرایا، پھر مجھے بھیجا تو میں نے لوگوں کو بلایا، پھر سب لوگوں نے اسے کھایا۔ یہی آپ ﷺ کی طرف سے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ خلوت کی دعوت ولیمہ تھی۔ پھر آپ روانہ ہوئے، جب احد پہاڑ دکھائی دیا تو آپ نے فرمایا: ''یہ پہاڑ ہم سے محبت

---

1 فتح الباري: 685/9. 2 فتح الباري: 685/9.

مِثْلَ مَا حَرَّمَ بِهِ إِبْرَاهِيمُ مَكَّةَ، اللَّهُمَّ بَارِكْ لَهُمْ فِي مُدِّهِمْ وَصَاعِهِمْ». [راجع: ٣٧١]

رکھتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔'' اس کے بعد جب مدینہ طیبہ نظر آیا تو آپ نے فرمایا: ''اے اللہ! میں اس کے دونوں پہاڑوں کے درمیانی علاقے کو اسی طرح حرم قرار دیتا ہوں جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ مکرمہ کو حرمت والا قرار دیا تھا۔ اے اللہ! مدینہ والوں کے مد اور صاع میں برکت عطا فرما۔''

فوائد ومسائل: ① اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کی دعا کو شرف قبولیت بخشا اور مدینہ طیبہ کو مکے کی طرح خیر وبرکات سے مالا مال کر دیا۔ مدینہ طیبہ کی آب و ہوا بڑی معتدل، وہاں کا پانی میٹھا اور غذا بہترین اثرات رکھتی ہے۔ ② امام بخاری رحمہ اللہ نے اس طویل حدیث سے یہ ثابت کیا ہے کہ کھجور، گھی اور پنیر سے حیس تیار کر کے بوقت ضرورت ولیمے میں کھلایا جا سکتا ہے۔ ولیمے میں گوشت کا ہونا ضروری نہیں۔ موقع ومحل کے مطابق جو کچھ میسر ہو اسے پیش کر دیا جائے۔ واللّٰہ أعلم.

(٢٩) بَابُ الْأَكْلِ فِي إِنَاءٍ مُفَضَّضٍ

باب: 29- چاندی کے ملمع کیے ہوئے برتن میں کھانا

وضاحت: سونے اور چاندی کے برتنوں میں کھانا پینا منع ہے۔ اگر کسی برتن پر سونے یا چاندی کا پانی چڑھا ہوا ہو، تو اسے بھی استعمال میں نہیں لانا چاہیے جیسا کہ ایک حدیث میں ہے: ''جو شخص سونے چاندی کے برتنوں میں یا سونے چاندی لگے ہوئے برتنوں میں پیتا ہے وہ جہنم کی آگ اپنے پیٹ میں انڈیلتا ہے۔''[1]

٥٤٢٦ - حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ: حَدَّثَنَا سَيْفُ بْنُ أَبِي سُلَيْمَانَ قَالَ: سَمِعْتُ مُجَاهِدًا يَقُولُ: حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ أَبِي لَيْلَى أَنَّهُمْ كَانُوا عِنْدَ حُذَيْفَةَ فَاسْتَسْقَى فَسَقَاهُ مَجُوسِيٌّ، فَلَمَّا وَضَعَ الْقَدَحَ فِي يَدِهِ رَمَاهُ بِهِ، وَقَالَ: لَوْلَا أَنِّي نَهَيْتُهُ غَيْرَ مَرَّةٍ وَلَا مَرَّتَيْنِ، كَأَنَّهُ يَقُولُ: لَمْ أَفْعَلْ هٰذَا، وَلٰكِنِّي سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ: «لَا تَلْبَسُوا الْحَرِيرَ وَلَا الدِّيبَاجَ، وَلَا تَشْرَبُوا فِي آنِيَةِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ، وَلَا تَأْكُلُوا فِي صِحَافِهَا

[5426] حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ سے روایت ہے کہ لوگ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں موجود تھے، انھوں نے پانی مانگا تو ایک مجوسی نے ان کو پانی لا کر دیا۔ جب اس نے پیالہ ان کے ہاتھ میں دیا تو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے پیالہ اس پر پھینک مارا اور فرمایا: اگر میں نے اسے ایک یا دوبار منع نہ کیا ہوتا تو میں اس سے یہ معاملہ نہ کرتا لیکن میں نے نبی ﷺ سے سنا ہے، آپ نے فرمایا: ''ریشم اور دیباج نہ پہنو اور نہ سونے چاندی کے برتنوں ہی میں کچھ پیو اور نہ ان کی پلیٹوں میں کچھ کھاؤ کیونکہ یہ چیزیں دنیا میں ان (کافروں)

---

[1] السنن الكبرٰى للبيهقي: 29/1.

فَإِنَّهَا لَهُمْ فِي الدُّنْيَا وَلَنَا فِي الْآخِرَةِ». [انظر: ٥٦٣٢، ٥٦٣٣، ٥٨٣١، ٥٨٣٧] کے لیے ہیں اور ہمارے لیے آخرت میں ہیں۔"

فوائد ومسائل: ① حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے اس لیے برتن پھینک دیا تھا کہ زبانی طور پر بار بار منع کرنے کے باوجود وہ اس سے باز نہ آیا بالآخر زجر و توبیخ کے طور پر اس پر دے مارا۔ ② حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مجوسی نے جو پیالہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو پیش کیا تھا وہ چاندی کا تھا یا چاندی کے پانی سے ملمع شدہ تھا کیونکہ چاندی کے برتن اور چاندی سے ملمع برتن میں کوئی فرق نہیں ہے۔ اور ایسے برتنوں کی ممانعت مرد و عورت دونوں کے لیے یکساں ہے۔ ③ حدیث میں اگرچہ پینے کا ذکر ہے لیکن یہ حکم کھانے کو بھی شامل ہے۔ بہرحال کھانے پینے کے لیے ہر قسم کے برتن استعمال کیے جا سکتے ہیں لیکن سونے چاندی یا ان سے ملمع کیے ہوئے برتن کو استعمال کرنے کی شرعاً اجازت نہیں ہے۔[1]

(٣٠) بَابُ ذِكْرِ الطَّعَامِ

باب: 30- کھانے کا بیان

٥٤٢٧ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ، عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَثَلُ الْمُؤْمِنِ الَّذِي يَقْرَأُ الْقُرْآنَ كَمَثَلِ الْأُتْرُجَّةِ رِيحُهَا طَيِّبٌ، وَطَعْمُهَا طَيِّبٌ، وَمَثَلُ الْمُؤْمِنِ الَّذِي لَا يَقْرَأُ الْقُرْآنَ كَمَثَلِ التَّمْرَةِ، لَا رِيحَ لَهَا وَطَعْمُهَا حُلْوٌ، وَمَثَلُ الْمُنَافِقِ الَّذِي يَقْرَأُ الْقُرْآنَ كَمَثَلِ الرَّيْحَانَةِ، رِيحُهَا طَيِّبٌ وَطَعْمُهَا مُرٌّ، وَمَثَلُ الْمُنَافِقِ الَّذِي لَا يَقْرَأُ الْقُرْآنَ كَمَثَلِ الْحَنْظَلَةِ لَيْسَ لَهَا رِيحٌ، وَطَعْمُهَا مُرٌّ». [راجع: ٥٠٢٠]

[5427] حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اس مومن کی مثال جو قرآن مجید پڑھتا ہے سنگترے کی طرح ہے جس کی خوشبو عمدہ اور ذائقہ بھی اچھا ہے۔ اور اس مومن کی مثال جو قرآن نہیں پڑھتا کھجور جیسی ہے جس میں کوئی خوشبو نہیں ہوتی لیکن ذائقہ شیریں ہے۔ اور منافق کی مثال جو قرآن پڑھتا ہے گل بونہ کی طرح ہے جس کی خوشبو دلربا لیکن ذائقہ انتہائی کڑوا ہے۔ اور جو منافق قرآن بھی نہیں پڑھتا اس کی مثال اندرائن (تمے) جیسی ہے جس میں کوئی خوشبو نہیں ہوتی اور جس کا مزا بھی کڑوا ہوتا ہے۔"

فوائد ومسائل: ① امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث سے ثابت کیا ہے کہ مزیدار اور خوشبودار کھانا تناول کرنا جائز ہے کیونکہ آپ نے مومن کی مثال سنگترے سے دی ہے جو مزیدار اور خوشبو دار ہوتا ہے۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ اگر اللہ تعالیٰ حلال طور پر مزیدار کھانا عنایت فرمائے تو اسے خوشی خوشی کھانا چاہیے اور اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے۔ ② مزیدار کھانا زہد و تقویٰ کے خلاف نہیں ہے اور جو جاہل لوگ مزیدار کھانے کو پانی یا نمک سے بدمزہ کر کے کھاتے ہیں یہ ان کی حماقت اور نادانی ہے، نیز

[1] فتح الباري: 686/9.

اس حدیث میں تلخ طعام کی کراہت کی طرف اشارہ ہے۔ واللہ أعلم. بعض اسلاف سے مزیدار کھانوں کی کراہت منقول ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ ہمیشہ کے لیے ایسی عادت اختیار نہ کی جائے، کہیں ایسا نہ ہو کہ کسی وقت صبر کا دامن ہاتھ سے چھوٹ جائے اور وہ گمراہی میں جا پڑے۔[1]

٥٤٢٨ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ: حَدَّثَنَا خَالِدٌ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «فَضْلُ عَائِشَةَ عَلَى النِّسَاءِ كَفَضْلِ الثَّرِيدِ عَلَى سَائِرِ الطَّعَامِ».

[5428] حضرت انس ؓ سے روایت ہے، وہ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ''عائشہ کی برتری دوسری عورتوں پر اس طرح ہے جس طرح ثرید کو دیگر کھانوں پر فضیلت حاصل ہے۔''

فوائد ومسائل: ① اس میں ثرید کی فضیلت بیان ہوئی ہے۔ رسول اللہ ﷺ اس کھانے کو بہت پسند کرتے تھے۔ گوشت کے شوربے میں روٹی کے ٹکڑے بھگو دیے جاتے ہیں۔ جب یہ نرم ہو جائیں تو انھیں کھایا جاتا ہے۔ یہ کھانا انتہائی مزیدار اور زود ہضم ہوتا ہے۔ ② اس سے معلوم ہوا کہ مزیدار کھانے میں کوئی حرج نہیں یہ ضروری نہیں کہ اسے کسی چیز سے بدمزہ کر کے استعمال کیا جائے۔ واللہ أعلم.

٥٤٢٩ - حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ: حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ سُمَيٍّ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «السَّفَرُ قِطْعَةٌ مِنَ الْعَذَابِ، يَمْنَعُ أَحَدَكُمْ نَوْمَهُ وَطَعَامَهُ، فَإِذَا قَضَى نَهْمَتَهُ مِنْ وَجْهِهِ فَلْيُعَجِّلْ إِلَى أَهْلِهِ». [راجع: ١٨٠٤]

[5429] حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''سفر تو عذاب کا ایک ٹکڑا ہے جو تمھاری نیند اور کھانے کو روک دیتا ہے، اس لیے جب تم میں سے کوئی دوران سفر میں اپنی حاجت پوری کر لے تو جلد اپنے گھر لوٹ آئے۔''

فوائد ومسائل: ① زمانۂ قدیم میں واقعی سفر عذاب کا نمونہ ہوتا تھا۔ لیکن اس دور میں بہت سی سہولیات دوران سفر میں میسر ہوتی ہیں لیکن اس کے باوجود سفر اپنا حق وصول کر کے رہتا ہے اور تکلیف محسوس ہوتی ہے، خواہ ہوائی جہاز ہی پر سفر کیوں نہ کیا جائے، نیز دوران سفر میں انسان جمعہ، جماعت اور اہل وعیال کے حقوق واجبہ سے محروم رہتا ہے۔ ② اس حدیث میں یہ اشارہ ہے کہ دنیا میں رہتے ہوئے انسان کو اتنا ضرور کھانا چاہیے جس سے جسم اور روح کا رشتہ قائم رہے اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے میں اسے سہولت رہے۔[2]

(٣١) بَابُ الْأُدْمِ

باب: 31- سالنوں کا بیان

---

① فتح الباري: 687/9. ② فتح الباري: 687/9.

وضاحت: ہر وہ چیز سالن ہے جس کے ذریعے سے روٹی کو خوشگوار کر کے کھایا جائے، خواہ وہ شوربا ہو یا اس کے علاوہ کوئی دوسری چیز، وہ خود تیار کیا جائے یا پہلے سے تیار شدہ ہو۔

٥٤٣٠ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ رَبِيعَةَ أَنَّهُ سَمِعَ الْقَاسِمَ ابْنَ مُحَمَّدٍ يَقُولُ: كَانَ فِي بَرِيرَةَ ثَلَاثُ سُنَنٍ: أَرَادَتْ عَائِشَةُ أَنْ تَشْتَرِيَهَا فَتُعْتِقَهَا فَقَالَ أَهْلُهَا: وَلَنَا الْوَلَاءُ، فَذَكَرَتْ ذٰلِكَ لِرَسُولِ اللهِ ﷺ فَقَالَ: «لَوْ شِئْتِ شَرَطْتِيهِ لَهُمْ، فَإِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ». قَالَ: وَأُعْتِقَتْ فَخُيِّرَتْ فِي أَنْ تَقَرَّ تَحْتَ زَوْجِهَا أَوْ تُفَارِقَهُ، وَدَخَلَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَوْمًا بَيْتَ عَائِشَةَ وَعَلَى النَّارِ بُرْمَةٌ تَفُورُ، فَدَعَا بِالْغَدَاءِ فَأُتِيَ بِخُبْزٍ وَأُدْمٍ مِنْ أُدْمِ الْبَيْتِ فَقَالَ: «أَلَمْ أَرَ لَحْمًا؟» قَالُوا: بَلَى يَا رَسُولَ اللهِ وَلٰكِنَّهُ لَحْمٌ تُصُدِّقَ بِهِ عَلَى بَرِيرَةَ فَأَهْدَتْهُ لَنَا، فَقَالَ: «هُوَ صَدَقَةٌ عَلَيْهَا وَهَدِيَّةٌ لَنَا».

[راجع: ٤٥٦]

[5430] حضرت قاسم بن محمد سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ حضرت بریرہ ﷞ سے تین شرعی حکم وابستہ ہیں: پہلا یہ کہ حضرت عائشہ ﷞ نے اسے خریدنے کا ارادہ کیا تاکہ اسے آزاد کر دیں لیکن اس کے آقاؤں نے کہا کہ ولاء ہمارے لیے ہوگی۔ حضرت عائشہ ﷞ نے یہ واقعہ رسول اللہ ﷺ سے ذکر کیا تو آپ نے فرمایا: ''اگر تم چاہتی ہو تو ان سے یہ شرط کر لو لیکن ولاء اس کے لیے ہوگی جو اس کو آزاد کرے۔'' دوسرا یہ کہ حضرت بریرہ ﷞ کو آزاد کر دیا گیا تو اسے یہ اختیار دیا گیا کہ اپنے شوہر کے نکاح میں رہے یا اس سے علیحدہ ہو جائے۔ تیسرا یہ کہ رسول اللہ ﷺ ایک دن حضرت عائشہ ﷞ کے گھر تشریف لے گئے، جبکہ (وہاں) آگ پر ہانڈی ابل رہی تھی۔ آپ نے دوپہر کا کھانا طلب فرمایا تو روٹی اور گھر میں موجود سالن پیش کر دیا گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیا میں گوشت نہیں دیکھ رہا ہوں؟'' اہل خانہ نے عرض کیا: اللہ کے رسول! وہ گوشت ہے جو بریرہ ﷞ پر صدقہ کیا گیا تھا، اس نے وہ ہمیں ہدیہ دیا ہے۔ آپ نے فرمایا: ''(ٹھیک ہے) وہ اس (بریرہ) پر صدقہ تھا اور ہمارے لیے ہدیہ ہے۔''

فائدہ: رسول اللہ ﷺ نے دوسرے سالن کے بجائے گوشت کو پسند فرمایا جس سے معلوم ہوا کہ آپ کو گوشت پسند تھا۔ دنیا اور آخرت میں گوشت تمام سالنوں کا سردار ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب حضرت جابر ﷛ نے آپ کی دعوت کی تو انھوں نے ایک بکری ذبح کی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''گویا تجھے معلوم ہے کہ ہمیں گوشت محبوب ہے۔''[1] اور جن اسلاف سے گوشت پر دوسری اشیاء کی ترجیح منقول ہے، اس سے مراد ان کی قناعت پسندی ہے تاکہ انسان عمدہ چیزوں کا عادی نہ بن جائے۔ بہرحال گوشت ایک بہترین سالن ہے اگر کوئی اسراف و تبذیر سے بالاتر ہو کر اس کا اہتمام کرتا ہے تو شرعاً اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔[2]

---

1 مسند أحمد: 303/3. 2 فتح الباري: 688/9.

(٣٢) بَابُ الْحَلْوَى وَالْعَسَلِ

باب:32-میٹھی چیز اور شہد کا بیان

وضاحت: ہر میٹھی چیز جو کھائی جائے اسے عربی میں حلوہ کہتے ہیں۔ یہ مومن کے مزاج کے مطابق ہے کیونکہ اس کے کردار وگفتار میں مٹھاس ہوتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ بھی میٹھی چیز پسند کرتے تھے جیسا کہ آئندہ حدیث میں آئے گا۔ اس میں مروجہ مٹھائی اور گھروں میں تیار شدہ حلوہ بھی شامل ہے۔ میٹھی چیز اور شہد ان پاکیزہ اشیاء میں سے ہیں جن کے استعمال کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔[1]

٥٤٣١ - حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْحَنْظَلِيُّ عَنْ أَبِي أُسَامَةَ، عَنْ هِشَامٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يُحِبُّ الْحَلْوَى وَالْعَسَلَ. [راجع: ٤٩١٢]

[5431] حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ میٹھی چیز اور شہد پسند فرمایا کرتے تھے۔

فوائد ومسائل: ① اس نیت سے میٹھی چیز اور شہد استعمال کرنا عین ثواب ہے کہ یہ چیزیں رسول اللہ ﷺ کی پسندیدہ ہیں۔ آپ ﷺ سے محبت کا تقاضا یہ ہے کہ ہر اس چیز کو پسند کیا جائے جسے آپ نے پسند فرمایا ہے۔ ثعلبی نے کہا ہے کہ جس میٹھی چیز کو رسول اللہ ﷺ پسند کرتے تھے وہ کھجور اور دودھ سے ملا کر تیار کی جاتی تھی۔ رسول اللہ ﷺ اپنی چاہت کے مطابق جس میٹھی چیز کے چند لقمے تناول فرماتے تو حاضرین مجلس یہ خیال کرتے کہ آپ کو میٹھی چیز سے بہت محبت ہے۔ آپ ﷺ شہد کو بھی بہت پسند کرتے تھے۔ ② بعض حضرات کا خیال ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہر اس میٹھی چیز کو پسند کرتے جو طبعی طور پر میٹھی ہوتی جیسے کھجور اور شہد وغیرہ لیکن یہ حدیث اس موقف کی تردید کرتی ہے کیونکہ اس میں شہد کے مقابلے میں میٹھی چیز پسند کرنے کا ذکر ہے۔[2] واللہ أعلم.

٥٤٣٢ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ شَيْبَةَ قَالَ: أَخْبَرَنِي ابْنُ أَبِي الْفُدَيْكِ عَنِ ابْنِ أَبِي ذِئْبٍ، عَنِ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: كُنْتُ أَلْزَمُ النَّبِيَّ ﷺ لِشِبَعِ بَطْنِي حِينَ لَا آكُلُ الْخَمِيرَ وَلَا أَلْبَسُ الْحَرِيرَ، وَلَا يَخْدُمُنِي فُلَانٌ وَلَا فُلَانَةُ، وَأُلْصِقُ بَطْنِي بِالْحَصْبَاءِ. وَأَسْتَقْرِئُ الرَّجُلَ الْآيَةَ وَهِيَ مَعِي، كَيْ يَنْقَلِبَ

[5432] حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں پیٹ بھرنے کے بعد ہر وقت نبی ﷺ کی خدمت میں رہا کرتا تھا۔ اس وقت میں نہ تو خمیری روٹی کھاتا تھا اور نہ ریشم ہی پہنتا تھا اور نہ کوئی لونڈی یا غلام میری خدمت کرتا تھا۔ میں بھوک کی شدت کی بنا پر اپنا پیٹ سنگریزوں سے ملائے رکھتا تھا۔ کبھی میں کسی آدمی سے قرآن مجید کی کوئی آیت پوچھتا تھا، حالانکہ وہ مجھے یاد ہوتی تھی،

---

[1] فتح الباري: 689/9. [2] فتح الباري: 690/9.

بِي فَيُطْعِمَنِي، وَخَيْرُ النَّاسِ لِلْمَسَاكِينِ جَعْفَرُ ابْنُ أَبِي طَالِبٍ، يَنْقَلِبُ بِنَا فَيُطْعِمُنَا مَا كَانَ فِي بَيْتِهِ، حَتَّى إِنْ كَانَ لَيُخْرِجُ إِلَيْنَا الْعُكَّةَ لَيْسَ فِيهَا شَيْءٌ فَنَشْتَقُّهَا فَنَلْعَقُ مَا فِيهَا. [راجع: ٣٧٠٨]

مقصد یہ ہوتا کہ وہ مجھے ساتھ لے جائے اور کھانا کھلائے۔ مسکینوں کے حق میں سب سے بہتر شخص حضرت جعفر بن ابو طالب رضی اللہ عنہ تھے۔ وہ ہمیں (اپنے ہمراہ گھر) لے جاتے اور جو کچھ بھی گھر میں ہوتا وہ ہمیں کھلا دیتے۔ کبھی تو ایسا ہوتا کہ وہ ہماری طرف کپی نکال کر لے آتے اور اس میں کچھ نہ ہوتا، ہم اسے پھاڑ کر جو اس میں لگا ہوتا اسے چاٹ لیتے تھے۔

فائدہ: ابن منیر نے کہا ہے کہ اس وقت اکثر کپیوں میں شہد ہوتا تھا اور ایک روایت میں اس امر کی صراحت ہے کہ وہ شہد کی کپی تھی، اس طرح یہ حدیث عنوان کے مطابق ہوگئی۔ گویا امام بخاری رحمہ اللہ نے عنوان سے اس طریق کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔[1]

(٣٣) بَابُ الدُّبَّاءِ

باب: 33- کدو کا بیان

٥٤٣٣ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ: حَدَّثَنَا أَزْهَرُ ابْنُ سَعْدٍ عَنِ ابْنِ عَوْنٍ، عَنْ ثُمَامَةَ بْنِ أَنَسٍ، عَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ أَتَى مَوْلًى لَهُ خَيَّاطًا، فَأُتِيَ بِدُبَّاءٍ فَجَعَلَ يَأْكُلُهُ فَلَمْ أَزَلْ أُحِبُّهُ مُنْذُ رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَأْكُلُهُ. [راجع: ٢٠٩٢]

[5433] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے ایک درزی غلام کے پاس گئے تو آپ کو کدو پیش کیا گیا جسے آپ نے تناول کرنا شروع کیا۔ جب سے میں نے رسول اللہ ﷺ کو کدو کھاتے دیکھا ہے، میں مسلسل اس سے محبت کرنے لگا ہوں۔

فوائد ومسائل: ① طبی طور پر کدو کی کئی ایک خصوصیات ہیں جن کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ اسے پسند فرماتے تھے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ کے گھر گیا تو وہاں کدو دیکھے۔ میں نے پوچھا: یہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: ''یہ کدو ہیں۔ ہم انھیں کھانے میں بکثرت استعمال کرتے ہیں۔''[2] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا من پسند کھانا کدو ہوتا تھا۔[3]

(٣٤) بَابُ الرَّجُلِ يَتَكَلَّفُ الطَّعَامَ لِإِخْوَانِهِ

باب: 34- آدمی اپنے بھائیوں کے لیے کھانے میں تکلف کرے

٥٤٣٤ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ أَبِي

[5434] حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ انصار کے ایک آدمی کو ابو شعیب کہا جاتا تھا،

1 فتح الباري: 691/9. 2 سنن ابن ماجه، الأطعمة، حديث: 3304. 3 مسند أحمد: 204/3.

مَسْعُودٍ الْأَنْصَارِيِّ قَالَ: كَانَ مِنَ الْأَنْصَارِ رَجُلٌ يُقَالُ لَهُ: أَبُو شُعَيْبٍ، وَكَانَ لَهُ غُلَامٌ لَحَّامٌ فَقَالَ: اصْنَعْ لِي طَعَامًا أَدْعُو رَسُولَ اللهِ ﷺ خَامِسَ خَمْسَةٍ، فَدَعَا رَسُولَ اللهِ ﷺ خَامِسَ خَمْسَةٍ، فَتَبِعَهُمْ رَجُلٌ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «إِنَّكَ دَعَوْتَنَا خَامِسَ خَمْسَةٍ وَهٰذَا رَجُلٌ قَدْ تَبِعَنَا، فَإِنْ شِئْتَ أَذِنْتَ لَهُ، وَإِنْ شِئْتَ تَرَكْتَهُ»، قَالَ: بَلْ أَذِنْتُ لَهُ.

قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ: سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ إِسْمَاعِيلَ يَقُولُ: إِذَا كَانَ الْقَوْمُ عَلَى الْمَائِدَةِ لَيْسَ لَهُمْ أَنْ يُنَاوِلُوا مِنْ مَائِدَةٍ إِلَى مَائِدَةٍ أُخْرَى، وَلٰكِنْ يُنَاوِلُ بَعْضُهُمْ بَعْضًا فِي تِلْكَ الْمَائِدَةِ أَوْ يَدَعُوا. [راجع: ٢٠٨١]

اس کا ایک گوشت فروش غلام تھا۔ ابوشعیب ؓ نے اپنے غلام سے کہا: تم میری طرف سے کھانا تیار کرو، میری خواہش ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ سمیت پانچ آدمیوں کی دعوت کروں، چنانچہ اس نے رسول اللہ ﷺ سمیت پانچ آدمیوں کو دعوت دی تو ایک آدمی مزید ان کے پیچھے لگ گیا۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ”تم نے ہم پانچ آدمیوں کی دعوت کی ہے مگر یہ آدمی بھی ہمارے ساتھ آ گیا ہے اگر چاہو تو اسے اجازت دو اور اگر چاہو تو اسے روک دو۔“ ابوشعیب ؓ نے کہا: میں نے اسے بھی اجازت دے دی۔ محمد بن یوسف نے بیان کیا کہ محمد بن اسماعیل بخاری ؒ نے فرمایا کہ جب لوگ دستر خوان پر بیٹھے ہوں تو انھیں اس امر کی اجازت نہیں ہے کہ ایک دستر خوان والے دوسرے دستر خوان والوں کو کوئی چیز دیں، البتہ ایک ہی دستر خوان کے شرکاء کو کوئی چیز دینے یا نہ دینے کا اختیار ہے۔

فوائد ومسائل: ① ابوشعیب نامی صحابیٔ جلیل نے رسول اللہ ﷺ کی دعوت میں انتہائی تکلف کیا کہ سپیشل ایک ماہر آدمی سے گوشت تیار کرایا اور آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا۔ بعض حضرات کا کہنا ہے کہ چھٹے آدمی کو دعوت میں شریک کرنا تکلف ہے۔ ② بہرحال مہمانوں اور بھائیوں کی دعوت کے موقع پر تکلف کرنا جائز اور مباح ہے۔ ان کے لیے گوشت کا اہتمام کرنا ایک پسندیدہ خصلت ہے۔ کہا جاتا ہے کہ دنیا و آخرت میں گوشت تمام کھانوں کا سردار ہے۔ واللہ أعلم.

(٣٥) بَابُ مَنْ أَضَافَ رَجُلًا إِلَى طَعَامٍ وَأَقْبَلَ هُوَ عَلَى عَمَلِهِ

باب: 35- جس شخص نے کسی دوسرے کو کھانے کی دعوت دی لیکن خود اپنے کام میں مصروف رہا

٥٤٣٥ - حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ مُنِيرٍ: سَمِعَ النَّضْرَ: أَخْبَرَنَا ابْنُ عَوْنٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي ثُمَامَةُ ابْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَنَسٍ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: كُنْتُ غُلَامًا أَمْشِي مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ فَدَخَلَ رَسُولُ اللهِ ﷺ عَلَى غُلَامٍ لَهُ خَيَّاطٍ،

[5435] حضرت انس ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں ابھی نوعمر تھا اور رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ جا رہا تھا، رسول اللہ ﷺ اپنے درزی غلام کے گھر تشریف لے گئے۔ وہ آپ کے پاس ایسے کھانے کا پیالہ لے آیا جس میں کدو تھے۔ رسول اللہ ﷺ اس میں سے کدو تلاش کر کے کھانے

فَأَتَاهُ بِقَصْعَةٍ فِيهَا طَعَامٌ وَعَلَيْهِ دُبَّاءٌ، فَجَعَلَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَتَتَبَّعُ الدُّبَّاءَ، قَالَ: فَلَمَّا رَأَيْتُ ذٰلِكَ جَعَلْتُ أَجْمَعُهُ بَيْنَ يَدَيْهِ، قَالَ: فَأَقْبَلَ الْغُلَامُ عَلَى عَمَلِهِ، قَالَ أَنَسٌ: لَا أَزَالُ أُحِبُّ الدُّبَّاءَ بَعْدَ مَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ صَنَعَ مَا صَنَعَ. [راجع: ٢٠٩٢]

لگے۔ جب میں نے یہ دیکھا تو میں کدو جمع کر کے آپ کے سامنے رکھنے لگا۔ اس دوران میں میزبان اپنے کام میں مصروف رہا۔ حضرت انس ؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے یہ کچھ دیکھنے کے بعد میں بھی مسلسل کدو پسند کرنے لگا ہوں۔

فوائد و مسائل: ① اگرچہ میزبان کا اخلاقی فرض ہے کہ وہ کھانے کے دوران میں مہمان کے پاس بیٹھے تاکہ اگر اسے کوئی ضرورت ہو تو وہ پوری کی جا سکے لیکن ایسا ضروری نہیں جیسا کہ مذکورہ حدیث کے مطابق درزی غلام نے رسول اللہ ﷺ کو کھانا پیش کیا اور خود اپنے کام کاج میں مصروف ہو گیا۔ ② اس سے معلوم ہوا کہ میزبان کا مہمان کے ساتھ بیٹھ کر کھانا ضروری نہیں، البتہ اگر مہمان اصرار کرے کہ میزبان میرے ساتھ بیٹھ کر کھائے تو ایسے حالات میں پیچھے رہنا مروّت کے خلاف ہے جیسا کہ حضرت ابوبکر ؓ کے مہمانوں نے اصرار کیا تھا۔[1]

(٣٦) بَابُ الْمَرَقِ

باب: 36- شوربے کا بیان

٥٤٣٦ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ، عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ: أَنَّ خَيَّاطًا دَعَا النَّبِيَّ ﷺ لِطَعَامٍ صَنَعَهُ، فَذَهَبْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فَقَرَّبَ خُبْزَ شَعِيرٍ وَمَرَقًا فِيهِ دُبَّاءٌ وَقَدِيدٌ، فَرَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَتَتَبَّعُ الدُّبَّاءَ مِنْ حَوَالَيِ الْقَصْعَةِ، فَلَمْ أَزَلْ أُحِبُّ الدُّبَّاءَ بَعْدَ يَوْمِئِذٍ. [راجع: ٢٠٩٢]

[5436] حضرت انس بن مالک ؓ سے روایت ہے کہ ایک درزی نے نبی ﷺ کو کھانے کی دعوت دی جو اس نے خصوصی طور پر آپ کے لیے تیار کیا تھا۔ میں بھی نبی ﷺ کے ہمراہ گیا۔ اس نے جو کی روٹی اور شوربا پیش کیا جس میں کدو اور خشک گوشت تھا۔ میں نے نبی ﷺ کو دیکھا کہ آپ کدو ڈھونڈ ڈھونڈ کر کھا رہے ہیں۔ اس دن کے بعد میں بھی مسلسل کدو کو پسند کرنے لگا ہوں۔

فائدہ: اس حدیث میں شوربے کا ذکر ہے بلکہ ایک حدیث میں صراحت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم ہنڈیا پکاؤ تو اس میں شوربا زیادہ رکھو اور اپنے پڑوسی کے حصے کا پانی بھی اس میں ڈال دو۔''[2] حضرت جابر ؓ سے مروی ایک لمبی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک سو اونٹ ذبح کیے، پھر ہر اونٹ سے گوشت لے کر اسے پکایا، اس سے رسول اللہ ﷺ اور حضرت علی ؓ نے کھایا، پھر ان دونوں حضرات نے اس کا شوربا پیا۔[3]

1 فتح الباري: 696/9. 2 جامع الترمذي، الأطعمة، حديث: 1833. 3 صحيح مسلم، الحج، حديث: 2950 (1218).

(٣٧) بَابُ الْقَدِيدِ

باب: 37- خشک گوشت کا بیان

٥٤٣٧ - حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ: حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ أُتِيَ بِمَرَقَةٍ فِيهَا دُبَّاءٌ وَقَدِيدٌ، فَرَأَيْتُهُ يَتَتَبَّعُ الدُّبَّاءَ يَأْكُلُهَا. [راجع: ٢٠٩٢]

[5437] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: میں نے نبی ﷺ کو دیکھا کہ آپ کو شوربا پیش کیا گیا جس میں کدو اور خشک گوشت تھا۔ میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ کدو تلاش کر کے کھا رہے تھے۔

فائدہ: گوشت کو صاف کر کے پھر اس کے ٹکڑوں پر نمک لگا کر دھوپ میں خشک کیا جاتا ہے۔ اس خشک کیے ہوئے گوشت کو عربی زبان میں "قدید" کہتے ہیں۔ بعض خواتین گوشت کو ابال کر خشک کر لیتی ہیں پھر اسے دیر تک استعمال کیا جاتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ اور سلف صالحین خشک گوشت استعمال کرتے تھے۔ آج کل فریزر کا دور ہے، اس میں اسے محفوظ کیا جاتا ہے، پھر کئی مہینے کار آمد رہتا ہے۔

٥٤٣٨ - حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَابِسٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: مَا فَعَلَهُ إِلَّا فِي عَامٍ جَاعَ النَّاسُ، أَرَادَ أَنْ يُطْعِمَ الْغَنِيُّ الْفَقِيرَ، وَإِنْ كُنَّا لَنَرْفَعُ الْكُرَاعَ بَعْدَ خَمْسَ عَشْرَةَ، وَمَا شَبِعَ آلُ مُحَمَّدٍ [ﷺ] مِنْ خُبْزِ بُرٍّ مَأْدُومٍ ثَلَاثًا. [راجع: ٥٤٢٣]

[5438] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے کہا: آپ ﷺ نے (تین دن سے زیادہ قربانی کا گوشت رکھنے کی) ممانعت صرف اس لیے کی تھی کہ لوگ اس سال قحط زدہ تھے۔ آپ نے ارادہ کیا کہ مال دار لوگ غریبوں اور محتاجوں کو کھلائیں۔ ہم تو بکری کے پائے محفوظ کر کے رکھ لیتے تھے اور پندرہ دن بعد تک کھاتے تھے، حالانکہ حضرت محمد ﷺ کے اہل و عیال نے گندم کی روٹی سالن تین دن تک مسلسل سیر ہو کر نہیں کھائی۔

فوائد و مسائل: ① حضرت عابس رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے تین دن سے زیادہ قربانی کا گوشت کھانے سے منع فرمایا تھا؟ انھوں نے اس کے جواب میں فرمایا: ایسا صرف ایک سال ہوا تھا جب لوگ قحط زدہ تھے۔ ② بہرحال اس حدیث میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بکری کے پائے رکھ لیتی تھیں اور پندرہ دن کے بعد اسے استعمال کرتی تھیں، اس سے گوشت خشک کر کے رکھنے کا جواز ملتا ہے۔ واللہ أعلم.

(٣٨) بَابُ مَنْ نَاوَلَ أَوْ قَدَّمَ إِلَى صَاحِبِهِ عَلَى الْمَائِدَةِ شَيْئًا

باب: 38- جس نے ایک ہی دستر خوان سے کوئی چیز اٹھائی اور اپنے ساتھی کو دی یا اس کے سامنے رکھی

قَالَ: وَقَالَ ابْنُ الْمُبَارَكِ: لَا بَأْسَ أَنْ يُنَاوِلَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا، وَلَا يُنَاوِلُ مِنْ هٰذِهِ الْمَائِدَةِ إِلَى مَائِدَةٍ أُخْرَى.

ابن مبارک نے کہا: ایک دستر خوان سے کسی دوسرے کو چیز دینے میں کوئی حرج نہیں، البتہ ایک دستر خوان سے دوسرے دستر خوان والوں کو کوئی چیز نہ دے۔

وضاحت: ایک دستر خوان میں تمام شرکاء برابر کے شریک ہوتے ہیں، اگر کوئی شخص کوئی چیز اٹھا کر دوسرے کو دیتا ہے تو کوئی حرج نہیں، البتہ دوسرے دستر خوان والوں کو دینا جائز نہیں کیونکہ وہ اس میں شریک نہیں ہیں۔ واللہ اعلم۔

٥٤٣٩ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِاللهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ: أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ: إِنَّ خَيَّاطًا دَعَا رَسُولَ اللهِ ﷺ لِطَعَامٍ صَنَعَهُ، قَالَ أَنَسٌ: فَذَهَبْتُ مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ إِلَى ذٰلِكَ الطَّعَامِ فَقَرَّبَ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ خُبْزًا مِنْ شَعِيرٍ، وَمَرَقًا فِيهِ دُبَّاءٌ وَقَدِيدٌ. قَالَ أَنَسٌ: فَرَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَتَتَبَّعُ الدُّبَّاءَ مِنْ حَوْلِ الْقَصْعَةِ، فَلَمْ أَزَلْ أُحِبُّ الدُّبَّاءَ مِنْ يَوْمِئِذٍ.

[5439] حضرت انس ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ ایک درزی نے رسول اللہ ﷺ کو کھانے کی دعوت دی جو اس نے خصوصی طور پر آپ کے لیے تیار کیا تھا۔ حضرت انس ؓ نے کہا کہ میں بھی رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اس دعوت پر گیا۔ اس نے رسول اللہ ﷺ کو جو کی روٹی اور شوربا پیش کیا جس میں کدو اور خشک گوشت تھا۔ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ پیالے میں سے کدو ڈھونڈ رہے تھے۔ میں اس دن سے مسلسل کدو کو پسند کرنے لگا ہوں۔

وَقَالَ ثُمَامَةُ عَنْ أَنَسٍ: فَجَعَلْتُ أَجْمَعُ الدُّبَّاءَ بَيْنَ يَدَيْهِ. [راجع: ٢٠٩٢]

ثمامہ کی روایت میں یہ الفاظ زائد ہیں کہ حضرت انس ؓ نے فرمایا: میں کدو جمع کر کے آپ کے سامنے رکھتا تھا۔

فائدہ: ثمامہ کی روایت سے امام بخاری ؒ نے قائم کردہ عنوان ثابت کیا ہے کہ ایک دستر خوان والے دوسرے شخص کو جو اس دستر خوان پر بیٹھا ہو کھانا اٹھا کر دے سکتا ہے، خواہ کھانا ایک برتن میں ہو یا علیحدہ علیحدہ برتنوں میں، مگر جس کو کھانا دیا جائے اس کی مرضی اور چاہت کا ہونا بھی ضروری ہے کیونکہ اگر کسی کا پیٹ بھر گیا ہو تو اسے مزید کوئی چیز اٹھا کر دینا اس پر زیادتی کرنا ہے، اس کی اجازت کے بغیر ایسا کرنا درست نہیں ہے۔ واللہ أعلم۔

(٣٩) بَابُ الْقِثَّاءِ بِالرُّطَبِ

باب: 39- ککڑی کے ساتھ تازہ کھجور ملا کر کھانا

٥٤٤٠ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ: حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ ابْنِ جَعْفَرِ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا

[5440] حضرت عبداللہ بن جعفر بن ابو طالب ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ککڑی کے ساتھ تازہ کھجور ملا کر کھاتے دیکھا ہے۔

قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَأْكُلُ الرُّطَبَ بِالْقِثَّاءِ. [انظر: ٥٤٤٧، ٥٤٤٩]

فائدہ: تازہ کھجور، ککڑی کے ساتھ ملا کر کھانے میں یہ حکمت ہے کہ کھجور کا مزاج گرم خشک ہے اور ککڑی، سرد اور تر مزاج رکھتی ہے، ایسا کرنے میں ایک دوسرے کی مصلح ہو جاتی ہیں، یعنی کھجور کی گرمی، ککڑی کی ٹھنڈک سے ختم ہو جاتی ہے اور مزاج میں اعتدال آجاتا ہے، چنانچہ بعض روایات میں ہے کہ ایک کی گرمی سے دوسرے کی ٹھنڈک ختم ہو جاتی ہے۔[1]

(٤٠) بَابٌ

باب:40- بلاعنوان

وضاحت: یہ باب بلاعنوان ہے، البتہ ہمارے برصغیر کے درسی نسخوں میں اس باب کا عنوان حسب ذیل ہے: [باب الحشف] ''ردی کھجور کا بیان۔'' لیکن حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ صحیح بخاری کی تمام روایات میں یہ باب ''بلاعنوان'' ہے۔[2]

٥٤٤١ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ عَبَّاسٍ الْجُرَيْرِيِّ، عَنْ أَبِي عُثْمَانَ قَالَ: تَضَيَّفْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ سَبْعًا، فَكَانَ هُوَ وَامْرَأَتُهُ وَخَادِمُهُ يَعْتَقِبُونَ اللَّيْلَ أَثْلَاثًا، يُصَلِّي هٰذَا ثُمَّ يُوقِظُ هٰذَا، وَسَمِعْتُهُ يَقُولُ: قَسَمَ رَسُولُ اللهِ ﷺ بَيْنَ أَصْحَابِهِ تَمْرًا فَأَصَابَنِي سَبْعُ تَمَرَاتٍ إِحْدَاهُنَّ حَشَفَةٌ. [راجع: ٥٤١١]

[5441] حضرت ابو عثمان سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں سات دن تک حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا مہمان رہا۔ وہ، ان کی اہلیہ اور ان کے خادم نے شب بیداری کے لیے باری مقرر کر رکھی تھی۔ رات کے ایک تہائی حصے میں ایک صاحب نماز پڑھتے، پھر وہ دوسرے کو بیدار کر دیتے۔ میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: رسول اللہ ﷺ نے ایک مرتبہ اپنے صحابہ میں کھجوریں تقسیم کیں تو میرے حصے میں سات کھجوریں آئیں جن میں ایک خراب تھی۔

٥٤٤١ م - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ زَكَرِيَّا عَنْ عَاصِمٍ، عَنْ أَبِي عُثْمَانَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: قَسَمَ النَّبِيُّ ﷺ بَيْنَنَا تَمْرًا فَأَصَابَنِي مِنْهُ خَمْسٌ، أَرْبَعُ تَمْرٍ وَحَشَفَةٌ، ثُمَّ رَأَيْتُ الْحَشَفَةَ هِيَ أَشَدُّهُنَّ لِضِرْسِي. [راجع: ٥٤١١]

[5441] (م) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ہم میں کھجوریں تقسیم کیں تو مجھے ان میں سے پانچ کھجوریں ملیں، چار تو اچھی تھیں لیکن ایک خراب تھی جو میرے دانتوں کے چبانے میں بہت سخت تھی۔

فوائد و مسائل: ① حشفہ وہ ردی قسم کی کھجور ہے جو درخت کے اوپر نہیں پکتی بلکہ خشک ہو کر جلدی گر جاتی ہے۔ ② اس

---

① عمدة القاري:14/439. ② فتح الباري:9/698.

سے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے گزر اوقات کا پتا چلتا ہے کہ وہ کھجوروں پر قناعت کرتے تھے، وہ بھی معمولی اور تعداد میں کم۔ بعض اوقات ان میں ردی قسم کی کھجوریں بھی آجاتی تھیں۔ ③ ایک روایت میں پانچ کھجوروں کا ذکر ہے جبکہ دوسری حدیث میں ہے کہ سات کھجوریں ملیں لیکن ان میں کوئی تضاد نہیں ہے کیونکہ ایک عدد دوسرے کے منافی نہیں ہوتا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ پہلی مرتبہ پانچ کھجوریں ملی ہوں جب ان سے کچھ بچ گئیں تو دو، دو مزید دی گئیں۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ دو مختلف اوقات میں دو واقعات ہوں، ایک دفعہ پانچ پانچ دی گئیں اور دوسری دفعہ سات سات حصے میں آئیں۔ ④ ان احادیث سے سرکاری سطح پر راشن کی تقسیم کا طریق کار بھی ثابت ہوا کہ راشن اچھا ہو یا ردی، اسے برابر برابر سب میں تقسیم کرنا چاہیے۔ لیکن آج کل بددیانتی اور اقرباء پروری کا دور دورہ ہے، اس لیے صحیح تقسیم نہ ہونے کے باعث اللہ تعالیٰ کی مخلوق بہت پریشان ہے۔ والله المستعان.

(٤١) بَابُ الرُّطَبِ وَالتَّمْرِ

باب: 41- تازہ اور خشک کھجور کا بیان

وَقَوْلِ اللهِ تَعَالَى: ﴿وَهُزِّيَ إِلَيْكِ بِجِذْعِ ٱلنَّخْلَةِ تُسَٰقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا﴾ [مريم: ٢٥]

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''(اے مریم!) تم اپنی طرف کھجور کی شاخ کو ہلاؤ تو تم پر تازہ کھجوریں گریں گی۔''

وضاحت: آیت کریمہ میں تازہ کھجور کا ذکر ہے، اس لیے امام بخاری رحمہ اللہ نے اس آیت کریمہ کا حوالہ دیا ہے۔ سیدہ مریم علیہا السلام حالت زچگی میں کھجور کے نیچے غمگین اور پریشان بیٹھی تھیں اور آپ کو زچگی کی تکلیف بھی تھی، ایسے حالات میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو اطمینان دلایا اور تازہ کھجوروں سے ان کی ضیافت فرمائی، نیز اطباء نے لکھا ہے کہ زچگی کے دوران میں تازہ کھجور کا استعمال انتہائی مفید ثابت ہوتا ہے۔

٥٤٤٢ - وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ مَنْصُورِ بْنِ صَفِيَّةَ: حَدَّثَتْنِي أُمِّي، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: تُوُفِّيَ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَقَدْ شَبِعْنَا مِنَ الْأَسْوَدَيْنِ: التَّمْرِ وَالْمَاءِ.

[راجع: ٥٣٨٣]

[5442] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوگئی اور ہم کھجور اور پانی ہی سے پیٹ بھرتے تھے۔

فوائد و مسائل: ① اہل حجاز کی پسندیدہ غذا کھجوریں تھیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''جس گھر میں کھجور نہ ہو اس کے رہنے والے بھوکے رہتے ہیں۔''[1] ② اس حدیث میں کھجور اور پانی کو ''اسودین'' کہا گیا ہے۔ کھجور تو سیاہ ہوتی ہے، البتہ پانی کو تغلیب کی بنا پر سیاہ کہا گیا ہے جیسا کہ والدین کو أَبَوَيْن اور سورج و چاند کو قَمَرَيْن کہا جاتا ہے۔

---

[1] جامع الترمذي، الأطعمة، حديث: 1815.

٥٤٤٣ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ: حَدَّثَنَا أَبُو غَسَّانَ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو حَازِمٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي رَبِيعَةَ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: كَانَ بِالْمَدِينَةِ يَهُودِيٌّ وَكَانَ يُسْلِفُنِي فِي تَمْرِي إِلَى الْجِذَاذِ، وَكَانَتْ لِجَابِرٍ الْأَرْضُ الَّتِي بِطَرِيقِ رُومَةَ فَجَلَسَتْ فَخَلَا عَامًا فَجَاءَنِي الْيَهُودِيُّ عِنْدَ الْجِذَاذِ وَلَمْ أَجُذَّ مِنْهَا شَيْئًا، فَجَعَلْتُ أَسْتَنْظِرُهُ إِلَى قَابِلٍ فَيَأْبَى، فَأُخْبِرَ بِذٰلِكَ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ لِأَصْحَابِهِ: «امْشُوا نَسْتَنْظِرْ لِجَابِرٍ مِنَ الْيَهُودِيِّ»، فَجَاؤُنِي فِي نَخْلِي، فَجَعَلَ النَّبِيُّ ﷺ يُكَلِّمُ الْيَهُودِيَّ فَيَقُولُ: أَبَا الْقَاسِمِ، لَا أُنْظِرُهُ، فَلَمَّا رَأَى النَّبِيُّ ﷺ قَامَ فَطَافَ فِي النَّخْلِ ثُمَّ جَاءَهُ فَكَلَّمَهُ فَأَبَى فَقُمْتُ فَجِئْتُ بِقَلِيلِ رُطَبٍ فَوَضَعْتُهُ بَيْنَ يَدَيِ النَّبِيِّ ﷺ فَأَكَلَ ثُمَّ قَالَ: «أَيْنَ عَرِيشُكَ يَا جَابِرُ؟» فَأَخْبَرْتُهُ فَقَالَ: «افْرُشْ لِي فِيهِ»، فَفَرَشْتُهُ فَدَخَلَ فَرَقَدَ ثُمَّ اسْتَيْقَظَ فَجِئْتُهُ بِقَبْضَةٍ أُخْرَى فَأَكَلَ مِنْهَا ثُمَّ قَامَ فَكَلَّمَ الْيَهُودِيَّ فَأَبَى عَلَيْهِ، فَقَامَ فِي الرِّطَابِ فِي النَّخْلِ الثَّانِيَةَ ثُمَّ قَالَ: «يَا جَابِرُ، جُذَّ وَاقْضِ». فَوَقَفَ فِي الْجِذَاذِ فَجَذَذْتُ مِنْهَا مَا قَضَيْتُهُ وَفَضَلَ مِنْهُ، فَخَرَجْتُ حَتَّى جِئْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَبَشَّرْتُهُ فَقَالَ: «أَشْهَدُ أَنِّي رَسُولُ اللهِ».

[5443] حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ مدینہ طیبہ میں ایک یہودی تھا جو کھجوروں کی تیاری تک مجھے قرض دیا کرتا تھا۔ رومہ کے راستے میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی زمین تھی، ایک سال کھجور کے باغات پھل نہ لائے۔ کھجوریں توڑنے کے موسم میں یہودی میرے پاس آیا جبکہ میں نے کھجوروں سے کچھ نہ توڑا تھا، چنانچہ میں نے اس سے دوسرے سال تک مہلت طلب کی لیکن اس نے انکار کر دیا۔ نبی ﷺ کو یہ اطلاع ملی تو آپ نے اپنے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا: ''چلو، یہودی سے جابر کے لیے مزید مہلت طلب کریں۔'' وہ کھجوروں کے باغ میں میرے پاس تشریف لائے، نبی ﷺ نے یہودی سے گفتگو کی تو وہ کہنے لگا: ابوالقاسم! میں اسے مزید مہلت نہیں دوں گا۔ جب نبی ﷺ نے اس صورت حال کو دیکھا تو وہاں سے اٹھ کھڑے ہوئے اور باغ کا چکر لگایا، پھر یہودی کے پاس آ کر اس سے بات چیت کی تو اس نے پھر انکار کر دیا۔ اس دوران میں میں اٹھا اور تھوڑی سی تازہ کھجوریں لا کر نبی ﷺ کے آگے رکھ دیں۔ آپ ﷺ نے انھیں تناول فرمایا، اس کے بعد مجھے کہنے لگے: ''اے جابر! تمھاری جھونپڑی کہاں ہے؟'' میں نے اس کی نشاندہی کی تو فرمایا: ''وہاں میرے لیے ایک بستر بچھا دو۔'' میں نے وہاں ایک بستر لگا دیا۔ آپ ﷺ وہاں گئے اور محو استراحت ہوئے۔ جب بیدار ہوئے تو میں نے پھر مٹھی بھر کھجوریں آپ کو پیش کیں، آپ نے ان میں سے کچھ کھائیں، پھر کھڑے ہوئے اور یہودی سے گفتگو کی لیکن اس نے پھر بھی انکار کر دیا۔ آپ ﷺ دوسری مرتبہ تازہ کھجوروں کے باغ میں کھڑے ہوئے، پھر فرمایا: ''اے جابر! ان کو خوشوں سے الگ کر کے اپنا قرض ادا کرو۔'' چنانچہ آپ باڑے میں کھڑے ہو گئے اور میں نے

باغ میں سے اتنی کھجوریں توڑ لیں جن سے میں نے قرض ادا کر دیا اور اس میں سے کچھ کھجوریں بچ گئیں۔ پھر میں وہاں سے روانہ ہوا اور نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ بشارت دی تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''میں گواہی دیتا ہوں کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔''

عَرْشٌ وَعَرِيشٌ: بِنَاءٌ. وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: مَعْرُوشَاتٍ: مَا يُعَرَّشُ مِنَ الْكُرُومِ وَغَيْرِ ذٰلِكَ، يُقَالُ: عُرُوشُهَا، أَبْنِيَتُهَا.

(امام بخاری ؒ نے فرمایا:) عرش اور عریش، عمارت کی چھت کو کہتے ہیں۔ حضرت ابن عباس ؓ نے فرمایا: معروشات سے مراد انگور وغیرہ کی چھتیں ہیں۔ اور عُرُوشُهَا سے مراد بھی چھتیں ہیں۔

قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ: قَالَ أَبُو جَعْفَرٍ: قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ: فَخَلَا لَيْسَ عِنْدِي مُقَيَّدًا، ثُمَّ قَالَ: فَجَلَّى لَيْسَ فِيهِ شَكٌّ.

محمد بن اسماعیل (امام بخاری ؒ) نے کہا: اس حدیث میں فَخَلَا کا لفظ میرے نزدیک مضبوط نہیں بلکہ میرے نزدیک بلاشک و شبہ یہ لفظ نخلًا ہے، یعنی وہ باغ ایک سال کھجوروں کا پھل لانے سے بیٹھ گیا۔

فوائد و مسائل: ① اس حدیث کی وضاحت ہم کسی دوسرے مقام پر کر چکے ہیں۔ حضرت جابر ؓ نے تمام کھجوریں توڑ لیں اور ان کے ڈھیر لگا دیے۔ رسول اللہ ﷺ ایک ڈھیر پر بیٹھ گئے اور حضرت جابر ؓ سے فرمایا: ''وزن کر کے یہودی کا قرض ادا کرو۔'' چنانچہ رسول اللہ ﷺ کی دعاؤں کی برکت سے سارا قرض اتر گیا اور بہت سی کھجوریں بچ گئیں۔ ② اس حدیث میں تازہ اور خشک کھجوروں کا ذکر ہے، اس لیے امام بخاری ؒ نے اس حدیث کا حوالہ دیا ہے۔ واللہ أعلم.

(٤٢) بَابُ أَكْلِ الْجُمَّارِ

باب: 42- کھجور کے درخت کا گودا کھانا

وضاحت: کھجور کے درخت کی آخری ٹہنیوں کے درمیان ایک گودا ہوتا ہے جس سے گوندھے ہوئے آٹے کی مہک آتی ہے، اسے عربی میں جمّار کہتے ہیں۔ یہ کھانے میں بہت لذیذ اور مزیدار ہوتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اسے کھایا جیسا کہ آئندہ حدیث سے معلوم ہوگا۔

٥٤٤٤ - حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ: حَدَّثَنَا أَبِي: حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ: حَدَّثَنِي مُجَاهِدٌ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا

[5444] حضرت عبداللہ بن عمر ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: ایک مرتبہ ہم نبی ﷺ کی خدمت میں موجود تھے کہ آپ کے پاس کھجور کا گودا لایا گیا۔ نبی ﷺ نے فرمایا:

قَالَ: بَيْنَا نَحْنُ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ جُلُوسٌ إِذْ أُتِيَ بِجُمَّارِ نَخْلَةٍ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «إِنَّ مِنَ الشَّجَرِ لَمَا بَرَكَتُهُ كَبَرَكَةِ الْمُسْلِمِ». فَظَنَنْتُ أَنَّهُ يَعْنِي النَّخْلَةَ، فَأَرَدْتُ أَنْ أَقُولَ: هِيَ النَّخْلَةُ يَا رَسُولَ اللهِ، ثُمَّ الْتَفَتُّ فَإِذَا أَنَا عَاشِرُ عَشَرَةٍ أَنَا أَحْدَثُهُمْ فَسَكَتُّ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «هِيَ النَّخْلَةُ». [راجع: ٦١]

''درختوں میں سے ایک درخت ایسا ہے جس کی برکت، مسلمان کی برکت جیسی ہے۔'' میں نے خیال کیا کہ آپ کا اشارہ کھجور کے درخت کی طرف ہے۔ میں نے سوچا کہ کہہ دوں: اللہ کے رسول! یہ کھجور کا درخت ہے، لیکن جب میں نے ادھر ادھر دیکھا تو مجلس میں میرے علاوہ نو آدمی اور تھے اور میں ان سب سے چھوٹا تھا، اس لیے میں خاموش رہا۔ پھر نبی ﷺ نے فرمایا: ''وہ درخت کھجور کا ہے۔''

فوائد ومسائل: ① اس حدیث میں جمار کے کھانے کا ذکر نہیں ہے، امام بخاری رحمہ اللہ نے عنوان کے ذریعے سے اس روایت کی طرف اشارہ کیا ہے جس میں کھانے کی صراحت ہے، چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس موجود تھا جبکہ آپ جمار کھا رہے تھے اور آپ نے فرمایا: ''درختوں میں ایک درخت مومن آدمی کی طرح ہے۔''[1] ② واقعی کھجور کے درخت کا ہر ہر جز اسی طرح نفع بخش ہے جس طرح مومن آدمی کی ذات، صفات، افعال اور اقوال سب نفع مند ہیں۔ یہ درخت ظاہری طور پر مسلمان سے مشابہت رکھتا ہے، چنانچہ کھجور کا سر کاٹ دیا جائے تو وہ آدمی کی طرح ختم ہو جاتی ہے جبکہ باقی درخت ختم نہیں ہوتے بلکہ از سر نو ہرے بھرے ہو جاتے ہیں۔ واللہ أعلم.

(٤٣) بَابُ الْعَجْوَةِ

باب: 43- عجوہ کھجور کا بیان

٥٤٤٥ - حَدَّثَنَا جُمْعَةُ بْنُ عَبْدِ اللهِ: حَدَّثَنَا مَرْوَانُ: أَخْبَرَنَا هَاشِمُ بْنُ هَاشِمٍ: أَخْبَرَنَا عَامِرُ ابْنُ سَعْدٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ تَصَبَّحَ كُلَّ يَوْمٍ سَبْعَ تَمَرَاتٍ عَجْوَةٍ لَمْ يَضُرَّهُ فِي ذٰلِكَ الْيَوْمِ سُمٌّ وَلَا سِحْرٌ». [انظر: ٥٧٦٨، ٥٧٦٩، ٥٧٧٩]

[5445] حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے ہر دن صبح کے وقت سات عجوہ کھجوریں کھا لیں اسے اس روز زہر یا جادو نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔''

فوائد ومسائل: ① عجوہ کھجور سیاہی مائل ہوتی ہے۔ یہ تمام کھجوروں میں عمدہ قسم ہے اور مدینہ طیبہ میں پائی جاتی ہے۔ اسے نہار منہ کھانے سے مذکورہ فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ اس کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے دعا کی تھی، اس لیے دعا کی برکت سے یہ تاثیر پائی جاتی ہے۔ اس کی کوئی ذاتی خصوصیت نہیں۔[2] ② اس حدیث کے دیگر فوائد کتاب الطب میں بیان ہوں گے۔ باذن اللہ تعالیٰ.

---

[1] صحيح البخاري، البيوع، حديث: 2209. [2] عمدة القاري: 446/14.

(٤٤) بَابُ الْقِرَانِ فِي التَّمْرِ

٥٤٤٦ - حَدَّثَنَا آدَمُ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ: حَدَّثَنَا جَبَلَةُ بْنُ سُحَيْمٍ قَالَ: أَصَابَنَا عَامُ سَنَةٍ مَعَ ابْنِ الزُّبَيْرِ فَرَزَقَنَا تَمْرًا، فَكَانَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ يَمُرُّ بِنَا - وَنَحْنُ نَأْكُلُ - وَيَقُولُ: لَا تُقَارِنُوا، فَإِنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَى عَنِ الْقِرَانِ، ثُمَّ يَقُولُ: إِلَّا أَنْ يَسْتَأْذِنَ الرَّجُلُ أَخَاهُ. قَالَ شُعْبَةُ: الْإِذْنُ مِنْ قَوْلِ ابْنِ عُمَرَ. [راجع: ٢٤٥٥]

باب: 44- دو کھجوروں کو ایک ساتھ ملا کر کھانا

[5446] حضرت جبلہ بن سحیم سے روایت ہے، انھوں نے کہا: ہمیں ایک سال حضرت عبداللہ بن زبیر ؓ کے ساتھ قحط کا سامنا کرنا پڑا۔ انھوں نے راشن کے طور پر ہمیں کھجوریں دیں۔ جب ہم کھجوریں کھا رہے ہوتے اور حضرت عبداللہ بن عمر ؓ ہمارے پاس سے گزرتے تو کہتے: دو کھجوریں ایک ساتھ ملا کر نہ کھاؤ کیونکہ نبی ﷺ نے دو کھجوریں ایک ساتھ ملا کر کھانے سے منع کیا ہے، پھر حضرت ابن عمر ؓ فرماتے مگر اس صورت میں کہ کھانے والا اپنے ساتھی سے اجازت لے لے۔ شعبہ نے کہا کہ حدیث میں اجازت والا ٹکڑا حضرت ابن عمر ؓ کا قول ہے۔

فائدہ: حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جب ایک دسترخوان پر چند ساتھی کھجوریں کھائیں تو ایک ایک کھجور کھائیں، دو، دو یا تین تین ایک ساتھ ملا کر نہ کھائیں۔ اگر ساتھیوں سے اجازت حاصل کر لی جائے تو پھر کوئی حرج نہیں۔ ان کی اجازت کے بغیر دو، دو کھجوریں ملا کر ایک ساتھ کھانا جائز نہیں۔ اگر قرائن سے معلوم ہو جائے کہ وہ اس طرح کھانے کو برا محسوس نہیں کریں گے تو جائز ہے۔ اگر کوئی اکیلا کھا رہا ہے تو اسے اجازت ہے جس طرح چاہے کھا سکتا ہے۔ واللہ أعلم.

(٤٥) بَابُ الْقِثَّاءِ

٥٤٤٧ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ: حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ جَعْفَرٍ قَالَ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَأْكُلُ الرُّطَبَ بِالْقِثَّاءِ. [راجع: ٥٤٤٠]

باب: 45- ککڑی کھانے کا بیان

[5447] حضرت عبداللہ بن جعفر ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں نے نبی ﷺ کو دیکھا کہ آپ تازہ کھجوریں ککڑی کے ساتھ ملا کر کھا رہے تھے۔

فائدہ: حضرت عائشہ ؓ کا بیان ہے کہ میں دبلی پتلی تھی۔ میری والدہ نے مجھے فربہ کرنے کے لیے بہت علاج کیا لیکن میں جوں کی توں رہی، حتی کہ میں نے تازہ کھجوریں، ککڑی کے ساتھ ملا کر کھانا شروع کیں تو میرا دبلا پن جاتا رہا۔ ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ علاج تجویز کیا تھا اور حضرت عائشہ ؓ کے والدین کو کہا تھا کہ وہ تازہ کھجوریں، ککڑی کے ساتھ ملا

کر کھلائیں۔[1] بہر حال ان احادیث سے ککڑی کھانے کا جواز ملتا ہے۔ واللہ أعلم.

(٤٦) بَابُ بَرَكَةِ النَّخْلَةِ

باب: 46- کھجور کے درخت کی برکت کا بیان

٥٤٤٨ - حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ طَلْحَةَ عَنْ زُبَيْدٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «مِنَ الشَّجَرِ شَجَرَةٌ تَكُونُ مِثْلَ الْمُسْلِمِ، وَهِيَ النَّخْلَةُ». [راجع: ٦١]

[5448] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، وہ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ''درختوں میں سے ایک درخت مسلمان جیسا ہے اور وہ کھجور کا درخت ہے۔''

فوائد ومسائل: ① امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث کو انتہائی اختصار کے ساتھ بیان کیا ہے۔ اس کی تفصیل پہلے کئی ایک مقام پر گزر چکی ہے۔ ② واقعی کھجور کے درخت میں بڑی برکت ہے۔ اس کا کوئی جز بھی فائدے سے خالی نہیں ہے۔ اس کے پتے، پھل، تنا اور جڑیں ہر چیز کار آمد ہے جس طرح مومن آدمی کی ذات وصفات سے برکت وابستہ ہے، اس کے اقوال وافعال سب نفع بخش ہیں۔ ③ کھجور کی گٹھلیوں سے ایک معجون تیار کیا جاتا ہے جو انتہائی مقوی باہ ہوتا ہے، الغرض اللہ تعالیٰ کی طرف سے کھجور کے درخت میں بہت خیر وبرکت ہے۔ واللہ المستعان.

(٤٧) بَابُ جَمْعِ اللَّوْنَيْنِ أَوِ الطَّعَامَيْنِ بِمَرَّةٍ

باب: 47- ایک ہی وقت میں دو رنگ کے پھلوں یا دو قسم کے کھانوں کو جمع کرنا

٥٤٤٩ - حَدَّثَنَا ابْنُ مُقَاتِلٍ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ: أَخْبَرَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ ابْنِ جَعْفَرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَأْكُلُ الرُّطَبَ بِالْقِثَّاءِ. [راجع: ٥٤٤٠]

[5449] حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ککڑی کے ساتھ تازہ کھجوریں ملا کر کھاتے ہوئے دیکھا ہے۔

فوائد ومسائل: ① طبرانی کی ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک برتن لایا گیا جس میں دودھ اور شہد تھا تو آپ نے فرمایا: ''دو سالن ایک برتن میں، میں نہ تو اسے کھاتا ہوں اور نہ انھیں حرام ہی کرتا ہوں۔''[2] امام بخاری رحمہ اللہ نے اس عنوان اور پیش کردہ حدیث سے اس حدیث کے ضعف کی طرف اشارہ کیا ہے۔[3] ② اس حدیث سے دو پھلوں کو بیک وقت کھانا اور دو کھانوں کو ایک وقت میں جمع کرنے کا جواز ملتا ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ کھانے کی اشیاء میں وسعت کی جا سکتی ہے بشرطیکہ فضول خرچی اور نمود ونمائش کا شائبہ نہ ہو۔ ہمارے بعض اسلاف سے جو اس کی کراہت منقول ہے وہ اسی امر پر محمول ہوگی کہ اسے

---

1 فتح الباري: 710/9. 2 المعجم الأوسط للطبراني، رقم: 7404. 3 فتح الباري: 710/9.

بطور عادت اختیار نہ کیا جائے۔ واللہ أعلم.

(٤٨) بَابُ مَنْ أَدْخَلَ الضِّيفَانَ عَشَرَةً عَشَرَةً، وَالْجُلُوسِ عَلَى الطَّعَامِ عَشَرَةً عَشَرَةً

باب: 48- دس، دس مہمانوں کو بلانا اور دس، دس ہی کو کھانے کے لیے بٹھانا

وضاحت: جگہ کی قلت کی بنا پر مہمانوں کی تعداد کو کم وبیش کیا جا سکتا ہے، اسی طرح قلت طعام کی وجہ سے کم وبیش مہمانوں کی ضیافت کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

٥٤٥٠ - حَدَّثَنِي الصَّلْتُ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنِ الْجَعْدِ أَبِي عُثْمَانَ، عَنْ أَنَسٍ وَعَنْ هِشَامٍ، عَنْ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَنَسٍ، وَعَنْ سِنَانٍ أَبِي رَبِيعَةَ عَنْ أَنَسٍ: أَنَّ أُمَّ سُلَيْمٍ - أُمَّهُ - عَمَدَتْ إِلَى مُدٍّ مِنْ شَعِيرٍ جَشَّتْهُ وَجَعَلَتْ مِنْهُ خَطِيفَةً وَعَصَرَتْ عُكَّةً عِنْدَهَا، ثُمَّ بَعَثَتْنِي إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَأَتَيْتُهُ - وَهُوَ فِي أَصْحَابِهِ - فَدَعَوْتُهُ، قَالَ: «وَمَنْ مَعِيَ»، فَجِئْتُ فَقُلْتُ: إِنَّهُ يَقُولُ: «وَمَنْ مَعِيَ»، فَخَرَجَ إِلَيْهِ أَبُو طَلْحَةَ قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّمَا هُوَ شَيْءٌ صَنَعَتْهُ أُمُّ سُلَيْمٍ، فَدَخَلَ فَجِيءَ بِهِ وَقَالَ: «أَدْخِلْ عَلَيَّ عَشَرَةً»، فَأُدْخِلُوا فَأَكَلُوا حَتَّى شَبِعُوا، ثُمَّ قَالَ: «أَدْخِلْ عَلَيَّ عَشَرَةً» فَدَخَلُوا فَأَكَلُوا حَتَّى شَبِعُوا ثُمَّ قَالَ أَدْخِلْ عَلَيَّ عَشَرَةً حَتَّى عَدَّ أَرْبَعِينَ، ثُمَّ أَكَلَ النَّبِيُّ ﷺ ثُمَّ قَامَ، فَجَعَلْتُ أَنْظُرُ هَلْ نَقَصَ مِنْهَا شَيْءٌ؟. [راجع: ٤٢٢]

[5450] حضرت انس ؓ سے روایت ہے کہ ان کی والدہ ام سلیم ؓ نے ایک مُدّ جو لیے اور ان کو دل کر دلیا بنایا، پھر اسے دودھ میں پکایا، اس کے بعد اس پکوان پر کپی سے گھی نچوڑا۔ پھر مجھے انھوں نے نبی ﷺ کے پاس بھیجا۔ جب میں آپ کے پاس آیا تو آپ صحابۂ کرام ؓ میں تشریف فرما تھے۔ میں نے آپ کو دعوت دی تو آپ نے فرمایا: ''میرے ساتھی بھی ہیں۔'' میں نے (جلدی) آ کر اہل خانہ کو اطلاع کی کہ آپ نے فرمایا: ''میرے ساتھی بھی ہیں۔'' یہ سن کر حضرت ابوطلحہ ؓ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی: اللہ کے رسول! کھانا تھوڑا سا ہے جو ام سلیم ؓ نے تیار کیا ہے، چنانچہ آپ ﷺ گھر تشریف لائے تو وہ کھانا آپ کو پیش کر دیا گیا۔ آپ نے فرمایا: ''دس صحابہ کو بلاؤ۔'' چنانچہ وہ آئے اور انھوں نے پیٹ بھر کر کھایا آپ نے پھر فرمایا: ''دس اور بلاؤ۔'' وہ آئے، انھوں نے کھانا کھایا حتی کہ وہ سیر ہو گئے۔ آپ نے پھر فرمایا: ''دس مزید بلاؤ۔'' یہاں تک کہ چالیس آدمی شمار کیے۔ آخر میں نبی ﷺ نے کھانا تناول فرمایا پھر اٹھ کر تشریف لے گئے۔ (حضرت انس ؓ نے کہا کہ) میں کھانے کو دیکھتا رہا آیا اس سے کوئی چیز کم ہوئی ہے؟

فوائد ومسائل: ① رسول اللہ ﷺ نے دس، دس آدمیوں کو بلایا کیونکہ کھانا پیالے میں تھا، اس میں دس سے زیادہ لوگ نہیں

کھا سکتے تھے۔ ② اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اکٹھے کھانے میں برکت ہے۔ اس میں رسول اللہ ﷺ کا معجزہ ہے کہ ایک آدمی کے لیے تیار کیا گیا کھانا چالیس آدمیوں نے کھایا اور وہ سب اس سے خوب سیر ہوئے لیکن کھانا ذرہ بھر بھی کم نہ ہوا۔ ③ بہرحال اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ جگہ کی قلت کے پیش نظر مدعوین کو گروہوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے اور کم و بیش کر کے کھانے پر بلایا جاسکتا ہے۔[1]

(٤٩) بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنَ الثُّومِ وَالْبُقُولِ

باب: 49- لہسن اور دیگر وہ ترکاریاں جو مکروہ ہیں

فِيهِ ابْنُ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

اس کراہت کے متعلق حضرت ابن عمر ؓ سے ایک روایت ہے جو انھوں نے نبی ﷺ سے بیان کی ہے۔

وضاحت: حضرت ابن عمر ؓ سے مروی اس حدیث کو امام بخاری ؒ نے متصل سند سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے غزوۂ خیبر کے موقع پر فرمایا تھا: ”جو شخص یہ لہسن کھائے وہ ہماری مسجد کے قریب نہ آئے۔“[2]

٥٤٥١ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ قَالَ: قِيلَ لِأَنَسٍ: مَا سَمِعْتَ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ فِي الثُّومِ؟ فَقَالَ: «مَنْ أَكَلَ فَلَا يَقْرَبَنَّ مَسْجِدَنَا». [راجع: ٨٥٦]

[5451] حضرت انس ؓ سے روایت ہے، ان سے سوال ہوا کہ آپ نے لہسن کے متعلق نبی ﷺ سے کیا فرمان سنا ہے؟ تو انھوں نے کہا کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ”جو لہسن کھائے وہ ہماری مسجد کے قریب نہ آئے۔“

٥٤٥٢ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ: حَدَّثَنَا أَبُو صَفْوَانَ عَبْدُ اللهِ بْنُ سَعِيدٍ: أَخْبَرَنَا يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: حَدَّثَنِي عَطَاءٌ: أَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا زَعَمَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: «مَنْ أَكَلَ ثُومًا أَوْ بَصَلًا فَلْيَعْتَزِلْنَا أَوْ لِيَعْتَزِلْ مَسْجِدَنَا». [راجع: ٨٥٤]

[5452] حضرت جابر بن عبداللہ ؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”جو شخص لہسن یا پیاز کھائے وہ ہم سے علیحدہ رہے۔“ یا فرمایا: ”وہ ہماری مسجد سے الگ رہے۔“

فائدہ: ان احادیث میں اگرچہ لہسن یا پیاز کا ذکر ہے، تاہم ہر وہ ترکاری جس سے منہ میں ناگوار بو پیدا ہوتی ہو اس کا استعمال منع ہے جیسا کہ مولی وغیرہ ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مسجد میں فرشتے ہوتے ہیں وہ بدبودار اشیاء سے تنگ ہوتے ہیں بلکہ بعض اوقات خود نمازی بھی اس بو سے تنگ پڑ جاتے ہیں۔ اگر کسی طریقے سے ان کی بو ختم کر دی جائے تو انھیں استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں جیسا کہ حدیث میں ہے کہ اگر انھیں پکا کر ان کی ناگوار بو ختم کر دی جائے تو انھیں استعمال کیا جاسکتا ہے۔[3]

---

[1] فتح الباري: 9/711. [2] صحيح البخاري، الأذان، حديث: 854. [3] سنن أبي داود، الأطعمة، حديث: 3827.

پیاز کی بو پکانے اور سرکہ ڈالنے سے ختم کی جا سکتی ہے۔ اگر انھیں نمک لگا کر دھوپ میں رکھ دیا جائے اور بعد میں ان پر لیموں نچوڑ دیا جائے تو بھی ان کی بو ختم ہو جاتی ہے۔ واللہ أعلم.

(٥٠) بَابُ الْكَبَاثِ وَهُوَ [ثَمَرُ] الْأَرَاكِ

باب: 50- کباث کا بیان اور وہ پیلو کا پھل ہے

٥٤٥٣ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عُفَيْرٍ: حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ يُونُسَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ قَالَ: أَخْبَرَنِي جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ: كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ بِمَرِّ الظَّهْرَانِ نَجْنِي الْكَبَاثَ فَقَالَ: «عَلَيْكُمْ بِالْأَسْوَدِ مِنْهُ فَإِنَّهُ أَيْطَبُ»، فَقِيلَ: أَكُنْتَ تَرْعَى الْغَنَمَ؟ قَالَ: «نَعَمْ، وَهَلْ مِنْ نَبِيٍّ إِلَّا رَعَاهَا؟». [راجع: ٣٤٠٦]

[5453] حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ ہم مرظہران میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ پیلو کا پھل چن رہے تھے تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”جو خوب سیاہ ہوا سے توڑو کیونکہ وہ لذیذ ہوتا ہے۔“ آپ سے پوچھا گیا: کیا آپ نے بکریاں چرائی ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”ہاں، ہر نبی نے بکریاں چرائی ہیں۔“

فوائد ومسائل: ① بکریاں چرانے میں بڑی بڑی حکمتیں پنہاں ہیں: ایک یہ کہ دل میں غرور پیدا نہیں ہوتا، دوسرا دل میں شفقت اور ہمدردی کے جذبات امڈ آتے ہیں، تیسرے یہ کہ لوگوں کی قیادت کرنے کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے، چوتھے سیاسی امور میں ترقی حاصل ہوتی ہے۔ ② اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو پھل جنگلات میں ہوتے ہیں، اور ان کا کوئی مالک نہیں ہوتا، انھیں استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں بلکہ اہل ورع، یعنی متقی اور پرہیزگار لوگ ایسے پھلوں کو بڑے شوق سے کھاتے ہیں۔ واللہ أعلم. ③ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے بیہقی کے حوالے سے لکھا ہے کہ یہ واقعہ غزوۂ بدر کے موقع پر جمعہ کے دن پیش آیا جبکہ رمضان المبارک کے تیرہ دن باقی تھے۔[1]

(٥١) بَابُ الْمَضْمَضَةِ بَعْدَ الطَّعَامِ

باب: 51- کھانے کے بعد کلی کرنا

٥٤٥٤ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ: سَمِعْتُ يَحْيَى بْنَ سَعِيدٍ عَنْ بُشَيْرِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ سُوَيْدِ بْنِ النُّعْمَانِ قَالَ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ إِلَى خَيْبَرَ، فَلَمَّا كُنَّا بِالصَّهْبَاءِ دَعَا بِطَعَامٍ، فَمَا أُتِيَ إِلَّا بِسَوِيقٍ فَأَكَلْنَا، فَقَامَ

[5454] حضرت سوید بن نعمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ خیبر روانہ ہوئے۔ جب ہم مقام صہباء پہنچے تو آپ ﷺ نے کھانا طلب فرمایا۔ کھانے میں ستو کے علاوہ اور کوئی چیز دستیاب نہ ہو سکی۔ ہم نے بھی وہی کھائے۔ پھر آپ ﷺ نماز کے لیے

---

1 دلائل النبوة للبيهقي، رقم: 1776، وفتح الباري: 713/9.

إِلَى الصَّلَاةِ فَتَمَضْمَضَ وَمَضْمَضْنَا . [راجع: ٢٠٩]

کھڑے ہوئے۔ آپ نے صرف کلی کی تو ہم نے بھی آپ کے ہمراہ کلی کی۔

٥٤٥٥ - قَالَ يَحْيَى: سَمِعْتُ بُشَيْرًا يَقُولُ: أَخْبَرَنَا سُوَيْدٌ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ إِلَى خَيْبَرَ، فَلَمَّا كُنَّا بِالصَّهْبَاءِ - قَالَ يَحْيَى: وَهِيَ مِنْ خَيْبَرَ عَلَى رَوْحَةٍ - دَعَا بِطَعَامٍ فَمَا أُتِيَ إِلَّا بِسَوِيقٍ، فَلُكْنَاهُ فَأَكَلْنَا مِنْهُ، ثُمَّ دَعَا بِمَاءٍ فَمَضْمَضَ وَمَضْمَضْنَا مَعَهُ، ثُمَّ صَلَّى بِنَا الْمَغْرِبَ وَلَمْ يَتَوَضَّأْ. وَقَالَ سُفْيَانُ: كَأَنَّكَ تَسْمَعُهُ مِنْ يَحْيَى. [راجع: ٢٠٩]

[5455] یحییٰ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں نے بُشَیر سے سنا، ان سے حضرت سوید بن نعمان ؓ نے بیان کیا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ خیبر روانہ ہوئے۔ جب ہم صہباء پہنچے...... یحییٰ نے کہا: یہ خیبر سے ایک منزل دور واقع ہے...... تو آپ نے کھانا طلب کیا۔ آپ کو صرف ستو پیش کیے گئے۔ (آپ نے وہ کھائے) اور ہم نے بھی آپ کے ہمراہ کھائے۔ پھر آپ نے پانی منگوایا اور کلی کی۔ ہم نے بھی آپ کے ہمراہ کلی کی، پھر آپ نے نماز مغرب پڑھائی اور نیا وضو نہیں کیا۔ سفیان نے کہا: گویا تم یہ حدیث یحییٰ ہی سے سن رہے ہو۔

فائدہ: ستو استعمال کرنے کے بعد تازہ وضو کی ضرورت نہیں، البتہ لغوی وضو، یعنی کلی کرلی جائے تاکہ منہ سے ذرات ختم ہوجائیں۔ اسی طرح ہر کھانے کے بعد کلی کرنا کھانے کے آداب میں سے ہے تاکہ منہ کے اندر اگر کوئی چکناہٹ وغیرہ ہے تو کلی کرنے سے دور ہوجائے اور دوران نماز خشوع میں خلل واقع نہ ہو۔ ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ستو کھانے سے پہلے اور ستو کھانے کے بعد وضو کا اہتمام نہیں کیا۔[1] بہرحال کھانے کے بعد وضو تازہ کرنے کے بجائے کلی کرنے کا اہتمام ضرور ہونا چاہیے تاکہ منہ صاف ہوجائے۔ واللہ أعلم.

(٥٢) بَابُ لَعْقِ الْأَصَابِعِ وَمَصِّهَا قَبْلَ أَنْ تُمْسَحَ بِالْمِنْدِيلِ

باب: 52- دستی رومال اور تولیے سے صاف کرنے سے پہلے انگلیوں کو چاٹنا اور چوسنا

٥٤٥٦ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: «إِذَا أَكَلَ أَحَدُكُمْ فَلَا يَمْسَحْ يَدَهُ حَتَّى يَلْعَقَهَا أَوْ يُلْعِقَهَا».

[5456] حضرت ابن عباس ؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”جب تم میں سے کوئی کھانا کھائے تو ہاتھ صاف کرنے سے پہلے اسے خود چاٹے یا کسی اور کو چٹادے۔“

[1] صحيح البخاري، الأطعمة، حديث: 5384.

فوائد ومسائل: ① اس حدیث میں اگرچہ انگلیوں کو چاٹنے یا انھیں چوسنے کی صراحت نہیں ہے اور نہ اس میں رومال ہی کا ذکر ہے، البتہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث میں ہے کہ جب تک اپنی انگلیوں کو چاٹ نہ لے، اپنے ہاتھ کو رومال سے صاف نہ کرے، وہ نہیں جانتا کہ کھانے کے کون سے حصے میں برکت رکھی گئی ہے۔[1] مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے کہ جب تم میں سے کوئی شخص کھانے سے فارغ ہو تو ہاتھوں کو صاف کرنے سے پہلے انگلیوں کو چوس لے۔[2] ② اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کھانے سے فراغت کے بعد اس وقت تک رومال یا ٹشو پیپر استعمال کرنے کی اجازت نہیں ہے جب تک انگلیوں کو چاٹ نہ لیا جائے، مبادا انگلیوں کے ساتھ لگا ہوا کھانا ضائع کر کے کھانے کی برکت ضائع ہو جائے۔ ہمیں چاہیے کہ عام دعوتوں میں اس سنت کو زندہ کریں اور انگلیاں چاٹ کر صاف کرنے میں حقارت یا نفرت محسوس نہ کریں۔

(٥٣) بَابُ الْمِنْدِيلِ

باب: 53- دستی رومال کا بیان

٥٤٥٧ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ: حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ فُلَيْحٍ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: أَنَّهُ سَأَلَهُ عَنِ الْوُضُوءِ مِمَّا مَسَّتِ النَّارُ، فَقَالَ: لَا، قَدْ كُنَّا زَمَانَ النَّبِيِّ ﷺ لَا نَجِدُ مِثْلَ ذٰلِكَ مِنَ الطَّعَامِ إِلَّا قَلِيلًا، فَإِذَا نَحْنُ وَجَدْنَاهُ لَمْ يَكُنْ لَنَا مَنَادِيلُ إِلَّا أَكُفَّنَا وَسَوَاعِدَنَا وَأَقْدَامَنَا، ثُمَّ نُصَلِّي وَلَا نَتَوَضَّأُ.

[5457] حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، ان سے سعید بن حارث نے ایسی چیز کے کھانے سے وضو کرنے کے متعلق پوچھا جسے آگ نے چھوا ہو تو حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ وضو نہیں کرنا چاہیے۔ ہمیں نبی ﷺ کے عہد مبارک میں ایسا کھانا بہت کم میسر آتا تھا، ہم جب کبھی ایسا کھانا پاتے ہماری ہتھیلیوں، کلائیوں اور قدموں کے علاوہ اور کوئی رومال نہیں ہوتا تھا، ہم ان سے ہاتھ صاف کر کے نماز پڑھ لیتے اور وضو نہ کرتے تھے۔

فوائد ومسائل: ① رومال سے مراد وہ کپڑا ہے جو کھانے کے بعد ہاتھ کی چکنائی دور کرنے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ دور حاضر میں یہ کام ٹشو پیپر سے لیا جاتا ہے۔ ② حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ کھانا کھانے کے بعد ہم رومال استعمال نہ کرتے تھے بلکہ کھانے کی تری وغیرہ کو ہاتھوں اور کلائیوں سے صاف کر لیتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے پاؤں سے کھانے کی چکناہٹ کو صاف کر لیتے تھے۔[3] بہر حال پہلے انگلیوں کو چاٹنا چاہیے، پھر رومال استعمال کر لیا جائے یا ہاتھوں کو دھو لیا جائے۔ واللہ أعلم.

---

1 صحيح مسلم، الأشربة، حديث: 5300 (2033). 2 المصنف لابن أبي شيبة، باب في لحق الأصابع، رقم: 24437.
3 عمدة القاري: 455/14.

(٥٤) بَابُ مَا يَقُولُ إِذَا فَرَغَ مِنْ طَعَامِهِ

باب: 54- کھانا کھانے کے بعد کون سی دعا پڑھنی چاہیے؟

٥٤٥٨ - حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ ثَوْرٍ، عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ، عَنْ أَبِي أُمَامَةَ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ إِذَا رَفَعَ مَائِدَتَهُ قَالَ: «الْحَمْدُ لِلّٰهِ كَثِيرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيهِ، غَيْرَ مَكْفِيٍّ وَلَا مُوَدَّعٍ وَلَا مُسْتَغْنًى عَنْهُ رَبَّنَا». [انظر: ٥٤٥٩]

[5458] حضرت ابو امامہ ؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ کے سامنے سے جب دستر خوان اٹھایا جاتا تو آپ یہ دعا پڑھتے: ''تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں بہت زیادہ، پاکیزہ اور اس میں برکت ڈالی گئی ہے، نہ (یہ کھانا) کفایت کیا گیا (کہ مزید کی ضرورت نہ رہے) اور نہ اسے دواع کیا گیا اور نہ اس سے بے نیاز ہوا جا سکتا ہے، اے ہمارے رب۔''

٥٤٥٩ - حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ عَنْ ثَوْرِ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ، عَنْ أَبِي أُمَامَةَ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ إِذَا فَرَغَ مِنْ طَعَامِهِ - وَقَالَ مَرَّةً: إِذَا رَفَعَ مَائِدَتَهُ - قَالَ: «الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي كَفَانَا وَأَرْوَانَا، غَيْرَ مَكْفِيٍّ وَلَا مَكْفُورٍ. وَقَالَ مَرَّةً: لَكَ الْحَمْدُ رَبَّنَا غَيْرَ مَكْفِيٍّ وَلَا مُوَدَّعٍ وَلَا مُسْتَغْنًى رَبَّنَا». [راجع: ٥٤٥٨]

[5459] حضرت ابو امامہ ؓ ہی سے روایت ہے کہ نبی ﷺ جب کھانے سے فارغ ہوتے یا جب اپنا دستر خوان اٹھاتے تو یہ دعا پڑھتے: ''تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے ہمیں کافی کھلایا اور سیراب کیا۔ نہ (یہ کھانا) کفایت کیا گیا (کہ مزید کی ضرورت نہ رہے) اور نہ ہم اس نعمت کے منکر ہیں۔'' ایک مرتبہ آپ نے یوں دعا کی: ''اے ہمارے رب! تیرے لیے ہی تمام تعریفیں ہیں۔ نہ (یہ کھانا کفایت کیا گیا (کہ مزید کی ضرورت نہ رہے)۔ اور نہ اسے وداع کیا گیا ہے۔ اور اے ہمارے رب! نہ ہمیں اس سے بے نیازی ہو۔''

فائدہ: ایک حدیث میں ہے کہ جس نے کھانے کے بعد درج ذیل دعا پڑھی اس کے گزشتہ گناہ معاف ہوجاتے ہیں: [اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي أَطْعَمَنِي هٰذَا وَ رَزَقَنِيهِ مِنْ غَيْرِ حَوْلٍ مِّنِّي وَلَا قُوَّةٍ] ''تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے مجھے یہ کھلایا اور یہ رزق عطا فرمایا: اس کی مدد کے بغیر کسی آفت سے نہ بچنے کی طاقت ہے اور نہ ہی اچھا کام کرنے کی قوت ہے۔''[1] ایک دوسری حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب کھاتے یا پیتے تو درج ذیل دعا پڑھتے: [اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي أَطْعَمَ وَسَقٰى وَسَوَّغَهُ وَ جَعَلَ لَهُ مَخْرَجًا] ''تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے کھلایا اور پلایا، پھر اسے خوشگوار کیا اور اس کے نکلنے کا راستہ بنایا۔''[2] کھانے کے بعد ایک مشہور دعا حسب ذیل ہے: [اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي أَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَجَعَلَنَا مِنَ

---

[1] مسند أحمد: 439/3. [2] سنن أبي داود، الأطعمة، حديث: 3851.

الْمُسْلِمِينَ] ''تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے ہمیں کھلایا اور پلایا اور ہمیں مسلمان بنایا۔''[1] لیکن یہ روایت ضعیف ہے۔علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔[2]

(٥٥) بَابُ الْأَكْلِ مَعَ الْخَادِمِ

باب:55- خادم کے ساتھ کھانا

وضاحت: اس سے مراد خدمت گار ہے،خواہ وہ غلام ہو یا آزاد۔اس کے ساتھ کھانا کھانے سے انکسار کا اظہار ہوتا ہے جو ایک بندۂ مومن کا خاص وصف ہے۔

٥٤٦٠ - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «إِذَا أَتَى أَحَدَكُمْ خَادِمُهُ بِطَعَامِهِ فَإِنْ لَمْ يُجْلِسْهُ مَعَهُ فَلْيُنَاوِلْهُ أُكْلَةً أَوْ أُكْلَتَيْنِ، أَوْ لُقْمَةً أَوْ لُقْمَتَيْنِ، فَإِنَّهُ وَلِيَ حَرَّهُ وَعِلَاجَهُ».

[راجع: ٢٥٥٧]

[5460] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ''تم میں سے جب کسی کے پاس اس کا خادم کھانا پکا کر لائے اگر اسے اپنے ساتھ بٹھا کر نہیں کھلا سکتا تو ایک یا دو لقمے اسے دے دے کیونکہ اس نے پکاتے وقت گرمی اور مشقت برداشت کی ہے۔''

فائدہ: خادم کھانا پکاتے وقت اس کی گرمی اور دھواں برداشت کرتا ہے، اس لیے اسے ساتھ بٹھا کر کھانا کھلانا چاہیے۔اگر ایسا ممکن نہ ہو تو اسے ایک یا دو لقمے دے دیے جائیں تا کہ اس کی حوصلہ افزائی ہو۔ایک روایت میں ہے کہ خادم کو اپنے ساتھ بٹھائے۔اگر وہ نہیں بیٹھتا تو ایک یا دو لقمے اسے دے دے۔ایک یا دو لقمے اس صورت میں دیے جائیں جب کھانا کم ہو۔اگر زیادہ ہو تو اسے ساتھ بٹھایا جائے یا اس کا حصہ الگ کر دیا جائے۔[3]

(٥٦) بَابٌ: اَلطَّاعِمُ الشَّاكِرُ مِثْلُ الصَّائِمِ الصَّابِرِ

باب:56- کھانا کھانے والا شکر گزار اس روزے دار کی طرح ہے جو صبر کرنے والا ہے

فِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

اس کے متعلق حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے روایت کی ہے۔

وضاحت: امام بخاری رحمہ اللہ نے اس تعلیق کو اپنی اس کتاب میں کسی مقام پر متصل سند سے بیان نہیں کیا، البتہ دوسری کتابوں میں اس کا ذکر ملتا ہے۔امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس روایت کو بیان کیا ہے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول

---

1 سنن أبي داود، الأطعمة، حديث: 3850. 2 ضعيف الجامع، رقم: 4436. 3 سنن أبي داود، الأطعمة، حديث: 3846، وفتح الباري: 720/9.

اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کھانا کھا کر شکر یہ ادا کرنے والا اجر وثواب میں اس روزے دار کی طرح ہے جو صبر کرنے والا ہے۔''[1] ابن بطال نے کہا ہے: یہ اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا احسان ہے کہ اس کے ہاں کھانا کھا کر شکر یہ ادا کرنے والے کو اتنا اجر وثواب دیا جاتا ہے جتنا روزے دار کو دیا جاتا ہے جو صبر کرنے والا ہو۔[2] ابراہیم نخعی کہتے ہیں کہ کھانے کا شکر یہ یہ ہے کہ کھاتے وقت بسم اللہ اور فراغت کے بعد الحمد للہ پڑھا جائے۔[3]

(٥٧) بَابُ الرَّجُلِ يُدْعَى إِلَى طَعَامٍ فَيَقُولُ: وَهٰذَا مَعِيَ

باب: 57- کسی شخص کو کھانے کی دعوت دی جائے اور وہ کہے کہ یہ بھی میرے ساتھ ہے

وَقَالَ أَنَسٌ: إِذَا دَخَلْتَ عَلَى مُسْلِمٍ لَا يُتَّهَمُ فَكُلْ مِنْ طَعَامِهِ وَاشْرَبْ مِنْ شَرَابِهِ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب تم کسی ایسے مسلمان کے گھر جاؤ جو غلط کاموں یا فضول باتوں کی وجہ سے بدنام نہیں تو اس کا کھانا کھاؤ اور اس کا مشروب پیو۔

وضاحت: اس سلسلے میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا ایک فارسی پڑوسی بہت عمدہ شوربا بناتا تھا۔ ایک دفعہ اس نے رسول اللہ ﷺ کے لیے شوربا تیار کیا اور آپ کو دعوت دینے کے لیے حاضر ہوا۔ رسول اللہ ﷺ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: ''یہ بھی میرے ہمراہ ہوگی۔'' اس نے کہا کہ نہیں، صرف آپ تشریف لائیں۔ آپ نے فرمایا: ''ایسا نہیں ہوسکتا۔'' وہ بار بار آپ سے فرمائش کرتا اور آپ اسے یہی جواب دیتے رہے۔ تیسری مرتبہ اس نے کہا: اللہ کے رسول! مجھے کوئی اعتراض نہیں، چنانچہ رسول اللہ ﷺ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا دونوں اس کے گھر تشریف لے گئے۔[4] لیکن امام بخاری رحمہ اللہ نے عنوان ثابت کرنے کے لیے ایک دوسرا واقعہ ذکر کیا ہے جو درج ذیل ہے۔

٥٤٦١ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِي الْأَسْوَدِ: حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ: حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ: حَدَّثَنَا شَقِيقٌ: حَدَّثَنَا أَبُو مَسْعُودٍ الْأَنْصَارِيُّ قَالَ: كَانَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ يُكْنَى أَبَا شُعَيْبٍ وَكَانَ لَهُ غُلَامٌ لَحَّامٌ، فَأَتَى النَّبِيَّ ﷺ وَهُوَ فِي أَصْحَابِهِ فَعَرَفَ الْجُوعَ فِي وَجْهِ النَّبِيِّ ﷺ فَذَهَبَ إِلَى غُلَامِهِ اللَّحَّامِ فَقَالَ: اصْنَعْ لِي طُعَيِّمًا يَكْفِي خَمْسَةً لَعَلِّي أَدْعُو النَّبِيَّ ﷺ

[5461] حضرت ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ انصار میں ایک ابوشعیب نامی آدمی تھے اور ان کا غلام گوشت فروش تھا۔ (ابوشعیب رضی اللہ عنہ) نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے جبکہ آپ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں تشریف فرما تھے۔ انھوں نے آپ کے چہرۂ مبارک سے فاقہ کشی کا اندازہ لگایا، چنانچہ وہ اپنے گوشت فروش غلام کے پاس آئے اور کہا کہ میرے لیے پانچ آدمیوں کا کھانا تیار کردو۔ میں نبی ﷺ کو چار دوسرے آدمیوں کے ہمراہ دعوت دینے والا ہوں۔

---

[1] جامع الترمذي، صفة القيامة، حديث: 2486. [2] فتح الباري: 721/9. [3] عمدة القاري: 458/14. [4] صحيح مسلم، الأشربة، حديث: 5312 (2037).

خَامِسَ خَمْسَةٍ، فَصَنَعَ لَهُ طُعَيِّمًا ثُمَّ أَتَاهُ فَدَعَاهُ، فَتَبِعَهُمْ رَجُلٌ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «يَا أَبَا شُعَيْبٍ، إِنَّ رَجُلًا تَبِعَنَا فَإِنْ شِئْتَ أَذِنْتَ لَهُ، وَإِنْ شِئْتَ تَرَكْتَهُ»، قَالَ: لَا، بَلْ أَذِنْتُ لَهُ.
[راجع: ٢٠٨١]

اس (غلام) نے کھانا تیار کر دیا۔ اس کے بعد ابوشعیب ؓ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کو کھانے کی دعوت دی۔ ان کے ہمراہ ایک اور آدمی بھی چلنے لگا۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ''اے ابوشعیب! یہ صاحب بھی ہمارے ساتھ آ گئے ہیں، اگر تم چاہو تو اسے اجازت دے دو اور اگر چاہو تو اسے چھوڑ دو۔'' انھوں نے کہا: نہیں، بلکہ میں اسے بھی اجازت دیتا ہوں۔

فائدہ: کسی کے دعوت کرنے پر دوسرے کو ساتھ لے جانے کا اصرار کرنا حالات وظروف پر منحصر ہے۔ ہر کسی کے گھر میں دوسرے کو ساتھ لے جانا جائز نہیں۔ کوئی مخلص دوست ہو تو الگ بات ہے، البتہ اس کے متعلق دعوت ملتے ہی کہہ دینا چاہیے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہ ؓ کے متعلق فرمایا: ''یہ بھی میرے ہمراہ ہوگی۔'' اگر پہلے سے معاملہ نہیں ہوا تو اہل خانہ کی صوابدید پر موقوف ہے جیسا کہ اس حدیث میں ہے۔ اگر وہ چاہیں تو اسے اجازت دے دیں اور اگر وہ اجازت نہ دیں تو اسے واپس بھیج دیا جائے۔ بہر حال موقع محل کو ضرور دیکھنا ہوگا۔ علی الاطلاق ایسا کرنا جائز نہیں ہے۔ واللہ أعلم.

(٥٨) بَابٌ: إِذَا حَضَرَ الْعَشَاءُ فَلَا يَعْجَلْ عَنْ عَشَائِهِ

باب: 58- جب رات کا کھانا حاضر ہو تو نماز عشاء کے لیے جلدی نہ کرے

وضاحت: جب بھوک لگی ہو اور کھانا سامنے آ جائے تو پہلے کھانا کھایا جائے، پھر نماز پڑھی جائے اور جب بھوک نہ ہو تو نماز پڑھ کر کھانا کھایا جائے، یعنی ہر کام تسلی سے ہونا چاہیے۔ ایسا نہیں ہونا چاہیے کہ ایک کام شروع کیا جائے لیکن توجہ دوسرے کام میں رہے۔

٥٤٦٢ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ، وَقَالَ اللَّيْثُ: حَدَّثَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي جَعْفَرُ بْنُ عَمْرِو بْنِ أُمَيَّةَ أَنَّ أَبَاهُ عَمْرَو بْنَ أُمَيَّةَ: أَخْبَرَهُ أَنَّهُ رَأَى رَسُولَ اللهِ ﷺ يَحْتَزُّ مِنْ كَتِفِ شَاةٍ فِي يَدِهِ، فَدُعِيَ إِلَى الصَّلَاةِ، فَأَلْقَاهَا وَالسِّكِّينَ الَّتِي كَانَ يَحْتَزُّ بِهَا، ثُمَّ قَامَ فَصَلَّى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ. [راجع: ٢٠٨]

[5462] حضرت عمرو بن امیہ ؓ سے روایت ہے، انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ وہ اپنے ہاتھ میں لیے ہوئے بکری کے شانے کا گوشت چھری کے ساتھ کاٹ رہے تھے۔ اس دوران میں آپ کو نماز کے لیے بلایا گیا تو آپ نے شانہ اور اس چھری کو پھینک دیا جس کے ساتھ گوشت کاٹ رہے تھے۔ پھر آپ کھڑے ہوئے، نماز پڑھی اور وضو نہ کیا۔

فوائدومسائل: ① رسول اللہ ﷺ اس وقت بکری کا شانہ چھری سے کاٹ کاٹ کر کھا رہے تھے۔ اس دوران میں آپ کو نماز کے لیے بلایا گیا تو آپ نے گوشت کھانے کے بجائے چھری اور شانے کو پھینک دیا اور نماز ادا فرمائی کیونکہ اس وقت کھانے کی شدید خواہش نہ تھی بلکہ بھوک کافی حد تک ختم ہو چکی تھی۔ ② اس حدیث سے امام بخاری ؒ نے یہ ثابت کیا ہے کہ اگر فاقہ اور شدید بھوک نہ ہو تو کھانے میں مصروف رہنے کے بجائے نماز پڑھ لینا درست ہے اور اگر بھوک لگی ہو تو پہلے کھانا کھا لیا جائے، پھر نماز پڑھی جائے جیسا کہ آئندہ احادیث سے ثابت ہوگا۔

٥٤٦٣ - حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ: حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «إِذَا وُضِعَ الْعَشَاءُ وَأُقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَابْدَؤُوا بِالْعَشَاءِ».

[5463] حضرت انس بن مالک ؓ سے روایت ہے، وہ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ''جب رات کا کھانا سامنے رکھ دیا جائے اور نماز بھی کھڑی ہو گئی ہو تو پہلے کھانا کھاؤ۔''

وَعَنْ أَيُّوبَ عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ نَحْوَهُ.

ایوب سے روایت ہے، وہ نافع سے، وہ ابن عمر ؓ سے اور وہ نبی ﷺ سے اسی طرح بیان کرتے ہیں۔

٥٤٦٤ - وَعَنْ أَيُّوبَ عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ: أَنَّهُ تَعَشَّى مَرَّةً وَهُوَ يَسْمَعُ قِرَاءَةَ الْإِمَامِ. [راجع: ٦٧٣]

[5464] حضرت ابن عمر ؓ سے روایت ہے، انھوں نے ایک مرتبہ رات کا کھانا کھایا جبکہ آپ امام کی قراءت سن رہے تھے۔

٥٤٦٥ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «إِذَا أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ وَحَضَرَ الْعَشَاءُ فَابْدَؤُوا بِالْعَشَاءِ».

[5465] حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے، وہ نبی ﷺ سے بیان کرتی ہیں کہ آپ نے فرمایا: ''جب نماز کھڑی کر دی جائے اور رات کا کھانا سامنے ہو تو پہلے عشائیہ تناول کرو۔''

قَالَ وُهَيْبٌ وَيَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ هِشَامٍ: «إِذَا وُضِعَ الْعَشَاءُ».

وہیب اور یحییٰ بن سعید نے حضرت ہشام سے یہ الفاظ بیان کیے ہیں: ''جب رات کا کھانا چن دیا جائے۔''

فوائدومسائل: ① ان احادیث کا تقاضا ہے کہ جب کھانا اور نماز دونوں حاضر ہوں تو پہلے کھانا کھا لینا چاہیے تاکہ دل کھانے کی طرف لگا نہ رہے اور نماز اطمینان وسکون سے ادا کی جائے۔ اسی طرح اگر کھانے کے دوران میں نماز کھڑی ہو جائے تو کھانا چھوڑنا نہیں چاہیے بلکہ فراغت کے بعد اطمینان سے نماز کی طرف جانا چاہیے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: ''جب تم میں سے کوئی کھانے پر ہو تو جب تک اس سے اپنی ضرورت پوری نہ کر لے جلدی مت کرے اگرچہ نماز کے لیے اقامت

ہی کیوں نہ کہہ دی جائے۔''[1] ② یہ ضابطہ تمام نمازوں کے لیے ہے۔ چونکہ نماز مغرب یا عشاء کے وقت کھانا کھایا جاتا ہے، اس لیے احادیث میں ان کا ذکر آیا ہے۔

(٥٩) بَابُ قَوْلِ اللهِ تَعَالَى: ﴿فَإِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوا﴾ [الأحزاب: ٥٣]

باب: 59- ارشاد باری تعالیٰ: ''جب تم کھانے سے فارغ ہو جاؤ تو اٹھ کر چلے جاؤ'' کا بیان

٥٤٦٦ - حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ: حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ صَالِحٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ: أَنَّ أَنَسًا قَالَ: أَنَا أَعْلَمُ النَّاسِ بِالْحِجَابِ، كَانَ أُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ يَسْأَلُنِي عَنْهُ، أَصْبَحَ رَسُولُ اللهِ ﷺ عَرُوسًا بِزَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ - وَكَانَ تَزَوَّجَهَا بِالْمَدِينَةِ - فَدَعَا النَّاسَ لِلطَّعَامِ بَعْدَ ارْتِفَاعِ النَّهَارِ فَجَلَسَ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَجَلَسَ مَعَهُ رِجَالٌ بَعْدَ مَا قَامَ الْقَوْمُ حَتَّى قَامَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فَمَشَى وَمَشَيْتُ مَعَهُ حَتَّى بَلَغَ بَابَ حُجْرَةِ عَائِشَةَ، ثُمَّ ظَنَّ أَنَّهُمْ خَرَجُوا فَرَجَعْتُ مَعَهُ فَإِذَا هُمْ جُلُوسٌ مَكَانَهُمْ، فَرَجَعَ وَرَجَعْتُ مَعَهُ الثَّانِيَةَ حَتَّى بَلَغَ بَابَ حُجْرَةِ عَائِشَةَ، فَرَجَعَ وَرَجَعْتُ مَعَهُ فَإِذَا هُمْ قَدْ قَامُوا، فَضَرَبَ بَيْنِي وَبَيْنَهُ سِتْرًا، وَأُنْزِلَ الْحِجَابُ. [راجع: ٤٧٩١]

[5466] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں نزول حجاب کے متعلق لوگوں سے زیادہ معلومات رکھتا ہوں۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بھی مجھ سے اس کے بارے میں پوچھا کرتے تھے۔ ہوا یوں کہ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ ﷺ کی شادی کا موقع تھا۔ آپ نے ان سے مدینہ طیبہ میں نکاح کیا تھا۔ دن چڑھنے کے بعد آپ ﷺ نے لوگوں کو کھانے کی دعوت دی۔ رسول اللہ ﷺ وہیں تشریف فرما تھے اور آپ کے ساتھ دیگر صحابہ بھی بیٹھے تھے، اس وقت دوسرے لوگ کھانے سے فارغ ہو کر جا چکے تھے حتی کہ رسول اللہ ﷺ اٹھے اور چلنے لگے تو میں بھی آپ کے ساتھ چل رہا تھا۔ جب آپ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے پر پہنچے تو خیال آیا کہ شاید لوگ چلے گئے ہوں گے۔ آپ وہیں سے واپس آئے۔ میں بھی آپ کے ساتھ واپس آیا تو دیکھا کہ لوگ اب بھی وہاں بیٹھے ہوئے ہیں، چنانچہ آپ پھر واپس ہوئے اور میں بھی آپ کے ہمراہ دوبارہ واپس آ گیا۔ جب دوسری مرتبہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے تک پہنچے تو واپس آ گئے اور میں بھی آپ کے ساتھ لوٹ آیا۔ اب وہ لوگ جا چکے تھے۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے میرے اور اپنے درمیان پردہ لٹکایا اور آیت حجاب نازل ہوئی۔

---

1 صحيح البخاري، الأذان، حديث: 674.

فائدہ: اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے کھانے کے آداب میں سے ایک ادب بیان کیا ہے کہ کھانے سے فراغت کے بعد اٹھ کر چلے جانا چاہیے، وہاں باتوں میں مصروف رہنا، اہل خانہ کو تکلیف دینے کے مترادف ہے۔ اگر وہ خود روکنا چاہیں تو اور بات ہے۔

عقیقے کا معنی ومفہوم اور شرعی حکم

دنیا کی تمام قوموں میں یہ بات مشترک ہے کہ بچہ پیدا ہونے کو ایک نعمت اور خوشی کی بات سمجھا جاتا ہے اور کسی تقریب کے ذریعے سے اس خوشی کا اظہار کیا جاتا ہے اور ایسا کرنا انسانی فطرت کا تقاضا بھی ہے۔ اس کے ذریعے سے یہ بات بھی ظاہر ہو جاتی ہے کہ باپ اس بچے کو اپنا ہی بچہ خیال کرتا ہے اور اس کے متعلق اپنی بیوی پر اسے کوئی شک وشبہ نہیں ہے۔ ایسا کرنے سے بہت سے فتنوں کا دروازہ خود بخود بند ہو جاتا ہے۔ دور جاہلیت میں ایسی تقریب کے لیے عقیقے کا رواج تھا۔ ان کے ہاں دستور یہ تھا کہ پیدائش کے چند روز بعد نومولود کے سر کے بال صاف کر دیے جاتے اور اسی دن کسی جانور کی قربانی کی جاتی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے اصولی طور پر اسے باقی رکھا ہے بلکہ اس کی ترغیب دیتے ہوئے مناسب ہدایات دی ہیں جن کا آئندہ ذکر ہوگا۔ عقیقے کی مختلف تعریفیں حسب ذیل ہیں: ○ ہر بچے کے ان بالوں کو عقیقہ کہا جاتا ہے جو اس وقت اُگ آتے ہیں جب بچہ ماں کے پیٹ میں ہوتا ہے۔ ○ اس جانور کو عقیقہ کہا جاتا ہے جو نومولود کی پیدائش کے ساتویں دن ذبح کیا جاتا ہے اور اس وقت بچے کے وہ بال بھی صاف کیے جاتے ہیں۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے مسند بزار کے حوالے سے ایک حدیث بیان کی ہے جس میں اس جانور کو عقیقہ کہا گیا ہے جو بچے کی طرف سے ذبح کیا جاتا ہے، چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بچے کے لیے دو عقیقے اور بچی کے لیے ایک عقیقہ ہے۔''[1]

شرعی طور پر عقیقہ کرنا سنت مؤکدہ اور مستحب عمل ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: ''ہر بچہ اپنے عقیقے کے عوض گروی ہوتا ہے۔ پیدائش کے ساتویں دن اس کا عقیقہ کیا جائے۔ اس کا نام رکھا جائے اور سر کے بال صاف کیے جائیں۔''[2] ایک روایت کے یہ الفاظ ہیں: ''جس کے ہاں کوئی بچہ پیدا ہو اور وہ اس کی طرف سے قربانی کرنا چاہے تو ضرور قربانی کرے۔''[3] لیکن اہل الرائے کا موقف ہے کہ عقیقہ سنت نہیں بلکہ دور جاہلیت کی ایک رسم ہے۔[4] عقیقہ اس لیے مشروع قرار دیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نعمت عطا کرنے پر اس کا شکر بھی ادا ہو جائے اور تعلق دار، دوست احباب کی ضیافت کے ساتھ ساتھ غرباء اور مساکین کا فائدہ بھی ہو جائے۔ اگر انسان اپنی اولاد کی پیدائش کے وقت تنگدست ہو تو

---

[1] فتح الباري: 726/9، وصحيح الجامع الصغير، حديث: 4107. [2] مسند أحمد: 17/5. [3] سنن أبي داود، الضحايا، حديث: 2842. [4] المغني: 393/13.

اس پر عقیقہ لازم نہیں ہے کیونکہ وہ عاجز ہے اور عاجز سے عبادات ساقط ہو جاتی ہیں۔

ہمارے رجحان کے مطابق عقیقے کے موقع پر بکری (نر اور مادہ) اور دنبہ وغیرہ ذبح کیا جائے کیونکہ احادیث میں صرف ان کا ذکر ملتا ہے۔ جو حضرات عقیقے کے موقع پر گائے اور اونٹ ذبح کرنے کے قائل ہیں وہ درج ذیل حدیث پیش کرتے ہیں: "بچے کی طرف سے اونٹ، گائے اور بکری سے عقیقہ کیا جا سکتا ہے۔"[1] لیکن یہ روایت سخت ضعیف ہے کیونکہ اس میں مسعدہ بن یسع نامی راوی کذاب ہے۔[2] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو کسی نے خبر دی کہ حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کے ہاں بچہ پیدا ہوا ہے اور انھوں نے بطور عقیقہ اونٹ ذبح کیا ہے تو آپ نے معاذ اللہ پڑھا اور فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو دو بکریاں ذبح کی تھیں۔[3] واضح رہے کہ عقیقے کے جانور میں قربانی کی شرائط نہیں ہیں، اور نہ عقیقے کا جانور دو دانتا ہونا ضروری ہے۔ عقیقہ کرنے کے بجائے جانور کی قیمت صدقہ کر دینا بھی درست نہیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جانور ذبح کرنے کو مسنون قرار دیا ہے اور اس امر ہی کی تلقین کی ہے۔ قربانی کی طرح عقیقے کا گوشت قربانی کی طرح خود بھی کھایا جا سکتا ہے اور اس سے صدقہ بھی کرنا چاہیے۔ دوست احباب کو تحفہ بھی دینا چاہیے۔ اس کی کھال غرباء و مساکین کو دی جائے، اسے فروخت کر کے اس کی قیمت بھی انھیں دی جا سکتی ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے عقیقے کے احکام و مسائل سے امت مسلمہ کو آگاہ کرنے کے لیے مذکورہ عنوان قائم کیا ہے۔ اس سلسلے میں انھوں نے بارہ (12) احادیث کا انتخاب کیا ہے جن میں تین (3) معلق اور نو (9) متصل سند سے مروی ہیں۔ ان میں آٹھ (8) مکرر اور چار (4) خالص ہیں۔ حضرت انس اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے مروی احادیث کو امام مسلم رحمہ اللہ نے بھی بیان کیا ہے۔ مرفوع احادیث کے علاوہ انھوں نے عقیقے کے بارے میں حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کا ایک اثر بھی بیان کیا ہے۔ انھوں نے ان احادیث و آثار پر چار چھوٹے چھوٹے عنوان قائم کیے ہیں۔ جن میں عقیقے کے متعلق احکام و مسائل بیان کیے ہیں۔ آئندہ اوراق میں ان کی وضاحت کریں گے۔ دور جاہلیت میں فرع اور عتیرہ کے نام سے جانور ذبح کیے جاتے تھے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے عقیقے کے عنوان میں ان جاہلانہ رسوم کی تردید کی ہے اور اس سلسلے میں احادیث پیش کی ہیں۔ بہر حال ہماری معروضات کو مدنظر رکھتے ہوئے ان احادیث کا مطالعہ کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں احکام شریعت پر عمل پیرا ہونے کی توفیق دے۔ آمین.

---

(1) المعجم الصغير للطبراني: 84/1، رقم: 221، و إرواء الغليل: 393/4، رقم: 1168. (2) مجمع الزوائد: 61/4. (3) السنن الكبرٰى للبيهقي: 301/9.

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

71 - كِتَابُ الْعَقِيقَةِ

عقیقے سے متعلق احکام و مسائل

(١) بَابُ تَسْمِيَةِ الْمَوْلُودِ غَدَاةَ يُولَدُ لِمَنْ لَمْ يَعُقَّ عَنْهُ، وَتَحْنِيكِهِ

باب: 1- جس نومولود کا عقیقہ نہ کرنا ہو تو اس کا پیدائش کے دن ہی نام رکھنا اور اسے گھٹی دینا

وضاحت: اس عنوان کا مقصد یہ ہے کہ اگر غربت اور تنگدستی کی وجہ سے نومولود کے عقیقے کا پروگرام نہ ہو تو اس کے نام وغیرہ رکھنے کو ساتویں دن تک مؤخر نہ کیا جائے جیسا کہ ابراہیم بن ابوموسیٰ اشعری، عبداللہ بن ابوطلحہ اور عبداللہ بن زبیر ﷺ کے نام ان کی پیدائش کے دن ہی رکھ دیے گئے۔ رسول اللہ ﷺ کے لخت جگر سیدنا ابراہیم کا نام بھی اس دن تجویز ہوا جس دن وہ پیدا ہوئے تھے۔ ان تمام حضرات کا عقیقہ نہیں کیا گیا۔ اگر عقیقہ کیا گیا ہوتا تو احادیث میں اس کا ذکر ضرور ملتا اور ساتویں دن ہی ان کا نام رکھا جاتا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ امام بخاری ؒ کے نزدیک عقیقہ فرض نہیں بلکہ سنت ہے جس کے کرنے پر ثواب ہوگا لیکن اس کو چھوڑنے سے ان شاء اللہ انسان گناہ گار نہیں ہوگا۔ اس عنوان کا دوسرا حصہ تحنیك، یعنی نومولود کو گھٹی دینا ہے۔ وہ یہ ہے کہ کھجور یا کوئی بھی میٹھی چیز چبا کر نرم کر کے نومولود کے منہ میں ڈالی جائے۔ اس کا مقصد ایمان کی نیک فال لینا ہے کیونکہ کھجور کے درخت کو مومن سے تشبیہ دی گئی ہے اور میٹھی چیز کو رسول اللہ ﷺ پسند فرماتے تھے، لہٰذا اس میں حلاوت ایمان (ایمان کی مٹھاس) کے لیے نیک فال لینا ہے خصوصاً جب گھٹی دینے والا نیک سیرت اور اچھی شہرت کا حامل ہو۔ بازار میں ہمدرد گھٹی وغیرہ بھی دستیاب ہوتی ہے، اس سے یہ کام نہیں چلے گا ہاں، اگر کوئی نیک آدمی اسے اپنے منہ میں ڈال کر پھر نومولود کے منہ میں ڈالے تو صحیح ہے۔ واللہ أعلم.

٥٤٦٧ - حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ نَصْرٍ: حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ: حَدَّثَنِي بُرَيْدٌ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: وُلِدَ لِي غُلَامٌ،

[5467] حضرت ابوموسیٰ اشعری ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: میرے ہاں لڑکا پیدا ہوا تو میں اسے لے کر نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے اس کا نام

فَأَتَيْتُ بِهِ النَّبِيَّ ﷺ فَسَمَّاهُ إِبْرَاهِيمَ فَحَنَّكَهُ بِتَمْرَةٍ وَدَعَا لَهُ بِالْبَرَكَةِ وَدَفَعَهُ إِلَيَّ، وَكَانَ أَكْبَرَ وَلَدِ أَبِي مُوسَى. [انظر: ٦١٩٨]

ابراہیم رکھا اور کھجور کو چبا کر اس کی گھٹی دی، نیز اس کے لیے خیر و برکت کی دعا فرمائی، پھر وہ مجھے دے دیا۔ یہ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کے سب سے بڑے لڑکے تھے۔

فوائد ومسائل: ① اس حدیث میں پیدائش کے دن ہی نومولود کا نام رکھنے اور اسے گھٹی دینے کا ذکر ہے، اگرچہ اس حدیث سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ نومولود کا نام رکھنے اور اسے گھٹی دینے میں جلدی کرنی چاہیے لیکن دیگر صحیح احادیث میں ہے کہ ساتویں روز نام رکھا جائے جیسا کہ حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہر بچہ اپنے عقیقے کے عوض گروی ہوتا ہے۔ پیدائش کے ساتویں روز اس کا عقیقہ کیا جائے، اس کا نام رکھا جائے اور سر کے بال صاف کرائے جائیں۔''[1] ② امام بخاری رحمہ اللہ کا موقف یہ ہے کہ اگر عقیقہ کرنے کا پروگرام نہ ہو تو نام وغیرہ رکھنے کو ساتویں دن تک مؤخر نہیں کرنا چاہیے بلکہ پیدائش کے دن ہی نام رکھ دیا جائے اور گھٹی بھی دے دی جائے۔ واللہ أعلم.

٥٤٦٨ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ: حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: أُتِيَ النَّبِيُّ ﷺ بِصَبِيٍّ يُحَنِّكُهُ فَبَالَ عَلَيْهِ فَأَتْبَعَهُ الْمَاءَ. [راجع: ٢٢٢]

[5468] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا کہ نبی ﷺ کی خدمت میں ایک بچہ لایا گیا تو آپ ﷺ نے کھجور چبا کر اس کے تالو میں لگائی۔ اس نے آپ پر پیشاب کر دیا تو آپ نے اس جگہ پر پانی بہا دیا۔

فوائد ومسائل: ① ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں نومولود بچوں کو لایا جاتا تو آپ ان کے لیے خیر و برکت کی دعا کرتے۔ ایک بچے کو لایا گیا تو اس نے آپ کے کپڑوں پر پیشاب کر دیا۔ آپ نے پانی منگوا کر کپڑے پر بہا دیا اسے دھویا نہیں۔[2] ایک روایت میں ہے کہ بچے کو گھٹی دینے کے لیے آپ نے اپنی گود میں بٹھایا تو اس نے پیشاب کر دیا، آپ نے وہاں پانی بہا دیا۔[3] ② امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصود یہ ہے کہ اگر نومولود کے عقیقے کا ارادہ نہ ہو تو پیدا ہوتے ہی اس کا نام رکھ دیا جائے اور اسی وقت گھٹی دے دی جائے اور اگر عقیقہ کرنا ہو تو یہ کام ساتویں دن کرنا چاہیے۔ ③ اس حدیث سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ نومولود، ولادت کے فوراً بعد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لایا گیا تو آپ نے کھجور کا ٹکڑا اپنے منہ مبارک میں چبا کر نرم کر کے بچے کے حلق میں لگا دیا۔ واللہ أعلم.

٥٤٦٩ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ نَصْرٍ: حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ: حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: أَنَّهَا

[5469] حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ وہ مکہ مکرمہ میں عبداللہ بن زبیر کی امید سے تھیں۔ انھوں نے کہا کہ جب میں وہاں سے ہجرت کے لیے نکلی تو ولادت

---

① سنن أبي داود، الضحايا، حديث :2839. ② صحيح البخاري، الدعوات، حديث :6355. ③ صحيح البخاري، الأدب، حديث : 6002.

حَمَلَتْ بِعَبْدِ اللهِ بْنِ الزُّبَيْرِ بِمَكَّةَ، قَالَتْ فَخَرَجْتُ وَأَنَا مُتِمٌّ، فَأَتَيْتُ الْمَدِينَةَ فَنَزَلْتُ قُبَاءَ فَوَلَدْتُ بِقُبَاءٍ ثُمَّ أَتَيْتُ بِهِ رَسُولَ اللهِ ﷺ فَوَضَعْتُهُ فِي حَجْرِهِ، ثُمَّ دَعَا بِتَمْرَةٍ فَمَضَغَهَا ثُمَّ تَفَلَ فِي فِيهِ، فَكَانَ أَوَّلَ شَيْءٍ دَخَلَ جَوْفَهُ رِيقُ رَسُولِ اللهِ ﷺ ثُمَّ حَنَّكَهُ بِالتَّمْرَةِ ثُمَّ دَعَا لَهُ فَبَرَّكَ عَلَيْهِ، وَكَانَ أَوَّلَ مَوْلُودٍ وُلِدَ فِي الْإِسْلَامِ، فَفَرِحُوا بِهِ فَرَحًا شَدِيدًا لِأَنَّهُمْ قِيلَ لَهُمْ: إِنَّ الْيَهُودَ قَدْ سَحَرَتْكُمْ فَلَا يُولَدُ لَكُمْ. [راجع: ٣٩٠٩]

کا وقت قریب تھا۔ مدینہ طیبہ پہنچ کر میں نے قباء میں رہائش اختیار کی۔ پھر قباء میں ہی عبداللہ بن زبیر پیدا ہوا۔ میں اسے لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اسے آپ کی گود میں رکھ دیا۔ آپ نے کھجور طلب فرمائی، اسے چبایا اور بچے کے منہ میں لعاب مبارک ڈال دیا، چنانچہ پہلی پہلی چیز جو بچے کے پیٹ میں گئی وہ رسول اللہ ﷺ کا لعاب مبارک تھا۔ پھر آپ نے اسے کھجور سے گھٹی دی اور اس کے لیے برکت کی دعا فرمائی۔ یہ سب سے پہلا بچہ تھا جو (ہجرت کے بعد) دور اسلام میں پیدا ہوا۔ صحابۂ کرام ؓ اس سے بہت خوش ہوئے کیونکہ ان کے ہاں یہ افواہ پھیلائی گئی تھی کہ یہودیوں نے تم پر جادو کر دیا ہے، لہٰذا تمھارے ہاں اب کوئی بچہ پیدا نہیں ہوگا۔

فوائد و مسائل: ① ہجرت کے بعد مدینہ طیبہ میں مہاجرین کی اولاد میں سب سے پہلے جنم لینے والے عبداللہ بن زبیر ؓ تھے، ورنہ ہجرت کے بعد ان سے پہلے انصار میں حضرت نعمان بن بشیر ؓ پیدا ہو چکے تھے۔ ② جب مہاجرین مدینہ طیبہ آئے تو ان کے ہاں کوئی نرینہ اولاد پیدا نہ ہوئی۔ یہ افواہ بڑی تیزی سے پھیلی کہ یہودیوں نے مسلمانوں کی نسل بندی کے لیے جادو کرایا ہے۔ یہودیوں کی اس بکواس سے مسلمانوں کو رنج بھی تھا۔ جب یہ بچہ پیدا ہوا تو مسلمانوں نے خوشی میں اتنے زور سے نعرۂ تکبیر بلند کیا کہ سارا مدینہ گونج اٹھا۔[1] ③ امام بخاری ؒ نے اس حدیث سے ثابت کیا ہے کہ عبداللہ بن زبیر ؓ کا نام ولادت کے بعد ہی رکھا گیا تھا۔ ان کا عقیقہ نہیں ہوا بصورت دیگر اس کا ضرور ذکر ہوتا۔ اگر عقیقہ نہ کرنا ہو تو نام رکھنے کے متعلق ساتویں دن کا انتظار نہیں کرنا چاہیے۔ واللہ أعلم.

٥٤٧٠ - حَدَّثَنِي مَطَرُ بْنُ الْفَضْلِ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ ابْنُ هَارُونَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَوْنٍ عَنْ أَنَسِ ابْنِ سِيرِينَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ ابْنٌ لِأَبِي طَلْحَةَ يَشْتَكِي فَخَرَجَ أَبُو طَلْحَةَ فَقُبِضَ الصَّبِيُّ، فَلَمَّا رَجَعَ أَبُو طَلْحَةَ قَالَ: مَا فَعَلَ ابْنِي؟ قَالَتْ أُمُّ سُلَيْمٍ: هُوَ أَسْكَنُ

[5470] حضرت انس بن مالک ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ حضرت ابوطلحہ ؓ کا بیٹا بیمار ہوگیا۔ حضرت ابوطلحہ ؓ کہیں باہر گئے ہوئے تھے کہ ان کا بیٹا فوت ہو گیا۔ جب وہ واپس آئے تو پوچھا: میرا بیٹا کیسا ہے؟ حضرت ام سلیم ؓ نے کہا: وہ پہلے سے سکون میں ہے۔ پھر بیوی نے انھیں کھانا پیش کیا۔ انھوں نے کھانا کھایا۔ پھر

[1] فتح الباري: 729/9.

مَا كَانَ، فَقَرَّبَتْ إِلَيْهِ الْعَشَاءَ فَتَعَشَّى ثُمَّ أَصَابَ مِنْهَا، فَلَمَّا فَرَغَ قَالَتْ: وَارِ الصَّبِيَّ، فَلَمَّا أَصْبَحَ أَبُو طَلْحَةَ أَتَى رَسُولَ اللهِ ﷺ فَأَخْبَرَهُ فَقَالَ: «أَعْرَسْتُمُ اللَّيْلَةَ؟» قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: «اللَّهُمَّ بَارِكْ لَهُمَا فِي لَيْلَتِهِمَا»، فَوَلَدَتْ غُلَامًا، قَالَ لِي أَبُو طَلْحَةَ: احْفَظْهُ حَتَّى تَأْتِيَ بِهِ النَّبِيَّ ﷺ، فَأَتَى بِهِ النَّبِيَّ ﷺ وَأَرْسَلَتْ مَعَهُ بِتَمَرَاتٍ فَأَخَذَهُ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ: «أَمَعَهُ شَيْءٌ؟» قَالُوا: نَعَمْ، تَمَرَاتٌ، فَأَخَذَهَا النَّبِيُّ ﷺ فَمَضَغَهَا ثُمَّ أَخَذَ مِنْ فِيهِ فَجَعَلَهَا فِي فِي الصَّبِيِّ وَحَنَّكَهُ بِهِ وَسَمَّاهُ عَبْدَ اللهِ. [راجع: ١٣٠١]

بیوی سے ہم بستر ہوئے۔ جب فارغ ہوئے تو ام سلیم ؓ نے کہا کہ بچے کو دفن کر آؤ۔ صبح ہوئی تو ابوطلحہ ؓ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کو اس واقعے کی اطلاع دی۔ نبی ﷺ نے دریافت فرمایا: ”کیا تم نے آج رات ہم بستری کی تھی؟“ انھوں نے کہا: جی ہاں۔ آپ ﷺ نے دعا فرمائی: ”اے اللہ! ان دونوں کی اس رات میں برکت عطا فرما۔“ میں نے بچہ جنا تو مجھے ابوطلحہ ؓ نے کہا کہ اسے حفاظت کے ساتھ نبی ﷺ کی خدمت میں لے جاؤ، چنانچہ اس بچے کو نبی ﷺ کی خدمت میں لایا گیا۔ حضرت ام سلیم ؓ نے کچھ کھجوریں بھی ہمراہ بھیجی تھیں۔ نبی ﷺ نے بچے کو لیا اور پوچھا: ”اس کے ساتھ کوئی چیز بھی ہے؟“ لوگوں نے کہا: جی ہاں، کھجوریں ہیں۔ نبی ﷺ نے وہ کھجوریں لیں، انھیں چبایا، پھر انھیں اپنے منہ سے نکال کر بچے کے منہ میں رکھ دیں اور اس سے بچے کو گھٹی دی اور اس کا نام عبداللہ رکھا۔

حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنِ ابْنِ عَوْنٍ، عَنْ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَنَسٍ، وَسَاقَ الْحَدِيثَ.

ایک دوسری سند محمد بن سیرین سے ہے، وہ حضرت انس ؓ سے بیان کرتے ہیں، پھر انھوں نے یہی حدیث بیان کی۔

فوائد ومسائل: ① حضرت ام سلیم ؓ کے حق میں رسول اللہ ﷺ کی دعا قبول ہوئی۔ اس کے بعد آپ حضرت عبداللہ بن ابوطلحہ ؓ کے ساتھ امید سے ہوئیں۔ جب بچے کو جنم دیا تو حضرت انس ؓ سے فرمایا: اس بچے کو حفاظت کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے پاس لے جاؤ۔ حضرت انس ؓ کہتے ہیں کہ میں جب اسے لے کر آپ کے پاس آیا تو آپ ﷺ ایک حویلی میں تھے۔ آپ نے سیاہ رنگ کی چادر اوڑھ رکھی تھی اور غنیمت کے اونٹوں کو نشان لگا رہے تھے۔[1] ② رسول اللہ ﷺ کی دعا شرف قبولیت سے نوازی گئی اور نومولود عبداللہ کی نسل سے دس نیک علماء پیدا ہوئے۔[2] ③ امام بخاری ؒ نے اس حدیث سے ثابت کیا ہے کہ حضرت ابوطلحہ ؓ نے اس نومولود کا عقیقہ نہیں کیا تھا۔ ایسے حالات میں بچے کا نام ولادت کے دن ہی عبداللہ رکھ دیا گیا، ساتویں دن کا انتظار نہیں کیا گیا۔ ④ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عقیقہ واجب نہیں بلکہ مستحب ہے۔ واللّٰہ أعلم. ⑤ امام شافعی ؒ فرماتے ہیں کہ عقیقے کے متعلق لوگ افراط وتفریط کا شکار ہیں۔ کچھ لوگوں نے اسے واجب کہا جبکہ کچھ حضرات اسے بدعت کہتے

(1) صحيح البخاري، اللباس، حديث: 5824، وفتح الباري: 730/9. (2) عمدة القاري: 466/14.

ہیں۔ امام ابن منذر نے کہا ہے کہ اصحاب الرائے نے عقیقے کے سنت ہونے کا انکار کیا ہے اور اس سلسلے میں ثابت شدہ احادیث و آثار کی انھوں نے مخالفت کی ہے۔[1]

(٢) بَابُ إِمَاطَةِ الْأَذَى عَنِ الصَّبِيِّ فِي الْعَقِيقَةِ

باب:2- عقیقے میں نومولود سے تکلیف دہ چیز دور کرنا

٥٤٧١ - حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ مُحَمَّدٍ، عَنْ سَلْمَانَ بْنِ عَامِرٍ، قَالَ: مَعَ الْغُلَامِ عَقِيقَةٌ.

[5471] حضرت سلمان بن عامر سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ ہر بچے کے ساتھ عقیقہ ہے۔

وَقَالَ حَجَّاجٌ: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ: أَخْبَرَنَا أَيُّوبُ وَقَتَادَةُ وَهِشَامٌ وَحَبِيبٌ عَنِ ابْنِ سِيرِينَ، عَنْ سَلْمَانَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

ایک دوسری سند میں ابن سیرین حضرت سلمان بن عامر رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں اور وہ نبی ﷺ سے مرفوع بیان کرتے ہیں۔

وَقَالَ غَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ عَاصِمٍ وَهِشَامٍ، عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ سِيرِينَ، عَنِ الرَّبَابِ، عَنْ سَلْمَانَ ابْنِ عَامِرٍ الضَّبِّيِّ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

کئی لوگوں نے حضرت عاصم اور ہشام سے، انھوں نے حفصہ بنت سیرین سے، انھوں نے رباب سے، انھوں نے حضرت سلمان بن عامر ضبی رضی اللہ عنہ سے اور وہ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں۔

وَرَوَاهُ يَزِيدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنِ ابْنِ سِيرِينَ، عَنْ سَلْمَانَ قَوْلَهُ. [انظر: ٥٤٧٢]

ایک روایت میں یزید بن ابراہیم ابن سیرین سے بیان کرتے ہیں، ان سے حضرت سلمان بن عامر رضی اللہ عنہ نے اپنا قول بیان کیا ہے۔

٥٤٧٢ - وَقَالَ أَصْبَغُ: أَخْبَرَنِي ابْنُ وَهْبٍ عَنْ جَرِيرِ بْنِ حَازِمٍ، عَنْ أَيُّوبَ السَّخْتِيَانِيِّ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ: حَدَّثَنَا سَلْمَانُ بْنُ عَامِرٍ الضَّبِّيُّ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «مَعَ الْغُلَامِ عَقِيقَةٌ فَأَهْرِيقُوا عَنْهُ دَمًا، وَأَمِيطُوا عَنْهُ الْأَذَى».

[5472] حضرت سلمان بن عامر ضبی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ فرما رہے تھے: ''لڑکے کے ساتھ عقیقہ لگا ہوا ہے۔ اس کی طرف سے جانور ذبح کرو اور اس سے تکلیف دہ چیز دور کرو۔''

حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِي الْأَسْوَدِ: حَدَّثَنَا

حبیب بن شہید کہتے ہیں کہ مجھے محمد بن سیرین نے حکم

---

1 فتح الباري: 9/ 728.

قُرَيْشُ بْنُ أَنَسٍ عَنْ حَبِيبِ بْنِ الشَّهِيدِ قَالَ: أَمَرَنِي ابْنُ سِيرِينَ أَنْ أَسْأَلَ الْحَسَنَ: مِمَّنْ سَمِعَ حَدِيثَ الْعَقِيقَةِ؟ فَسَأَلْتُهُ فَقَالَ: مِن سَمُرَةَ ابْنِ جُنْدُبٍ. [راجع: ٥٤٧١]

دیا کہ میں امام حسن بصری سے دریافت کروں کہ انھوں نے عقیقہ کی حدیث کس سے سنی ہے؟ چنانچہ میں نے ان سے پوچھا تو انھوں نے کہا کہ میں نے حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے سنی ہے۔

فوائد ومسائل: ① ''ہر بچے کے ساتھ عقیقہ ہے'' حدیث کے ان الفاظ سے حضرت حسن بصری اور قتادہ رحمہما اللہ نے یہ استدلال کیا ہے کہ لڑکے کا عقیقہ ہے لڑکی کا نہیں۔ لیکن جمہور اہل علم کا موقف ہے کہ عقیقہ دونوں کی طرف سے ہے جیسا کہ درج ذیل احادیث سے معلوم ہوتا ہے: ○ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ لڑکے کی طرف سے دو بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری بطور عقیقہ قربانی کی جائے۔[1] ○ حضرت ام کرز کعبیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ لڑکے کی طرف سے دو ایک جیسی بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری بطور عقیقہ ذبح کی جائے۔[2] ○ ایک عورت نے رسول اللہ ﷺ سے عقیقے کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا: ''ہاں لڑکے کی طرف سے دو بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری ذبح کرو۔''[3] اسی طرح حدیث کے الفاظ ہیں کہ نومولود کی طرف سے خون بہاؤ۔ یہ مبہم الفاظ ہیں۔ ان کی تفسیر دیگر احادیث سے ہوتی ہے کہ کون سے جانور عقیقے میں ذبح کرنے ہیں۔ حدیث میں شاۃ کا لفظ ہے جو بکری، بھیڑ اور دنبہ تینوں پر بولا جاتا ہے۔ اگرچہ جمہور اہل علم گائے اور اونٹ کو ذبح کرنا جائز کہتے ہیں لیکن اس سلسلے میں ہمارا موقف ہے کہ صرف ان جانوروں پر اکتفا کیا جائے جن کا احادیث میں ذکر آیا ہے۔ اس کی وضاحت ہم اپنے تعارفی نوٹ میں کر آئے ہیں۔ وہ تکلیف وہ چیز کیا ہے جس کے متعلق حدیث میں آیا ہے کہ نومولود سے اسے دور کیا جائے؟ اس کے متعلق حسن بصری رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اس سے مراد سر کے بال صاف کرنے ہیں۔[4] بعض علماء نے اس کے علاوہ کوئی اور چیز مراد لی ہے۔ بہر حال تکلیف وہ چیز عام ہے اور اس میں سر کا منڈوانا بھی شامل ہے۔[5] واللّٰہ أعلم. بعض حضرات نے اس سے مراد ختنہ لیا ہے۔ کچھ حضرات کا موقف ہے کہ دور جاہلیت میں عقیقے کا خون بچے کے سر پر ملتے تھے، اس سے منع کیا گیا ہے، چنانچہ جب اسلام آیا تو سر کے بال صاف کرنے کے بعد اس پر زعفران لگائی جاتی تھی۔[6] ہمارے رجحان کے مطابق اس سے وہ بلائیں اور آفتیں مراد ہیں جو نومولود سے وابستہ ہوتی ہیں اور جنھیں عقیقے سے دور کیا جاتا ہے، چنانچہ حدیث میں ہے کہ بچہ عقیقے کی وجہ سے گروی رکھا ہوا ہوتا ہے۔[7] امام بخاری رحمہ اللہ نے عقیقے کے متعلق حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کی حدیث کے الفاظ ذکر نہیں کیے کیونکہ وہ مشہور ہے۔ اس کے الفاظ درج ذیل ہیں: ''نومولود، عقیقے کے عوض گروی ہوتا ہے۔ ولادت کے ساتویں دن اس کا عقیقہ کیا جائے، اس کے سر کے بال صاف کیے جائیں اور اس کا نام رکھا جائے۔''[8] نومولود اپنے

① جامع الترمذي، الأضاحي، حديث: 1513. ② سنن أبي داود، الضحايا، حديث: 2834. ③ مسند أحمد: 381/6. ④ سنن أبي داود، الضحايا، حديث: 2840. ⑤ فتح الباري: 734/9. ⑥ سنن أبي داود، الضحايا، حديث: 2843. ⑦ سنن أبي داود، الضحايا، حديث: 2838. ⑧ جامع الترمذي، الأضاحي، حديث: 1522.

عقیقے کے عوض گروی ہے، اس کے مفہوم میں بہت اختلاف ہے۔ ہمارے نزدیک بہترین مفہوم امام احمد بن حنبل ؒ نے بیان کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد بچے کا قیامت کے دن سفارش کرنا ہے، یعنی جب بچہ فوت ہوگیا اور اس کا عقیقہ نہ کیا گیا تو قیامت کے دن وہ والدین کے لیے سفارش نہیں کرے گا۔[1] نومولود کے بالوں کے برابر چاندی صدقہ کرنا بھی مشروع ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت حسن کا عقیقہ کیا اور حضرت فاطمہ ؓ سے فرمایا: ''اے فاطمہ! اس کا سر منڈاؤ اور بالوں کے عوض چاندی صدقہ کرو۔''[2] نومولود کے مذکورہ احکام کے علاوہ اس کے کان میں اذان کہنا بھی مشروع ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے جب حضرت حسن پیدا ہوئے تو ان کے کان میں اذان کہی تھی۔[3] یہ حدیث اگرچہ ضعیف ہے لیکن دیگر شواہد کی وجہ سے مضبوط ہوجاتی ہے۔[4]

(٣) بَابُ الْفَرَعِ

باب:3-فرع کا بیان

٥٤٧٣ - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ: أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ: حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ عَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «لَا فَرَعَ وَلَا عَتِيرَةَ».

[5473] حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے، وہ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ''فرع اور عتیرہ کی کوئی حیثیت نہیں۔''

وَالْفَرَعُ أَوَّلُ النِّتَاجِ كَانُوا يَذْبَحُونَهُ لِطَوَاغِيتِهِمْ. وَالْعَتِيرَةُ فِي رَجَبٍ. [انظر: ٥٤٧٤]

فرع، اونٹنی کا وہ پہلا بچہ ہے جسے دور جاہلیت میں کافر اپنے بتوں کے لیے ذبح کرتے تھے اور عتیرہ کو رجب میں ذبح کرتے تھے۔

فوائد ومسائل: ① ابوداود میں مزید وضاحت ہے کہ اونٹنی کے پہلے بچے کو بتوں کے نام پر ذبح کرکے اسے خود کھا جاتے اور اس کی جلد درختوں پر پھینک دیتے۔[5] ایک روایت میں رسول اللہ ﷺ نے فرع کو حق قرار دیا ہے جیسا کہ سنن نسائی میں ہے۔[6] امام شافعی ؒ فرماتے ہیں کہ فرع جائز ہے بشرطیکہ اللہ تعالیٰ کے لیے ذبح کیا جائے۔[7] ② ہمارے رجحان کے مطابق جاہلیت کی یہ رسم دور اسلام میں اسی طرح قائم رہی مگر مسلمان اسے اللہ تعالیٰ کے نام پر ذبح کرنے لگے، پھر اس رسم کو موقوف اور منسوخ کردیا گیا۔ واللہ أعلم.

---

① فتح الباري: 734/9. ② جامع الترمذي، الأضاحي، حديث: 1519. ③ جامع الترمذي، الأضاحي، حديث: 1516.
4 تحفة الأحوذي: 91/1. 5 سنن أبي داود، الضحايا، حديث: 2833. 6 سنن النسائي، الفرع والعتيرة، حديث: 4230.
7 فتح الباري: 739/9.

(٤) بَابُ الْعَتِيرَةِ

باب:4-عتیرہ کا بیان

٥٤٧٤ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ: الزُّهْرِيُّ حَدَّثَنَا عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «لَا فَرَعَ وَلَا عَتِيرَةَ».

[5474] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ''فرع اور عتیرہ کوئی شے نہیں ہیں۔''

قَالَ: وَالْفَرَعُ أَوَّلُ النِّتَاجِ كَانَ يُنْتَجُ لَهُمْ، كَانُوا يَذْبَحُونَهُ لِطَوَاغِيتِهِمْ. وَالْعَتِيرَةُ فِي رَجَبٍ. [راجع: ٥٤٧٣]

فرع اونٹنی کا وہ پہلا بچہ جسے دور جاہلیت میں کافر لوگ اپنے بتوں کے نام سے ذبح کرتے تھے اور عتیرہ کو رجب میں ذبح کیا جاتا تھا۔

فوائد ومسائل: ① دور جاہلیت میں اسے رجبیہ بھی کہا جاتا تھا کیونکہ اسے رجب میں ذبح کرتے تھے۔ اسلام نے اس رسم کو ختم کر دیا کیونکہ واضح طور پر اس میں شرک کے جراثیم پائے جاتے تھے۔ لیکن امام شافعی رحمہ اللہ نے اسے مشروع قرار دیا ہے جب اللہ کے نام پر ذبح کیا جائے جیسا کہ منیٰ میں کھڑے ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا: اللہ کے رسول! ہم دور جاہلیت میں رجب کے مہینے میں عتیرہ ذبح کرتے تھے، آپ اس کے متعلق کیا حکم دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ''اللہ کے نام پر جس مہینے میں چاہو ذبح کرو اور اللہ کے نام سے لوگوں کو کھلاؤ۔''[1] ② ہمارے رجحان کے مطابق صدقہ و خیرات قربانی ہر وقت جائز ہے مگر ذوالحجہ کے علاوہ کسی دوسرے مہینے کی پابندی سے کوئی قربانی یا خیرات کرنا درست نہیں جیسا کہ میت کی طرف سے صدقہ و خیرات جائز ہے لیکن قل خوانی، تیجہ، ساتواں، دسواں یا چہلم کے نام سے صدقہ و خیرات کرنا بدعت ہے۔ اس قسم کی تخصیص کا شریعت میں جواز نہیں ہے۔ واللہ أعلم.

① سنن النسائي، الفرع والعتيرة، حديث: 4234.

ذبائح، شکار کا معنی و مفہوم اور جانور کے حلال وحرام ہونے کے اصول

ذبائح، ذبیحۃ کی جمع ہے اور ذبیحہ وہ جانور ہے جو کسی کی ملکیت ہو اور حلال ہو اسے ذبح کر کے اس کی شہ رگ کاٹ دی جائے۔ صید کا لفظ مصدر ہے جس کے معنی ہیں: شکار کرنا اور کبھی اس کا اطلاق اس جانور پر ہوتا ہے جسے شکار کیا جاتا ہے۔ شکار ہر اس حلال جنگلی جانور کو کہتے ہیں جو کسی کی ملکیت و قبضے میں نہ ہو۔ اس عنوان کے تحت ذبائح اور شکار کے احکام بیان ہوں گے۔ دراصل کسی جانور کے حلال وحرام ہونے کے متعلق یہ اصول ہے کہ ہر جانور حلال ہے سوائے اس کے جسے اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے حرام قرار دیا ہو۔ کسی جانور کے حلال ہونے کے لیے صرف دو شرطوں کا پایا جانا ضروری ہے: وہ پاکیزہ ہو اور اس کے اندر کسی بھی پہلو سے خباثت نہ ہو۔ جانور کی خباثت مندرجہ ذیل چیزوں سے معلوم کی جاسکتی ہے: ○ نبی ﷺ نے واضح طور پر خبیث قرار دیا ہو، مثلاً: گھریلو گدھے۔ ○ ہر وہ پرندہ جو چنگال والا ہو، یعنی پنجے سے شکار کرے اور پنجے سے پکڑ کر کھائے، جیسے: باز اور شکرا۔ ○ جس کی خباثت معروف ہو، جیسے: چوہا، سانپ اور بچھو وغیرہ۔ ○ جس کے قتل سے منع کیا گیا ہو، مثلاً: بلی یا جس کے قتل کا حکم دیا گیا ہو، جیسے: چیل۔ ○ جس جانور کے متعلق مشہور ہو کہ وہ مردار کھاتا ہے، مثلاً: گدھ۔ ○ جسے ناجائز طریقے سے ذبح کیا گیا ہو، مثلاً: کافر کا ذبیحہ یا غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا ہوا جانور۔ ان کے علاوہ جتنے بھی جانور ہیں وہ سب حلال ہیں۔ اس اصول کو فقہی زبان میں اس طرح ادا کیا جاتا ہے: ''ہر چیز کی اصل اباحت ہے۔'' پہلے لوگوں کا یہ ذہن تھا کہ حلال صرف وہ جانور ہے جس کے حلال ہونے کے متعلق شریعت میں واضح ثبوت ہو لیکن ہمارے لیے حلال اشیاء کا دائرہ بہت وسیع کر دیا گیا ہے، یعنی ہمارے لیے وہ تمام جانور حلال ہیں جن میں خباثت نہیں پائی جاتی اور جو درج بالا اصولوں کی زد میں نہیں آتے۔ واضح رہے کہ حلال جانور کا خون حرام ہے۔ خون سے مراد وہ خون ہے جو ذبح کرتے وقت بہتا ہے۔ اور کچھ خارجی اسباب ایسے ہیں جن کی وجہ سے حلال جانور حرام ہو جاتا ہے۔ ان کی تفصیل درج ذیل ہے: ○ جو جانور طبعی موت مر جائے اور اسے ذبح نہ کیا جائے۔ ○ جس جانور پر اللہ کے سوا کسی دوسرے کا نام پکارا گیا ہو۔ ○ وہ جانور جو گلا گھٹنے سے مر جائے۔ ○ وہ جانور جسے چھڑی یا لاٹھی ماری جائے اور وہ مر جائے۔ ○ وہ جانور جو بلندی سے گر کر مر جائے۔ ○ جو جانور دوسرے جانور کے سینگ مارنے سے مر جائے۔ ○ وہ جانور جسے درندوں نے پھاڑ کھایا ہو۔ ○ وہ جانور جسے آستانوں پر ذبح کیا گیا ہو، خواہ ذبح کرتے وقت اس پر اللہ ہی کا نام لیا گیا ہو۔ پھر شرعی ذبح کی تین شرطیں حسب ذیل ہیں: ○ چھری

پھیرتے وقت بسم اللہ پڑھنا بصورت دیگر وہ جانور حلال نہیں ہوگا۔ ○ ذبح کرنے والا شخص مسلمان ہو یا اہل کتاب سے ہو۔ ○ شرعی طریقے سے ذبح کرتے ہوئے جانور کی شہ رگ کاٹ دی جائے۔ بہر حال امام بخاری رحمہ اللہ نے اس عنوان کے تحت ذبح، ذبیحہ اور شکار وغیرہ کے احکام ومسائل اور آداب وشرائط بیان کیے ہیں۔ اس سلسلے میں انھوں نے ترانوے (93) مرفوع احادیث کا انتخاب کیا ہے جن میں اکیس (21) معلق اور بہتر (72) متصل سند سے بیان کی ہیں، پھر ان میں اناسی (79) مکرر اور چودہ (14) خالص ہیں۔ چھ (6) احادیث کے علاوہ دیگر احادیث کو امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے مرفوع احادیث کے علاوہ مختلف صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظام رحمہم اللہ سے مروی چوالیس (44) آثار بھی بیان کیے ہیں۔ انھوں نے ان احادیث وآثار پر اڑتیس (38) چھوٹے چھوٹے عنوان قائم کر کے قوت استنباط اور قوت فہم کی ایک مثال قائم کی ہے۔ چند ایک عنوان حسب ذیل ہیں: ○ شکار پر بسم اللہ پڑھنا۔ ○ تیر کمان سے شکار کرنا۔ ○ جب کتا شکار میں سے خود کھا لے۔ ○ جب شکار کیا ہوا جانور دو یا تین دن بعد ملے۔ ○ شکاری جب اپنے شکار کے پاس دوسرا کتا دیکھے۔ ○ بطور مشغلہ شکار کرنا۔ ○ پہاڑوں پر شکار کرنا۔ ○ ذبیحہ پر بسم اللہ پڑھنا۔ ○ گھوڑوں کا گوشت۔ ○ پالتو گدھوں کا گوشت۔ ○ مجبور شخص کا مردار کھانا۔ ہم نے احادیث اور عنوانات کے درمیان مطابقت پیدا کرنے کی پوری پوری کوشش کی ہے اور بعض مقامات پر تشریحی نوٹس بھی دیے ہیں۔ قارئین کرام سے گزارش ہے کہ وہ ہماری معروضات کو پیش نظر رکھتے ہوئے امام بخاری رحمہ اللہ کی پیش کی ہوئی احادیث کا مطالعہ کریں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں قرآن وحدیث کے مطابق زندگی گزارنے کی توفیق دے اور قیامت کے دن محدثین کے ہمراہ اٹھائے۔ آمین.

بِسۡمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحۡمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ

72 - كِتَابُ الذَّبَائِحِ وَالصَّيْدِ

ذبیحوں اور شکار سے متعلق احکام و مسائل

(١) بَابُ التَّسْمِيَةِ عَلَى الصَّيْدِ

باب: 1- شکار پر بسم اللہ پڑھنا

وَقَوْلِ اللهِ: ﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ ٱلْمَيْتَةُ﴾ إِلَى قَوْلِهِ ﴿فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَٱخْشَوْنِ﴾ [المائدة: ٣]

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''تمھارے لیے حرام کیے گئے ہیں مردہ جانور...... لہٰذا تم ان سے نہ ڈرو، اور مجھی سے ڈرو۔''

وَقَوْلِهِ تَعَالَى: ﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ لَيَبۡلُوَنَّكُمُ ٱللَّهُ بِشَيۡءٖ مِّنَ ٱلصَّيۡدِ﴾

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ ضرور تمھیں اس چیز کے شکار کے ذریعے سے آزمائے گا......''

وَقَوْلُهُ جَلَّ ذِكْرُهُ: ﴿أُحِلَّتْ لَكُم بَهِيمَةُ ٱلْأَنْعَٰمِ إِلَّا مَا يُتۡلَىٰ عَلَيۡكُمۡ﴾ إِلَى قَوْلِهِ: ﴿فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَٱخْشَوْنِ﴾

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''تمھارے لیے چوپائے مویشی حلال کیے گئے ہیں، سوائے ان کے جن کے نام تمھیں پڑھ کر سنا دیے جائیں گے...... لہٰذا تم ان سے نہ ڈرو اور مجھی سے ڈرو۔''

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: الْعُقُودُ: الْعُهُودُ. مَا أُحِلَّ وَحُرِّمَ، ﴿إِلَّا مَا يُتۡلَىٰ عَلَيۡكُمۡ﴾: الْخِنْزِيرُ. ﴿يَجۡرِمَنَّكُمۡ﴾: يَحْمِلَنَّكُمْ. ﴿شَنَـَٔانُ﴾: عَدَاوَةُ. ﴿وَٱلۡمُنۡخَنِقَةُ﴾: تُخْنَقُ فَتَمُوتُ. ﴿وَٱلۡمَوۡقُوذَةُ﴾: تُضْرَبُ بِالْخَشَبِ يُوقِذُهَا فَتَمُوتُ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: عقود سے مراد وہ عہد و پیمان ہیں جو حلال و حرام کے متعلق کیے جائیں۔ ﴿إِلَّا مَا يُتْلَىٰ عَلَيْكُمْ﴾ سے مراد سؤر کا گوشت وغیرہ ہے۔ ﴿يَجْرِمَنَّكُمْ﴾ کے معنی ہیں: تمھیں آمادہ کرے۔ ﴿شَنَآنُ﴾ کے معنی ہیں: عداوت و دشمنی۔ ﴿الْمُنْخَنِقَةُ﴾ سے مراد وہ جانور ہے جسے گلا

﴿وَالْمُتَرَدِّيَةُ﴾: تَتَرَدَّى مِنَ الْجَبَلِ. ﴿وَالنَّطِيحَةُ﴾: تُنْطَحُ الشَّاةُ. فَمَا أَدْرَكْتَهُ يَتَحَرَّكُ بِذَنَبِهِ أَوْ بِعَيْنِهِ فَاذْبَحْ وَكُلْ.

گھونٹ کر مار دیا جائے۔ ﴿الْمَوْقُوْذَةُ﴾ سے مراد وہ جانور جسے لکڑی سے مارا گیا ہو۔ ﴿الْمُتَرَدِّيَةُ﴾ سے مراد وہ جانور جو پہاڑ سے پھسل کر مر جائے اور ﴿النَّطِيْحَةُ﴾ وہ ہے جسے بکری سینگ مارے، پھر اگر تم اسے دم ہلاتے ہوئے یا آنکھ کو حرکت دیتے ہوئے پا لو تو ذبح کر کے کھا لو۔

وضاحت: ان آیات میں ذبیحہ اور شکار کے احکام بیان ہوئے ہیں اور کچھ ایسے جانوروں کا ذکر ہے جو حلال ہونے کے باوجود کسی سبب سے مر جائیں۔ اگر ایسے جانور زندہ پائے جائیں اور بسم اللہ پڑھ کر انھیں ذبح کر لیا جائے تو ان کا کھانا جائز ہے جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا ہے۔ واللہ أعلم.

٥٤٧٥ - حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ: حَدَّثَنَا زَكَرِيَّا عَنْ عَامِرٍ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: سَأَلْتُ النَّبِيَّ ﷺ عَنْ صَيْدِ الْمِعْرَاضِ؟ قَالَ: «مَا أَصَابَ بِحَدِّهِ فَكُلْهُ، وَمَا أَصَابَ بِعَرْضِهِ فَهُوَ وَقِيذٌ»، وَسَأَلْتُهُ عَنْ صَيْدِ الْكَلْبِ فَقَالَ: «مَا أَمْسَكَ عَلَيْكَ فَكُلْ، فَإِنَّ أَخْذَ الْكَلْبِ ذَكَاةٌ، وَإِنْ وَجَدْتَ مَعَ كَلْبِكَ - أَوْ كِلَابِكَ - كَلْبًا غَيْرَهُ فَخَشِيتَ أَنْ يَكُونَ أَخَذَهُ مَعَهُ، وَقَدْ قَتَلَهُ فَلَا تَأْكُلْ، فَإِنَّمَا ذَكَرْتَ اسْمَ اللهِ عَلَى كَلْبِكَ وَلَمْ تَذْكُرْهُ عَلَى غَيْرِهِ». [راجع: ١٧٥]

[5475] حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں نے نوکدار لکڑی سے کیے ہوئے شکار کے متعلق نبی ﷺ سے دریافت کیا؟ آپ نے فرمایا: ''اگر شکار اس کی نوک سے زخمی ہو جائے تو اسے کھا لو لیکن اگر عرض (چوڑائی) کے بل اسے لگے تو اسے نہ کھاؤ کیونکہ یہ موقوذہ ہے۔'' میں نے کتے سے کیے ہوئے شکار کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا: ''اگر وہ کتا تیرے لیے شکار کو روک رکھے تو کھا لو کیونکہ کتے کا شکار کو پکڑ لینا بھی ذبح کے حکم میں ہے۔ اگر تم اپنے کتے یا اپنے کتوں کے ساتھ کوئی دوسرا کتا بھی پاؤ اور تمھیں اندیشہ ہو کہ اس کتے کے ساتھ دوسرے کتے نے شکار پکڑا ہوگا اور وہ شکار کو مار چکا ہو تو ایسے شکار کو نہ کھاؤ کیونکہ تم نے اللہ کا نام اپنے کتے پر لیا تھا دوسرے پر اللہ کا نام نہیں لیا تھا۔''

فوائد ومسائل: ① جانور کے حلال ہونے کی دو صورتیں ہیں: ایک تو یہ ہے کہ ذبح کرتے وقت اللہ کا نام لیا جائے، یعنی بسم اللہ پڑھنا ضروری ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''جس جانور پر ذبح کے وقت اللہ کا نام لیا جائے اسے کھاؤ۔''[1] دوسری صورت یہ ہے کہ شکاری کتا چھوڑتے وقت بسم اللہ پڑھی جائے بشرطیکہ وہ کتا سدھایا ہوا ہو۔ سدھایا ہوا ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ایسا کتا شکار پر چھوڑا جائے جو دوڑتا ہوا جائے، جب اسے روکا جائے تو رک جائے اور جب شکار پکڑے تو اس میں سے کچھ نہ کھائے۔

① الأنعام 6:118.

ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو ثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا: ''اگر تم نے سدھائے ہوئے کتے سے شکار کیا اور چھوڑتے وقت تو نے اس پر اللہ کا نام لیا ہو تو اسے کھانے میں کوئی حرج نہیں اور اگر تم غیر سدھائے کتے سے شکار کرو پھر تمھیں اسے ذبح کرنے کا موقع مل جائے تو اسے بھی کھا سکتے ہو۔''[1] ② ہمارے رجحان کے مطابق شکاری کتے سے کیے ہوئے شکار کو کھانے کی دو شرطیں ہیں: ○ وہ کتا سدھایا ہوا ہو۔ ○ چھوڑتے وقت اس پر اللہ کا نام لیا گیا ہو۔ ان دو شرطوں کے بغیر شکار حلال نہ ہوگا۔

(٢) بَابُ صَيْدِ الْمِعْرَاضِ

وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ فِي الْمَقْتُولَةِ بِالْبُنْدُقَةِ: تِلْكَ الْمَوْقُوذَةُ، وَكَرِهَهُ سَالِمٌ وَالْقَاسِمُ وَمُجَاهِدٌ وَإِبْرَاهِيمُ وَعَطَاءٌ وَالْحَسَنُ، وَكَرِهَ الْحَسَنُ رَمْيَ الْبُنْدُقَةِ فِي الْقُرَى وَالْأَمْصَارِ وَلَا يَرَى بِهِ بَأْسًا فِيمَا سِوَاهُ.

باب: 2- نوکدار لکڑی سے شکار کرنے کا بیان

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے غلیلے سے مرے ہوئے شکار کے متعلق فرمایا کہ وہ موقوذہ ہے۔ حضرت سالم، قاسم، مجاہد، ابراہیم نخعی، عطاء اور حسن بصری رحمہم اللہ نے اسے مکروہ کہا ہے۔ اور حسن بصری نے شہروں اور دیہاتوں میں غلیلہ پھینکنے کو مکروہ خیال کیا ہے، ان کے علاوہ دیگر مقامات میں کوئی حرج نہیں۔

وضاحت: غلیل سے پتھر پھینک کر اگر شکار کیا جائے اور وہ مر جائے تو ایسا شکار کھانا جائز نہیں کیونکہ وہ پھینکنے والے کی قوت سے شکار کو زخمی کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حسن بصری رحمہ اللہ جہاں کہیں ہجوم اور آبادی ہو وہاں غلیل سے غلیلہ پھینکنے کو مکروہ خیال کرتے تھے کہ کہیں ایسا نہ ہو وہ کسی شخص کو زخمی کر دے۔ اس کی ممانعت حدیث سے ثابت ہے، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے کنکریاں پھینکنے سے منع فرمایا ہے کیونکہ کنکری نہ تو شکار مار سکتی ہے اور نہ دشمن کو کوئی نقصان پہنچا سکتی ہے لیکن آنکھ پھوڑ سکتی ہے اور دانت توڑ سکتی ہے۔[2]

٥٤٧٦ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي السَّفَرِ، عَنِ الشَّعْبِيِّ قَالَ: سَمِعْتُ عَدِيَّ بْنَ حَاتِمٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: سَأَلْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ عَنِ الْمِعْرَاضِ فَقَالَ: «إِذَا أَصَبْتَ بِحَدِّهِ فَكُلْ، فَإِذَا أَصَابَ بِعَرْضِهِ فَقَتَلَ فَإِنَّهُ وَقِيذٌ فَلَا تَأْكُلْ»، فَقُلْتُ: أُرْسِلُ كَلْبِي؟ قَالَ: «إِذَا أَرْسَلْتَ كَلْبَكَ

[5476] حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے نوکدار لکڑی سے شکار کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا: ''جب تم اس کی نوک سے شکار کو مار لو تو اسے کھاؤ لیکن اگر عرض کے بل شکار کو لگے اور جانور مر جائے تو وہ موقوذہ (مردار) ہے، اسے نہ کھاؤ۔'' میں نے دوسرا سوال کیا کہ میں اپنا کتا بھی چھوڑتا ہوں؟ آپ نے فرمایا: ''جب تم اپنے کتے پر بسم اللہ پڑھ کر

---

[1] صحيح البخاري، الذبائح والصيد، حديث: 5478. [2] صحيح البخاري، الأدب، حديث: 6220.

وَسَمَّيْتَ فَكُلْ»، قُلْتُ: فَإِنْ أَكَلَ؟ قَالَ: «فَلَا تَأْكُلْ، فَإِنَّهُ لَمْ يُمْسِكْ عَلَيْكَ إِنَّمَا أَمْسَكَ عَلَى نَفْسِهِ»، قُلْتُ: أُرْسِلُ كَلْبِي فَأَجِدُ مَعَهُ كَلْبًا آخَرَ؟ قَالَ: «لَا تَأْكُلْ، فَإِنَّكَ إِنَّمَا سَمَّيْتَ عَلَى كَلْبِكَ وَلَمْ تُسَمِّ عَلَى الْآخَرِ». [راجع: ١٧٥]

اسے دوڑاؤ تو وہ شکار کھا سکتے ہو۔" میں نے عرض کی: اگر کتا، شکار میں سے کچھ کھا لے تو؟ آپ نے فرمایا: "اگر اس نے خود کھا لیا تو اسے مت کھاؤ کیونکہ وہ شکار اس نے تمھارے لیے نہیں روکا بلکہ اپنے لیے روکا ہے۔" میں نے کہا: میں بعض اوقات اپنا کتا چھوڑتا ہوں، پھر میں اس کے ساتھ کسی دوسرے کتے کو بھی پاتا ہوں؟ آپ نے فرمایا: "وہ شکار تم نہ کھاؤ کیونکہ تم نے اپنے کتے پر بسم اللہ پڑھی تھی دوسرے پر نہیں پڑھی تھی۔"

فوائدومسائل: ① معراض، اس لکڑی کو کہتے ہیں جس کا ایک کنارہ تیز ہوتا ہے یا تیز دھار لوہا لگا ہوتا ہے، اگر اس کی نوک یا تیز دھار اسے زخمی کر دے تو ذبیحہ ہے، اسے کھانا جائز ہے۔ اگر شکار کو وہ لکڑی چوڑائی کے بل لگے اور چوٹ لگنے سے وہ مر جائے تو وہ موقوذہ (مردار) کے حکم میں ہے۔ اس کا کھانا جائز نہیں ہے۔ ② ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ لکڑی کی نوک یا تیز دھار لگنے سے شکار کٹ جاتا ہے جبکہ چوڑائی کے بل لگنے سے شکار کٹتا نہیں بلکہ پھٹ جاتا ہے۔ کٹنے سے خون بہتا ہے تو ذبح کے حکم میں ہے جبکہ جلد پھٹ جانے سے ایسا نہیں ہوتا۔

(٣) بَابُ مَا أَصَابَ الْمِعْرَاضُ بِعَرْضِهِ

باب: 3- جس شکار کو نوکدار لکڑی چوڑائی کے بل لگے

٥٤٧٧ - حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ هَمَّامِ بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّا نُرْسِلُ الْكِلَابَ الْمُعَلَّمَةَ، قَالَ: «كُلْ مَا أَمْسَكْنَ عَلَيْكَ»، قُلْتُ: وَإِنْ قَتَلْنَ؟ قَالَ: «وَإِنْ قَتَلْنَ»، قُلْتُ: وَإِنَّا نَرْمِي بِالْمِعْرَاضِ؟ قَالَ: «كُلْ مَا خَرَقَ وَمَا أَصَابَ بِعَرْضِهِ فَلَا تَأْكُلْ». [راجع: ١٧٥]

[5477] حضرت عدی بن حاتم ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں نے عرض کی: اللہ کے رسول! ہم شکار کے لیے سدھائے ہوئے کتے چھوڑتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "جو شکار وہ تمھارے لیے پکڑ کر لے آئیں اسے کھا لو۔" میں نے کہا: اگرچہ وہ شکار کو مار ڈالیں؟ آپ نے فرمایا: "اگرچہ وہ اسے مار ڈالیں۔" میں نے عرض کیا: ہم نوکدار لکڑی سے بھی شکار کرتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: "اگر اس کی دھار شکار کو زخمی کر کے چیر دے تو اسے کھا لو اور اگر لکڑی عرض کے بل لگے تو اسے نہ کھاؤ۔"

فوائدومسائل: ① شکاری کتے کے شکار کے متعلق دو شرطیں ہیں: اگر اسے چھوڑتے وقت بسم اللہ پڑھی تھی اور اس نے شکاری کے لیے اس شکار کو روکے رکھا، اس سے خود نہیں کھایا تو ایسے شکار کو کھانا جائز ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: "جو شکار وہ

تمھارے لیے پکڑ رکھیں اسے کھاؤ اور اس جانور کو اللہ کا نام لے کر چھوڑو۔''[1] ② اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نوک دار لکڑی سے کیے ہوئے شکار کی دو حالتیں ہیں: اگر نوک یا تیز دھار لگنے سے شکار مرجائے تو اسے کھانا جائز ہے اور اگر چوڑائی کے بل لگنے سے شکار مرا ہے تو اس کا کھانا جائز نہیں ہے جبکہ امام اوزاعی، مکحول اور شام کے فقہاء ؒ کہتے ہیں کہ جو شکار نوک دار لکڑی سے کیا جائے، اسے مطلق طور پر کھانا جائز ہے، خواہ وہ عرض کے بل لگنے سے پھٹ جائے یا نوک اور دھار لگنے سے کٹ جائے، اسی طرح حضرت ابو درداء اور فضالہ بن عبید ؓ بھی اس میں کوئی حرج خیال نہیں کرتے تھے۔[2] بہر حال حدیث میں اس کی تفصیل ہے، اس کے مطابق عمل کیا جائے گا۔ والله أعلم.

(٤) بابُ صَيْدِ الْقَوْسِ

باب: 4- تیر کمان سے شکار کرنا

وَقَالَ الْحَسَنُ وَإِبْرَاهِيمُ: إِذَا ضَرَبَ صَيْدًا فَبَانَ مِنْهُ يَدٌ أَوْ رِجْلٌ لَا تَأْكُلِ الَّذِي بَانَ وَكُلْ سَائِرَهُ، وَقَالَ إِبْرَاهِيمُ: إِذَا ضَرَبْتَ عُنُقَهُ أَوْ وَسَطَهُ فَكُلْهُ.

امام حسن بصری اور امام ابراہیم نخعی ؒ نے کہا: جب کوئی شکار کرے اور اس شکار کا پاؤں یا ہاتھ الگ ہو جائے تو جو حصہ جدا ہوا ہے وہ نہ کھائے اور باقی شکار کھالے، نیز ابراہیم نخعی نے کہا: جب تم نے شکار کی گردن یا اس کے درمیان تیر مارا تو اسے کھا سکتے ہو۔

وَقَالَ الْأَعْمَشُ عَنْ زَيْدٍ: اسْتَعْصَى عَلَى رَجُلٍ مِنْ آلِ عَبْدِ اللهِ حِمَارٌ، فَأَمَرَهُمْ أَنْ يَضْرِبُوهُ حَيْثُ تَيَسَّرَ، دَعُوا مَا سَقَطَ مِنْهُ وَكُلُوهُ.

اعمش نے حضرت زید سے روایت کیا ہے کہ عبداللہ کی اولاد میں سے کسی کے سامنے ایک (جنگلی) گدھا بھاگ نکلا تو انھوں نے کہا: جہاں ممکن ہو اس گدھے کو زخم لگائیں، اس کے بعد جو حصہ کٹ کر گر جائے اسے چھوڑ دو اور باقی ماندہ کھا سکتے ہو۔

وضاحت: اس عنوان کے تحت مذکورہ آثار اس لیے بیان کیے ہیں کہ شکار کو قوس کے تیر سے مار ڈالنا ممکن ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ تیر لگنے سے اس کا بازو یا ٹانگ ٹوٹ کر جسم سے الگ ہو جائے، اگر ایسا ہو جائے تو کٹ کر گرنے والا حصہ نہ کھایا جائے کیونکہ وہ زندہ جانور سے علیحدہ کیا گیا ہے جو شرعاً حرام ہے۔ اس کے متعلق حدیث میں صراحت ہے کہ جو عضو زندہ جانور سے کاٹ لیا جائے وہ عضو مردار ہے۔[3] تو اس کا کھانا بھی حرام ہے۔ آل عبداللہ کے اثر کی تفصیل اس طرح ہے کہ زید بن وہب کہتے ہیں: حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ سے اس آدمی کے بارے میں سوال ہوا جس نے جنگلی گدھے کو تیر مارا جس سے اس کی ٹانگ الگ ہوگئی تو انھوں نے فرمایا: جو عضو علیحدہ ہو جائے اسے چھوڑ دو اور باقی زندہ پر بسم اللہ پڑھ کر ذبح کرو اور اسے کھا سکتے ہو۔ اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ اثر میں عبداللہ سے مراد حضرت ابن مسعود ہیں اور گدھے سے مراد جنگلی گدھا، یعنی نیل

---

[1] المآئدة 5:5. [2] عمدة القاري: 478/14. [3] مسند أحمد: 218/5.

گائے ہے۔①

٥٤٧٨ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يَزِيدَ: حَدَّثَنَا حَيْوَةُ قَالَ: أَخْبَرَنِي رَبِيعَةُ بْنُ يَزِيدَ الدِّمَشْقِيُّ عَنْ أَبِي إِدْرِيسَ، عَنْ أَبِي ثَعْلَبَةَ الْخُشَنِيِّ قَالَ: قُلْتُ: يَا نَبِيَّ اللهِ، إِنَّا بِأَرْضِ قَوْمٍ أَهْلِ كِتَابٍ، أَفَنَأْكُلُ فِي آنِيَتِهِمْ؟ وَبِأَرْضِ صَيْدٍ أَصِيدُ بِقَوْسِي وَبِكَلْبِي الَّذِي لَيْسَ بِمُعَلَّمٍ، وَبِكَلْبِي الْمُعَلَّمِ فَمَا يَصْلُحُ لِي؟ قَالَ: «أَمَّا مَا ذَكَرْتَ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ فَإِنْ وَجَدْتُمْ غَيْرَهَا فَلَا تَأْكُلُوا فِيهَا، وَإِنْ لَمْ تَجِدُوا فَاغْسِلُوهَا وَكُلُوا فِيهَا، وَمَا صِدْتَ بِقَوْسِكَ فَذَكَرْتَ اسْمَ اللهِ فَكُلْ، وَمَا صِدْتَ بِكَلْبِكَ الْمُعَلَّمِ فَذَكَرْتَ اسْمَ اللهِ فَكُلْ، وَمَا صِدْتَ بِكَلْبِكَ غَيْرِ مُعَلَّمٍ فَأَدْرَكْتَ ذَكَاتَهُ فَكُلْ». [انظر: ٥٤٨٨، ٥٤٩٦]

[5478] حضرت ابو ثعلبہ خشنی ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں نے عرض کی: اللہ کے نبی! ہم اہل کتاب کے گاؤں میں رہتے ہیں، کیا ہم ان کے برتنوں میں کھا پی سکتے ہیں؟ اور ہم ایسی زمین میں رہتے ہیں جہاں شکار بکثرت ہوتا ہے، وہاں میں اپنے تیر کمان سے شکار کرتا ہوں اور میں اپنے کتے سے بھی شکار کرتا ہوں جو سدھایا ہوا نہیں ہوتا اور اس کتے سے بھی جو سکھایا ہوا ہوتا ہے، ان میں سے کس کا کھانا میرے لیے جائز ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”جو تو نے اہل کتاب کے برتنوں کا ذکر کیا ہے تو اگر ان کے (برتنوں کے) علاوہ تمھیں دوسرے برتن دستیاب ہوں تو ان کے برتنوں میں مت کھاؤ پیو، اور اگر تمھیں کوئی دوسرا برتن نہ ملے تو ان کے برتن دھو کر ان میں کھا پی سکتے ہو۔ اور جو شکار تم اپنے تیر کمان سے کرو اگر تم نے تیر چھوڑتے وقت اللہ کا نام لیا ہو تو اس شکار کو کھا سکتے ہو۔ اور جو شکار تم نے غیر سکھائے کتے سے کیا ہو اگر تمھیں اسے ذبح کرنے کا موقع ملے تو اسے ذبح کر کے کھا سکتے ہو۔“

فوائد ومسائل: ① ایک روایت میں ہے کہ ابو ثعلبہ ؓ نے عرض کی: اللہ کے رسول! ہم اہل کتاب کے پڑوس میں رہتے ہیں، وہ اپنی ہانڈیوں میں خنزیر کا گوشت پکاتے ہیں اور اپنے برتنوں میں شراب پیتے ہیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اگر تم ان کے علاوہ برتن نہ پاؤ تو انھیں پانی سے اچھی طرح دھو کر استعمال کر لو۔“[2] تیر سے شکار کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تیر پھینکتے وقت بسم اللہ پڑھ لو، پھر اگر جانور مرا ہوا بھی پاؤ تو اسے کھا لو لیکن اگر پانی میں گرا ہوا پاؤ تو نہ کھاؤ کیونکہ تمھیں علم نہیں کہ اسے پانی نے قتل کیا ہے یا تمھارے تیر نے اسے مارا ہے۔“[3] ② اس سے معلوم ہوا کہ تیر مارتے وقت بسم اللہ پڑھنی چاہیے، اس کے بغیر اگر تیر مارا ہے تو زندہ پانے کی صورت میں اسے بسم اللہ پڑھ کر ذبح کر لیا جائے بصورت دیگر اس کا کھانا جائز نہیں۔ واللہ أعلم.

① فتح الباري: 749/9. [2] سنن أبي داود، الأطعمة، حديث: 3839. [3] صحيح مسلم، الصيد والذبائح ......، حديث: 4982 (1929).

(٥) بَابُ الْخَذْفِ وَالْبُنْدُقَةِ

٥٤٧٩ - حَدَّثَنِي يُوسُفُ بْنُ رَاشِدٍ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ وَيَزِيدُ بْنُ هَارُونَ - وَاللَّفْظُ لِيَزِيدَ - عَنْ كَهْمَسِ بْنِ الْحَسَنِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُغَفَّلٍ: أَنَّهُ رَأَى رَجُلًا يَخْذِفُ فَقَالَ لَهُ: لَا تَخْذِفْ، فَإِنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ نَهَى عَنِ الْخَذْفِ، - أَوْ كَانَ يَكْرَهُ الْخَذْفَ - وَقَالَ: «إِنَّهُ لَا يُصَادُ بِهِ صَيْدٌ وَلَا يُنْكَأُ بِهِ عَدُوٌّ، وَلٰكِنَّهَا قَدْ تَكْسِرُ السِّنَّ، وَتَفْقَأُ الْعَيْنَ». ثُمَّ رَآهُ بَعْدَ ذٰلِكَ يَخْذِفُ فَقَالَ لَهُ: أُحَدِّثُكَ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ أَنَّهُ نَهَى عَنِ الْخَذْفِ - أَوْ كَرِهَ الْخَذْفَ - وَأَنْتَ تَخْذِفُ؟ لَا أُكَلِّمُكَ كَذَا وَكَذَا. [راجع: ٤٨٤١]

باب:5- انگلی سے کنکری پھینکنا یا غلیل سے غلیلہ مارنا

[5479] حضرت عبداللہ بن مغفل ؓ سے روایت ہے کہ انھوں نے ایک آدمی کو کنکری پھینکتے ہوئے دیکھا تو فرمایا: اس طرح کنکری مت پھینکو کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اس طرح کنکری پھینکنے سے منع کیا ہے یا اسے ناپسند فرمایا ہے، نیز فرمایا: ''اس سے نہ تو شکار کیا جا سکتا ہے اور نہ دشمن کو زخمی کیا جا سکتا ہے لیکن یہ کبھی کسی کا دانت توڑ دیتی ہے اور آنکھ پھوڑ دیتی ہے۔'' اس کے بعد پھر اس شخص کو دیکھا کہ وہ کنکریاں پھینک رہا ہے تو اسے کہا: میں تجھے رسول اللہ ﷺ کی حدیث بیان کرتا ہوں کہ آپ نے کنکری پھینکنے سے منع کیا یا کنکری پھینکنے کو ناپسند فرمایا لیکن تو پھر کنکریاں پھینک رہا ہے، میں تیرے ساتھ اتنے دن تک بات نہیں کروں گا۔

فوائد و مسائل: ① اس حدیث سے امام بخاری ؒ نے غلیل میں پتھر رکھ کر پھینکنے کا اثبات کیا ہے اور اس سے شکار کرنا ناجائز ٹھہرایا ہے کیونکہ غلیلہ اپنے بوجھ اور زور سے شکار کو مارتا ہے، وہ گوشت کو چیرتا نہیں ہے۔ ② دور حاضر کی ایجاد بندوق کے ذریعے سے شکار حلال ہے یا حرام؟ اس میں علماء کا اختلاف ہے۔ اکثر علماء بندوق کے ذریعے سے کیے ہوئے شکار کو حرام کہتے ہیں لیکن ہمارے رجحان کے مطابق بندوق سے کیا ہوا شکار حلال ہے کیونکہ اس کی گولی، لاٹھی یا چھڑی کی طرح جسم سے نہیں ٹکراتی بلکہ تیر یا کسی بھی تیز دھار آلے کی طرح جسم کو پھاڑ کر نکل جاتی ہے، اور اس کارتوس میں چھوٹے چھوٹے لوہے کے ٹکڑے ہوتے ہیں جو جسم کو پھاڑ کر نکل جاتے ہیں۔ جن روایات میں بندوق کے شکار کی ممانعت یا کراہت موجود ہے اس سے مراد موجودہ بندوق کی گولی نہیں بلکہ مٹی کی بنی ہوئی گولی ہے جسے غلیلہ کہا جاتا ہے۔ اس سے مارا ہوا شکار موقوذہ کے حکم میں ہے کیونکہ یہ جسم سے ٹکرا کر سخت چوٹ سے جانور کو مار دیتی ہے۔ واللہ أعلم.

(٦) بَابُ مَنِ اقْتَنَى كَلْبًا لَيْسَ بِكَلْبِ صَيْدٍ أَوْ مَاشِيَةٍ

٥٤٨٠ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ: حَدَّثَنَا

باب:6- جس نے ایسا کتا پالا جو شکاری یا جانوروں کی نگہداشت کے لیے نہ ہو

[5480] حضرت ابن عمر ؓ سے روایت ہے، وہ نبی

عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُسْلِمٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ دِينَارٍ قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «مَنِ اقْتَنَى كَلْبًا لَيْسَ بِكَلْبِ مَاشِيَةٍ أَوْ ضَارِيَةٍ نَقَصَ كُلَّ يَوْمٍ مِنْ عَمَلِهِ قِيرَاطَانِ». [انظر: ٥٤٨١، ٥٤٨٢]

ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ''جس نے ایسا کتا پالا جو نہ مویشیوں کی حفاظت کے لیے ہے اور نہ شکار کرنے کے لیے تو اس کی نیکیوں سے دو قیراط کی کمی ہو جاتی ہے۔''

٥٤٨١ - حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ: أَخْبَرَنَا حَنْظَلَةُ بْنُ أَبِي سُفْيَانَ قَالَ: سَمِعْتُ سَالِمًا يَقُولُ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ يَقُولُ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ: «مَنِ اقْتَنَى كَلْبًا - إِلَّا كَلْبًا ضَارِيًا لِصَيْدٍ أَوْ كَلْبَ مَاشِيَةٍ - فَإِنَّهُ يَنْقُصُ مِنْ أَجْرِهِ كُلَّ يَوْمٍ قِيرَاطَانِ». [راجع: ٥٤٨٠]

[5481] حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ہی سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ''جو کوئی ایسا کتا پالتا ہے جو شکار یا جانوروں کی حفاظت کے لیے نہیں تو اس کے ثواب سے ہر روز دو قیراط کم ہوتے رہیں گے۔''

٥٤٨٢ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنِ اقْتَنَى كَلْبًا - إِلَّا كَلْبَ مَاشِيَةٍ أَوْ ضَارِيًا - نَقَصَ مِنْ عَمَلِهِ كُلَّ يَوْمٍ قِيرَاطَانِ». [راجع: ٥٤٨٠]

[5482] حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ایک اور روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے مویشی کی حفاظت یا شکار کی غرض کے علاوہ کتا پالا اس کے ثواب سے روزانہ دو قیراط کی کمی ہو جاتی ہے۔''

فوائد ومسائل: ① حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث میں کھیتی کی حفاظت کے لیے کتا رکھنے کی اجازت دی گئی ہے۔[1] لیکن اس حدیث میں ہے کہ جو انسان کھیتی باڑی یا مویشیوں کی حفاظت یا شکار کی غرض کے علاوہ کتا پالتا ہے اس کے ثواب سے روزانہ ایک قیراط کی کمی ہو جاتی ہے لیکن اس قیراط کی مقدار اتنی نہیں جتنی جنازہ پڑھنے اور میت کے دفن میں شمولیت کرنے والے کو بطور ثواب دی جاتی ہے کیونکہ وہ قیراط تو اُحد پہاڑ کے برابر ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کا فضل تھا اور یہ اللہ کی طرف سے سزا ہے، اس لیے دونوں میں فرق رکھا گیا ہے۔[2] ② سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت میں دو قیراط کمی جبکہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ایک قیراط کمی کا ذکر ہے، بظاہر دونوں میں تعارض ہے جبکہ دونوں روایات صحیح بخاری کی ہیں؟ اس کا حل یہ ہے کہ کتے میں نقصان پہنچانے کی خصلت جس قدر ہوگی اس قدر ہی ثواب میں کمی ہوگی۔ اگر کتا موذی نہیں ہے تو ایک قیراط ورنہ دو قیراط کم ہوں گے۔ واللہ أعلم۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے علاوہ کھیتی کے لیے کتا رکھنے کا جواز حضرت سفیان بن ابوزہیر رضی اللہ عنہ سے بھی مروی

---

① صحيح البخاري، الحرث والمزارعة، حديث: 2322. ② فتح الباري: 10/5.

ہے۔[1] ③ بہرحال امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث سے ثابت کیا ہے کہ شکار کے لیے کتا گھر میں رکھا جاسکتا ہے اور اس کی خرید و فروخت بھی جائز ہے، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے شکاری کتے کے علاوہ کسی بھی کتے کی قیمت سے منع فرمایا ہے۔

(٧) بَابٌ: إِذَا أَكَلَ الْكَلْبُ

باب: 7- اگر کتا شکار کو کھالے

وَقَوْلُهُ تَعَالَى: ﴿يَسْـَٔلُونَكَ مَاذَآ أُحِلَّ لَهُمْ﴾ الْآيَةَ [المائدة: ٤]

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''لوگ آپ سے پوچھتے ہیں کہ کون کون سی چیزیں ان کے لیے حلال ہیں۔''

﴿مُكَلِّبِينَ﴾ [٤] الْكَوَاسِبُ. ﴿اجْتَرَحُوا﴾ [الجاثية: ٢١]: اكْتَسَبُوا ﴿تُعَلِّمُونَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَكُمُ اللَّهُ فَكُلُوا مِمَّآ أَمْسَكْنَ عَلَيْكُمْ﴾ إِلَى قَوْلِهِ: ﴿سَرِيعُ الْحِسَابِ﴾ [٤]

﴿مُكَلِّبِينَ﴾ کے معنی ہیں: سدھائے ہوئے۔ ﴿اجْتَرَحُوا﴾ کے معنی ہیں: جو انھوں نے کمایا ہے۔ ''اللہ تعالیٰ نے جو تمھیں علم دے رکھا ہے، اس میں سے انھیں کچھ سکھاتے ہو، وہ شکاری جانور جو تمھارے لیے پکڑ رکھیں، اس میں سے کھاؤ...... جلدی حساب لینے والا ہے۔''

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: إِنْ أَكَلَ الْكَلْبُ فَقَدْ أَفْسَدَهُ، إِنَّمَا أَمْسَكَ عَلَى نَفْسِهِ وَاللَّهُ يَقُولُ: ﴿تُعَلِّمُونَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَكُمُ اللَّهُ﴾ فَتُضْرَبُ وَتُعَلَّمُ حَتَّى تَتْرُكَ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ اگر کتا شکار میں سے کچھ کھالے تو وہ اسے خراب کر دیتا ہے کیونکہ اس نے شکار صرف اپنے لیے روکا ہے، جبکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''تم ان کو وہی کچھ سکھاؤ جو اللہ تعالیٰ نے تمھیں سکھایا ہے۔'' اس لیے اس کتے کو مارا جائے اور سکھایا جائے حتی کہ وہ خود کھانا چھوڑ دے۔

وَكَرِهَهُ ابْنُ عُمَرَ وَقَالَ عَطَاءٌ: إِنْ شَرِبَ الدَّمَ وَلَمْ يَأْكُلْ فَكُلْ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ایسے شکار کو مکروہ کہا ہے۔ حضرت عطاء نے کہا: اگر کتا شکار کا خون پی لے اور اس سے کچھ نہ کھائے تو تم اسے کھا سکتے ہو۔

وضاحت: پوری آیت کریمہ کا ترجمہ حسب ذیل ہے: ''لوگ آپ سے پوچھتے ہیں کہ ان کے لیے کیا کچھ حلال کیا گیا ہے؟ آپ ان سے کہہ دیں کہ تمام پاکیزہ چیزیں تمھارے لیے حلال کی گئی ہیں اور ان شکاری جانوروں کا شکار بھی جنھیں تم نے اس طرح سدھایا ہو جیسے اللہ تعالیٰ نے تمھیں سکھایا ہے، لہٰذا جو شکار وہ تمھارے لیے روکے رکھیں وہ کھا سکتے ہو؟ اور انھیں چھوڑتے وقت اللہ کا نام لے لیا کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ بہت جلد حساب لینے والا ہے۔''[2] شکاری جانوروں میں

---

1 صحيح البخاري، الحرث والمزارعة، حديث: 2323. 2 المآئدة 5:4.

شکاری پرندے بھی شامل ہیں، جیسے: باز اور شکرا وغیرہ، یعنی جس جانور کو بھی یہ بات سکھائی گئی ہو کہ وہ شکار کو اپنے مالک کے لیے روکے گا، خود اس میں سے کچھ نہیں کھائے گا، اگر شکاری جانور شکار میں سے کچھ کھالے تو مالک کے لیے کھانے کی صلاحیت سے نکال دیتا ہے اور اسے خراب کر دیتا ہے جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت عطاء سے نقل کیا ہے کہ اگر شکاری کتے نے شکار کا صرف خون پیا ہو اس سے کچھ نہ کھایا ہو تو اسے کھایا جا سکتا ہے۔ یہ احتیاط کے خلاف ہے۔ ہمارے رجحان کے مطابق اس قسم کے شکار سے بھی پرہیز کرنا چاہیے۔ واللہ أعلم.

٥٤٨٣ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ ابْنُ فُضَيْلٍ عَنْ بَيَانٍ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ عَدِيِّ ابْنِ حَاتِمٍ قَالَ: سَأَلْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ قُلْتُ: إِنَّا قَوْمٌ نَصِيدُ بِهٰذِهِ الْكِلَابِ، قَالَ: «إِذَا أَرْسَلْتَ كِلَابَكَ الْمُعَلَّمَةَ وَذَكَرْتَ اسْمَ اللهِ فَكُلْ مِمَّا أَمْسَكْنَ عَلَيْكَ وَإِنْ قَتَلْنَ، إِلَّا أَنْ يَأْكُلَ الْكَلْبُ فَإِنِّي أَخَافُ أَنْ يَكُونَ إِنَّمَا أَمْسَكَهُ عَلَى نَفْسِهِ، وَإِنْ خَالَطَهَا كِلَابٌ مِنْ غَيْرِهَا فَلَا تَأْكُلْ». [راجع: ١٧٥]

[5483] حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ ہم لوگ ان کتوں سے شکار کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: "اگر تم اپنے سکھائے ہوئے کتوں کو شکار پر چھوڑتے وقت اللہ کا نام لیتے ہو تو جو شکار وہ تمھارے لیے پکڑ کر لائیں اسے کھاؤ، خواہ وہ اسے مار ہی ڈالیں لیکن اگر کتا شکار میں سے خود بھی کھا لے تو اس میں یہ اندیشہ ہے کہ اس نے یہ شکار خود اپنے لیے پکڑا تھا۔ اگر تمھارے کتوں کے علاوہ دوسرے کتے بھی شریک ہو جائیں تو ایسے شکار کو مت کھاؤ۔"

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ کتا اگر شکار کرنے کے بعد خود اس میں سے کھا لے تو اسے نہیں کھانا چاہیے کیونکہ اس میں یہ اندیشہ ہے کہ اس نے یہ شکار مالک کے لیے نہیں بلکہ اپنے لیے پکڑا تھا لیکن ابوثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ اگر کتا اس میں سے خود بھی کھالے تو بھی مالک کے لیے اس کا کھانا جائز ہے۔[1] محدثین نے ان احادیث میں تطبیق کی کئی ایک صورتیں بیان کی ہیں جو حسب ذیل ہیں: ○ علامہ عینی رحمہ اللہ نے ابوداود کی حدیث کو داود بن عمرو کی وجہ سے ضعیف قرار دیا ہے۔[2] لیکن جو روایت ہم نے ذکر کی ہے اس میں یہ راوی نہیں ہے۔ وہ حدیث: 2848 میں ہے۔ یہ حدیث حسن درجے کی ہے۔ ○ اس کی تاویل اس طرح کی گئی ہے کہ شکاری کتے نے شکار پکڑ کر مار ڈالا اور اسے مالک کے لیے رکھ چھوڑا، خود وہاں سے دور چلا گیا، پھر دوبارہ واپس آ کر اس سے کچھ کھا لیا تو اس حالت میں مالک کے لیے کھانا جائز ہے، ابوثعلبہ رضی اللہ عنہ چونکہ غریب اور نادار تھے، اس لیے ان کے لیے اجازت دی گئی حضرت عدی بن حاتم مال دار تھے ان کے لیے اجازت نہ دی گئی۔ بہر حال حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کے اور پہلو بھی ذکر کیے ہیں،[3] تاہم احتیاط کا تقاضا ہے کہ اگر کتا خود کھالے تو مالک اسے نہ کھائے۔ واللہ أعلم.

---

[1] سنن أبي داود، الصيد، حديث: 2852. [2] عمدة القاري: 476/14. [3] فتح الباري: 745/9.

(٨) بَابُ الصَّيْدِ إِذَا غَابَ عَنْهُ يَوْمَيْنِ أَوْ ثَلَاثَةً

باب:8- جب شکار کیا ہوا جانور دو یا تین دن بعد ملے

٥٤٨٤ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ: حَدَّثَنَا ثَابِتُ بْنُ يَزِيدَ: حَدَّثَنَا عَاصِمٌ عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «إِذَا أَرْسَلْتَ كَلْبَكَ وَسَمَّيْتَ فَأَمْسَكَ وَقَتَلَ فَكُلْ، وَإِنْ أَكَلَ فَلَا تَأْكُلْ فَإِنَّمَا أَمْسَكَ عَلَى نَفْسِهِ، وَإِذَا خَالَطَ كِلَابًا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللهِ عَلَيْهَا فَأَمْسَكْنَ فَقَتَلْنَ فَلَا تَأْكُلْ، فَإِنَّكَ لَا تَدْرِي أَيُّهَا قَتَلَ، وَإِنْ رَمَيْتَ الصَّيْدَ فَوَجَدْتَهُ بَعْدَ يَوْمٍ أَوْ يَوْمَيْنِ لَيْسَ بِهِ إِلَّا أَثَرُ سَهْمِكَ فَكُلْ، وَإِنْ وَقَعَ فِي الْمَاءِ فَلَا تَأْكُلْ». [راجع: ١٧٥]

[5484] حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ''جب تم نے اپنا کتا چھوڑا اور اس پر بسم اللہ بھی پڑھی، پھر کتے نے شکار پکڑا اور اسے مار ڈالا تو اسے کھاؤ۔ اور اگر اس نے خود بھی کھا لیا ہو تو تم نہ کھاؤ کیونکہ اس نے یہ شکار اپنے لیے پکڑا ہے۔ اگر شکاری کتا دوسرے کتوں سے مل گیا جن پر اللہ کا نام نہیں لیا گیا تھا اور وہ شکار پکڑ کر مار ڈالیں تو ایسا شکار نہ کھاؤ کیونکہ تمھیں یہ معلوم نہیں کہ شکار کس کتے نے مارا ہے۔ اگر تم نے شکار کو تیر مارا، پھر وہ دو یا تین دن بعد تمھیں ملا اور اس پر تمھارے تیر کے نشان کے علاوہ کوئی دوسرا نشان نہیں تھا تو ایسا شکار بھی کھاؤ لیکن اگر وہ پانی میں گر گیا ہو تو نہ کھاؤ۔''

٥٤٨٥ - وَقَالَ عَبْدُ الْأَعْلَى عَنْ دَاوُدَ، عَنْ عَامِرٍ، عَنْ عَدِيٍّ أَنَّهُ قَالَ لِلنَّبِيِّ ﷺ: يَرْمِي الصَّيْدَ فَيَقْتَفِرُ أَثَرَهُ الْيَوْمَيْنِ وَالثَّلَاثَةَ ثُمَّ يَجِدُهُ مَيِّتًا وَفِيهِ سَهْمُهُ، قَالَ: «يَأْكُلُ إِنْ شَاءَ». [راجع: ١٧٥]

[5485] حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے، انھوں نے نبی ﷺ سے عرض کی کہ وہ شکار کو تیر مارتے ہیں، پھر دو یا تین دن اس کو تلاش کرتے ہیں تو اسے مرا ہوا پاتے ہیں اور اس میں ان کا تیر گھسا ہوتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اگر چاہے تو کھا لے۔''

فوائد و مسائل: ① یہ احادیث درج ذیل اقسام پر مشتمل ہیں: ○ اگر بسم اللہ پڑھ کر کتا چھوڑا جائے اور وہ شکار پکڑ کر مالک کے پاس لے آئے تو اسے کھانا جائز ہے۔ ○ اگر کتا اس میں سے خود کچھ کھا لے تو مالک کے لیے اس کا کھانا جائز نہیں۔ ○ اگر شکاری کتے کے ساتھ دوسرے کتے بھی جائیں اور شکار کو مار ڈالیں تو ایسا شکار کھانا جائز نہیں۔ ○ اگر شکار کو تیر مارا، پھر دو یا تین دن بعد شکار ملا اور اس میں تیر کا نشان تھا تو اسے کھانا بھی جائز ہے۔ ○ اگر شکار پانی میں گر جائے تو اسے نہ کھایا جائے۔ ② واضح رہے کہ اگر شکار کو تیر مارنے کے بعد وہ دو یا تین دن غائب رہے، پھر ملے تو کھایا جا سکتا ہے بشرطیکہ گوشت خراب نہ ہوا ہو۔ اگر گوشت میں بدبو پڑ گئی اور وہ خراب ہو گیا تو اسے نہیں کھانا چاہیے جیسا کہ صحیح مسلم کی ایک روایت میں اس کی صراحت ہے۔[1]

1 صحيح مسلم، الصيد والذبائح، حديث: 4985 (1931)، وفتح الباري: 757/9.

(٩) بَابٌ: إِذَا وَجَدَ مَعَ الصَّيْدِ كَلْبًا آخَرَ

٥٤٨٦ - حَدَّثَنَا آدَمُ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ اللهِ ابْنِ أَبِي السَّفَرِ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنِّي أُرْسِلُ كَلْبِي وَأُسَمِّي، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «إِذَا أَرْسَلْتَ كَلْبَكَ وَسَمَّيْتَ، فَأَخَذَ فَقَتَلَ فَأَكَلَ فَلَا تَأْكُلْ، فَإِنَّمَا أَمْسَكَ عَلَى نَفْسِهِ»، قُلْتُ: إِنِّي أُرْسِلُ كَلْبِي أَجِدُ مَعَهُ كَلْبًا آخَرَ لَا أَدْرِي أَيُّهُمَا أَخَذَهُ، فَقَالَ: «لَا تَأْكُلْ فَإِنَّمَا سَمَّيْتَ عَلَى كَلْبِكَ وَلَمْ تُسَمِّ عَلَى غَيْرِهِ»، وَسَأَلْتُهُ عَنْ صَيْدِ الْمِعْرَاضِ فَقَالَ: «إِذَا أَصَبْتَ بِحَدِّهِ فَكُلْ، وَإِذَا أَصَبْتَ بِعَرْضِهِ فَقَتَلَ فَإِنَّهُ وَقِيذٌ فَلَا تَأْكُلْ». [راجع: ١٧٥]

باب: 9- اگر شکار کے پاس کوئی دوسرا کتا پائے

[5486] حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں نے عرض کی: اللہ کے رسول! میں اپنا کتا چھوڑتا ہوں اور اس پر بسم اللہ پڑھتا ہوں؟ نبی ﷺ نے فرمایا: ”جب تو بسم اللہ پڑھ کر کتا چھوڑے اور وہ شکار پکڑ کر اسے مار دے، پھر اس سے کچھ کھالے تو اسے مت کھا کیونکہ اس نے یہ شکار اپنے لیے پکڑا ہے۔“ میں نے عرض کی: میں اپنا کتا چھوڑتا ہوں، پھر اس کے پاس کوئی دوسرا کتا پاتا ہوں اور مجھے معلوم نہیں کہ یہ شکار کس نے پکڑا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”ایسا شکار نہ کھاؤ کیونکہ تم نے اپنے کتے پر بسم اللہ پڑھی تھی دوسرے کتے پر نہیں پڑھی تھی۔“ اس کے بعد میں نے نوکدار لکڑی سے شکار کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا: ”اگر شکار نوک کی دھار سے مرا ہو تو اسے کھا لو اور اگر تو نے اسے عرض کے بل زخمی کیا ہے تو ایسا شکار ضرب سے مرا ہے اسے مت کھاؤ۔“

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر شکاری کتے کے ساتھ دوسرے کتے مل گئے اور معلوم نہ ہو کہ کس نے شکار مارا ہے یا یہ معلوم نہ ہو کہ دوسرے کتے پر بسم اللہ پڑھی گئی تھی یا نہیں تو اس صورت میں وہ شکار حلال نہیں ہوگا۔ اگر یہ معلوم ہو کہ دوسرے کتوں پر بسم اللہ پڑھی گئی تھی تو وہ شکار بھی حلال ہوگا۔ ہاں، اگر دوسرے کتوں کا مارا ہوا شکار زندہ مل گیا اور اسے ذبح کرنے کا موقع مل گیا تو ایسا شکار کھانا جائز ہوگا۔

(١٠) بَابُ مَا جَاءَ فِي التَّصَيُّدِ

٥٤٨٧ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدٌ: أَخْبَرَنِي ابْنُ فُضَيْلٍ عَنْ بَيَانٍ، عَنْ عَامِرٍ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: سَأَلْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ

باب: 10- شکار کرنے کو بطور مشغلہ اختیار کرنا

[5487] حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی کہ ہم ایسے لوگ ہیں جو ان کتوں سے شکار کرتے ہیں؟ آپ ﷺ

فَقُلْتُ: إِنَّا قَوْمٌ نَتَصَيَّدُ بِهٰذِهِ الْكِلَابِ، فَقَالَ: «إِذَا أَرْسَلْتَ كِلَابَكَ الْمُعَلَّمَةَ وَذَكَرْتَ اسْمَ اللهِ فَكُلْ مِمَّا أَمْسَكْنَ عَلَيْكَ إِلَّا أَنْ يَأْكُلَ الْكَلْبُ فَلَا تَأْكُلْ فَإِنِّي أَخَافُ أَنْ يَكُونَ إِنَّمَا أَمْسَكَ عَلَى نَفْسِهِ، وَإِنْ خَالَطَهَا كَلْبٌ مِنْ غَيْرِهَا فَلَا تَأْكُلْ». [راجع: ١٧٥]

نے فرمایا: ''جب تم سدھائے ہوئے کتے چھوڑو اور ان پر اللہ کا نام لے لو تو جو شکار وہ تمھارے لیے روک لیں اسے کھاؤ لیکن اگر کتے نے شکار سے کچھ خود بھی کھا لیا ہو تو وہ نہ کھاؤ کیونکہ مجھے اندیشہ ہے کہ اس نے وہ خود اپنے لیے پکڑا ہے۔ اور اگر ان کتوں کے ساتھ کوئی دوسرا بھی شریک ہو جائے تو ان کا مارا ہوا شکار مت کھاؤ۔''

فائدہ: امام بخاری رحمہ اللہ یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ بطور مشغلہ شکار کرنا مشروع ہے تاکہ اس سے اپنی گزر اوقات کا سہارا لے اور اگر اس کا مشغلہ اور ذریعۂ معاش کوئی اور ہے اور تفریح طبع کے طور پر کبھی کبھار شکار کرتا ہے تو ایسا کرنا بھی جائز ہے لیکن محض کھیل تماشے کے طور پر ہر وقت شکار کے پیچھے پڑے رہنا جائز نہیں جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: ''جس نے جنگل میں رہائش اختیار کی وہ سخت دل ہوا اور جو شکار کے پیچھے پڑا رہا وہ غافل ہوا۔''[1] بہر حال کھیل کود کے لیے شکار کا مشغلہ اختیار کرنا مومن کی شان کے خلاف ہے۔

٥٤٨٨ - حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ عَنْ حَيْوَةَ بْنِ شُرَيْحٍ: وَحَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ أَبِي رَجَاءٍ: حَدَّثَنَا سَلَمَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنِ ابْنِ الْمُبَارَكِ، عَنْ حَيْوَةَ ابْنِ شُرَيْحٍ قَالَ: سَمِعْتُ رَبِيعَةَ بْنَ يَزِيدَ الدِّمَشْقِيَّ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو إِدْرِيسَ عَائِذُ اللهِ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا ثَعْلَبَةَ الْخُشَنِيَّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُولُ: أَتَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ! إِنَّا بِأَرْضِ قَوْمٍ أَهْلِ الْكِتَابِ نَأْكُلُ فِي آنِيَتِهِمْ، وَأَرْضِ صَيْدٍ أَصِيدُ بِقَوْسِي، وَأَصِيدُ بِكَلْبِي الْمُعَلَّمِ وَالَّذِي لَيْسَ مُعَلَّمًا، فَأَخْبِرْنِي: مَا الَّذِي يَحِلُّ لَنَا مِنْ ذٰلِكَ؟ فَقَالَ: «أَمَّا مَا ذَكَرْتَ مِنْ أَنَّكَ بِأَرْضِ قَوْمِ أَهْلِ الْكِتَابِ تَأْكُلُ فِي آنِيَتِهِمْ، فَإِنْ وَجَدْتُمْ غَيْرَ آنِيَتِهِمْ فَلَا تَأْكُلُوا

[5488] حضرت ابوثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: اللہ کے رسول! ہم لوگ اہل کتاب کے ملک میں رہتے ہیں اور ان کے برتنوں میں کھاتے پیتے ہیں اور وہاں شکار بہت ہوتا ہے، میں اپنے تیر کمان اور سدھائے ہوئے کتوں سے شکار کرتا ہوں اور اس کتے کو بھی شکار میں استعمال کرتا ہوں جو سدھایا ہوا نہیں ہوتا، آپ میری رہنمائی کریں کہ اس میں میرے لیے کیا حلال ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم نے جو یہ کہا ہے کہ تم اہل کتاب کی سرزمین میں رہتے ہو اور ان کے برتنوں میں کھاتے پیتے ہو، اگر تمھیں ان کے برتنوں کے علاوہ دوسرے برتن دستیاب ہوں تو ان کے برتنوں میں نہ کھاؤ۔ اگر ان کے علاوہ دوسرے برتن نہ ملیں تو انھیں خوب دھو کر اپنے استعمال میں لا سکتے

[1] سنن أبي داود، الصيد، حديث: 2859.

فِيهَا، وَإِنْ لَمْ تَجِدُوا فَاغْسِلُوهَا ثُمَّ كُلُوا فِيهَا، وَأَمَّا مَا ذَكَرْتَ مِنْ أَنَّكَ بِأَرْضِ صَيْدٍ، فَمَا صِدْتَ بِقَوْسِكَ فَاذْكُرِ اسْمَ اللهِ ثُمَّ كُلْ، وَمَا صِدْتَ بِكَلْبِكَ الْمُعَلَّمِ فَاذْكُرِ اسْمَ اللهِ ثُمَّ كُلْ، وَمَا صِدْتَ بِكَلْبِكَ الَّذِي لَيْسَ مُعَلَّمًا فَأَدْرَكْتَ ذَكَاتَهُ فَكُلْ». [راجع: ٥٤٧٨]

ہو۔ اور تم نے جو شکار کی سرزمین کا ذکر کیا ہے تو جو شکار تم اپنے تیر سے مارو اور تیر چلاتے وقت اگر تم نے اللہ کا نام لیا تھا تو اس شکار کو کھا سکتے ہو اور جو شکار تم نے اپنے سدھائے ہوئے کتے سے کیا ہو اور چھوڑتے وقت اس پر اللہ کا نام لیا تھا تو وہ شکار کھاؤ اور جو شکار بغیر سدھائے کتے سے کیا ہو اگر اس شکار کو خود ذبح کر سکو تو اسے بھی کھاؤ۔''

فوائد ومسائل: ① حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بڑے مال دار خاندان سے تعلق رکھتے تھے اور خوش حال تھے جبکہ حضرت ابوثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ مفلس اور غریب انسان تھے۔ ان دونوں حضرات نے رسول اللہ ﷺ سے شکار کے متعلق معلومات حاصل کیں۔ آپ ﷺ نے نہ صرف انھیں شکار کی اجازت دی بلکہ شکار کے سلسلے میں ان کی مناسب رہنمائی بھی فرمائی۔ ② اس سے معلوم ہوا کہ جس کا ذریعۂ معاش شکار نہیں بلکہ وہ تفریح طبع کے طور پر شکار کرتا ہے جیسا کہ حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کرتے تھے تو ایسا کرنا جائز اور مباح ہے۔ اگر کسی کا ذریعۂ معاش شکار ہو اور گزر اوقات کے لیے دوسرا کوئی ذریعہ نہ ہو تو اسے بھی یہ مشغلہ اختیار کرنے کی اجازت ہے جیسا کہ اس حدیث سے حضرت ابوثعلبہ رضی اللہ عنہ کے متعلق معلوم ہوتا ہے۔ بہر حال کھیل کود کے طور پر شکار کے پیچھے پڑا رہنا انتہائی معیوب ہے۔ واللہ أعلم.

٥٤٨٩ – حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ: حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ شُعْبَةَ قَالَ: حَدَّثَنِي هِشَامُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: أَنْفَجْنَا أَرْنَبًا بِمَرِّ الظَّهْرَانِ فَسَعَوْا عَلَيْهَا حَتَّى لَغِبُوا، فَسَعَيْتُ عَلَيْهَا حَتَّى أَخَذْتُهَا فَجِئْتُ بِهَا إِلَى أَبِي طَلْحَةَ فَبَعَثَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ بِوَرِكَيْهَا أَوْ فَخِذَيْهَا فَقَبِلَهُ.

[5489] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ ہم نے مرظہران میں ایک خرگوش بھگایا۔ لوگ اس کے پیچھے بھاگے لیکن اسے پکڑ نہ سکے، البتہ میں اس کے پیچھے دوڑا اور اسے پکڑنے میں کامیاب ہو گیا اور اسے حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے پاس لایا۔ انھوں نے نبی ﷺ کی خدمت میں اس کے دونوں سرین اور دونوں رانیں پیش کیں تو آپ نے انھیں قبول فرمایا۔

فائدہ: خرگوش پکڑنے کا واقعہ ایک سفر میں پیش آیا۔ وہ خرگوش بھی اچانک سامنے آ گیا تو اسے شکار کر لیا گیا۔ ایسے حالات میں اس کا شکار جائز اور مباح ہے۔ یہ تو ایک اتفاقی واقعہ تھا، اگر باقاعدہ اہتمام کے ساتھ شکار کیا جائے تو بھی جائز ہے لیکن اس شکار سے کوئی غرض وابستہ ہونی چاہیے محض کھیل تماشہ مقصود نہ ہو۔ بہر حال شکار کرنا جائز ہے، خواہ اتفاق سے سامنے آ جائے یا اسے پکڑنے کا باقاعدہ اہتمام کیا جائے، خواہ ذریعہ معاش ہو یا تفریح طبع کے طور پر ہو، ہر طرح سے مباح اور جائز ہے۔ واللہ أعلم.

٥٤٩٠ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ أَبِي النَّضْرِ مَوْلَى عُمَرَ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ، عَنْ نَافِعٍ مَوْلَى أَبِي قَتَادَةَ، عَنْ أَبِي قَتَادَةَ: أَنَّهُ كَانَ مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ حَتَّى إِذَا كَانَ بِبَعْضِ طَرِيقِ مَكَّةَ تَخَلَّفَ مَعَ أَصْحَابٍ لَهُ مُحْرِمِينَ وَهُوَ غَيْرُ مُحْرِمٍ، فَرَأَى حِمَارًا وَحْشِيًّا فَاسْتَوَى عَلَى فَرَسِهِ ثُمَّ سَأَلَ أَصْحَابَهُ أَنْ يُنَاوِلُوهُ سَوْطًا فَأَبَوْا، فَسَأَلَهُمْ رُمْحَهُ فَأَبَوْا فَأَخَذَهُ ثُمَّ شَدَّ عَلَى الْحِمَارِ فَقَتَلَهُ فَأَكَلَ مِنْهُ بَعْضُ أَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ ﷺ وَأَبَى بَعْضُهُمْ، فَلَمَّا أَدْرَكُوا رَسُولَ اللهِ ﷺ سَأَلُوهُ عَنْ ذٰلِكَ، فَقَالَ: «إِنَّمَا هِيَ طُعْمَةٌ أَطْعَمَكُمُوهَا اللهُ». [راجع: ١٨٢١]

[5490] حضرت ابو قتادہ ؓ سے روایت ہے کہ وہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تھے، پھر وہ مکہ کے راستے میں ایک جگہ اپنے ساتھیوں سے پیچھے رہ گئے جو حالتِ احرام میں تھے اور خود انھوں نے احرام نہیں باندھا تھا۔ اس دوران میں انھوں نے ایک گاؤخر دیکھا تو اسے شکار کرنے کے لیے اپنے گھوڑے پر سوار ہو گئے۔ پھر انھوں نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ وہ انھیں کوڑا دے دیں لیکن انھوں نے انکار کر دیا، پھر ان سے اپنا نیزہ مانگا تو وہ بھی اٹھا کر دینے کے لیے تیار نہ ہوئے، تاہم انھوں نے خود ہی اٹھایا اور گاؤخر پر حملہ کر کے اسے شکار کر لیا، پھر کچھ ساتھیوں نے اس کا گوشت کھا لیا اور کچھ حضرات نے انکار کر دیا۔ اس کے بعد جب وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو اس کے متعلق دریافت کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ تو ایک کھانا تھا جو اللہ تعالیٰ نے تمھارے لیے مہیا کیا تھا۔''

٥٤٩١ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ أَبِي قَتَادَةَ مِثْلَهُ، إِلَّا أَنَّهُ قَالَ: «هَلْ مَعَكُمْ مِنْ لَحْمِهِ شَيْءٌ؟». [راجع: ١٨٢١]

[5491] حضرت ابو قتادہ ؓ ہی سے روایت ہے مگر اس میں یہ اضافہ ہے کہ آپ ﷺ نے ان سے فرمایا: ''کیا تمھارے پاس اس کا کچھ گوشت بچا ہوا ہے؟''

فائدہ: شکار کھیلنے والا انسان آزاد ہوتا ہے۔ نماز باجماعت سے محرومی کے علاوہ علماء اور نیک لوگوں کی صحبت سے بھی محروم رہتا ہے۔ اس کا نتیجہ غفلت، بے رحمی اور قساوت قلب کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے جو خسارے اور گھاٹے کا سودا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جہاں شکار کے احکام بیان کیے ہیں وہاں آخر میں فرمایا ہے: ''اللہ سے ڈرتے رہو۔ بے شک اللہ تعالیٰ بہت جلد حساب لینے والا ہے۔'' اس لیے حسب طلب و ضرورت شکار کرنا اور اس کی تلاش میں نکلنا معیوب نہیں، البتہ معیوب یہ امر ہے کہ انسان دینی اور دنیوی فرائض سے غافل ہو جائے۔ واللّٰه أعلم.

(١١) بَابُ التَّصَيُّدِ عَلَى الْجِبَالِ

باب: 11- پہاڑوں پر شکار کرنا

٥٤٩٢ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ الْجُعْفِيُّ

[5492] حضرت ابو قتادہ ؓ سے روایت ہے، انھوں

قَالَ: حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ: أَخْبَرَنَا عَمْرٌو: أَنَّ أَبَا النَّضْرِ حَدَّثَهُ، عَنْ نَافِعٍ مَوْلَى أَبِي قَتَادَةَ وَأَبِي صَالِحٍ مَوْلَى التَّوْأَمَةِ: سَمِعْتُ أَبَا قَتَادَةَ قَالَ: كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِيمَا بَيْنَ مَكَّةَ وَالْمَدِينَةِ وَهُمْ مُحْرِمُونَ، وَأَنَا رَجُلٌ حِلٌّ عَلَى فَرَسِي وَكُنْتُ رَقَّاءً عَلَى الْجِبَالِ، فَبَيْنَا أَنَا عَلَى ذٰلِكَ، إِذْ رَأَيْتُ النَّاسَ مُتَشَوِّفِينَ لِشَيْءٍ، فَذَهَبْتُ أَنْظُرُ فَإِذَا هُوَ حِمَارُ وَحْشٍ، فَقُلْتُ لَهُمْ: مَا هٰذَا؟ قَالُوا: لَا نَدْرِي، قُلْتُ: هُوَ حِمَارٌ وَحْشِيٌّ، فَقَالُوا: هُوَ مَا رَأَيْتَ، وَكُنْتُ نَسِيتُ سَوْطِي فَقُلْتُ لَهُمْ: نَاوِلُونِي سَوْطِي، فَقَالُوا: لَا نُعِينُكَ عَلَيْهِ، فَنَزَلْتُ فَأَخَذْتُهُ ثُمَّ ضَرَبْتُ فِي أَثَرِهِ فَلَمْ يَكُنْ إِلَّا ذَاكَ حَتَّى عَقَرْتُهُ، فَأَتَيْتُ إِلَيْهِمْ فَقُلْتُ لَهُمْ: قُومُوا فَاحْتَمِلُوا، قَالُوا: لَا نَمَسُّهُ، فَحَمَلْتُهُ حَتَّى جِئْتُهُمْ بِهِ: فَأَبَى بَعْضُهُمْ، وَأَكَلَ بَعْضُهُمْ فَقُلْتُ: أَنَا أَسْتَوْقِفُ لَكُمُ النَّبِيَّ ﷺ، فَأَدْرَكْتُهُ فَحَدَّثْتُهُ الْحَدِيثَ فَقَالَ لِي: «أَبَقِيَ مَعَكُمْ شَيْءٌ مِنْهُ؟» قُلْتُ: نَعَمْ، فَقَالَ: «كُلُوا فَهُوَ طُعْمٌ أَطْعَمَكُمُوهُ اللهُ». [راجع: ١٨٢١]

نے کہا کہ میں مکہ اور مدینہ کے درمیان نبی ﷺ کے ہمراہ تھا۔ دوسرے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم تو احرام باندھے ہوئے تھے جبکہ میں احرام کے بغیر تھا۔ میں ایک گھوڑے پر سوار تھا اور پہاڑوں پر چڑھنے کا بڑا ماہر تھا۔ میں نے اس دوران میں لوگوں کو دیکھا کہ وہ للچائی ہوئی نگاہوں سے کوئی چیز دیکھ رہے ہیں۔ میں نے بھی دیکھنا شروع کیا تو اچانک میری نظر ایک گاؤخر پر پڑی۔ میں نے ساتھیوں سے پوچھا یہ کیا چیز ہے؟ لوگوں نے کہا کہ ہمیں معلوم نہیں۔ میں نے کہا کہ یہ تو گاؤخر ہے۔ انھوں نے کہا: یہ وہی ہے جو تو نے دیکھا ہے۔ میں اپنا کوڑا بھول گیا تھا۔ میں نے ان سے کہا: مجھے میرا کوڑا دے دو۔ انھوں نے کہا: ہم اس سلسلے میں تمھارا کوئی تعاون نہیں کر سکتے۔ میں نے اتر کر اپنا کوڑا خود اٹھایا اور اس گاؤخر کے پیچھے دوڑ پڑا۔ واقعی وہ گاؤخر تھا۔ میں نے پیچھے سے اس کی ٹانگ کو زخمی کر دیا۔ میں اپنے ساتھیوں کے پاس آیا اور ان سے کہا کہ اب تم اٹھو اور اسے اٹھا لاؤ۔ انھوں نے کہا: ہم تو اسے ہاتھ نہیں لگائیں گے۔ بہر حال میں نے خود اسے اٹھایا اور ان کے پاس لے آیا۔ کچھ حضرات نے اس کا گوشت کھایا جبکہ بعض نے انکار کر دیا۔ میں نے کہا: اچھا میں تمھارے لیے نبی ﷺ سے اس کے متعلق پوچھتا ہوں، چنانچہ میں آپ ﷺ کے پاس آیا اور آپ سے سارا واقعہ بیان کیا تو آپ نے مجھے فرمایا: ”کیا تمھارے پاس اس میں سے کچھ باقی بھی بچا ہے؟“ میں نے کہا: جی ہاں۔ آپ نے فرمایا: ”اسے کھاؤ، یہ وہ کھانا ہے جو اللہ تعالیٰ نے تمھیں کھلایا ہے۔“

فوائد ومسائل: ① اس حدیث سے معلوم ہوا کہ شکار کے لیے پہاڑوں پر چڑھنا، وہاں اپنا گھوڑا دوڑانا اور مشقت اٹھانا جائز ہے۔ حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ پہاڑوں پر چڑھنے کے بہت ماہر تھے۔ یہ شکار بھی انھوں نے پہاڑ پر کیا۔ ② پہاڑوں پر چڑھ کر اگرچہ شکار کا جواز اس حدیث سے ملتا ہے لیکن بہر حال پہاڑ پر چڑھنا اور وہاں شکار کے پیچھے بھاگ دوڑ کرنا خطرات سے خالی

نہیں ہے، لہٰذا جواز کی حد تک درست ہے، مگر یہ مشغلہ ایسا نہیں ہونا چاہیے کہ فرائض و واجبات کی ادائیگی میں سستی کا سبب بن جائے، اگر ایسا ہو تو شکار کے لیے پہاڑوں پر چڑھنے کا تکلف نہیں کرنا چاہیے۔ واللّٰہ أعلم.

(١٢) بَابُ قَوْلِ اللهِ تَعَالَى: ﴿أُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهُ مَتَاعًا لَّكُمْ﴾ [المائدة: ٩٦]

باب: 12- ارشاد باری تعالیٰ: ”اور تمھارے لیے سمندر کا شکار اور اس کا کھانا تمھارے فائدے کے لیے حلال کر دیا گیا ہے“ کا بیان

وَقَالَ عُمَرُ: صَيْدُهُ مَا اصْطِيدَ وَطَعَامُهُ مَا رَمٰى بِهِ.

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: سمندر کا شکار وہ ہے جسے جال وغیرہ سے شکار کیا جائے اور اس کا طعام وہ ہے جس کو سمندر باہر پھینک دے۔

وَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: الطَّافِي حَلَالٌ.

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جو دریائی جانور پانی میں مر کر اوپر تیر آئے وہ حلال ہے۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: طَعَامُهُ مَيْتَتُهُ إِلَّا مَا قَذِرْتَ مِنْهَا، وَالْجِرِّيُّ لَا تَأْكُلُهُ الْيَهُودُ وَنَحْنُ نَأْكُلُهُ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: سمندر کا طعام اس کا مردار ہے مگر جسے طبیعت نہ چاہے۔ جھینگا مچھلی یہودی نہیں کھاتے، لیکن ہم اسے کھاتے ہیں۔

وَقَالَ شُرَيْحٌ صَاحِبُ النَّبِيِّ ﷺ: كُلُّ شَيْءٍ فِي الْبَحْرِ مَذْبُوحٌ.

نبی ﷺ کے صحابی حضرت شریح رضی اللہ عنہ نے کہا کہ سمندر کا ہر جانور ذبح شدہ ہے۔

وَقَالَ عَطَاءٌ: أَمَّا الطَّيْرُ فَأَرَى أَنْ تَذْبَحَهُ، وَقَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ: قُلْتُ لِعَطَاءٍ: صَيْدُ الْأَنْهَارِ وَقِلَاتِ السَّيْلِ، أَصَيْدُ بَحْرٍ هُوَ؟ قَالَ: نَعَمْ، ثُمَّ تَلَا: ﴿هَٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ سَائِغٌ شَرَابُهُ وَهَٰذَا مِلْحٌ أُجَاجٌ وَمِن كُلٍّ تَأْكُلُونَ لَحْمًا طَرِيًّا﴾ [فاطر: ١٢]

حضرت عطاء نے کہا: دریائی پرندے کے متعلق میرا خیال ہے کہ اسے ذبح کیا جائے۔ حضرت ابن جریج کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عطاء سے پوچھا کہ نہروں اور سیلاب کے گڑھوں کا شکار بھی دریائی شکار ہے تو انھوں نے کہا: ہاں۔ پھر انھوں نے یہ آیت پڑھی: ”یہ (دریا) بہت زیادہ شیریں اور دوسرا بہت زیادہ کھاری ہے اور تم ان دونوں سے تازہ گوشت کھاتے ہو۔“

وَرَكِبَ الْحَسَنُ عَلَى سَرْجٍ مِنْ جُلُودِ كِلَابِ

حضرت حسن دریائی کتے کی کھال سے بنی ہوئی زین پر

الْمَاءِ.

سوار ہوئے۔

وَقَالَ الشَّعْبِيُّ: لَوْ أَنَّ أَهْلِي أَكَلُوا الضَّفَادِعَ لَأَطْعَمْتُهُمْ.

امام شعبی نے کہا: اگر میرے اہل خانہ مینڈک کھائیں تو میں ان کو بھی کھلاؤں گا۔

وَلَمْ يَرَ الْحَسَنُ بِالسُّلَحْفَاةِ بَأْسًا.

امام حسن بصری رحمہ اللہ کچھوا کھانے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: كُلْ مِنْ صَيْدِ الْبَحْرِ [وَإِنْ صَادَهُ] نَصْرَانِيٌّ أَوْ يَهُودِيٌّ أَوْ مَجُوسِيٌّ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: دریائی شکار کھاؤ، خواہ اسے یہودی، عیسائی یا مجوسی نے شکار کیا ہو۔

وَقَالَ أَبُو الدَّرْدَاءِ فِي الْمُرْيِ: ذَبَحَ الْخَمْرَ النِّينَانُ وَالشَّمْسُ.

حضرت ابو درداء نے مری مچھلی کے متعلق کہا کہ دھوپ اور مچھلیاں شراب کے لیے ذبح کا درجہ رکھتی ہیں، یعنی اس سے شراب کا اثر ختم ہو جاتا ہے۔

وضاحت: امام بخاری رحمہ اللہ نے اب سمندری شکار کے متعلق معلومات فراہم کی ہیں۔ پیش کردہ آیت کریمہ کا ترجمہ یہ ہے: ''تمھارے لیے سمندر کا شکار اور اس کا کھانا حلال کر دیا گیا ہے، تم بھی اس سے فائدہ اٹھا سکتے ہو اور قافلے والے بھی اسے زادِ راہ بنا سکتے ہیں۔'' اس آیت کی رو سے تمام سمندری جانور حلال ہیں، البتہ مینڈک اور مگرمچھ یا اس قسم کا کوئی اور جانور جو پانی اور خشکی دونوں جگہ زندہ رہ سکتا ہے، ان کی حلت کے متعلق علمائے امت میں اختلاف ہے۔ مزید یہ کہ ان سمندری جانوروں کو ذبح کرنے کی بھی ضرورت نہیں ہے کیونکہ وہ پانی سے جدا ہوتے ہی مر جاتے ہیں، اگر چند لمحے زندہ رہیں تو بھی انھیں ذبح نہ کیا جائے، جیسے: مچھلی، خواہ وہ زندہ یا مردہ ہو ہر حال میں حلال ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کا ایک اثر پیش کیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ مچھلی کو شراب میں ڈالنے سے وہی اثر ہوتا ہے جو شراب میں نمک ڈالنے سے ہوتا ہے کیونکہ ایسا کرنے سے اس کا نشہ ختم ہو جاتا ہے۔ مُرْی اس مچھلی کو کہتے ہیں جسے شراب میں ڈال کر اور اس میں نمک ڈال کر دھوپ میں رکھ دیا جاتا، اس طرح اس میں تبدیلی آنے سے وہ شراب سرکہ بن جاتی اور شراب کی تیزی ختم ہو جاتی۔ امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ مچھلی طاہر اور حلال ہے۔ اس کی طہارت اور حلت، نجس چیز کو بھی طاہر کر دیتی ہے جیسا کہ نمک ہوتا ہے، اس سے شراب کو سرکے میں بدلا جاتا ہے۔ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ اور ایک جماعت ایسی مچھلی کو کھانا جائز خیال کرتے ہیں جو شراب میں ڈال دی گئی ہو، پھر اس وجہ سے شراب، سرکہ بن گئی ہو۔[1]

٥٤٩٣ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ: حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنِ ابْنِ

[5493] حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے

---

1 فتح الباري: 764/9.

جُرَيْجٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَمْرٌو أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرًا رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُولُ: غَزَوْنَا جَيْشَ الْخَبَطِ وَأُمِّرَ أَبُو عُبَيْدَةَ فَجُعْنَا جُوعًا شَدِيدًا، فَأَلْقَى الْبَحْرُ حُوتًا مَيِّتًا لَمْ يُرَ مِثْلُهُ يُقَالُ لَهُ: الْعَنْبَرُ، فَأَكَلْنَا مِنْهُ نِصْفَ شَهْرٍ، فَأَخَذَ أَبُو عُبَيْدَةَ عَظْمًا مِنْ عِظَامِهِ فَمَرَّ الرَّاكِبُ تَحْتَهُ. [راجع: ٢٤٨٣]

کہا کہ ہم غزوۂ خبط میں شریک تھے جبکہ اس وقت ہمارے سپہ سالار حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ تھے۔ ہم سب بھوک سے بے حال تھے کہ سمندر نے ایک مردہ مچھلی باہر پھینک دی۔ ایسی مچھلی ہم نے کبھی نہ دیکھی تھی۔ اسے عنبر کہا جاتا تھا، ہم نے وہ مچھلی پندرہ دن تک کھائی۔ پھر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے اس کی ہڈی لے کر کھڑی کردی تو وہ اتنی اونچی تھی کہ ایک سوار اس کے نیچے سے گزر گیا۔

فوائد ومسائل: ① یہ غزوہ 8 ہجری میں ہوا۔ خبط ایک درخت کے پتے ہیں جسے اونٹ کھاتے ہیں۔ اس جنگ میں بھوک کی وجہ سے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو درختوں کے پتے کھانے پڑے، اس لیے اس جنگ کا نام ''جیش الخبط'' مشہور ہوا۔ اس وقت فاقے کا عالم تھا کہ فی کس ایک کھجور روزانہ ملتی تھی۔ ایسے حالات میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سمندر کی طرف گئے تو وہاں پہاڑ کی مانند ایک بہت بڑی مچھلی دیکھی۔ وہ اتنی بڑی تھی کہ اس کی دو پسلیاں کھڑی کی گئیں تو اونٹ ان کے نیچے سے نکل گیا اور پسلیوں کی بلندی تک نہ پہنچ سکا۔ ② امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث سے یہ ثابت کیا ہے کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے مچھلی کو اضطراری حالت میں نہیں کھایا بلکہ یہ ان کے لیے حلال اور مباح تھی جیسا کہ ایک روایت میں ہے کہ جب ہم مدینہ طیبہ پہنچے تو رسول اللہ ﷺ سے اس کا ذکر کیا، آپ نے فرمایا: ''یہ تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمھارے لیے رزق تھا۔ اگر اس میں سے کوئی باقی بچا ہے تو ہمیں بھی کھلاؤ۔'' چنانچہ انھوں نے کچھ باقی ماندہ ٹکڑا رسول اللہ ﷺ کو دیا اور آپ نے تناول فرمایا۔[1]

٥٤٩٤ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ: أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو قَالَ: سَمِعْتُ جَابِرًا يَقُولُ: بَعَثَنَا النَّبِيُّ ﷺ ثَلَاثَمِائَةِ رَاكِبٍ وَأَمِيرُنَا أَبُو عُبَيْدَةَ نَرْصُدُ عِيرًا لِقُرَيْشٍ، فَأَصَابَنَا جُوعٌ شَدِيدٌ حَتَّى أَكَلْنَا الْخَبَطَ فَسُمِّيَ جَيْشَ الْخَبَطِ، وَأَلْقَى الْبَحْرُ حُوتًا يُقَالُ لَهُ: الْعَنْبَرُ، فَأَكَلْنَا نِصْفَ شَهْرٍ وَادَّهَنَّا بِوَدَكِهِ حَتَّى صَلَحَتْ أَجْسَامُنَا، قَالَ: فَأَخَذَ أَبُو عُبَيْدَةَ ضِلَعًا مِنْ أَضْلَاعِهِ فَنَصَبَهُ فَمَرَّ الرَّاكِبُ تَحْتَهُ وَكَانَ فِينَا

[5494] حضرت جابر رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے ہمیں روانہ کیا، اس لشکر میں تین سو سوار تھے۔ ہمارے امیر ابوعبیدہ بن جراح تھے۔ ہمارا کام قریش کے تجارتی قافلے کی نقل و حرکت پر نظر رکھنا تھا۔ اس دوران میں ہمیں سخت بھوک لگی، نوبت یہاں تک آ پہنچی کہ ہم نے درختوں کے پتے کھائے۔ اس بنا پر اس مہم کا نام ''جیش الخبط'' پڑ گیا، تاہم سمندر نے ایک مچھلی باہر پھینکی جس کا نام عنبر تھا۔ ہم نے وہ مچھلی نصف ماہ کھائی اور اس کی چربی بطور مالش استعمال کرتے رہے جس سے ہمارے جسم طاقتور

1 صحيح البخاري، المغازي، حديث: 4362.

رَجُلٌ، فَلَمَّا اشْتَدَّ الْجُوعُ نَحَرَ ثَلَاثَ جَزَائِرَ ثُمَّ ثَلَاثَ جَزَائِرَ ثُمَّ نَهَاهُ أَبُو عُبَيْدَةَ. [راجع: ٢٤٨٣]

ہو گئے۔ پھر ہمارے امیر ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے اس کی پسلی کی ہڈی لی، اسے کھڑا کیا اور ایک سوار اس کے نیچے سے گزرا۔ ہمارے ساتھ ایک صاحب تھے، جب ہمیں بھوک نے زیادہ تنگ کیا تو انھوں نے تین اونٹ ذبح کر دیے پھر (بھوک نے تنگ کیا تو اور) تین اونٹ (ذبح کر دیے)۔ اس کے بعد ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے انھیں منع کر دیا۔

فوائد و مسائل: ① جن صاحب نے اونٹ ذبح کیے وہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے حضرت قیس رضی اللہ عنہ تھے۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے انھیں اونٹ ذبح کرنے سے اس لیے منع کر دیا کہ سواریوں کے کم ہو جانے کا اندیشہ تھا۔ سفر میں سواریوں کا ہونا بھی ضروری ہے۔ ② امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث سے ثابت کیا ہے کہ سمندر کا مردار مطلق طور پر حلال ہے، خواہ شکار کرنے کے بعد مرا ہو یا خود بخود مر کر اوپر آ گیا ہو، کیونکہ یہ مچھلی جو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے پندرہ دن تک استعمال کی وہ سمندر نے پھینکی تھی جو زندہ نہیں تھی، لیکن ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”سمندر جو باہر پھینک دے یا پانی پیچھے ہٹ جانے کی صورت میں جو زمین پر رہ جائے اسے کھالو اور جو اس میں مر کر اوپر تیر آئے تو اسے مت کھاؤ۔“[1] لیکن یہ روایت سند کے اعتبار سے ضعیف ہے جیسا کہ امام ابوداود رحمہ اللہ نے خود ہی اس کی وضاحت کر دی ہے، لہٰذا از خود مرنے والی مچھلی بھی حلال ہے جیسا کہ عنوان میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا موقف گزر چکا ہے۔ واللہ أعلم.

(١٣) بَابُ أَكْلِ الْجَرَادِ

باب: 13- ٹڈی کھانا

وضاحت: یہ ایک پروں والا کیڑا ہے جو اللہ تعالیٰ کے عذاب اور اس کی رحمت کے دونوں پہلو رکھتا ہے۔ عذاب اس بنا پر کہ جہاں ان کا پڑاؤ ہو وہاں فصلوں اور درختوں کا صفایا ہو جاتا ہے اور رحمت اس لیے کہ اسے ذبح کیے بغیر کھایا جاتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: ”ہمارے لیے مرے ہوئے دو جانور حلال کیے گئے ہیں: ایک مچھلی اور دوسرا ٹڈی۔“[2]

٥٤٩٥ - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي يَعْفُورٍ قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ أَبِي أَوْفَى رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: غَزَوْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ سَبْعَ غَزَوَاتٍ - أَوْ سِتًّا - كُنَّا نَأْكُلُ مَعَهُ الْجَرَادَ.

[5495] حضرت ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مل کر چھ یا سات جنگیں لڑیں۔ ہم آپ کے ہمراہ ٹڈی کھایا کرتے تھے۔

قَالَ سُفْيَانُ وَأَبُو عَوَانَةَ وَإِسْرَائِيلُ عَنْ أَبِي

سفیان، ابوعوانہ اور اسرائیل نے ابویعفور سے بیان کیا

① سنن أبي داود، الأطعمة، حديث: 3815. ② مسند أحمد: 2/97.

يَعْفُورٍ، عَنِ ابْنِ أَبِي أَوْفَى: سَبْعَ غَزَوَاتٍ.

اور ان سے ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہ نے سات غزوات کے الفاظ بیان کیے ہیں۔

فوائد ومسائل: ① ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ بھی اسے کھاتے تھے۔[1] لیکن حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے ٹڈی کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: ''یہ اللہ کے بہت بڑے بڑے لشکروں میں سے ہے، نہ میں اسے کھاتا ہوں اور نہ حرام ٹھہراتا ہوں۔''[2] لیکن اس کی سند ضعیف ہے اور امام ابوداود رحمہ اللہ نے اس کے مرسل ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اسے ایک روایت میں سمندر کا شکار کہا گیا ہے، چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم حج یا عمرے کے سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ نکلے تو ہمارا ٹڈی دل سے سامنا ہوا۔ ہم نے انھیں اپنی جوتیوں اور لاٹھیوں سے مارنا شروع کر دیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اسے کھاؤ، یہ تو سمندر کا شکار ہے۔''[3] لیکن حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ضعیف قرار دیا ہے۔[4] ② امام نووی رحمہ اللہ نے اس کے حلال ہونے پر اجماع نقل کیا ہے، البتہ امام ابن العربی نے حجاز اور اندلس کی ٹڈی کے متعلق تفصیل بیان کی ہے کہ اندلس میں پائی جانے والی ٹڈی زہریلی اور نقصان دہ ہے، لہٰذا اسے نہ کھایا جائے۔ اگر یہ بات صحیح ہے تو اسے حلال ہونے سے مستثنیٰ قرار دینا قرین قیاس ہے۔[5]

(١٤) بَابُ آنِيَةِ الْمَجُوسِ وَالْمَيْتَةِ

باب: 14- مجوسیوں کے برتن اور مردار کا حکم

٥٤٩٦ - حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ عَنْ حَيْوَةَ بْنِ شُرَيْحٍ قَالَ: حَدَّثَنِي رَبِيعَةُ بْنُ يَزِيدَ الدِّمَشْقِيُّ: حَدَّثَنِي أَبُو إِدْرِيسَ الْخَوْلَانِيُّ: حَدَّثَنِي أَبُو ثَعْلَبَةَ الْخُشَنِيُّ قَالَ: أَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّا بِأَرْضِ أَهْلِ الْكِتَابِ فَنَأْكُلُ فِي آنِيَتِهِمْ، وَبِأَرْضِ صَيْدٍ أَصِيدُ بِقَوْسِي، وَأَصِيدُ بِكَلْبِي الْمُعَلَّمِ، وَبِكَلْبِي الَّذِي لَيْسَ بِمُعَلَّمٍ؟ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «أَمَّا مَا ذَكَرْتَ أَنَّكَ بِأَرْضِ أَهْلِ كِتَابٍ فَلَا تَأْكُلُوا فِي آنِيَتِهِمْ إِلَّا أَنْ لَا تَجِدُوا بُدًّا، فَإِنْ لَمْ تَجِدُوا بُدًّا فَاغْسِلُوهَا وَكُلُوا فِيهَا، وَأَمَّا مَا ذَكَرْتَ أَنَّكُمْ بِأَرْضِ صَيْدٍ

[5496] حضرت ابوثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں نے نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: اللہ کے رسول! ہم اہل کتاب کی سرزمین میں رہتے ہیں اور ان کے برتنوں میں کھاتے پیتے ہیں، نیز وہاں شکار بکثرت پایا جاتا ہے، میں وہاں اپنے تیر کمان سے شکار کرتا ہوں، نیز اپنے سدھائے ہوئے کتوں اور بغیر سدھائے ہوئے کتوں کو شکار کے لیے استعمال کرتا ہوں؟ نبی ﷺ نے فرمایا: ''تم نے یہ ذکر کیا ہے کہ تم اہل کتاب کے ملک میں رہتے ہو تو ان کے برتنوں میں نہ کھایا پیا کرو، ہاں اگر ضرورت ہو اور کھانا ہی پڑ جائے تو انھیں خوب دھو لیا کرو۔ اور جو تم نے ذکر کیا ہے کہ تم شکار کی زمین میں رہتے ہو تو تم

---

1 فتح الباري: 9/769. 2 سنن أبي داود، الأطعمة، حديث: 3813. 3 سنن ابن ماجه، الصيد، حديث: 3222.

4 فتح الباري: 9/768. 5 فتح الباري: 9/769.

فَمَا صِدْتَ بِقَوْسِكَ فَاذْكُرِ اسْمَ اللهِ وَكُلْ، وَمَا صِدْتَ بِكَلْبِكَ الْمُعَلَّمِ فَاذْكُرِ اسْمَ اللهِ وَكُلْ، وَمَا صِدْتَ بِكَلْبِكَ الَّذِي لَيْسَ بِمُعَلَّمٍ فَأَدْرَكْتَ ذَكَاتَهُ فَكُلْهُ». [راجع: ٥٤٧٨]

نے بسم اللہ پڑھ کر تیر کمان سے جو شکار کیا اسے کھا سکتے ہو۔ اور اسی طرح جو شکار تم نے اپنے سدھائے ہوئے کتوں سے کیا اور اس پر اللہ کا نام لیا ہو وہ بھی کھا لیا کرو۔ اور جو شکار تم نے بغیر سدھائے ہوئے اپنے کتے سے کیا اگر تم اسے ذبح کر سکو تو اسے بھی کھاؤ۔‘‘

فوائد ومسائل: ① اس حدیث میں مجوسیوں کے برتنوں کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ کے نزدیک مجوسی بھی اہل کتاب ہیں، لہٰذا ان کے برتن بھی استعمال نہیں کرنے چاہئیں۔ اگر ان کی ضرورت پڑے تو خوب دھو کر انھیں استعمال کیا جائے۔ یا عنوان سے مطابقت اس طرح ہے کہ مجوسی بھی نجاست سے پرہیز نہیں کرتے، لہٰذا اہل کتاب اور مجوسیوں کے برتنوں کا ایک ہی حکم ہے۔ ② حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: امام بخاری رحمہ اللہ نے اس عنوان کے ذریعے سے حدیث کے بعض طرق کی طرف اشارہ فرمایا ہے جن میں مجوس کی صراحت ہے، چنانچہ ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے مجوسیوں کے برتنوں کے متعلق سوال ہوا تو آپ نے فرمایا: ’’ان کے برتن دھو کر استعمال کرو۔‘‘[1] اس کے علاوہ امام بخاری رحمہ اللہ کی یہ بھی عادت ہے کہ ایک عنوان قائم کر کے پھر اس کا حکم بطریق الحاق ثابت کرتے ہیں۔ والله أعلم.[2]

٥٤٩٧ - حَدَّثَنِي الْمَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ: حَدَّثَنِي يَزِيدُ بْنُ أَبِي عُبَيْدٍ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ قَالَ: لَمَّا - أَمْسَوْا يَوْمَ فَتَحُوا خَيْبَرَ - أَوْقَدُوا النِّيرَانَ، قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «عَلَامَ أَوْقَدْتُمْ هٰذِهِ النِّيرَانَ؟» قَالُوا: لُحُومِ الْحُمُرِ الْإِنْسِيَّةِ، قَالَ: «أَهْرِيقُوا مَا فِيهَا، وَاكْسِرُوا قُدُورَهَا». فَقَامَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ فَقَالَ: نُهَرِيقُ مَا فِيهَا وَنَغْسِلُهَا؟ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «أَوْ ذَاكَ». [راجع: ٢٤٧٧]

[5497] حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: جب فتح خیبر کے دن، شام ہوئی تو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے آگ روشن کی۔ نبی ﷺ نے دریافت فرمایا: ’’تم لوگوں نے آگ کیوں جلائی ہے؟‘‘ لوگوں نے کہا: گھریلو گدھوں کا گوشت پکا رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ’’جو کچھ ہانڈیوں میں ہے اسے باہر پھینک دو اور ہانڈیاں توڑ ڈالو۔‘‘ ایک شخص نے کھڑے ہو کر عرض کی: ان ہانڈیوں میں جو کچھ ہے اسے ہم پھینک دیتے ہیں اور انھیں دھو ڈالتے ہیں؟ نبی ﷺ نے فرمایا: ’’یہ بھی کر سکتے ہو۔‘‘

فائدہ: یہ بات طے شدہ ہے کہ گھریلو گدھوں کا گوشت حرام ہے اور انھیں ذبح کرنے کا کوئی فائدہ نہیں بلکہ وہ اس کے باوجود حرام ہی رہا اور وہ حکم کے اعتبار سے مردار جیسا ہے تو اس سے مردار کا حکم بھی معلوم ہوا کہ جس ہانڈی میں مردار پکایا جائے وہ ہانڈی توڑ دی جائے یا کم از کم اسے دھو لیا جائے۔ اسی طرح مجوسیوں کے برتن ہیں کہ انھیں دھونے کے بعد استعمال کرنا مباح ہے کیونکہ مجوسیوں کا ذبح کردہ جانور بھی مردار کے حکم میں ہے۔ والله أعلم.[3]

---

1 جامع الترمذي، السير، حديث: 1560. 2 فتح الباري: 770/9. 3 عمدة القاري: 501/14.

(١٥) بَابُ التَّسْمِيَةِ عَلَى الذَّبِيحَةِ وَمَنْ تَرَكَ مُتَعَمِّدًا

باب: 15- ذبح کرتے وقت بسم اللہ پڑھنا اور جس نے بسم اللہ کو عمداً چھوڑ دیا

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: مَنْ نَسِيَ فَلَا بَأْسَ.

حضرت ابن عباس ؓ نے فرمایا: اگر کوئی ذبح کے وقت بسم اللہ پڑھنا بھول گیا تو کوئی حرج نہیں۔

وَقَالَ اللهُ تَعَالَى: ﴿وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَإِنَّهُ لَفِسْقٌ﴾ [الأنعام:١٢١] وَالنَّاسِي لَا يُسَمَّى فَاسِقًا. وَقَوْلُهُ تَعَالَى: ﴿وَإِنَّ الشَّيَاطِينَ لَيُوحُونَ إِلَىٰ أَوْلِيَائِهِمْ لِيُجَادِلُوكُمْ وَإِنْ أَطَعْتُمُوهُمْ إِنَّكُمْ لَمُشْرِكُونَ﴾ [الأنعام:١٢١].

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''اور اس جانور کو نہ کھاؤ جس پر ذبح کے وقت اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو، بلاشبہ یہ نافرمانی ہے۔'' بھولنے والے کو فاسق نہیں کہا جا سکتا۔ نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''اور شیاطین تو اپنے دوستوں کے دلوں میں (شکوک و شبہات) القا کرتے رہتے ہیں تا کہ وہ تم سے جھگڑتے رہیں اور اگر تم نے ان کی بات مان لی تو تم بھی مشرک ہی ہوئے۔''

وضاحت: ذبح کرتے وقت اللہ کا نام لینا ضروری ہے لیکن اگر کوئی بھول کی وجہ سے، ذبح کے وقت اللہ تعالیٰ کا نام نہ لے سکے تو کیا اس کا ذبح کردہ جانور جائز ہے یا نہیں، اس کے متعلق علمائے امت میں اختلاف ہے۔ امام بخاری ؒ کا رجحان یہ ہے کہ بھول کر اگر اللہ تعالیٰ کا نام نہ لیا جائے تو قابل معافی ہے اور ایسا ذبیحہ جائز ہے۔ انھوں نے اپنے موقف کی تائید میں حضرت ابن عباس ؓ کے قول کا حوالہ دیا ہے، پھر انھوں نے آیت کریمہ سے اپنے موقف کو مضبوط کیا ہے کہ اگر ذبح کرتے وقت بھول کر اللہ تعالیٰ کا نام نہ لیا جائے تو جانور حلال ہی رہے گا کیونکہ بھول کر اللہ تعالیٰ کا نام چھوڑنے والا نہ تو شیطان کا دوست بنتا ہے اور نہ اسے مشرک ہی قرار دیا جا سکتا ہے۔ واللہ أعلم.

٥٤٩٨ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَبَايَةَ بْنِ رِفَاعَةَ بْنِ رَافِعٍ، عَنْ جَدِّهِ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ قَالَ: كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ بِذِي الْحُلَيْفَةِ، فَأَصَابَ النَّاسَ جُوعٌ فَأَصَبْنَا إِبِلًا وَغَنَمًا - وَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ فِي أُخْرَيَاتِ النَّاسِ - فَعَجِلُوا فَنَصَبُوا الْقُدُورَ فَدُفِعَ النَّبِيُّ ﷺ إِلَيْهِمْ فَأَمَرَ بِالْقُدُورِ فَأُكْفِئَتْ، ثُمَّ قَسَمَ فَعَدَلَ عَشَرَةً مِنَ الْغَنَمِ

[5498] حضرت رافع بن خدیج ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ ہم مقام ذوالحلیفہ میں نبی ﷺ کے ساتھ تھے کہ لوگوں کو بھوک نے بہت پریشان کیا۔ اس دوران میں ہمیں بہت سے اونٹ اور بکریاں بطور غنیمت ملیں۔ نبی ﷺ پیچھے تشریف لا رہے تھے کہ لوگوں نے بھوک کی شدت کی وجہ سے جلدی کی اور گوشت کی ہنڈیاں چڑھا دیں۔ نبی ﷺ جلدی سے ان کے پیچھے آئے اور ہنڈیوں کے متعلق حکم دیا اور انھیں الٹ دیا گیا، پھر آپ نے مال غنیمت تقسیم کیا اور

بِبَعِيرٍ، فَنَدَّ مِنْهَا بَعِيرٌ، وَكَانَ فِي الْقَوْمِ خَيْلٌ يَسِيرَةٌ فَطَلَبُوهُ فَأَعْيَاهُمْ، فَأَهْوَى إِلَيْهِ رَجُلٌ بِسَهْمٍ فَحَبَسَهُ اللهُ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «إِنَّ لِهٰذِهِ الْبَهَائِمِ أَوَابِدَ كَأَوَابِدِ الْوَحْشِ، فَمَا نَدَّ عَلَيْكُمْ مِنْهَا فَاصْنَعُوا بِهِ هٰكَذَا». قَالَ: وَقَالَ جَدِّي: إِنَّا لَنَرْجُو - أَوْ نَخَافُ - أَنْ نَلْقَى الْعَدُوَّ غَدًا وَلَيْسَتْ مَعَنَا مُدًى، أَفَنَذْبَحُ بِالْقَصَبِ؟ فَقَالَ: «مَا أَنْهَرَ الدَّمَ وَذُكِرَ اسْمُ اللهِ عَلَيْهِ فَكُلْ، لَيْسَ السِّنَّ وَالظُّفُرَ، وَسَأُحَدِّثُكُمْ عَنْ ذٰلِكَ، أَمَّا السِّنُّ فَعَظْمٌ، وَأَمَّا الظُّفُرُ فَمُدَى الْحَبَشَةِ».

[راجع: ٢٤٨٨]

دس بکریوں کو ایک اونٹ کے برابر قرار دیا۔ ان میں سے ایک اونٹ بھاگ نکلا۔ لوگوں کے پاس گھوڑوں کی کمی تھی، اس لیے لوگ خود ہی اس کے پیچھے بھاگے لیکن اس نے ان کو تھکا دیا۔ آخر ایک شخص نے اسے تیر مارا تو اللہ تعالیٰ نے اسے روک دیا۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ''ان جانوروں میں جنگلی جانوروں کی طرح کچھ بھگوڑے بھی ہوتے ہیں، اس لیے جب کوئی جانور مارے وحشت کے بھاگ نکلے تو اس کے ساتھ اسی طرح کیا کرو۔'' حضرت رافع ؓ نے عرض کی: ہمیں امید یا اندیشہ ہے کہ کل ہمارا دشمن سے مقابلہ ہوگا اور ہمارے پاس چھریاں نہیں ہیں تو کیا ہم بانس کی پھانک سے ذبح کرلیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جو چیز (جانور کا) خون بہا دے اور اس پر اللہ کا نام ذکر کیا جائے تو اسے کھا لو، البتہ دانت اور ناخن ذبح کا آلہ نہیں ہونا چاہیے۔ اس کی وجہ میں تم سے ابھی بیان کرتا ہوں: دانت تو اس لیے کہ یہ ہڈی ہے اور ناخن اس لیے کہ حبشی لوگ اسے بطور چھری استعمال کرتے ہیں۔''

فوائد ومسائل: ① حدیث میں ذوالحلیفہ سے مراد وہ مقام نہیں جو مدینہ طیبہ کے پاس ہے اور بئر علی کے نام سے مشہور ہے بلکہ یہ تہامہ کی زمین میں مکے اور طائف کے درمیان کی اور جگہ ہے۔ اس مقام پر جو اونٹ اور بکریاں بطور غنیمت ملے، صحابۂ کرام ؓ نے بھوک کی وجہ سے تقسیم سے پہلے انھیں ذبح کر کے ان کی ہانڈیاں چڑھا دیں تھیں، اس لیے رسول اللہ ﷺ نے ان ہانڈیوں کو الٹ دینے کا حکم دیا۔ ② اس حدیث میں ہے کہ جب جانور پر اللہ کا نام لیا جائے اور کسی بھی تیز دھار آلے سے اس کا خون بہا دیا جائے تو اس کا کھانا جائز ہے۔ ③ امام بخاری ؒ نے ان الفاظ سے اپنا عنوان ثابت کیا ہے کہ ذبح کے وقت بسم اللہ پڑھنا ضروری ہے اور اگر بھول کر بسم اللہ نہ پڑھی جائے تو جانور حلال ہے۔ ④ اس حدیث کے مطابق رسول اللہ ﷺ نے دانت اور ناخن سے ذبح کرنے کی ممانعت فرمائی ہے۔ دانت سے اس لیے منع فرمایا کہ یہ ایک ہڈی ہے، اس سے اگر ذبح کیا جائے تو جانور پوری طرح ذبح نہیں ہوتا، اسی طرح ناخن سے ذبح کرنے میں بھی جانور کو تکلیف ہوتی ہے اور اس سے جانور پوری طرح ذبح نہیں ہوتا۔ واضح رہے کہ اس عنوان سے امام بخاری ؒ نے ذبح کے احکام بیان کرنا شروع کیے ہیں۔ واللہ أعلم.

(١٦) بَابُ مَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَالْأَصْنَامِ

٥٤٩٩ - حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ الْمُخْتَارِ: أَخْبَرَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ قَالَ: أَخْبَرَنِي سَالِمٌ أَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ اللهِ يُحَدِّثُ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ، أَنَّهُ لَقِيَ زَيْدَ بْنَ عَمْرِو بْنِ نُفَيْلٍ بِأَسْفَلِ بَلْدَحٍ، وَذَاكَ قَبْلَ أَنْ يُنْزَلَ عَلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ الْوَحْيُ، فَقَدَّمَ إِلَيْهِ رَسُولُ اللهِ ﷺ سُفْرَةَ لَحْمٍ فَأَبَى أَنْ يَأْكُلَ مِنْهَا، ثُمَّ قَالَ: إِنِّي لَا آكُلُ مِمَّا تَذْبَحُونَ عَلَى أَنْصَابِكُمْ، وَلَا آكُلُ إِلَّا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللهِ عَلَيْهِ. [راجع: ٣٨٢٦]

باب: 16- جو جانور آستانوں پر اور بتوں کے نام پر ذبح کیے گئے ہوں

[5499] حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، وہ رسول اللہ ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے زید بن عمرو بن نفیل سے مقام بلدح کے نشیبی علاقے میں ملاقات کی۔ یہ رسول اللہ ﷺ پر وحی نازل ہونے سے پہلے کا واقعہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کے آگے دستر خوان رکھا جس پر گوشت تھا۔ زید نے وہ گوشت کھانے سے انکار کر دیا، پھر کہا: میں وہ گوشت نہیں کھاتا جسے تم اپنے بتوں کے نام پر ذبح کرتے ہو، میں تو صرف وہی گوشت کھاتا ہوں جس پر (ذبح کرتے وقت) اللہ کا نام لیا گیا ہو۔

فوائد و مسائل: ① ایک روایت میں ہے کہ وہ دستر خوان رسول اللہ ﷺ کو پیش کیا گیا۔ ان روایات میں تطبیق کی صورت یہ ہے کہ وہاں کے لوگوں نے ضیافت اور مہمانی کے طور پر دستر خوان رسول اللہ ﷺ کو پیش کیا اور آپ ﷺ نے وہ زید بن عمرو کو پیش کر دیا، پھر انھوں نے قوم سے مخاطب ہو کر جو کہنا تھا کہا۔ ② اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو جانور بتوں کے نام پر ذبح کیا جائے وہ حرام ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''وہ چیز بھی حرام ہے جو غیر اللہ کے نام سے مشہور کر دی جائے۔''[1] اس آیت کی رو سے دو قسم کے جانور اس کی زد میں آتے ہیں: ○ وہ جانور جو غیر اللہ کے نام سے مشہور کر دیا جائے، خواہ اس پر ذبح کے وقت اللہ تعالیٰ کا نام لیا گیا ہو۔ ○ وہ جانور جو غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا گیا ہو، خواہ وہ کسی پیر کے نام سے ہو یا ولی کے نام سے۔ بہر حال آستانوں پر جو جانور ذبح کیا جائے وہ حرام ہے، خواہ وہ اللہ تعالیٰ کے نام ہی سے کیوں نہ ہو۔ ③ واضح رہے کہ حدیث میں زید بن عمرو، حضرت سعید بن زید کے والد ہیں۔ یہ بزرگ دور جاہلیت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین کے مطابق زندگی گزارتے تھے اور ان کے بیٹے حضرت سعید رضی اللہ عنہ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔

(١٧) بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ: «فَلْيَذْبَحْ عَلَى اسْمِ اللهِ»

٥٥٠٠ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنِ

باب: 17- نبی ﷺ کے فرمان: ''جانور کو اللہ ہی کے نام سے ذبح کرنا چاہیے'' کا بیان

[5500] حضرت جندب بن سفیان بجلی رضی اللہ عنہ سے روایت

[1] البقرة 2:173.

الْأَسْوَدِ بْنِ قَيْسٍ، عَنْ جُنْدَبِ بْنِ سُفْيَانَ الْبَجَلِيِّ قَالَ: ضَحَّيْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ أَضْحَاةً ذَاتَ يَوْمٍ فَإِذَا أُنَاسٌ قَدْ ذَبَحُوا ضَحَايَاهُمْ قَبْلَ الصَّلَاةِ، فَلَمَّا انْصَرَفَ رَآهُمُ النَّبِيُّ ﷺ أَنَّهُمْ قَدْ ذَبَحُوا قَبْلَ الصَّلَاةِ فَقَالَ: «مَنْ ذَبَحَ قَبْلَ الصَّلَاةِ فَلْيَذْبَحْ مَكَانَهَا أُخْرَى، وَمَنْ كَانَ لَمْ يَذْبَحْ حَتَّى صَلَّيْنَا فَلْيَذْبَحْ عَلَى اسْمِ اللهِ». [راجع: ٩٨٥]

ہے، انھوں نے کہا کہ ہم نے ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ قربانی کی۔ کچھ لوگوں نے نماز عید سے پہلے ہی قربانی کر ڈالی۔ جب نبی ﷺ نماز سے فراغت کے بعد واپس تشریف لائے تو آپ نے دیکھا کہ کچھ لوگوں نے اپنی قربانیاں نماز سے پہلے ہی ذبح کر لی ہیں تو آپ نے فرمایا: ”جس شخص نے نماز سے پہلے قربانی ذبح کر لی ہو اسے اس کی جگہ دوسری قربانی ذبح کرنی ہوگی اور جس نے ہمارے نماز پڑھنے سے پہلے ذبح نہیں کی اسے چاہیے کہ وہ نماز کے بعد اللہ کے نام پر ذبح کرے۔“

فوائد ومسائل: ① قربانی، نماز عید کے بعد ہے۔ نماز سے پہلے جو جانور ذبح کیا جائے گا وہ قربانی نہیں بلکہ عام گوشت کا جانور ہے۔ قربانی وہی ہے جو نماز عید کے بعد کی جائے۔ ② امام بخاری ؒ کا استدلال یہ ہے کہ ذبح اللہ تعالیٰ کے نام سے ہوتا ہے اور بسم اللہ کے بغیر ذبح جائز نہیں ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”جس چیز پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو اسے مت کھاؤ کیونکہ یہ گناہ کی بات ہے۔“[1] حافظ ابن حجر ؒ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے نام سے ذبح کرنے کا مطلب نماز کے بعد قربانی ذبح کرنے کی اجازت دینا ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ اللہ کے نام سے ذبح کرنے کا حکم دیا ہو۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ذبح کے لیے بسم اللہ پڑھنا شرط ہے، ہاں اگر بھول کر رہ جائے تو الگ بات ہے جس کی وضاحت پہلے ہو چکی ہے۔[2]

(١٨) بَابُ مَا أَنْهَرَ الدَّمَ مِنَ الْقَصَبِ وَالْمَرْوَةِ وَالْحَدِيدِ

باب: 18- بانس کی پھانک، تیز دھار پتھر یا لوہا جس سے بھی خون بہایا جا سکے کا بیان

وضاحت: ذبح کرنے کے لیے چھری کا ہونا ضروری نہیں بلکہ جس چیز سے بھی خون بہایا جا سکے، اس سے ذبح کرنا جائز ہے، خواہ تیز دھار پتھر ہو یا بانس وغیرہ کی پھانک، جانور کا خون بہنا چاہیے۔

٥٥٠١ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ الْمُقَدَّمِيُّ: حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ، عَنْ نَافِعٍ، سَمِعَ ابْنَ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ يُخْبِرُ ابْنَ عُمَرَ أَنَّ أَبَاهُ أَخْبَرَهُ أَنَّ جَارِيَةً لَهُمْ كَانَتْ تَرْعَى غَنَمًا:

[5501] حضرت عبداللہ بن عمر ؓ سے روایت ہے، انھیں عبدالرحمٰن کے والد گرامی نے بتایا کہ ان کی لونڈی سلع پہاڑی پر بکریاں چرایا کرتی تھی۔ اچانک اس نے بکریوں میں سے ایک بکری کو دیکھا کہ وہ مرنے کے قریب ہے۔

① الأنعام 6:121. ② فتح الباري: 9/780.

بِسَلْعٍ، فَأَبْصَرَتْ بِشَاةٍ مِنْ غَنَمِهَا مَوْتًا، فَكَسَرَتْ حَجَرًا فَذَبَحَتْهَا بِهِ، فَقَالَ لِأَهْلِهِ: لَا تَأْكُلُوا حَتَّى آتِيَ النَّبِيَّ ﷺ فَأَسْأَلَهُ، أَوْ حَتَّى أُرْسِلَ إِلَيْهِ مَنْ يَسْأَلُهُ، فَأَتَى النَّبِيَّ ﷺ أَوْ بَعَثَ إِلَيْهِ، فَأَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ بِأَكْلِهَا. [راجع: ٢٣٠٤]

اس نے ایک پتھر توڑ کر اسے ذبح کر دیا۔ اہل خانہ میں سے کسی نے گھر والوں کو کہا کہ اسے مت کھاؤ یہاں تک کہ میں اس کے متعلق نبی ﷺ سے پوچھ لوں یا میں کسی کو آپ ﷺ کی خدمت میں بھیجتا ہوں جو آپ سے مسئلہ پوچھ کر آئے، چنانچہ وہ خود نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے یا کسی کو آپ کے پاس بھیجا تو نبی ﷺ نے اسے کھانے کی اجازت دے دی۔

٥٥٠٢ - حَدَّثَنَا مُوسَى: حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ عَنْ نَافِعٍ، عَنْ رَجُلٍ مِنْ بَنِي سَلِمَةَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُاللهِ أَنَّ جَارِيَةً لِكَعْبِ بْنِ مَالِكٍ تَرْعَى غَنَمًا لَهُ بِالْجُبَيْلِ الَّذِي بِالسُّوقِ وَهُوَ بِسَلْعٍ، فَأُصِيبَتْ شَاةٌ فَكَسَرَتْ حَجَرًا فَذَبَحَتْهَا بِهِ، فَذَكَرُوا لِلنَّبِيِّ ﷺ فَأَمَرَهُمْ بِأَكْلِهَا. [راجع: ٢٣٠٤]

[5502] حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ہی سے روایت ہے کہ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی ایک لونڈی اس پہاڑ پر جو سوق مدنی میں ہے اور جس کا نام سلع ہے، بکریاں چرایا کرتی تھی۔ ایک بکری مرنے کے قریب ہوگئی تو اس نے ایک پتھر توڑ کر اس سے بکری کو ذبح کر دیا۔ لوگوں نے اس امر کا نبی ﷺ سے ذکر کیا تو آپ نے انھیں اس کے کھانے کی اجازت دی۔

فائدہ: جانور کو ذبح کرنے کے لیے تیز چھری استعمال کرنی چاہیے جیسا کہ حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا تھا کہ ہم میں کوئی شکار کرتا ہے اور اس کے پاس ذبح کرنے کے لیے چھری نہیں ہوتی تو کیا وہ اسے پتھر یا لکڑی کی تیز پھانک سے ذبح کرے؟ آپ نے فرمایا: ''جس چیز سے تم چاہو خون بہاؤ اور اللہ کا نام ذکر کرو۔''[1] بوقت ضرورت اگر چھری دستیاب نہ ہو تو تیز دھاری دار پتھر یا لکڑی کی تیز پھانک سے ذبح کرنا جائز ہے مگر دانت، ہڈی اور ناخن سے ذبح کرنا جائز نہیں کیونکہ اس میں کفار کی مشابہت ہے۔ ایک دوسری حدیث میں ہے کہ ایک شخص نے تیز پتھر سے خرگوش ذبح کیا، اس نے رسول اللہ ﷺ سے اس کے متعلق پوچھا تو آپ ﷺ نے اسے کھانے کی اجازت دی۔[2]

٥٥٠٣ - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَبَايَةَ بْنِ رِفَاعَةَ، عَنْ جَدِّهِ أَنَّهُ قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، لَيْسَ لَنَا مُدًى، فَقَالَ: «مَا أَنْهَرَ الدَّمَ وَذُكِرَ اسْمُ اللهِ فَكُلْ، لَيْسَ الظُّفُرَ وَالسِّنَّ، أَمَّا الظُّفُرُ فَمُدَى

[5503] حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے عرض کی: اللہ کے رسول! ہمارے پاس چھری نہیں ہوتی، تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''جو چیز خون بہادے اور اس پر اللہ کا نام لیا گیا ہو تو اس (جانور) کو تم کھا سکتے ہو لیکن ناخن اور دانت سے ذبح نہ کیا گیا ہو کیونکہ ناخن اہل حبشہ کی

1 سنن أبي داود، الضحايا، حديث: 2824. 2 سنن أبي داود، الضحايا، حديث: 2822.

الْحَبَشَةِ، وَأَمَّا السِّنُّ فَعَظْمٌ». وَنَدَّ بَعِيرٌ فَحَبَسَهُ فَقَالَ: «إِنَّ لِهٰذِهِ الْإِبِلِ أَوَابِدَ كَأَوَابِدِ الْوَحْشِ فَمَا غَلَبَكُمْ مِنْهَا فَاصْنَعُوا بِهِ هٰكَذَا». [راجع: ٢٤٨٨]

چھری ہے اور دانت ہڈی ہے۔" اس دوران میں ایک اونٹ بھاگ نکلا تو اسے (تیر مار کر) روک لیا گیا۔ آپ نے اس کے متعلق فرمایا: "یہ اونٹ جنگلی جانوروں کی طرح بھڑک اٹھتے ہیں، ان میں سے جو تمھارے قابو سے باہر ہو جائے اس کے ساتھ ایسا ہی سلوک کرو۔"

فوائد ومسائل: ① ایک روایت میں ہے کہ جب اونٹ بھاگ نکلا تو لوگ اس کے پیچھے دوڑے۔ اس دوران میں ایک آدمی نے اسے تیر مارا اور اسے زخمی کر کے روک لیا۔ ② امام بخاری رحمہ اللہ نے ان روایات کی طرف اشارہ کیا ہے جن میں اس امر کی صراحت ہے کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے تیز پتھر یا بانس کی پھانک سے ذبح کرنے کی اجازت طلب کی۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جو چیز بھی رگوں کو کھول دے اس کے ساتھ ذبح کر سکتے ہو، البتہ دانت اور ناخن سے ذبح نہیں کرنا چاہیے۔"[1] ③ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے شیطان کے ذبیحے سے منع فرمایا ہے۔[2] شیطان کے ذبیحے سے مراد ایسا جانور ہے جس کا ذبح کے وقت ذرا سا حلق کاٹ دیا جائے اور پوری رگیں نہ کاٹی جائیں اور وہ تڑپ تڑپ کر مر جائے۔ جاہلیت کے زمانے میں مشرک لوگ ایسا ہی کرتے تھے۔ چونکہ شیطان نے انھیں ایسے کام پر آمادہ کیا تھا، اس لیے اسے شیطان کا ذبیحہ کہا جاتا ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جب تم ذبح کرو تو عمدہ طریقے سے ذبح کرو، وہ اس طرح کہ چھری کو تیز کر لو اور اپنے ذبیحے کو آرام پہنچاؤ۔"[3]

(١٩) بَابُ ذَبِيحَةِ الْمَرْأَةِ وَالْأَمَةِ

باب: 19- عورت اور لونڈی کا ذبیحہ

٥٥٠٤ - حَدَّثَنَا صَدَقَةُ: أَخْبَرَنَا عَبْدَةُ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنٍ لِكَعْبِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ أَبِيهِ أَنَّ امْرَأَةً ذَبَحَتْ شَاةً بِحَجَرٍ، فَسُئِلَ النَّبِيُّ ﷺ عَنْ ذٰلِكَ فَأَمَرَ بِأَكْلِهَا.

[5504] حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک عورت نے بکری، پتھر سے ذبح کر لی تو نبی ﷺ سے اس کے متعلق سوال کیا گیا۔ آپ نے اس کے کھانے کا حکم فرمایا۔

وَقَالَ اللَّيْثُ: حَدَّثَنَا نَافِعٌ: أَنَّهُ سَمِعَ رَجُلًا مِنَ الْأَنْصَارِ يُخْبِرُ عَبْدَ اللهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: أَنَّ جَارِيَةً لِكَعْبٍ، بِهٰذَا. [راجع: ٢٣٠٤]

ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرت نافع نے ایک انصاری شخص سے سنا، اس نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو بتایا اور انھوں نے نبی ﷺ سے بیان کیا کہ حضرت کعب رضی اللہ عنہ کی ایک لونڈی تھی۔ پھر مذکورہ حدیث کی طرح بیان کیا۔

① المعجم الأوسط للطبراني: 238/5، ورقم: 7190، وفتح الباري: 781/9. ② سنن أبي داود، الضحايا، حديث: 2826.
③ صحيح مسلم، الصيد والذبائح، حديث: 5055 (1955).

٥٥٠٥ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ، عَنْ رَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ، عَنْ مُعَاذِ بْنِ سَعْدٍ - أَوْ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ - أَخْبَرَهُ: أَنَّ جَارِيَةً لِكَعْبِ بْنِ مَالِكٍ كَانَتْ تَرْعَى غَنَمًا بِسَلْعٍ فَأُصِيبَتْ شَاةٌ مِنْهَا فَأَدْرَكَتْهَا فَذَبَحَتْهَا بِحَجَرٍ، فَسُئِلَ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ: «كُلُوهَا».

[5505] حضرت معاذ بن سعد یا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے بتایا کہ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی ایک لونڈی سلع پہاڑی پر بکریاں چرایا کرتی تھی۔ ریوڑ میں سے ایک بکری مرنے کے قریب ہوئی تو اس نے (مرنے سے پہلے) اسے پتھر سے ذبح کر دیا، پھر نبی ﷺ سے اس کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: ''اسے کھاؤ۔''

فائدہ: جب عورت اچھی طرح ذبح کر سکتی ہو تو اس کا ذبیحہ جائز ہے، اسی طرح اگر بچہ اچھی طرح ذبح کرنا جانتا ہو تو اس کا ذبیحہ بھی صحیح ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ کسی عورت نے مالک کی اجازت کے بغیر ایک بکری ذبح کر دی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں تو اسے نہیں کھاؤں گا، البتہ اس کا گوشت قیدیوں کو کھلا دیا جائے۔''[1] اگر عورت کا ذبیحہ جائز نہ ہوتا تو آپ ﷺ قیدیوں کو کھلانے کا حکم کیوں دیتے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عورت، خواہ آزاد ہو یا لونڈی، بڑی ہو یا چھوٹی، مسلمان ہو یا اہل کتاب، پاک ہو یا ناپاک ہر حالت میں اس کا ذبیحہ جائز ہے۔ بعض اہل علم کے ہاں عورت کا ذبیحہ مکروہ ہے۔ لیکن مکروہ ہونے کی کوئی صحیح دلیل نہیں ہے۔[2] واللہ أعلم.

(٢٠) بَابٌ: لَا يُذَكَّى بِالسِّنِّ وَالْعَظْمِ وَالظُّفُرِ

باب: 20- دانت، ہڈی اور ناخن سے ذبح نہ کیا جائے

٥٥٠٦ - حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَبَايَةَ بْنِ رِفَاعَةَ، عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «كُلْ - يَعْنِي - مَا أَنْهَرَ الدَّمَ، إِلَّا السِّنَّ وَالظُّفُرَ». [راجع: ٢٤٨٨]

[5506] حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''دانت اور ناخن کے علاوہ جو چیز بھی جانور کا خون بہا دے تم ایسے جانور کو کھاؤ۔''

فائدہ: اس حدیث میں اگرچہ ہڈی کا ذکر نہیں ہے لیکن امام بخاری رحمہ اللہ نے اصل حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے، اس میں دانت سے ذبح ناجائز ہونے کی وجہ ان الفاظ سے بیان ہوئی ہے کہ دانت ہڈی ہے۔[3] بہرحال ذبح کرتے وقت دانت، ہڈی اور ناخن سے بچنا چاہیے کیونکہ ان سے ذبح کرنے کی ممانعت ہے۔ واللہ أعلم.

(٢١) بَابُ ذَبِيحَةِ الْأَعْرَابِ وَنَحْوِهِمْ

باب: 21- اعراب وغیرہ کا ذبیحہ

1 مسند أحمد: 294/5. 2 فتح الباري: 783/9. 3 صحيح البخاري، حديث: 5503.

وضاحت: اعراب سے مراد عرب کے وہ لوگ ہیں جو دیہاتوں اور جنگلات میں رہتے ہوں اور دین اسلام کے متعلق انھیں تھوڑی بہت سمجھ بوجھ ہو۔ اس عنوان میں ایسے انسان کے ذبح کردہ جانور کا حکم بیان ہوگا۔

٥٥٠٧ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدِ اللهِ: حَدَّثَنَا أُسَامَةُ بْنُ حَفْصٍ الْمَدَنِيُّ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: أَنَّ قَوْمًا قَالُوا لِلنَّبِيِّ ﷺ: إِنَّ قَوْمًا يَأْتُونَنَا بِلَحْمٍ لَا نَدْرِي أَذُكِرَ اسْمُ اللهِ عَلَيْهِ أَمْ لَا؟ فَقَالَ: «سَمُّوا عَلَيْهِ أَنْتُمْ وَكُلُوهُ». قَالَتْ: وَكَانُوا حَدِيثِي عَهْدٍ بِالْكُفْرِ.

[5507] حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے کہ لوگوں نے نبی ﷺ سے عرض کی: لوگ ہمارے پاس گوشت لاتے ہیں، ہم نہیں جانتے کہ اس پر اللہ کا نام ذکر کیا گیا ہے یا نہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم بسم اللہ پڑھ کر اسے کھا لیا کرو۔'' حضرت عائشہ ؓ نے فرمایا: یہ لوگ ابھی اسلام میں نئے نئے داخل ہوئے تھے۔

تَابَعَهُ عَلِيٌّ عَنِ الدَّرَاوَرْدِيِّ، وَتَابَعَهُ أَبُو خَالِدٍ وَالطُّفَاوِيُّ. [راجع: ٢٠٥٧]

اس حدیث کی متابعت علی نے دراوردی سے کی ہے اور اس کی متابعت ابو خالد اور طفاوی نے کی۔

فائدہ: اس حدیث سے بعض حضرات نے استدلال کیا ہے کہ ذبیحے پر بسم اللہ پڑھنا ضروری نہیں کیونکہ اگر ضروری ہوتا تو رسول اللہ ﷺ صحابۂ کرام ؓ کو گوشت کھانے کی اجازت نہ دیتے لیکن یہ استدلال صحیح نہیں کیونکہ اعراب اگرچہ نئے نئے اسلام میں داخل ہوئے تھے لیکن وہ بسم اللہ کے پڑھنے سے جاہل نہ تھے۔ عین ممکن ہے کہ وہ بسم اللہ پڑھ کر ہی ذبح کرتے ہوں لیکن صحابۂ کرام ؓ نے ان کے متعلق شبہ کا اظہار کیا کہ شاید وہ بسم اللہ نہ پڑھتے ہوں تو رسول اللہ ﷺ نے ان کا شبہ دور فرمایا کہ مسلمان کے متعلق اچھا گمان رکھنا چاہیے۔ جب وہ مسلمان ہیں تو یقیناً وہ بسم اللہ پڑھتے ہوں گے، البتہ تم اپنے شبے کو دور کرنے کے لیے بسم اللہ پڑھ لیا کرو۔ اس سلسلے میں ایک حدیث بھی پیش کی جاتی ہے: ''مسلمان کا ذبیحہ حلال ہے، خواہ وہ اللہ کا نام لے یا نہ لے۔'' لیکن یہ روایت سند کے اعتبار سے ضعیف ہے۔[1]

(٢٢) بَابُ ذَبَائِحِ أَهْلِ الْكِتَابِ وَشُحُومِهَا مِنْ أَهْلِ الْحَرْبِ وَغَيْرِهِمْ

باب: 22- اہل کتاب کا ذبیحہ اور اس کی چربی، خواہ وہ اہل حرب ہوں یا اس کے علاوہ

وَقَوْلِهِ تَعَالَى: ﴿أُحِلَّ لَكُمُ ٱلطَّيِّبَٰتُ﴾ [المائدة:٥] وَقَالَ الزُّهْرِيُّ: لَا بَأْسَ بِذَبِيحَةِ نَصَارَى الْعَرَبِ وَإِنْ سَمِعْتَهُ يُسَمِّي لِغَيْرِ اللهِ فَلَا

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''تمھارے لیے پاکیزہ چیزیں حلال کردی گئی ہیں۔'' امام زہری نے کہا: عرب کے عیسائیوں کے ذبیحے میں کوئی حرج نہیں۔ اگر تم سنو کہ وہ غیر

[1] إرواء الغليل: 169/8، رقم: 2537، و فتح الباري: 787/9.

تَأْكُلْ، وَإِنْ لَمْ تَسْمَعْهُ فَقَدْ أَحَلَّهُ اللهُ وَعَلِمَ كُفْرَهُمْ، وَيُذْكَرُ عَنْ عَلِيٍّ نَحْوُهُ وَقَالَ الْحَسَنُ وَإِبْرَاهِيمُ: لَا بَأْسَ بِذَبِيحَةِ الْأَقْلَفِ، وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: طَعَامُهُمْ ذَبَائِحُهُمْ.

اللہ کے نام سے ذبح کرتا ہے تو اسے نہ کھاؤ اور اگر تم نہ سنو تو اللہ نے اس کو حلال کیا ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ کو ان کے کفر کا علم تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح کی ایک روایت بیان کی جاتی ہے۔ حسن بصری اور ابراہیم نخعی نے کہا کہ غیر ختنہ شدہ کے ذبیحے میں کوئی حرج نہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: طَعَامُهُمْ سے مراد اہل کتاب کا ذبیحہ ہے۔

وضاحت: اس عنوان سے امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ اہل کتاب کے ذبح شدہ جانور حلال ہیں، اسی طرح ان جانوروں کی چربی کا استعمال بھی جائز ہے اگرچہ چربی اہل کتاب کے لیے حرام ہے۔ جمہور اہل علم کا یہی موقف ہے، البتہ امام مالک اور امام احمد رحمہما اللہ کہتے ہیں کہ جو چربی اہل کتاب پر حرام ہے وہ ہمارے لیے بھی جائز نہیں لیکن ان کا یہ موقف محل نظر ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کے لیے ہر ناخن والا جانور حرام کیا ہے لیکن اگر کوئی یہودی ایسا جانور ذبح کرے جس کے ناخن ہوں تو کیا وہ مسلمان کے لیے کھانا حرام ہوگا؟ امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنے موقف کی تائید میں آیت کریمہ ذکر کی ہے اور آیت کریمہ میں طعام سے مراد کھانا نہیں بلکہ ذبیحہ ہے لیکن جو وہ کھاتے ہیں، مثلاً: مردار، خون اور خنزیر وغیرہ تو یہ بالاتفاق مسلمانوں کے لیے حرام ہیں۔ اہل کتاب سے مراد عام ہے، خواہ وہ جزیہ ادا کریں یا جزیہ ادا نہ کریں۔ ان کے علاوہ مشرکین کے ذبیحے ہمارے لیے حلال نہیں ہیں کیونکہ وہ ذبح کے وقت اللہ تعالیٰ کا نام نہیں لیتے۔ اہل کتاب ختنہ نہیں کرتے، اس کے باوجود ان کا ذبیحہ حلال ہے۔ اسی طرح اگر کوئی آدمی بڑا ہو کر اسلام قبول کرے اور اسے ختنہ کرنے کی صورت میں جان کا خطرہ ہو تو اگر وہ ختنہ نہ کرے تو اس کے ذبیحے میں کوئی حرج نہیں۔[1]

٥٥٠٨ - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ هِلَالٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُغَفَّلٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: كُنَّا مُحَاصِرِينَ قَصْرَ خَيْبَرَ فَرَمٰى إِنْسَانٌ بِجِرَابٍ فِيهِ شَحْمٌ فَنَزَوْتُ لِآخُذَهُ فَالْتَفَتُّ فَإِذَا النَّبِيُّ ﷺ فَاسْتَحْيَيْتُ مِنْهُ. [راجع: ٣١٥٣]

[5508] حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ ہم نے خیبر کا محاصرہ کیا ہوا تھا کہ ایک شخص نے تھیلا پھینکا جس میں چربی تھی۔ میں اسے اٹھانے کے لیے جھپٹا لیکن جب میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو نبی ﷺ نظر آئے، میں آپ کو دیکھ کر شرما گیا۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اہل کتاب کے ذبیحے کی چربی ہمارے لیے حلال ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ کے لیے اس چربی سے نفع حاصل کرنے کو مباح رکھا، اس لیے جو جانور اہل کتاب ذبح کریں اور ذبح کرتے وقت اس پر بسم اللہ پڑھی ہو تو وہ جانور اور اس کی چربی ہمارے لیے حلال ہے اگرچہ وہ اہل حرب ہوں جیسا کہ مذکورہ واقعے سے پتا چلتا ہے۔ لیکن اگر انھوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نام سے ذبح کیا ہو تو ہمارے لیے اس کا کھانا جائز نہیں۔ واللّٰہ أعلم.

1 فتح الباري: 788/9.

(٢٣) بَابُ مَا نَدَّ مِنَ الْبَهَائِمِ فَهُوَ بِمَنْزِلَةِ الْوَحْشِ

باب:23- جو پالتو جانور بدک کر بھاگ جائے وہ جنگلی جانوروں کے حکم میں ہے

وَأَجَازَهُ ابْنُ مَسْعُودٍ. وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: مَا أَعْجَزَكَ مِنَ الْبَهَائِمِ مِمَّا فِي يَدَيْكَ فَهُوَ كَالصَّيْدِ، وَفِي بَعِيرٍ تَرَدَّى فِي بِئْرٍ مِنْ حَيْثُ قَدَرْتَ عَلَيْهِ فَذَكِّهِ، وَرَأَى ذٰلِكَ عَلِيٌّ وَابْنُ عُمَرَ وَعَائِشَةُ.

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے بھی اس کی اجازت دی ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ جو جانور تمھارے ہاتھوں میں ہونے کے باوجود تمھیں عاجز کر دے وہ شکار کے حکم میں ہے۔ اسی طرح اونٹ اگر کنویں میں گر جائے تو جس طرف سے ممکن ہو اسے ذبح کر لو۔ حضرت علی، حضرت ابن عمر اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم کا بھی یہی فتویٰ ہے۔

وضاحت: عنوان کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی حلال جانور قابو سے باہر ہو جائے اور بسم اللہ پڑھ کر اسے تیر وغیرہ سے گرا لیا جائے تو وہ حلال ہے کیونکہ وہ وحشی جانوروں کے حکم میں ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی بات کے دو مفہوم ہیں: ○ ہاتھوں میں ہونے کے باوجود دوسرے کو ذبح کرنے سے عاجز کر دے۔ ○ ہاتھوں سے بھاگ جائے اور پکڑا نہ جا سکے۔ دونوں صورتوں میں وہ شکار کی طرح ہے۔ اسے بسم اللہ پڑھ کر تیر مارا جائے، اگر ڈھیر ہو جائے تو حلال ہے۔ کنویں میں گرنے والا اونٹ بھی اسی حکم میں ہے۔

٥٥٠٩ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ: حَدَّثَنَا يَحْيَى: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ: حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ عَبَايَةَ بْنِ رِفَاعَةَ بْنِ خَدِيجٍ، عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّا لَاقُو الْعَدُوِّ غَدًا وَلَيْسَتْ مَعَنَا مُدًى، فَقَالَ: «اعْجَلْ - أَوْ أَرِنْ - مَا أَنْهَرَ الدَّمَ وَذُكِرَ اسْمُ اللهِ فَكُلْ، لَيْسَ السِّنَّ وَالظُّفُرَ، وَسَأُحَدِّثُكَ: أَمَّا السِّنُّ فَعَظْمٌ، وَأَمَّا الظُّفُرُ فَمُدَى الْحَبَشَةِ». وَأَصَبْنَا نَهْبَ إِبِلٍ وَغَنَمٍ فَنَدَّ مِنْهَا بَعِيرٌ، فَرَمَاهُ رَجُلٌ بِسَهْمٍ فَحَبَسَهُ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِنَّ لِهٰذِهِ الْإِبِلِ أَوَابِدَ كَأَوَابِدِ الْوَحْشِ، فَإِذَا غَلَبَكُمْ مِنْهَا شَيْءٌ فَافْعَلُوا بِهِ هٰكَذَا». [راجع: ٢٤٨٨]

[5509] حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں نے عرض کی: اللہ کے رسول! ہم کل دشمن سے مقابلہ کریں گے اور ہمارے پاس چھریاں نہیں ہیں؟ آپ نے فرمایا: ”پھر جلدی کر لو، جو آلہ بھی خون بہانے والا دستیاب ہو جائے (اس سے ذبح کر لو) اور اس پر اللہ کا نام لیا جائے تو اسے کھاؤ، البتہ دانت یا ناخن سے ذبح نہ کیا جائے اور اس کی وجہ بھی بتائے دیتا ہوں کہ دانت تو ہڈی ہے اور ناخن اہل حبشہ کی چھری ہے۔“ ہمیں ایک غنیمت میں اونٹ اور بکریاں ملیں۔ ان میں سے ایک اونٹ بھاگ نکلا تو ایک آدمی نے اسے تیر سے مار گرایا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”یہ اونٹ بھی بعض اوقات جنگلی جانوروں کی طرح بدک کر بھاگ نکلتے ہیں، اس لیے اگر ان سے کوئی

تمھارے قابو سے باہر ہو جائے تو اس کے ساتھ ایسا ہی سلوک کرو۔"

فائدہ: بے بسی اور مجبوری کی حالت میں جب ذبح کی مہلت نہ ملے اور کہیں سے بھی خون بہہ جائے تو وہ ذبح کے معنی میں ہوگا جیسا کہ شکار میں ہوتا ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ کسی نے سوال کیا: اللہ کے رسول! کیا جانور کا ذبح کرنا نرخرے یا حلق ہی سے ہوتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "اگر تو اس کی ران میں بھی کوئی تیر وغیرہ مارے تو کافی ہے۔"[1] یہ روایت اگرچہ ضعیف ہے، تاہم اس کے متعلق امام ابوداود رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ صورت صرف اس جانور میں ہے جو کہیں نیچے جاگرا ہو یا وحشی بن گیا ہو۔ بہرحال بے بسی کی حالت میں جانور کو کسی بھی جگہ سے ذبح کیا جاسکتا ہے۔ واللہ أعلم.

(٢٤) بَابُ النَّحْرِ وَالذَّبْحِ

باب: 24- نحر اور ذبح کا بیان

وَقَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ عَنْ عَطَاءٍ: لَا ذَبْحَ وَلَا نَحْرَ إِلَّا فِي الْمَذْبَحِ وَالْمَنْحَرِ. قُلْتُ: أَيَجْزِي مَا يُذْبَحُ أَنْ أَنْحَرَهُ؟ قَالَ: نَعَمْ، ذَكَرَ اللهُ ذَبْحَ الْبَقَرَةِ، فَإِنْ ذَبَحْتَ شَيْئًا يُنْحَرُ جَازَ، وَالنَّحْرُ أَحَبُّ إِلَيَّ، وَالذَّبْحُ قَطْعُ الْأَوْدَاجِ، قُلْتُ: فَيُخَلِّفُ الْأَوْدَاجَ حَتَّى يَقْطَعَ النِّخَاعَ؟ قَالَ: لَا إِخَالُ.

ابن جریج نے حضرت عطاء سے بیان کیا کہ ذبح، صرف ذبح کرنے کی جگہ، یعنی حلق سے ہوتا ہے اور نحر صرف نحر کرنے کی جگہ، یعنی سینے کے اوپر سے ہوتا ہے۔ میں نے دریافت کیا کہ جس جانور کو ذبح کیا جاتا ہے کیا اسے نحر کرنا کافی نہ ہوگا؟ انھوں نے کہا: ہاں، کافی ہوگا، اللہ تعالیٰ نے قرآن میں گائے کے لیے ذبح کا لفظ ذکر کیا ہے، اگر آپ کسی کو ذبح کریں جسے نحر کرنا تھا تو جائز ہے لیکن میں نحر کرنے کو زیادہ پسند کرتا ہوں۔ ذبح میں رگیں کاٹنا ہوتی ہیں۔ میں نے کہا: گردن کی رگیں کاٹتے ہوئے کیا حرام مغز بھی کاٹ دیا جائے؟ انھوں نے کہا کہ میں اسے اچھا نہیں سمجھتا۔

وَأَخْبَرَنِي نَافِعٌ: أَنَّ ابْنَ عُمَرَ نَهَى عَنِ النَّخْعِ، يَقُولُ: يَقْطَعُ مَا دُونَ الْعَظْمِ، ثُمَّ يَدَعُ حَتَّى يَمُوتَ: [وَقَوْلُ اللهِ تَعَالَى] ﴿وَإِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِۦٓ إِنَّ ٱللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَن تَذْبَحُوا۟ بَقَرَةً﴾ إِلَى: ﴿فَذَبَحُوهَا وَمَا كَادُوا۟ يَفْعَلُونَ﴾ [البقرة: ٦٧-٧١]

مجھے نافع نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے خبر دی کہ وہ حرام مغز کاٹنے سے منع کرتے تھے۔ وہ کہتے تھے کہ جانور کو گردن کی ہڈی تک کاٹ کر چھوڑ دیا جائے تاکہ وہ ختم ہو جائے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: "جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم گائے ذبح کرو...... تو انھوں نے اسے ذبح کیا جسے وہ ذبح کرنا نہیں چاہتے

[1] سنن أبي داود، الضحايا، حديث: 2825، وإرواء الغليل: 8/168، رقم: 2535.

تھے۔“

وَقَالَ سَعِيدُ بْنُ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: اَلذَّكَاةُ فِي الْحَلْقِ وَاللَّبَّةِ.

حضرت سعید بن جبیر نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ ذبح، حلق اور سینے کے بالائی حصے دونوں سے کیا جاسکتا ہے۔

وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ وَابْنُ عَبَّاسٍ وَأَنَسٌ: إِذَا قَطَعَ الرَّأْسَ فَلَا بَأْسَ.

حضرت ابن عمر، ابن عباس اور حضرت انس رضی اللہ عنہم نے فرمایا: اگر سر کٹ جائے تو کوئی حرج نہیں۔

وضاحت: نحر اونٹ کے ساتھ خاص ہے۔ نحر کے معنی ہیں: اونٹ کے سینے کے اوپر اور گردن کے نیچے برچھا مارنا۔ اونٹ کے علاوہ دوسرے تمام جانور ذبح کیے جاتے ہیں، یعنی ان کے حلق پر چھری چلائی جاتی ہے۔ بہرحال مذبوح جانور کو نحر کرنا اور جس جانور کو نحر کیا جاتا ہو اسے ذبح کرنا، دونوں طرح جائز ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ احادیث میں اونٹ کے لیے ذبح اور دیگر جانوروں کے لیے نحر آیا ہے۔ قرآن کریم میں گائے کے لیے ذبح کا لفظ آیا ہے جبکہ احادیث میں اسے نحر کرنے کا ذکر بھی ملتا ہے۔ بہرحال جمہور اہل علم اسے جائز کہتے ہیں جبکہ ابن قاسم اسے مکروہ خیال کرتے ہیں۔[1] ہمارے ہاں عام طور پر ذبح کرتے وقت آناً فاناً شہ رگ کاٹ دی جاتی ہے، پھر جانور کی گردن کو پیچھے کی طرف موڑ کر جھٹکے سے اس کا منکا توڑ دیا جاتا ہے، اس کے بعد چھری کی نوک سے بقایا رگیں کاٹ دی جاتی ہیں اور ساتھ ہی سامنے نظر آنے والے حرام مغز کی رگ کو بھی مکمل طور پر کاٹ دیا جاتا ہے، ایسا کرنا ذبح کے اصولوں کے خلاف ہے کیونکہ حرام مغز کے ذریعے سے دماغ اور جسم کا باہمی رابطہ قائم رہتا ہے اور اس کے ذریعے سے خون کی نجاست سے جسم پاک ہوتا ہے۔ حرام مغز کاٹ دینے سے خون زیادہ تر جسم کے اندر ہی رہ جاتا ہے جو انسان کی صحت کے لیے سخت نقصان دہ ہے بلکہ اگر دم مسفوح جانور کے اندر ہی رہ جائے تو ایسا جانور نیم حرام ہونے کے زمرے میں آتا ہے۔ واضح رہے کہ ذبح کے لیے قرآن میں لفظ ”ذکیتم“ آیا ہے، اس سے مراد جانور کو اس طرح ذبح کرنا ہے کہ اس کی جان جلد از جلد اور آسانی سے نکل جائے اور اس کا تعلق چھری کی تیزی اور استعمال میں چابک دستی سے ہے۔ گردن موڑ کر اس کا منکا توڑنا اسے تکلیف در تکلیف میں مبتلا کرنا ہے۔ جانور کو ذبح کرنے کے بعد اس کا تمام خون نکل جانے اور ٹھنڈا ہو کر بے حس و بے حرکت ہو جانے تک اس کی کھال اتارنے میں جلدی نہ کی جائے۔

٥٥١٠ - حَدَّثَنَا خَلَّادُ بْنُ يَحْيَى: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ قَالَ: أَخْبَرَتْنِي فَاطِمَةُ بِنْتُ الْمُنْذِرِ امْرَأَتِي، عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَتْ: نَحَرْنَا عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ فَرَسًا فَأَكَلْنَاهُ. [انظر: ٥٥١١، ٥٥١٢، ٥٥١٩]

[5510] حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: ہم نے نبی ﷺ کے عہد مبارک میں گھوڑا نحر کیا اور اس کا گوشت کھایا۔

[1] فتح الباري: 792/9.

٥٥١١ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ: سَمِعَ عَبْدَةَ عَنْ هِشَامٍ، عَنْ فَاطِمَةَ، عَنْ أَسْمَاءَ قَالَتْ: ذَبَحْنَا عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ ﷺ فَرَسًا - وَنَحْنُ بِالْمَدِينَةِ - فَأَكَلْنَاهُ. [راجع: ٥٥١٠]

[5511] حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا ہی سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: ہم نے مدینہ طیبہ میں رہتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں گھوڑا ذبح کیا اور اس کا گوشت کھایا۔

٥٥١٢ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ هِشَامٍ، عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ الْمُنْذِرِ: أَنَّ أَسْمَاءَ بِنْتَ أَبِي بَكْرٍ قَالَتْ: نَحَرْنَا عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ ﷺ فَرَسًا فَأَكَلْنَاهُ. [راجع: ٥٥١٠]

[5512] حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا سے ایک دوسری روایت ہے، انھوں نے فرمایا: ہم نے رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں گھوڑا نحر کیا اور اس کا گوشت کھایا۔

تَابَعَهُ وَكِيعٌ وَابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ هِشَامٍ فِي النَّحْرِ.

وکیع اور ابن عیینہ نے ہشام سے لفظ نحر بیان کرنے میں جریر کی متابعت کی ہے۔

فوائد و مسائل: ① ذبح کرنے میں گھوڑے کا وہی حکم ہے جو گائے کا ہے، یعنی اسے نحر اور ذبح کرنا جائز ہے لیکن بہتر ہے کہ اسے ذبح کیا جائے۔ ② ان احادیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نحر پر ذبح کا اور ذبح پر نحر کا اطلاق صحیح ہے، چنانچہ پہلی اور تیسری روایت میں گھوڑے کے لیے نحر اور دوسری روایت میں ذبح کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ بہر حال گھوڑا حلال جانور ہے، اسے نحر کرنا اور ذبح کرنا دونوں جائز ہیں۔ چونکہ جہاد میں اس کی ضرورت رہتی ہے، اس لیے اسے کھانے کا عام معمول نہیں ہے۔ واللہ أعلم. ③ امام بخاری رحمہ اللہ نے عنوان میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ایک اثر کا حوالہ دیا ہے کہ حلق اور نرخرے میں ذبح ہوتا ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس سلسلے میں ایک حدیث کے ضعف کی طرف اشارہ کیا ہے جس میں ہے: ''اگر تو اس کی ران میں بھی تیر وغیرہ مار دے تو کافی ہے۔''[1]

(٢٥) بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنَ الْمُثْلَةِ وَالْمَصْبُورَةِ وَالْمُجَثَّمَةِ

باب: 25- زندہ حیوان کے اعضاء کاٹنا، اسے بند کر کے تیر مارنا یا باندھ کر تیروں کا نشانہ بنانا جائز نہیں

٥٥١٣ - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ هِشَامِ بْنِ زَيْدٍ قَالَ: دَخَلْتُ مَعَ أَنَسٍ عَلَى الْحَكَمِ بْنِ أَيُّوبَ فَرَأَى غِلْمَانًا - أَوْ فِتْيَانًا - نَصَبُوا دَجَاجَةً يَرْمُونَهَا فَقَالَ أَنَسٌ: نَهَى النَّبِيُّ

[5513] ہشام بن زید سے روایت ہے، انھوں نے کہا: میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کے ہمراہ حکم بن ایوب کے پاس گیا تو وہاں چند لڑکوں کو دیکھا جو مرغی کو باندھ کر نشانہ بازی کر رہے تھے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے یہ منظر دیکھ کر کہا کہ نبی ﷺ نے

1 سنن ابن ماجه، الذبائح، حديث: 3184.

ﷺ أَنْ تُصْبَرَ الْبَهَائِمُ.

زندہ جانورکو باندھ کر مارنے سے منع فرمایا ہے۔

فائدہ: زندہ جانورکو باندھ کر ہلاک کرنا مال کو ضائع کرنا اور حیوان کو تکلیف دینا ہے جس کی شرعاً اجازت نہیں، اسی طرح ہلاک شدہ حیوان کا گوشت حرام ہے کیونکہ جس جانور کو ذبح کیا جاسکتا ہے اسے ذبح شرعی کے بغیر مارنا حرام ہے، لیکن شکار کے موقع پر اگر بسم اللہ پڑھ کر تیر مارا جائے اور جانور مر جائے تو بھی اس کا کھانا جائز ہے۔

٥٥١٤ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يَعْقُوبَ: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ سَعِيدِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ سَمِعَهُ يُحَدِّثُ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ دَخَلَ عَلَى يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، وَغُلَامٌ مِنْ بَنِي يَحْيَى رَابِطٌ دَجَاجَةً يَرْمِيهَا فَمَشَى إِلَيْهَا ابْنُ عُمَرَ حَتَّى حَلَّهَا ثُمَّ أَقْبَلَ بِهَا وَبِالْغُلَامِ مَعَهُ، فَقَالَ: ازْجُرُوا غُلَامَكُمْ عَنْ أَنْ يَصْبِرَ هٰذَا الطَّيْرَ لِلْقَتْلِ، فَإِنِّي سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ نَهَى أَنْ تُصْبَرَ بَهِيمَةٌ أَوْ غَيْرُهَا لِلْقَتْلِ.

[5514] حضرت عبداللہ بن عمر ﷠ سے روایت ہے کہ وہ ایک مرتبہ یحییٰ بن سعید کے پاس گئے جبکہ یحییٰ کے بیٹوں میں سے ایک بیٹا مرغی کو باندھ کر اپنے تیر سے نشانہ بازی کر رہا تھا۔ حضرت عبداللہ بن عمر ﷠ مرغی کے پاس گئے اور اسے کھول دیا، پھر اپنے ساتھ مرغی اور لڑکا دونوں کو لائے اور یحییٰ سے کہا: اپنے لڑکے کو منع کرو کہ وہ اس جانور کو باندھ کر نہ مارے کیونکہ میں نے نبی ﷺ سے سنا ہے، آپ نے کسی بھی جانور وغیرہ کو باندھ کر مارنے سے منع فرمایا ہے۔

فوائد ومسائل: ① اللہ تعالیٰ خود رحم کرنے والا ہے اور دوسروں کو رحم کرنے کا حکم دیتا ہے، چنانچہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: ”اللہ تعالیٰ نے ہر چیز پر احسان کرنا فرض قرار دیا ہے، لہٰذا جب تم قتل کرو تو اچھے طریقے سے قتل کرو اور جب تم کسی جانور کو ذبح کرو تو عمدہ طریقے سے ذبح کرو، چنانچہ ذبح کرنے والے شخص کو چاہیے کہ وہ اپنی چھری کو تیز کرے اور اپنے ذبیحے کو آرام پہنچائے۔“[1] ② کسی بھی جانور کو باندھ کر مارنا اسے اذیت پہنچانا ہے جس کی شرعاً اجازت نہیں ہے۔

٥٥١٥ - حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ أَبِي بِشْرٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ: كُنْتُ عِنْدَ ابْنِ عُمَرَ فَمَرُّوا بِفِتْيَةٍ - أَوْ بِنَفَرٍ - نَصَبُوا دَجَاجَةً يَرْمُونَهَا فَلَمَّا رَأَوُا ابْنَ عُمَرَ تَفَرَّقُوا عَنْهَا، وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ: مَنْ فَعَلَ هٰذَا؟ إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ لَعَنَ مَنْ فَعَلَ هٰذَا.

[5515] حضرت سعید بن جبیر ﷫ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: میں ایک دفعہ حضرت عبداللہ بن عمر ﷠ کے ہمراہ تھا۔ وہ چند ایک نوجوانوں کے پاس سے گزرے جنھوں نے ایک مرغی باندھ رکھی تھی اور اس پر تیر کا نشانہ لگا رہے تھے۔ جب انھوں نے حضرت ابن عمر ﷠ کو آتے دیکھا تو بھاگ نکلے۔ حضرت ابن عمر ﷠ نے کہا: یہ کام کون کر رہا تھا؟ ایسا کرنے والے پر نبی ﷺ نے لعنت بھیجی ہے۔

---

[1] صحيح مسلم، الصيد والذبائح، حديث: 5055 (1955).

تَابَعَهُ سُلَيْمَانُ عَنْ شُعْبَةَ: حَدَّثَنَا الْمِنْهَالُ عَنْ سَعِيدٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ: لَعَنَ النَّبِيُّ ﷺ مَنْ مَثَّلَ بِالْحَيَوَانِ.

اس کی متابعت سلیمان نے شعبہ سے کی ہے، منہال نے سعید سے انھوں نے ابن عمر ؓ سے بیان کیا ہے کہ نبی ﷺ نے اس شخص پر لعنت فرمائی ہے جو حیوانوں کا مثلہ کرے۔

وَقَالَ عَدِيٌّ عَنْ سَعِيدٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

عدی نے سعید سے، انھوں نے ابن عباس ؓ سے اور وہ اسے نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں۔

فائدہ: اسلام نرمی کرنے کا حکم دیتا ہے۔ شرعی طور پر مرغی یا کسی دوسرے جانور کو باندھ کر اس پر نشانہ بازی کرنا ایسا سنگین جرم ہے کہ اس کا ارتکاب کرنے والوں پر رسول اللہ ﷺ نے لعنت فرمائی ہے اور جس پر اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ لعنت بھیجیں، اس کے لیے دنیا و آخرت میں تباہی اور ہلاکت کے علاوہ اور کچھ نہیں۔ واللہ المستعان.

٥٥١٦ - حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَدِيُّ بْنُ ثَابِتٍ قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ يَزِيدَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ نَهَى عَنِ النُّهْبَى وَالْمُثْلَةِ. [راجع: ٢٤٧٤]

[5516] حضرت عبداللہ بن یزید ؓ سے روایت ہے، وہ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں: آپ نے رہزنی کرنے (ڈاکا مارنے) اور مثلہ کرنے سے منع فرمایا ہے۔

فائدہ: ان تمام احادیث میں اللہ تعالیٰ کی مخلوق پر رحم و کرم کرنے کی ہدایت ہے۔ ان کے خلاف عمل کرنے والے اسلام اور اہل اسلام کے ہاں ملعون ہیں۔ جو مخالفینِ اسلام کہتے ہیں کہ اسلام دہشت گردی کی تعلیم دیتا ہے انھیں اپنے آپ پر غور و فکر کرنا ہوگا، اسلام اس بات کی قطعاً اجازت نہیں دیتا کہ کسی حیوان کو بلاوجہ تنگ کیا جائے چہ جائیکہ اشرف المخلوقات حضرت انسان کو بلاوجہ گاجر مولی کی طرح کاٹ دیا جائے۔ واللہ المستعان.

(٢٦) بَابُ لَحْمِ الدَّجَاجِ

باب: 26- مرغی کھانے کا بیان

٥٥١٧ - حَدَّثَنَا يَحْيَى: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ زَهْدَمٍ الْجَرْمِيِّ، عَنْ أَبِي مُوسَى - يَعْنِي الْأَشْعَرِيَّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ - قَالَ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَأْكُلُ دَجَاجًا. [راجع: ٣١٣٣]

[5517] حضرت ابو موسیٰ اشعری ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: میں نے نبی ﷺ کو مرغی کا گوشت کھاتے دیکھا ہے۔

فوائد و مسائل: ① اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مرغی کا گوشت حلال اور اس کا کھانا جائز ہے۔ یہ ایک بہترین، خوش ذائقہ

اور طاقتور گوشت ہے لیکن ہمارے ہاں جو برائلر مرغی کا رواج ہے اس میں نہ لذت ہے اور نہ طاقت، یہ بے چارہ اپنا بوجھ نہیں اٹھا سکتا اس نے دوسرے کو کیا طاقت فراہم کرنی ہے۔ ② بہرحال مرغی حلال ہے اور جو لوگ زہد وتقویٰ کی وجہ سے اسے مکروہ خیال کرتے ہیں ان کی کراہت کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ والله المستعان.

٥٥١٨ - حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ: حَدَّثَنَا أَيُّوبُ بْنُ أَبِي تَمِيمَةَ عَنِ الْقَاسِمِ، عَنْ زَهْدَمٍ قَالَ: كُنَّا عِنْدَ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ وَكَانَ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُ هٰذَا الْحَيُّ مِنْ جَرْمٍ إِخَاءٌ فَأُتِيَ بِطَعَامٍ فِيهِ لَحْمُ دَجَاجٍ، وَفِي الْقَوْمِ رَجُلٌ جَالِسٌ أَحْمَرُ فَلَمْ يَدْنُ مِنْ طَعَامِهِ، فَقَالَ: ادْنُ فَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَأْكُلُ مِنْهُ. قَالَ: إِنِّي رَأَيْتُهُ يَأْكُلُ شَيْئًا فَقَذِرْتُهُ، فَحَلَفْتُ أَنْ لَا آكُلَهُ، فَقَالَ: ادْنُ أُخْبِرْكَ - أَوْ أُحَدِّثْكَ - إِنِّي أَتَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ فِي نَفَرٍ مِنَ الْأَشْعَرِيِّينَ فَوَافَقْتُهُ وَهُوَ غَضْبَانُ وَهُوَ يَقْسِمُ نَعَمًا مِنْ نَعَمِ الصَّدَقَةِ فَاسْتَحْمَلْنَاهُ فَحَلَفَ أَنْ لَا يَحْمِلَنَا، قَالَ: «مَا عِنْدِي مَا أَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ»، ثُمَّ أُتِيَ رَسُولُ اللهِ ﷺ بِنَهْبٍ مِنْ إِبِلٍ، فَقَالَ: «أَيْنَ الْأَشْعَرِيُّونَ؟ أَيْنَ الْأَشْعَرِيُّونَ؟» قَالَ: فَأَعْطَانَا خَمْسَ ذَوْدٍ غُرَّ الذُّرَى، فَلَبِثْنَا غَيْرَ بَعِيدٍ فَقُلْتُ لِأَصْحَابِي: نَسِيَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَمِينَهُ، فَوَاللهِ لَئِنْ تَغَفَّلْنَا رَسُولَ اللهِ ﷺ يَمِينَهُ لَا نُفْلِحُ أَبَدًا، فَرَجَعْنَا إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقُلْنَا: يَا رَسُولَ اللهِ! إِنَّا اسْتَحْمَلْنَاكَ فَحَلَفْتَ أَنْ لَا تَحْمِلَنَا فَظَنَنَّا أَنَّكَ نَسِيتَ يَمِينَكَ، فَقَالَ: «إِنَّ اللهَ هُوَ حَمَلَكُمْ، إِنِّي وَاللهِ إِنْ شَاءَ اللهُ لَا أَحْلِفُ عَلَى يَمِينٍ فَأَرَى غَيْرَهَا خَيْرًا مِنْهَا إِلَّا

[5518] حضرت زہدم سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ ہم حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے پاس تھے جبکہ ہمارے اور جرم کے اس قبیلے کے درمیان دوستی اور بھائی چارہ تھا۔ ہمارے سامنے ایک کھانا پیش کیا گیا جس میں مرغی کا گوشت تھا۔ حاضرین میں سے ایک شخص سرخ رنگ کا بیٹھا ہوا تھا۔ وہ اس کھانے کے قریب نہ آیا۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے اسے کہا کہ تم بھی کھانے میں شریک ہو جاؤ، میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس کا گوشت کھاتے دیکھا ہے۔ اس نے کہا کہ میں نے اسے گندگی کھاتے دیکھا تھا، اسی وقت سے مجھے اس سے گھن آنے لگی ہے۔ میں نے قسم اٹھائی ہے کہ آئندہ میں اس کا گوشت نہیں کھاؤں گا۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تم شریک ہو جاؤ میں تمھیں اس کے متعلق ایک حدیث بیان کرتا ہوں، وہ یہ کہ میں قبیلۂ اشعر کے چند لوگوں کو ہمراہ لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، جب میں آپ کے سامنے آیا تو آپ اس وقت خفا تھے اور آپ صدقے کے اونٹ تقسیم کر رہے تھے۔ اسی وقت ہم نے آپ ﷺ سے سواری کے لیے اونٹوں کا سوال کیا تو آپ نے قسم اٹھائی کہ آپ ہمیں سواریوں کے لیے اونٹ نہیں دیں گے۔ آپ نے فرمایا: ''اس وقت میرے پاس تمھارے لیے سواری کا کوئی جانور نہیں ہے۔'' پھر رسول اللہ ﷺ کے پاس مال غنیمت کے اونٹ لائے گئے تو آپ نے فرمایا: ''اشعری کہاں ہیں؟ اشعری کہاں ہیں؟'' حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ہمیں

أَتَيْتُ الَّذِي هُوَ خَيْرٌ وَتَحَلَّلْتُهَا». [راجع: ٣١٣٣]

سفید کوہانوں والے پانچ اونٹ دیے۔ تھوڑی دیر تک تو ہم خاموش رہے، پھر میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ رسول اللہ ﷺ اپنی قسم بھول گئے ہیں۔ اللہ کی قسم! اگر ہم نے رسول اللہ ﷺ کو آپ کی قسم سے غافل رکھا تو ہمیں کبھی فلاح نصیب نہ ہوگی، چنانچہ ہم آپ کی خدمت میں واپس آئے اور عرض کی: اللہ کے رسول! ہم نے آپ سے سواری کے اونٹ طلب کیے تھے تو آپ نے ہمیں سواری کے لیے کوئی جانور نہ دینے کی قسم اٹھائی تھی، ہمارے خیال کے مطابق آپ اپنی قسم بھول گئے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ ہی نے تمھیں سواری فراہم کی ہے۔ اللہ کی قسم! اگر اللہ نے چاہا تو کبھی ایسا نہیں ہوسکتا کہ میں قسم اٹھاؤں، پھر اس کے علاوہ کوئی چیز بہتر دیکھوں، پھر میں وہی کرتا ہوں جو بہتر ہو اور اپنی قسم کا کفارہ ادا کر دیتا ہوں۔''

فائدہ: حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا مطلب یہ تھا کہ تم بھی اپنی قسم توڑ کر ہمارے ساتھ کھانے میں شریک ہو جاؤ اور مرغی کا گوشت کھاؤ، مرغی ایسا جانور نہیں ہے جس کی مطلق غذا گندگی ہو، وہ اگر کبھی گندگی کھاتی ہے تو پاکیزہ اشیاء بھی بکثرت کھاتی ہے اس بنا پر اس کے حلال ہونے میں ذرا بھر شبہ نہیں ہے۔ اگرچہ ہمارے بعض اسلاف گندگی کھانے والی مرغی کو اپنے گھر تین دن تک خوراک کھلاتے، پھر اسے ذبح کر کے کھاتے تھے جیسا کہ ابن ابی شیبہ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے متعلق بیان کیا ہے۔[1] بہرحال یہ ان کی احتیاط تو ہو سکتی ہے لیکن اس کے حلال ہونے میں کوئی کلام نہیں ہے۔[2]

(٢٧) بَابُ لُحُومِ الْخَيْلِ

باب: 27- گھوڑوں کا گوشت

٥٥١٩ - حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ فَاطِمَةَ، عَنْ أَسْمَاءَ قَالَتْ: نَحَرْنَا فَرَسًا عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ ﷺ فَأَكَلْنَاهُ. [راجع: ٥٥١٠]

[5519] حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا: ہم نے رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں ایک گھوڑا ذبح کیا اور اس کا گوشت کھایا۔

٥٥٢٠ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ

[5520] حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

1 المصنف لابن أبي شيبة: 147/5، رقم: 24598. 2 فتح الباري: 802/9.

عَمْرٍو، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ: نَهَى النَّبِيُّ ﷺ يَوْمَ خَيْبَرَ عَنْ لُحُومِ الْحُمُرِ، وَرَخَّصَ فِي لُحُومِ الْخَيْلِ. [راجع: ٤٢١٩]

نبی ﷺ نے غزوۂ خیبر کے موقع پر گدھے کا گوشت کھانے سے منع فرمایا لیکن گھوڑے کا گوشت کھانے کی اجازت دی۔

فوائدومسائل: ① ایک روایت میں ہے کہ ہم نے مدینہ طیبہ میں رہتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں گھوڑے کا گوشت کھایا۔[1] اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ فرضیتِ جہاد کے بعد کا واقعہ ہے۔ جو لوگ جہاد کی آڑ میں اسے حرام کہتے ہیں، یہ روایت ان کے خلاف ہے۔ پھر ایک روایت میں ہے کہ ہم نے اور رسول اللہ ﷺ کے اہل خانہ نے اسے کھایا تھا،[2] اس سے یہ معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کو اس کا بخوبی علم تھا حتی کہ آپ کے اہل خانہ نے اسے تناول فرمایا۔ چونکہ گھوڑے کا عام استعمال سواری رہا ہے، اس لیے اس کے کھانے کا رواج عام نہیں ہوا۔ اگرچہ گھوڑا دشمن کو خوفزدہ کرنے اور اسے ڈرانے دھمکانے کے لیے استعمال ہوتا ہے اس کے باوجود اس کی حلت شک وشبہ سے بالاتر ہے۔ ② حافظ ابن حجر ؒ نے حضرت عطاء سے بیان کیا ہے کہ اسلاف اس کا گوشت کھایا کرتے تھے۔ ابن جریج نے مزید پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابۂ کرام ؓ بھی؟ انھوں نے فرمایا: وہ بھی اسے کھاتے تھے۔[3] اس کی مزید تفصیل فتح الباری میں دیکھی جاسکتی ہے۔ واللّٰہ أعلم.

(٢٨) بَابُ لُحُومِ الْحُمُرِ الْإِنْسِيَّةِ

باب: 28- گھریلو گدھوں کا گوشت

فِيهِ عَنْ سَلَمَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

اس باب میں حضرت سلمہ بن اکوع ؓ نے نبی ﷺ سے ایک روایت بیان کی ہے۔

وضاحت: الإنسية سے وہ جانور مراد ہیں جو انسانوں سے مانوس ہوں اور جنھیں گھروں میں پالا جاتا ہو۔ اس کے مقابلے میں وہ جانور ہیں جو انسانوں سے مانوس نہیں ہوتے اور نہ انھیں گھروں میں رکھا جاتا ہے بلکہ اس قسم کے جانور انسانوں کو دیکھ کر بھاگ جاتے ہیں اور وہ جنگلات میں رہتے ہیں۔ جنگلی گدھے جنھیں گاؤخر کہا جاتا ہے وہ حلال ہیں اور ان کا شکار کیا جاتا ہے۔ اس عنوان کے تحت ان کی حرمت کو بیان کیا جائے گا۔ حضرت سلمہ بن اکوع ؓ کی حدیث خود امام بخاری ؒ نے متصل سند سے بیان کی ہے جس میں ان گھریلو گدھوں کی حرمت کا ذکر ہے۔[4]

٥٥٢١ - حَدَّثَنَا صَدَقَةُ: أَخْبَرَنَا عَبْدَةُ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ، عَنْ سَالِمٍ وَنَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنْ لُحُومِ الْحُمُرِ

[5521] حضرت ابن عمر ؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے خیبر کے دن پالتو گدھوں کے گوشت سے روک دیا تھا۔

---

① إرواء الغليل للألباني: 145/8، رقم: 2493. ② المعجم الكبير للطبراني: 87/24، رقم: 232. ③ فتح الباري: 804/9.

④ صحيح البخاري، المغازي، حديث: 4196.

الْأَهْلِيَّةِ يَوْمَ خَيْبَرَ. [راجع: ٨٥٣]

٥٥٢٢ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ: حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ عُبَيْدِ اللهِ: حَدَّثَنِي نَافِعٌ عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ: نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنْ لُحُومِ الْحُمُرِ الْأَهْلِيَّةِ.

[5522] حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ہی سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے پالتو گدھوں کے گوشت سے منع کر دیا تھا۔

تَابَعَهُ ابْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ، عَنْ نَافِعٍ.

اس روایت کی عبداللہ بن مبارک نے متابعت کی ہے۔ وہ عبیداللہ سے اور وہ حضرت نافع سے بیان کرتے ہیں۔

وَقَالَ أَبُو أُسَامَةَ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ، عَنْ سَالِمٍ. [راجع: ٨٥٣]

ابو اسامہ نے عبیداللہ سے اور انھوں نے حضرت سالم سے اس حدیث کو ذکر کیا ہے۔

فائدہ: ان روایات کے مطابق رسول اللہ ﷺ نے فتح خیبر کے موقع پر گھریلو گدھوں کو حرام قرار دیا ہے بلکہ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے باقاعدہ اس کا اعلان کیا جیسا کہ حضرت ابو ثعلبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ خیبر کی جنگ لڑی۔ لوگوں کو سخت بھوک نے ستایا تو انھوں نے گھریلو گدھوں کو ذبح کر کے پکانا شروع کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ یہ اعلان کریں: خبردار! گھریلو گدھوں کا گوشت حلال نہیں ہے۔[1]

٥٥٢٣ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ وَالْحَسَنِ ابْنَيْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ، عَنْ أَبِيهِمَا، عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ قَالَ: نَهَى رَسُولُ اللهِ ﷺ عَنِ الْمُتْعَةِ عَامَ خَيْبَرَ وَلُحُومِ حُمُرِ الْإِنْسِيَّةِ. [راجع: ٤٢١٦]

[5523] حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے خیبر کے سال نکاح متعہ اور پالتو گدھوں کے گوشت سے منع فرما دیا۔

فوائد و مسائل: ① حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے غزوۂ خیبر کے موقع پر ہمیں حکم دیا کہ ہم گھریلو گدھوں کا گوشت پھینک دیں، کچا بھی اور پکا ہوا بھی۔ پھر ہمیں آپ ﷺ نے کبھی اس کے کھانے کا حکم نہیں دیا۔[2] ② اس کا واضح مفہوم یہ ہے کہ گھریلو گدھوں کا گوشت کسی صورت میں جائز نہیں۔

٥٥٢٤ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ عَمْرٍو، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ، عَنْ

[5524] حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے غزوۂ خیبر کے موقع پر

---

① سنن النسائي، الصيد والذبائح، حديث: 4346. ② صحيح البخاري، المغازي، حديث: 4226.

جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ: نَهَى النَّبِيُّ ﷺ يَوْمَ خَيْبَرَ عَنْ لُحُومِ الْحُمُرِ وَرَخَّصَ فِي لُحُومِ الْخَيْلِ.

(گھریلو) گدھوں کے گوشت سے منع فرمایا اور گھوڑوں کے گوشت کی اجازت دی۔

[راجع: ٤٢١٩]

فائدہ: ایک حدیث جسے غالب بن ابجر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں، گھریلو گدھے کھانے کے متعلق بطور جواز پیش کی جاتی ہے، انھوں نے کہا: ہم قحط سے دوچار ہوئے۔ میرے پاس کوئی ایسی چیز نہ تھی جو میں اپنے گھر والوں کو کھلا سکتا، صرف چند گدھے ہی تھے۔ وہ بھی رسول اللہ ﷺ نے حرام کر دیے تھے۔ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: اللہ کے رسول! ہم قحط زدہ ہیں اور میرے پاس کوئی چیز نہیں جو میں اپنے اہل خانہ کو کھلا سکوں، چند ایک موٹے تازے گدھے ہیں لیکن آپ نے پالتو گدھوں کا گوشت حرام کر دیا ہے تو آپ نے فرمایا: ''اپنے اہل خانہ کو ان موٹے گدھوں میں سے کھلا دو۔ میں نے انھیں اس لیے حرام کیا تھا کہ یہ بستی کی گندگی کھاتے ہیں۔''[1] حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اس کے متعلق فرماتے ہیں کہ اس کی سند ضعیف ہے اور اس کا متن شاذ اور صحیح احادیث کے خلاف ہے، لہٰذا یہ حدیث بطور دلیل نہیں پیش کی جا سکتی۔[2]

٥٥٢٥، ٥٥٢٦ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ: حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ شُعْبَةَ قَالَ: حَدَّثَنِي عَدِيٌّ عَنِ الْبَرَاءِ وَابْنِ أَبِي أَوْفَى رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ قَالَا: نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنْ لُحُومِ الْحُمُرِ. [راجع: ٣١٥٥، ٤٢٢١، ٤٢٢٢]

[5526,5525] حضرت براء بن عازب اور حضرت ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہم سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے گھریلو گدھوں کے گوشت سے منع فرمایا ہے۔

فائدہ: یہ روایت انتہائی مختصر ہے۔ ایک روایت میں کچھ تفصیل ہے کہ خیبر کے دن ہمیں بھوک نے ستایا تو لوگوں نے گھریلو گدھوں کو ذبح کر کے ان کا گوشت پکانا شروع کر دیا۔ اس دوران میں رسول اللہ ﷺ کی طرف سے ایک اعلان کرنے والے نے اعلان کیا کہ اپنی ہانڈیوں کو اوندھا کر دو۔[3]

٥٥٢٧ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ: أَخْبَرَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ: حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ صَالِحٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ: أَنَّ أَبَا إِدْرِيسَ أَخْبَرَهُ: أَنَّ أَبَا ثَعْلَبَةَ قَالَ: حَرَّمَ رَسُولُ اللهِ ﷺ لُحُومَ الْحُمُرِ الْأَهْلِيَّةِ.

[5527] حضرت ابو ثعلبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے پالتو گدھوں کا گوشت کھانا حرام قرار دیا تھا۔

تَابَعَهُ الزُّبَيْدِيُّ وَعُقَيْلٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ.

زبیدی اور عقیل نے ابن شہاب سے روایت کرنے میں صالح بن محمد کی متابعت کی ہے۔

---

(1) سنن أبي داود، الأطعمة، حديث: 3809. (2) فتح الباري: 9/811. (3) صحيح البخاري، المغازي، حديث: 4222,4221.

وَقَالَ مَالِكٌ وَمَعْمَرٌ وَالْمَاجِشُونُ وَيُونُسُ وَابْنُ إِسْحَاقَ عَنِ الزُّهْرِيِّ: نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنْ كُلِّ ذِي نَابٍ مِنَ السِّبَاعِ.

نیز مالک، معمر، ماجشون، یونس اور ابن اسحاق نے امام زہری سے روایت کی کہ نبی ﷺ نے ہر چیر پھاڑ کرنے والے درندے کا گوشت کھانے سے منع فرمایا۔

فوائد ومسائل: ① حضرت مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ رسول اللہ ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ''خبردار! کچلیوں والا درندہ اور پالتو گدھا حلال نہیں ہے۔''[1] ② اگرچہ مؤخر الذکر حضرات کی روایت میں گھریلو گدھے کی حرمت کا ذکر نہیں ہے، تاہم دیگر روایات میں وضاحت ہے کہ گھریلو گدھا بھی حرام ہے۔ واللّٰه أعلم.

٥٥٢٨ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ جَاءَهُ جَاءٍ فَقَالَ: أُكِلَتِ الْحُمُرُ، ثُمَّ جَاءَهُ جَاءٍ فَقَالَ: أُكِلَتِ الْحُمُرُ، ثُمَّ جَاءَهُ جَاءٍ فَقَالَ: أُفْنِيَتِ الْحُمُرُ، فَأَمَرَ مُنَادِيًا فَنَادَى فِي النَّاسِ: إِنَّ اللهَ وَرَسُولَهُ يَنْهَيَانِكُمْ عَنْ لُحُومِ الْحُمُرِ الْأَهْلِيَّةِ فَإِنَّهَا رِجْسٌ، فَأُكْفِئَتِ الْقُدُورُ وَإِنَّهَا لَتَفُورُ بِاللَّحْمِ. [راجع: ٣٧١]

[5528] حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس کوئی شخص آیا اور کہا کہ گدھے کھائے گئے ہیں۔ پھر دوسرا شخص آیا اور اس نے بھی کہا کہ گدھے کھائے جا رہے ہیں۔ اتنے میں تیسرا آدمی آیا اور عرض کرنے لگا کہ گدھے تو ختم ہو گئے ہیں۔ آپ ﷺ نے ایک منادی کے ذریعے سے لوگوں میں اعلان کر دیا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول تمھیں پالتو گدھوں کا گوشت کھانے سے منع کرتے ہیں کیونکہ یہ پلید ہیں۔ یہ اعلان سن کر ہانڈیاں الٹ دی گئیں جبکہ وہ گوشت سے جوش مار رہی تھیں۔

فوائد ومسائل: ① اس روایت میں ممکن ہے کہ تین شخص علیحدہ علیحدہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہوں یا ایک شخص بار بار حاضر خدمت ہوا ہو۔ جب پہلی مرتبہ کہا گیا کہ گدھے کھائے گئے ہیں تو آپ نے ادھر کوئی التفات نہ فرمایا تو دوسری دفعہ آپ سے گزارش کی گئی، بالآخر جب تیسری مرتبہ کہا گیا کہ گدھے تو ختم ہو گئے ہیں تو آپ نے گدھوں کے گوشت کی حرمت کا اعلان کر دیا۔ شاید پہلی یا دوسری مرتبہ کہتے وقت اس کی تحریم نازل نہ ہوئی ہو، اس لیے آپ خاموش رہے۔ آخر کار تیسری مرتبہ جب گزارش کی گئی تو اس کی تحریم بھی نازل ہو چکی تھی، اس لیے آپ ﷺ نے ان کے متعلق اعلان کرا دیا۔ ② صحیح مسلم میں ہے کہ اعلان کرنے والے حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ تھے۔[2] سنن نسائی میں ہے کہ اعلان کرنے والے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ تھے۔[3] شاید پہلے حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے اعلان کیا، پھر تفصیل کے ساتھ حضرت ابوطلحہ اور حضرت بلال رضی اللہ عنہما نے لوگوں کو اس کی حرمت سے آگاہ کیا ہو اور بتایا ہو کہ یہ نجس اور پلید ہیں۔[4]

---

1 سنن أبي داود، الأطعمة، حديث: 3804. 2 صحيح مسلم، الصيد والذبائح، حديث: 5021 (1940). 3 سنن النسائي، الصيد والذبائح، حديث: 4346. 4 فتح الباري: 810/9.

٥٥٢٩ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ: قَالَ عَمْرٌو: قُلْتُ لِجَابِرِ بْنِ زَيْدٍ: يَزْعُمُونَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ نَهَى عَنْ حُمُرِ الْأَهْلِيَّةِ، فَقَالَ: قَدْ كَانَ يَقُولُ ذَاكَ الْحَكَمُ بْنُ عَمْرٍو الْغِفَارِيُّ عِنْدَنَا بِالْبَصْرَةِ، وَلٰكِنْ أَبَى ذٰلِكَ الْبَحْرُ ابْنُ عَبَّاسٍ وَقَرَأَ ﴿قُل لَّآ أَجِدُ فِي مَآ أُوحِيَ إِلَيَّ مُحَرَّمًا﴾ [الأنعام: ١٤٥].

[5529] حضرت عمرو بن دینار سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں نے حضرت جابر بن زید رضی اللہ عنہ سے کہا: لوگ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے پالتو گدھوں سے منع کر دیا ہے؟ جابر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حکم بن عمرو غفاری رضی اللہ عنہ نے ہمیں بصرہ میں یہی بتایا تھا لیکن علم کے سمندر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کا انکار کیا اور یہ آیت تلاوت فرمائی ہے: ”جو کچھ میری طرف وحی کی گئی ہے اس میں، میں حرام نہیں پاتا ہوں......“

فوائد ومسائل: ① حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے استدلال کی بنیاد یہ ہے کہ مذکورہ آیت کریمہ میں حرام چیزوں کا ذکر حصر کے ساتھ بیان ہوا ہے۔ ان چیزوں کے علاوہ ہر چیز حلال ہے، ان میں گدھے بھی شامل ہیں، لہٰذا یہ حرام نہیں ہیں۔ گدھوں کے متعلق ان کا موقف شاید اس وجہ سے ہو کہ انھیں وضاحت کے ساتھ احادیث نہ پہنچی ہوں، چنانچہ ایک روایت میں ہے، انھوں نے کہا: مجھے معلوم نہیں کہ خیبر کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے گدھوں کا گوشت کھانے سے منع کیا تھا کہ کہیں لوگ سواریوں سے محروم نہ ہو جائیں یا انھیں حرام قرار دیا تھا۔[1] ② حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ آیت کریمہ سے اس وقت استدلال کیا جا سکتا ہے جب رسول اللہ ﷺ سے وضاحت کے ساتھ گدھوں کی حرمت منقول نہ ہو، اس لیے متعدد احادیث کے پیش نظر گھریلو گدھوں کا گوشت حرام ہے۔[2]

(٢٩) بَابُ أَكْلِ كُلِّ ذِي نَابٍ مِنَ السِّبَاعِ

باب: 29- ہر کچلی والے درندے کا گوشت کھانا

وضاحت: ذی ناب سے مراد وہ کچلی والا درندہ ہے جو اپنے دانتوں سے شکار زخمی کر کے اسے پھاڑ دیتا ہے، اسی طرح ذی مخلب، یعنی چنگال والا پرندہ بھی اسی حکم میں شامل ہے۔

٥٥٣٠ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَبِي إِدْرِيسَ الْخَوْلَانِيِّ، عَنْ أَبِي ثَعْلَبَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ نَهَى عَنْ أَكْلِ كُلِّ ذِي نَابٍ مِنَ السِّبَاعِ.

[5530] حضرت ابو ثعلبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہر کچلی والے درندے کا گوشت کھانے سے منع فرمایا ہے۔

---

① صحيح البخاري، المغازي، حديث: 4227. ② فتح الباري: 811/9.

تَابَعَهُ يُونُسُ وَمَعْمَرٌ وَابْنُ عُيَيْنَةَ وَالْمَاجِشُونُ عَنِ الزُّهْرِيِّ . [راجع: ٥٧٨٠، ٥٧٨١]

یونس، معمر، ابن عیینہ اور ماجشون نے زہری سے روایت کرنے میں مالک کی متابعت کی ہے۔

فوائد ومسائل: ⑥ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہر کچلی والے درندے اور ہر چنگال دار پرندے کے کھانے سے منع فرمایا ہے۔[1] وہ درندے جو نیش دار ہوں، یعنی کچلیوں سے شکار کرنے والے ہوں، جیسے: شیر، بھیڑیا اور چیتا وغیرہ، حرام ہیں۔ اسی طرح ہر وہ پرندہ جو چنگال دار ہو، یعنی اپنے پنجوں سے شکار پکڑے اور چیر پھاڑ کر کھائے، جیسے: شاہین، باز اور گدھ وغیرہ بھی حرام ہیں لیکن ان سے لگڑ بگڑ کو مستثنیٰ کیا گیا ہے، حالانکہ وہ کچلی والا ہے۔ دراصل ہر درندے کی حرمت کی دو وجہیں ہیں: ایک کچلیوں کا ہونا دوسرا اس کا حملہ آور ہونا۔ درندگی کا وصف کچلیاں ہونے کے مقابلے میں زیادہ اہم ہے، اس لیے کہ دونوں وصف رکھنے والے درندے کھانے سے درندگی والی قوت آ جاتی ہے۔ لگڑ بگڑ کچلی والا تو ہے لیکن اس میں درندگی کا وصف نہیں ہے، اس لیے اسے حلال قرار دیا گیا ہے، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے اسے شکار قرار دیا ہے جیسا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔[2] (مزید تفصیل کے لیے دیکھیے: سنن أبي داود (اردو) حدیث نمبر: 3801 کے فوائد و مسائل، طبع دارالسلام)

(٣٠) بَابُ جُلُودِ الْمَيْتَةِ

باب: 30- مردار جانور کی کھال کا حکم

٥٥٣١ - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ: حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ: حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ صَالِحٍ: حَدَّثَنِي ابْنُ شِهَابٍ: أَنَّ عُبَيْدَ اللهِ بْنَ عَبْدِ اللهِ أَخْبَرَهُ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ مَرَّ بِشَاةٍ مَيِّتَةٍ فَقَالَ: «هَلَّا اسْتَمْتَعْتُمْ بِإِهَابِهَا؟» قَالُوا: إِنَّهَا مَيِّتَةٌ، قَالَ: «إِنَّمَا حَرُمَ أَكْلُهَا». [راجع: ١٤٩٢]

[5531] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک مری ہوئی بکری کے پاس سے گزرے تو فرمایا: ''تم نے اس کے چمڑے سے فائدہ کیوں نہیں اٹھایا؟'' لوگوں نے کہا کہ یہ تو مردار ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''صرف اس کا (گوشت) کھانا حرام ہے۔''

٥٥٣٢ - حَدَّثَنَا خَطَّابُ بْنُ عُثْمَانَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حِمْيَرَ عَنْ ثَابِتِ بْنِ عَجْلَانَ قَالَ: سَمِعْتُ سَعِيدَ بْنَ جُبَيْرٍ قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يَقُولُ: مَرَّ النَّبِيُّ ﷺ

[5532] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ہی سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ ایک مردہ بکری کے پاس سے گزرے تو فرمایا: ''اس کے مالکوں پر کوئی حرج نہ تھا اگر وہ اس کی کھال سے نفع حاصل کرتے۔''

---

[1] صحيح مسلم، الصيد والذبائح، حديث: 4994 (1934). [2] سنن أبي داود، الأطعمة، حديث: 3801.

بِعَنْزٍ مَيِّتَةٍ فَقَالَ: «مَا عَلَى أَهْلِهَا لَوِ انْتَفَعُوا بِإِهَابِهَا؟». [راجع: ١٤٩٢]

فائدہ: صحیح مسلم کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کیا ہی اچھا ہوتا اگر تم اس کی کھال اتارتے اور اسے دباغت کے بعد اس سے فائدہ حاصل کرتے۔''[1] اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مردار کے چمڑے کو رنگنے کے بعد ہی کارآمد بنایا جاسکتا ہے، البتہ امام زہری ؒ کا موقف ہے کہ مردار کے چمڑے سے رنگے بغیر بھی فائدہ حاصل کیا جاسکتا ہے۔ یہ ان کا ایک شاذ موقف ہے۔ اس سلسلے میں تمام احادیث اس کا رد کرتی ہیں کیونکہ چمڑا رنگنے ہی سے پاک ہوتا ہے جیسا کہ ایک حدیث میں ہے کہ جب چمڑے کو رنگ دیا جاتا ہے تو وہ پاک ہوجاتا ہے۔[2] بعض اہل علم کا خیال ہے کہ رنگنے سے کوئی بھی چمڑا پاک نہیں ہوتا کیونکہ ایک حدیث میں ہے کہ مردار کے چمڑے اور پٹھوں سے فائدہ حاصل نہ کرو۔[3] اس کا جواب اس طرح دیا گیا ہے کہ إھاب اس چمڑے کو کہتے ہیں جو رنگا ہوا نہ ہو اور رنگنے کے بعد اس پر دوسرے الفاظ کا اطلاق ہوتا ہے، اس لیے ممانعت والی احادیث اس چمڑے پر محمول ہوں گی جو ابھی رنگا ہوا نہ ہو۔ کتے اور خنزیر کے چمڑے کے علاوہ ہر مردار کا چمڑا رنگنے سے پاک ہوجاتا ہے کیونکہ قرآن میں خنزیر کو رجس کہا گیا ہے اور کتے کو بھی نجاست پر مشتمل ہونے کی وجہ سے اس پر قیاس کیا گیا ہے۔ حدیث میں ہے کہ جو بھی چمڑا رنگا جائے تو وہ پاک ہوجاتا ہے۔[4]

(٣١) بَابُ الْمِسْكِ

باب: 31- کستوری کا بیان

وضاحت: مِسک ایک معرب لفظ ہے جو اصل میں مشک تھا۔ عرب لوگ جب کسی عجمی لفظ کو استعمال کرتے ہیں تو اس میں کمی بیشی کردیتے ہیں۔ اسے کتاب الصید میں اس لیے بیان کیا گیا ہے کہ مسک (کستوری) ہرن کے نافے سے برآمد ہوتا ہے اور ہرن شکار ہے۔ علماء نے اس کی طہارت پر اتفاق کیا ہے۔ واللہ أعلم.

٥٥٣٣ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ: حَدَّثَنَا عُمَارَةُ بْنُ الْقَعْقَاعِ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ بْنِ عَمْرِو بْنِ جَرِيرٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَا مِنْ مَكْلُومٍ يُكْلَمُ فِي اللهِ إِلَّا جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَكَلْمُهُ يَدْمَى، اللَّوْنُ لَوْنُ دَمٍ، وَالرِّيحُ رِيحُ مِسْكٍ». [راجع: ٢٣٧]

[5533] حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص بھی اللہ کی راہ میں زخمی ہوتا ہے وہ قیامت کے دن اس حالت میں آئے گا کہ اس کا زخم خون ٹپکاتا ہوگا۔ اس کا رنگ تو خون کے رنگ جیسا ہوگا لیکن اس کی خوشبو کستوری کی خوشبو جیسی ہوگی۔''

---

① صحيح مسلم، الحيض، حديث: 806 (363). ② صحيح مسلم، الحيض، حديث: 812 (366). ③ جامع الترمذي، اللباس، حديث: 1729. ④ سنن ابن ماجه، اللباس، حديث: 3609.

فائدہ: جس طرح مردار جانور کی کھال رنگنے سے پاک ہو جاتی ہے اسی طرح ہرن کے نافے سے نکلنے والا خون خشک ہونے کے بعد پاک ہو جاتا ہے اور یہی کستوری ہے۔ متعدد احادیث سے ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کستوری استعمال کرتے تھے۔ آپ ﷺ نے جنت کی مٹی کے متعلق فرمایا: ''وہ مشک جیسی خوشبودار ہے۔''[1] اور اہل جنت کے پسینے سے کستوری جیسی خوشبو آئے گی۔[2] ایک حدیث میں ہے کہ کستوری تمام خوشبوؤں سے بڑھ کر عمدہ خوشبو ہے۔[3] ارشاد باری تعالیٰ: ''شراب طہور کی مہر مشک کی ہوگی۔''[4] الغرض مشک پاک ہے اور بہترین خوشبو ہے۔ واللہ أعلم.

٥٥٣٤ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ: حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدٍ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «مَثَلُ الْجَلِيسِ الصَّالِحِ وَالسَّوْءِ كَحَامِلِ الْمِسْكِ وَنَافِخِ الْكِيرِ، فَحَامِلُ الْمِسْكِ إِمَّا أَنْ يُحْذِيَكَ، وَإِمَّا أَنْ تَبْتَاعَ مِنْهُ، وَإِمَّا أَنْ تَجِدَ مِنْهُ رِيحًا طَيِّبَةً، وَنَافِخُ الْكِيرِ إِمَّا أَنْ يُحْرِقَ ثِيَابَكَ، وَإِمَّا أَنْ تَجِدَ رِيحًا خَبِيثَةً». [راجع: ٢١٠١]

[5534] حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ''اچھے اور برے دوست کی مثال کستوری اٹھانے والے اور بھٹی پھونکنے والے کی طرح ہے۔ کستوری اٹھانے والا تجھے ہدیہ دے گا یا تو اس سے خرید کرے گا یا کم از کم اس کی عمدہ خوشبو سے محظوظ ہوگا۔ اور بھٹی دھونکنے والا تیرے کپڑے جلا دے گا یا کم از کم تجھے اس کے پاس بیٹھنے سے ناگوار بو اور دھواں پہنچے گا۔''

فائدہ: رسول اللہ ﷺ نے اس حدیث میں کستوری کی تعریف کی ہے اور اسے اچھے دوست سے تشبیہ دی ہے اگر مشک پلید ہوتا تو خباثت سے ہوتا، اسے قدر کی نگاہ سے نہ دیکھا جاتا۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث سے کستوری کے پاک ہونے پر استدلال کیا ہے، اس لیے آپ نے اچھے اور نیک ساتھی کو کستوری اٹھانے والے سے تشبیہ دی ہے۔

(٣٢) بَابُ الْأَرْنَبِ

باب: 32- خرگوش کا بیان

٥٥٣٥ - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ هِشَامِ بْنِ زَيْدٍ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: أَنْفَجْنَا أَرْنَبًا وَنَحْنُ بِمَرِّ الظَّهْرَانِ، فَسَعَى الْقَوْمُ فَلَغِبُوا، فَأَخَذْتُهَا فَجِئْتُ بِهَا إِلَى أَبِي طَلْحَةَ فَذَبَحَهَا، فَبَعَثَ بِوَرِكَيْهَا - أَوْ قَالَ: بِفَخِذَيْهَا

[5535] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ ہم نے مر ظہران میں ایک خرگوش کا پیچھا کیا۔ لوگ اس کے پیچھے دوڑے لیکن تھک گئے۔ بالآخر میں نے اسے پکڑ لیا اور اسے ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کے پاس لے آیا۔ انھوں نے اسے ذبح کیا اور اس کی دونوں رانیں نبی ﷺ کی خدمت

1 صحيح البخاري، الصلاة، حديث: 349. 2 صحيح البخاري، بدء الخلق، حديث: 3246. 3 صحيح مسلم، الألفاظ من الأدب وغيرها، حديث: (19) 2252. 4 المطففين 83: 26.

- إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَبِلَهَا .

میں بھیج دیں۔ آپ ﷺ نے انھیں قبول فرمایا۔

فائدہ: خرگوش ایک بھولا بھالا جانور ہے جس کے ہاتھ چھوٹے اور ٹانگیں لمبی ہوتی ہیں، انتہائی بزدل اور بہت چھلانگیں لگاتا ہے۔ سوتے وقت اس کی آنکھیں کھلی رہتی ہیں۔ یہ درندہ نہیں اور نہ مردار ہی کھاتا ہے۔ گھریلو اور جنگلی دونوں قسم کے خرگوش حلال ہیں۔ کچھ لوگ اسے اس لیے نہیں کھاتے کہ اس کی مادہ کو حیض آتا ہے۔ امام بخاری ؒ نے اس موقف کی تردید کرتے ہوئے ثابت کیا ہے کہ یہ حلال ہے اور اس کا کھانا جائز ہے، چنانچہ ایک روایت میں ہے کہ حضرت انس ؓ نے ایک خرگوش شکار کیا، اسے بھون کر اس کا پچھلا دھڑ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا۔[1] ایک روایت میں حضرت عبداللہ بن عمرو ؓ کہتے ہیں کہ خرگوش رسول اللہ ﷺ کے پاس لایا گیا جبکہ میں آپ کے پاس تھا آپ نے نہ اسے کھایا اور نہ کھانے سے منع کیا اور کہا کہ اسے حیض آتا ہے۔[2] اول تو اس قسم کی روایات ضعیف ہیں، تاہم اس کی اگر کوئی حقیقت ہے تو حیوانات کے ماہرین کی رائے کے مطابق صرف اتنی ہے کہ خرگوش کے پیشاب کا رنگ گاہے بگاہے رنگ دار ہو جاتا ہے، کبھی تیز سرخ اور نارنجی رنگ اختیار کر لیتا ہے، معروف حیض یا خون نہیں ہوتا۔ واللہ أعلم۔

(٣٣) بَابُ الضَّبِّ

باب: 33- سانڈے کا بیان

وضاحت: ہمارے ہاں عام طور پر ضب کے معنی گوہ یا سوسمار کے کیے جاتے ہیں جو کسی طرح بھی صحیح نہیں بلکہ اس کے معنی سانڈا ہیں جو گھاس کھانے والا ایک صحرائی جانور ہے جبکہ سوسمار یا گوہ مینڈک اور چھپکلیاں کھاتی ہے۔ گوہ کے لیے عربی زبان میں ورل کا لفظ استعمال ہوتا ہے اور یہ سانڈے سے بڑی ہوتی ہے۔ دراصل ورل، ضب اور وزغ (چھپکلی) شکل و شباہت میں قریب قریب ہوتے ہیں۔ احادیث میں چھپکلی کو مارنے کا حکم ہے جبکہ سانڈے کا کھانا جائز ہے، احادیث میں ورل وغیرہ کا کوئی ذکر نہیں ہے۔

٥٥٣٦ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُسْلِمٍ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ دِينَارٍ قَالَ : سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يَقُولُ : قَالَ النَّبِيُّ ﷺ : «اَلضَّبُّ لَسْتُ آكُلُهُ وَلَا أُحَرِّمُهُ».

[5536] حضرت ابن عمر ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''سانڈا نہ تو میں خود کھاتا ہوں اور نہ اسے حرام قرار دیتا ہوں۔''

فائدہ: ایک حدیث میں اس کی مزید وضاحت ہے، حضرت ثابت بن ودیعہ کہتے ہیں کہ ہم ایک مرتبہ لشکر میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تھے ہمیں بہت سے سانڈے ملے۔ میں ان میں سے ایک بھون کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لے آیا اور آپ کے سامنے رکھا۔ آپ نے ایک تنکا لیا اور اس کی انگلیاں شمار کیں، پھر فرمایا: ''بنی اسرائیل کی ایک قوم کو زمینی جانوروں کی

---

① سنن أبي داود، الأطعمة، حديث : 3791. ② سنن أبي داود، الأطعمة، حديث : 3792.

شکل میں مسخ کر دیا گیا تھا۔ مجھے نہیں معلوم وہ کون سے جانور تھے۔'' پھر آپ نے نہ اسے کھایا اور نہ منع کیا۔[1] ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سانڈے سے پکی ہوئی ہانڈیاں الٹا دیں۔[2] یہ روایت اس امر پر محمول ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو پہلے ان کے مسخ شدہ ہونے کا گمان تھا تو آپ نے ان ہانڈیوں کو الٹ دینے کا حکم دیا۔ جب آپ کو علم ہوا کہ مسخ شدہ انسانوں کی آگے نسل نہیں چلی تو ان کے کھانے سے توقف کیا، نہ خود کھایا اور نہ اس سے منع کیا، البتہ آپ نے خود کھانا پسند نہ فرمایا جس کی ہم آئندہ وضاحت کریں گے۔[3] ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سانڈے کا گوشت کھانے سے منع کیا۔[4] لیکن یہ روایت ضعیف ہے کیونکہ اس میں اسماعیل بن عیاش نامی راوی مدلس ہے اور اس نے اس روایت کو ''عن'' سے بیان کیا ہے۔ واللّٰه أعلم.

٥٥٣٧ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَبِي أُمَامَةَ بْنِ سَهْلٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، عَنْ خَالِدِ ابْنِ الْوَلِيدِ أَنَّهُ دَخَلَ مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ بَيْتَ مَيْمُونَةَ، فَأُتِيَ بِضَبٍّ مَحْنُوذٍ، فَأَهْوَى إِلَيْهِ رَسُولُ اللهِ ﷺ بِيَدِهِ، فَقَالَ بَعْضُ النِّسْوَةِ: أَخْبِرُوا رَسُولَ اللهِ ﷺ بِمَا يُرِيدُ أَنْ يَأْكُلَ، فَقَالُوا: هُوَ ضَبٌّ يَا رَسُولَ اللهِ، فَرَفَعَ يَدَهُ، فَقُلْتُ: أَحَرَامٌ هُوَ يَا رَسُولَ اللهِ؟ فَقَالَ: «لَا، وَلٰكِنْ لَمْ يَكُنْ بِأَرْضِ قَوْمِي، فَأَجِدُنِي أَعَافُهُ». قَالَ خَالِدٌ: فَاجْتَرَرْتُهُ فَأَكَلْتُهُ وَرَسُولُ اللهِ ﷺ يَنْظُرُ. [راجع: ٥٣٩١]

[5537] حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر گئے تو آپ ﷺ کی خدمت میں ایک بھنا ہوا سانڈا پیش کیا گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کی طرف ہاتھ بڑھایا ہی تھا کہ اہل خانہ میں سے کسی عورت نے کہا کہ آپ جو کھانے کا ارادہ رکھتے ہیں اس کے متعلق آپ کو بتا دو۔ حاضرین نے کہا: اللہ کے رسول! یہ سانڈے کا گوشت ہے، چنانچہ آپ نے کھانے سے اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔ میں نے عرض کی: اللہ کے رسول! کیا یہ حرام ہے؟ آپ نے فرمایا: ''نہیں، چونکہ یہ میری قوم کی سرزمین میں نہیں ہوتا، اس لیے مجھے اس سے گھن آتی ہے۔'' حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے کہا: پھر میں نے اسے اپنی طرف کھینچ لیا اور اسے کھانا شروع کر دیا جبکہ رسول اللہ ﷺ دیکھ رہے تھے۔

فوائد و مسائل: ① اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے اگرچہ اپنی طبعی کراہت کی وجہ سے اسے کھانا پسند نہیں کیا لیکن آپ نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو اس کے کھانے سے منع بھی نہیں کیا، اس لیے جسے پسند ہو کھا لے اور جسے پسند نہ ہو وہ نہ کھائے۔ کسی کا کھانا نہ کھانا ایک اختیاری امر ہے مگر سانڈا کھانا جائز اور حلال ہے۔ ② عربوں کے ہاں سانڈا کھانے کا عام رواج تھا بلکہ تقریبات میں خصوصی کھانے کے طور پر پیش کیا جاتا تھا، چنانچہ یزید بن اصم کہتے ہیں کہ مدینہ طیبہ میں ہم ایک شادی کی تقریب میں شامل ہوئے تو اہل خانہ نے ہمیں تیرہ سانڈے پیش کیے۔ ہم میں سے کچھ حضرات نے کھایا اور بعض نے اسے ترک کر

---

1. سنن أبي داود، الأطعمة، حديث: 3795. 2 مسند أحمد: 196/4. 3 فتح الباري: 823/9. 4 سنن أبي داود، الأطعمة، حديث: 3796.

دیا۔[1] حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے سے بہت لوگوں کو نفع پہنچاتا ہے۔ یہ چرواہوں کی خوراک ہے۔ اگر میرے پاس ہوں تو میں انھیں ضرور کھاؤں۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنی طبعی کراہت کی وجہ سے انھیں نہیں کھایا تھا۔[2] ③ بالعموم رسول اللہ ﷺ کے انھیں نہ کھانے کے متعلق دو سبب بیان کیے جاتے ہیں: ○ مکہ مکرمہ اور اس کے آس پاس سانڈے نہیں پائے جاتے تھے، اس لیے آپ کو گھن آتی تھی اور آپ نے اسے ناپسند فرمایا اور کھانے سے ہاتھ کھینچ لیا۔ ○ اس میں ایک ناگوار سی بو ہوتی ہے، اس لیے آپ نے اسے کھانا پسند نہیں کیا۔ آپ نے فرمایا: میرے پاس اللہ کی طرف سے آنے والے (فرشتے) ہیں جیسا کہ آپ لہسن وغیرہ نہیں کھاتے تھے۔[3] بہرحال آپ نے سانڈا نہیں کھایا، خواہ اس کی کوئی بھی وجہ ہو، لیکن ناپسندیدگی کے باوجود آپ نے اسے حرام قرار نہیں دیا بلکہ ایک روایت کے الفاظ ہیں: ''تم کھاؤ کیونکہ یہ حلال ہے۔''[4]

(٣٤) بَابٌ: إِذَا وَقَعَتِ الْفَأْرَةُ فِي السَّمْنِ الْجَامِدِ أَوِ الذَّائِبِ

باب: 34- جب جمے ہوئے یا پگھلے ہوئے گھی میں چوہا گر جائے

وضاحت: صرف گھی کی خصوصیت نہیں بلکہ اگر تیل یا شہد وغیرہ میں چوہا گر جائے تو ان کا بھی یہی حکم ہے جو گھی کا ہے۔

٥٥٣٨ - حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ: حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ قَالَ: أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ: أَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ يُحَدِّثُهُ عَنْ مَيْمُونَةَ أَنَّ فَأْرَةً وَقَعَتْ فِي سَمْنٍ فَمَاتَتْ، فَسُئِلَ النَّبِيُّ ﷺ عَنْهَا فَقَالَ: «أَلْقُوهَا وَمَا حَوْلَهَا وَكُلُوهُ».

[5538] حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک چوہیا گھی میں گر کر مر گئی تو اس کے متعلق نبی ﷺ سے پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: ''اسے (چوہیا کو) اور اس کے اردگرد والا گھی پھینک دو اور باقی گھی کھا لو۔''

قِيلَ لِسُفْيَانَ: فَإِنَّ مَعْمَرًا يُحَدِّثُهُ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: مَا سَمِعْتُ الزُّهْرِيَّ يَقُولُ إِلَّا عَنْ عَبْدِ اللهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنْ مَيْمُونَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، وَلَقَدْ سَمِعْتُهُ مِنْهُ مِرَارًا. [راجع: ٢٣٥]

سفیان سے کہا گیا کہ معمر اس حدیث کو امام زہری سے بیان کرتے ہیں، انھیں سعید بن مسیب نے، ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، انھوں نے کہا کہ میں نے یہ حدیث امام زہری سے صرف عبیداللہ کے واسطے سے سنی ہے، ان سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے، ان سے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا اور وہ نبی ﷺ سے بیان کرتی ہیں۔ میں نے یہ حدیث ان سے بارہا سنی ہے۔

---

(1) صحيح مسلم، الأطعمة، حديث: 5040 (1948). 2 صحيح مسلم، الأطعمة، حديث: 5042 (1950). 3 فتح الباري: 822/9. ④ صحيح مسلم، الأطعمة، حديث: 5032 (1944).

٥٥٣٩ - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ عَنْ يُونُسَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنِ الدَّابَّةِ تَمُوتُ فِي الزَّيْتِ وَالسَّمْنِ وَهُوَ جَامِدٌ أَوْ غَيْرُ جَامِدٍ، الْفَأْرَةِ أَوْ غَيْرِهَا، قَالَ: بَلَغَنَا أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ أَمَرَ بِفَأْرَةٍ مَاتَتْ فِي سَمْنٍ فَأَمَرَ بِمَا قَرُبَ مِنْهَا فَطُرِحَ ثُمَّ أُكِلَ، عَنْ حَدِيثِ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ. [راجع: ٢٣٥]

[5539] حضرت زہری سے روایت ہے (ان سے پوچھا گیا:) اگر کوئی جانور چوہیا یا کوئی اور چیز، تیل یا گھی میں گر جائے جبکہ وہ جما ہوا ہو یا مائع شکل میں؟ انھوں نے کہا: ہمیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس چوہیا کے متعلق فرمایا جو گھی میں مرگئی: ''اسے اور اس کے چاروں طرف سے گھی نکال کر پھینک دیا جائے، پھر باقی ماندہ گھی کھا لیا جائے۔'' ہمیں یہ حدیث عبید اللہ بن عبد اللہ کے ذریعے سے پہنچی ہے۔

٥٥٤٠ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللهِ: حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنْ مَيْمُونَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ، قَالَتْ: سُئِلَ النَّبِيُّ ﷺ عَنْ فَأْرَةٍ سَقَطَتْ فِي سَمْنٍ فَقَالَ: «أَلْقُوهَا وَمَا حَوْلَهَا وَكُلُوهُ». [راجع: ٢٣٥]

[5540] حضرت میمونہ ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: نبی ﷺ سے اس چوہیا کے متعلق پوچھا گیا جو گھی میں گر گئی تھی تو آپ نے فرمایا: ''اسے (چوہیا کو) اور اس کے چاروں طرف سے گھی کو پھینک دو اور باقی گھی کھالو۔''

فوائد و مسائل: ① امام بخاری ؒ کے نزدیک جمے ہوئے اور پگھلے ہوئے گھی میں کوئی فرق نہیں ہے۔ اس کا حکم ایک ہے کہ متاثرہ گھی پھینک دیا جائے اور باقی کھا لیا جائے۔ اسی طرح امام زہری ؒ بھی جمے ہوئے اور پگھلے ہوئے گھی میں فرق نہیں کرتے، نیز ان کے نزدیک گھی اور غیر گھی میں بھی کوئی فرق نہیں ہے۔ ② حدیث میں اگرچہ گھی کا ذکر ہے لیکن تیل وغیرہ کو اس پر قیاس کیا گیا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ ؓ سے مروی ایک حدیث میں جمے ہوئے اور پگھلے ہوئے گھی میں فرق کیا گیا ہے، الفاظ یہ ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب گھی میں چوہیا گر جائے تو اگر وہ جما ہوا ہو تو چوہیا اور اس کے اردگرد کے گھی کو پھینک دو اور اگر پگھلا ہوا ہو تو اس کے قریب نہ جاؤ۔''[1] امام بخاری ؒ نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے جیسا کہ ان کی بیان کردہ احادیث کے سیاق سے ظاہر ہوتا ہے۔ اکثر محدثین نے گھی یا تیل، چاہے پگھلا ہوا ہو، اس میں اردگرد سے سارا متاثرہ تیل نکال کر باقی استعمال کرنے کی اجازت دی ہے۔ آج کل باہر سے کھانے والے تیل برآمد کیے جاتے ہیں۔ ان جہازوں میں چوہے وغیرہ مستقل طور پر رہائش پذیر رہتے ہیں۔ اگر بھرے ہوئے جہاز میں ایک چوہا گرنے سے سارا تیل ضائع کرنا پڑے تو یہ ایک ناقابل تلافی نقصان ہے۔ اس بنا پر امام بخاری ؒ کا موقف وزنی معلوم ہوتا ہے کہ جمے ہوئے اور پگھلے ہوئے گھی کا فرق نہ کیا جائے۔ ③ کسی حدیث میں یہ صراحت نہیں ہے کہ آس پاس کا گھی کتنی دور تک نکالا جائے، یہ ہر آدمی کی صوابدید پر موقوف ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ اگر گھی جما ہوا نہ ہو تو تین چلو نکالے جائیں[2] لیکن حافظ ابن حجر ؒ نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔[3]

1 سنن أبي داود، الأطعمة، حديث: 3842. 2 مجمع الزوائد: 287/1، رقم: 1591. 3 فتح الباري: 828/9.

(٣٥) بَابُ الْوَسْمِ وَالْعَلَمِ فِي الصُّورَةِ

باب:35-جانور کے چہرے پر داغ دینا اور نشان لگانا

٥٥٤١ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُوسَى عَنْ حَنْظَلَةَ، عَنْ سَالِمٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّهُ كَرِهَ أَنْ تُعْلَمَ الصُّورَةُ.

[5541] حضرت ابن عمر ؓ سے روایت ہے، وہ چہرے پر نشان لگانے کو مکروہ خیال کرتے تھے۔

وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ: نَهَى النَّبِيُّ ﷺ أَنْ تُضْرَبَ.

حضرت ابن عمر ؓ ہی نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے (چہرے پر) مارنے سے منع فرمایا ہے۔

تَابَعَهُ قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا الْعَنْقَزِيُّ عَنْ حَنْظَلَةَ وَقَالَ: تُضْرَبُ الصُّورَةُ.

ایک روایت میں ہے کہ چہرے کو مارنے سے منع کیا ہے۔

فوائد و مسائل: ① امام بخاری ؒ نے پہلے موقوف روایت بیان کی ہے اس کے بعد مرفوع روایت کو ذکر کیا ہے۔ یہ مرفوع روایت، موقوف کے لیے بطور دلیل ہے کہ جب چہرے پر مارنا منع ہے تو اس پر نشان لگانا کس طرح جائز ہو سکتا ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ انھوں نے عنوان میں اس روایت کی طرف اشارہ کیا ہو جو اس کے متعلق صریح ہے، چنانچہ حضرت جابر ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے چہرے پر مارنے اور چہرے پر نشان لگانے سے منع فرمایا ہے۔[1] ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس سے ایسا گدھا گزرا جس کے چہرے پر نشان لگایا گیا تھا تو آپ نے فرمایا: ''اس شخص پر اللہ کی لعنت ہو جس نے یہ داغ لگایا ہے۔''[2] ② چہرے کے علاوہ جسم کے کسی دوسرے حصے پر بطور علامت داغ لگانا جائز ہے۔ اس کی وضاحت آئندہ ہوگی۔ واللہ أعلم.

٥٥٤٢ - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ هِشَامِ بْنِ زَيْدٍ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ بِأَخٍ لِي يُحَنِّكُهُ وَهُوَ فِي مِرْبَدٍ لَهُ فَرَأَيْتُهُ يَسِمُ شَاةً، حَسِبْتُهُ قَالَ: فِي آذَانِهَا. [راجع: ١٥٠٢]

[5542] حضرت انس ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں نبی ﷺ کی خدمت میں اپنے نومولود بھائی کو لایا تا کہ آپ اسے گھٹی دیں۔ اس وقت رسول اللہ ﷺ اونٹوں کے باڑے میں تھے۔ میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ ایک بکری کو داغ رہے تھے۔ ہشام نے کہا: میرا خیال ہے کہ حضرت انس ؓ نے کہا تھا کہ بکریوں کے کان داغ رہے تھے۔

فوائد و مسائل: ① آدمی کے چہرے پر داغ لگانا حرام ہے اور حیوانات کے چہرے کو داغنا بھی ناپسندیدہ عمل ہے، البتہ حیوانات کو چہرے کے علاوہ کسی دوسرے مقام پر داغ لگانا جائز ہے اگرچہ اہل کوفہ نے اس کا انکار کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ

① صحیح مسلم، اللباس والزینة، حدیث: 5550 (2116). ② صحیح مسلم، اللباس والزینة، حدیث: 5552 (2117).

ایسا کرنے سے حیوانات کو تکلیف ہوتی ہے اور یہ مُثلہ کرنے کے مترادف ہے لیکن مذکورہ حدیث اس موقف کی تردید کرتی ہے۔ ② مِربَد، اونٹوں کے باڑے کو کہتے ہیں۔ ممکن ہے کہ بکریوں کو اونٹوں کے باڑے میں لایا گیا ہو۔ ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ فتح مکہ اور غزوۂ حنین سے واپسی کے بعد اونٹوں کو داغ رہے تھے۔[1] ممکن ہے کہ جب حضرت انس رضی اللہ عنہ آئے ہوں تو آپ ﷺ بکریوں کو داغ رہے ہوں، اس کے بعد انھوں نے اونٹوں کو داغ دیتے دیکھا ہو۔ بہر حال حیوانات کو چہرے کے علاوہ دوسرے مقام پر داغ دیا جا سکتا ہے جیسا کہ کانوں پر داغ دینے سے واضح ہوتا ہے۔[2] ③ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ بہت متواضع اور منکسر المزاج تھے۔ اپنے دست مبارک سے خود کام کرتے تھے۔ ﷺ۔

(٣٦) بَابٌ: إِذَا أَصَابَ قَوْمٌ غَنِيمَةً فَذَبَحَ بَعْضُهُمْ غَنَمًا أَوْ إِبِلًا بِغَيْرِ أَمْرِ أَصْحَابِهِ لَمْ تُؤْكَلْ

باب: 36- جب جماعت مجاہدین کو غنیمت ملے اور ان میں سے کچھ لوگ دوسرے ساتھیوں کی اجازت کے بغیر بکریوں یا اونٹوں کو ذبح کر دیں تو ایسا گوشت کھانا ناجائز ہے

لِحَدِيثِ رَافِعٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ وَقَالَ طَاوُسٌ وَعِكْرِمَةُ فِي ذَبِيحَةِ السَّارِقِ: اطْرَحُوهُ.

اس کے متعلق حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے حدیث بیان کی ہے۔ حضرت طاؤس اور عکرمہ نے چور کے ذبیحے کے متعلق فرمایا ہے کہ اسے پھینک دو، یعنی یہ حرام ہے اسے مت کھاؤ۔

وضاحت: اس عنوان سے امام بخاری رحمہ اللہ کا رجحان یہ معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مذکورہ واقعے میں پکا ہوا گوشت کھانے سے اس لیے منع کیا تھا کہ وہ جانور تقسیم سے پہلے ذبح کیے گئے تھے۔[3]

٥٥٤٣ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ: حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ: حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَسْرُوقٍ عَنْ عَبَايَةَ بْنِ رِفَاعَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ قَالَ: قُلْتُ لِلنَّبِيِّ ﷺ: إِنَّنَا نَلْقَى الْعَدُوَّ غَدًا وَلَيْسَ مَعَنَا مُدًى فَقَالَ: «مَا أَنْهَرَ الدَّمَ وَذُكِرَ اسْمُ اللهِ فَكُلُوهُ مَا لَمْ يَكُنْ سِنٌّ وَلَا ظُفُرٌ، وَسَأُحَدِّثُكُمْ عَنْ ذٰلِكَ: أَمَّا السِّنُّ فَعَظْمٌ، وَأَمَّا الظُّفُرُ فَمُدَى

[5543] حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں نے نبی ﷺ سے عرض کی: کل ہمارا دشمن سے مقابلہ ہو گا اور ہمارے پاس چھریاں نہیں ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”جو آلہ بھی خون بہا دے اسے کھاؤ بشرطیکہ اس پر اللہ کا نام لیا گیا ہو، نیز ذبح کا آلہ دانت اور ناخن نہیں ہونا چاہیے اور میں اس کی وجہ تمھیں بتائے دیتا ہوں کہ دانت تو ہڈی ہے اور ناخن اہل حبشہ کی چھری ہے۔“

[1] صحيح مسلم، اللباس والزينة، حديث: 5554 (2119). [2] فتح الباري: 830/9. [3] فتح الباري: 831/9.

الْحَبَشَةِ». وَتَقَدَّمَ سَرْعَانُ النَّاسِ فَأَصَابُوا مِنَ الْغَنَائِمِ وَالنَّبِيُّ ﷺ فِي آخِرِ النَّاسِ، فَنَصَبُوا قُدُورًا فَأَمَرَ بِهَا فَأُكْفِئَتْ، وَقَسَمَ بَيْنَهُمْ، وَعَدَلَ بَعِيرًا بِعَشْرِ شِيَاهٍ، ثُمَّ نَدَّ مِنْهَا بَعِيرٌ مِنْ أَوَائِلِ الْقَوْمِ وَلَمْ يَكُنْ مَعَهُمْ خَيْلٌ، فَرَمَاهُ رَجُلٌ بِسَهْمٍ فَحَبَسَهُ اللهُ فَقَالَ: «إِنَّ لِهٰذِهِ الْبَهَائِمِ أَوَابِدَ كَأَوَابِدِ الْوَحْشِ، فَمَا فَعَلَ مِنْهَا هٰذَا فَافْعَلُوا مِثْلَ هٰذَا». [راجع: ٢٤٨٨]

اس دوران میں کچھ لوگ آگے بڑھ گئے اور مالِ غنیمت پر قبضہ کر لیا جبکہ نبی ﷺ اپنے صحابۂ کرام ؓ کے ہمراہ پیچھے تھے۔ ان لوگوں نے گوشت کی دیگیں چڑھا دیں۔ آپ ﷺ نے حکم دیا تو انھیں الٹ دیا گیا۔ پھر آپ نے لوگوں میں مالِ غنیمت تقسیم کیا اور ایک اونٹ، دس بکریوں کے برابر قرار دیا۔ جو لوگ آگے آگے تھے ان کا ایک اونٹ بدک کر بھاگ نکلا۔ لوگوں کے پاس گھوڑے نہیں تھے، اس لیے ایک شخص نے اس اونٹ کو تیر مارا تو اللہ تعالیٰ نے اسے روک لیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ جانور بھی کبھی وحشی جانوروں کی طرح بدکنے لگتے ہیں، اس لیے جب ان میں کوئی ایسا کرے تو تم بھی اس کے ساتھ ایسا ہی برتاؤ کرو۔''

فائدہ: امام بخاری ؒ نے پہلے مختصر طور پر حضرت رافع بن خدیج ؓ سے مروی حدیث کا حوالہ دیا، پھر تفصیلی روایت بیان کی۔ چونکہ تقسیم غنیمت سے پہلے وہ ان کے مالک نہیں تھے، لہٰذا ان کا اجازت کے بغیر جانوروں کو ذبح کرنا ناجائز تھا، اس لیے رسول اللہ ﷺ نے اس گوشت کو ضائع کر دیا۔ اسی طرح چور جب چوری کا جانور ذبح کرتا ہے تو بھی کسی غیر کے مال پر ناجائز تصرف کرتا ہے، اس کا بھی کھانا منع ہے۔ اگرچہ کچھ فقہاء نے چور کے ذبح کیے ہوئے جانور کو کھانا جائز قرار دیا ہے لیکن یہ موقف محلِ نظر ہے۔ واللہ أعلم.

(٣٧) بَابٌ: إِذَا نَدَّ بَعِيرٌ لِقَوْمٍ فَرَمَاهُ بَعْضُهُمْ بِسَهْمٍ فَقَتَلَهُ فَأَرَادَ صَلَاحَهُمْ فَهُوَ جَائِزٌ

باب: 37- اگر کسی قوم کا اونٹ بھاگ نکلے اور ان میں سے کوئی خیر خواہی کے جذبے سے تیر مار کر ہلاک کر دے تو ایسا کرنا جائز ہے

لِخَبَرِ رَافِعٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

حضرت رافع بن خدیج ؓ کی نبی ﷺ سے مروی ایک حدیث اس کی تائید کرتی ہے۔

وضاحت: اس شخص نے جذبۂ ہمدردی کے پیش نظر ایسا کیا ہے، لہٰذا اس پر کسی قسم کا تاوان نہیں ہوگا، جبکہ سابقہ عنوان میں ہمدردی کے بجائے اپنا کام نکالنے کا جذبہ پیش نظر تھا۔ واللہ أعلم.

٥٥٤٤ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ: أَخْبَرَنَا

[5544] حضرت رافع بن خدیج ؓ سے روایت ہے،

عُمَرُ بْنُ عُبَيْدٍ الطَّنَافِسِيُّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَبَايَةَ بْنِ رِفَاعَةَ، عَنْ جَدِّهِ رَافِعِ ابْنِ خَدِيجٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي سَفَرٍ، فَنَدَّ بَعِيرٌ مِنَ الْإِبِلِ، قَالَ: فَرَمَاهُ رَجُلٌ بِسَهْمٍ فَحَبَسَهُ، قَالَ: ثُمَّ قَالَ: «إِنَّ لَهَا أَوَابِدَ كَأَوَابِدِ الْوَحْشِ، فَمَا غَلَبَكُمْ مِنْهَا فَاصْنَعُوا بِهِ هٰكَذَا». قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّا نَكُونُ فِي الْمَغَازِي وَالْأَسْفَارِ فَنُرِيدُ أَنْ نَذْبَحَ فَلَا يَكُونُ مُدًى، قَالَ: «أَرِنْ مَا أَنْهَرَ الدَّمَ أَوْ نَهَرَ وَذُكِرَ اسْمُ اللهِ فَكُلْ غَيْرَ السِّنِّ وَالظُّفُرِ، فَإِنَّ السِّنَّ عَظْمٌ، وَالظُّفُرَ مُدَى الْحَبَشَةِ». [راجع: ٢٤٨٨]

انھوں نے کہا کہ ہم ایک سفر میں نبی ﷺ کے ہمراہ تھے تو اونٹوں میں سے ایک اونٹ بدک کر بھاگ نکلا۔ ایک آدمی نے اسے تیر مار کر روک لیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”یہ اونٹ بھی بعض اوقات جنگلی جانوروں کی طرح بدکتے ہیں، اس لیے ان میں سے جو جانور تمھارے قابو سے باہر ہو جائے، اس کے ساتھ ایسا ہی سلوک کرو۔“ رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کے رسول! ہم بعض اوقات غزوات اور سفر میں ہوتے ہیں اور جانور ذبح کرنا چاہتے ہیں لیکن ہمارے پاس چھریاں نہیں ہوتیں؟ آپ نے فرمایا: ”دیکھ لیا کرو جو آلہ خون بہا دے اور اس پر اللہ کا نام لیا گیا ہو تو اسے کھاؤ مگر دانت اور ناخن سے ذبح نہ کرو کیونکہ دانت ہڈی ہے اور ناخن اہل حبشہ کی چھری ہے۔“

فوائد و مسائل: ① اس حدیث میں دو واقعات ہیں: ایک یہ کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے تقسیم غنیمت سے پہلے گوشت کی دیگیں چڑھا دیں، دوسرا یہ کہ اونٹ بھاگ نکلا تو اسے کسی نے تیر مار کر روک لیا۔ ان دونوں واقعات سے امام بخاری رحمہ اللہ نے الگ الگ مسائل کا استنباط کیا ہے لیکن علامہ اسماعیلی نے امام بخاری رحمہ اللہ پر اعتراض کیا ہے کہ دونوں صورتوں میں کوئی فرق نہیں ہے کیونکہ ذبح کرنے میں دونوں واقعات میں حد سے تجاوز کیا گیا ہے۔ ② حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ پہلی صورت میں لوگوں نے تقسیم سے پہلے جانور ذبح کر دیے تاکہ وہ گوشت کو اپنے لیے خاص کر لیں تو انھیں اس گوشت سے محروم کر دینے کی سزا دی گئی اور جس صورت میں آدمی نے اونٹ کو تیر مار کر روکا، اس میں مالک کے مال کو محفوظ رکھنے کا جذبہ کارفرما تھا۔ شارح صحیح بخاری ابن منیر نے بھی یہی لکھا ہے کہ اگر غیر مالک کا ذبح کرنا زیادتی کے طور پر ہے تو اس کا ذبح کرنا فاسد ہے اور اگر اس کا ذبح کرنا اصلاح کے جذبے سے ہے تو فاسد نہیں ہے۔[1] ایک حدیث میں ہے کہ کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی لونڈی نے ان کی بکری اجازت کے بغیر ذبح کر دی جو مرنے کے قریب پہنچ چکی تھی تو رسول اللہ ﷺ نے اس کے کھانے کی اجازت دی۔[2] اس حدیث سے بھی امام بخاری رحمہ اللہ کا قائم کیا ہوا عنوان ثابت ہوتا ہے۔ واللہ أعلم.

(٣٨) بَابُ أَكْلِ الْمُضْطَرِّ

باب: 38- مجبور کے لیے (مردار) کھانا

لِقَوْلِهِ تَعَالَى: ﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ كُلُوا۟

اس سلسلے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”اے ایمان والو!

1 فتح الباري: 832/9. 2 صحيح البخاري، الذبائح والصيد، حديث: 5501.

مِن طَيِّبَٰتِ مَا رَزَقْنَٰكُمْ﴾ إِلَى قَوْلِهِ ﴿فَلَآ إِثْمَ عَلَيْهِ﴾ [البقرة: ١٧٢، ١٧٣]

تم وہ پاکیزہ چیزیں کھاؤ جو ہم نے تمھیں دی ہیں...... تو اس پر کوئی گناہ نہیں۔"

وَقَالَ: ﴿فَمَنِ اضْطُرَّ فِي مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِّإِثْمٍ فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ﴾ [المائدة: ٣].

نیز فرمایا: "ہاں جو شخص بھوک میں لاچار ہو جائے بشرطیکہ گناہ کی طرف مائل نہ ہو تو اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔"

وَقَوْلِهِ: ﴿فَكُلُوا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ إِن كُنتُم بِآيَاتِهِ مُؤْمِنِينَ﴾ [الأنعام: ١١٨، ١١٩].

اور فرمایا: "جس چیز پر اللہ کا نام لیا جائے اگر تم اس کی آیات پر یقین رکھتے ہو تو اسے کھالیا کرو۔"

وَقَوْلِهِ جَلَّ وَعَلَا: ﴿قُل لَّآ أَجِدُ فِي مَآ أُوحِيَ إِلَيَّ مُحَرَّمًا﴾ [الأنعام: ١٤٥].

نیز اللہ جل شانہ کا فرمان ہے: "کہہ دیجیے! جو احکام مجھ پر نازل ہوتے ہیں، میں ان میں کھانے والے کے لیے کوئی چیز حرام نہیں پاتا (جسے وہ کھانا چاہے مگر یہ کہ وہ مردار ہو، یا بہایا ہوا خون ہو یا خنزیر کا گوشت۔ یقیناً وہ ناپاک ہے یا کوئی گناہ کی چیز ہو کہ اس پر اللہ کے سوا کسی اور کا نام لیا گیا، پھر جو شخص مجبور کر دیا جائے اس حال میں کہ نہ وہ سرکش ہو اور نہ حد سے گزرنے والا تو بے شک تمھارا رب بے حد بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔")

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ مُهْرَاقًا.

ابن عباس ؓ نے دم مسفوح کی تفسیر فرمائی ہے کہ جو بہنے والا ہو۔

وَقَوْلِهِ: ﴿فَكُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ حَلَالًا طَيِّبًا﴾ [النحل: ١١٤]

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: "اللہ تعالیٰ نے تمھیں جو حلال طیب رزق دیا ہے اسے کھاؤ۔"

وضاحت: اس عنوان اور پیش کردہ آیات میں امام بخاری ؒ نے مردار کھانے کی شرائط اور حدود و قیود کو بیان کیا ہے۔ اہل علم نے مردار کھانے کے بارے میں دو چیزوں سے بحث کی ہے: ○ وہ کون سی مجبوری ہے جس کے پیش نظر مردار کھانا حلال ہو جاتا ہے؟ وہ یہ ہے کہ جب بھوک اس حد تک بڑھ جائے کہ انسان ہلاکت کے کنارے تک پہنچ جائے۔ اس میں حکمت یہ ہے کہ مردار میں زہر ہوتا ہے اگر اسے شروع ہی میں کھا لیا جائے تو انسان کو ہلاک کر دے گا، اس لیے شدید بھوک کے وقت کھانے کی اجازت دی گئی ہے تاکہ بھوک کی وجہ سے اس کے جسم میں زہریلے مادے کا تریاق پیدا ہو جائے۔ ○ مجبوری کی حالت میں کس قدر مردار کھانے کی اجازت ہے؟ اس کی حد یہ ہے کہ جس سے جسم اور روح میں رشتہ قائم رہ سکے۔ اس مجبوری سے ناجائز

فائدہ اٹھاتے ہوئے بسیار خوری اور لطف اندوزی سے اجتناب کرنا چاہیے۔ اس سلسلے میں امام بخاری رحمہ اللہ نے کسی حدیث کا حوالہ نہیں دیا بلکہ چند آیات پیش کرنے پر اکتفا کیا ہے کیونکہ جو احادیث نص قطعی کی حیثیت رکھتی ہیں وہ امام بخاری رحمہ اللہ کی شرط کے مطابق نہ تھیں۔ ہم اس سلسلے میں دو حدیثیں پیش کرتے ہیں جن سے اضطراری حالت کی حد بندی کی گئی ہے: ○ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے مقام حرہ پر پڑاؤ کیا۔ اس کے ساتھ اس کے بیوی بچے بھی تھے۔ ایک آدمی نے اس سے کہا: میری اونٹنی گم ہوگئی ہے اگر تمھیں ملے تو اسے پکڑ لینا، چنانچہ وہ اسے مل گئی لیکن اس کا مالک نہ آیا، پھر وہ اونٹنی بیمار ہوگئی تو اس شخص کی بیوی نے کہا: اسے ذبح کر لو مگر وہ نہ مانا، بالآخر وہ مر گئی تو عورت نے کہا: اس کا چمڑا اتار لو تاکہ اس کی چربی اور گوشت خشک کر لیں اور کھائیں۔ اس نے کہا: میں اس کے متعلق رسول اللہ ﷺ سے پوچھ لوں، چنانچہ وہ شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ سے عرض کی تو آپ نے فرمایا: ''کیا تمھارے پاس کچھ ہے جو تمھیں اس سے بے نیاز کر دے؟'' اس نے کہا: نہیں، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''پھر تم اسے کھا سکتے ہو۔''[1] اس کا مطلب یہ ہے کہ جب آدمی بہت زیادہ لاچار ہو جائے اور کھانے کے لیے کچھ نہ پائے تو اس کے لیے مردار کھانا جائز ہے۔ ○ حضرت فجیع عامری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی: کیا ہمارے لیے مردار حلال نہیں ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: تمھارا طعام کیا ہے؟ میں نے کہا: ایک دودھ کا پیالہ صبح اور ایک پیالہ رات کو، نیز کہا: میرے باپ کی قسم! یہ تو سخت بھوک ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کے لیے اس حالت میں مردار کو حلال کر دیا۔[2] یہ روایت سند کے اعتبار سے کمزور ہے لیکن دیگر احادیث سے پتا چلتا ہے کہ اگر عرصۂ دراز سے یہی حالت ہے تو یہ کیفیت ہلاکت یا شدید بیماری کا سبب بن سکتی ہے۔ اس اضطراری حالت میں انسان کے لیے حرام، حلال ہو جاتا ہے۔ واللّٰہ المستعان.

[1] سنن أبي داود، الأطعمة، حديث: 3816. [2] سنن أبي داود، الأطعمة، حديث: 3817.

اضاحی کا معنی و مفہوم اور قربانی کی مشروعیت

لفظ أضاحي، أضحية کی جمع ہے۔ اس سے مراد قربانی ہے۔ أضحية ہمزہ کی زیر اور پیش دونوں طرح پڑھا جاتا ہے۔ عربی زبان میں اس کی دو مزید لغتیں ہیں: ایک ضحية. اس کی جمع ضحايا اور دوسری أضحاة اس کی جمع أضحی ہے۔ اُردو زبان میں لفظ قربانی، قربان سے مشتق ہے۔ لغوی اعتبار سے قربانی سے مراد ہر وہ چیز ہے جس سے اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کیا جائے، خواہ وہ ذبیحہ ہو یا اس کے علاوہ کوئی دوسری چیز، لیکن اس مقام پر وہ جانور مراد ہے جو ماہ ذوالحجہ کی دسویں تاریخ یا ایام تشریق میں عید کی مناسبت سے اللہ تعالیٰ کے تقرب کے لیے ذبح کیا جاتا ہے۔ یہ عمل ہر امت میں مشروع رہا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''اور ہر امت کے لیے ہم نے قربانی کے طریقے مقرر کیے ہیں تاکہ وہ ان مویشی قسم کے جانوروں پر اللہ کا نام لیں جو اللہ تعالیٰ نے انھیں دے رکھے ہیں۔''[1]

امت مسلمہ یہ عمل اپنے جد اعلیٰ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قربانی اور ان کے لخت جگر کی جاں نثاری کو تازہ رکھنے کے لیے کرتی ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے نور چشم حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کرنے کے لیے ان کے گلے پر چھری رکھ دی تو اللہ تعالیٰ نے ایک مینڈھا بھیج دیا اور چھری اس پر چل گئی۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس قربانی کا پس منظر اور منظر بڑے خوبصورت انداز میں بیان کیا ہے: ''اے میرے پروردگار! مجھے ایک صالح بیٹا عطا فرما، تو ہم نے اسے ایک بہت بردبار بیٹے کی بشارت دی، پھر جب وہ (بیٹا) ان کے ساتھ دوڑ دھوپ کرنے کی عمر کو پہنچ گیا تو ایک دن ابراہیم نے کہا: بیٹے! میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں تمھیں ذبح کر رہا ہوں، اب بتاؤ تمھاری کیا رائے ہے؟ بیٹے نے جواب دیا: ابا جان! وہی کچھ کیجیے جو آپ کو حکم ہوا ہے۔ آپ ان شاء اللہ مجھے صبر کرنے والا ہی پائیں گے۔ پھر جب دونوں نے سر تسلیم خم کر دیا اور ابراہیم نے بیٹے کو کروٹ کے بل لٹا دیا تو ہم نے اسے آواز دی: اے ابراہیم! تم نے اپنا خواب سچا کر دکھایا، ہم نیکی کرنے والوں کو ایسے ہی صلہ دیا کرتے ہیں، بلاشبہ یہ ایک صریح آزمائش تھی اور ہم نے ایک قربانی بطور فدیہ دے کر اسے چھڑا لیا اور پچھلے لوگوں میں اس کی یادگار چھوڑ دی، ابراہیم پر سلام ہو۔''[2]

ہم مسلمان دس ذوالحجہ کو قربانیاں دے کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس یادگار کو تازہ کرتے ہیں۔ ہمارے لیے اس عمل کی مشروعیت قرآن سے ثابت ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''اپنے رب کے لیے نماز پڑھیے اور قربانی کیجیے۔''[3] نیز

---

1 الحج 22:34. 2 الصّٰفّٰت 37:100-109. 3 الکوثر 108:2.

فرمایا: ''قربانی کے اونٹ ہم نے تمھارے لیے اللہ کی نشانیوں میں سے بنائے ہیں۔ ان میں تمھارے لیے بڑا نفع ہے۔''[1] رسول اللہ ﷺ کے قول و عمل سے اس کی تصدیق ہوتی ہے۔ مسلمان ابتدا ہی سے اس پر کار بند ہیں۔ اس عظیم مقصد کے لیے اونٹ، گائے، بکری اور بھیڑ نر و مادہ کو ذبح کیا جاتا ہے۔ ان کے علاوہ کوئی دوسرا جانور اس میں کار آمد نہیں ہوتا۔ قربانی کرنے میں مالی اور جانی ایثار کے ساتھ ساتھ محتاجوں اور غریبوں کی ہمدردی اور غم گساری بھی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''پھر جب ان اونٹوں کے پہلو زمین سے لگ جائیں تو انھیں خود بھی کھاؤ اور سوال نہ کرنے والوں، نیز سوال کرنے والوں دونوں کو کھلاؤ اس طرح ہم نے ان چوپایوں کو تمھارے ماتحت کر رکھا ہے تاکہ تم شکر گزاری کرو۔''[2] حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ قربانی کا نام (اضحیہ) اس وقت کے نام سے ماخوذ ہے جس میں اسے ذبح کیا جاتا ہے، یعنی چاشت کے وقت ذبح کی جاتی ہے۔[3]

امام بخاری رحمہ اللہ نے قربانی کے احکام و مسائل اور آداب و شرائط سے ہمیں آگاہ کرنے کے لیے یہ عنوان قائم کیا ہے اور اس میں چوالیس (44) مرفوع احادیث پیش کی ہیں، جن میں پندرہ (15) معلق اور انتیس (23) متصل سند سے ذکر کی ہیں، پھر ان سے انتالیس (39) مکرر اور پانچ (5) خالص ہیں۔ ایک حدیث کے علاوہ دیگر احادیث کو امام مسلم رحمہ اللہ نے بھی بیان کیا ہے۔ مرفوع احادیث کے علاوہ مختلف صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظام رحمہم اللہ کے سات (7) آثار بھی ذکر کیے ہیں۔ پھر ان احادیث و آثار پر چھوٹے چھوٹے سولہ (16) عنوان قائم کیے ہیں۔ چیدہ چیدہ عنوان حسب ذیل ہیں: ○ قربانی کرنا سنت ہے۔ ○ امام قربانی کے جانور خود تقسیم کرے۔ ○ مسافروں اور عورتوں کی طرف سے قربانی کرنا۔ ○ عیدگاہ میں قربانی کرنے کا حکم۔ ○ قربانی اپنے ہاتھ سے کرنی چاہیے۔ ○ جس نے دوسرے دن قربانی کی۔ ○ قربانی، نماز عید کے بعد کرنی چاہیے۔ ○ قربانی سے کتنا گوشت خود کھایا جائے۔ ہم نے جابجا تشریحی نوٹ بھی لکھے ہیں تاکہ ان احادیث کا علی وجہ البصیرت مطالعہ کیا جائے۔ قارئین کرام سے گزارش ہے کہ وہ ہماری معروضات کو سامنے رکھتے ہوئے ان کا مطالعہ کریں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے علم و عمل میں برکت عطا فرمائے اور ہمیں قیامت کے دن رسول اللہ ﷺ کی سفارش اور آپ کا ساتھ نصیب کرے۔ آمین یا رب العالمین.

[1] الحج 22:36. [2] الحج 22:36. [3] فتح الباري: 5/10.

بِسۡمِ اللهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

73 - كِتَابُ الْأَضَاحِيِّ

قربانیوں سے متعلق احکام ومسائل

(١) بَابُ سُنَّةِ الْأُضْحِيَةِ

باب:1-قربانی کرنا سنت ہے

وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ: هِيَ سُنَّةٌ وَمَعْرُوفٌ.

حضرت ابن عمر ؓ نے کہا: قربانی سنت اور امر مشہور ہے۔

وضاحت: حضرت ابن عمر ؓ سے ایک شخص نے قربانی کے متعلق سوال کیا کہ آیا یہ واجب ہے؟ تو انھوں نے جواب میں صرف ان الفاظ پر اکتفا کیا: ''رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں نے قربانی کی ہے۔''[1] اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد امام ترمذی ؒ فرماتے ہیں کہ اہل علم کے نزدیک اسی پر عمل ہے۔ ان کے نزدیک قربانی واجب نہیں بلکہ رسول اللہ ﷺ کی سنتوں میں سے ایک سنت ہے، لہٰذا اس کے مطابق عمل کرنا مستحب ہے۔ حضرت ابن عمر ؓ نے جواب میں ''ہاں'' نہیں کہا بلکہ رسول اللہ ﷺ کے عمل کا حوالہ دیا ہے، صرف آپ کا عمل وجوب کی دلیل نہیں ہے۔ اہل اسلام کا حوالہ اس لیے دیا ہے تاکہ اسے رسول اللہ ﷺ کی خصوصیت خیال نہ کر لیا جائے۔ بہرحال قربانی اگرچہ فرض نہیں، تاہم استطاعت کے ہوتے اس سنت مؤکدہ سے گریز کرنا کسی طرح بھی صحیح نہیں۔ واللہ أعلم.

٥٥٤٥ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ زُبَيْدٍ الْإِيَامِيِّ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنِ الْبَرَاءِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «إِنَّ أَوَّلَ مَا نَبْدَأُ بِهِ فِي يَوْمِنَا هٰذَا أَنْ نُصَلِّيَ، ثُمَّ نَرْجِعَ فَنَنْحَرَ، مَنْ فَعَلَهُ فَقَدْ أَصَابَ

[5545] حضرت براء ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''پہلا کام جس سے ہم عیدالاضحیٰ کے دن کی ابتدا کریں گے وہ نماز ہے، پھر واپس آ کر قربانی کریں گے۔ جس نے ایسا کیا اس نے ہمارے طریقے کے مطابق عمل کیا لیکن جو شخص اس سے پہلے قربانی کرے گا اس

---

[1] جامع الترمذي، الأضاحي، حديث: 1506.

سُنَّتَنَا، وَمَنْ ذَبَحَ قَبْلُ فَإِنَّمَا هُوَ لَحْمٌ قَدَّمَهُ لِأَهْلِهِ، لَيْسَ مِنَ النُّسُكِ فِي شَيْءٍ». فَقَامَ أَبُو بُرْدَةَ بْنُ نِيَارٍ وَقَدْ ذَبَحَ فَقَالَ: إِنَّ عِنْدِي جَذَعَةً، فَقَالَ: «اذْبَحْهَا وَلَنْ تَجْزِيَ عَنْ أَحَدٍ بَعْدَكَ».

کی حیثیت صرف گوشت کی ہے جو اس نے اپنے اہل خانہ کے لیے پہلے تیار کرلیا ہے۔ یہ کسی صورت میں قربانی نہیں ہوگی۔" یہ سن کر حضرت ابو بردہ بن نیار رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے، انھوں نے نماز عید سے پہلے قربانی ذبح کرلی تھی، کہنے لگے: اب تو میرے پاس بکری کا ایک بچہ ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "وہی ذبح کردو لیکن تمھارے بعد کسی اور کے لیے یہ کافی نہیں ہوگا۔"

قَالَ مُطَرِّفٌ عَنْ عَامِرٍ، عَنِ الْبَرَاءِ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «مَنْ ذَبَحَ بَعْدَ الصَّلَاةِ تَمَّ نُسُكُهُ وَأَصَابَ سُنَّةَ الْمُسْلِمِينَ». [راجع: ٩٥١]

ایک دوسری روایت میں ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: "جس نے نماز کے بعد قربانی کی، اس کی قربانی پوری ہوگئی اور اس نے مسلمانوں کے طریقے کو بھی پالیا۔"

فوائد ومسائل: ① قربانی کی مشروعیت میں کسی کو اختلاف نہیں ہے لیکن اسے واجب قرار دینا محل نظر ہے۔ ② اس حدیث میں سنت سے مراد اصطلاحی سنت نہیں جو واجب کے مقابلے میں ہوتی ہے بلکہ یہ طریقہ کے معنی میں ہے جو سنت اور واجب دونوں کو شامل ہے۔ جب وجوب کی کوئی دلیل نہیں تو معلوم ہوا کہ سنت سے مراد سنت فقہی ہے۔ بعض حضرات نے اس لفظ سے وجوب پر استدلال کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ کو ذبح کرنے کا حکم دیا تھا، لیکن یہ حکم وجوب کے لیے نہیں بلکہ مشروع قربانی کی شرط بیان کرنے کے لیے ہے کہ اسے نماز کے بعد ذبح کرو جیسا کہ اگر کوئی شخص سورج طلوع ہونے سے پہلے چاشت کی نماز پڑھ لے تو اسے کہا جائے گا کہ جب سورج طلوع ہو تو اپنی نماز کو دوبارہ ادا کرو۔[1] واللہ أعلم.

٥٥٤٦ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «مَنْ ذَبَحَ قَبْلَ الصَّلَاةِ فَإِنَّمَا ذَبَحَ لِنَفْسِهِ، وَمَنْ ذَبَحَ بَعْدَ الصَّلَاةِ فَقَدْ تَمَّ نُسُكُهُ وَأَصَابَ سُنَّةَ الْمُسْلِمِينَ». [راجع: ٩٥٤]

[5546] حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: "جس نے نماز عید سے پہلے قربانی ذبح کرلی، اس نے صرف اپنی ذات کے لیے اسے ذبح کیا۔ اور جس نے نماز عید کے بعد قربانی کی، اس کی قربانی پوری ہوگئی اور اس نے مسلمانوں کی سنت کے مطابق عمل کیا۔"

فائدہ: کتاب وسنت کے دلائل سے قربانی کا سنت ہونا ہی ثابت ہے بلکہ قربانی کرنا سنت مؤکدہ ہے لیکن حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے متعلق روایات میں آیا ہے کہ یہ حضرات واجب کہنے والوں کے قول سے کراہت کرتے ہوئے قربانی نہیں

[1] فتح الباري: 6/10.

کرتے تھے۔[1]

(٢) بَابُ قِسْمَةِ الْإِمَامِ الْأَضَاحِيَّ بَيْنَ النَّاسِ

باب:2- امام کا لوگوں میں قربانیاں تقسیم کرنا

٥٥٤٧ - حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ يَحْيَى، عَنْ بَعْجَةَ الْجُهَنِيِّ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ الْجُهَنِيِّ قَالَ: قَسَمَ النَّبِيُّ ﷺ بَيْنَ أَصْحَابِهِ ضَحَايَا فَصَارَتْ لِعُقْبَةَ جَذَعَةٌ، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، صَارَتْ لِي جَذَعَةٌ، قَالَ: «ضَحِّ بِهَا». [راجع: ٢٣٠٠]

[5547] حضرت عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: نبی ﷺ نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں قربانیاں تقسیم کیں تو ایک یکسالہ حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ کے حصے میں آیا۔ میں نے عرض کی: اللہ کے رسول! میرے حصے میں تو یکسالہ آیا ہے؟ آپ نے فرمایا: ''تم اسی کی قربانی کرلو۔''

فوائد ومسائل: ① رسول اللہ ﷺ کا اپنے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں قربانیاں تقسیم کرنا، اس کے مؤکد ہونے کی دلیل ہے۔ ② شارح صحیح بخاری ابن منیر نے کہا ہے کہ قربانیوں کی تقسیم سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ حصے داروں کا آپس میں گوشت تقسیم کرنا جائز ہے اور یہ خرید وفروخت کی قسم نہیں جیسا کہ مالکی حضرات کا خیال ہے۔ ممکن ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس عنوان اور پیش کردہ حدیث سے یہی ارادہ کیا ہو۔[2] ابن بطال نے کہا ہے کہ بڑے عالم دین کے لیے یہی مناسب ہے کہ جب وہ عوام سے یہ اندیشہ محسوس کرے کہ وہ سنت کو فرض سمجھنے لگیں گے تو وہ سنت کو ترک کردے تاکہ لوگوں پر ان کے دینی معاملات خلط ملط نہ ہوجائیں اور وہ فرض ونفل میں فرق کرسکیں۔[3]

(٣) بَابُ الْأُضْحِيَّةِ لِلْمُسَافِرِ وَالنِّسَاءِ

باب:3- مسافروں اور عورتوں کی طرف سے قربانی کرنا

٥٥٤٨ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ دَخَلَ عَلَيْهَا، وَحَاضَتْ بِسَرِفَ قَبْلَ أَنْ تَدْخُلَ مَكَّةَ، وَهِيَ تَبْكِي، فَقَالَ: «مَا لَكِ؟ أَنَفِسْتِ؟» قَالَتْ: نَعَمْ، قَالَ: «إِنَّ هٰذَا أَمْرٌ كَتَبَهُ اللهُ عَلَى بَنَاتِ

[5548] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ ان کے پاس تشریف لائے جبکہ وہ مکہ مکرمہ میں داخل ہونے سے پہلے مقام سرف پر حائضہ ہوچکی تھیں اور وہ رو رہی تھیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیا بات ہے؟ کیا تمھیں حیض آ گیا ہے؟'' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: جی ہاں۔ آپ نے فرمایا: ''یہ وہ چیز ہے جو اللہ تعالیٰ نے آدم کی بیٹیوں کے

---

1 السنن الكبرى للبيهقي: 265/9. 2 فتح الباري: 7/10. 3 عمدة القاري: 549/14.

آدَمَ، فَاقْضِي مَا يَقْضِي الْحَاجُّ، غَيْرَ أَنْ لَا تَطُوفِي بِالْبَيْتِ»، فَلَمَّا كُنَّا بِمِنًى، أُتِيتُ بِلَحْمِ بَقَرٍ، فَقُلْتُ: مَا هٰذَا؟ قَالُوا: ضَحَّى رَسُولُ اللهِ ﷺ عَنْ أَزْوَاجِهِ بِالْبَقَرِ. [راجع: ٢٩٤]

مقدر میں لکھ دی ہے۔تم حاجیوں کی طرح تمام اعمال حج ادا کرو مگر بیت اللہ کا طواف نہ کرو۔'' جب ہم منیٰ میں تھے تو میرے پاس گائے کا گوشت لایا گیا۔ میں نے کہا: یہ کیا ہے؟ لوگوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیویوں کی طرف سے گائے کی قربانی کی ہے۔

فوائد ومسائل: ① اہل کوفہ کا موقف ہے کہ مقیم آزاد آدمی ہی اپنی طرف سے قربانی کرسکتا ہے، مسافر خود یا اس کی طرف سے قربانی نہیں ہوسکتی۔ اسی طرح بعض حضرات کے خیال کے مطابق عورتوں پر قربانی نہیں ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے ان تمام حضرات کی تردید کرتے ہوئے یہ ثابت کیا ہے کہ مسافر خود بھی قربانی کرسکتا ہے اور اس کی طرف سے بھی قربانی ہوسکتی ہے، اسی طرح عورت بھی قربانی کرسکتی ہے اور اس کی طرف سے قربانی کرنا بھی جائز ہے، چنانچہ اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ مسافر تھے اور آپ نے قربانی کی اور ایک گائے ازواج مطہرات کی طرف سے بطور قربانی ذبح کی۔ ② امام نووی رحمہ اللہ نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ازواج مطہرات کی طرف سے قربانی ان کی اجازت سے دی تھی[1] لیکن یہ بات درست معلوم نہیں ہوتی۔ اگر ان سے اجازت لی ہوتی تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا گوشت کے متعلق نہ پوچھتیں کہ یہ کیا ہے اور کہاں سے آیا ہے؟ واللہ أعلم.

(٤) بَابُ مَا يُشْتَهَى مِنَ اللَّحْمِ يَوْمَ النَّحْرِ

باب:4-قربانی کے دن گوشت کی خواہش کرنا

٥٥٤٩ - حَدَّثَنَا صَدَقَةُ: أَخْبَرَنَا ابْنُ عُلَيَّةَ عَنْ أَيُّوبَ، عَنِ ابْنِ سِيرِينَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ يَوْمَ النَّحْرِ: «مَنْ كَانَ ذَبَحَ قَبْلَ الصَّلَاةِ فَلْيُعِدْ»، فَقَامَ رَجُلٌ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّ هٰذَا يَوْمٌ يُشْتَهَى فِيهِ اللَّحْمُ - وَذَكَرَ جِيرَانَهُ - وَعِنْدِي جَذَعَةٌ خَيْرٌ مِنْ شَاتَيْ لَحْمٍ، فَرَخَّصَ لَهُ فِي ذٰلِكَ، فَلَا أَدْرِي أَبَلَغَتِ الرُّخْصَةُ مَنْ سِوَاهُ أَمْ لَا، ثُمَّ انْكَفَأَ النَّبِيُّ ﷺ إِلَى كَبْشَيْنِ فَذَبَحَهُمَا، وَقَامَ النَّاسُ إِلَى غُنَيْمَةٍ فَتَوَزَّعُوهَا، أَوْ قَالَ: فَتَجَزَّعُوهَا. [راجع: ٩٥٤]

[5549] حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: نبی ﷺ نے فرمایا: ''جس نے نماز عید سے پہلے قربانی ذبح کی وہ دوبارہ قربانی کرے۔'' یہ سن کر ایک آدمی کھڑا ہوا اور عرض کرنے لگا: اللہ کے رسول! اس دن گوشت کی خواہش کی جاتی ہے، اور اس نے اپنے ہمسایوں کی غربت کا ذکر کیا، اب تو میرے پاس یکسالہ ہے جو گوشت کی دو بکریوں سے بہتر ہے۔ آپ ﷺ نے اس کو رخصت دی کہ وہی ذبح کر دے۔ مجھے معلوم نہیں کہ یہ اجازت دوسروں کو بھی ہے یا نہیں؟ اس کے بعد نبی ﷺ دو مینڈھوں کی طرف مائل ہوئے اور انھیں ذبح کیا اور لوگ بھی بکریوں کی طرف

① شرح مسلم للنووى: 206/8، تحت رقم الحديث: 2918 (1211).

متوجہ ہوئے اور انھیں تقسیم کر کے ذبح کیا۔

فوائد ومسائل: ① عید کے دن گوشت کی خواہش رکھنا خلوص اور للّٰہیت کے منافی نہیں، لیکن اس خواہش اور چاہت کو پورا کرنے کے لیے شریعت کی خلاف ورزی نہ کی جائے۔ اپنے پڑوسیوں کی غربت و محتاجی کا خیال رکھنا بہت زیادہ ضروری ہے لیکن شریعت کے اندر رہتے ہوئے ان سے غم گساری کی جائے۔ ② حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے معلوم نہیں، یہ رخصت دوسروں کو بھی ہے یا نہیں جبکہ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث میں وضاحت ہے کہ ایک سالہ بکری کے بچے کی قربانی حضرت ابوبردہ بن نیار رضی اللہ عنہ کے لیے تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کے متعلق فرمایا تھا: ”تیرے بعد ایسا کرنا کسی کے لیے جائز نہیں ہوگا۔“[1] شاید حضرت انس رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کا مذکورہ ارشاد نہ سن سکے ہوں۔[2]

(٥) بَابُ مَنْ قَالَ: الْأَضْحَى يَوْمُ النَّحْرِ

باب :5- جس نے کہا کہ قربانی صرف دسویں تاریخ کو ہے

وضاحت: حمید بن عبدالرحمٰن، محمد بن سیرین اور داود ظاہری کا موقف ہے کہ قربانی صرف دسویں تاریخ کو کرنی چاہیے جبکہ دیگر اہل علم کہتے ہیں کہ دسویں کے علاوہ تین دن تک قربانی کی جاسکتی ہے۔[3]

٥٥٥٠ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ: حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ مُحَمَّدٍ، عَنِ ابْنِ أَبِي بَكْرَةَ، عَنْ أَبِي بَكْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ «إِنَّ الزَّمَانَ قَدِ اسْتَدَارَ كَهَيْئَتِهِ يَوْمَ خَلَقَ اللهُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ، السَّنَةُ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ، ثَلَاثٌ مُتَوَالِيَاتٌ: ذُو الْقَعْدَةِ، وَذُو الْحِجَّةِ وَالْمُحَرَّمُ، وَرَجَبُ مُضَرَ الَّذِي بَيْنَ جُمَادَى وَشَعْبَانَ، أَيُّ شَهْرٍ هٰذَا؟» قُلْنَا: اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ، فَسَكَتَ حَتَّى ظَنَنَّا أَنَّهُ سَيُسَمِّيهِ بِغَيْرِ اسْمِهِ، قَالَ: «أَلَيْسَ ذَا الْحِجَّةِ؟» قُلْنَا: بَلَى، قَالَ: «أَيُّ بَلَدٍ هٰذَا؟» قُلْنَا: اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ، فَسَكَتَ حَتَّى ظَنَنَّا أَنَّهُ

[5550] حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ”زمانہ گھوم پھر کر اسی حالت پر آ گیا ہے جس حالت پر اس دن تھا جب اللہ تعالیٰ نے آسمان و زمین کو پیدا کیا تھا۔ سال بارہ مہینوں کا ہوتا ہے۔ ان میں سے چار مہینے حرمت کے ہیں: تین مسلسل، یعنی ذوالقعدہ، ذوالحجہ اور محرم اور چوتھا مہینہ رجب مضر جو جمادی الاخری اور شعبان کے درمیان ہے۔“ (پھر آپ نے فرمایا:) ”یہ کون سا مہینہ ہے؟“ ہم نے کہا: اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں۔ آپ خاموش ہو گئے۔ ہم سمجھے کہ آپ اس کا کوئی اور نام رکھیں گے لیکن آپ نے فرمایا: ”کیا یہ ذوالحجہ نہیں؟“ ہم نے کہا: ذوالحجہ ہی ہے، پھر آپ نے فرمایا: ”یہ کون سا شہر ہے؟“ ہم نے عرض کی: اللہ اور اس

① صحيح البخاري، الأضاحي، حديث: 5556. ② فتح الباري: 10/10. ③ فتح الباري: 11/10.

سَيُسَمِّيهِ بِغَيْرِ اسْمِهِ، قَالَ: «أَلَيْسَ الْبَلْدَةَ؟» قُلْنَا: بَلَى، قَالَ: «فَأَيُّ يَوْمٍ هٰذَا؟» قُلْنَا: اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ، فَسَكَتَ حَتَّى ظَنَنَّا أَنَّهُ سَيُسَمِّيهِ بِغَيْرِ اسْمِهِ، قَالَ: «أَلَيْسَ يَوْمَ النَّحْرِ؟» قُلْنَا: بَلَى، قَالَ: «فَإِنَّ دِمَاءَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ - قَالَ مُحَمَّدٌ: وَأَحْسِبُهُ قَالَ - وَأَعْرَاضَكُمْ عَلَيْكُمْ حَرَامٌ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هٰذَا، فِي بَلَدِكُمْ هٰذَا، فِي شَهْرِكُمْ هٰذَا، وَسَتَلْقَوْنَ رَبَّكُمْ فَيَسْأَلُكُمْ عَنْ أَعْمَالِكُمْ، أَلَا فَلَا تَرْجِعُوا بَعْدِي ضُلَّالًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ، أَلَا لِيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ، فَلَعَلَّ بَعْضَ مَنْ يَبْلُغُهُ أَنْ يَكُونَ أَوْعَى لَهُ مِنْ بَعْضِ مَنْ سَمِعَهُ». - فَكَانَ مُحَمَّدٌ إِذَا ذَكَرَهُ قَالَ: صَدَقَ النَّبِيُّ ﷺ - ثُمَّ قَالَ: «أَلَا هَلْ بَلَّغْتُ؟ أَلَا هَلْ بَلَّغْتُ؟».

[راجع: ٦٧]

کے رسول کو زیادہ علم ہے۔ پھر آپ خاموش ہو گئے۔ ہم نے خیال کیا کہ شاید آپ اس کا کوئی اور نام رکھیں گے۔ بالآخر آپ نے فرمایا: کیا یہ بلدہ، یعنی مکہ مکرمہ نہیں؟'' ہم نے عرض کیا: کیوں نہیں، پھر آپ نے دریافت فرمایا: ''یہ کون سا دن ہے؟'' ہم نے عرض کی: اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے۔ پھر آپ خاموش ہو گئے۔ ہم نے سوچا شاید آپ اس کا کوئی اور نام تجویز کریں گے، لیکن آپ نے فرمایا: ''کیا یہ قربانی کا دن نہیں؟'' ہم نے عرض کی: کیوں نہیں، پھر آپ نے فرمایا: ''بے شک تمھارے خون، تمھارے مال...... محمد بن سیرین نے کہا کہ میرا خیال ہے (ابن ابوبکرہ نے) یہ بھی کہا......اور تمھاری عزتیں تم پر اسی طرح حرام ہیں جس طرح اس دن کی حرمت تمھارے اس شہر میں اور تمھارے اس مہینے میں ہے۔ تم عنقریب اپنے رب سے ملاقات کرو گے تو وہ تمھارے اعمال کے متعلق تم سے سوال کرے گا۔ خبردار! میرے بعد گمراہ نہ ہو جانا کہ تم میں سے ایک دوسرے کی گردن مارنے لگے۔ خبردار! میرا یہ پیغام حاضر شخص، غائب کو پہنچا دے۔ ممکن ہے جنھیں یہ پیغام پہنچایا جائے وہ سننے والوں سے زیادہ محفوظ رکھنے والے ہوں۔'' ...... محمد بن سیرین جب یہ حدیث بیان کرتے تو کہتے: نبی ﷺ نے سچ فرمایا...... پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ''آگاہ ہو جاؤ! کیا میں نے یہ پیغام پہنچا دیا ہے؟ خبردار! کیا میں نے یہ پیغام پہنچا دیا ہے؟''

فوائد ومسائل: ① عربوں نے تاریخ کو الٹ پلٹ کر کے رکھ دیا تھا۔ ایک مہینے کو پیچھے کر کے دوسرا مہینہ آگے کر دینا ان کے بائیں ہاتھ کا کھیل تھا۔ کبھی کبھی سال تیرہ ماہ کا بھی ہو جاتا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جس سال حج کیا تھا عربوں نے ماہ ذوالحجہ کو ایک مہینہ پیچھے کر دیا تھا، یعنی وہ حج ذوالقعدہ کے مہینے میں ہوا تھا۔ اسے وہ نسیئ کہتے تھے جس کی قرآن کریم نے تردید کی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا کرنا ایسا ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے جو حج کیا وہ ذوالحجہ کے مہینے ہی میں تھا۔ اسی بات کی وضاحت رسول اللہ ﷺ نے

حدیث کے آغاز میں کی ہے۔ ② جو حضرات دسویں ذوالحجہ کو قربانی کا دن قرار دیتے ہیں ان کا استدلال یہ ہے کہ حدیث میں یوم کی اضافت النحر کی طرف ہے جو اختصاص کے لیے ہے، یعنی نحر اسی دن میں منحصر ہے لیکن دوسری نصوص کو نظر انداز کر کے صرف عقلی بنیاد پر مسئلہ بنا لینا دانشمندی نہیں جبکہ قرآن کریم میں ہے: ''اور قربانی کے ایام معلومات میں مویشی قسم کے چوپایوں پر اللہ کا نام لیں جو اس نے انھیں دیے ہیں۔''[1] اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ ذبح کے لیے متعدد ایام ہیں، چنانچہ حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تمام ایام تشریق قربانی کے دن ہیں۔''[2] ایام تشریق یوم النحر اور اس کے بعد تین دن ہیں، یعنی 10 ذوالحجہ سے لے کر 13 ذوالحجہ کی شام تک قربانی کی جا سکتی ہے۔ واللہ أعلم.

(٦) بَابُ الْأَضْحَى وَالنَّحْرِ بِالْمُصَلَّى

باب: 6- عید گاہ میں قربانی (کو ذبح کرنے) اور نحر کرنے کا بیان

وضاحت: مصلی وہ مقام ہے جہاں عید کی نماز پڑھی جاتی ہے۔ اس عنوان کا مقصد امام کے متعلق سنت کا بیان کرنا ہے کہ وہ عید گاہ میں قربانی کرے تاکہ کوئی آدمی نماز سے پہلے ذبح نہ کرے اور ذبح کا طریقہ سیکھیں، پھر نماز کے بعد قربانی ذبح کریں۔

٥٥٥١ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ الْمُقَدَّمِيُّ: حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ عَنْ نَافِعٍ، قَالَ: كَانَ عَبْدُ اللهِ يَنْحَرُ فِي الْمَنْحَرِ. قَالَ عُبَيْدُ اللهِ: يَعْنِي مَنْحَرَ النَّبِيِّ ﷺ. [راجع: ٩٨٢]

[5551] حضرت نافع سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ذبح خانہ میں قربانی ذبح کرتے تھے۔ (راوئ حدیث) عبیداللہ نے کہا: یعنی نبی ﷺ کے ذبح کرنے کی جگہ میں۔

٥٥٥٢ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ كَثِيرِ بْنِ فَرْقَدٍ، عَنْ نَافِعٍ: أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَخْبَرَهُ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَذْبَحُ وَيَنْحَرُ بِالْمُصَلَّى. [راجع: ٩٨٢]

[5552] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ ذبح اور نحر عیدگاہ میں کیا کرتے تھے۔

فوائد ومسائل: ① امام مالک رحمہ اللہ کا موقف ہے کہ امام کو چاہیے کہ وہ نمایاں طور پر عید گاہ میں اپنی قربانی ذبح کرے تاکہ دوسرے لوگ اس کی اقتدا کریں۔ بعض حضرات نے اس حد تک مبالغہ کیا ہے کہ جو امام قربان گاہ میں ذبح نہیں کرتا وہ امامت یا اقتدا کے قابل نہیں ہے۔ ② بہر حال امام بخاری رحمہ اللہ نے دو طرح سے اس حدیث کو بیان کیا ہے: ایک موقوف اور دوسری مرفوع۔ مرفوع حدیث پہلے بیان کردہ موقوف حدیث کی دلیل ہے۔ ③ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما تتبع سنت کی حیثیت سے اپنی

1 الحج 22:28. 2 مسند أحمد: 82/4.

قربانی وہاں ذبح کرتے تھے جہاں رسول اللہ ﷺ قربانی ذبح کیا کرتے تھے۔ بہرحال مستحب یہی ہے کہ امام بالخصوص عیدگاہ میں قربانی کرے تاکہ دوسرے لوگوں کو ترغیب ہو۔④ عصر حاضر میں قربانی کے لیے مخصوص جگہ پر قربانی کرنا ہی بہتر ہے تاکہ ماحول صاف رہے۔

(٧) بَابُ أُضْحِيَةِ النَّبِيِّ ﷺ بِكَبْشَيْنِ أَقْرَنَيْنِ، وَيُذْكَرُ: سَمِينَيْنِ

باب: 7- نبی ﷺ کا سینگوں والے دو مینڈھوں کی قربانی کرنا، ذکر کیا گیا ہے کہ وہ دونوں فربہ تھے

وَقَالَ يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ: سَمِعْتُ أَبَا أُمَامَةَ بْنَ سَهْلٍ قَالَ: كُنَّا نُسَمِّنُ الْأُضْحِيَةَ بِالْمَدِينَةِ، وَكَانَ الْمُسْلِمُونَ يُسَمِّنُونَ.

یحییٰ بن سعید نے کہا کہ میں نے حضرت ابوامامہ بن سہل ؓ سے سنا، انھوں نے کہا: ہم مدینہ طیبہ میں قربانی کا جانور کھلا پلا کر خوب فربہ کیا کرتے تھے اور دیگر مسلمان بھی قربانی کے جانوروں کو فربہ کیا کرتے تھے۔

وضاحت: کچھ مالکی حضرات قربانی کے موٹا تازہ ہونے کو مکروہ خیال کرتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ اس سے یہودیوں کی مشابہت لازم آتی ہے۔ امام بخاری ؒ نے ان کی تردید کے لیے یہ عنوان پیش کیا ہے کہ قربانی کا جانور دیکھنے کے اعتبار سے خوبصورت اور گوشت کے لحاظ سے موٹا تازہ ہونا چاہیے۔ عنوان میں موٹا تازہ ہونے کی روایت ذکر کی گئی ہے، چنانچہ رسول اللہ ﷺ جب قربانی کرنا چاہتے تو بڑے بڑے موٹے تازے، سینگوں والے، چتکبرے اور خصی مینڈھے خریدتے۔[1] مسلمانوں کا اجتماعی عمل بھی یہی رہا ہے جیسا کہ ابوامامہ ؓ نے فرمایا ہے۔

٥٥٥٣ - حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ صُهَيْبٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُضَحِّي بِكَبْشَيْنِ وَأَنَا أُضَحِّي بِكَبْشَيْنِ. [انظر: ٥٥٥٤، ٥٥٥٨، ٥٥٦٤، ٥٥٦٥، ٧٣٩٩]

[5553] حضرت انس بن مالک ؓ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا کہ نبی ﷺ دو مینڈھوں کی قربانی کیا کرتے تھے اور میں بھی دو مینڈھوں کی قربانی کرتا ہوں۔

٥٥٥٤ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ اِنْكَفَأَ إِلَى كَبْشَيْنِ أَقْرَنَيْنِ أَمْلَحَيْنِ فَذَبَحَهُمَا بِيَدِهِ. [راجع: ٥٥٥٣]

[5554] حضرت انس ؓ ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سینگوں والے، دو چتکبرے مینڈھوں کی طرف متوجہ ہوئے اور انھیں اپنے ہاتھ سے ذبح کیا۔

① سنن ابن ماجه، الأضاحي، حديث: 3122.

وَقَالَ إِسْمَاعِيلُ وَحَاتِمُ بْنُ وَرْدَانَ عَنْ أَيُّوبَ، عَنِ ابْنِ سِيرِينَ، عَنْ أَنَسٍ - تَابَعَهُ وُهَيْبٌ عَنْ أَيُّوبَ.

وہیب نے ایوب سے روایت کرنے میں عبدالوہاب کی متابعت کی ہے۔ اسماعیل اور حاتم بن وردان نے ایوب سے، انھوں نے ابن سیرین سے اور انھوں نے حضرت انس سے اس روایت کو بیان کیا ہے۔

فوائدومسائل: ① حضرت رافع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب قربانی کا ارادہ فرماتے تو دو موٹے تازے صحت مند مینڈھے خرید کر لاتے۔[1] واضح رہے کہ ان روایات میں یہ وضاحت نہیں ہے کہ موٹے جانور دوسرے جانوروں سے افضل ہیں، تاہم اگر اس وجہ سے کہ موٹے تازے جانور میں گوشت زیادہ ہوگا اور اس سے غرباء کا زیادہ فائدہ ہو سکے گا یہ کہہ دیا جائے کہ موٹا جانور افضل ہے تو یقیناً قرین قیاس ہے۔ ② امام ابن قدامہ فرماتے ہیں کہ قربانی کے جانور کا موٹا اور عمدہ ہونا مسنون ہے کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''جو شخص اللہ کی نشانیوں کی تعظیم کرے تو یہ اس کے دل کی پرہیزگاری کی وجہ سے ہے۔''[2] اس کی تعظیم سے مراد اس کا موٹا ہونا اور اس کا احترام کرنا ہے کیونکہ یہ بڑے اجر اور زیادہ ثواب کا باعث ہے۔[3]

٥٥٥٥ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَزِيدَ، عَنْ أَبِي الْخَيْرِ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ [رَضِيَ اللهُ عَنْهُ]: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَعْطَاهُ غَنَمًا يَقْسِمُهَا عَلَى صَحَابَتِهِ ضَحَايَا، فَبَقِيَ عَتُودٌ فَذَكَرَهُ لِلنَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: «ضَحِّ بِهِ أَنْتَ». [راجع: ٢٣٠٠]

[5555] حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے انھیں کچھ بکریاں دیں تاکہ وہ آپ کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں بطور قربانی تقسیم کر دیں۔ انھوں نے تقسیم کیں تو یکسالہ بکری کا ایک بچہ باقی رہ گیا۔ انھوں نے نبی ﷺ سے اس کا تذکرہ کیا تو آپ نے فرمایا: ''اس کو تم ذبح کرلو۔''

فوائدومسائل: ① عتود بکری کے ایک سالہ اس بچے کو کہتے ہیں جو سال بھر کھاپی کر خوب موٹا تازہ ہوگیا ہو۔ اس سے امام بخاری رحمہ اللہ کا عنوان ثابت ہوتا ہے کہ قربانی کا جانور خوب موٹا تازہ ہونا چاہیے، البتہ بکری کے لیے دو دانتا ہونا ضروری ہے۔ ② مذکورہ ایک سالہ بچے کی اجازت صرف سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کے لیے تھی جیسا کہ بیہقی میں ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تیرے بعد یہ رخصت کسی اور کے لیے نہیں ہے۔''[4] ③ علامہ قرطبی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ امام وقت کو چاہیے کہ جو لوگ قربانی کی استطاعت نہیں رکھتے انھیں بیت المال سے قربانیاں خرید کر دے۔[5] آج کل سعودیہ اور کویت کے اہل خیر نے اس سنت کو زندہ کر رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ انھیں اپنے ہاں اجر عظیم دے۔ آمین.

① مجمع الزوائد: 21/4. ② الحج 22:32. ③ المغني: 367/13. ④ السنن الکبرٰی للبیهقي: 270/9، رقم: 19536، وفتح الباري: 16/10. ⑤ عمدة القاري: 557/14.

(٨) بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ لِأَبِي بُرْدَةَ: «ضَحِّ بِالْجَذَعِ مِنَ الْمَعْزِ، وَلَنْ تَجْزِيَ عَنْ أَحَدٍ بَعْدَكَ»

باب:8- نبی ﷺ کا ابوبردہ رضی اللہ عنہ سے فرمانا: ''تم بکری کے یکسالہ بچے کی قربانی کرلو لیکن تمھارے بعد کسی دوسرے کے لیے ایسا کرنا جائز نہیں ہوگا'' کا بیان

٥٥٥٦ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ: حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ: حَدَّثَنَا مُطَرِّفٌ عَنْ عَامِرٍ، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: ضَحَّى خَالٌ لِي - يُقَالُ لَهُ: أَبُو بُرْدَةَ - قَبْلَ الصَّلَاةِ، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «شَاتُكَ شَاةُ لَحْمٍ»، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّ عِنْدِي دَاجِنًا جَذَعَةً مِنَ الْمَعْزِ، قَالَ: «اذْبَحْهَا وَلَا تَصْلُحُ لِغَيْرِكَ»، ثُمَّ قَالَ: «مَنْ ذَبَحَ قَبْلَ الصَّلَاةِ فَإِنَّمَا يَذْبَحُ لِنَفْسِهِ، وَمَنْ ذَبَحَ بَعْدَ الصَّلَاةِ فَقَدْ تَمَّ نُسُكُهُ وَأَصَابَ سُنَّةَ الْمُسْلِمِينَ». [راجع: ٩٥١]

[5556] حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میرے ماموں ابوبردہ بن نیار نے نماز عید سے پہلے قربانی کرلی تو اسے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تمھاری بکری صرف گوشت کی بکری ہے۔'' انھوں نے کہا: اللہ کے رسول! میرے پاس بکری کا یکسالہ گھریلو بچہ ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم اسے ہی ذبح کرلو لیکن تمھارے بعد کسی اور کے لیے جائز نہیں ہوگا۔'' اس کے بعد آپ نے فرمایا: ''جس نے نماز سے پہلے (اپنی قربانی کو) ذبح کیا، اس نے صرف اپنی ذات کے لیے ذبح کیا ہے اور جس نے نماز عید کے بعد قربانی ذبح کی، اس کی قربانی پوری ہوگئی اور اس نے مسلمانوں کے طریقے کو پالیا۔''

تَابَعَهُ عُبَيْدَةُ عَنِ الشَّعْبِيِّ، وَإِبْرَاهِيمَ. وَتَابَعَهُ وَكِيعٌ عَنْ حُرَيْثٍ، عَنِ الشَّعْبِيِّ.

عبیدہ نے شعبی اور ابراہیم سے روایت کرنے میں خالد بن عبداللہ کی متابعت کی ہے۔ اس کی وکیع نے بھی متابعت کی ہے، وہ حریث سے اور وہ شعبی سے بیان کرتے ہیں۔

وَقَالَ عَاصِمٌ وَدَاوُدُ عَنِ الشَّعْبِيِّ: عِنْدِي عَنَاقُ لَبَنٍ.

عاصم اور داود نے شعبی سے یہ الفاظ بیان کیے ہیں: میرے پاس بکری یا بھیڑ کا دودھ پیتا یکسالہ بچہ ہے۔

وَقَالَ زُبَيْدٌ وَفِرَاسٌ عَنِ الشَّعْبِيِّ: عِنْدِي جَذَعَةٌ.

زبید اور فراس نے شعبی سے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: میرے پاس یکسالہ بچہ ہے۔

وَقَالَ أَبُو الْأَحْوَصِ: حَدَّثَنَا مَنْصُورٌ: عَنَاقٌ جَذَعَةٌ.

ابوالاحوص نے کہا کہ ہمیں منصور نے بتایا: میرے پاس یکسالہ جوان بچہ ہے۔

وَقَالَ ابْنُ عَوْنٍ: عَنَاقٌ جَذَعٌ، عَنَاقُ لَبَنٍ.

ابن عون نے یہ الفاظ بیان کیے ہیں: میرے پاس

دودھ پیتا یکسالہ بچہ ہے۔

٥٥٥٧ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ ابْنُ جَعْفَرٍ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي جُحَيْفَةَ، عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ: ذَبَحَ أَبُو بُرْدَةَ قَبْلَ الصَّلَاةِ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ: «أَبْدِلْهَا»، قَالَ: لَيْسَ عِنْدِي إِلَّا جَذَعَةٌ، قَالَ شُعْبَةُ: وَأَحْسِبُهُ قَالَ: هِيَ خَيْرٌ مِنْ مُسِنَّةٍ. قَالَ: «اجْعَلْهَا مَكَانَهَا وَلَنْ تَجْزِيَ عَنْ أَحَدٍ بَعْدَكَ». [راجع: ٩٥١]

[5557] حضرت براء بن عازب ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ ابو بردہ ؓ نے نماز عید سے پہلے قربانی کرلی تو نبی ﷺ نے انھیں فرمایا: ’’اس کے بدلے میں کوئی دوسری قربانی ذبح کرو۔‘‘ انھوں نے عرض کی: میرے پاس صرف ایک یکسالہ بچہ ہے، میرے خیال کے مطابق وہ دو دانتے جانور سے بہتر ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ’’پھر اس کی جگہ اسی کو ذبح کردو لیکن تمھارے بعد کسی دوسرے کے لیے جائز نہیں ہوگا۔‘‘

وَقَالَ حَاتِمُ بْنُ وَرْدَانَ عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ وَقَالَ: عَنَاقٌ جَذَعَةٌ.

حاتم بن وردان نے محمد بن سیرین سے، انھوں نے حضرت انس ؓ سے اور انھوں نے نبی ﷺ سے بیان کیا۔ اس میں یہ الفاظ ہیں کہ میرے پاس ایک یکسالہ جوان بچہ ہے۔

فوائد ومسائل: ① صحابۂ کرام ؓ میں دو حضرات ہیں جنھیں خاص حالات کے پیش نظر ایک سالہ بکری کے بچے کو بطور قربانی ذبح کرنے کی اجازت دی گئی۔ ایک حضرت ابو بردہ بن نیار ؓ ہیں۔ یہ حضرت براء بن عازب ؓ کے ماموں ہیں۔ اور دوسرے حضرت عقبہ بن عامر ؓ ہیں جنھیں قربانی کے جانور تقسیم کرنے پر مقرر کیا گیا تھا۔ انھیں خلوص نیت اور جذبۂ اتباع کے پیش نظر خصوصی اجازت دی گئی لیکن ساتھ وضاحت کردی گئی کہ دوسرے لوگوں کو اس کی اجازت نہیں ہے۔ اگرچہ دوسرے بعض حضرات کے متعلق بھی اس طرح کی صراحت ہے لیکن وہ روایات محل نظر ہیں۔ ② بہرحال علمائے امت کا اس امر پر اتفاق ہے کہ بکری کا بچہ خواہ کتنا ہی موٹا تازہ ہو بطور قربانی ذبح نہیں کیا جاسکتا، اس کے لیے دو دانتا ہونا ضروری ہے۔ واللہ أعلم.[1]

(٩) بَابُ مَنْ ذَبَحَ الْأَضَاحِيَّ بِيَدِهِ

باب:9- جس نے قربانیاں اپنے ہاتھ سے ذبح کیں

٥٥٥٨ - حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ: حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ أَنَسٍ قَالَ: ضَحَّى النَّبِيُّ ﷺ بِكَبْشَيْنِ أَمْلَحَيْنِ، فَرَأَيْتُهُ وَاضِعًا

[5558] حضرت انس ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے دو سیاہ سفید مینڈھوں کی قربانی دی۔ میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ نے اپنا پاؤں جانور کے پہلو پر رکھا

1 فتح الباري: 10/20.

قَدَمَهُ عَلَى صِفَاحِهِمَا يُسَمِّي وَيُكَبِّرُ فَذَبَحَهُمَا بِيَدِهِ. [راجع: ٥٥٥٣]

اور بسم اللہ اللہ اکبر پڑھ کر ان دونوں کو اپنے دست مبارک سے ذبح کیا۔

فوائد ومسائل: ① بہتر ہے کہ قربانی کا جانور اپنے ہاتھ سے ذبح کیا جائے لیکن قربانی کے لیے یہ شرط نہیں ہے۔ اگر کوئی ذبح کرنے سے ناواقف ہے تو وہ کسی دوسرے کو، ذبح کے لیے اپنا وکیل مقرر کر سکتا ہے۔ ② ذبح کرنے کا بہتر طریقہ یہ ہے کہ جانور کو بائیں پہلو پر لٹایا جائے، پھر ذبح کرنے والا اپنا دایاں پاؤں اس کی دائیں جانب رکھے تا کہ اسے دائیں ہاتھ سے چھری اور بائیں ہاتھ سے گردن پکڑنا آسان ہو۔ مسلمانوں کا اس پر عمل ہے۔ اگر کسی نے جہالت کی وجہ سے جانور کو دائیں کروٹ پر لٹایا تو اس کا ذبح اور جانور کا کھانا درست ہے۔ واللہ أعلم.

(١٠) بَابُ مَنْ ذَبَحَ ضَحِيَّةَ غَيْرِهِ

باب: 10- جس نے کسی دوسرے کی قربانی ذبح کی

وَأَعَانَ رَجُلٌ ابْنَ عُمَرَ فِي بَدَنَتِهِ، وَأَمَرَ أَبُو مُوسَى بَنَاتِهِ أَنْ يُضَحِّينَ بِأَيْدِيهِنَّ.

ایک آدمی نے اونٹ ذبح کرنے میں سیدنا عبداللہ بن عمر ؓ کا تعاون کیا۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری ؓ نے اپنی بیٹیوں سے کہا کہ وہ اپنی قربانی اپنے ہاتھ سے ذبح کریں۔

وضاحت: یہ عنوان پہلے عنوان کے برعکس ہے۔ بہرحال ذبح کے لیے یہ شرط نہیں ہے کہ آدمی خود ہی اس کام کو سرانجام دے، کسی دوسرے سے تعاون لیا جا سکتا ہے۔ عورت اگر اچھی طرح ذبح کر سکتی ہو تو اس کے ذبح کرنے میں کوئی حرج نہیں لیکن وہ اس سلسلے میں کسی دوسرے کو متعین کر سکتی ہے، بہرحال ذبح کے وقت تعاون لینے میں کوئی حرج نہیں۔ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی قربانی کو زمین پر لٹایا تو اپنے پاس کھڑے ایک انصاری سے کہا: ''قربانی کے سلسلے میں میرا تعاون کریں'' تو اس نے آپ کا ہاتھ بٹایا۔[1]

٥٥٥٩ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: دَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللهِ ﷺ بِسَرِفَ وَأَنَا أَبْكِي، فَقَالَ: «مَا لَكِ؟ أَنَفِسْتِ؟» قُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ: «هٰذَا أَمْرٌ كَتَبَهُ اللهُ عَلَى بَنَاتِ آدَمَ، اقْضِي مَا يَقْضِي الْحَاجُّ غَيْرَ أَنْ لَا تَطُوفِي بِالْبَيْتِ». وَضَحَّى رَسُولُ اللهِ

[5559] حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ مقام سرف میں رسول اللہ ﷺ میرے پاس تشریف لائے تو میں رو رہی تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیا بات ہے؟ کیا تمھیں حیض آ گیا ہے؟'' میں نے کہا: جی ہاں۔ آپ نے فرمایا: ''یہ تو اللہ تعالیٰ نے بنات آدم کے مقدر میں لکھ دیا ہے۔ اس بنا پر تو دوسرے حاجیوں کی طرح تمام اعمال حج ادا کر، صرف بیت اللہ کا طواف نہ کر۔'' رسول اللہ

① مسند أحمد: 373/5.

ﷺ عَنْ نِسَائِهِ بِالْبَقَرِ. [راجع: ٢٩٤]

ﷺ نے اپنی بیویوں کی طرف سے گائے کی قربانی دی تھی۔

فوائد ومسائل: ① ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر اپنی ان ازواج کی طرف سے جنھوں نے عمرہ کیا تھا مشترکہ طور پر ایک گائے ذبح کی تھی۔[1] ② اس حدیث سے بھی پتا چلتا ہے کہ کوئی بھی دوسرا آدمی قربانی کا جانور ذبح کر سکتا ہے جبکہ قربانی کرنے والا خود اچھی طرح ذبح نہ کر سکتا ہو، بہر حال اس میں کوئی حرج نہیں کہ کوئی دوسرا ذبح کرے یا ذبح کرنے میں قربانی کرنے والے کا ہاتھ بٹائے۔ واللہ أعلم.

(١١) بَابُ الذَّبْحِ بَعْدَ الصَّلَاةِ

باب: 11- قربانی کا جانور نماز عید کے بعد ذبح کرنا چاہیے

٥٥٦٠ - حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ: أَخْبَرَنِي زُبَيْدٌ قَالَ: سَمِعْتُ الشَّعْبِيَّ عَنِ الْبَرَاءِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَخْطُبُ فَقَالَ: «إِنَّ أَوَّلَ مَا نَبْدَأُ بِهِ مِنْ يَوْمِنَا هٰذَا أَنْ نُصَلِّيَ ثُمَّ نَرْجِعَ فَنَنْحَرَ، فَمَنْ فَعَلَ هٰذَا فَقَدْ أَصَابَ سُنَّتَنَا، وَمَنْ نَحَرَ فَإِنَّمَا هُوَ لَحْمٌ يُقَدِّمُهُ لِأَهْلِهِ لَيْسَ مِنَ النُّسُكِ فِي شَيْءٍ». فَقَالَ أَبُو بُرْدَةَ: يَا رَسُولَ اللهِ، ذَبَحْتُ قَبْلَ أَنْ أُصَلِّيَ وَعِنْدِي جَذَعَةٌ خَيْرٌ مِنْ مُسِنَّةٍ، فَقَالَ: «اجْعَلْهَا مَكَانَهَا وَلَنْ تَجْزِيَ - أَوْ تُوفِيَ - عَنْ أَحَدٍ بَعْدَكَ». [راجع: ٩٥١]

[5560] حضرت براء ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں نے نبی ﷺ کو خطبہ دیتے ہوئے سنا، آپ نے فرمایا: ''بلاشبہ ہم آج کے دن کی ابتدا نماز سے کریں گے، پھر واپس آ کر قربانی کرنے کا فریضہ سرانجام دیں گے۔ جو شخص اس طرح کرے گا وہ ہمارے طریقے کو پا لے گا اور جس نے نماز سے پہلے قربانی کی تو وہ ایسا گوشت ہے جسے اس نے اپنے اہل خانہ کے لیے تیار کیا ہے، وہ قربانی کسی درجے میں بھی نہیں۔'' حضرت ابو بردہ ؓ نے عرض کی: اللہ کے رسول! میں نے تو نماز سے پہلے قربانی کر لی ہے، البتہ میرے پاس ابھی یکسالہ بکری کا بچہ ہے اور وہ دو دانتے جانور سے بہتر ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم اس کے بدلے میں اسی یکسالہ بچے کی قربانی کرو لیکن تمھارے بعد یہ کسی کے لیے جائز نہ ہوگا۔''

فوائد ومسائل: ① کچھ اہل علم کا موقف ہے کہ قربانی، جب امام وقت ذبح کرے اس کے بعد عام لوگوں کو ذبح کرنی چاہیے لیکن یہ موقف محل نظر ہے کیونکہ اگر امام نے قربانی نہ کرنی ہو یا امام غلطی سے نماز سے پہلے قربانی کر دے تو اس صورت میں کیا کرنا ہوگا، لہٰذا قربانی کرنے کا مدار نماز عید کو مقرر کرنا چاہیے کہ نماز سے پہلے قربانی جائز نہیں بلکہ نماز کے بعد ہونی چاہیے، خواہ

[1] سنن ابن ماجه، الأضاحي، حديث: 3133.

امام قربانی کرے یا نہ کرے۔ ② قربانی کرنے کے وقت میں امام اور لوگ سب برابر ہیں، بہرحال قربانی کا وقت نماز عید کے بعد ہے پہلے نہیں اور اگر کوئی نماز عید سے پہلے قربانی کر لیتا ہے تو اس کی قربانی نہیں ہوگی بلکہ اسے دوبارہ کرنی ہوگی جیسا کہ آئندہ احادیث میں اس کی وضاحت ہوگی۔

(١٢) بَابُ مَنْ ذَبَحَ قَبْلَ الصَّلَاةِ أَعَادَ

باب: 12- جس نے نماز عید سے پہلے قربانی کی وہ اپنی قربانی دوبارہ کرے

٥٥٦١ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «مَنْ ذَبَحَ قَبْلَ الصَّلَاةِ فَلْيُعِدْ»، فَقَالَ رَجُلٌ: هٰذَا يَوْمٌ يُشْتَهَى فِيهِ اللَّحْمُ - وَذَكَرَ هَنَةً مِنْ جِيرَانِهِ، فَكَأَنَّ النَّبِيَّ ﷺ عَذَرَهُ - وَعِنْدِي جَذَعَةٌ خَيْرٌ مِنْ شَاتَيْنِ، فَرَخَّصَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ، فَلَا أَدْرِي بَلَغَتِ الرُّخْصَةُ أَمْ لَا، ثُمَّ انْكَفَأَ إِلَى كَبْشَيْنِ، يَعْنِي فَذَبَحَهُمَا، ثُم انْكَفَأَ النَّاسُ إِلَى غُنَيْمَةٍ فَذَبَحُوهَا. [راجع: ٩٥٤]

[5561] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ''جس نے نماز عید سے پہلے قربانی کر لی ہو وہ دوبارہ قربانی کرے۔'' ایک آدمی نے عرض کی: اس دن لوگوں کو گوشت کی خواہش زیادہ ہوتی ہے، پھر اس نے اپنے پڑوسیوں کی محتاجی کا ذکر کیا، گویا رسول اللہ ﷺ نے اسے معذور خیال کیا۔ اس نے مزید کہا کہ میرے پاس بکری کا یکسالہ بچہ ہے جو دو بکریوں سے بھی اچھا ہے تو آپ ﷺ نے اسے اجازت دے دی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھے علم نہیں کہ یہ رخصت دوسروں کے لیے تھی یا نہیں۔ پھر آپ ﷺ دو مینڈھوں کی طرف متوجہ ہوئے، یعنی ان کو ذبح کیا۔ اس کے بعد لوگ اپنی بکریوں کی طرف متوجہ ہوئے اور انھیں ذبح کیا۔

٥٥٦٢ - حَدَّثَنَا آدَمُ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ: حَدَّثَنَا الْأَسْوَدُ بْنُ قَيْسٍ: سَمِعْتُ جُنْدَبَ بْنَ سُفْيَانَ الْبَجَلِيَّ قَالَ: شَهِدْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَوْمَ النَّحْرِ قَالَ: «مَنْ ذَبَحَ قَبْلَ أَنْ يُصَلِّيَ فَلْيُعِدْ مَكَانَهَا أُخْرَى، وَمَنْ لَمْ يَذْبَحْ فَلْيَذْبَحْ». [راجع: ٩٥٤]

[5562] حضرت جندب بن سفیان بجلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں بڑی عید کے دن نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر تھا، آپ نے فرمایا: ''جس نے نماز عید سے پہلے قربانی ذبح کی وہ اس کی جگہ دوسری قربانی ذبح کرے اور جس نے نماز عید سے پہلے قربانی ذبح نہیں کی وہ اب نماز کے بعد ذبح کرے۔''

٥٥٦٣ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ فِرَاسٍ، عَنْ عَامِرٍ، عَنِ الْبَرَاءِ

[5563] حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھی، پھر

قَالَ: صَلَّى رَسُولُ اللهِ ﷺ ذَاتَ يَوْمٍ، فَقَالَ: «مَنْ صَلَّى صَلَاتَنَا وَاسْتَقْبَلَ قِبْلَتَنَا فَلَا يَذْبَحْ حَتَّى يَنْصَرِفَ». فَقَامَ أَبُو بُرْدَةَ بْنُ نِيَارٍ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، فَعَلْتُ، فَقَالَ: «هُوَ شَيْءٌ عَجَّلْتَهُ». قَالَ: فَإِنَّ عِنْدِي جَذَعَةً هِيَ خَيْرٌ مِنْ مُسِنَّتَيْنِ، آذْبَحُهَا؟ قَالَ: «نَعَمْ، ثُمَّ لَا تَجْزِي عَنْ أَحَدٍ بَعْدَكَ». قَالَ عَامِرٌ: هِيَ خَيْرُ نَسِيكَتَيْهِ. [راجع: ٩٥١]

فرمایا: ''جس نے ہماری طرح نماز پڑھی اور ہمارے قبلے کی طرف متوجہ ہوا وہ قربانی نہ کرے حتی کہ وہ نماز سے فارغ ہو جائے۔'' ابوبردہ بن نیار ڈٹاٹنڈ نے کھڑے ہو کر عرض کی: اللہ کے رسول! میں تو قربانی کر بیٹھا ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ کام تو نے قبل از وقت کرلیا ہے۔'' انھوں نے کہا: اب میرے پاس بکری کا یکسالہ بچہ ہے، جو دو دانتہ دد بکریوں سے بہتر ہے، کیا میں اسے ذبح کرلوں؟ آپ نے فرمایا: ''ہاں، لیکن تمھارے بعد یہ اجازت کسی اور کے لیے نہیں ہوگی۔'' (راویٔ حدیث) حضرت عامر نے کہا: یہ ان کی بہترین قربانی تھی۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ قربانی کا وقت نماز عید سے فارغ ہونے کے بعد ہے۔ اگر کوئی شخص غلطی سے نمازِ عید سے پہلے قربانی ذبح کرلے تو دوسرا جانور میسر ہونے کی صورت میں اسے نماز عید کے بعد دوسرا جانور ذبح کرنا ہوگا، چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ حضرت عویمر بن اشقر ڈٹاٹنڈ نے اپنی قربانی نماز عید سے پہلے ذبح کرلی، پھر انھوں نے اس کا تذکرہ رسول اللہ ﷺ سے کیا تو آپ نے فرمایا: ''دوبارہ قربانی دو۔''[1] لیکن افسوس ہے کہ اہل کوفہ کہتے ہیں کہ اگر کسی مقام پر نماز عید نہ پڑھی جاتی ہو وہاں سے اگر نماز فجر کے بعد قربانی ذبح کرکے لائی جائے تو جائز ہے۔ ہمارے رجحان کے مطابق ایسا حیلہ دین اسلام سے ٹکراتا ہے اور اس سے قربانی ضائع ہونے کا اندیشہ ہے۔ والله أعلم.

(١٣) بَابُ وَضْعِ الْقَدَمِ عَلَى صَفْحِ الذَّبِيحَةِ

باب: 13- ذبیحے کی گردن پر پاؤں رکھنا

٥٥٦٤ - حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ: حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ: حَدَّثَنَا أَنَسٌ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يُضَحِّي بِكَبْشَيْنِ أَمْلَحَيْنِ أَقْرَنَيْنِ، وَيَضَعُ رِجْلَهُ عَلَى صَفْحَتِهِمَا وَيَذْبَحُهُمَا بِيَدِهِ. [راجع: ٥٥٥٣]

[5564] حضرت انس ڈٹاٹنڈ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ سینگوں والے دو چتکبرے مینڈھوں کی قربانی کیا کرتے تھے اور آپ اپنا پاؤں ان کی گردن پر رکھتے، پھر اپنے ہاتھ سے انھیں ذبح کرتے تھے۔

فائدہ: اس کے متعلق پہلے وضاحت ہو چکی ہے کہ جانور کو بائیں پہلو پر لٹایا جائے، پھر ذبح کرنے والا اپنا دایاں پاؤں اس کی گردن پر رکھے تا کہ دائیں ہاتھ میں چھری اور بائیں ہاتھ سے گردن پکڑنا آسان ہو۔ مسلمان اسی طرح جانور ذبح کرتے ہیں اور

1 مسند أحمد: 454/3.

یہ طریقہ متواتر چلا آرہا ہے۔

(١٤) بَابُ التَّكْبِيرِ عِنْدَ الذَّبْحِ

باب:14- ذبح کرتے وقت اللہ اکبر کہنا

٥٥٦٥ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ: ضَحَّى النَّبِيُّ ﷺ بِكَبْشَيْنِ أَمْلَحَيْنِ أَقْرَنَيْنِ، ذَبَحَهُمَا بِيَدِهِ، وَسَمَّى وَكَبَّرَ، وَوَضَعَ رِجْلَهُ عَلَى صِفَاحِهِمَا.

[راجع: ٥٥٥٣]

[5565] حضرت انس ؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے سینگوں والے دو سیاہ سفید مینڈھوں کی قربانی دی۔ آپ نے انھیں اپنے ہاتھ سے ذبح کیا، بسم اللہ اللہ اکبر پڑھا اور اپنا پاؤں ان کی گردن پر رکھا۔

فوائد ومسائل: ① ذبح کرنے سے پہلے چھری اچھی طرح تیز کرنی چاہیے اور جانور سے چھپا کر رکھنی چاہیے، پھر بسم اللہ اللہ اکبر پڑھ کر اسے ذبح کرنا چاہیے۔ ② قربانی اپنے ہاتھ سے ذبح کرنا افضل ہے لیکن دوسرا شخص بھی کرسکتا ہے جیسے حجۃ الوداع کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے ازواج مطہرات کی طرف سے قربانی ذبح کی تھی۔ انھیں اس وقت معلوم ہوا جب گوشت ان کے پاس پہنچا۔[1]

(١٥) بَابٌ: إِذَا بَعَثَ بِهَدْيِهِ لِيُذْبَحَ لَمْ يَحْرُمْ عَلَيْهِ شَيْءٌ

باب: 15- جب کوئی اپنی قربانی (مکے) بھیجے تاکہ وہاں ذبح کی جائے تو اس صورت میں اس پر کوئی چیز حرام نہیں ہوگی

٥٥٦٦ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ: أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ مَسْرُوقٍ: أَنَّهُ أَتَى عَائِشَةَ فَقَالَ لَهَا: يَا أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ، إِنَّ رَجُلًا يَبْعَثُ بِالْهَدْيِ إِلَى الْكَعْبَةِ وَيَجْلِسُ فِي الْمِصْرِ فَيُوصِي أَنْ تُقَلَّدَ بَدَنَتُهُ فَلَا يَزَالُ مِنْ ذَلِكَ الْيَوْمِ مُحْرِمًا حَتَّى يَحِلَّ النَّاسُ، قَالَ: فَسَمِعْتُ تَصْفِيقَهَا مِنْ وَرَاءِ الْحِجَابِ، فَقَالَتْ: لَقَدْ كُنْتُ أَفْتِلُ قَلَائِدَ هَدْيِ رَسُولِ اللهِ

[5566] حضرت مسروق سے روایت ہے کہ وہ حضرت عائشہ ؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی: ام المومنین! اگر کوئی شخص اپنی قربانی کعبہ بھیجے اور خود اپنے شہر میں ٹھہرا رہے، لے جانے والے کو وصیت کردے کہ جانور کے گلے میں قلادہ (ہار) ڈال دیا جائے تو کیا وہ محرم ہو جائے گا، یہاں تک کہ دوسرے لوگ احرام کھول دیں؟ مسروق کہتے ہیں کہ میں نے پس پردہ آپ کے ہاتھ پر ہاتھ مارنے کی آواز سنی۔ حضرت عائشہ ؓ نے فرمایا: میں رسول اللہ

[1] سنن ابن ماجه، المناسك، حديث: 2981.

ﷺ فَيَبْعَثُ هَدْيَهُ إِلَى الْكَعْبَةِ فَمَا يَحْرُمُ عَلَيْهِ مِمَّا حَلَّ لِلرِّجَالِ مِنْ أَهْلِهِ حَتَّى يَرْجِعَ النَّاسُ. [راجع: ١٦٩٦]

ﷺ کی قربانی کے ہار بنایا کرتی تھی، آپ جب اپنی قربانی کعبہ بھیجتے۔ لیکن لوگوں کے واپس آنے تک آپ ﷺ پر کوئی چیز حرام نہ ہوتی تھی جو ان کے گھر کے دوسرے افراد پر حلال ہو۔

فوائد ومسائل: ① کعبہ مکرمہ کو قربانی بھیجنا تاکہ وہاں ذبح کی جائے بہت عظیم ثواب کا کام ہے مگر اس کا بھیجنے والا کسی ایسے امر کا پابند نہیں ہوتا جس کی پابندی ایک احرام والے شخص کو کرنی پڑتی ہے۔ ② کچھ اہل علم کا خیال ہے جس نے مکہ مکرمہ کی طرف ہدی، یعنی قربانی کا جانور بھیجا جب اس کے گلے میں قلادہ ڈال دیا گیا تو بھیجنے والے پر احرام کی پابندیاں ضروری ہو جاتی ہیں۔ وہ قربانی ذبح ہونے تک ان چیزوں سے پرہیز کرے گا جن سے ایک احرام والا شخص کرتا ہے۔ امام بخاری ؒ نے اس موقف سے اختلاف کرتے ہوئے یہ عنوان قائم کیا ہے اور بطور دلیل مذکورہ حدیث پیش کی ہے۔ والله أعلم.

(١٦) بَابُ مَا يُؤْكَلُ مِنْ لُحُومِ الْأَضَاحِيِّ وَمَا يُتَزَوَّدُ مِنْهَا

باب: 16- قربانی کا گوشت کتنا کھایا جائے اور کتنا ذخیرہ کیا جائے

٥٥٦٧ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ: قَالَ عَمْرٌو: أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ: سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: كُنَّا نَتَزَوَّدُ لُحُومَ الْأَضَاحِيِّ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ إِلَى الْمَدِينَةِ. وَقَالَ غَيْرَ مَرَّةٍ: لُحُومَ الْهَدْيِ. [راجع: ١٧١٩]

[5567] حضرت جابر بن عبداللہ ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ ہم نبی ﷺ کے زمانۂ مبارک میں مدینہ طیبہ تک قربانی کا گوشت جمع رکھتے تھے۔ راوی نے کئی مرتبہ (''قربانی کا گوشت'' کے بجائے) ''ہدی کا گوشت'' کہا۔

فوائد ومسائل: ① اس حدیث میں نصف یا تہائی کی کوئی قید نہیں ہے، مطلق طور پر جمع کرنے کا جواز ہے، نیز مسافر انسان تین دن سے زیادہ دنوں تک قربانی کا گوشت ذخیرہ کر سکتا ہے۔ ② قرآن کریم کے انداز سے معلوم ہوتا ہے کہ قربانی کا سارا گوشت خود کھانے کے بجائے غریبوں، محتاجوں اور دوست احباب کو بھی کھلانا چاہیے۔ اگر ضرورت ہو تو خود جمع کر لینے میں بھی کوئی حرج نہیں۔ والله أعلم.

٥٥٦٨ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ: حَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنِ الْقَاسِمِ: أَنَّ ابْنَ خَبَّابٍ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَعِيدٍ يُحَدِّثُ:

[5568] حضرت ابوسعید خدری ؓ سے روایت ہے کہ وہ ایک مرتبہ سفر میں تھے، جب واپس آئے تو ان کے سامنے گوشت پیش کیا گیا اور اہل خانہ نے کہا کہ یہ ہماری قربانیوں

أَنَّهُ كَانَ غَائِبًا فَقَدِمَ فَقُدِّمَ إِلَيْهِ لَحْمٌ، قَالُوا: هٰذَا مِنْ لَحْمِ ضَحَايَانَا، فَقَالَ: أَخِّرُوهُ لَا أَذُوقُهُ، قَالَ: ثُمَّ قُمْتُ فَخَرَجْتُ حَتَّى آتِيَ أَخِي أَبَا قَتَادَةَ - وَكَانَ أَخَاهُ لِأُمِّهِ وَكَانَ بَدْرِيًّا - فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لَهُ فَقَالَ: إِنَّهُ قَدْ حَدَثَ بَعْدَكَ أَمْرٌ. [راجع: ٣٩٩٧]

کا گوشت ہے۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہا: اسے اٹھا لو، میں اسے نہیں کھاؤں گا۔ پھر میں اٹھا اور گھر سے باہر چلا گیا، حتی کہ اپنے بھائی ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کے پاس آیا، وہ ان کے مادری بھائی تھے اور جنگ بدر میں شریک تھے۔ جب میں نے ان سے یہ معاملہ ذکر کیا تو انھوں نے کہا کہ تمھارے بعد نیا حکم ظاہر ہوا ہے۔

فوائد ومسائل: ① اس روایت میں ابوقتادہ کا لفظ وہم معلوم ہوتا ہے کیونکہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے مادری بھائی کا نام قتادہ ہے۔ ان دونوں کی والدہ انیسہ بنت ابی خارجہ ہیں جو بنوعدی قبیلے سے تھیں۔[1] ② ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ حجۃ الوداع کے موقع پر کھڑے ہوئے اور فرمایا: ''میں تمھیں تین دن سے زیادہ قربانی کا گوشت کھانے سے منع کرتا تھا تاکہ تم اسے لوگوں میں تقسیم کرو، اب میں تمھارے لیے اسے حلال کرتا ہوں، اس سے جب تک چاہو کھاؤ۔''[2] ③ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہجرت کے نویں سال ایک خاص سبب کی وجہ سے تین دن تک کھانے کی پابندی لگائی تھی جبکہ لوگوں کے پاس قربانیاں نہ تھیں تو آپ نے یہ گوشت ان لوگوں کو کھلانے کا حکم دیا جو قربانی نہیں کر سکتے تھے۔ اس کے بعد یہ پابندی ختم کر کے اس گوشت کے ذخیرہ کرنے کی اجازت دی۔[3]

٥٥٦٩ - حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي عُبَيْدٍ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «مَنْ ضَحَّى مِنْكُمْ فَلَا يُصْبِحَنَّ بَعْدَ ثَالِثَةٍ وَبَقِيَ فِي بَيْتِهِ مِنْهُ شَيْءٌ»، فَلَمَّا كَانَ الْعَامُ الْمُقْبِلُ قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ، نَفْعَلُ كَمَا فَعَلْنَا الْعَامَ الْمَاضِيَ؟ قَالَ: «كُلُوا وَأَطْعِمُوا وَادَّخِرُوا، فَإِنَّ ذٰلِكَ الْعَامَ كَانَ بِالنَّاسِ جَهْدٌ فَأَرَدْتُ أَنْ تُعِينُوا فِيهَا».

[5569] حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''جس نے تم میں سے قربانی کی ہے وہ تیسرے دن اس حالت میں صبح کرے کہ اس کے گھر میں قربانی کے گوشت میں سے کچھ بھی باقی نہ ہو۔'' جب دوسرا سال آیا تو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: اللہ کے رسول! ہم اس سال بھی وہی کریں جو پچھلے سال کیا تھا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''خود کھاؤ، دوسروں کو کھلاؤ اور ذخیرہ بھی کرو کیونکہ پچھلے سال تو لوگ تنگی میں مبتلا تھے، میں نے چاہا کہ تم لوگوں کی مشکلات میں ان کا تعاون کرو۔''

فوائد ومسائل: ① اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قربانی کا گوشت تین دن سے زیادہ نہ رکھنے کا سبب لوگوں میں قحط سالی اور ان کا مشقت میں مبتلا ہونا تھا، جب یہ علت ختم ہوگئی تو یہ پابندی بھی اٹھا لی گئی۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی:

---

① فتح الباري: 10/32. 2 مسند أحمد: 4/15. 3 فتح الباري: 10/33.

اللہ کے رسول! جس طرح ہم نے پچھلے سال کیا تھا، اس سال بھی اسی طرح کریں، حالانکہ کسی کام سے نہی کا تقاضا دوام و استمرار اور ہمیشگی ہوتا ہے لیکن صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اس بات کو خوب جانتے تھے کہ اس پابندی یا نہی کا ایک خاص سبب تھا جواب موجود نہیں، اس لیے انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے رہنمائی طلب کی۔② اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ پابندی صرف ایک سال کے لیے تھی، پھر حجۃ الوداع کے موقع پر ہجرت کے دسویں سال اس پابندی کو اٹھالیا گیا۔[1]

٥٥٧٠ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ: حَدَّثَنِي أَخِي عَنْ سُلَيْمَانَ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتِ: الضَّحِيَّةُ كُنَّا نُمَلِّحُ مِنْهُ، فَنَقْدَمُ بِهِ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ بِالْمَدِينَةِ، فَقَالَ: «لَا تَأْكُلُوا إِلَّا ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ»، وَلَيْسَتْ بِعَزِيمَةٍ، وَلٰكِنْ أَرَادَ أَنْ نُطْعِمَ مِنْهُ، وَاللهُ أَعْلَمُ. [راجع: ٥٤٢٣]

[5570] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ ہم مدینہ طیبہ میں قربانی کے گوشت کو نمک لگا کر رکھ دیتے تھے، پھر اسے ہم نبی ﷺ کی خدمت میں بھی پیش کرتے تھے۔ اس کے بعد ایک مرتبہ آپ نے فرمایا: ''قربانی کا گوشت تین دن سے زیادہ تک نہ کھاؤ۔'' یہ حکم کوئی ضروری نہیں تھا بلکہ آپ کا مقصد یہ تھا کہ ہم قربانی کا گوشت ان لوگوں کو بھی کھلائیں جن کے ہاں قربانی نہ ہوئی ہو۔ واللہ أعلم.

فائدہ: حضرت عابس بن ربیعہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا کہ آیا رسول اللہ ﷺ نے قربانی کا گوشت تین دن سے زیادہ تک کھانے سے منع فرمایا تھا؟ تو آپ نے فرمایا: ''صرف ایک سال یہ پابندی عائد کی تھی، جب قحط کی وجہ سے لوگوں میں بھوک نے ڈیرے ڈال دیے تھے تو آپ نے چاہا کہ مال دار لوگ، غریبوں کو کھلائیں اور ان کی مشقت میں ان کا تعاون کریں۔''[3] صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں نے غریب لوگوں کی غربت کی وجہ سے تین دن سے زیادہ گوشت کھانے سے منع کیا تھا جو تمھارے پاس محتاج بن کر آئے تھے، اب کھاؤ، ذخیرہ کرو اور صدقہ بھی کرو۔ اس سے معلوم ہوا کہ قربانی کرنے والا خود بھی کھائے، دوستوں کو ہدیہ بھی دے اور غریبوں کو بھی کھلائے۔[4]

٥٥٧١ - حَدَّثَنَا حِبَّانُ بْنُ مُوسَى: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ قَالَ: أَخْبَرَنَا يُونُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو عُبَيْدٍ مَوْلَى ابْنِ أَزْهَرَ أَنَّهُ شَهِدَ الْعِيدَ يَوْمَ الْأَضْحَى مَعَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، فَصَلَّى قَبْلَ الْخُطْبَةِ ثُمَّ خَطَبَ النَّاسَ

[5571] حضرت ابو عبید سے روایت ہے، جو ابن ازہر کے آزاد کردہ غلام تھے، اور وہ عیدالاضحیٰ کے موقع پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہمراہ تھے، ان کا بیان ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خطبے سے قبل نماز عید پڑھائی، پھر لوگوں کو خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: لوگو! رسول اللہ ﷺ نے تمھیں عید کے ان دو دنوں

---

1 فتح الباري: 33/10. 2 صحيح البخاري، الأطعمة، حديث: 5423. 3 صحيح مسلم، الأضاحي، حديث: 5103 (1971). 4 فتح الباري: 34/10.

فَقَالَ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ! إِنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَدْ نَهَاكُمْ عَنْ صِيَامِ هٰذَيْنِ الْعِيدَيْنِ، أَمَّا أَحَدُهُمَا فَيَوْمُ فِطْرِكُمْ مِنْ صِيَامِكُمْ، وَأَمَّا الْآخَرُ فَيَوْمٌ تَأْكُلُونَ مِنْ نُسُكِكُمْ. [راجع: ١٩٩٠]

میں روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے: ایک تو وہ دن ہے جب روزے پورے کر کے تم عید الفطر مناتے ہو اور دوسرا وہ دن ہے جس دن تم اپنی قربانیوں کا گوشت کھاتے ہو۔

٥٥٧٢ - قَالَ أَبُو عُبَيْدٍ: ثُمَّ شَهِدْتُ الْعِيدَ مَعَ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ، وَكَانَ ذٰلِكَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، فَصَلَّى قَبْلَ الْخُطْبَةِ، ثُمَّ خَطَبَ فَقَالَ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ، إِنَّ هٰذَا يَوْمٌ قَدِ اجْتَمَعَ لَكُمْ فِيهِ عِيدَانِ، فَمَنْ أَحَبَّ أَنْ يَنْتَظِرَ الْجُمُعَةَ مِنْ أَهْلِ الْعَوَالِي فَلْيَنْتَظِرْ، وَمَنْ أَحَبَّ أَنْ يَرْجِعَ فَقَدْ أَذِنْتُ لَهُ.

[5572] حضرت ابو عبید ہی سے روایت ہے، انھوں نے کہا: پھر میں حضرت عثمان ؓ کے ہمراہ حاضر ہوا اور یہ جمعۃ المبارک کا دن تھا۔ انھوں نے خطبے سے پہلے نماز عید پڑھائی، پھر خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: لوگو! اس دن میں تمھارے لیے دو عیدیں جمع ہو گئی ہیں۔ اطراف مدینہ کے رہنے والوں میں سے جو کوئی پسند کرتا ہے کہ جمعہ کا بھی انتظار کرے تو وہ انتظار کرے اور اگر کوئی واپس جانا چاہتا ہے، تو وہ جا سکتا ہے میں اسے اجازت دیتا ہوں۔

٥٥٧٣ - قَالَ أَبُو عُبَيْدٍ: ثُمَّ شَهِدْتُهُ مَعَ عَلِيِّ ابْنِ أَبِي طَالِبٍ فَصَلَّى قَبْلَ الْخُطْبَةِ، ثُمَّ خَطَبَ النَّاسَ فَقَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ نَهَاكُمْ أَنْ تَأْكُلُوا لُحُومَ نُسُكِكُمْ فَوْقَ ثَلَاثٍ.

[5573] حضرت ابو عبید ہی روایت کرتے ہیں کہ پھر میں عید کے دن حضرت علی ؓ کے ہمراہ تھا، انھوں نے خطبہ سے پہلے نماز عید پڑھی پھر لوگوں کو خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے تمھیں اپنی قربانی کا گوشت تین دن سے زیادہ تک کھانے کی ممانعت کی ہے۔

وَعَنْ مَعْمَرٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِي عُبَيْدٍ نَحْوَهُ.

معمر نے امام زہری سے انھوں نے ابو عبید سے اسی طرح بیان کیا ہے۔

فوائد و مسائل: ① حضرت علی ؓ نے جب عید پڑھائی اور خطبہ دیا تو اس وقت حضرت عثمان ؓ محصور تھے اور دیہات میں رہنے والوں کو اس فتنے نے مدینہ طیبہ میں آنے پر مجبور کر دیا تھا، اس سال بھی لوگ سخت مشقت میں مبتلا ہوئے تو حضرت علی ؓ نے رسول اللہ ﷺ کے حوالے سے مذکورہ حدیث سنائی تا کہ مشقت زدہ لوگوں کو قربانی کا گوشت کھلایا جائے۔ اگر اب بھی ایسے حالات پیدا ہو جائیں تو قربانی کے گوشت سے ان حضرات کی خاطر تواضع کی جا سکتی ہے۔ ② واضح رہے کہ یہ پابندی ان لوگوں کے لیے ہے جنھوں نے قربانی کی ہو، البتہ جن کے پاس قربانی کا گوشت بطور ہدیہ آیا ہو، ان پر تین دن سے زیادہ تک

رکھنے کی پابندی نہیں ہے جیسا کہ ایک حدیث میں اس کی صراحت ہے۔[1]

٥٥٧٤ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ: أَخْبَرَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ عَنِ ابْنِ أَخِي ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عَمِّهِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «كُلُوا مِنَ الْأَضَاحِيِّ ثَلَاثًا»، وَكَانَ عَبْدُ اللهِ يَأْكُلُ بِالزَّيْتِ حِينَ يَنْفِرُ مِنْ مِنًى مِنْ أَجْلِ لُحُومِ الْهَدْيِ.

[5574] حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”قربانی کا گوشت تین دن تک کھاؤ۔“ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما منیٰ سے کوچ کرتے وقت زیتون کے تیل سے روٹی کھاتے تھے کیونکہ وہ قربانی کے گوشت سے اجتناب کرتے تھے۔

فوائد ومسائل: ① حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما قربانی کا گوشت صرف تین دن تک استعمال کرتے تھے اور جب دن ختم ہو جاتے تھے تو قربانی کا گوشت استعمال نہ کرتے بلکہ زیتون کے تیل سے روٹی کھاتے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انھیں وہ حدیث نہیں پہنچی جس میں اس پابندی کو اٹھا لینے کا ذکر ہے، اگر انھیں اس کا علم ہوتا تو اس قدر تکلف نہ کرتے۔ ② ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما قربانی کے گوشت اور ہدی کے گوشت کو ایک ہی درجے میں رکھتے تھے یہی وجہ ہے کہ حدیث کے آخر میں ہدی کے گوشت کا ذکر ہے جبکہ آغاز حدیث میں قربانی کے گوشت کا بیان تھا۔ واللّٰه أعلم.[2]

[1] فتح الباري: 34/10. ② فتح الباري: 37/10.

اشربہ کا معنی ومفہوم اور مشروبات کے متعلق اسلامی تعلیمات

الأشربه، شراب کی جمع ہے۔ ہر بہنے والی چیز جسے نوش کیا جائے وہ شراب کہلاتی ہے۔ ہمارے ہاں اسے مشروب کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کے لیے بے شمار مشروبات پیدا کیے ہیں، پھر اس نے کمال رحمت سے کچھ ایسی پینے کی چیزیں حرام کی ہیں جو اس کی صحت کے لیے نقصان دہ ہیں یا اس کی عقل کو خراب کرتی ہیں، لیکن ممنوع مشروبات بہت کم ہیں۔ ان کے علاوہ ہر پینے والی چیز حلال اور جائز ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''اللہ کے رزق میں سے کھاؤ اور پیو۔''[1] حلال مشروبات کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ انسان انھیں نوش کر کے اللہ کی اطاعت گزاری میں خود کو مصروف رکھے۔ مشروبات کے متعلق اسلامی تعلیمات کو دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے: ایک وہ جن میں مشروبات کی حلت وحرمت بیان کی گئی ہے، دوسرے وہ جن میں پینے کے وہ آداب بیان کیے گئے ہیں جن کا تعلق سلیقہ و وقار سے ہے یا ان میں کوئی طبی مصلحت کارفرما ہے یا وہ اللہ کے ذکر وشکر کی قبیل سے ہیں اور ان کے ذریعے سے پینے کے عمل کو اللہ تعالیٰ کے تقرب کا ذریعہ بنا دیا جاتا ہے اگرچہ بظاہر ایک مادی عمل اور نفس کا تقاضا ہوتا ہے۔ مشروبات کی حلت وحرمت کے متعلق بنیادی بات وہ ہے جسے قرآن کریم نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے: ''وہ (نبی) اچھی اور پاکیزہ چیزوں کو اللہ کے بندوں کے لیے حلال اور خراب اور گندی چیزوں کو ان کے لیے حرام قرار دیتا ہے۔''[2] قرآن وحدیث میں مشروبات کی حلت وحرمت کے جو احکام ہیں وہ اسی آیت کے اجمال کی تفصیل ہیں۔ جن مشروبات کو رسول اللہ ﷺ نے حرام قرار دیا ہے ان میں کسی نہ کسی پہلو سے ظاہری یا باطنی خباثت ضرور ہے۔ قرآن مجید میں مشروبات میں سے صراحت کے ساتھ شراب کو حرام قرار دیا گیا ہے۔ یہ خبیث ہی نہیں بلکہ ام الخبائث ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس عنوان کے تحت جو احادیث پیش کی ہیں ہم انھیں چند حصوں میں تقسیم کرتے ہیں: ○ وہ احادیث جن میں حرام مشروبات کی تفصیل ہے۔ آپ کا مقصد یہ ہے کہ کسی بھی مشروب کو استعمال سے پہلے یہ دیکھنا چاہیے کہ وہ حرام تو نہیں کیونکہ ایسا مشروب جو نشہ آور ہو یا عقل کے لیے ضرر رساں یا انسانی صحت کے لیے نقصان دہ ہو اسے شریعت نے حرام کیا ہے۔ ○ ایسی احادیث بیان کی ہیں جن میں وضاحت ہے کہ شراب صرف وہ حرام نہیں جو انگوروں سے بنائی گئی ہو بلکہ شراب کی حرمت کا مدار اس کے نشہ آور ہونے پر ہے، خواہ کسی چیز سے تیار کی گئی ہو۔ ○ جن برتنوں میں شراب کشید کی جاتی تھی، ان کے استعمال کے متعلق احادیث بیان

---

1 البقرة 2:60. 2 الأعراف 7:157.

کی گئی ہیں کہ ان کا استعمال پہلے حرام تھا، جب شراب کی نفرت دلوں میں اچھی طرح بیٹھ گئی تو ایسے برتنوں کو استعمال کرنے کی اجازت دے دی گئی۔ ○ ان احادیث کو ذکر کیا ہے جن میں مختلف مشروبات کے استعمال کی اجازت مروی ہے، خواہ وہ پھلوں کا جوس ہو یا کھجوروں کا نبیذ وغیرہ بشرطیکہ ان میں نشہ نہ ہو۔ ○ پینے کے آداب بیان کیے ہیں کہ مشکیزے کے منہ سے نہ پیا جائے اور نہ سونے چاندی کے برتنوں کو کھانے پینے کے لیے استعمال ہی کیا جائے، اس کے علاوہ پینے کے دوران میں برتن میں سانس نہ لیا جائے۔ ○ ان کے علاوہ کھڑے ہوکر پینے کی حیثیت، جس برتن میں کوئی مشروب ہو اسے ڈھانپنا، پینے پلانے کے سلسلے میں چھوٹوں کا بڑوں کی خدمت کرنا وغیرہ آداب پر مشتمل احادیث بیان کی گئی ہیں۔

الغرض امام بخاری رحمہ اللہ نے مشروبات کے احکام و مسائل بیان کرنے کے لیے اکانوے (91) احادیث کا انتخاب کیا ہے، جن میں انیس (19) معلق اور بہتر (72) احادیث متصل سند سے ذکر کی ہیں، پھر ستر (70) کے قریب مکرر اور اکیس (21) خالص ہیں۔ امام مسلم رحمہ اللہ نے آٹھ (8) احادیث کے علاوہ امام بخاری رحمہ اللہ کی بیان کردہ احادیث کو اپنی صحیح میں بیان کیا ہے۔ مرفوع احادیث کے علاوہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظام رحمہم اللہ کے چودہ (14) آثار بھی بیان کیے ہیں جن سے امام بخاری رحمہ اللہ کی وسعت نظر کا پتا چلتا ہے۔ آپ نے ان احادیث و آثار پر اکتیس (31) چھوٹے چھوٹے عنوانات قائم کر کے بے شمار احکام و مسائل کا استنباط کیا ہے۔ ہم ان شاء اللہ عنوانات اور بیان کردہ احادیث کی دیگر احادیث کی روشنی میں وضاحت کریں گے۔ قارئین کرام سے گزارش ہے کہ وہ ہماری معروضات کو سامنے رکھتے ہوئے ان احادیث کا مطالعہ کریں، امید ہے کہ علمی بصیرت میں اضافے کا باعث ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان کے مطابق عمل کی توفیق دے۔

بسم الله الرحمن الرحيم

74 - كِتَابُ الْأَشْرِبَةِ

مشروبات سے متعلق احکام ومسائل

(١) وَ [بَابُ] قَوْلِ اللهِ تَعَالَى: ﴿إِنَّمَا ٱلْخَمْرُ وَٱلْمَيْسِرُ وَٱلْأَنصَابُ وَٱلْأَزْلَـٰمُ رِجْسٌ﴾ الْآيَةَ

[المائدة: ٩٠]

باب: 1- ارشاد باری تعالیٰ: ”بلاشبہ شراب، جوا، بت اور پانسے گندے اور شیطانی کام ہیں“ کا بیان

وضاحت: مشروبات میں سے کچھ حلال ہیں اور کچھ حرام۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے پہلے حرام مشروبات کو بیان کیا ہے کیونکہ وہ حلال مشروبات کے مقابلے میں بہت تھوڑے ہیں، جب انسان ان سے واقف ہوگا تو اسے معلوم ہو جائے گا کہ ان کے علاوہ دیگر مشروبات حلال ہیں۔ اس سلسلے میں قرآن کی آیت کا حوالہ دیا ہے۔ سیاق وسباق کے اعتبار سے مکمل ترجمہ حسب ذیل ہے: ”اے ایمان والو! شراب، جوا، بت اور فال نکالنے کے تیر یہ سب ناپاک کام، اعمال شیطان میں سے ہیں، لہٰذا تم (ان سے) بچو تاکہ نجات پاؤ۔ شیطان تو یہ چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے سبب تمھارے درمیان دشمنی اور بغض ڈال دے اور تمھیں اللہ کی یاد اور نماز سے بھی روک دے تو کیا تم ان (شیطانی کاموں) سے باز نہیں آؤ گے۔“[1]

٥٥٧٥ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «مَنْ شَرِبَ الْخَمْرَ فِي الدُّنْيَا ثُمَّ لَمْ يَتُبْ مِنْهَا حُرِمَهَا فِي الْآخِرَةِ».

[5575] حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس نے دنیا میں شراب پی، پھر اس سے توبہ نہیں کی تو آخرت میں وہ اس سے محروم رہے گا۔“

فوائد ومسائل: ① شرابی آدمی جنت سے محروم رہے گا بلکہ ایک دوسری حدیث میں اس کی سنگینی ان الفاظ میں بیان کی گئی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”نشہ کرنے والے کے لیے اللہ تعالیٰ کا یہ عہد ہے جس کا پورا کرنا اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمے لے

---

(1) المآئدة 5:90، 91.

رکھا ہے کہ اسے وہ آخرت میں طِينَةُ الْخَبَال ضرور پلائے گا۔'' صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: اللہ کے رسول! طِينَةُ الْخَبَال کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا: ''دوزخیوں کے جسم سے نکلنے والا پسینہ۔'' یا فرمایا: ''دوزخیوں کے زخموں سے نکلنے والا لہو اور پیپ۔''[1] ② بہرحال شراب کی حرمت کے بعد شراب نوشی انتہائی سنگین جرم ہے کہ شراب کے رسیا نے شراب نوشی سے توبہ نہ کی تو اسے جنت سے محروم کیا جا سکتا ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ صرف شراب پینے پر یہ سزا ہے، خواہ اسے نشہ آئے یا نہ آئے کیونکہ شراب پینے پر اس سزا کو مرتب کیا گیا ہے۔[2]

٥٥٧٦ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ: أَخْبَرَنِي شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ، أَخبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ أُتِيَ لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِهِ بِإِيلِيَاءَ بِقَدَحَيْنِ مِنْ خَمْرٍ وَلَبَنٍ، فَنَظَرَ إِلَيْهِمَا، ثُمَّ أَخَذَ اللَّبَنَ، فَقَالَ جِبْرِيلُ: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي هَدَاكَ لِلْفِطْرَةِ، وَلَوْ أَخَذْتَ الْخَمْرَ غَوَتْ أُمَّتُكَ. [راجع: ٣٣٩٤]

[5576] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے بیان کیا کہ جس رات رسول اللہ ﷺ کو معراج کرائی گئی، اس رات ایلیاء شہر میں شراب اور دودھ کے دو پیالے پیش کیے گئے۔ آپ ﷺ نے انھیں دیکھا، پھر آپ نے دودھ کا پیالہ لے لیا، حضرت جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا: اس اللہ کے لیے تمام تعریفیں ہیں جس نے آپ کو دین فطرت انتخاب کرنے کی ہدایت فرمائی! اگر آپ نے شراب کا پیالہ پکڑا ہوتا تو آپ کی امت گمراہ ہو جاتی۔

تَابَعَهُ مَعْمَرٌ، وَابْنُ الْهَادِ، وَعُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ وَالزُّبَيْدِيُّ عَنِ الزُّهْرِيِّ.

معمر، ابن ہاد، عثمان بن عمر اور زبیدی نے زہری سے روایت کرنے میں شعیب کی متابعت کی ہے۔

فوائد ومسائل: ① شراب اگرچہ نجس اور حرام ہے لیکن رسول اللہ ﷺ کو جب پیش کی گئی تو اس وقت حرام نہ تھی بلکہ اس کی تحریم کا واقعہ مدینہ طیبہ کا ہے اور معراج کا واقعہ مکہ مکرمہ میں پیش آیا۔ ② شراب کا انتخاب کرنے میں امت گمراہ ہو جاتی، یعنی وہ شراب نوشی میں بدمست رہتے۔ بعض اہل علم کا خیال ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو جنت کی شراب طہور پیش کی گئی تھی، اس کے باوجود اگر آپ اس کا انتخاب کرتے تو اس کی تعبیر یہی ہوتی جو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کی تھی اگرچہ وہ جنت کی پاک شراب تھی۔ ممکن ہے کہ شراب کے حرام ہونے سے پہلے بھی حضرت جبرائیل علیہ السلام کو اس سے طبعی نفرت ہو۔ واللّٰه أعلم.

٥٥٧٧ - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ: حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ مِنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ حَدِيثًا لَا يُحَدِّثُكُمْ بِهِ غَيْرِي، قَالَ: «مِنْ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ

[5577] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے ایک حدیث سنی ہے، تمھیں وہ میرے علاوہ کوئی دوسرا بیان نہیں کرے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت کی نشانیوں میں سے ہے کہ

(1) صحيح مسلم، الأشربة، حديث: 5217 (2002). 2 فتح الباري: 43/10.

أَنْ يَظْهَرَ الْجَهْلُ، وَيَقِلَّ الْعِلْمُ، وَيَظْهَرَ الزِّنَا، وَتُشْرَبَ الْخَمْرُ، وَيَقِلَّ الرِّجَالُ، وَتَكْثُرَ النِّسَاءُ حَتَّى يَكُونَ لِخَمْسِينَ امْرَأَةً قَيِّمُهُنَّ رَجُلٌ وَاحِدٌ». [راجع: ٨٠]

جہالت عام ہوگی اور علم کم ہو جائے گا، زنا کاری بڑھ جائے گی، شراب نوشی کا دور دورہ ہوگا، مرد کم ہوں گے اور عورتیں بکثرت ہوں گی حتی کہ پچاس پچاس عورتوں کی نگرانی کرنے والا صرف ایک مرد ہوگا۔‘‘

فوائد ومسائل: ① حضرت انس ؓ بصرے میں بطور مبلغ تعینات تھے۔ جب انھوں نے یہ حدیث بیان کی تو اس وقت کوئی صحابی زندہ نہیں تھا، اس لیے انھوں نے فرمایا: اس حدیث کو میرے علاوہ اور کوئی بیان نہیں کرے گا۔ ② اس حدیث میں بکثرت شراب نوشی کو قیامت کی علامت قرار دیا گیا ہے۔ حضرت ابن عباس ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’شراب کا رسیا اگر اسی حالت میں مرگیا تو اللہ کے سامنے اسے بت پرست کی حیثیت سے پیش کیا جائے گا۔‘‘[1] شراب نوشی کی سنگینی کا اندازہ اس امر سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے کہ اگر کسی علاقے والے شراب کے استعمال پر اصرار کریں تو اسلامی حکومت کو ان کے خلاف طاقت استعمال کرنے کی اجازت ہے۔[2]

٥٥٧٨ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ: حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا سَلَمَةَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَابْنَ الْمُسَيَّبِ يَقُولَانِ: قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: «لَا يَزْنِي [الزَّانِي] حِينَ يَزْنِي وَهُوَ مُؤْمِنٌ، وَلَا يَشْرَبُ الْخَمْرَ حِينَ يَشْرَبُهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ، وَلَا يَسْرِقُ السَّارِقُ حِينَ يَسْرِقُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ».

[5578] حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ’’جب کوئی شخص زنا کرتا ہے تو عین زنا کرتے وقت وہ مومن نہیں ہوتا۔ جب کوئی شراب پیتا ہے تو عین شراب نوشی کے وقت وہ مومن نہیں ہوتا۔ جب چور، چوری کرتا ہے تو عین چوری کے وقت وہ مومن نہیں ہوتا۔‘‘

قَالَ ابْنُ شِهَابٍ: وَأَخْبَرَنِي عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ: أَنَّ أَبَا بَكْرٍ كَانَ يُحَدِّثُهُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، ثُمَّ يَقُولُ: كَانَ أَبُو بَكْرٍ يُلْحِقُ مَعَهُنَّ: «وَلَا يَنْتَهِبُ نُهْبَةً ذَاتَ شَرَفٍ، يَرْفَعُ النَّاسُ إِلَيْهِ أَبْصَارَهُمْ فِيهَا، حِينَ يَنْتَهِبُهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ».

ایک روایت میں (راوئ حدیث) ابوبکر بن عبدالرحمٰن، حضرت ابوہریرہ ؓ سے مروی اس حدیث میں مذکورہ امور کے ساتھ یہ اضافہ کرتے تھے: ’’جب کوئی کسی قدر اور شرافت والے مال ومتاع پر ڈاکا ڈالتا ہے کہ لوگ دیکھتے ہی دیکھتے رہ جائیں تو وہ بھی لوٹ مار کرتے وقت مومن نہیں رہتا۔‘‘

---

1 مسند أحمد: 272/1، والسلسلة الأحاديث الصحيحة، رقم: 677. 2 سنن أبي داود، الأشربة، حديث: 3683.

[راجع: ٢٤٧٥]

فوائدومسائل: ① حدیث میں مذکور گناہوں کا مرتکب ایمان سے محروم ہو جاتا ہے۔ اگر وہ توبہ کر لے تو اس کے دل میں ایمان لوٹ آتا ہے اور اگر یہی کام کرتا رہے اور اسی حالت میں موت آجائے تو وہ بے ایمان ہو کر مرتا ہے۔ ② اس حدیث میں شراب نوشی کرنے والے کے متعلق بہت سخت وعید ہے کہ اس حالت میں اگر موت آجائے تو ایمان سے محرومی کا باعث ہے۔ چنانچہ ایک موقوف حدیث میں ہے: شراب سے احتراز کرو کیونکہ یہ ام الخبائث ہے۔ ایمان اور شراب دونوں اکٹھے اور یکجا نہیں رہ سکتے، ان میں ایک، دوسرے سے انسان کو فارغ کر دیتا ہے۔[1] ③ اہل سنت کا موقف ہے کہ شراب نوشی کرنے والا کامل ایمان سے محروم ہو جاتا ہے۔ اگر وہ اسے اپنے لیے حلال سمجھتا ہے تو مطلق ایمان سے محرومی کا باعث ہے۔ واللہ أعلم.[2] حضرت عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس ؓ سے پوچھا: اس سے ایمان کیسے نکال لیا جاتا ہے؟ انھوں نے فرمایا: اس طرح۔ انھوں نے ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ میں ڈالیں پھر انھیں نکال لیا۔ اگر وہ توبہ کرے تو ایمان اس کی طرف اس طرح لوٹ آتا ہے۔ پھر انھوں نے ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈالیں۔[3]

(٢) بَابُ الْخَمْرِ مِنَ الْعِنَبِ وَغَيْرِهِ

باب: 2- انگور اور دوسری چیزوں کی شراب کا بیان

٥٥٧٩ - حَدَّثَنِي الْحَسَنُ بْنُ صَبَّاحٍ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَابِقٍ: حَدَّثَنَا مَالِكٌ - هُوَ ابْنُ مِغْوَلٍ - عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: لَقَدْ حُرِّمَتِ الْخَمْرُ وَمَا بِالْمَدِينَةِ مِنْهَا شَيْءٌ. [راجع: ٤٦١٦]

[5579] حضرت ابن عمر ؓ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: جب شراب حرام کی گئی تو مدینہ طیبہ میں انگور کی شراب نہیں ملتی تھی۔

فوائدومسائل: ① امام بخاری ؒ کا مطلب یہ معلوم ہوتا ہے کہ شراب صرف انگور سے بنے ہوئے نشہ آور مشروب ہی کو نہیں کہا جاتا بلکہ کسی بھی چیز کا رس پانی میں ڈال کر بنایا ہوا مشروب اگر نشہ آور ہو تو حرام ہے۔ ② مذکورہ حدیث میں حضرت عبداللہ بن عمر ؓ نے مطلق طور پر انگوروں کی شراب سے انکار نہیں کیا بلکہ مدینہ طیبہ میں حرمت خمر کے وقت اس قسم کے عام ہونے کا انکار کیا ہے۔ شراب انگوروں، کھجوروں اور شہد وغیرہ سے تیار کی جاتی تھی، چنانچہ حضرت ابو ہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”شراب ان دو قسم کی نباتات، یعنی کھجور اور انگور سے بنتی ہے۔“[4]

٥٥٨٠ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ: حَدَّثَنَا أَبُو

[5580] حضرت انس ؓ سے روایت ہے، انھوں نے

---

① السنن الكبرىٰ للبيهقي: 8/288. ② فتح الباري: 10/44. ③ صحيح البخاري، الحدود، حديث: 6809. ④ سنن ابن ماجه، الأشربة، حديث: 3378.

شِهَابٍ عَبْدُ رَبِّهِ بْنُ نَافِعٍ عَنْ يُونُسَ، عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ: حُرِّمَتْ عَلَيْنَا الْخَمْرُ حِينَ حُرِّمَتْ، وَمَا نَجِدُ، يَعْنِي بِالْمَدِينَةِ، خَمْرَ الْأَعْنَابِ إِلَّا قَلِيلًا، وَعَامَّةُ خَمْرِنَا الْبُسْرُ وَالتَّمْرُ. [راجع: ٢٤٦٤]

فرمایا: ہم پر جب شراب حرام کی گئی تو مدینہ طیبہ میں انگور کی شراب بہت کم دستیاب ہوتی تھی۔ عام استعمال کی شراب کچی اور پکی کھجوروں سے تیار کی جاتی تھی۔

فائدہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ کا مقصد اس موقف کی تردید کرنا تھا کہ حدیث شراب، صرف انگور کی شراب کے ساتھ خاص نہیں کیونکہ شراب کی یہ قسم تو مدینہ طیبہ میں حرمت کے وقت بہت کم دستیاب تھی بلکہ حرام ہونے میں ہر وہ مشروب شریک ہے جو نشہ آور ہو، چنانچہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: ''گندم سے شراب بنتی ہے، جو کی شراب ہوتی ہے، منقی سے شراب کشید کی جاتی ہے، خشک کھجور شراب کے کام آتی ہے اور شہد سے بھی شراب تیار ہوتی ہے۔''[1] الغرض جو مشروب بھی نشہ آور ہو وہ شراب ہے، خواہ کسی چیز سے تیار کیا جائے۔ واللہ أعلم.

٥٥٨١ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ: حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ أَبِي حَيَّانَ: حَدَّثَنَا عَامِرٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَامَ عُمَرُ عَلَى الْمِنْبَرِ فَقَالَ: أَمَّا بَعْدُ، نَزَلَ تَحْرِيمُ الْخَمْرِ وَهِيَ مِنْ خَمْسَةٍ: الْعِنَبِ، وَالتَّمْرِ، وَالْعَسَلِ، وَالْحِنْطَةِ، وَالشَّعِيرِ، وَالْخَمْرُ مَا خَامَرَ الْعَقْلَ. [راجع: ٤٦١٩]

[5581] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے منبر پر خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: جب شراب کی حرمت کا حکم نازل ہوا تو وہ پانچ چیزوں سے بنتی تھی: انگور، کھجور، شہد، گیہوں اور جو۔ خمر (شراب) ہر وہ چیز ہے جو عقل کو ڈھانپ لے۔

فوائد ومسائل: ① اہل کوفہ کا موقف ہے کہ اصل شراب تو انگور سے بنائی جاتی ہے، وہ اس طرح کہ اس کے شیرے کو آگ پر رکھا جاتا ہے، جب وہ سخت ہو جائے اور اس میں ترشی پیدا ہو جائے تو قلیل و کثیر مقدار میں اس کا استعمال حرام ہے۔ اور اگر دوسری چیزوں سے شراب کشید کی جائے تو جب تک اس سے نشہ نہ آئے پینے والے پر حد واجب نہ ہوگی۔ لیکن محدثین کے ہاں حرمت کا مدار نشہ آور ہونا ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: ''جس مشروب سے نشہ آئے وہ حرام ہے۔''[2] نیز آپ نے فرمایا: ''ہر نشہ آور چیز حرام ہے اور جس چیز کی زیادہ مقدار پینے سے نشہ آئے اس کی تھوڑی مقدار بھی حرام ہے۔''[3] ② بہر حال یہ موقف سرے سے غلط ہے کہ انگور کے علاوہ دوسری چیزوں سے بنا ہوا مشروب مطلق طور پر حرام نہیں بلکہ تھوڑی مقدار جس کے

---

① سنن ابن ماجه، الأشربة، حديث: 3379. ② صحيح البخاري، الوضوء، حديث: 242. ③ سنن النسائي، الأشربة، حديث: 5610.

پینے سے نشہ نہ ہو حلال ہے، احادیث ایسے اقوال کو غلط ثابت کرتی ہیں۔

(٣) بَابٌ: نَزَلَ تَحْرِيمُ الْخَمْرِ وَهِيَ مِنَ الْبُسْرِ وَالتَّمْرِ

باب:3- جب شراب کی حرمت نازل ہوئی تو وہ کچی اور پکی کھجوروں سے تیار کی جاتی تھی

٥٥٨٢ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللهِ ابْنِ أَبِي طَلْحَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: كُنْتُ أَسْقِي أَبَا عُبَيْدَةَ وَأَبَا طَلْحَةَ وَأُبَيَّ بْنَ كَعْبٍ مِنْ فَضِيخِ زَهْوٍ وَتَمْرٍ، فَجَاءَهُمْ آتٍ فَقَالَ: إِنَّ الْخَمْرَ قَدْ حُرِّمَتْ، فَقَالَ أَبُو طَلْحَةَ: قُمْ يَا أَنَسُ، فَهَرِّقْهَا فَهَرَّقْتُهَا. [راجع: ٢٤٦٤]

[5582] حضرت انس بن مالک ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں حضرت ابو عبیدہ، حضرت ابوطلحہ اور حضرت ابی بن کعب ؓ کو کچی پکی کھجوروں سے تیار کردہ شراب پلا رہا تھا کہ ایک آنے والے نے اطلاع دی کہ شراب حرام کر دی گئی ہے۔ اس وقت حضرت ابوطلحہ ؓ نے فرمایا: اے انس! اٹھو اور شراب کو بہا دو، چنانچہ میں نے اسے بہا دیا۔

٥٥٨٣ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ: حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسًا قَالَ: كُنْتُ قَائِمًا عَلَى الْحَيِّ أَسْقِيهِمْ - عُمُومَتِي وَأَنَا أَصْغَرُهُمْ - الْفَضِيخَ، فَقِيلَ: حُرِّمَتِ الْخَمْرُ، فَقَالُوا: أَكْفِئْهَا فَكَفَأْتُهَا.

[5583] حضرت انس ؓ ہی سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں ایک قبیلے میں کھڑا اپنے چچاؤں کو کھجوروں سے تیار کردہ شراب پلا رہا تھا کیونکہ میں ان میں سب سے کم عمر تھا۔ اس دوران میں کسی نے کہا کہ شراب حرام کر دی گئی ہے۔ حاضرین نے کہا: اب اسے بہا دو، چنانچہ میں نے شراب کو بہا دیا۔

قُلْتُ لِأَنَسٍ: مَا شَرَابُهُمْ؟ قَالَ: رُطَبٌ وَبُسْرٌ، فَقَالَ أَبُو بَكْرِ بْنُ أَنَسٍ: وَكَانَتْ خَمْرَهُمْ، فَلَمْ يُنْكِرْ أَنَسٌ. [راجع: ٢٤٦٤]

راوی نے پوچھا کہ یہ شراب کس چیز سے بنتی تھی؟ انھوں نے فرمایا: تازہ کچی پکی کھجوروں سے۔ حضرت ابوبکر بن انس نے کہا: ان کی شراب یہی ہوتی تھی۔ حضرت انس ؓ نے اس کا انکار نہ کیا۔

وَحَدَّثَنِي بَعْضُ أَصْحَابِي أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ: كَانَتْ خَمْرَهُمْ يَوْمَئِذٍ.

میرے کچھ ساتھیوں نے خبر دی، انھوں نے حضرت انس ؓ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ اس وقت ان کی شراب اس قسم کی ہوتی تھی۔

٥٥٨٤ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ الْمُقَدَّمِيُّ: حَدَّثَنَا يُوسُفُ أَبُو مَعْشَرٍ الْبَرَّاءُ قَالَ: سَمِعْتُ سَعِيدَ بْنَ عُبَيْدِ اللهِ قَالَ: حَدَّثَنِي بَكْرُ بْنُ عَبْدِ اللهِ أَنَّ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ حَدَّثَهُمْ: أَنَّ الْخَمْرَ حُرِّمَتْ، وَالْخَمْرُ يَوْمَئِذٍ الْبُسْرُ وَالتَّمْرُ. [راجع: ٢٤٦٤]

[5584] حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ ہی سے ایک دوسری روایت ہے، انھوں نے بیان کیا کہ جب شراب حرام کی گئی تو وہ کچی اور پکی کھجوروں سے تیار کی جاتی تھی۔

فوائدومسائل: ① زمانۂ جاہلیت میں عرب لوگ خام (کچی) اور پختہ کھجوروں سے تیار کی ہوئی شراب بہت پسند کرتے تھے۔ چونکہ وہاں کھجوروں کی کثرت تھی، اس لیے وہ انھی سے کشید کرتے تھے اور ان سے تیارشدہ شراب بھی بڑی عمدہ ہوتی تھی جسے اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا، پھر تعمیل ارشاد کے وقت یہ منظر تھا کہ مدینہ طیبہ کے گلی کوچوں میں شراب پانی کی طرح بہہ رہی تھی۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اٹھو اور ان مٹکوں کو توڑ دو۔ حضرت انس کہتے ہیں کہ میرے پاس ہاون دستہ پڑا تھا، میں نے وہی گھڑوں کی نچلی جانب مارا اور شراب کو بہا دیا۔[1] ② بہرحال حضرت انس رضی اللہ عنہ سے جو شراب کے متعلق صحیح روایات ملتی ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت شراب کچی پکی کھجوروں سے تیار کی جاتی تھی۔ اس سے اہل کوفہ کی تردید ہوتی ہے جن کا موقف ہے کہ خمر صرف انگور کی شراب کو کہا جاتا ہے اور جو اس کے علاوہ دوسری چیزوں سے تیار کی جائے وہ خمر نہیں ہے۔ اہل کوفہ کا یہ موقف لغت عرب، سنت صحیحہ اور اقوال صحابہ کے خلاف ہے۔ واللہ أعلم.

(٤) بَابٌ: الْخَمْرُ مِنَ الْعَسَلِ وَهُوَ الْبِتْعُ

باب: 4- شہد سے تیار کردہ شراب کا بیان جسے بتع کہا جاتا ہے

وَقَالَ مَعْنٌ: سَأَلْتُ مَالِكَ بْنَ أَنَسٍ عَنِ الْفُقَّاعِ فَقَالَ: إِذَا لَمْ يُسْكِرْ فَلَا بَأْسَ بِهِ.

معن بن عیسیٰ نے کہا: میں نے حضرت انس رحمہ اللہ سے ''فقاع'' کے متعلق دریافت کیا تو انھوں نے فرمایا: اگر اس میں نشہ نہ ہو تو (اس کے پینے میں) کوئی حرج نہیں۔

وَقَالَ ابْنُ الدَّرَاوَرْدِيِّ: سَأَلْنَا عَنْهُ فَقَالُوا: لَا يُسْكِرُ، لَا بَأْسَ بِهِ.

ابن دراوردی نے کہا: ہم نے ان سے اس کے متعلق پوچھا تو انھوں نے فرمایا: اگر اس میں نشہ نہ ہو تو کوئی حرج نہیں۔

وضاحت: فُقاع، وہ مشروب ہے جو خشک انگوروں سے تیار کیا جاتا تھا۔ اگر اس میں نشہ نہ ہو تو اسے استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ اگر کسی چیز کے زیادہ پینے سے نشہ نہیں آتا تو اسے پیا جا سکتا ہے جیسا کہ فُقاع

1 صحيح البخاري، أخبار الآحاد، حديث: 7253.

مشروب کے متعلق وضاحت کی گئی ہے۔ واللہ أعلم.

٥٥٨٥ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ سُئِلَ عَنِ الْبِتْعِ فَقَالَ: «كُلُّ شَرَابٍ أَسْكَرَ فَهُوَ حَرَامٌ». [راجع: ٢٤٢]

[5585] حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ سے بتع کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: ''جو بھی مشروب نشہ لائے وہ حرام ہے۔''

٥٥٨٦ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: سُئِلَ رَسُولُ اللهِ ﷺ عَنِ الْبِتْعِ - وَهُوَ شَرَابُ الْعَسَلِ - وَكَانَ أَهْلُ الْيَمَنِ يَشْرَبُونَهُ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «كُلُّ شَرَابٍ أَسْكَرَ فَهُوَ حَرَامٌ». [راجع: ٢٤٢]

[5586] حضرت عائشہ ؓ ہی سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ سے بتع کے متعلق دریافت کیا گیا، یہ مشروب شہد سے تیار کیا جاتا تھا اور اہل یمن کے ہاں اسے پینے کا عام رواج تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو مشروب بھی نشہ آور ہو وہ حرام ہے۔''

فوائد ومسائل: ① رسول اللہ ﷺ سے بتع شراب کے متعلق سوال کرنے والے جلیل القدر صحابی حضرت ابوموسیٰ اشعری ؓ ہیں۔ جب رسول اللہ ﷺ نے انھیں دعوت و تبلیغ کے لیے بھیجا تو انھوں نے مشروبات کے متعلق سوال کیا جو وہاں تیار کیے جاتے تھے۔ آپ نے فرمایا: ''وہ کیا کیا ہیں؟'' انھوں نے کہا: وہ بتع اور مزر ہیں۔ بتع تو شہد کا نبیذ اور مزر جو کا نبیذ ہے۔ آپ نے فرمایا: ''ہر نشہ آور مشروب حرام ہے۔''[1] بتع اور مزر کی یہ تعریف خود رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے، چنانچہ حضرت ابوموسیٰ اشعری ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں نے شہد کی شراب کے متعلق رسول اللہ ﷺ سے پوچھا تو آپ نے فرمایا: ''یہی بتع ہے۔'' میں نے عرض کی: جو اور مکئی سے بھی (نشہ آور) نبیذ تیار کیا جاتا ہے۔ آپ نے فرمایا: ''یہ مزر ہے۔'' آخر کار آپ نے فرمایا: ''اپنی قوم کو بتا دو کہ ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔''[2] ہر نشہ آور چیز حرام ہے، خواہ اس کے زیادہ پینے سے نشہ آئے، چنانچہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: ''جس چیز کا بڑا پیالہ نشہ آور ہو تو اس کا ایک چلو بھی حرام ہے۔''[3] بلکہ ہم کہتے ہیں کہ اس سے بھی کم مقدار، خواہ قطرہ ہی کیوں نہ ہو، حرام ہے۔ واللہ أعلم.

٥٥٨٧ - وَعَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: حَدَّثَنِي أَنَسٌ،

[5587] حضرت انس ؓ سے روایت ہے، انھوں نے

---

① صحيح البخاري، المغازي، حديث : 4343. ② سنن أبي داود، الأشربة، حديث : 3684. ③ سنن أبي داود، الأشربة، حديث : 3687.

أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «لَا تَنْتَبِذُوا فِي الدُّبَّاءِ وَلَا فِي الْمُزَفَّتِ».

کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کدو اور تارکول کے برتنوں میں نبیذ نہ بناؤ۔''

وَكَانَ أَبُو هُرَيْرَةَ يُلْحِقُ مَعَهُمَا الْحَنْتَمَ وَالنَّقِيرَ.

حضرت ابوہریرہ ؓ ان دو برتنوں کے ساتھ روغنی مرتبان اور کھجور کے تنے کو کھود کر تیار کردہ برتن کا بھی اضافہ کیا کرتے تھے۔

فائدہ: قبل از اسلام لوگ جن برتنوں میں شراب بنایا کرتے تھے رسول اللہ ﷺ نے ان میں نبیذ بنانے سے بھی منع کر دیا۔ اس غرض سے عموماً چار قسم کے برتن استعمال ہوتے تھے جن کی تفصیل ہم آئندہ بیان کریں۔ اس حدیث میں ان چار برتنوں کا بیان ہے۔ حرمت شراب کی ابتدا میں ان برتنوں کے استعمال سے بھی منع فرمادیا گیا مگر بعد میں ان کی اجازت دے دی گئی۔

(٥) بَابُ مَا جَاءَ فِي أَنَّ الْخَمْرَ مَا خَامَرَ الْعَقْلَ مِنَ الشَّرَابِ

باب: 5- خمر وہ مشروب ہے جو عقل کو ڈھانپ لے

٥٥٨٨ - حَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ أَبِي رَجَاءٍ: حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ أَبِي حَيَّانَ التَّيْمِيِّ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: خَطَبَ عُمَرُ عَلَى مِنْبَرِ رَسُولِ اللهِ ﷺ فَقَالَ: إِنَّهُ قَدْ نَزَلَ تَحْرِيمُ الْخَمْرِ وَهِيَ مِنْ خَمْسَةِ أَشْيَاءَ: الْعِنَبِ، وَالتَّمْرِ، وَالْحِنْطَةِ، وَالشَّعِيرِ، وَالْعَسَلِ. وَالْخَمْرُ مَا خَامَرَ الْعَقْلَ. وَثَلَاثٌ وَدِدْتُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ لَمْ يُفَارِقْنَا حَتَّى يَعْهَدَ إِلَيْنَا عَهْدًا: الْجَدُّ، وَالْكَلَالَةُ، وَأَبْوَابٌ مِنْ أَبْوَابِ الرِّبَا.

[5588] حضرت ابن عمر ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: سیدنا عمر ؓ نے رسول اللہ ﷺ کے منبر پر خطبہ دیتے ہوئے کہا: جب شراب کی حرمت کا حکم نازل ہوا تو اس وقت وہ پانچ چیزوں سے تیار کی جاتی تھی: انگور سے، کھجور سے، گندم سے، جو اور شہد سے۔ خمر وہ مشروب ہے جو عقل کو مخمور کر دے۔ تین مسائل ایسے ہیں، میری خواہش تھی کہ رسول اللہ ﷺ ہم سے جدا ہونے سے پہلے ان کا حکم بتا دیتے وہ یہ ہیں: دادے کا ترکہ، کلالہ کا مسئلہ اور سود کے مسائل۔

قَالَ: قُلْتُ: يَا أَبَا عَمْرٍو، فَشَيْءٌ يُصْنَعُ بِالسِّنْدِ مِنَ الْأَرُزِّ؟ قَالَ: ذَاكَ لَمْ يَكُنْ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ، أَوْ قَالَ: عَلَى عَهْدِ عُمَرَ.

راویٔ حدیث ابوحیان بیان کرتے ہیں کہ میں نے کہا: اے ابوعمرو! ایک مشروب سندھ میں چاولوں سے تیار ہوتا ہے؟ انھوں نے فرمایا: یہ چیز نبی ﷺ کے مبارک دور میں پائی نہیں جاتی تھی یا کہا کہ سیدنا عمر ؓ کے زمانے میں

نہ تھی۔

وَقَالَ حَجَّاجٌ عَنْ حَمَّادٍ، عَنْ أَبِي حَيَّانَ مَكَانَ الْعِنَبِ: الزَّبِيبَ. [راجع: ٤٦١٩]

حجاج نے بھی اس حدیث کو حضرت حماد سے، انھوں نے ابوحیان سے بیان کیا لیکن انھوں نے انگور کے بجائے کشمش کے الفاظ بیان کیے ہیں۔

فوائد ومسائل: ① محدثین کرام کہتے ہیں کہ جو چیز بھی عقل کو ڈھانپ لے وہ خمر ہے اور یہ حرام ہے۔ اس قسم کا مشروب اگر زیادہ نوش کرنا نشے کا باعث ہے تو اس کا تھوڑا بھی منع ہے، خواہ وہ ایک گھونٹ ہی کیوں نہ ہو۔ اور اس موقف کی بنیاد سیدنا عمر ؓ کا خطبہ ہے جو انھوں نے تمام صحابۂ کرام ؓ کے سامنے رسول اللہ ﷺ کے منبر پر کھڑے ہو کر دیا۔ عقلی طور پر اس کی علت اس مشروب میں نشہ آور ہونے کی صلاحیت ہے بالفعل اس کا نشہ آور ہونا نہیں۔ ② اہل کوفہ کا موقف ہے کہ اصل شراب وہ ہے جو انگوروں سے تیار کی جائے، ایسی شراب کا قلیل و کثیر مقدار میں پینا حرام ہے۔ اگر انگور کے علاوہ دوسری اشیاء سے شراب تیار کی جائے تو اسے مجازی طور پر تو خمر کہا جا سکتا ہے لیکن حقیقی طور پر اسے خمر کا نام دیا نہیں جا سکتا۔ اس طرح کا مشروب اس وقت حرام ہو گا جب عملی طور پر نشہ آور ہو۔ اس کی اتنی مقدار پینا جائز اور حلال ہے جس سے نشہ نہ آئے اگرچہ اس میں نشہ آور ہونے کی صلاحیت موجود ہو۔ متعدد احادیث کے مخالف ہونے کی وجہ سے یہ مؤقف مردود ہے۔ امام بخاری ؒ نے متعدد ابواب اسی موقف کی تردید میں قائم کیے ہیں کہ حرمت کی علت نشے کی صلاحیت ہے۔ چونکہ رسول اللہ ﷺ نے تمام حرام مشروبات کے بارے میں ایک قاعدہ بیان کر دیا ہے کہ ہر وہ مشروب جو عقل کو زائل کر دے وہ خمر ہے۔ چاولوں سے تیار شدہ مشروب کے متعلق بھی یہی حکم ہوگا اگر اس کے استعمال سے نشہ آتا ہے تو حرام ہے۔ اگر نشے کی صلاحیت سے عاری ہے تو حرام نہیں ہے۔ واللہ المستعان.

٥٥٨٩ - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي السَّفَرِ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنْ عُمَرَ قَالَ: الْخَمْرُ تُصْنَعُ مِنْ خَمْسَةٍ: مِنَ الزَّبِيبِ، وَالتَّمْرِ، وَالْحِنْطَةِ، وَالشَّعِيرِ، وَالْعَسَلِ. [راجع: ٤٦١٩]

[5589] حضرت ابن عمر ؓ سے روایت ہے اور وہ حضرت عمر ؓ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: شراب پانچ چیزوں سے کشید کی جاتی تھی: کشمش، کھجور، گیہوں، جو اور شہد سے۔

فوائد ومسائل: ① اس حدیث سے بھی ان لوگوں کی تردید ہوتی ہے جو کہتے ہیں کہ شراب صرف وہی ہوتی ہے جو انگور سے تیار کی جائے بلکہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر وہ چیز جو عقل پر پردہ ڈال دے، خواہ وہ کسی بھی جنس سے تیار کی جائے، اسے عربی میں خمر کہا جاتا ہے اور یہ حرام ہے۔ ② آپریشن کے دوران میں جو ادویات بے ہوش کرنے کے لیے استعمال ہوتی ہیں وہ نشہ آور ہونے کے حکم میں نہیں ہیں کیونکہ بے ہوشی اور مدہوشی میں نمایاں فرق ہے، تاہم ایسی ادویات بھی علاج کی غرض سے ضرورت کے موقع پر جائز ہیں، بلا ضرورت ہوش وحواس ختم کرنے جائز نہیں ہیں۔ واللہ أعلم.

(٦) بَابُ مَا جَاءَ فِيمَنْ يَسْتَحِلُّ الْخَمْرَ وَيُسَمِّيهِ بِغَيْرِ اسْمِهِ

۵۵۹۰ - وَقَالَ هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ: حَدَّثَنَا صَدَقَةُ ابْنُ خَالِدٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ يَزِيدَ بْنِ جَابِرٍ: حَدَّثَنَا عَطِيَّةُ بْنُ قَيْسٍ الْكِلَابِيُّ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ غَنْمٍ الْأَشْعَرِيُّ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو عَامِرٍ - أَوْ أَبُو مَالِكٍ - الْأَشْعَرِيُّ، وَاللهِ مَا كَذَبَنِي: سَمِعَ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ: «لَيَكُونَنَّ مِنْ أُمَّتِي أَقْوَامٌ يَسْتَحِلُّونَ الْحِرَ، وَالْحَرِيرَ، وَالْخَمْرَ، وَالْمَعَازِفَ، وَلَيَنْزِلَنَّ أَقْوَامٌ إِلَى جَنْبِ عَلَمٍ، يَرُوحُ عَلَيْهِمْ بِسَارِحَةٍ لَهُمْ يَأْتِيهِمْ لِحَاجَةٍ فَيَقُولُونَ: ارْجِعْ إِلَيْنَا غَدًا، فَيُبَيِّتُهُمُ اللهُ، وَيَضَعُ الْعَلَمَ، وَيَمْسَخُ آخَرِينَ قِرَدَةً وَخَنَازِيرَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ».

باب:6- جو شخص شراب کا نام بدل کر اسے اپنے لیے حلال خیال کرے

[5590] حضرت عبدالرحمٰن بن غنم سے روایت ہے، انھوں نے کہا: مجھے ابو عامر یا ابو مالک اشعری ؓ نے بیان کیا، اللہ کی قسم! انھوں نے مجھ سے جھوٹ نہیں بولا، انھوں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ''یقیناً میری امت میں کچھ ایسے لوگ ضرور پیدا ہوں گے جو زنا کاری، ریشم کا پہننا، شراب نوشی اور گانے بجانے کو حلال سمجھیں گے۔ یہ لوگ پہاڑ کے دامن میں رہائش رکھیں گے۔ چرواہے ان کے مویشی چرانے کے لیے صبح و شام لائیں گے اور لے جائیں گے۔ اس دوران میں ان کے پاس کوئی حاجت مند اپنی ضرورت لے کر جائے گا تو وہ کہیں گے: تم اب واپس چلے جاؤ، ہمارے پاس کل آؤ، لیکن اللہ تعالیٰ رات ہی کو انھیں ہلاک کر دے گا اور پہاڑ ان پر گرا دے گا۔ ان میں سے دوسروں کو بندر اور خنزیر کی صورت میں مسخ کر دے گا، وہ قیامت تک اسی حالت میں رہیں گے۔''

فوائد ومسائل: ① حرام چیز کا نام بدل دینے سے اس کا حکم تبدیل نہیں ہو جاتا جیسا کہ سود کا نام منافع یا مارک اپ رکھ دیا جائے تو اس کی حقیقت نہیں بدلتی، اسی طرح شراب کو مشروب یا شربت کہنے سے یا اور کوئی نام رکھ لینے سے وہ حلال نہیں ہو جاتی، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے اس سلسلے میں واضح الفاظ میں پیش گوئی فرمائی ہے، آپ نے فرمایا: ''رات دن کا نظام ختم نہیں ہوگا حتی کہ میری امت کے کچھ لوگ شراب نوشی کریں گے لیکن اسے اس کے نام کے سوا دوسرے نام سے پکاریں گے۔''[1] اسی طرح ایک دوسری حدیث میں ہے: ''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میری امت کے کچھ لوگ شراب پئیں گے مگر اس کا نام کچھ اور رکھ لیں گے۔''[2] ② افسوس کہ حدیث میں مذکور تمام برائیاں آج عام ہو رہی ہیں۔ گانا بجانا اور شراب نوشی عام ہے، زنا کاری کے اڈے تو حکومتی سرپرستی میں چل رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان سے محفوظ رکھے۔ آمین۔

---

1 سنن ابن ماجه، الأشربة، حديث : 3384. 2 سنن أبي داود، الأشربة، حديث : 3688.

(٧) بَابُ الْانْتِبَاذِ فِي الْأَوْعِيَةِ وَالتَّوْرِ

باب:7- برتنوں اور پتھر کے پیالوں میں نبیذ بنانا

وضاحت: امام ابوداود نے "في صفة النبيذ" کے عنوان کے تحت ایک حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس کچھ لوگ آئے اور عرض کی: اللہ کے رسول! ہمارے ہاں انگور ہوتے ہیں، ہم ان کا کیا کریں؟ آپ نے فرمایا: "تم انھیں خشک کر کے منقی بنا لیا کرو۔" انھوں نے عرض کی: ہم اس کشمش کو کیا کریں؟ آپ نے فرمایا: "صبح کے وقت بھگو دیا کرو اور رات کو پی لیا کرو یا رات کو بھگو کر صبح نوش کر لیا کرو اور نبیذ مٹکوں میں بنایا کرو، مشکیزوں میں نہیں۔"[1] یعنی خشک پھل کھجور یا کشمش کو پانی میں بھگو کر اس کا جوس بنانا نبیذ کہلاتا ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ حرام مشروب کے بعد حلال مشروب بیان کرتے ہیں۔

٥٥٩١ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي حَازِمٍ قَالَ: سَمِعْتُ سَهْلًا يَقُولُ: أَتَى أَبُو أُسَيْدٍ السَّاعِدِيُّ، فَدَعَا رَسُولَ اللهِ ﷺ فِي عُرْسِهِ فَكَانَتِ امْرَأَتُهُ خَادِمَهُمْ - وَهِيَ الْعَرُوسُ - قَالَ: أَتَدْرُونَ وَمَا سَقَتْ رَسُولَ اللهِ ﷺ؟ أَنْقَعَتْ لَهُ تَمَرَاتٍ مِنَ اللَّيْلِ فِي تَوْرٍ. [راجع: ٥١٧٦]

[5591] حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ ابو اسید ساعدی رضی اللہ عنہ آئے اور رسول اللہ ﷺ کو اپنے ولیمے میں شمولیت کی دعوت دی۔ ان کی بیوی ہی تمام کام کر رہی تھی، حالانکہ وہ دلھن تھی۔ حضرت سہل رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا تمھیں معلوم ہے کہ اس نے رسول اللہ ﷺ کو کیا پلایا تھا؟ آپ ﷺ کے لیے انھوں نے رات کے وقت پتھر کے برتن میں کھجوریں بھگو رکھی تھیں۔

فوائد ومسائل: ① کھجور کو پانی میں بھگو کر اسے مل چھان کر شربت بنانا نبیذ کہلاتا ہے۔ یہ ایک مقوی اور فرحت بخش مشروب ہے۔ عربی زبان میں اسے نقیع کہتے ہیں۔ جب اس میں ترشی پیدا ہو جائے اور جوش مارنے لگے تو اس کا پینا جائز نہیں۔ ② اس قسم کا نبیذ سردیوں میں تین دن تک اور گرمیوں میں صرف ایک دن تک قابل استعمال رہتا ہے، چنانچہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے لیے کشمش کا نبیذ بنایا جاتا تو آپ اسے اس دن، اگلے دن اور اس سے اگلے دن، یعنی تیسرے دن کی شام تک استعمال کرتے تھے، پھر آپ حکم دیتے کہ خادموں کو پلا دیا جائے یا اسے بہا دیا جائے۔[2] امام ابوداود رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ خادموں کو پلانے سے مقصود یہ ہوتا تھا کہ خراب ہونے سے پہلے پہلے اسے استعمال کر لیا جائے، اس کے بعد اسے استعمال نہ کیا جائے۔[3]

---

① سنن أبي داود، الأشربة، حديث: 3710. ② صحيح مسلم، الأشربة، حديث: 5226 (2004). ③ سنن أبي داود، الأشربة، حديث: 3713.

(٨) بَابُ تَرْخِيصِ النَّبِيِّ ﷺ فِي الْأَوْعِيَةِ وَالظُّرُوفِ بَعْدَ النَّهْيِ

باب:8- ممانعت کے بعد نبی ﷺ کا ہر قسم کے برتنوں میں نبیذ بنانے کی اجازت دینا

٥٥٩٢ - حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ مُوسَى: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ أَبُو أَحْمَدَ الزُّبَيْرِيُّ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: نَهَى رَسُولُ اللهِ ﷺ عَنِ الظُّرُوفِ فَقَالَتِ الْأَنْصَارُ: إِنَّهُ لَا بُدَّ لَنَا مِنْهَا، قَالَ: «فَلَا إِذًا».

[5592] حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مخصوص برتنوں کے استعمال سے منع فرمایا تو انصار نے عرض کی: ہمارے لیے تو ان کے بغیر کوئی دوسرا چارۂ کار نہیں ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تو خیر پھر اجازت ہے۔''

وَقَالَ لِي خَلِيفَةُ: حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ، عَنْ جَابِرٍ بِهٰذَا.

خلیفہ کہتے ہیں کہ ہمیں یحییٰ بن سعید نے سفیان سے، انھوں نے منصور سے اور انھوں نے حضرت سالم بن ابو جعد سے یہ حدیث بیان کی۔

٥٥٩٣ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ أَبِي مُسْلِمٍ الْأَحْوَلِ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ أَبِي عِيَاضٍ الْعَنْسِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ [عَمْرٍو] رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: لَمَّا نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنِ الْأَسْقِيَةِ قِيلَ لِلنَّبِيِّ ﷺ: لَيْسَ كُلُّ النَّاسِ يَجِدُ سِقَاءً، فَرَخَّصَ لَهُمْ فِي الْجَرِّ غَيْرِ الْمُزَفَّتِ.

[5593] حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب نبی ﷺ نے مشکیزوں کے سوا دوسرے مخصوص برتنوں میں نبیذ بنانے سے منع فرمایا تو لوگوں نے آپ سے عرض کی: ہر کسی کو مشکیزہ کہاں سے مل سکتا ہے؟ تب آپ ﷺ نے تارکول کے برتن کے علاوہ دوسرے مٹکوں میں نبیذ بنانے کی اجازت دے دی۔

حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بِهٰذَا وَقَالَ فِيهِ: لَمَّا نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنِ الْأَوْعِيَةِ.

عبداللہ بن محمد کہتے ہیں کہ ہم سے سفیان ثوری نے یہی بیان کیا۔ اس میں یہ الفاظ ہیں کہ جب نبی ﷺ نے چند برتنوں میں نبیذ بنانے سے منع فرمایا۔

٥٥٩٤ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ: حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ سُفْيَانَ: حَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ عَنْ إِبْرَاهِيمَ التَّيْمِيِّ،

[5594] حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے کدو اور تارکول کے برتنوں میں نبیذ بنانے

عَنِ الْحَارِثِ بْنِ سُوَيْدٍ، عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنِ الدُّبَّاءِ وَالْمُزَفَّتِ.

سے منع فرمایا۔

حَدَّثَنِي عُثْمَانُ: حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ بِهٰذَا.

عثمان بن ابی شیبہ نے جریر کے واسطے سے حضرت اعمش سے یہ حدیث بیان کی۔

٥٥٩٥ - حَدَّثَنِي عُثْمَانُ: حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ: قُلْتُ لِلْأَسْوَدِ: هَلْ سَأَلْتَ عَائِشَةَ أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ عَمَّا يُكْرَهُ أَنْ يُنْتَبَذَ فِيهِ؟ فَقَالَ: نَعَمْ، قُلْتُ: يَا أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ، عَمَّ نَهَى النَّبِيُّ ﷺ أَنْ يُنْتَبَذَ فِيهِ؟ قَالَتْ: نَهَانَا فِي ذٰلِكَ أَهْلَ الْبَيْتِ أَنْ نَنْتَبِذَ فِي الدُّبَّاءِ، وَالْمُزَفَّتِ، قُلْتُ: أَمَا ذَكَرْتِ الْجَرَّ وَالْحَنْتَمَ؟ قَالَتْ: إِنَّمَا أُحَدِّثُكَ مَا سَمِعْتُ، [أَفَأُحَدِّثُ] مَا لَمْ أَسْمَعْ؟.

[5595] حضرت ابراہیم نخعی سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں نے اسود بن یزید سے پوچھا، کیا تم نے حضرت عائشہ ؓ سے پوچھا تھا کہ کس برتن میں نبیذ بنانا مکروہ ہے؟ حضرت اسود نے کہا: ہاں۔ میں نے عرض کی: ام المومنین! نبی ﷺ نے کس کس برتن میں نبیذ بنانے سے منع فرمایا تھا؟ انھوں نے کہا: آپ ﷺ نے ہم اہل خانہ کو کدو اور تارکول کے برتنوں میں نبیذ بنانے سے منع فرمایا۔ میں نے حضرت اسود سے پوچھا کہ انھوں نے مٹکے اور سبز مرتبان کا ذکر نہیں کیا تو انھوں نے کہا کہ میں تم سے وہی کچھ بیان کرتا ہوں جو میں نے سنا ہے، کیا وہ بھی بیان کروں جو میں نے نہیں سنا؟

٥٥٩٦ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ: حَدَّثَنَا الشَّيْبَانِيُّ قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ أَبِي أَوْفَى رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنِ الْجَرِّ الْأَخْضَرِ، قُلْتُ: أَنَشْرَبُ فِي الْأَبْيَضِ؟ قَالَ: «لَا».

[5596] حضرت عبداللہ بن ابی اوفی ؓ سے روایت ہے، انھوں نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے سبز مٹکوں میں نبیذ بنانے سے منع فرمایا۔ میں نے عرض کی: ہم سفید مٹکوں میں نبیذ بنا کر نوش کر لیا کریں؟ انھوں نے فرمایا: نہیں۔

فوائد ومسائل: ① جب شراب خانہ خراب کی حرمت کا قطعی اعلان کر دیا گیا تو رسول اللہ ﷺ نے چند ایسے سخت ہنگامی احکام بھی جاری فرمائے جن کا مقصد صرف یہ تھا کہ اہل ایمان کے دلوں میں اس ام الخبائث سے سخت نفرت پیدا ہو جائے اور پرانی عادت کسی طرح بھی لوٹ نہ آئے۔ اس سلسلے میں ان برتنوں کے استعمال پر بھی پابندی لگا دی گئی جن میں شراب تیار ہوتی تھی۔ اس ممانعت کا مقصد یہ تھا کہ یہ برتن شراب کی یاد دلا کر دل میں اس کی خواہش اور طلب پیدا نہ کریں، چنانچہ حضرت ابن عمر ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دباء، حنتم، مزفت اور نقیر میں نبیذ بنانے سے منع فرمایا اور مشکیزوں میں اسے تیار

کرنے کی اجازت دی۔[1] پھر جب شراب سے نفرت دلوں میں پوری طرح بیٹھ گئی تو رسول اللہ ﷺ نے ان برتنوں کے استعمال کی اجازت دے دی جیسا کہ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں تمھیں منع کیا کرتا تھا کہ چمڑے کے مشکیزوں کے علاوہ دوسرے برتنوں کو نبیذ کے لیے استعمال نہ کرو۔ اب تم ہر قسم کے برتن میں نبیذ بنا کر پی سکتے ہو بشرطیکہ وہ نشہ آور نہ ہو۔''[2] ② اب ہم ان برتنوں کے متعلق وضاحت کرتے ہیں جن میں نبیذ بنانے کی ممانعت تھی: ○ الدباء: بڑے بڑے سائز کے کدو جب خشک ہو جاتے تو ان کے اندر کا گودا نکال کر سخت خول کو برتن کے طور پر استعمال کیا جاتا تھا۔ اس میں باہر سے ہوا اندر نہ جاتی جس کی وجہ سے نبیذ میں جلدی ترشی پیدا ہو جاتی۔ ○ حنتم: مٹی سے بڑے بڑے برتن اس طرح بنائے جاتے کہ مٹی گوندھتے وقت اس میں خون اور بال ملا دیے جاتے، اس لیے ان برتنوں کا رنگ سیاہی مائل سبز ہو جاتا تھا۔ غرض یہ ہوتی کہ ان کی سطح سے ہوا کا گزر بند ہو جائے تاکہ تخمیر کا عمل جلدی اور تیز ہو۔ یہ برتن اپنی بناوٹ میں انتہائی گندے اور غلیظ ہوتے تھے۔ ○ مزفت: وہ برتن جن کے اندر روغن ''زفت'' لگایا جاتا۔ اس کے لگانے کا مقصد بھی وہی ہوتا تھا کہ ہوا کا گزر نہ ہو تاکہ شراب سازی کے لیے عمل تخمیر جلدی اور شدت سے شروع ہو جائے۔ روغن ملنے کی وجہ سے برتن بھی صاف نہ ہوتے تھے۔ زفت، تارکول سے ملتا جلتا ایک معدنی روغن ہوتا تھا۔ ○ نقیر: کھجور کے تنے کو اندر سے کھوکھلا کر کے بنایا جاتا۔ اس میں شراب تیار کی جاتی۔ بعض دفعہ کھجور کا اوپر والا حصہ کاٹ کر نچلا حصہ زمین میں رہنے دیا جاتا۔ اس کا صحیح طور پر دھونا ممکن نہ تھا، نیز اس میں گندا گرد و غبار بھی موجود رہتا تھا۔ عرب لوگ ان برتنوں میں شراب کے علاوہ نبیذ بھی بناتے تھے اور ان میں بہت جلد ترشی آجاتی تھی۔ چونکہ یہ لوگ پہلے ان برتنوں کے مشروبات اور شراب کے عادی تھے، اس لیے انھیں معمولی نشے کا احساس نہیں ہوتا تھا۔ شراب کے حرام ہونے کے آغاز میں ان برتنوں کے استعمال پر پابندی تھی جو بعد میں اٹھالی گئی۔ واللہ أعلم.

(٩) بَابُ نَقِيعِ التَّمْرِ مَا لَمْ يُسْكِرْ

٥٥٩٧ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ: حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ ابْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْقَارِيُّ عَنْ أَبِي حَازِمٍ قَالَ: سَمِعْتُ سَهْلَ بْنَ سَعْدٍ أَنَّ أَبَا أُسَيْدٍ السَّاعِدِيَّ دَعَا النَّبِيَّ ﷺ لِعُرْسِهِ، فَكَانَتِ امْرَأَتُهُ خَادِمَهُمْ يَوْمَئِذٍ، وَهِيَ الْعَرُوسُ، فَقَالَتْ: هَلْ تَدْرُونَ مَا أَنْقَعْتُ لِرَسُولِ اللهِ ﷺ؟ أَنْقَعْتُ لَهُ تَمَرَاتٍ مِنَ اللَّيْلِ فِي تَوْرٍ. [راجع: ٥١٧٦]

باب:9- کھجور کا شربت نوش کرنا بشرطیکہ نشہ آور نہ ہو

[5597] حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابو اسید ساعدی رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ کو اپنے ولیمے میں شمولیت کی دعوت دی۔ اس دن ان کی بیوی ہی مہمانوں کی خدمت کر رہی تھیں جبکہ وہ خود دلھن تھی۔ اس نے کہا: تم جانتے ہو کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے لیے کس چیز کا شربت تیار کیا تھا؟ میں نے رات ہی کو آپ ﷺ کے لیے کھجوریں ایک پتھر کے برتن میں بھگو دی تھیں۔

فائدہ: بعض اہل علم نے کھجوروں سے تیار کی ہوئی نبیذ کو مکروہ خیال کیا ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے ان کی تردید میں یہ

1 صحيح مسلم، الأشربة، حديث :5197 (1997). 2 صحيح مسلم، الأشربة، حديث :5209 (977).

عنوان قائم کیا ہے۔ جن حضرات نے اسے ناپسند کیا ہے وہ اس امر پر محمول ہوگا کہ جس میں کافی تغیر آ چکا ہو اور نشہ آور ہونے کے قریب ہو۔ بہرحال کھجوروں کا نبیذ استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں بشرطیکہ وہ نشہ آور نہ ہو۔ اگرچہ حدیث میں اس کے نشہ آور ہونے یا نہ ہونے کا کوئی ذکر نہیں، تاہم رات کے آغاز سے لے کر دوپہر دن تک اس میں کسی قسم کا جوش نہیں آتا اور نہ اس میں ترشی ہی پیدا ہوتی ہے، لہٰذا اس قسم کا مشروب پینے کی شرعاً اجازت ہے۔[1]

(١٠) بَابُ الْبَاذَقِ

باب:10- باذق کا بیان

وَمَنْ نَهَى عَنْ كُلِّ مُسْكِرٍ مِنَ الْأَشْرِبَةِ، وَرَأَى عُمَرُ، وَأَبُو عُبَيْدَةَ، وَمُعَاذٌ شُرْبَ الطِّلَاءِ عَلَى الثُّلُثِ، وَشَرِبَ الْبَرَاءُ، وَأَبُو جُحَيْفَةَ عَلَى النِّصْفِ.

جس نے ہر نشہ آور مشروب سے منع کیا۔ حضرت عمر، حضرت ابوعبیدہ بن جراح اور حضرت معاذ بن جبل ؓ کی رائے ہے کہ جب کوئی طلا پک کر ایک تہائی رہ جائے تو اس کا پینا جائز ہے۔ حضرت براء بن عازب اور حضرت ابوجحیفہ ؓ نصف رہ جانے کے بعد بھی اسے نوش کر لیتے تھے۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: اشْرَبِ الْعَصِيرَ مَا دَامَ طَرِيًّا.

حضرت ابن عباس ؓ نے فرمایا کہ جوس جب تک تازہ رہے اسے نوش کر سکتے ہیں۔

وَقَالَ عُمَرُ: وَجَدْتُ مِنْ عُبَيْدِ اللهِ رِيحَ شَرَابٍ، وَأَنَا سَائِلٌ عَنْهُ، فَإِنْ كَانَ يُسْكِرُ جَلَدْتُهُ.

حضرت عمر ؓ نے فرمایا: میں نے عبیداللہ کے منہ سے شراب کی بو پائی ہے۔ میں اس کے متعلق تحقیق کروں گا اگر وہ (پینے کی چیز) نشہ آور ثابت ہوئی تو میں اس پر شرعی حد جاری کروں گا۔

وضاحت: باذق، بادہ کا معرب ہے۔ وہ شراب جو انگور نچوڑ کر اس کے شیرے سے بنائی جائے۔ اگر اسے تھوڑا سا پکا کر رکھیں جس سے وہ پتلا اور شفاف رہے تو اس کا استعمال جائز ہے۔ اگر اسے اتنا جوش دیں کہ نصف اڑ جائے اور نصف باقی رہ جائے تو اسے منصف اور اگر دو تہائی اڑنے کے بعد ایک تہائی باقی رہ جائے تو اسے مثلث کہا جاتا ہے۔ اسے طلاء بھی کہتے ہیں، یعنی وہ گاڑھا ہو کر اس لیپ کی طرح ہو جاتا ہے جو خارشی اونٹوں کو لگایا جاتا ہے۔ اگر اس میں نشہ پیدا ہو جائے تو بالاتفاق حرام ہے۔ نشہ پیدا ہونے سے پہلے پہلے اس کا استعمال جائز ہے۔ کچھ انگور ایسے ہوتے ہیں کہ ان کے شیرے میں جلدی ترشی اور نشہ پیدا ہو جاتا ہے اور وہ جوش دینے سے جھاگ مارنا شروع کر دیتے ہیں۔ بہرحال حرمت کا دارومدار اس کے نشہ آور ہونے پر ہے۔ واللہ أعلم.

---

[1] فتح الباري: 79/10.

٥٥٩٨ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ: أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي الْجُوَيْرِيَةِ قَالَ: سَأَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ عَنِ الْبَاذَقِ فَقَالَ: سَبَقَ مُحَمَّدٌ [ﷺ] الْبَاذَقَ: «فَمَا أَسْكَرَ فَهُوَ حَرَامٌ»، قَالَ: الشَّرَابُ الْحَلَالُ الطَّيِّبُ. قَالَ: لَيْسَ بَعْدَ الْحَلَالِ الطَّيِّبِ إِلَّا الْحَرَامُ الْخَبِيثُ.

[5598] حضرت ابو جویریہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے باذق کے متعلق دریافت کیا تو انھوں نے فرمایا کہ حضرت محمد ﷺ باذق کے وجود سے پہلے ہی دنیا سے رخصت ہو گئے۔ بہرحال جو بھی چیز نشہ لائے وہ حرام ہے۔ ابو جویریہ نے کہا: باذق تو حلال و طیب ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: انگور حلال و طیب تھا، جب اس کی شراب بن گئی تو وہ حرام وخبیث ہے۔

فائدہ: جب کسی چیز میں نشہ پیدا ہو جائے تو اس کا نام بدل دینے سے وہ حرام، حلال نہیں بن جائے گا، ہاں اگر کوئی چیز حلال وطیب ہے تو وہ آگ پر جوش دینے سے حرام نہیں ہوگی جب تک کہ اس میں نشہ پیدا نہیں ہوتا۔ ایک روایت میں ہے کہ ابو جویریہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا: ہم انگوروں کو نچوڑ کر اس کا شیرہ، جو میٹھا ہوتا ہے، نوش کرتے ہیں۔ انھوں نے فرمایا: جب اس میں مٹھاس باقی رہے، یعنی ترش نہ ہو تو اسے پیا جا سکتا ہے۔ ایک موقوف روایت میں ہے: آگ کسی چیز کو حلال یا حرام نہیں کرتی۔[1] اصل دارو مدار اس کے نشہ آور ہونے پر ہے۔[2]

٥٥٩٩ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ [بْنُ مُحَمَّدِ] بْنِ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ: حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُحِبُّ الْحَلْوَاءَ وَالْعَسَلَ. [راجع: ٤٩١٢]

[5599] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: نبی ﷺ حلوا اور شہد پسند کرتے تھے۔

فائدہ: اس کا مطلب یہ ہے کہ انگور کا شیرہ اگر اتنا پکایا جائے کہ حلوہ بن جائے تو اس کے استعمال میں کوئی حرج نہیں۔ خود رسول اللہ ﷺ حلوے کو پسند کرتے تھے مگر یہ شرط اپنی جگہ پر ضروری ہے کہ اس میں نشہ پیدا نہ ہو، اگر اس میں نشہ پیدا ہو گیا تو اس کے حرام ہونے میں کوئی شک نہیں۔ اسی طرح کھجوروں کا عصیر (جوس) بھی شہد کی طرح ہے۔ اس کا استعمال حلال ہے بشرطیکہ نشہ آور نہ ہو۔ واللہ أعلم.

(١١) بَابُ مَنْ رَأَى أَنْ لَا يَخْلِطَ الْبُسْرَ وَالتَّمْرَ إِذَا كَانَ مُسْكِرًا، وَأَنْ لَا يَجْعَلَ إِدَامَيْنِ فِي إِدَامٍ

باب: 11- جس انسان کی یہ رائے ہو کہ تازہ اور خشک کھجوروں کو ملا کر نبیذ نہ بنائی جائے جبکہ وہ نشہ آور ہو اسی طرح دو سالن ایک جگہ جمع نہ کیے جائیں

[1] سنن النسائي، الأشربة، حديث: 5732. [2] فتح الباري: 84/10.

وضاحت: دور جاہلیت میں نشہ آور نبیذ بنانے کا ایک طریقہ یہ بھی تھا کہ پختہ اور نیم پختہ کھجور کا گودا پانی میں ملا کر اسے جوش دیا جاتا، پھر اسے اتنی دیر تک رکھ دیا جاتا کہ اس میں شدت آجائے اور نشہ پیدا ہو جائے۔ عنوان میں اس طرح کے نبیذ کی ممانعت کا ذکر ہے۔ اسی طرح دو طرح کے سالن ایک جگہ جمع کرنا اسراف کی ایک قسم ہے جو ایک مسلمان کی شان کے خلاف ہے، لہٰذا ایسے فضول کاموں سے اجتناب کرنا چاہیے۔

٥٦٠٠ - حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ: حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ أَنَسٍ [رَضِيَ اللهُ عَنْهُ] قَالَ: إِنِّي لَأَسْقِي أَبَا طَلْحَةَ وَأَبَا دُجَانَةَ وَسُهَيْلَ بْنَ الْبَيْضَاءِ خَلِيطَ بُسْرٍ وَتَمْرٍ إِذْ حُرِّمَتِ الْخَمْرُ فَقَذَفْتُهَا وَأَنَا سَاقِيهِمْ وَأَصْغَرُهُمْ، وَإِنَّا نَعُدُّهَا يَوْمَئِذٍ الْخَمْرَ.

[5600] حضرت انس ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں حضرت ابوطلحہ، حضرت ابو دجانہ اور سہل بن بیضا ؓ کو نیم پختہ اور پختہ کھجوروں کا آمیزہ پلا رہا تھا (جو نشہ آور تھا) کہ اچانک حرمت شراب کا حکم آگیا۔ اس کے بعد میں نے اسے زمین پر پھینک دیا۔ میں ہی انھیں پلا رہا تھا کیونکہ میں ان سب سے کم عمر تھا۔ ہم اس قسم کی نبیذ کو اس وقت شراب ہی کہتے تھے۔

وَقَالَ عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ: حَدَّثَنَا قَتَادَةُ: سَمِعَ أَنَسًا. [راجع: ٢٤٦٤]

عمرو بن حارث نے کہا کہ ہمیں قتادہ نے بیان کیا اور انھوں نے حضرت انس ؓ سے سنا۔

فوائد ومسائل: ① اس حدیث میں وضاحت ہے کہ تازہ اور خشک کھجور سے تیار کردہ نبیذ پینا جو نشہ آور ہو جائز نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ حرمت شراب کے بعد اس نبیذ کو ضائع کر دیا گیا۔ اس قسم کے نبیذ کو اتنا جوش دیا جاتا کہ گٹھلی ختم ہو جاتی، پھر اس میں نشہ پیدا ہو جاتا۔ اس کی ممانعت ایک دوسری حدیث میں ہے، حضرت ام سلمہ ؓ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ ہمیں اس سے منع کرتے تھے کہ کھجور کو اس قدر پکائیں کہ اس کی گٹھلی ہی ختم ہو جائے۔[1] ② اگر دو پھلوں کے گودے اس طرح ملائے جائیں کہ ان میں شدت نہ آئے، اور نہ تخمیر ہی کا عمل پیدا ہو تو اس کی ممانعت نہیں ہے۔ حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے لیے منقیٰ کا نبیذ بنایا جاتا، پھر اس میں کھجور ڈال دی جاتی، یا کھجور سے نبیذ بنایا جاتا، پھر اس میں منقیٰ ڈال دیا جاتا تھا۔[2]

٥٦٠١ - حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ: أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرًا رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُولُ: نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنِ الزَّبِيبِ، وَالتَّمْرِ، وَالْبُسْرِ، وَالرُّطَبِ.

[5601] حضرت جابر ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے کشمش اور کھجور کو، نیز نیم پختہ اور پختہ تازہ کھجور کو ملا کر بھگونے سے منع فرمایا تھا۔

---

1 سنن أبي داود، الأشربة، حديث: 3706. 2 سنن أبي داود، الأشربة، حديث: 3707.

٥٦٠٢ - حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ: أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: نَهَى النَّبِيُّ ﷺ أَنْ يُجْمَعَ بَيْنَ التَّمْرِ وَالزَّهْوِ، وَالتَّمْرِ وَالزَّبِيبِ، وَلْيُنْبَذْ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا عَلَى حِدَةٍ.

[5602] حضرت ابو قتادہ ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے اس سے روکا تھا کہ پختہ اور نیم پختہ کھجور، نیز کھجور اور منقی کو ملا کر نبیذ بنائی جائے۔ آپ نے ہر ایک کو جدا جدا بھگونے کا حکم دیا۔

فائدہ: پختہ اور نیم پختہ کھجور کو ملا کر نبیذ تیار کرنا، اسی طرح کشمش اور کھجور کو ملا کر جوس بنانا ممنوع ہے کیونکہ ایسا کرنے سے ان میں بہت جلد شدت آجاتی ہے اور مشروب جلد ہی نشہ آور ہو جاتا ہے، اس لیے اس قسم کے نبیذ سے منع فرمایا گیا ہے۔ اگر ان چیزوں سے الگ الگ نبیذ تیار کیا جائے تو کوئی حرج نہیں۔ واللہ أعلم.

(١٢) بَابُ شُرْبِ اللَّبَنِ

باب: 12- دودھ نوش کرنا

وَقَوْلِ اللهِ عَزَّوَجَلَّ: ﴿مِنْۢ بَيْنِ فَرْثٍ وَدَمٍ﴾ [النحل: ٦٦]

ارشاد باری تعالیٰ ہے: (''ان چوپایوں کے پیٹوں میں) جو گوبر اور خون ہے اس سے (ہم تمھیں خالص دودھ پلاتے ہیں جو پینے والوں کے لیے بہت ہی خوشگوار ہے۔'')

وضاحت: کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ دودھ اگر کثرت سے پیا جائے تو اس سے نشہ آجاتا ہے۔ امام بخاری ؒ نے ان حضرات کی تردید فرمائی ہے کہ تمام حلال جانوروں کا دودھ پینا حلال اور جائز ہے۔ مذکورہ آیت کریمہ اللہ تعالیٰ نے بطور احسان ذکر کی ہے اور حرام چیز کا احسان کے طور پر ذکر نہیں کیا جاتا۔ اس سے پہلے ایسے مشروبات کا بیان تھا جو شرعاً حرام تھے۔ اب ایسے مشروبات ذکر کیے جائیں گے جو شرعاً جائز اور حلال ہیں۔ ان میں دودھ سرفہرست ہے۔

٥٦٠٣ - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ: أَخْبَرَنَا يُونُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: أُتِيَ رَسُولُ اللهِ ﷺ لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِهِ بِقَدَحِ لَبَنٍ وَقَدَحِ خَمْرٍ. [راجع: ٣٣٩٤]

[5603] حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا کہ شب معراج میں رسول اللہ ﷺ کو دودھ کا پیالہ اور شراب کا پیالہ پیش کیا گیا۔

فوائد ومسائل: ① دودھ اور شراب کے دو پیالے پیش کرنے کے بعد آپ کو اختیار دیا گیا تھا کہ آپ ان میں سے جو چاہیں اپنے لیے پسند کرلیں تو آپ نے دودھ کا پیالہ پسند کیا۔ حضرت جبرئیل ؑ نے آپ سے کہا: اگر آپ شراب کا پیالہ پسند کرتے تو آپ کی امت گمراہ ہو جاتی۔ ② دودھ کا پیالہ منتخب کرنے سے مراد دین فطرت کو اختیار کرنا تھا۔ واللہ أعلم.

٥٦٠٤ - حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ: سَمِعَ سُفْيَانَ: أَخْبَرَنَا سَالِمٌ أَبُو النَّضْرِ: أَنَّهُ سَمِعَ عُمَيْرًا مَوْلَى أُمِّ الْفَضْلِ يُحَدِّثُ عَنْ أُمِّ الْفَضْلِ قَالَتْ: شَكَّ النَّاسُ فِي صِيَامِ رَسُولِ اللهِ ﷺ يَوْمَ عَرَفَةَ فَأَرْسَلْتُ إِلَيْهِ بِإِنَاءٍ فِيهِ لَبَنٌ، فَشَرِبَ.

[5604] حضرت ام فضل ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ لوگوں نے عرفہ کے دن رسول اللہ ﷺ کے روزے کے متعلق شک کیا تو میں نے آپ کے لیے ایک برتن میں دودھ بھیجا جسے آپ نے نوش فرمایا۔

فَكَانَ سُفْيَانُ رُبَّمَا قَالَ: شَكَّ النَّاسُ فِي صِيَامِ رَسُولِ اللهِ ﷺ يَوْمَ عَرَفَةَ، فَأَرْسَلَتْ إِلَيْهِ أُمُّ الْفَضْلِ.

سفیان کبھی اس حدیث کو یوں بیان کرتے کہ عرفہ کے دن رسول اللہ ﷺ کے روزے کے متعلق لوگوں کو شبہ تھا، اس لیے ام فضل ؓ نے آپ کے لیے دودھ بھیجا۔

فَإِذَا وُقِّفَ عَلَيْهِ، قَالَ: هُوَ عَنْ أُمِّ الْفَضْلِ. [راجع: ١٦٥٨]

جب ان (سفیان) سے پوچھا جاتا (کہ یہ روایت موصول ہے یا مرسل) تو وہ کہتے: (مرفوع متصل ہے کیونکہ) یہ ام فضل ؓ کی روایت ہے (جو صحابیہ تھیں)۔

٥٦٠٥ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ وَأَبِي سُفْيَانَ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ: جَاءَ أَبُو حُمَيْدٍ بِقَدَحٍ مِنْ لَبَنٍ مِنَ النَّقِيعِ، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «أَلَّا خَمَّرْتَهُ وَلَوْ أَنْ تَعْرِضَ عَلَيْهِ عُودًا». [انظر: ٥٦٠٦]

[5605] حضرت جابر بن عبداللہ ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ ابوحمید ساعدی ؓ مقام نقیع سے دودھ کا پیالہ لائے تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا: ”تو نے اسے ڈھانپا کیوں نہیں؟ اگرچہ اس پر عرض کے بل لکڑی ہی رکھ دیتے۔“

فوائد ومسائل: ① نقیع، مدینہ طیبہ کے جنوب میں حجاز کی ایک بڑی وادی (ندی) ہے۔ یہ اس حرے میں بہتی ہے جس میں سے وادی الفرع بہتی ہے، پھر نقیع شمال کا رخ کرتی ہے اور جبال قدس اس کے بائیں جانب ہیں۔ مدینہ کے 38 میل جنوب میں بئر الماشی کے سامنے تک اس کا نام وادی النقیع ہے، پھر اسے ذوالحلیفہ تک عقیق الحسا کا نام دیا جاتا ہے، پھر یہ عقیق المدینہ کہلاتی ہے حتی کہ مجمع الأسیال میں جا ملتی ہے۔ مدینہ سے قریباً 40 کلومیٹر سے لے کر فرع کے قریب 120 کلومیٹر، یعنی آخری انتہا تک اس کی لمبائی 80 کلومیٹر ہے۔ نبی ﷺ نے اسے سرکاری جانوروں کے لیے مخصوص کر رکھا ہے۔[1] ② برتن کو ڈھانپنے کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ وہ گردوغبار اور کیڑوں مکوڑوں سے محفوظ رہتا ہے، نیز ان وباؤں سے بھی محفوظ رہتا ہے جو آسمان سے نازل ہوتی ہیں۔

① معجم المعالم الجغرافية في السيرة النبوية، ص: 320.

٥٦٠٦ - حَدَّثَنِي عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ: حَدَّثَنَا أَبِي: حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا صَالِحٍ يَذْكُرُ، أُرَاهُ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: جَاءَ أَبُو حُمَيْدٍ، رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ مِنَ النَّقِيعِ بِإِنَاءٍ مِنْ لَبَنٍ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «أَلَّا خَمَّرْتَهُ وَلَوْ أَنْ تَعْرِضَ عَلَيْهِ عُودًا؟».

[5606] حضرت جابر رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ ایک انصاری صحابی حضرت ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ مقام نقیع سے نبی ﷺ کے لیے دودھ سے بھرا ایک برتن لائے۔ نبی ﷺ نے ان سے فرمایا: ''اسے ڈھانپ کر کیوں نہیں لائے؟ اگرچہ اس پر لکڑی ہی رکھ دیتے۔''

وَحَدَّثَنِي أَبُو سُفْيَانَ عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ بِهٰذَا. [راجع: ٥٦٠٥]

(اعمش کہتے ہیں کہ) مجھے سفیان نے بیان کیا، ان سے حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے یہ حدیث بیان کی۔

٥٦٠٧ - حَدَّثَنِي مَحْمُودٌ: أَخْبَرَنَا النَّضْرُ: أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ: سَمِعْتُ الْبَرَاءَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَدِمَ النَّبِيُّ ﷺ مِنْ مَكَّةَ وَأَبُو بَكْرٍ مَعَهُ، قَالَ أَبُو بَكْرٍ: مَرَرْنَا بِرَاعٍ، وَقَدْ عَطِشَ رَسُولُ اللهِ ﷺ، قَالَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: فَحَلَبْتُ كُثْبَةً مِنْ لَبَنٍ فِي قَدَحٍ، فَشَرِبَ حَتَّى رَضِيتُ، وَأَتَانَا سُرَاقَةُ بْنُ جُعْشُمٍ عَلَى فَرَسٍ، فَدَعَا عَلَيْهِ، فَطَلَبَ إِلَيْهِ سُرَاقَةُ أَنْ لَا يَدْعُوَ عَلَيْهِ وَأَنْ يَرْجِعَ، فَفَعَلَ النَّبِيُّ ﷺ. [راجع: ٢٤٣٩]

[5607] حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ مکہ مکرمہ سے تشریف لائے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ کے ہمراہ تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم راستے میں ایک چرواہے کے قریب سے گزرے جبکہ رسول اللہ ﷺ کو پیاس لگی تھی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں ایک پیالے میں تھوڑا سا دودھ لایا، رسول اللہ ﷺ نے وہ نوش فرمایا تو مجھے راحت محسوس ہوئی۔ اس دوران میں سراقہ بن جعشم گھوڑے پر سوار ہو کر ہمارے پاس پہنچ گیا۔ آپ ﷺ نے اس کے لیے بددعا کی۔ سراقہ نے آپ ﷺ سے التجا کی کہ آپ بددعا نہ کریں وہ واپس چلا جائے گا۔ نبی ﷺ نے ایسا ہی کیا۔

٥٦٠٨ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ: حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «نِعْمَ الصَّدَقَةُ اللِّقْحَةُ الصَّفِيُّ مِنْحَةً، [وَ]الشَّاةُ الصَّفِيُّ مِنْحَةً تَغْدُو بِإِنَاءٍ وَتَرُوحُ بِآخَرَ». [راجع: ٢٦٢٩]

[5608] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بہترین صدقہ دودھ دینے والی اونٹنی یا دودھ دینے والی بکری کا عطیہ دینا ہے جو ایک برتن صبح بھر کر دودھ دے اور ایک برتن شام کو بھر دے۔''

٥٦٠٩ - حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ شَرِبَ لَبَنًا فَمَضْمَضَ وَقَالَ: «إِنَّ لَهُ دَسَمًا». [راجع: ٢١١]

[5609] حضرت ابن عباس ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دودھ نوش فرمایا، پھر کلی کی اور فرمایا: ''اس میں چکناہٹ ہوتی ہے۔''

٥٦١٠ - وَقَالَ إِبْرَاهِيمُ بْنُ طَهْمَانَ عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «رُفِعْتُ إِلَى السِّدْرَةِ فَإِذَا أَرْبَعَةُ أَنْهَارٍ: نَهَرَانِ ظَاهِرَانِ وَنَهَرَانِ بَاطِنَانِ، فَأَمَّا الظَّاهِرَانِ: فَالنِّيلُ وَالْفُرَاتُ، وَأَمَّا الْبَاطِنَانِ فَنَهَرَانِ فِي الْجَنَّةِ، فَأُتِيتُ بِثَلَاثَةِ أَقْدَاحٍ: قَدَحٍ فِيهِ لَبَنٌ، وَقَدَحٍ فِيهِ عَسَلٌ، وَقَدَحٍ فِيهِ خَمْرٌ، فَأَخَذْتُ الَّذِي فِيهِ اللَّبَنُ فَشَرِبْتُ، فَقِيلَ لِي: أَصَبْتَ الْفِطْرَةَ أَنْتَ وَأُمَّتُكَ».

[5610] حضرت انس بن مالک ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مجھے جب سدرۃ المنتہیٰ کی طرف اٹھایا گیا تو میں نے وہاں چار نہریں دیکھیں: ان میں سے دو ظاہری تھیں اور دو باطنی۔ ظاہری نہریں تو نیل اور فرات ہیں اور باطنی نہریں جنت میں تھیں۔ پھر مجھے تین پیالے پیش کیے گئے: ایک پیالے میں دودھ اور دوسرے میں شہد تھا جبکہ تیسرے پیالے میں شراب تھی۔ میں نے وہ پیالہ لیا جس میں دودھ تھا اور اسے میں نے نوش جاں کیا، اس انتخاب پر مجھے کہا گیا: آپ نے اور آپ کی امت نے اصل فطرت کو پالیا ہے۔''

وَقَالَ هِشَامٌ وَسَعِيدٌ وَهَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ مَالِكِ بْنِ صَعْصَعَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ فِي الْأَنْهَارِ نَحْوَهُ، وَلَمْ يَذْكُرُوا ثَلَاثَةَ أَقْدَاحٍ [راجع: ٣٥٧٠].

ہشام، سعید اور ہمام نے حضرت قتادہ سے، انھوں نے حضرت انس ؓ سے، انھوں نے مالک بن صعصعہ ؓ سے یہ حدیث بیان کی ہے، اس میں نہروں کا ذکر تو اسی طرح ہے لیکن تین پیالوں کا ذکر نہیں ہے۔

فوائد ومسائل: ① ان تمام احادیث میں کسی نہ کسی حوالے سے دودھ کا ذکر ہے۔ امام بخاری ؒ نے یہ احادیث اس موقف کی تردید کے لیے پیش کی ہیں کہ زیادہ دودھ پینے سے نشہ آجاتا ہے، لہٰذا اسے زیادہ نہیں پینا چاہیے، لیکن اس موقف کی کوئی بنیاد نہیں ہے کیونکہ دودھ کا پینا اللہ تعالیٰ کی کتاب سے ثابت ہے۔ اگر کسی کو زیادہ دودھ پینے سے نشہ آتا ہے تو اسے اپنے مزاج کی اصلاح کرنی چاہیے، اس میں دودھ کا کوئی قصور نہیں، یا پھر دودھ کو کسی دوسری چیز کے ساتھ ملا کر نقصان دہ بنایا جاتا ہے، چنانچہ ابن سیرین بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر ؓ سے کسی نے شراب کے متعلق سوال کیا، یعنی فلاں فلاں علاقے والے فلاں فلاں چیز سے شراب کشید کرتے ہیں۔ اس نے پانچ قسم کی مرکب شرابوں کا ذکر کیا۔ ان میں سے مجھے وہی شراب یاد ہے جو شہد، جو اور دودھ

سے تیار کی جاتی تھی۔ ابن سیرین کہتے ہیں کہ میں اس وقت سے بہت پریشان تھا کہ میں دودھ کے متعلق دوسروں کو بتاؤں حتی کہ مجھے دودھ سے تیار کردہ ایسی شراب کا علم ہوا جس کے استعمال سے انسان فوراً بے ہوش ہو جاتا ہے۔[1] ② امام بخاری رحمہ اللہ کی پیش کردہ آخری حدیث میں ہے کہ معراج کے موقع پر رسول اللہ ﷺ کو تین پیالے پیش کیے گئے جن میں ایک دودھ کا، دوسرا شہد کا اور تیسرا شراب کا تھا۔ شراب کو پسند نہ کرنے کی وجہ حدیث میں بیان ہوئی ہے لیکن شہد کو آپ نے کیوں پسند نہ کیا، حالانکہ دیگر احادیث سے پتا چلتا ہے کہ آپ کو شہد اور میٹھی چیز بہت مرغوب تھی، شاید اس میں یہ راز ہو کہ دودھ زیادہ منفعت بخش ہوتا ہے۔ اس سے ہڈیاں مضبوط ہوتی ہیں اور گوشت پیدا ہوتا ہے۔ اس کا مجرد استعمال قوت کا باعث ہے۔ اس کا استعمال کسی طور پر بھی دائرۂ اسراف میں نہیں آتا۔ شہد اگرچہ حلال ہے لیکن اس کا استعمال لذات دنیا کا باعث بن سکتا ہے۔ ہمارے رجحان کے مطابق اس میں یہ حکمت بھی ہو سکتی ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کو تین پیالے پیش کیے گئے تو آپ کو پیاس لگی تھی، اس لیے آپ نے دودھ کا انتخاب کیا کہ اس سے پیاس بجھ سکتی تھی جبکہ شراب اور شہد سے یہ کام پورا نہ ہو سکتا تھا۔[2] والله أعلم. ③ واضح رہے کہ ایک حدیث میں دو پیالے پیش کرنے کا ذکر ہے۔[3] لیکن ان میں کوئی منافات نہیں کیونکہ دو پیالے مقام ایلیاء میں پیش کیے گئے تھے جبکہ آپ اس وقت بیت المقدس میں تھے اور تین پیالے سدرۃ المنتہیٰ پر پیش کیے گئے تھے۔ واللہ أعلم.

(١٣) بَابُ اسْتِعْذَابِ الْمَاءِ

باب: 13- میٹھا پانی تلاش کرنا

وضاحت: نمکین اور کھارے پانی کے مقابلے میں میٹھا پانی عام سادہ پانی ہوتا ہے جس میں چینی یا شہد نہیں ملایا ہوتا۔ صاف اور عمدہ پانی اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت اور انسان کی بنیادی ضرورت ہے۔ اس کے لیے اہتمام رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے۔

٥٦١١ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ، عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِاللهِ: أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ: كَانَ أَبُو طَلْحَةَ أَكْثَرَ أَنْصَارِيٍّ بِالْمَدِينَةِ مَالًا مِنْ نَخْلٍ، وَكَانَ أَحَبَّ مَالِهِ إِلَيْهِ بَيْرُحَاءَ، وَكَانَتْ مُسْتَقْبِلَ الْمَسْجِدِ، وَكَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَدْخُلُهَا، وَيَشْرَبُ مِنْ مَاءٍ فِيهَا طَيِّبٍ.

[5611] حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ مدینہ طیبہ میں کھجوروں کے باغات کے لحاظ سے تمام انصار سے زیادہ مال دار تھے۔ ان کا محبوب ترین مال بیرحاء تھا اور وہ مسجد نبوی کے بالکل سامنے واقع تھا۔ رسول اللہ ﷺ وہاں تشریف لے جاتے اور اس میں میٹھا پانی نوش فرماتے تھے۔

قَالَ أَنَسٌ: فَلَمَّا نَزَلَتْ: ﴿لَن تَنَالُوا۟ ٱلْبِرَّ حَتَّىٰ تُنفِقُوا۟ مِمَّا تُحِبُّونَ﴾ [آل عمران: ٩٢] قَامَ أَبُو طَلْحَةَ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّ اللهَ يَقُولُ: ﴿لَن تَنَالُوا۟

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب یہ آیت نازل ہوئی: ''تم ہرگز بھلائی نہیں پاؤ گے حتی کہ تم اپنے محبوب مال سے خرچ کرو۔'' تو حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور

---

1 فتح الباري: 89/10. 2 فتح الباري: 93/10. 3 صحيح البخاري، الأشربة، حديث: 5576.

ﵟالْبِرَّ حَتَّىٰ تُنفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَﵞ وَإِنَّ أَحَبَّ مَالِي إِلَيَّ بَيْرُحَاءَ، وَإِنَّهَا صَدَقَةٌ لِلّٰهِ، أَرْجُو بِرَّهَا وَذُخْرَهَا عِنْدَ اللهِ، فَضَعْهَا يَا رَسُولَ اللهِ حَيْثُ أَرَاكَ اللهُ. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «بَخٍ، ذٰلِكَ مَالٌ رَايِحٌ - أَوْ رَابِحٌ، شَكَّ عَبْدُ اللهِ - وَقَدْ سَمِعْتُ مَا قُلْتَ وَإِنِّي أَرَى أَنْ تَجْعَلَهَا فِي الْأَقْرَبِينَ»، فَقَالَ أَبُو طَلْحَةَ: أَفْعَلُ يَا رَسُولَ اللهِ، فَقَسَمَهَا أَبُو طَلْحَةَ فِي أَقَارِبِهِ، وَفِي بَنِي عَمِّهِ.

عرض کی: اللہ کے رسول! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''تم ہرگز نیکی نہیں پاؤ گے حتی کہ اپنی محبوب ترین چیز خرچ کرو۔'' اور میرا محبوب ترین مال بیرحاء ہے اور وہ اللہ کے لیے صدقہ ہے۔ میں اس کا اجر و ثواب اللہ کے ہاں پانے کی امید رکھتا ہوں۔ اللہ کے رسول! آپ جہاں مناسب سمجھیں اسے خرچ کر دیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''خوب! یہ بہت ہی فائدہ بخش مال ہے۔'' (آپ نے مزید فرمایا:) ''جو کچھ تو نے کہا میں نے اسے سن لیا ہے، لہٰذا میری رائے ہے کہ تم اسے اپنے رشتہ داروں میں تقسیم کر دو۔'' حضرت ابوطلحہ ؓ نے کہا: اللہ کے رسول! میں ایسا ہی کروں گا، چنانچہ انھوں نے وہ (مال) اپنے رشتہ داروں اور چچا کے بیٹوں میں تقسیم کر دیا۔

وَقَالَ إِسْمَاعِيلُ وَيَحْيَى بْنُ يَحْيَى: «رَايِحٌ». [راجع: ١٤٦١]

اسماعیل اور یحییٰ بن یحییٰ نے ''رائح'' کے الفاظ نقل کیے ہیں۔

فوائد ومسائل: ① میٹھا اور شیریں پانی اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے۔ رسول اللہ ﷺ حضرت ابوطلحہ ؓ کے باغ میں میٹھا پانی پینے کے لیے تشریف لے جاتے۔ حضرت عائشہ ؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے لیے میٹھا پانی ''سُقیا'' کے گھروں سے لایا جاتا تھا۔ راویٔ حدیث حضرت قتیبہ کہتے ہیں کہ سقیا ایک چشمے کا نام ہے جو مدینہ طیبہ سے دو دن کی مسافت پر تھا۔[1] ② حافظ ابن حجر ؒ لکھتے ہیں کہ حضرت انس، ہند اور حارثہ جو اسماء کے بیٹے ہیں بیوت السقیا سے پانی لایا کرتے تھے اور ازواج مطہرات ؓ کے گھروں میں پہنچاتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کا غلام حضرت رباح بھی میٹھا پانی لانے کا اہتمام کرتا تھا، کبھی بئر غرس سے اور کبھی بیوت السقیا سے لاتا تھا۔ جب رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو ایوب ؓ کے گھر میں پڑاؤ کیا تو وہ بھی مالک بن نضر ؓ کے کنویں سے میٹھا پانی آپ کے لیے لایا کرتے تھے۔ صحابۂ کرام ؓ بھی اس کا اہتمام کرتے تھے۔[2]

(١٤) بَابُ شُرْبِ اللَّبَنِ بِالْمَاءِ

باب: 14- دودھ، پانی کے ساتھ ملا کر پینا

وضاحت: پینے کے لیے دودھ میں پانی ملایا جا سکتا ہے لیکن فروخت کرنے کے لیے دودھ میں پانی ملانا دھوکا ہے۔

٥٦١٢ - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ:

[5612] حضرت انس بن مالک ؓ سے روایت ہے،

① سنن أبي داود، الأشربة، حديث: 3735. ② فتح الباري: 10/94.

أَخْبَرَنَا يُونُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَنَسُ ابْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّهُ رَأَى رَسُولَ اللهِ ﷺ شَرِبَ لَبَنًا، وَأَتَى دَارَهُ، فَحَلَبْتُ شَاةً، فَشُبْتُ لِرَسُولِ اللهِ ﷺ مِنَ الْبِئْرِ، فَتَنَاوَلَ الْقَدَحَ فَشَرِبَ - وَعَنْ يَسَارِهِ أَبُو بَكْرٍ، وَعَنْ يَمِينِهِ أَعْرَابِيٌّ - فَأَعْطَى الْأَعْرَابِيَّ فَضْلَهُ، ثُمَّ قَالَ: «الْأَيْمَنَ فَالْأَيْمَنَ». [راجع: ٢٣٥٢]

انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو دودھ پیتے دیکھا۔ آپ ان کے گھر تشریف لائے تو میں نے (حضرت انس نے) بکری کا دودھ نکالا اور اس میں کنویں کا تازہ پانی ملا کر رسول اللہ ﷺ کو پیش کیا۔ آپ ﷺ نے پیالہ لیا اور اسے نوش فرمایا۔ آپ کی بائیں جانب حضرت ابوبکر ؓ تھے اور دائیں جانب ایک اعرابی تھا، آپ نے اپنا باقی دودھ اعرابی کو دیا، پھر فرمایا: ”حق اس شخص کا ہے جو دائیں جانب ہو پھر وہ حق دار ہے جو اس کے دائیں جانب ہو۔“

فوائد ومسائل: ① دودھ جب نکالا جاتا ہے تو گرم ہوتا ہے۔ گرم علاقوں میں اس کی گرمی میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے، اس لیے عرب لوگ اس کی گرمی کا توڑ ٹھنڈے پانی سے کیا کرتے تھے۔ حضرت انس ؓ نے بھی ایسا ہی کیا۔ ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے گھر تشریف لائے تو آپ نے پینے کے لیے پانی طلب فرمایا تو ہم نے اپنی بکری کا دودھ دوہا اور اس میں کنویں کا پانی ملا کر آپ کو پیش کیا۔[1] ② اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کھانا کھلاتے یا کوئی مشروب پلاتے وقت دائیں طرف سے شروع کرنا چاہیے، خواہ بائیں جانب بڑے بڑے بزرگ ہی تشریف فرما کیوں نہ ہوں۔ واللہ أعلم.

٥٦١٣ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ: حَدَّثَنَا فُلَيْحُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ دَخَلَ عَلَى رَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ وَمَعَهُ صَاحِبٌ لَهُ، فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ: «إِنْ كَانَ عِنْدَكَ مَاءٌ بَاتَ هٰذِهِ اللَّيْلَةَ فِي شَنَّةٍ وَإِلَّا كَرَعْنَا». قَالَ: وَالرَّجُلُ يُحَوِّلُ الْمَاءَ فِي حَائِطِهِ. قَالَ: فَقَالَ الرَّجُلُ: يَا رَسُولَ اللهِ، عِنْدِي مَاءٌ بَائِتٌ، فَانْطَلِقْ إِلَى الْعَرِيشِ، قَالَ: فَانْطَلَقَ بِهِمَا، فَسَكَبَ فِي قَدَحٍ، ثُمَّ حَلَبَ عَلَيْهِ مِنْ دَاجِنٍ لَهُ، قَالَ: فَشَرِبَ رَسُولُ اللهِ ﷺ، ثُمَّ شَرِبَ الرَّجُلُ الَّذِي جَاءَ مَعَهُ. [انظر: ٥٦٢١]

[5613] حضرت جابر بن عبداللہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک انصاری کے پاس تشریف لے گئے اور آپ کے ساتھ آپ کے ایک رفیق (حضرت ابوبکر صدیق ؓ) بھی تھے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ”اگر تمھارے پاس مشکیزے میں رات کا باسی پانی ہے تو (ہمیں پلاؤ) ہم اس سے منہ لگا کر پی لیتے ہیں۔“ حضرت جابر ؓ نے کہا: وہ انصاری اپنے باغ میں پودوں کو پانی دے رہا تھا، اس نے کہا: اللہ کے رسول! میرے پاس رات کا پانی موجود ہے، آپ میری جھونپڑی میں تشریف لے جائیں، چنانچہ وہ ان دونوں کو وہاں لے گیا پھر اس نے ایک پیالے میں پانی ڈالا، پھر اپنی ایک گھریلو بکری سے اس پر دودھ دوہا، اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے اسے نوش فرمایا، پھر آپ کے

[1] صحيح البخاري، الهبة وفضلها والتحريض عليها، حديث: 2571.

رفیق نے اسے پیا۔

فوائدومسائل: ① ایک روایت میں ہے کہ انصاری کے پاس جو پانی تھا وہ برف کی طرح ٹھنڈا تھا۔ اس نے اس پانی پر بکری کا دودھ دوہا تاکہ اس کی ٹھنڈک گرم دودھ سے معتدل ہو جائے، پھر خالص پانی پیش کرنے کے بجائے ضیافت کے طور پر دودھ کی ملاوٹ کی۔ ایک مرتبہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے گرم گرم دودھ کو ٹھنڈا کرنے کے لیے اس میں ٹھنڈا پانی ڈالا تھا تاکہ دودھ کی گرمی اس پانی سے معتدل ہو جائے۔[1] ② واضح رہے کہ رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کوئی فاضل بزرگ اپنے کسی عقیدت مند کے ہاں قصد کر کے جا سکتا ہے، ایسا کرنا چاہیے تاکہ عقیدت مندوں کی حوصلہ افزائی ہو۔

(١٥) بَابُ شَرَابِ الْحَلْوَاءِ وَالْعَسَلِ

باب: 15- شیریں شربت اور شہد کا شربت نوش کرنا

وَقَالَ الزُّهْرِيُّ: لَا يَحِلُّ شُرْبُ بَوْلِ النَّاسِ لِشِدَّةٍ تَنْزِلُ، لِأَنَّهُ رِجْسٌ، قَالَ اللهُ تَعَالَى: ﴿أُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبَٰتُ﴾ [المائدة: ٥]

امام زہری نے کہا: اگر پیاس کی شدت ہو اور پانی دستیاب نہ ہو تو بھی انسان کا پیشاب پینا جائز نہیں کیونکہ وہ نجس ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے: ”تمھارے لیے پاکیزہ چیزیں حلال کی گئی ہیں۔“

وَقَالَ ابْنُ مَسْعُودٍ فِي السَّكَرِ: إِنَّ اللهَ لَمْ يَجْعَلْ شِفَاءَكُمْ فِيمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ.

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے نشہ آور چیز کے متعلق فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے تمھارے لیے شفا حرام چیزوں میں نہیں رکھی۔

وضاحت: امام زہری کے قول کا مطلب یہ ہے کہ میٹھے مشروب اور شہد وغیرہ طیبات سے ہیں اور ان کا استعمال جائز اور حلال ہے جبکہ پیشاب نجس ہے، بوقت ضرورت بھی اس کا استعمال جائز نہیں ہے۔ اسی طرح سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے کسی نے نشہ آور چیز کو بطور دوا استعمال کرنے کے متعلق سوال کیا تو انھوں نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے حرام چیزوں میں شفا نہیں رکھی ہے۔ شفا حلال اور طیب میں ہے جیسا کہ شہد کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”اس میں لوگوں کے لیے شفا ہے۔“[2]

٥٦١٤ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ: حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ قَالَ: أَخْبَرَنِي هِشَامٌ عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُعْجِبُهُ الْحَلْوَاءُ وَالْعَسَلُ [راجع: ٤٩١٢].

[5614] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: نبی ﷺ کو شیرینی اور شہد دونوں چیزیں بہت مرغوب تھیں۔

---

1 صحیح البخاري، في اللقطة، حديث: 2439. 2 النمل 69:27.

فوائد ومسائل: ① اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ آپ کو میٹھی چیز کی بہت خواہش تھی، اگر نہ ملتی تو بے چین ہو جاتے یا خصوصی طور پر اس کا اہتمام کراتے جیسا کہ مال دار لوگوں کا رویہ ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب کبھی میٹھی چیز آپ ﷺ کو پیش کی جاتی تو بڑے شوق سے اسے تناول فرماتے۔ ② اس حدیث سے معلوم ہوا کہ لذیذ اور عمدہ چیز کا اہتمام کرنا معیوب امر نہیں ہے اور یہ زہد وتقویٰ کے منافی نہیں، خاص کر جب اتفاقیہ طور پر مل جائے۔ واللہ أعلم.[1] رسول اللہ ﷺ شہد کھاتے بھی تھے اور پانی میں ملا کر بطور مشروب بھی استعمال کرتے تھے۔ انسان حسب ضرورت اور حسب خواہش اسے استعمال کرسکتا ہے۔

(١٦) بَابُ الشُّرْبِ قَائِمًا

باب: 16- کھڑے کھڑے پانی پینا

وضاحت: شارح صحیح بخاری ابن بطال نے کہا ہے کہ شاید امام بخاری رحمہ اللہ کے نزدیک کھڑے ہو کر پانی پینے کی ممانعت والی احادیث صحیح نہ ہوں لیکن حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ امام بخاری رحمہ اللہ کے متعلق ایسا گمان اچھا نہیں بلکہ ہمارے نزدیک یہ بات ہے کہ جس مسئلے کے متعلق ایک دوسرے سے مختلف حدیثیں ہوں امام بخاری رحمہ اللہ اس کے متعلق دوٹوک الفاظ میں کوئی فیصلہ نہیں کرتے جیسا کہ اس مقام پر انھوں نے انداز اختیار کیا ہے۔[2] لیکن پیش کردہ احادیث سے پتا چلتا ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ کھڑے ہو کر پانی وغیرہ پینے کو جائز سمجھتے ہیں۔ واللہ أعلم.

٥٦١٥ - حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ: حَدَّثَنَا مِسْعَرٌ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ مَيْسَرَةَ، عَنِ النَّزَّالِ قَالَ: أَتَى عَلِيٌّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَلَى بَابِ الرَّحَبَةِ بِمَاءٍ فَشَرِبَ قَائِمًا فَقَالَ: إِنَّ نَاسًا يَكْرَهُ أَحَدُهُمْ أَنْ يَشْرَبَ وَهُوَ قَائِمٌ، وَإِنِّي رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَعَلَ كَمَا رَأَيْتُمُونِي فَعَلْتُ. [انظر: ٥٦١٦]

[5615] حضرت نزال سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس (مسجد کوفہ کے) صحن میں پانی لایا گیا تو انھوں نے کھڑے ہو کر نوش کیا اور فرمایا: کچھ لوگ کھڑے ہو کر پانی پینے کو مکروہ خیال کرتے ہیں جبکہ میں نے نبی ﷺ کو اس طرح کرتے دیکھا ہے جس طرح تم نے مجھے (اس وقت) کرتے دیکھا ہے۔

٥٦١٦ - حَدَّثَنَا آدَمُ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ مَيْسَرَةَ: سَمِعْتُ النَّزَّالَ بْنَ سَبْرَةَ يُحَدِّثُ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّهُ صَلَّى الظُّهْرَ، ثُمَّ قَعَدَ فِي حَوَائِجِ النَّاسِ فِي رَحَبَةِ الْكُوفَةِ حَتَّى حَضَرَتْ صَلَاةُ الْعَصْرِ، ثُمَّ أُتِيَ بِمَاءٍ فَشَرِبَ وَغَسَلَ وَجْهَهُ وَيَدَيْهِ - وَذَكَرَ رَأْسَهُ

[5616] حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے نماز ظہر پڑھی، پھر (مسجد کوفہ کے) صحن میں لوگوں کی ضروریات کے لیے بیٹھ گئے حتی کہ عصر کی نماز کا وقت ہو گیا۔ پھر ان کے پاس پانی لایا گیا تو انھوں نے پیا، اس سے منہ اور ہاتھ دھوئے۔ راوی نے سر اور پاؤں کا بھی ذکر کیا۔ پھر آپ کھڑے ہو گئے اور کھڑے کھڑے وضو سے بچا

1 فتح الباري: 101/10. 2 فتح الباري: 102/10.

وَرِجْلَيْهِ - ثُمَّ قَامَ فَشَرِبَ فَضْلَهُ وَهُوَ قَائِمٌ، ثُمَّ قَالَ: إِنَّ نَاسًا يَكْرَهُونَ الشُّرْبَ قَائِمًا وَإِنَّ النَّبِيَّ ﷺ صَنَعَ مِثْلَ مَا صَنَعْتُ. [راجع: ٥٦١٥]

ہوا پانی نوش کیا، اس کے بعد کہا: کچھ لوگ کھڑے ہوکر پانی پینا مکروہ خیال کرتے ہیں، حالانکہ نبی ﷺ نے ایسا ہی کیا جیسے میں نے کیا ہے۔

فوائد ومسائل: ① حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کسی بھی شخص کو کھڑے ہوکر پینے سے منع فرمایا ہے۔[1] اس حدیث کے پیش نظر بلاوجہ کھڑے ہوکر پینا کسی طرح مناسب نہیں۔ اس موضوع پر بکثرت احادیث آئی ہیں، بلکہ بعض احادیث میں ہے کہ اگر کوئی بھول کر کھڑے کھڑے پانی پی لے تو اسے قے کر دے۔[2] ② ان حدیثوں سے پتا چلتا ہے کہ اسلام آرام سے بیٹھ کر پینے کی حوصلہ افزائی کرتا ہے اور رسول اللہ ﷺ کا معمول بھی یہی تھا کہ آپ آرام وسکون سے بیٹھ کر پانی وغیرہ پیتے تھے، ہاں کسی ضرورت کے پیش نظر کھڑے ہوکر پینا جائز ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ ایک مرتبہ حضرت کبشہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے گئے، گھر میں مشکیزہ لٹک رہا تھا تو آپ ﷺ نے اس سے کھڑے کھڑے پانی پیا۔[3] لیکن کھڑے ہوکر پینے کو معمول نہیں بنانا چاہیے۔

٥٦١٧ - حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَاصِمٍ الْأَحْوَلِ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: شَرِبَ النَّبِيُّ ﷺ قَائِمًا مِنْ زَمْزَمَ. [راجع: ١٦٣٧]

[5617] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے زمزم کا پانی کھڑے ہوکر پیا۔

فوائد ومسائل: ① جمہور اہل علم کے نزدیک کھڑے کھڑے پانی پینے میں کوئی حرج نہیں جیسا کہ کھڑے ہوکر پیشاب کرنے میں کوئی حرج نہیں جبکہ کوئی عذر بیٹھنے سے مانع ہو۔ ② ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو کھڑے کھڑے پانی پینے پر جھڑکا۔[4] جمہور اہل علم کے نزدیک یہ نہی تحریمی نہیں بلکہ تنزیہی ہے، تاہم بیٹھ کر پانی پینا بہتر ہے۔ ③ جو حضرات کھڑے ہوکر پانی پینا مکروہ خیال کرتے ہیں، ان کے نزدیک بھی وضو سے بچا ہوا پانی اور آب زمزم کھڑے ہوکر پینا سنت ہے، چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے واقعے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی اس حدیث میں اس امر کی صراحت ہے۔ والله أعلم.

(١٧) بَابُ مَنْ شَرِبَ وَهُوَ وَاقِفٌ عَلَى بَعِيرِهِ

باب: 17- جس نے اونٹ پر بیٹھے بیٹھے پیا

وضاحت: اونٹ پر بیٹھے بیٹھے کوئی چیز پینا، اس سے کھڑے ہوکر پینے کا جواز فراہم نہیں ہوتا کیونکہ اس میں دونوں پہلو

---

① سنن أبي داود، الأشربة، حديث: 3717. ② صحيح مسلم، الأشربة، حديث: 5279 (2026). ③ جامع الترمذي، الأشربة، حديث: 1892. ④ صحيح مسلم، الأشربة، حديث: 5277 (2025).

ہیں: یہ کھڑے ہوکر پینے سے بھی مشابہت رکھتا ہے کہ اونٹ چل رہا ہوتا ہے اور بیٹھ کر پینے سے بھی مشابہت پائی جاتی ہے کہ انسان اس پر بیٹھا ہوتا ہے۔ بہرحال یہ ایک مستقل حالت ہے۔ امام بخاری ؒ نے اس حالت میں پینے کا جواز ثابت کیا ہے۔

٥٦١٨ - حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي سَلَمَةَ: أَخْبَرَنَا أَبُو النَّضْرِ عَنْ عُمَيْرٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنْ أُمِّ الْفَضْلِ بِنْتِ الْحَارِثِ أَنَّهَا أَرْسَلَتْ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ بِقَدَحِ لَبَنٍ، وَهُوَ وَاقِفٌ عَشِيَّةَ عَرَفَةَ، فَأَخَذَ بِيَدِهِ فَشَرِبَهُ. [راجع: ١٦٥٨]

[5618] حضرت ام فضل بنت حارث ؓ سے روایت ہے کہ انھوں نے نبی ﷺ کے لیے دودھ کا ایک پیالہ بھیجا جبکہ آپ عرفہ کی شام میدان عرفات میں کھڑے تھے۔ آپ نے وہ پیالہ اپنے دست مبارک سے لیا اور اسے نوش فرمایا۔

زَادَ مَالِكٌ عَنْ أَبِي النَّضْرِ: عَلَى بَعِيرِهِ.

مالک نے ابونضر سے بیان کیا تو اس روایت میں یہ اضافہ تھا کہ آپ اس وقت اونٹ پر تشریف فرما تھے۔

فوائدومسائل: ① امام بخاری ؒ کا مقصد اس عنوان اور پیش کردہ حدیث سے یہ ہے کہ اونٹ پر سوار رہ کر کھانا پینا درست ہے، یہ کھڑے کھڑے کھانے پینے میں شامل نہیں ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا فعل، جواز کے لیے کافی ہے اور ایسا کرنا ممنوعہ صورت میں داخل نہیں ہے۔ جب زمین پر کھڑے کھڑے پینا جائز ہے تو کھڑے جانور پر بیٹھ کر کھانا پینا تو بالاولی جائز ہوگا۔ ② واضح رہے کہ عرفہ کے دن لوگوں کو رسول اللہ ﷺ کے روزے کے متعلق شک تھا تو حضرت ام فضل ؓ نے شک دور کرنے کے لیے دودھ کا پیالہ بھیجا تو آپ ﷺ نے اسے پی لیا۔ اس سے معلوم ہوگیا کہ آپ اس وقت روزے سے نہیں تھے۔[1]

(١٨) بَابٌ: الْأَيْمَنَ فَالْأَيْمَنَ، فِي الشُّرْبِ

باب: 18- پینے پلانے میں دائیں جانب والا زیادہ حق دار ہے، پھر اس کی دائیں جانب والا

٥٦١٩ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ [قَالَ]: حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ أُتِيَ بِلَبَنٍ قَدْ شِيبَ بِمَاءٍ، وَعَنْ يَمِينِهِ أَعْرَابِيٌّ، وَعَنْ شِمَالِهِ أَبُو بَكْرٍ، فَشَرِبَ، ثُمَّ أَعْطَى الْأَعْرَابِيَّ، وَقَالَ: «الْأَيْمَنَ فَالْأَيْمَنَ». [راجع: ٢٣٥٢]

[5619] حضرت انس ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پانی ملایا ہوا دودھ پیش کیا گیا جبکہ آپ کی دائیں جانب ایک دیہاتی اور بائیں جانب سیدنا ابوبکر ؓ تھے۔ آپ ﷺ نے وہ دودھ پیا اور بچا ہوا اعرابی کو دیا اور فرمایا: ''دائیں جانب والے زیادہ حق دار ہیں، پھر اس کی دائیں جانب والے۔''

1 صحيح البخاري، الحج، حديث: 1658.

فائدہ: اگر لوگ کسی کے آگے یا پیچھے بیٹھے ہوں یا بائیں جانب بیٹھے ہوں تو بڑے کو ترجیح ہوگی، یعنی پینے پلانے کا آغاز بڑے آدمی سے ہوگا۔ اگر دائیں بائیں بیٹھے ہوں تو دائیں جانب والوں کو ترجیح ہوگی، پھر بڑے چھوٹے کا خیال نہیں رکھا جائے گا، کیونکہ رسول اللہ ﷺ کو دائیں جانب بہت پسند تھی۔ آپ ﷺ پسندیدہ کام دائیں جانب سے شروع کرتے تھے۔ بہر حال مساویانہ حیثیت کے وقت دائیں جانب کو مقدم کیا جائے گا۔ واللہ أعلم.

(١٩) بَابٌ: هَلْ يَسْتَأْذِنُ الرَّجُلُ مَنْ عَنْ يَمِينِهِ فِي الشُّرْبِ لِيُعْطِيَ الْأَكْبَرَ؟

باب: 19- کیا کوئی دائیں جانب بیٹھنے والے سے اجازت لے کر بائیں جانب بڑے آدمی کو دے سکتا ہے؟

٥٦٢٠ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ أَبِي حَازِمِ بْنِ دِينَارٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ أُتِيَ بِشَرَابٍ فَشَرِبَ مِنْهُ - وَعَنْ يَمِينِهِ غُلَامٌ وَعَنْ يَسَارِهِ الْأَشْيَاخُ - فَقَالَ لِلْغُلَامِ: «أَتَأْذَنُ لِي أَنْ أُعْطِيَ هٰؤُلَاءِ؟» فَقَالَ الْغُلَامُ: وَاللهِ يَا رَسُولَ اللهِ، لَا أُوثِرُ بِنَصِيبِي مِنْكَ أَحَدًا، قَالَ: فَتَلَّهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ فِي يَدِهِ. [راجع: ٢٣٥١]

[5620] حضرت سہل بن سعد ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک مشروب لایا گیا آپ نے اس میں سے کچھ نوش فرمایا۔ آپ کے دائیں جانب ایک نوعمر لڑکا تھا جبکہ بائیں جانب بزرگ صحابۂ کرام ؓ تھے۔ آپ ﷺ نے لڑکے سے فرمایا: ”کیا تو مجھے اجازت دیتا ہے کہ میں بچا ہوا شربت ان شیوخ کو دے دوں؟“ بچے نے کہا: اللہ کے رسول! اللہ کی قسم! آپ کے پس ماندہ سے ملنے والے اپنے حصے کے معاملے میں میں کسی پر ایثار نہیں کروں گا۔ راوی نے کہا: پھر رسول اللہ ﷺ نے زور سے اس کے ہاتھ میں پیالہ دے دیا۔

فوائد ومسائل: ① حدیث کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے وہ پیالہ بادل نخواستہ لڑکے کے ہاتھ میں دیا کیونکہ آپ کی خواہش تھی کہ وہ بڑوں کے لیے ایثار کرتا، مگر اس نے ایسا نہ کیا تو آپ نے بھی حق و انصاف کا خون کرنا پسند نہ فرمایا۔ ایک حدیث سے پتا چلتا ہے کہ دائیں جانب حضرت ابن عباس ؓ اور بائیں جانب حضرت خالد بن ولید ؓ تھے۔ اس روایت میں ہے کہ حضرت ابن عباس ؓ کے پینے کے بعد حضرت خالد بن ولید ؓ نے اسے پیا۔[1] ② اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ہر اچھے کام میں دائیں جانب کو بائیں جانب پر ترجیح حاصل ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنا تبرک حضرت خالد بن ولید ؓ کو دینے کی خواہش ظاہر کی۔ اس میں بڑی عمروں کا احترام ملحوظ تھا۔ ③ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جب عزت افزائی کا کوئی

1 سنن ابن ماجه، الأشربة، حديث: 3426.

موقع حاصل ہو رہا ہو تو اس سے فائدہ اٹھانا چاہیے لیکن اس کے حصول کے لیے ایسا انداز اختیار نہ کیا جائے جس سے دوسروں کی تحقیر ہوتی ہو۔

(٢٠) بَابُ الْكَرْعِ فِي الْحَوْضِ

٥٦٢١ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ صَالِحٍ: حَدَّثَنَا فُلَيْحُ ابْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ جَابِرِ ابْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ دَخَلَ عَلَى رَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ وَمَعَهُ صَاحِبٌ لَهُ، فَسَلَّمَ النَّبِيُّ ﷺ وَصَاحِبُهُ، فَرَدَّ الرَّجُلُ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي، وَهِيَ سَاعَةٌ حَارَّةٌ، وَهُوَ يُحَوِّلُ فِي حَائِطٍ لَهُ - يَعْنِي الْمَاءَ - فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «إِنْ كَانَ عِنْدَكَ مَاءٌ بَاتَ فِي شَنَّةٍ وَإِلَّا كَرَعْنَا»، وَالرَّجُلُ يُحَوِّلُ الْمَاءَ فِي حَائِطٍ، فَقَالَ الرَّجُلُ: يَا رَسُولَ اللهِ، عِنْدِي مَاءٌ بَاتَ فِي شَنَّةٍ، فَانْطَلَقَ إِلَى الْعَرِيشِ فَسَكَبَ فِي قَدَحٍ مَاءً ثُمَّ حَلَبَ عَلَيْهِ مِنْ دَاجِنٍ لَهُ فَشَرِبَ النَّبِيُّ ﷺ، ثُمَّ أَعَادَ فَشَرِبَ الرَّجُلُ الَّذِي جَاءَ مَعَهُ. [راجع: ٥٦١٣]

باب:20- حوض سے منہ لگا کر پانی پینا

[5621] حضرت جابر بن عبداللہ ؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ قبیلۂ انصار کے ایک صحابی کے ہاں تشریف لے گئے۔ آپ کے ساتھ آپ کے ایک رفیق (صدیق اکبر ؓ) بھی تھے نبی ﷺ اور آپ کے ساتھی نے اسے سلام کیا۔ اس نے سلام کا جواب دیا، پھر عرض کی: اللہ کے رسول! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں یہ بڑی گرمی کا وقت ہے، اور وہ اپنے باغ کو پانی دے رہا تھا۔ نبی ﷺ نے اسے فرمایا: ''اگر تمھارے پاس مشکیزے میں رات کا رکھا ہوا پانی ہے تو پلاؤ ورنہ ہم (اس حوض سے) منہ لگا کر پی لیں گے۔'' اور وہ اس وقت بھی باغ کو پانی دے رہا تھا اس نے کہا: اللہ کے رسول! میرے پاس مشکیزے میں رات کا رکھا ہوا پانی ہے۔ پھر وہ اپنی جھونپڑی کی طرف گیا، پیالے میں پانی لایا اور اس پر اپنی گھریلو بکری کا دودھ دوہا۔ نبی ﷺ نے اسے نوش فرمایا، پھر وہ دوبارہ لایا تو جو صاحب آپ کے ساتھ تھے انھوں نے پیا۔

فوائد و مسائل: ① کَرْع کے متعدد معانی کتب لغت میں منقول ہیں۔ کَرَاعُ الْأَرْضِ اس گڑھے کو کہتے ہیں جہاں بارش وغیرہ کا پانی جمع ہو جاتا ہے۔ پہاڑ یا پتھریلے میدانوں سے نکلنے والے پانی کو بھی کراع کہا جاتا ہے۔ کَرْعُ الْقَوْمِ کے معنی ہیں کہ لوگوں کو بارش وغیرہ کا جمع شدہ پانی مل گیا جو انھوں نے استعمال کیا۔ اس حدیث میں کَرَعْنَا کے یہی معنی مراد ہو سکتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے انصار سے فرمایا: ''اگر تمھارے پاس ایسا پانی ہو جو رات بھر سے مشکیزے میں ہے تو لے آؤ، ورنہ ہم حوض سے جمع شدہ پانی پی لیتے ہیں۔'' کرع کے ایک معنی برتن یا ہاتھ استعمال کیے بغیر منہ سے پانی پینا بھی ہیں۔ یہ معنی بھی مراد ہو سکتے ہیں۔ اس مفہوم کے اعتبار سے بوقت ضرورت اس طرح پانی پینے کا جواز ثابت ہوتا ہے۔ ② حدیث میں اگرچہ حوض کا ذکر نہیں ہے، تاہم حضرت جابر ؓ نے اس کے متعلق دو دفعہ کہا ہے کہ وہ اپنے باغ کو پانی دے رہا تھا۔ عام دستور کے مطابق پہلے کنویں

سے پانی نکالا جاتا ہے اور اسے جمع کیا جاتا ہے، پھر اسے درختوں میں لگایا جاتا ہے۔ یہاں بھی ایسا ہی ہوگا پہلے وہ کنویں سے پانی نکالتا ہوگا، پھر جمع کیا ہوا پانی آگے درختوں میں لگاتا ہوگا۔ واللہ أعلم.

(۲۱) بَابُ خِدْمَةِ الصِّغَارِ الْكِبَارَ

باب: 21- چھوٹوں کا بڑوں کی خدمت کرنا

٥٦٢٢ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ: حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسًا رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: كُنْتُ قَائِمًا عَلَى الْحَيِّ أَسْقِيهِمْ - عُمُومَتِي وَأَنَا أَصْغَرُهُمْ - الْفَضِيخَ. فَقِيلَ: حُرِّمَتِ الْخَمْرُ، فَقَالُوا: اكْفِئْهَا، فَكَفَأْنَا، قُلْتُ لِأَنَسٍ: مَا شَرَابُهُمْ؟ قَالَ: رُطَبٌ وَبُسْرٌ، فَقَالَ أَبُو بَكْرِ بْنُ أَنَسٍ: وَكَانَتْ خَمْرَهُمْ، فَلَمْ يُنْكِرْ أَنَسٌ.

[راجع: ٢٤٦٤]

[5622] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں کھڑا اپنے قبیلے میں اپنے چچاؤں کو کھجور کی شراب پلا رہا تھا کیونکہ میں سب سے چھوٹا تھا۔ اس دوران میں کہا گیا کہ شراب حرام کردی گئی ہے۔ انھوں نے کہا: اسے پھینک دو تو ہم نے اسے الٹ دیا۔ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا: اس وقت لوگ کس چیز سے تیار شدہ شراب پیتے تھے؟ انھوں نے فرمایا: وہ پکی اور کچی کھجوروں کی تھی۔ حضرت ابوبکر بن انس نے کہا: یہی ان کی شراب ہوتی تھی تو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے اس کا انکار نہیں کیا۔

وَحَدَّثَنِي بَعْضُ أَصْحَابِي أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسًا يَقُولُ: كَانَتْ خَمْرَهُمْ يَوْمَئِذٍ.

(راوی حدیث کہتا ہے کہ) مجھ سے بعض لوگوں نے بیان کیا، انھوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سنا، انھوں نے فرمایا کہ ان دنوں ان کی یہی شراب ہوتی تھی۔

فوائد ومسائل: ① چھوٹوں کا فرض ہے کہ وہ ہر ممکن بڑوں کی خدمت بجا لائیں، خاص طور پر جو بوڑھے محتاج ہیں ان کی خدمت کرکے ان کی دعائیں لی جائیں۔ یہ بہت بڑی سعادت اور خوش بختی ہے۔ ② اس حدیث کے مطابق حضرت انس رضی اللہ عنہ سب سے چھوٹے تھے، انھوں نے اپنے بڑوں اور بزرگوں کی خدمت گزاری کے فرائض سرانجام دیے۔ جو آج کسی کی خدمت کرتا ہے کل اس کی دوسرے خدمت کریں گے سچ ہے: ہر کہ خدمت کند مخدوم شد۔

(۲۲) بَابُ تَغْطِيَةِ الْإِنَاءِ

باب: 22- برتن ڈھانپ کر رکھنا

٥٦٢٣ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ: أَخْبَرَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ: أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِذَا

[5623] حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''رات کا جب آغاز ہو یا جب شام ہو جائے تو اپنے بچوں کو روک لو کیونکہ اس وقت شیطان منتشر ہوتے ہیں۔ پھر جب رات کا کچھ

كَانَ جُنْحُ اللَّيْلِ - أَوْ أَمْسَيْتُمْ - فَكُفُّوا صِبْيَانَكُمْ، فَإِنَّ الشَّيَاطِينَ تَنْتَشِرُ حِينَئِذٍ، فَإِذَا ذَهَبَ سَاعَةٌ مِنَ اللَّيْلِ فَحُلُّوهُمْ، وَأَغْلِقُوا الْأَبْوَابَ، وَاذْكُرُوا اسْمَ اللهِ، فَإِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَفْتَحُ بَابًا مُغْلَقًا، وَأَوْكُوا قِرَبَكُمْ وَاذْكُرُوا اسْمَ اللهِ، وَخَمِّرُوا آنِيَتَكُمْ وَاذْكُرُوا اسْمَ اللهِ، وَلَوْ أَنْ تَعْرُضُوا عَلَيْهَا شَيْئًا، وَأَطْفِئُوا مَصَابِيحَكُمْ». [راجع: ٣٢٨٠]

حصہ گزر جائے تو بچوں کو چھوڑ دو اور دروازے بند کر لو، اس وقت اللہ کا نام یاد کرو، شیطان بند دروازہ نہیں کھول سکتا اور اللہ کا نام لے کر اپنے مشکیزوں کا منہ بند کر دو، نیز اللہ کا نام لے کر پانی کے برتنوں کو ڈھانپ رکھو، خواہ عرض کے بل کوئی لکڑی ہی رکھ دو اور اپنے چراغ بجھا دیا کرو۔''

فائدہ: طبی طور پر یہ بات ثابت ہے کہ رات کی روشنی گل کر کے سونا بہت آرام کا باعث ہوتا ہے۔ چراغ جلتا چھوڑنے کا حدیث میں یہ نقصان بیان ہوا ہے: ''چوہیا لوگوں کے گھروں کو جلا ڈالتی ہے۔''[1] یعنی وہ جلتی بتی کو گھسیٹ لے جاتی ہے، جس سے گھر جل کر راکھ ہو جاتا ہے۔ معلوم ہوا کہ بجلی، گیس اور کوئلے کی انگیٹھی جلتی چھوڑ کر سونا بہت مضر صحت ہے، اس سے بھی آگ لگ جاتی ہے، بجلی کا سرکٹ شارٹ ہو جاتا ہے۔ گیس کی وجہ سے لوگوں کی اموات واقع ہو جاتی ہیں۔ اگر ضرورت ہو تو بجلی کا ہلکی روشنی والا بلب روشن رکھا جا سکتا ہے کیونکہ اس میں یہ خطرہ نہیں ہوتا۔ واللّٰه أعلم.

٥٦٢٤ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ: حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ جَابِرٍ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «أَطْفِئُوا الْمَصَابِيحَ إِذَا رَقَدْتُمْ، وَغَلِّقُوا الْأَبْوَابَ، وَأَوْكُوا الْأَسْقِيَةَ، وَخَمِّرُوا الطَّعَامَ وَالشَّرَابَ - وَأَحْسِبُهُ قَالَ: - وَلَوْ بِعُودٍ تَعْرُضُهُ عَلَيْهِ». [راجع: ٣٢٨٠]

[5624] حضرت جابر رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم جب سونے لگو تو چراغ گل کر دو، دروازے بند کر دو، مشکیزوں کے منہ باندھ دو اور کھانے پینے کے برتنوں کو ڈھانپ دو۔'' میرا خیال ہے آپ نے یہ بھی فرمایا: ''اگرچہ کوئی لکڑی ان پر عرض کے بل رکھ دو۔''

فوائد ومسائل: ① خالی چھوٹا برتن الٹا کر کے رکھ دینے میں بھی کوئی حرج نہیں کیونکہ اس سے مذکورہ بالا مقصد حاصل ہو جاتا ہے۔ جب برتن میں کوئی چیز ہو یا برتن زیادہ بڑا ہو تو ڈھانپ دینا چاہیے۔ ② غور فرمائیں ہماری شریعت کس قدر کامل ہے کہ اس میں روزمرہ کی ضروریات کے متعلق پوری پوری رہنمائی ہے جن کی طرف عام طور پر توجہ نہیں دی جاتی۔ خطرناک اشیاء سے احتیاط ضروری ہے۔ دروازہ بند کرتے وقت، برتن ڈھانکتے وقت اور مشکیزے کا منہ باندھتے وقت اگر اللہ کا نام لے لیا جائے تو اس کی برکت سے انسان شیطانی شرارتوں سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ اگر سنت سمجھ کر ان پر عمل کیا جائے تو خارجی حفاظت کے ساتھ

[1] سنن أبي داود، الأشربة، حديث: 3732.

ساتھ یہ امور اللہ تعالیٰ کے قرب کا ذریعہ بھی بن جاتے ہیں اور ثواب بھی ملتا ہے۔

(٢٣) بَابُ اخْتِنَاثِ الْأَسْقِيَةِ

باب: 23- مشکیزے کا منہ اوپر کی طرف موڑ کر اندر کی جانب سے پانی پینا

٥٦٢٥ - حَدَّثَنَا آدَمُ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: نَهَى رَسُولُ اللهِ ﷺ عَنِ اخْتِنَاثِ الْأَسْقِيَةِ - يَعْنِي أَنْ تُكْسَرَ أَفْوَاهُهَا فَيُشْرَبَ مِنْهَا -. [انظر: ٥٦٢٦]

[5625] حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے مشکیزوں کے اختناث سے منع فرمایا، یعنی مشکیزوں کا منہ اوپر کی طرف موڑ کر اندر کی جانب سے پانی پینے سے روکا ہے۔

٥٦٢٦ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ: أَخْبَرَنَا يُونُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: حَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ اللهِ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَنْهَى عَنِ اخْتِنَاثِ الْأَسْقِيَةِ.

[5626] حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے، فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ نے مشکیزوں کے اختناث سے منع فرمایا ہے۔

قَالَ عَبْدُ اللهِ: قَالَ مَعْمَرٌ أَوْ غَيْرُهُ: هُوَ الشُّرْبُ مِنْ أَفْوَاهِهَا. [راجع: ٥٦٢٥]

عبداللہ نے کہا کہ معمر وغیرہ نے بیان کیا: اختناث، مشکیزے سے منہ لگا کر پانی پینے کو کہتے ہیں۔

فوائد ومسائل: ① مشکیزے کے منہ سے یا نل کو منہ لگا کر پانی پینا ایک ناپسندیدہ عمل ہے۔ ممکن ہے کہ مشکیزہ خراب ہو، اس کے علاوہ یہ بھی ممکن ہے کہ ان کے اندر کوئی موذی چیز داخل ہو گئی ہو اور پینے والے کو اس کی خبر نہ ہو اور تکلیف پہنچے، چنانچہ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں ایک شخص نے اس ہدایت کی خلاف ورزی کرتے ہوئے رات کے وقت مشکیزے کا منہ اٹھایا تو اس سے سانپ نکل آیا۔[1] ② انسان کو چاہیے کہ حتی الوسع رسول اللہ ﷺ کی ہدایات پر عمل کرے، بصورت دیگر نقصان کا اندیشہ ہے۔

(٢٤) بَابُ الشُّرْبِ مِنْ فَمِ السِّقَاءِ

باب: 24- مشکیزے کے منہ سے منہ لگا کر پانی پینا

[1] سنن ابن ماجه، الأشربة، حديث: 3419.

وضاحت: پہلے باب میں مشکیزے کے منہ کو اوپر کی طرف موڑ کر اندر کی جانب سے پانی پینے کی ممانعت تھی۔ اس عنوان سے امام بخاری ؒ کی غرض یہ ہے کہ اگر کوئی مشکیزے کا منہ اوپر کی طرف نہ موڑے بلکہ اس کا منہ کھول کر براہ راست اس سے پانی پینے لگے تو بھی ممانعت ہے۔

٥٦٢٧ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ: حَدَّثَنَا أَيُّوبُ: قَالَ لَنَا عِكْرِمَةُ: أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِأَشْيَاءَ قِصَارٍ حَدَّثَنَا بِهَا أَبُو هُرَيْرَةَ؟ نَهَى رَسُولُ اللهِ ﷺ عَنِ الشُّرْبِ مِنْ فَمِ الْقِرْبَةِ أَوِ السِّقَاءِ، وَأَنْ يَمْنَعَ جَارَهُ أَنْ يَغْرِزَ خَشَبَهُ فِي دَارِهِ. [راجع: ٢٤٦٣]

[5627] حضرت ایوب سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ ہم سے حضرت عکرمہ نے کہا: کیا میں تمھیں چند چھوٹی چھوٹی باتیں نہ بتاؤں جو ہمیں حضرت ابو ہریرہ ؓ نے بیان کی تھیں؟ رسول اللہ ﷺ نے مشکیزے کے منہ سے منہ لگا کر پانی پینے سے منع کیا تھا، نیز اس سے بھی منع کیا کہ کوئی شخص اپنے پڑوسی کو اپنی دیوار میں کھونٹی لگانے سے روکے۔

٥٦٢٨ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ: أَخْبَرَنَا أَيُّوبُ عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: نَهَى النَّبِيُّ ﷺ أَنْ يُشْرَبَ مِنْ فِي السِّقَاءِ. [راجع: ٢٤٦٣]

[5628] حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے مشکیزے کے منہ سے منہ لگا کر پانی پینے سے منع کیا تھا۔

٥٦٢٩ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ: حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنِ الشُّرْبِ مِنْ فِي السِّقَاءِ.

[5629] حضرت ابن عباس ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے مشکیزے کے منہ سے پانی پینے سے منع فرمایا تھا۔

فوائد ومسائل: ① مشکیزے کے منہ سے منہ لگا کر پانی پینا بہت خطرناک ہے۔ ممکن ہے منہ کھولنے سے اس قدر پانی پیٹ میں زیادہ چلا جائے کہ جان کے لالے پڑ جائیں۔ صراحی وغیرہ کا بھی یہی حکم ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کبشہ انصاریہ ؓ کے گھر تشریف لے گئے۔ ان کے ہاں ایک مشک لٹک رہی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے کھڑے کھڑے اس سے منہ لگا کر پانی پیا۔ انھوں نے دہن مبارک کی برکت کے خیال سے مشک کا منہ کاٹ کر رکھ لیا۔[1] ② اس حدیث سے مشکیزے کے منہ سے پینے کا جواز معلوم ہوتا ہے جبکہ سابقہ باب کی حدیثوں سے اس کی ممانعت ثابت ہوتی ہے؟ ان میں تطبیق کی یہ صورت ہے کہ مجبوری کے وقت مشک کے منہ سے پانی پینا جائز ہے، مثلاً: مشکیزہ لٹکا ہوا ہو، اسے اتارا نہ جا سکتا ہو یا برتن میسر نہ ہو اور ہتھیلی سے پینا بھی ناممکن ہو تو اس صورت میں مشکیزے سے براہ راست پیا جا سکتا ہے۔ اگر کوئی عذر نہ ہو تو ممانعت کی حدیث پر عمل کیا جائے۔[2]

---

1 سنن ابن ماجه، الأشربة، حديث: 3423. 2 فتح الباري: 114/10.

(٢٥) بَابُ النَّهْيِ عَنِ التَّنَفُّسِ فِي الْإِنَاءِ

باب:25- برتن میں سانس لینے کی ممانعت

٥٦٣٠ - حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ: حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ يَحْيَى، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِذَا شَرِبَ أَحَدُكُمْ فَلَا يَتَنَفَّسْ فِي الْإِنَاءِ، وَإِذَا بَالَ أَحَدُكُمْ فَلَا يَمْسَحْ ذَكَرَهُ بِيَمِينِهِ، وَإِذَا تَمَسَّحَ أَحَدُكُمْ فَلَا يَتَمَسَّحْ بِيَمِينِهِ». [راجع: ١٥٣]

[5630] حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی پانی پیے تو برتن میں سانس نہ لے۔ اور جب تم میں سے کوئی پیشاب کرے تو اپنی شرمگاہ کو دائیں ہاتھ سے نہ چھوئے۔ اور جب استنجا کرے تو دائیں ہاتھ سے نہ کرے۔''

فائدہ: پانی پیتے وقت برتن میں سانس نہ لینے کی حکمت یہ ہے کہ ایسا کرنے سے اس میں تھوک وغیرہ پڑ سکتا ہے جسے طبیعت ناگوار محسوس کرتی ہے۔ برتن میں سانس لینا موجودہ طب کے لحاظ سے بھی درست نہیں کیونکہ معدے کے بخارات پانی میں داخل ہوسکتے ہیں جس سے بیماری پیدا ہونے کا اندیشہ ہے۔ حفظ ماتقدم کے طور پر رسول اللہ ﷺ نے ایسا کرنے سے منع فرمایا ہے۔ اگر پانی، دودھ یا کوئی اور مشروب پیتے ہوئے سانس لینے کی ضرورت ہو تو برتن منہ سے ہٹا کر سانس لینا چاہیے، پھر حسب ضرورت دوبارہ پی لیا جائے۔ برتن ہی میں سانس لے کر دوبارہ پینا شروع کر دینا کسی صورت میں بھی اچھا نہیں ہے۔ واللہ أعلم.

(٢٦) بَابُ الشُّرْبِ بِنَفَسَيْنِ أَوْ ثَلَاثَةٍ

باب:26- پانی دو یا تین سانس میں پینا چاہیے

٥٦٣١ - حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ وَأَبُو نُعَيْمٍ قَالَا: حَدَّثَنَا عَزْرَةُ بْنُ ثَابِتٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي ثُمَامَةُ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ: كَانَ أَنَسٌ يَتَنَفَّسُ فِي الْإِنَاءِ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا، وَزَعَمَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَتَنَفَّسُ ثَلَاثًا.

[5631] حضرت ثمامہ بن عبداللہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ (پیتے وقت) برتن میں دو یا تین سانس لیتے اور کہتے تھے کہ نبی ﷺ پانی پیتے وقت تین سانس لیتے تھے۔

فائدہ: اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ پانی پیتے وقت ایک ہی سانس سے نہ پیا جائے بلکہ اس دوران میں تین سانس لیے جائیں اور سانس لیتے وقت برتن کو منہ سے الگ کر دیا جائے جیسا کہ ایک حدیث میں اس کی وضاحت ہے، چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب کوئی پانی وغیرہ پیے تو اسے برتن میں سانس نہیں لینا چاہیے۔ اگر دوبارہ پینا چاہے تو برتن منہ سے ہٹائے، پھر چاہے تو دوبارہ مزید پی لے۔''[1] حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے طبرانی کے حوالے سے حضرت

---

[1] سنن ابن ماجه، الأشربة، حديث: 3427.

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ پیتے وقت تین سانس لیتے تھے۔ جب پیالہ منہ کے قریب کرتے تو بسم اللہ پڑھتے اور جب اسے منہ سے ہٹاتے تو الحمد للہ پڑھتے۔ اس طرح تین دفعہ کرتے تھے۔[1]

(٢٧) بَابُ الشُّرْبِ فِي آنِيَةِ الذَّهَبِ

٥٦٣٢ - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ، عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى قَالَ: كَانَ حُذَيْفَةُ بِالْمَدَائِنِ فَاسْتَسْقَى، فَأَتَاهُ دِهْقَانٌ بِقَدَحِ فِضَّةٍ فَرَمَاهُ بِهِ، فَقَالَ: إِنِّي لَمْ أَرْمِهِ إِلَّا أَنِّي نَهَيْتُهُ فَلَمْ يَنْتَهِ، وَإِنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَانَا عَنِ الْحَرِيرِ وَالدِّيبَاجِ، وَالشُّرْبِ فِي آنِيَةِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ، وَقَالَ: «هُنَّ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا، وَهُنَّ لَكُمْ فِي الْآخِرَةِ». [راجع: ٥٤٢٦]

باب: 27- سونے کے برتنوں میں پینا

[5632] حضرت ابن ابی لیلیٰ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ مدائن میں تھے، انھوں نے پانی مانگا تو ایک دیہاتی نے ان کو چاندی کے برتن میں پانی لاکر دیا، انھوں نے برتن اس پر پھینک مارا اور فرمایا کہ میں نے برتن صرف اس لیے پھینکا ہے کہ میں اس شخص کو منع کر چکا تھا لیکن یہ باز نہیں آیا۔ بلاشبہ نبی ﷺ نے ہمیں ریشم اور دیبا پہننے سے اور سونے چاندی کے برتنوں میں کھانے پینے سے منع فرمایا ہے۔ آپ نے فرمایا تھا: ''یہ چیزیں ان (کفار) کے لیے دنیا میں ہیں اور تمھیں آخرت میں ملیں گی۔''

فوائد و مسائل: ① شہر مدائن، دریائے دجلہ کے کنارے بغداد سے سات فرسنگ (فرسخ) کی مسافت پر آباد تھا۔ اس جگہ ایوانِ کسریٰ کی عمارت تھی۔ اسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے فتح کیا۔ ② اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سونے چاندی کے برتنوں میں کھانا پینا کافروں کی عادت ہے۔ کفار کی عادت اختیار کرنے سے مسلمانوں کو منع کیا گیا ہے، البتہ سونے کے زیورات عورتوں کے لیے مباح ہیں۔ مردوں کے لیے صرف چاندی جائز ہے، لیکن سونے چاندی کے برتن مرد عورت دونوں کے لیے حرام ہیں۔ جو شخص دنیا میں اللہ تعالیٰ کی منع کی ہوئی چیزوں سے پرہیز کرے گا جنت میں اسے خاص نعمتیں حاصل ہوں گی۔

(٢٨) بَابُ آنِيَةِ الْفِضَّةِ

٥٦٣٣ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنِ ابْنِ عَوْنٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى قَالَ: خَرَجْنَا مَعَ حُذَيْفَةَ وَذَكَرَ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: «لَا تَشْرَبُوا فِي آنِيَةِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ،

باب: 28- چاندی کے برتن استعمال کرنا

[5633] حضرت ابن ابی لیلیٰ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ ہم حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ باہر نکلے، انھوں نے نبی ﷺ کا ذکر کیا کہ آپ نے فرمایا تھا: ''سونے چاندی کے برتنوں میں نہ کھاؤ پیو، نیز ریشم اور دیبا بھی نہ پہنو کیونکہ

[1] المعجم الأوسط للطبراني: 117/10، والصحيحة للألباني، حديث: 1277.

وَلَا تَلْبَسُوا الْحَرِيرَ وَالدِّيبَاجَ، فَإِنَّهَا لَهُمْ فِي الدُّنْيَا وَلَكُمْ فِي الْآخِرَةِ». [راجع: ٥٤٢٦]

یہ چیزیں ان (کفار) کے لیے دنیا میں ہیں اور تمھارے لیے آخرت میں ہوں گی۔"

فوائد ومسائل: ① چاندی اور سونے کے برتنوں میں مسلمانوں کے لیے کھانا پینا قطعاً حرام ہے، البتہ کافر لوگ اس دنیا میں سونے اور چاندی کے برتن بڑے فخر وغرور سے استعمال کرتے ہیں اور مال داروں کے سامنے ان میں کھانے پینے کی چیزیں پیش کرتے ہیں۔ مسلمانوں کو ان میں کھانے پینے سے منع کیا گیا ہے۔ ② اس کے حرام ہونے کی صرف یہ وجہ نہیں کہ اسے کفار استعمال کرتے ہیں بلکہ اس کے استعمال سے فقراء اور محتاج لوگوں کی دل شکنی ہوتی ہے، نیز یہ تکبر وغرور کی علامت ہے، اس کے علاوہ ان کے استعمال میں اسراف بھی ہے۔ واللہ أعلم.

٥٦٣٤ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكُ ابْنُ أَنَسٍ عَنْ نَافِعٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «الَّذِي يَشْرَبُ فِي إِنَاءِ الْفِضَّةِ إِنَّمَا يُجَرْجِرُ فِي بَطْنِهِ نَارَ جَهَنَّمَ».

[5634] ام المومنین حضرت ام سلمہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جو شخص چاندی کے برتن میں پیتا ہے وہ اپنے پیٹ میں جہنم کی آگ غٹ غٹ کر کے ڈال رہا ہے۔"

فائدہ: عربی زبان میں جرجرہ اونٹ کی اس آواز کو کہتے ہیں جو وہ ڈانٹتے وقت نکالتا ہے۔ ممکن ہے وہ پانی آگ بن جائے اور اس کے پیٹ میں جوش مارے جس سے اس قسم کی آواز پیدا ہو۔ یہ بھی ممکن ہے کہ جہنم کی آگ کی حقیقی آواز ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ بہرحال چاندی وغیرہ کے برتن استعمال کرنا مسلمان کی شان کے خلاف ہے۔

٥٦٣٥ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنِ الْأَشْعَثِ بْنِ سُلَيْمٍ، عَنْ مُعَاوِيَةَ ابْنِ سُوَيْدِ بْنِ مُقَرِّنٍ، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ: أَمَرَنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ بِسَبْعٍ وَنَهَانَا عَنْ سَبْعٍ: أَمَرَنَا بِعِيَادَةِ الْمَرِيضِ، وَاتِّبَاعِ الْجَنَازَةِ وَتَشْمِيتِ الْعَاطِسِ، وَإِجَابَةِ الدَّاعِي، وَإِفْشَاءِ السَّلَامِ، وَنَصْرِ الْمَظْلُومِ، وَإِبْرَارِ الْمُقْسِمِ، وَنَهَانَا عَنْ خَوَاتِيمِ الذَّهَبِ، وَعَنِ الشُّرْبِ فِي الْفِضَّةِ - أَوْ قَالَ: فِي آنِيَةِ الْفِضَّةِ - وَعَنِ

[5635] حضرت براء بن عازب ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں سات چیزوں کا حکم دیا اور سات چیزوں سے منع کیا: آپ نے ہمیں بیمار کی عیادت کرنے، جنازے کے پیچھے جانے، چھینکنے والے کو جواب دینے، دعوت دینے والے کی دعوت قبول کرنے، سلام پھیلانے، مظلوم کی مدد کرنے اور قسم دینے والے کی قسم پوری کرنے کا حکم دیا۔ اور آپ نے ہمیں سونے کی انگوٹھی (پہننے)، چاندی کے برتن میں پینے، ریشمی گدے استعمال کرنے، قسی، دیباج اور استبرق پہننے سے منع فرمایا۔

الْمَيَاثِرِ، وَالْقَسِّيِّ، وَعَنْ لُبْسِ الْحَرِيرِ وَالدِّيبَاجِ وَالْإِسْتَبْرَقِ. [راجع: ١٢٣٩]

فوائدومسائل: ① قسی، دیباج اور استبرق ریشم کی مختلف قسمیں ہیں۔ ہر قسم کا ریشم مردوں کے لیے حرام ہے۔ ریشمی گدے اور بچھونے مردوں کے لیے تو بالاتفاق حرام ہیں لیکن عورتوں کے لیے کچھ حضرات حلال سمجھتے ہیں۔ ہمارے رجحان کے مطابق عورتوں کو بھی ان کے استعمال سے احتیاط کرنی چاہیے، البتہ ریشمی لباس پہننے کی انھیں اجازت ہے۔ ② اس حدیث میں چاندی کے برتنوں میں پینے کی ممانعت کا ذکر ہے، اس لیے امام بخاری ؒ نے اسے بیان کیا ہے۔

(٢٩) بَابُ الشُّرْبِ فِي الْأَقْدَاحِ

باب:29- پیالوں اور کٹوروں میں پینا

٥٦٣٦ - حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ عَبَّاسٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ سَالِمٍ أَبِي النَّضْرِ، عَنْ عُمَيْرٍ مَوْلَى أُمِّ الْفَضْلِ، عَنْ أُمِّ الْفَضْلِ: أَنَّهُمْ شَكُّوا فِي صَوْمِ النَّبِيِّ ﷺ يَوْمَ عَرَفَةَ، فَبُعِثَ إِلَيْهِ بِقَدَحٍ مِنْ لَبَنٍ فَشَرِبَهُ. [راجع: ١٦٥٨]

[5635] حضرت ام فضل ؓ سے روایت ہے کہ لوگوں نے عرفہ کے دن نبی ﷺ کے روزے کے متعلق شک کیا تو آپ کی خدمت میں دودھ کا پیالہ پیش کیا گیا جسے آپ نے نوش جاں فرمایا۔

فوائدومسائل: ① رسول اللہ ﷺ کے دودھ پینے سے لوگوں کا یہ تردد ختم ہو گیا کہ عرفہ کے دن روزے سے ہیں یا نہیں۔ ② رسول اللہ ﷺ کے تمام پیالے لکڑی کے تھے۔ آپ ﷺ کا ایک پیالہ ٹوٹ گیا تھا تو اسے چاندی کی زنجیر سے جوڑا گیا، البتہ فاسق فاجر لوگ سونے اور چاندی کے پیالوں میں کھاتے ہیں، لہٰذا ایسے پیالوں میں کھانا پینا ممنوع ہے۔

(٣٠) بَابُ الشُّرْبِ مِنْ قَدَحِ النَّبِيِّ ﷺ وَآنِيَتِهِ

باب:30- نبی ﷺ کے پیالے اور آپ کے برتنوں میں کھانا پینا

وَقَالَ أَبُو بُرْدَةَ: قَالَ لِي عَبْدُ اللهِ بْنُ سَلَامٍ: أَلَا أَسْقِيكَ فِي قَدَحٍ شَرِبَ النَّبِيُّ ﷺ فِيهِ؟.

حضرت ابوبردہ ؓ نے کہا کہ مجھے حضرت عبداللہ بن سلام ؓ نے کہا: کیا میں تمھیں اس پیالے میں نہ پلاؤں جس میں نبی ﷺ نے پیا تھا؟

وضاحت: کچھ لوگوں کو خیال آیا کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد آپ کے پیالے اور برتنوں کو استعمال کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ اس کے متعلق آپ کی اجازت نہیں اور یہ غیر کے مال میں تصرف کرنا ہے۔ امام بخاری ؒ نے اس عنوان کے ذریعے

1 عمدة القاري: 631/14.

سے مذکورہ خیال کی تردید کی ہے کہ سلف صالحین ان میں کھاتے پیتے تھے اور آپ کا مال وقف تھا جس سے ہر مسلمان کو فائدہ حاصل کرنے کا حق ہے۔ یہ ایک تاریخی یادگار ہیں جنھیں دیکھنے اور استعمال کرنے سے رسول اللہ ﷺ کی یاد تازہ ہوتی ہے اور خوشی بھی حاصل ہوتی ہے۔[1] امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ متصل سند سے بھی بیان کیا ہے۔[2]

٥٦٣٧ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ: حَدَّثَنَا أَبُو غَسَّانَ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: ذُكِرَ لِلنَّبِيِّ ﷺ امْرَأَةٌ مِنَ الْعَرَبِ فَأَمَرَ أَبَا أُسَيْدٍ السَّاعِدِيَّ أَنْ يُرْسِلَ إِلَيْهَا، فَأَرْسَلَ إِلَيْهَا فَقَدِمَتْ، فَنَزَلَتْ فِي أُجُمِ بَنِي سَاعِدَةَ، فَخَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ حَتَّى جَاءَهَا، فَدَخَلَ عَلَيْهَا فَإِذَا امْرَأَةٌ مُنَكِّسَةٌ رَأْسَهَا، فَلَمَّا كَلَّمَهَا النَّبِيُّ ﷺ قَالَتْ: أَعُوذُ بِاللهِ مِنْكَ، فَقَالَ: «قَدْ أَعَذْتُكِ مِنِّي». فَقَالُوا لَهَا: أَتَدْرِينَ مَنْ هٰذَا؟ قَالَتْ: لَا، قَالُوا: هٰذَا رَسُولُ اللهِ ﷺ جَاءَ لِيَخْطُبَكِ، قَالَتْ: كُنْتُ أَنَا أَشْقَى مِنْ ذٰلِكَ، فَأَقْبَلَ النَّبِيُّ ﷺ يَوْمَئِذٍ حَتَّى جَلَسَ فِي سَقِيفَةِ بَنِي سَاعِدَةَ هُوَ وَأَصْحَابُهُ، ثُمَّ قَالَ: «اسْقِنَا يَا سَهْلُ». فَأَخْرَجْتُ لَهُمْ هٰذَا الْقَدَحَ فَأَسْقَيْتُهُمْ فِيهِ. فَأَخْرَجَ لَنَا سَهْلٌ ذٰلِكَ الْقَدَحَ فَشَرِبْنَا مِنْهُ، قَالَ: ثُمَّ اسْتَوْهَبَهُ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ بَعْدَ ذٰلِكَ فَوَهَبَهُ لَهُ. [راجع: ٥٢٥٦]

[5637] حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ سے ایک عرب خاتون کا ذکر کیا گیا تو آپ نے حضرت ابو اسید ساعدی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ اس کی طرف یہاں آنے کا پیغام بھیجیں۔ انھوں نے اس کی طرف پیغام بھیجا تو وہ حاضر ہوئی اور بنو ساعدہ کے مکانات میں ٹھہری۔ نبی ﷺ بھی تشریف لائے اور اس کے پاس گئے۔ آپ نے دیکھا کہ وہ عورت سر جھکائے بیٹھی تھی۔ جب نبی ﷺ نے اس سے گفتگو کی تو اس نے کہا: میں آپ سے اللہ کی پناہ چاہتی ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''میں نے تجھے پناہ دی۔'' لوگوں نے اس سے کہا: کیا تجھے معلوم ہے کہ یہ کون تھے؟ اس نے کہا: نہیں۔ انھوں نے کہا: یہ رسول اللہ ﷺ تھے اور تم سے نکاح کرنے کے لیے تشریف لائے تھے۔ اس نے کہا: پھر میں تو انتہائی بدنصیب رہی۔ اس روز نبی ﷺ تشریف لائے اور سقیفۂ بنو ساعدہ میں اپنے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ بیٹھے، پھر فرمایا: ''اے سہل! پانی پلاؤ۔'' سہل کہتے ہیں کہ میں نے آپ کے لیے یہ پیالہ نکالا اور اس میں آپ کو پانی پلایا۔ پھر حضرت سہل رضی اللہ عنہ ہمارے لیے بھی وہ پیالہ نکال کر لائے اور ہم نے بھی اس میں پانی پیا۔ راوی بیان کرتا ہے کہ اس کے بعد حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے ان سے یہ پیالہ مانگ لیا تھا تو انھوں نے یہ ان کو ہبہ کر دیا تھا۔

فوائد ومسائل: ① حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ ان دنوں مدینہ طیبہ کے گورنر تھے۔ ② صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم بطور تبرک رسول اللہ ﷺ کے پیالے میں پیتے تھے، چنانچہ بعض صحابہ کے پاس رسول اللہ ﷺ کے تبرکات تھے جیسا کہ حضرت انس،

① فتح الباري: 123/10. ② صحيح البخاري، الاعتصام بالكتاب والسنة، حديث: 7342.

حضرت سہل اور حضرت عبداللہ بن سلام ﷺ کے پاس رسول اللہ ﷺ کے پیالے تھے۔ حضرت اسماء بنت ابی بکر ؓ کے پاس رسول اللہ ﷺ کا جبہ مبارک تھا۔ ان حضرات نے ان تبرکات کو بطور برکت اپنے پاس رکھا تھا، اصل برکت تو اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔[1]

٥٦٣٨ - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُدْرِكٍ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَمَّادٍ: أَخْبَرَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ عَاصِمٍ الْأَحْوَلِ قَالَ: رَأَيْتُ قَدَحَ النَّبِيِّ ﷺ عِنْدَ أَنَسِ ابْنِ مَالِكٍ، وَكَانَ قَدِ انْصَدَعَ فَسَلْسَلَهُ بِفِضَّةٍ، قَالَ: وَهُوَ قَدَحٌ جَيِّدٌ عَرِيضٌ مِنْ نُضَارٍ، قَالَ: قَالَ أَنَسٌ: لَقَدْ سَقَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ فِي هٰذَا الْقَدَحِ أَكْثَرَ مِنْ كَذَا وَكَذَا. [راجع: ٣١٠٩]

[5638] حضرت عاصم احول سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں نے حضرت انس بن مالک ؓ کے پاس نبی ﷺ کا پیالہ دیکھا جو ٹوٹ گیا تھا تو حضرت انس ؓ نے اسے چاندی کے تار سے جوڑ دیا۔ حضرت عاصم نے کہا کہ وہ پیالہ عمدہ، فراخ اور نضار کے درخت سے بنا ہوا تھا۔ حضرت انس ؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے متعدد دفعہ اس سے رسول اللہ ﷺ کو پانی پلایا تھا۔

قَالَ: وَقَالَ ابْنُ سِيرِينَ: إِنَّهُ كَانَ فِيهِ حَلْقَةٌ مِنْ حَدِيدٍ، فَأَرَادَ أَنَسٌ أَنْ يَجْعَلَ مَكَانَهَا حَلْقَةً مِنْ ذَهَبٍ أَوْ فِضَّةٍ، فَقَالَ لَهُ أَبُو طَلْحَةَ: لَا تُغَيِّرَنَّ شَيْئًا صَنَعَهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ، فَتَرَكَهُ.

ابن سیرین کہتے ہیں کہ اس پیالے میں لوہے کا ایک حلقہ تھا، حضرت انس ؓ نے چاہا کہ اس کی جگہ سونے یا چاندی کا حلقہ لگا دیں تو ابوطلحہ ؓ نے ان سے فرمایا: جس چیز کو رسول اللہ ﷺ نے برقرار رکھا ہے اس میں کسی قسم کی تبدیلی نہ کریں، پھر انھوں نے اپنا یہ ارادہ ترک کر دیا۔

فوائد ومسائل: ① صحیح مسلم میں ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کو اس پیالے سے شہد، نبیذ، پانی اور دودھ پلاتا رہا ہوں۔[2] حضرت عاصم کہتے ہیں کہ میں نے وہ پیالہ دیکھا ہے اور اس میں پانی بھی پیا ہے۔ ② رسول اللہ ﷺ کے تبرکات کی تفصیل ہم کتاب فرض الخمس باب: 5 کے تحت بیان کر آئے ہیں، ایک نظر اسے دیکھ لیا جائے۔ واللہ أعلم.

(٣١) بَابُ شُرْبِ الْبَرَكَةِ وَالْمَاءِ الْمُبَارَكِ

باب: 31- برکت والا اور متبرک پانی اور ایسا کا پینا

وضاحت: عربی زبان میں مبارک چیز کو بھی برکت سے تعبیر کیا جاتا ہے، چنانچہ حضرت ایوب ؑ نے کہا تھا کہ میں تیری برکت سے بے نیاز نہیں ہوں۔ یہ انھوں نے اس وقت کہا جب سونے کی ٹڈیاں گرنے لگیں تو انھوں نے اپنا کپڑا پھیلا دیا۔ انھوں نے سونے کی ٹڈیوں کو برکت کہا۔[3]

① فتح الباري: 123/10. ② صحيح مسلم، الأشربة، حديث: 5237 (2008). ③ صحيح البخاري، أحاديث الأنبياء، حديث: 3391.

٥٦٣٩ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ: حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ قَالَ: حَدَّثَنِي سَالِمُ بْنُ أَبِي الْجَعْدِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا هٰذَا الْحَدِيثَ، قَالَ: قَدْ رَأَيْتُنِي مَعَ النَّبِيِّ ﷺ وَقَدْ حَضَرَتِ الْعَصْرُ، وَلَيْسَ مَعَنَا مَاءٌ غَيْرُ فَضْلَةٍ، فَجُعِلَ فِي إِنَاءٍ، فَأُتِيَ النَّبِيُّ ﷺ بِهِ فَأَدْخَلَ يَدَهُ فِيهِ وَفَرَّجَ أَصَابِعَهُ، ثُمَّ قَالَ: «حَيَّ عَلَى أَهْلِ الْوُضُوءِ، الْبَرَكَةُ مِنَ اللهِ»، فَلَقَدْ رَأَيْتُ الْمَاءَ يَتَفَجَّرُ مِنْ بَيْنِ أَصَابِعِهِ، فَتَوَضَّأَ النَّاسُ وَشَرِبُوا، فَجَعَلْتُ لَا آلُو مَا جَعَلْتُ فِي بَطْنِي مِنْهُ فَعَلِمْتُ أَنَّهُ بَرَكَةٌ، قُلْتُ لِجَابِرٍ: كَمْ كُنْتُمْ يَوْمَئِذٍ؟ قَالَ: أَلْفٌ وَأَرْبَعُمِائَةٍ.

[5639] حضرت جابر بن عبداللہ ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں ایک دفعہ نبی ﷺ کے ہمراہ تھا جبکہ عصر کا وقت ہوگیا اور ہمارے پاس تھوڑے سے بچے ہوئے پانی کے علاوہ اور کچھ نہ تھا۔ اسے ایک برتن میں ڈال کر نبی ﷺ کی خدمت میں لایا گیا۔ آپ نے اس میں اپنا دست مبارک رکھا اور انگلیاں پھیلا دیں، پھر فرمایا: ”اے وضو کرنے والو! وضو کرلو۔ یہ اللہ کی طرف سے برکت ہے۔“ میں نے دیکھا کہ پانی آپ ﷺ کی انگلیوں کے درمیان سے پھوٹ پھوٹ کر نکل رہا تھا، چنانچہ سب لوگوں نے اس سے وضو کیا اور اسے نوش کیا۔ میں نے اس امر کی پروا کیے بغیر کہ پیٹ میں کتنا پانی جارہا ہے خوب پانی پیا کیونکہ مجھے معلوم ہوگیا تھا کہ یہ بابرکت پانی ہے۔ (راویٔ حدیث کہتے ہیں کہ) میں نے حضرت جابر ؓ سے دریافت کیا: اس دن آپ کتنے لوگ تھے؟ انھوں نے کہا: ایک ہزار چار سو۔

تَابَعَهُ عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ عَنْ جَابِرٍ. وَقَالَ حُصَيْنٌ وَعَمْرُو بْنُ مُرَّةَ عَنْ سَالِمٍ، عَنْ جَابِرٍ: خَمْسَ عَشْرَةَ مِائَةً. وَتَابَعَهُ سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ عَنْ جَابِرٍ [راجع: ٣٥٧٦].

حضرت جابر ؓ سے روایت کرنے میں عمرو بن دینار نے سالم کی متابعت کی ہے۔ حصین اور عمرو بن مرہ نے سالم کے ذریعے سے حضرت جابر ؓ سے پندرہ سو کی تعداد بیان کی ہے۔ سعید بن مسیب نے حضرت جابر ؓ سے روایت کرنے میں حضرت سالم کی متابعت کی ہے۔

فوائد ومسائل: ① پانی میں اسراف اگرچہ ممنوع ہے لیکن بابرکت اشیاء کے کھانے پینے میں اسراف ممنوع نہیں ہے۔ اسے زیادہ مقدار میں کھانے پینے میں کوئی حرج نہیں اور نہ اس سے کوئی کراہت ہی کا پہلو نکلتا ہے۔ ② عام حالات میں پیٹ کا تیسرا حصہ پانی کے لیے ہونا چاہیے لیکن بابرکت پانی پینے میں یہ پابندی نہیں ہے کیونکہ برکت کی ضرورت سیرابی سے زیادہ ہے، پھر رسول اللہ ﷺ کو بھی اس امر کی اطلاع تھی لیکن آپ نے حضرت جابر ؓ کو منع نہیں کیا۔[1]

1 فتح الباري: 127/10.

مرض اور اس کی اقسام

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے اور کائنات کی ہر چیز اس کے لیے بنائی ہے تاکہ وہ اس سے فائدہ حاصل کر کے اس کی عبادت میں مصروف رہے اور ان پر غور وفکر کر کے اس کی معرفت حاصل کرے، پھر جب وہ حد اعتدال سے گزر جاتا ہے تو مریض بن جاتا ہے۔ اگر کھانے پینے میں حد اعتدال سے آگے نکلا تو کئی جسمانی بیماریوں کا شکار ہوگا اور اگر غور وفکر کرنے میں افراط وتفریط میں مبتلا ہوا تو بے شمار روحانی امراض اسے اپنی لپیٹ میں لے لیں گی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''جس نے زمین کی تمام چیزیں تمھارے لیے پیدا کی ہیں۔''[1] ان چیزوں میں جو مضر صحت تھیں یا جو انسانی غیرت وآبرو یا عقل کے لیے نقصان دہ تھیں انھیں حرام قرار دے کر باقی چیزیں انسان کے لیے حلال کر دیں۔ ان چیزوں کی کمی بیشی سے انسانی صحت کو نقصان پہنچتا ہے۔

اہل علم نے بیماری کی دو قسمیں ذکر کی ہیں: ○ دل کی بیماریاں۔ ○ جسم کی بیماریاں۔ دل کی بیماریوں کے دو سبب ہیں: ✻ شکوک وشبہات: اللہ تعالیٰ کی تعلیمات میں شکوک وشبہات سے نفاق اور کفر وعناد پیدا ہوتا ہے۔ قرآن مجید نے ان الفاظ میں اس کا ذکر کیا ہے: ''ان کے دلوں میں بیماری ہے تو اللہ تعالیٰ نے انھیں بیماری میں بڑھا دیا ہے۔''[2] یہ نفاق اور کفر وعناد کی بیماری ہے جو شکوک وشبہات سے پیدا ہوتی ہے۔ ✻ شہوات وخواہشات: انسانیت سے نکل کر حیوانیت میں چلے جانا، شہوات کہلاتا ہے۔ ان سے جو بیماری پیدا ہوتی ہے اللہ تعالیٰ نے اس کا بھی ذکر کیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''وہ شخص جس کے دل میں کسی طرح کی بیماری ہے کوئی امید (نہ) پیدا کرے۔''[3] اس آیت کریمہ میں جس بیماری کا ذکر ہے وہ شہوات کی بیماری ہے۔ دل کی بیماریوں کا علاج اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجے ہوئے رسولوں کی تعلیمات سے ہوسکتا ہے کیونکہ ان بیماریوں کے اسباب وعلاج کی معرفت صرف رسولوں کے ذریعے سے ممکن ہے۔ اس سلسلے میں وہی روحانی طبیب ہیں، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''لوگو! تمھارے پاس تمھارے پروردگار کی طرف سے نصیحت، دلی بیماریوں کی شفا اور اہل ایمان کے لیے ہدایت ورحمت آ پہنچی ہے۔''[4] بدن کی بیماریاں مزاج میں تبدیلی سے پیدا ہوتی ہیں۔ انسانی مزاج چار چیزوں سے مرکب ہے: سردی، گرمی، خشکی اور رطوبت۔ جب ان میں کمی بیشی ہوتی ہے تو اس سے جسمانی بیماریاں پیدا ہوتی ہیں۔

---

1 البقرة 2:29. 2 البقرة 2:10. 3 الأحزاب 33:32. 4 يونس 10:57.

فقہاء نے بیماریوں کو چار قسموں میں تقسیم کیا ہے: ○ ایسی بیماری جو خطرناک نہیں ہوتی، جس سے موت واقع ہونے کا اندیشہ نہیں ہوتا، جیسے: آنکھ کا دُکھنا یا معمولی سر درد اور ہلکا پھلکا بخار وغیرہ۔ ○ ایسی بیماری جو دیر تک رہتی ہے، جیسے: فالج، تپ دق وغیرہ۔ اس قسم کی بیماری کے باوجود انسان صاحب فراش نہیں ہوتا بلکہ چلتا پھرتا رہتا ہے۔ ○ خطرناک بیماری جس سے موت واقع ہونے کا اندیشہ ہو، جیسے: دماغ کی شریانوں کا پھٹ جانا یا انتڑیوں وغیرہ کا کٹ جانا۔ ایسی بیماری سے انسان جلد ہی موت کا لقمہ بن جاتا ہے۔ ○ ایسی خطرناک بیماری جس سے جلد موت واقع ہونے کا اندیشہ نہیں ہوتا، جیسے: دل کا بڑھ جانا یا جگر و گردوں کا خراب ہونا۔ پھر بیماری کے حوالے سے مریض کے متعلق احکام و مسائل اور حقوق و واجبات ہیں۔

امام بخاری ؒ نے اس عنوان کے تحت بیماری اور بیماروں کے متعلق معلومات فراہم کی ہیں۔ اس سلسلے میں انھوں نے اڑتالیس (48) مرفوع احادیث کا انتخاب کیا ہے جن میں سے سات (7) معلق اور باقی اکتالیس (41) متصل سند سے مروی ہیں، پھر چونتیس (34) مکرر اور چودہ (14) خالص ہیں۔ ان میں سے چار (4) کے علاوہ دیگر احادیث کو امام مسلم ؒ نے بھی بیان کیا ہے۔ امام بخاری ؒ نے مرفوع احادیث کے علاوہ صحابۂ کرام ؓ اور تابعین عظام ؒ سے مروی تین (3) آثار بھی پیش کیے ہیں، پھر بیماری اور مریض کے متعلق بائیس (22) چھوٹے چھوٹے عنوان قائم کیے ہیں جن سے ان کی قوت فہم اور دقت نظر کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ چیدہ چیدہ عنوان حسب ذیل ہیں: * بیماری گناہوں کا کفارہ ہے۔ * بیماری کی شدت اور اس کی حیثیت۔ * بیمار کی تیمارداری ضروری ہے۔ * بے ہوش آدمی کی عیادت کرنا۔ * عورتیں، مردوں کی عیادت کر سکتی ہیں۔ * مشرک کی عیادت بھی جائز ہے۔ * عیادت کے وقت کیا کہا جائے؟ * مریض آدمی کا موت کی آرزو کرنا۔ ہم نے حسب توفیق و استطاعت ان احادیث پر تشریحی نوٹ بھی لکھیں ہیں۔ مطالعہ کے وقت انھیں پیش نظر رکھا جائے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنی رحمت والی بابرکت تندرستی کی نعمت عطا کرے اور ہر قسم کی بیماری سے محفوظ رکھے۔ آمین.

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

75 - كِتَابُ الْمَرْضَى

مریضوں کا بیان

(۱) بَابُ مَا جَاءَ فِي كَفَّارَةِ الْمَرَضِ

باب: 1- بیماری گناہوں کا کفارہ ہے

وَقَوْلِ اللهِ تَعَالَى: ﴿مَن يَعْمَلْ سُوءًا يُجْزَ بِهِۦ﴾ [النساء: ١٢٣].

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''جو شخص برا عمل کرے گا، اسے اس (عمل) کے مطابق بدلہ دیا جائے گا۔''

وضاحت: معتزلہ کا موقف ہے کہ ہر گناہ کے بدلے آخرت میں عذاب ہوگا بشرطیکہ توبہ نہ کی جائے۔ انھوں نے اس آیت کریمہ کو بطور دلیل پیش کیا ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے ان کی تردید فرمائی ہے کہ ہر گناہ کے بدلے آخرت میں عذاب ہونا ضروری نہیں کیونکہ ممکن ہے اسے دنیا میں اس کا بدلہ مل جائے جو بیماری اور تکلیف کی صورت میں ہو سکتا ہے، چنانچہ یہ آیت اتری تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی: اللہ کے رسول! اب تو عذاب سے کوئی بھی نجات نہیں پا سکے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ابوبکر! اللہ تعالیٰ تجھے معاف کرے! کیا تو کبھی بیمار نہیں ہوا؟ کیا تجھے کبھی رنج و الم نہیں پہنچا؟'' انھوں نے عرض کی: کیوں نہیں، آپ نے فرمایا: ''یہی بدلہ ہے۔''[1]

٥٦٤٠ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ [الْحَكَمُ بْنُ نَافِعٍ]: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ ابْنُ الزُّبَيْرِ: [أَنَّ] عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَا مِنْ مُصِيبَةٍ تُصِيبُ الْمُسْلِمَ إِلَّا كَفَّرَ اللهُ بِهَا عَنْهُ حَتَّى الشَّوْكَةِ يُشَاكُهَا».

[5640] نبی ﷺ کی زوجہ محترمہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو مصیبت بھی کسی مسلمان کو پہنچتی ہے اللہ تعالیٰ اس کے سبب اس کے گناہ مٹا دیتا ہے یہاں تک کہ اگر اسے کانٹا بھی چبھ جائے تو وہ بھی گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے۔''

---

[1] مسند أحمد: 11/1.

٥٦٤١، ٥٦٤٢ - حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عَمْرٍو: حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَلْحَلَةَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «مَا يُصِيبُ الْمُسْلِمَ مِنْ نَصَبٍ وَلَا وَصَبٍ وَلَا هَمٍّ وَلَا حَزَنٍ، وَلَا أَذًى، وَلَا غَمٍّ - حَتَّى الشَّوْكَةِ يُشَاكُهَا - إِلَّا كَفَّرَ اللهُ بِهَا مِنْ خَطَايَاهُ».

[5642,5641] حضرت ابوسعید خدری اور حضرت ابوہریرہ ﷠ سے روایت ہے، وہ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ''مسلمان کو جو بھی پریشانی، بیماری، رنج و ملال، تکلیف اور غم پہنچتا ہے یہاں تک کہ اسے کوئی کانٹا بھی چبھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اس کے گناہوں کا کفارہ بنا دیتا ہے۔''

فوائدومسائل: ① ان احادیث کا سبب ورود یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو رات کے وقت اچانک تکلیف ہوئی تو آپ شدت درد کی وجہ سے بستر پر کروٹیں لینے لگے۔ حضرت عائشہ ﷝ نے عرض کی: اللہ کے رسول! اگر ہم میں سے کوئی اس طرح کرتا تو آپ ناراض ہوجاتے۔ اس وقت آپ نے فرمایا: ''صالحین کو مصائب و آلام سے دو چار کیا جاتا ہے۔''[1] ابن حبان کی ایک روایت میں ہے کہ تکلیف کی وجہ سے اللہ تعالیٰ گناہ مٹا دیتا ہے اور درجات بھی بلند کرتا ہے۔[2] ② اس کا مطلب یہ ہے کہ تکلیف، رفع عقاب اور حصول ثواب دونوں کا سبب بن جاتی ہے۔ بہر حال اگر انسان کو تکلیف آئے تو وہ اس کے گناہوں کا کفارہ بن جاتی ہے، اور اگر اسے اللہ تعالیٰ کا فیصلہ سمجھ کر برداشت کرے تو حصول ثواب کا بھی باعث ہے۔[3]

٥٦٤٣ - حَدَّثَنِي مُسَدَّدٌ: حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ سَعْدٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ كَعْبٍ، عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «مَثَلُ الْمُؤْمِنِ كَالْخَامَةِ مِنَ الزَّرْعِ، تُفَيِّئُهَا الرِّيحُ مَرَّةً، وَتَعْدِلُهَا مَرَّةً، وَمَثَلُ الْمُنَافِقِ كَالْأَرْزَةِ لَا تَزَالُ حَتَّى يَكُونَ انْجِعَافُهَا مَرَّةً وَاحِدَةً».

[5643] حضرت کعب بن مالک ﷛ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''مومن کی مثال پودے کی ہری شاخ جیسی ہے جسے ہوا ادھر ادھر جھکا دیتی ہے اور کبھی اسے سیدھا کر دیتی ہے۔ اور منافق کی مثال صنوبر کے درخت جیسی ہے کہ وہ ہمیشہ سیدھا کھڑا رہتا ہے آخر ایک ہی جھونکے سے وہ اکھڑ جاتا ہے۔''

وَقَالَ زَكَرِيَّا: حَدَّثَنِي سَعْدٌ: حَدَّثَنَا ابْنُ كَعْبٍ عَنْ أَبِيهِ كَعْبٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

زکریا نے کہا: سعد بن کعب نے حضرت کعب سے اور انھوں نے نبی ﷺ سے اس حدیث کو بیان کیا۔

٥٦٤٤ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ: حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ فُلَيْحٍ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ

[5644] حضرت ابوہریرہ ﷛ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مومن کی مثال درخت

1 مسند أحمد: 160,159/6. 2 صحيح ابن حبان بترتيب ابن بلبان: 167/7، رقم: 2906. 3 فتح الباري: 131/10.

هِلَالِ بْنِ عَلِيٍّ مِنْ بَنِي عَامِرِ بْنِ لُؤَيٍّ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَثَلُ الْمُؤْمِنِ كَمَثَلِ الْخَامَةِ مِنَ الزَّرْعِ مِنْ حَيْثُ أَتَتْهَا الرِّيحُ كَفَأَتْهَا، فَإِذَا اعْتَدَلَتْ تَكَفَّأُ بِالْبَلَاءِ، وَالْفَاجِرُ كَالْأَرْزَةِ صَمَّاءَ مُعْتَدِلَةً حَتَّى يَقْصِمَهَا اللهُ إِذَا شَاءَ». [انظر: ٧٤٦٦]

کی ہری شاخ جیسی ہے کہ جب بھی ہوا چلتی ہے تو اسے جھکا دیتی ہے اور کبھی اسے سیدھا کر دیتی ہے، پھر مصیبت برداشت کرنے کے قابل بنا دیتی ہے۔ اور فاجر انسان صنوبر کی طرح ہے جو سخت اور سیدھا کھڑا رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ جب چاہتا ہے اسے اکھاڑ پھینکتا ہے۔‘‘

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ مومن تو ہر وقت اللہ تعالیٰ کے حکم کے تابع اور اس پر راضی رہتا ہے۔ اگر اس پر کبھی تنگی یا سختی آجائے تو اسے خندہ پیشانی سے برداشت کرتا اور اللہ تعالیٰ سے خیر کی امید رکھتا ہے، پھر جب مصیبت ٹل جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے ثابت قدمی کا اظہار کرتا ہے۔ اس کے برعکس منافق اور کافر دنیا میں خوشحال رہتا ہے اور کسی آزمائش سے دوچار نہیں ہوتا تاکہ قیامت کے معاملات اس کے لیے سنگین ہوں۔ آخر کار جب اللہ تعالیٰ اس کی ہلاکت کا فیصلہ کرتا ہے تو اسے یک لخت صنوبر کے درخت کی طرح اکھاڑ پھینکتا ہے تاکہ اس کی موت اس کے لیے سخت عذاب اور سنگین سزا ثابت ہو۔ واللہ أعلم.

٥٦٤٥ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ أَبِي صَعْصَعَةَ قَالَ: سَمِعْتُ سَعِيدَ بْنَ يَسَارٍ أَبَا الْحُبَابِ يَقُولُ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ يُرِدِ اللهُ بِهِ خَيْرًا يُصِبْ مِنْهُ».

[5645] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ خیر و برکت کا ارادہ کرتا ہے اسے مصائب و آلام میں مبتلا کر دیتا ہے۔‘‘

فوائد ومسائل: ① اس عالم رنگ و بو میں مسلمان پر ہر طرح کی مصیبتیں آتی ہیں اور تفکرات درپیش رہتے ہیں۔ وہ انھیں خندہ پیشانی سے برداشت کرتا ہے اور اپنی زبان پر کوئی حرف شکایت نہیں لاتا اور صبر و شکر کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑتا۔ اس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ اس کے گناہ معاف کر دیتا ہے اور اس کے درجات بھی بلند ہوتے رہتے ہیں، گویا یہ تکالیف گناہوں کا کفارہ اور درجات کی بلندی کا ذریعہ ہیں۔ ② حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ جب اپنے بندے کے لیے کوئی مرتبہ طے کر دیتا ہے جسے وہ عمل کے ذریعے سے نہیں حاصل کر پاتا تو اللہ تعالیٰ اسے کسی بیماری یا پریشانی یا مالی نقصان میں مبتلا کر دیتا ہے، وہ بندہ اس پر صبر کر کے اس مرتبے کو حاصل کر لیتا ہے۔[1]

---

1 مسند أحمد: 5/272.

(٢) بَابُ شِدَّةِ الْمَرَضِ

باب:2- بیماری کی شدت

٥٦٤٦ - حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْأَعْمَشِ: وَحَدَّثَنِي بِشْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ: أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: مَا رَأَيْتُ أَحَدًا أَشَدَّ عَلَيْهِ الْوَجَعُ مِنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ.

[5646] ام المومنین حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے زیادہ کسی کو سخت بیماری میں مبتلا نہیں دیکھا۔

فوائد ومسائل: ① حضرت عائشہ ؓ مرض وفات کی حالت بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ پر غشی طاری ہوتی، پھر ہوش میں آتے، پانی سے کپڑا تر کر کے ہونٹوں پر لگاتے اور کہتے: موت کی بہت سختیاں ہیں۔ ② اللہ تعالیٰ ان حضرات کو سخت تکلیفوں میں مبتلا کرتا ہے جن میں قوتِ یقین، کمالِ صبر اور ایمان کی بہت مضبوطی ہوتی ہے۔ وہ بیماری کو حصول ثواب اور بلندیٔ درجات کا ذریعہ خیال کرتے ہیں، اس لیے جس قدر بیماری سخت ہوگی اسی قدر ثواب زیادہ ہوگا۔ واللہ المستعان.

٥٦٤٧ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ التَّيْمِيِّ، عَنِ الْحَارِثِ بْنِ سُوَيْدٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: أَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فِي مَرَضِهِ وَهُوَ يُوعَكُ وَعْكًا شَدِيدًا فَقُلْتُ: إِنَّكَ لَتُوعَكُ وَعْكًا شَدِيدًا، قُلْتُ: إِنَّ ذَاكَ بِأَنَّ لَكَ أَجْرَيْنِ، قَالَ: «أَجَلْ، مَا مِنْ مُسْلِمٍ يُصِيبُهُ أَذًى إِلَّا حَاتَّ اللهُ عَنْهُ خَطَايَاهُ كَمَا تَحَاتُّ وَرَقُ الشَّجَرِ». [انظر: ٥٦٤٨، ٥٦٦٠، ٥٦٦١، ٥٦٦٧]

[5647] حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں نبی ﷺ کی بیماری میں حاضر خدمت ہوا جبکہ آپ کو سخت تیز بخار تھا۔ میں نے آپ سے عرض کی: بلاشبہ آپ کو بہت سخت بخار ہے۔ میں نے یہ بھی کہا کہ آپ کو سخت تیز بخار اس لیے ہے کہ آپ کو دوگنا ثواب ہوگا۔ آپ نے فرمایا: ''درست ہے، جب کوئی مسلمان کسی بھی تکلیف میں مبتلا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس وجہ سے اس کے گناہ جھاڑ دیتا ہے، جیسے درخت کے پتے جھڑ جاتے ہیں۔''

فائدہ: حضرات انبیاء ؑ سخت مصائب و تکالیف سے دوچار ہوئے ہیں کیونکہ مصیبت نعمت کے مقابلے میں ہوتی ہے۔ جس پر اللہ تعالیٰ کی نعمتیں زیادہ ہوں اس پر مصائب بھی زیادہ آتے ہیں۔ جب بیماری سخت ہو جائے تو اجر بھی دوگنا ہو جاتا ہے حتی کہ بندۂ مومن سے بیماری کی وجہ سے تمام گناہ جھڑ جاتے ہیں اور وہ گناہوں سے پاک صاف ہو کر اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہوتا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مجھے دو آدمیوں جتنا بخار ہوا ہے۔'' حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ نے

عرض کی: پھر آپ کو اجر بھی دو آدمیوں جتنا ملے گا؟ آپ نے فرمایا: ''ہاں۔''[1]

(٣) بَابٌ: أَشَدُّ النَّاسِ بَلَاءً الْأَنْبِيَاءُ، ثُمَّ الْأَمْثَلُ فَالْأَمْثَلُ

باب:3- لوگوں میں سخت آزمائش انبیاء کی ہوتی ہے، پھر ان سے کم فضیلت والوں کی، پھر ان سے کم فضیلت والوں کی

وضاحت: عنوان کے الفاظ دراصل ایک حدیث ہے جسے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔ انھوں نے عرض کی: اللہ کے رسول! لوگوں میں سے سب سے زیادہ آزمائش کن حضرات کو آتی ہے؟ آپ نے فرمایا: ''انبیاء علیہم السلام کو، پھر ان سے کم درجے والوں کو، پھر ان سے کم رتبے والوں کو۔ انسان کو اس کی دینداری کے مطابق آزمایا جاتا ہے۔''[2]

٥٦٤٨ - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ عَنْ أَبِي حَمْزَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ التَّيْمِيِّ، عَنِ الْحَارِثِ ابْنِ سُوَيْدٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ وَهُوَ يُوعَكُ فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّكَ تُوعَكُ وَعْكًا شَدِيدًا، قَالَ: «أَجَلْ، إِنِّي أُوعَكُ كَمَا يُوعَكُ رَجُلَانِ مِنْكُمْ»، قُلْتُ: ذٰلِكَ بِأَنَّ لَكَ أَجْرَيْنِ، قَالَ: «أَجَلْ، ذٰلِكَ كَذٰلِكَ، مَا مِنْ مُسْلِمٍ يُصِيبُهُ أَذًى، شَوْكَةٌ فَمَا فَوْقَهَا، إِلَّا كَفَّرَ اللهُ بِهَا سَيِّئَاتِهِ، كَمَا تَحُطُّ الشَّجَرَةُ وَرَقَهَا». [راجع: ٥٦٤٧]

[5648] حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا جبکہ آپ کو سخت بخار تھا۔ میں نے عرض کی: اللہ کے رسول! آپ کو بہت تیز بخار ہے۔ آپ نے فرمایا: ''ہاں، مجھے اتنا بخار ہوتا ہے جتنا تم میں سے دو آدمیوں کو ہوتا ہے۔'' میں نے کہا: یہ اس لیے کہ آپ کو ثواب بھی دوہرا ہوتا ہے۔ آپ نے فرمایا: ''ہاں یہی بات ہے۔ مسلمان کو جو بھی تکلیف پہنچتی ہے وہ کانٹا ہو یا اس سے کم، اس کے باعث اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو ایسے ختم کر دیتا ہے جیسے درخت اپنے پتوں کو گرا دیتا ہے۔''

فوائد ومسائل: ① امام بخاری رحمہ اللہ نے دیگر انبیاء علیہم السلام کو رسول اللہ ﷺ پر قیاس کیا۔ جب پیغمبروں کو قرب الٰہی کے زیادہ ہونے کے باعث سنگین مصائب وآلام سے دوچار ہونا پڑتا ہے تو اولیاء اللہ میں بھی یہی نسبت ہوگی، یعنی جتنا قرب الٰہی زیادہ ہوگا اتنی ہی تکالیف زیادہ ہوں گی۔ ② بہرحال ان احادیث میں اہل ایمان کے لیے بڑی بشارت ہے، اس لیے تکالیف ومصائب اور امراض دنیا میں اہل ایمان کو پہنچتے رہتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ ان کے مقابلے میں انھیں بہت زیادہ اجر وثواب اور اونچے درجات عطا فرماتا ہے۔

(٤) بَابُ وُجُوبِ عِيَادَةِ الْمَرِيضِ

باب:4- بیمار کی مزاج پرسی واجب ہے

① صحيح البخاري، المرضى، حديث: 5648 و5667. ② سنن ابن ماجه، الفتن، حديث: 4023.

٥٦٤٩ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «أَطْعِمُوا الْجَائِعَ، وَعُودُوا الْمَرِيضَ، وَفُكُّوا الْعَانِيَ». [راجع: ٣٠٤٦]

[5649] حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بھوکے کو کھانا کھلاؤ، مریض کی عیادت کرو اور قیدی کو چھڑاؤ۔''

فائدہ: مریض کی تیمارداری صرف یہ نہیں کہ اس کی مزاج پرسی کر لی جائے بلکہ اسے تسلی دینا اور اس کے لیے دوا وعلاج کا بندوبست کرنا بھی تیمارداری میں شامل ہے۔ بہرحال بیمار کی عیادت کرنا بہت بڑا کار ثواب ہے۔ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب کوئی مسلمان اپنے دوسرے مسلمان بھائی کی تیمارداری کرتا ہے تو گویا وہ جنت کے باغات میں سیر کر رہا ہوتا ہے اور وہاں کے میوے اور پھل کھا رہا ہوتا ہے۔''[1]

٥٦٥٠ - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَشْعَثُ بْنُ سُلَيْمٍ قَالَ: سَمِعْتُ مُعَاوِيَةَ بْنَ سُوَيْدِ بْنِ مُقَرِّنٍ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: أَمَرَنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ بِسَبْعٍ وَنَهَانَا عَنْ سَبْعٍ: نَهَانَا عَنْ خَاتَمِ الذَّهَبِ، وَلُبْسِ الْحَرِيرِ، وَالدِّيبَاجِ وَالْإِسْتَبْرَقِ، وَعَنِ الْقَسِّيِّ، وَالْمِيثَرَةِ، وَأَمَرَنَا أَنْ نَتْبَعَ الْجَنَائِزَ، وَنَعُودَ الْمَرِيضَ، وَنُفْشِيَ السَّلَامَ. [راجع: ١٢٣٩]

[5650] حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں سات باتوں کا حکم دیا اور سات باتوں سے منع فرمایا تھا: ہمیں آپ نے سونے کی انگوٹھی، ریشم، دیبا، استبرق پہننے سے اور قسی ومیثرہ ریشمی کپڑوں کی دیگر جملہ اقسام سے بھی منع فرمایا تھا، نیز آپ نے ہمیں حکم دیا تھا کہ ہم جنازے کے پیچھے چلیں، مریض کی عیادت کریں اور سلام کو عام کریں۔

فوائد ومسائل: ① احادیث کے اطلاق سے معلوم ہوتا ہے کہ عیادت کے لیے مریض کی بیماری کے وقت کوئی پابندی نہیں ہے جب بھی انسان کو فرصت ملے، بیمار پرسی کی جا سکتی ہے۔ اس سلسلے میں ایک حدیث بیان کی جاتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ بیمار کی تیمارداری تین دن گزر جانے کے بعد کرتے تھے۔[2] لیکن اس کی سند انتہائی کمزور ہے۔ امام ابو حاتم نے تو اسے باطل قرار دیا ہے۔ تیمارداری میں حالات کی نزاکت کا بھی خیال رکھنا چاہیے۔ ایسا نہ ہو کہ اہل خانہ تنگ پڑ جائیں۔ تیمارداری کرتے وقت مریض کو تسلی دینی چاہیے اور اس کے علاج کے لیے تعاون بھی کرنا چاہیے۔[3] ② عیادت کے لیے رسول اللہ ﷺ سے امر کا صیغہ مروی

[1] صحيح مسلم، البر و الصلة و الأدب، حديث: 6552 (2568). [2] سنن ابن ماجه، الجنائز، حديث: 1437. [3] فتح الباري: 140/10.

ہے جو بظاہر وجوب کے لیے ہوتا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ وجوب عین ہے یا وجوب کفائی، جس سے چند آدمیوں کے بجا لانے سے باقی حضرات کو باز پرس نہیں ہوگی۔ جمہور اہل علم نے اسے استحباب پر محمول کیا ہے۔ واللہ أعلم.

(٥) بَابُ عِيَادَةِ الْمُغْمَى عَلَيْهِ

باب:5- بے ہوش شخص کی عیادت کرنا

وضاحت: کچھ اہل علم کا خیال ہے کہ بے ہوش آدمی کی عیادت کا کوئی فائدہ نہیں کیونکہ وہ بے ہوشی کے عالم میں ہوتا ہے اور اسے اس تیمار داری کا کوئی علم نہیں ہوتا۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس موقف کی تردید کی ہے۔

٥٦٥١ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ ابْنِ الْمُنْكَدِرِ: سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يَقُولُ: مَرِضْتُ مَرَضًا فَأَتَانِي النَّبِيُّ ﷺ يَعُودُنِي وَأَبُو بَكْرٍ وَهُمَا مَاشِيَانِ، فَوَجَدَانِي أُغْمِيَ عَلَيَّ، فَتَوَضَّأَ النَّبِيُّ ﷺ ثُمَّ صَبَّ وَضُوءَهُ عَلَيَّ، فَأَفَقْتُ، فَإِذَا النَّبِيُّ ﷺ فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، كَيْفَ أَصْنَعُ فِي مَالِي؟ كَيْفَ أَقْضِي فِي مَالِي؟ فَلَمْ يُجِبْنِي بِشَيْءٍ حَتَّى نَزَلَتْ آيَةُ الْمِيرَاثِ. [راجع: ١٩٤]

[5651] حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں ایک دفعہ سخت بیمار ہوا تو نبی ﷺ اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ پیدل چلتے ہوئے میری مزاج پرسی کرنے تشریف لائے۔ اس وقت انھوں نے مجھے بے ہوش پایا۔ نبی ﷺ نے وضو کیا، پھر اس وضو کا پانی مجھ پر چھڑکا تو میں ہوش میں آ گیا۔ میں نے دیکھا کہ نبی ﷺ تشریف فرما ہیں، میں نے عرض کی: اللہ کے رسول! میں اپنا مال کیسے تقسیم کروں؟ کس طرح اس کے متعلق فیصلہ کروں؟ آپ ﷺ خاموش رہے یہاں تک کہ آیت میراث نازل ہوئی۔

فوائد ومسائل: ① آیت میراث سے مراد یہ آیت ہے: ﴿يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْٓ اَوْلَادِكُمْ......﴾[1] اس آیت کریمہ میں ترکہ تقسیم کرنے کے متعلق ہدایات ہیں۔ اب ترکے کے متعلق کسی سے پوچھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ② امام بخاری رحمہ اللہ کا موقف ہے کہ تیمار داری کا تعلق صرف مریض سے نہیں ہے کہ اگر اسے شعور نہیں تو عیادت نہیں کرنی چاہیے، بلکہ اس میں اہل خانہ کو صبر کی تلقین کرنا اور ان کی حوصلہ افزائی کرنا بھی تیمار داری میں شامل ہے۔ اس کے علاوہ مریض کے لیے دعا کرنا، اس کے سر پر ہاتھ رکھنا اور دیگر امور بھی اس مزاج پرسی میں شامل ہیں، اس لیے رسول اللہ ﷺ نے بے ہوش کی تیمار داری کی اور اسے جائز قرار دیا۔[2]

(٦) بَابُ فَضْلِ مَنْ يُصْرَعُ مِنَ الرِّيحِ

باب:6- گردش خون کے رکنے سے بے ہوش ہونے والے کی فضیلت

[1] النسآء 4:11. [2] فتح الباري: 10/141.

وضاحت: بے ہوشی دو طرح کی ہوتی ہے: ایک تو ریاح اور گردش خون کے رک جانے کی وجہ سے ہوتی ہے اور دوسری شیطان کی دراندازی سے انسان بے ہوش ہو جاتا ہے۔ اس طرح کی بے ہوشی کو اگر صبر و استقامت کے ساتھ برداشت کیا جائے تو اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت بڑی فضیلت ہے۔

٥٦٥٢ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ: حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ عِمْرَانَ أَبِي بَكْرٍ قَالَ: حَدَّثَنِي عَطَاءُ بْنُ أَبِي رَبَاحٍ قَالَ: قَالَ لِيَ ابْنُ عَبَّاسٍ: أَلَا أُرِيكَ امْرَأَةً مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ؟ قُلْتُ: بَلَى، قَالَ: هٰذِهِ الْمَرْأَةُ السَّوْدَاءُ، أَتَتِ النَّبِيَّ ﷺ قَالَتْ: إِنِّي أُصْرَعُ، وَإِنِّي أَتَكَشَّفُ، فَادْعُ اللهَ لِي. قَالَ: «إِنْ شِئْتِ صَبَرْتِ وَلَكِ الْجَنَّةُ، وَإِنْ شِئْتِ دَعَوْتُ اللهَ أَنْ يُعَافِيَكِ»، فَقَالَتْ: أَصْبِرُ، فَقَالَتْ: إِنِّي أَتَكَشَّفُ، فَادْعُ اللهَ لِي أَنْ لَا أَتَكَشَّفَ، فَدَعَا لَهَا.

[5652] حضرت عطاء بن ابی رباح سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ مجھے حضرت ابن عباس ؓ نے فرمایا: کیا میں تجھے ایک جنتی عورت نہ دکھاؤں؟ میں نے کہا: ضرور دکھائیں۔ انھوں نے کہا: اس سیاہ فام عورت نے نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی: اللہ کے رسول! مجھے مرگی کا دورہ پڑتا ہے، اس وجہ سے میرا ستر کھل جاتا ہے۔ آپ میرے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کر دیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اگر تو چاہے تو صبر کر، اس کے عوض تجھے جنت ملے گی اور اگر تو چاہتی ہے تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کر دیتا ہوں کہ تجھے تندرستی دے۔'' اس نے کہا: میں صبر کروں گی۔ پھر اس نے عرض کی کہ مرگی کے دورے کے دوران میں میرا ستر کھل جاتا ہے، آپ میرے لیے اللہ سے دعا کریں کہ میرا ستر نہ کھلا کرے تو آپ ﷺ نے اس کے لیے دعا فرمائی۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ: أَخْبَرَنَا مَخْلَدٌ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ: أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ: أَنَّهُ رَأَى أُمَّ زُفَرَ، تِلْكَ الْمَرْأَةَ الطَّوِيلَةَ السَّوْدَاءَ، عَلَى سِتْرِ الْكَعْبَةِ.

ایک روایت میں ہے کہ حضرت عطاء نے ام زفر کو دیکھا وہ سیاہ فام اور دراز قد خاتون تھیں جو غلاف کعبہ تھامے ہوئے تھیں۔

فوائد و مسائل: ① اس عورت کا نام ام زفر تھا اور اسے مرگی کا دورہ شیاطین کی دراندازی کی وجہ سے پڑتا تھا، چنانچہ ایک روایت میں ہے کہ وہ کہنے لگی: مجھے شیطان خبیث سے ڈر لگا رہتا ہے کہ کہیں وہ مجھے ننگا نہ کر دے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے اس کے لیے دعا فرما دی۔ آئندہ جب اسے شیطان کی طرف سے خطرہ محسوس ہوتا تو وہ غلاف کعبہ کو پکڑ لیتی۔[1] اس عورت نے علاج معالجہ چھوڑ دیا اور اپنی بیماری پر صبر کیا، نیز اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تمام بیماریوں کا علاج دعاؤں اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے سے بھی ہو سکتا ہے بلکہ یہ طریقۂ علاج ادویات کے علاج سے زیادہ نفع بخش ہے۔ انسانی

① مسند البزار: 191/2، رقم: 5073.

بدن، ادویات سے زیادہ دعاؤں کا اثر قبول کرتا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے، بلکہ دعا تو مومن کے لیے بہت بڑا ہتھیار ہے۔ بہرحال مصیبت پر صبر کرنا حصول جنت کا ذریعہ ہے اور رخصت اختیار کرنے کے بجائے سختی کو اختیار کرنا بہت بڑے مقام کا باعث ہے بشرطیکہ وہ جانتا ہو کہ مصیبت کا دورانیہ طویل ہونے کی صورت میں وہ صبر کرے گا اور ہر حالت میں صبر سے کام لے گا۔ ② اس حدیث میں اگرچہ شیطان کی دراندازی سے مرگی کا ذکر ہے لیکن امام بخاری رحمہ اللہ نے اس کے علاوہ مرگی کو اس پر قیاس کیا۔ دوسری مرگی ریاح اور گردش خون کے رک جانے سے ہوتی ہے اور اس دوران میں اعضائے رئیسہ اپنی کارکردگی کھو بیٹھتے ہیں، اس لیے انسان بے ہوش ہو جاتا ہے۔ بعض اوقات ردی بخارات دماغ میں چڑھ جاتے ہیں اور اسے متاثر کر دیتے ہیں۔ بہرحال مرگی کی دونوں قسموں کو اگر انسان خندہ پیشانی سے برداشت کرے تو اسے اللہ کے ہاں جنت ملنے کی بشارت ہے۔

(٧) بَابُ فَضْلِ مَنْ ذَهَبَ بَصَرُهُ

باب: 7- اس شخص کی فضیلت جس کی بینائی جاتی رہے

٥٦٥٣ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ: أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ قَالَ: حَدَّثَنِي ابْنُ الْهَادِ عَنْ عَمْرٍو مَوْلَى الْمُطَّلِبِ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ: «إِنَّ اللهَ تَعَالَى قَالَ: إِذَا ابْتَلَيْتُ عَبْدِي بِحَبِيبَتَيْهِ فَصَبَرَ عَوَّضْتُهُ مِنْهُمَا الْجَنَّةَ»، يُرِيدُ عَيْنَيْهِ.

تَابَعَهُ أَشْعَثُ بْنُ جَابِرٍ، وَأَبُو ظِلَالِ بْنُ هِلَالٍ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

[5653] حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ''اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جب میں اپنے بندے کی دو محبوب چیزوں سے آزمائش کرتا ہوں اور وہ صبر کرتا ہے تو اس کے عوض میں اسے جنت عطا کرتا ہوں۔'' دو محبوب چیزوں سے مراد اس کی دو آنکھیں ہیں۔

اشعث بن جابر اور ابو ظلال بن ہلال نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرنے میں عمرو کی متابعت کی ہے۔

فوائد ومسائل: ① آنکھیں انسان کے محبوب اعضاء میں سے ہیں۔ ان کی قدر و قیمت ان حضرات سے معلوم کی جا سکتی ہے جو ان سے محروم ہیں۔ ان کے نہ ہونے پر صبر کرنے کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید رکھے اور کسی سے آنکھوں کے نہ ہونے کا شکوہ نہ کرے اور نہ بے چینی اور بے قراری ہی کا اظہار کرے، چنانچہ ایک روایت میں صراحت ہے کہ صبر کرنے کے ساتھ وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ثواب کی بھی نیت رکھے۔[1] ② اللہ تعالیٰ جب اپنے بندے کا امتحان لیتا ہے تو اس کی وجہ ناراضی نہیں بلکہ اس کے ذریعے سے کسی دوسری مصیبت کو ٹالتا ہے یا اس کے گناہوں کا کفارہ اور بلندئ درجات کا ذریعہ قرار دیتا ہے۔ اگر اس قسم کی مصیبت کو خندہ پیشانی سے برداشت کرے تو اس کی مراد پوری ہو سکتی ہے۔

---

[1] جامع الترمذي، الزهد، حديث :2401.

(٨) بَابُ عِيَادَةِ النِّسَاءِ الرِّجَالَ

باب:8-عورتوں کا مردوں کی عیادت کرنا

وَعَادَتْ أُمُّ الدَّرْدَاءِ رَجُلًا مِنْ أَهْلِ الْمَسْجِدِ مِنَ الْأَنْصَارِ.

حضرت ام درداء ؓ نے ایک دفعہ اہل مسجد میں سے ایک انصاری مرد کی عیادت کی تھی۔

وضاحت: ستر و حجاب کی پابندی کرتے ہوئے اگر عورت کسی مرد کی تیمار داری کرتی ہے تو ایسا کرنا شریعت کے خلاف نہیں۔حضرت ابو درداء ؓ کی دو بیویاں تھیں۔اس ام درداء سے مراد وہ بیوی ہے جس کے ساتھ انھوں نے بعد میں نکاح کیا تھا اور اسے ام درداء صغریٰ کہا جاتا ہے۔انھوں نے مسجد نبوی میں ایک انصاری کی مزاج پرسی کی تھی۔[1]

٥٦٥٤ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ مَالِكٍ، عَنْ هِشَامِ ابْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا قَالَتْ: لَمَّا قَدِمَ رَسُولُ اللهِ ﷺ الْمَدِينَةَ وُعِكَ أَبُو بَكْرٍ وَبِلَالٌ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَتْ: فَدَخَلْتُ عَلَيْهِمَا، فَقُلْتُ: يَا أَبَتِ، كَيْفَ تَجِدُكَ؟ وَيَا بِلَالُ كَيْفَ تَجِدُكَ؟ قَالَتْ: وَكَانَ أَبُو بَكْرٍ إِذَا أَخَذَتْهُ الْحُمَّى يَقُولُ:

[5654] حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: جب رسول اللہ ﷺ مدینہ طیبہ تشریف لائے تو سیدنا ابوبکر اور حضرت بلال ؓ کو بخار ہو گیا۔میں ان دونوں کے پاس (مزاج پرسی کے لیے) گئی تو میں نے کہا: ابا جان! آپ کا کیا حال ہے؟ بلال! آپ کی صحت کیسی ہے؟ جب حضرت ابوبکر ؓ کو بخار ہوا تو وہ یہ شعر پڑھا کرتے تھے:

كُلُّ امْرِئٍ مُصَبَّحٌ فِي أَهْلِهِ
وَالْمَوْتُ أَدْنَى مِنْ شِرَاكِ نَعْلِهِ

ہر آدمی اپنے اہل خانہ میں صبح کرتا ہے، حالانکہ موت اس کے جوتے کے تسمے سے بھی زیادہ قریب ہوتی ہے۔

وَكَانَ بِلَالٌ إِذَا أَقْلَعَتْ عَنْهُ يَقُولُ:

حضرت بلال ؓ کو جب افاقہ ہوتا تو یہ شعر پڑھتے:

أَلَا لَيْتَ شِعْرِي هَلْ أَبِيتَنَّ لَيْلَةً
بِوَادٍ وَحَوْلِي إِذْخِرٌ وَجَلِيلُ؟
وَهَلْ أَرِدَنْ يَوْمًا مِيَاهَ مَجَنَّةٍ
وَهَلْ تَبْدُوَنْ لِي شَامَةٌ وَطَفِيلُ؟

کاش! میں ایسی وادی میں رات بسر کرتا کہ میرے اردگرد اذخر اور جلیل نامی گھاس ہوتی۔کیا میں کبھی مجنہ کے چشموں پر پہنچوں گا؟ کیا میرے سامنے شامہ اور طفیل پہاڑ آئیں گے؟

قَالَتْ عَائِشَةُ: فَجِئْتُ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ فَأَخْبَرْتُهُ، فَقَالَ: «اللَّهُمَّ حَبِّبْ إِلَيْنَا الْمَدِينَةَ

حضرت عائشہ ؓ نے فرمایا: اس کے بعد میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور آپ کو اس امر کی اطلاع

[1] عمدة القاري: 639/14.

كَحُبِّنَا مَكَّةَ أَوْ أَشَدَّ، اللَّهُمَّ وَصَحِّحْهَا، وَبَارِكْ لَنَا فِي مُدِّهَا وَصَاعِهَا، وَانْقُلْ حُمَّاهَا فَاجْعَلْهَا بِالْجُحْفَةِ». [راجع: ١٨٨٩]

دی تو آپ نے ان الفاظ سے دعا فرمائی: ''اے اللہ! ہمارے دل میں مدینہ طیبہ کی محبت بھی اتنی ہی کر دے جس قدر مکہ مکرمہ کی محبت ہے، بلکہ اس سے بھی زیادہ اور اس کی آب و ہوا کو ہمارے موافق کر دے اور ہمارے لیے اس کے مد اور صاع میں برکت عطا فرما۔ اس کی وباؤں کو کسی اور جگہ منتقل کر دے، انھیں مقام جحفہ میں بھیج دے۔''

فوائد ومسائل: ① ان دنوں مقام جحفہ میں یہودی آباد تھے جو مسلمانوں کے خلاف آئے دن منصوبے بناتے رہتے تھے، اس لیے آپ نے دعا فرمائی: ''اے اللہ! مدینہ طیبہ کے بخار کو وہاں بھیج دے۔'' پھر آپ نے خواب میں دیکھا کہ مدینہ طیبہ سے ایک عورت پراگندہ حالت میں نکل کر جحفہ چلی گئی ہے جس کی تعبیر وباؤں اور بخار وغیرہ کا وہاں منتقل ہونا تھا۔[1] ② اس حدیث سے امام بخاری رحمہ اللہ نے ثابت کیا ہے کہ عورت، مردوں کی تیمارداری کر سکتی ہے لیکن اس پر اعتراض ہو سکتا ہے کہ یہ واقعہ تو پردے کا حکم نازل ہونے سے پہلے کا ہے؟ اس کا جواب حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے دیا ہے کہ آج بھی ستر وحجاب کی پابندی کے ساتھ عورت کسی بھی اجنبی شخص کی تیمارداری کر سکتی ہے، بشرطیکہ وہاں کسی قسم کا خطرہ نہ ہو۔[2]

(٩) بَابُ عِيَادَةِ الصِّبْيَانِ

باب:9- بچوں کی عیادت کرنا

٥٦٥٥ - حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَاصِمٌ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا عُثْمَانَ عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: أَنَّ ابْنَةً لِلنَّبِيِّ ﷺ أَرْسَلَتْ - إِلَيْهِ وَهُوَ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ وَسَعْدٌ وَأُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ نَحْسِبُ - أَنَّ ابْنَتِي قَدْ حُضِرَتْ فَاشْهَدْنَا، فَأَرْسَلَ إِلَيْهَا السَّلَامَ، وَيَقُولُ: «إِنَّ لِلهِ مَا أَخَذَ وَمَا أَعْطَى، وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهُ مُسَمًّى، فَلْتَحْتَسِبْ وَلْتَصْبِرْ». فَأَرْسَلَتْ تُقْسِمُ عَلَيْهِ، فَقَامَ النَّبِيُّ ﷺ وَقُمْنَا، فَرُفِعَ الصَّبِيُّ فِي حَجْرِ النَّبِيِّ ﷺ وَنَفْسُهُ تَقَعْقَعُ، فَفَاضَتْ عَيْنَا النَّبِيِّ ﷺ، فَقَالَ لَهُ سَعْدٌ: مَا هٰذَا

[5655] حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ کی ایک صاحبزادی نے آپ کو پیغام بھیجا، اس وقت نبی ﷺ کے ہمراہ وہ، حضرت سعد اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہم تھے۔ پیغام تھا کہ میری لخت جگر بستر مرگ پر پڑی ہے، اس لیے آپ تشریف لائیں۔ آپ ﷺ نے انھیں سلام بھیجا اور فرمایا: ''اللہ تعالیٰ ہی کو اختیار ہے جو چاہے دے اور جو چاہے لے لے، اس کے نزدیک ہر چیز ایک مقرر مدت تک کے لیے ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ سے اس مصیبت پر اجر کی امید رکھو اور صبر کرو۔'' صاحبزادی نے پھر آپ ﷺ کو قسم دے کر پیغام بھیجا کہ آپ ضرور تشریف لائیں، چنانچہ نبی ﷺ کھڑے ہوئے اور ہم بھی آپ کے ساتھ اٹھے، پھر بچی

1 صحيح البخاري، التعبير، حديث: 7038. 2 فتح الباري: 146/10.

يَا رَسُولَ اللهِ؟ قَالَ: «هٰذِهِ الرَّحْمَةُ وَضَعَهَا اللهُ فِي قُلُوبِ مَنْ شَاءَ مِنْ عِبَادِهِ، وَلَا يَرْحَمُ اللهُ مِنْ عِبَادِهِ إِلَّا الرُّحَمَاءَ». [راجع: ١٢٨٤]

کو نبی ﷺ کی گود میں رکھ دیا گیا جبکہ اس کا سانس اکھڑ رہا تھا اور وہ بے قرار تھی، (یہ منظر دیکھ کر) نبی ﷺ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے، اس پر حضرت سعد ؓ نے عرض کی: اللہ کے رسول! یہ کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ رحمت ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس کے دل میں چاہتا ہے اسے رکھ دیتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ صرف انھی بندوں پر رحم کرتا ہے جو خود بھی رحم کرنے والے ہوتے ہیں۔''

فوائد و مسائل: ① رسول اللہ ﷺ اپنی نواسی کی مزاج پرسی کے لیے تشریف لے گئے جو اس وقت حالت نزع میں تھی، جسے دیکھ کر رسول اللہ ﷺ کی آنکھیں اشکبار ہو گئیں۔ حضرت سعد بن عبادہ ؓ نے خیال کیا کہ ایسے حالات میں صبر کرنا چاہیے، رونے کی کیا ضرورت ہے؟ اس کا جواب آپ نے دیا: ''یہ اللہ کی رحمت ہے جو صبر کے منافی نہیں۔ یہ جذبہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے دلوں میں ڈالتا ہے جو دوسروں پر رحم کرتے ہیں۔'' ② اللہ تعالیٰ کے ہاں سو رحمتیں ہیں۔ ان میں سے ایک رحمت اللہ تعالیٰ نے جنوں، انسانوں، جانوروں اور حشرات میں رکھی ہے جس کے باعث وہ ایک دوسرے سے شفقت کرتے ہیں حتی کہ وحشی جانور بھی اپنے بچوں پر رحم کرتے ہیں۔ باقی ننانوے رحمتیں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر قیامت کے دن نازل فرمائے گا۔ واللّٰہ أعلم.

(١٠) بَابُ عِيَادَةِ الْأَعْرَابِ

باب: 10- دیہاتیوں کی عیادت کرنا

وضاحت: اعراب وہ لوگ ہیں جو شہروں کے بجائے دیہاتوں میں رہتے ہوں اور معاشرتی آداب سے یہ لوگ عام طور پر ناواقف ہوتے ہیں جیسا کہ اس کا مظاہرہ مندرجہ ذیل حدیث میں ہوا ہے۔

٥٦٥٦ - حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُخْتَارٍ: حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ دَخَلَ عَلَى أَعْرَابِيٍّ يَعُودُهُ، قَالَ: وَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا دَخَلَ عَلَى مَرِيضٍ يَعُودُهُ قَالَ لَهُ: «لَا بَأْسَ، طَهُورٌ إِنْ شَاءَ اللهُ تَعَالَى»، قَالَ: قُلْتَ: طَهُورٌ؟ كَلَّا، بَلْ هِيَ حُمَّى تَفُورُ - أَوْ تَثُورُ - عَلَى شَيْخٍ كَبِيرٍ، تُزِيرُهُ الْقُبُورَ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «فَنَعَمْ إِذًا». [راجع: ٣٦١٦]

[5656] حضرت ابن عباس ؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ ایک اعرابی کے پاس اس کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے۔ انھوں نے فرمایا: اور نبی ﷺ جب کسی مریض کے ہاں اس کی عیادت کے لیے تشریف لے جاتے تو اس سے کہتے: ''فکر کی کوئی بات نہیں، یہ بیماری گناہوں سے پاک کرنے والی ہے، ان شاء اللہ۔'' اس اعرابی نے کہا: آپ کہتے ہیں: یہ پاک کرنے والی ہے؟ ہرگز نہیں بلکہ یہ تو بخار ہے جو ایک بوڑھے پر غالب آ گیا ہے اور اسے قبر تک پہنچا کر رہے گا۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ''پھر ایسا ہی ہوگا۔''

فوائد ومسائل: ① چونکہ وہ دیہاتی معاشرتی آداب سے ناواقف تھا، اس لیے اس نے جو جواب دیا اس کے اکھڑ مزاج ہونے کی عکاسی کرتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اگر تیرا یہی گمان ہے تو عنقریب پورا ہو جائے گا۔'' چنانچہ بعض احادیث میں صراحت ہے کہ وہ اگلے دن صبح کو چل بسا۔[1] ② شارح صحیح بخاری مہلب نے کہا ہے: امام کو چاہیے کہ وہ اپنے ماتحت لوگوں کی خبر گیری کرتا رہے اور بیمار پرسی میں کوتاہی نہ کرے اگرچہ وہ سنگدل ہوں۔ اس میں اہل خانہ کی خاطر داری اور حوصلہ افزائی بھی ہے۔ اسی طرح عالم کو چاہیے کہ وہ جاہل کی عیادت کرے اور اسے وعظ ونصیحت کرے جس سے اسے نفع حاصل ہو، نیز اسے صبر کی تلقین کرے تاکہ وہ بیماری کو برا خیال نہ کرے۔ ایسا نہ ہو کہ اس کے نازیبا کلمات کہنے سے اللہ تعالیٰ ناراض ہو جائے۔ بیمار کو بھی چاہیے کہ وہ گھبراہٹ میں ایسے کلمات نہ کہے جس سے اس کی بے صبری ظاہر ہو۔[2]

(١١) بَابُ عِيَادَةِ الْمُشْرِكِ

باب: 11- مشرک کی عیادت کرنا

٥٦٥٧ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ غُلَامًا لِيَهُودَ كَانَ يَخْدُمُ النَّبِيَّ ﷺ فَمَرِضَ، فَأَتَاهُ النَّبِيُّ ﷺ يَعُودُهُ فَقَالَ: «أَسْلِمْ» فَأَسْلَمَ. [راجع: ١٣٥٦]

[5657] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک یہودی کا لڑکا نبی ﷺ کی خدمت کیا کرتا تھا۔ وہ لڑکا ایک دفعہ بیمار ہو گیا تو نبی ﷺ اس کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے اور اسے فرمایا: ''تم اسلام قبول کر لو۔'' چنانچہ وہ مسلمان ہو گیا۔

وَقَالَ سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِيهِ: لَمَّا حُضِرَ أَبُو طَالِبٍ جَاءَهُ النَّبِيُّ ﷺ.

حضرت سعید بن مسیب اپنے باپ سے بیان کرتے ہیں کہ جب ابو طالب کی موت کا وقت قریب ہوا تو نبی ﷺ اس کے پاس (عیادت کے لیے) تشریف لے گئے۔

فوائد ومسائل: ① ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ اس کے سر کے پاس بیٹھ گئے اور اسے کہا: ''بیٹے! تم مسلمان ہو جاؤ۔ وہ اپنے باپ کی طرف دیکھنے لگا تو اس نے کہا: ابو القاسم کی بات مان لو، چنانچہ وہ مسلمان ہو گیا تو آپ نے ان الفاظ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا: ''تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے اسے آگ سے بچا لیا۔''[3] ② ابن بطال نے لکھا ہے کہ اگر مشرک سے امید ہو کہ وہ اسلام قبول کرے گا تو اس کی عیادت کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ اگر اس طرح کی توقع نہ ہو تو اس کی مزاج پرسی نہیں کرنی چاہیے۔ لیکن یہ بات مطلق طور پر صحیح نہیں ہے کیونکہ مختلف حالات کے پیش نظر دیگر مقاصد بھی ہو سکتے ہیں۔ اس کی تیمارداری دوسری مصلحتوں کی وجہ سے بھی کی جا سکتی ہے، مثلاً: اس کا کوئی عزیز مسلمان ہو اس کی حوصلہ افزائی پیش نظر ہو یا اس سے اسلام یا اہل اسلام کو کوئی خطرہ ہو تو اس کی روک تھام مقصود ہو۔[4]

---

① فتح الباري: 148/10. ② عمدة القاري: 652/14. ③ صحيح البخاري، الجنائز، حديث: 1356. ④ فتح الباري: 148/10.

(١٢) بَابٌ: إِذَا عَادَ مَرِيضًا، فَحَضَرَتِ الصَّلَاةُ فَصَلَّى بِهِمْ جَمَاعَةً

باب:12- جب کسی مریض کی عیادت کی، وہیں نماز کا وقت ہوگیا تو وہ لوگوں کو نماز باجماعت پڑھائے

وضاحت: جب لوگ کسی بیمار کی عیادت کے لیے جائیں اور وہیں بیٹھے بیٹھے نماز کا وقت ہو جائے تو مریض لوگوں کو وہیں نماز باجماعت پڑھائے، ایسا کرنا جائز ہے۔ ایسے حالات میں مسجد میں جانا ضروری نہیں۔

٥٦٥٨ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى: حَدَّثَنَا يَحْيَى: حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ دَخَلَ عَلَيْهِ نَاسٌ يَعُودُونَهُ فِي مَرَضِهِ، فَصَلَّى بِهِمْ جَالِسًا فَجَعَلُوا يُصَلُّونَ قِيَامًا، فَأَشَارَ إِلَيْهِمْ: اجْلِسُوا، فَلَمَّا فَرَغَ قَالَ: «إِنَّ الْإِمَامَ لَيُؤْتَمُّ بِهِ، فَإِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوا، وَإِذَا رَفَعَ فَارْفَعُوا، وَإِنْ صَلَّى جَالِسًا فَصَلُّوا جُلُوسًا». [راجع: ٦٨٨]

[5658] حضرت عائشہ ﷞ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ کی بیماری کے دوران میں کچھ صحابۂ کرام ﷡ آپ کی عیادت کو آئے تو آپ نے وہیں ان کو بیٹھ کر نماز پڑھائی۔ لوگ کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے تو آپ ﷺ نے انھیں اشارہ کیا کہ بیٹھ جاؤ۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا: ''امام کی ہر صورت میں اقتدا کی جائے۔ جب وہ رکوع کرے تو تم رکوع کرو۔ جب وہ سر اٹھائے تو تم بھی سر اٹھاؤ۔ اور اگر امام بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم بھی بیٹھ کر نماز پڑھو۔''

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ: قَالَ الْحُمَيْدِيُّ: هٰذَا الْحَدِيثُ مَنْسُوخٌ؛ لِأَنَّ النَّبِيَّ ﷺ آخِرَ مَا صَلَّى صَلَّى قَاعِدًا وَالنَّاسُ خَلْفَهُ قِيَامٌ.

ابوعبداللہ (امام بخاری ﷫) نے کہا کہ امام حمیدی کے قول کے مطابق یہ حدیث منسوخ ہے کیونکہ نبی ﷺ نے آخری نماز بیٹھ کر پڑھی جبکہ لوگ آپ کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے۔

فائدہ: رسول اللہ ﷺ ایک مرتبہ گھوڑے سے گرے تو پاؤں پر چوٹ آ گئی، جس سے چلنا پھرنا دشوار ہو گیا۔ آپ نے بالا خانے میں قیام فرمایا۔ اس دوران میں کچھ صحابۂ کرام ﷡ مزاج پرسی کے لیے گئے۔ وہاں نماز کا وقت ہو گیا تو آپ ﷺ نے بیماری کی حالت میں انھیں نماز پڑھائی، اور امام کی اقتدا کے پیش نظر آپ نے صحابۂ کرام ﷡ کو بھی بیٹھ کر نماز ادا کرنے کا حکم دیا مگر بعد میں یہ حکم منسوخ ہو گیا جیسا کہ خود امام بخاری ﷫ نے اس کی وضاحت کر دی ہے۔ اس مسئلے کی مزید تفصیل حدیث: 688 میں دیکھی جا سکتی ہے۔ واللہ أعلم.

(١٣) بَابُ وَضْعِ الْيَدِ عَلَى الْمَرِيضِ

باب:13- مریض پر ہاتھ رکھنا

٥٦٥٩ - حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ: أَخْبَرَنَا

[5659] حضرت عائشہ بنت سعد بن ابی وقاص ﷞ سے

الْجُعَيْدُ عَنْ عَائِشَةَ بِنْتِ سَعْدٍ: أَنَّ أَبَاهَا قَالَ: تَشَكَّيْتُ بِمَكَّةَ شَكْوَى شَدِيدَةً، فَجَاءَنِي النَّبِيُّ ﷺ يَعُودُنِي، فَقُلْتُ: يَا نَبِيَّ اللهِ، إِنِّي أَتْرُكُ مَالًا، وَإِنِّي لَمْ أَتْرُكْ إِلَّا ابْنَةً وَاحِدَةً، فَأُوصِي بِثُلُثَيْ مَالِي وَأَتْرُكُ الثُّلُثَ؟ فَقَالَ: «لَا»، قُلْتُ: فَأُوصِي بِالنِّصْفِ وَأَتْرُكُ النِّصْفَ؟ قَالَ: «لَا»، قُلْتُ: فَأُوصِي بِالثُّلُثِ وَأَتْرُكُ لَهَا الثُّلُثَيْنِ؟ قَالَ: «الثُّلُثُ، وَالثُّلُثُ كَثِيرٌ»، ثُمَّ وَضَعَ يَدَهُ عَلَى جَبْهَتِهِ، ثُمَّ مَسَحَ يَدَهُ عَلَى وَجْهِي وَبَطْنِي ثُمَّ قَالَ: «اللَّهُمَّ اشْفِ سَعْدًا وَأَتْمِمْ لَهُ هِجْرَتَهُ». فَمَا زِلْتُ أَجِدُ بَرْدَهُ عَلَى كَبِدِي - فِيمَا يُخَالُ إِلَيَّ - حَتَّى السَّاعَةِ. [٥٦]

روایت ہے کہ ان کے والد گرامی نے کہا: میں مکہ مکرمہ میں سخت بیمار ہوگیا تو نبی ﷺ میری عیادت کے لیے تشریف لائے۔ میں نے عرض کی: اللہ کے رسول! میں مال چھوڑ رہا ہوں اور میری صرف ایک ہی بیٹی ہے۔ اس کے علاوہ میرا کوئی دوسرا (وارث) نہیں۔ کیا میں دو تہائی مال کی وصیت کر سکتا ہوں اور ایک تہائی اس کے لیے چھوڑ دوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”ایسا نہ کرو۔“ میں نے عرض کی: پھر نصف ترکہ کی وصیت کر دوں اور نصف رہنے دوں؟ آپ نے فرمایا: ”یہ بھی نہ کرو۔“ میں نے پھر عرض کی: میں ایک تہائی کی وصیت کردوں اور دو تہائی رہنے دوں؟ آپ نے فرمایا: ”ہاں، ایک تہائی کی وصیت کر سکتے ہو لیکن یہ بھی زیادہ ہے۔“ پھر آپ ﷺ نے اپنا دست مبارک میری پیشانی پر رکھا، پھر میرے چہرے اور پیٹ پر اپنا مبارک ہاتھ پھیرا اور فرمایا: ”اے اللہ! سعد کو شفا دے اور اس کی ہجرت مکمل کر دے۔“ (حضرت سعد فرماتے ہیں:) جب مجھے خیال آتا ہے آپ ﷺ کے دست مبارک کی ٹھنڈک میں اپنے جگر میں اب تک محسوس کرتا ہوں۔

فوائد ومسائل: ① حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی اس وقت ایک ہی بیٹی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو زندہ رکھے اور آپ کی وجہ سے بہت سے لوگوں کو فائدہ پہنچے اور بہت سے لوگ آپ کی وجہ سے نقصان میں رہیں، چنانچہ رسول اللہ ﷺ کی دعا کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے انھیں عرصۂ دراز تک زندہ رکھا۔ ان کی اولاد میں برکت فرمائی اور وہ فاتح قادسیہ قرار پائے۔ ② امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث سے ثابت کیا ہے کہ مریض کو مانوس کرنے اور اس کی بیماری کو جاننے کے لیے اس کی پیشانی اور پیٹ پر ہاتھ رکھا جا سکتا ہے۔ بعض اوقات رسول اللہ ﷺ مریض کو دم کرتے اور جہاں تکلیف ہوتی وہاں ہاتھ رکھتے۔ اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے مریض شفایاب ہو جاتا۔ اگر کوئی نیک آدمی کسی کی عیادت کے لیے جائے تو آج بھی ایسا کیا جا سکتا ہے۔ واللہ أعلم.

٥٦٦٠ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ التَّيْمِيِّ، عَنِ الْحَارِثِ

[5660] حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر

ابْنِ سُوَيْدٍ قَالَ: قَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْعُودٍ: دَخَلْتُ عَلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ وَهُوَ يُوعَكُ وَعْكًا شَدِيدًا فَمَسِسْتُهُ بِيَدِي فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّكَ لَتُوعَكُ وَعْكًا شَدِيدًا، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «أَجَلْ، إِنِّي أُوعَكُ كَمَا يُوعَكُ رَجُلَانِ مِنْكُمْ»، فَقُلْتُ: ذٰلِكَ أَنَّ لَكَ أَجْرَيْنِ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «أَجَلْ»، ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَا مِنْ مُسْلِمٍ يُصِيبُهُ أَذًى مِنْ مَرَضٍ فَمَا سِوَاهُ إِلَّا حَطَّ اللهُ سَيِّئَاتِهِ، كَمَا تَحُطُّ الشَّجَرَةُ وَرَقَهَا». [راجع: ٥٦٤٧]

ہوا جبکہ آپ سخت بیمار تھے۔ میں نے اپنے ہاتھ سے رسول اللہ ﷺ کے جسم مبارک کو چھوا تو عرض کی: اللہ کے رسول! بلاشبہ آپ کو تو بہت تیز بخار ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں مجھے تم میں سے دو آدمیوں کے برابر بخار آتا ہے۔'' میں نے عرض کی: یہ اس لیے ہے کہ آپ کو دوگنا اجر ملے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں ایسا ہی ہے۔'' اس کے بعد آپ نے فرمایا: ''کسی بھی مسلمان کو مرض وغیرہ کی اذیت پہنچے تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہ اس طرح گرا دیتا ہے جیسے درخت اپنے پتے گرا دیتا ہے۔''

فوائد ومسائل: ① اس حدیث میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے جسم مبارک کو ہاتھ لگایا تو پتا چلا کہ بہت تیز بخار ہے۔ عنوان سے یہی مطابقت ہے۔ ② بہرحال بیماری آنے، مصیبت میں مبتلا ہونے اور آفتوں میں گرفتار ہونے سے انسان کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں بشرطیکہ انسان صبر و شکر سے کام لے اور زبان پر اللہ تعالیٰ کے متعلق کوئی حرف شکایت نہ لائے۔ اس سے نہ صرف گناہ معاف ہوتے ہیں بلکہ انسان کے درجات بھی بلند ہوتے ہیں۔

(١٤) بَابُ مَا يُقَالُ لِلْمَرِيضِ وَمَا يُجِيبُ

باب: 14- عیادت کے وقت مریض سے کیا کہا جائے اور وہ کیا جواب دے؟

٥٦٦١ - حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ التَّيْمِيِّ، عَنِ الْحَارِثِ ابْنِ سُوَيْدٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: أَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فِي مَرَضِهِ، فَمَسِسْتُهُ - وَهُوَ يُوعَكُ وَعْكًا شَدِيدًا - فَقُلْتُ: إِنَّكَ لَتُوعَكُ وَعْكًا شَدِيدًا، وَذٰلِكَ أَنَّ لَكَ أَجْرَيْنِ، قَالَ: «أَجَلْ، وَمَا مِنْ مُسْلِمٍ يُصِيبُهُ أَذًى إِلَّا حَاتَّتْ عَنْهُ خَطَايَاهُ كَمَا تَحَاتُّ وَرَقُ الشَّجَرِ». [راجع: ٥٦٤٧]

[5661] حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں نبی ﷺ کی بیماری کے وقت آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے آپ کے جسم کو ہاتھ لگایا تو آپ کو بہت تیز بخار تھا۔ میں نے عرض کی: یقیناً آپ کو تیز بخار اس لیے ہے کہ آپ کے لیے ثواب بھی دوگنا ہو۔ آپ نے فرمایا: ''ہاں، جب بھی کسی مسلمان کو کوئی اذیت پہنچتی ہے تو اس کے تمام گناہ اس طرح گر جاتے ہیں جیسے درخت سے پتے گرتے ہیں۔''

فائدہ: مریض کی ہمت افزائی کرتے ہوئے اسے صحت مند ہونے اور رحمت و بخشش کی بشارت دینا مناسب ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ جب تم مریض کے پاس جاؤ تو اسے لمبی عمر کی امید دلاؤ ایسا کرنے سے تقدیر تو نہیں بدل سکتی، البتہ اس کی طبیعت خوش ہو جاتی ہے۔[1] لیکن اس کی سند کمزور ہے جیسا کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے کہا ہے۔[2]

٥٦٦٢ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ: حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ عَنْ خَالِدٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ دَخَلَ عَلَى رَجُلٍ يَعُودُهُ فَقَالَ ﷺ: «لَا بَأْسَ طَهُورٌ، إِنْ شَاءَ اللهُ»، فَقَالَ: كَلَّا بَلْ هِيَ حُمَّى، تَفُورُ عَلَى شَيْخٍ كَبِيرٍ، حَتَّى تُزِيرَهُ الْقُبُورَ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «فَنَعَمْ إِذًا». [راجع: ٣٦١٦]

[5662] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک شخص کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے تو آپ نے اسے فرمایا: ”فکر کی کوئی بات نہیں، اگر اللہ نے چاہا تو یہ بیماری گناہوں سے پاک کرنے والی ہوگی۔“ اس نے کہا: ہرگز نہیں، یہ تو ایسا بخار ہے جو بوڑھے پر جوش مار رہا ہے تاکہ اسے قبرستان پہنچائے، نبی ﷺ نے فرمایا: ”پھر ایسا ہی ہوگا۔“

فائدہ: رسول اللہ ﷺ نے اس بوڑھے کو تسلی دی اور اس میں اس کے لیے بشارت بھی تھی کہ بیماری سے شفا ہوگی، اگر شفا نہ ملی تو گناہوں کا کفارہ تو ضرور ہوگی لیکن اس نے مایوسی کے عالم میں اس کے برعکس الفاظ زبان سے نکالے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”پھر تیرے خیال کے مطابق ہی ہوگا“ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور اگلے دن اس کی موت واقع ہوگئی۔

(١٥) بَابُ عِيَادَةِ الْمَرِيضِ رَاكِبًا، وَمَاشِيًا، وَرِدْفًا عَلَى الْحِمَارِ

باب: 15- سوار ہو کر یا پیدل یا گدھے پر پیچھے بیٹھ کر عیادت کرنے کے لیے جانا

٥٦٦٣ - حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ: أَنَّ أُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ أَخْبَرَهُ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ رَكِبَ عَلَى حِمَارٍ، عَلَى إِكَافٍ عَلَى قَطِيفَةٍ فَدَكِيَّةٍ، وَأَرْدَفَ أُسَامَةَ وَرَاءَهُ، يَعُودُ سَعْدَ بْنَ عُبَادَةَ قَبْلَ وَقْعَةِ بَدْرٍ، فَسَارَ حَتَّى مَرَّ بِمَجْلِسٍ فِيهِ عَبْدُ اللهِ بْنُ أُبَيٍّ ابْنُ سَلُولَ، وَذٰلِكَ قَبْلَ أَنْ يُسْلِمَ عَبْدُ اللهِ، وَفِي الْمَجْلِسِ أَخْلَاطٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ

[5663] حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے بتایا کہ نبی ﷺ ایک مرتبہ گدھے کے پالان (جھول یا کاٹھی) پر فدک کی چادر ڈال کر اس پر سوار ہوئے اور اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو اپنے پیچھے سوار کیا۔ آپ غزوۂ بدر سے پہلے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی عیادت کے لیے تشریف لے جا رہے تھے۔ آپ چلتے رہے حتی کہ ایک مجلس کے پاس سے گزرے جس میں عبداللہ بن ابی ابن سلول بھی تھا۔ وہ ابھی مسلمان نہیں ہوا تھا۔ اس مجلس میں ملے جلے

1 سنن ابن ماجه، الجنائز، حديث: 1438. 2 فتح الباري: 151/10، و سلسلة الأحاديث الضعيفة: 336/1، رقم: 184.

وَالْمُشْرِكِينَ عَبَدَةِ الْأَوْثَانِ وَالْيَهُودِ، وَفِي الْمَجْلِسِ عَبْدُ اللهِ بْنُ رَوَاحَةَ، فَلَمَّا غَشِيَتِ الْمَجْلِسَ عَجَاجَةُ الدَّابَّةِ، خَمَّرَ عَبْدُ اللهِ بْنُ أُبَيٍّ أَنْفَهُ بِرِدَائِهِ، قَالَ: لَا تُغَبِّرُوا عَلَيْنَا، فَسَلَّمَ النَّبِيُّ ﷺ وَوَقَفَ، وَنَزَلَ فَدَعَاهُمْ إِلَى اللهِ فَقَرَأَ عَلَيْهِمُ الْقُرْآنَ. فَقَالَ لَهُ عَبْدُ اللهِ بْنُ أُبَيٍّ: يَا أَيُّهَا الْمَرْءُ، إِنَّهُ لَا أَحْسَنَ مِمَّا تَقُولُ إِنْ كَانَ حَقًّا، فَلَا تُؤْذِنَا بِهِ فِي مَجَالِسِنَا وَارْجِعْ إِلَى رَحْلِكَ، فَمَنْ جَاءَكَ مِنَّا فَاقْصُصْ عَلَيْهِ.

لوگ مسلمان، مشرک، یعنی بت پرست اور یہودی تھے۔ ان میں عبداللہ بن رواحہ ؓ بھی تھے۔ جب سواری کی گرد و غبار مجلس تک پہنچی تو عبداللہ بن ابی نے چادر سے اپنی ناک ڈھانپ لی اور کہنے لگا کہ ہم پر غبار نہ اُڑاؤ۔ نبی ﷺ نے انھیں سلام کیا اور سواری روک کر وہاں اتر گئے۔ پھر آپ نے انھیں دعوتِ اسلام دی اور قرآن کریم پڑھ کر سنایا تو عبداللہ بن ابی نے کہا: تمھاری باتیں میری سمجھ میں نہیں آتیں، اگر حق بھی ہیں تو ہماری مجلس میں انھیں بیان کر کے ہمیں تکلیف نہ پہنچاؤ۔ اپنے گھر جاؤ وہاں ہم میں سے جو تمھارے پاس آئے اسے بیان کرو۔

قَالَ ابْنُ رَوَاحَةَ: بَلَى يَا رَسُولَ اللهِ، فَاغْشَنَا بِهِ فِي مَجَالِسِنَا، فَإِنَّا نُحِبُّ ذٰلِكَ، فَاسْتَبَّ الْمُسْلِمُونَ وَالْمُشْرِكُونَ وَالْيَهُودُ حَتَّى كَادُوا يَتَثَاوَرُونَ، فَلَمْ يَزَلْ رَسُولُ اللهِ ﷺ يُخَفِّضُهُمْ حَتَّى سَكَنُوا، فَرَكِبَ النَّبِيُّ ﷺ دَابَّتَهُ حَتَّى دَخَلَ عَلَى سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ فَقَالَ لَهُ: «أَيْ سَعْدُ، أَلَمْ تَسْمَعْ مَا قَالَ أَبُو حُبَابٍ؟» - يُرِيدُ عَبْدَ اللهِ بْنَ أُبَيٍّ - قَالَ سَعْدٌ: يَا رَسُولَ اللهِ، اعْفُ عَنْهُ وَاصْفَحْ، فَلَقَدْ أَعْطَاكَ اللهُ مَا أَعْطَاكَ، وَلَقَدِ اجْتَمَعَ أَهْلُ هٰذِهِ الْبُحَيْرَةِ عَلَى أَنْ يُتَوِّجُوهُ فَيُعَصِّبُوهُ، فَلَمَّا رُدَّ ذٰلِكَ بِالْحَقِّ الَّذِي أَعْطَاكَ اللهُ شَرِقَ بِذٰلِكَ، فَذٰلِكَ الَّذِي فَعَلَ بِهِ مَا رَأَيْتَ. [راجع: ٢٩٨٧]

حضرت عبداللہ بن رواحہ ؓ نے کہا: اللہ کے رسول! کیوں نہیں! آپ ہماری مجلس میں تشریف لایا کریں کیونکہ ہم ان باتوں کو پسند کرتے ہیں۔ اس کے بعد مسلمانوں، مشرکوں اور یہودیوں میں جھگڑا شروع ہوگیا۔ قریب تھا کہ وہ ایک دوسرے پر حملہ کر دیتے۔ رسول اللہ ﷺ انھیں خاموش کراتے رہے یہاں تک کہ سب خاموش ہوگئے۔ پھر نبی ﷺ سواری پر سوار ہوکر حضرت سعد بن عبادہ ؓ کے ہاں تشریف لے گئے اور ان سے فرمایا: ”اے سعد! جو کچھ ابوحباب نے کہا ہے کیا تم نے سنا نہیں؟“ (ابوحباب سے) آپ کی مراد عبداللہ بن ابی تھا۔ حضرت سعد ؓ بولے: اللہ کے رسول! اسے معاف کر دیں اور اس سے درگزر فرمائیں۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے آپ کو وہ منصب دیا ہے جو آپ ہی کے لائق تھا۔ دراصل اس بستی کے لوگ اس بات پر متفق ہوگئے تھے کہ اس کی تاج پوشی کریں اور اس کے سر پر پگڑی باندھیں لیکن جب اللہ تعالیٰ نے اس منصوبے کو اس حق کی بدولت خاک میں ملا دیا جو آپ کو ملا ہے تو وہ اس پر بگڑ گیا ہے اور یہ جو کچھ معاملہ اس نے آپ کے ساتھ کیا

ہے وہ اسی وجہ سے ہے۔

فوائد ومسائل: ① اس موقع پر رسول اللہ ﷺ گدھے پر سوار ہوکر اور حضرت اسامہ بن زید ؓ کو اپنے پیچھے بٹھا کر حضرت سعد بن عبادہ ؓ کی تیمارداری کے لیے تشریف لے گئے۔ امام بخاری ؒ کا یہ حدیث پیش کرنے سے یہی مقصد ہے۔ ② حدیث میں عبداللہ بن ابی کا ذکر ضمنی طور پر آ گیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی مدینہ طیبہ آمد سے پہلے یہ منافق اپنی سرداری کے خواب دیکھ رہا تھا جو آپ ﷺ کی تشریف آوری سے خاک میں مل گئے، اس لیے یہ اسلام کا لبادہ اوڑھ کر آخر وقت تک اسلام کو ختم کرنے کے درپے رہا، پھر غم کے گھونٹ بھرتے بھرتے اسے موت نے آ لیا۔ اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ وہی معاملہ کرے جس کے وہ لائق ہے۔

٥٦٦٤ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَبَّاسٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مُحَمَّدٍ - هُوَ ابْنُ الْمُنْكَدِرِ - عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: جَاءَنِي النَّبِيُّ ﷺ يَعُودُنِي، لَيْسَ بِرَاكِبِ بَغْلٍ وَلَا بِرْذَوْنٍ. [راجع: ١٩٤]

[5664] حضرت جابر ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ میری عیادت کے لیے تشریف لائے۔ آپ نہ تو خچر پر سوار تھے اور نہ گھوڑے ہی پر سوار ہو کر آئے تھے۔

فوائد ومسائل: ① خچر یا گھوڑے پر سوار نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ پیدل تشریف لائے تھے، چنانچہ ایک روایت میں صراحت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور سیدنا ابوبکر ؓ پیدل چل کر میری عیادت کو آئے۔[1] ② بہرحال مریض کی عیادت کرنا ایک مسلمان کا اخلاقی فرض ہے جسے ہر صورت ادا کرنا چاہیے۔ واللّٰہ أعلم.

(١٦) بَابُ مَا رُخِّصَ لِلْمَرِيضِ أَنْ يَقُولَ: إِنِّي وَجِعٌ، أَوْ وَا رَأْسَاهُ، أَوِ اشْتَدَّ بِي الْوَجَعُ

باب: 16- مریض کو اجازت ہے کہ وہ کہے: مجھے تکلیف ہے، یا ہائے میرا سر درد یا میری تکلیف بہت بڑھ گئی ہے

وَقَوْلِ أَيُّوبَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: ﴿أَنِّي مَسَّنِيَ ٱلضُّرُّ وَأَنتَ أَرْحَمُ ٱلرَّٰحِمِينَ﴾ [الأنبياء: ٨٣].

حضرت ایوب ؑ کا یہ کہنا: ”بے شک مجھے تکلیف پہنچی ہے اور تو رحم کرنے والوں میں سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔“

وضاحت: مریض اگر اپنے دکھ درد کا اظہار کرتا ہے تو یہ جائز ہے۔ ایسا کرنا بے صبری میں داخل نہیں ہے کیونکہ ہر آدمی

1 مسند أحمد: 307/3، وفتح الباري: 152/10.

بیماری کے باعث تکلیف محسوس کرتا ہے اور بیماری کا شکوہ کرتا ہے، البتہ مذموم شکوہ وہ ہے جو لوگوں کے سامنے اظہار افسوس کے لیے اپنی بیماری کا ذکر کرتا ہے۔ ایسا کرنا تسلیم ورضا کے منافی ہے۔ حضرت ایوب علیہ السلام کا یہ کہنا بھی منصب نبوت کے خلاف نہیں کیونکہ انھوں نے اپنے رب کے حضور بطور عاجزی دعا کی تھی، مخلوق سے اپنی بیماری کا شکوہ نہیں کیا تھا۔ دراصل امام بخاری رحمہ اللہ ان صوفیاء کی تردید کرنا چاہتے ہیں جو کہتے ہیں کہ مصائب و آلام کے دور ہونے کی دعا بھی تسلیم ورضا کے منافی ہے، اس لیے انھوں نے تنبیہ فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ سے کسی چیز کا مطالبہ کسی طرح بھی ممنوع نہیں۔

٥٦٦٥ - حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ وَأَيُّوبَ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: مَرَّ بِيَ النَّبِيُّ ﷺ وَأَنَا أُوقِدُ تَحْتَ الْقِدْرِ فَقَالَ: «أَيُؤْذِيكَ هَوَامُّ رَأْسِكَ؟» قُلْتُ: نَعَمْ، فَدَعَا الْحَلَّاقَ فَحَلَقَهُ، ثُمَّ أَمَرَنِي بِالْفِدَاءِ. [راجع: ١٨١٤]

[5665] حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ میرے پاس سے گزرے تو میں ہنڈیا کے نیچے آگ جلا رہا تھا۔ آپ نے فرمایا: ''کیا تیرے سر کی جوئیں تجھے اذیت پہنچا رہی ہیں؟'' میں نے کہا: جی ہاں۔ آپ نے حجام کو بلایا تو اس نے حضرت کعب کے بال صاف کر دیے۔ حضرت کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ پھر آپ ﷺ نے مجھے فدیہ دینے کا حکم فرمایا۔

فوائد ومسائل: ① رسول اللہ ﷺ کے دریافت کرنے پر حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ مجھے جوئیں تنگ کر رہی ہیں۔ انھوں نے بھی اپنی تکلیف کا اظہار رسول اللہ ﷺ سے کیا۔ یہ بطور شکوہ نہیں تھا بلکہ اس لیے کہ آپ کوئی حل بتائیں، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے تکلیف کا ازالہ اس طرح فرمایا کہ حجام کو بلا کر ان کے بال صاف کرا دیے تاکہ جوؤں کی تکلیف سے انھیں نجات مل جائے، پھر اس کے بدلے فدیہ ادا کرنے کا حکم دیا۔ ② بہر حال اگر کوئی اپنے بھائیوں سے اپنی تکلیف کا اظہار کرتا ہے تاکہ وہ اس کا ازالہ کریں یا اس کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کریں تو مخلوق کے سامنے تکلیف کا اظہار ممنوع شکوہ نہیں ہے۔

٥٦٦٦ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَبُو زَكَرِيَّا: أَخْبَرَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ قَالَ: سَمِعْتُ الْقَاسِمَ بْنَ مُحَمَّدٍ قَالَ: قَالَتْ عَائِشَةُ: وَا رَأْسَاهُ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «ذَاكِ لَوْ كَانَ وَأَنَا حَيٌّ فَأَسْتَغْفِرَ لَكِ وَأَدْعُوَ لَكِ»، فَقَالَتْ عَائِشَةُ: وَا ثُكْلَيَاهْ، وَاللهِ إِنِّي لَأَظُنُّكَ تُحِبُّ مَوْتِي، وَلَوْ كَانَ ذٰلِكَ، لَظَلِلْتَ آخِرَ يَوْمِكَ مُعَرِّسًا بِبَعْضِ أَزْوَاجِكَ. فَقَالَ

[5666] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے ایک مرتبہ کہا: ہائے میرا سر درد! اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اگر تو فوت ہوگئی اور میں زندہ رہا تو میں تمھارے لیے اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کروں گا اور دعا مانگوں گا۔'' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: ہائے افسوس! اللہ کی قسم! میرے گمان کے مطابق آپ میرا مرنا پسند کرتے ہیں۔ اگر ایسا ہو گیا تو آپ اسی دن رات کسی بیوی کے ہاں بسر کریں گے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ''بلکہ میں تو خود درد سر میں مبتلا ہوں۔

النَّبِيُّ ﷺ: «بَلْ أَنَا وَا رَأْسَاهْ، لَقَدْ هَمَمْتُ - أَوْ أَرَدْتُ - أَنْ أُرْسِلَ إِلَى أَبِي بَكْرٍ وَابْنِهِ فَأَعْهَدَ، أَنْ يَقُولَ الْقَائِلُونَ أَوْ يَتَمَنَّى الْمُتَمَنُّونَ، ثُمَّ قُلْتُ: يَأْبَى اللهُ وَيَدْفَعُ الْمُؤْمِنُونَ، أَوْ يَدْفَعُ اللهُ وَيَأْبَى الْمُؤْمِنُونَ». [انظر: ٧٢١٧]

میں نے ارادہ کیا تھا کہ میں ابوبکر اور ان کے بیٹے کو پیغام بھیجوں اور وصیت کروں کہیں ایسا نہ ہو کہ میرے بعد کہنے والے کچھ اور کہیں اور تمنا کرنے والے کسی اور بات کی خواہش کریں، پھر میں نے (اپنے جی میں) کہا کہ اللہ تعالیٰ حضرت ابوبکر کے علاوہ کسی اور کو خلیفہ نہ ہونے دے گا اور نہ مسلمان ہی کسی دوسرے کی خلافت کو قبول کریں گے۔"

فوائد ومسائل: ① حضرت عائشہ ؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ بقیع الغرقد میں ایک نماز جنازہ پڑھ کر واپس آئے تو میرے سر میں شدید درد تھا۔ میں مارے درد کے کہہ رہی تھی: ''ہائے میرا سر درد۔'' ایک دوسری روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اگر تو فوت ہوگئی اور میں زندہ رہا تو میں تجھے غسل دوں گا، کفن پہناؤں گا، نماز جنازہ پڑھوں گا، پھر تجھے دفن کروں گا۔'' اس کے بعد رسول اللہ ﷺ کو وہ تکلیف شروع ہوئی جس میں آپ نے وفات پائی۔[1] ② بہرحال امام بخاری ؒ نے ثابت کیا ہے کہ بوقت ضرورت کسی مخلوق کے سامنے اپنے دکھ درد یا بیماری کا اظہار کیا جاسکتا ہے اور ایسا کرنا تسلیم و رضا کے منافی نہیں۔ واللہ أعلم.

٥٦٦٧ - حَدَّثَنَا مُوسَى: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُسْلِمٍ: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ عَنْ إِبْرَاهِيمَ التَّيْمِيِّ، عَنِ الْحَارِثِ بْنِ سُوَيْدٍ، عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ وَهُوَ يُوعَكُ، فَمَسِسْتُهُ فَقُلْتُ: إِنَّكَ لَتُوعَكُ وَعْكًا شَدِيدًا، قَالَ: «أَجَلْ، كَمَا يُوعَكُ رَجُلَانِ مِنْكُمْ»، قَالَ: لَكَ أَجْرَانِ؟ قَالَ: «نَعَمْ، مَا مِنْ مُسْلِمٍ يُصِيبُهُ أَذًى مَرَضٌ فَمَا سِوَاهُ إِلَّا حَطَّ اللهُ سَيِّئَاتِهِ كَمَا تَحُطُّ الشَّجَرَةُ وَرَقَهَا». [راجع: ٥٦٤٧]

[5667] حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو اس وقت آپ کو تیز بخار تھا۔ میں نے آپ کے بدن کو چھوتے ہوئے کہا: آپ کو تو بہت تیز بخار ہے۔ آپ نے فرمایا: ''ہاں، جیسے تم میں سے دو آدمیوں کو بخار ہوتا ہے۔'' حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ نے کہا: اس سے آپ کو ثواب بھی دوگنا ہوگا؟ آپ نے فرمایا: ''ہاں، جب بھی کسی مسلمان کو بیماری یا اس کے علاوہ کوئی اور تکلیف لاحق ہو تو وہ اس کے تمام گناہ گرا دیتی ہے جس طرح درخت اپنے پتے گرا دیتا ہے۔''

فوائد ومسائل: ① اس حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ کے سامنے بخار کی شدت کا ذکر کیا، لیکن یہ اللہ تعالیٰ کے فیصلے پر رضامندی کا ہی ایک انداز تھا۔ ② دراصل حرف شکایت کا تعلق نیت اور ارادے سے ہے۔ بہت

1 مسند أحمد: 228/6، وفتح الباري: 154/10.

سے خاموش رہنے والے بیماری آنے کے بعد دل میں کڑھتے رہتے ہیں جو معیوب ہے اور بہت سے زبان سے اظہار کرنے والے دل سے اللہ تعالیٰ کے فیصلے کو تسلیم کر لیتے ہیں اور یہ معیوب نہیں ہے۔ بہر حال اس کا دار و مدار زبان سے اظہار پر نہیں بلکہ دل کے فعل پر ہے۔[1]

٥٦٦٨ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي سَلَمَةَ: أَخْبَرَنَا الزُّهْرِيُّ عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: جَاءَنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ يَعُودُنِي مِنْ وَجَعٍ اشْتَدَّ بِي زَمَنَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ، فَقُلْتُ: بَلَغَ بِي مِنَ الْوَجَعِ مَا تَرَى، وَأَنَا ذُو مَالٍ وَلَا يَرِثُنِي إِلَّا ابْنَةٌ لِي، أَفَأَتَصَدَّقُ بِثُلُثَيْ مَالِي؟ قَالَ: «لَا»، قُلْتُ: بِالشَّطْرِ؟ قَالَ: «لَا»، قُلْتُ: الثُّلُثُ؟ قَالَ: «الثُّلُثُ كَثِيرٌ، [إِنَّكَ] أَنْ تَدَعَ وَرَثَتَكَ أَغْنِيَاءَ خَيْرٌ مِنْ أَنْ تَذَرَهُمْ عَالَةً يَتَكَفَّفُونَ النَّاسَ، وَلَنْ تُنْفِقَ نَفَقَةً تَبْتَغِي بِهَا وَجْهَ اللهِ، إِلَّا أُجِرْتَ عَلَيْهَا، حَتَّى مَا تَجْعَلُ فِي فِي امْرَأَتِكَ». [راجع: ١٢٩٥]

[5668] حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ میری عیادت کے لیے ہمارے ہاں تشریف لائے جبکہ میں حجۃ الوداع کے زمانے میں ایک سخت بیماری میں مبتلا تھا۔ میں نے عرض کی: میری بیماری جس حد کو پہنچ چکی ہے اسے آپ دیکھ رہے ہیں۔ میں مال دار ہوں لیکن میری وارث صرف ایک لڑکی ہے کوئی اور دوسرا نہیں، تو کیا میں دو تہائی مال صدقہ کر دوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''نہیں۔'' میں نے عرض کی: پھر آدھا مال صدقہ کر دوں؟ آپ نے فرمایا: ''نہیں۔'' میں نے کہا: ایک تہائی کر دوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تہائی بہت ہے۔ اگر تم اپنے وارثوں کو غنی چھوڑ جاؤ تو یہ اس سے کہیں بہتر ہے کہ انھیں محتاج چھوڑ و اور وہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلائیں۔ تم اللہ کی خوشنودی کے لیے جو بھی خرچ کرو گے اس پر تمھیں ثواب ملے گا، یہاں تک کہ تمھیں اس لقمے پر بھی ثواب ملے گا جو تم اپنی بیوی کے منہ میں ڈالو گے۔''

فوائد و مسائل: ① مسلمان، جب اللہ تعالیٰ کی رضا کا طالب ہو تو اس کا ہر کام باعث ثواب ہے۔ اس کا بیوی بچوں پر خرچ کرنا حتی کہ اس کا سونا اور آرام کرنا بھی نیکی ہے۔ ② امام بخاری رحمہ اللہ کا اس حدیث سے مقصود یہ ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اپنی تکلیف کا اظہار رسول اللہ ﷺ کے سامنے کیا۔ یہ تسلیم و رضا کے منافی نہیں بلکہ صورت حال سے آگاہ کرنے اور اپنی مشکل کا حل تلاش کرنے کے لیے رسول اللہ ﷺ کو آگاہ فرمایا۔ اگر شرعی طور پر ایسا کرنا منع ہوتا تو رسول اللہ ﷺ ضرور انھیں روک دیتے، لیکن آپ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو اس کے متعلق کچھ نہیں کہا بلکہ پیش آنے والی مشکل کے متعلق مناسب رہنمائی فرمائی۔

① فتح الباري: 156/10.

(١٧) بَابُ قَوْلِ الْمَرِيضِ: قُومُوا عَنِّي

باب: 17- مریض کا یہ کہنا کہ تم میرے پاس سے اٹھ جاؤ

٥٦٦٩ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى: حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ مَعْمَرٍ؛ ح: وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ: أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: لَمَّا حُضِرَ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَفِي الْبَيْتِ رِجَالٌ، فِيهِمْ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ، قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «هَلُمَّ أَكْتُبْ لَكُمْ كِتَابًا لَا تَضِلُّوا بَعْدَهُ». فَقَالَ عُمَرُ: إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَدْ غَلَبَ عَلَيْهِ الْوَجَعُ، وَعِنْدَكُمُ الْقُرْآنُ، حَسْبُنَا كِتَابُ اللهِ، فَاخْتَلَفَ أَهْلُ الْبَيْتِ فَاخْتَصَمُوا، مِنْهُمْ مَنْ يَقُولُ: قَرِّبُوا يَكْتُبْ لَكُمُ النَّبِيُّ ﷺ كِتَابًا لَنْ تَضِلُّوا بَعْدَهُ، وَمِنْهُمْ مَنْ يَقُولُ مَا قَالَ عُمَرُ، فَلَمَّا أَكْثَرُوا اللَّغْوَ وَالِاخْتِلَافَ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «قُومُوا».

قَالَ عُبَيْدُ اللهِ: وَكَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَقُولُ: إِنَّ الرَّزِيَّةَ كُلَّ الرَّزِيَّةِ مَا حَالَ بَيْنَ رَسُولِ اللهِ ﷺ وَبَيْنَ أَنْ يَكْتُبَ لَهُمْ ذٰلِكَ الْكِتَابَ، مِنَ اخْتِلَافِهِمْ وَلَغَطِهِمْ. [راجع: ١١٤]

[5669] حضرت ابن عباس ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: جب رسول اللہ ﷺ کی وفات کا وقت قریب آیا تو گھر میں کئی صحابۂ کرام ؓ موجود تھے۔ ان میں سیدنا عمر ؓ بھی تھے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ”آؤ، میں تمھارے لیے ایک تحریر لکھ دوں، اس کے بعد تم گمراہ نہیں ہوگے۔“ حضرت عمر ؓ نے کہا: بلاشبہ نبی ﷺ پر بیماری کا غلبہ ہے اور تمھارے پاس قرآن مجید موجود ہے، ہمارے لیے اللہ کی کتاب کافی ہے۔ اس مسئلے پر گھر میں موجود صحابۂ کرام ؓ کا اختلاف ہوگیا اور وہ بحث و تمحیص کرنے لگے۔ بعض نے کہا کہ نبی ﷺ کے ہاں اسباب کتابت قریب کرو تاکہ رسول اللہ ﷺ ایسی تحریر لکھ دیں جس کے بعد تم گمراہ نہ ہو سکو اور کچھ صحابہ وہ کہتے تھے جو حضرت عمر ؓ نے کہا تھا۔ بہر حال جب لوگوں نے نبی ﷺ کے پاس بے مقصد باتیں زیادہ کیں اور جھگڑا کیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”(یہاں سے) چلے جاؤ۔“

حضرت عبیداللہ نے بیان کیا کہ حضرت ابن عباس ؓ کہا کرتے تھے: سب سے زیادہ افسوسناک بات یہی ہے کہ لوگوں کے اختلاف اور بحث و تمحیص کے باعث رسول اللہ ﷺ وہ تحریر نہ لکھ سکے جو آپ مسلمانوں کے لیے لکھنا چاہتے تھے۔

فوائد و مسائل: ① امام بخاری ؒ کا مقصد اس حدیث سے یہ ہے کہ تیمارداری کرنے والوں کو مریض کے پاس بیٹھ کر ایسی باتوں سے گریز کرنا چاہیے جس سے وہ غمگین ہو اور نوبت یہاں تک آپہنچے کہ وہ انھیں اپنے پاس سے اٹھ جانے کا کہہ دے۔ ② حافظ ابن حجر ؒ نے اس موقع پر کچھ آداب عیادت تحریر کیے ہیں کہ پہلے تو تیمارداری کرنے والے کو اجازت لینی چاہیے اور

اجازت لیتے وقت بالکل دروازے کے سامنے کھڑا نہ ہو بلکہ آرام اور سکون سے دروازہ کھٹکھٹائے یا گھنٹی بجائے، پھر صاف الفاظ میں اپنا تعارف کرائے۔ ایسے وقت میں عیادت نہ کرے جب مریض دوا استعمال کر رہا ہو۔ عیادت میں کم از کم وقت لگایا جائے۔ اس دوران میں اپنی نگاہ نیچے رکھے۔ سوالات کم کرے۔ مریض سے محبت و ہمدردی سے پیش آئے۔ اسے صحت کی امید دلائے اور صبر وشکر کے فضائل سے اسے آگاہ کرے۔ مریض کے لیے صدق دل سے دعا کرے۔ واویلا کرنے، رونے پیٹنے، چیخنے چلانے اور گھبرانے سے باز رہنے کی تلقین کرے۔[1]

(١٨) بَابُ مَنْ ذَهَبَ بِالصَّبِيِّ الْمَرِيضِ لِيُدْعَى لَهُ

باب: 18- بیمار بچے کو کسی کے پاس لے جانا تاکہ اس کے لیے دعا کی جائے

وضاحت: مریض بچے کو کسی بزرگ کے پاس دعا کے لیے لے جانا توکل اور تسلیم ورضا کے منافی نہیں۔

٥٦٧٠ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ حَمْزَةَ: حَدَّثَنَا حَاتِمٌ - هُوَ ابْنُ إِسْمَاعِيلَ - عَنِ الْجُعَيْدِ قَالَ: سَمِعْتُ السَّائِبَ يَقُولُ: ذَهَبَتْ بِي خَالَتِي إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّ ابْنَ أُخْتِي وَجِعٌ، فَمَسَحَ رَأْسِي وَدَعَا لِي بِالْبَرَكَةِ، ثُمَّ تَوَضَّأَ فَشَرِبْتُ مِنْ وَضُوئِهِ، وَقُمْتُ خَلْفَ ظَهْرِهِ، فَنَظَرْتُ إِلَى خَاتَمِ النُّبُوَّةِ بَيْنَ كَتِفَيْهِ، مِثْلَ زِرِّ الْحَجَلَةِ. [راجع: ١٩٠]

[5670] حضرت سائب ؓ سے روایت ہے، کہتے ہیں: میری خالہ مجھے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لے گئی اور کہا: اللہ کے رسول! میرا بھانجا بیمار ہے۔ آپ ﷺ نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور میرے لیے برکت کی دعا کی۔ پھر آپ نے وضو کیا تو میں نے آپ کے وضو کا پانی نوش کیا۔ میں نے اس دوران میں آپ کی پشت کے پیچھے کھڑے ہو کر مہر نبوت دیکھی جو آپ کے دو شانوں کے درمیان تھی، وہ مہر مسہری کی گھنڈیوں کی طرح تھی۔

فوائد ومسائل: ① رسول اللہ ﷺ نے حضرت سائب بن یزید ؓ کے سر پر ہاتھ پھیرا اور ان کے لیے خیر وبرکت کی دعا کی، چنانچہ حضرت جُعَید بن عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ میں نے حضرت سائب بن یزید ؓ کو چورانوے سال کی عمر میں دیکھا جبکہ وہ صحت منداور توانا تھے۔ میرے سوال کرنے پر انھوں نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ کی دعا کا نتیجہ ہے کہ آج میں توانا ہوں اور میری آنکھیں اور کان بدستور کام کر رہے ہیں۔ میرے اعضاء میں کوئی نقص واقع نہیں ہوا ہے۔[2] ② بہر حال کسی بیمار بچے کو بزرگ کے پاس لے جانا تاکہ وہ دعا کرے اس میں شرعاً کوئی خرابی اور حرج نہیں ہے۔ واللہ أعلم.

(١٩) بَابُ تَمَنِّي الْمَرِيضِ الْمَوْتَ

باب: 19- بیمار آدمی کا موت کی خواہش کرنا

---

① فتح الباري: 157/10. ② صحيح البخاري، المناقب، حديث: 3540.

وضاحت: مصیبت کے وقت موت کی تمنا کرنا ممنوع ہے، ہاں اگر آخرت خراب ہونے کا خطرہ ہو تو وہ امتناعی حکم میں داخل نہیں ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ ہر نماز کے بعد دعا کرتے تھے: ''اے اللہ! اگر تو کسی قوم کے ساتھ فتنے کا ارادہ کرے تو مجھے فتنے میں مبتلا کیے بغیر فوت کر لینا۔''[1]

٥٦٧١ - حَدَّثَنَا آدَمُ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ: حَدَّثَنَا ثَابِتٌ الْبُنَانِيُّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «لَا يَتَمَنَّيَنَّ أَحَدُكُمُ الْمَوْتَ مِنْ ضُرٍّ أَصَابَهُ، فَإِنْ كَانَ لَا بُدَّ فَاعِلًا فَلْيَقُلْ: اللّٰهُمَّ أَحْيِنِي مَا كَانَتِ الْحَيَاةُ خَيْرًا لِي، وَتَوَفَّنِي إِذَا كَانَتِ الْوَفَاةُ خَيْرًا لِي». [انظر: ٦٣٥١، ٧٢٣٣]

[5671] حضرت انس بن مالک ؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''اگر کوئی کسی تکلیف میں مبتلا ہو تو اسے موت کی تمنا ہرگز نہیں کرنی چاہیے۔ اگر اس کے بغیر چارہ نہ ہو تو یوں دعا کرے: اے اللہ! جب تک زندگی میرے لیے بہتر ہے مجھے زندہ رکھ اور جب میری وفات میرے لیے بہتر ہو تو مجھے فوت کر لے۔''

فائدہ: انسان جب تک دنیا میں رہے اپنی بہتری اور بھلائی کی دعا کرتا رہے، اور اگر اسے اپنی زندگی میں کسی فتنے میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہو اور اسے اپنی آخرت کے تباہ ہونے کا خطرہ ہو تو حدیث میں مذکورہ الفاظ سے دعا کی جا سکتی ہے۔ یہ الفاظ موت طلب کرنے کے زمرے میں نہیں آتے۔ ان الفاظ میں انسان اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا ہے اور یہ تسلیم و رضا کے منافی بھی نہیں ہیں۔[2]

٥٦٧٢ - حَدَّثَنَا آدَمُ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ، عَنْ قَيْسِ بْنِ أَبِي حَازِمٍ قَالَ: دَخَلْنَا عَلَى خَبَّابٍ نَعُودُهُ، وَقَدِ اكْتَوَى سَبْعَ كَيَّاتٍ، فَقَالَ: إِنَّ أَصْحَابَنَا الَّذِينَ سَلَفُوا مَضَوْا وَلَمْ تَنْقُصْهُمُ الدُّنْيَا، وَإِنَّا أَصَبْنَا مَا لَا نَجِدُ لَهُ مَوْضِعًا إِلَّا التُّرَابَ، وَلَوْلَا أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَانَا أَنْ نَدْعُوَ بِالْمَوْتِ لَدَعَوْتُ بِهِ، ثُمَّ أَتَيْنَاهُ مَرَّةً أُخْرَى وَهُوَ يَبْنِي حَائِطًا لَهُ فَقَالَ: إِنَّ الْمُسْلِمَ لَيُؤْجَرُ فِي كُلِّ شَيْءٍ يُنْفِقُهُ إِلَّا فِي شَيْءٍ يَجْعَلُهُ فِي هٰذَا التُّرَابِ. [انظر: ٦٣٤٩،

[5672] حضرت قیس بن ابو حازم سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ ہم حضرت خباب ؓ کی عیادت کے لیے گئے۔ انھوں نے اپنے جسم میں سات جگہ داغ لگوائے تھے۔ انھوں نے فرمایا: ہمارے پہلے ساتھی جو گزر چکے ہیں دنیا ان کے اجر و ثواب کو کم نہیں کر سکی لیکن ہم نے اتنا مال و متاع پایا ہے کہ ہم مٹی کے سوا اس کو رکھنے کی جگہ نہیں پاتے۔ اگر نبی ﷺ نے ہمیں موت کی تمنا کرنے سے منع نہ کیا ہوتا تو میں موت کی دعا ضرور کرتا۔ پھر ہم دوبارہ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے تو وہ اپنی دیوار بنا رہے تھے، انھوں نے فرمایا: بلاشبہ مسلمان کو ہر چیز پر ثواب ملتا ہے جسے وہ خرچ

1 الموطأ للإمام مالك: 170/1. 2 فتح الباري: 159/10.

٦٣٥٠، ٦٤٣٠، ٦٤٣١، ٧٢٣٤]

کرتا ہے مگر اس عمارت میں خرچ کرنے کا ثواب نہیں ملتا۔

فوائدومسائل: ① حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد ہم نے دنیا کا اس قدر مال و متاع پایا کہ اس کے رکھنے کی جگہ نہیں ملتی اور مکانات بنانے کے علاوہ اس کا کوئی مصرف نظر نہیں آتا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مال کو عمارت بنانے میں خرچ کرنا مذموم ہے لیکن وہ عمارت جو ذاتی ضرورت تک محدود ہو وہ مذموم نہیں کیونکہ اس کے بغیر تو گزارہ نہیں ہے۔ ② اس حدیث میں اپنی موت کی اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے کی ممانعت ثابت ہوتی ہے، بہر حال موت کی دعا اور چیز ہے اور اس کی تمنا کرنا اور چیز۔ بہر حال انسان کو چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے اپنی موت کی دعا نہ مانگے، البتہ مصیبت اور دردو تکلیف میں گرفتار انسان موت کی تمنا کر سکتا ہے، تاہم حدیث میں مذکور انداز کو اختیار کرنا ضروری ہے۔ واللّٰہ أعلم.

٥٦٧٣ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ: أَخْبَرَنِي أَبُو عُبَيْدٍ مَوْلَى عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ: أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «لَنْ يُدْخِلَ أَحَدًا عَمَلُهُ الْجَنَّةَ»، قَالُوا: وَلَا أَنْتَ يَا رَسُولَ اللهِ؟ قَالَ: «[لَا،] وَلَا أَنَا إِلَّا أَنْ يَتَغَمَّدَنِيَ اللهُ بِفَضْلٍ وَرَحْمَةٍ، فَسَدِّدُوا، وَقَارِبُوا، وَلَا يَتَمَنَّى أَحَدُكُمُ الْمَوْتَ، إِمَّا مُحْسِنًا فَلَعَلَّهُ أَنْ يَزْدَادَ خَيْرًا، وَإِمَّا مُسِيئًا فَلَعَلَّهُ أَنْ يَسْتَعْتِبَ». [راجع: ٣٩]

[5673] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ''کسی شخص کا عمل اسے جنت میں ہرگز داخل نہیں کر سکے گا۔'' صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: اللہ کے رسول! آپ کا عمل بھی نہیں؟ آپ نے فرمایا: ''نہیں، میرا عمل بھی نہیں۔ ہاں، مگر اللہ تعالیٰ مجھے اپنے فضل و کرم سے نوازے تو الگ بات ہے، اس لیے تم میانہ روی اختیار کرو، قریب قریب چلو اور تم میں کوئی بھی موت کی خواہش نہ کرے کیونکہ اگر وہ نیک ہوگا تو امید ہے کہ اس کے اعمال میں مزید اضافہ ہو جائے گا اور اگر وہ برا ہے تو ممکن ہے کہ وہ توبہ کرے۔''

فائدہ: ایک روایت میں ہے کہ موت کے آثار دیکھنے سے پہلے پہلے کوئی انسان موت کی آرزو نہ کرے۔[1] اس کا مطلب یہ ہے کہ جب موت کے اثرات نظر آنے لگیں تو اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی تڑپ میں موت کی تمنا کی جا سکتی ہے۔ یہی وجہ ہے امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث بیان کی ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے موت کے وقت رفیق اعلیٰ سے ملنے کا اظہار کیا۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اشارہ فرمایا ہے کہ موت مانگنے کی ممانعت نزول موت سے پہلے وقت کے ساتھ خاص ہے۔[2]

٥٦٧٤ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ:

[5674] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے

---

(1) صحيح مسلم، الذكر والدعاء، حديث: 6819 (2682). 2 فتح الباري: 161/10.

حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ، عَنْ عَبَّادِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ الزُّبَيْرِ قَالَ: سَمِعْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ وَهُوَ مُسْتَنِدٌ إِلَيَّ يَقُولُ: «اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي، وَارْحَمْنِي، وَأَلْحِقْنِي بِالرَّفِيقِ الْأَعْلَى». [راجع: ٤٤٤٠]

کہا کہ میں نے نبی ﷺ سے سنا جبکہ آپ میرا سہارا لیے ہوئے تھے، آپ فرما رہے تھے: ”اے اللہ! میری مغفرت فرما، مجھ پر رحم کر اور مجھے رفیق اعلیٰ سے ملا دے۔“

فائدہ: امام بخاری ؒ نے اس حدیث کو عنوان کے آخر میں بیان کیا ہے، اس میں اشارہ ہے کہ موت کی آرزو اس وقت منع ہے جب موت کے اثرات سامنے نہ آئے ہوں لیکن جب موت بالکل سر پر آن کھڑی ہو تو اس وقت موت کی دعا کرنا منع نہیں تاکہ اللہ تعالیٰ کی ملاقات میں کوئی چیز حائل نہ ہو۔[1] واللہ أعلم.

(٢٠) بَابُ دُعَاءِ الْعَائِدِ لِلْمَرِيضِ

باب: 20- عیادت کرنے والا مریض کے لیے شفایابی کی دعا کرے

وَقَالَتْ عَائِشَةُ بِنْتُ سَعْدٍ، عَنْ أَبِيهَا: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «اللَّهُمَّ اشْفِ سَعْدًا».

حضرت عائشہ بنت سعد ؓ اپنے باپ سے بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ نے (ان کے لیے یوں) دعا کی تھی: ”اے اللہ! سعد کو شفایاب کر دے۔“

وضاحت: امام بخاری ؒ نے خود ہی اس حدیث کو 5659 نمبر کے تحت متصل سند سے بیان کیا ہے۔

٥٦٧٥ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ إِذَا أَتَى مَرِيضًا، أَوْ أُتِيَ بِهِ إِلَيْهِ، قَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ: «أَذْهِبِ الْبَأْسَ، رَبَّ النَّاسِ، اشْفِ وَأَنْتَ الشَّافِي، لَا شِفَاءَ إِلَّا شِفَاؤُكَ، شِفَاءً لَا يُغَادِرُ سَقَمًا».

[5675] حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب کسی مریض کے پاس تشریف لے جاتے یا کوئی مریض آپ کے پاس لایا جاتا تو آپ ﷺ اس کے لیے یوں دعا کرتے: ”اے لوگوں کے رب! بیماری دور کر دے، شفا عطا فرما، تو ہی شفا دینے والا ہے، تیری شفا کے علاوہ کوئی شفا نہیں، ایسی شفا دے جس کے بعد کوئی مرض باقی نہ رہے۔“

وَقَالَ عَمْرُو بْنُ أَبِي قَيْسٍ وَإِبْرَاهِيمُ بْنُ

ایک روایت میں ہے کہ جب کوئی مریض آپ کی خدمت

1 فتح الباري: 162/10.

طَهْمَانَ عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ وَأَبِي الضُّحَى: إِذَا أَتَى الْمَرِيضَ.

میں لایا جاتا۔

وَقَالَ جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ أَبِي الضُّحَى وَحْدَهُ، وَقَالَ: إِذَا أَتَى مَرِيضًا. [انظر: ٥٧٤٣، ٥٧٤٤، ٥٧٥٠]

ایک دوسری روایت میں ہے کہ جب آپ کسی مریض کے پاس تشریف لے جاتے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بیمار کے لیے شفایابی کی دعا کرنی چاہیے جبکہ دوسری احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بیماری گناہوں کا کفارہ اور ثواب کا ذریعہ ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ دعا ایک عبادت ہے جو کفارے اور ثواب کے منافی نہیں ہے کیونکہ ثواب اور کفارہ تو مرض کے آغاز ہی میں حاصل ہو جاتا ہے بشرطیکہ وہ صبر کا مظاہرہ کرے۔ دعا کرنے والا دو قسم کی حسنات (نیکیاں) کماتا ہے: یا تو اسے مقصود، یعنی شفا مل جاتی ہے یا اس کے عوض گناہوں کا کفارہ اور ثواب مل جاتا ہے۔ یہ دونوں چیزیں اللہ تعالیٰ کے فضل سے متعلق ہیں۔[1]

(٢١) بَابُ وُضُوءِ الْعَائِدِ لِلْمَرِيضِ

باب: 21- عیادت کرنے والے کا مریض کے لیے وضو کرنا

٥٦٧٦ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ قَالَ: سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: دَخَلَ عَلَيَّ النَّبِيُّ ﷺ وَأَنَا مَرِيضٌ فَتَوَضَّأَ وَصَبَّ عَلَيَّ، أَوْ قَالَ: «صُبُّوا عَلَيْهِ»، فَعَقَلْتُ فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، لَا يَرِثُنِي إِلَّا كَلَالَةٌ، فَكَيْفَ الْمِيرَاثُ؟ فَنَزَلَتْ آيَةُ الْفَرَائِضِ. [راجع: ١٩٤]

[5676] حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا: نبی ﷺ میرے ہاں تشریف لائے جبکہ میں بیمار تھا۔ آپ نے وضو فرمایا اور وضو کا پانی مجھ پر ڈالا، یا آپ نے فرمایا: ”(یہ پانی) اس پر بہا دو۔“ اس سے مجھے ہوش آ گیا۔ میں نے عرض کی: اللہ کے رسول! میں تو کلالہ ہوں، میرے ترکے کی تقسیم کیسے ہوگی؟ اس پر فرائض کی آیت نازل ہوئی۔

فوائد و مسائل: ① حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ ﷺ کو بہت محبت تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے جب انھیں بے ہوشی کی حالت میں دیکھا تو بے قرار ہو گئے۔ آپ نے فوراً وضو کیا اور علاج کے طور پر وضو کا بقیہ پانی حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے اوپر ڈالا۔ انھیں فوراً ہوش آ گیا۔ ② معلوم ہوا مریض کے لیے وضو سے بچا ہوا پانی باعث شفا ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ مریض کے لیے

[1] فتح الباري: 163/10.

وضو کرنا اس صورت میں ہے جب تیمارداری کرنے والا اس حیثیت کا ہو کہ اس سے تبرک حاصل کیا جا سکتا ہے۔[1] لیکن یہ بات محل نظر معلوم ہوتی ہے کیونکہ اصل شفا تو وضو کے پانی میں ہے بزرگ خواہ کس طرح کا ہو۔ واللہ أعلم.

(٢٢) بَابُ مَنْ دَعَا بِرَفْعِ الْوَبَاءِ وَالْحُمَّى

باب: 22- جس نے وبا اور بخار دور کرنے کے لیے دعا کی

٥٦٧٧ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ: لَمَّا قَدِمَ رَسُولُ اللهِ ﷺ وُعِكَ أَبُو بَكْرٍ وَبِلَالٌ، قَالَتْ: فَدَخَلْتُ عَلَيْهِمَا فَقُلْتُ: يَا أَبَتِ، كَيْفَ تَجِدُكَ؟ وَيَا بِلَالُ، كَيْفَ تَجِدُكَ؟ قَالَتْ: وَكَانَ أَبُو بَكْرٍ إِذَا أَخَذَتْهُ الْحُمَّى يَقُولُ:

[5677] حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ جب رسول اللہ ﷺ ہجرت کر کے مدینہ طیبہ تشریف لائے تو حضرت ابوبکر اور حضرت بلال ؓ کو بخار نے آ لیا۔ میں ان دونوں کے پاس عیادت کے لیے گئی اور پوچھا: والد محترم! آپ کا کیا حال ہے؟ بلال! تم کیسے ہو؟ جب حضرت ابوبکر ؓ کو بخار ہوتا تو یہ شعر پڑھتے:

كُلُّ امْرِئٍ مُصَبَّحٌ فِي أَهْلِهِ
وَالْمَوْتُ أَدْنَى مِنْ شِرَاكِ نَعْلِهِ

ہر شخص اپنے اہل خانہ میں صبح کرتا ہے لیکن موت اس کے جوتے کے تسمے سے بھی زیادہ قریب ہے۔

وَكَانَ بِلَالٌ إِذَا أُقْلِعَ عَنْهُ يَرْفَعُ عَقِيرَتَهُ فَيَقُولُ:

حضرت بلال ؓ کا جب بخار اترتا تو بآواز بلند یہ اشعار پڑھتے:

أَلَا لَيْتَ شِعْرِي هَلْ أَبِيتَنَّ لَيْلَةً
بِوَادٍ وَحَوْلِي إِذْخِرٌ وَجَلِيلُ
وَهَلْ أَرِدَنْ يَوْمًا مِيَاهَ مَجَنَّةٍ
وَهَلْ يَبْدُوَنْ لِي شَامَةٌ وَطَفِيلُ

کاش میں ایسی وادی میں رات بسر کرتا کہ میرے چاروں طرف اذخر اور جلیل نامی گھاس ہو۔ کیا میں کسی روز مجنہ کے چشموں تک پہنچوں گا؟ کیا میرے سامنے شامہ اور طفیل نامی پہاڑ ہوں گے؟

قَالَ: قَالَتْ عَائِشَةُ: فَجِئْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ فَأَخْبَرْتُهُ، فَقَالَ: «اللَّهُمَّ حَبِّبْ إِلَيْنَا الْمَدِينَةَ كَحُبِّنَا مَكَّةَ أَوْ أَشَدَّ، وَصَحِّحْهَا، وَبَارِكْ لَنَا فِي

راوی نے کہا کہ حضرت عائشہ ؓ نے فرمایا: پھر میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور آپ کو صورت حال سے آگاہ کیا تو آپ نے ان الفاظ سے دعا فرمائی: ''اے

1 فتح الباري: 164/10.

صَاعِهَا وَمُدِّهَا، وَانْقُلْ حُمَّاهَا فَاجْعَلْهَا بِالْجُحْفَةِ». [راجع: ١٨٨٩]

اللہ! ہمارے دلوں میں مدینہ طیبہ کی محبت پیدا کر دے جیسا کہ ہمیں مکہ مکرمہ محبوب ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ مدینہ طیبہ کی محبت عطا فرما اور اس کی آب و ہوا کو صحت بخش کر دے۔ ہمارے لیے اس کے مد اور صاع میں برکت عطا فرما اور اس کے بخار کو کہیں اور منتقل کر دے، اسے جحفہ نامی گاؤں میں بھیج دے۔''

فوائد و مسائل: ① رسول اللہ ﷺ نے مدینہ طیبہ کے وبائی امراض اور بخار وغیرہ دور کرنے کی اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور آپ ﷺ کی دعا قبول ہوئی۔ مدینہ طیبہ کی آب و ہوا خوشگوار اور عمدہ ہو گئی۔ مقام جحفہ کی آب و ہوا خرابی کے اعتبار سے اب بھی مشہور ہے۔ ② وطن کی محبت انسان کے لیے ایک فطری چیز ہے۔ حضرت بلال ؓ کے اشعار سے اسے بخوبی سمجھا جا سکتا ہے۔ اے اللہ! ہمارے وطن پاکستان کو بھی امن کا گہوارہ بنا دے۔ آمین یا رب العالمین.

طب کا معنی و مفہوم، مشروعیت اور صحت کے بارے میں اہم ہدایات اور ادویات

عربی زبان میں طب کے معنی جسمانی و ذہنی علاج کے ہیں۔ جب انسان کھانے پینے میں بے احتیاطی کی وجہ سے بیمار ہوجاتا ہے تو شریعت اسلامیہ نے علاج معالجے کو مشروع قرار دیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: ''اللہ کے بندو! دوا دارو کیا کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے موت اور بڑھاپے کے علاوہ ہر بیماری کی دوا پیدا کی ہے۔''[1] لہٰذا جب کوئی شخص بیمار ہوجائے تو علاج کروانا سنت ہے۔ ایسا کرنا توکل کے خلاف نہیں۔ جب بیماری کے مطابق مریض کو دوامل جائے تو وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے صحت یاب ہوجاتا ہے جیسا کہ ارشاد نبوی ہے: ''ہر بیماری کی دوا ہے۔ جب بیماری کے موافق دوامل جائے تو اللہ تعالیٰ کی مشیت سے شفا کا باعث بن جاتی ہے۔''[2] انسانی صحت کے حوالے سے مندرجہ ذیل تین اصولوں کو مدنظر رکھنا چاہیے، بطور اشارہ قرآن مجید میں ان کا ذکر ہے: ○ صحت کی حفاظت: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''جو شخص بیمار ہو یا مسافر تو (اس کے لیے) روزوں کی گنتی دوسرے دنوں سے پوری کرنا ہے۔''[3] بیماری میں روزہ رکھنے سے بیماری کے زیادہ ہونے کا اندیشہ ہے، نیز سفر تھکاوٹ اور انسانی صحت کے لیے خطرے کا سبب بن سکتا ہے، اس لیے ان دونوں حالتوں میں روزہ چھوڑنے کی اجازت دی گئی تاکہ انسانی صحت کی حفاظت کو ممکن بنایا جاسکے۔ ○ نقصان دہ چیزوں سے پرہیز: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''تم اپنی جانوں کو ہلاک مت کرو۔''[4] اس آیت کریمہ سے سخت سردی میں تیمم کا جواز ثابت کیا گیا ہے۔ چونکہ سخت سردی میں پانی کا استعمال صحت کے لیے نقصان دہ ہوسکتا ہے، اس لیے تیمم کی اجازت دی گئی ہے۔ ○ فاسد مادوں کا اخراج: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''اگر احرام والے شخص کے سر میں تکلیف ہو تو وہ (سر منڈوا کر) فدیہ دے دے۔''[5] اس آیت کریمہ میں احرام والے شخص کو بوقت تکلیف سر منڈوانے کی اجازت دی گئی ہے تاکہ فاسد مادوں سے نجات حاصل ہوسکے جو اس کی صحت کے لیے نقصان دہ ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے کھانے پینے اور علاج معالجے کے سلسلے میں کچھ ایسے اصولوں کی نشاندہی کی ہے کہ اگر انسان ان پر عمل کرے تو صحت مند و توانا رہے۔ وہ یہ ہیں: ○ انسان کو اپنی کمر سیدھی رکھنے کے لیے چند لقمے ہی کافی ہیں۔ اگر زیادہ

---

1 مسند أحمد: 278/4. 2 صحيح مسلم، الطب، حديث: 5741 (2204). 3 البقرة 185:2. 4 النسآء 29:4. 5 البقرة 196:2.

ہی کھانا ہوتو پیٹ کا ایک حصہ کھانے کے لیے، ایک پینے کے لیے اور ایک حصہ سانس کی آمد ورفت کے لیے رکھ لے۔

○ رسول اللہ ﷺ بعض اوقات دو ایسی چیزیں ملا کر کھاتے جو ایک دوسرے کے لیے ''مصلح'' ہوتیں، چنانچہ حدیث میں ہے: رسول اللہ ﷺ ککڑی اور تازہ کھجور ملا کر کھایا کرتے تھے۔[1]

ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ تربوز اور تازہ کھجور ملا کر کھاتے اور فرماتے: ''ہم اس کھجور کی گرمی کا اس تربوز کی ٹھنڈک سے اور اس کی ٹھنڈک کا اس کی گرمی سے توڑ کرتے ہیں۔''[2] ٹھنڈے پانی میں تازہ گرم گرم دودھ، اسی طرح تازہ گرم گرم دودھ میں ٹھنڈا پانی ملا کر پینا بھی اسی قبیل سے تھا۔ حضرت عائشہ ؓ فن طبابت میں بڑی ماہر تھیں۔[3] حضرت عائشہ ؓ دبلی پتلی تھیں۔ انھوں نے اپنا دبلا پن دور کرنے کے لیے تازہ کھجوروں کے ساتھ ککڑی کھانا شروع کی تو انتہائی مناسب انداز میں فربہ ہوگئیں۔[4] رسول اللہ ﷺ نے چند ایسی ادویات کی نشاندہی بھی کی ہے جو بہت سی بیماریوں کا علاج ہیں، البتہ ان کے استعمال کے لیے مریض کی طبعی حالت کو مدنظر رکھنا انتہائی ضروری ہے۔ ان میں ایک تو شہد ہے جس کے شفا ہونے کی قرآن کریم نے بھی گواہی دی ہے۔[5] دوسرے کلونجی جسے رسول اللہ ﷺ نے موت کے علاوہ ہر بیماری کے لیے شفا کہا ہے۔[6] تیسرے زمزم کا پانی ہے جس کے متعلق ارشاد نبوی ہے: ''اسے جس مقصد اور نیت سے پیا جائے یہ اسی کے لیے مؤثر ہو جاتا ہے۔''[7] پھر علاج دو طرح سے کیا جاتا ہے: جڑی بوٹیوں کے ذریعے سے اور دم جھاڑے کے ساتھ۔ امام بخاری ؒ نے اس عنوان کے تحت دونوں قسم کے علاج پر مشتمل احادیث کا انتخاب کیا ہے۔ انھوں نے اس سلسلے میں ایک سو اٹھارہ (118) مرفوع احادیث پیش کی ہیں۔ اٹھارہ (18) معلق اور باقی سو (100) احادیث متصل سند سے ذکر کی ہیں، پھر ان میں پچاسی (85) مکرر اور تینتیس (33) خالص ہیں۔ مرفوع احادیث کے علاوہ انھوں نے مختلف صحابۂ کرام ؓ اور تابعین سے مروی سولہ (16) آثار بھی پیش کیے ہیں۔ ان تمام احادیث و آثار پر انھوں نے چھوٹے چھوٹے اٹھاون (58) عنوان قائم کیے ہیں۔ واضح رہے کہ علاج و معالجہ کے سلسلے میں رسول اللہ ﷺ نے جن حقائق کی نشاندہی کی تھی آج طب جدید اس کی تائید کر رہی ہے۔ ہمیں چاہیے کہ ان حقائق کو مغربی تائید کے بغیر ہی تسلیم کریں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ طب نبوی کے مطابق اپنی بیماریوں کا علاج کرنے کی توفیق دے اور ہمیں صحت و سلامتی سے ہمکنار کرے تاکہ ہم اس کے دین حنیف کی زیادہ سے زیادہ خدمت کر سکیں۔ آمین یا رب العالمین.

---

[1] صحيح البخاري، الأطعمة، حديث: 5447. [2] سنن أبي داود، الأطعمه، حديث: 3836. [3] مسند أحمد: 67/6. [4] سنن ابن ماجه، الأطعمه، حديث: 3324. [5] النحل 69:16. [6] صحيح البخاري، الطب، حديث: 5688. [7] سنن ابن ماجه، المناسك، حديث: 3062.

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

76 - كِتَابُ الطِّبِّ

علاج معالجے کا بیان

(١) بَابٌ: مَا أَنْزَلَ اللهُ دَاءً إِلَّا أَنْزَلَ لَهُ شِفَاءً

باب: 1- اللہ تعالیٰ نے جو بیماری نازل کی اس کے لیے شفا بھی نازل کی

وضاحت: نازل کرنے سے مراد اللہ تعالیٰ کی تقدیر ہے کہ بیماری اور شفا دونوں اللہ تعالیٰ کی تقدیر میں سے ہیں اور اس نے انھیں پیدا کیا ہے اور جب کوئی دوا، بیماری کے مطابق ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ کے اذن سے شفا ہو جاتی ہے لیکن بڑھاپے اور موت کا کوئی علاج نہیں جیسا کہ آئندہ بیان ہوگا۔

٥٦٧٨ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى: حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ الزُّبَيْرِيُّ: حَدَّثَنَا [عُمَرُ] بْنُ سَعِيدِ بْنِ أَبِي حُسَيْنٍ [قَالَ]: حَدَّثَنَا عَطَاءُ بْنُ أَبِي رَبَاحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «مَا أَنْزَلَ اللهُ دَاءً إِلَّا أَنْزَلَ لَهُ شِفَاءً».

[5678] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ نے کوئی ایسی بیماری نہیں اتاری جس کی دوا نہ اتاری ہو۔“

فوائد و مسائل: ① ایک روایت میں ہے کہ تم بیماری کا علاج کرو لیکن حرام چیزوں سے دوا نہ کرو۔[1] دراصل امام بخاری رحمہ اللہ ان صوفیوں کی تردید کرنا چاہتے ہیں جن کا موقف ہے کہ انسان اس وقت درجۂ ولایت پر پہنچتا ہے جب اسے بیماری لاحق ہو تو اس کا علاج نہ کرے بلکہ اس بیماری پر خود کو راضی رکھے، حالانکہ علاج کرنا سنت ہے جیسا کہ مذکور حدیث میں صراحت ہے لیکن اس سلسلے میں حرام چیزیں علاج کے لیے استعمال نہ کی جائیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ بعض اوقات مریض دوائی کے استعمال سے صحت یاب نہیں ہوتا اس کی وجہ وہاں بیماری کی صحیح تشخیص اور صحیح تجویز، نیز دوا کا فقدان ہوتا ہے جیسا کہ ایک حدیث میں ہے

---

[1] سنن أبي داود، الطب، حديث: 3874.

کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہر مرض کی دوا ہے۔ جب کوئی دوا، بیماری کے نشانے پر بیٹھ جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے مریض تندرست ہو جاتا ہے۔''[1] البتہ جب موت قریب آ جائے یا بڑھاپا دستک دینے لگے تو اس کا کوئی علاج نہیں ہوتا۔ واللہ أعلم.

(٢) بَابٌ: هَلْ يُدَاوِي الرَّجُلُ الْمَرْأَةَ وَالْمَرْأَةُ الرَّجُلَ؟

باب: 2- کیا مرد، عورت ایک دوسرے کا علاج کر سکتے ہیں؟

وضاحت: اگر دونوں ایک دوسرے کے محرم ہیں تو کوئی اشکال نہیں۔ اگر اجنبی ہیں تو بوقت ضرورت پردے کی پابندی کرتے ہوئے علاج کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

٥٦٧٩ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ: حَدَّثَنَا بِشْرُ ابْنُ الْمُفَضَّلِ عَنْ خَالِدِ بْنِ ذَكْوَانَ، عَنْ رُبَيِّعَ بِنْتِ مُعَوِّذٍ ابْنِ عَفْرَاءَ قَالَتْ: كُنَّا نَغْزُو مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ نَسْقِي الْقَوْمَ وَنَخْدُمُهُمْ، وَنَرُدُّ الْقَتْلَى وَالْجَرْحَى إِلَى الْمَدِينَةِ. [راجع: ٢٨٨٢]

[5679] حضرت ربیع بنت معوذ بن عفراء ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ غزوات میں شریک ہوا کرتی تھیں۔ ہم مجاہدین کو پانی پلاتیں، ان کی خدمت بجا لاتیں، نیز مقتولین اور زخمیوں کو مدینہ طیبہ لایا کرتی تھیں۔

فوائد ومسائل: ① اس روایت میں علاج کرنے کا کوئی ذکر نہیں ہے لیکن امام بخاری ؒ نے حسب عادت اس روایت کی طرف اشارہ کیا ہے جس میں علاج معالجے کی صراحت ہے، چنانچہ فرماتی ہیں کہ ہم زخمیوں کی مرہم پٹی بھی کرتی تھیں۔[2] ② کتاب الجہاد میں امام بخاری ؒ نے اس حدیث پر ان الفاظ میں عنوان قائم کیا ہے: [بَابُ مُدَاوَاةِ النِّسَاءِ الْجَرْحَى فِي الْغَزْوِ] ''جنگی مہم کے دوران میں عورتوں کا زخمیوں کی مرہم پٹی کرنا۔'' (باب: 67) نیز اس حدیث میں ہے: عورتیں، مردوں کا علاج کر سکتی ہیں۔ عنوان کے دوسرے جز کو امام بخاری ؒ نے اس پر قیاس کرتے ہوئے ثابت کیا ہے کہ جب عورتیں، مردوں کا علاج کر سکتی ہیں تو مرد حضرات بھی عورتوں کا علاج معالجہ کر سکتے ہیں لیکن اس میں دیکھنے اور ہاتھ لگانے کو صرف ضرورت تک محدود رکھا جائے۔

(٣) بَابٌ: الشِّفَاءُ فِي ثَلَاثٍ

باب: 3- شفا تین چیزوں میں ہے

٥٦٨٠ - حَدَّثَنِي الْحُسَيْنُ: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ: حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ شُجَاعٍ: حَدَّثَنَا سَالِمٌ الْأَفْطَسُ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

[5680] حضرت ابن عباس ؓ سے روایت ہے، انھوں نے مرفوعاً بیان کیا ہے: ''شفا تین چیزوں میں ہے: شہد پینے، سینگی لگوانے اور آگ سے داغنے میں۔ لیکن میں اپنی امت

[1] صحيح مسلم، السلام، حديث: 5741 (2204). [2] صحيح البخاري، الجهاد والسير، حديث: 2882.

رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: «الشِّفَاءُ فِي ثَلَاثٍ: شَرْبَةِ عَسَلٍ، وَشَرْطَةِ مِحْجَمٍ، وَكَيَّةِ نَارٍ، وَأَنْهَى أُمَّتِي عَنِ الْكَيِّ». رَفَعَ الْحَدِيثَ.

کو داغنے سے منع کرتا ہوں۔"

وَرَوَاهُ الْقُمِّيُّ عَنْ لَيْثٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ فِي الْعَسَلِ وَالْحَجْمِ. [انظر: ٥٦٨١]

اس حدیث کو قمی نے لیث سے روایت کیا، انھوں نے مجاہد سے، انھوں نے حضرت ابن عباس ؓ سے اور انھوں نے نبی ﷺ سے صرف شہد پینے اور سینگی لگوانے کے بارے میں بیان کیا ہے۔

٥٦٨١ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ: أَخْبَرَنَا سُرَيْجُ بْنُ يُونُسَ أَبُو الْحَارِثِ: حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ شُجَاعٍ عَنْ سَالِمٍ الْأَفْطَسِ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «الشِّفَاءُ فِي ثَلَاثَةٍ: فِي شَرْطَةِ مِحْجَمٍ، أَوْ شَرْبَةِ عَسَلٍ، أَوْ كَيَّةٍ بِنَارٍ، وَأَنْهَى أُمَّتِي عَنِ الْكَيِّ». [راجع: ٥٦٨٠]

[5681] حضرت ابن عباس ؓ ہی سے روایت ہے، وہ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: "شفا تین چیزوں میں ہے: پچھنے لگوانے، شہد پینے اور آگ سے داغنے میں، لیکن میں اپنی امت کو داغنے سے منع کرتا ہوں۔"

فوائد ومسائل: ① شفا کا حصول دوسری چیزوں سے بھی ممکن ہے لیکن رسول اللہ ﷺ نے بطور خاص تین چیزوں کا ذکر کر کے اصول علاج کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ جو خونی امراض ہیں وہ تو اخراج خون سے درست ہو سکتی ہیں۔ اس کے لیے سینگی لگوانا مفید ہے۔ فصد کے ذریعے سے بھی خون نکالا جا سکتا ہے لیکن عربوں میں اس کا عام رواج نہیں تھا۔ صفراوی امراض کا علاج شہد سے ممکن ہے کہ شہد مُسہل ہے۔ اس سے صفراوی مادہ خارج ہو جاتا ہے۔ اگر کسی طریقے سے فضول مواد خارج نہ ہو تو وہاں آگ سے داغنا مفید ہے لیکن رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے کیونکہ اس میں مریض کو بہت تکلیف ہوتی ہے۔ حقیقت میں داغ دینا ایک آخری علاج ہے، جب کوئی دوا اثر نہ کرتی ہو تو اسے استعمال میں لایا جا سکتا ہے۔[1] ② جب تک ممکن ہو ہلکے پھلکے انداز سے علاج کرنا چاہیے، یعنی پہلے غذا سے، پھر ادویات سے، اس کے بعد سینگی لگوانے سے، اس کے بعد رگ کاٹنے سے، آخر میں داغ دینے سے، بہر حال داغ دینا بھی علاج کا طریقہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت سعد بن معاذ ؓ کو داغ دیا تھا لیکن یہ اس صورت میں ہے جب کوئی دوسرا طریقہ کارگر نہ ہو۔

1 فتح الباري: 172/10.

(٤) بَابُ الدَّوَاءِ بِالْعَسَلِ

باب:4-شہد سے علاج کرنا

وَقَوْلِ اللهِ تَعَالَى: ﴿فِيهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ﴾ [النحل: ٦٩]

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”اس (شہد) میں لوگوں کے لیے شفا ہے۔“

وضاحت: شہد عمدہ غذا بھی ہے اور بہترین دوا بھی، بلغم کی وجہ سے سینے کے درد کے لیے بہت مفید ہے۔ اگر اسے سرکے میں حل کر کے استعمال کیا جائے تو صفراوی مادے کو تحلیل کرتا ہے۔ سینے اور جگر کو صاف کرنے میں نہایت مفید ہے۔ اس کے استعمال سے پیشاب اور حیض کھل کر آتا ہے۔ والله أعلم.

٥٦٨٢ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ: حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ: أَخْبَرَنِي هِشَامٌ عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُعْجِبُهُ الْحَلْوَاءُ وَالْعَسَلُ. [راجع: ٤٩١٢]

[5682] حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا کہ نبی ﷺ کو میٹھی چیز اور شہد پسند تھا۔

فوائد ومسائل: ① میٹھی چیز سے انسانوں کی بنائی ہوئی مٹھائی اور قدرتی میٹھی چیزیں دونوں مراد ہیں۔ پسند ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ایسی چیزیں جب آپ ﷺ کو پیش کی جاتیں تو رغبت اور شوق سے تناول فرماتے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس قسم کی میٹھی چیز خصوصی طور پر تیار کراتے تھے، پھر شہد ایک قدرتی ٹانک ہے جو غذا اور دوا دونوں کے لیے کارآمد ہے۔ اس میں خودساختہ مٹھاس کے مضر اثرات نہیں ہوتے۔ ② امام بخاری ؒ نے اس حدیث سے عنوان اس طرح ثابت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو شہد کا پسند ہونا عام ہے جو غذا اور دوا دونوں کو شامل ہے۔ علامہ عینی نے لکھا ہے کہ حضرت ابن عمر ؓ کو پھنسیاں نکل آئیں تو وہ ان پر شہد ملتے اور یہ آیت پڑھتے تھے جو عنوان میں درج ہے۔[1]

٥٦٨٣ - حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ ابْنُ الْغَسِيلِ عَنْ عَاصِمِ بْنِ عُمَرَ بْنِ قَتَادَةَ قَالَ: سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ: «إِنْ كَانَ فِي شَيْءٍ مِنْ أَدْوِيَتِكُمْ - أَوْ يَكُونُ فِي شَيْءٍ مِنْ أَدْوِيَتِكُمْ - خَيْرٌ فَفِي شَرْطَةِ مِحْجَمٍ، أَوْ شَرْبَةِ عَسَلٍ، أَوْ لَذْعَةٍ بِنَارٍ تُوَافِقُ الدَّاءَ، وَمَا أُحِبُّ

[5683] حضرت جابر بن عبداللہ ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ”اگر تمھاری دواؤں میں سے کسی چیز میں شفا ہے تو وہ پچھنے لگوانے، شہد پینے اور داغ دینے میں ہے جبکہ بیماری کے موافق ہو، لیکن میں آگ سے داغ دینے کو پسند نہیں کرتا۔“

① عمدة القاري: 672/14.

أَنْ أَكْتَوِيَ». [انظر: ٥٦٩٧، ٥٧٠٢، ٥٧٠٤]

فوائدومسائل: ① دوا کے موافق ہونے میں یہ اشارہ ہے کہ آگ سے داغنا بھی اس وقت مشروع ہے جب وہ مرض کے موافق ہو، لہٰذا اسے بھی تحقیق کے بعد لگوانا چاہیے۔ ② رسول اللہ ﷺ داغنے کو پسند نہیں کرتے تھے، اس میں یہ اشارہ ہے کہ داغنے کا علاج اس وقت کیا جائے جب اس کے بغیر کوئی دوا مؤثر نہ ہو اور دوسری کسی بھی دوا سے آرام نہ آتا ہو کیونکہ آگ سے داغ دینے میں مریض کو بہت تکلیف ہوتی ہے۔ ③ رسول اللہ ﷺ نے شہد پینے کو شفا قرار دیا ہے، عنوان سے یہی الفاظ مطابقت رکھتے ہیں۔ واللہ أعلم.

٥٦٨٤ - حَدَّثَنَا [عَيَّاشُ] بْنُ الْوَلِيدِ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى: حَدَّثَنَا سَعِيدٌ عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَبِي الْمُتَوَكِّلِ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ: أَنَّ رَجُلًا أَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ: أَخِي يَشْتَكِي بَطْنَهُ، فَقَالَ: «اسْقِهِ عَسَلًا»، ثُمَّ أَتَاهُ الثَّانِيَةَ، فَقَالَ: «اسْقِهِ عَسَلًا»، ثُمَّ أَتَاهُ الثَّالِثَةَ فَقَالَ: «اسْقِهِ عَسَلًا»، ثُمَّ أَتَاهُ فَقَالَ: فَعَلْتُ، فَقَالَ: «صَدَقَ اللهُ، وَكَذَبَ بَطْنُ أَخِيكَ، اسْقِهِ عَسَلًا»، فَسَقَاهُ فَبَرَأَ. [انظر: ٥٧١٦]

[5684] حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ میرے بھائی کا پیٹ خراب ہے۔ آپ نے فرمایا: ''اسے شہد پلاؤ۔'' پھر وہ دوبارہ آیا، آپ نے فرمایا: ''اسے شہد پلاؤ۔'' پھر وہ تیسری مرتبہ آیا تو آپ نے پھر اسے شہد پلانے کا حکم دیا۔ وہ پھر آیا اور کہا کہ میں نے تو اسے شہد پلایا ہے۔ آپ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے، البتہ تیرے بھائی کا پیٹ خطا کار ہے، اسے پھر شہد پلاؤ۔'' چنانچہ اس نے شہد پلایا تو وہ تندرست ہو گیا۔

فوائدومسائل: ① ایک روایت میں صراحت ہے کہ مریض کا معدہ خراب ہونے کی وجہ سے اسے اسہال کا عارضہ تھا تو رسول اللہ ﷺ نے اس کے لیے شہد تجویز فرمایا۔[1] ② بعض ملحدین نے اس حدیث پر اعتراض کیا ہے کہ شہد تو خود اسہال لاتا ہے وہ صاحب اسہال کو کیا شفا دے گا لیکن یہ اعتراض ان کی جہالت پر مبنی ہے کیونکہ طریقۂ علاج دو طرح سے ہوتا ہے: ایک یہ ہے کہ بیماری کے موافق دوا دی جائے، اسے علاج بالموافق کہا جاتا ہے، مثلاً: کسی کو بخار ہے تو اسے بخار لانے والی دوا دی جاتی ہے۔ اس قسم کی دوا پہلے مرض کو بڑھاتی ہے پھر افاقہ ہو جاتا ہے۔ ہومیو پیتھک ادویات میں یہی اصول ہوتا ہے۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ بیماری کے مخالف دوا دی جاتی ہے جو بیماری کے جراثیم ختم کرنے والی ہوتی ہے۔ اسے علاج بالضد کہا جاتا ہے۔ طب یونانی میں یہی اصول ہوتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے پہلے طریقۂ علاج کے مطابق مریض کے لیے شہد تجویز کیا تاکہ فاسد مادہ اچھی طرح خارج ہو جائے، چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ فاسد مادہ خارج ہونے کے بعد وہ مریض تندرست ہو گیا۔ واللہ أعلم. ③ بہرحال امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث سے ثابت کیا ہے کہ شہد سے علاج کرنا شریعت میں جائز ہے، خواہ خالص شہد دیا جائے یا کسی چیز میں

[1] صحیح مسلم، السلام، حدیث: 5770 (2217).

ملا کر استعمال کرایا جائے۔

(٥) بَابُ الدَّوَاءِ بِأَلْبَانِ الْإِبِلِ

باب:5- اونٹنی کے دودھ سے علاج کرنا

٥٦٨٥ - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ: حَدَّثَنَا سَلَّامُ بْنُ مِسْكِينٍ: حَدَّثَنَا ثَابِتٌ عَنْ أَنَسٍ: أَنَّ نَاسًا كَانَ بِهِمْ سَقَمٌ، قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ، آوِنَا وَأَطْعِمْنَا، فَلَمَّا صَحُّوا قَالُوا: إِنَّ الْمَدِينَةَ وَخِمَةٌ، فَأَنْزَلَهُمُ الْحَرَّةَ فِي ذَوْدٍ لَهُ، فَقَالَ: «اشْرَبُوا مِنْ أَلْبَانِهَا»، فَلَمَّا صَحُّوا قَتَلُوا رَاعِيَ النَّبِيِّ ﷺ وَاسْتَاقُوا ذَوْدَهُ، فَبَعَثَ فِي آثَارِهِمْ فَقَطَعَ أَيْدِيَهُمْ وَأَرْجُلَهُمْ وَسَمَرَ أَعْيُنَهُمْ، فَرَأَيْتُ الرَّجُلَ مِنْهُمْ يَكْدِمُ الْأَرْضَ بِلِسَانِهِ حَتَّى يَمُوتَ. [راجع: ٢٣٣]

[5685] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کچھ لوگ بیمار تھے انھوں نے عرض کی: اللہ کے رسول! ہمیں قیام کے لیے جگہ دے دیں اور ہمارے کھانے کا بندوبست فرما دیں۔ پھر جب وہ تندرست ہوگئے تو انھوں نے کہا کہ مدینہ طیبہ کی آب و ہوا خراب ہے جو ہمارے موافق نہیں تو آپ نے مقام حرہ میں اونٹوں کے ساتھ ان کے قیام کا بندوبست کر دیا اور فرمایا: ''اونٹنیوں کا دودھ پیو۔'' جب وہ تندرست ہوگئے تو انھوں نے نبی ﷺ کے چرواہے کو قتل کر دیا اور آپ کے اونٹ ہانک کر لے گئے۔ آپ ﷺ نے ان کے پیچھے آدمی بھیجے تو وہ انھیں پکڑ لائے۔ آپ نے ان کے ہاتھ اور پاؤں کاٹ ڈالے اور ان کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھیریں۔ میں نے ان میں سے ایک آدمی کو دیکھا وہ اپنی زبان سے زمین چاٹتا تھا اور وہ اسی حالت میں مر گیا۔

قَالَ سَلَّامٌ: فَبَلَغَنِي أَنَّ الْحَجَّاجَ قَالَ لِأَنَسٍ: حَدِّثْنِي بِأَشَدِّ عُقُوبَةٍ عَاقَبَهُ النَّبِيُّ ﷺ، فَحَدَّثَهُ بِهَذَا، فَبَلَغَ الْحَسَنَ فَقَالَ: وَدِدْتُ أَنَّهُ لَمْ يُحَدِّثْهُ.

(راویٔ حدیث) سلام نے کہا: مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ حجاج نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے کہا: تم مجھ سے سخت ترین سزا بیان کرو جو نبی ﷺ نے کسی کو دی ہو تو انھوں نے یہی واقعہ بیان کیا۔ یہ بات حسن بصری تک پہنچی تو انھوں نے کہا: کاش! وہ یہ حدیث اس (حجاج) سے بیان نہ کرتے۔

فوائد و مسائل: ① کہتے ہیں کہ حجاج بن یوسف بہت ظالم تھا۔ وہ ظلم کرنے میں تھوڑا سا سہارا لے کر سخت سے سخت ظلم کرتا تھا۔ ② حلال جانور کے دودھ میں شفا ہے۔ اگر کسی کا پیٹ بڑھ جائے تو اطباء علاج کے لیے اونٹنی کا دودھ تجویز کرتے ہیں۔ اس کے استعمال سے فاسد مواد خارج ہو کر پیٹ اپنے اعتدال پر آجاتا ہے۔ ان بدبختوں کو بھی یہی عارضہ تھا۔ مدینہ طیبہ میں رہتے ہوئے ان کے پیٹ بڑھ گئے تھے تو رسول اللہ ﷺ نے انھیں اونٹوں کے باڑے میں بھیج دیا اور انھیں اونٹنیوں کا دودھ پینے کی تلقین کی، چنانچہ جب وہ صحت مند ہوگئے تو چرواہے کو موت کے گھاٹ اتار کر اس کا مُثلہ کیا، پھر اونٹ ہانک کر لے گئے۔

رسول اللہ ﷺ نے ان کے لیے وہی سزا تجویز کی جو انھوں نے سرکاری چرواہے کے لیے روا رکھی تھی۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث سے ثابت کیا ہے کہ اونٹنیوں کا دودھ بطور دوا استعمال کیا جاسکتا ہے۔

(٦) بَابُ الدَّوَاءِ بِأَبْوَالِ الْإِبِلِ

باب:6- اونٹوں کے پیشاب سے علاج کرنا

٥٦٨٦ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ: حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ نَاسًا اجْتَوَوْا فِي الْمَدِينَةِ، فَأَمَرَهُمُ النَّبِيُّ ﷺ أَنْ يَلْحَقُوا بِرَاعِيهِ، يَعْنِي الْإِبِلَ، فَيَشْرَبُوا مِنْ أَلْبَانِهَا وَأَبْوَالِهَا، فَلَحِقُوا بِرَاعِيهِ، فَشَرِبُوا مِنْ أَلْبَانِهَا وَأَبْوَالِهَا حَتَّى صَلَحَتْ أَبْدَانُهُمْ، فَقَتَلُوا الرَّاعِيَ وَسَاقُوا الْإِبِلَ، فَبَلَغَ النَّبِيَّ ﷺ فَبَعَثَ فِي طَلَبِهِمْ فَجِيءَ بِهِمْ فَقَطَعَ أَيْدِيَهُمْ وَأَرْجُلَهُمْ وَسَمَرَ أَعْيُنَهُمْ.

[5686] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مدینہ میں چند لوگوں نے (مدینہ طیبہ کی) آب و ہوا کو ناموافق پایا تو نبی ﷺ نے ان سے فرمایا: ''وہ آپ کے چرواہے کے پاس چلے جائیں'' یعنی اونٹنیوں کے باڑے میں قیام رکھیں، وہاں ان کا دودھ نوش کریں اور ان کا پیشاب بھی پئیں، چنانچہ وہ لوگ آپ کے چرواہے کے پاس چلے گئے اور انھوں نے وہاں اونٹوں کا دودھ اور پیشاب پیا۔ جب ان کے جسم صحت مند ہوگئے تو انھوں نے چرواہے کو قتل کر دیا اور اونٹ ہانک کر لے گئے۔ نبی ﷺ کو اس کی اطلاع ہوئی تو آپ نے ان کے تعاقب میں آدمی بھیجے، جب انھیں پکڑ کر لایا گیا تو آپ کے حکم سے ان کے ہاتھ اور پاؤں کاٹ دیے گئے اور ان کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھیری گئیں۔

قَالَ قَتَادَةُ: فَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ سِيرِينَ: أَنَّ ذٰلِكَ كَانَ قَبْلَ أَنْ تَنْزِلَ الْحُدُودُ. [راجع: ٢٣٣]

قتادہ نے کہا: مجھ سے محمد بن سیرین نے بیان کیا: یہ حدود کے نازل ہونے سے پہلے کا واقعہ ہے۔

فوائد ومسائل: ① یہ لوگ اصل میں ڈاکو اور راہزن تھے، اگر چہ مدینہ طیبہ میں آ کر بظاہر اسلام قبول کر لیا تھا لیکن اصل خصلت میں کوئی انقلاب نہ آیا۔ موقع پاتے ہی انھوں نے چرواہے کو قتل کیا اور اونٹ لے گئے، پھر انھیں وہی سزا دی گئی جو حدیث میں مذکور ہے۔ ② امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث سے ثابت کیا ہے کہ اونٹوں کا پیشاب بطور دوا استعمال کیا جاسکتا ہے۔

(٧) بَابُ الْحَبَّةِ السَّوْدَاءِ

باب:7- کلونجی کا بیان

٥٦٨٧ - حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ: حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ

[5687] حضرت خالد بن سعد سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ ہم ایک سفر میں نکلے۔ ہمارے ساتھ حضرت غالب

خَالِدِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ: خَرَجْنَا وَمَعَنَا غَالِبُ بْنُ أَبْجَرَ فَمَرِضَ فِي الطَّرِيقِ، فَقَدِمْنَا الْمَدِينَةَ وَهُوَ مَرِيضٌ، فَعَادَهُ ابْنُ أَبِي عَتِيقٍ فَقَالَ لَنَا: عَلَيْكُمْ بِهٰذِهِ الْحُبَيْبَةِ السُّوَيْدَاءِ، فَخُذُوا مِنْهَا خَمْسًا أَوْ سَبْعًا فَاسْحَقُوهَا، ثُمَّ اقْطُرُوهَا فِي أَنْفِهِ بِقَطَرَاتِ زَيْتٍ فِي هٰذَا الْجَانِبِ وَفِي هٰذَا الْجَانِبِ، فَإِنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا حَدَّثَتْنِي أَنَّهَا سَمِعَتِ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ: «إِنَّ هٰذِهِ الْحَبَّةَ السَّوْدَاءَ شِفَاءٌ مِنْ كُلِّ دَاءٍ، إِلَّا مِنَ السَّامِ»، قُلْتُ: وَمَا السَّامُ؟ قَالَ: الْمَوْتُ.

بن ابجر ﷺ بھی تھے، وہ راستے میں بیمار ہوگئے۔ ہم مدینہ طیبہ پہنچے تو اس وقت بھی وہ بیمار ہی تھے۔ حضرت ابن ابی عتیق ان کی عیادت کے لیے تشریف لائے تو انھوں نے کہا: انھیں کلونجی استعمال کراؤ۔ اس کے پانچ یا سات دانے پیس لو، پھر زیتون کے تیل میں ملا کر چند قطرے ناک کی اس جانب اور چند قطرے ناک کی دوسری جانب ٹپکاؤ۔ میں نے حضرت عائشہ ﷺ سے سنا ہے، وہ رسول اللہ ﷺ سے بیان کرتی تھیں کہ آپ نے فرمایا: ''بلاشبہ کلونجی میں سام کے علاوہ ہر مرض کی شفا ہے۔'' میں نے پوچھا: سام کیا ہے؟ انھوں نے فرمایا: موت۔

٥٦٨٨ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ وَسَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَخْبَرَهُمَا أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «فِي الْحَبَّةِ السَّوْدَاءِ شِفَاءٌ مِنْ كُلِّ دَاءٍ إِلَّا السَّامَ».

[5688] حضرت ابو ہریرہ ﷺ سے روایت ہے، انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ فرما رہے تھے: ''کلونجی میں ہر بیماری سے شفا ہے سوائے سام کے۔''

قَالَ ابْنُ شِهَابٍ: وَالسَّامُ: الْمَوْتُ. وَالْحَبَّةُ السَّوْدَاءُ: الشُّونِيزُ.

ابن شہاب نے کہا: سام، موت کو کہتے ہیں اور حبہ سوداء کلونجی کا نام ہے۔

فائدہ: موت کا وقت مقرر ہے، وہ آ کر رہتی ہے، خواہ کتنی ہی دوا استعمال کر لی جائے۔ اس کا دنیا میں کوئی علاج نہیں ہے۔ کلونجی اپنے عموم کے اعتبار سے ہر بیماری کا علاج ہے، اگرچہ کچھ حضرات کا خیال ہے کہ اس عموم سے خصوص مراد ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ ایک جڑی بوٹی میں تمام خصوصیات جمع نہیں ہوسکتیں جو علاج میں تمام بیماریوں کے لیے شفا کا باعث ہو، لیکن ہمارا تجربہ ہے کہ یہ اپنے عموم پر ہے اور ہر مرض کے لیے اس میں شفا ہے۔ ہم اسے ہر بیماری کے لیے استعمال کرتے ہیں، ابھی تک ہمیں اس میں ناکامی نہیں ہوئی۔ اگر اس کے ساتھ شہد ملا لیا جائے تو سونے پر سہاگا ہے۔ چند سال قبل دارالسلام نے شہد میں کلونجی ملا کر ایک مرکب تیار کیا تھا جو بہت فائدہ مند اور کامیاب تھا۔ اگر پانی کے ساتھ رات سوتے وقت اس کے چند دانے استعمال کر لیے جائیں تو ان شاء اللہ ہر بیماری سے شفا ہوگی۔ اسے مفرد اور مرکب دونوں طرح استعمال کیا جاسکتا ہے۔ حافظ

ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ شاید حضرت غالب بن ابجر رضی اللہ عنہ زکام میں مبتلا تھے، اس لیے ابن ابی عتیق نے دوا کو ناک میں ٹپکانے کی تجویز دی۔[1]

(٨) بَابُ التَّلْبِينَةِ لِلْمَرِيضِ

باب: 8- مریض کے لیے حریرہ بنانا

وضاحت: تلبینہ لبن سے ہے۔ یہ ایک پتلا اور نرم سا کھانا ہے جو آٹے یا چھان سے بنایا جاتا ہے۔ بعض اوقات اس میں شہد ڈالتے ہیں۔ سفید اور پتلا ہونے کی وجہ سے اسے دودھ سے تشبیہ دی جاتی ہے۔

٥٦٨٩ - حَدَّثَنَا حِبَّانُ بْنُ مُوسَى: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ: أَخْبَرَنَا يُونُسُ بْنُ يَزِيدَ عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَنَّهَا كَانَتْ تَأْمُرُ بِالتَّلْبِينِ لِلْمَرِيضِ وَلِلْمَحْزُونِ عَلَى الْهَالِكِ، وَكَانَتْ تَقُولُ: إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «إِنَّ التَّلْبِينَةَ تُجِمُّ فُؤَادَ الْمَرِيضِ، وَتَذْهَبُ بِبَعْضِ الْحُزْنِ».

[راجع: ٥٤١٧]

[5689] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ مریض اور میت کے سوگواروں کے لیے تلبینہ بنانے کا حکم دیتی تھیں اور فرماتی تھیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے، آپ نے فرمایا: ''تلبینہ مریض کے دل کو سکون پہنچاتا اور کچھ غم کو دور کر دیتا ہے۔''

فوائد و مسائل: ① ایک حدیث میں ہے کہ جب گھر میں کوئی بیمار ہوتا تو رسول اللہ ﷺ تلبینہ تیار کرنے کا حکم دیتے اور فرماتے: ''اس سے غمزدہ انسان کے دل کو سہارا ملتا ہے اور یہ بیمار کے دل سے رنج کو اس طرح دور کرتا ہے جس طرح کوئی عورت پانی سے اپنے چہرے کا گرد و غبار دور کرتی ہے۔''[2] ② بہر حال اس کے بہت فوائد ہیں۔ احادیث میں اس کے استعمال کی بہت ترغیب دی گئی ہے۔

٥٦٩٠ - حَدَّثَنَا فَرْوَةُ بْنُ أَبِي الْمَغْرَاءِ: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ: أَنَّهَا كَانَتْ تَأْمُرُ بِالتَّلْبِينَةِ وَتَقُولُ: هُوَ الْبَغِيضُ النَّافِعُ. [راجع: ٥٤١٧]

[5690] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ تلبینہ تیار کرنے کا حکم دیتی تھیں اور فرماتی تھیں کہ اگرچہ یہ کھانے میں پسندیدہ نہیں ہوتا لیکن وہ فائدہ مند ضرور ہے۔

فوائد و مسائل: ① ایک روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: تم ناپسندیدہ اور مفید چیز تلبینہ کو اپناؤ کیونکہ رسول اللہ

---

1. فتح الباري: 179/10. 2 جامع الترمذي، الطب، حديث: 3445.

ﷺ کے گھر میں جب کوئی بیمار ہو جاتا تو تلبینہ کی ہنڈیا آگ پر چڑھی رہتی حتی کہ مریض کا معاملہ ایک طرف لگ جاتا، یعنی وہ شفایاب ہو جاتا یا وہ اللہ کو پیارا ہو جاتا۔[1] ② حساء اور تلبینہ دونوں ایک ہیں۔ یہ زود ہضم ہوتا ہے اور اس کے استعمال کرنے کے بعد عموماً نیند آجاتی ہے۔ واللہ أعلم.

(٩) بَابُ السَّعُوطِ

باب: 9- ناک میں دوا ڈالنا

وضاحت: ناک میں دوا ڈالنے کے دو طریقے ہیں: ایک یہ ہے کہ دوا کو پانی یا تیل میں ملا کر ناک میں قطرے ٹپکاتے جائیں، دوسرا یہ ہے کہ دوا بطور نسوار لی جائے، چھینک آنے کے بعد بیماری خارج ہو جاتی ہے اور مریض کو سکون مل جاتا ہے۔

٥٦٩١ - حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ: حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ عَنِ ابْنِ طَاوُسٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: احْتَجَمَ، وَأَعْطَى الْحَجَّامَ أَجْرَهُ، وَاسْتَعَطَ. [راجع: ١٨٣٥]

[5691] حضرت ابن عباس ؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے پچھنے لگوائے اور لگانے والے حجام کو اس کی اجرت دی اور اپنے دست مبارک سے ناک میں دوائی ڈالی۔

فائدہ: ناک میں دوائی ڈالنے کا طریقہ یہ ہے کہ مریض کو سیدھے منہ لٹایا جائے پھر اس کے کندھوں کے نیچے کوئی چیز رکھ دی جائے تاکہ اس کا سر نیچے کی طرف جھکا رہے، پھر تیل یا پانی میں دوائی ملا کر اس کی ناک میں چند قطرے ڈالے جائیں یا صرف دوائی بطور نسوار لی جائے تاکہ دوا سے چھینکیں آئیں اور بیماری ناک کے ذریعے سے خارج ہو جائے۔[2]

(١٠) بَابُ السَّعُوطِ بِالْقُسْطِ الْهِنْدِيِّ وَالْبَحْرِيِّ

باب: 10- قسط ہندی یا قسط بحری سے سعوط کرنا

وَهُوَ الْكُسْتُ مِثْلُ الْكَافُورِ، وَالْقَافُورِ، وَمِثْلُ ﴿كُشِطَتْ﴾ [التكوير: ١١] وَقُشِطَتْ: [نُزِعَتْ]، وَقَرَأَ عَبْدُ اللهِ: (قُشِطَتْ).

قسط کو کست بھی پڑھا جاتا ہے، جیسے کافور کو قافور کہا جاتا ہے۔ اسی طرح كُشِطَتْ کو قُشِطَتْ پڑھتے ہیں جس کے معنی نُزِعَتْ کے ہیں، یعنی اتار دی جائے گی۔ حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ نے اسے قُشِطَتْ پڑھا ہے۔

وضاحت: قسط ایک خوشبو ہے جسے عود بھی کہتے ہیں۔ عود ہندی ایک خوشبودار لکڑی ہے۔ اس میں معمولی سا کھردرا پن ہوتا ہے۔ اس کے چبانے سے دانتوں کی اصلاح ہوتی ہے۔ عود ہندی کی تمام اقسام فائدہ مند ہیں۔ اس کے استعمال سے پیشاب اور حیض کھل کر آتا ہے۔

---

[1] مسند أحمد: 138/6. [2] فتح الباري: 183/10.

٥٦٩٢ - حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ الْفَضْلِ قَالَ: أَخْبَرَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ قَالَ: سَمِعْتُ الزُّهْرِيَّ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ عَنْ أُمِّ قَيْسٍ بِنْتِ مِحْصَنٍ قَالَتْ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ: «عَلَيْكُمْ بِهٰذَا الْعُودِ الْهِنْدِيِّ، فَإِنَّ فِيهِ سَبْعَةَ أَشْفِيَةٍ: يُسْتَعَطُ بِهِ مِنَ الْعُذْرَةِ، وَيُلَدُّ بِهِ مِنْ ذَاتِ الْجَنْبِ». [انظر: ٥٧١٣، ٥٧١٥، ٥٧١٨]

[5692] حضرت ام قیس بنت محصن ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں نے نبی ﷺ سے سنا، آپ نے فرمایا: ”عود ہندی استعمال کیا کرو، بلاشبہ اس میں سات بیماریوں کا علاج ہے، حلق کے درد میں اسے ناک میں ڈالا جاتا ہے اور سینہ کے درد کے لیے اسے چبایا جاتا ہے۔“

٥٦٩٣ - وَدَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ بِابْنٍ لِي لَمْ يَأْكُلِ الطَّعَامَ، فَبَالَ عَلَيْهِ، فَدَعَا بِمَاءٍ فَرَشَّ عَلَيْهِ. [راجع: ٢٢٣]

[5693] (وہ کہتی ہیں کہ) میں اپنے شیر خوار بچے کو نبی ﷺ کی خدمت میں لے کر حاضر ہوئی تو اس نے آپ پر پیشاب کر دیا۔ آپ نے پانی منگوایا اور اس (پیشاب کی جگہ) پر چھینٹے مار دیے۔

فوائد ومسائل: ① سخت گرمی کی وجہ سے بچوں کے گلے میں ورم آجاتا ہے۔ بعض دفعہ خون جمع ہو کر حلق سرخ ہو جاتا ہے تو خواتین اس کا علاج اس طرح کرتی ہیں کہ انگلی پر کپڑا لپیٹ کر اسے زور سے دباتی ہیں۔ بعض اوقات انگلی پر راکھ لگا کر یہ کام کرتی ہیں تو اس سے سیاہ خون نکلتا ہے جس کے اخراج سے بچے کو سکون مل جاتا ہے۔ ② بہرحال اس عمل سے بچے کو تکلیف ہوتی ہے، اس لیے رسول اللہ ﷺ نے اس کا علاج یہ تجویز کیا ہے کہ عود ہندی کو پیس کر پانی یا تیل میں ملایا جائے اور اسے ناک میں ڈالا جائے۔ اس طرح دوا خود بخود حلق تک پہنچ جاتی ہے اور بچے کو آرام پہنچ جاتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے سات بیماریوں میں سے دو کی نشاندہی کی ہے کیونکہ اس ماحول میں یہ دو بیماریاں عام تھیں: ایک بچوں کا گلا خراب ہونا اور دوسرا سینے میں درد ہونا، سو ان دو بیماریوں کے لیے قسط ہندی بہت ہی مفید ہے۔[1]

(١١) بَابٌ: أَيَّةَ سَاعَةٍ يَحْتَجِمُ

باب: 11- سینگی کس وقت لگوائی جائے؟

وَاحْتَجَمَ أَبُو مُوسَى لَيْلًا.

حضرت ابو موسیٰ اشعری ؓ نے رات کے وقت سینگی لگوائے تھے۔

وضاحت: جسم کے کسی حصے میں خون کا دباؤ بڑھ جانے یا اس میں جوش آجانے سے وہاں ورم اور درد محسوس ہوتا ہے۔ جلد کے اس حصے کو نشتر کے ساتھ چھید کر ایک خاص انداز سے خون کھینچنے کو عربی زبان میں ”حجامت“ کہتے ہیں۔ عربوں کے ہاں یہ

1 فتح الباري: 184/10.

ایک معروف طریقۂ علاج تھا۔ اس سے خون کی گردش کی اصلاح ہوجاتی ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے اثر کو کتاب الصوم (باب:23) میں بھی بیان کیا ہے۔ شاید امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ پچھنے کسی بھی وقت لگوائے جاسکتے ہیں، اس کے متعلق وقت کی کوئی پابندی نہیں۔ بہرحال قدیم اطباء کا اس امر پر اتفاق ہے کہ سینگی لگوانے کے لیے مہینے کا دوسرا نصف پہلے کی نسبت زیادہ بہتر ہے۔ والله أعلم.

٥٦٩٤ - حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ: حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: احْتَجَمَ النَّبِيُّ ﷺ وَهُوَ صَائِمٌ. [راجع: ١٨٣٥]

[5694] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے روزے کی حالت میں سینگی لگوائی تھی۔

فوائدومسائل: ① اس سے معلوم ہوا کہ سینگی لگوانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا، نیز یہ بھی پتا چلا کہ سینگی لگوانے کے لیے رات یا دن کی کوئی پابندی نہیں، البتہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے قمری مہینے کی سترہ، انیس اور اکیس تاریخ کو سینگی لگوائی اسے ہر بیماری سے شفا ہوگی۔''[1] ② ان تاریخوں کا تعلق امر غیب سے ہے، ہم اس کی کوئی توجیہ نہیں کرسکتے۔ ان پر ایمان رکھتے ہوئے ان تاریخوں میں سینگی لگوانے کا اہتمام کرنا مستحب ہے۔ والله أعلم.

(١٢) بَابُ الْحَجْمِ فِي السَّفَرِ وَالْإِحْرَامِ

باب:12- دوران سفر اور حالت احرام میں سینگی لگوانا

قَالَهُ ابْنُ بُحَيْنَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

اس امر کو حضرت عبداللہ ابن بحینہ رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے بیان کیا ہے۔

وضاحت: بوقت ضرورت دوران سفر میں سینگی لگوائی جاسکتی ہے، اسی طرح حالت احرام میں بھی سینگی لگوائی جاسکتی ہے جیسا کہ حضرت عبداللہ ابن بحینہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مکہ مکرمہ جاتے ہوئے لحی جمل کے مقام پر اپنے سر مبارک کے درمیان سینگی لگوائی تھی۔[2] امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث کو سامنے رکھتے ہوئے مذکورہ عنوان قائم کیا ہے۔

٥٦٩٥ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو، عَنْ طَاوُسٍ وَعَطَاءٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: احْتَجَمَ النَّبِيُّ ﷺ وَهُوَ مُحْرِمٌ. [راجع: ١٨٣٥]

[5695] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے احرام کی حالت میں سینگی لگوائی تھی۔

---

① سنن أبي داود، الطب، حديث: 3861. ② صحيح البخاري، الطب، حديث: 5698.

فوائدومسائل: ① اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ دوران سفر اور حالت احرام میں سینگی لگوائی جا سکتی ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے کبھی حالت قیام میں احرام نہیں باندھا، ہمیشہ سفر ہی میں احرام باندھا ہے۔ ② بہرحال مسافر اور محرم جب دیکھے کہ میرے خون میں ہیجان پیدا ہو رہا ہے وہ سینگی لگوا کر اسے اعتدال پر لا سکتا ہے، البتہ اس کے لیے کسی ماہر فن کی خدمات حاصل کرنا ضروری ہیں بصورت دیگر فائدے کے بجائے نقصان کا اندیشہ ہے۔ واللہ أعلم.

(١٣) بَابُ الْحِجَامَةِ مِنَ الدَّاءِ

باب:13- بیماری کی وجہ سے سینگی لگوانا

٥٦٩٦ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ: أَخْبَرَنَا حُمَيْدٌ الطَّوِيلُ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّهُ سُئِلَ عَنْ أَجْرِ الْحَجَّامِ، فَقَالَ: احْتَجَمَ رَسُولُ اللهِ ﷺ، حَجَمَهُ أَبُو طَيْبَةَ، وَأَعْطَاهُ صَاعَيْنِ مِنْ طَعَامٍ وَكَلَّمَ مَوَالِيَهُ فَخَفَّفُوا عَنْهُ، وَقَالَ: «إِنَّ أَمْثَلَ مَا تَدَاوَيْتُمْ بِهِ الْحِجَامَةُ وَالْقُسْطُ الْبَحْرِيُّ»، وَقَالَ: «لَا تُعَذِّبُوا صِبْيَانَكُمْ بِالْغَمْزِ مِنَ الْعُذْرَةِ، وَعَلَيْكُمْ بِالْقُسْطِ». [راجع: ٢١٠٢]

[5696] حضرت انس ؓ سے روایت ہے، ان سے سینگی لگوانے والے کی مزدوری کے متعلق پوچھا گیا تو انھوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے سینگی لگوائی تھی۔ آپ کو ابوطیبہ ؓ نے سینگی لگائی تھی اور آپ نے اسے دو صاع غلہ دیا تھا، نیز آپ نے ابوطیبہ ؓ کے آقاؤں سے اس کے ٹیکس کے متعلق گفتگو کی تو انھوں نے اس میں تخفیف کر دی تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”بہترین علاج جو تم کرتے ہو وہ پچھنے لگوانا اور عود بحری استعمال کرنا ہے۔“ آپ نے مزید فرمایا: ”تم اپنے بچوں کو حلق کی بیماری کی وجہ سے ان کا تالو دبا کر تکلیف نہ دیا کرو بلکہ (اس کے لیے) تم قسط ہندی استعمال کیا کرو۔“

فوائدومسائل: ① حافظ ابن حجر ؒ نے لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا سینگی کے متعلق یہ خطاب اہل حجاز اور ان کے قرب و جوار میں رہنے والے لوگوں سے ہے کیونکہ گرمی کی وجہ سے ان کے خون پتلے ہوتے ہیں۔ ان کے جسم سے جو حرارت سطح بدن کی طرف نکلتی ہے تو خون کا دباؤ بھی ظاہر بدن کی طرف ہو جاتا ہے، اس لیے ان کے لیے ایسے حالات میں سینگی لگوانا فائدہ مند ہے۔ ② اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ خطاب بوڑھوں سے نہیں کیونکہ ان میں پہلے ہی خون کی کمی ہوتی ہے، چنانچہ طبری نے صحیح سند کے ساتھ ابن سیرین سے بیان کیا ہے کہ جب انسان چالیس سال کی عمر کو پہنچے تو سینگی نہ لگوائے کیونکہ ایسا کرنے سے کمزوری مزید بڑھ جائے گی۔[1] ③ ہمارے رجحان کے مطابق یہ اس صورت میں ہے جب کوئی دوسرا طریقۂ علاج ممکن ہو، اگر سینگی سے علاج ضروری ہو تو اس عمر میں سینگی لگوائی جا سکتی ہے۔ واللہ أعلم.

---

(1) تهذيب الآثار للطبري: 6/365، و فتح الباري: 10/187.

٥٦٩٧ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ تَلِيدٍ [قَالَ]: حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَمْرٌو وَغَيْرُهُ: أَنَّ بُكَيْرًا حَدَّثَهُ: أَنَّ عَاصِمَ بْنَ عُمَرَ بْنِ قَتَادَةَ حَدَّثَهُ: أَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَادَ الْمُقَنَّعَ ثُمَّ قَالَ: لَا أَبْرَحُ حَتَّى تَحْتَجِمَ، فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «إِنَّ فِيهِ شِفَاءً». [راجع: ٥٦٨٣]

[5697] حضرت جابر بن عبداللہ ؓ سے روایت ہے، انھوں نے مقنع بن سنان کی عیادت کی، پھر ان سے فرمایا: جب تک تم سینگی نہیں لگواؤ گے میں یہاں بیٹھا رہوں گا کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے، آپ نے فرمایا: ”یقیناً اس میں شفا ہے۔“

فوائدومسائل: ① ایمان کا تقاضا یہی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے ارشادات کو بلا چون و چرا تسلیم کیا جائے کیونکہ آپ کا فرمان وحی الٰہی سے ہوتا ہے۔ سینگی لگوانے میں شفا کا ہونا ایک ایسی حقیقت ہے جسے آج طب جدید نے بھی تسلیم کیا ہے۔ مغربی ممالک کے بہت سے ہسپتالوں میں اس کے لیے باقاعدہ ایک شعبہ قائم ہے۔ ② سینگی لگوانے سے فاسد خون نکل کر اس کی جگہ اچھا خون آجاتا ہے جو تندرستی اور صحت کے لیے ایک طرح کی ضمانت ہے لیکن اس کے لیے کسی ماہر فن اور تجربہ کار کی خدمات حاصل کرنا ضروری ہے۔ ناتجربہ کار سے سینگی لگوانا نقصان کا باعث ہے جیسا کہ آئندہ حدیث کے فوائد سے معلوم ہوگا۔

(١٤) بَابُ الْحِجَامَةِ عَلَى الرَّأْسِ

باب: 14- سر میں سینگی لگوانا

٥٦٩٨ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ: حَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ عَنْ عَلْقَمَةَ: أَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ الْأَعْرَجَ: أَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ اللهِ ابْنَ بُحَيْنَةَ يُحَدِّثُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ احْتَجَمَ بِلَحْيَيْ جَمَلٍ مِنْ طَرِيقِ مَكَّةَ، وَهُوَ مُحْرِمٌ، فِي وَسَطِ رَأْسِهِ.

[5698] حضرت عبداللہ ابن بحینہ ؓ سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مکہ مکرمہ جاتے ہوئے مقام لَحْيَيْ جَمَل میں اپنے سر مبارک کے وسط میں سینگی لگوائی جبکہ آپ بحالت احرام تھے۔

٥٦٩٩ - وَقَالَ الْأَنْصَارِيُّ: أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ حَسَّانَ: حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ احْتَجَمَ فِي رَأْسِهِ. [راجع: ١٨٣٥]

[5699] حضرت عبداللہ بن عباس ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے سر میں سینگی لگوائی۔

فوائدومسائل: ① لحی جمل، جحفہ کی گھاٹی اور مشہور جگہ ہے۔ یہ مقام سقیا سے سات میل کی مسافت پر ہے۔ آپ ﷺ کے سر میں درد تھا اس لیے آپ نے سینگی لگوائی۔ ② بہر حال سینگی لگوانا ایک مفید طریقۂ علاج ہے مگر اس شخص کے لیے جسے کوئی ماہر فن

طبیب مشورہ دے، غلط جگہ یا ناتجربہ کار سے سینگی لگوانے میں نقصان کا اندیشہ ہے جیسا کہ حضرت معمر کہتے ہیں کہ میں نے سینگی لگوائی تو میرا حافظہ جاتا رہا یہاں تک کہ مجھے نماز میں سورت فاتحہ پڑھتے وقت بھی لقمہ دیا جاتا تھا۔ انھوں نے اپنی کھوپڑی پر غلط جگہ میں سینگی لگوائی تھی۔[1]

(١٥) بَابُ الْحَجْمِ مِنَ الشَّقِيقَةِ وَالصُّدَاعِ

باب:15- آدھے یا پورے سر درد کے لیے سینگی لگوانا

٥٧٠٠ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ هِشَامٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: احْتَجَمَ النَّبِيُّ ﷺ فِي رَأْسِهِ وَهُوَ مُحْرِمٌ، مِنْ وَجَعٍ كَانَ بِهِ، بِمَاءٍ يُقَالُ لَهُ: لَحْيُ جَمَلٍ. [راجع: ١٨٣٥]

[5700] حضرت ابن عباس ؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے حالت احرام میں اپنے سر میں سینگی لگوائی۔ یہ سر درد کی وجہ سے ایسا کیا جو لَحْیُ جَمَل نامی چشمے پر آپ کو ہو گیا تھا۔

٥٧٠١ - وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ سَوَاءٍ: أَخْبَرَنَا هِشَامٌ عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ احْتَجَمَ وَهُوَ مُحْرِمٌ فِي رَأْسِهِ، مِنْ شَقِيقَةٍ كَانَتْ بِهِ. [راجع: ١٨٣٥]

[5701] حضرت ابن عباس ؓ ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے احرام کی حالت میں اپنے سر میں سینگی لگوائی آدھے سر کے درد کی وجہ سے جو آپ کو ہو گیا تھا۔

فائدہ: درد شقیقہ بہت تکلیف دہ بیماری ہے جو معدے کی خرابی کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔ معدے میں گرمی کی وجہ سے بخارات اٹھتے ہیں جو دماغ تک پہنچ جاتے ہیں۔ اگر انھیں نکلنے کا راستہ نہ ملے تو پورے سر میں درد ہوتا ہے اور اگر ایک جانب کو بخارات رخ کر لیں تو اس طرف درد ہوتا ہے جسے درد شقیقہ یا آدھے سر کا درد کہا جاتا ہے۔ سینگی لگوانے سے اس درد سے آرام آجاتا ہے۔

٥٧٠٢ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبَانَ: حَدَّثَنَا ابْنُ الْغَسِيلِ: حَدَّثَنِي عَاصِمُ بْنُ عُمَرَ، عَنْ جَابِرِ ابْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ: «إِنْ كَانَ فِي شَيْءٍ مِنْ أَدْوِيَتِكُمْ خَيْرٌ فَفِي شَرْبَةِ عَسَلٍ، أَوْ شَرْطَةِ مِحْجَمٍ، أَوْ لَذْعَةٍ مِنْ نَارٍ، وَمَا أُحِبُّ أَنْ أَكْتَوِيَ». [راجع: ٥٦٨٣]

[5702] حضرت جابر بن عبداللہ ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ نے فرمایا: ”اگر تمھاری دوائیوں میں کوئی خیر و برکت ہے تو وہ شہد پینے، سینگی لگوانے اور آگ سے داغ دینے میں ہے لیکن میں آگ سے داغ کر علاج کو پسند نہیں کرتا۔“

---

[1] سنن أبي داود، الطب، حديث: 3860.

فوائدومسائل: ① اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سینگی لگوانا ایک بہترین علاج ہے۔ یہ سر درد کے لیے بھی بہت مفید ہے۔ رسول اللہ ﷺ کو درد شقیقہ کا عارضہ تھا۔ آپ نے ایک مرتبہ مقام خیبر میں زہریلے کھانے کا ایک لقمہ منہ میں ڈالا تھا، اس وجہ سے آپ کو درد شقیقہ ہوتا تھا۔ اس کا علاج آپ ﷺ نے سینگی لگوا کر کیا تھا۔[1] ② مجبوری کی حالت میں آگ سے داغ دے کر علاج کرنا جائز ہے۔ آپ نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو داغ دیا تھا۔ اس بنا پر آپ کا اس سے منع کرنا نہی تنزیہی پر محمول ہے۔ واللہ أعلم.

(١٦) بَابُ الْحَلْقِ مِنَ الْأَذَى

باب: 16- تکلیف کی وجہ سے سر منڈوانا

٥٧٠٣ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ أَيُّوبَ قَالَ: سَمِعْتُ مُجَاهِدًا عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ قَالَ: أَتَى عَلَيَّ النَّبِيُّ ﷺ زَمَنَ الْحُدَيْبِيَةِ وَأَنَا أُوقِدُ تَحْتَ بُرْمَةٍ وَالْقَمْلُ يَتَنَاثَرُ عَنْ رَأْسِي، فَقَالَ: «أَيُؤْذِيكَ هَوَامُّكَ؟» قُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ: «فَاحْلِقْ وَصُمْ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ، أَوْ أَطْعِمْ سِتَّةً، أَوِ انْسُكْ نَسِيكَةً».

قَالَ أَيُّوبُ: لَا أَدْرِي بِأَيَّتِهِنَّ بَدَأَ. [راجع: ١٨١٤]

[5703] حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ صلح حدیبیہ کے وقت رسول اللہ ﷺ میرے پاس تشریف لائے، اس وقت میں ایک ہنڈیا کے نیچے آگ جلا رہا تھا اور جوئیں میرے سر سے گر رہی تھیں، رسول اللہ ﷺ نے دریافت فرمایا: ''تیرے سر کی جوئیں تجھے تکلیف دے رہی ہیں؟ میں نے عرض کیا: جی ہاں، آپ نے فرمایا: ''اپنا سر منڈوا دو، پھر بطور کفارہ تین دن روزے رکھو یا چھ مساکین کو کھانا کھلاؤ یا بکری ذبح کرو۔''

راویٔ حدیث ایوب کہتے ہیں: ''مجھے یاد نہیں کہ کس چیز کا ذکر پہلے کیا تھا۔

فوائدومسائل: ① احرام کی حالت میں سر منڈوانا جائز نہیں مگر تکلیف دہ حالت میں سر منڈوانا جائز ہے لیکن اس کا کفارہ دینا ہوگا جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ کو سر منڈوانے کی اجازت دی تو ساتھ ہی کفارہ دینے کا حکم بھی دیا جس کی تفصیل حدیث میں مذکور ہے۔ ② حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ حدیث یہاں اس لیے بیان کی ہے کہ اگر محرم آدمی کو سینگی لگوانے کے لیے سر کے کچھ بال منڈوانے کی ضرورت ہو تو انھیں منڈوا دے۔ جب محرم کو سارا سر منڈوانے کی اجازت ہے تو کچھ حصے کی تو بالاولی اجازت ہونی چاہیے، لیکن اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ کفارہ دے۔[2]

(١٧) بَابُ مَنِ اكْتَوَى أَوْ كَوَى غَيْرَهُ، وَفَضْلِ مَنْ لَمْ يَكْتَوِ

باب: 17- جس نے خود کو داغ دیا یا دوسرے کو داغا اور اس کی فضیلت جو خود کو نہ داغے

---

① عمدة القاري: 687/14. ② فتح الباري: 191/10.

وضاحت: عربوں کے ہاں ایک طریقۂ علاج یہ ہے کہ متاثرہ جسم کے حصے کو آگ سے داغ دیا جاتا ہے۔ ایسا کرنا جائز ہے لیکن فضیلت یہ ہے کہ اس قسم کا طریقۂ علاج اختیار نہ کیا جائے۔ ایک تو رسول اللہ ﷺ نے اسے پسند نہیں کیا، پھر آگ سے کسی کو تکلیف دینا یہ رب العالمین کا حق ہے۔ اس کے علاوہ یہ بات بھی ہے کہ مریض کو اس سے بہت تکلیف ہوتی ہے۔

٥٧٠٤ - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ هِشَامُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ سُلَيْمَانَ بْنِ الْغَسِيلِ: حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ عُمَرَ بْنِ قَتَادَةَ قَالَ: سَمِعْتُ جَابِرًا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «إِنْ كَانَ فِي شَيْءٍ مِنْ أَدْوِيَتِكُمْ شِفَاءٌ، فَفِي شَرْطَةِ مِحْجَمٍ، أَوْ لَذْعَةٍ بِنَارٍ، وَمَا أُحِبُّ أَنْ أَكْتَوِيَ». [راجع: ٥٦٨٣]

[5704] حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، وہ رسول اللہ ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ''اگر تمھاری دواؤں میں شفا ہے تو سینگی لگوانے اور آگ سے داغ دینے میں ہے لیکن آگ سے داغ کر علاج کرنے کو میں پسند نہیں کرتا۔''

فوائد ومسائل: ① اس حدیث میں انتہائی اختصار ہے کیونکہ ایک تو اس میں شہد کا ذکر نہیں ہے دوسرے ان دواؤں کے مرض سے موافق ہونے کا بیان نہیں جبکہ یہ دونوں حدیث میں ہیں۔[1] ② اس سے علاج بذریعۂ آگ کا جواز ثابت ہوتا ہے کیونکہ اس میں شفا ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اگرچہ آپ نے اس طریقے کو پسند نہیں کیا لیکن ضروری نہیں جسے آپ پسند نہ فرمائیں وہ جائز نہ ہو۔ سانڈے کا گوشت آپ کو پسند نہیں تھا لیکن آپ کے سامنے اسے کھایا گیا، پھر آپ نے چند صحابۂ کرام کا علاج اس طریقے سے کیا ہے، مثلاً: حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ جب غزوۂ خندق میں زخمی ہوگئے تھے تو آپ نے خود انھیں رگ اکحل پر آگ سے داغ دیا تھا،[2] لیکن فضیلت اسی میں ہے کہ اس طریقۂ علاج کو اختیار نہ کیا جائے ہاں اگر کوئی دوسرا طریقہ کارگر نہ ہو تو اسے اختیار کرنے میں کوئی حرج نہیں بشرطیکہ اس سے شفا کی حتمی امید ہو۔ واللہ أعلم.

٥٧٠٥ - حَدَّثَنَا عِمْرَانُ بْنُ مَيْسَرَةَ: حَدَّثَنَا ابْنُ فُضَيْلٍ: حَدَّثَنَا حُصَيْنٌ عَنْ عَامِرٍ، عَنْ عِمْرَانَ ابْنِ حُصَيْنٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: لَا رُقْيَةَ إِلَّا مِنْ عَيْنٍ أَوْ حُمَةٍ، فَذَكَرْتُهُ لِسَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ فَقَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ عَبَّاسٍ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «عُرِضَتْ عَلَيَّ الْأُمَمُ فَجَعَلَ النَّبِيُّ وَالنَّبِيَّانِ يَمُرُّونَ، مَعَهُمُ الرَّهْطُ، وَالنَّبِيُّ لَيْسَ مَعَهُ أَحَدٌ،

[5705] حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نظر بد اور زہریلے جانور کے کاٹ کھانے کے علاوہ کسی دوسری بیماری کے لیے جھاڑ پھونک جائز نہیں۔ (راوی کہتا ہے کہ) میں نے یہ بات حضرت سعید بن جبیر سے بیان کی تو انھوں نے کہا: ہمیں ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میرے سامنے تمام امتیں پیش کی گئیں تو ایک نبی اور دو نبی گزرنے لگے، ان کے

[1] صحيح البخاري، الطب، حديث: 5683. [2] صحيح مسلم، السلام، حديث: 5748 (2208).

حَتَّى وَقَعَ فِي سَوَادٍ عَظِيمٍ، قُلْتُ: مَا هٰذَا؟ أُمَّتِي هٰذِهِ؟ قِيلَ: بَلْ هٰذَا مُوسَى وَقَوْمُهُ، قِيلَ: انْظُرْ إِلَى الْأُفُقِ، فَإِذَا سَوَادٌ يَمْلَأُ الْأُفُقَ، ثُمَّ قِيلَ لِي: انْظُرْ هَاهُنَا وَهَاهُنَا - فِي آفَاقِ السَّمَاءِ - فَإِذَا سَوَادٌ قَدْ مَلَأَ الْأُفُقَ، قِيلَ: هٰذِهِ أُمَّتُكَ، وَيَدْخُلُ الْجَنَّةَ مِنْ هٰؤُلَاءِ سَبْعُونَ أَلْفًا بِغَيْرِ حِسَابٍ»، ثُمَّ دَخَلَ وَلَمْ يُبَيِّنْ لَهُمْ، فَأَفَاضَ الْقَوْمُ وَقَالُوا: نَحْنُ الَّذِينَ آمَنَّا بِاللّٰهِ وَاتَّبَعْنَا رَسُولَهُ، فَنَحْنُ هُمْ أَوْ أَوْلَادُنَا الَّذِينَ وُلِدُوا فِي الْإِسْلَامِ، فَإِنَّا وُلِدْنَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ، فَبَلَغَ النَّبِيَّ ﷺ فَخَرَجَ فَقَالَ: «هُمُ الَّذِينَ لَا يَسْتَرْقُونَ وَلَا يَتَطَيَّرُونَ وَلَا يَكْتَوُونَ وَعَلَى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ»، فَقَالَ عُكَّاشَةُ بْنُ مِحْصَنٍ: أَمِنْهُمْ أَنَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ؟ قَالَ: «نَعَمْ»، فَقَامَ آخَرُ، فَقَالَ: أَمِنْهُمْ أَنَا؟ قَالَ: «سَبَقَكَ بِهَا عُكَّاشَةُ». [راجع: ٣٤١٠]

ساتھ لوگوں کے گروہ گزرتے تھے۔ اور کچھ نبی ایسے تھے کہ ان کے ساتھ کوئی نہیں تھا۔ آخر میرے سامنے ایک بھاری جماعت آئی تو میں نے پوچھا یہ کون ہیں؟ کیا یہ میری امت ہے؟ مجھے بتایا گیا کہ یہ موسیٰ علیہ السلام اور ان کی امت ہے، پھر مجھ سے کہا گیا: آپ افق کی طرف نگاہ اٹھائیں۔ میں نے دیکھا کہ ایک بہت ہی عظیم جماعت ہے جو آسمان کے کناروں تک چھائی ہوئی ہے۔ پھر مجھے کہا گیا کہ ادھر، اُدھر دیکھو، میں کیا دیکھتا ہوں کہ عظیم ترین ہجوم نے آفاق کو بھرا ہوا ہے، مجھے بتایا گیا کہ یہ آپ کی امت ہے۔ ان میں ستر ہزار ایسے ہیں جو حساب کے بغیر جنت میں داخل ہوں گے۔'' پھر آپ ﷺ حجرے میں داخل ہو گئے اور یہ وضاحت نہ کی کہ وہ کون لوگ ہوں گے؟ لوگ ان کی متعلق بحث وتمحیص کرنے لگے کہ وہ ہم لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے ہیں اور اس کے رسول کی اتباع کی ہے، اس لیے وہ لوگ ہم ہیں یا ہماری اولاد جو اسلام میں پیدا ہوئی کیونکہ ہم تو دور جاہلیت کی پیداوار ہیں۔ جب یہ باتیں نبی ﷺ کو معلوم ہوئیں تو آپ باہر تشریف لائے اور فرمایا: ''یہ وہ لوگ ہوں گے جو جھاڑ پھونک نہیں کراتے، فال نہیں دیکھتے (بدشگونی نہیں لیتے) اور داغ کر علاج نہیں کرتے بلکہ اپنے رب پر بھروسا کرتے ہیں۔'' یہ سن کر حضرت عکاشہ بن محصن نے کہا: اللہ کے رسول! کیا میں ان میں سے ہوں؟ آپ نے فرمایا: ''ہاں، تم ان میں سے ہو۔'' پھر دوسرا آدمی کھڑا ہوا اور عرض کیا: اللہ کے رسول! میں بھی ان میں سے ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''عکاشہ تم سے بازی لے گیا ہے۔''

فوائد ومسائل: ① اس حدیث سے بذریعۂ داغ علاج ترک کرنے کی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی پر خالص توکل کر کے اس قسم کا علاج نہ کرانا بہت بڑی عزیمت کی بات ہے۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ پر خالص توکل کر کے جائز علاج کرانا توکل

کے منافی نہیں، تاہم اس میں فضیلت نہیں۔ ② امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ آگ سے داغنے کی دو قسمیں ہیں: ○ صحیح تندرست آدمی خود کو آگ سے داغنے تاکہ وہ بیمار نہ ہو۔ اس قسم کے بارے میں کہا گیا ہے کہ جس نے خود کو داغ دیا اس نے اللہ پر توکل نہیں کیا۔ ○ زخمی کو آگ سے داغ دینا تاکہ وہ زخم آگے نہ بڑھے یا خراب نہ ہو۔ اس قسم کا داغ مشروع ہے۔ چونکہ اس سے شفا ضروری نہیں، اس لیے اس کا ترک کرنا باعث فضیلت ہے۔ ③ بہرحال جن احادیث میں اس طریقہ علاج سے نہی وارد ہے اسے نہی تنزیہی پر محمول کیا جائے گا جیسا کہ وضاحت گزر چکی ہے۔ صحیح احادیث سے یہ بات ثابت ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے ایک بوریا جلا کر اس کی راکھ زخم میں بھری تھی،[1] لیکن یہ مروجہ داغ دینے سے ایک الگ چیز ہے۔[2] واللہ أعلم. اس حدیث کی مکمل تشریح کتاب الرقاق میں ہوگی۔ بإذن اللہ تعالیٰ.

(١٨) بَابُ الْإِثْمِدِ وَالْكُحْلِ مِنَ الرَّمَدِ

باب: 18- آنکھوں میں تکلیف کے باعث اثمد اور سرمہ لگانا

فِيهِ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ.

اس کے متعلق حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے ایک حدیث بھی مروی ہے۔

وضاحت: معدے کی خرابی کی وجہ سے جب گندے بخارات دماغ کو چڑھتے ہیں تو اگر ناک میں پہنچ جائیں تو اس سے زکام ہوجاتا ہے۔ اگر آنکھ کی طرف چلے جائیں تو اس سے آنکھ دکھنے لگتی ہے۔ اگر گلے کے گوشت کی طرف مائل ہوجائیں تو گلے میں ورم آجاتا ہے۔ اگر سینے کی طرف گرنے لگیں تو اس سے نزلہ بن جاتا ہے۔ اگر انھیں کسی طرف جانے کا راستہ نہ ملے تو دماغ میں پہنچ کر دردِ سر کا باعث ہوتے ہیں، پھر اگر ایک جانب ہوں تو دردِ شقیقہ ہوتا ہے بصورت دیگر پورا سر درد کرتا ہے۔ آنکھوں کے علاج کے لیے، اثمد سرمہ بہت ہی کارآمد ہے۔ حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث امام بخاری رحمہ اللہ نے متصل سند سے بیان کی ہے۔[3] اس حدیث میں ہے کہ جب بیوہ اپنے خاوند کے سوگ میں ہو تو وہ سرمہ نہ لگائے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس مدت کے بعد سرمہ لگانے میں کوئی ممانعت نہیں۔ واللہ أعلم.

٥٧٠٦ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ: حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ شُعْبَةَ قَالَ: حَدَّثَنِي حُمَيْدُ بْنُ نَافِعٍ عَنْ زَيْنَبَ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: أَنَّ امْرَأَةً تُوُفِّيَ زَوْجُهَا فَاشْتَكَتْ عَيْنَهَا، فَذَكَرُوهَا لِلنَّبِيِّ ﷺ وَذَكَرُوا لَهُ الْكُحْلَ، وَأَنَّهُ يُخَافُ عَلَى عَيْنِهَا، فَقَالَ:

[5706] حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک عورت کا شوہر فوت ہوگیا اور اس کی آنکھوں میں درد ہوگیا تو لوگوں نے اس عورت کا ذکر نبی ﷺ سے کیا اور اس کی آنکھوں میں سرمہ لگانے کی بات بھی ہوئی اور یہ کہ اس کی آنکھ ضائع ہونے کا اندیشہ ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”دور

1 صحيح البخاري، الجهاد والسير، حديث:2911. 2 فتح الباري:10/193. 3 صحيح البخاري، الطلاق، حديث:5341.

«لَقَدْ كَانَتْ إِحْدَاكُنَّ تَمْكُثُ فِي بَيْتِهَا فِي شَرِّ أَحْلَاسِهَا - أَوْ فِي أَحْلَاسِهَا فِي شَرِّ بَيْتِهَا - فَإِذَا مَرَّ كَلْبٌ رَمَتْ بَعْرَةً، فَلَا، أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا». [راجع: ٥٣٣٦]

جاہلیت میں عدت گزارنے والی عورت کو اپنے گھر میں بد ترین کپڑوں میں رہنا پڑتا تھا' یا فرمایا: ''اپنے کپڑوں میں گھر کے سب سے گندے حصے میں پڑا رہنا پڑتا تھا، پھر جب کوئی کتا گزرتا تو اس کو مینگنی مارتی (اور عدت سے باہر آتی) تو کیا اب چار ماہ دس دن تک سرمہ لگانے سے نہیں رک سکتی۔''

فوائدومسائل: ① رسول اللہ ﷺ نے عدت کی وجہ سے آنکھوں کی تکلیف کے لیے سرمہ استعمال کرنے کی اجازت نہیں دی۔ اگر عدت کا دورانیہ نہ ہو تو سرمہ استعمال کرنے کی اجازت ہے۔ بہر حال اثمد سرمے کی فضیلت احادیث میں مروی ہے، چنانچہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''سوتے وقت اثمد سرمہ استعمال کیا کرو کیونکہ وہ نظر کو تیز کرتا اور پلکوں کے بال اُگاتا ہے۔''[1] نیز حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تمھارا بہترین سرمہ اثمد ہے۔ وہ نظر کو تیز کرتا اور بالوں کو اُگاتا ہے۔''[2] ② اثمد استعمال کرنے سے مذکورہ فوائد حاصل ہونے کے ساتھ ساتھ ارشاد نبوی پر عمل کرنے کا ثواب الگ ملتا ہے۔ رات کو سوتے وقت سرمہ لگانے کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ رات بھر آنکھوں میں لگا رہنے کی وجہ سے اچھی طرح اثر کرتا ہے۔ واللہ أعلم.

(١٩) بَابُ الْجُذَامِ

باب: 19- کوڑھ کا مرض

وضاحت: جذام ایک مشہور گندی بیماری ہے جس میں خون بگڑ کر سارا جسم گلنے لگ جاتا ہے پھر وہ پھٹ جاتا ہے۔ سوداوی مادے کی کثرت اس کا باعث ہوتی ہے۔ یہ اعضاء کے مزاج اور ان کی ہیئت کو فاسد کر دیتی ہے۔ اسے جذام اس لیے کہتے ہیں کہ یہ انگلیوں کو کاٹ دیتی ہے۔ واللہ أعلم.

٥٧٠٧ - وَقَالَ عَفَّانُ: حَدَّثَنَا سَلِيمُ بْنُ حَيَّانَ: حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مِينَاءَ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَا عَدْوَى وَلَا طِيَرَةَ، وَلَا هَامَةَ وَلَا صَفَرَ، وَفِرَّ مِنَ الْمَجْذُومِ كَمَا تَفِرُّ مِنَ الْأَسَدِ». [انظر: ٥٧١٧، ٥٧٥٧، ٥٧٧٠، ٥٧٧٣، ٥٧٧٥]

[5707] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''چھوت لگنا، بدشگونی لینا، الو کا منحوس ہونا اور صفر کا منحوس ہونا یہ سب لغو خیالات ہیں، البتہ کوڑھی آدمی سے اس طرح بھاگ جیسے تو شیر سے بھاگتا ہے۔''

---

[1] سنن ابن ماجه، الطب، حديث: 3496. [2] سنن أبي داود، اللباس، حديث: 4061.

فوائد و مسائل: ① بیماری، اللہ تعالیٰ کے حکم کی پابند ہے مگر کوڑھی آدمی کے ساتھ میل ملاپ اس کا ایک سبب ہے، جب اللہ تعالیٰ اس میں اثر پیدا کر دے۔ اسباب بیماری سے پرہیز کرنا توکل کے منافی نہیں۔ کمزور عقیدہ رکھنے والوں سے نبی ﷺ نے فرمایا کہ مجذوم آدمی سے اس طرح بھاگو جس طرح شیر سے بھاگتے ہو تاکہ اللہ کی تقدیر کے سبب بیماری لگ جانے سے ان کے عقیدے میں خرابی نہ آئے ایسا نہ ہو کہ وہ کہنے لگیں: یہ بیماری ہمیں فلاں آدمی سے لگی ہے۔ گویا یہ حکم عوام کے لیے ہے اور جس کا عقیدہ مضبوط ہو اسے جذامی کے ساتھ کھانے پینے اور ملنے جلنے کی اجازت ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے جذامی آدمی کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھایا اور فرمایا: ''اللہ کا نام لے کر، اس پر اعتماد اور توکل کرتے ہوئے کھاؤ۔''[1] یہ روایت اگرچہ سنداً ضعیف ہے، تاہم صاحب ایمان و یقین کے لیے جائز ہے کہ وہ ایسے آدمی کے ساتھ مل کر کھانا کھائے لیکن ایسے مریض کو ٹکٹکی باندھ کر نہیں دیکھنا چاہیے تاکہ اس کا دل نہ دکھے جیسا کہ روایت میں ہے: ''جذام کے مریضوں کو ٹکٹکی باندھ کر مت دیکھو۔''[2] ② جزام کی بیماری والے شخص کو چاہیے کہ وہ عام لوگوں سے الگ رہے تاکہ دوسروں کو اس سے تکلیف نہ ہو، چنانچہ حدیث میں ہے کہ قبیلۂ ثقیف میں ایک مجذوم تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے اسے پیغام بھیجا: ''تم واپس چلے جاؤ۔ ہم نے تیری بیعت قبول کر لی ہے۔''[3]

(٢٠) بَابٌ: الْمَنُّ شِفَاءٌ لِلْعَيْنِ

باب: 20- من، آنکھ کے لیے شفا ہے

وضاحت: من، وہ حلوہ تھا جو بنی اسرائیل کو محنت کے بغیر ملتا تھا، اسی طرح کھمبی کھیتوں میں خود بخود اُگتی ہے اس پر کوئی محنت نہیں کرنی پڑتی۔ آئندہ حدیث میں اس کا بیان ہوگا کہ وہ آنکھوں کے لیے بہت مفید ہے۔ اور یہ کہ کھمبی من کی ایک قسم ہے۔ جب فرع کے لیے شفا کا حکم ہے تو اصل کے لیے تو بالاولیٰ ہوگا۔ بہرحال اس عنوان کے تحت کھمبی کا بیان ہوگا۔ اس کا عرق آنکھوں میں ڈالنا شفا اور نظر تیز کرنے کا باعث ہے۔ واللہ أعلم.

٥٧٠٨ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى: حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ: سَمِعْتُ عَمْرَو بْنَ حُرَيْثٍ قَالَ: سَمِعْتُ سَعِيدَ بْنَ زَيْدٍ قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ: «الْكَمْأَةُ مِنَ الْمَنِّ، وَمَاؤُهَا شِفَاءٌ لِلْعَيْنِ». [راجع: ٤٤٧٨]

[5708] حضرت سعید بن زید ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ''کھمبی من سے ہے اور اس کا پانی آنکھوں کے لیے شفا ہے۔''

وَقَالَ شُعْبَةُ: وَأَخْبَرَنِي الْحَكَمُ عَنِ الْحَسَنِ الْعُرَنِيِّ، عَنْ عَمْرِو بْنِ حُرَيْثٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ

شعبہ نے کہا کہ مجھے حکم بن عتیبہ نے حسن عرنی سے، انھوں نے عمرو بن حریث سے، انھوں نے سعید بن زید ؓ

---

[1] جامع الترمذي، الأطعمة، حديث: 1817. [2] سنن ابن ماجه، الطب، حديث: 3543. [3] صحيح مسلم، السلام، حديث: 5822 (2231).

زَيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

سے اور انھوں نے نبی ﷺ سے اس حدیث کو بیان کیا۔

قَالَ شُعْبَةُ: لَمَّا حَدَّثَنِي بِهِ الْحَكَمُ لَمْ أُنْكِرْهُ مِنْ حَدِيثِ عَبْدِ الْمَلِكِ.

شعبہ نے کہا: جب حکم نے مجھے یہ حدیث بیان کی ہے تو میں عبدالملک کی روایت کا انکار نہیں کرتا۔

فوائد ومسائل: ① مَن، ایک قدرتی خوراک تھی جو بنی اسرائیل کو حاصل ہوتی تھی جس کا ذکر قرآن کریم میں ہے۔ کھمبی کو مَن اس لیے کہا گیا ہے کہ یہ بھی بلا مشقت حاصل ہو جاتی ہے۔ اس کی کئی ایک قسمیں ہیں۔ آج کل اسے خود بھی اُگایا جاتا ہے جو غذا میں استعمال ہوتی ہے۔ کھمبی کا پانی آنکھوں کی تکلیف کے لیے بہت مفید ہے، البتہ اطباء کا اس امر میں اختلاف ہے کہ اسے دوسری دوا کے ساتھ ملا کر استعمال کرنا چاہیے، جیسے اثمد سرمے میں کھمبی کا پانی ملا کر اسے گوندھ لیا جائے پھر اسے پیس کر آنکھ میں لگایا جائے، یا اس کا پانی نکال کر صرف اسے استعمال کیا جائے جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے تین یا پانچ یا سات کھمبیاں لیں، پھر ان کا پانی نچوڑ کر ایک شیشی میں محفوظ کر لیا، میری ایک لونڈی آنکھوں کی تکلیف میں مبتلا ہوئی، اس نے استعمال کیا تو وہ صحت یاب ہو گئی۔[1]

(٢١) بَابُ اللَّدُودِ

باب: 21- مریض کے منہ میں ایک طرف دوا ڈالنا

٥٧٠٩، ٥٧١٠، ٥٧١١ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ [قَالَ]: حَدَّثَنِي مُوسَى بْنُ أَبِي عَائِشَةَ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَعَائِشَةَ: أَنَّ أَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَبَّلَ النَّبِيَّ ﷺ وَهُوَ مَيِّتٌ. [راجع: ١٢٤١، ١٢٤٢، ٤٤٥٦]

[5711,5710,5709] حضرت ابن عباس اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ کو بوسہ دیا جبکہ آپ فوت ہو چکے تھے۔

٥٧١٢ - قَالَ: قَالَتْ عَائِشَةُ: لَدَدْنَاهُ فِي مَرَضِهِ فَجَعَلَ يُشِيرُ إِلَيْنَا أَنْ لَا تَلُدُّونِي، فَقُلْنَا: كَرَاهِيَةَ الْمَرِيضِ لِلدَّوَاءِ، فَلَمَّا أَفَاقَ قَالَ: «أَلَمْ أَنْهَكُمْ أَنْ تَلُدُّونِي؟» قُلْنَا: كَرَاهِيَةَ الْمَرِيضِ لِلدَّوَاءِ، فَقَالَ: «لَا يَبْقَى فِي الْبَيْتِ أَحَدٌ إِلَّا لُدَّ وَأَنَا أَنْظُرُ، إِلَّا الْعَبَّاسَ فَإِنَّهُ لَمْ يَشْهَدْكُمْ».

[5712] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم نے آپ ﷺ کی بیماری کے وقت آپ کے منہ میں دوا ڈالی تو آپ نے ہمیں اشارہ فرمایا کہ میرے منہ میں دوا نہ ڈالو۔ ہم نے خیال کیا کہ مریض کو دوا سے نفرت ہوتی ہے اس وجہ سے آپ ہمیں منع فرما رہے ہیں۔ پھر جب آپ کو افاقہ ہوا تو آپ نے فرمایا: "کیا میں نے تمھیں منع نہیں کیا تھا کہ

① جامع الترمذي، الطب، حديث: 2069.

[راجع: ٤٤٥٨]

میرے منہ میں دوائی نہ ڈالو؟'' ہم نے کہا کہ (ہمارا خیال تھا) شاید آپ نے مریض کی دوا سے طبعی نفرت کی وجہ سے ایسا کیا ہوگا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اب گھر میں جتنے لوگ اس وقت موجود ہیں، سب کے منہ میں دوا ڈالی جائے اور میں اس منظر کو دیکھتا ہوں لیکن عباس کو چھوڑ دیا جائے کیونکہ وہ تمھارے اس کام میں شریک نہیں تھے۔''

فوائدومسائل: ① رسول اللہ ﷺ حضرت میمونہ ؓ کے گھر میں تھے کہ آپ کو پسلی میں درد شروع ہوا۔ عورتوں نے عود ہندی، تیل میں ملا کر منہ میں ٹپکانے کی کوشش کی کیونکہ آپ بے ہوش تھے۔ آپ نے اشارہ کر کے اس سے منع فرمایا کیونکہ یہ دوا، بیماری کے لیے کارگر نہ تھی بلکہ نبی ﷺ نے اسے ''نسخۂ خواتین'' قرار دیا، لیکن منع کرنے کے باوجود گھر میں موجود خواتین نے آپ ﷺ کے منہ میں دوائی ٹپکا دی۔ رسول اللہ ﷺ نے بطور سزا ان کے منہ میں دوا ٹپکانے کا حکم دیا۔ ② حضرت میمونہ ؓ، حضرت ام سلمہ اور حضرت اسماء بنت عمیس ؓ کے منہ میں دوائی ٹپکائی گئی۔ حضرت میمونہ ؓ روزے کی حالت میں تھیں۔[1]

٥٧١٣ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ: أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ اللهِ عَنْ أُمِّ قَيْسٍ قَالَتْ: دَخَلْتُ بِابْنٍ لِي عَلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ وَقَدْ أَعْلَقْتُ عَنْهُ مِنَ الْعُذْرَةِ فَقَالَ: «عَلَامَ تَدْغَرْنَ أَوْلَادَكُنَّ بِهٰذَا الْعِلَاقِ؟ عَلَيْكُنَّ بِهٰذَا الْعُودِ الْهِنْدِيِّ فَإِنَّ فِيهِ سَبْعَةَ أَشْفِيَةٍ، مِنْهَا ذَاتُ الْجَنْبِ يُسْعَطُ مِنَ الْعُذْرَةِ، وَيُلَدُّ مِنْ ذَاتِ الْجَنْبِ».

[5713] حضرت ام قیس ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں اپنے ایک بیٹے کو لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی جبکہ میں نے عذرہ بیماری کی وجہ سے اس کا تالو دبوایا تھا۔ آپ نے فرمایا: ''تم اپنے بچوں کو انگلی سے حلق دبا کر کیوں تکلیف دیتی ہو؟ تم عود ہندی استعمال کرو۔ اس میں سات بیماریوں کی شفا ہے، ان میں سے ایک سینے کا درد ہے۔ اگر حلق کی بیماری ہے تو ناک میں دوائی ڈالی جائے اور سینے کے درد کے لیے منہ کے ایک جانب دوائی ڈالی جائے۔''

فَسَمِعْتُ الزُّهْرِيَّ يَقُولُ: بَيَّنَ لَنَا اثْنَيْنِ، وَلَمْ يُبَيِّنْ لَنَا خَمْسَةً.

(سفیان کہتے ہیں کہ) میں نے زہری سے سنا کہ آپ ﷺ نے دو بیماریوں کو بیان کیا لیکن باقی پانچ بیماریوں کا ذکر نہیں کیا۔

قُلْتُ لِسُفْيَانَ: فَإِنَّ مَعْمَرًا يَقُولُ: أَعْلَقْتُ

(عبداللہ بن مدینی نے کہا کہ) میں نے سفیان سے ذکر

[1] فتح الباري: 8/185.

عَلَيْهِ، قَالَ: لَمْ يَحْفَظْ، إِنَّمَا قَالَ: أَعْلَقْتُ عَنْهُ، حَفِظْتُهُ مِنْ فِي الزُّهْرِيِّ.

کیا کہ معمر تو أَعْلَقْتُ عَلَيْهِ کے الفاظ بیان کرتا ہے؟ انھوں نے کہا: معمر نے یاد نہیں رکھا، مجھے یاد ہے کہ زہری نے کہا: أَعْلَقْتُ عَنْهُ۔

وَوَصَفَ سُفْيَانُ الْغُلَامَ يُحَنَّكُ بِالْإِصْبَعِ وَأَدْخَلَ سُفْيَانُ فِي حَنَكِهِ، إِنَّمَا يَعْنِي رَفْعَ حَنَكِهِ بِإِصْبَعِهِ، وَلَمْ يَقُلْ: أَعْلِقُوا عَنْهُ شَيْئًا. [راجع: ٥٦٩٢]

سفیان نے اس تحنیک کو بیان کیا جو بچے کو پیدائش کے وقت کی جاتی ہے۔ سفیان نے اپنے حلق میں انگلی ڈالی اور اپنے تالو کو انگلی سے اٹھایا۔ سفیان نے اعلاق کے یہ معنی بیان کیے کہ بچے کو حلق میں انگلی ڈال کر اس کا تالو اٹھانا۔ انھوں نے "أَعْلِقُوا عَنْهُ شَيْئًا" کے الفاظ نہیں کہے۔

فوائد ومسائل: ① ہمارے ہاں خواتین بچے کے تالو کا علاج اس طرح کرتی ہیں کہ انگلی پر کپڑا وغیرہ لپیٹ کر تالو کو دبا دیتی ہیں جس سے تالو کا فاسد مادہ سیاہ خون کی شکل میں خارج ہو جاتا ہے۔ عرب خواتین بھی بچے کے حلق کا اسی طرح علاج کرتی تھیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس کا علاج ناک میں دوائی ڈال کر کیا جائے۔ ② پسلی کے ورم کے لیے منہ کی ایک جانب دوائی ڈالی جائے۔ امام بخاری نے اس حدیث سے منہ کی ایک جانب دوائی ڈالنا ثابت کیا ہے۔ واللہ أعلم.

(٢٢) بَابٌ:

باب: 22- بلاعنوان

٥٧١٤ - حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ: أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ وَيُونُسُ: قَالَ الزُّهْرِيُّ: أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ: أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ قَالَتْ: لَمَّا ثَقُلَ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَاشْتَدَّ وَجَعُهُ اسْتَأْذَنَ أَزْوَاجَهُ فِي أَنْ يُمَرَّضَ فِي بَيْتِي، فَأَذِنَّ لَهُ فَخَرَجَ بَيْنَ رَجُلَيْنِ تَخُطُّ رِجْلَاهُ فِي الْأَرْضِ بَيْنَ عَبَّاسٍ وَآخَرَ، فَأَخْبَرْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ فَقَالَ: هَلْ تَدْرِي مَنِ الرَّجُلُ الْآخَرُ الَّذِي لَمْ تُسَمِّ عَائِشَةُ؟ قُلْتُ: لَا، فَقَالَ: هُوَ عَلِيٌّ. قَالَتْ عَائِشَةُ: فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ بَعْدَمَا دَخَلَ بَيْتَهَا وَاشْتَدَّ بِهِ

[5714] نبی ﷺ کی زوجۂ محترمہ ام المومنین حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: جب رسول اللہ ﷺ کی بیماری شدت اختیار کر گئی اور تکلیف زیادہ ہو گئی تو آپ نے بیماری کے دن میرے گھر گزارنے کے لیے اپنی دوسری ازواج مطہرات سے اجازت طلب کی۔ انھوں نے آپ کو اجازت دے دی تو آپ دو اشخاص حضرت عباس ؓ اور ایک دوسرے آدمی کے درمیان سہارا لے کر باہر تشریف لائے۔ اس وقت آپ کے قدم مبارک زمین پر گھسٹ رہے تھے۔ (راوی کہتا ہے کہ) میں نے حضرت ابن عباس ؓ سے اس کا ذکر کیا تو انھوں نے فرمایا: کیا تمھیں معلوم ہے کہ دوسرے صاحب کون تھے جن کا حضرت عائشہ ؓ نے نام نہیں لیا؟ میں نے کہا: نہیں، مجھے تو معلوم نہیں۔ انھوں نے

وَجَعُهُ: «هَرِيقُوا عَلَيَّ مِنْ سَبْعِ قِرَبٍ لَمْ تُحْلَلْ أَوْكِيَتُهُنَّ لَعَلِّي أَعْهَدُ إِلَى النَّاسِ»، قَالَتْ: فَأَجْلَسْنَاهُ فِي مِخْضَبٍ لِحَفْصَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ ثُمَّ طَفِقْنَا نَصُبُّ عَلَيْهِ مِنْ تِلْكَ الْقِرَبِ حَتَّى جَعَلَ يُشِيرُ إِلَيْنَا أَنْ قَدْ فَعَلْتُنَّ، قَالَتْ: وَخَرَجَ إِلَى النَّاسِ، فَصَلَّى بِهِمْ وَخَطَبَهُمْ. [راجع: ١٩٨]

کہا: وہ حضرت علی ؓ تھے۔ حضرت عائشہ ؓ نے کہا: میرے حجرے میں داخل ہونے کے بعد نبی ﷺ نے فرمایا جبکہ آپ کی بیماری بڑھ گئی تھی: ''مجھ پر سات مشکیزے پانی ڈالو جو پانی سے لبریز ہوں، شاید میں لوگوں کو کچھ نصیحت کروں۔'' پھر آپ ﷺ کو ہم نے ایک بڑے لگن میں بٹھایا جو نبی ﷺ کی زوجۂ محترمہ حضرت حفصہ ؓ کا تھا۔ پھر ہم نے ان مشکیزوں سے آپ پر پانی بہانا شروع کر دیا حتی کہ آپ نے ہماری طرف اشارہ کیا کہ تم نے تعمیل حکم کر دی ہے۔ ام المومنین حضرت عائشہ ؓ نے بیان کیا کہ اس کے بعد آپ ﷺ صحابۂ کرام ؓ کے پاس آئے، انھیں نماز پڑھائی، پھر خطاب کیا۔

فوائد ومسائل: ① یہ عنوان پہلے باب کا تکملہ ہے کہ پہلے رسول اللہ ﷺ کے ایک حکم کا ذکر تھا، جس کی حاضرین کو سزا دی گئی حتی کہ روزے دار کو بھی معاف نہیں کیا گیا، جب رسول اللہ ﷺ کے منع کرنے کے باوجود آپ کے منہ میں دوائی ڈال دی گئی۔ ② اس عنوان کے تحت اس کے برعکس واقعہ بیان ہوا ہے کہ حاضرین نے نبی ﷺ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے آپ پر سات مشکیں پانی بہایا تو آپ نے اس کا انکار نہیں کیا۔ اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ جب مریض کے ہوش وحواس قائم ہوں تو اسے کوئی ایسی چیز استعمال کرنے پر مجبور نہیں کرنا چاہیے جس سے اس نے روک دیا ہو اور جس چیز کے متعلق وہ حکم دے اس کے بجالانے میں ٹال مٹول نہیں کرنی چاہیے۔[1]

(٢٣) بَابُ الْعُذْرَةِ

باب: 23- تالو گر جانے کا بیان

وضاحت: عذرہ، حلق کی وہ بیماری ہے جسے کوا گرنے سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ حلق کے آخر میں ایک گوشت کا ٹکڑا گندے بخارات سے متاثر ہو جاتا ہے۔ اسے عربی میں ''سقوط اللهاة'' بھی کہتے ہیں۔

٥٧١٥ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ اللهِ: أَنَّ أُمَّ قَيْسٍ بِنْتَ مِحْصَنٍ الْأَسَدِيَّةَ - أَسَدَ

[5715] حضرت ام قیس بنت محصن اسدیہ ؓ سے روایت ہے، ان کا تعلق قبیلۂ خزیمہ کی شاخ بنو اسد سے تھا، وہ پہلی پہلی مہاجر عورتوں میں سے ہیں جنھوں نے رسول اللہ

[1] فتح الباري: 206/10.

خُزَيْمَةَ - وَكَانَتْ مِنَ الْمُهَاجِرَاتِ الْأُوَلِ اللَّاتِي بَايَعْنَ النَّبِيَّ ﷺ، وَهِيَ أُخْتُ عُكَاشَةَ. أَخْبَرَتْهُ أَنَّهَا أَتَتْ رَسُولَ اللهِ ﷺ بِابْنٍ لَهَا قَدْ أَعْلَقَتْ عَلَيْهِ مِنَ الْعُذْرَةِ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «عَلَامَ تَدْغَرْنَ أَوْلَادَكُنَّ بِهٰذَا الْعِلَاقِ؟ عَلَيْكُمْ بِهٰذَا الْعُودِ الْهِنْدِيِّ فَإِنَّ فِيهِ سَبْعَةَ أَشْفِيَةٍ، مِنْهَا ذَاتُ الْجَنْبِ»، يُرِيدُ الْكُسْتَ، وَهُوَ الْعُودُ الْهِنْدِيُّ.

ﷺ سے بیعت کی تھی، نیز آپ حضرت عکاشہ بن محصن ؓ کی ہمشیر ہیں۔ وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں اپنے ایک بیٹے کو لائیں۔ انھوں نے اپنے بیٹے کی عذرہ بیماری کا علاج تالو دبا کر کیا تھا۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ''تم عورتیں کس لیے اپنی اولاد کو تالو دبا کر تکلیف دیتی ہو؟ تمھیں چاہیے کہ اس مرض میں عود ہندی استعمال کیا کرو کیونکہ اس میں سات بیماریوں سے شفا ہے، ان میں سے ایک سینے کا درد ہے، اس سے آپ کی مراد کست تھی۔ یہی عود ہندی ہے۔''

وَقَالَ يُونُسُ وَإِسْحَاقُ بْنُ رَاشِدٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ: عَلَّقَتْ عَلَيْهِ. [راجع: ٥٦٩٢]

یونس اور اسحاق بن راشد نے امام زہری سے أَعْلَقَتْ کے بجائے عَلَّقَتْ کے الفاظ بیان کیے ہیں۔

فوائد ومسائل: ① ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دو بیماریوں کا ذکر کیا ہے جن کے لیے عود ہندی فائدہ دیتی ہے، باقی پانچ بیماریاں بیان نہیں کیں۔[1] ② اطباء نے اس کے بے شمار فائدے بیان کیے ہیں، مثلاً: ○ پیشاب اور حیض کھل کر آتا ہے۔ ○ انتڑیوں کے کیڑے مر جاتے ہیں۔ ○ زہریلے اثرات ختم ہو جاتے ہیں۔ ○ باری کے بخار میں مفید ہے۔ ○ معدے کی اصلاح ہوتی ہے۔ ○ جماع کی خواہش میں اضافہ ہوتا ہے۔ ○ اس کے چبانے سے دانت مضبوط ہوتے ہیں۔ ○ جگر اور سینے کے درد کے لیے زود اثر ہے۔[2]

(٢٤) بَابُ دَوَاءِ الْمَبْطُونِ

باب: 24- اسہال کا علاج

٥٧١٦ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ ابْنُ جَعْفَرٍ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَبِي الْمُتَوَكِّلِ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: إِنَّ أَخِي اسْتُطْلِقَ بَطْنُهُ، فَقَالَ: «اسْقِهِ عَسَلًا»، فَسَقَاهُ، فَقَالَ: إِنِّي سَقَيْتُهُ فَلَمْ يَزِدْهُ إِلَّا اسْتِطْلَاقًا. فَقَالَ: «صَدَقَ اللهُ وَكَذَبَ بَطْنُ أَخِيكَ».

[5716] حضرت ابو سعید خدری ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ ایک آدمی نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ میرے بھائی کو اسہال کا عارضہ ہے۔ آپ نے فرمایا: ''اسے شہد پلاؤ۔'' اس نے پلایا اور پھر واپس آ کر کہنے لگا کہ میں نے اسے شہد پلایا تھا لیکن اسہال بڑھ گئے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے، البتہ تیرے بھائی کا پیٹ خطا کار ہے۔''

---

(1) فتح الباري: 184/10. 2 صحيح البخاري، الطب، حديث: 5692.

تَابَعَهُ النَّضْرُ عَنْ شُعْبَةَ. [راجع: ٥٦٨٤]

نضر نے شعبہ سے روایت کرنے میں محمد بن جعفر کی متابعت کی ہے۔

فوائد ومسائل: ① شہد کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ اس میں لوگوں کے لیے شفا ہے کیونکہ یہ بہت سے نباتات کا نچوڑ ہوتا ہے جسے شہد کی مکھی پھولوں کا رس چوس چوس کر جمع کرتی ہے۔ ② اس روایت میں جس مریض کا ذکر ہے اسے کئی مرتبہ شہد پلایا گیا، بالآخر شہد پلاتے وقت دست خود بخود بند ہوگئے۔ جب پیٹ کا فاسد مادہ نکل گیا تو شہد نے مکمل طریقے سے اس پر اپنا اثر کیا۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ شہد نے پہلی مرتبہ پینے سے فائدہ نہ دیا کیونکہ بیماری کے لیے جس قدر مقدار اور کیفیت درکار تھی وہ اس سے کم تھا، اس لیے کماحقہ افاقہ نہ ہوا۔ اگر مقدار بڑھ جاتی تو دوسری بیماریوں کا اندیشہ تھا، اس لیے بار بار پینے سے بیماری کے مطابق جب مقدار پوری ہوگئی تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے مریض صحت مند ہوگیا۔[1]

(٢٥) بَابٌ: لَا صَفَرَ، وَهُوَ دَاءٌ يَأْخُذُ الْبَطْنَ

باب: 25- صفر، یعنی پیٹ کی بیماری کے متعلق جان لیوا ہونے کا عقیدہ کوئی حیثیت نہیں رکھتا

وضاحت: کچھ اہل علم کا خیال ہے کہ ''لَا صَفَرَ'' سے مراد ماہ صفر کی نحوست ہے جسے رسول اللہ ﷺ نے بے اصل قرار دیا ہے جبکہ امام بخاری رحمہ اللہ کا موقف ہے کہ یہ پیٹ کی ایک بیماری ہے۔ اس سے مراد ماہ صفر نہیں ہے۔ اہل عرب کا عقیدہ تھا کہ یہ بیماری جسے لگ جائے اسے جان سے مار دیتی ہے۔ حدیث میں اس عقیدے کی نفی ہے کہ موت کا ایک وقت مقرر ہے، جب وہ مدت ختم ہوجاتی ہے تو موت واقع ہوجاتی ہے۔ اس کا صفر نامی بیماری سے کوئی تعلق نہیں ہے۔[2]

٥٧١٧ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللهِ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ صَالِحٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ [قَالَ] أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَغَيْرُهُ: أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «لَا عَدْوَى وَلَا صَفَرَ وَلَا هَامَةَ»، فَقَالَ أَعْرَابِيٌّ: يَا رَسُولَ اللهِ، فَمَا بَالُ إِبِلِي تَكُونُ فِي الرَّمْلِ كَأَنَّهَا الظِّبَاءُ فَيَأْتِي الْبَعِيرُ الْأَجْرَبُ فَيَدْخُلَ بَيْنَهَا فَيُجْرِبُهَا، فَقَالَ: «فَمَنْ أَعْدَى الْأَوَّلَ؟».

[5717] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''امراض میں چھوت چھات، صفر (پیٹ کی ایک بیماری) کا جان لیوا ہونا اور الو کی نحوست کی کوئی حیثیت نہیں۔'' اس پر ایک اعرابی بولا: اللہ کے رسول! پھر میرے اونٹوں کو کیا ہوگیا ہے کہ وہ ریگستان میں تو ہرنوں کی طرح ہوتے ہیں، پھر ایک خارشی اونٹ آتا ہے تو سب کو خارشی بنا دیتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''پہلے کو خارشی کس نے بنایا تھا؟''

1 فتح الباري: 209/10. 2 فتح الباري: 211/10.

رَوَاهُ الزُّهْرِيُّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، وَسِنَانِ بْنِ أَبِي سِنَانٍ. [راجع: ٥٧٠٧]

اس حدیث کو امام زہری نے ابوسلمہ اور سنان بن ابی سنان سے روایت کیا ہے۔

فوائد ومسائل: ① جس مؤثر حقیقی نے پہلے اونٹ کو خارشی بنایا تھا، اس نے دوسروں کو بھی خارشی بنا دیا ہے۔ اگر خارش چھوت چھات کی وجہ سے ہوتی تو پہلے اونٹ کو خارش نہ ہوتی کیونکہ اس وقت کوئی دوسرا اونٹ خارشی نہیں تھا، لہٰذا اونٹ کو کسی کے بغیر خارش ہو جاتی ہے تو دوسروں کو بھی طبعی طور پر ہو سکتی ہے۔ اس پر متعدی ہونے کو کوئی دخل نہیں ہے۔ ② امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث سے یہ ثابت کیا ہے کہ صفر بیماری کے جان لیوا ہونے کا عقیدہ سرے سے غلط ہے۔ انسان کو موت کسی بیماری سے نہیں بلکہ اس کی اجل ختم ہونے سے آتی ہے۔ واللہ أعلم.

(٢٦) بَابُ ذَاتِ الْجَنْبِ

باب:26- ذات الجنب کا بیان

وضاحت: پسلیوں اور سینے میں غلیظ مادے اور گندے بخارات رک جانے سے ان میں درد ہونے لگتا ہے۔ یہ بہت خطرناک بیماری ہے۔ اس کا علاج عود ہندی سے کیا جاتا ہے۔ واللہ أعلم.

٥٧١٨ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ: أَخْبَرَنَا عَتَّابُ بْنُ بَشِيرٍ عَنْ إِسْحَاقَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ اللهِ أَنَّ أُمَّ قَيْسٍ بِنْتَ مِحْصَنٍ - وَكَانَتْ مِنَ الْمُهَاجِرَاتِ الْأُوَلِ اللَّاتِي بَايَعْنَ رَسُولَ اللهِ ﷺ، وَهِيَ أُخْتُ عُكَاشَةَ بْنِ مِحْصَنٍ -: أَخْبَرَتْهُ أَنَّهَا أَتَتْ رَسُولَ اللهِ ﷺ بِابْنٍ لَهَا قَدْ عَلَّقَتْ عَلَيْهِ مِنَ الْعُذْرَةِ، فَقَالَ: «اتَّقُوا اللهَ، عَلَامَ تَدْغَرْنَ أَوْلَادَكُنَّ بِهٰذِهِ الْأَعْلَاقِ؟ عَلَيْكُمْ بِهٰذَا الْعُودِ الْهِنْدِيِّ فَإِنَّ فِيهِ سَبْعَةَ أَشْفِيَةٍ، مِنْهَا ذَاتُ الْجَنْبِ»، يُرِيدُ الْكُسْتَ، يَعْنِي الْقُسْطَ. قَالَ: وَهِيَ لُغَةٌ. [راجع: ٥٦٩٢]

[5718] حضرت ام قیس بنت محصن رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، یہ خاتون ان پہلی مہاجرات سے ہیں جنھوں نے رسول اللہ ﷺ کی بیعت کی تھی، نیز یہ حضرت عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ کی ہمشیر ہیں، انھوں نے بیان کیا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں اپنا ایک بیٹا لے کر حاضر ہوئیں جبکہ انھوں نے عذرہ بیماری کی وجہ سے بچے کا تالو دبایا تھا۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ”اللہ سے ڈرو، تم عورتیں اپنی اولاد کو اس طرح تالو دبا کر کیوں تکلیف پہنچاتی ہو؟ تم اس کے لیے عود ہندی استعمال کرو، اس میں سات بیماریوں کے لیے شفا ہے، جن میں سے ایک نمونیہ بھی ہے۔“ آپ ﷺ کی مراد کست تھی جسے قسط بھی کہا جاتا ہے۔ یہ بھی ایک لغت ہے۔

فائدہ: عود ہندی زیادہ گرم ہے جبکہ عود بحری سمندر سے برآمد ہونے کی وجہ سے کچھ کم گرم ہوتی ہے۔ یہ دونوں جڑیں ہوتی ہیں۔ ان دونوں کو ملا کر نسوار بنانا اور ناک میں ڈالنا زکام اور اخراج بلغم کے لیے بہت مفید ہے۔ اس میں تیل یا پانی ملا کر بھی

ناک میں ٹپکایا جاتا ہے۔ یہ دونوں دوائیں پسلی کے ورم اور سینے کے درد کے لیے بھی بے حد مفید ہیں۔

٥٧١٩، ٥٧٢٠، ٥٧٢١ - حَدَّثَنَا عَارِمٌ: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ قَالَ: قُرِئَ عَلَى أَيُّوبَ مِنْ كُتُبِ أَبِي قِلَابَةَ - مِنْهُ مَا حَدَّثَ بِهِ، وَمِنْهُ مَا قُرِئَ عَلَيْهِ - فَكَانَ هٰذَا فِي الْكِتَابِ عَنْ أَنَسٍ: أَنَّ أَبَا طَلْحَةَ وَأَنَسَ بْنَ النَّضْرِ كَوَيَاهُ، وَكَوَاهُ أَبُو طَلْحَةَ بِيَدِهِ. [انظر: ٥٧٢١]

[5721,5720,5719] حضرت حماد سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ ایوب کے سامنے ابو قلابہ کی لکھی ہوئی احادیث پڑھی گئیں، ان میں وہ احادیث بھی تھیں جنھیں بیان کیا تھا اور وہ بھی تھیں جو ان کے سامنے پڑھ کر سنائی گئی تھیں۔ ان تحریر شدہ احادیث میں حضرت انس ؓ سے مروی یہ حدیث بھی تھی کہ حضرت ابوطلحہ اور حضرت انس بن نضر ؓ نے حضرت انس ؓ کو داغ لگا کر ان کا علاج کیا تھا یا حضرت ابوطلحہ ؓ نے خود ان کو اپنے ہاتھ سے داغا تھا۔

وَقَالَ عَبَّادُ بْنُ مَنْصُورٍ عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: أَذِنَ رَسُولُ اللهِ ﷺ لِأَهْلِ بَيْتٍ مِنَ الْأَنْصَارِ أَنْ يَرْقُوا مِنَ الْحُمَةِ وَالْأُذُنِ.

حضرت ابوقلابہ، حضرت انس ؓ سے بیان کرتے ہیں، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے قبیلۂ انصار کے بعض گھرانوں کو زہریلے جانوروں کے کاٹنے اور کان کی تکلیف میں دم کرنے کی اجازت دی تھی۔

قَالَ أَنَسٌ: كُوِيتُ مِنْ ذَاتِ الْجَنْبِ وَرَسُولُ اللهِ ﷺ حَيٌّ، وَشَهِدَنِي أَبُو طَلْحَةَ وَأَنَسُ بْنُ النَّضْرِ وَزَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ، وَأَبُو طَلْحَةَ كَوَانِي. [راجع: ٥٧١٩]

حضرت انس ؓ نے بیان کیا کہ پسلی کے درد کی وجہ سے مجھے داغ دیا گیا تھا جبکہ رسول اللہ ﷺ حیات تھے۔ اس وقت حضرت ابوطلحہ، انس بن نضر اور زید بن ثابت ؓ بھی حاضر تھے اور مجھے حضرت ابوطلحہ ؓ نے داغ دیا تھا۔

فوائد ومسائل: ① قبل ازیں پسلیوں کے درد کا علاج بذریعہ عود ہندی بیان ہوا تھا کہ اسے منہ کی ایک جانب ڈالا جائے اور اس حدیث میں ایک دوسرا علاج بیان کیا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں حضرت انس ؓ کو اس بیماری کی وجہ سے داغ دیا گیا تھا، جبکہ حضرت زید بن ثابت اور حضرت انس بن نضر ؓ جیسے اکابر صحابۂ کرام بھی موجود تھے۔ داغنے کا عمل حضرت ابو طلحہ ؓ نے کیا تھا۔ ② اگرچہ رسول اللہ ﷺ کو یہ علاج پسند نہ تھا، تاہم بامر مجبوری اسے اختیار کیا گیا۔ بہرحال مجبوری کے وقت اس کے ذریعے سے علاج کرنا مباح اور جائز ہے۔ اگر اس کے علاوہ کوئی دوسرا علاج ممکن ہو تو پھر اس طریقۂ علاج سے بچنا چاہیے۔ واللہ أعلم.

(٢٧) بَابُ حَرْقِ الْحَصِيرِ لِيُسَدَّ بِهِ الدَّمُ

باب: 27- زخم کا خون بند کرنے کے لیے چٹائی کو جلانا

٥٧٢٢ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عُفَيْرٍ: حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْقَارِيُّ عَنْ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ قَالَ: لَمَّا كُسِرَتْ عَلَى رَأْسِ النَّبِيِّ ﷺ الْبَيْضَةُ، وَأُدْمِيَ وَجْهُهُ، وَكُسِرَتْ رَبَاعِيَتُهُ، وَكَانَ عَلِيٌّ يَخْتَلِفُ بِالْمَاءِ فِي الْمِجَنِّ وَجَاءَتْ فَاطِمَةُ تَغْسِلُ عَنْ وَجْهِهِ الدَّمَ، فَلَمَّا رَأَتْ فَاطِمَةُ - عَلَيْهَا السَّلَامُ - الدَّمَ يَزِيدُ عَلَى الْمَاءِ كَثْرَةً عَمَدَتْ إِلَى حَصِيرٍ فَأَحْرَقَتْهَا وَأَلْصَقَتْهَا عَلَى جُرْحِ رَسُولِ اللهِ ﷺ، فَرَقَأَ الدَّمُ. [راجع: ٢٤٣]

[5722] حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ جب نبی ﷺ کے سر مبارک پر خود ٹوٹ گیا اور آپ کا چہرہ مبارک خون آلود ہوگیا، نیز سامنے کے دو دانت بھی ٹوٹ گئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنی ڈھال میں پانی بھر بھر کر لاتے تھے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا، آپ کے چہرۂ انور سے خون دھو رہی تھیں۔ پھر جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے دیکھا کہ خون، پانی سے بھی زیادہ آرہا ہے تو انھوں نے ایک چٹائی جلا کر اس کی راکھ رسول اللہ ﷺ کے زخموں پر لگائی تو خون رک گیا۔

فوائد ومسائل: ① حصیر، عربوں میں کھجور کے پتوں سے بنائی جاتی تھی۔ راکھ کھجور کے پتوں کی ہو یا پٹ سن کے بورے کی یا سوتے کپڑے کی، خون بند کر دیتی ہے۔ اس سے خون کی رگیں بند کرنا مقصود تھا، انھیں بند کرنے سے خون خود بخود بند ہو جاتا ہے۔ ② راکھ کی یہ خصوصیت ہے کہ جب اسے زخم پر چپکا دیا جاتا ہے تو یہ خون بند کر دیتی ہے اور اس کے جاری ہونے کی جگہ کو بھی خشک کر دیتی ہے، چنانچہ امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس حدیث پر ان الفاظ میں عنوان قائم کیا ہے: [باب التداوي بالرماد] ''راکھ سے علاج کرنا۔'' حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ پانی کے ساتھ خون کو اس وقت دھویا جائے جب زخم گہرا نہ ہو لیکن جب زخم گہرا ہو تو اس میں پانی پڑ جانے سے نقصان کا زیادہ خطرہ ہوتا ہے۔[1]

(٢٨) بَابٌ: الْحُمَّى مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ

باب: 28- بخار، دوزخ کی بھاپ سے ہے

وضاحت: بخار سے جہنم کی یاد آتی ہے جس طرح دنیا کی خوشیاں اور اس کی راحتیں جنت سے ایک طرح کا تعلق رکھتی ہیں اسی طرح بخار وغیرہ کا جہنم سے ایک تعلق ہے۔ ممکن ہے کہ بخار کا تعلق جہنم کی آگ سے حقیقی ہو جس کی حقیقت معلوم نہیں ہو سکتی۔ واللّٰہ أعلم.

1. فتح الباري: 215/10.

٥٧٢٣ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ: حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ [قَالَ] حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «الْحُمَّى مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ، فَأَطْفِئُوهَا بِالْمَاءِ».

[5723] حضرت ابن عمر ؓ سے روایت ہے، وہ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ”بخار جہنم کی بھاپ سے ہے، لہٰذا تم اس (بھاپ) کو پانی سے بجھاؤ۔“

قَالَ نَافِعٌ: وَكَانَ عَبْدُ اللهِ يَقُولُ: اكْشِفْ عَنَّا الرِّجْزَ. [راجع: ٣٢٦٤]

نافع بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر ؓ کو جب بخار آتا تو یوں دعا کرتے: (اے اللہ!) ہم سے اس عذاب کو دور کر دے۔

فائدہ: اس حدیث میں پانی کے استعمال کا طریقہ بیان نہیں کیا گیا۔ اس کے استعمال کے مختلف طریقے ہو سکتے ہیں، مثلاً: پانی نوش کرنا یا جسم پر پانی کی پٹیاں رکھنا، برف لگانا یا غسل کرنا جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے حیات طیبہ کے آخری ایام میں غسل فرمایا تھا تاکہ حرارت کچھ کم ہو جائے تو جماعت سے نماز ادا کر سکیں۔ گرم علاقوں میں بخار عام طور پر گرمی کی شدت سے ہوتا ہے، لہٰذا اس کا علاج پانی سے مناسب ہے۔ ایک روایت میں مائے زمزم کا ذکر ہے۔[1] لیکن یہ قید اتفاقی ہے کیونکہ مکہ مکرمہ میں مائے زمزم بکثرت دستیاب تھا اور مذکورہ واقعہ بھی مکہ مکرمہ کا ہے۔ ہر قسم کا پانی بخار کے لیے مفید ہے۔ ڈاکٹر حضرات بھی اس سلسلے میں برف کی پٹیوں کا مشورہ دیتے ہیں، بہرحال ایسا کرنے سے بخار کی شدت میں کمی آ جاتی ہے۔

٥٧٢٤ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ الْمُنْذِرِ: أَنَّ أَسْمَاءَ بِنْتَ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا كَانَتْ إِذَا أُتِيَتْ بِالْمَرْأَةِ قَدْ حُمَّتْ تَدْعُو لَهَا، أَخَذَتِ الْمَاءَ، فَصَبَّتْهُ بَيْنَهَا وَبَيْنَ جَيْبِهَا وَقَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَأْمُرُنَا أَنْ نَبْرُدَهَا بِالْمَاءِ.

[5724] حضرت اسماء بنت ابی بکر ؓ سے روایت ہے کہ ان کے پاس جب کوئی بخار میں مبتلا عورت لائی جاتی تو وہ اس کے لیے دعا کرتیں اور پانی لے کر اس کے گریبان میں ڈالتیں اور کہتیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمیں حکم دیا کرتے تھے کہ ہم بخار کو پانی سے ٹھنڈا کریں۔

فوائد ومسائل: ① امام بخاری ؒ نے حضرت ابن عمر ؓ کی حدیث کے بعد حضرت اسماء بنت ابی بکر ؓ سے مروی حدیث بیان کی ہے، تاکہ پانی کے استعمال کی کیفیت بیان کی جائے کہ بخار میں مبتلا آدمی کے گریبان میں پانی ڈال دیا جائے تاکہ اس سے جسم کو ٹھنڈک پہنچے۔ ② دراصل بخار کو پانی سے ٹھنڈا کرنے میں علاقے، موسم اور مریض کے حالات کو مدنظر رکھنا انتہائی ضروری ہے۔ صفراوی بخار میں تو واقعی ٹھنڈے پانی والا نسخہ کیمیا اثر ہے۔ بہرحال نہانا اور ہاتھ پاؤں دھونا بھی مفید ہے،

---

1 صحيح البخاري، بدء الخلق، حديث :3261.

چنانچہ جدید طب نے بھی اس کی افادیت کو تسلیم کیا ہے۔

٥٧٢٥ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى: حَدَّثَنَا يَحْيَى: حَدَّثَنَا هِشَامٌ: أَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «الْحُمَّى مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ فَابْرُدُوهَا بِالْمَاءِ». [راجع: ٣٢٦٣]

[5725] حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے، وہ نبی ﷺ سے بیان کرتی ہیں کہ آپ نے فرمایا: ''بخار جہنم کی بھاپ سے ہے، لہٰذا اسے پانی سے ٹھنڈا کرو۔''

٥٧٢٦ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ: حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ: حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَسْرُوقٍ عَنْ عَبَايَةَ بْنِ رِفَاعَةَ، عَنْ جَدِّهِ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «الْحُمَّى مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ فَابْرُدُوهَا بِالْمَاءِ». [راجع: ٣٢٦٢]

[5726] حضرت رافع بن خدیج ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ''بخار جہنم کی بھاپ سے ہے، لہٰذا تم اسے پانی سے ٹھنڈا کر لیا کرو۔''

فائدہ: بعض شارحین نے لکھا ہے کہ اس حدیث سے مراد مریض کی طرف سے پانی صدقہ کرنا ہے، اس سے اللہ تعالیٰ بیمار کو شفا دے دیتا ہے۔ اگرچہ اس کی توجیہ بھی ممکن ہے کہ جب کسی پیاسے کی پیاس پانی سے بجھانے کا بندوبست کیا جائے گا تو اللہ تعالیٰ مریض سے بخار کی شدت بجھا دے گا لیکن حدیث سے متبادر یہی ہے کہ پانی کو مریض کے جسم پر استعمال کیا جائے، البتہ صدقہ کرنے والی بات حدیث سے کشید کی جا سکتی ہے۔ واللہ أعلم.[1]

(٢٩) بَابُ مَنْ خَرَجَ مِنْ أَرْضٍ لَا تُلَايِمُهُ

باب: 29- جہاں آب و ہوا موافق نہ ہو وہاں سے کسی دوسری جگہ جانا

٥٧٢٧ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى بْنُ حَمَّادٍ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ: حَدَّثَنَا سَعِيدٌ: حَدَّثَنَا قَتَادَةُ: أَنَّ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ حَدَّثَهُمْ أَنَّ نَاسًا - أَوْ رِجَالًا - مِنْ عُكْلٍ وَعُرَيْنَةَ قَدِمُوا عَلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ وَتَكَلَّمُوا بِالْإِسْلَامِ فَقَالُوا: يَا نَبِيَّ اللهِ، إِنَّا كُنَّا أَهْلَ ضَرْعٍ، وَلَمْ نَكُنْ أَهْلَ رِيفٍ وَاسْتَوْخَمُوا الْمَدِينَةَ، فَأَمَرَ لَهُمْ رَسُولُ اللهِ بِذَوْدٍ وَبِرَاعٍ،

[5727] حضرت انس ؓ سے روایت ہے کہ قبیلۂ عکل اور عرینہ سے چند لوگ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انھوں نے اسلام کے متعلق گفتگو کی، پھر کہا: اللہ کے رسول! ہم مویشی پالنے والے ہیں اور زراعت پیشہ یا کھجوروں والے نہیں ہیں، مدینہ طیبہ کی آب و ہوا انھیں موافق نہیں آتی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کے لیے چند اونٹوں اور ایک چرواہے کا حکم دیا اور فرمایا کہ وہ ان اونٹوں کے

[1] فتح الباري: 219/10.

وَأَمَرَهُمْ أَنْ يَخْرُجُوا فِيهِ فَيَشْرَبُوا مِنْ أَلْبَانِهَا وَأَبْوَالِهَا، فَانْطَلَقُوا حَتَّى كَانُوا نَاحِيَةَ الْحَرَّةِ كَفَرُوا بَعْدَ إِسْلَامِهِمْ وَقَتَلُوا رَاعِيَ رَسُولِ اللهِ ﷺ وَاسْتَاقُوا الذَّوْدَ، فَبَلَغَ النَّبِيَّ ﷺ فَبَعَثَ الطَّلَبَ فِي آثَارِهِمْ وَأَمَرَ بِهِمْ فَسَمَرُوا أَعْيُنَهُمْ وَقَطَعُوا أَيْدِيَهُمْ، وَتُرِكُوا فِي نَاحِيَةِ الْحَرَّةِ حَتَّى مَاتُوا عَلَى حَالِهِمْ. [راجع: ٢٣٣]

ساتھ مدینہ سے باہر چلے جائیں وہاں ان کا دودھ اور پیشاب نوش کریں، چنانچہ وہ لوگ باہر چلے گئے لیکن حرہ کے نزدیک پہنچ کر وہ اسلام سے مرتد ہوگئے، انھوں نے رسول اللہ ﷺ کے چرواہے کو قتل کر دیا اور اونٹ لے کر بھاگ نکلے، جب رسول اللہ ﷺ کو یہ خبر ملی تو آپ نے ان کے تعاقب میں چند آدمی روانہ کیے۔ پھر آپ نے ان کے متعلق حکم دیا اور ان کی آنکھوں میں گرم سلائیں پھیری گئیں اور ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ ڈالے گئے، پھر حرہ کے کنارے انھیں چھوڑ دیا گیا حتی کہ وہ اسی حالت میں مر گئے۔

فوائد و مسائل: ① جس علاقے کی آب و ہوا موافق نہ ہو وہاں سے کسی دوسرے علاقے میں جانا جائز ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے مذکورہ لوگوں کو مدینہ طیبہ سے حرہ بھیج دیا تھا، لیکن وہ مرتد ہو کر جرائم پیشہ ہوگئے۔ انھوں نے ایسی حرکت کی کہ انھیں وہی سزا دی گئی جو ان کے مناسب تھی۔ ② بہر حال عنوان اور حدیث میں مطابقت ظاہر ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے انھیں مدینہ طیبہ کی آب و ہوا ناموافق ہونے کی وجہ سے باہر چلے جانے کا حکم دیا تھا۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ اگر طاعون وغیرہ کی وجہ سے آب و ہوا ناموافق ہو جائے تو راہ فرار اختیار کرتے ہوئے کسی دوسری جگہ جانا درست نہیں جیسا کہ آئندہ بیان ہوگا لیکن اس کے بغیر آب و ہوا کے ناموافق ہونے سے کسی دوسری جگہ جانا منع نہیں ہے۔ واللہ أعلم.[1]

(٣٠) بَابُ مَا يُذْكَرُ فِي الطَّاعُونِ

باب: 30- طاعون کا بیان

وضاحت: طاعون، طعن سے ہے جس کے لغوی معنی ہیں: جرح و نقد کرنا، نیزہ مارنا۔ لیکن جب یہ فاعول کے وزن پر استعمال ہو تو حقیقی معنی کے بجائے یہ عام وبائی موت کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ طاعون ایک ایسی مہلک بیماری ہے جس سے ہوا، مزاج اور بدن خراب ہو جاتا ہے۔ اس کی ابتدا ایک دردناک پھوڑے سے ہوتی ہے جو بغل میں نمودار ہوتا ہے۔ اس سے دل بے چین ہوتا ہے اور قے آنے کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ یہ بیماری اچانک نمودار ہو کر بہت جلد پھیل جاتی ہے۔ آج کل اللہ کریم کے فضل سے یہ بیماری ختم ہو چکی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو اس قسم کے وبائی امراض سے محفوظ رکھے۔ آمین.

٥٧٢٨ - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ: أَخْبَرَنِي حَبِيبُ بْنُ أَبِي ثَابِتٍ قَالَ:

[5728] حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، وہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں، وہ نبی ﷺ سے کہ

[1] فتح الباري: 220/10.

سَمِعْتُ إِبْرَاهِيمَ بْنَ سَعْدٍ قَالَ: سَمِعْتُ أُسَامَةَ ابْنَ زَيْدٍ يُحَدِّثُ سَعْدًا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «إِذَا سَمِعْتُمْ بِالطَّاعُونِ بِأَرْضٍ فَلَا تَدْخُلُوهَا، وَإِذَا وَقَعَ بِأَرْضٍ وَأَنْتُمْ بِهَا فَلَا تَخْرُجُوا مِنْهَا».

آپ نے فرمایا: ''جب تم سنو کہ کسی جگہ طاعون کی وبا پھیل رہی ہے تو وہاں مت جاؤ لیکن جہاں یہ وبا پھوٹ پڑے اور تم وہاں موجود ہو تو وہاں سے مت نکلو۔''

فَقُلْتُ: أَنْتَ سَمِعْتَهُ يُحَدِّثُ سَعْدًا وَلَا يُنْكِرُهُ؟ قَالَ: نَعَمْ. [راجع: ٣٤٧٣]

(حبیب بن ابی ثابت کہتے ہیں کہ) میں نے (ابراہیم بن سعد سے) کہا: تم نے خود حضرت اسامہ ؓ سے سنا تھا کہ انھوں نے حضرت سعد ؓ سے بیان کیا اور انھوں نے اس کا انکار نہیں کیا؟ انھوں نے کہا: ہاں۔

فوائد ومسائل: ① اگرچہ موت کا ایک وقت مقرر ہے اور وہ اپنے وقت سے ایک لحظہ آگے پیچھے نہیں ہوتی، اس کے باوجود وبائی جگہ جانے اور وہاں سے کسی دوسری جگہ منتقل ہونے سے اس لیے منع کیا گیا ہے کہ لوگوں کا عقیدہ خراب نہ ہو، مثلاً: کوئی کہے: وہاں جانا میری ہلاکت کا سبب بنا یا وبائی مقام سے آنا اس کی عافیت کا باعث ہوا جیسا کہ کوڑھ والے کے پاس جانے سے منع کیا گیا ہے، اس کی مزید تفصیل آئندہ واقعے سے معلوم ہوگی۔

٥٧٢٩ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عَبْدِ الْحَمِيدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ زَيْدِ بْنِ الْخَطَّابِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ نَوْفَلٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ خَرَجَ إِلَى الشَّامِ حَتَّى إِذَا كَانَ بِسَرْغَ لَقِيَهُ أُمَرَاءُ الْأَجْنَادِ: أَبُو عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ وَأَصْحَابُهُ، فَأَخْبَرُوهُ أَنَّ الْوَبَاءَ قَدْ وَقَعَ بِأَرْضِ الشَّامِ. قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: فَقَالَ عُمَرُ: ادْعُ لِيَ الْمُهَاجِرِينَ الْأَوَّلِينَ فَدَعَاهُمْ فَاسْتَشَارَهُمْ، وَأَخْبَرَهُمْ أَنَّ الْوَبَاءَ قَدْ وَقَعَ بِالشَّامِ، فَاخْتَلَفُوا، فَقَالَ بَعْضُهُمْ: قَدْ خَرَجْنَا لِأَمْرٍ وَلَا نَرَى أَنْ تَرْجِعَ عَنْهُ، وَقَالَ بَعْضُهُمْ: مَعَكَ بَقِيَّةُ النَّاسِ وَأَصْحَابُ رَسُولِ اللهِ ﷺ وَلَا نَرَى أَنْ

[5729] حضرت عبداللہ بن عباس ؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب ؓ ملک شام تشریف لے جا رہے تھے، جب سرغ مقام پر پہنچے تو آپ کی ملاقات امراء افواج حضرت ابو عبیدہ بن جراح اور ان کے ساتھیوں سے ہوئی۔ انھوں نے بتایا کہ شام میں طاعون کی وبا پھوٹ پڑی ہے۔ یہ سن کر حضرت عمر ؓ نے فرمایا: مہاجرین اولین کو میرے پاس بلاؤ۔ ان کو بلایا تو ان سے مشورہ طلب کیا اور ان سے کہا کہ شام میں طاعون کی وبا پھوٹ پڑی ہے، مہاجرین اولین نے باہم اختلاف رائے کیا، بعض نے کہا: آپ ایک عظیم مقصد (جہاد) کے لیے نکلے ہیں، لہٰذا ہم آپ کا واپس چلے جانا مناسب نہیں سمجھتے، جبکہ کچھ دوسرے حضرات نے کہا کہ آپ کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے باقی ماندہ صحابۂ کرام ؓ ہیں ہم یہ مناسب نہیں سمجھتے کہ آپ ان کو لے کر وبائی علاقے میں جائیں۔ حضرت عمر ؓ نے فرمایا: آپ

تُقْدِمَهُمْ عَلَى هٰذَا الْوَبَاءِ، فَقَالَ: ارْتَفِعُوا عَنِّي، ثُمَّ قَالَ: ادْعُ لِيَ الْأَنْصَارَ، فَدَعَوْتُهُمْ، فَاسْتَشَارَهُمْ، فَسَلَكُوا سَبِيلَ الْمُهَاجِرِينَ، وَاخْتَلَفُوا كَاخْتِلَافِهِمْ، فَقَالَ: ارْتَفِعُوا عَنِّي، ثُمَّ قَالَ: ادْعُ لِي مَنْ كَانَ هَاهُنَا مِنْ مَشْيَخَةِ قُرَيْشٍ مِنْ مُهَاجِرَةِ الْفَتْحِ، فَدَعَوْتُهُمْ فَلَمْ يَخْتَلِفْ مِنْهُمْ عَلَيْهِ رَجُلَانِ، فَقَالُوا: نَرَى أَنْ تَرْجِعَ بِالنَّاسِ وَلَا تُقْدِمَهُمْ عَلَى هٰذَا الْوَبَاءِ فَنَادَى عُمَرُ فِي النَّاسِ: إِنِّي مُصَبِّحٌ عَلَى ظَهْرٍ فَأَصْبِحُوا عَلَيْهِ، فَقَالَ أَبُو عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ: أَفِرَارًا مِنْ قَدَرِ اللهِ؟ فَقَالَ عُمَرُ: لَوْ غَيْرُكَ قَالَهَا يَا أَبَا عُبَيْدَةَ؟ نَعَمْ نَفِرُّ مِنْ قَدَرِ اللهِ إِلَى قَدَرِ اللهِ، أَرَأَيْتَ لَوْ كَانَ لَكَ إِبِلٌ هَبَطَتْ وَادِيًا لَهُ عُدْوَتَانِ، إِحْدَاهُمَا خَصِيبَةٌ وَالْأُخْرَى جَدْبَةٌ، أَلَيْسَ إِنْ رَعَيْتَ الْخَصْبَةَ رَعَيْتَهَا بِقَدَرِ اللهِ، وَإِنْ رَعَيْتَ الْجَدْبَةَ رَعَيْتَهَا بِقَدَرِ اللهِ؟ قَالَ: فَجَاءَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ وَكَانَ مُتَغَيِّبًا فِي بَعْضِ حَاجَتِهِ، فَقَالَ: إِنَّ عِنْدِي فِي هٰذَا عِلْمًا، سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «إِذَا سَمِعْتُمْ بِهِ بِأَرْضٍ فَلَا تَقْدَمُوا عَلَيْهِ، وَإِذَا وَقَعَ بِأَرْضٍ وَأَنْتُمْ بِهَا فَلَا تَخْرُجُوا فِرَارًا مِنْهُ»، قَالَ: فَحَمِدَ اللهَ عُمَرُ ثُمَّ انْصَرَفَ. [انظر: ٥٧٣٠، ٦٩٧٣]

حضرات تشریف لے جائیں۔ پھر فرمایا: انصار کو بلاؤ۔ حضرت ابن عباس ؓ کہتے ہیں کہ میں انصار کو بلا لایا۔ آپ نے ان سے بھی مشورہ کیا لیکن وہ بھی کسی ایک فیصلے پر متفق نہ ہوئے بلکہ مہاجرین کی طرح اختلاف کرنے لگے، کسی نے کہا: آگے چلیں اور کسی نے واپس جانے کا مشورہ دیا۔ حضرت عمر ؓ نے فرمایا: تم بھی تشریف لے جاؤ۔ پھر فرمایا: میرے پاس قریش کے شیوخ کو بلاؤ جو فتح مکہ کے وقت اسلام قبول کر کے مدینہ طیبہ آئے تھے۔ میں انھیں بلا کر لایا تو ان میں کوئی اختلاف رائے پیدا نہ ہوا بلکہ انھوں نے کہا: ہمارا خیال ہے کہ آپ لوگوں کو واپس لے جائیں اور انھیں اس وباء میں نہ ڈالیں۔ حضرت عمر ؓ نے یہ سنتے ہی لوگوں میں اعلان کرا دیا کہ میں صبح اونٹ پر سوار ہو کر مدینہ طیبہ لوٹ جاؤں گا، لہٰذا تم لوگ بھی واپس چلو، چنانچہ صبح کو ایسا ہی ہوا۔ اس دوران میں حضرت ابوعبیدہ بن جراح ؓ نے کہا: کیا اللہ کی تقدیر سے راہ فرار اختیار کیا جائے گا؟ حضرت عمر ؓ نے فرمایا: اے ابوعبیدہ! کاش! تیرے علاوہ کوئی دوسرا یہ بات کہتا۔ ہاں، ہم اللہ کی تقدیر سے راہ فرار اختیار کر کے اللہ کی تقدیر کی طرف ہی جا رہے ہیں۔ مجھے بتاؤ اگر تمھارے اونٹ کسی وادی میں جائیں جس کے دو کنارے ہوں: ایک سرسبز و شاداب اور دوسرا خشک و بے آباد، کیا یہ بات نہیں ہے کہ اگر سرسبز خطے میں چراتے ہو تو اللہ کی تقدیر سے ایسا ہوگا اور اگر خشک وادی میں چراؤ گے تو وہ بھی اللہ کی تقدیر سے ہوگا۔ اس دوران میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف ؓ وہاں آ گئے جو اپنی کسی ضرورت کی بنا پر اس وقت وہاں موجود نہیں تھے، انھوں نے بتایا کہ میرے پاس اس مسئلے کے متعلق یقینی علم ہے۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے: ''اگر تم کسی ملک کے

متعلق سنو کہ وہاں وبا ہے تو وہاں نہ جاؤ اور جب ایسی جگہ وبا آ جائے جہاں تم خود موجود ہو تو وہاں سے مت نکلو۔'' راوی بیان کرتے ہیں کہ اس وقت حضرت عمر ؓ نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کی، پھر واپس ہو گئے۔

فوائد ومسائل: ① یہ اٹھارہ ہجری کا واقعہ ہے۔ شام کے علاقہ عمواس میں طاعون کی وبا پھیلی۔ عمواس، رملہ اور بیت المقدس کے درمیان ایک قصبے کا نام ہے۔ اس وبا سے تقریباً تیس ہزار افراد لقمۂ اجل بنے۔ یہ وہ طاعون تھا جو اسلام میں سب سے پہلے واقع ہوا۔ حضرت عمر ؓ وہاں کے حالات معلوم کرنے کے لیے شام جانا چاہتے تھے، لیکن راستے میں طاعون کے پھوٹ پڑنے کی اطلاع ملی تو انھوں نے واپسی کا پروگرام بنایا۔ اگرچہ انھیں اس کے متعلق کوئی حدیث معلوم نہ تھی لیکن اکثر ان کی رائے حکم الٰہی کے موافق ہوا کرتی تھی، بعد میں جب پتا چلا کہ رسول اللہ ﷺ کا بھی یہی ارشاد ہے تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ ② بہرحال اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر کسی ملک یا قصبے میں طاعون کی وبا پھوٹ پڑے تو وہاں نہیں جانا چاہیے اور وہاں کے لوگوں کو اس مقام سے نہیں نکلنا چاہیے اور ایسا کرنا اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے راہ فرار اختیار کرنا نہیں بلکہ تقدیر ہی کا ایک حصہ ہے۔

٥٧٣٠ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَامِرٍ: أَنَّ عُمَرَ خَرَجَ إِلَى الشَّامِ، فَلَمَّا كَانَ بِسَرْغَ بَلَغَهُ أَنَّ الْوَبَاءَ قَدْ وَقَعَ بِالشَّامِ، فَأَخْبَرَهُ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ ابْنُ عَوْفٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «إِذَا سَمِعْتُمْ بِهِ بِأَرْضٍ فَلَا تَقْدَمُوا عَلَيْهِ، وَإِذَا وَقَعَ بِأَرْضٍ وَأَنْتُمْ بِهَا فَلَا تَخْرُجُوا فِرَارًا مِنْهُ». [راجع: ٥٧٢٩]

[5730] حضرت عبداللہ بن عامر سے روایت ہے کہ حضرت عمر ؓ شام کے لیے روانہ ہوئے۔ جب آپ سرغ مقام پر پہنچے تو آپ کو اطلاع ملی کہ شام میں طاعون کی وبا پھوٹ پڑی ہے۔ پھر حضرت عبدالرحمٰن بن عوف ؓ نے انھیں بتایا کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: ''جب تم کسی علاقے کے متعلق سنو کہ وہاں وبا پھوٹ پڑی ہے تو وہاں مت جاؤ، اور جب کسی ایسی جگہ وبا پھوٹ پڑے جہاں تم موجود ہو تو وہاں سے مت نکلو۔''

فوائد ومسائل: ① جب حضرت عبدالرحمٰن بن عوف ؓ نے انھیں رسول اللہ ﷺ کی حدیث سنائی تو انھوں نے واپسی کا پختہ پروگرام بنا لیا۔ مصنف ابن ابی شیبہ کی روایت میں ہے کہ حضرت عمر ؓ کو واپس لوٹنے پر ندامت ہوئی اور آپ یوں دعا کیا کرتے تھے: ''اے اللہ! میرا مقام سرغ سے واپس آنا معاف کر دے۔''[1] ان کا اظہار ندامت اس لیے تھا کہ وہ ایک بہت بڑی مہم کے لیے نکلے تھے، جب منزل مقصود کے قریب پہنچ گئے تو واپس آ گئے، وہاں قریب کسی مقام پر طاعون ختم ہونے کا انتظار کر لیتے پھر اپنی مہم پر روانہ ہو جاتے، وہ طاعون جلدی ہی ختم ہو گیا۔ ② شاید انھیں جب جلدی ختم ہونے کی اطلاع ملی تو انھوں

① المصنف لابن أبي شيبة: 28/7، رقم: 33837.

نے اس پر اظہار ندامت کیا ہو کیونکہ واپس لوٹنے میں جس قدر مشقت اور ذہنی کوفت برداشت کرنا پڑی وہ انتظار کرنے میں نہ ہوتی، نیز حدیث وہاں جانے سے ممانعت کے لیے تھی، وہاں سے واپس آنے کے متعلق نہ تھی۔[1] والله أعلم.

٥٧٣١ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نُعَيْمِ الْمُجْمِرِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَا يَدْخُلُ الْمَدِينَةَ الْمَسِيحُ وَلَا الطَّاعُونُ». [راجع: ١٨٨٠]

[5731] حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مسیح دجال اور طاعون دونوں مدینہ طیبہ میں داخل نہیں ہوں گے۔''

فوائد ومسائل: ① ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''حضرت جبرئیل ؑ میرے پاس بخار اور طاعون لے کر آئے۔ میں نے مدینہ طیبہ کے لیے بخار کا انتخاب کیا اور طاعون کو شام کے لیے چھوڑ دیا، جب طاعون میری امت کے لیے شہادت اور رحمت ہے اور کافروں کے لیے عذاب۔''[2] ② اس میں یہ حکمت بیان کی جاتی ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ مدینہ طیبہ تشریف لائے تو آپ کے صحابۂ کرام ؓ بہت تھوڑے اور وہ بھی بے سروسامانی کی حالت میں تھے اور مدینہ طیبہ بھی وبائی شہر تھا۔ اس وقت رسول اللہ ﷺ کو ان دونوں میں سے ایک کو منتخب کرنے کا اختیار دیا گیا تو آپ ﷺ نے بخار کا انتخاب کیا کیونکہ اس سے اموات بہت کم واقع ہوتی ہیں جبکہ طاعون میں تو مرنے کی وجہ سے شہر اجڑ جاتے ہیں۔ جب رسول اللہ ﷺ کو کفار سے جہاد کی ضرورت پڑی اور بخار ایسے حالات میں مسلمانوں کی کمزوری کا باعث تھا تو آپ ﷺ نے بخار وغیرہ کو جُحفہ منتقل کر دینے کی اللہ تعالیٰ سے درخواست کی تو اللہ تعالیٰ نے اسے جحفہ منتقل کر دیا۔ اس وقت سے مدینہ طیبہ خوشگوار خطہ بن گیا۔[3]

٥٧٣٢ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ: حَدَّثَنَا عَاصِمٌ: حَدَّثَتْنِي حَفْصَةُ بِنْتُ سِيرِينَ قَالَتْ: قَالَ لِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: يَحْيَى بِمَ مَاتَ؟ قُلْتُ: مِنَ الطَّاعُونِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «اَلطَّاعُونُ شَهَادَةٌ لِكُلِّ مُسْلِمٍ». [راجع: ٢٨٣٠]

[5732] حضرت حفصہ بنت سیرین سے روایت ہے، انھوں نے کہا: مجھ سے حضرت انس بن مالک ؓ نے دریافت کیا کہ یحییٰ بن سیرین کا کس بیماری سے انتقال ہوا ہے؟ میں نے کہا: طاعون سے۔ انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''طاعون، ہر مسلمان کے لیے شہادت ہے۔''

٥٧٣٣ - حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ عَنْ مَالِكٍ، عَنْ سُمَيٍّ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «الْمَبْطُونُ شَهِيدٌ، وَالْمَطْعُونُ شَهِيدٌ». [راجع: ٦٥٣]

[5733] حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے، وہ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ''پیٹ کی بیماری سے مرنے والا شہید ہے اور طاعون کی بیماری سے مرنے والا بھی شہید ہے۔''

---

(1) فتح الباري: 230/10. (2) مسند أحمد: 81/5. (3) فتح الباري: 235/10.

فائدہ: طاعون ایک بہت بڑی خطرناک اور مہلک بیماری ہے جس کی وجہ سے بارہا نوع انسانی کو سخت ترین نقصان پہنچا ہے لیکن اہل ایمان کے لیے یہ شہادت کا باعث ہے۔ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کے حضور جب معرکے میں شہید ہونے والے اور طاعون سے مرنے والے پیش ہوں گے تو طاعون سے مرنے والے کہیں گے کہ ہم بھی شہید ہیں۔ فیصلے کے لیے کہا جائے گا کہ طاعون سے مرنے والوں کے زخموں کو دیکھا جائے، اگر ان کے زخم شہیدوں کے زخموں کی طرح ہیں اور ان سے خون بہتا ہے جس سے کستوری کی خوشبو آتی ہو تو انھیں شہداء شمار کیا جائے، چنانچہ انھیں دیکھا جائے گا کہ وہ انھی اوصاف سے متصف ہیں تو انھیں شہداء میں شمار کیا جائے گا۔''[1] لیکن یہ درجہ حاصل کرنے کے لیے چند ایک شرائط ہیں جن کا آئندہ حدیث میں ذکر ہوگا۔

(٣١) بَابُ أَجْرِ الصَّابِرِ فِي الطَّاعُونِ

باب: 31- طاعون میں صبر کر کے وہیں رہنے والے شخص کے اجر کا بیان (گو اسے طاعون نہ ہو)

٥٧٣٤ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ: أَخْبَرَنَا حَبَّانُ: حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ أَبِي الْفُرَاتِ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ بُرَيْدَةَ عَنْ يَحْيَى بْنِ يَعْمَرَ، عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهَا أَخْبَرَتْنَا أَنَّهَا سَأَلَتْ رَسُولَ اللهِ ﷺ عَنِ الطَّاعُونِ فَأَخْبَرَهَا نَبِيُّ اللهِ ﷺ أَنَّهُ: «كَانَ عَذَابًا يَبْعَثُهُ اللهُ عَلَى مَنْ يَشَاءُ فَجَعَلَهُ اللهُ رَحْمَةً لِلْمُؤْمِنِينَ، فَلَيْسَ مِنْ عَبْدٍ يَقَعُ الطَّاعُونُ فَيَمْكُثُ فِي بَلَدِهِ صَابِرًا يَعْلَمُ أَنَّهُ لَنْ يُصِيبَهُ إِلَّا مَا كَتَبَ اللهُ لَهُ إِلَّا كَانَ لَهُ مِثْلُ أَجْرِ الشَّهِيدِ».

تَابَعَهُ النَّضْرُ عَنْ دَاوُدَ. [راجع: ٣٤٧٤]

[5734] نبی ﷺ کی زوجۂ محترمہ ام المومنین حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے، انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے طاعون کے متعلق سوال کیا تو اللہ کے نبی ﷺ نے انھیں بتایا: ''طاعون (اللہ کا) عذاب تھا، وہ اسے جس پر چاہتا بھیج دیتا، پھر اللہ تعالیٰ نے اس کو اہل ایمان کے لیے باعث رحمت بنا دیا۔ اب کوئی بھی اللہ کا بندہ اگر صبر کے ساتھ اس شہر میں ٹھہرا رہے جہاں طاعون پھوٹ پڑا ہو اور یقین رکھتا ہو کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے لکھ دیا ہے وہ اس کو ضرور پہنچ کر رہے گا تو اس کو شہید کا سا ثواب ملے گا۔''

نضر بن شمیل نے داود سے روایت کرنے میں حبان بن ہلال کی متابعت کی ہے۔

فوائد و مسائل: ① طاعون کی وجہ سے اجر و ثواب کا حق دار بننے کے لیے دو شرطیں ہیں: ایک تو یہ ہے کہ وہ صبر و استقامت کے ساتھ اسی مقام پر ٹھہرا رہے، وہاں سے بھاگ کر کسی دوسری جگہ نہ جائے۔ دوسری شرط یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر راضی رہے، وہاں ٹھہرتے ہوئے کسی قسم کی پریشانی کو اپنے دل میں جگہ نہ دے۔ اگر اس کا گمان ہو کہ یہاں سے نکلنے میں اسے نجات مل

1 مسند أحمد: 185/4.

جائے گی تو اسے ثواب سے محرومی کا سامنا کرنا پڑے گا، خواہ وہ طاعون سے وہاں مر جائے۔ اور اگر وہ ان صفات سے متصف ہے تو اسے شہید کا ثواب ملے گا اگرچہ اسے طاعون کی وجہ سے موت نہ آئے۔ اس کے تحت تین صورتیں ہیں: ○ ان صفات کا حامل ہو اور طاعون کی وجہ سے وہاں موت آ جائے۔ ○ وہاں طاعون سے متأثر ہو لیکن اسے اس وجہ سے موت نہ آئے۔ ○ وہ طاعون سے متأثر نہ ہو اور اس کے بغیر موت آ جائے۔ ② بہرحال جو شخص صبر کرتے اور ثواب کی امید رکھتے ہوئے ایسے مقام سے نہ نکلے جہاں طاعون کی وبا پھوٹ پڑی ہو اور وہ طاعون کے مرض سے نہ مرے تو اسے شہید کے مثل ثواب ہوگا اور اگر وہ مر جائے تو وہ شہید کے حکم میں ہے۔[1]

(۳۲) بَابُ الرُّقَى بِالْقُرْآنِ وَالْمُعَوِّذَاتِ

باب:32- قرآن اور معوذات پڑھ کر دم کرنا

وضاحت: امام بخاری رحمہ اللہ نے اب دوسرا طریقۂ علاج بیان کرنے کا آغاز کیا ہے۔ وہ قرآن اور مسنون دعاؤں سے دم جھاڑ کرنا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی امت کو بہت سے فائدہ مند اور نفع بخش دم سکھائے ہیں۔ جو قرآنی آیات اور دعاؤں پر مشتمل ہیں۔ اس کے طریقۂ کار اور اوقات سے بھی آگاہ کیا ہے۔ آپ ﷺ کے بتائے ہوئے دم جھاڑ میں کوئی تبدیلی ممکن نہیں اور نہ آپ کے بتائے ہوئے وقت کے علاوہ کسی دوسرے وقت میں وہ کیا جا سکتا ہے کیونکہ اس میں کمی بیشی کرنا اور اس کے اوقات میں تبدیلی کرنا رسول اللہ ﷺ سے زیادہ علم رکھنے کا دعویٰ کرنا ہے۔ اس کے علاوہ وہ دم جو رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں، البتہ کسی نے اس کا تجربہ کیا ہے اور اس کا فائدہ بھی ظاہر ہے، نیز وہ ایسے امور پر مشتمل نہیں جس سے شریعت نے بچنے کا حکم دیا ہے تو اس قسم کے دم کرنے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ جھاڑ پھونک سے علاج کرنا بھی جڑی بوٹیوں سے علاج کرنے کی طرح ہے۔ ان سے فائدہ اٹھانا رسول اللہ ﷺ ہی پر موقوف نہیں بلکہ دوسروں کے تجربے سے بھی فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے بشرطیکہ کسی ممنوعہ امر پر مشتمل نہ ہو، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے بعض صحابۂ کرام کے دم کو برقرار رکھا جو انھوں نے آپ کے علاوہ دوسروں سے سیکھا تھا جیسا کہ آپ نے آلِ حزم کو سانپ ڈسنے کے دم کی اجازت دی تھی۔ بلکہ آپ نے فرمایا تھا کہ تم میں سے جو کوئی اپنے بھائی کو فائدہ پہنچا سکتا ہو وہ ضرور ایسا کرے۔[2] حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم دور جاہلیت میں دم جھاڑ کیا کرتے تھے۔ ہم نے اس کے متعلق رسول اللہ ﷺ سے عرض کی: اللہ کے رسول! آپ کی اس کے متعلق کیا رائے ہے؟ آپ نے فرمایا: ''وہ دم جھاڑ مجھے پیش کرو۔'' پھر آپ نے فرمایا: ''ایسا دم کرنے میں کوئی حرج نہیں جس میں شرک کی ملاوٹ نہ ہو۔''[3] اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ ایسا دم کرنا جائز ہے جو شرک سے پاک ہونے کے ساتھ ساتھ کسی نے اپنے تجربے سے حاصل کیا ہو۔ اسی طرح شفاء بنت عبداللہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ میرے پاس تشریف لائے جبکہ میں اس وقت سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس بیٹھی ہوئی تھی، آپ نے فرمایا: ''تم اسے پھوڑے پھنسیوں کا دم بھی سکھا دو جس طرح تم نے اسے

---

1 فتح الباري: 238/10. 2 صحيح مسلم، السلام، حديث: 5731(2199). 3 سنن أبي داود، الطب، حديث: 3886.

لکھنا پڑھنا سکھایا ہے۔'' [1] لیکن شریعت میں دم جھاڑ کے متعلق کچھ قواعد وضوابط ہیں جن کی تفصیل حسب ذیل ہے: ○ وہ دم جھاڑ کسی شرکیہ کلام پر مشتمل نہ ہو کیونکہ شرک حرام ہے اور حرام چیز سے علاج جائز نہیں۔ ○ وہ جھاڑ پھونک جادو ٹونے کی قسم سے نہ ہو کیونکہ جادو کرنا بھی حرام ہے اور اس کا مرتکب کافر ہے۔ ○ وہ دم جھاڑ ایسی عبارت پر مشتمل ہو جس کے معنی قابل فہم ہوں۔ اگر کسی دم جھاڑ کے معنی سمجھ میں نہ آئیں تو اس میں شرک کا شبہ ہوسکتا ہے اور جس چیز کے متعلق شرک کا گمان ہو اسے اختیار کرنا جائز نہیں۔ ○ ایسی حالت میں دم نہ کیا جائے جس میں دم کرنا شرعاً حرام ہے، مثلاً: حالت جنابت میں، قبرستان یا بیت الخلاء میں یا اپنی شرمگاہ کو ننگا کر کے دم کرنا، ایسی حالت میں دم کرنا حرام ہے۔ ○ وہ دم جھاڑ ایسی عبارت پر مشتمل نہ ہو جو شرعاً حرام ہے، مثلاً: گالی گلوچ اور لعنت وغیرہ کے الفاظ سے کیونکہ یہ چیزیں شرعاً حرام ہیں اور انھیں دم میں استعمال کرنا بھی حرام ہے۔ ○ دم کرنے والا یا جسے دم کیا جا رہا ہے وہ یہ گمان نہ رکھے کہ یہ دم ہی میرے لیے شفا دہندہ ہے اور اس سے میری تکلیف دور ہوگی، اسے چاہیے کہ وہ دم کرنے یا کروانے کے بعد اللہ تعالیٰ سے شفایابی کی امید رکھے۔ ہمارے رجحان کے مطابق بہترین دم وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے کلام یا اللہ کے رسول ﷺ کی سکھلائی ہوئی دعاؤں پر مشتمل ہو، نیز جائز قسم کا دم جھاڑ توکل کے منافی نہیں اور دم تکلیف واقع ہونے سے پہلے بھی کیا جاسکتا ہے اور تکلیف آجانے کے بعد بھی جائز ہے لیکن لوگوں پر دم کرنے کے لیے خود کو فارغ کر لینا اور اسے ذریعۂ معاش بنانا کسی صورت میں جائز نہیں۔ اگرچہ دم کی اجرت لینا جائز ہے لیکن اسے بطور پیشہ اختیار کرنا سلف صالحین کے طریقے کے خلاف ہے۔ ایسا کرنے میں بہت سی برائیاں جنم لیتی ہیں جنھیں ہم آئندہ بیان کریں گے۔ دم جھاڑ کے علاوہ ہمارے ہاں علاج کا ایک طریقہ تعویذ گنڈا بھی ہے۔ اب ہم اس کے متعلق اپنی گزارشات پیش کرتے ہیں۔ عربی زبان میں تعویذ یا تعوذ کے معنی ہیں: پناہ چاہنا۔ قرآن وحدیث میں تعویذ یا تعوذ کے جو مشتقات آئے ہیں وہ پناہ چاہنے اور معوذتین وغیرہ پڑھنے کے معنی میں مستعمل ہیں، تعویذ لٹکانے یا باندھنے کے معنی میں ہرگز استعمال نہیں ہوتے، البتہ اردو زبان میں تعویذ کا اطلاق اس پر ہوتا ہے جو امراض یا آسیب یا نظر بد سے محفوظ رہنے اور حصول برکت کے لیے باندھا یا لٹکایا جائے۔ یاد رہے کہ وہ منکے جو عرب لوگ اپنے بچوں کو نظر بد سے بچانے کے لیے پہناتے تھے اسے تمیمہ یا تمائم کہا جاتا ہے۔ اس معنی میں وہ کوڑیاں، پتھر، چھلے، انگوٹھیاں، لکڑی اور دھاگے وغیرہ سب چیزیں شامل ہیں جو جہلاء بغرض علاج پہنتے اور پہناتے ہیں۔ اس میں وہ تعویذ بھی آجاتے ہیں جو کفریہ، شرکیہ اور غیر شرعی تحریروں پر مشتمل ہوں یا حروف ابجد یا ہندسے لکھے ہوں یا الٹی سیدھی لکیریں لگائی گئی ہوں۔ ان سب چیزوں کو تمیمہ کہا جانا مناسب ہے جس کی حدیث میں ممانعت ہے، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''دم جھاڑ، گنڈے منکے اور جادو کی چیزیں یا تحریریں سب شرک ہیں۔'' [2] لیکن ایسے تعویذ جو قرآنی آیات اور مسنون دعاؤں پر مشتمل ہوں انھیں تمیمہ نہیں کہا جاسکتا، البتہ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ قرآنی آیات یا دعائیں لکھ کر لٹکانا رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں، حالانکہ اس دور میں کاغذ، قلم، سیاہی اور کاتب وغیرہ مہیا تھے اور بیماری میں لوگ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آتے یا لائے جاتے تھے مگر آپ نے کبھی کسی کو یہ طریقۂ علاج ارشاد نہیں فرمایا۔ آپ ﷺ نے انھیں دم کیا یا مختلف اذکار بتائے یا ان کے لیے کوئی مادی علاج تجویز

[1] المستدرك للحاكم: 56/4. [2] سنن أبي داود، الطب، حديث: 3883.

فرمایا۔آیات یا دعائیں لکھ کر لٹکانا بعد کی بات ہے، اسے بھی اسلاف پسند نہیں کرتے تھے، چنانچہ حضرت ابراہیم نخعی فرماتے ہیں کہ سلف، قرآنی یا غیر قرآنی تعویذ کو برا کہتے تھے۔[1] نیز مشہور ثقہ فقیہ حضرت مغیرہ بن مقسم ضبی کہتے ہیں: میں نے ابراہیم نخعی سے سوال کیا کہ میں بحالت بخار اپنے بازو پر یہ آیت: ﴿يٰنَارُ كُونِيْ بَرْدًا وَّ سَلٰمًا عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ﴾ لکھ کر لٹکاتا ہوں، ابراہیم نخعی نے اسے مکروہ خیال کیا اور اسے اچھا نہ سمجھا۔[2] تعویذوں کے جواز میں ایک حدیث پیش کی جاتی ہے جسے سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے انھیں خوف یا گھبراہٹ کے موقع پر یہ کلمات سکھائے تھے:[أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّةِ مِنْ غَضَبِهٖ وَ شَرِّ عِبَادِهٖ وَمِنْ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِينِ وَاَنْ يَّحْضُرُونِ] چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما اپنے سمجھدار بچوں کو یہ کلمات سکھا دیا کرتے تھے اور جو نا سمجھ ہوتے انھیں لکھ کر ان کے گلے میں لٹکا دیتے تھے۔[3] اس کے متعلق علامہ البانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ اس روایت میں دعائیہ کلمات حسن درجے کے ہیں، البتہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کا عمل کہ وہ لکھ کر بچوں کے گلے میں ڈال دیا کرتے تھے، صحیح سند سے ثابت نہیں ہے۔[4] عرصہ ہوا کہ ہم نے استاذ محترم شیخ العرب والعجم ابو محمد بدیع الدین شاہ راشدی رحمہ اللہ کو اس کے متعلق خط لکھا تو انھوں نے جواب دیا کہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما جن بچوں کو یہ دعا یاد نہیں ہوتی تھی تو وہ ان کلمات کو پٹی پر لکھ کر ان کے گلے میں باندھ دیتے تھے تاکہ وہ سیکھیں اور یاد کریں جیسا کہ عام چھوٹے طلباء کے ہاتھ میں پٹیاں ہوتی ہیں تاکہ وہ سبق یاد کرسکیں، لہٰذا اسے مروجہ تعویذ کے جواز کے لیے پیش کرنا صحیح نہیں۔ بہرحال اس تعویذ گنڈے کے ذریعے سے علاج کرنے کے بے شمار مفاسد ہیں، ہم چند ایک ذکر کرتے ہیں: ○ انسان تعویذ گنڈے کے چکر میں پھنس کر صحیح طریقۂ علاج کو چھوڑ دیتا ہے جو دم کے ذریعے سے علاج کرنا ہے۔ ○ اس طریقۂ علاج کو اختیار کرنے سے قضاء وقدر پر ایمان ختم ہو جاتا ہے جو ایمان کا ایک عظیم رکن ہے۔ ○ تعویذ گنڈا کرنے کرانے سے اللہ تعالیٰ پر ایمان کمزور ہو جاتا ہے، پھر تمام تر اعتماد اسی تعویذ گنڈے پر ہوتا ہے۔ ○ تعویذ گنڈے کے ذریعے سے انسان شرک جیسے ظلم عظیم کا مرتکب ہو جاتا ہے جو ناقابل معافی جرم ہے۔ ○ اس طریقۂ علاج کا عادی انسان توہم پرست بن جاتا ہے اور ہر چیز سے خوف کھاتا ہے۔ ○ اس کے ذریعے سے شعبدہ باز قسم کے لوگ انسان کی عزت وآبرو اور مال ومتاع پر ہاتھ صاف کرتے ہیں۔ اس سلسلے میں ہمارا موقف یہ ہے کہ ہر مسلمان ایمان ویقین کے ساتھ مسنون اعمال اختیار کرے اور یقین رکھے کہ جلد یا بدیر شفا ہو جائے گی۔ اگر شفا نہ ہو تو اپنے کردار کا جائزہ لے کر دعا قبول نہ ہونے کا سبب معلوم کرے، پھر اسے دور کرکے صبر واستقامت سے کام لیتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے ہاں اجر و ثواب اور بلندئ درجات کی امید رکھے۔ واللہ المستعان.

٥٧٣٥ - حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى: أَخْبَرَنَا هِشَامٌ عَنْ مَعْمَرٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ

[5735] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ اپنی مرض وفات میں خود پر معوذات پڑھ کر دم کرتے تھے۔ پھر جب آپ زیادہ بیمار ہوگئے تو میں یہ سورتیں پڑھ کر آپ

---

[1] المصنف لابن أبي شيبة: 427/5. [2] المصنف لابن أبي شيبة: 428/5. [3] سنن أبي دادو، الطب، حديث: 3893.
[4] ضعيف سنن أبي داود، للألباني، حديث: 840.

يَنْفُثُ عَلَى نَفْسِهِ فِي الْمَرَضِ الَّذِي مَاتَ فِيهِ بِالْمُعَوِّذَاتِ، فَلَمَّا ثَقُلَ كُنْتُ أَنْفُثُ عَنْهُ بِهِنَّ وَأَمْسَحُ بِيَدِهِ نَفْسِهِ لِبَرَكَتِهَا.

کو دم کرتی تھی اور برکت کے لیے آپ کا دست مبارک ہی آپ کے جسد اطہر پر پھیرتی تھی۔

فَسَأَلْتُ الزُّهْرِيَّ: كَيْفَ يَنْفُثُ؟ قَالَ: كَانَ يَنْفُثُ عَلَى يَدَيْهِ ثُمَّ يَمْسَحُ بِهِمَا وَجْهَهُ. [راجع: ٤٤٣٩]

(معمر نے کہا:) میں نے امام زہری سے پوچھا: آپ ﷺ کس طرح دم کرتے تھے؟ تو انھوں نے بتایا کہ آپ ﷺ دم کر کے اپنے دونوں ہاتھوں پر پھونک مارتے، پھر انھیں اپنے چہرۂ انور پر پھیر لیتے تھے۔

فوائد و مسائل: ① معوذات سے مراد سورۂ اخلاص، سورۂ فلق اور سورۂ ناس ہیں، انھیں پڑھ کر اپنے دونوں ہاتھوں میں پھونک مارتے، پھر حتی المقدور تمام جسم پر پھیر لیتے۔ پہلے سر اور چہرے کا مسح کرتے، پھر جسم کے اگلے حصے پر پھیرتے، اس طرح تین دفعہ کرتے تھے۔[1] ② انسان کو اکثر تکالیف، جادو، ٹونہ، حسد و بغض اور شیطان کی شرارتوں اور اس کے وساوس کی وجہ سے آتی ہیں، اس لیے رسول اللہ ﷺ خود پر دم کرنے کے لیے معوذات کا انتخاب کرتے تھے کیونکہ ان میں ان تمام چیزوں کا سد باب ہے۔ ③ اس کا مطلب یہ نہیں کہ دوسری قرآنی آیات یا ادعیہ ماثورہ سے دم کرنا جائز نہیں، البتہ ترجیح معوذات کو دی جائے کیونکہ ان میں ہر قسم کی تکلیف کا توڑ موجود ہے۔ اس حدیث کا یہ مطلب بھی نہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مرض وفات ہی میں معوذات سے دم کیا، حضرت عائشہ ؓ کا مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا یہ دم زندگی کے آخری وقت تک جاری رہا، منسوخ نہیں ہوا۔ واللہ أعلم.[2]

(٣٣) بَابُ الرُّقَى بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ

باب: 33- سورۂ فاتحہ سے دم جھاڑ کرنا

وَيُذْكَرُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

اس سلسلے میں حضرت ابن عباس ؓ نے نبی ﷺ سے ایک روایت بیان کی ہے۔

وضاحت: ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ جنوں اور انسانوں کی نظر بد سے اللہ کی پناہ مانگتے تھے۔ جب معوذتین نازل ہوئیں تو پھر ان کے ذریعے سے پناہ مانگتے اور ان کے علاوہ ہر قسم کا وظیفہ ترک کر دیا جس کے ذریعے سے آپ پناہ مانگتے تھے۔[3] اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ شاید معوذتین کے علاوہ دوسرا کوئی بھی وظیفہ جائز نہیں جس کے ذریعے سے دم کیا جائے۔ امام بخاری ؒ نے وضاحت فرمائی ہے کہ سورۂ فاتحہ کے ذریعے سے بھی دم کیا جا سکتا ہے، البتہ بہتر ہے کہ اس سلسلے میں معوذتین کو معمول بنایا جائے۔ واللہ أعلم. حضرت ابن عباس ؓ سے مروی حدیث کو خود امام بخاری ؒ نے متصل سند سے

1 صحيح البخاري، فضائل القرآن، حديث: 5017. 2 فتح الباري: 243/10. 3 جامع الترمذي، الطب، حديث: 2058.

بیان کیا ہے۔[1]

٥٧٣٦ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي بِشْرٍ، عَنْ أَبِي الْمُتَوَكِّلِ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: أَنَّ نَاسًا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ أَتَوْا عَلَى حَيٍّ مِنْ أَحْيَاءِ الْعَرَبِ فَلَمْ يَقْرُوهُمْ، فَبَيْنَمَا هُمْ كَذٰلِكَ، إِذْ لُدِغَ سَيِّدُ أُولٰئِكَ فَقَالُوا: هَلْ مَعَكُمْ مِنْ دَوَاءٍ أَوْ رَاقٍ؟ فَقَالُوا: إِنَّكُمْ لَمْ تَقْرُونَا، وَلَا نَفْعَلُ حَتَّى تَجْعَلُوا لَنَا جُعْلًا، فَجَعَلُوا لَهُمْ قَطِيعًا مِنَ الشَّاءِ فَجَعَلَ يَقْرَأُ بِأُمِّ الْقُرْآنِ وَيَجْمَعُ بُزَاقَهُ وَيَتْفِلُ، فَبَرَأَ، فَأَتَوْا بِالشَّاءِ فَقَالُوا: لَا نَأْخُذُهُ حَتَّى نَسْأَلَ النَّبِيَّ ﷺ، فَسَأَلُوهُ فَضَحِكَ وَقَالَ: «وَمَا أَدْرَاكَ أَنَّهَا رُقْيَةٌ؟ خُذُوهَا وَاضْرِبُوا لِي بِسَهْمٍ». [راجع: ٢٢٧٦]

[5736] حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ کے چند صحابۂ کرام عرب کے قبائل میں سے کسی قبیلے کے پاس سے گزرے تو انھوں نے ان کی ضیافت نہ کی۔ اس دوران میں اس قبیلے کے سردار کو کسی زہریلے جانور نے کاٹ لیا۔ قبیلے والوں نے صحابۂ کرام سے کہا: تمھارے پاس اس کی کوئی دوا یا دم کرنے والا ہے؟ صحابۂ کرام نے کہا: تم لوگوں نے ہماری مہمان نوازی نہیں کی، لہٰذا ہم اس وقت تک دم نہیں کریں گے جب تک تم ہماری مزدوری طے نہ کرو، چنانچہ انھوں نے کچھ بکریاں دینا طے کر دیں۔ پھر ان میں سے ایک شخص نے سورۂ فاتحہ پڑھنا شروع کر دی، دم کرتے وقت منہ میں تھوک جمع کرتا رہا اور متاثرہ جگہ پر لگاتا رہا، ایسا کرنے سے وہ سردار تندرست ہو گیا۔ قبیلے والے بکریاں لے کر آئے تو صحابۂ کرام نے کہا: جب تک ہم نبی ﷺ سے اس کے متعلق پوچھ نہ لیں ہم یہ بکریاں نہیں لے سکتے، چنانچہ انھوں نے آپ ﷺ سے پوچھا تو آپ نے مسکراتے ہوئے فرمایا: ”تمھیں کیسے معلوم ہوا کہ سورۂ فاتحہ سے بھی دم کیا جا سکتا ہے؟ بکریاں لے لو اور ان میں میرے لیے بھی حصہ رکھو۔“

فوائد و مسائل: ① سورۂ فاتحہ اصول دین اور اسمائے حسنیٰ پر مشتمل ہے۔ اس میں آخرت کا اثبات، توحید کا ذکر اور بندوں کی محتاجی کا بیان ہے کہ وہ صرف اللہ تعالیٰ سے مدد مانگتے اور اسی سے ہدایت طلب کرتے ہیں، نیز اس میں ایک بہترین دعا کا بیان ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ سے صراط مستقیم پر چلنے کی دعا کرتا ہے، پھر اس فاتحہ میں مخلوق کی قسموں کا ذکر ہے: کچھ ایسے ہیں جن پر اللہ تعالیٰ کا انعام ہوا کیونکہ انھوں نے حق کو پہچانا اور اس کے مطابق عمل کیا۔ کچھ ایسے ہیں جنھوں نے حق کو پہچان کر اس کے مطابق عمل نہ کیا ان پر اللہ کا غضب ہوا اور کچھ گمراہ ہیں جنھوں نے حق کو پہچانا ہی نہیں۔ ② اس سورت میں تقدیر، شریعت، آخرت، توبہ، تزکیۂ نفس اور اصلاح قلب کا ذکر ہے۔ اس بنا پر یہ سورت اس قابل ہے کہ اس کے ذریعے سے ہر بیماری کے لیے

1 صحيح البخاري، حديث: 5737.

اللہ تعالیٰ سے شفا طلب کی جائے۔[1] بہرحال معوذات کے علاوہ سورۂ فاتحہ سے بھی دم کیا جا سکتا ہے اور اس سلسلے میں یہ اکسیر کا درجہ رکھتی ہے۔ ہمارا تجربہ ہے کہ سورۂ فاتحہ سے دم کرنا ہر بیماری سے شفا کا ذریعہ ہے۔ واللّٰہ المستعان.

(٣٤) بَابُ الشُّرُوطِ فِي الرُّقْيَةِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ

باب: 34- سورۂ فاتحہ سے دم کرنے میں کوئی شرط عائد کرنا

٥٧٣٧ - حَدَّثَنَا سِيدَانُ بْنُ مُضَارِبٍ أَبُو مُحَمَّدٍ الْبَاهِلِيُّ: حَدَّثَنَا أَبُو مَعْشَرٍ [الْبَصْرِيُّ - هُوَ صَدُوقٌ -] يُوسُفُ بْنُ يَزِيدَ الْبَرَّاءُ: حَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللهِ بْنُ الْأَخْنَسِ أَبُو مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ نَفَرًا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ مَرُّوا بِمَاءٍ فِيهِمْ لَدِيغٌ - أَوْ سَلِيمٌ - فَعَرَضَ لَهُمْ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْمَاءِ فَقَالَ: هَلْ فِيكُمْ مِنْ رَاقٍ؟ إِنَّ فِي الْمَاءِ رَجُلًا لَدِيغًا - أَوْ سَلِيمًا -. فَانْطَلَقَ رَجُلٌ مِنْهُمْ فَقَرَأَ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ عَلَى شَاءٍ فَبَرَأَ، فَجَاءَ بِالشَّاءِ إِلَى أَصْحَابِهِ فَكَرِهُوا ذٰلِكَ وَقَالُوا: أَخَذْتَ عَلَى كِتَابِ اللهِ أَجْرًا؟ حَتَّى قَدِمُوا الْمَدِينَةَ فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ، أَخَذَ عَلَى كِتَابِ اللهِ أَجْرًا، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِنَّ أَحَقَّ مَا أَخَذْتُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا كِتَابُ اللهِ».

[5737] حضرت ابن عباس ؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ کے چند صحابۂ کرام چشمے پر رہنے والوں کے پاس سے گزرے۔ ان کے ہاں زہریلے جانور کا کاٹا ہوا ایک شخص تھا۔ صحابۂ کرام کے پاس ان کا ایک آدمی آیا اور کہنے لگا: کیا تم میں کوئی دم جھاڑ کرنے والا ہے؟ کیونکہ اس چشمے پر ایک آدمی کو کسی زہریلے جانور نے کاٹ لیا ہے۔ صحابۂ کرام میں سے ایک آدمی اس کے ہمراہ گیا اور چند بکریاں لینے کی شرط پر سورۂ فاتحہ سے دم کیا تو وہ تندرست ہو گیا۔ وہ صحابی بکریاں لے کر اپنے ساتھیوں کے پاس آیا تو انھوں نے اسے اچھا خیال نہ کیا اور کہا کہ تو نے اللہ کی کتاب پڑھ کر اجرت لی ہے؟ آخر جب یہ حضرات مدینہ طیبہ آئے تو انھوں نے عرض کی: اللہ کے رسول! اس شخص نے اللہ کی کتاب پر اجرت لی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جن چیزوں کی تم اجرت لیتے ہو ان میں سب سے زیادہ اجرت لینے کے قابل اللہ کی کتاب ہے۔''

فوائد و مسائل: ① اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دم جھاڑ کرنے پر اجرت لینا جائز ہے بلکہ پہلے سے طے کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں۔ لیکن صحابۂ کرام ؓ کی احتیاط قابل ملاحظہ ہے کہ جب تک انھیں اس کے حلال یا جائز ہونے کا علم نہیں ہوا بکریوں کو ہاتھ نہیں لگایا، البتہ دم جھاڑ کے لیے فارغ ہو جانا اور اسے ذریعۂ معاش بنا لینا انتہائی مذموم ہے۔ یہ طریقہ سلف صالحین کے ہاں غیر معروف ہے اور یہ دم کرنے والے، کروانے والے کو برائی اور فساد کی طرف دھکیل دیتا ہے۔ جس طرح کسی بزرگ سے دعا

---

[1] فتح الباري: 244/10.

کروانا تو جائز ہے لیکن اس بزرگ کا اس کام کے لیے فارغ ہوکر بیٹھ رہنا تا کہ لوگ اس کے پاس آ کر دعا کرائیں درست نہیں۔ ایسا کرنے سے کئی ایک مفاسد کے جنم لینے کا اندیشہ ہے۔

(٣٥) بَابُ رُقْيَةِ الْعَيْنِ

باب:35-نظر بد لگ جانے سے دم کرنا

٥٧٣٨ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ : أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ قَالَ : حَدَّثَنِي مَعْبَدُ بْنُ خَالِدٍ : سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ ابْنَ شَدَّادٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ : أَمَرَنِي النَّبِيُّ ﷺ - أَوْ أَمَرَ - أَنْ يُسْتَرْقَى مِنَ الْعَيْنِ.

[5738] حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے مجھے حکم دیا...... یا (کہا کہ) آپ نے حکم دیا...... کہ نظر بد لگ جانے سے دم جھاڑ کیا جائے۔

فائدہ: نظر لگ جانا برحق ہے جیسا کہ آئندہ بیان ہوگا۔ اگر انسان کسی دوسرے کے لیے نیک خواہشات کا اظہار کرے تو نیک خواہش کا مثبت اثر دوسرے پر ہوتا ہے، اسی طرح بری خواہش، یعنی حسد وغیرہ کے منفی اثرات بھی شدت سے دوسروں پر مرتب ہوتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کے علاج کے لیے بہت سی دعائیں بتائی ہیں، ان میں سے ایک دعا حسب ذیل ہے: [أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللهِ التَّامَّةِ، مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ وَهَامَّةٍ وَمِنْ كُلِّ عَيْنٍ لَامَّةٍ][1] رسول اللہ ﷺ کا یہ بھی حکم ہے کہ جب تم میں سے کوئی شخص اپنے (مسلمان) بھائی میں کوئی پسندیدہ خصلت دیکھے تو اس کے لیے برکت کی دعا کرے۔[2]

٥٧٣٩ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خَالِدٍ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ وَهْبِ بْنِ عَطِيَّةَ الدِّمَشْقِيُّ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَرْبٍ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْوَلِيدِ الزُّبَيْدِيُّ : أَخْبَرَنَا الزُّهْرِيُّ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ زَيْنَبَ ابْنَةِ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ رَأَى فِي بَيْتِهَا جَارِيَةً فِي وَجْهِهَا سَفْعَةٌ فَقَالَ : «اسْتَرْقُوا لَهَا فَإِنَّ بِهَا النَّظْرَةَ».

[5739] حضرت ام سلمہ ؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ان کے گھر میں ایک لڑکی دیکھی جس کی چہرے پر سیاہ دھبے تھے تو آپ نے فرمایا: ''اسے دم کراؤ کیونکہ اسے نظر بد لگ گئی ہے۔''

وَقَالَ عُقَيْلٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ : أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

عقیل نے کہا کہ ان سے زہری نے بیان کیا، انھیں عروہ نے خبر دی، انھوں نے اسے نبی ﷺ سے (مرسل طور پر)

[1] صحيح البخاري، أحاديث الأنبياء، حديث : 3371. [2] سنن ابن ماجه، الطب، حديث : 3509.

بیان کیا۔

تَابَعَهُ عَبْدُ اللهِ بْنُ سَالِمٍ، عَنِ الزُّبَيْدِيِّ.

عبداللہ بن سالم نے زبیدی سے روایت کرنے میں محمد بن حرب کی متابعت کی ہے۔

فوائدومسائل: ① اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نظر بد سے دم کرنا مشروع ہے جیسا کہ حضرت اسماء بنت عمیس ؓ نے عرض کی: اللہ کے رسول! حضرت جعفر ؓ کے بچوں کو نظر بد بہت جلد لگ جاتی ہے، کیا ہمیں اس کے لیے دم کرانے کی اجازت ہے؟ آپ نے فرمایا: ''ہاں'' تم دم کرا سکتے ہو۔[1] ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خود فرمایا: ''جعفر کے بچے کمزور کیوں ہیں۔'' انھوں نے کہا: انھیں نظر بد لگ جاتی ہے۔ آپ نے فرمایا: ''انھیں دم کر دیا کرو۔'' میں نے ایک دم آپ ﷺ کو پیش کیا تو آپ نے فرمایا: ''ہاں! اس سے دم کر لیا کرو۔''[2]

(٣٦) بَابٌ: الْعَيْنُ حَقٌّ

باب: 36- نظر بد برحق ہے

٥٧٤٠ - حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ نَصْرٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ، عَنْ هَمَّامٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «الْعَيْنُ حَقٌّ»، وَنَهَى عَنِ الْوَشْمِ. [انظر: ٥٩٤٤]

[5740] حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے، وہ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ''نظر لگ جانا برحق ہے۔'' اور آپ نے جسم میں سرمہ بھرنے سے بھی منع فرمایا ہے۔

فوائدومسائل: ① ماہرین نفسیات کا کہنا ہے کہ ایک انسان اپنے ارادے، خواہش اور توجہ کے ذریعے سے دوسروں پر بہت جلد اثر انداز ہو سکتا ہے۔ نظر لگنے کی صورت میں بھی کسی کی خوبی دیکھ کر بعض نفوس میں جو جذبۂ حسد پیدا ہو جاتا ہے اگر وہ شدید ہو تو اس کی وجہ سے دوسرے انسان پر برے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ عموماً دوسرے کی خوبیاں آنکھ سے دیکھی جاتی ہیں اور دیکھتے ہی فوراً حسد کا جذبہ پیدا ہوتا ہے، اس بنا پر اسے نظر لگنے سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اگر کسی انسان پر نظر بد کے اثرات شدید ہوں تو اس کا علاج یہ بتایا گیا ہے کہ جس شخص کی نظر لگی ہو وہ وضو کرے اور تہ بند وغیرہ کا وہ حصہ جو کمر کے ساتھ لگا ہوتا ہے اسے دھوئے پھر اس مستعمل پانی کو متاثرہ شخص پر پھینکا جائے۔[3] ② اس حدیث سے ان لوگوں کی تردید ہوتی ہے جو کہتے ہیں کہ نظر لگنے کی کوئی حقیقت نہیں ہے، اللہ تعالیٰ نے انسانی نظر میں بہت تاثیر رکھی ہے، مسمریزم کی بنیاد بھی انسانی نظر کی تاثیر پر ہے۔

(٣٧) بَابُ رُقْيَةِ الْحَيَّةِ وَالْعَقْرَبِ

باب: 37- سانپ اور بچھو کے ڈسنے پر دم کرنا

٥٧٤١ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ: حَدَّثَنَا

[5741] حضرت اسود سے روایت ہے، انھوں نے کہا

---

① جامع الترمذي، الطب، حديث: 2059. ② صحيح مسلم، السلام، حديث: 5726 (2198). ③ فتح الباري: 10/251.

عَبْدُ الْوَاحِدِ: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ الشَّيْبَانِيُّ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الْأَسْوَدِ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: سَأَلْتُ عَائِشَةَ عَنِ الرُّقْيَةِ مِنَ الْحُمَةِ؟ فَقَالَتْ: رَخَّصَ النَّبِيُّ ﷺ الرُّقْيَةَ مِنْ كُلِّ ذِي حُمَةٍ.

کہ میں نے سیدہ عائشہ ؓ سے زہریلے جانور کے کاٹنے پر دم کرنے کے متعلق پوچھا تو انھوں نے فرمایا کہ نبی ﷺ نے ہر زہریلے جانور کے کاٹنے پر دم کرنے کی اجازت دی ہے۔

فوائدومسائل: ① حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دم جھاڑ سے منع فرمایا تو عمرو بن حزم کے لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور عرض کی: اللہ کے رسول! ہمارے پاس ایک دم ہے جو ہم بچھو کے ڈس جانے سے بطور علاج کرتے ہیں اور آپ نے دم کرنے سے منع کر دیا ہے، پھر انھوں نے وہ دم رسول اللہ ﷺ کے سامنے پیش کیا تو آپ نے فرمایا: ''اس میں کوئی حرج نہیں۔ اگر کوئی انسان دوسرے کو نفع پہنچا سکتا ہے تو اسے ضرور نفع پہنچائے۔''[1] اسی طرح حضرت جابر ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بنو عمرو کو سانپ کے ڈس جانے سے دم کرنے کی اجازت دی۔[2] ② بہرحال زہریلے جانور کے کاٹ جانے سے دم کرنا جائز ہے، اس میں کوئی خرابی اور حرج نہیں۔ واللہ أعلم.

(۳۸) بَابُ رُقْيَةِ النَّبِيِّ ﷺ

باب: 38- نبی ﷺ کا خود دم کرنا

وضاحت: ''رقية النبي'' کے دو مفہوم ہیں: پہلا یہ کہ خود آپ کا دم پڑھنا جیسا کہ آئندہ احادیث میں بیان ہوگا۔ اس صورت میں رقیہ کی اضافت اپنے فاعل کی طرف ہوگی۔ دوسرا یہ کہ رسول اللہ ﷺ کی ذات اقدس پر دم کرنا جیسا کہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ کی طبیعت کی ناسازی کی وجہ سے سیدنا جبرئیل علیہ السلام نے آپ پر دم کیا تھا۔[3] اس صورت میں رقیہ کی اضافت اپنے مفعول کی طرف ہوگی۔[4]

٥٧٤٢ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ قَالَ: دَخَلْتُ أَنَا وَثَابِتٌ عَلَى أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، فَقَالَ ثَابِتٌ: يَا أَبَا حَمْزَةَ، اشْتَكَيْتُ، فَقَالَ أَنَسٌ: أَلَا أَرْقِيكَ بِرُقْيَةِ رَسُولِ اللهِ ﷺ؟ قَالَ: بَلَى، قَالَ: «اللّٰهُمَّ رَبَّ النَّاسِ، مُذْهِبَ الْبَاسِ، اشْفِ أَنْتَ الشَّافِي، لَا شَافِيَ إِلَّا أَنْتَ، شِفَاءً لَا يُغَادِرُ سَقَمًا».

[5742] حضرت عبدالعزیز سے روایت ہے، انھوں نے کہا: میں اور حضرت ثابت سیدنا انس بن مالک ؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ثابت نے کہا: اے ابوحمزہ! میری طبیعت ناساز ہے۔ حضرت انس ؓ نے فرمایا: کیا میں تجھے رسول اللہ ﷺ کا دم نہ کروں؟ ثابت نے عرض کیا: کیوں نہیں۔ حضرت انس ؓ نے یہ دعا پڑھ کر دم کیا: ''اے اللہ، لوگوں کے رب! اے تکلیف دور کرنے والے! تو شفا عطا

---

1 صحيح مسلم، الطب، حديث: 5727 (2199). 2 صحيح مسلم، الطب، حديث: 5731 (2199). 3 صحيح مسلم، السلام، حديث: 5700 (2186). 4 فتح الباري: 255/10.

فرما، (بے شک) تو ہی شفا دینے والا ہے، تیرے سوا اور کوئی شفا دینے والا نہیں۔ تو ایسی شفا عطا فرما کہ بیماری بالکل نہ رہے۔"

فائدہ: اس حدیث میں سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے مذکورہ دم کی نسبت رسول اللہ ﷺ کی طرف کی ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث سے رسول اللہ ﷺ کا دم کرنا ثابت کیا ہے۔ دم کرنے والوں کو مسنون دعاؤں سے دم کرنا چاہیے۔ مسنون دعاؤں سے دم کرنا اور دم کرانا سنت ہے۔ بلاشبہ یقیناً اس سے دم کرنے کرانے کا زبردست اثر ہوتا ہے۔ اس سلسلے میں خود ساختہ دم اور بناوٹی دعاؤں سے ہر حال میں بچنا چاہیے۔ مسنون دعائیں اپنے اندر کیمیا کا اثر رکھتی ہیں۔

٥٧٤٣ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ: حَدَّثَنَا يَحْيَى: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ: حَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ عَنْ مُسْلِمٍ، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يُعَوِّذُ بَعْضَ أَهْلِهِ يَمْسَحُ بِيَدِهِ الْيُمْنَى وَيَقُولُ: «اللَّهُمَّ رَبَّ النَّاسِ، أَذْهِبِ الْبَاسَ وَاشْفِهِ، وَأَنْتَ الشَّافِي، لَا شِفَاءَ إِلَّا شِفَاؤُكَ، شِفَاءً لَا يُغَادِرُ سَقَمًا».

[راجع: ٥٦٧٥]

[5743] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ اپنے بعض اہل خانہ کو یہ دعا پڑھ کر دم کرتے اور اس پر اپنا دایاں ہاتھ پھیرتے تھے: "اے اللہ، لوگوں کے رب! تکلیف دور کر دے۔ اسے شفا عطا فرما اور تو ہی شفا دینے والا ہے۔ تیری شفا کے علاوہ کوئی شفا نہیں۔ تو ایسی شفا دے کہ کسی قسم کی بیماری باقی نہ رہے۔"

قَالَ سُفْيَانُ: حَدَّثْتُ بِهِ مَنْصُورًا فَحَدَّثَنِي عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَائِشَةَ نَحْوَهُ.

سفیان نے کہا میں نے یہ حدیث منصور کے سامنے پیش کی، انھوں نے اسے ابراہیم نخعی سے بیان کیا، انھوں نے مسروق سے، انھوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اسی طرح بیان کیا۔

٥٧٤٤ - حَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ أَبِي رَجَاءٍ: حَدَّثَنَا النَّضْرُ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ عَائِشَةَ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ يَرْقِي، يَقُولُ: «امْسَحِ الْبَاسَ رَبَّ النَّاسِ، بِيَدِكَ الشِّفَاءُ، لَا كَاشِفَ لَهُ إِلَّا أَنْتَ». [راجع: ٥٦٧٥]

[5744] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ یہ دعا پڑھ کر دم کرتے تھے: "اے لوگوں کے رب! تکلیف کو دور کر دے۔ تیرے ہاتھ ہی میں شفا ہے۔ تیرے سوا کوئی بھی تکلیف دور کرنے والا نہیں۔"

فوائد و مسائل: ① ان احادیث میں مسنون دم کی وضاحت ہے۔ اس سے شرک کو جڑ سے اکھاڑ دیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ

کے سوا کوئی بھی مصیبتیں، دکھ درد اور پریشانیاں دور نہیں کر سکتا۔ قرآن کریم میں بھی یہی تعلیم دی گئی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''اور اگر اللہ تمھیں کوئی تکلیف پہنچائے تو اس کے سوا کوئی دوسرا اسے دور کرنے والا نہیں ہے اور اگر وہ تمھیں خیر پہنچانا چاہے تو اس کے فضل کو کوئی رد کرنے والا نہیں۔ وہ اپنا فضل اپنے بندوں میں سے جس پر چاہے نچھاور کردے۔ وہ بڑی مغفرت والا نہایت رحم کرنے والا ہے۔''[1] ② حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی پہلی حدیث میں ''یُعَوِّذُ'' کے الفاظ تھے، امام بخاری رحمہ اللہ نے دوسری حدیث لاکر وضاحت فرمائی ہے کہ اس کے معنی دم کرنا ہیں تاکہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث کی طرح یہ ثابت ہو کہ یہ بھی رسول اللہ ﷺ کا دم ہے۔[2]

٥٧٤٥ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ رَبِّهِ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ عَمْرَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَقُولُ لِلْمَرِيضِ: «بِسْمِ اللهِ، تُرْبَةُ أَرْضِنَا بِرِيقَةِ بَعْضِنَا يُشْفَى سَقِيمُنَا». [انظر: ٥٧٤٦]

[5745] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ یہ دعا پڑھا کر مریض کو دم کرتے تھے: ''اللہ کے نام سے ہماری زمین کی مٹی، ہم میں سے کسی کے لعاب دہن سے مل کر (ہمارے رب کے حکم سے) ہمارے مریض کی شفایابی کا ذریعہ ہوگی۔''

٥٧٤٦ - حَدَّثَنِي صَدَقَةُ بْنُ الْفَضْلِ: أَخْبَرَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَبْدِ رَبِّهِ بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ عَمْرَةَ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَقُولُ فِي الرُّقْيَةِ: «بِسْمِ اللهِ، تُرْبَةُ أَرْضِنَا، وَرِيقَةُ بَعْضِنَا، يُشْفَى سَقِيمُنَا بِإِذْنِ رَبِّنَا». [راجع: ٥٧٤٥]

[5746] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ دم کرتے وقت یہ دعا پڑھتے تھے: ''اللہ کے نام کے ساتھ ہماری زمین کی مٹی، ہم میں سے کسی کے لعاب دہن کے ساتھ مل کر ہمارے رب کے حکم سے ہمارے مریض کی شفایابی کا ذریعہ بنے گی۔''

فوائد ومسائل: ① ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ مریض کی شفایابی کے لیے اپنی انگلی پر لعاب دہن لگا کر مذکورہ دعا پڑھتے تھے۔[3] مدینہ طیبہ کی مٹی اور رسول اللہ ﷺ کا لعاب دہن دونوں کو خاص شرف حاصل ہے، تاہم سنت پر عمل کرتے ہوئے جو شخص بھی اس طرح کرے گا ان شاء اللہ مریض کو شفا ہوگی۔ ② تھوک اور مٹی تو ظاہری اسباب ہیں جنھیں اختیار کرنے کا حکم ہے، ان میں شفا پیدا ہونا اللہ تعالیٰ کے اذن پر موقوف ہے۔ مومن کا لعاب دہن اور مٹی خواہ کسی سرزمین کی ہو، شفا بخشی کا ایک حصہ ہیں۔ اس میں اصل تاثیر تو ''بِإِذْنِ رَبِّنَا'' کے لفظ کی ہے۔ قاضی بیضاوی لکھتے ہیں کہ طب کی تحقیق کے مطابق تھوک کو مزاج کی تبدیلی میں بہت دخل ہے اور وطن کی مٹی مزاج کی حفاظت اور دفع ضرر کے لیے عجیب اثر رکھتی ہے۔ اہل طب کہتے ہیں کہ

---

[1] يونس 10:107. [2] فتح الباري: 10/256. [3] سنن ابن ماجه، الطب، حديث: 3521.

مسافر آدمی اپنی سرزمین کی مٹی ساتھ رکھے، جب اسے کسی ناموافق پانی سے واسطہ پڑے تو تھوڑی سے مٹی مشکیزے میں ڈال دے تاکہ وہاں کے منفی اثرات سے محفوظ رہے۔ دراصل جھاڑ پھونک میں عجیب اثرات ہوتے ہیں، ان کی حقیقت تک پہنچنے سے عقل قاصر ہے۔[1]

(٣٩) بَابُ النَّفْثِ فِي الرُّقْيَةِ

باب: 39- جھاڑ پھونک کرتے وقت تھوتھو کرنا

وضاحت: عربی زبان میں خالص پھونک کو نَفَخ کہا جاتا ہے جس میں تھوک کی ملاوٹ نہ ہو۔ اگر پھونک کے ساتھ تھوڑا سا تھوک ہو تو اسے نَفَث کہتے ہیں جبکہ خالص تھوک کو تَفَل یا بُزَاق کہا جاتا ہے۔ تھوتھو کرنے میں شیطان کی ذلت اور رسوائی مقصود ہے۔ واللہ أعلم.

٥٧٤٧ - حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا سَلَمَةَ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا قَتَادَةَ يَقُولُ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ: «الرُّؤْيَا مِنَ اللهِ، وَالْحُلْمُ مِنَ الشَّيْطَانِ، فَإِذَا رَأَى أَحَدُكُمْ شَيْئًا يَكْرَهُهُ فَلْيَنْفُثْ حِينَ يَسْتَيْقِظُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، وَيَتَعَوَّذْ مِنْ شَرِّهَا فَإِنَّهَا لَا تَضُرُّهُ». [راجع: ٣٢٩٢]

[5747] حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ”اچھا خواب اللہ کی طرف سے ہوتا ہے جبکہ پریشان کن خواب شیطان کی طرف سے ہے، اس لیے تم میں سے جب کوئی ایسا خواب دیکھے جو اسے ناگوار ہو تو بیدار ہوتے ہی تین مرتبہ تھو، تھو کرے اور اس خواب کی برائی سے اللہ کی پناہ مانگے۔ ایسا کرنے سے خواب کا اسے کوئی نقصان نہیں ہوگا۔“

وَقَالَ أَبُو سَلَمَةَ: فَإِنْ كُنْتُ لَأَرَى الرُّؤْيَا أَثْقَلَ عَلَيَّ مِنَ الْجَبَلِ، فَمَا هُوَ إِلَّا أَنْ سَمِعْتُ هٰذَا الْحَدِيثَ، فَمَا أُبَالِيهَا.

ابوسلمہ کہتے ہیں کہ پہلے میں ایسے خواب دیکھتا تھا جو مجھ پر پہاڑ سے بھی زیادہ گراں ہوتے تھے، جب سے میں نے یہ حدیث سنی ہے، میں ان کی کوئی پروا نہیں کرتا۔

فوائد و مسائل: ① رؤیا اچھے خواب کو اور حُلم برے خواب کو کہتے ہیں۔ برے خواب دیکھنے سے شیطان کو تھو، تھو کیا جاتا ہے اور اس کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگی جاتی ہے۔ ایسا کرنے سے شیطان کی تذلیل ہوتی ہے۔ ② باب سے مطابقت اس طرح ہے کہ تعوذ میں تھو، تھو کرنا اس سے ثابت ہوتا ہے اور تعوذ دم ہی کی ایک قسم ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے ان حضرات کی تردید کی ہے جن کا موقف ہے کہ دم کرتے وقت تھو، تھو نہیں کرنا چاہیے کیونکہ قرآن میں نَفَّاثَات کے شر سے پناہ مانگنے کی تلقین ہے لیکن مذموم نَفَث وہ ہے جو جادو ٹونا کرتے وقت کیا جائے۔ قرآن کریم میں ایسے وقت گرہوں میں تھوتھو کرنے کی مذمت ہے جبکہ دم کرتے وقت ایسا کرنا احادیث سے ثابت ہے۔[2]

---

1 فتح الباري: 257/10. 2 فتح الباري: 258/10.

٥٧٤٨ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللهِ الْأُوَيْسِيُّ: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ عَنْ يُونُسَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا أَوَى إِلَى فِرَاشِهِ نَفَثَ فِي كَفَّيْهِ بِـ: ﴿قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ﴾، وَبِالْمُعَوِّذَتَيْنِ جَمِيعًا، ثُمَّ يَمْسَحُ بِهِمَا وَجْهَهُ وَمَا بَلَغَتْ يَدَاهُ مِنْ جَسَدِهِ، قَالَتْ عَائِشَةُ: فَلَمَّا اشْتَكَى كَانَ يَأْمُرُنِي أَنْ أَفْعَلَ ذٰلِكَ بِهِ.

[5748] حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ جب اپنے بستر پر تشریف لاتے تو اپنے دونوں ہاتھوں پر قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اور معوذتین پڑھ کر پھونکتے، پھر دونوں ہاتھوں کو اپنے چہرے اور جسم کے جس حصے تک ہاتھ جاتا وہاں تک پھیرتے۔ حضرت عائشہ ؓ نے فرمایا: جب آپ بیمار ہوئے تو مجھے اس طرح کرنے کا حکم دیا۔

قَالَ يُونُسُ: كُنْتُ أَرَى ابْنَ شِهَابٍ يَصْنَعُ ذٰلِكَ، إِذَا أَوَى إِلَى فِرَاشِهِ. [راجع: ٥٠١٧]

(راویٔ حدیث) یونس بیان کرتے ہیں: میں نے ابن شہاب کو دیکھا کہ وہ بھی جب بستر پر لیٹتے تو اسی طرح کرتے تھے۔

فوائدومسائل: ① یہ اس بیماری کا واقعہ ہے جس میں نبی ﷺ نے وفات پائی تھی۔ شروع میں تو آپ ﷺ خود ہی دم کرتے تھے، جب بیماری نے شدت اختیار کرلی تو حضرت عائشہ ؓ کو حکم دیا، وہ آپ کو دم کرتی تھیں۔ ② امام بخاری ؒ نے لفظ ''نفث'' سے عنوان ثابت کیا ہے کہ معوذات پڑھ کر اس طرح اپنے ہاتھوں پر پھونک مارتے کہ اس میں تھوڑا سا لعاب دہن بھی شامل ہو جاتا۔ کچھ حضرات کا خیال ہے کہ دم کرتے وقت نفث نہیں ہونا چاہیے لیکن یہ موقف درست نہیں جیسا کہ ہم پہلے بیان کر آئے ہیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ خیبر کے دن حضرت سلمہ بن اکوع کو چوٹ لگی تو لوگ کہنے لگے ''سلمہ تو گیا'' مجھے رسول اللہ ﷺ کے پاس لایا گیا تو آپ نے مجھ پر تین بار پھونک ماری جس میں ہلکا سا لعاب دہن بھی تھا، اس کے بعد اب تک مجھے اس کی کوئی تکلیف نہیں ہوئی۔[1]

٥٧٤٩ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ أَبِي بِشْرٍ، عَنْ أَبِي الْمُتَوَكِّلِ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ أَنَّ رَهْطًا مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ ﷺ انْطَلَقُوا فِي سَفْرَةٍ سَافَرُوهَا حَتَّى نَزَلُوا بِحَيٍّ مِنْ أَحْيَاءِ الْعَرَبِ فَاسْتَضَافُوهُمْ فَأَبَوْا أَنْ

[5749] حضرت ابوسعید خدری ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے چند صحابۂ کرام ایک سفر کے لیے روانہ ہوئے۔ وہ سفر کرتے رہے حتی کہ انھوں نے (راستے میں) عرب کے ایک قبیلے کے ہاں پڑاؤ کیا تو ان سے ضیافت طلب کی لیکن انھوں نے انکار کر دیا۔ اچانک اس قبیلے کے

1 صحيح البخاري، المغازي، حديث: 4206.

يُضَيِّفُوهُمْ، فَلُدِغَ سَيِّدُ ذَلِكَ الْحَيِّ، فَسَعَوْا لَهُ بِكُلِّ شَيْءٍ لَا يَنْفَعُهُ شَيْءٌ، فَقَالَ بَعْضُهُمْ: لَوْ أَتَيْتُمْ هٰؤُلَاءِ الرَّهْطَ الَّذِينَ قَدْ نَزَلُوا بِكُمْ، لَعَلَّهُ أَنْ يَكُونَ عِنْدَ بَعْضِهِمْ شَيْءٌ، فَأَتَوْهُمْ فَقَالُوا: يَا أَيُّهَا الرَّهْطُ، إِنَّ سَيِّدَنَا لُدِغَ فَسَعَيْنَا لَهُ بِكُلِّ شَيْءٍ لَا يَنْفَعُهُ شَيْءٌ، فَهَلْ عِنْدَ أَحَدٍ مِنْكُمْ شَيْءٌ؟ فَقَالَ بَعْضُهُمْ: نَعَمْ، وَاللهِ إِنِّي لَرَاقٍ وَلٰكِنْ وَاللهِ لَقَدِ اسْتَضَفْنَاكُمْ، فَلَمْ تُضَيِّفُونَا، فَمَا أَنَا بِرَاقٍ لَكُمْ حَتَّى تَجْعَلُوا لَنَا جُعْلًا، فَصَالَحُوهُمْ عَلَى قَطِيعٍ مِنَ الْغَنَمِ، فَانْطَلَقَ فَجَعَلَ يَتْفُلُ وَيَقْرَأُ ﴿ٱلْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ ٱلْعَٰلَمِينَ﴾ حَتَّى لَكَأَنَّمَا نُشِطَ مِنْ عِقَالٍ فَانْطَلَقَ يَمْشِي مَا بِهِ قَلَبَةٌ، قَالَ: فَأَوْفَوْهُمْ جُعْلَهُمُ الَّذِي صَالَحُوهُمْ عَلَيْهِ، فَقَالَ بَعْضُهُمْ: اقْسِمُوا، فَقَالَ الَّذِي رَقَى: لَا تَفْعَلُوا حَتَّى نَأْتِيَ رَسُولَ اللهِ ﷺ فَنَذْكُرَ لَهُ الَّذِي كَانَ فَنَنْظُرَ مَا يَأْمُرُنَا، فَقَدِمُوا عَلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ فَذَكَرُوا لَهُ فَقَالَ: «وَمَا يُدْرِيكَ أَنَّهَا رُقْيَةٌ، أَصَبْتُمْ، اقْسِمُوا وَاضْرِبُوا لِي مَعَكُمْ بِسَهْمٍ». [راجع: ٢٢٧٦]

سردار کو کسی زہریلی چیز نے کاٹ کھایا۔ انھوں نے اس (کی صحت یابی) کے لیے پوری کوشش کی لیکن کچھ فائدہ نہ ہوا۔ آخر ان میں سے کسی نے کہا: تم ان لوگوں کے پاس جاؤ جو تمھارے پاس ٹھہرے ہوئے ہیں، ممکن ہے کہ ان میں سے کسی کے پاس کوئی چیز ہو، چنانچہ وہ صحابۂ کرام ؓ کے پاس آئے اور کہا: لوگو! ہمارے سردار کو کسی زہریلی چیز نے ڈس لیا ہے۔ ہم نے ہر طرح سے کوشش کی لیکن کسی چیز سے کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ کیا تمھارے پاس اس کے لیے کوئی چیز ہے؟ صحابہ میں سے ایک صاحب نے کہا: ہاں، اللہ کی قسم! میں جھاڑ پھونک جانتا ہوں، لیکن ہم نے تم سے ضیافت طلب کی تھی جس کا تم نے انکار کر دیا تھا، لہٰذا میں بھی اس وقت تک دم نہیں کروں گا جب تک تم اس کی کوئی اجرت طے نہ کرو، چنانچہ انھوں نے کچھ بکریاں دینے پر معاملہ طے کر لیا۔ اب یہ صحابی روانہ ہوئے اور سورۂ فاتحہ پڑھ کر دم کرتے رہے۔ (اس کی برکت سے) وہ ایسے ہو گیا جیسے اس کی رسی کھل گئی ہو اور اس طرح چلنے لگا گویا اسے کوئی تکلیف ہی نہ تھی۔ انھوں نے صحابۂ کرام کو پوری طے شدہ اجرت دے دی۔ بعض صحابۂ کرام نے کہا: بکریاں تقسیم کر لو لیکن جس نے دم کیا تھا کہنے لگا: ابھی نہیں، پہلے ہم آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر صورت حال بیان کریں، پھر دیکھیں رسول اللہ ﷺ اس کے متعلق کیا حکم دیتے ہیں؟ چنانچہ یہ سب حضرات رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کو صورت حال سے آگاہ کیا تو آپ نے فرمایا: ''تمھیں کیسے معلوم ہوا کہ اس سے دم کیا جا سکتا ہے؟ تم نے بہت اچھا کیا۔ بکریاں تقسیم کر لو اور میرا بھی اپنے ساتھ حصہ لگاؤ۔''

فوائد ومسائل: ① اس حدیث میں ہے کہ دم کرنے والا اپنا تھوک جمع کرتا رہا، پھر اس نے متاثرہ مقام پر لگا دیا۔ جب دم کرتے وقت تھوک لگانا جائز ہے تو ایسی پھونک مارنا جس میں لعاب دہن کی معمولی سی ملاوٹ ہو، بالاولیٰ جائز ہوگی۔ ② سورۂ فاتحہ کا نام شفا بھی ہے، ایسے موقع پر اسے مریض پر پڑھ کر اس انداز سے پھونک مارنا تیر بہدف اثر رکھتا ہے۔ اس سے امام بخاری رحمہ اللہ نے عنوان ثابت کیا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ دم کرتے وقت ایسی پھونک مارتے جس میں لعاب کی معمولی سی ملاوٹ ہوتی تھی۔[1] ③ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ تعلیم قرآن پر وقت لگانے کی مناسب اجرت لینا جائز ہے، اسی طرح دم کرنے کی اجرت بھی طے کی جاسکتی ہے لیکن اس کے لیے فارغ ہونا اور اسے ذریعۂ معاش قرار دے لینا کسی طرح بھی مناسب نہیں۔ واللہ أعلم.

(٤٠) بَابُ مَسْحِ الرَّاقِي الْوَجَعَ بِيَدِهِ الْيُمْنَى

باب: 40- دم کرنے والے کا متاثرہ جگہ پر دایاں ہاتھ پھیرنا

٥٧٥٠ - حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ سُفْيَانَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ مُسْلِمٍ، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُعَوِّذُ بَعْضَهُمْ يَمْسَحُهُ بِيَمِينِهِ: «أَذْهِبِ الْبَاسَ رَبَّ النَّاسِ، وَاشْفِ أَنْتَ الشَّافِي، لَا شِفَاءَ إِلَّا شِفَاؤُكَ، شِفَاءً لَا يُغَادِرُ سَقَمًا».

[5750] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا کہ نبی ﷺ کسی پر دم کرتے وقت اپنا دایاں ہاتھ پھیرتے اور یہ دعا پڑھتے تھے: ''اے لوگوں کے رب! تکلیف دور کر دے اور شفا دے۔ تو ہی شفا دینے والا ہے۔ شفا وہی ہے جو تیری طرف سے ہو، ایسی شفا کہ بیماری کا نشان تک نہ رہے۔''

فَذَكَرْتُهُ لِمَنْصُورٍ فَحَدَّثَنِي عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا بِنَحْوِهِ.
[راجع: ٥٦٧٥]

سفیان نے کہا: میں نے یہ منصور سے ذکر کیا تو انھوں نے ابراہیم نخعی سے، انھوں نے مسروق سے، انھوں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے اسی طرح بیان کیا۔

فوائد ومسائل: ① دم کے آداب یہ ہیں کہ دم کرنے والا اپنا دایاں ہاتھ متاثرہ جگہ پر پھیرے تاکہ دائیں ہاتھ کی برکت حاصل ہو۔ امام طبری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ دایاں ہاتھ نیک شگون کے طور پر پھیرا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس بیماری یا تکلیف کو دور کر دے۔[2] ② دست شفا کی اصطلاح بھی اسی حدیث سے ماخوذ ہے۔ بعض ہاتھوں میں اللہ تعالیٰ شفا رکھ دیتا ہے کہ وہ دم کریں یا کوئی نسخہ لکھ کر دیں تو اللہ تعالیٰ ان کے ذریعے سے شفا عنایت فرما دیتا ہے۔ واللہ المستعان.

---

1 سنن ابن ماجه، الطب، حديث: 3528. 2 فتح الباري: 255/10.

(٤١) بَابٌ: الْمَرْأَةُ تَرْقِي الرَّجُلَ

باب: 41- عورت مرد کو دم کر سکتی ہے

٥٧٥١ - حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْجُعْفِيُّ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ: أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَنْفِثُ عَلَى نَفْسِهِ فِي مَرَضِهِ الَّذِي قُبِضَ فِيهِ بِالْمُعَوِّذَاتِ، فَلَمَّا ثَقُلَ كُنْتُ أَنَا أَنْفِثُ عَلَيْهِ بِهِنَّ، وَأَمْسَحُ بِيَدِ نَفْسِهِ لِبَرَكَتِهَا.

[5751] حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ اپنی مرض وفات میں معوّذات پڑھ کر دم کرتے تھے۔ پھر جب آپ کے لیے یہ دشوار ہوگیا تو میں آپ پر دم کرتی تھی اور برکت کے لیے آپ کا دایاں ہاتھ آپ کے جسم پر پھیرتی تھی۔

فَسَأَلْتُ ابْنَ شِهَابٍ: كَيْفَ كَانَ يَنْفِثُ؟ قَالَ: يَنْفِثُ عَلَى يَدَيْهِ ثُمَّ يَمْسَحُ بِهِمَا وَجْهَهُ. [راجع: ٤٤٣٩]

میں نے ابن شہاب سے پوچھا کہ آپ ﷺ کس طرح دم کیا کرتے تھے؟ انھوں نے کہا کہ آپ پہلے اپنے دونوں ہاتھوں پر پھونک مارتے، پھر انھیں اپنے چہرۂ انور پر پھیر لیتے تھے۔

فوائد ومسائل: ① ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مرض وفات میں حضرت عائشہ ؓ سے فرمایا کہ وہ مجھے دم کریں۔ اس میں وضاحت ہے کہ ہاتھوں پر پھونک مار کر پہلے چہرے پر پھیرے جائیں، پھر جسم پر جہاں تک ہاتھ پہنچ سکیں انھیں پھیرا جائے۔[1] ② اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورت، مرد پر دم کر سکتی ہے۔ اگر مریض اور دم کرنے والے مرد، عورت کے درمیان محرم والا رشتہ ہو یا وہ میاں بیوی ہوں تو دم کرتے وقت مریض کے جسم پر ہاتھ پھیرنا درست ہے بصورت دیگر ناجائز۔ بہر حال عورت اپنے آپ کو، دوسری عورتوں کو، محرم مردوں اور خاوند کو دم کر سکتی ہے۔ واللہ أعلم.

(٤٢) بَابُ مَنْ لَمْ يَرْقِ

باب: 42- دم جھاڑ نہ کرنے کی فضیلت

٥٧٥٢ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ: حَدَّثَنَا حُصَيْنُ بْنُ نُمَيْرٍ عَنْ حُصَيْنِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: خَرَجَ عَلَيْنَا النَّبِيُّ ﷺ يَوْمًا فَقَالَ: «عُرِضَتْ عَلَيَّ الْأُمَمُ فَجَعَلَ يَمُرُّ النَّبِيُّ مَعَهُ الرَّجُلُ،

[5752] حضرت ابن عباس ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ ایک دن ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا: ”تمام امتیں میرے سامنے پیش کی گئیں۔ بعض ایسے انبیاء گزرے جن کے ساتھ صرف ایک ایک آدمی تھا اور بعض ایسے نبی بھی گزرے جن کے ساتھ دو آدمی تھے۔ کچھ

---

[1] صحیح البخاري، حدیث: 5748.

وَالنَّبِيُّ مَعَهُ الرَّجُلَانِ، وَالنَّبِيُّ مَعَهُ الرَّهْطُ، وَالنَّبِيُّ لَيْسَ مَعَهُ أَحَدٌ، وَرَأَيْتُ سَوَادًا كَثِيرًا سَدَّ الْأُفُقَ فَرَجَوْتُ أَنْ تَكُونَ أُمَّتِي، فَقِيلَ: هٰذَا مُوسَى وَقَوْمُهُ، ثُمَّ قِيلَ لِي: انْظُرْ، فَرَأَيْتُ سَوَادًا كَثِيرًا سَدَّ الْأُفُقَ، فَقِيلَ لِي: انْظُرْ هٰكَذَا وَهٰكَذَا، فَرَأَيْتُ سَوَادًا كَثِيرًا سَدَّ الْأُفُقَ فَقِيلَ: هٰؤُلَاءِ أُمَّتُكَ وَمَعَ هٰؤُلَاءِ سَبْعُونَ أَلْفًا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ».

انبیاء ایسے بھی تھے جن کے ساتھ ایک چھوٹی سی جماعت تھی اور کچھ ایسے بھی تھے کہ ان کے ساتھ کوئی بھی نہیں تھا۔ پھر میں نے ایک بڑی جماعت دیکھی جس نے افق کو ڈھانپ رکھا تھا۔ میں نے خیال کیا شاید یہ میری امت ہے۔ مجھے کہا گیا کہ یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی امت کے لوگ ہیں۔ پھر مجھے کہا گیا کہ دیکھو۔ میں نے دیکھا کہ وہاں بے شمار لوگ ہیں جن سے تمام افق بھرے پڑے تھے۔ پھر مجھ سے کہا گیا: ادھر دیکھو، ادھر دیکھو۔ میں نے دیکھا کہ بہت سے لوگ ہیں جنھوں نے تمام افق کو ڈھانپ رکھا ہے۔ مجھ سے کہا گیا: یہ لوگ آپ کی امت ہیں اور ان میں سے ستر ہزار وہ لوگ ہوں گے جو جنت میں بغیر حساب داخل ہوں گے۔''

فَتَفَرَّقَ النَّاسُ وَلَمْ يُبَيَّنْ لَهُمْ، فَتَذَاكَرَ أَصْحَابُ النَّبِيِّ ﷺ فَقَالُوا: أَمَّا نَحْنُ فَوُلِدْنَا فِي الشِّرْكِ، وَلٰكِنَّا آمَنَّا بِاللهِ وَرَسُولِهِ، وَلٰكِنْ هٰؤُلَاءِ هُمْ أَبْنَاؤُنَا، فَبَلَغَ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ: «هُمُ الَّذِينَ لَا يَتَطَيَّرُونَ وَلَا يَكْتَوُونَ، وَلَا يَسْتَرْقُونَ، وَعَلَى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ». فَقَامَ عُكَّاشَةُ ابْنُ مِحْصَنٍ، فَقَالَ: أَمِنْهُمْ أَنَا يَا رَسُولَ اللهِ؟ قَالَ: «نَعَمْ»، فَقَامَ آخَرُ فَقَالَ: أَمِنْهُمْ أَنَا؟ فَقَالَ: «سَبَقَكَ بِهَا عُكَّاشَةُ». [راجع: ٣٤١٠]

اس کے بعد صحابۂ کرام اٹھ کر مختلف جگہوں میں چلے گئے جبکہ آپ ﷺ نے اس امر کی وضاحت نہ کی کہ یہ ستر ہزار کون لوگ ہوں گے۔ پھر نبی ﷺ کے صحابۂ کرام نے ان کے بارے میں باہم گفتگو کی اور کہا کہ ہماری پیدائش تو شرک میں ہوئی تھی، ہم اس کے بعد اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے، لیکن یہ ستر ہزار ہماری اولاد سے ہوں گے (جو ایمان کی حالت میں پیدا ہوئے)۔ نبی ﷺ کو یہ بات پہنچی تو آپ نے فرمایا: ''یہ وہ لوگ ہیں جو بدشگونی نہیں لیتے اور نہ دم سے جھاڑ پھونک کراتے ہیں اور نہ داغ دیتے ہیں، بلکہ اپنے رب پر توکل کرتے ہیں۔'' یہ سن کر حضرت عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ نے عرض کی: اللہ کے رسول! کیا میں ان لوگوں میں سے ہوں؟ آپ نے فرمایا: ''ہاں۔'' پھر ایک دوسرے صاحب کھڑے ہوئے اور عرض کی: کیا میں بھی ان میں سے ہوں؟ آپ نے فرمایا: ''اس سلسلے میں عکاشہ تم سے بازی

لے گیا ہے۔"

فوائدومسائل: ① عنوان میں دم نہ کرنے والوں کی فضیلت تھی جبکہ حدیث میں دم نہ کرانے والوں کا ذکر ہے، شاید امام بخاری رحمہ اللہ نے اس روایت کی طرف اشارہ کیا ہے جسے امام مسلم رحمہ اللہ نے سعید بن جبیر کے حوالے سے بیان کیا ہے، جس کے الفاظ یہ ہیں کہ وہ ایسے لوگ ہوں گے جو نہ خود دم کرتے ہیں اور نہ کسی دوسرے ہی سے دم کرنے کی درخواست کرتے ہیں، نہ وہ بدشگونی لیتے ہیں بلکہ اپنے رب ہی پر توکل کرتے ہیں۔[1] یعنی حساب کے بغیر جنت میں جانے والے وہ لوگ ہوں گے جنھوں نے مکمل طور پر خود کو اللہ تعالیٰ کے حوالے کر دیا ہوگا۔ وہ اپنی تکالیف کو دور کرنے کے لیے کسی قسم کے اسباب وذرائع تلاش نہیں کریں گے۔ ② اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے ہاں برتری اور فضیلت حاصل ہوگی کیونکہ علاج معالجہ چھوڑ کر توکل اختیار کرنا بھی حدیث سے ثابت ہے۔ حدیث میں ہے کہ ایک عورت کو مرگی کی تکلیف تھی تو رسول اللہ ﷺ نے اس سے کہا: "اگر تم صبر کرو تو تمھارے لیے جنت ہے اور اگر تم چاہو تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں وہ تمھیں شفا عطا فرما دے گا۔" اس نے کہا: میں اس بیماری پر صبر کرتی ہوں۔[2] اور رسول اللہ ﷺ کا دوا اور علاج کرنا تو آپ کا یہ فعل ہمارے لیے علاج کے اسباب اختیار کرنے کے لیے جواز کی دلیل ہے۔ اس مقام پر حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے بہت عمدہ بحث کی ہے۔[3]

(٤٣) بَابُ الطِّيَرَةِ

باب: 43- بدشگونی لینے کا بیان

وضاحت: دور جاہلیت میں ایسا ہوتا تھا کہ آدمی اپنے گھر سے نکلتا تو کسی پرندے کو دیکھتا، اگر وہ دائیں جانب جاتا تو کہتا کہ کام ہو جائے گا اور اگر بائیں جانب جاتا تو کہتا کہ کام نہیں ہوگا۔ اس مقصد کے لیے وہ پرندہ خود بھی اڑاتا تھا۔ اس انداز سے فال لینا شرعاً ناجائز ہے۔ دور حاضر میں ہندسوں اور حرفوں میں انگلی رکھنا، طوطے سے فال نکلوانا بھی اس قسم سے ہے۔ جائز فال صرف اسی قدر ہے کہ بلا ارادہ کوئی لفظ کان میں پڑے اور انسان اس وجہ سے امید رکھے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اس مقصد میں کامیاب کر دے گا۔ اس میں سننے والے کے قصد وارادے کو کوئی دخل نہیں ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے صلح حدیبیہ کے موقع پر اہل مکہ کے نمائندے سہیل بن عمرو کی آمد پر فرمایا تھا: "اب تمھارا معاملہ سہل، یعنی آسان ہوگیا ہے۔"[4] ہمارے ہاں دور جاہلیت کے بے شمار توہمات رائج ہیں، مثلاً: صبح صبح اگر مکان کی چھت پر کوا بولتا ہے تو اسے منحوس خیال کیا جاتا ہے۔ شریعت نے اس طرح کے خیالات کو لغو قرار دیا ہے۔ والله أعلم.

٥٧٥٣ - حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ: حَدَّثَنَا يُونُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ،

[5753] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "کوئی مرض متعدی نہیں اور بدشگونی کی

---

① صحيح مسلم، الإيمان، حديث: 527(220). ② صحيح البخاري، المرض، حديث: 5652. ③ فتح الباري: 261/10.

④ صحيح البخاري، الشروط، حديث: 2731.

عَنْ سَالِمٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «لَا عَدْوَى وَلَا طِيَرَةَ، وَالشُّؤْمُ فِي ثَلَاثٍ: فِي الْمَرْأَةِ، وَالدَّارِ، وَالدَّابَّةِ». [راجع: ٢٠٩٩]

بھی کوئی اصل نہیں۔ نحوست صرف تین چیزوں میں ہوتی ہے: عورت میں، گھر میں اور گھوڑے میں۔"

فوائدومسائل: ① بدشگونی کے لغو ہونے پر تمام عقلاء متفق ہیں۔ حدیث میں مذکور تین چیزوں کے متعلق ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "بدشگونی اگر ہو بھی تو گھوڑے، عورت اور گھر میں ہوسکتی ہے۔"[1] اس کا مطلب یہ ہے کہ بدشگونی اگر ہو تو بھی ان مذکورہ تین چیزوں میں ممکن ہے لیکن یہ کوئی یقینی نہیں۔ سواری، بیوی اور گھر اگر دین و دنیا میں مفید نہ ہوں تو ان کے بدل لینے میں کوئی حرج نہیں۔ سواری کی نحوست یہ ہے کہ وہ اڑیل ہو اور مقصد پورا کرنے کے قابل نہ ہو۔ بیوی کی نحوست یہ ہے کہ وہ ترش مزاج اور جھگڑالو ہو۔ اور گھر کی نحوست یہ ہے کہ وہ تنگ و تاریک ہو یا اس کے ہمسائے اچھے نہ ہوں۔ ② رسول اللہ ﷺ نے دور جاہلیت کی بدشگونی کو شرک قرار دیا ہے اور فرمایا ہے: "ہم میں سے کوئی نہ کوئی کسی وہم میں مبتلا ہو ہی جاتا ہے مگر اللہ تعالیٰ توکل کی برکت سے اسے زائل کر دیتا ہے۔"[2] بہرحال بدشگونی اور نحوست کی شریعت میں کوئی حیثیت نہیں۔ واللہ أعلم.

٥٧٥٤ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ [قَالَ]: أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ اللهِ ابْنِ عُتْبَةَ: أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «لَا طِيَرَةَ، وَخَيْرُهَا الْفَأْلُ»، قَالُوا: وَمَا الْفَأْلُ؟ قَالَ: «اَلْكَلِمَةُ الصَّالِحَةُ يَسْمَعُهَا أَحَدُكُمْ». [انظر: ٥٧٥٥]

[5754] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: "بدشگونی کی کوئی حیثیت نہیں، البتہ نیک فال لینا کچھ برا نہیں۔" صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: نیک فال کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا: "کوئی اچھا کلمہ جو تم میں سے کوئی سنتا ہے۔"

فائدہ: اچھی فال کی وضاحت حدیث میں کر دی گئی ہے کہ وہ اچھی بات جو آدمی کسی سے بلا ارادہ سنتا ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کبھی کسی شے سے بدشگونی نہیں لیا کرتے تھے۔ آپ جب کسی عامل کو روانہ کرتے تو اس کا نام دریافت کرتے، اگر نام پسند آجاتا تو خوش ہوتے اور خوشی کے اثرات چہرے پر نمایاں ہوتے اور اگر نام پسند نہ آتا تو ناپسندیدگی کے اثرات بھی چہرے پر ظاہر ہوتے۔[3] جائز فال کی وضاحت ہم مذکورہ عنوان کے تحت کر آئے ہیں۔ واللہ أعلم.

---

[1] سنن أبي داود، الطب، حديث: 3921. [2] سنن ابن ماجه، الطب، حديث: 3538. [3] سنن أبي داود، الطب، حديث: 3920.

(٤٤) بَابُ الْفَأْلِ

باب:44- نیک فال لینے کا بیان

٥٧٥٥ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ: أَخْبَرَنَا هِشَامٌ: أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «لَا طِيَرَةَ، وَخَيْرُهَا الْفَأْلُ»، قَالَ: وَمَا الْفَأْلُ يَا رَسُولَ اللهِ؟ قَالَ: «الْكَلِمَةُ الصَّالِحَةُ يَسْمَعُهَا أَحَدُكُمْ». [راجع: ٥٧٥٤]

[5755] حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''بدشگونی کی کوئی حیثیت نہیں، اس میں بہتر نیک فال ہے۔'' صحابۂ کرام نے عرض کی: اللہ کے رسول! نیک فال کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: ''اچھی بات جو تم میں سے کوئی سنے۔''

٥٧٥٦ - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «لَا عَدْوَى وَلَا طِيَرَةَ، وَيُعْجِبُنِي الْفَأْلُ الصَّالِحُ، الْكَلِمَةُ الْحَسَنَةُ». [انظر: ٥٧٧٦]

[5756] حضرت انس ؓ سے روایت ہے، وہ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ''چھوت چھات بے اصل ہے اور بدشگونی کی بھی کوئی حقیقت نہیں، مجھے تو اچھی فال پسند ہے، یعنی کوئی کلمۂ خیر یا اچھی بات جو کسی سے سنی جائے۔''

فوائد ومسائل: ① بدشگونی کو اس لیے بے اصل قرار دیا کہ اس سے اللہ تعالیٰ کے متعلق بدگمانی پیدا ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر اعتماد اٹھ جاتا ہے اور اچھی فال سے اللہ تعالیٰ کے متعلق حسن ظن پیدا ہوتا ہے جس کا ایک مومن کو حکم دیا گیا ہے، چنانچہ رسول اللہ ﷺ جب کسی ضرورت کے لیے نکلتے تو آپ کو یہ امر پسند ہوتا تھا کہ آپ یَا رَاشِد اور یَا نجیح کے الفاظ سنیں۔[1] ② اسی طرح بیمار آدمی جب سلامتی اور تندرستی کا سنے تو خوش ہوتا ہے، نیز لڑائی کے لیے جانے والا شخص راستے میں کسی ایسے شخص سے ملے جس کا نام فتح خاں ہو، اس سے اچھی فال لی جاسکتی ہے کہ اس جنگ میں ہماری فتح ہوگی۔ اللہ تعالیٰ نے طبعی طور پر انسان کے دل میں اچھی چیز کی محبت پیدا کی ہے جیسا کہ اچھی چیز دیکھ کر خوشی ہوتی ہے اور صاف پانی دیکھ کر سرور آتا ہے اگرچہ اسے پینے یا استعمال کرنے کی ہمت نہ ہو۔ ③ بہرحال جائز فال صرف اسی قدر ہے کہ قصد وارادے کے بغیر کوئی اچھا لفظ کان میں پڑ جائے تو انسان اسے سن کر اللہ تعالیٰ سے اچھی امید وابستہ کرے۔ والله أعلم.

(٤٥) بَابٌ: لَا هَامَةَ

باب:45- ہامہ کوئی شے نہیں

1 جامع الترمذي، السير، حديث :1616.

وضاحت : عربوں کا یہ اعتقاد تھا کہ مرنے کے بعد، آدمی کی روح الو کا روپ دھار لیتی ہے اور پکارتی پھرتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس خیال کی تردید فرمائی کہ اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ یہ عجیب اتفاق ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے ایک ہی حدیث پر ایک ہی طرح کے دو عنوان قائم کیے ہیں، چنانچہ انھی الفاظ سے ایک عنوان آگے نمبر 53 میں آ رہا ہے۔ شاید هَامَه کی مختلف تفاسیر کے پیش نظر ایسا کیا ہو۔ واللّٰه أعلم.

٥٧٥٧ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْحَكَمِ: حَدَّثَنَا النَّضْرُ: أَخْبَرَنَا إِسْرَائِيلُ: أَخْبَرَنَا أَبُو حَصِينٍ عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «لَا عَدْوَى وَلَا طِيَرَةَ وَلَا هَامَةَ وَلَا صَفَرَ». [راجع: ٥٧٠٧]

[5757] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ”چھوت لگ جانا، بدشگونی لینا اور الو یا صفر کی نحوست کوئی شے نہیں۔“

فائدہ: عربوں کے ہاں عقیدہ تھا کہ مقتول کی ہڈیاں جب بوسیدہ اور پرانی ہو جاتی ہیں تو اس کی کھوپڑی سے ایک الو برآمد ہوتا ہے جو اس کی قبر کے اردگرد چکر لگاتا رہتا ہے اور پیاس، پیاس کہتا ہے۔ اگر مرنے والے کا بدلہ لے لیا جائے تو وہ مطمئن ہو جاتا ہے۔ اس وہم کی بنیاد پر وہ لوگ، جیسے بھی بن پڑتا بدلہ لینے پر اصرار کرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس لغو خیال کی تردید فرمائی ہے، چنانچہ ایک روایت میں ہے کہ ابن جریج نے حضرت عطاء سے پوچھا: ”هَامَه“ کیا چیز ہے؟ انھوں نے کہا: لوگ خیال کرتے ہیں کہ یہ پرندہ انسانی روح ہوتا ہے جو چیختا چلاتا رہتا ہے، حالانکہ یہ انسانی روح نہیں بلکہ کوئی زمینی پرندہ ہے۔[1]

(٤٦) بَابُ الْكِهَانَةِ

باب: 46- کہانت کا بیان

وضاحت : کہانت، علم غیب کا دعویٰ کرنا ہے۔ کہانت اختیار کرنے والے کو کاہن کہا جاتا ہے۔ دور جاہلیت میں سلسلۂ نبوت منقطع تھا، اس لیے کہانت کا پیشہ پورے زوروں پر تھا۔ اسلام آیا تو اس کا خاتمہ ہو گیا۔ کاہن دعوی کرتے تھے کہ جن ان کے تابع ہیں اور وہ غیب کی خبریں ان کو بتاتے ہیں۔ اس قسم کے مکار اور فریبی لوگ آج بھی موجود ہیں جو ”استخارہ سنٹر“ کھولے ہوئے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کی تردید ان الفاظ میں فرمائی ہے: ”جو شخص کسی کے پاس غیب کی خبر معلوم کرنے کے لیے گیا، پھر اس کی تصدیق کی تو اس نے ان تعلیمات کا انکار کر دیا جو محمد ﷺ پر نازل ہوئی ہیں۔“[2]

٥٧٥٨ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عُفَيْرٍ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ خَالِدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّ

[5758] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قبیلۂ ہذیل کی دو عورتوں میں فیصلہ کیا جنھوں نے آپس میں جھگڑا کیا تھا۔ ان میں سے ایک نے

---

1 سنن أبي داود، الطب، حديث: 3918. 2 سنن أبي داود، الطب، حديث: 3904.

رَسُولَ اللهِ ﷺ قَضَى فِي امْرَأَتَيْنِ مِنْ هُذَيْلٍ اقْتَتَلَتَا، فَرَمَتْ إِحْدَاهُمَا الْأُخْرَى بِحَجَرٍ فَأَصَابَ بَطْنَهَا وَهِيَ حَامِلٌ فَقَتَلَتْ وَلَدَهَا الَّذِي فِي بَطْنِهَا، فَاخْتَصَمُوا إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَضَى أَنَّ دِيَةَ مَا فِي بَطْنِهَا غُرَّةٌ: عَبْدٌ أَوْ أَمَةٌ، فَقَالَ وَلِيُّ الْمَرْأَةِ الَّتِي غَرِمَتْ: كَيْفَ أَغْرَمُ يَا رَسُولَ اللهِ مَنْ لَا شَرِبَ وَلَا أَكَلَ، وَلَا نَطَقَ وَلَا اسْتَهَلَّ، فَمِثْلُ ذٰلِكَ يُطَلُّ؟ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «إِنَّمَا هٰذَا مِنْ إِخْوَانِ الْكُهَّانِ». [انظر: ٥٧٥٩، ٥٧٦٠، ٦٧٤٠، ٦٩٠٤، ٦٩٠٩، ٦٩١٠]

دوسری کو پتھر مارا جو اس کے پیٹ پر جا کر لگا۔ یہ عورت حاملہ تھی، اس لیے اس کے پیٹ کا بچہ مر گیا۔ یہ معاملہ دونوں فریق نبی ﷺ کے پاس لے کر آئے تو آپ نے فیصلہ فرمایا کہ عورت کے پیٹ کی دیت ایک غلام یا لونڈی ادا کرنا ہے۔ جس عورت پر تاوان واجب ہوا تھا اس کے سرپرست نے کہا: میں اس کا تاوان کیسے ادا کروں جس نے نہ کھایا نہ پیا، نہ بولا اور نہ چلایا؟ ایسی صورت میں تو کچھ بھی دیت واجب نہیں ہو سکتی۔ اس پر نبی ﷺ نے فرمایا: ''یہ تو کاہنوں کا بھائی معلوم ہوتا ہے۔''

٥٧٥٩ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ امْرَأَتَيْنِ رَمَتْ إِحْدَاهُمَا الْأُخْرَى بِحَجَرٍ فَطَرَحَتْ جَنِينَهَا، فَقَضَى فِيهِ النَّبِيُّ ﷺ بِغُرَّةٍ: عَبْدٍ أَوْ وَلِيدَةٍ. [راجع: ٥٧٥٨]

[5759] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ دو عورتیں تھیں۔ ایک نے دوسری کو پتھر دے مارا جس سے دوسری کے پیٹ کا حمل گر گیا۔ نبی ﷺ نے اس معاملے میں ایک غلام یا لونڈی بطور دیت دینے کا فیصلہ فرمایا۔

٥٧٦٠ - وَعَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَضَى فِي الْجَنِينِ يُقْتَلُ فِي بَطْنِ أُمِّهِ بِغُرَّةٍ: عَبْدٍ أَوْ وَلِيدَةٍ، فَقَالَ الَّذِي قُضِيَ عَلَيْهِ: كَيْفَ أَغْرَمُ مَا لَا أَكَلَ وَلَا شَرِبَ وَلَا نَطَقَ وَلَا اسْتَهَلَّ وَمِثْلُ ذٰلِكَ يُطَلُّ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِنَّمَا هٰذَا مِنْ إِخْوَانِ الْكُهَّانِ». [راجع: ٥٧٥٨]

[5760] حضرت سعید بن مسیب سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس بچے کے متعلق، جو ماں کے پیٹ میں مار ڈالا گیا ہو، فیصلہ فرمایا کہ ایک غلام یا لونڈی بطور دیت ادا کرنا ہے۔ جس نے تاوان ادا کرنا تھا، اس نے کہا: میں ایسے بچے کی دیت کیوں ادا کروں جس نے نہ کھایا نہ پیا، نہ بولا اور نہ چلایا، ایسی صورت میں تو دیت نہیں ہو سکتی؟ رسول اللہ ﷺ نے یہ سن کر فرمایا: ''یہ تو کاہنوں کا بھائی ہے۔''

فوائد ومسائل: ① دور جاہلیت میں کاہنوں کا یہ طریقہ تھا کہ وہ اپنے باطل کلام کو مسجع اور قافیہ بند عبارت سے مزین کرتے تا کہ باطل، اس عبارت میں دب جائے اور اس کی حقیقت نہ کھل سکے اور لوگوں کو وہم میں مبتلا کرتے تھے کہ اس میں نفع ہے۔ اس حدیث میں مذکور اس شخص نے بھی یہی کام کیا تھا کہ مسجع عبارت سے رسول اللہ ﷺ کے فیصلے کو رد کرنے کی کوشش کی، اس لیے وہ

مذمت کا مستحق ہوا۔ لیکن آپ ﷺ نے اسے کوئی اور سزا نہ دی کیونکہ آپ کو جاہلوں سے درگزر کرنے کا حکم تھا۔ ② اس حدیث سے کہانت پیشہ کی مذمت ہے اور ان لوگوں کی بھی تردید ہے جو الفاظ و عبارت پیش کرنے میں کہانت پیشہ لوگوں کی نقالی کرتے ہیں۔ بہرحال رسول اللہ ﷺ نے جو فیصلہ فرمایا وہی برحق تھا، باقی اس شخص کی بکواسات تھیں جنھیں آپ ﷺ نے کہانت سے تشبیہ دے کر کہانت کی طرح باطل ٹھہرایا۔ رسول اللہ ﷺ نے غیب کی خبریں بتانے کو شیطانی کام قرار دیا ہے،[1] لہٰذا کاہنوں، یعنی مستقبل کی خبریں بتانے والوں، نجومیوں اور دست شناسوں کے پاس جانا، ان سے خبریں دریافت کرنا، پھر ان کی تصدیق کرنا حرام اور ناجائز ہے۔ شریعت نے اس قسم کے توہمات کو باطل ٹھہرایا ہے۔ واللہ أعلم.

٥٧٦١ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ قَالَ: نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنْ ثَمَنِ الْكَلْبِ، وَمَهْرِ الْبَغِيِّ، وَحُلْوَانِ الْكَاهِنِ. [راجع: ٢٢٣٧]

[5761] حضرت ابو مسعود ؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے کتے کی قیمت، بدکارہ عورت کی اجرت اور کاہن کی شیرینی سے منع فرمایا ہے۔

فوائد و مسائل: ① دین اسلام میں کہانت کا پیشہ حرام اور اس کی کمائی بھی ناجائز ہے۔ اسے کسی صورت میں استعمال نہیں کیا جاسکتا۔ ② کہانت کی کئی قسمیں ہیں، جن میں حسب ذیل چار مشہور ہیں: ○ شیاطین آسمانوں کی طرف چڑھتے اور فرشتوں کی گفتگو سے کچھ سن گن لیتے، پھر وہ کاہن کو بتاتے اور اس میں اپنی طرف سے اضافہ بھی کرتے، اسلام کے بعد یہ سلسلہ تقریباً ختم ہوگیا۔ ○ جن ایسے دوستوں کو ایسی خبریں بتاتے جو عام انسانوں سے غائب ہوتیں، یا قریب سے پتا چلتا، دور سے نہیں چلتا تھا، ایسی باتیں جنوں کے ذریعے سے معلوم کر کے انسانوں کو بتائی جاتیں۔ ○ محض گمان اور انکل پچو سے بات کی جاتی اور اتفاق سے کچھ صحیح نکل آتی، اس سے دوسروں کو شکار کیا جاتا تھا۔ ○ اپنے تجربے سے اندازہ لگایا جاتا اور یہ آخری قسم جادو سے ملتی جلتی ہے۔ اسلام نے ان تمام قسموں کو حرام قرار دیا ہے اور ان کی کمائی بھی ناجائز ہے۔[2]

٥٧٦٢ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ: حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ يُوسُفَ: أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ يَحْيَى بْنِ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: سَأَلَ رَسُولَ اللهِ ﷺ نَاسٌ عَنِ الْكُهَّانِ، فَقَالَ: «لَيْسَ بِشَيْءٍ»، فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّهُمْ يُحَدِّثُونَنَا أَحْيَانًا

[5762] حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ چند لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے کاہنوں کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا: ''ان کی کوئی بنیاد نہیں ہوتی۔'' لوگوں نے کہا: اللہ کے رسول! وہ کبھی ہمیں ایسی باتوں کی خبر دیتے ہیں جو صحیح ہوتی ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''وہ صحیح بات جن کسی (فرشتے) سے سن لیتا ہے اور اپنے دوست

---

1 سنن أبي داود، الطب، حديث: 3907. 2 فتح الباري: 267/10.

بِشَيْءٍ فَيَكُونُ حَقًّا، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «تِلْكَ الْكَلِمَةُ مِنَ الْحَقِّ يَخْطَفُهَا الْجِنِّيُّ فَيُقِرُّهَا فِي أُذُنِ وَلِيِّهِ فَيَخْلِطُونَ مَعَهَا مِائَةَ كَذْبَةٍ».

کاہن کے کان میں ڈال دیتا ہے، پھر یہ لوگ اس کے ساتھ سو جھوٹ ملا کر بیان کرتے ہیں۔"

قَالَ عَلِيٌّ: قَالَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ: مُرْسَلٌ: «الْكَلِمَةُ مِنَ الْحَقِّ»، ثُمَّ بَلَغَنِي أَنَّهُ أَسْنَدَهُ بَعْدَهُ. [راجع: ٣٢١٠]

علی بن مدینی نے کہا کہ عبدالرزاق پہلے "الکلمة من الحق" والا جملہ مرسل طور پر بیان کرتے تھے، اس کے بعد انھوں نے اسے متصل سند سے بیان کیا۔

فائدہ: پہلے شیاطین آسمان پر جا کر فرشتوں کی بات اڑا لیتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے بعد کہانت کی یہ قسم موقوف ہوگئی۔ اب آسمان پر اتنا شدید پہرہ ہے کہ شیطان وہاں پھٹکنے نہیں پاتے۔ اب ایسے کاہن بھی موجود نہیں جو شیطان سے اس قسم کا تعلق رکھتے ہوں کہ وہ انھیں غیب کی خبریں بتائیں۔ اس دور کے نجومی اور کاہن محض اٹکل اور اندازے سے بات کرتے ہیں۔ اگر ان کی کوئی بات اتفاق سے صحیح نکل آئے تو اس سے دھوکا نہیں کھانا چاہیے بلکہ اس کی پرزور تردید کرنے کی ضرورت ہے تاکہ عوام الناس ان کے جال میں نہ پھنسیں اور غلط عقائد کا شکار نہ ہوں، ان کے علم کی کوئی بنیاد نہیں ہوتی بلکہ یہ لوگ گندے اور پلید رہنے کی وجہ سے جہالت میں غرق رہتے ہیں۔ واللہ أعلم.

(٤٧) بَابُ السِّحْرِ

باب: 47- جادو کا بیان

وَقَوْلِ اللهِ تَعَالَى: ﴿وَلَٰكِنَّ ٱلشَّيَٰطِينَ كَفَرُواْ يُعَلِّمُونَ ٱلنَّاسَ ٱلسِّحْرَ﴾ الْآيَةَ [البقرة: ١٠٢].

ارشاد باری تعالیٰ ہے: "اور لیکن شیطانوں نے کفر کیا، وہ لوگوں کو جادو سکھاتے تھے۔"

وَقَوْلِهِ تَعَالَى: ﴿وَلَا يُفْلِحُ ٱلسَّاحِرُ حَيْثُ أَتَىٰ﴾ [طه: ٦٩]

اللہ تعالیٰ کا ایک اور ارشاد ہے: "اور جادوگر جہاں بھی (حق کے مقابلے میں) آئے کامیاب نہیں ہوسکتا۔"

وَقَوْلِهِ: ﴿أَفَتَأْتُونَ ٱلسِّحْرَ وَأَنتُمْ تُبْصِرُونَ﴾ [الأنبياء: ٣]

ارشاد باری تعالیٰ ہے: "تو کیا تم جادو کو آتے (مانتے) ہو، جبکہ تم دیکھ بھی رہے ہو؟"

وَقَوْلِهِ: ﴿يُخَيَّلُ إِلَيْهِ مِن سِحْرِهِمْ أَنَّهَا تَسْعَىٰ﴾ [طه: ٦٦]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "ان کے جادو کی وجہ سے اس (موسیٰ علیہ السلام کو) ایسا معلوم ہوتا تھا کہ (ان کی رسیاں اور لاٹھیاں) واقعی دوڑ رہی ہیں۔"

وَقَوْلِهِ: ﴿وَمِن شَرِّ ٱلنَّفَّٰثَٰتِ فِى ٱلْعُقَدِ﴾ [الفلق: ٤]

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''اور گرہوں میں پھونک مارنے والیوں کے شر سے (پناہ مانگتا ہوں)۔''

وَالنَّفَّاثَاتُ: السَّوَاحِرُ، ﴿تُسْحَرُونَ﴾ [المؤمنون: ٨٩]: تُعَمَّوْنَ.

نَفَّاثَات سے مراد جادوگر عورتیں ہیں۔ تُسْحَرُوْنَ کے معنی ہیں: تم اندھے ہوجاتے ہو۔

وضاحت: جادو ایک حقیقت ہے، اسے ثابت کرنے کے لیے امام بخاری ؒ نے مذکورہ آیات ذکر کی ہیں۔ اس کے وجود اور اس کی تاثیر سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ جادو وہ شے ہے جو عادت کے خلاف شریر نفس سے صادر ہوتا ہے۔ اس کا توڑ کوئی مشکل نہیں۔ جادو بھی بیماری کی ایک قسم ہے جو مسحور کو بیمار کر دیتا ہے۔ امام بخاری ؒ نے اسی لیے جادو کو کتاب الطب میں بیان کیا ہے۔ کہانت اور جادو کو ایک ساتھ اس لیے ذکر کیا ہے کہ ان دونوں کا آغاز شیطان کی طرف سے ہوتا ہے۔ جادو کا اثر صرف مزاج کی تبدیلی کی صورت میں ہوتا ہے۔ اس سے کسی کی حقیقت تبدیل نہیں ہوتی کہ جمادات کو حیوانات میں تبدیل کر دیا جائے یا حیوانات کو پتھر بنادیا جائے، جادو کے ذریعے سے ایسا کرنا ناممکن ہے۔ جادوگر سفلی اعمال کا محتاج ہوتا ہے اور اس میں جلدی اثر پیدا کرنے کے لیے گندی اور ناپاک چیزوں کو استعمال کیا جاتا ہے۔ ہمارے رجحان کے مطابق جادو ایک شیطانی عمل ہے، اس کی وجہ سے انسان کو نقصان پہنچ سکتا ہے۔ جادو کرنا حرام اور کفر ہے کیونکہ اس میں شیطانوں سے مدد لی جاتی ہے اور ان کی تعریف کی جاتی ہے۔ اس کا اثر انگیز ہونا اللہ تعالیٰ کے اذن پر موقوف ہے۔ والله أعلم.

٥٧٦٣ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى: أَخْبَرَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: سَحَرَ رَسُولَ اللهِ ﷺ رَجُلٌ مِنْ بَنِي زُرَيْقٍ يُقَالُ لَهُ: لَبِيدُ بْنُ الْأَعْصَمِ، حَتَّى كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يُخَيَّلُ إِلَيْهِ أَنَّهُ كَانَ يَفْعَلُ الشَّيْءَ، وَمَا فَعَلَهُ، حَتَّى إِذَا كَانَ ذَاتَ يَوْمٍ - أَوْ ذَاتَ لَيْلَةٍ - وَهُوَ عِنْدِي، لٰكِنَّهُ دَعَا وَدَعَا ثُمَّ قَالَ: «يَا عَائِشَةُ، أَشَعَرْتِ أَنَّ اللهَ أَفْتَانِي فِيمَا اسْتَفْتَيْتُهُ فِيهِ؟ أَتَانِي رَجُلَانِ فَقَعَدَ أَحَدُهُمَا عِنْدَ رَأْسِي وَالْآخَرُ عِنْدَ رِجْلَيَّ، فَقَالَ أَحَدُهُمَا لِصَاحِبِهِ: مَا وَجَعُ الرَّجُلِ؟ فَقَالَ: مَطْبُوبٌ، قَالَ: مَنْ طَبَّهُ؟ قَالَ: لَبِيدُ بْنُ

[5763] حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ بنو زریق کے ایک یہودی شخص لبید بن اعصم نے رسول اللہ ﷺ پر جادو کر دیا، جس کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ کو کسی چیز کے متعلق خیال ہوتا کہ آپ نے وہ کام کر لیا ہے، حالانکہ وہ نہ کیا ہوتا تھا، حتی کہ ایک دن یا رات آپ ﷺ میرے پاس تھے اور آپ نے بار بار دعا کی، پھر فرمایا: ''اے عائشہ! کیا تمھیں معلوم ہے کہ جو کچھ میں نے اللہ تعالیٰ سے پوچھا تھا، اللہ تعالیٰ نے مجھے اس کا جواب دے دیا ہے؟ میرے پاس دو آدمی آئے، ان میں سے ایک میرے سر کے پاس اور دوسرا میرے پاؤں کے پاس بیٹھ گیا۔ ایک نے اپنے دوسرے ساتھی سے پوچھا: اس صاحب کو کیا بیماری ہے؟ دوسرے نے کہا: اس پر جادو کیا گیا ہے۔ اس نے کہا:

الْأَعْصَمِ، قَالَ: فِي أَيِّ شَيْءٍ؟: قَالَ فِي مُشْطٍ وَمُشَاطَةٍ، وَجُفِّ طَلْعِ نَخْلَةٍ ذَكَرٍ، قَالَ: وَأَيْنَ هُوَ؟ قَالَ: فِي بِئْرِ ذَرْوَانَ»، فَأَتَاهَا رَسُولُ اللهِ ﷺ فِي نَاسٍ مِنْ أَصْحَابِهِ فَجَاءَ فَقَالَ: «يَا عَائِشَةُ، كَأَنَّ مَاءَهَا نُقَاعَةُ الْحِنَّاءِ وَكَأَنَّ رُؤُسَ نَخْلِهَا رُؤُسُ الشَّيَاطِينِ»، قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، أَفَلَا اسْتَخْرَجْتَهُ؟ قَالَ: «قَدْ عَافَانِي اللهُ فَكَرِهْتُ أَنْ أُثِيرَ عَلَى النَّاسِ فِيهِ شَرًّا»، فَأَمَرَ بِهَا فَدُفِنَتْ.

کس نے جادو کیا ہے؟ اس نے کہا: لبید بن اعصم نے۔ اس نے پوچھا: کس چیز میں (جادو کیا ہے)؟ دوسرے نے بتایا کہ کنگھی اور اس سے جھڑنے والے بالوں میں، پھر انھیں نر کھجور کے خوشے میں رکھا ہے۔ اس نے پوچھا: یہ جادو کہاں ہے؟ اس نے جواب دیا کہ ذروان کے کنویں میں۔'' چنانچہ رسول اللہ ﷺ اپنے چند صحابہ کو ساتھ لے کر وہاں تشریف لے گئے۔ جب واپس آئے تو فرمایا: ''اے عائشہ! اس کنویں کا پانی مہندی کے نچوڑ جیسا سرخ ہے۔ وہاں کی کھجوروں کے سر گویا شیطانوں کے سر ہیں۔'' میں نے کہا: اللہ کے رسول! آپ نے اس جادو کو نکالا نہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے مجھے عافیت دے دی ہے، اس لیے میں نے مناسب نہیں سمجھا کہ خواہ مخواہ لوگوں میں اس کی برائی پھیلاؤں۔'' پھر آپ نے جادو کے سامان کو دفن کرنے کا حکم دے دیا۔

تَابَعَهُ أَبُو أُسَامَةَ وَأَبُو ضَمْرَةَ وَابْنُ أَبِي الزِّنَادِ، عَنْ هِشَامٍ.

ابو اسامہ، ابو ضمرہ اور ابن ابی زناد نے ہشام سے روایت کرنے میں عیسیٰ بن یونس کی متابعت کی ہے۔

وَقَالَ اللَّيْثُ وَابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ هِشَامٍ: «فِي مُشْطٍ وَمُشَاطَةٍ»، وَيُقَالُ: الْمُشَاطَةُ مَا يَخْرُجُ مِنَ الشَّعْرِ إِذَا مُشِطَ، وَالْمُشَاطَةُ مِنْ مُشَاطَةِ الْكَتَّانِ. [راجع: ٣١٧٥]

لیث اور ابن عیینہ نے ہشام سے روایت کرتے ہوئے مشط اور مشاطہ کا ذکر کیا ہے۔ مشاطہ ان بالوں کو کہتے ہیں جو کنگھی کرتے ہوئے نکل آئیں۔ مشاطہ دراصل روئی کے تار کو کہتے ہیں۔

فوائد ومسائل: ① اس حدیث پر اعتراض کیا گیا ہے کہ نبی پر جادو نہیں ہو سکتا اور اگر کوئی کرے تو اس کا اثر نہیں ہو سکتا جبکہ اس حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ پر جادو کیا گیا اور اس کا اثر بھی آپ پر ہوا۔ اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ نبی پر جادو کا اثر ہونا تو قرآن سے ثابت ہے۔ فرعون کے جادوگروں نے جب لوگوں کے مجمع میں اپنی رسیاں اور لاٹھیاں پھینکیں تو وہ سانپ بن کر دوڑنے لگیں۔ اس دہشت کا اثر موسیٰ علیہ السلام پر ہوا جس کا قرآن نے ان الفاظ میں ذکر کیا ہے: ''موسیٰ اپنے دل میں ڈر گئے تو ہم نے کہا: ڈرو نہیں، تم ہی غالب رہو گے۔''[1] ② رسول اللہ ﷺ نے جادو کے اثر سے کمزوری محسوس کی تا کہ یہود کو معلوم ہو جائے کہ

① طٰہٰ 20:67، 68.

جادو کے عمل میں کوئی کمی نہیں رہ گئی تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے جادو کے مؤثر ہونے کے باوجود اپنے نبی کو محفوظ رکھا جس طرح یہود نے رسول اللہ ﷺ کو زہریلا گوشت کھلا دیا لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو زہر کے اثر سے محفوظ رکھا۔ واضح رہے کہ یہودی، رسول اللہ ﷺ کو جادو سے شہید کرنا چاہتے تھے۔ ③ اس حدیث پر دوسرا اعتراض یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں کفار کی بات نقل کی ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کو سحر زدہ (مسحور) کہتے تھے۔[1] اگر آپ پر جادو کی اثر پذیری تسلیم کر لیں تو گویا ہم بھی کفار کے ہم نوا بن گئے۔ یہ اعتراض بھی بے بنیاد اور لغو ہے کیونکہ کفار کا الزام یہ تھا کہ نبی نے اپنی نبوت کے دعوے کا آغاز ہی سحر زدگی اور جنون سے کیا ہے اور یہ جو کچھ قیامت، آخرت، حشر و نشر اور جنت و دوزخ کے افسانے سناتا ہے وہ سب جادو کا اثر اور پاگل پن کی باتیں ہیں لیکن اس حدیث کا کفار کے اس قول سے کوئی تعلق نہیں۔ نبی بہرحال انسان ہوتے ہیں، اس لیے وہ جسمانی تشدد اور ذہنی پریشانی سے دوچار ہو سکتے ہیں، جس طرح طائف اور احد میں آپ ﷺ کفار کے ہاتھوں زخمی ہوئے تھے۔ یہ چیز منصب نبوت کے منافی نہیں، البتہ اس واقعے کا یہ نتیجہ ضرور نکلتا ہے کہ آپ ﷺ ہرگز جادوگر نہ تھے کیونکہ جادوگر پر جادو کا اثر نہیں ہوتا۔ واللہ المستعان.

(٤٨) بَابٌ: الشِّرْكُ وَالسِّحْرُ مِنَ الْمُوبِقَاتِ

باب: 48- شرک اور جادو انتہائی ہلاکت خیز ہیں

٥٧٦٤ - حَدَّثَنِي عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللهِ [قَالَ]: حَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ عَنْ ثَوْرِ بْنِ زَيْدٍ، عَنْ أَبِي الْغَيْثِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «اجْتَنِبُوا الْمُوبِقَاتِ: الشِّرْكُ بِاللهِ، وَالسِّحْرُ». [راجع: ٢٧٦٦]

[5764] حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تباہ کر دینے والی چیزوں سے اجتناب کرو: وہ اللہ کے ساتھ شرک کرنا اور جادو کرنا کرانا ہے۔''

فوائد ومسائل: ① رسول اللہ ﷺ نے شرک اور جادو کو ایک ہی جگہ بیان کیا ہے کیونکہ یہ دونوں گناہ اس قدر خطرناک ہیں کہ انسان کے ایمان کو تباہ کر دیتے ہیں۔ شرک تو اس قدر تباہ کن ہے کہ اگر انسان شرک کرنے کے بعد توبہ نہ کرے تو وہ ہمیشہ کے لیے جنت سے محروم اور دوزخ اس پر واجب ہو جاتا ہے۔ ② امام بخاری ؒ نے اس مقام پر جادو کی سنگینی سے آگاہ کرنے کے لیے اختصار کے ساتھ اس حدیث کو بیان کیا ہے، دوسری روایات میں سات مہلک گناہوں کا ذکر ہے: وہ، اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا، بلاوجہ کسی کو قتل کرنا، یتیموں کا مال ہڑپ کر جانا، جنگ سے فرار اختیار کرنا، جادو کرنا، سود کھانا اور پاک دامن عورتوں پر بدکاری کی تہمت لگانا ہے۔[2]

(٤٩) بَابٌ: هَلْ يُسْتَخْرَجُ السِّحْرُ؟

باب: 49- کیا جادو نکالا جائے؟

---

[1] الفرقان 25:8. [2] صحیح البخاري، الوصایا، حدیث: 2766.

وَقَالَ قَتَادَةُ: قُلْتُ لِسَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ: رَجُلٌ بِهِ طِبٌّ أَوْ يُؤَخَّذُ عَنِ امْرَأَتِهِ، أَيُحَلُّ عَنْهُ أَوْ يُنَشَّرُ؟ قَالَ: لَا بَأْسَ بِهِ، إِنَّمَا يُرِيدُونَ بِهِ الْإِصْلَاحَ، فَأَمَّا مَا يَنْفَعُ فَلَمْ يُنْهَ عَنْهُ.

حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت سعید بن مسیب سے کہا: اگر کسی شخص پر جادو ہو یا اسے اپنی بیوی کے پاس جانے سے روک دیا جائے تو کیا جادو کا توڑ کرنا اور اسے باطل کرنے کے لیے کوئی منتر کرنا درست ہے؟ انھوں نے کہا: اس میں کوئی حرج نہیں کیونکہ وہ اس (توڑ کرنے) سے اصلاح کا ارادہ رکھتے ہیں، بہرحال جو چیز نفع دے اس سے منع نہیں کیا گیا۔

وضاحت: اس عنوان سے مراد جادو کا توڑ کرنے کے لیے اسے نکالنا ہے۔ اگر شرعی دم جھاڑ اور مسنون ادعیہ سے اس کا توڑ کیا جائے تو جائز ہے بصورت دیگر جادو کا جادو سے توڑ کرنا محل نظر ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ کا رجحان یہ معلوم ہوتا ہے کہ جادو کا توڑ کیا جاسکتا ہے، بہرحال اس میں اختلاف ہے۔ امام حسن بصری رحمہ اللہ کا موقف ہے کہ مطلق طور پر جادوگر کے پاس نہیں جانا چاہیے لیکن ابن مسیب رحمہ اللہ کا موقف ہے کہ جادوگر کے پاس جانا اس وقت منع ہے جب کسی کو نقصان پہنچانا مقصود ہو، اگر سحر زدہ انسان کا علاج کرانے کے لیے کوئی جادوگر کے پاس جاتا ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں کیونکہ اس سے اصلاح مقصود ہے۔ ابن منبہ کی کتابوں میں جادو کا یہ علاج لکھا گیا ہے کہ سبز بیری کے سات پتے لے کر انھیں دو پتھروں کے درمیان رکھ کر باریک کیا جائے، پھر انھیں پانی میں ڈال کر ان پر چاروں قل پڑھے جائیں، اس کے بعد پانی کے تین گھونٹ پی لیے جائیں اور باقی پانی سے غسل کر لیا جائے تو جادو کا اثر ختم ہو جاتا ہے۔ اگر مرد، بیوی کے پاس نہ جاسکے تو یہ طریقۂ علاج اس کے لیے بہت مفید ہے۔[1] ہمارے رجحان کے مطابق جادو اتارنے کے لیے شرکیہ اور جاہلانہ دم جھاڑ حرام ہے، اس مقصد کے لیے آیات قرآنیہ اور دیگر مسنون اذکار کو عمل میں لایا جائے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ پر جادو ہوا تو اللہ تعالیٰ نے اس کا توڑ کرنے کے لیے معوذتین نازل کیں۔ واللہ أعلم.

٥٧٦٥ - حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عُيَيْنَةَ يَقُولُ: أَوَّلُ مَنْ حَدَّثَنَا بِهِ ابْنُ جُرَيْجٍ يَقُولُ: حَدَّثَنِي آلُ عُرْوَةَ عَنْ عُرْوَةَ. فَسَأَلْتُ هِشَامًا عَنْهُ فَحَدَّثَنَا عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ سُحِرَ حَتَّى كَانَ يَرَى أَنَّهُ يَأْتِي النِّسَاءَ وَلَا يَأْتِيهِنَّ. قَالَ سُفْيَانُ: وَهٰذَا أَشَدُّ مَا يَكُونُ مِنَ السِّحْرِ، إِذَا كَانَ كَذَا، فَقَالَ: «يَا عَائِشَةُ،

[5765] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ پر جادو کیا گیا تو آپ کو یہ خیال ہوتا کہ آپ بیویوں کے پاس گئے ہیں، حالانکہ آپ ان کے پاس نہیں گئے ہوتے تھے۔ (راوی حدیث) سفیان نے کہا کہ جب ایسا ہو تو یہ سخت قسم کا جادو ہوتا ہے۔ بہرحال آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے عائشہ! کیا تمھیں معلوم ہے کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے جو بات پوچھی تھی اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب دے دیا ہے؟ میرے پاس دو آدمی آئے ان میں

[1] فتح الباري: 287/10.

أَعَلِمْتِ أَنَّ اللهَ قَدْ أَفْتَانِي فِيمَا اسْتَفْتَيْتُهُ فِيهِ؟ أَتَانِي رَجُلَانِ فَقَعَدَ أَحَدُهُمَا عِنْدَ رَأْسِي، وَالْآخَرُ عِنْدَ رِجْلَيَّ، فَقَالَ الَّذِي عِنْدَ رَأْسِي لِلْآخَرِ: مَا بَالُ الرَّجُلِ؟ قَالَ: مَطْبُوبٌ، قَالَ: وَمَنْ طَبَّهُ؟ قَالَ: لَبِيدُ بْنُ الْأَعْصَمِ رَجُلٌ مِنْ بَنِي زُرَيْقٍ حَلِيفٌ لِيَهُودَ كَانَ مُنَافِقًا، قَالَ: وَفِيمَ؟ قَالَ: فِي مُشْطٍ وَمُشَاطَةٍ، قَالَ: وَأَيْنَ؟ قَالَ: فِي جُفِّ طَلْعَةٍ ذَكَرٍ تَحْتَ رَعُوفَةٍ فِي بِئْرِ ذَرْوَانَ»، قَالَتْ: فَأَتَى النَّبِيُّ ﷺ الْبِئْرَ حَتَّى اسْتَخْرَجَهُ، فَقَالَ: «هٰذِهِ الْبِئْرُ الَّتِي أُرِيتُهَا وَكَأَنَّ مَاءَهَا نُقَاعَةُ الْحِنَّاءِ، وَكَأَنَّ نَخْلَهَا رُءُوسُ الشَّيَاطِينِ»، قَالَ: فَاسْتُخْرِجَ، قَالَتْ: فَقُلْتُ: أَفَلَا؟ - أَيْ تَنَشَّرْتَ - فَقَالَ: «أَمَا وَاللهِ فَقَدْ شَفَانِي وَأَكْرَهُ أَنْ أُثِيرَ عَلَى أَحَدٍ مِنَ النَّاسِ شَرًّا». [راجع: ٣١٧٥]

سے ایک میرے سر کے پاس اور دوسرا میرے پاؤں کے پاس بیٹھ گیا۔ میرے سر کے پاس بیٹھنے والے نے دوسرے سے پوچھا: اس آدمی کو کیا شکایت ہے؟ اس نے کہا: اس پر جادو کیا گیا ہے۔ اس نے کہا: کس نے جادو کیا ہے؟ اس نے کہا: لبید بن اعصم نے جو یہودیوں کے حلیف قبیلے بنو زریق میں سے ایک منافق شخص ہے۔ اس نے پوچھا: کس چیز میں (جادو) کیا ہے؟ اس نے کہا: کنگھی اور اس سے جھڑنے والے بالوں میں۔ اس نے کہا: اب وہ (جادو) کہاں ہے؟ اس نے جواب دیا کہ وہ نر کھجور کے خوشے کے غلاف میں ہے جو ذروان کنویں کے اندر رکھے ہوئے پتھر کے نیچے دفن ہے۔'' اس کے بعد نبی ﷺ اس کنویں پر تشریف لے گئے اور اندر سے جادو نکالا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ وہی کنواں ہے جو خواب میں مجھے دکھایا گیا تھا۔ اس کا پانی منہدی کے نچوڑ جیسا سرخ تھا اور اس کی کھجوروں کے سر، شیطانوں کے سروں جیسے تھے۔'' الغرض وہ جادو کنویں سے نکالا گیا۔ حضرت عائشہ ؓ نے سوال کیا کہ آپ نے اس جادو کا توڑ کیوں نہیں کرایا؟ آپ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے مجھے شفا دے دی ہے، اب میں نہیں چاہتا کہ لوگوں میں سے کسی پر اس کا شر پھیلاؤں۔''

فوائد ومسائل: ① ذروان نامی کنویں سے جو چیزیں نکالی گئیں ان میں کنگھی اور بالوں میں ایک تانت کے اندر گیارہ گرہیں پڑی ہوئی تھیں، ایک موم کا پتلا تھا جس میں سوئیاں چبھوئی ہوئی تھیں۔ حضرت جبرئیل ؑ نے آکر بتایا کہ آپ معوذتین پڑھیں، چنانچہ آپ ﷺ ایک ایک آیت پڑھتے جاتے اور اس کے ساتھ ایک ایک گرہ کھولی جاتی اور پتلے میں سے ایک ایک سوئی نکالی جاتی۔ سوئی نکالتے وقت آپ کو درد محسوس ہوتا۔ آخر کار تمام گرہیں کھل گئیں اور سوئیاں نکال دی گئیں اور آپ جادو کے اثر سے نکل کر یوں آزاد ہو گئے گویا کوئی بندھا ہوا شخص کھل گیا ہو۔[1] ② جادو کا توڑ کرنے کو نُشرہ کہا جاتا ہے۔ اگر وہ شرکیہ کلمات اور جادو سے ہو تو حرام ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: ''یہ شیطانی عمل ہے۔''[2] اور اگر جادو کا علاج

---

[1] فتح الباري: 10/283. [2] سنن أبي داود، الطب، حديث: 3868.

قرآنی آیات اور مسنون دعاؤں سے کیا جائے تو جائز ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک عورت اپنا بچہ لائی جسے آسیب کی شکایت تھی اور وہ بات نہیں کرتا تھا۔ اس نے عرض کی: اللہ کے رسول! یہ میرا بیٹا ہے اور میرے گھر میں یہی بچا ہے اور اسے آسیب ہے۔ یہ گفتگو نہیں کرتا۔ آپ نے فرمایا: ''میرے پاس تھوڑا سا پانی لاؤ۔'' پانی لایا گیا تو آپ نے ہاتھ دھوئے اور کلی کی، پھر وہ استعمال شدہ پانی اسے دے دیا اور فرمایا: ''کچھ پانی اسے پلا دو اور کچھ اس کے اوپر بہا دو، نیز اس کے لیے اللہ تعالیٰ سے شفا کی دعا کرنا۔'' ام جندب کہتی ہیں کہ ایک سال کے بعد میں اس عورت سے ملی تو میں نے اس سے بچے کے متعلق پوچھا۔ اس نے کہا: وہ صحت یاب ہو گیا ہے اور ایسا عقل مند ہو گیا ہے کہ وہ عام لوگوں کی طرح نہیں۔[1]

(٥٠) بَابُ السِّحْرِ

باب: 50- جادو کا بیان

وضاحت: امام بخاری ؒ نے قبل ازیں انھی الفاظ سے عنوان قائم کیا تھا۔ (باب: 47) اور اس کے اثبات کے لیے یہی حدیث بیان کی تھی (حدیث: 5763) بہت کم ایسا اتفاق ہوتا ہے کہ امام بخاری ؒ نے ایک حدیث پر ایک ہی طرح کے دو عنوان قائم کیے ہوں۔ اس میں ضرور کوئی حکمت ہوگی جو اب ہمارے ذہن میں نہیں آ رہی۔ واللہ أعلم.

٥٧٦٦ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ: حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: سُحِرَ رَسُولُ اللهِ ﷺ حَتَّى إِنَّهُ لَيُخَيَّلُ إِلَيْهِ أَنَّهُ يَفْعَلُ الشَّيْءَ وَمَا فَعَلَهُ، حَتَّى إِذَا كَانَ ذَاتَ يَوْمٍ وَهُوَ عِنْدِي دَعَا اللهَ وَدَعَاهُ ثُمَّ قَالَ: «أَشَعَرْتِ يَا عَائِشَةُ أَنَّ اللهَ قَدْ أَفْتَانِي فِيمَا اسْتَفْتَيْتُهُ فِيهِ؟»، قُلْتُ: وَمَا ذَاكَ يَا رَسُولَ اللهِ؟ قَالَ: «جَاءَنِي رَجُلَانِ فَجَلَسَ أَحَدُهُمَا عِنْدَ رَأْسِي، وَالْآخَرُ عِنْدَ رِجْلَيَّ ثُمَّ قَالَ أَحَدُهُمَا لِصَاحِبِهِ: مَا وَجَعُ الرَّجُلِ؟ قَالَ: مَطْبُوبٌ، قَالَ: وَمَنْ طَبَّهُ؟ قَالَ: لَبِيدُ بْنُ الْأَعْصَمِ الْيَهُودِيُّ مِنْ بَنِي زُرَيْقٍ، قَالَ: فِيمَاذَا؟ قَالَ: فِي مُشْطٍ وَمُشَاطَةٍ وَجُفِّ طَلْعَةٍ ذَكَرٍ، قَالَ: فَأَيْنَ هُوَ؟ قَالَ: فِي بِئْرِ ذِي أَرْوَانَ». قَالَ: فَذَهَبَ النَّبِيُّ ﷺ فِي

[5766] حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ پر جادو کیا گیا۔ اس کا یہ اثر ہوا کہ آپ اپنے خیال کے مطابق ایک کام کر چکے ہوتے لیکن وہ نہیں کیا ہوتا تھا۔ آخر کار ایک دن آپ میرے پاس تشریف فرما تھے تو آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی، پھر دعا مانگی، اس کے بعد آپ نے مجھ سے فرمایا: ''اے عائشہ! کیا تمھیں معلوم ہے کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے جو بات پوچھی تھی، اس کا جواب اللہ تعالیٰ نے مجھے دے دیا ہے؟ میں نے عرض کی: اللہ کے رسول! وہ کیا بات ہے؟ آپ نے فرمایا: ''میرے پاس دو آدمی آئے، ان میں سے ایک میرے سر کے پاس اور دوسرا میرے پاؤں کے پاس بیٹھ گیا۔ پھر ایک نے دوسرے ساتھی سے کہا: اس صاحب کو کیا تکلیف ہے؟ دوسرے نے کہا: اس پر جادو کیا گیا ہے۔ اس نے کہا: کس نے جادو کیا ہے؟ دوسرے نے جواب دیا: لبید بن اعصم

1 سنن ابن ماجه، الطب، حديث: 3532.

أُنَاسٍ مِنْ أَصْحَابِهِ إِلَى الْبِئْرِ فَنَظَرَ إِلَيْهَا وَعَلَيْهَا نَخْلٌ، ثُمَّ رَجَعَ إِلَى عَائِشَةَ فَقَالَ: «وَاللهِ لَكَأَنَّ مَاءَهَا نُقَاعَةُ الْحِنَّاءِ، وَلَكَأَنَّ نَخْلَهَا رُؤُسُ الشَّيَاطِينِ»، قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، أَفَأَخْرَجْتَهُ؟ قَالَ: «لَا، أَمَّا أَنَا فَقَدْ عَافَانِيَ اللهُ وَشَفَانِي وَخَشِيتُ أَنْ أُثَوِّرَ عَلَى النَّاسِ مِنْهُ شَرًّا»، وَأَمَرَ بِهَا فَدُفِنَتْ. [راجع: ٣١٧٥]

یہودی نے جو قبیلۂ بنوزریق سے تعلق رکھتا ہے۔ پہلے نے کہا: کس چیز میں (جادو) کیا ہے؟ دوسرے نے کہا: کنگھی اور اس سے جھڑنے والے بالوں میں جو نر کھجور کے خوشے کے غلاف میں رکھا ہوا ہے۔ اس نے پوچھا: وہ کہاں رکھا ہے؟ اس نے جواب دیا: ذی اروان نامی کنویں میں رکھا ہے۔'' نبی ﷺ اپنے چند صحابہ کو ساتھ لے کر اس کنویں پر تشریف لے گئے، اسے دیکھا وہاں کھجور کے درخت تھے، پھر آپ واپس سیدہ عائشہ ؓ کے پاس تشریف لائے اور فرمایا: ''اللہ کی قسم! اس کنویں کا پانی مہندی کے نچوڑ جیسا سرخ ہے اور وہاں کی کھجوریں گویا شیطانوں کے سر ہیں۔'' میں نے عرض کی: اللہ کے رسول! کیا آپ نے اسے نکالا ہے؟ آپ نے فرمایا: ''نہیں، بہرکیف اللہ تعالیٰ نے مجھے شفا دے دی ہے، اب مجھے اندیشہ ہے کہ مبادا لوگوں میں کوئی شر پیدا ہو۔'' پھر آپ نے اسے دفن کر دینے کا حکم دیا۔

فوائد ومسائل: ① ابن سعد کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی اور حضرت عمار بن یاسر ؓ کو اس کنویں پر بھیجا کہ وہاں جا کر جادو کا سامان اٹھا لائیں۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے جبیر بن ایاس زرقی کو بلایا جو غزوۂ بدر میں شریک ہوئے تھے، انھوں نے بئر ذروان میں جادو کے سامان کی نشاندہی کی۔ ممکن ہے کہ آپ نے پہلے ان حضرات کو بھیجا ہو بعد میں خود بھی تشریف لے گئے ہوں اور خود اس کا مشاہدہ کیا ہو۔ واللہ أعلم.[1] ② بہرحال رسول اللہ ﷺ پر جادو کیا گیا اور چند روز تک اس کا اثر بھی رہا، شاید اس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ حکمت تھی کہ آپ کا جادوگر نہ ہونا سب پر ظاہر ہو جائے کیونکہ جادوگر پر جادو اثر نہیں کرتا۔ یہود آپ کو حسد کی وجہ سے شہید کرنا چاہتے تھے، پہلے زہریلا گوشت کھلایا لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کو بچا لیا اور اب انھوں نے آپ پر سخت قسم کا جادو کیا لیکن اللہ تعالیٰ نے اس سے بھی آپ ﷺ کو نجات دی اور یہود کو ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔ واللہ المستعان.

(٥١) بَابٌ: إِنَّ مِنَ الْبَيَانِ سِحْرًا

باب: 51- بعض تقاریر جادو اثر ہوتی ہیں

٥٧٦٧ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ: أَخْبَرَنَا

[5767] حضرت عبداللہ بن عمر ؓ سے روایت ہے کہ دو

1 فتح الباري: 283/10.

مَالِكٌ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: أَنَّهُ قَدِمَ رَجُلَانِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَخَطَبَا فَعَجِبَ النَّاسُ لِبَيَانِهِمَا، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِنَّ مِنَ الْبَيَانِ لَسِحْرًا، أَوْ إِنَّ بَعْضَ الْبَيَانِ سِحْرٌ». [راجع: ٥١٤٦]

آدمی مشرق کی طرف سے آئے اور انھوں نے لوگوں کو خطاب کیا جس سے لوگ بہت متاثر ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بلاشبہ بعض تقریریں جادو اثر ہوتی ہیں۔''

فوائد ومسائل: ① رسول اللہ ﷺ نے ہر جادو اثر تقریر کی تعریف نہیں کی ہے کیونکہ کچھ تقریروں میں باطل کو جادو بیانی کے ذریعے سے حق کی صورت میں پیش کیا جاتا ہے، البتہ اظہار مافی الضمیر کی ایسی جادو بیانی کی تعریف کی ہے جو حق کے اثبات کے لیے ہو۔ ② امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ جادو کرنا کرانا اگرچہ حرام اور ناجائز ہے، تاہم اس کا کچھ نہ کچھ اثر ضرور ہوتا ہے۔ جو لوگ جادو کی حقیقت کا انکار کرتے ہیں، ان کا موقف انتہائی محل نظر ہے۔ واللہ أعلم.

(٥٢) بَابُ الدَّوَاءِ بِالْعَجْوَةِ لِلسِّحْرِ

باب: 52- عجوہ کھجور کے ذریعے سے جادو کا علاج کرنا

وضاحت: مدینہ طیبہ میں پائی جانے والی سیاہ رنگ کی ایک خاص کھجور کا نام عجوہ ہے جسے رسول اللہ ﷺ نے خود کاشت کیا یہ کھجور کھانے میں بہت لذیذ اور عمدہ ہوتی ہے۔[1]

٥٧٦٨ - حَدَّثَنَا عَلِيٌّ: حَدَّثَنَا مَرْوَانُ: أَخْبَرَنَا هَاشِمٌ: أَخْبَرَنَا عَامِرُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «مَنِ اصْطَبَحَ كُلَّ يَوْمٍ تَمَرَاتٍ عَجْوَةً لَمْ يَضُرَّهُ سُمٌّ وَلَا سِحْرٌ ذٰلِكَ الْيَوْمَ إِلَى اللَّيْلِ».

[5768] حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص صبح کے وقت عجوہ کھجوریں استعمال کرے اس کو رات تک زہر اور جادو سے کوئی نقصان نہیں ہوگا۔''

وَقَالَ غَيْرُهُ: سَبْعَ تَمَرَاتٍ. [راجع: ٥٤٤٥]

علی بن مدینی کے علاوہ دوسرے راوی نے بایں الفاظ بیان کیا ہے کہ جو شخص سات کھجوریں کھالے۔

٥٧٦٩ - حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ: أَخْبَرَنَا أَبُو أُسَامَةَ: حَدَّثَنَا هَاشِمُ بْنُ هَاشِمٍ قَالَ: سَمِعْتُ عَامِرَ بْنَ سَعْدٍ: سَمِعْتُ سَعْدًا رَضِيَ

[5769] حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ''جو شخص صبح کے وقت سات عجوہ کھجوریں کھائے

[1] فتح الباري: 293/10.

اللهُ عَنْهُ يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «مَنْ تَصَبَّحَ سَبْعَ تَمَرَاتٍ عَجْوَةً لَمْ يَضُرَّهُ ذٰلِكَ الْيَوْمَ سُمٌّ وَلَا سِحْرٌ». [راجع: ٥٤٤٥]

اس دن کوئی زہر اور جادو اسے نقصان نہیں دے گا۔“

فوائد ومسائل: ① ان احادیث میں صبح کے وقت نہار منہ کھانے کا ذکر ہے لیکن کسی روایت میں رات کے وقت کھانے کا ذکر نہیں ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر شام کے وقت کھائے گا تو اسے مذکورہ فائدہ حاصل نہیں ہوگا، نیز ایک روایت میں ہے کہ یہ فائدہ عالیہ علاقے کی عجوہ کھجوریں کھانے سے ہوگا۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: ”عالیہ کی کھجوریں نہار منہ کھانا باعث شفا ہے۔“[1] حضرت ابوسعید خدری اور حضرت جابر ؓ سے مروی ایک حدیث میں ہے: ”عجوہ کھجور جنت سے ہے اور یہ جن کے اثر سے شفا دیتی ہے۔“[2] ② جنت سے ہونے کا مطلب یہ ہے کہ عجوہ کھجور بابرکت یا کھجور کی یہ قسم جنت سے زمین پر آئی ہے جس طرح حجر اسود جنت سے زمین پر بھیجا گیا ہے۔ علامہ خطابی ؒ فرماتے ہیں کہ عجوہ کھجور کا یہ فائدہ اس کا ذاتی نہیں بلکہ رسول اللہ ﷺ کی دعا کی برکت کی وجہ سے ہے۔[3] ③ حدیث میں سات کھجوریں کھانے کا ذکر ہے، اس مقدار کو خصوصیت کے ساتھ متعدد مقامات پر ذکر کیا گیا ہے، مرض وفات میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا: ”مجھ پر سات مشکیزے پانی ڈالو۔“[4] بطور علاج اس تعداد کی خصوصیت اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے کہ اس میں کیا حکمت ہے۔[5]

(٥٣) بَابٌ: لَا هَامَةَ

باب: 53- ہامہ کوئی چیز نہیں

وضاحت: هَامَه ایسے زہریلے جانور کو کہتے ہیں جس کے ڈس لینے سے آدمی مر جاتا ہے۔ اگر کسی کے ڈس لینے سے آدمی کی موت واقع نہ ہو تو اسے سامہ کہتے ہیں، جیسے بچھو وغیرہ۔[6] دور جاہلیت میں عربوں کا عقیدہ تھا کہ جب آدمی قتل ہو جائے اور اس کا انتقام نہ لیا جائے تو دفن کرنے کے بعد اس کی کھوپڑی سے ایک زہریلا کیڑا برآمد ہوتا ہے جو اس کی قبر کے اردگرد گھومتا رہتا ہے اور مجھے پلاؤ، مجھے پلاؤ کہتا رہتا ہے۔ اگر اس کا انتقام لے لیا جائے تو غائب ہو جاتا ہے بصورت دیگر وہ چکر لگاتا رہتا ہے۔[7] رسول اللہ ﷺ نے دور جاہلیت کے اس عقیدے کی تردید کی ہے۔ اس ھامہ کی تفسیر میں اختلاف کے پیش نظر امام بخاری ؒ نے عنوان اور حدیث کو دوبارہ پیش کیا ہے۔ اس کی باقی تفسیریں ہم عنوان: 45 اور حدیث: 5757 کے تحت ذکر کر آئے ہیں۔

٥٧٧٠ - حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ يُوسُفَ: أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ

[5770] حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”متعدی بیماری، صفر کی نحوست

[1] صحيح مسلم الأشربة، حديث: 5341 (2048). [2] سنن ابن ماجه، الطب، حديث: 3453. [3] فتح الباري: 295/10.
[4] فتح الباري: 296/10. [5] صحيح البخاري، الوضوء، حديث: 198. [6] عمدة القاري: 749/14. [7] فتح الباري: 297/10.

عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «لَا عَدْوَى وَلَا صَفَرَ وَلَا هَامَةَ»، فَقَالَ أَعْرَابِيٌّ: يَا رَسُولَ اللهِ، فَمَا بَالُ الْإِبِلِ تَكُونُ فِي الرَّمْلِ كَأَنَّهَا الظِّبَاءُ فَيُخَالِطُهَا الْبَعِيرُ الْأَجْرَبُ فَيُجْرِبُهَا؟ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «فَمَنْ أَعْدَى الْأَوَّلَ؟!». [راجع: ٥٧٠٧]

اور الو کی کوئی حقیقت نہیں۔'' ایک دیہاتی نے کہا: اللہ کے رسول! ان اونٹوں کے متعلق آپ کیا کہیں گے جو ریگستان میں ہرنوں کی طرح دوڑتے ہیں لیکن ان میں ایک خارشی اونٹ آ جاتا ہے تو وہ سب کو خارشی بنا دیتا ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''پہلے اونٹ کو کس نے خارش لگائی تھی؟''

٥٧٧١ - وَعَنْ أَبِي سَلَمَةَ: سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ بَعْدُ، يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَا يُورِدَنَّ مُمْرِضٌ عَلَى مُصِحٍّ».

[5771] حضرت ابوسلمہ سے روایت ہے، انھوں نے اس کے بعد حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ کے حوالے سے یہ کہتے ہوئے سنا: ''کوئی شخص بیمار اونٹ کو صحت مند اونٹوں کے پاس نہ لے جائے۔''

وَأَنْكَرَ أَبُو هُرَيْرَةَ الْحَدِيثَ الْأَوَّلَ وَقُلْنَا: أَلَمْ تُحَدِّثْ أَنَّهُ لَا عَدْوَى؟ فَرَطَنَ بِالْحَبَشِيَّةِ، قَالَ أَبُو سَلَمَةَ: فَمَا رَأَيْتُهُ نَسِيَ حَدِيثًا غَيْرَهُ. [انظر: ٥٧٧٤]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اپنی پہلی بیان کردہ حدیث کا انکار کر دیا۔ ہم نے (حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے) کہا: کیا آپ ہی نے یہ حدیث بیان نہیں کی کہ کوئی بیماری متعدی نہیں ہوتی؟ تو انھوں نے غصے میں حبشی زبان میں کوئی بات کی۔ ابوسلمہ نے کہا: میں نے انھیں اس کے علاوہ کوئی دوسری حدیث بھولتے نہیں دیکھا۔

فوائد ومسائل: ① راوی ابوسلمہ کا یہ خیال محل نظر ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بھولنے کی وجہ سے حدیث کا انکار کیا بلکہ انکار کی وجہ ان کا حدیث کو تعارض کی شکل میں پیش کرنا تھا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو اس پر ناراضی ہوئی تو انھوں نے حبشی زبان میں اپنی ناراضی کا اظہار کیا، حالانکہ احادیث میں تعارض نہیں بلکہ دونوں الگ الگ مضمون پر مشتمل ہیں۔ پہلی حدیث سے جاہلوں کے اس عقیدے کی نفی کرنا مقصود ہے کہ بیماری طبعی طور پر ایک سے دوسرے کی طرف منتقل ہو جاتی ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی قدرت سے حصول ضرر کی نفی نہیں ہے اور دوسری حدیث میں بیمار اونٹ کو صحت مند اونٹوں کے پاس لے جانے کی ممانعت اس لیے ہے کہ کم علم لوگ فضول اوہام میں مبتلا ہو جائیں کہ صحت مند اونٹ، بیمار اونٹ کی وجہ سے بیمار ہو گئے ہیں، اس طرح وہ عدویٰ کے قائل ہو جائیں گے، حالانکہ حدیث میں اس کی ممانعت ہے۔ ② یہ بھی ممکن ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بھولنے کی وجہ سے انکار کیا ہو جیسا کہ ابوسلمہ نے کہا ہے۔ اس میں کوئی تعجب نہیں کیونکہ بھول جانا بشری تقاضا ہے لیکن حدیث میں ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے دعا کی تھی تو ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں اس کے بعد کوئی حدیث نہیں بھولا ہوں۔[1] ③ بہرحال امام

[1] صحيح البخاري، العلم، حديث: 119.

بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث سے جہلاء کے اس عقیدے کی نفی کی ہے کہ مرنے کے بعد انسان کی کھوپڑی سے ایک زہریلا کیڑا نکلتا ہے جو مسلسل آواز دیتا ہے: مجھے پلاؤ، مجھے پلاؤ۔ جب مقتول کا بدلہ لے لیا جائے تو وہ غائب ہو جاتا ہے۔ اس عقیدے کی کوئی حیثیت نہیں۔ بعض لوگوں نے کہا: عربوں کے توہمات میں سے ایک یہ تھا کہ اگر کوئی قتل ہو جائے اور اس کا بدلہ نہ لیا جائے تو مردے کی کھوپڑی سے ایک الو برآمد ہوتا ہے جو اس کے اوپر منڈلاتا رہتا ہے اور آواز دیتا ہے: پیاس، پیاس، اگر مقتول کا بدلہ لے لیا جائے تو وہ مطمئن ہو جاتا ہے، اس وہم کی بنیاد پر وہ لوگ جیسے بھی بن پڑتا بدلہ لینے پر اصرار کرتے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس وہم کی تردید فرمائی ہے۔ والله أعلم.

(٥٤) بَابٌ: لَا عَدْوَى

باب: 54- (امراض کے طبعی طور پر) متعدی ہونے کی کوئی حقیقت نہیں

٥٧٧٢ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عُفَيْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ يُونُسَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللهِ وَحَمْزَةُ: أَنَّ عَبْدَ اللهِ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَا عَدْوَى وَلَا طِيَرَةَ، إِنَّمَا الشُّؤْمُ فِي ثَلَاثٍ: فِي الْفَرَسِ، وَالْمَرْأَةِ، وَالدَّارِ».

[5772] حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''چھوت لگ جانے اور بدشگونی کی کوئی حقیقت نہیں۔ (اگر نحوست ممکن ہوتی تو) نحوست تین چیزوں میں ہوتی: گھوڑے میں، عورت میں اور گھر میں۔ (مگر درحقیقت ان میں بھی نہیں ہے۔)

٥٧٧٣ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ: أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «لَا عَدْوَى». [راجع: ٥٧٠٧]

[5773] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''چھوت لگ جانے کی کوئی حقیقت نہیں۔''

٥٧٧٤ - قَالَ أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «لَا تُورِدُوا الْمُمْرِضَ عَلَى الْمُصِحِّ». [راجع: ٥٧٧١]

[5774] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے، وہ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ''تم اپنا بیمار اونٹ تندرست اونٹوں میں نہ چھوڑو۔''

٥٧٧٥ - وَعَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: أَخْبَرَنِي سِنَانُ ابْنُ أَبِي سِنَانٍ الدُّؤَلِيُّ: أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «لَا

[5775] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے ایک اور روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''چھوت کوئی چیز نہیں۔'' اس پر ایک دیہاتی نے کھڑے ہو کر عرض

عَدْوَى»، فَقَامَ أَعْرَابِيٌّ فَقَالَ: أَرَأَيْتَ الْإِبِلَ تَكُونُ فِي الرِّمَالِ أَمْثَالَ الظِّبَاءِ فَيَأْتِيهِ الْبَعِيرُ الْأَجْرَبُ فَتَجْرَبُ؟ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «فَمَنْ أَعْدَى الْأَوَّلَ؟». [راجع: ٥٧٠٧]

کی: آپ نے دیکھا ہوگا کہ ریگستان میں اونٹ ہرن کی طرح دوڑتے ہیں، پھر جب ان میں ایک خارشی اونٹ آجاتا ہے تو باقی اونٹوں کو بھی خارش ہو جاتی ہے؟ نبی ﷺ نے فرمایا: ''لیکن پہلے اونٹ کو خارش کس نے لگائی تھی؟''

فوائد ومسائل: ① رسول اللہ ﷺ نے ایک دیہاتی کے اعتراض کا جواب دیتے ہوئے سمجھایا کہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے کیونکہ مؤثر حقیقی وہی ہے۔ یہ بات سرے سے غلط ہے کہ ایک خارش زدہ اونٹ نے باقی اونٹوں کو خارشی بنادیا ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو تمام اونٹ خارش زدہ ہو جاتے، حالانکہ گلے میں کتنے ہی اونٹ ہوتے ہیں جو اس مرض سے محفوظ رہتے ہیں۔ ② اگر کہا جائے کہ پہلے اونٹ کو بھی کسی دوسرے اونٹ سے خارش لگی تھی تو پھر سوال ہوگا کہ اس اونٹ کو کس سے لگی؟ بالآخر تسلسل لازم آئے گا جو محال ہے، یا یہ کہنا ہوگا کہ ایک اونٹ کو خود بخود خارش پیدا ہوئی تھی اور اسے پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ تھا۔ ③ بیماری کے اسباب سے پرہیز کرنا چاہیے جیسا کہ آپ نے بیمار اونٹ کو صحت مند اونٹ کے ساتھ ملانے کی ممانعت فرمائی ہے۔ اب جو دیکھنے میں آتا ہے کہ طاعون اور ہیضے جیسی بیماریاں ایک شہر سے دوسرے شہر میں پھیلتی ہیں یا ایک شخص سے دوسرے کو لگ جاتی ہیں تو اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ بیماری بذات خود متعدی ہے اور دوسرے کو منتقل ہوئی ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے دوسرے شہر یا دوسرے شخص میں بھی پیدا ہوئی ہے، چنانچہ دیکھا جاتا ہے کہ ایک گھر میں کچھ لوگ طاعون یا ہیضے کی بیماری سے لقمہ اجل بن جاتے اور کچھ محفوظ رہتے ہیں اور ایک ہی ہسپتال میں ڈاکٹر حضرات طاعون اور ہیضے کے مریضوں کا علاج کرتے ہیں، انھیں کچھ نہیں ہوتا، اگر بیماری بذات خود متعدی ہوتی تو سب اس سے متاثر ہوتے، لہٰذا وہی حق ہے جس کی رسول اللہ ﷺ نے خبر دی ہے کہ کوئی بیماری بذات خود متعدی نہیں ہوتی، البتہ ایسے ذرائع اور اسباب سے ضرور پرہیز کرنا چاہیے جو اس بیماری کا باعث ہوں۔ واللہ أعلم.

٥٧٧٦ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ: سَمِعْتُ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «لَا عَدْوَى وَلَا طِيَرَةَ، وَيُعْجِبُنِي الْفَأْلُ»، قَالُوا: وَمَا الْفَأْلُ؟ قَالَ: «كَلِمَةٌ طَيِّبَةٌ». [راجع: ٥٧٥٦]

[5776] حضرت انس بن مالک ؓ سے روایت ہے، وہ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ''چھوت لگنا کوئی چیز نہیں اور بدشگونی کی بھی کوئی حیثیت نہیں، البتہ نیک فال مجھے پسند ہے۔'' صحابۂ کرام نے عرض کی: نیک فال کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: ''کسی سے اچھی بات کہنا یا سننا۔''

فائدہ: شریعت نے مطلق طور پر متعدی امراض کی نفی کی ہے اگرچہ اطباء حضرات اسے نہیں مانتے، بلکہ اس کی عقلی طور پر مختلف توجیہیں کرتے ہیں کہ بیماری جراثیم کے ذریعے سے پھیلتی ہے لیکن یہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ جراثیم کا اثر بھی اس وقت ہوتا ہے جب جسم میں موجود قوت مدافعت کمزور ہو جاتی ہے، گویا اصل سبب جراثیم کا وجود نہیں بلکہ جسم کے حفاظتی نظام کی کمزوری ہے۔

یہ حضرات کان کو الٹی جانب سے پکڑتے ہیں۔ خاموشی سے رسول اللہ ﷺ کی بتائی ہوئی حقیقت کو تسلیم کریں اور اسے اپنے دل میں جگہ دیں۔ اسی میں عافیت ہے۔ واللہ المستعان.

(٥٥) بَابُ مَا يُذْكَرُ فِي سُمِّ النَّبِيِّ ﷺ

باب: 55- نبی ﷺ کو زہر دیے جانے کا بیان

رَوَاهُ عُرْوَةُ، عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ:

اس امر کو حضرت عروہ نے ام المومنین حضرت عائشہ ؓ سے، انھوں نے نبی ﷺ سے بیان کیا ہے۔

وضاحت: امام بخاری ؒ نے خود ہی حضرت عروہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مرض وفات میں حضرت عائشہ ؓ سے فرمایا: ''اے عائشہ! میں اس زہریلے کھانے کا درد اب محسوس کرتا ہوں، گویا میری رگ جان اس زہر کی وجہ سے کٹ رہی ہے۔''[1]

٥٧٧٧ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ سَعِيدِ ابْنِ أَبِي سَعِيدٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّهُ قَالَ: لَمَّا فُتِحَتْ خَيْبَرُ أُهْدِيَتْ لِرَسُولِ اللهِ ﷺ شَاةٌ فِيهَا سُمٌّ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «اجْمَعُوا لِي مَنْ كَانَ هَاهُنَا مِنَ الْيَهُودِ»، فَجُمِعُوا لَهُ، فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِنِّي سَائِلُكُمْ عَنْ شَيْءٍ، فَهَلْ أَنْتُمْ صَادِقُونِي عَنْهُ؟» فَقَالُوا: نَعَمْ يَا أَبَا الْقَاسِمِ، فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ أَبُوكُمْ؟» قَالُوا: أَبُونَا فُلَانٌ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «كَذَبْتُمْ، بَلْ أَبُوكُمْ فُلَانٌ». فَقَالُوا: صَدَقْتَ وَبَرِرْتَ، فَقَالَ: «هَلْ أَنْتُمْ صَادِقُونِي عَنْ شَيْءٍ إِنْ سَأَلْتُكُمْ عَنْهُ؟» فَقَالُوا: نَعَمْ يَا أَبَا الْقَاسِمِ، وَإِنْ كَذَبْنَاكَ عَرَفْتَ كَذِبَنَا كَمَا عَرَفْتَهُ فِي أَبِينَا، فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ أَهْلُ النَّارِ؟» فَقَالُوا: نَكُونُ فِيهَا يَسِيرًا ثُمَّ تَخْلُفُونَنَا

[5777] حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: جب خیبر فتح ہوا تو رسول اللہ ﷺ کو ایک بکری بطور ہدیہ پیش کی گئی جس میں زہر بھرا ہوا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''یہاں جتنے یہودی ہیں سب کو ایک جگہ جمع کرو۔'' چنانچہ انھیں آپ کے پاس جمع کیا گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں تم سے چند باتیں پوچھنا چاہتا ہوں، کیا تم مجھے صحیح صحیح جواب دو گے؟'' انھوں نے کہا: جی ہاں، اے ابو القاسم! رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تمھارا باپ کون ہے؟'' انھوں نے جواب دیا: ہمارا باپ فلاں ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم جھوٹ کہتے ہو، بلکہ تمھارا باپ فلاں ہے۔'' انھوں نے جواب دیا: آپ نے سچ کہا اور درست فرمایا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ''اگر میں تم سے کوئی بات پوچھوں تو مجھے سچ سچ بتاؤ گے؟'' انھوں نے کہا: ہاں، اے ابو القاسم! اگر ہم جھوٹ بولیں گے تو آپ ہمارا جھوٹ پکڑ لیں گے جیسا کہ آپ نے ہمارے باپ کے متعلق ہمارا جھوٹ پکڑ لیا

1 صحيح البخاري، المغازي، حديث: 4428.

فِيهَا، فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «اخْسَؤُوا فِيهَا، وَاللهِ لَا نَخْلُفُكُمْ فِيهَا أَبَدًا»، ثُمَّ قَالَ لَهُمْ: «هَلْ أَنْتُمْ صَادِقُونِي عَنْ شَيْءٍ إِنْ سَأَلْتُكُمْ عَنْهُ؟» فَقَالُوا: نَعَمْ، فَقَالَ: «هَلْ جَعَلْتُمْ فِي هٰذِهِ الشَّاةِ سُمًّا؟» فَقَالُوا: نَعَمْ، فَقَالَ: «مَا حَمَلَكُمْ عَلَى ذٰلِكَ؟» فَقَالُوا: أَرَدْنَا إِنْ كُنْتَ كَاذِبًا نَسْتَرِيحُ مِنْكَ، وَإِنْ كُنْتَ نَبِيًّا لَمْ يَضُرَّكَ. [راجع: ٣١٦٩]

ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا: ''دوزخ والے کون لوگ ہیں؟'' انھوں نے جواب دیا: کچھ دنوں کے لیے ہم دوزخ میں رہیں گے، پھر آپ لوگ ہماری جگہ لے لیں گے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا: ''تم اس میں ذلت کے ساتھ پڑے رہو گے۔ اللہ کی قسم! ہم اس میں تمھاری جگہ کبھی نہیں لیں گے۔'' آپ نے پھر ان سے دریافت فرمایا: ''اگر میں تم سے ایک بات پوچھوں تو کیا تم مجھے صحیح صحیح بتاؤ گے؟'' انھوں نے کہا: ہاں۔ آپ نے فرمایا: ''کیا تم نے اس بکری میں زہر ملایا تھا؟'' انھوں نے کہا: ہاں۔ آپ نے فرمایا: ''تم نے یہ حرکت کیوں کی؟'' انھوں نے کہا: ہمارا مقصد یہ تھا کہ اگر آپ جھوٹے ہیں تو ہمیں آپ سے نجات مل جائے گی اور اگر آپ نبی ہیں تو آپ کو یہ زہر نقصان نہیں دے گا۔

فوائد و مسائل: ① یہودیوں کا یہ خیال صحیح ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو اس زہر کے متعلق بذریعۂ وحی مطلع کر دیا مگر آپ ﷺ نے تھوڑا سا گوشت چکھ لیا تھا جس کا اثر آخر دم تک رہا جیسا کہ حضرت عائشہ ؓ سے مروی ایک حدیث میں بیان ہوا ہے۔[1] ② بکری کا زہر آلود گوشت پیش کرنے والی سلام بن مشکم کی بیوی زینب بنت حارث تھی۔ اس نے کہا: آپ نے میرے باپ، خاوند، چچا اور بھائی کو قتل کیا ہے اور میری قوم کو بہت نقصان سے دوچار کیا، اس لیے میں نے چاہا کہ اپنے غصے کی آگ بجھاؤں۔ اگر آپ سچے رسول ہیں تو گوشت بول کر آپ سے کہہ دے گا اور اگر آپ دنیا دار بادشاہ ہیں تو ہمیں آپ سے راحت مل جائے گی۔ رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ اس وقت بشر بن براء ؓ تھے جو موقع پر ہی شہید ہو گئے۔[2] ③ امام بخاری ؒ کا مقصد یہ ہے کہ زہر کا اثر انداز ہونا بھی متعدی بیماری کی طرح اللہ تعالیٰ کے اذن پر موقوف ہے، چنانچہ رسول اللہ ﷺ اس کے بداثرات سے محفوظ رہے اور آپ کے صحابی حضرت بشر بن براء ؓ موقع پر ہی جاں بحق ہو گئے۔

(٥٦) بَابُ شُرْبِ السُّمِّ وَالدَّوَاءِ بِهِ، وَمَا يُخَافُ مِنْهُ وَالْخَبِيثِ

باب: 56- زہر پینے، اس کے ذریعے سے علاج کرنے، نیز خطرناک اور ناپاک دوا کے استعمال کرنے کی ممانعت

[1] صحيح البخاري، المغازي، حديث: 4428. [2] فتح الباري: 303/10.

وضاحت: زہر پینا حرام ہے کیونکہ یہ انسان کے لیے جان لیوا ہوسکتا ہے۔ حدیث میں اسے خودکشی کے ضمن میں ذکر کیا گیا ہے۔ حرام چیز کو بطور دوا استعمال کرنا بھی ناجائز ہے۔ بعض روایات سے پتا چلتا ہے کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ زہر پی لیا تھا اور وہ اس کے اثرات بد سے محفوظ رہے تھے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اشارہ فرمایا ہے کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا اس سے محفوظ رہنا ان کی کرامت تھی، اس لیے اس واقعے کو زہر پینے کے لیے بطور دلیل پیش نہیں کیا جا سکتا تا کہ کوئی دوسرا اسے پی کر خود کو ہلاکت میں نہ ڈالے۔[1]

٥٧٧٨ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ: حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سُلَيْمَانَ قَالَ: سَمِعْتُ ذَكْوَانَ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «مَنْ تَرَدَّى مِنْ جَبَلٍ فَقَتَلَ نَفْسَهُ، فَهُوَ فِي نَارِ جَهَنَّمَ يَتَرَدَّى فِيهِ خَالِدًا مُخَلَّدًا فِيهَا أَبَدًا، وَمَنْ تَحَسَّى سُمًّا فَقَتَلَ نَفْسَهُ، فَسُمُّهُ فِي يَدِهِ يَتَحَسَّاهُ فِي نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدًا مُخَلَّدًا فِيهَا أَبَدًا، وَمَنْ قَتَلَ نَفْسَهُ بِحَدِيدَةٍ، فَحَدِيدَتُهُ فِي يَدِهِ يَجَأُ بِهَا فِي بَطْنِهِ فِي نَارِ جَهَنَّمَ [خَالِدًا] مُخَلَّدًا فِيهَا أَبَدًا». [راجع: ١٣٦٥]

[5778] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ''جس نے پہاڑ سے اپنے آپ کو گرا کر خودکشی کی، وہ جہنم کی آگ میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اسی طرح خود کو گراتا رہے گا۔ جس نے زہر پی کر خودکشی کی، اس کے ہاتھ میں زہر ہوگا اور دوزخ کی آگ میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے زہر پی کر خودکشی کرتا رہے گا۔ اور جس نے تیز دھار آلے سے خودکشی کی، وہ آلہ اس کے ہاتھ میں ہوگا اور جہنم کی آگ میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اس آلے سے اپنا پیٹ پھاڑتا رہے گا۔''

فوائد ومسائل: ① امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث سے زہر پینے کی حرمت کو ثابت کیا ہے کیونکہ جو انسان زہر پیتا ہے وہ اپنے آپ کو موت کے حوالے کرتا ہے اور ایسا کرنا شرعی طور پر سنگین جرم ہے کیونکہ جو انسان زہر کے ذریعے سے خودکشی کرتا ہے وہ جہنم میں اسی طرح زہر پی کر خودکشی کرتا رہے گا۔ ② زہر پینا چونکہ حرام ہے، اس لیے اسے بطور دوا بھی استعمال نہیں کیا جا سکتا، اسی طرح ہر وہ چیز جس کے استعمال سے موت کا خطرہ ہو یا وہ چیز ناپاک ہو تو ایسی چیزوں سے بھی علاج کرنا حرام اور ناجائز ہے۔ واللہ أعلم.

٥٧٧٩ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ بَشِيرٍ أَبُو بَكْرٍ: أَخْبَرَنَا هَاشِمُ بْنُ هَاشِمٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَامِرُ بْنُ سَعْدٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَبِي

[5779] حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ''جو شخص صبح سات عجوہ کھجوریں کھائے، اس روز

1 فتح الباري: 305/10.

يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «مَنِ اضْطَبَحَ بِسَبْعِ تَمَرَاتٍ عَجْوَةً لَمْ يَضُرَّهُ ذٰلِكَ الْيَوْمَ سُمٌّ وَلَا سِحْرٌ». [راجع: ٥٤٤٥]

زہر اور جادو اسے نقصان نہیں پہنچائے گا۔"

فوائد ومسائل: ① اس حدیث کی عنوان کے ساتھ کیا مناسبت ہے؟ شارحین اس سلسلے میں خاموش ہیں۔ علامہ عینی نے صرف اسی قدر لکھا ہے کہ عنوان میں مطلق طور پر زہر کے استعمال کو ممنوع قرار دیا گیا ہے اور حدیث میں بھی بنیادی طور پر اس کا ممنوع ہونا بیان کیا گیا ہے، اس لیے جادو اور زہر کو اکٹھا بیان کیا گیا ہے۔[1] ② درحقیقت امام بخاری رحمہ اللہ نے زہر اور جادو کی حقیقت کی طرف اشارہ فرمایا ہے کیونکہ زہر ایک ظاہر چیز ہے اور جادو باطنی چیز ہے۔ زہر سے انسان کا جسم متاثر ہوتا ہے اور جادو سے اس کی سوچ مجروح ہوتی ہے۔ تاثیر کے لحاظ سے دونوں کو ایک ہی خانے میں بیان کیا گیا ہے۔ چونکہ جادو حرام ہے، اس لیے زہر بھی حرام ہے، لہٰذا اسے بطور علاج استعمال کرنا بھی درست نہیں جیسا کہ حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حرام چیزوں میں شفا نہیں رکھی اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو ظاہری اور باطنی بیماریوں سے محفوظ رکھے۔ آمین.

(٥٧) بَابُ أَلْبَانِ الْأُتُنِ

باب: 57- گدھی کے دودھ کا بیان

٥٧٨٠ - حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِي إِدْرِيسَ الْخَوْلَانِيِّ، عَنْ أَبِي ثَعْلَبَةَ الْخُشَنِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنْ أَكْلِ كُلِّ ذِي نَابٍ مِنَ السِّبَاعِ.

[5780] حضرت ابو ثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے ہر کچلی والے درندے جانور کو کھانے سے منع فرمایا ہے۔

قَالَ الزُّهْرِيُّ: وَلَمْ أَسْمَعْهُ حَتَّى أَتَيْتُ الشَّامَ. [راجع: ٥٥٣٠]

امام زہری نے کہا: میں اس حدیث کو اس وقت تک نہیں سن سکا جب تک میں شام نہیں آیا۔

٥٧٨١ - وَزَادَ اللَّيْثُ: حَدَّثَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: وَسَأَلْتُهُ: هَلْ نَتَوَضَّأُ أَوْ نَشْرَبُ أَلْبَانَ الْأُتُنِ، أَوْ مَرَارَةَ السَّبُعِ، أَوْ أَبْوَالَ الْإِبِلِ؟ قَالَ: قَدْ كَانَ الْمُسْلِمُونَ يَتَدَاوَوْنَ بِهَا فَلَا يَرَوْنَ بِذٰلِكَ بَأْسًا، فَأَمَّا أَلْبَانُ

[5781] ابن شہاب زہری سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں نے ابو ادریس خولانی سے پوچھا: کیا ہم گدھی کے دودھ سے وضو کر سکتے ہیں یا درندے جانور کا پتا استعمال کر سکتے ہیں یا اونٹ کا پیشاب پی سکتے ہیں؟ انھوں نے کہا: مسلمان اونٹ کے پیشاب کو بطور دوا استعمال کرنے

① عمدة القاري: 14/755.

الْأُتُنِ فَقَدْ بَلَغَنَا أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ نَهَى عَنْ لُحُومِهَا، وَلَمْ يَبْلُغْنَا عَنْ أَلْبَانِهَا أَمْرٌ وَلَا نَهْيٌ، وَأَمَّا مَرَارَةُ السَّبُعِ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ: حَدَّثَنِي أَبُو إِدْرِيسَ الْخَوْلَانِيُّ: أَنَّ أَبَا ثَعْلَبَةَ الْخُشَنِيَّ أَخْبَرَهُ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ نَهَى عَنْ أَكْلِ كُلِّ ذِي نَابٍ مِنَ السِّبَاعِ. [راجع: ٥٥٣٠]

میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔ گدھی کے دودھ کے متعلق ہمیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے گدھوں کا گوشت کھانے سے منع فرمایا تھا، البتہ اس کے دودھ کے متعلق ہمیں (رسول اللہ ﷺ کا) کوئی حکم یا ممانعت معلوم نہیں۔ ہاں درندوں کے پتّے کے متعلق مجھے ابوادریس خولانی نے بتایا اور انھیں ابوثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ نے ہر کچلی والے درندے کو کھانے سے منع فرمایا ہے۔

فوائدومسائل: ① درندوں کا پتہ حرام ہونے کی وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے درندوں کو کھانے سے منع فرمایا ہے، حدیث کے یہ الفاظ درندے کے تمام اجزاء کے بارے میں ہیں کہ وہ حرام ہیں۔ ان میں پتا بھی شامل ہے۔ اس سے یہ لازم آتا ہے کہ گدھی کا دودھ بھی حرام ہے کیونکہ گدھوں کا گوشت کھانے سے منع کیا گیا ہے اور دودھ بھی گوشت سے نکلتا ہے جیسا کہ ابوضمرہ کی روایت میں ہے کہ دودھ گوشت سے نکلتا ہے۔ جمہور کے نزدیک گدھی کا دودھ حرام ہے۔[1] ② گوشت پر قیاس کرتے ہوئے گدھی کے دودھ کو حرام کہنا محل نظر ہے کیونکہ یہ قیاس مع الفارق ہے جیسا کہ آدمی کا گوشت کھانا حرام ہے لیکن عورت کا دودھ پینا جائز ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ امام زہری رحمہ اللہ کا رجحان گدھی کے دودھ کے متعلق یہ ہے کہ اس کا استعمال جائز ہے کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں اس کے متعلق کوئی حکم یا ممانعت نہیں پہنچی، لہٰذا جس چیز کے متعلق شارع علیہ السلام نے سکوت اختیار کیا ہو وہ صاف ہے جیسا کہ دوسری احادیث میں اس کی وضاحت ہے، اس بنا پر متعدد تابعین نے گدھی کے دودھ کو حلال کہا ہے۔ واضح رہے کہ مالیخولیا کے مریض کے سر پر اگر گدھی کے دودھ سے مالش کی جائے تو صحت یاب ہو جاتا ہے۔ واللہ أعلم.

(٥٨) بَابٌ: إِذَا وَقَعَ الذُّبَابُ فِي الْإِنَاءِ

باب: 58- جب برتن میں مکھی گر جائے

٥٧٨٢ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ عُتْبَةَ بْنِ مُسْلِمٍ مَوْلَى بَنِي تَيْمٍ، عَنْ عُبَيْدِ بْنِ حُنَيْنٍ مَوْلَى بَنِي زُرَيْقٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «إِذَا وَقَعَ الذُّبَابُ فِي إِنَاءِ أَحَدِكُمْ فَلْيَغْمِسْهُ كُلَّهُ ثُمَّ لِيَطْرَحْهُ، فَإِنَّ فِي إِحْدَى جَنَاحَيْهِ شِفَاءً وَفِي

[5782] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اگر تم میں سے کسی کے برتن میں مکھی گر جائے تو وہ پوری مکھی کو اس میں ڈبو دے، پھر اسے نکال کر پھینک دے کیونکہ اس کے ایک پَر میں شفا ہے اور دوسرے میں بیماری ہے۔"

---

(1) فتح الباري: 307/10.

الْآخَرِ دَاءً». [راجع: ٣٣٢٠]

فوائدومسائل: ① حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "مکھی کے ایک پَر میں زہر اور دوسرے میں اس کا تریاق ہے۔ جب وہ کھانے (یا پینے) کی چیز میں گر جائے تو اسے اس میں ڈبو دو کیونکہ وہ زہر والا پَر آگے اور تریاق والا پیچھے رکھتی ہے۔"[1] ② اس حدیث کی روشنی میں جب مکھی دودھ، پانی یا چائے وغیرہ میں گر جائے تو کھانے پینے کی چیز کو ضائع کر دینا جائز نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مکھی کے ایک پر میں جراثیم کش مادہ بھی رکھا ہے جو بہت سی بیماریوں کے جراثیم کو ختم کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے، اس بنا پر جب مکھی کو ڈبو دیا جائے تو وہ جراثیم کش مادہ مکھی کے پر سے نکل کر اس چیز میں شامل ہو جاتا ہے اور زہریلے اثرات کو ختم کر دیتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت ہے کہ وہ ایک ہی چیز میں دو متضاد چیزیں پیدا کر دیتا ہے۔ شہد کی مکھی اپنے تھوک سے شہد پیدا کرتی ہے اور اس کے ڈنگ میں زہر ہوتا ہے، اسی طرح سانپ کا زہر قاتل ہے اور اس کا گوشت اس کے زہر کے لیے تریاق اکبر ہے۔ جدید طب کے حالیہ تجربات سے بھی یہ بات سامنے آئی ہے کہ ایک مکھی بیماری کے جراثیم کے ساتھ ساتھ ان جراثیم کا تریاق بھی اٹھائے ہوتی ہے۔ عام طور پر جب مکھی کسی مائع غذا کو چھوتی ہے تو وہ اسے اپنے جراثیم سے آلودہ کر دیتی ہے، لہٰذا اسے مائع میں ڈبکی دینی چاہیے تاکہ ان جراثیم کا تریاق بھی اس میں شامل کر دے جو بیماری کے جراثیم کا مداوا کرے گا۔ ③ بعض اطباء نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ بچھو اور بھڑ کے کاٹے پر اگر گھریلو مکھی مل دی جائے تو اس شفا کی وجہ سے آرام آجاتا ہے جو اس کے پروں میں ہے۔ واللہ أعلم.

[1] سنن أبي داود، الطب، حديث: 3504.

لباس کا مقصد اور اس کے متعلق شرعی ہدایات

عربوں کے ہاں ایک محاورہ ہے کہ اَلنَّاسُ بِاللِّبَاسِ یعنی لوگوں کا ظاہری وقار لباس سے وابستہ ہے اور اس سے ان کی پہچان ہوتی ہے۔ لیکن کچھ لوگ دوسروں کو ننگے رہنے کی ترغیب دیتے اور اسے اللہ تعالیٰ کے قرب کا ذریعہ خیال کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اس فکر کی تردید کرتے ہوئے فرمایا: ''اے اولاد آدم! بے شک ہم نے تمھارے لیے ایک ایسا لباس پیدا کیا ہے جو تمھاری ستر پوشی اور زینت کا باعث ہے اور تقوے کا لباس تو سب سے بڑھ کر ہے۔ یہ اللہ کی نشانیوں سے ہے تاکہ لوگ نصیحت حاصل کریں۔''[1] اس آیت کریمہ میں لباس کے دو بڑے فائدے بیان ہوئے ہیں: ایک یہ کہ یہ انسان کی شرمگاہ کو چھپاتا ہے اور دوسرا یہ کہ یہ انسان کے لیے موجب زینت ہے لیکن کچھ لوگ اس کے برعکس ننگ دھڑنگ رہنے اور میلا کچیلا لباس پہننے کو رہبانیت سے تعبیر کرتے ہیں۔ چونکہ دین اسلام دین فطرت ہے، اس لیے وہ کھلے بندوں اس طرح کی رہبانیت کا انکار کرتا ہے بلکہ انسانی تاریخ گواہ ہے کہ اس طرح کے معاشرے میں بے حیائی، برائی فحاشی اور بے غیرتی پھیلتی ہے اور پھر اس کے نتیجے میں مہلک بیماریاں ان کا مقدر بنتی ہیں بلکہ ایسا معاشرہ اخلاقیات سے محروم ہو کر طرح طرح کے عذابوں کا شکار ہو جاتا ہے۔ اس کے برعکس اللہ تعالیٰ نے اولاد آدم کو لباس پہننے کا حکم دیا ہے اور ننگا رہنے سے منع فرمایا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''اے اولاد آدم! ہر مسجد میں جاتے وقت اپنی زینت اختیار کرو۔''[2] اس زینت سے مراد خوبصورتی کے لیے زیور پہننا نہیں بلکہ لباس زیب تن کرنا ہے، پھر رسول اللہ ﷺ نے اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے امت کی رہنمائی فرمائی ہے کہ وہ کون سا لباس پہنے اور کس قسم کے لباس سے پرہیز کریں۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے صحیح احادیث کی روشنی میں نہ صرف لباس کے متعلق رہنمائی کی ہے بلکہ ہر چیز کے آداب سے آگاہ کیا جو انسان کے لیے باعث زینت ہے، خواہ اس کا تعلق لباس سے ہو یا جوتے سے، خواہ وہ انگوٹھی سے متعلق ہو یا دیگر زیورات سے۔ انسان کے بال بھی باعث زینت ہیں، ان کے لیے بھی احادیث کی روشنی میں قیمتی ہدایات پیش کی ہیں، پھر اس سلسلے میں خوشبو کا ذکر کیا ہے کیونکہ لوگ اسے بھی بطور زینت استعمال کرتے ہیں۔ لوگ حصول زینت کے لیے کچھ مصنوعی طریقے اختیار کرتے ہیں بالخصوص عورتیں خود ساختہ خوبصورتی کے لیے اپنے بالوں کے ساتھ دوسرے بال ملانے کی عادی ہوتی ہیں اور اپنے جسم کے نازک حصوں میں سرمہ بھرنے، دانتوں کو ریتی سے باریک کرنے، نیز بھوؤں

---

[1] الأعراف 7:26. [2] الأعراف 7:31.

کے بال اکھاڑ کرانھیں باریک کرنے کا شیوہ اختیار کرتی ہیں، ایسی عورتوں کو آگاہ کیا ہے کہ یہ تمام کام شریعت میں انتہائی مکروہ، ناپسندیدہ اور باعث لعنت ہیں۔ آخر میں فتنۂ تصویر کا جائزہ لیا ہے کہ انسان اپنی خوبصورتی کو برقرار رکھنے کے لیے اپنی خوبصورت تصویر بنواتا ہے، پھر اسے کسی نمایاں جگہ پر آویزاں کرتا ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس تصویر کے متعلق شرعی احکام بیان کیے ہیں۔ دوران سفر تو سواری ایک انسانی ضرورت ہے لیکن بطور زینت بھی سواری کی جاتی ہے، اس کے متعلق شرعی ہدایات کیا ہیں وہ بھی بیان کی ہیں۔ ان ہدایات و آداب کے لیے انھوں نے دوسو بائیس (222) مرفوع احادیث کا انتخاب کیا ہے، جن میں چھیالیس (46) معلق اور ایک سو چھہتر (176) متصل سند سے ذکر کی ہیں، پھر ایک سو بیاسی (182) احادیث مکرر اور چالیس (40) احادیث ایسی ہیں جنھیں اس عنوان کے تحت پہلی مرتبہ بیان کیا ہے۔ مرفوع احادیث کے علاوہ مختلف صحابۂ کرام اور تابعین عظام سے انیس (19) آثار بھی ذکر کیے ہیں۔ انھوں نے ان احادیث و آثار پر ایک سو تین (103) چھوٹے چھوٹے عنوان قائم کر کے لباس اور سامان آرائش کے متعلق احکام و مسائل کا استنباط کیا ہے۔ لباس کے سلسلے میں یہ ہدایات نمایاں طور پر ذکر کی ہیں کہ اسے فخر و مباہات اور تکبر و غرور کا ذریعہ نہ بنایا جائے کیونکہ یہ عادت اللہ تعالیٰ کو انتہائی ناپسند ہے اور ایسے لباس جو انسان کو اس بیماری میں مبتلا کرتے ہیں، مثلاً: چلتے وقت اپنی چادر یا شلوار کو زمین پر گھسیٹتے ہوئے چلتے ہیں، یہ متکبرین کی خاص علامت ہے، اس کے متعلق متعدد ایسی احادیث بیان کی ہیں جو اس عادت بد کے لیے بطور وعید ہیں۔ نسوانی وقار کو برقرار رکھتے ہوئے بے پردگی اور بے حیائی کے لباس کو بھی زیر بحث لائے ہیں۔ مرد و زن کے لباس میں جو فرق ہے اسے بطور خاص بیان کیا ہے کیونکہ مردوں کو عورتوں کا لباس اور عورتوں کو مردوں کا لباس پہننے کی سخت ممانعت ہے۔ ہم آئندہ اس اصول کی فوائد کے تحت مزید وضاحت کریں گے۔

قارئین کرام سے درخواست ہے کہ وہ اپنی زندگی میں تبدیلی لانے کے لیے امام بخاری رحمہ اللہ کی پیش کردہ احادیث کا مطالعہ کریں جن کی ہم نے فوائد میں حسب ضرورت وضاحت بھی کی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں ان پیش کردہ ہدایات پر عمل پیرا ہونے کی توفیق دے تاکہ ہم قیامت کے دن سرخرو اور کامیاب ہوں۔ اَللّٰهُمَّ أَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَّارْزُقْنَا اتِّبَاعَهُ وَأَرِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلًا وَّارْزُقْنَا اجْتِنَابَهُ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى نَبِيِّهٖ مُحَمَّدٍ وَّآلِهٖ وَأَصْحَابِهٖ أَجْمَعِينَ.

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

77 - كِتَابُ اللِّبَاسِ

لباس سے متعلق احکام و مسائل

(١) وَ [بَابُ] قَوْلِ اللهِ تَعَالَى: ﴿قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ اللَّهِ الَّتِيٓ أَخْرَجَ لِعِبَادِهِۦ﴾ [الأعراف: ٣٢]

باب: 1- ارشاد باری تعالیٰ: ”آپ کہہ دیں کہ کس نے وہ زیب و زینت کی چیزیں حرام کی ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لیے پیدا کی ہیں“ کا بیان

وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «كُلُوا وَاشْرَبُوا وَالْبَسُوا وَتَصَدَّقُوا، فِي غَيْرِ إِسْرَافٍ وَلَا مَخِيلَةٍ».

نبی ﷺ نے فرمایا: ”کھاؤ، پیو، پہنو اور صدقہ کرو لیکن اسراف اور فخر و مباہات کا اظہار نہ ہو۔“

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: كُلْ مَا شِئْتَ، وَالْبَسْ مَا شِئْتَ، مَا أَخْطَأَتْكَ اثْنَتَانِ: سَرَفٌ أَوْ مَخِيلَةٌ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: جو چاہو کھاؤ اور جو چاہو زیب تن کرو مگر اسراف اور تکبر دونوں سے گریز کرو۔

وضاحت: عرب کے قبائل حج کے دنوں میں گوشت نہیں کھاتے تھے اور بیت اللہ کا طواف بھی کپڑوں کے بغیر کرتے تھے تو مذکورہ بالا آیت نازل ہوئی۔[1] امام بخاری رحمہ اللہ نے اس آیت کی شان نزول کی طرف اشارہ کیا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ قریش بیت اللہ کا طواف ننگے بدن، تالیاں پیٹتے اور سیٹیاں بجاتے ہوئے کرتے تھے، ان کے متعلق اللہ تعالیٰ نے مذکورہ بالا آیت نازل کی ہے۔[2] رسول اللہ ﷺ کا مذکورہ ارشاد گرامی متصل سند سے بھی مروی ہے۔[3] مسلمانوں کا لباس دو بنیادی ضرریات کے لیے ہوتا ہے: ستر پوشی اور اظہار زینت، لہٰذا ایسا لباس جس سے ستر پوشی کی ضرورت پوری نہ ہو یا اظہار زینت کے بجائے فخر و مباہات کے لیے ہو اسے زیب تن کرنا غلط اور ناجائز ہے۔ اس کے علاوہ فضول خرچی اور تکبر دونوں چیزیں انسان کے لیے تباہ کن ہیں، لہٰذا اعتدال اور میانہ روی کا مظاہرہ کیا جائے۔

---

1 عمدة القاري: 15/3. 2 فتح الباري: 311/10. 3 سنن ابن ماجه، اللباس، حديث: 3605.

٥٧٨٣ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ، وَعَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ، وَزَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ يُخْبِرُونَهُ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «لَا يَنْظُرُ اللهُ إِلَى مَنْ جَرَّ ثَوْبَهُ خُيَلَاءَ». [راجع: ٣٦٦٥]

[5783] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ اس شخص کی طرف نظر رحمت سے نہیں دیکھے گا جو تکبر کرتے ہوئے اپنے کپڑے کو زمین پر گھسیٹ کر چلتا ہے۔''

فوائدومسائل: ① کپڑا گھسیٹ کر چلنا انتہائی معیوب ہے۔ اس میں چادر، قمیص، شلوار، جبہ، کوٹ اور پگڑی وغیرہ شامل ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: ''حد سے زیادہ کپڑا لٹکانا تہ بند، قمیص اور پگڑی تمام میں ممنوع ہے۔''[1] یہ اسراف ہے اور تکبر کی علامت قرار دیا گیا ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص سے فرمایا تھا: ''ٹخنوں سے نیچے چادر لٹکانے سے بچنا کیونکہ یہ تکبر کی علامت ہے اور اللہ تعالیٰ تکبر کو پسند نہیں کرتا۔''[2] البتہ عورتوں کو ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانے کی اجازت ہے۔ ② گویا اس انداز میں نسوانیت کا پہلو بھی ہے جو مردوں کو زیب نہیں دیتا۔ مردوں کو چاہیے کہ وہ اپنے لباس میں مردانہ صفات کا اظہار کریں، جن میں ایک یہ ہے کہ تہ بند اور شلوار وغیرہ ٹخنوں سے اونچی ہو۔ اس کی مزید وضاحت آئندہ ہوگی۔ بہرحال مسلمانوں کو اپنے لباس میں اسراف اور تکبر سے بچنا چاہیے۔ واللّٰہ أعلم.

(٢) بَابُ مَنْ جَرَّ إِزَارَهُ مِنْ غَيْرِ خُيَلَاءَ

باب: 2- جس نے تکبر کے بغیر اپنی چادر کو زمین پر گھسیٹا

وضاحت: تکبر اور غرور سے اپنے کپڑے کو زمین پر گھسیٹنا بہت گھناؤنا جرم ہے، اس عادت کے ساتھ کتنی ہی نیکیاں ہوں لیکن نجات نہیں ہوگی۔ اس کے برعکس عاجزی اور فروتنی میں خواہ کتنے گناہ ہوں، بخشش کی امید کی جاسکتی ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے چادر یا تہ بند لٹکانے سے کچھ صورتوں کو مستثنیٰ قرار دیا ہے۔ ایک یہ ہے کہ انسان اپنا تہ بند ٹخنوں سے اوپر رکھنے کی پوری کوشش کرتا ہے لیکن کسی مجبوری سے اگر کپڑا نیچے ہو جائے یا جلدی اور بے خیالی میں اس کی پابندی نہ ہو سکے تو اللہ تعالیٰ کے ہاں مؤاخذہ نہیں ہوگا جیسا کہ درج ذیل احادیث سے معلوم ہوتا ہے۔

٥٧٨٤ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ: حَدَّثَنَا زُهَيْرُ ابْنُ مُعَاوِيَةَ: حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ عَنْ سَالِمِ ابْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «مَنْ جَرَّ ثَوْبَهُ خُيَلَاءَ لَمْ يَنْظُرِ اللهُ إِلَيْهِ

[5784] حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، وہ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ''جو شخص تکبر کرتے ہوئے اپنا کپڑا زمین پر گھسیٹ کر چلے تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کی طرف نظر رحمت سے نہیں دیکھے

① سنن أبي داود، اللباس، حديث: 4094. ② سنن أبي داود، اللباس، حديث: 4084.

يَوْمَ الْقِيَامَةِ»، قَالَ أَبُو بَكْرٍ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّ أَحَدَ شِقَّيْ إِزَارِي يَسْتَرْخِي إِلَّا أَنْ أَتَعَاهَدَ ذٰلِكَ مِنْهُ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «لَسْتَ مِمَّنْ يَصْنَعُهُ خُيَلَاءَ». [راجع: ٣٦٦٥]

گا۔" حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: اللہ کے رسول! میرے تہبند کا ایک کنارہ ڈھیلا ہو کر لٹک جاتا ہے مگر یہ کہ میں اس کی نگہداشت کرتا رہوں۔ نبی ﷺ نے فرمایا: "تم ان لوگوں میں سے نہیں ہو جو تکبر و غرور سے ایسا کرتے ہیں۔"

فوائد و مسائل: ① کپڑا ٹخنوں کے نیچے کرنا قابل مذمت ہے، خواہ عادت کے طور پر ہو یا تکبر کی بنا پر، حدیث میں دونوں کی الگ الگ سزا بیان ہوئی ہے، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جو کپڑا ٹخنوں سے نیچے ہو وہ آگ میں ہے اور جس نے تکبر کرتے ہوئے اپنا تہ بند گھسیٹا اللہ تعالیٰ اس کی طرف نظر رحمت سے نہیں دیکھے گا۔"[1] ② اگر کسی کو کوئی عذر در پیش ہے کہ اس کی توند بڑی ہو یا اس کی کمر کبڑی ہو اور کوشش کے باوجود بعض اوقات چادر ڈھلک کر ٹخنوں سے نیچے ہو جاتی ہو جیسا کہ حدیث بالا میں سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے متعلق بیان ہوا ہے تو ایسی حالت میں اگر کپڑا ٹخنوں سے نیچے ہو جائے تو قابل مؤاخذہ نہیں، البتہ اسے عادت کے طور پر اختیار کرنا انتہائی ناپسندیدہ حرکت ہے۔ ③ واضح رہے کہ وہ کپڑا جو آگ میں ہوگا وہ اپنے پہننے والے کو بھی ساتھ گھسیٹ لے گا۔ واللہ المستعان.

٥٧٨٥ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدٌ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى عَنْ يُونُسَ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ أَبِي بَكْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: خَسَفَتِ الشَّمْسُ وَنَحْنُ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ فَقَامَ يَجُرُّ ثَوْبَهُ مُسْتَعْجِلًا حَتَّى أَتَى الْمَسْجِدَ وَثَابَ النَّاسُ فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ فَجُلِّيَ عَنْهَا، ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَيْنَا وَقَالَ: «إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ اللهِ فَإِذَا رَأَيْتُمْ مِنْهَا شَيْئًا فَصَلُّوا وَادْعُوا اللهَ حَتَّى يَكْشِفَهَا». [راجع: ١٠٤٠]

[5785] حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ ایک مرتبہ سورج گرہن کے موقع پر ہم نبی ﷺ کے پاس تھے۔ آپ جلدی میں اٹھے اور اپنا کپڑا گھسیٹتے ہوئے مسجد میں تشریف لائے۔ وہاں لوگ بھی جمع ہو گئے تو آپ نے دو رکعت نماز پڑھائی۔ جب سورج گرہن ختم ہو گیا تو آپ ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: "سورج اور چاند اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں، جب تم اس طرح کی کوئی نشانی دیکھو تو نماز پڑھو اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرو تا آنکہ یہ حالت ختم ہو جائے۔"

فوائد و مسائل: ① اس حدیث میں ٹخنوں سے نیچے کپڑا ہونے کی دوسری استثنائی صورت بیان ہوئی ہے کہ بعض اوقات انسان جلدی میں اٹھتا ہے تو بے خیالی میں اس کی چادر ٹخنوں سے نیچے ہو جاتی ہے۔ ایسی صورت میں قابل مؤاخذہ نہیں ہے جیسا کہ اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ کے اچانک چلنے پر اپنی چادر گھسیٹنے کا ذکر ہے، یعنی اگر قصد و ارادے کے بغیر چادر ٹخنوں کے نیچے ہو جائے اور زمین پر گھسٹنے لگے تو کوئی گناہ نہیں۔ اسی طرح خواتین بھی اس وعید سے مستثنیٰ ہیں، نیز اگر ٹخنوں پر پھوڑے

---

[1] سنن أبي داود، اللباس، حديث :4093.

پھنسیاں ہیں اور انھیں ڈھانپنے کے لیے چادر ٹخنوں سے نیچے ہو جائے تو اس میں بھی مواخذہ نہیں ہوگا۔ ان شاء اللہ۔

(٣) بَابُ التَّشَمُّرِ فِي الثِّيَابِ

باب:3- کپڑا سمیٹنا

٥٧٨٦ - حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ: أَخْبَرَنَا ابْنُ شُمَيْلٍ: أَخْبَرَنَا عُمَرُ بْنُ أَبِي زَائِدَةَ: أَخْبَرَنَا عَوْنُ ابْنُ أَبِي جُحَيْفَةَ عَنْ أَبِيهِ أَبِي جُحَيْفَةَ قَالَ: فَرَأَيْتُ بِلَالًا جَاءَ بِعَنَزَةٍ فَرَكَزَهَا، ثُمَّ أَقَامَ الصَّلَاةَ، فَرَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ خَرَجَ فِي حُلَّةٍ مُشَمِّرًا، فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ إِلَى الْعَنَزَةِ، وَرَأَيْتُ النَّاسَ وَالدَّوَابَّ يَمُرُّونَ بَيْنَ يَدَيْهِ مِنْ وَرَاءِ الْعَنَزَةِ.

[راجع: ١٨٧]

[5786] حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں نے سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ ایک چھوٹا سا نیزہ اٹھا کر لائے اور اسے زمین میں گاڑ دیا۔ پھر انھوں نے نماز کے لیے اقامت کہی۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ سرخ رنگ کا جوڑا زیب تن کیے ہوئے باہر تشریف لائے جسے آپ نے سمیٹ رکھا تھا، پھر آپ نے نیزے کے سامنے کھڑے ہو کر دو رکعت نماز (عید) پڑھائی۔ میں نے انسانوں اور چوپائیوں کو دیکھا کہ وہ نیزے کے پیچھے سے اور آپ کے سامنے سے گزر رہے تھے۔

فوائد ومسائل: ① اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مرد حضرات بھی سرخ رنگ کا لباس پہن سکتے ہیں لیکن جس علاقے میں یہ رنگ عورتوں کے لیے مخصوص ہو چکا ہو وہاں مردوں کو اس رنگ کا لباس پہننے سے بچنا چاہیے کیونکہ لباس وغیرہ میں عورتوں کی مشابہت اختیار کرنا ممنوع ہے۔ ② حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ دوران نماز میں کپڑے کو سمیٹنا منع ہے لیکن اس کا محل یہ ہے کہ وہ چادر کے دامن کے علاوہ ہو کیونکہ اسے دفع مضرت کے لیے سمیٹا جا سکتا ہے۔[1] اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانا نماز اور غیر نماز دونوں حالتوں میں خلاف شریعت ہے۔ واللّٰہ أعلم.

(٤) بَابُ مَا أَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ فَهُوَ فِي النَّارِ

باب:4- جو کپڑا ٹخنوں سے نیچے ہو وہ آگ میں ہوگا

وضاحت: جو کپڑا آگ میں ہوگا وہ اپنے پہننے والے کو بھی گھسیٹ کر آگ میں لے جائے گا، بشرطیکہ وہ کپڑا عادت یا تکبر کی وجہ سے ٹخنوں سے نیچے کیا جائے۔

٥٧٨٧ - حَدَّثَنَا آدَمُ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ: حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيُّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ

[5787] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں، آپ نے فرمایا: ''تہبند کا جو حصہ

---

① فتح الباري: 316/10.

رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «مَا أَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ مِنَ الْإِزَارِ فِي النَّارِ». ٹخنوں سے نیچے ہو وہ جہنم میں ہوگا۔"

فوائدومسائل: ① ٹخنوں سے نیچے کپڑا کرنے کی دو صورتیں ہیں: ایک عادت کے طور پر اور دوسرا تکبر کے پیش نظر۔ شریعت میں دونوں صورتیں مذموم ہیں۔ ہاں، اگر کوئی عذر ہو تو قابل مؤاخذہ نہیں۔ عذر کے بغیر ایسا کرنا انتہائی ناپسندیدہ عمل ہے اور ان دونوں کی الگ الگ سزا ہے۔ ② اس حدیث میں پہلی صورت کا بیان ہے کہ کپڑے کا جو حصہ ٹخنوں سے نیچے ہوگا وہ آگ میں جائے گا اور پہننے والے کو بھی گھسیٹ لے گا۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: "مسلمان کا تہ بند نصف پنڈلی تک ہوتا ہے، آدھی پنڈلی سے ٹخنوں تک کے مابین میں کوئی حرج نہیں اور جو ٹخنوں سے نیچے ہو وہ آگ میں ہے۔"[1] ایک روایت میں ہے: "چادر وغیرہ کا ٹخنوں پر کوئی حق نہیں۔"[2]

(٥) بَابُ مَنْ جَرَّ ثَوْبَهُ مِنَ الْخُيَلَاءِ

باب: 5- جس نے تکبر کرتے ہوئے اپنا کپڑا گھسیٹا

٥٧٨٨ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «لَا يَنْظُرُ اللهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِلَى مَنْ جَرَّ إِزَارَهُ بَطَرًا».

[5788] حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس شخص کو نظر رحمت سے نہیں دیکھے گا جس نے تکبر کی وجہ سے اپنا کپڑا زمین پر گھسیٹا۔"

فوائدومسائل: ① کسی کو دیکھنے سے جو کیفیت پیدا ہوتی ہے اسے نظر سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اگر کسی عاجزی کرنے والے انسان کو دیکھا جائے تو اس پر رحم کرنے کے جذبات پیدا ہوتے ہیں اور اگر کسی متکبر کو دیکھا جائے تو غصہ بھڑک اٹھتا ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ جب کسی کو تکبر کی وجہ سے چادر ٹخنوں سے نیچے لٹکائے دیکھے گا تو اللہ تعالیٰ اس پر ناراض ہوگا جیسا کہ حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "تم سے پہلے ایک آدمی نے لباس پہن کر تکبر کیا تو اللہ تعالیٰ اس پر اس قدر ناراض ہوا کہ زمین کو حکم دیا تو اس نے اس شخص کو پکڑ لیا۔"[3] ② بہرحال اصل برائی انسان کا تکبر کرنا اور فخر و غرور میں مبتلا ہونا ہے جو اللہ تعالیٰ کو سخت ناپسند ہے، یہ غرور جس طرح بھی ہو مذموم ہے۔ واللّٰہ أعلم.

٥٧٨٩ - حَدَّثَنَا آدَمُ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ زِيَادٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ - أَوْ قَالَ أَبُو الْقَاسِمِ ﷺ -:

[5789] حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے فرمایا...... یا (کہا کہ) حضرت ابوالقاسم ﷺ نے فرمایا...... "ایک آدمی جوڑا پہنے ہوئے اور اپنے

---

[1] سنن أبي داود، اللباس، حديث: 4093. [2] سنن النسائي، الزينة، حديث: 5331. [3] جامع الترمذي، صفة القيامة، حديث: 2491.

«بَيْنَمَا رَجُلٌ يَمْشِي فِي حُلَّةٍ تُعْجِبُهُ نَفْسُهُ، مُرَجِّلٌ جُمَّتَهُ، إِذْ خَسَفَ اللهُ بِهِ، فَهُوَ يَتَجَلْجَلُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ».

بالوں میں کنگھی کر کے فخر و غرور سے چل رہا تھا کہ اچانک اللہ تعالیٰ نے اس کو زمین میں دھنسا دیا، وہ قیامت تک زمین میں دھنستا ہی چلا جائے گا۔"

٥٧٩٠ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عُفَيْرٍ قَالَ: حَدَّثَنِي اللَّيْثُ قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ خَالِدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللهِ أَنَّ أَبَاهُ حَدَّثَهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «بَيْنَا رَجُلٌ يَجُرُّ إِزَارَهُ، خَسَفَ اللهُ بِهِ فَهُوَ يَتَجَلْجَلُ فِي الْأَرْضِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ».

[5790] حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "ایک آدمی اپنا تہبند گھسیٹ کر چل رہا تھا کہ اچانک اسے زمین میں دھنسا دیا گیا۔ وہ قیامت تک زمین میں دھنستا ہی رہے گا۔"

تَابَعَهُ يُونُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ، وَلَمْ يَرْفَعْهُ شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ.

یونس نے زہری سے روایت کرنے میں عبدالرحمٰن بن خالد کی متابعت کی ہے۔ شعیب نے اس حدیث کو امام زہری سے مرفوعاً بیان نہیں کیا۔

حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ: حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ عَمِّهِ جَرِيرِ بْنِ زَيْدٍ قَالَ: كُنْتُ مَعَ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ عَلَى بَابِ دَارِهِ فَقَالَ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ سَمِعَ النَّبِيَّ ﷺ نَحْوَهُ. [راجع: ٣٤٨٥]

جریر بن زید کہتے ہیں کہ میں سالم بن عبداللہ کے ہمراہ ان کے گھر کے دروازے پر تھا، انھوں نے بیان کیا کہ میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا، انھوں نے (اس حدیث کو) نبی ﷺ سے اسی طرح بیان کیا تھا۔

فائدہ: کہتے ہیں کہ جسے زمین میں دھنسایا گیا وہ بدبخت قارون تھا جس کا ذکر قرآن کریم میں ہے۔ افسوس کہ دور حاضر میں بے شمار ایسے قارون گھر گھر موجود ہیں جو فیشن کے طور پر اپنے تہ بند، شلوار یا پینٹ وغیرہ کو فخر و تکبر کے طور پر زمین پر گھسیٹ کر چلتے ہیں۔ ایسے فیشن پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔ ہمیں اس کے متعلق نظر ثانی کرنا ہوگی۔ یہ بہت ہی خطرناک عادت ہے۔ سزا کے طور پر زمین میں دھنسایا جا سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے محفوظ رکھے۔ آمین.

٥٧٩١ - حَدَّثَنَا مَطَرُ بْنُ الْفَضْلِ: حَدَّثَنَا شَبَابَةُ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ: لَقِيتُ مُحَارِبَ بْنَ دِثَارٍ عَلَى فَرَسٍ، وَهُوَ يَأْتِي مَكَانَهُ الَّذِي يَقْضِي فِيهِ، فَسَأَلْتُهُ عَنْ هٰذَا الْحَدِيثِ فَحَدَّثَنِي فَقَالَ:

[5791] حضرت شعبہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں محارب بن دثار سے ملا جبکہ وہ گھوڑے پر سوار تھے اور اس جگہ جا رہے تھے جہاں فیصلے کرتے تھے، میں نے ان سے اس حدیث کے متعلق پوچھا تو انھوں نے مجھے بتایا کہ میں

سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ جَرَّ ثَوْبَهُ مَخِيلَةً لَم يَنْظُرِ اللهُ إِلَيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ»، فَقُلْتُ لِمُحَارِبٍ: أَذَكَرَ إِزَارَهُ؟ قَالَ: مَا خَصَّ إِزَارًا وَلَا قَمِيصًا.

نے سیدنا عبداللہ بن عمر ؓ سے سنا، وہ کہتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے فخر وغرور سے کپڑا گھسیٹا، اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن نظر رحمت سے نہیں دیکھے گا۔'' (شعبہ نے کہا کہ) میں نے محارب سے کہا: کیا ابن عمر ؓ نے) تہبند کا ذکر کیا تھا؟ انھوں نے جواب دیا کہ حضرت ابن عمر ؓ نے تہبند یا قمیص کی تخصیص نہیں کی تھی۔

تَابَعَهُ جَبَلَةُ بْنُ سُحَيْمٍ، وَزَيْدُ بْنُ أَسْلَمَ، وَزَيْدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

محارب کے ساتھ اس حدیث کو جبلہ بن سحیم، زید بن اسلم اور زید بن عبداللہ نے بھی حضرت عبداللہ بن عمر ؓ سے، انھوں نے نبی ﷺ سے بیان کیا ہے۔

وَقَالَ اللَّيْثُ عَنْ نَافِعٍ، يَعْنِي عَنِ ابْنِ عُمَرَ: مِثْلَهُ.

لیث نے نافع سے، انھوں نے ابن عمر ؓ سے ایسی ہی حدیث ذکر کی ہے۔

وَتَابَعَهُ مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ وَعُمَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ وَقُدَامَةُ بْنُ مُوسَى عَنْ سَالِمٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: «مَنْ جَرَّ ثَوْبَهُ خُيَلَاءَ». [راجع: ٣٦٦٥]

نافع کے ساتھ اس حدیث کو موسیٰ بن عقبہ، عمر بن محمد اور قدامہ بن موسیٰ نے بھی سالم سے، انھوں نے ابن عمر سے، انھوں نے نبی ﷺ سے بیان کیا: ''جو شخص اپنا کپڑا تکبر سے لٹکائے......۔''

فوائد ومسائل: ① رسول اللہ ﷺ نے ایک مرتبہ سفیان بن سہل ؓ سے فرمایا تھا: ''اے سفیان! کپڑا جائز حد سے زیادہ نہ لٹکاؤ کیونکہ اللہ تعالیٰ اس طرح کپڑا لٹکانے والوں کو پسند نہیں کرتا۔''[1] جب رسول اللہ ﷺ نے یہ وعید سنائی تو حضرت ام سلمہ ؓ نے عرض کی کہ عورتیں اپنے دامنوں کا کیا کریں؟ آپ نے فرمایا: ''ایک بالشت لٹکا لیا کریں۔'' انھوں نے کہا: اس صورت میں ان کے پاؤں کھل جائیں گے۔ آپ نے فرمایا: ''ایسی صورت میں ایک ہاتھ لٹکا لیا کریں، اس سے زیادہ نہ لٹکائیں۔''[2] ② اس سے معلوم ہوا کہ جو عورتیں کئی گز کپڑا اپنے پیچھے کھینچتی ہوئی چلتی ہیں، خصوصاً شادی بیاہ کے موقع پر وہ بھی اس وعید میں شامل ہیں۔ مغربی تہذیب کو اپناتے ہوئے ہماری عورتوں میں یہ رسم بد چل پڑی ہے کہ دلہنیں شادی کے موقع پر کئی گز لمبا غرارہ پہنتی ہیں جو پیچھے گھسٹتا رہتا ہے، پھر وہ لہنگا اتنا لمبا ہوتا ہے کہ اسے کئی عورتوں نے اٹھا رکھا ہوتا ہے اور وہ بھی اس کے ساتھ چلتی رہتی ہیں۔ نمود ونمائش کی ماری ہوئی یہ عورتیں بھی اللہ تعالیٰ کی نگاہ رحمت سے محروم ہوں گی۔ عورت، مردوں کی طرح اپنے ٹخنے ننگے رکھنے کی پابند نہیں ہے بلکہ اسے چاہیے کہ وہ اپنے پاؤں چھپائے رکھے مگر ایک ہاتھ سے زیادہ کپڑا نہ لٹکائے۔ ہمارے رجحان کے مطابق بہتر

---

1 سنن ابن ماجه، اللباس، حديث: 3574. 2 جامع الترمذي، اللباس، حديث: 1731.

ہے کہ ایک بالشت ہی لٹکائے، ایسا کرنے سے اگر پاؤں ننگے ہوں تو دو بالشت لٹکا لے۔ واللہ أعلم.

(٦) بَابُ الْإِزَارِ الْمُهَدَّبِ

باب:6- ڈورے دار چادر کا بیان

وَيُذْكَرُ عَنِ الزُّهْرِيِّ، وَأَبِي بَكْرِ بْنِ مُحَمَّدٍ، وَحَمْزَةَ بْنِ أَبِي أُسَيْدٍ، وَمُعَاوِيَةَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ جَعْفَرٍ: أَنَّهُمْ لَبِسُوا ثِيَابًا مُهَدَّبَةً.

امام زہری، ابوبکر بن محمد، حمزہ بن ابو اُسید اور معاویہ بن عبداللہ بن جعفر کے متعلق ذکر کیا جاتا ہے کہ انھوں نے ڈورے دار کپڑے پہنے تھے۔

وضاحت: عربی زبان میں ازار مہدب اس چادر کو کہتے ہیں جس کے دونوں طرف طول کے بل دھاگوں کو بُنا نہ گیا ہو بلکہ انھیں گرہ دے کر یا بٹ دے کر یا ویسے ہی چھوڑ دیا گیا ہو، ایسی چادر پہننے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ اس کے پہننے سے کوئی فخر و غرور دل میں نہیں آتا۔

٥٧٩٢ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ: أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ: أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ قَالَتْ: جَاءَتِ امْرَأَةُ رِفَاعَةَ الْقُرَظِيِّ رَسُولَ اللهِ ﷺ وَأَنَا جَالِسَةٌ وَعِنْدَهُ أَبُو بَكْرٍ فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنِّي كُنْتُ تَحْتَ رِفَاعَةَ فَطَلَّقَنِي فَبَتَّ طَلَاقِي، فَتَزَوَّجْتُ بَعْدَهُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ الزَّبِيرِ، وَإِنَّهُ وَاللهِ مَا مَعَهُ يَا رَسُولَ اللهِ إِلَّا مِثْلُ الْهُدْبَةِ، وَأَخَذَتْ هُدْبَةً مِنْ جِلْبَابِهَا، فَسَمِعَ خَالِدُ بْنُ سَعِيدٍ قَوْلَهَا وَهُوَ بِالْبَابِ لَمْ يُؤْذَنْ لَهُ، قَالَتْ: فَقَالَ خَالِدٌ: يَا أَبَا بَكْرٍ، أَلَا تَنْهَى هٰذِهِ عَمَّا تَجْهَرُ بِهِ عِنْدَ رَسُولِ اللهِ ﷺ، فَلَا وَاللهِ مَا يَزِيدُ رَسُولُ اللهِ ﷺ عَلَى التَّبَسُّمِ، فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَعَلَّكِ تُرِيدِينَ أَنْ تَرْجِعِي إِلَى رِفَاعَةَ، لَا، حَتَّى يَذُوقَ عُسَيْلَتَكِ وَتَذُوقِي عُسَيْلَتَهُ»، فَصَارَ سُنَّةً بَعْدَهُ. [راجع: ٢٦٣٩]

[5792] نبی ﷺ کی زوجہ محترمہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رفاعہ قرظی کی بیوی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی جبکہ میں آپ کے پاس بیٹھی ہوئی تھی اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی وہاں موجود تھے۔ اس نے عرض کی: اللہ کے رسول! میں رفاعہ کی بیوی تھی۔ اس نے مجھے طلاق دے کر اپنی زوجیت سے فارغ کر دیا ہے۔ میں نے اس کے بعد عبدالرحمٰن بن زبیر رضی اللہ عنہ سے نکاح کیا۔ اللہ کے رسول! میں قسم اٹھاتی ہوں کہ اس کے پاس اس پھندنے کے علاوہ کچھ نہیں۔ اور اس نے اپنی چادر کا کنارہ پکڑا۔ حضرت خالد بن سعید رضی اللہ عنہ دروازے کے پاس کھڑے اس کی باتیں سن رہے تھے اور انھیں اندر آنے کی اجازت نہیں دی گئی تھی۔ انھوں نے وہاں کھڑے کھڑے کہا: اے ابوبکر! کیا آپ اس عورت کو منع نہیں کرتے، یہ رسول اللہ ﷺ کے پاس بلند آواز سے کیسی گفتگو کر رہی ہے۔ اللہ کی قسم! رسول اللہ ﷺ اس کی باتیں سن کر صرف تبسم فرماتے رہے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے اس سے فرمایا: ''شاید تم رفاعہ کے پاس دوبارہ جانا چاہتی ہو، لیکن اب ایسا

ممکن نہیں رہا، جب تک وہ تیری لذت نہ لے اور تو اس کی لذت نہ چکھ لے۔'' اس کے بعد یہ فیصلہ قانون بن گیا۔

فوائد ومسائل: ① اس عورت نے چادر کا وہ کنارا پکڑ کر اشارہ کیا جو صرف دھاگوں کی صورت میں تھا اور اسے بنا نہیں گیا تھا، جو چادر بنی ہوئی ہو اس میں کچھ تناؤ ہوتا ہے لیکن دھاگے تو ڈھیلے ڈھالے ہوتے ہیں۔ ② امام بخاری ؒ نے عورت کے اس اشارے سے عنوان ثابت کیا کہ اس نے ڈورے دار چادر پہن رکھی تھی۔ اگر اس کا پہننا ناجائز ہوتا تو رسول اللہ ﷺ ضرور اس سلسلے میں اس کی رہنمائی کرتے۔ ڈورے دار چادر پہننے کے متعلق ایک واضح حدیث ہے حضرت جابر بن سلیم ؓ کہتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ اپنے گھٹنوں کو اٹھائے ایک چادر پہنے بیٹھے تھے اور اس چادر کے ڈورے آپ کے قدموں پر پڑ رہے تھے۔[1] یہ روایت اگرچہ ضعیف ہے، تاہم کپڑے کے اطراف میں اگر دھاگے بطور زینت چھوڑ دیے گئے ہوں اور انھیں بنا نہ گیا ہو بلکہ ایک خاص انداز سے ٹانکا گیا ہو تو اس کے استعمال میں کوئی حرج نہیں۔ واللہ أعلم.

(٧) بَابُ الْأَرْدِيَةِ

باب: 7- چادروں کا بیان

وَقَالَ أَنَسٌ: جَبَذَ أَعْرَابِيٌّ رِدَاءَ النَّبِيِّ ﷺ.

حضرت انس ؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دیہاتی نے نبی ﷺ کی چادر کھینچی۔

وضاحت: عام طور پر عربوں کا لباس دو چادریں ہوا کرتا تھا، ایک اوپر اوڑھ لیتے جسے رداء کہا جاتا تھا اور دوسری چادر تہ بند کے طور پر باندھ لیتے تھے جسے ازار کہتے تھے۔ اس عنوان کے تحت اوڑھنے والی چادروں کا بیان ہوگا، چنانچہ حضرت انس ؓ نے بیان کیا ہے کہ ایک اعرابی نے رسول اللہ ﷺ کی چادر کھینچ لی تھی۔ اس روایت کو امام بخاری ؒ نے متصل سند سے بیان کیا ہے۔[2]

٥٧٩٣ - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ: أَخْبَرَنَا يُونُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ: أَخْبَرَنِي عَلِيُّ بْنُ حُسَيْنٍ: أَنَّ حُسَيْنَ بْنَ عَلِيٍّ أَخْبَرَهُ: أَنَّ عَلِيًّا رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: فَدَعَا النَّبِيُّ ﷺ بِرِدَائِهِ فَارْتَدَى بِهِ، ثُمَّ انْطَلَقَ يَمْشِي، وَاتَّبَعْتُهُ أَنَا وَزَيْدُ ابْنُ حَارِثَةَ حَتَّى جَاءَ الْبَيْتَ الَّذِي فِيهِ حَمْزَةُ فَاسْتَأْذَنَ فَأَذِنُوا لَهُمْ. [راجع: ٢٠٨٩]

[5793] حضرت علی ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے ایک مرتبہ اپنی چادر منگوائی، پھر اسے زیب تن کر کے روانہ ہوئے۔ میں اور حضرت زید بن حارثہ ؓ بھی آپ کے پیچھے ہو لیے۔ آپ اس گھر میں آئے جہاں سیدنا حمزہ ؓ تھے۔ آپ نے اندر آنے کی اجازت مانگی تو انھوں نے آپ کو اجازت دے دی۔

فائدہ: یہ ایک لمبی حدیث ہے جسے امام بخاری ؒ نے اختصار سے بیان کیا ہے، حضرت حمزہ ؓ نے حرمت شراب سے

---

[1] سنن أبي داود، اللباس، حديث: 4075. [2] صحيح البخاري، اللباس، حديث: 5809.

پہلے شراب نوشی کی، پھر انھوں نے نشے کی حالت میں حضرت علی ؓ کی دو اونٹنیوں کو ذبح کر دیا۔ حضرت علی ؓ نے رسول اللہ ﷺ سے شکایت کی تو آپ چادر زیب تن کیے ہوئے حضرت حمزہ ؓ کے پاس گئے تاکہ حضرت علی ؓ کے نقصان کی تلافی کریں، لیکن اس وقت حضرت حمزہ ؓ نشے میں دھت تھے، اس لیے آپ ﷺ واپس آگئے۔ امام بخاری ؒ نے اس حدیث سے صرف رسول اللہ ﷺ کا چادر پہننا ثابت کیا ہے، اس کے علاوہ بھی متعدد احادیث میں چادر پہننے کا ذکر آیا ہے۔

(٨) بَابُ لُبْسِ الْقَمِيصِ

باب:8- قمیص پہننا

وَقَالَ اللهُ تَعَالَى حِكَايَةً عَنْ يُوسُفَ: ﴿اذْهَبُوا بِقَمِيصِي هَذَا فَأَلْقُوهُ عَلَى وَجْهِ أَبِي يَأْتِ بَصِيرًا﴾ [يوسف: ٩٣].

اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف ؑ کا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرمایا: ”تم میری یہ قمیص لے جاؤ، اسے میرے والد گرامی کے چہرے پر ڈال دو تو وہ بینا ہو جائیں گے۔“

وضاحت: اس عنوان سے امام بخاری ؒ کی غرض یہ ہے کہ قمیص پہننا کوئی نئی چیز نہیں ہے اگرچہ عرب عام طور پر چادر اور تہ بند پہنتے تھے۔ قرآن کریم کی اس آیت میں قمیص کا ذکر ہے، اس کے علاوہ متعدد احادیث میں بھی ان کا بیان ہوا ہے۔ بہرحال ابن عربی کا یہ کہنا صحیح نہیں کہ میں نے مذکورہ آیت اور رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی کے واقعے کے علاوہ کسی صحیح حدیث میں قمیص کا ذکر نہیں دیکھا۔[1]

٥٧٩٤ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: أَنَّ رَجُلًا قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، مَا يَلْبَسُ الْمُحْرِمُ مِنَ الثِّيَابِ؟ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «لَا يَلْبَسُ الْمُحْرِمُ الْقَمِيصَ وَلَا السَّرَاوِيلَ وَلَا الْبُرْنُسَ وَلَا الْخُفَّيْنِ إِلَّا أَنْ لَا يَجِدَ النَّعْلَيْنِ، فَلْيَلْبَسْ مَا هُوَ أَسْفَلُ مِنَ الْكَعْبَيْنِ». [راجع: ١٣٤]

[5794] حضرت ابن عمر ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ ایک آدمی نے عرض کی: اللہ کے رسول! محرم آدمی کون سے کپڑے پہن سکتا ہے؟ نبی ﷺ نے فرمایا: ”محرم آدمی قمیص، شلوار، ٹوپی اور موزے نہ پہنے۔ اگر اسے جوتا نہ ملے تو موزوں کو ٹخنوں تک کاٹ کر پہن لے۔“

فوائد ومسائل: ① عربوں کے ہاں قمیص پہننے کا بھی رواج تھا، اسی لیے آپ ﷺ نے محرم کے متعلق فرمایا کہ وہ قمیص نہ پہنے۔ رسول اللہ ﷺ کو چادر سے قمیص زیادہ پسند تھی، چنانچہ حضرت ام سلمہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو قمیص سے بڑھ کر اور کوئی کپڑا زیادہ پسند نہ تھا۔[2] حضرت اسماء بنت یزید ؓ کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی آستین آپ ﷺ کی کلائی تک

[1] فتح الباري: 328/10. [2] سنن أبي داود، اللباس، حديث: 4026.

ہوا کرتی تھی۔[1] ② قمیص کے زیادہ پسند ہونے کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ اس میں پردہ زیادہ ہوتا ہے اور چادر کی طرح اسے لپیٹنے اور سنبھالنے کا اہتمام بھی نہیں کرنا پڑتا۔ واللّٰہ أعلم.

٥٧٩٥ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عُثْمَانَ: أَخْبَرَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرٍو: سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: أَتَى النَّبِيُّ ﷺ عَبْدَ اللهِ ابْنَ أُبَيٍّ بَعْدَمَا أُدْخِلَ قَبْرَهُ، فَأَمَرَ بِهِ فَأُخْرِجَ وَوُضِعَ عَلَى رُكْبَتَيْهِ وَنَفَثَ عَلَيْهِ مِنْ رِيقِهِ وَأَلْبَسَهُ قَمِيصَهُ، فَاللهُ أَعْلَمُ. [راجع: ١٢٧٠]

[5795] حضرت جابر بن عبداللہ ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ عبداللہ بن ابی کے پاس اس وقت آئے جب وہ قبر میں داخل کیا جا چکا تھا۔ پھر آپ کے حکم سے اس کی لاش نکالی گئی اور اسے آپ کے گھٹنوں پر رکھا گیا۔ آپ نے اس پر اپنا لعاب دہن ڈالا اور اسے اپنی قمیص پہنائی۔ واللّٰہ أعلم.

٥٧٩٦ - حَدَّثَنَا صَدَقَةُ: أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ قَالَ: أَخْبَرَنِي نَافِعٌ عَنْ عَبْدِ اللهِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: لَمَّا تُوُفِّيَ عَبْدُ اللهِ بْنُ أُبَيٍّ جَاءَ ابْنُهُ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، أَعْطِنِي قَمِيصَكَ أُكَفِّنْهُ فِيهِ، وَصَلِّ عَلَيْهِ وَاسْتَغْفِرْ لَهُ، فَأَعْطَاهُ قَمِيصَهُ، وَقَالَ لَهُ: «إِذَا فَرَغْتَ مِنْهُ فَآذِنَّا»، فَلَمَّا فَرَغَ آذَنَهُ، فَجَاءَ لِيُصَلِّيَ عَلَيْهِ، فَجَذَبَهُ عُمَرُ فَقَالَ: أَلَيْسَ قَدْ نَهَاكَ اللهُ أَنْ تُصَلِّيَ عَلَى الْمُنَافِقِينَ فَقَالَ: ﴿ٱسْتَغْفِرْ لَهُمْ أَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ إِن تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِينَ مَرَّةً فَلَن يَغْفِرَ ٱللَّهُ لَهُمْ﴾ [التوبة: ٨٠] فَنَزَلَتْ ﴿وَلَا تُصَلِّ عَلَىٰٓ أَحَدٍ مِّنْهُم مَّاتَ أَبَدًا وَلَا تَقُمْ عَلَىٰ قَبْرِهِۦٓ﴾ [٨٤] فَتَرَكَ الصَّلَاةَ عَلَيْهِمْ. [راجع: ١٢٦٩]

[5796] حضرت عبداللہ بن عمر ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ جب عبداللہ بن ابی مر گیا تو اس کا بیٹا رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: اللہ کے رسول! آپ مجھے اپنی قمیص دیں تاکہ میں اپنے باپ کو اس کا کفن دوں، نیز آپ اس کی نماز جنازہ بھی پڑھائیں اور اس کے لیے مغفرت کی دعا فرمائیں۔ نبی ﷺ نے اسے اپنی قمیص دے دی اور فرمایا: ''جب (اسے غسل دے کر) تم فارغ ہو جاؤ تو مجھے اطلاع کرنا۔'' چنانچہ جب وہ فارغ ہوئے تو آپ ﷺ کو اطلاع دی۔ آپ تشریف لائے تاکہ اس کی نماز جنازہ پڑھیں، لیکن حضرت عمر ؓ نے (بڑے ادب سے) آپ کو پیچھے کھینچا اور عرض کی: اللہ کے رسول! کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو منافقین کی نماز جنازہ پڑھنے سے منع نہیں کیا؟ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''آپ ان کے لیے مغفرت کی دعا کریں یا نہ کریں، اگر آپ ستر مرتبہ بھی ان کے لیے بخشش کی دعا کریں گے تو اللہ تعالیٰ انھیں ہرگز معاف نہیں کرے گا۔'' پھر یہ آیت نازل ہوئی: ''ان (منافقین) میں سے جو مر جائے تو آپ کسی کی نماز جنازہ نہ پڑھیں اور

1 جامع الترمذي، اللباس، حديث: 1765.

نہ ان کی قبر پر کھڑے ہوں۔" پھر آپ نے ان کی نماز جنازہ پڑھنا ترک کر دی۔

فوائد ومسائل: ① رسول اللہ ﷺ کا موقف تھا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے اختیار دیا ہے منع نہیں فرمایا اور میں اس کے لیے ستر بار سے بھی زیادہ مرتبہ دعا کروں گا۔ دراصل آپ ﷺ اس بدفطرت کے بیٹے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی حوصلہ افزائی کرنا چاہتے تھے جو ایک مخلص مسلمان تھے۔ ② امام بخاری رحمہ اللہ نے ان احادیث سے ثابت کیا ہے کہ قمیص پہننا جائز ہے اور اس کا ذکر متعدد احادیث میں آیا ہے۔ ③ واضح رہے کہ ایک مرتبہ عبداللہ بن ابی منافق نے رسول اللہ ﷺ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو اپنی قمیص دی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنی قمیص دے کر اس احسان کا بدلہ دیا تھا۔ واللہ أعلم.

(٩) بَابُ جَيْبِ الْقَمِيصِ مِنْ عِنْدِ الصَّدْرِ وَغَيْرِهِ

باب: 9- قمیص کا گریبان سینے وغیرہ کے پاس ہو

٥٧٩٧ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ نَافِعٍ عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ طَاوُسٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: ضَرَبَ رَسُولُ اللهِ ﷺ «مَثَلَ الْبَخِيلِ وَالْمُتَصَدِّقِ كَمَثَلِ رَجُلَيْنِ عَلَيْهِمَا جُبَّتَانِ مِنْ حَدِيدٍ قَدِ اضْطُرَّتْ أَيْدِيهِمَا إِلَى ثُدِيِّهِمَا وَتَرَاقِيهِمَا، فَجَعَلَ الْمُتَصَدِّقُ كُلَّمَا تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ، انْبَسَطَتْ عَنْهُ حَتَّى تَغْشَى أَنَامِلَهُ وَتَعْفُوَ أَثَرَهُ، وَجَعَلَ الْبَخِيلُ كُلَّمَا هَمَّ بِصَدَقَةٍ قَلَصَتْ وَأَخَذَتْ كُلُّ حَلْقَةٍ بِمَكَانِهَا». قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: فَأَنَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ بِإِصْبَعِهِ هٰكَذَا فِي جَيْبِهِ، فَلَوْ رَأَيْتَهُ يُوَسِّعُهَا وَلَا تَتَوَسَّعُ. [راجع: ١٤٤٣]

[5797] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے بخیل اور صدقہ کرنے والے کی مثال بیان کرتے ہوئے فرمایا: "ان کی مثال دو آدمیوں جیسی ہے جنھوں نے لوہے کی دو زرہیں پہنی ہوئی ہوں اور ان کے ہاتھ سینے اور حلق تک پہنچے ہوئے ہوں۔ صدقہ دینے والا جب بھی صدقہ کرتا ہے تو وہ زرہ کشادہ ہوتی جاتی ہے حتی کہ اس کی انگلیوں کے پورے چھپ جاتے ہیں اور قدموں کے نشانات بھی مٹ جاتے ہیں اور بخیل جب بھی صدقہ کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو زرہ تنگ ہو جاتی ہے اور ہر حلقہ اپنی جگہ پر جم جاتا ہے۔" حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ اس طرح اپنی مبارک انگلیوں سے اپنے گریبان کی طرف اشارہ کر کے بتا رہے تھے، تم دیکھو کہ وہ اس زرہ میں وسعت پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہے لیکن وہ کشادہ نہیں ہوتی۔

تَابَعَهُ ابْنُ طَاوُسٍ، عَنْ أَبِيهِ. وَأَبُو الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ فِي الْجُبَّتَيْنِ.

ابن طاؤس نے اپنے باپ اور ابو زناد نے اعرج سے جُبَّتَان بیان کرنے میں حسن کی متابعت کی ہے۔

وَقَالَ حَنْظَلَةُ: سَمِعْتُ طَاوُسًا: سَمِعْتُ أَبَا

حنظلہ نے کہا: میں نے طاؤس سے سنا، انھوں نے کہا:

هُرَيْرَةَ يَقُولُ: جُبَّتَانِ، وَقَالَ جَعْفَرُ بْنُ رَبِيعَةَ، عَنِ الْأَعْرَجِ: جُنَّتَانِ.

میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو جُنَّتَان کہتے ہوئے سنا اور جعفر نے اعرج سے جُبَّتَان روایت کیا ہے۔

فوائد ومسائل: ① اس حدیث کے مطابق خرچ کرنے والے کی مثال اس شخص جیسی ہے جس نے زرہ پہنی اور وہ اس پر ڈھیلی ہوگئی حتی کہ اس نے اس کے سارے بدن کو ڈھانپ لیا اور وہ پاؤں کی انگلیوں تک پہنچ گئی اور بخیل کی مثال اس شخص جیسی ہے جس کا ہاتھ اس کی گردن سے چمٹا ہوا ہے اور اس کی زرہ اس قدر تنگ ہے کہ ہاتھ باہر نہیں نکلتا اور وہ زرہ ڈھیلی نہیں ہوتی بلکہ اس کا ہر حلقہ اپنی جگہ پر جم جاتا ہے، رسول اللہ ﷺ نے اپنے گریبان کی طرف اشارہ فرمایا جو آپ کی قمیص میں سینے کے پاس تھا۔ ② امام بخاری رحمہ اللہ نے اس سے عنوان ثابت کیا ہے کہ گریبان سینے کے پاس ہوتا ہے۔ حضرت قرہ کہتے ہیں کہ میں قبیلۂ مزینہ کی ایک جماعت کے ہمراہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ کی قمیص کے بٹن کھلے ہوئے تھے۔ میں نے اپنا ہاتھ آپ کے گریبان میں ڈال کر مہر نبوت کو چھوا۔[1] اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ نبی ﷺ کی قمیص کا گریبان سینے کے پاس تھا۔ ③ واضح رہے کہ بٹن کھلے رکھنا اگر تواضع اور عاجزی کے طور پر ہو تو باعث اجر وثواب ہے لیکن ہمارے ہاں اوباش لڑکے اپنا گریبان کھلا رکھتے ہیں، لہٰذا ان کی مشابہت سے بچنا ضروری ہے کیونکہ ایسا کرنا ان کے ہاں تکبر کی علامت ہے۔

(١٠) بَابُ مَنْ لَبِسَ جُبَّةً ضَيِّقَةَ الْكُمَّيْنِ فِي السَّفَرِ

باب: 10- جس نے دوران سفر میں تنگ آستینوں والا جبہ پہنا

٥٧٩٨ - حَدَّثَنَا قَيْسُ بْنُ حَفْصٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ: حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو الضُّحَى قَالَ: حَدَّثَنِي مَسْرُوقٌ قَالَ: حَدَّثَنِي الْمُغِيرَةُ بْنُ شُعْبَةَ قَالَ: انْطَلَقَ النَّبِيُّ ﷺ لِحَاجَتِهِ ثُمَّ أَقْبَلَ فَتَلَقَّيْتُهُ بِمَاءٍ فَتَوَضَّأَ وَعَلَيْهِ جُبَّةٌ شَامِيَّةٌ، فَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ وَغَسَلَ وَجْهَهُ، فَذَهَبَ يُخْرِجُ يَدَيْهِ مِنْ كُمَّيْهِ، فَكَانَا ضَيِّقَيْنِ، فَأَخْرَجَ يَدَيْهِ مِنْ تَحْتِ بَدَنِهِ، فَغَسَلَهُمَا وَمَسَحَ بِرَأْسِهِ [وَ]عَلَى خُفَّيْهِ. [راجع: ١٨٢]

[5798] حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ ایک مرتبہ نبی ﷺ قضائے حاجت کے لیے باہر تشریف لے گئے۔ جب واپس آئے تو میں پانی لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے وضو کیا جبکہ آپ شامی جبہ پہنے ہوئے تھے۔ آپ نے کلی کی، ناک میں پانی ڈالا اور اپنا چہرہ دھویا۔ پھر آپ نے اپنے ہاتھوں کو اس کی آستینوں سے نکالنا چاہا لیکن وہ تنگ تھیں، اس لیے آپ نے اپنے ہاتھ جبے کے نیچے سے نکالے اور پھر بازوؤں کو دھویا، سر اور موزوں پر مسح فرمایا۔

---

1 سنن أبي داود، اللباس، حديث: 4082.

فوائد ومسائل: ① اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے دوران سفر میں ایک تنگ آستینوں والا جبہ پہنا تھا۔ سفر میں اس طرح کے جبے کی ضرورت ہوتی ہے، البتہ اپنے گھر میں کھلی آستینوں والا جبہ پہنا جاتا ہے۔ ② لباس کے متعلق شریعت میں بہت وسعت ہے۔ ہر ملک اور قوم کا لباس جدا جدا ہوتا ہے۔ جائز و ناجائز کی چند حدود بیان کر کے اسے مقامی حالات پر چھوڑ دیا گیا ہے کہ لوگ اپنی صوابدید کے مطابق اپنا لباس اختیار کریں۔ اس کے دو بنیادی فائدے ہیں: ستر پوشی کا کام دے اور باعث زینت ہو، البتہ اس کی تراش وغیرہ انسان اپنی مرضی سے کر سکتا ہے۔ واللہ أعلم.

(١١) بَابُ لُبْسِ جُبَّةِ الصُّوفِ فِي الْغَزْوِ

٥٧٩٩ - حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ: حَدَّثَنَا زَكَرِيَّا عَنْ عَامِرٍ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الْمُغِيرَةِ، عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ ذَاتَ لَيْلَةٍ فِي سَفَرٍ، فَقَالَ: «أَمَعَكَ مَاءٌ؟»، قُلْتُ: نَعَمْ، فَنَزَلَ عَنْ رَاحِلَتِهِ فَمَشَى حَتَّى تَوَارَى عَنِّي فِي سَوَادِ اللَّيْلِ، ثُمَّ جَاءَ فَأَفْرَغْتُ عَلَيْهِ الْإِدَاوَةَ، فَغَسَلَ وَجْهَهُ وَيَدَيْهِ، وَعَلَيْهِ جُبَّةٌ مِنْ صُوفٍ فَلَمْ يَسْتَطِعْ أَنْ يُخْرِجَ ذِرَاعَيْهِ مِنْهَا حَتَّى أَخْرَجَهُمَا مِنْ أَسْفَلِ الْجُبَّةِ، فَغَسَلَ ذِرَاعَيْهِ ثُمَّ مَسَحَ بِرَأْسِهِ، ثُمَّ أَهْوَيْتُ لِأَنْزِعَ خُفَّيْهِ فَقَالَ: «دَعْهُمَا فَإِنِّي أَدْخَلْتُهُمَا طَاهِرَتَيْنِ»، فَمَسَحَ عَلَيْهِمَا.

[راجع: ١٨٢]

باب: 11- دوران جنگ میں اونی جبہ پہننا

[5799] حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں ایک رات دوران سفر میں نبی ﷺ کے ہمراہ تھا۔ آپ نے دریافت فرمایا: ''کیا تیرے پاس پانی ہے؟'' میں نے کہا: جی ہاں۔ آپ اپنی سواری سے اترے اور مسلسل چلتے رہے حتی کہ آپ رات کی تاریکی میں چھپ گئے، پھر جب واپس تشریف لائے تو میں نے مشکیزے سے آپ پر پانی ڈالا۔ آپ نے اپنا چہرہ مبارک اور دونوں ہاتھ دھوئے۔ اس وقت آپ اونی جبہ پہنے ہوئے تھے۔ آپ اس کی آستینوں سے اپنے ہاتھ باہر نہ نکال سکے تو انھیں جبے کے نیچے سے نکالا، پھر اپنے بازوؤں کو کہنیوں تک دھویا اور اپنے سر کا مسح کیا۔ پھر میں آپ کے موزے اتارنے کے لیے آگے بڑھا تو آپ نے فرمایا: ''انھیں رہنے دو، میں نے وضو کے بعد انھیں پہنا تھا۔'' چنانچہ آپ نے ان پر مسح فرمایا۔

فائدہ: امام مالک نے اونی جبہ پہننے کو مکروہ خیال کیا ہے کیونکہ اس سے زہد وتقویٰ کی نمائش ہوتی ہے جس کی ممانعت ہے، انسان کو اپنے اچھے اعمال چھپ کر کرنے چاہئیں، نیز تواضع صرف اونی جبہ پہننے میں نہیں بلکہ کوئی بھی لباس جو معمولی قیمت کا ہو وہ بھی اس قسم میں سے ہے، لیکن امام بخاری رحمہ اللہ نے ثابت فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے دوران سفر میں اونی جبہ پہنا تھا۔ اگر اپنے زہد وتقویٰ کا اظہار مقصود نہ ہو تو اسے پہننے میں کوئی حرج نہیں۔ واللہ أعلم.

(١٢) بَابُ الْقَبَاءِ وَفَرُّوجِ حَرِيرٍ

باب:12-قبا اور ریشمی فروج کا بیان

وَهُوَ الْقَبَاءُ. وَيُقَالُ: هُوَ الَّذِي لَهُ شَقٌّ مِنْ خَلْفِهِ.

فروج قبا ہی کو کہتے ہیں کچھ حضرات کے نزدیک فروج وہ قبا ہے جو پیچھے سے چاک ہوتی ہے۔

وضاحت: قبا اس کوٹ کو کہتے ہیں جس کی آستین تنگ ہو اور وہ خود بھی درمیان سے تنگ ہوتا ہے۔ ہماری زبان میں اسے اچکن کہا جاتا ہے۔ اسے عام طور پر دوران سفر اور جنگ میں پہنا جاتا ہے تاکہ نقل وحرکت اور چلنے پھرنے میں آسانی رہے۔

٥٨٠٠ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ، عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ أَنَّهُ قَالَ: قَسَمَ رَسُولُ اللهِ ﷺ أَقْبِيَةً وَلَمْ يُعْطِ مَخْرَمَةَ شَيْئًا، فَقَالَ مَخْرَمَةُ: يَا بُنَيَّ انْطَلِقْ بِنَا إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ، فَانْطَلَقْتُ مَعَهُ فَقَالَ: ادْخُلْ فَادْعُهُ لِي، قَالَ: فَدَعَوْتُهُ لَهُ، فَخَرَجَ إِلَيْهِ وَعَلَيْهِ قَبَاءٌ مِنْهَا، فَقَالَ: «خَبَأْتُ هٰذَا لَكَ»، قَالَ: فَنَظَرَ إِلَيْهِ فَقَالَ: رَضِيَ مَخْرَمَةُ.

[راجع: ٢٥٩٩]

[5800] حضرت مسور بن مخرمہ ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے چند قبائیں تقسیم کیں اور حضرت مخرمہ ؓ کو کچھ نہ دیا تو انھوں نے کہا: بیٹے! میرے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے پاس چلو، چنانچہ میں اپنے والد محترم کے ساتھ گیا۔ انھوں نے مجھے کہا: تم اندر جاؤ اور آپ ﷺ سے میرا ذکر کرو۔ میں نے آپ ﷺ سے اپنے والد کا ذکر کیا تو آپ باہر تشریف لائے جبکہ انھی قباؤں میں سے ایک قبا ساتھ لیے ہوئے تھے۔ آپ نے فرمایا: ''یہ قبا میں نے تمھارے لیے چھپا رکھی تھی۔'' حضرت مخرمہ ؓ نے اسے دیکھا تو کہنے لگے: مخرمہ راضی ہے۔

فوائد ومسائل: ① یہ قبائیں ریشمی تھیں۔ حدیث کے انداز سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اسے پہنا تھا۔ حافظ ابن حجر نے فرمایا ہے کہ شاید اس وقت ریشم پہننا مردوں کے لیے حلال ہوگا، یا آپ نے بطور حفاظت اس قبا کو اپنے اوپر ڈالا ہوگا۔ اسے پہننا نہیں کہتے جیسا کہ ایک روایت میں صراحت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ باہر تشریف لائے تو آپ کے پاس قبا تھی۔[1] ② اس سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ اپنے صحابۂ کرام ؓ کی ضروریات کا خیال رکھتے تھے اور ان کے مزاج کو بخوبی سمجھتے تھے۔ دینی رہنماؤں کو اس سے سبق لینا چاہیے اور اپنے رفقائے کار کا خیال رکھنا چاہیے۔

٥٨٠١ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ، عَنْ أَبِي الْخَيْرِ، عَنْ

[5801] حضرت عقبہ بن عامر ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کو ایک ریشمی قبا بطور ہدیہ

1 المستدرك للحاكم: 3/390، حديث: 6074، وفتح الباري: 10/332.

عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّهُ قَالَ: أُهْدِيَ لِرَسُولِ اللهِ ﷺ فَرُّوجُ حَرِيرٍ فَلَبِسَهُ، ثُمَّ صَلَّى فِيهِ، ثُمَّ انْصَرَفَ فَنَزَعَهُ نَزْعًا شَدِيدًا كَالْكَارِهِ لَهُ، ثُمَّ قَالَ: «لَا يَنْبَغِي هٰذَا لِلْمُتَّقِينَ». [راجع: ٣٧٥]

دی گئی۔ آپ نے اسے زیب تن فرما کر نماز ادا کی۔ فراغت کے بعد آپ نے اس کو جلدی سے اتار دیا جیسے آپ اس سے ناگواری محسوس کرتے ہوں۔ پھر آپ نے فرمایا: ''یہ اللہ سے ڈرنے والوں کے لیے مناسب نہیں۔''

تَابَعَهُ عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ عَنِ اللَّيْثِ. وَقَالَ غَيْرُهُ: فَرُّوجٌ حَرِيرٌ.

عبداللہ بن یوسف نے لیث سے روایت کرنے میں قتیبہ کی متابعت کی ہے۔ عبداللہ بن یوسف کے علاوہ دوسروں نے ''فَرُّوجٌ حَرِيرٌ'' کے الفاظ بیان کیے ہیں۔

فائدہ: روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ریشمی قبا پہن کر مغرب کی نماز پڑھائی، سلام پھیرنے کے بعد اسے جلدی سے اتار پھینکا، صحابہ کرام ؓ نے سوال کیا: اللہ کے رسول! آپ نے اسے پہنا پھر اس میں نماز ادا کی، تو آپ نے مذکورہ جواب دیا۔ ابن بطال کہتے ہیں کہ آپ نے اسے جلدی سے اتارا کیونکہ ریشم کا استعمال مردوں کے لیے حرام تھا اور یہ قبا خالص ریشم کی تھی یا اس لیے اتارا کہ وہ عجمیوں کا لباس تھا۔ حدیث میں ہے: ''جس نے کسی قسم کی مشابہت اختیار کی وہ انھی میں سے ہوگا۔''[1] بہرحال ریشم مردوں کے لیے حرام اور عورتوں کے لیے جائز ہے جس کی آئندہ وضاحت ہوگی۔[2]

(١٣) بَابُ الْبَرَانِسِ

باب: 13- لمبی ٹوپیوں کا بیان

٥٨٠٢ - وَقَالَ لِي مُسَدَّدٌ: حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ قَالَ: سَمِعْتُ أَبِي قَالَ: رَأَيْتُ عَلَى أَنَسٍ بُرْنُسًا أَصْفَرَ مِنْ خَزٍّ.

[5802] حضرت معتمر سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں نے اپنے باپ سے سنا، انھوں نے فرمایا: میں نے حضرت انس ؓ پر زرد رنگ کی ریشمی ٹوپی دیکھی تھی۔

فائدہ: بعض اسلاف کے نزدیک اوورکوٹ پہننا مکروہ ہے کیونکہ اسے یہود و نصاریٰ کے راہب پہنتے ہیں۔ امام بخاری ؒ کو اس موقف سے اتفاق نہیں ہے۔ امام مالک سے پوچھا گیا: کیا اوورکوٹ پہننا جائز ہے؟ تو انھوں نے فرمایا: اس میں کوئی حرج نہیں۔ کہا گیا: یہ تو عیسائی پہنتے ہیں، انھوں نے فرمایا: عیسائی وہاں پہنتے ہیں جہاں ان کا علاقہ ہے۔[3]

٥٨٠٣ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ رَجُلًا

[5803] حضرت عبداللہ بن عمر ؓ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے عرض کی: اللہ کے رسول! محرم آدمی کون کون

---

① سنن أبي داود، اللباس، حديث: 4031. ② فتح الباري: 334/10. ③ فتح الباري: 335/10.

قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، مَا يَلْبَسُ الْمُحْرِمُ مِنَ الثِّيَابِ؟ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَا تَلْبَسُوا الْقُمُصَ وَلَا الْعَمَائِمَ، وَلَا السَّرَاوِيلَاتِ، وَلَا الْبَرَانِسَ، وَلَا الْخِفَافَ، إِلَّا أَحَدٌ لَا يَجِدُ النَّعْلَيْنِ فَلْيَلْبَسْ خُفَّيْنِ وَلْيَقْطَعْهُمَا أَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ، وَلَا تَلْبَسُوا مِنَ الثِّيَابِ شَيْئًا مَسَّهُ زَعْفَرَانٌ وَلَا وَرْسٌ». [راجع: ١٣٤]

سے کپڑے پہن سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا: ''(احرام میں) قمیص، پگڑی، شلوار، لمبی ٹوپی (اوورکوٹ) اور موزے نہ پہنو لیکن اگر کوئی جوتا نہ پائے تو موزے پہن لے لیکن انھیں ٹخنوں کے نیچے سے کاٹ لے اور نہ وہ کپڑے پہنو جنھیں زعفران اور ورس سے رنگا گیا ہو۔''

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ محرم آدمی اوورکوٹ نہیں پہن سکتا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ دوسروں کو اوورکوٹ پہننے کی اجازت ہے۔

(١٤) بَابُ السَّرَاوِيلِ

باب: 14- پاجامہ یا شلوار پہننے کا بیان

٥٨٠٤ - حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو، عَنْ جَابِرِ بْنِ زَيْدٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «مَنْ لَمْ يَجِدْ إِزَارًا فَلْيَلْبَسْ سَرَاوِيلَ، وَمَنْ لَمْ يَجِدْ نَعْلَيْنِ فَلْيَلْبَسْ خُفَّيْنِ». [راجع: ١٧٤٠]

[5804] حضرت ابن عباس ؓ سے روایت ہے، وہ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ''جو شخص تہبند نہ پائے وہ شلوار پہن لے اور جو کوئی جوتا نہ پائے وہ موزے پہن لے۔''

فوائد و مسائل: ① یہ حدیث محرم کے متعلق ہے کہ اگر اسے احرام کے لیے تہبند میسر نہ ہو تو شلوار پہن سکتا ہے اور موزے پہننے کی صورت میں انھیں ٹخنوں کے نیچے سے کاٹنا ہوگا۔ اگر بحالت احرام مجبوری کی صورت میں مرد شلوار پہن سکتا ہے تو عام دنوں میں شلوار یا پاجامہ پہننا بالاولیٰ جائز ہوگا۔ اس حدیث سے امام بخاری ؒ نے شلوار پہننا ثابت کیا ہے۔ ② ایک حدیث میں ہے حضرت سوید بن قیس ؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اور ہم سے شلوار کا سودا کیا۔[1] رسول اللہ ﷺ کا شلوار خریدنا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ جائز لباس ہے، البتہ کسی بھی صحیح حدیث سے رسول اللہ ﷺ کے شلوار پہننے کا ثبوت نہیں ملتا۔ واللہ أعلم.

٥٨٠٥ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ: حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ: قَامَ رَجُلٌ

[5805] حضرت عبداللہ بن عمر ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ ایک آدمی نے کھڑے ہو کر عرض کی: اللہ

1 سنن ابن ماجه، اللباس، حديث: 3579.

فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، مَا تَأْمُرُنَا أَنْ نَلْبَسَ إِذَا أَحْرَمْنَا؟ قَالَ: «لَا تَلْبَسُوا الْقَمِيصَ وَالسَّرَاوِيلَ، وَالْعَمَائِمَ، وَالْبَرَانِسَ، وَالْخِفَافَ، إِلَّا أَنْ يَكُونَ رَجُلٌ لَيْسَ لَهُ نَعْلَانِ، فَلْيَلْبَسِ الْخُفَّيْنِ أَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ، وَلَا تَلْبَسُوا شَيْئًا مِنَ الثِّيَابِ مَسَّهُ زَعْفَرَانٌ وَلَا وَرْسٌ». [راجع: ١٣٤]

کے رسول! جب ہم احرام باندھیں تو کون سا لباس پہننے کا آپ حکم دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ''قمیص، شلوار، پگڑی، لمبی ٹوپیاں اور موزے نہ پہنو۔ ہاں اگر کسی شخص کو جوتی میسر نہ ہو تو وہ موزے پہنے جو ٹخنوں سے نیچے ہوں، نیز کوئی ایسا کپڑا نہ پہنو جسے زعفران یا ورس لگی ہوئی ہو۔''

فوائد ومسائل: ① حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن میدان محشر میں سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو لباس پہنایا جائے گا۔[1] کہتے ہیں کہ سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے شلوار پہنی تھی۔ چونکہ لباس کی اس قسم میں جو آپ نے زیب تن کیا تھا شرمگاہ کی بہت حفاظت ہوتی ہے، اس لیے انھیں قیامت کے دن یہ انعام دیا جائے گا کہ انھیں سب سے پہلے لباس پہنایا جائے گا۔[2] ② امام بخاری رحمہ اللہ نے مذکورہ حدیث سے شلوار پہننے کا جواز ثابت کیا ہے۔ اگرچہ رسول اللہ ﷺ کا شلوار پہننا کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں لیکن یہ لباس بہت پردے والا ہے۔ واللہ أعلم۔

(١٥) بَابُ الْعَمَائِمِ

باب: 15 - پگڑیوں کا بیان

٥٨٠٦ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ: سَمِعْتُ الزُّهْرِيَّ قَالَ: أَخْبَرَنِي سَالِمٌ عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «لَا يَلْبَسُ الْمُحْرِمُ الْقَمِيصَ، وَلَا الْعِمَامَةَ، وَلَا السَّرَاوِيلَ، وَلَا الْبُرْنُسَ، وَلَا ثَوْبًا مَسَّهُ زَعْفَرَانٌ وَلَا وَرْسٌ، وَلَا الْخُفَّيْنِ إِلَّا لِمَنْ لَمْ يَجِدِ النَّعْلَيْنِ، فَإِنْ لَمْ يَجِدْهُمَا، فَلْيَقْطَعْهُمَا أَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ». [راجع: ١٣٤]

[5806] حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، وہ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ''محرم آدمی قمیص، پگڑی، شلوار، لمبی ٹوپی نہ پہنے اور نہ وہ کپڑے پہنے جنھیں زعفران اور ورس لگا ہو، وہ موزے بھی نہ پہنے مگر جسے جوتا میسر نہ ہو تو موزوں کو ٹخنوں کے نیچے سے کاٹ ڈالے (تاکہ وہ جوتا بن جائے)۔''

فوائد ومسائل: ① اس حدیث میں ہے کہ محرم آدمی پگڑی نہیں پہن سکتا، اس کا مطلب ہے کہ عام آدمی کو اس کے پہننے کی اجازت ہے۔ ② امام بخاری رحمہ اللہ نے کوئی صریح حدیث پگڑی کے متعلق پیش نہیں کی۔ شاید انھیں ان کی قائم کردہ شرائط کے

---

① صحيح البخاري، الرقاق، حديث: 6526. ② عمدة القاري: 15/21.

مطابق کوئی حدیث دستیاب نہیں ہو سکی۔ حضرت عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو منبر پر خطبہ ارشاد فرماتے دیکھا جبکہ آپ نے سیاہ عمامہ باندھ رکھا تھا۔[1] ایک روایت میں ہے کہ آپ نے عمامے، یعنی پگڑی کے دونوں سرے اپنے کندھوں کے درمیان لٹکا رکھے تھے۔[2] حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے وقت جب رسول اللہ ﷺ مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو آپ ﷺ نے سیاہ رنگ کا عمامہ پہن رکھا تھا۔[3] ③ زمانۂ قدیم سے شریف لوگ پگڑی باندھتے آئے ہیں اوراس کے باندھنے کی مختلف صورتیں ہوسکتی ہیں کسی خاص انداز سے پگڑی باندھنا ضروری نہیں ہے۔

(١٦) بَابُ التَّقَنُّعِ

باب: 16- سر اور کچھ چہرہ ڈھانپنے (ڈھاٹا باندھنے) کا بیان

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: خَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ وَعَلَيْهِ عِصَابَةٌ دَسْمَاءُ. وَقَالَ أَنَسٌ: عَصَبَ النَّبِيُّ ﷺ عَلَى رَأْسِهِ حَاشِيَةَ بُرْدٍ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: نبی ﷺ باہر تشریف لائے جبکہ آپ کے سر پر سیاہ پٹی بندھی ہوئی تھی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نبی ﷺ نے اپنے سر مبارک پر چادر کا کنارہ باندھا ہوا تھا۔

وضاحت: کسی ضرورت کے پیش نظر ڈھاٹا باندھنا جائز ہے۔ آدمی موسم یا مخصوص حالات کی مناسبت سے اگر اپنا چہرہ اور سر ڈھانپ لے تو کوئی حرج نہیں۔ شرم و حیا کی بنا پر بھی ایسا کیا جا سکتا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث کو امام بخاری رحمہ اللہ نے متصل سند سے بیان کیا ہے۔[4] اسی طرح حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث کو بھی موصولاً ذکر کیا ہے۔[5]

٥٨٠٧ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى: أَخْبَرَنَا هِشَامٌ عَنْ مَعْمَرٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: هَاجَرَ إِلَى الْحَبَشَةِ رِجَالٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ، وَتَجَهَّزَ أَبُو بَكْرٍ مُهَاجِرًا فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «عَلَى رِسْلِكَ فَإِنِّي أَرْجُو أَنْ يُؤْذَنَ لِي»، فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: أَوَ تَرْجُوهُ بِأَبِي أَنْتَ؟ قَالَ: «نَعَمْ»، فَحَبَسَ أَبُو بَكْرٍ نَفْسَهُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ لِصُحْبَتِهِ، وَعَلَفَ رَاحِلَتَيْنِ،

[5807] ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ چند مسلمانوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی ہجرت کی تیاری کرنے لگے تو نبی ﷺ نے فرمایا: ''ابھی ٹھہر جاؤ، مجھے امید ہے کہ ہجرت کی اجازت مجھے بھی دی جائے گی۔'' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں! کیا آپ کو بھی ہجرت کی امید ہے؟ آپ نے فرمایا: ''ہاں۔'' چنانچہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ کی رفاقت کے لیے خود کو روک

[1] سنن ابن ماجه، اللباس، حديث: 3584. [2] سنن ابن ماجه، اللباس، حديث: 3587. [3] سنن أبي داود، اللباس، حديث: 4076. [4] صحيح البخاري، مناقب الأنصار، حديث: 3800. [5] صحيح البخاري، مناقب الأنصار، حديث: 3799.

كَانَتَا عِنْدَهُ، وَرَقَ السَّمُرِ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ، قَالَ عُرْوَةُ: قَالَتْ عَائِشَةُ: فَبَيْنَمَا نَحْنُ يَوْمًا جُلُوسٌ، فِي بَيْتِنَا، فِي نَحْرِ الظَّهِيرَةِ، قَالَ قَائِلٌ لِأَبِي بَكْرٍ: هٰذَا رَسُولُ اللهِ ﷺ مُقْبِلًا مُتَقَنِّعًا فِي سَاعَةٍ لَمْ يَكُنْ يَأْتِينَا فِيهَا، قَالَ أَبُو بَكْرٍ: فِدًا لَكَ بِأَبِي وَأُمِّي، وَاللهِ إِنْ جَاءَ بِهِ فِي هٰذِهِ السَّاعَةِ لَأَمْرٌ، فَجَاءَ النَّبِيُّ ﷺ فَاسْتَأْذَنَ، فَأَذِنَ لَهُ، فَدَخَلَ، فَقَالَ حِينَ دَخَلَ لِأَبِي بَكْرٍ: «أَخْرِجْ مَنْ عِنْدَكَ»، قَالَ: إِنَّمَا هُمْ أَهْلُكَ بِأَبِي أَنْتَ يَا رَسُولَ اللهِ، قَالَ: «فَإِنِّي قَدْ أُذِنَ لِي فِي الْخُرُوجِ». قَالَ: فَالصُّحْبَةَ بِأَبِي أَنْتَ يَا رَسُولَ اللهِ، قَالَ: «نَعَمْ»، قَالَ: فَخُذْ بِأَبِي أَنْتَ يَا رَسُولَ اللهِ إِحْدَى رَاحِلَتَيَّ هَاتَيْنِ، قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «بِالثَّمَنِ»، قَالَتْ: فَجَهَّزْنَاهُمَا أَحَثَّ الْجِهَازِ، وَوَضَعْنَا لَهُمَا سُفْرَةً فِي جِرَابٍ، فَقَطَعَتْ أَسْمَاءُ بِنْتُ أَبِي بَكْرٍ قِطْعَةً مِنْ نِطَاقِهَا، فَأَوْكَأَتْ بِهِ الْجِرَابَ، وَلِذٰلِكَ كَانَتْ تُسَمَّى ذَاتَ النِّطَاقَيْنِ، ثُمَّ لَحِقَ النَّبِيُّ ﷺ وَأَبُو بَكْرٍ بِغَارٍ فِي جَبَلٍ يُقَالُ لَهُ: ثَوْرٌ، فَمَكَثَ فِيهِ ثَلَاثَ لَيَالٍ، يَبِيتُ عِنْدَهُمَا عَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ، وَهُوَ غُلَامٌ شَابٌّ لَقِنٌ ثَقِفٌ، فَيَرْحَلُ مِنْ عِنْدِهِمَا سَحَرًا فَيُصْبِحُ مِنْ قُرَيْشٍ بِمَكَّةَ كَبَائِتٍ، فَلَا يَسْمَعُ [أَمْرًا] يُكَادَانِ بِهِ إِلَّا وَعَاهُ حَتَّى يَأْتِيَهُمَا بِخَبَرِ ذٰلِكَ حِينَ يَخْتَلِطُ الظَّلَامُ، وَيَرْعَى عَلَيْهِمَا عَامِرُ بْنُ فُهَيْرَةَ مَوْلَى أَبِي بَكْرٍ مِنْحَةً مِنْ غَنَمٍ فَيُرِيحُهُ عَلَيْهِمَا حِينَ تَذْهَبُ

لیا اور اپنی دو اونٹنیوں کو چار ماہ تک کیکر کے پتے کھلاتے رہے۔ حضرت عائشہ ؓ نے فرمایا: ہم ایک دن دوپہر کے وقت اپنے گھر میں بیٹھے ہوئے تھے کہ کسی نے سیدنا ابوبکر ؓ سے کہا: یہ رسول اللہ ﷺ ہیں جو سر منہ ڈھانپے اس طرف تشریف لا رہے ہیں۔ عام طور پر آپ ﷺ اس وقت ہمارے گھر تشریف نہیں لاتے تھے، حضرت ابوبکر ؓ نے کہا: میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں اللہ کی قسم! آپ کسی اہم کام کے لیے اس وقت تشریف لائے ہیں، بہرحال نبی ﷺ نے مکان پر پہنچ کر اجازت طلب کی تو حضرت ابوبکر ؓ نے انھیں اجازت دے دی۔ آپ اندر تشریف لائے اور آتے ہی ابوبکر سے فرمایا: ”جو لوگ اس وقت تمھارے پاس ہیں انھیں یہاں سے اٹھا دو۔“ حضرت ابوبکر ؓ نے کہا: میرا باپ آپ پر قربان ہو: اللہ کے رسول! یہ سب آپ کے گھر کے افراد ہیں۔ آپ نے فرمایا: ”مجھے ہجرت کی اجازت مل گئی ہے۔“ حضرت ابوبکر ؓ نے عرض کی: میرا باپ آپ پر قربان ہوا اے اللہ کے رسول! پھر مجھے رفاقت کی سعادت حاصل رہے گی؟ آپ نے فرمایا: ”ہاں۔“ انھوں نے عرض کی: اللہ کے رسول! میرا باپ آپ پر قربان ہو ان دو اونٹنیوں میں سے ایک آپ لے لیں۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ”میں یہ قیمت سے لیتا ہوں۔“ حضرت عائشہ ؓ نے فرمایا: پھر ہم نے جلدی جلدی دونوں سواریوں کا سامان تیار کیا، پھر دونوں کے لیے کھانا تیار کر کے توشہ دان میں رکھ دیا۔ حضرت اسماء بنت ابی بکر ؓ نے اپنے پٹکے کے ایک ٹکڑے سے اس توشہ دان کا منہ باندھ دیا۔ اس بنا پر انھیں ذات نطاقین کہا جاتا ہے۔ اس کے بعد نبی ﷺ اور حضرت ابوبکر ؓ غار ثور میں جا کر چھپ گئے۔ وہاں تین راتیں قیام فرمایا۔ حضرت ابوبکر ؓ کا بیٹا عبداللہ رات کے

سَاعَةٌ مِنَ الْعِشَاءِ، فَيَبِيتَانِ فِي رِسْلِهِمَا، حَتَّى يَنْعِقَ بِهِمَا عَامِرُ بْنُ فُهَيْرَةَ بِغَلَسٍ، يَفْعَلُ ذٰلِكَ كُلَّ لَيْلَةٍ مِنْ تِلْكَ اللَّيَالِي الثَّلَاثِ. [راجع: ٤٧٦]

وقت ان کے پاس ہی رہتا تھا۔ وہ نوجوان، ذہین اور سمجھدار تھا، وہ ان کے پاس سے سحری کے وقت روانہ ہوتا اور مکہ مکرمہ میں صبح ہوتے ہی قریش کے ہاں پہنچ جاتا جیسا کہ وہ مکہ ہی میں رات کے وقت رہا ہو۔ مکہ مکرمہ میں جو بات بھی ان حضرات کے خلاف ہوتی اسے محفوظ رکھتا، پھر جونہی رات کا اندھیرا چھا جاتا غار ثور میں ان حضرات کے پاس پہنچ کر تمام تفصیلات سے آگاہ کر دیتا۔ حضرت ابوبکر ؓ کا آزاد کردہ غلام عامر بن فہیرہ ؓ دودھ دینے والی بکریاں چراتا تھا اور جب رات کا ایک حصہ گزر جاتا تو ان بکریوں کو غار ثور کی طرف ہانک کر لے جاتا۔ وہ دونوں (رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر ؓ) بکریوں کا دودھ پی کر رات بسر کرتے، پھر عامر بن فہیرہ صبح اندھیرے اندھیرے وہاں سے روانہ ہو جاتا۔ ان تین راتوں میں اس نے ہر رات ایسا ہی کیا۔

فوائد ومسائل: ① اس حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ دوپہر کے وقت سر منہ ڈھانپ کر حضرت ابوبکر ؓ کے گھر تشریف لے گئے۔ چادر وغیرہ سے سر منہ ڈھانپنے کا رواج عربوں میں آج بھی موجود ہے۔ وہاں کی گرم آب وہوا کے وقت ایسا کرنا ضروری بھی ہے، بلاوجہ ایسا کرنا درست نہیں، تاہم کسی ضرورت کے پیش نظر ڈھاٹا باندھنا جائز ہے، مثلاً: سخت گرمی ہو یا سردی ہو یا کوئی ایسی چیز جس کے لیے ایسا کرنا ضروری ہو تو سر منہ ڈھانپنے میں کوئی حرج نہیں۔ ② اگر خود سے کوئی نقصان دہ چیز دور کرنا مقصود ہو تو جائز ہے بصورت دیگر سر منہ ڈھانپنے سے بچنا چاہیے کیونکہ اس سے شکوک وشبہات پیدا ہوتے ہیں۔ انسان کو چاہیے کہ اپنے آپ کو اس قسم کے امتحان میں نہ ڈالے۔ واللّٰہ أعلم.

(١٧) بَابُ الْمِغْفَرِ

باب: 17- خود پہننے کا بیان

٥٨٠٨ - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ: حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ دَخَلَ مَكَّةَ عَامَ الْفَتْحِ وَعَلَى رَأْسِهِ الْمِغْفَرُ. [راجع: ١٨٤٦]

[5808] حضرت انس ؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ فتح مکہ کے سال مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے جبکہ آپ کے سر مبارک پر خود تھا۔

فوائد ومسائل: ① اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مکہ مکرمہ میں احرام کے بغیر داخل ہونا بھی جائز ہے۔ احرام صرف اس

وقت ضروری ہے جب حج یا عمرے کی نیت ہو۔ ② حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فتح مکہ کے دن رسول اللہ ﷺ جب مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو آپ نے سیاہ عمامہ باندھا ہوا تھا۔[1] اس کا جواب یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مختلف اوقات میں دونوں، یعنی پگڑی اور خود باندھے ہوں گے، چنانچہ ممکن ہے جس وقت آپ داخل ہوئے ہوں اس وقت آپ کے سر مبارک پر خود ہو اور پھر اسے اتار کر سیاہ پگڑی پہن لی ہو کیونکہ ایک روایت میں ہے کہ نبی ﷺ نے کعبہ کے دروازے پر سیاہ پگڑی پہنے ہوئے خطبہ دیا تھا۔[2] ابن بطال نے کہا ہے کہ فتح مکہ کے دن رسول اللہ ﷺ کا خود پہن کر داخل ہونا اس بات کی علامت ہے کہ آپ حالت جنگ میں داخل ہوئے تھے اور آپ محرم نہیں تھے۔[3]

(١٨) بَابُ الْبُرُودِ وَالْحِبَرِ وَالشَّمْلَةِ

باب:18- دھاری دار، یمنی اور اونی چادروں (کملیوں) کا بیان

وَقَالَ خَبَّابٌ: شَكَوْنَا إِلَى النَّبِيِّ ﷺ وَهُوَ مُتَوَسِّدٌ بُرْدَتَهُ.

حضرت خباب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے نبی ﷺ سے (مشرکین کے مظالم کی) شکایت کی جبکہ آپ اس وقت دھاری دار چادر پر ٹیک لگائے ہوئے تھے۔

وضاحت: ''بردہ'' چھوٹی دھاری دار چادر کو کہتے ہیں اور ''حبرہ'' یمن کی بنی ہوئی سبز چادر ہے جبکہ ''شملہ'' بڑی اونی چادر کو کہتے ہیں۔ ان تمام چادروں کا بوقت ضرورت استعمال جائز ہے۔ حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ کا واقعہ امام بخاری رحمہ اللہ نے متصل سند سے بیان کیا ہے۔[4]

٥٨٠٩ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: كُنْتُ أَمْشِي مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ وَعَلَيْهِ بُرْدٌ نَجْرَانِيٌّ غَلِيظُ الْحَاشِيَةِ، فَأَدْرَكَهُ أَعْرَابِيٌّ فَجَبَذَهُ بِرِدَائِهِ جَبْذَةً شَدِيدَةً حَتَّى نَظَرْتُ إِلَى صَفْحَةِ عَاتِقِ رَسُولِ اللهِ ﷺ قَدْ أَثَّرَتْ بِهَا حَاشِيَةُ الْبُرْدِ مِنْ شِدَّةِ جَبْذَتِهِ، ثُمَّ قَالَ: يَا مُحَمَّدُ، مُرْ لِي مِنْ مَالِ اللهِ

[5809] حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ چل رہا تھا جبکہ آپ پر موٹے حاشیے والی نجرانی چادر تھی۔ آپ کو ایک اعرابی ملا اور رسول اللہ ﷺ کی چادر سے آپ کو زور سے کھینچا حتی کہ میں نے آپ کے کندھے پر زور سے کھینچنے کی وجہ سے ایک نشان دیکھا۔ پھر اس نے کہا: اے محمد! مجھے اللہ تعالیٰ کے اس مال سے دینے کا حکم دیں جو آپ کے پاس ہے۔ رسول اللہ ﷺ اس کی طرف متوجہ

---

① سنن ابن ماجه، اللباس، حديث: 3586. ② سنن ابن ماجه، اللباس، حديث: 3584. ③ عمدة القاري: 26/15.
④ صحيح البخاري، مناقب الأنصار، حديث: 3852.

الَّذِي عِنْدَكَ، فَالْتَفَتَ إِلَيْهِ رَسُولُ اللهِ ﷺ ثُمَّ ضَحِكَ، ثُمَّ أَمَرَ لَهُ بِعَطَاءٍ. [راجع: ٣١٤٩]

ہوئے، پھر ہنس دیے، اس کے بعد آپ نے اسے عطیہ دینے کا حکم دیا۔

فوائد ومسائل: ① رسول اللہ ﷺ اخلاق فاضلہ سے متصف تھے۔ آپ نے اس گنوار کی حرکت کا کوئی نوٹس نہ لیا بلکہ مسکرا کر اسے ٹال دیا اور اسے خیرات بھی دی۔ اس وقت آپ کے جسم مبارک پر ایک چادر تھی اسی سے امام بخاری ؒ نے ترجمۃ الباب ثابت کیا ہے۔ ② دراصل آپ جس سے اسلام لانے کی امید کرتے، اس پر سختی نہ فرماتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کے خلق عظیم کی قرآن کریم نے بھی شہادت دی۔ فِداهُ أبي وأمي و روحي- ﷺ۔

٥٨١٠ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ: حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ ابْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ: جَاءَتِ امْرَأَةٌ بِبُرْدَةٍ - قَالَ سَهْلٌ: هَلْ تَدْرُونَ مَا الْبُرْدَةُ؟ قَالَ: نَعَمْ، هِيَ الشَّمْلَةُ مَنْسُوجٌ فِي حَاشِيَتِهَا - قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنِّي نَسَجْتُ هٰذِهِ بِيَدِي أَكْسُوكَهَا، فَأَخَذَهَا رَسُولُ اللهِ ﷺ مُحْتَاجًا إِلَيْهَا، فَخَرَجَ إِلَيْنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ وَإِنَّهَا لَإِزَارُهُ فَجَسَّهَا رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، اكْسُنِيهَا، قَالَ: «نَعَمْ»، فَجَلَسَ مَا شَاءَ اللهُ فِي الْمَجْلِسِ، ثُمَّ رَجَعَ فَطَوَاهَا ثُمَّ أَرْسَلَ بِهَا إِلَيْهِ، فَقَالَ لَهُ الْقَوْمُ: مَا أَحْسَنْتَ، سَأَلْتَهَا إِيَّاهُ وَقَدْ عَرَفْتَ أَنَّهُ لَا يَرُدُّ سَائِلًا، فَقَالَ الرَّجُلُ: وَاللهِ مَا سَأَلْتُهَا إِلَّا لِتَكُونَ كَفَنِي يَوْمَ أَمُوتُ. قَالَ سَهْلٌ: فَكَانَتْ كَفَنَهُ. [راجع: ١٢٧٧]

[5810] حضرت سہل بن سعد ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ ایک عورت بردہ لے کر آئی..... حضرت سہل ؓ نے (اپنے شاگرد سے) پوچھا: تم جانتے ہو بردہ کیا چیز ہے؟ انھوں نے کہا: ہاں، یہ ایک چادر ہے جس کے حاشیے بنے ہوتے ہیں..... اس عورت نے کہا: اللہ کے رسول! میں نے یہ چادر اپنے ہاتھوں سے تیار کی ہے اور آپ کو پہنانا چاہتی ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے وہ چادر ضرورت مند کے طور پر اس سے لے لی۔ پھر رسول اللہ ﷺ اسے تہبند کے طور پر باندھ کر ہمارے پاس تشریف لائے۔ صحابۂ کرام میں سے ایک صاحب نے اسے چھوا اور عرض کی: اللہ کے رسول! یہ مجھے عطا کر دیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں لے لو۔'' پھر آپ جس قدر اللہ تعالیٰ نے چاہا مجلس میں بیٹھے، اس کے بعد گھر تشریف لے گئے اور وہ چادر لپیٹ کر اس کے پاس بھیج دی۔ صحابۂ کرام نے اس آدمی سے کہا: تو نے اچھا نہیں کیا کہ آپ ﷺ سے وہ چادر مانگ لی جبکہ تمھیں معلوم ہے کہ آپ ﷺ کسی سائل کو محروم نہیں کرتے۔ اس آدمی نے کہا: اللہ کی قسم! میں نے وہ چادر اس لیے مانگی تھی کہ جب میں مروں تو یہ میرا کفن ہو۔ حضرت سہل ؓ نے بیان کیا کہ وہ چادر ان کے لیے بطور کفن ہی استعمال ہوئی۔

فوائدومسائل: ① چادر مانگنے والے سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ تھے۔ ② اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مرنے سے پہلے اپنا کفن تیار کرنا جائز ہے، چنانچہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس سلسلے میں ایک عنوان بھی قائم کیا ہے۔[1] ③ وہ خاتون کس قدر خوش نصیب تھی جس نے اپنے ہاتھوں سے رسول اللہ ﷺ کے لیے بہترین ادنی چادر تیار کی اور رسول اللہ ﷺ نے اسے بخوشی قبول فرمایا اور زیب تن کیا، پھر حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کس قدر خوش نصیب ہیں جنھیں یہ چادر کفن کے لیے نصیب ہوئی۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث سے ثابت کیا ہے کہ اونی چادر استعمال کرنا جائز ہے۔ واللہ أعلم.

٥٨١١ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ: أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مِنْ أُمَّتِي زُمْرَةٌ هِيَ سَبْعُونَ أَلْفًا، تُضِيءُ وُجُوهُهُمْ إِضَاءَةَ الْقَمَرِ». فَقَامَ عُكَّاشَةُ بْنُ مِحْصَنٍ الْأَسَدِيُّ يَرْفَعُ نَمِرَةً عَلَيْهِ، قَالَ: ادْعُ اللهَ لِي يَا رَسُولَ اللهِ أَنْ يَجْعَلَنِي مِنْهُمْ، فَقَالَ: «اللَّهُمَّ اجْعَلْهُ مِنْهُمْ». ثُمَّ قَامَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، ادْعُ اللهَ أَنْ يَجْعَلَنِي مِنْهُمْ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ: «سَبَقَكَ عُكَّاشَةُ». [انظر: ٦٥٤٢]

[5811] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ''میری امت سے جنت میں ستر ہزار کا ایک گروہ بغیر حساب داخل ہوگا، جن کے چہرے چاند کی طرح درخشاں ہوں گے۔'' حضرت عکاشہ بن محصن اسدی رضی اللہ عنہ اپنی دھاری دار چادر سنبھالتے ہوئے اٹھے اور عرض کی: اللہ کے رسول! میرے لیے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھے ان میں سے کر دے۔ آپ ﷺ نے دعا کی: ''اے اللہ! اسے (عکاشہ رضی اللہ عنہ کو) ان میں سے کر دے۔'' اس کے بعد قبیلۂ انصار کے ایک آدمی کھڑے ہوئے اور عرض کی: اللہ کے رسول! دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی ان میں سے بنا دے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''عکاشہ تم سے بازی لے گیا ہے۔''

فوائدومسائل: ① ''نمرہ'' وہ چادر ہے جس میں رنگ دار پھول ہوتے ہیں گویا وہ چیتے کے چمڑے سے بنائی گئی ہو کیونکہ دونوں کا رنگ اور بیل بوٹے ایک جیسے ہوتے ہیں۔ ② اس حدیث میں ہے کہ حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ نے اپنی دھاری دار چادر کو سنبھالتے ہوئے عرض کی، اس سے امام بخاری رحمہ اللہ نے ثابت کیا ہے کہ دھاری دار چادر اوڑھنا جائز ہے اور اس طرح کی نقش و نگار والی چادر استعمال کرنا زہد و تقوی کے منافی نہیں۔

٥٨١٢ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَاصِمٍ: حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ: قُلْتُ لَهُ: أَيُّ الثِّيَابِ كَانَ أَحَبَّ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ؟ قَالَ:

[5812] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قتادہ نے ان سے سوال کیا کہ نبی ﷺ کو کس طرح کا لباس زیادہ پسند تھا؟ انھوں نے کہا کہ دھاری دار چادر بہت پسند تھی۔

[1] صحيح البخاري، الجنائز، باب: 28.

الْحِبَرَةُ. [انظر: ٥٨١٣]

٥٨١٣ - حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِي الْأَسْوَدِ: حَدَّثَنَا مُعَاذٌ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ أَحَبُّ الثِّيَابِ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ أَنْ يَلْبَسَهَا الْحِبَرَةُ.

[راجع: ٥٨١٢]

[5813] حضرت انس بن مالک ؓ ہی سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا کہ نبی ﷺ کو تمام کپڑوں سے دھاری دار چادر زیب تن کرنا زیادہ پسند تھا۔

فائدہ: حبرة، اس دھاری دار سبز چادر کو کہتے ہیں جو یمن میں تیار ہوتی تھی۔ رسول اللہ ﷺ کو یہ چادر اس لیے زیادہ پسند ہوتی تھی کہ ایک تو مضبوط ہوتی تھی اور دوسرے اس کا رنگ ایسا ہوتا تھا کہ اس میں میل زیادہ محسوس نہ ہوتی تھی۔ ابن بطال نے لکھا ہے کہ یہ چادریں یمن میں روئی سے تیار ہوتی تھیں اور ان کے ہاں یہ بہترین لباس ہوتا تھا۔ اسے حبرہ اس لیے کہا جاتا تھا کہ اسے زینت کے طور پر استعمال کیا جاتا تھا۔[1]

٥٨١٤ - حَدَّثَنِي أَبُو الْيَمَانِ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ أَخْبَرَتْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ حِينَ تُوُفِّيَ سُجِّيَ بِبُرْدٍ حِبَرَةٍ.

[5814] نبی ﷺ کی زوجۂ محترمہ ام المومنین حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے، انھوں نے بتایا کہ جب رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوئی تو آپ کی نعش مبارک پر ایک دھاری دار یمنی چادر ڈال دی گئی تھی۔

فوائد ومسائل: ① ان تمام احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو دھاری دار سبز چادر بہت پسند تھی، چنانچہ آپ کی وفات کے بعد بھی آپ ﷺ کے لیے ایسی چادر کو منتخب کیا گیا۔ احادیث میں رسول اللہ ﷺ کے بارے میں آتا ہے کہ آپ نے مختلف اوقات میں مختلف رنگوں کی چادریں استعمال کی ہیں۔ ② امام بخاری ؒ نے ان احادیث سے حضرت عمر ؓ کے ایک بیان کی طرف اشارہ کیا ہے کہ انھوں نے ایک مرتبہ ارادہ کیا تھا کہ وہ یمنی جوڑوں کے استعمال پر پابندی لگا دیں کیونکہ انھیں پیشاب میں رنگا جاتا تھا لیکن انھیں حضرت ابی ؓ نے کہا کہ آپ ایسا نہ کریں کیونکہ انھیں رسول اللہ ﷺ نے زیب تن فرمایا اور ہم نے بھی آپ کے عہد مبارک میں انھیں پہنا ہے، لیکن یہ روایت قابل حجت نہیں کیونکہ حسن بصری کا سماع حضرت عمر ؓ سے ثابت نہیں ہے۔[2]

(١٩) بَابُ الْأَكْسِيَةِ وَالْخَمَائِصِ

باب: 19- کملیوں اور حاشیہ دار اونی چادروں کا بیان

1 فتح الباري: 341/10. 2 فتح الباري: 341/10.

وضاحت: کساء اونی چادر کو کہتے ہیں۔ اگر اس میں پھول ہوں تو اسے خمیصہ کہا جاتا ہے۔ یہ سیاہ نقش و نگار والی ہوتی تھی۔ یہ سلف صالحین کا لباس تھا۔[1]

٥٨١٥، ٥٨١٦ - حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ: أَنَّ عَائِشَةَ وَعَبْدَ اللهِ بْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ قَالَا: لَمَّا نَزَلَ بِرَسُولِ اللهِ ﷺ طَفِقَ يَطْرَحُ خَمِيصَةً لَهُ عَلَى وَجْهِهِ، فَإِذَا اغْتَمَّ كَشَفَهَا عَنْ وَجْهِهِ، فَقَالَ وَهُوَ كَذٰلِكَ: «لَعْنَةُ اللهِ عَلَى الْيَهُودِ وَالنَّصَارَى، اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ»، يُحَذِّرُ مَا صَنَعُوا. [راجع: ٤٣٥، ٤٣٦]

[5816,5815] حضرت عائشہ اور حضرت ابن عباس ﷺ سے روایت ہے، ان دونوں نے کہا کہ جب رسول اللہ ﷺ پر آخری مرض طاری ہوا تو آپ اپنی چادر (کملی) کو چہرے پر ڈالتے تھے اور جب سانس گھٹنے لگتا تو چہرہ کھول دیتے۔ آپ نے اسی حالت میں فرمایا: ''یہود و نصاریٰ پر اللہ کی لعنت ہو، انھوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا تھا۔'' آپ ﷺ ان کے عمل بد سے مسلمانوں کو ڈرا رہے تھے۔

فوائد و مسائل: ① ہمارے ہاں مسلمانوں کی ایک ایسی قسم بھی دستیاب ہے جنھوں نے یہود و نصاریٰ کی طرح بزرگوں کی قبروں کو مزین کر کے دکانوں کی شکل دے رکھی ہے، وہاں لوگوں سے سجدے کراتے، عرضیاں لٹکاتے اور نیازیں چڑھاتے ہیں۔ یہ لوگ تو قبر پر اپنی دوکانداری چمکاتے ہیں اور قبر کے اندر بزرگ ان پر لعنت بھیجتے ہیں۔ یہ لوگ اللہ کے ہاں ملعون ہیں، خواہ وہ حاجی اور نمازی ہی کیوں نہ ہوں۔ ② امام بخاری ؒ نے اس حدیث سے "خمیصہ" یعنی سیاہ نقش و نگار والا کمبل ثابت کیا ہے کہ اسے استعمال کیا جا سکتا ہے، رسول اللہ ﷺ نے اسے آخری وقت میں اپنے اوپر اوڑھا تھا۔

٥٨١٧ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ: حَدَّثَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: صَلَّى رَسُولُ اللهِ ﷺ فِي خَمِيصَةٍ لَهُ، لَهَا أَعْلَامٌ، فَنَظَرَ إِلَى أَعْلَامِهَا نَظْرَةً، فَلَمَّا سَلَّمَ قَالَ: «اذْهَبُوا بِخَمِيصَتِي هٰذِهِ إِلَى أَبِي جَهْمٍ؛ فَإِنَّهَا أَلْهَتْنِي آنِفًا عَنْ صَلَاتِي، وَائْتُونِي بِأَنْبِجَانِيَّةِ أَبِي جَهْمٍ» ابْنِ حُذَيْفَةَ بْنِ غَانِمٍ مِنْ بَنِي عَدِيِّ بْنِ كَعْبٍ. [راجع: ٣٧٣]

[5817] حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی ایک منقش چادر میں نماز پڑھی۔ آپ نے (دوران نماز میں ہی) اس کے نقش و نگار پر ایک نظر ڈالی۔ پھر جب آپ نے سلام پھیرا تو فرمایا: ''میری اس منقش چادر کو ابو جہم کے پاس لے جاؤ اور اسے واپس کر دو کیونکہ اس نے ابھی مجھے میری نماز سے غافل کر دیا تھا۔ اور وہاں سے ابو جہم کی سادہ چادر لے آؤ۔'' یہ ابو جہم بن حذیفہ بن غانم، عدی بن کعب کے قبیلے سے تھے۔

[1] عمدة القاري: 30/15.

فوائدومسائل: ① کمبل میں نقش ونگار ہواور بیل بوٹوں سے گل کاری کی گئی ہوتو اسے خمیصہ کہا جاتا ہے اور انبجانیہ سادہ چادر کو کہتے ہیں جس میں نقش ونگار نہ ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کے نقش ونگار کی وجہ سے ناپسند فرمایا کیونکہ اس کے نقش ونگار سے نماز میں خلل آتا تھا، لیکن اس نماز کو دوبارہ نہیں پڑھا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسی چادر اوڑھ کر اگر نماز پڑھی جائے تو نماز ہو جاتی ہے اور اسے دوبارہ پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ② رسول اللہ ﷺ نے اسے استعمال فرمایا، اس لیے اس کا اوڑھنا جائز ہے۔

٥٨١٨ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ: حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ هِلَالٍ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ قَالَ: أَخْرَجَتْ إِلَيْنَا عَائِشَةُ كِسَاءً وَإِزَارًا غَلِيظًا، قَالَتْ: قُبِضَ رُوحُ النَّبِيِّ ﷺ فِي هٰذَيْنِ. [راجع: ٣١٠٨]

[5818] حضرت ابو بردہ ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ حضرت عائشہ ؓ نے ہمیں ایک موٹی کملی اور ایک موٹی چادر دکھائی اور فرمایا کہ نبی ﷺ کی روح ان دونوں کپڑوں میں قبض ہوئی تھی۔

فوائدومسائل: ① ایک روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ ؓ نے فرمایا: موٹی چادر یمن کی بنی ہوئی تھی اور کمبل بھی اسی قسم کا تھا جسے تم مُلَبدہ کہتے ہو۔[1] ② دراصل لِبدہ کپڑے کے اس ٹکڑے کو کہتے ہیں جو پیوند لگانے کے طور پر استعمال ہوتا ہے، رسول اللہ ﷺ کا کمبل پیوند شدہ تھا یا اس کی بُنتی اس طرح کی تھی کہ چار خانے بنے ہوتے تھے اور وہ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے پیوند لگے ہوئے ہوں، بہر حال اس طرح کے کپڑے رسول اللہ ﷺ کے زیر استعمال تھے، لہٰذا انھیں اوڑھنے یا پہننے میں کوئی حرج نہیں۔ واللہ أعلم.

(٢٠) بَابُ اشْتِمَالِ الصَّمَّاءِ

باب: 20- اشتمال الصماء کا بیان

وضاحت: ایک ہی کپڑے کو اس طرح لپیٹ لینا کہ ہاتھ پاؤں باہر نہ نکل سکیں، اسے عربی میں اشتمال الصماء کہتے ہیں۔ ایسا کرنا منع ہے کیونکہ اس صورت میں انسان کسی طرح سنبھل نہیں سکتا۔ اس انداز کو پنجابی میں ''بولی بکل'' کہتے ہیں۔

٥٨١٩ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ عَنْ خُبَيْبٍ، عَنْ حَفْصِ ابْنِ عَاصِمٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنِ الْمُلَامَسَةِ وَالْمُنَابَذَةِ، وَعَنْ صَلَاتَيْنِ: بَعْدَ الْفَجْرِ حَتَّى تَرْتَفِعَ الشَّمْسُ، وَبَعْدَ الْعَصْرِ حَتَّى تَغِيبَ الشَّمْسُ. وَأَنْ يَحْتَبِيَ

[5819] حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے بیع ملامسہ اور بیع منابذہ سے منع فرمایا اور آپ نے دو اوقات میں نماز پڑھنے سے بھی منع فرمایا: نماز فجر کے بعد سورج بلند ہونے تک اور عصر کے بعد سورج غروب ہونے تک اور اس سے بھی منع فرمایا کہ کوئی شخص صرف ایک کپڑا جسم پر لپیٹ کر اور گھٹنے اٹھا کر اس طرح

[1] صحيح البخاري، فرض الخمس، حديث : 3108.

بِالثَّوْبِ الْوَاحِدِ لَيْسَ عَلَى فَرْجِهِ مِنْهُ شَيْءٌ بَيْنَهُ وَ بَيْنَ السَّمَاءِ، وَأَنْ يَشْتَمِلَ الصَّمَّاءَ. [راجع: ٣٦٨]

بیٹھ جائے کہ اس کی شرمگاہ پر زمین و آسمان کے درمیان کوئی چیز نہ ہو اور اشتمال صماء سے بھی منع فرمایا۔

فوائد ومسائل: ① بیع ملامسہ یہ ہے کہ جو کپڑا خریدنا ہو اسے ہاتھ لگا دینے ہی سے بیع پختہ ہو جائے اور اسے الٹ پلٹ کر نہ دیکھنے کی شرط ہوئی ہو اور بیع منابذہ یہ ہے کہ ایک دوسرے کی طرف کپڑا پھینکنے ہی سے بیع پختہ ہو جائے۔ یہ دونوں صورتیں دھوکے سے خالی نہیں ہیں، اس لیے ان سے منع کیا گیا ہے۔ ② ایک کپڑا لپیٹنے کے منع ہونے کی وجہ عریانی ہے کیونکہ اس سے شرمگاہ ظاہر ہوتی ہے۔ بعض اوقات اوباش لوگ جان بوجھ کر ایسا کرتے ہیں، ان کی مشابہت سے منع کیا گیا ہے اور اشتمال الصماء اس لیے منع ہے کہ اس صورت میں انسان موذی جانور اور زہریلے کیڑے مکوڑوں سے اپنا دفاع نہیں کرسکتا۔

٥٨٢٠ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يُونُسَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَامِرُ بْنُ سَعْدٍ أَنَّ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ قَالَ: نَهَى رَسُولُ اللهِ ﷺ عَنْ لِبْسَتَيْنِ وَعَنْ بَيْعَتَيْنِ: نَهَى عَنِ الْمُلَامَسَةِ وَالْمُنَابَذَةِ فِي الْبَيْعِ، وَالْمُلَامَسَةُ: لَمْسُ الرَّجُلِ ثَوْبَ الْآخَرِ بِيَدِهِ بِاللَّيْلِ أَوْ بِالنَّهَارِ، وَلَا يُقَلِّبُهُ إِلَّا بِذٰلِكَ، وَالْمُنَابَذَةُ: أَنْ يَنْبِذَ الرَّجُلُ إِلَى الرَّجُلِ بِثَوْبِهِ، وَيَنْبِذَ الْآخَرُ ثَوْبَهُ وَيَكُونَ ذٰلِكَ بَيْعَهُمَا عَنْ غَيْرِ نَظَرٍ وَلَا تَرَاضٍ. وَاللِّبْسَتَانِ اشْتِمَالُ الصَّمَّاءِ، وَالصَّمَّاءُ: أَنْ يَجْعَلَ ثَوْبَهُ عَلَى أَحَدِ عَاتِقَيْهِ، فَيَبْدُوَ أَحَدُ شِقَّيْهِ لَيْسَ عَلَيْهِ ثَوْبٌ، وَاللِّبْسَةُ الْأُخْرَى احْتِبَاؤُهُ بِثَوْبِهِ وَهُوَ جَالِسٌ، لَيْسَ عَلَى فَرْجِهِ مِنْهُ شَيْءٌ. [راجع: ٣٦٧]

[5820] حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے دو لباسوں اور خرید و فروخت کی دو قسموں سے منع فرمایا ہے: آپ نے بیع ملامسہ اور بیع منابذہ سے منع فرمایا: ملامسہ بیع یہ ہے کہ کوئی آدمی دن یا رات میں اپنے ہاتھ سے کسی دوسرے کا کپڑا چھو لے اور اسے کھول کر نہ دیکھے اسی سے بیع پختہ کرے۔ منابذہ کی صورت یہ ہے کہ ایک آدمی اپنا کپڑا دوسرے کی طرف اور وہ اس کی طرف پھینکے اور بغیر دیکھے اور باہمی رضامندی کے بغیر ہی بیع منعقد ہو جائے۔ اور جن دو لباسوں سے آپ ﷺ نے منع فرمایا ان میں سے ایک اشتمال الصماء ہے کہ انسان اپنا کپڑا اپنے ایک کندھے پر اس طرح ڈالے کہ دوسری طرف ننگی ہو اور اس پر کوئی کپڑا نہ ہو۔ اور دوسرا لباس احتباء (گوٹ مار کر بیٹھنا) ہے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ بیٹھ کر اپنے کپڑے سے کمر اور پنڈلیاں باندھ لی جائیں اور شرمگاہ پر کوئی کپڑا نہ ہو۔

فوائد ومسائل: ① دور جاہلیت میں عربوں کے ہاں اس قسم کی خرید و فروخت عام تھی، اس سے اسلام نے منع فرما دیا کیونکہ اس میں دھوکا ہوتا تھا اور اسی طرح ان کے ہاں مجلس میں بیٹھنے کا ایک طریقہ یہ ہوتا تھا جس کی حدیث میں وضاحت کی گئی ہے۔ ② بیٹھنے کی اس صورت میں شرمگاہ کھل جایا کرتی تھی، اس لیے رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع فرمایا۔ احتباء میں اگر پردے کا

اہتمام ہوتو اس طرح بیٹھنا جائز ہے۔ والله أعلم.

(٢١) بَابُ الْاِحْتِبَاءِ فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ

باب: 21- ایک کپڑے میں گوٹ مار کر بیٹھنا

٥٨٢١ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: نَهَى رَسُولُ اللهِ ﷺ عَنْ لِبْسَتَيْنِ: أَنْ يَحْتَبِيَ الرَّجُلُ فِي الثَّوْبِ الْوَاحِدِ لَيْسَ عَلَى فَرْجِهِ مِنْهُ شَيْءٌ، وَأَنْ يَشْتَمِلَ بِالثَّوْبِ الْوَاحِدِ لَيْسَ عَلَى أَحَدِ شِقَّيْهِ، وَعَنِ الْمُلَامَسَةِ وَالْمُنَابَذَةِ. [راجع: ٣٦٨]

[5821] حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے دو قسم کے لباس سے منع فرمایا ہے: ایک یہ کہ ایک ہی کپڑے سے اپنی کمر اور پنڈلی کو ملا کر باندھ لے اور اس کی شرمگاہ پر کوئی کپڑا نہ ہو اور دوسرا یہ کہ کوئی شخص ایک کپڑے کو اس طرح جسم پر لپیٹ لے کہ دوسری طرف کپڑے کا کوئی حصہ نہ ہو۔ اسی طرح آپ نے بیع ملامسہ اور بیع منابذہ سے بھی منع فرمایا ہے۔

٥٨٢٢ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ: أَخْبَرَنِي مَخْلَدٌ: أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي ابْنُ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَى عَنِ اشْتِمَالِ الصَّمَّاءِ، وَأَنْ يَحْتَبِيَ الرَّجُلُ فِي الثَّوْبِ الْوَاحِدِ لَيْسَ عَلَى فَرْجِهِ مِنْهُ شَيْءٌ. [راجع: ٣٦٧]

[5822] حضرت ابوسعید خدری ؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے اشتمال صماء سے منع فرمایا ہے اور اس سے بھی روکا ہے کہ ایک شخص کپڑے سے اپنی کمر اور پنڈلیوں کو باندھ لے جبکہ شرمگاہ پر کوئی کپڑا نہ ہو۔

فوائد ومسائل: ① ایک حدیث میں اس کی وضاحت ان الفاظ میں ہے کہ آدمی کپڑا اس طرح لپیٹے کہ اس کی شرمگاہ آسمان کی طرف کھلی رہے۔[1] ② اس کے ممنوع ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس صورت میں عریانی پائی جاتی ہے کیونکہ اس سے شرمگاہ ظاہر ہوتی ہے، حالانکہ اسے ڈھانپنے کا حکم ہے۔ بعض اوقات اوباش لوگ اس طرح کرتے ہیں، لہٰذا ان کی مشابہت اختیار کرنا بھی درست نہیں، البتہ اگر پردے کا اہتمام ہو تو احتیاط کے ساتھ اس طرح بیٹھنے میں کوئی حرج نہیں۔ اسے ہماری زبان میں گوٹ مار کر بیٹھنا کہتے ہیں۔ والله أعلم.

(٢٢) بَابُ الْخَمِيصَةِ السَّوْدَاءِ

باب: 22- کالی کملی کا بیان

٥٨٢٣ - حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ

[5823] حضرت ام خالد بنت خالد ؓ سے روایت ہے

[1] سنن أبي داود، اللباس، حديث: 4080.

سَعِيدٍ عَنْ أَبِيهِ سَعِيدِ بْنِ فُلَانٍ - [هُوَ عَمْرُو] بْنُ سَعِيدِ بْنِ الْعَاصِ - عَنْ أُمِّ خَالِدٍ بِنْتِ خَالِدٍ: أُتِيَ النَّبِيُّ ﷺ بِثِيَابٍ فِيهَا خَمِيصَةٌ سَوْدَاءُ صَغِيرَةٌ فَقَالَ: «مَنْ تَرَوْنَ أَنْ نَكْسُوَ هٰذِهِ؟» فَسَكَتَ الْقَوْمُ قَالَ: ائْتُونِي بِأُمِّ خَالِدٍ، فَأُتِيَ بِهَا تُحْمَلُ، فَأَخَذَ الْخَمِيصَةَ بِيَدِهِ فَأَلْبَسَهَا وَقَالَ: «أَبْلِي وَأَخْلِقِي». وَكَانَ فِيهَا عَلَمٌ أَخْضَرُ أَوْ أَصْفَرُ، فَقَالَ: «يَاأُمَّ خَالِدٍ، هٰذَا سَنَاهْ». وَسَنَاهْ بِالْحَبَشِيَّةِ [حَسَنٌ]. [راجع: ٣٠٧١]

کہ نبی ﷺ کے پاس کچھ کپڑے لائے گئے۔ ان میں ایک چھوٹی سی دھاری دار اونی چادر بھی تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”تمھارا کیا خیال ہے کہ ہم یہ چادر کس کو پہنائیں؟“ صحابۂ کرام خاموش رہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”ام خالد ؓ کو میرے پاس لاؤ“ چنانچہ انھیں اٹھا کر لایا گیا تو رسول اللہ ﷺ نے وہ چادر اپنے ہاتھ میں لی اور انھیں پہنا کر یہ دعا دی: ”اللہ کرے تم اسے خوب پہنو اور پرانا کرو۔“ اس چادر میں سبز یا زرد نقش و نگار تھے آپ ﷺ نے فرمایا: ”اے ام خالد! یہ نقش و نگار ”سناہ“ ہیں۔ حبشی زبان میں لفظ ”سناہ“ خوبصورت کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔

فوائد ومسائل: ① حضرت ام خالد ؓ حبشہ میں پیدا ہوئی تھیں اور حبشی زبان جانتی تھیں، اس لیے رسول اللہ ﷺ نے خوش ہو کر حبشی زبان میں ہی اس کپڑے کی تعریف فرمائی۔ ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ اس چادر کے سرخ یا زرد نقش و نگار دیکھنے لگے اور فرماتے جاتے: سناہ سناہ، یعنی بہت خوبصورت ہے، بہت خوبصورت ہے۔[1] ② رسول اللہ ﷺ کے صحابۂ کرام ؓ میں جب کوئی نیا کپڑا پہنتا تو اسے یوں دعا دی جاتی: ”اللہ کرے تم اسے خوب پرانا کرو اور اللہ تعالیٰ اس کے بعد تمھیں اور بھی عنایت فرمائے۔“[2] ③ اس حدیث میں کالے رنگ کے کمبل کا ذکر ہے جو رسول اللہ ﷺ نے حضرت ام خالد ؓ کو پہنایا تھا، عنوان سے یہی مطابقت ہے۔

٥٨٢٤ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ: حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنِ ابْنِ عَوْنٍ، عَنْ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: لَمَّا وَلَدَتْ أُمُّ سُلَيْمٍ قَالَتْ لِي: يَا أَنَسُ، انْظُرْ هٰذَا الْغُلَامَ فَلَا يُصِيبَنَّ شَيْئًا حَتَّى تَغْدُوَ بِهِ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ يُحَنِّكُهُ. فَغَدَوْتُ بِهِ فَإِذَا هُوَ فِي حَائِطٍ وَعَلَيْهِ خَمِيصَةٌ حُرَيْثِيَّةٌ، وَهُوَ يَسِمُ الظَّهْرَ الَّذِي قَدِمَ عَلَيْهِ فِي الْفَتْحِ. [راجع: ١٥٠٢]

[5824] حضرت انس ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: جب حضرت ام سلیم ؓ نے بچہ جنم دیا تو انھوں نے مجھے کہا: اے انس! اس بچے کا خیال رکھو، یہ کوئی چیز نہ کھانے پائے حتی کہ صبح کے وقت تم اسے نبی ﷺ کے پاس لے جاؤ، تا کہ آپ اسے گھٹی دیں، چنانچہ میں اسے لے کر گیا تو آپ ﷺ اس وقت ایک باغ میں تھے اور آپ ایک سیاہ اونی چادر اوڑھے ہوئے تھے۔ اس وقت آپ ان اونٹوں کو داغ لگا رہے تھے جو فتح مکہ میں آپ کے پاس آئے تھے۔

---

① سنن أبي داود، اللباس، حديث: 4024. ② سنن أبي داود، اللباس، حديث: 4020.

فوائدومسائل: ① خمیصہ کالی چادر کو کہتے ہیں جو حریث کی طرف منسوب ہے۔ ممکن ہے کہ قبیلۂ قضاعہ کا یہ شخص اس قسم کی اونی چادریں بناتا ہو۔ بعض حضرات نے اسے جونیہ پڑھا ہے جو بنی جون کی طرف منسوب ہے یا اس کا رنگ سیاہ وسفید تھا، اس بنا پر اسے جونیہ کہا گیا ہے۔ ② اس سیاہ اونی چادر کے بہت سے فوائد ہیں: سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ ایسی سیاہ گرم چادر رکھنے سے رسول اللہ ﷺ کی یاد تازہ ہوجاتی ہے۔ حضرت عائشہ ؓ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے لیے ایک اونی چادر کو سیاہ رنگ سے رنگ دیا، آپ نے اسے زیب تن فرمایا مگر جب اس میں پسینہ آیا اور آپ ﷺ نے اس میں اون کی بومحسوس کی تو اسے اتار پھینکا۔[1]

(٢٣) بَابُ الثِّيَابِ الْخُضْرِ

٥٨٢٥ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ: أَخْبَرَنَا أَيُّوبُ عَنْ عِكْرِمَةَ: أَنَّ رِفَاعَةَ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ، فَتَزَوَّجَهَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الزَّبِيرِ الْقُرَظِيُّ، قَالَتْ عَائِشَةُ: وَعَلَيْهَا خِمَارٌ أَخْضَرُ فَشَكَتْ إِلَيْهَا وَأَرَتْهَا خُضْرَةً بِجِلْدِهَا، فَلَمَّا جَاءَ رَسُولُ اللهِ ﷺ - وَالنِّسَاءُ يَنْصُرُ بَعْضُهُنَّ بَعْضًا - قَالَتْ عَائِشَةُ: مَا رَأَيْتُ مِثْلَ مَا يَلْقَى الْمُؤْمِنَاتُ! لَجِلْدُهَا أَشَدُّ خُضْرَةً مِنْ ثَوْبِهَا، قَالَ: وَسَمِعَ أَنَّهَا قَدْ أَتَتْ رَسُولَ اللهِ ﷺ فَجَاءَ وَمَعَهُ ابْنَانِ لَهُ مِنْ غَيْرِهَا، قَالَتْ: وَاللهِ مَا لِي إِلَيْهِ مِنْ ذَنْبٍ إِلَّا أَنَّ مَا مَعَهُ لَيْسَ بِأَغْنَى عَنِّي مِنْ هٰذِهِ، وَأَخَذَتْ هُدْبَةً مِنْ ثَوْبِهَا، فَقَالَ: كَذَبَتْ وَاللهِ يَا رَسُولَ اللهِ، إِنِّي لَأَنْفُضُهَا نَفْضَ الْأَدِيمِ، وَلٰكِنَّهَا نَاشِزٌ تُرِيدُ رِفَاعَةَ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «فَإِنْ كَانَ ذٰلِكَ لَمْ تَحِلِّي لَهُ، أَوْ لَمْ تَصْلُحِي لَهُ، حَتَّى يَذُوقَ مِنْ عُسَيْلَتِكِ»، قَالَ: وَأَبْصَرَ مَعَهُ ابْنَيْنِ لَهُ، فَقَالَ: «بَنُوكَ

باب: 23- سبز کپڑوں کا بیان

[5825] حضرت عکرمہ سے روایت ہے کہ حضرت رفاعہ ؓ نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی تو اس سے عبدالرحمٰن بن زبیر قرظی ؓ نے نکاح کر لیا۔ حضرت عائشہ ؓ نے فرمایا: وہ خاتون سبز اوڑھنی اوڑھے ہوئے تھی۔ اس نے حضرت عائشہ ؓ سے شکایت کی اور اپنے جسم پر مار کی وجہ سے سبز نشانات دکھائے۔ جب رسول اللہ ﷺ تشریف لائے ...... عادت کے طور پر عورتیں ایک دوسرے کی مدد کیا کرتی ہیں...... تو حضرت عائشہ ؓ نے فرمایا: اہل ایمان خاتون کا میں نے اس سے برا حال نہیں دیکھا، اس کی جلد اس کے کپڑے سے بھی زیادہ سبز تھی۔ اس کے شوہر نے سنا کہ اس کی بیوی رسول اللہ ﷺ کے پاس گئی ہے، چنانچہ وہ بھی اپنے ساتھ اپنے دو بیٹے لے کر آگئے جو اس کی پہلی بیوی کے بطن سے تھے۔ اس کی بیوی نے کہا: اللہ کی قسم! مجھے اس سے کوئی اور شکایت نہیں، البتہ اس کے پاس جو کچھ ہے وہ اس سے زیادہ مجھے کفایت نہیں کرتا، اس نے اپنے کپڑے کا پلو پکڑ کر اشارہ کیا۔ حضرت عبدالرحمٰن ؓ نے کہا: اللہ کی قسم اللہ کے رسول! یہ جھوٹ بولتی ہے۔ میں تو اسے جماع کے وقت

[1] سنن أبي داود، اللباس، حديث: 4074.

هٰؤُلَاءِ؟»، قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: «هٰذَا الَّذِي تَزْعُمِينَ مَا تَزْعُمِينَ، فَوَاللهِ لَهُمْ أَشْبَهُ بِهِ مِنَ الْغُرَابِ بِالْغُرَابِ». [راجع: ٢٦٣٩]

چمڑے کی طرح ادھیڑ کر رکھ دیتا ہوں مگر یہ شریر ہے اور مجھے پسند نہیں کرتی بلکہ رفاعہ رضی اللہ عنہ کے پاس جانا چاہتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اگر یہ بات ہے تو اس کے لیے تو حلال نہیں ہو سکتی یا اس سے نکاح کی صلاحیت نہیں رکھتی تا آنکہ یہ تیرا مزہ نہ چکھ لے۔'' آپ ﷺ نے اس کے ساتھ دو بچے دیکھ کر پوچھا: ''یہ تیرے بیٹے ہیں؟'' اس نے عرض کی: جی ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اچھا تو یہ ہے وہ جس کے متعلق تو ایسی ایسی باتیں کر رہی تھی۔ اللہ کی قسم! یہ بچے تو شکل و صورت میں اس (عبدالرحمٰن) سے اس قدر ملتے جلتے ہیں جس طرح ایک کوا دوسرے کوے کے مشابہ ہوتا ہے۔''

فوائد و مسائل: ① اس عورت نے اپنے دوسرے شوہر عبدالرحمٰن بن زبیر رضی اللہ عنہ کے نامرد ہونے کی طرف اشارہ کیا اور کپڑے کے پلو سے یہ تاثر دیا کہ اس کا آلۂ جماع کمزور ہے، میری شہوت پوری نہیں کر سکتا۔ اس کا خاوند اپنے دفاع کے لیے دو بچے ہمراہ لایا تا کہ اس کی کذب بیانی کو واضح کرے، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبدالرحمٰن بن زبیر کی تصدیق کی اور عورت کی کذب بیانی محسوس فرما کر وہ جواب دیا جو حدیث میں مذکور ہے۔ ② اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بیوی کی نافرمانی پر شوہر اسے پیٹ سکتا ہے۔ اگر ضرب شدید سے اس کا چمڑا متاثر ہو تو بھی کوئی حرج نہیں۔ چونکہ وہ خاتون سبز رنگ کی اوڑھنی اوڑھے ہوئے تھی، اس سے امام بخاری رحمہ اللہ نے عنوان ثابت کیا ہے سبز رنگ کا کپڑا استعمال کیا جا سکتا ہے، چنانچہ ایک حدیث میں صراحت ہے، حضرت ابو رمثہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: میں اپنے والد کے ہمراہ رسول اللہ ﷺ کے پاس گیا تو میں نے آپ پر سبز رنگ کی دو دھاری دار چادریں دیکھی تھیں۔[1] ③ سبز رنگ ایک پسندیدہ رنگ ہے، اہل جنت کے لیے ریشم کے سبز لباس کا ذکر قرآن کریم میں ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''ان کے اوپر کی پوشاک باریک سبز ریشم اور موٹے ریشم کی ہوگی۔'' مگر سبز رنگ کو بطور شعار اختیار کرنا قطعاً پسندیدہ نہیں۔ واللہ أعلم.

(٢٤) بَابُ الثِّيَابِ الْبِيضِ

باب: 24- سفید کپڑوں کا بیان

٥٨٢٦ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْحَنْظَلِيُّ: أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ: حَدَّثَنَا مِسْعَرٌ عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ

[5826] حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ جنگ احد کے موقع پر میں نے نبی ﷺ کے دائیں بائیں دو آدمیوں کو دیکھا جو سفید لباس پہنے

1 سنن أبي داود، اللباس، حديث: 4065.

سَعْدٍ قَالَ: رَأَيْتُ بِشِمَالِ النَّبِيِّ ﷺ وَيَمِينِهِ رَجُلَيْنِ عَلَيْهِمَا ثِيَابٌ بِيضٌ يَوْمَ أُحُدٍ، مَا رَأَيْتُهُمَا قَبْلُ وَلَا بَعْدُ. [راجع: ٤٠٥٤]

ہوئے تھے۔ میں نے انھیں نہ اس سے پہلے کبھی دیکھا اور نہ اس کے بعد دیکھا۔

فوائدومسائل: ① وہ دو آدمی حضرت جبرائیل اور حضرت میکائیل تھے جیسا کہ ایک حدیث میں صراحت ہے۔[1] ② فرشتوں کا سفید لباس میں نظر آنا اس بات کا ثبوت ہے کہ سفید لباس اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے، خود رسول اللہ ﷺ سفید لباس کی ترغیب دیتے تھے، چنانچہ حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ”سفید لباس پہنا کرو، بلاشبہ یہ سب سے بہتر لباس ہے، اور اسی میں اپنی میتوں کو کفن دیا کرو۔“[2] اس سے معلوم ہوا سفید لباس پہننا اور میت کو سفید کفن دینا مستحب ہے۔

٥٨٢٧ - حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ عَنِ الْحُسَيْنِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ يَحْيَى بْنِ يَعْمَرَ: حَدَّثَهُ أَنَّ أَبَا الْأَسْوَدِ الدِّيلِيَّ حَدَّثَهُ: أَنَّ أَبَا ذَرٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ حَدَّثَهُ قَالَ: أَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ وَعَلَيْهِ ثَوْبٌ أَبْيَضُ وَهُوَ نَائِمٌ، ثُمَّ أَتَيْتُهُ وَقَدِ اسْتَيْقَظَ فَقَالَ: «مَا مِنْ عَبْدٍ قَالَ: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ، ثُمَّ مَاتَ عَلَى ذٰلِكَ إِلَّا دَخَلَ الْجَنَّةَ»، قُلْتُ: وَإِنْ زَنَى وَإِنْ سَرَقَ؟ قَالَ: «وَإِنْ زَنَى وَإِنْ سَرَقَ»، قُلْتُ: وَإِنْ زَنَى وَإِنْ سَرَقَ؟ قَالَ: «وَإِنْ زَنَى وَإِنْ سَرَقَ». قُلْتُ: وَإِنْ زَنَى وَإِنْ سَرَقَ؟ قَالَ: «وَإِنْ زَنَى وَإِنْ سَرَقَ، عَلَى رَغْمِ أَنْفِ أَبِي ذَرٍّ». وَكَانَ أَبُو ذَرٍّ إِذَا حَدَّثَ بِهٰذَا قَالَ: وَإِنْ رَغِمَ أَنْفُ أَبِي ذَرٍّ.

[5827] حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے بیان کیا کہ میں نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ کے جسم مبارک پر سفید لباس تھا جبکہ آپ اس وقت محو استراحت تھے۔ پھر دوبارہ حاضر خدمت ہوا تو آپ بیدار ہو چکے تھے، آپ نے فرمایا: ”جو کوئی لا الہ الا اللہ کہے اور اسی عقیدے پر فوت ہو جائے تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔“ میں نے عرض کی: اگرچہ اس نے زنا کیا ہو اور اگرچہ اس نے چوری کی ہو؟ آپ نے فرمایا: ”اگرچہ اس نے زنا کیا ہو، اگرچہ اس نے چوری بھی کی ہو۔“ میں نے پھر عرض کی: چاہے اس نے زنا کیا ہو، چاہے اس نے چوری کی ہو؟ آپ نے فرمایا: ”چاہے اس نے زنا کیا ہو، چاہے اس نے چوری کی ہو۔“ میں نے پھر کہا: اگرچہ اس نے زنا کیا ہو اور اگرچہ چوری کی ہو، آپ نے فرمایا: ”ابوذر کی ناک خاک آلود ہونے کے باوجود اگرچہ اس نے زنا کیا ہو اور اس نے چوری کی ہو۔“ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ جب بھی یہ حدیث بیان کرتے تو فرماتے: اگرچہ ابوذر کی ناک خاک آلود ہو جائے۔

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ: هٰذَا عِنْدَ الْمَوْتِ أَوْ قَبْلَهُ

ابوعبداللہ (امام بخاری رحمہ اللہ) نے کہا: یہ حکم اس وقت

1 صحيح مسلم، الفضائل، حديث: 6004 (2306). 2 سنن أبي داود، اللباس، حديث: 4061.

إِذَا تَابَ وَنَدِمَ وَقَالَ: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ، غُفِرَ لَهُ.
[راجع: ١٢٣٧]

ہے جبکہ موت کے وقت کہے یا اس سے قبل توبہ کرے اور شرمسار ہو جائے، پھر لا الہ الا اللہ کہے تو اس سے پہلے کے تمام گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔

فوائد ومسائل: ① محض طوطے کی طرح لا إلٰه إلا الله پڑھ لینا کافی نہیں جب تک دل و جان سے لا إلٰه إلا الله نہ پڑھے اور اس کے مطابق اپنے عقیدہ وعمل کو درست نہ کرے نجات نہیں ہوگی۔ ② چونکہ اس حدیث میں سفید کپڑوں کے زیب تن کرنے کا ذکر ہے، اس لیے امام بخاری رحمہ اللہ نے ثابت کیا ہے کہ سفید لباس کا استعمال مشروع ہے بلکہ دیگر احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سفید لباس کی ترغیب بھی دی ہے، چنانچہ حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''سفید لباس پہنا کرو، وہ زیادہ پاک اور زیادہ عمدہ ہے۔''[1] سفید رنگ افضل ہے، اس لیے اہم مواقع پر اسے پہننا بہتر ہے۔ سفید لباس خوبصورت بھی ہوتا ہے اور باوقار بھی۔ اس میں میل کچیل کا جلدی پتا چل جاتا ہے، اس لیے اسے جلدی دھو لیا جاتا ہے اور زیادہ توجہ سے دھویا جاتا ہے، اس بنا پر وہ زیادہ پاک اور صاف ستھرا رہتا ہے۔ واللّٰہ أعلم.

(٢٥) بَابُ لُبْسِ الْحَرِيرِ لِلرِّجَالِ وَقَدْرِ مَا يَجُوزُ مِنْهُ

باب: 25- مردوں کے لیے کس حد تک ریشم پہننا جائز ہے

٥٨٢٨ - حَدَّثَنَا آدَمُ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ: حَدَّثَنَا قَتَادَةُ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا عُثْمَانَ النَّهْدِيَّ قَالَ: أَتَانَا كِتَابُ عُمَرَ، وَنَحْنُ مَعَ عُتْبَةَ بْنِ فَرْقَدٍ بِأَذْرَبِيجَانَ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ نَهَى عَنِ الْحَرِيرِ إِلَّا هٰكَذَا، وَأَشَارَ بِإِصْبَعَيْهِ اللَّتَيْنِ تَلِيَانِ الْإِبْهَامَ، قَالَ: فِيمَا عَلِمْنَا أَنَّهُ يَعْنِي الْأَعْلَامَ.
[انظر: ٥٨٢٩، ٥٨٣٠، ٥٨٣٤، ٥٨٣٥]

[5828] حضرت ابو عثمان نہدی سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ ہمارے پاس سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا ایک مکتوب آیا جبکہ ہم آذر بائیجان میں حضرت عتبہ بن فرقد کے ہمراہ تھے۔ اس میں تھا کہ نبی ﷺ نے ریشم استعمال کرنے سے منع فرمایا ہے مگر اتنی مقدار میں استعمال کر سکتے ہیں۔ نبی ﷺ نے ہمارے لیے اپنی دو انگلیوں سے اشارہ فرمایا جو انگوٹھے سے متصل ہیں۔ راوی نے کہا: ہماری سمجھ کے مطابق آپ ﷺ کی اس سے مراد ریشم سے پھول بوٹے بنانے سے تھی۔

٥٨٢٩ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ: حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ: حَدَّثَنَا عَاصِمٌ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ قَالَ: كَتَبَ إِلَيْنَا عُمَرُ، وَنَحْنُ بِأَذْرَبِيجَانَ: أَنَّ النَّبِيَّ

[5829] حضرت ابو عثمان نہدی ہی سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ ہمیں سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے خط لکھا جبکہ ہم آذر بائیجان میں تھے کہ نبی ﷺ نے ریشم پہننے سے منع

① سنن ابن ماجه، اللباس، حديث: 3567.

ﷺ نَهَى عَنْ لُبْسِ الْحَرِيرِ إِلَّا هٰكَذَا، وَصَفَّ لَنَا النَّبِيُّ ﷺ إِصْبَعَيْهِ، وَرَفَعَ زُهَيْرٌ الْوُسْطَى وَالسَّبَّابَةَ. [راجع: ٥٨٢٨]

فرمایا ہے مگر اتنی مقدار جائز ہے۔ اس مقدار کو نبی ﷺ نے اپنی دو انگلیوں سے اشارہ کر کے بیان فرمایا۔ زہیر راوی نے درمیان والی اور شہادت کی انگلی اٹھا کر مقدار بتائی۔

٥٨٣٠ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ: حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنِ التَّيْمِيِّ، عَنْ أَبِي عُثْمَانَ قَالَ: كُنَّا مَعَ عُتْبَةَ فَكَتَبَ إِلَيْهِ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: «لَا يُلْبَسُ الْحَرِيرُ فِي الدُّنْيَا إِلَّا لَمْ يُلْبَسْ مِنْهُ شَيْءٌ فِي الْآخِرَةِ».

[5830] حضرت ابو عثمان نہدی سے ایک اور روایت ہے، انھوں نے کہا کہ ہم عتبہ کے ساتھ تھے، انھیں سیدنا عمر فاروق ؓ نے خط لکھا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''جس نے دنیا میں ریشم پہنا اسے آخرت میں نہیں پہنایا جائے گا۔''

حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عُمَرَ: حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ: حَدَّثَنَا أَبِي: حَدَّثَنَا أَبُو عُثْمَانَ: وَأَشَارَ أَبُو عُثْمَانَ بِإِصْبَعَيْهِ الْمُسَبِّحَةِ وَالْوُسْطَى. [راجع: ٥٨٢٨]

ابو عثمان نے اپنی دو انگلیوں، یعنی درمیان اور انگوٹھے کے ساتھ والی سے اشارہ کیا (کہ اس قدر جائز ہے)۔

فوائد ومسائل: ① مردوں کے لیے ریشم پہننا حرام ہے۔ اس کی وجہ فخر ومباہات، مشرکین اور عورتوں سے مشابہت اور اسراف ہے۔ اس پر اہل علم کا اجماع ہے۔ صرف دو انگلیوں کے برابر بیل بوٹے بنانے کی اجازت ہے۔ بعض روایات کے مطابق چار انگلیوں کی مقدار ریشم جائز ہے، بشرطیکہ انگلیاں ملی ہوئی ہوں، کھلی ہوئی نہ ہوں جیسا کہ ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمر ؓ باریک اور موٹے ریشم سے منع کرتے تھے مگر جو اتنا سا ہو پھر انھوں نے ایک انگلی سے اشارہ کیا پھر دوسری سے پھر تیسری سے پھر چوتھی سے اور فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ ہمیں اس سے منع فرمایا کرتے تھے۔[1] اسی طرح حضرت اسماء بنت ابی بکر ؓ نے اپنی لونڈی سے کہا: میرے پاس رسول اللہ ﷺ کا جبہ لاؤ، تو وہ ایک طیلسان (موٹی اون) کا جبہ لے آئی، جس کا دامن، دونوں کف اور دونوں طرف کے چاک موٹے ریشمی دھاگے سے بنے ہوئے تھے۔[2] ② بہرحال مردوں کے لیے ریشم حرام ہے، البتہ چار انگلی کی مقدار ریشم جائز ہے، خواہ وہ کڑھائی کی صورت میں ہو یا ریشمی کپڑے کے ٹکڑے کی صورت میں۔ اس سے کم مقدار ہو تو بہتر ہے، اس سے زیادہ کسی صورت میں جائز نہیں۔ واللّٰه أعلم.

٥٨٣١ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى قَالَ: كَانَ

[5831] حضرت ابن ابی لیلیٰ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ حضرت حذیفہ ؓ مدائن میں تھے، انھوں نے

[1] سنن ابن ماجه، اللباس، حديث: 3593. [2] سنن أبي داود، اللباس، حديث: 4054.

حُذَيْفَةُ بِالْمَدَائِنِ فَاسْتَسْقَى فَأَتَاهُ دِهْقَانٌ بِمَاءٍ فِي إِنَاءٍ مِنْ فِضَّةٍ فَرَمَاهُ بِهِ، وَقَالَ: إِنِّي لَمْ أَرْمِهِ إِلَّا أَنِّي نَهَيْتُهُ فَلَمْ يَنْتَهِ، قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «الذَّهَبُ، وَالْفِضَّةُ، وَالْحَرِيرُ، وَالدِّيبَاجُ، هِيَ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا وَلَكُمْ فِي الْآخِرَةِ». [راجع: ٥٤٢٦]

پانی طلب کیا تو ایک دیہاتی چاندی کے برتن میں پانی لے آیا۔ حضرت حذیفہ ؓ نے اسے پھینک دیا اور فرمایا: میں نے صرف اس لیے پھینکا ہے کہ میں متعدد مرتبہ اس شخص کو منع کر چکا ہوں، لیکن وہ باز نہیں آتا۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: ''سونا، چاندی، ریشم اور دیبا ان (کفار) کے لیے دنیا میں ہیں اور تمھارے لیے آخرت میں ہوں گے۔''

٥٨٣٢ - حَدَّثَنَا آدَمُ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ صُهَيْبٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ قَالَ شُعْبَةُ: فَقُلْتُ: أَعَنِ النَّبِيِّ ﷺ؟ فَقَالَ شَدِيدًا: عَنِ النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: «مَنْ لَبِسَ الْحَرِيرَ فِي الدُّنْيَا فَلَنْ يَلْبَسَهُ فِي الْآخِرَةِ».

[5832] حضرت شعبہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں نے عبدالعزیز بن صہیب سے پوچھا: کیا حضرت انس بن مالک ؓ نے ریشم کے متعلق نبی ﷺ سے سنا ہے؟ تو انھوں نے سخت غصے سے فرمایا کہ حضرت انس ؓ نے نبی ﷺ سے بیان کیا: ''جو مرد ریشمی لباس دنیا میں پہنے گا، وہ آخرت میں اسے ہرگز نہیں پہن سکے گا۔''

٥٨٣٣ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ ثَابِتٍ قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ الزُّبَيْرِ يَخْطُبُ يَقُولُ: قَالَ مُحَمَّدٌ ﷺ: «مَنْ لَبِسَ الْحَرِيرَ فِي الدُّنْيَا لَنْ يَلْبَسَهُ فِي الْآخِرَةِ».

[5833] حضرت ثابت سے روایت ہے، انھوں نے کہا: میں نے ابن زبیر ؓ کو خطبہ دیتے ہوئے سنا کہ محمد ﷺ نے فرمایا: ''جو کوئی دنیا میں ریشم پہنے گا، وہ اسے آخرت میں نہیں پہنے گا۔''

٥٨٣٤ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْجَعْدِ: أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي ذِبْيَانَ خَلِيفَةَ بْنِ كَعْبٍ قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ الزُّبَيْرِ يَقُولُ: سَمِعْتُ عُمَرَ يَقُولُ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «مَنْ لَبِسَ الْحَرِيرَ فِي الدُّنْيَا لَمْ يَلْبَسْهُ فِي الْآخِرَةِ».

[5834] حضرت عمر ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''جس مرد نے دنیا میں ریشم پہنا وہ اسے آخرت میں نہیں پہن سکے گا۔''

وَقَالَ لَنَا أَبُو مَعْمَرٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ عَنْ يَزِيدَ: قَالَتْ مُعَاذَةُ: أَخْبَرَتْنِي أُمُّ عَمْرٍو بِنْتُ عَبْدِ اللهِ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ الزُّبَيْرِ،

ام عمرو بنت عبداللہ کہتی ہیں کہ میں نے عبداللہ بن زبیر ؓ سے سنا، انھوں نے حضرت عمر ؓ سے، انھوں نے نبی ﷺ سے اس طرح سنا۔

سَمِعَ عُمَرَ: سَمِعَ النَّبِيَّ ﷺ نَحْوَهُ. [راجع: ٥٨٢٨]

٥٨٣٥ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حِطَّانَ قَالَ: سَأَلْتُ عَائِشَةَ عَنِ الْحَرِيرِ فَقَالَتِ: ائْتِ ابْنَ عَبَّاسٍ فَسَلْهُ، قَالَ: فَسَأَلْتُهُ فَقَالَ: سَلِ ابْنَ عُمَرَ، قَالَ: فَسَأَلْتُ ابْنَ عُمَرَ فَقَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو حَفْصٍ - يَعْنِي عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ -: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «إِنَّمَا يَلْبَسُ الْحَرِيرَ فِي الدُّنْيَا مَنْ لَا خَلَاقَ لَهُ فِي الْآخِرَةِ»، فَقُلْتُ: صَدَقَ وَمَا كَذَبَ أَبُو حَفْصٍ عَلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ. [راجع: ٥٨٢٨]

[5835] حضرت عمران بن حِطّان سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں نے حضرت عائشہ ؓ سے ریشم کے متعلق پوچھا تو انھوں نے کہا: تم حضرت ابن عباس ؓ کے پاس جاؤ اور ان سے دریافت کرو۔ میں نے ان سے پوچھا تو انھوں نے کہا: حضرت ابن عمر ؓ سے دریافت کرو۔ میں نے ان سے پوچھا تو انھوں نے بتایا کہ مجھے ابوحفص، یعنی حضرت عمر بن خطاب ؓ نے خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”ریشم تو دنیا میں وہی شخص پہنے گا جس کا آخرت میں کوئی حصہ نہ ہو۔“ میں نے کہا: انھوں نے سچ کہا اور ابوحفص ؓ نے رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ نہیں بولا۔

وَقَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ رَجَاءٍ: حَدَّثَنَا حَرْبٌ عَنْ يَحْيَى: حَدَّثَنِي عِمْرَانُ: وَقَصَّ الْحَدِيثَ.

عبداللہ بن رجاء نے کہا: ہم سے جریر نے بیان کیا، ان سے یحییٰ نے، ان سے عمران نے پوری حدیث بیان کی۔

فوائد ومسائل: ① ریشم سے مراد وہ ریشہ ہے جسے ریشم کا کیڑا تیار کرتا ہے، مصنوعی طور پر تیار کردہ دھاگا جو ریشم جیسا ہو وہ اس ممانعت میں شامل نہیں ہے اگرچہ لوگ اسے ریشم ہی کہتے ہیں۔ خالص ریشم کے کپڑے پہننا، رومال بنانا اور بستر وغیرہ تیار کرنا اور ان پر بیٹھنا سب مردوں کے لیے حرام ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے بائیں ہاتھ میں ریشم اور دائیں ہاتھ میں سونا لیا پھر دونوں ہاتھ بلند کر کے فرمایا: ”یہ دونوں میری امت کے مردوں پر حرام ہیں اور ان کی عورتوں کے لیے حلال ہیں۔“[1] ② اگر خالص ریشم نہ ہو بلکہ آدھا سوتی اور آدھا ریشمی ہو تو بھی مردوں کے لیے اس کا استعمال جائز نہیں کیونکہ ریشم پہننے سے فخر وغرور کا اظہار ہوتا ہے، نیز نزاکت اور ناز نخرے میں عورتوں سے مشابہت پائی جاتی ہے، اس لیے مردوں کو اس سے منع کیا گیا ہے۔ اگر جلد کی بیماری میں دوسرا لباس تکلیف کا باعث ہو اور ریشمی لباس سے آرام ملتا ہو تو اس صورت میں مردوں کے لیے بھی ریشم پہننا جائز ہے جیسا کہ آئندہ اس کی وضاحت ہوگی۔ واللہ أعلم.

---

1 سنن ابن ماجه، اللباس، حديث: 3595.

(٢٦) بَابُ مَنْ مَسَّ الْحَرِيرَ مِنْ غَيْرِ لُبْسٍ

باب:26- پہنے بغیر ریشم کو صرف ہاتھ لگانا

وَيُرْوَى فِيهِ عَنِ الزُّبَيْدِيِّ، عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

اس کے متعلق زبیدی نے زہری سے، انھوں نے حضرت انس ؓ سے، انھوں نے نبی ﷺ سے ایک حدیث بیان کی ہے۔

وضاحت: ریشم کو ہاتھ لگانے میں کوئی حرج نہیں۔ اسے فروخت کیا جا سکتا ہے۔ یہ نجس نہیں کہ اسے ہاتھ نہ لگایا جائے، حضرت انس ؓ سے مروی اس روایت کو امام طبرانی نے معجم کبیر میں بیان کیا ہے۔[1]

٥٨٣٦ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُوسَى عَنْ إِسْرَائِيلَ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنِ الْبَرَاءِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: أُهْدِيَ لِلنَّبِيِّ ﷺ ثَوْبُ حَرِيرٍ فَجَعَلْنَا نَلْمِسُهُ وَنَتَعَجَّبُ مِنْهُ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «أَتَعْجَبُونَ مِنْ هٰذَا؟» قُلْنَا: نَعَمْ، قَالَ: «مَنَادِيلُ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ فِي الْجَنَّةِ خَيْرٌ مِنْ هٰذَا». [راجع: ٣٢٤٩]

[5836] حضرت براء ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ کو ایک ریشمی کپڑا بطور ہدیہ دیا گیا تو ہم نے اسے ہاتھ لگایا اور اس (کی نرمی) پر حیرت زدہ ہوئے۔ نبی ﷺ نے (یہ دیکھ کر) فرمایا: ''تمھیں اس پر حیرت ہے؟'' ہم نے کہا: جی ہاں۔ آپ نے فرمایا: ''جنت میں سعد بن معاذ کے رومال اس سے کہیں بڑھ کر ہیں۔''

فوائد ومسائل: ① رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں صحابۂ کرام ؓ نے ریشمی کپڑے کو ہاتھ لگایا اور اس کی نرمی پر اپنی حیرت کا اظہار کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کے چھونے پر کوئی تبصرہ نہیں کیا، البتہ ان کی حیرت کا جواب دیا ہے۔ اس سے امام بخاری ؒ نے ثابت کیا ہے کہ ریشم پہننا حرام ہے اور اسے ہاتھ لگانا جائز ہے۔ ② حضرت سعد بن معاذ ؓ انصار کے سردار تھے، اس لیے آپ ﷺ نے ان کا خصوصی ذکر فرمایا کیونکہ ریشم کے کپڑے کو چھونے والے اور اس پر اپنی حیرت و تعجب کا اظہار کرنے والے انصار ہی تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے صرف رومال کا ذکر کیا ہے کیونکہ اس سے عام طور پر پسینہ اور ہاتھ وغیرہ صاف کیے جاتے ہیں، اس کی طرف نگاہِ احترام نہیں اٹھتی۔ جب حضرت سعد بن معاذ ؓ کے رومال قابل ستائش ہیں تو اس کے علاوہ دوسرا جنتی لباس بطریق اولیٰ قابل تعریف ہوگا۔

(٢٧) بَابُ افْتِرَاشِ الْحَرِيرِ

باب:27- ریشم بچھانے کا بیان

وَقَالَ عَبِيدَةُ: هُوَ كَلُبْسِهِ.

عبیدہ سلمانی نے کہا: ریشم کو بچھانا بھی پہننے کی طرح

[1] المعجم الكبير للطبراني: 13/6، حديث: 5347، وفتح الباري: 359/10.

ہے۔

وضاحت: ریشم کا لباس مردوں کے لیے حرام ہے، اسی طرح ریشم کا بستر بھی ان کے لیے جائز نہیں۔ ان پر بیٹھنے اور انھیں اوڑھنے کی بھی اجازت نہیں۔ واللہ أعلم.

٥٨٣٧ - حَدَّثَنَا عَلِيٌّ: حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ: حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ أَبِي نَجِيحٍ عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: نَهَانَا النَّبِيُّ ﷺ أَنْ نَشْرَبَ فِي آنِيَةِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ، وَأَنْ نَأْكُلَ فِيهَا، وَعَنْ لُبْسِ الْحَرِيرِ وَالدِّيبَاجِ، وَأَنْ نَجْلِسَ عَلَيْهِ. [راجع: ٥٤٢٦]

[5837] حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے ہمیں سونے چاندی کے برتنوں میں کھانے پینے سے منع فرمایا ہے، نیز ریشم اور دیبا پہننے اور ان پر بیٹھنے سے بھی منع کیا ہے۔

فوائد ومسائل: ① ریشم پر بیٹھنے کا مطلب ہے کہ ان کا تکیہ، گدی یا بستر بنایا جائے، پھر اسے استعمال کیا جائے۔ اگرچہ بعض اہل علم اس کے متعلق نرم گوشہ رکھتے ہیں لیکن ہمارے رجحان کے مطابق ان چیزوں کا استعمال بھی درست نہیں۔ ② عورت چونکہ مرد کے لیے فراش اور لباس ہے، اگر عورت کا ریشمی بستر ہو یا اس نے ریشمی لباس پہن رکھا ہو تو ایسے بستر پر اس سے ہم بستر ہونا جائز ہے اگرچہ بہتر ہے کہ اس سے بچا جائے کیونکہ زہد و تقویٰ کا یہی تقاضا ہے۔

(٢٨) بَابُ لُبْسِ الْقَسِّيِّ

باب: 28- ریشمی دھاری دار کپڑے پہننے کا بیان

وَقَالَ عَاصِمٌ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ قَالَ: قُلْتُ لِعَلِيٍّ: مَا الْقَسِّيَّةُ؟ قَالَ: ثِيَابٌ أَتَتْنَا مِنَ الشَّامِ أَوْ مِنْ مِصْرَ مُضَلَّعَةٌ، فِيهَا حَرِيرٌ، وَفِيهَا أَمْثَالُ الْأُتْرُنْجِ، وَالْمِيثَرَةُ كَانَتِ النِّسَاءُ تَصْنَعُهُ لِبُعُولَتِهِنَّ مِثْلَ الْقَطَائِفِ يَصُفُّونَهَا.

عاصم نے ابو بردہ سے روایت کیا، انھوں نے کہا کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے قَسِّيَّه کے متعلق دریافت کیا تو انھوں نے فرمایا: یہ کپڑا تھا جو شام یا مصر سے ہمارے ہاں درآمد کیا جاتا تھا۔ اس پر اترنج کی طرح ریشمی دھاریاں بنی ہوتی تھیں۔ اور میثرہ وہ کپڑا ہے جسے عورتیں اپنے شوہروں کے لیے زین پوش کے طور پر تیار کرتی تھیں۔ یہ جھالر دار چادر کی طرح ہوتا تھا جسے عورتیں زرد رنگ سے رنگ دیتی تھیں۔

وَقَالَ جَرِيرٌ عَنْ يَزِيدَ فِي حَدِيثِهِ: الْقَسِّيَّةُ:

جریر نے یزید سے اپنی حدیث میں کہا کہ قَسِّيَّه،

ثِيَابٌ مُضَلَّعَةٌ يُجَاءُ بِهَا مِنْ مِصْرَ فِيهَا الْحَرِيرُ، وَالْمِيثَرَةُ: جُلُودُ السِّبَاعِ.

دھاری دار کپڑے ہیں جو مصر سے درآمد کیے جاتے تھے، ان میں ریشم ملا ہوتا تھا۔ اور میثرہ، درندوں کی کھالوں سے تیار شدہ زین پوش ہوتے تھے۔

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ: عَاصِمٌ أَكْثَرُ وَأَصَحُّ فِي الْمِيثَرَةِ.

ابو عبداللہ (امام بخاری رحمہ اللہ) نے کہا کہ میثرہ کی تعریف میں عاصم کی روایت کثرت طرق اور صحت کے اعتبار سے زیادہ وزنی ہے۔

وضاحت: دریائے شور کے کنارے قسی نامی ایک شہر تھا وہاں ریشمی دھاری دار کپڑے تیار ہوتے تھے۔ اب یہ شہر ویران ہو چکا ہے۔ میثرہ کی تعریف درندوں کی کھالوں سے کرنا صحیح نہیں ہے اور محدثین کرام کی مشہور تعریف کے خلاف ہے۔ عجمی لوگ اونٹوں کے کجاووں پر اپنے نیچے زرد یا سرخ ریشمی گدی بچھاتے تھے، اس میں فخر و مباہات ہوتا تھا، شریعت نے اسے جائز قرار نہیں دیا۔[1]

٥٨٣٨ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ: أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَشْعَثَ بْنِ أَبِي الشَّعْثَاءِ: حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ سُوَيْدِ بْنِ مُقَرِّنٍ عَنِ ابْنِ عَازِبٍ قَالَ: نَهَانَا النَّبِيُّ ﷺ عَنِ الْمَيَاثِرِ الْحُمْرِ وَعَنِ الْقَسِّيِّ. [راجع: ١٢٣٩]

[5838] حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے ہمیں سرخ میثرہ اور قسی کپڑوں سے منع فرمایا ہے۔

فوائد ومسائل: ① سرخ میثرہ سے مراد وہ دیباج یا ریشم کی گدی ہے جو عجمی لوگ اپنی سواریوں پر بچھاتے تھے۔ اگر خالص ریشم کی ہوں تو اس کے ناجائز ہونے میں کسی کو اختلاف نہیں ہے۔ اگر اس میں ملاوٹ ہے تو دیکھا جائے اگر اکثر ریشم ہے تو بھی منع ہے کیونکہ حکم کا دار و مدار اکثریت پر ہوتا ہے اور اگر ریشم کم ہے اور روئی وغیرہ زیادہ ہے تو جمہور اہل علم اسے جائز کہتے ہیں۔[2] ② ہمارے ہاں ٹسر (کچے ریشم) سے کپڑے بھی تیار کیے جاتے ہیں، ہمارے رجحان کے مطابق ان میں بہت کم ریشم ہوتا ہے، لہٰذا ان کا استعمال بھی جائز ہے۔ واللّٰہ أعلم.

(٢٩) بَابُ مَا يُرَخَّصُ لِلرِّجَالِ مِنَ الْحَرِيرِ لِلْحِكَّةِ

باب: 29- خارش کی وجہ سے مردوں کو ریشمی کپڑے پہننے کی رخصت کا بیان

1 عمدة القاري: 47/15. 2 فتح الباري: 363/10.

وضاحت: سفر وحضر میں کسی بھی بیماری اور تکلیف کی وجہ سے مردوں کو ریشم استعمال کرنے کی اجازت ہے جیسا کہ اصول ہے کہ ضرورت کے وقت ممنوع چیز کا استعمال جائز ہے۔ لیکن ضرورت سے زیادہ حد سے نہیں گزرنا چاہیے۔

٥٨٣٩ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدٌ: أَخْبَرَنَا وَكِيعٌ: أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ: رَخَّصَ النَّبِيُّ ﷺ لِلزُّبَيْرِ وَعَبْدِ الرَّحْمٰنِ فِي لُبْسِ الْحَرِيرِ لِحِكَّةٍ بِهِمَا. [راجع: ٢٩١٩]

[5839] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے حضرت زبیر اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہما کو خارش کی وجہ سے ریشم پہننے کی اجازت دی تھی۔

فوائد ومسائل: ① ایک روایت میں ہے کہ جوؤں کی وجہ سے انھیں خارش ہوگئی تھی تو رسول اللہ ﷺ نے انھیں ریشم پہننے کی اجازت دی تھی۔[1] امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث پر ایک عنوان ان الفاظ میں قائم کیا ہے: [بَابُ الْحَرِيرِ فِي الْحَرْب] ''دوران جنگ میں ریشم استعمال کرنا۔'' ② جنگ کے دوران میں ریشم کا لباس اس لیے استعمال کیا جاتا تا کہ تلوار کا وار، کاری ضرب ثابت نہ ہو، بہرحال خارش یا جوؤں کی وجہ سے اور دوران جنگ میں ریشم کا لباس پہننے کی اجازت ہے، اسی طرح ہر وہ بیماری جس میں ریشم پہننے سے افاقہ ہو جاتا ہو یا گرمی سردی سے بچنے کے لیے اسے استعمال کرنا جائز ہے بشرطیکہ کوئی دوسرا کپڑا نہ مل سکے۔[2]

(٣٠) بَابُ الْحَرِيرِ لِلنِّسَاءِ

باب:30-عورتوں کے لیے ریشمی لباس

٥٨٤٠ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ؛ ح: وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ مَيْسَرَةَ، عَنْ زَيْدِ بْنِ وَهْبٍ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: كَسَانِي النَّبِيُّ ﷺ حُلَّةً سِيَرَاءَ، فَخَرَجْتُ فِيهَا، فَرَأَيْتُ الْغَضَبَ فِي وَجْهِهِ، فَشَقَقْتُهَا بَيْنَ نِسَائِي. [راجع: ٢٦١٤]

[5840] حضرت علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ مجھے نبی ﷺ نے ایک ریشمی حلہ دیا۔ میں اسے پہن کر باہر نکلا تو میں نے آپ ﷺ کے چہرۂ انور پر غصے کے آثار دیکھے، چنانچہ میں نے اس کے ٹکڑے کر کے اپنے گھر کی عورتوں میں تقسیم کر دیا۔

فوائد ومسائل: ① ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''میں نے یہ ریشمی جوڑا تجھے اس لیے نہیں دیا تھا کہ تو خود اسے پہن لے بلکہ میرا مقصد تھا کہ تو اسے اپنی عزیز عورتوں میں بانٹ دے۔''[3] ایک روایت میں ہے کہ

---

1 صحيح البخاري، الجهاد و السير، حديث: 2920. 2 فتح الباري: 10/364. 3 صحيح مسلم، اللباس و الزينة، حديث: 5420 (2071).

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے فواطم کے درمیان تقسیم کر دیا۔[1] فواطم سے مرا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جو رسول اللہ ﷺ کی لخت جگر ہیں، دوسری فاطمہ بنت اسد جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی والدہ ہیں اور تیسری فاطمہ جو سیدنا حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی بیوی ہیں۔ بعض روایات میں چوتھی فاطمہ کا بھی ذکر ہے جو عقیل بن عبدالمطلب کی بیوی ہیں۔[2] ② اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خواتین کے لیے ریشم کا استعمال جائز ہے کیونکہ انھیں خاوند کے لیے زیب وزینت کی اجازت ہے۔ والله أعلم.

٥٨٤١ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ: حَدَّثَنِي جُوَيْرِيَةُ عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ: أَنَّ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ رَأَى حُلَّةً سِيَرَاءَ تُبَاعُ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ لَوِ ابْتَعْتَهَا فَلَبِسْتَهَا لِلْوَفْدِ إِذَا أَتَوْكَ، وَالْجُمُعَةِ، قَالَ: «إِنَّمَا يَلْبَسُ هٰذِهِ مَنْ لَا خَلَاقَ لَهُ»، وَأَنَّ النَّبِيَّ ﷺ بَعَثَ بَعْدَ ذٰلِكَ إِلَى عُمَرَ حُلَّةَ سِيَرَاءَ حَرِيرًا، كَسَاهَا إِيَّاهُ فَقَالَ عُمَرُ: كَسَوْتَنِيهَا وَقَدْ سَمِعْتُكَ تَقُولُ فِيهَا مَا قُلْتَ؟ فَقَالَ: «إِنَّمَا بَعَثْتُ بِهَا إِلَيْكَ لِتَبِيعَهَا أَوْ تَكْسُوَهَا». [راجع: ٨٨٦]

[5841] حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک دھاری دار ریشمی جوڑا فروخت ہوتے دیکھا تو عرض کی: اللہ کے رسول! آپ اسے خرید لیں تا کہ وفود سے ملاقات کے وقت اور جمعہ کے دن اسے زیب تن کیا کریں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”اسے وہ پہنتا ہے جس کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہوتا۔“ اس کے بعد خود نبی ﷺ نے ایک دھاری دار ریشمی جوڑا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بطور ہدیہ بھیجا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: آپ نے مجھے یہ جوڑا عنایت فرمایا ہے، حالانکہ میں خود آپ سے اس کے متعلق وہ بات سن چکا ہوں جو آپ نے فرمائی تھی؟ آپ نے فرمایا: ”میں نے تجھے یہ جوڑا اس لیے دیا ہے کہ تم اسے فروخت کر دو یا کسی کو پہنا دو۔“

فوائد ومسائل: ① حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جو ریشمی جوڑا ملا تھا وہ خالص ریشم کا تھا، اس میں سوت وغیرہ کی ملاوٹ نہ تھی، اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس قسم کے جوڑے وہ لوگ پہنتے ہیں جن کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہوتا۔ ایک روایت میں ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کے پاس دھاری دار ریشمی جوڑے آئے تو آپ نے حضرت عمر، حضرت اسامہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کو ایک ایک جوڑا دیا۔[3] ② بہر حال امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث سے ثابت کیا ہے کہ عورتوں کے لیے ریشمی لباس جائز ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا تھا کہ اسے فروخت کر دو یا کسی کو پہنا دو۔ جب مردوں پر یہ حرام ہے تو اس کا مطلب صرف عورتوں کو پہنانے کا حکم ہے۔ اس کی تائید ایک دوسری روایت سے بھی ہوتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے انھیں فرمایا: ”میں نے تجھے پہننے کے لیے نہیں بلکہ اس لیے دیا تھا کہ تم اپنی عورتوں کو پہناؤ۔“[4] والله أعلم.

---

① صحيح مسلم، اللباس والزينة، حديث: 5422 (2071). ② فتح الباري: 367/10. ③ صحيح مسلم، اللباس و الزينة، حديث: 5403 (2068). ④ صحيح مسلم، اللباس والزينة، حديث: 5420 (2071)، وفتح الباري: 370/10.

٥٨٤٢ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ: أَنَّهُ رَأَى عَلَى أُمِّ كُلْثُومٍ [عَلَيْهَا السَّلَامُ] بِنْتِ رَسُولِ اللهِ ﷺ بُرْدَ حَرِيرٍ سِيَرَاءَ.

[5842] حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کی دختر حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کو ریشمی سرخ چادر پہنے ہوئے دیکھا۔

فائدہ: ایک روایت میں ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی بیٹی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو دھاری دار ریشمی قمیص پہنے دیکھا۔[1] لیکن یہ روایت شاذ ہے۔ محفوظ روایت میں حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نام ہے۔ احادیث میں اس امر کی صراحت ہے کہ سونا اور ریشم مردوں کے لیے حرام اور عورتوں کے لیے حلال ہے، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ریشم اپنے دائیں ہاتھ میں پکڑا اور سونا اپنے بائیں ہاتھ میں لیا، پھر فرمایا: ''بے شک یہ دونوں میری امت کے مردوں پر حرام ہیں۔''[2] حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ایک حدیث میں ہے کہ آپ نے فرمایا: ''یہ دونوں میری امت کی عورتوں کے لیے حلال ہیں۔''[3]

(٣١) بَابُ مَا كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَتَجَوَّزُ مِنَ اللِّبَاسِ وَالْبُسْطِ

باب: 31- نبی ﷺ اپنے لیے کس قسم کا لباس اور بستر تجویز کرتے تھے

وضاحت: اس عنوان کا مقصد یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے مزاج شریف میں کسی قسم کا تکلف نہ تھا اور آپ نے کسی خاص لباس یا بستر کے انتخاب میں کوئی پابندی نہیں کی بلکہ جیسا دستیاب ہوتا اس پر قناعت کرتے، یعنی آپ ﷺ قیمتی لباس یا گراں قیمت بستر کے طالب نہیں تھے۔ آپ کے لباس اور بستر میں نہایت سادگی تھی۔ والله أعلم.

٥٨٤٣ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ عُبَيْدِ ابْنِ حُنَيْنٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: لَبِثْتُ سَنَةً وَأَنَا أُرِيدُ أَنْ أَسْأَلَ عُمَرَ عَنِ الْمَرْأَتَيْنِ اللَّتَيْنِ تَظَاهَرَتَا عَلَى النَّبِيِّ ﷺ، فَجَعَلْتُ أَهَابُهُ، فَنَزَلَ يَوْمًا مَنْزِلًا فَدَخَلَ الْأَرَاكَ، فَلَمَّا خَرَجَ سَأَلْتُهُ فَقَالَ: عَائِشَةُ وَحَفْصَةُ، ثُمَّ قَالَ: كُنَّا فِي الْجَاهِلِيَّةِ لَا نَعُدُّ النِّسَاءَ شَيْئًا، فَلَمَّا جَاءَ الْإِسْلَامُ وَذَكَرَهُنَّ اللهُ،

[5843] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں ایک سال تک ٹھہرا رہا، حالانکہ میں خواہش مند تھا کہ میں سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ان دو عورتوں کے متعلق دریافت کروں جنھوں نے نبی ﷺ کے متعلق باہمی اتفاق کر لیا تھا لیکن آپ کا رعب سامنے آ جاتا۔ ایک دن آپ نے دوران سفر میں ایک مقام پر قیام کیا اور پیلو کے درختوں کے جھنڈ میں چلے گئے۔ جب فارغ ہو کر واپس تشریف لائے تو میں نے دریافت کیا تو انھوں نے فرمایا: وہ عائشہ اور حفصہ رضی اللہ عنہما ہیں، پھر فرمایا: ہم دور جاہلیت میں

---

[1] سنن ابن ماجه، اللباس، حديث: 3598. [2] سنن أبي داود، اللباس، حديث: 4057. [3] مسند أحمد: 392/4.

رَأَيْنَا لَهُنَّ بِذٰلِكَ عَلَيْنَا حَقًّا، مِن غَيْرِ أَنْ نُدْخِلَهُنَّ فِي شَيْءٍ مِنْ أُمُورِنَا، وَكَانَ بَيْنِي وَبَيْنَ امْرَأَتِي كَلَامٌ فَأَغْلَظَتْ لِي، فَقُلْتُ لَهَا: وَإِنَّكِ لَهُنَاكِ، قَالَتْ: تَقُولُ هٰذَا لِي وَابْنَتُكَ تُؤْذِي رَسُولَ اللهِ ﷺ؟ فَأَتَيْتُ حَفْصَةَ فَقُلْتُ لَهَا: إِنِّي أُحَذِّرُكِ أَنْ تَعْصِيَ اللهَ وَرَسُولَهُ، وَتَقَدَّمْتُ إِلَيْهَا فِي أَذَاهُ، فَأَتَيْتُ أُمَّ سَلَمَةَ فَقُلْتُ لَهَا، فَقَالَتْ: أَعْجَبُ مِنْكَ يَا عُمَرُ، قَدْ دَخَلْتَ فِي أُمُورِنَا، فَلَمْ يَبْقَ إِلَّا أَنْ تَدْخُلَ بَيْنَ رَسُولِ اللهِ ﷺ وَأَزْوَاجِهِ: فَرَدَّدَتْ.

عورتوں کو کوئی حیثیت نہ دیتے تھے۔ جب اسلام آیا اور اللہ تعالیٰ نے ان کے حقوق کا ذکر کیا تو ہمیں معلوم ہوا کہ عورتوں کے بھی ہم پر کچھ حقوق ہیں، لیکن پھر بھی ہم اپنے معاملات میں انھیں داخل نہ ہونے دیتے تھے۔ واقعہ یہ ہے کہ ایک دن میرے اور میری بیوی کے درمیان کوئی بات ہو رہی تھی تو اس نے مجھے تیز و تند جواب دیا۔ میں نے اس سے کہا: اچھا، نوبت اب یہاں تک پہنچ گئی ہے؟ اس نے مجھے کہا: تم مجھے تو یہ کہتے ہو، حالانکہ تمھاری دختر رسول اللہ ﷺ کو اذیت پہنچاتی ہے؟ (یہ سن کر) میں حضرت حفصہ ؓ کے پاس آیا اور اسے کہا: بیٹی! میں تجھے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی سے ڈراتا ہوں۔ آپ ﷺ کی اذیت کے معاملے میں پہلے میں حضرت حفصہ ؓ کے پاس گیا پھر سیدہ ام سلمہ ؓ کے پاس پہنچا اور ان سے بھی یہی بات کہی۔ انھوں نے مجھے یہ جواب دیا: اے عمر! مجھے آپ پر تعجب ہے کہ آپ خواہ مخواہ ہمارے معاملات میں دخل دینے لگے ہو، صرف رسول اللہ ﷺ اور آپ کی ازواج مطہرات کے معاملات میں دخل دینا باقی تھا اب آپ نے وہ بھی شروع کر دیا۔ انھوں نے مجھے یہ بات بار بار کہی۔

وَكَانَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ إِذَا غَابَ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ وَشَهِدْتُهُ، أَتَيْتُهُ بِمَا يَكُونُ، وَإِذَا غِبْتُ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ وَشَهِدَ، أَتَانِي بِمَا يَكُونُ مِنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ. وَكَانَ مَنْ حَوْلَ رَسُولِ اللهِ ﷺ قَدِ اسْتَقَامَ لَهُ، فَلَمْ يَبْقَ إِلَّا مَلِكُ غَسَّانَ بِالشَّامِ، كُنَّا نَخَافُ أَنْ يَأْتِيَنَا، فَمَا شَعَرْتُ [إِلَّا] بِالْأَنْصَارِيِّ وَهُوَ يَقُولُ: إِنَّهُ قَدْ حَدَثَ أَمْرٌ، قُلْتُ لَهُ: وَمَا هُوَ؟ أَجَاءَ

قبیلۂ انصار کے ایک صحابی تھے، جب وہ رسول اللہ ﷺ کی صحبت میں موجود نہ ہوتے تو میں حاضر ہوتا اور وہاں کی تمام خبریں انھیں آکر بتاتا اور جب میں رسول اللہ ﷺ کی مجلس سے غائب ہوتا تو وہ حاضری دیتے اور رسول اللہ ﷺ کے ارشادات سے مجھے آگاہ کرتے۔ رسول اللہ ﷺ کے اردگرد جتنے بھی سلاطین تھے، ان سب کے ساتھ آپ کے تعلقات ٹھیک تھے، صرف شام کا غسانی بادشاہ رہ گیا تھا، اس سے ہمیں ڈر لگا رہتا تھا کہ مبادا ہم پر حملہ کر دے۔ ایک

الْغَسَّانِيُّ؟ قَالَ: أَعْظَمُ مِنْ ذٰلِكَ، طَلَّقَ رَسُولُ اللهِ ﷺ نِسَاءَهُ، فَجِئْتُ فَإِذَا الْبُكَاءُ مِنْ حُجَرِهِنَّ كُلِّهِنَّ، وَإِذَا النَّبِيُّ ﷺ قَدْ صَعِدَ فِي مَشْرُبَةٍ لَهُ، وَعَلَى بَابِ الْمَشْرُبَةِ وَصِيفٌ، فَأَتَيْتُهُ فَقُلْتُ: اسْتَأْذِنْ لِي، فَأَذِنَ لِي، فَدَخَلْتُ فَإِذَا النَّبِيُّ ﷺ عَلَى حَصِيرٍ قَدْ أَثَّرَ فِي جَنْبِهِ، وَتَحْتَ رَأْسِهِ مِرْفَقَةٌ مِنْ أَدَمٍ حَشْوُهَا لِيفٌ، وَإِذَا أُهُبٌ مُعَلَّقَةٌ وَقَرَظٌ، فَذَكَرْتُ الَّذِي قُلْتُ لِحَفْصَةَ وَأُمِّ سَلَمَةَ وَالَّذِي رَدَّتْ عَلَيَّ أُمُّ سَلَمَةَ، فَضَحِكَ رَسُولُ اللهِ ﷺ، فَلَبِثَ تِسْعًا وَعِشْرِينَ لَيْلَةً ثُمَّ نَزَلَ.

[راجع: ٨٩]

دن میں نے اپنے انصاری ساتھی کو دیکھا وہ کہہ رہا تھا: آج ایک عظیم حادثہ ہوگیا ہے۔ میں نے پوچھا کیا بات ہوئی؟ کیا غسانی بادشاہ نے حملہ کر دیا ہے؟ اس نے کہا: اس سے بھی عظیم تر حادثہ رونما ہوا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی ہے۔ میں جلدی سے آیا تو تمام ازواج کے حجروں سے رونے کی آواز آرہی تھی جبکہ نبی ﷺ اپنے بالا خانے میں تشریف لے گئے تھے۔ بالا خانے کے دروازے پر ایک نوجوان پہرے دار موجود تھا۔ میں اس کے پاس گیا اور اس سے کہا: میرے لیے اندر جانے کی اجازت طلب کرو۔ اجازت ملی تو میں اندر گیا، دیکھا کہ نبی ﷺ ایک چٹائی پر تشریف فرما ہیں، چٹائی کے نشانات آپ کے پہلو پر پڑے ہوئے ہیں اور آپ کے سر کے نیچے کھال کا ایک تکیہ ہے جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی اور چند کچی کھالیں لٹک رہی تھیں اور کیکر کے پتے پڑے ہوئے تھے۔ میں نے آپ ﷺ سے ان باتوں کا ذکر کیا جو میں نے حضرت حفصہ اور حضرت ام سلمہ ؓ سے کہی تھیں اور وہ جواب بھی بتایا جو حضرت ام سلمہ ؓ نے مجھے دیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ اس پر مسکرا دیے۔ آپ نے اس بالا خانے میں انتیس دن تک قیام فرمایا، پھر (وہاں سے) نیچے اتر آئے۔

فوائد ومسائل: ① اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ کے بستر کا بیان ہے، آپ کے نیچے ایک چٹائی تھی جس نے آپ کے پہلو پر نشانات لگا رکھے تھے۔ یہ نہایت ہی سادہ زندگی اور سادگی سے رہنا سہنا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا تکیہ بھی چمڑے کا تھا جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی، اس کے علاوہ چند کچی کھالیں لٹک رہی تھیں اور انھیں رنگنے کے لیے کیکر کے پتے بکھرے پڑے تھے۔ ② حضرت عمر ؓ نے رسول اللہ ﷺ کی زندگی کا نقشہ ہمارے سامنے بیان کیا ہے جو رسول دنیا والوں کو ترک دنیا کا سبق دینے کے لیے بھیجے گئے تھے۔ بہرحال رسول اللہ ﷺ دنیاوی ٹھاٹھ باٹھ اور تکلفات سے بالا تر تھے، ہمیں بھی زندگی کا یہ نمونہ اختیار کرنا چاہیے۔

٥٨٤٤ - حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا

[5844] حضرت ام سلمہ ؓ سے روایت ہے، انھوں

هِشَامٌ: أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: أَخْبَرَتْنِي هِنْدٌ بِنْتُ الْحَارِثِ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: اسْتَيْقَظَ النَّبِيُّ ﷺ مِنَ اللَّيْلِ وَهُوَ يَقُولُ: «لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ، مَاذَا أُنْزِلَ اللَّيْلَةَ مِنَ الْفِتَنِ!؟ مَاذَا أُنْزِلَ مِنَ الْخَزَائِنِ!؟ مَنْ يُوقِظُ صَوَاحِبَ الْحُجُرَاتِ؟ كَمْ مِنْ كَاسِيَةٍ فِي الدُّنْيَا عَارِيَةٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ؟». [راجع: ١١٥]

نے کہا کہ نبی ﷺ رات کے وقت بیدار ہوئے اور آپ فرما رہے تھے: ''لا الہ الا اللہ، آج کس قدر فتنے نازل ہوئے ہیں؟ اور کس قدر خزانے اترے ہیں!؟ کوئی ہے جو ان حجروں میں سونے والیوں کو بیدار کرے؟ دیکھو! بہت سی عورتیں جو دنیا میں لباس پہنتی ہیں وہ قیامت کے روز ننگی ہوں گی۔''

قَالَ الزُّهْرِيُّ: وَكَانَتْ هِنْدٌ لَهَا أَزْرَارٌ فِي كُمَّيْهَا بَيْنَ أَصَابِعِهَا.

امام زہری بیان کرتے ہیں کہ سیدہ ہند ؓ کی آستینوں میں اس کی انگلیوں کے پاس بٹن لگے ہوئے تھے۔

فوائد ومسائل: ① اس حدیث میں باریک اور چست لباس کی مذمت بیان ہوئی ہے کہ جو عورتیں دنیا میں باریک اور چست لباس پہنتی ہیں اور اپنا جسم دوسروں کو دکھاتی ہیں انھیں آخرت میں سزا دی جائے گی کہ وہ ننگی ہوں گی۔ ② اس میں اشارہ ہے کہ عورتوں کو قیمتی اور نفیس لباس نہیں پہننا چاہیے بلکہ انھیں سادہ زندگی بسر کرتے ہوئے بقدر کفایت لباس زیب تن کرنا چاہیے۔ ③ حضرت ہند بنت حارث ؓ کی آستین فراخ ہوتی تھیں، انھوں نے اپنی آستینوں پر بٹن لگا رکھے تھے تاکہ ان کے بدن کا کوئی حصہ ظاہر ہونے کے باعث حدیث میں مذکور وعید میں داخل نہ ہوں۔ ④ اس حدیث کے مطابق رسول اللہ ﷺ باریک اور چست لباس نہیں پہنتے تھے کیونکہ آپ نے ایسے لباس سے دوسروں کو خبردار کیا ہے۔ یہ ممکن نہیں ہے کہ ایک لباس سے آپ ﷺ دوسروں کو خبردار کریں پھر خود ہی اسے زیب تن کریں، گویا اس حدیث میں آپ ﷺ کے لباس کی سادگی بیان ہوئی ہے۔[1]

(٣٢) بَابُ مَا يُدْعَى لِمَنْ لَبِسَ ثَوْبًا جَدِيدًا

باب: 32- جو شخص نیا لباس پہنے اسے کیا دعا دی جائے؟

٥٨٤٥ - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ ابْنُ سَعِيدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ سَعِيدِ بْنِ الْعَاصِ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ: حَدَّثَتْنِي أُمُّ خَالِدٍ بِنْتُ خَالِدٍ قَالَتْ: أُتِيَ رَسُولُ اللهِ ﷺ بِثِيَابٍ فِيهَا خَمِيصَةٌ سَوْدَاءُ فَقَالَ: «مَنْ تَرَوْنَ نَكْسُوهَا هٰذِهِ

[5845] حضرت ام خالد بنت خالد ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس کچھ کپڑے لائے گئے جن میں ایک سیاہ شال بھی تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تمھارے خیال کے مطابق یہ شال کسے دی جائے؟'' صحابۂ کرام خاموش رہے تو آپ نے فرمایا: ''ام خالد کو

① فتح الباري: 373/10.

الْخَمِيصَةَ؟» فَأُسْكِتَ الْقَوْمُ، فَقَالَ: «ائْتُونِي بِأُمِّ خَالِدٍ»، فَأُتِيَ بِيَ النَّبِيُّ ﷺ فَأَلْبَسَنِيهَا بِيَدِهِ وَقَالَ: «أَبْلِي وَأَخْلِقِي»، مَرَّتَيْنِ، فَجَعَلَ يَنْظُرُ إِلَى عَلَمِ الْخَمِيصَةِ، وَيُشِيرُ بِيَدِهِ إِلَيَّ وَيَقُولُ: «يَا أُمَّ خَالِدٍ، هٰذَا سَنَا». وَالسَّنَا بِلِسَانِ الْحَبَشِيَّةِ: الْحَسَنُ.

میرے پاس لاؤ۔" چنانچہ مجھے نبی ﷺ کی خدمت میں پیش کیا گیا، پھر آپ نے مجھے وہ شال اپنے ہاتھ سے پہنائی، اور دعا فرمائی: "اسے پرانا اور بوسیدہ کرو۔" یعنی دیر تک جیتی رہو۔ آپ نے دو مرتبہ یہ دعا فرمائی۔ پھر آپ اس شال کے نقش ونگار دیکھنے لگے اور اپنے ہاتھ سے میری طرف اشارہ کر کے فرمایا: "اے ام خالد! سناہ۔" سناہ یہ حبشی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی "کیا ہی خوبصورت" کے ہیں۔

قَالَ إِسْحَاقُ: حَدَّثَتْنِي امْرَأَةٌ مِنْ أَهْلِي أَنَّهَا رَأَتْهُ عَلَى أُمِّ خَالِدٍ. [راجع: ٣٠٧١]

(راویٔ حدیث) اسحاق نے کہا: میرے اہل خانہ میں سے ایک عورت نے مجھ سے بیان کیا کہ اس نے ام خالد ؓ پر وہ شال دیکھی تھی۔

فوائد ومسائل: ① نیا کپڑا پہننے والے کو یہ دعا دینا مسنون ہے کہ اللہ تعالیٰ تمھارے لیے یہ لباس بابرکت بنائے۔ تم یہ کپڑا پرانا کر کے اتارو، یعنی تمھاری عمر لمبی ہو۔ ② اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی دعا کی برکت سے حضرت ام خالد ؓ نے لمبی عمر پائی تھی۔ ایک حدیث میں ہے کہ صحابۂ کرام میں جب کوئی نیا لباس پہنتا تو اسے یوں دعا دی جاتی: [تُبْلِي وَيُخْلِفُ اللّٰهُ تَعَالٰى] "اللہ کرے تم اسے خوب پرانا کرو اور اللہ تعالیٰ تمھیں اس کے بعد اور بھی عنایت کرے۔" اس کے علاوہ بھی دعائیں منقول ہیں۔[1]

(٣٣) بَابُ النَّهْيِ عَنِ التَّزَعْفُرِ لِلرِّجَالِ

باب: 33- مردوں کے لیے زعفرانی رنگ کی ممانعت

٥٨٤٦ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ: نَهَى النَّبِيُّ ﷺ أَنْ يَتَزَعْفَرَ الرَّجُلُ.

[5846] حضرت انس ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے مردوں کو زعفرانی رنگ استعمال کرنے سے منع فرمایا ہے۔

فوائد ومسائل: ① زعفران کی خوشبو کا استعمال مردوں کے لیے ناجائز ہے کیونکہ یہ عورتوں کی خوشبو ہے۔ حضرت عمار بن یاسر ؓ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں رات کے وقت اپنے گھر آیا اور میرے ہاتھوں پر زخم تھے۔ میرے ہاتھوں پر گھر والوں نے زعفران لگایا۔ جب میں صبح کے وقت رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ کو سلام عرض کیا۔ آپ نے میرے سلام کا جواب نہ دیا اور نہ مجھے خوش آمدید ہی کہا۔ فرمایا: جاؤ اسے دھو کر آؤ۔ میں اس کے اثرات ختم کر کے دوبارہ

---

[1] سنن أبي داود، اللباس، حديث: 4020.

حاضر خدمت ہوا تو آپ نے میرے سلام کا جواب بھی دیا اور مجھے خوش آمدید بھی کہا۔[1] اس طرح رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: اللہ کے فرشتے نہ تو کافر کے جنازے میں شریک ہوتے ہیں اور نہ اس کے گھر ہی آتے ہیں جو زعفران کی خوشبو لگانے والا ہو......[2] البتہ عورتیں زعفران اور زعفرانی رنگ استعمال کر سکتی ہیں۔

(٣٤) بَابُ الثَّوْبِ الْمُزَعْفَرِ

باب: 34- زعفران سے رنگا ہوا کپڑا

٥٨٤٧ - حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: نَهَى النَّبِيُّ ﷺ أَنْ يَلْبَسَ الْمُحْرِمُ ثَوْبًا مَصْبُوغًا بِوَرْسٍ أَوْ بِزَعْفَرَانٍ. [راجع: ١٣٤]

[5847] حضرت عبداللہ بن عمر ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے محرم کو ورس اور زعفران سے رنگا ہوا لباس پہننے سے منع فرمایا ہے۔

فائدہ: محرم کی قید سے معلوم ہوتا ہے کہ غیر محرم کے لیے ورس اور زعفران سے رنگا ہوا لباس پہننا جائز ہے، چنانچہ امام مالک ؒ کہتے ہیں کہ غیر محرم کے لیے زعفرانی لباس جائز ہے اگرچہ امام شافعی ؒ اور اہل کوفہ مطلق طور پر زعفرانی کپڑے کی اجازت نہیں دیتے۔[3] لیکن حضرت عبداللہ بن عمر ؓ سے مروی ایک حدیث سے اس کا جواز معلوم ہوتا ہے۔ وہ اپنی ڈاڑھی کو زعفران سے رنگتے تھے حتی کہ ان کے کپڑے بھی اس رنگ سے بھر جاتے تھے۔ جب ان سے سوال ہوا تو فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہے کہ وہ اسی رنگ سے رنگتے تھے۔ حضرت ابن عمر ؓ کو یہ رنگ بہت محبوب تھا، وہ اپنے تمام کپڑے حتی کہ پگڑی بھی اس سے رنگتے تھے۔[4]

(٣٥) بَابُ الثَّوْبِ الْأَحْمَرِ

باب: 35- سرخ کپڑے کا بیان

٥٨٤٨ - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ: سَمِعَ الْبَرَاءَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُولُ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ مَرْبُوعًا، وَقَدْ رَأَيْتُهُ فِي حُلَّةٍ حَمْرَاءَ، مَا رَأَيْتُ شَيْئًا أَحْسَنَ مِنْهُ. [راجع: ٣٥٥١]

[5848] حضرت براء ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ کا قد درمیانہ تھا۔ میں نے آپ کو سرخ جوڑے میں دیکھا۔ آپ سے زیادہ خوبصورت میں نے کسی کو نہیں دیکھا۔

فوائد و مسائل: ① خالص سرخ رنگ سے رنگا ہوا لباس پہننا جائز نہیں کیونکہ عبداللہ بن عمرو بن عاص ؓ کہتے ہیں کہ ہم

---

① سنن أبي داود، السنة، حديث: 4601. ② سنن أبي داود، الترجل، حديث: 4176. ③ فتح الباري: 376/10. ④ سنن أبي داود، اللباس، حديث: 4064.

رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ ایک گھاٹی سے نیچے اترے تو آپ میری طرف متوجہ ہوئے۔ آپ نے دیکھا کہ میں نے ایک چادر اوڑھی ہوئی تھی جو ہلکے سرخ رنگ کی تھی۔ آپ نے پوچھا کہ تم نے یہ کیسی چادر لی ہوئی ہے؟ آپ کی ناپسندیدگی کو میں نے محسوس کیا، پھر میں اپنے اہل خانہ کے پاس آیا تو وہ تنور جلا رہے تھے۔ میں نے اس چادر کو اس میں پھینک دیا۔ اگلے دن جب میں حاضر خدمت ہوا تو آپ نے فرمایا: ''اس چادر کا تم نے کیا کیا؟'' میں نے آپ کو صورت حال سے آگاہ کیا تو آپ نے فرمایا: ''اسے اپنے اہل خانہ میں سے کسی عورت کو دے دیتے۔ عورتوں کو اس کے استعمال میں کوئی حرج نہیں ہے۔''[1] ② مذکورہ بالا حدیث میں سرخ جوڑے کا ذکر ہے لیکن وہ جوڑا خالص سرخ رنگ کا نہیں تھا بلکہ اس میں سرخ رنگ کی دھاریاں تھیں جسے عربی میں ''برد'' کہا جاتا ہے، چنانچہ حضرت عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو منیٰ میں دیکھا جب کہ آپ اپنے خچر پر بیٹھے خطبہ دے رہے تھے اور آپ نے سرخ رنگ کی دھاری دار چادر زیب تن کر رکھی تھی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے آگے تھے جو آپ کی بات لوگوں تک پہنچا رہے تھے۔[2]

(٣٦) بَابُ الْمِيثَرَةِ الْحَمْرَاءِ

٥٨٤٩ - حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَشْعَثَ، عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ سُوَيْدِ بْنِ مُقَرِّنٍ، عَنِ الْبَرَاءِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: أَمَرَنَا النَّبِيُّ ﷺ بِسَبْعٍ: عِيَادَةِ الْمَرِيضِ، وَاتِّبَاعِ الْجَنَائِزِ، وَتَشْمِيتِ الْعَاطِسِ. وَنَهَانَا عَنْ لُبْسِ الْحَرِيرِ، وَالدِّيبَاجِ، وَالْقَسِّيِّ، وَالْإِسْتَبْرَقِ، وَمَيَاثِرِ الْحُمْرِ. [راجع: ١٢٣٩]

باب: 36- سرخ زین پوش کا بیان

[5849] حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے ہمیں سات چیزوں کا حکم دیا تھا: بیمار کی عیادت کرنے، جنازوں کے ساتھ جانے اور چھینکنے والے کا جواب دینے کا۔ اور آپ نے ہمیں ریشم، دیبا، درآمد شدہ سرخ ریشمی کپڑا، موٹا ریشم اور سرخ زین پوش کے استعمال سے بھی منع فرمایا۔

فوائد ومسائل: ① اس حدیث میں سات مأمورات میں سے تین کا ذکر ہے، باقی یہ ہیں: دعوت قبول کرنا، سلام پھیلانا مظلوم کی مدد کرنا اور دوسرے کی قسم کو سچا کرنا اور ممنوعات میں سے پانچ چیزوں کا بیان ہے باقی دو سونے کی انگوٹھی پہننا اور چاندی کے برتنوں میں کھانا پینا ہے۔ ② سرخ ریشمی زین پوش کا استعمال بھی جائز نہیں کیونکہ ریشم کا بنا ہوتا ہے۔ ریشم کا لباس اور اس سے تیار شدہ بستر، گدے اور زین پوش بھی مردوں کے لیے منع ہیں، خواہ وہ سرخ ہوں یا کسی اور رنگ کے۔ حدیث میں سرخ رنگ کی قید اتفاقی ہے احترازی نہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث میں ہے کہ سرخ، زعفرانی رنگ کے زین پوشوں سے منع کیا گیا ہے۔[3] اس قسم کے زین پوش خالص ریشم اور سرخ رنگ کے ہوتے ہیں، اس لیے ممنوع ہیں۔ واللّٰہ أعلم.

---

1 سنن داود، اللباس، حديث: 4066. 2 فتح الباري: 477/3. 3 سنن النسائي، الزينة، حديث: 5187.

(٣٧) بَابُ النِّعَالِ السِّبْتِيَّةِ وَغَيْرِهَا

باب: 37- صاف چمڑے اور غیر دباغت شدہ چمڑے کی جوتی پہننا

٥٨٥٠ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ سَعِيدٍ أَبِي مَسْلَمَةَ قَالَ: سَأَلْتُ أَنَسًا: أَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّي فِي نَعْلَيْهِ؟ قَالَ: نَعَمْ. [راجع: ٣٨٦]

[5850] حضرت سعید ابو مسلمہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا نبی ﷺ جوتی پہن کر نماز پڑھ لیتے تھے؟ انھوں نے کہا: ہاں (پڑھ لیتے تھے)۔

فوائد ومسائل: ① عربوں کے ہاں غریب لوگ بالوں والے جوتے استعمال کرتے تھے جبکہ امیر لوگ رنگے ہوئے صاف چمڑے کے جوتے پہنتے تھے۔ رنگے ہوئے چمڑے کے جوتوں کو سبتیہ کہا جاتا ہے۔ نعل کا لفظ دونوں کے لیے استعمال ہوتا ہے، خواہ رنگے ہوئے چمڑے سے بنے ہوں یا غیر رنگے چمڑے سے۔ ② اس عموم سے امام بخاری رحمہ اللہ نے استدلال کیا ہے کہ ہر قسم کا جوتا استعمال کیا جا سکتا ہے، خواہ وہ صاف چمڑے کا ہو یا بالوں والے چمڑے کا۔ ان کا صاف ستھرا اور پاک ہونا ضروری ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا معمول تھا کہ آپ صاف اور پاک جوتا پہن کر نماز پڑھ لیتے تھے۔ جب جوتے پہن کر مسجد میں آنا اور ان میں نماز پڑھنا جائز ہے۔ تو عام حالات میں اس قسم کے جوتے پہننے میں کیا خرابی ہو سکتی ہے؟ والله أعلم.

٥٨٥١ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ، عَنْ سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ عُبَيْدِ بْنِ جُرَيْجٍ: أَنَّهُ قَالَ لِعَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: رَأَيْتُكَ تَصْنَعُ أَرْبَعًا لَمْ أَرَ أَحَدًا مِنْ أَصْحَابِكَ يَصْنَعُهَا، قَالَ: مَا هِيَ يَا ابْنَ جُرَيْجٍ؟ قَالَ: رَأَيْتُكَ لَا تَمَسُّ مِنَ الْأَرْكَانِ إِلَّا الْيَمَانِيَيْنِ، وَرَأَيْتُكَ تَلْبَسُ النِّعَالَ السِّبْتِيَّةَ، وَرَأَيْتُكَ تَصْبُغُ بِالصُّفْرَةِ، وَرَأَيْتُكَ إِذَا كُنْتَ بِمَكَّةَ أَهَلَّ النَّاسُ إِذَا رَأَوُا الْهِلَالَ، وَلَمْ تُهِلَّ أَنْتَ حَتَّى كَانَ يَوْمُ التَّرْوِيَةِ.

[5851] حضرت عبید بن جریج سے روایت ہے، انھوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا کہ میں نے آپ کو چار ایسے کام کرتے دیکھا ہے جو میں نے آپ کے کسی ساتھی کو کرتے نہیں دیکھا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ابن جریج! وہ کیا کام ہیں؟ انھوں نے کہا کہ آپ طواف کرتے وقت صرف یمانیین کو ہاتھ لگاتے ہیں بیت اللہ کے دوسرے کسی کونے کو ہاتھ نہیں لگاتے۔ میں نے آپ کو سبتی جوتے پہنے دیکھا ہے، نیز اپنے کپڑوں کو زرد رنگ کرتے ہوئے دیکھا ہے اور میں نے آپ کو دیکھا ہے کہ جب آپ مکہ مکرمہ میں ہوتے ہیں تو لوگ ذوالحجہ کا چاند دیکھ کر احرام باندھ لیتے ہیں لیکن آپ آٹھویں ذوالحجہ کو احرام باندھتے ہیں۔

فَقَالَ لَهُ عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ: أَمَّا الْأَرْكَانُ:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ارکان کعبہ کے

فَإِنِّي لَمْ أَرَ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَمَسُّ إِلَّا الْيَمَانِيَيْنِ، وَأَمَّا النِّعَالُ السِّبْتِيَّةُ فَإِنِّي رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَلْبَسُ النِّعَالَ الَّتِي لَيْسَ فِيهَا شَعَرٌ وَيَتَوَضَّأُ فِيهَا، فَأَنَا أُحِبُّ أَنْ أَلْبَسَهَا، وَأَمَّا الصُّفْرَةُ: فَإِنِّي رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَصْبُغُ بِهَا، فَأَنَا أُحِبُّ أَنْ أَصْبُغَ بِهَا، وَأَمَّا الْإِهْلَالُ: فَإِنِّي لَمْ أَرَ رَسُولَ اللهِ ﷺ يُهِلُّ حَتَّى تَنْبَعِثَ بِهِ رَاحِلَتُهُ. [راجع: ١٦٦]

متعلق جو تم نے کہا ہے تو میں نے رسول اللہ ﷺ کو ہمیشہ حجر اسود اور رکن یمانی کو ہاتھ لگاتے دیکھا ہے۔ سبتی جوتے پہننا اس لیے ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس چمڑے کے جوتے پہنتے دیکھا ہے جس میں بال نہیں ہوتے تھے اور آپ انھیں پہنے ہوئے ان میں وضو کر لیتے تھے، اس لیے میں بھی پسند کرتا ہوں کہ ایسا ہی جوتا استعمال کروں۔ میرا زرد رنگ استعمال کرنا اس لیے ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہے کہ آپ زرد رنگ استعمال کرتے تھے، اس لیے میں بھی زرد رنگ کو پسند کرتا ہوں۔ رہا احرام باندھنے کا مسئلہ! تو میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ اس وقت احرام باندھتے تھے جب سواری پر سوار ہو کر چلنے لگتے تھے۔

فوائد ومسائل: ① اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سبتی جوتے پہننا جائز ہے بلکہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما انھیں بطور خاص پہنتے تھے اور ان سے محبت کرتے تھے، البتہ ایک حدیث کی بنا پر امام احمد رحمہ اللہ کا موقف ہے کہ سبتی جوتے پہن کر قبرستان میں نہیں چلنا چاہیے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو آواز دے کر فرمایا تھا: ''اے سبتی جوتے پہننے والے! اس مقام پر انھیں اتار دو۔''[1] لیکن ضروری نہیں کہ اس نے سبتی جوتا پہن رکھا تھا، اس لیے رسول اللہ ﷺ نے اسے منع فرمایا بلکہ ممکن ہے کہ جوتوں کو گندگی لگی ہوئی ہو یا اکرام میت کی وجہ سے اسے جوتے اتارنے کا حکم دیا ہو۔ ② اس حدیث میں سبتی جوتوں کا ذکر تخصیص کے لیے نہیں بلکہ اتفاقی ہے۔ بہر حال سبتی جوتے پہننا جائز ہیں اور شرعاً اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ واللہ أعلم.

٥٨٥٢ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: نَهَى رَسُولُ اللهِ ﷺ أَنْ يَلْبَسَ الْمُحْرِمُ ثَوْبًا مَصْبُوغًا بِزَعْفَرَانٍ أَوْ وَرْسٍ، وَقَالَ: «مَنْ لَمْ يَجِدْ نَعْلَيْنِ فَلْيَلْبَسْ خُفَّيْنِ، وَلْيَقْطَعْهُمَا أَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ». [راجع: ١٣٤]

[5852] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے محرم آدمی کو ورس اور زعفران سے رنگے ہوئے کپڑے پہننے سے منع فرمایا ہے۔ اور آپ نے فرمایا: ''جو شخص جوتے نہ پائے وہ موزے پہن لے لیکن انھیں ٹخنوں کے نیچے سے کاٹ لے۔''

---

[1] مسند أحمد: 83/5.

٥٨٥٣ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ زَيْدٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «مَنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ إِزَارٌ فَلْيَلْبَسِ السَّرَاوِيلَ، وَمَنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ نَعْلَانِ فَلْيَلْبَسْ خُفَّيْنِ». [راجع: ١٧٤٠]

[5853] حضرت ابن عباس ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''جس کے پاس تہبند نہ ہو وہ شلوار پہن لے اور جسے جوتے دستیاب نہ ہوں وہ موزے پہن لے۔''

فوائدومسائل: ① ورس ایک زرد رنگ کی گھاس ہے جو کسی حد تک زعفران جیسی ہوتی ہے۔ اس سے کپڑوں کو رنگا جاتا ہے۔ ان احادیث میں محرم کو جوتا پہننے کی اجازت ہے۔ جب محرم انھیں پہن سکتا ہے تو عام لوگوں کو تو بالاولی اس کی اجازت ہے، چنانچہ حضرت جابر ؓ سے مروی ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم اکثر جوتا پہنا کرو کیونکہ جب کوئی جوتا پہنتا ہے تو راحت و آرام میں اس طرح ہوتا ہے گویا وہ سواری پر سوار ہے۔''[1] ② رسول اللہ ﷺ نے جوتا پہننے والے کو سوار سے تشبیہ دی ہے کیونکہ اس سے سفر کی مشقت میں تخفیف، تھکاوٹ کم اور راستے کی تکلیفوں سے پاؤں محفوظ رہتے ہیں۔[2]

(٣٨) بَابٌ: يَبْدَأُ بِالنَّعْلِ الْيُمْنَى

باب: 38- پہلے دائیں پاؤں میں جوتا پہنے

٥٨٥٤ - حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَشْعَثُ بْنُ سُلَيْمٍ: سَمِعْتُ أَبِي يُحَدِّثُ عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُحِبُّ التَّيَمُّنَ فِي طُهُورِهِ، وَتَرَجُّلِهِ، وَتَنَعُّلِهِ. [راجع: ١٦٨]

[5854] حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ طہارت کرنے، کنگھی کرنے اور جوتا پہننے میں دائیں جانب کو پسند کرتے تھے۔

فوائدومسائل: ① ایک روایت میں اتنا اضافہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے تمام کاموں میں دائیں جانب کو پسند کرتے تھے۔[3] مگر بعض کام اس سے مستثنیٰ ہیں، مثلاً: جوتا اتارنا، مسجد سے نکلنا اور لیٹرین جانا وغیرہ۔ ② بہرحال جو کام تکریم و زینت کے ہیں انھیں دائیں جانب سے شروع کرنا مستحب ہے۔ اسلام میں دائیں، بائیں میں امتیاز کیا گیا ہے۔ قرآن مجید میں اہل جنت کو اصحاب الیمین، دائیں جانب والے اور اہل دوزخ کو اصحاب الشمال، بائیں جانب والے کہا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اصحاب الیمین میں شامل فرمائے۔ آمین.

---

[1] صحيح مسلم، اللباس و الزينة، حديث: 5494 (2096). [2] فتح الباري: 381/10. [3] صحيح البخاري، الوضوء، حديث: 168.

(٣٩) بَابٌ: لَا يَمْشِي فِي نَعْلٍ وَاحِدَةٍ

باب: 39- صرف ایک جوتا پہن کر نہ چلے

٥٨٥٥ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «لَا يَمْشِي أَحَدُكُمْ فِي نَعْلٍ وَاحِدَةٍ، لِيُنْعِلْهُمَا جَمِيعًا أَوْ لِيُحْفِهِمَا جَمِيعًا».

[5855] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے کوئی ایک جوتا پہن کر نہ چلے، دونوں پاؤں ننگے رکھے یا دونوں میں جوتا پہنے۔''

فوائد و مسائل: ① جوتا پہننے کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے ہمیں بہت سے آداب سے آگاہ کیا ہے، ان میں سے ایک یہ ہے کہ صرف ایک جوتا پہن کر نہ چلے۔ اس میں کئی ایک حکمتیں ہیں جن کی تفصیل حسب ذیل ہے: ○ اس طرح چلنے میں مشقت کے علاوہ پھسلنے، کانٹا لگنے اور موچ آنے کا اندیشہ ہے۔ ○ دیکھنے والوں کی نگاہ میں معیوب ہے کہ ایک پاؤں میں جوتا ہو اور دوسرا ننگا ہو۔ ○ چلنے والوں کی نگاہیں اس طرف اٹھتی ہیں کہ شاید اس کی ایک ٹانگ چھوٹی ہے۔ ○ کچھ اہل علم نے اس طرح چلنے کو شیطان کی چال قرار دیا ہے۔[1] ② حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ یہ ممانعت موزوں کے متعلق بھی ہے، اسی طرح قمیص کا ایک بازو نکال کر رکھنا اور ایک کندھے کو ننگا رکھنا اور دوسرے کو چادر سے ڈھانپنا، سب چیزیں اس نہی میں شامل ہیں۔[2]

(٤٠) بَابٌ: يَنْزِعُ نَعْلَهُ الْيُسْرَى

باب: 40- پہلے بائیں پاؤں کا جوتا اتارے

٥٨٥٦ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «إِذَا انْتَعَلَ أَحَدُكُمْ فَلْيَبْدَأْ بِالْيَمِينِ، وَإِذَا انْتَزَعَ فَلْيَبْدَأْ بِالشِّمَالِ، لِتَكُنِ الْيُمْنَى أَوَّلَهُمَا تُنْعَلُ وَآخِرَهُمَا تُنْزَعُ».

[5856] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے جب کوئی جوتا پہنے تو دائیں جانب سے شروع کرے اور جب اتارے تو بائیں جانب سے اتارے تاکہ دائیں طرف پہننے میں اول اور اتارنے میں آخر ہو۔''

فوائد و مسائل: ① جوتا اتارتے وقت بائیں جانب سے ابتدا اس لیے کی جاتی ہے کہ جوتا پہننا ایک اچھا کام ہے کیونکہ اس سے بدن کی حفاظت ہوتی ہے، جب دایاں پاؤں بائیں سے افضل اور قابل احترام ہے تو پہنتے وقت دائیں پاؤں سے آغاز کیا جاتا ہے اور اتارتے وقت اسے بعد میں کیا جاتا ہے تاکہ دائیں کی کرامت و احترام زیادہ ہو اور اس حفاظت میں اس کا حصہ اکثر ہو۔ ② بہرحال جو انسان جوتا پہننے میں بائیں پاؤں سے آغاز کرتا ہے اس نے مخالفت سنت کی وجہ سے بے ادبی کا مظاہرہ کیا ہے لیکن

1 عمدة القاري: 62/15. 2 فتح الباري: 383/10.

جوتا پہننا حرام نہیں ہوگا۔ واللہ أعلم.[1]

(٤١) بَابٌ: قِبَالَانِ فِي نَعْلٍ، وَمَنْ رَأَى قِبَالًا وَاحِدًا وَاسِعًا

باب: 41- جوتی کے دو تسمے ہونا اور جس نے ایک تسمہ بھی کافی خیال کیا

٥٨٥٧ - حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ: حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ: حَدَّثَنَا أَنَسٌ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ نَعْلَيِ النَّبِيِّ ﷺ كَانَ لَهُمَا قِبَالَانِ. [انظر: ٥٨٥٨]

[5857] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ کی چپل کے دو تسمے تھے۔

٥٨٥٨ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدٌ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ: أَخْبَرَنَا عِيسَى بْنُ طَهْمَانَ قَالَ: أَخْرَجَ إِلَيْنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ نَعْلَيْنِ لَهُمَا قِبَالَانِ، فَقَالَ ثَابِتٌ الْبُنَانِيُّ: هٰذِهِ نَعْلُ النَّبِيِّ ﷺ. [راجع: ٥٨٥٧]

[5858] حضرت عیسیٰ بن طہمان سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ دو جوتے لے کر ہمارے پاس باہر تشریف لائے جس میں دو تسمے لگے ہوئے تھے۔ ثابت بنانی نے کہا: یہ نبی ﷺ کے جوتے ہیں۔

فوائد ومسائل: ① عہد نبوی میں جوتے کی بناوٹ دور حاضر کی ہوائی چپل سے ملتی جلتی تھی۔ اس میں چمڑے کا ایک ٹکڑا انگلیوں کے درمیان ہوتا تھا اور اس کا دوسرا سرا زمام سے بندھا ہوتا تھا۔ زمام کا نام قبال بھی ہے۔ اس قسم کے جوتے میں پاؤں کا اکثر حصہ کھلا رہتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ انھیں اتارے بغیر پاؤں دھو لیتے تھے جیسا کہ حدیث میں صراحت ہے۔[2] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کے جوتے کی دو پٹیاں تھیں جن کے تسمے دہرے تھے۔[3] ② حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ عنوان کا دوسرا جز اس طرح ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے جوتوں کے دو تسمے تھے تو ایک جوتے کا ایک تسمہ ثابت ہوا۔[4]

(٤٢) بَابُ الْقُبَّةِ الْحَمْرَاءِ مِنْ أَدَمٍ

باب: 42- چمڑے کے سرخ خیمے کا بیان

٥٨٥٩ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَرْعَرَةَ قَالَ: حَدَّثَنِي عُمَرُ بْنُ أَبِي زَائِدَةَ عَنْ عَوْنِ بْنِ أَبِي جُحَيْفَةَ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: أَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ وَهُوَ

[5859] حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا جبکہ آپ چمڑے کے سرخ خیمے میں تشریف فرما تھے۔ میں نے سیدنا

---

① فتح الباري: 384/10. ② صحيح البخاري، الوضوء، حديث: 166. ③ سنن ابن ماجه، اللباس، حديث: 3614. ④ فتح الباري: 385/10.

فِي قُبَّةٍ حَمْرَاءَ مِنْ أَدَمٍ، وَرَأَيْتُ بِلَالًا أَخَذَ وَضُوءَ النَّبِيِّ ﷺ وَالنَّاسُ يَبْتَدِرُونَ الْوَضُوءَ، فَمَنْ أَصَابَ مِنْهُ شَيْئًا تَمَسَّحَ بِهِ، وَمَنْ لَمْ يُصِبْ مِنْهُ شَيْئًا أَخَذَ مِنْ بَلَلِ يَدِ صَاحِبِهِ. [راجع: ١٨٧]

بلال ؓ کو دیکھا کہ وہ نبی ﷺ کے وضو کا پانی لیے ہوئے ہیں اور لوگ اس وضو کا پانی لینے کے لیے ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اگر کسی کو پانی مل جاتا تو وہ اسے اپنے بدن پر لگا لیتا اور جسے پانی نہ ملتا تو وہ اپنے ساتھی کے ہاتھ کی تری ہی لے لیتا۔

فائدہ: امام بخاری ؒ نے چمڑے کے سرخ خیمے کے متعلق عنوان قائم کیا ہے لیکن دوسری حدیث میں سرخ خیمے کا ذکر نہیں ہے، دراصل پہلی حدیث میں جو واقعہ بیان ہوا ہے وہ حجۃ الوداع کا ہے اور دوسری حدیث میں غزوۂ طائف کا ذکر ہے جس میں حنین کی غنیمتیں تقسیم ہوئی تھیں۔ ان دونوں واقعات میں صرف دو سال کا وقفہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ اتنے شاہ خرچ نہ تھے کہ دو سال کے بعد نیا خیمہ خرید فرماتے بلکہ حجۃ الوداع کے موقع پر جس خیمے میں آپ تشریف فرما تھے یہ وہی خیمہ ہے جس میں آپ ﷺ نے انصار کو جمع کر کے ان کی غلط فہمی دور فرمائی تھی، اس لیے اگرچہ دوسری حدیث میں سرخ خیمے کا ذکر نہیں، تاہم اس خیمے سے مراد بھی سرخ خیمہ ہی ہے۔ واللہ أعلم.[1]

٥٨٦٠ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ، أَخْبَرَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ؛ ح: وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: أَرْسَلَ النَّبِيُّ ﷺ إِلَى الْأَنْصَارِ فَجَمَعَهُمْ فِي قُبَّةٍ مِنْ أَدَمٍ. [راجع: ٣١٤٦]

[5860] حضرت انس بن مالک ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے انصار کو پیغام بھیجا اور انھیں چمڑے کے ایک خیمے میں جمع کیا۔

(٤٣) بَابُ الْجُلُوسِ عَلَى الْحَصِيرِ وَنَحْوِهِ

باب: 43- چٹائی وغیرہ پر بیٹھنا

وضاحت: چٹائی وہ ہوتی ہے جو کھجور کے پتوں وغیرہ سے بنائی جائے۔ اس کے علاوہ اور کوئی چیز جو نیچے بچھائی جائے اور وہ زیادہ قیمتی نہ ہو، اس پر بیٹھنا عاجزی کی علامت ہے۔

٥٨٦١ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ: حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ، عَنْ سَعِيدٍ، عَنْ أَبِي

[5861] حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ رات کو چٹائی سے حجرہ سا بنا لیتے اور نماز پڑھا کرتے تھے اور

1 فتح الباري: 386/10.

سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَحْتَجِرُ حَصِيرًا بِاللَّيْلِ فَيُصَلِّي، وَيَبْسُطُهُ بِالنَّهَارِ فَيَجْلِسُ عَلَيْهِ، فَجَعَلَ النَّاسُ يَثُوبُونَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَيُصَلُّونَ بِصَلَاتِهِ حَتَّى كَثُرُوا، فَأَقْبَلَ فَقَالَ: «يَا أَيُّهَا النَّاسُ، خُذُوا مِنَ الْأَعْمَالِ مَا تُطِيقُونَ، فَإِنَّ اللهَ لَا يَمَلُّ حَتَّى تَمَلُّوا، وَإِنَّ أَحَبَّ الْأَعْمَالِ إِلَى اللهِ مَا دَامَ وَإِنْ قَلَّ». [راجع: ٧٢٩]

اسی چٹائی کو دن کے وقت بچھا لیتے اوراس پر بیٹھا کرتے تھے۔ پھر رات کے وقت لوگ نبی ﷺ کے پاس جمع ہونے لگے اورآپ کی اقتدا میں نماز ادا کرنے لگے۔ جب مجمع زیادہ بڑھ گیا تو آپ ﷺ ان کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: ''لوگو! عمل اتنے ہی کیا کرو جس قدر تم میں طاقت ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نہیں اکتاتا جب تک تم نہ تھک جاؤ۔ اللہ کی بارگاہ میں سب سے زیادہ پسندیدہ عمل وہ ہے جسے پابندی سے ہمیشہ کیا جائے، خواہ وہ کم ہی ہو۔''

فوائد ومسائل: ① اس حدیث سے امام بخاری رحمہ اللہ نے چٹائی وغیرہ پر بیٹھنا ثابت کیا ہے۔ قبل ازیں کتاب الصلاۃ میں چٹائی پر نماز پڑھنے کا عنوان قائم کیا تھا۔ دراصل انھوں نے ایک روایت کے ضعف کی طرف اشارہ کیا ہے کہ شریح بن ہانی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: کیا رسول اللہ ﷺ چٹائی پر نماز پڑھتے تھے جبکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''ہم نے جہنم کو کافروں کے لیے گھیرنے والی بنایا ہے۔'' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا: رسول اللہ ﷺ چٹائی پر نماز نہیں پڑھا کرتے تھے۔[1] ② بہرحال چٹائی وغیرہ پر بیٹھنا اوراس پر نماز پڑھنا ثابت ہے۔ آیت کریمہ سے اس کی ممانعت کشید کرنا محل نظر ہے۔[2] واللّٰہ أعلم.

(٤٤) بَابُ الْمُزَرَّرِ بِالذَّهَبِ

باب: 44- سونے کے بٹن لگے ہوئے کپڑے پہننا

وضاحت: اگر کسی کپڑے کو سونے کے بٹن لگے ہوئے ہوں تو اسے مرد حضرات نہیں پہن سکتے، البتہ عورتوں کو ایسے کپڑے پہننے کی اجازت ہے۔

٥٨٦٢ - وَقَالَ اللَّيْثُ: حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ: أَنَّ أَبَاهُ مَخْرَمَةَ قَالَ لَهُ: يَا بُنَيَّ إِنَّهُ بَلَغَنِي: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَدِمَتْ عَلَيْهِ أَقْبِيَةٌ فَهُوَ يَقْسِمُهَا، فَاذْهَبْ بِنَا إِلَيْهِ، فَذَهَبْنَا، فَوَجَدْنَا النَّبِيَّ ﷺ فِي مَنْزِلِهِ فَقَالَ لِي: يَا بُنَيَّ ادْعُ لِيَ النَّبِيَّ ﷺ فَأَعْظَمْتُ ذٰلِكَ، فَقُلْتُ: أَدْعُو لَكَ رَسُولَ اللهِ؟ فَقَالَ: يَا بُنَيَّ، إِنَّهُ لَيْسَ

[5862] حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انھیں والد گرامی حضرت مخرمہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اے میرے بیٹے! مجھے معلوم ہوا ہے کہ نبی ﷺ کے پاس کوٹ آئے ہیں اورآپ انھیں تقسیم فرما رہے ہیں، لہٰذا تم ہمیں آپ ﷺ کے پاس لے چلو، چنانچہ ہم گئے تو ہم نے نبی ﷺ کو آپ کے گھر ہی میں پایا، میرے والد نے مجھ سے کہا: بیٹے! میرا نام لے کر نبی ﷺ کو بلاؤ۔ میں نے اسے بہت بڑی توہین

1 مسند أبي يعلى: 426/7، حديث: 4448. 2 فتح الباري: 387/10.

بِجَبَّارٍ، فَدَعَوْتُهُ فَخَرَجَ وَعَلَيْهِ قَبَاءٌ مِنْ دِيبَاجٍ مُزَرَّرٌ بِالذَّهَبِ، فَقَالَ: «يَا مَخْرَمَةُ، هٰذَا خَبَّأْتُهُ لَكَ». فَأَعْطَاهُ إِيَّاهُ. [راجع: ٢٥٩٩]

آمیز بات قرار دیا، چنانچہ میں نے اپنے والد سے کہا: میں آپ کی خاطر رسول اللہ ﷺ کو بلاؤں؟ انھوں نے کہا: میرے بیٹے! آپ ﷺ کوئی جابر صفت انسان نہیں ہیں۔ بہرحال میں نے آپ کو بلایا تو آپ باہر تشریف لے آئے۔ آپ کے اوپر ایک دیبا کی قبا تھی جس میں سونے کے بٹن لگے ہوئے تھے۔ آپ نے فرمایا: "اے مخرمہ! میں نے یہ کوٹ تمھارے لیے چھپا رکھا تھا۔" چنانچہ آپ نے وہ (کوٹ) انھیں عنایت فرما دیا۔

فوائد و مسائل: ① وہ کوٹ ریشم کا تھا اور اس پر سونے کے بٹن لگے ہوئے تھے۔ ممکن ہے کہ یہ واقعہ مردوں کے لیے سونے کی حرمت سے پہلے کا ہو اور رسول اللہ ﷺ اسے پہن کر تشریف لائے اور حضرت مخرمہ رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا تاکہ وہ اسے پہنے۔ اگر یہ واقعہ سونے کی حرمت کے بعد کا ہے تو رسول اللہ ﷺ نے اسے اپنے ہاتھ پر رکھا تھا پہنا ہوا نہیں تھا اور آپ نے حضرت مخرمہ رضی اللہ عنہ کو اس لیے دیا تاکہ وہ اسے بازار میں فروخت کر کے اس کی قیمت اپنے استعمال میں لائیں یا وہ کوٹ اپنی عورتوں میں سے کسی کو پہننے کے لیے دے دیں۔ ② واضح رہے کہ حضرت مخرمہ رضی اللہ عنہ مؤلفة القلوب سے تھے لیکن ان میں شدت اور سختی کا پہلو غالب تھا، البتہ رسول اللہ ﷺ واقعی بہت رحیم و شفیق تھے اور اپنے ساتھیوں سے حسن سلوک کے ساتھ پیش آتے تھے۔ ﷺ۔[1]

(٤٥) بَابُ خَوَاتِيمِ الذَّهَبِ

باب: 45- سونے کی انگوٹھیوں کا بیان

٥٨٦٣ - حَدَّثَنَا آدَمُ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ: حَدَّثَنَا أَشْعَثُ بْنُ سُلَيْمٍ قَالَ: سَمِعْتُ مُعَاوِيَةَ بْنَ سُوَيْدِ بْنِ مُقَرِّنٍ قَالَ: سَمِعْتُ الْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يَقُولُ: نَهَانَا النَّبِيُّ ﷺ عَنْ سَبْعٍ، نَهَى عَنْ خَاتَمِ الذَّهَبِ - أَوْ قَالَ: حَلْقَةِ الذَّهَبِ - وَعَنِ الْحَرِيرِ، وَالْإِسْتَبْرَقِ، وَالدِّيبَاجِ، وَالْمِيثَرَةِ الْحَمْرَاءِ، وَالْقَسِّيِّ، وَآنِيَةِ الْفِضَّةِ، وَأَمَرَنَا بِسَبْعٍ: بِعِيَادَةِ الْمَرِيضِ،

[5863] حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے ہمیں سات چیزوں سے منع فرمایا: سونے کی انگوٹھی یا چھلا پہننے سے، ریشم، استبرق، دیبا، ریشم کی سرخ گدی، درآمد شدہ ریشم قسی اور چاندی کے برتن استعمال کرنے سے بھی منع فرمایا اور ہمیں سات چیزوں کا حکم دیا: بیمار پرسی کرنے، جنازوں کے ساتھ چلنے، چھینک لینے والے کو جواب دینے، وعلیکم السلام کہنے، دعوت قبول کرنے، قسم اٹھانے والے کی قسم کو پورا کرنے اور مظلوم کی

1 فتح الباري: 388/10.

وَاتِّبَاعِ الْجَنَائِزِ، وَتَشْمِيتِ الْعَاطِسِ، وَرَدِّ السَّلَامِ، وَإِجَابَةِ الدَّاعِي، وَإِبْرَارِ الْمُقْسِمِ، وَنَصْرِ الْمَظْلُومِ. [راجع: ١٢٣٩]

مدد کرنے کا حکم دیا۔

فوائد ومسائل: ① اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مردوں کو سونے کی انگوٹھی یا سونے کا چھلا پہننے کی ممانعت ہے، البتہ عورتیں اسے استعمال کر سکتی ہیں، لیکن افسوس ہے کہ ہمارے معاشرے میں منگنی کی سونے کی انگوٹھی مرد حضرات بڑے شوق سے پہنتے ہیں اور اسے یادگار کے طور پر محفوظ رکھتے ہیں، حالانکہ اسلام میں اس کی سخت ممانعت ہے۔ ② بوقت مجبوری سونے کی ناک لگوائی جا سکتی ہے جیسا کہ حدیث میں حضرت عرفجہ بن اسعد ؓ کے لیے رسول اللہ ﷺ کی اجازت منقول ہے۔[1] اس حدیث سے امام ابوداود نے استدلال کیا ہے کہ سونے کا دانت بنوانا بھی جائز ہے، لیکن سونے کا زیور صرف عورتوں کے لیے جائز ہے۔ واللہ أعلم.

٥٨٦٤ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ النَّضْرِ بْنِ أَنَسٍ، عَنْ بَشِيرِ بْنِ نَهِيكٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ نَهَى عَنْ خَاتَمِ الذَّهَبِ.

[5864] حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے، وہ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے سونے کی انگوٹھی پہننے سے منع فرمایا تھا۔

وَقَالَ عَمْرٌو: أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ: سَمِعَ النَّضْرَ: سَمِعَ بَشِيرًا مِثْلَهُ.

عمرو نے کہا: ہمیں شعبہ نے قتادہ سے بیان کیا، انھوں نے نضر سے سنا، انھوں نے بشیر بن نہیک سے سن کر یہ حدیث بیان کی۔

فوائد ومسائل: ① بلاشبہ سونے کی انگوٹھی مردوں کے لیے حرام ہے، حضرت عائشہ ؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس حبشہ کے بادشاہ نجاشی نے کچھ زیورات بطور تحفہ بھیجے۔ ان میں ایک سونے کی انگوٹھی بھی تھی جس کا نگینہ حبشی انداز کا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس سے منہ پھیرتے ہوئے لکڑی یا انگلی سے تھاما اور اپنی نواسی حضرت امامہ بنت ابی العاص ؓ کو بلا کر کہا: ''بیٹی! تم اسے پہن لو۔''[2] اگر سونا مردوں کے لیے حلال ہوتا تو آپ اس سے منہ نہ پھیرتے، نیز اگر عورتوں کے لیے سونا پہننا جائز نہ ہوتا تو رسول اللہ ﷺ اپنی نواسی حضرت امامہ ؓ کو ہرگز نہ پہناتے۔ ② اگرچہ بعض صحابۂ کرام ؓ سے منقول ہے کہ وہ سونے کی انگوٹھی پہنتے تھے لیکن ممکن ہے کہ انھیں ممانعت کی احادیث نہ پہنچی ہوں۔ عجیب بات ہے کہ حضرت براء بن عازب ؓ سے ممانعت کی حدیث مروی ہے لیکن وہ بھی سونے کی انگوٹھی پہنتے تھے اور انھیں لوگ کہتے کہ آپ سونے کی انگوٹھی کیوں پہنتے ہیں جبکہ رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے؟ تو وہ جواب دیتے کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے انگوٹھی دیتے وقت فرمایا تھا کہ اسے

① سنن أبي داود، الخاتم، حديث: 4232. ② سنن أبي داود، الخاتم، حديث: 4235.

پہنو جسے اللہ اور اس کے رسول نے تمھیں پہنایا ہے۔ شاید وہ اپنے لیے اسے خصوصیت پر محمول کرتے ہوں۔ بہر حال مردوں کے لیے اس کا پہننا جائز نہیں۔ واللہ أعلم.[1]

٥٨٦٥ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ: حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ عُبَيْدِ اللهِ قَالَ: حَدَّثَنِي نَافِعٌ عَنْ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ اتَّخَذَ خَاتَمًا مِنْ ذَهَبٍ وَجَعَلَ فَصَّهُ مِمَّا يَلِي كَفَّهُ، فَاتَّخَذَهُ النَّاسُ، فَرَمَى بِهِ، وَاتَّخَذَ خَاتَمًا مِنْ وَرِقٍ أَوْ فِضَّةٍ.

[انظر: ٥٨٦٦، ٥٨٦٧، ٥٨٧٣، ٥٨٧٦، ٦٦٥١، ٧٢٩٨]

[5865] حضرت عبداللہ بن عمر ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سونے کی ایک انگوٹھی بنوائی اور اس کا نگینہ ہتھیلی کی جانب رکھا۔ پھر کچھ دوسرے لوگوں نے بھی سونے کی انگوٹھیاں بنوالیں تو آپ ﷺ نے اسے پھینک دیا اور اپنے لیے چاندی کی ایک انگوٹھی بنوالی۔

فوائد ومسائل: ① رسول اللہ ﷺ نے سونے کی انگوٹھی حرمت سے پہلے بنوائی تھی، حرمت کے بعد اسے اتار پھینکا۔ مومن کی شان یہی ہے کہ جب کسی چیز کے حرام ہونے کا پتا چل جائے تو پھر اس کے استعمال کے لیے کوئی حیلہ بہانہ تلاش نہ کرے، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی کے ہاتھ (کی انگلی) میں سونے کی انگوٹھی دیکھی تو آپ نے اسے اتار کر پھینک دیا اور فرمایا: ''تم میں سے کوئی شخص آگ کا انگارا اٹھاتا ہے اور اسے اپنے ہاتھ میں ڈال لیتا ہے۔'' رسول اللہ ﷺ کے تشریف لے جانے کے بعد اس شخص سے کہا گیا: اپنی انگوٹھی لے لو، اس سے کوئی فائدہ اٹھا لینا۔ اس نے کہا: اللہ کی قسم! میں اسے کبھی نہیں اٹھاؤں گا جبکہ رسول اللہ ﷺ نے اسے پھینک دیا ہے۔[2] ② بہر حال سونے کی انگوٹھی کسی صورت میں استعمال کرنے کی اجازت نہیں ہے، ہاں اگر تلوار کو سونا لگا ہے تو وہ جنگ میں کام آسکتی ہے اور اسے استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں، لیکن سونے کی انگوٹھی استعمال کرنے کے لیے کوئی مجبوری نہیں جس کے پیش نظر اسے مردوں کے لیے حلال قرار دیا جائے۔ واللہ أعلم.

(٤٦) بَابُ خَاتَمِ الْفِضَّةِ

باب: 46- چاندی کی انگوٹھی کا بیان

٥٨٦٦ - حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ مُوسَى: حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ: حَدَّثَنَا عُبَيْدُاللهِ عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ اتَّخَذَ خَاتَمًا مِنْ ذَهَبٍ - أَوْ فِضَّةٍ - وَجَعَلَ فَصَّهُ مِمَّا يَلِي كَفَّهُ، وَنَقَشَ فِيهِ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللهِ، فَاتَّخَذَ النَّاسُ مِثْلَهُ، فَلَمَّا رَآهُمْ قَدِ اتَّخَذُوهَا رَمَى بِهِ

[5866] حضرت عبداللہ بن عمر ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سونے یا چاندی کی ایک انگوٹھی بنوائی اور اس کا نگینہ ہتھیلی کی طرف رکھا اور اس پر ''محمد رسول اللہ'' کے الفاظ کندہ کرائے۔ دوسرے لوگوں نے بھی اسی طرح کی انگوٹھیاں بنوالیں۔ جب آپ نے دیکھا کہ لوگوں نے بھی اسی طرح کی انگوٹھیاں بنوالی ہیں تو آپ نے انگوٹھی کو اتار

1 فتح الباري: 391/10. 2 صحيح مسلم، اللباس والزينة، حديث: 5472 (2090).

وَقَالَ: «لَا أَلْبَسُهُ أَبَدًا»، ثُمَّ اتَّخَذَ خَاتَمًا مِنْ فِضَّةٍ فَاتَّخَذَ النَّاسُ خَوَاتِيمَ الْفِضَّةِ. قَالَ ابْنُ عُمَرَ: فَلَبِسَ الْخَاتَمَ بَعْدَ النَّبِيِّ ﷺ أَبُو بَكْرٍ ثُمَّ عُمَرُ، ثُمَّ عُثْمَانُ حَتَّى وَقَعَ مِنْ عُثْمَانَ فِي بِئْرِ أَرِيسَ. [راجع: ٥٨٦٥]

پھینکا اور فرمایا: ''اب میں اسے کبھی نہیں پہنوں گا۔'' پھر آپ نے چاندی کی ایک انگوٹھی بنوائی تو دوسرے لوگوں نے بھی چاندی کی انگوٹھیاں بنوا لیں۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ نبی ﷺ کے بعد اس انگوٹھی کو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پہنا، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے، پھر سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے (اسے پہنا)۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے وہ انگوٹھی اریس کے کنویں میں گر گئی۔

فوائدومسائل: ① جب رسول اللہ ﷺ نے سونے کی انگوٹھی پہنی تو اس وقت حرمت کا حکم نازل ہوا، آپ نے اسے اتار پھینکا اور فرمایا: ''اب میں اسے کبھی نہیں پہنوں گا۔'' اس کے بعد آپ نے چاندی کی انگوٹھی بنوائی، اس میں محمد رسول اللہ کے الفاظ کندہ کرائے۔ جب آپ بادشاہوں اور حکمرانوں کو خطوط لکھتے تو مہر کے طور پر اسے استعمال کرتے، پھر اس انگوٹھی کو خلفائے ثلاثہ نے بطور تبرک اپنے پاس رکھا۔ چھ سال تک وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس رہی۔ انھوں نے ایک انصاری شخص کو انگوٹھی کی حفاظت کے لیے مقرر فرمایا۔ وہ انگوٹھی اس کے ہاتھ سے بئر اریس میں گر گئی۔ بعض روایات میں ہے کہ حضرت معیقیب رضی اللہ عنہ سے وہ انگوٹھی کنویں میں گر گئی تھی پھر تلاش کے باوجود نہ مل سکی۔[1] ② اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مرد کے لیے چاندی کی انگوٹھی پہننا جائز ہے اور انگوٹھی میں کوئی حرف یا عبارت کندہ کرانا بھی جائز ہے، نیز خلیفہ، قاضی یا دوسرے افسران کی مہر کی نقل تیار کرنا جرم ہے کیونکہ اس سے جعل سازی کا دروازہ کھلتا ہے، پھر حدیث میں اس کی ممانعت بھی مروی ہے۔[2]

(٤٧) بَابٌ:

باب: 47- بلاعنوان

٥٨٦٧ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَلْبَسُ خَاتَمًا مِنْ ذَهَبٍ فَنَبَذَهُ فَقَالَ: «لَا أَلْبَسُهُ أَبَدًا»، فَنَبَذَ النَّاسُ خَوَاتِيمَهُمْ. [راجع: ٥٨٦٥]

[5867] حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے سونے کی انگوٹھی پہنی تھی، پھر اسے اتار پھینکا اور فرمایا: ''میں اب اسے کبھی نہیں پہنوں گا۔'' لوگوں نے بھی اپنی انگوٹھیاں پھینک دیں۔

فوائدومسائل: ① سونے کی انگوٹھی پہننے کے بعد سونے کی حرمت کا حکم نازل ہوا تو آپ نے اسے اتار پھینکا، لوگوں نے بھی آپ کا اتباع کرتے ہوئے اپنی انگوٹھیاں اتار دیں۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے چاندی کی انگوٹھی بنوائی، دوسرے لوگوں

① فتح الباري: 10/393. ② صحيح مسلم، اللباس والزينة، حديث: 5477 (2091).

نے اپنے لیے چاندی کی انگوٹھیاں بنوا لیں۔ ② رسول اللہ ﷺ اسے دائیں ہاتھ میں پہنتے تھے اور اس کا نگینہ ہتھیلی کے اندرونی طرف رکھتے تھے۔ واضح رہے کہ یہ عنوان پچھلے عنوان کا تکملہ ہے، اس میں مزید وضاحت ہے۔ واللّٰہ أعلم.

٥٨٦٨ - حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يُونُسَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: حَدَّثَنِي أَنَسُ ابْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّهُ رَأَى فِي يَدِ رَسُولِ اللهِ ﷺ خَاتَمًا مِنْ وَرِقٍ يَوْمًا وَاحِدًا، ثُمَّ إِنَّ النَّاسَ اصْطَنَعُوا الْخَوَاتِيمَ مِنْ وَرِقٍ وَلَبِسُوهَا، فَطَرَحَ رَسُولُ اللهِ ﷺ خَاتَمَهُ، فَطَرَحَ النَّاسُ خَوَاتِيمَهُمْ.

[5868] حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ میں ایک دن چاندی کی انگوٹھی دیکھی۔ پھر دوسرے لوگوں نے بھی چاندی کی انگوٹھیاں بنوالیں اور انھیں پہن لیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنی انگوٹھی پھینک دی تو لوگوں نے بھی اپنی انگوٹھیاں پھینک دیں۔

تَابَعَهُ إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ، وَزِيَادٌ، وَشُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ. وَقَالَ ابْنُ مُسَافِرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ: أَرَى خَاتَمًا مِنْ وَرِقٍ.

ابراہیم بن سعد، زیاد اور شعیب نے زہری سے روایت کرنے میں یونس کی متابعت کی ہے۔ اور ابن مسافر نے زہری سے بیان کرتے ہوئے یہ الفاظ ذکر کیے ہیں: میں نے چاندی کی انگوٹھی دیکھی۔

فوائد ومسائل: ① اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے چاندی کی انگوٹھی پھینکی تھی تو لوگوں نے بھی اپنی چاندی کی انگوٹھیاں پھینک دی تھیں، لیکن دوسری روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے سونے کی انگوٹھی پھینکی تھی اور لوگوں نے بھی سونے کی انگوٹھیاں پھینکی تھیں۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ایک توجیہ ان الفاظ میں ذکر کی ہے: رسول اللہ ﷺ نے زینت کے طور پر سونے کی انگوٹھی بنوائی۔ جب لوگوں نے آپ کے اتباع میں سونے کی انگوٹھیاں بنوائیں تو حرمت کا حکم نازل ہوا تو آپ نے اور لوگوں نے انھیں اتار پھینکا، پھر بطور مہر چاندی کی انگوٹھی بنوائی۔ اس میں ''محمد رسول اللہ'' کے الفاظ کندہ کرائے تو لوگوں نے اس طرح کی انگوٹھیاں بنوالیں تو آپ نے اپنی انگوٹھی اتار دی تاکہ لوگ بھی اپنی اپنی کندہ انگوٹھیاں اتار دیں کیونکہ ان کی موجودگی میں سرکاری مہر کی کوئی حقیقت باقی نہیں رہ جاتی تھی۔ جب لوگوں نے اپنی انگوٹھیاں پھینک دیں اور ان کا وجود ختم ہو گیا تو پھر آپ ﷺ نے اپنی انگوٹھی کو استعمال کرنا شروع کر دیا۔ واللّٰہ أعلم.[1] ② رسول اللہ ﷺ نے واضح طور پر فرمایا تھا کہ کوئی شخص بھی میری اس انگوٹھی کے نقش کی طرح اپنی انگوٹھی پر نقش نہ بنوائے۔[2] اس کے باوجود لوگوں نے اپنی انگوٹھیوں پر یہ نقش کندہ کرایا۔ اس کے متعلق حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ شاید ان لوگوں کو ممانعت نہ پہنچی ہو یا وہ ایسے لوگ ہوں گے جن کے دلوں میں ابھی ایمان پختہ نہیں ہوا تھا جیسا کہ منافقین وغیرہ تھے، چنانچہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کی انگوٹھی جیسی انگوٹھیاں بنوالیں اور ان میں آپ کا نقش بھی کندہ کرا لیا تو آپ نے اظہار ناراضی کرتے ہوئے اپنی انگوٹھی اتار پھینکی۔[3] واللّٰہ أعلم.

---

[1] فتح الباري: 394/10. [2] صحيح مسلم، اللباس، حديث: 5473 (2091). [3] فتح الباري: 394/10.

(٤٨) بَابُ فَصِّ الْخَاتَمِ

باب:48-انگوٹھی کا نگینہ

٥٨٦٩ - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ: أَخْبَرَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ: أَخْبَرَنَا حُمَيْدٌ قَالَ: سُئِلَ أَنَسٌ: هَلِ اتَّخَذَ النَّبِيُّ ﷺ خَاتَمًا؟ قَالَ: أَخَّرَ لَيْلَةً صَلَاةَ الْعِشَاءِ إِلَى شَطْرِ اللَّيْلِ، ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهِ، فَكَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى وَبِيصِ خَاتَمِهِ، قَالَ: «إِنَّ النَّاسَ قَدْ صَلَّوْا وَنَامُوا وَإِنَّكُمْ لَنْ تَزَالُوا فِي صَلَاةٍ مَا انْتَظَرْتُمُوهَا». [راجع: ٥٧٢]

[5869] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، ان سے دریافت کیا گیا: کیا نبی ﷺ نے انگوٹھی بنوائی تھی؟ انھوں نے کہا کہ آپ ﷺ نے ایک رات نماز عشاء نصف رات تک مؤخر کی، پھر آپ ہماری طرف متوجہ ہوئے۔ میں اب بھی (چشم تصور سے) آپ ﷺ کی انگوٹھی کی چمک دیکھ رہا ہوں۔ آپ نے فرمایا: ''بہت سے لوگ نماز عشاء پڑھ کر سو گئے ہیں لیکن تم اس وقت سے نماز میں ہو جب سے تم نماز کا انتظار کر رہے ہو۔''

٥٨٧٠ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ: أَخْبَرَنَا مُعْتَمِرٌ قَالَ: سَمِعْتُ حُمَيْدًا يُحَدِّثُ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ خَاتَمُهُ مِنْ فِضَّةٍ، وَكَانَ فَصُّهُ مِنْهُ.

[5870] حضرت انس رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے کہ نبی ﷺ کی انگوٹھی چاندی کی تھی اور اس کا نگینہ بھی چاندی کا تھا۔

وَقَالَ يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ: حَدَّثَنِي حُمَيْدٌ: سَمِعَ أَنَسًا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. [راجع: ٦٥]

یحییٰ بن ایوب نے کہا: مجھے حمید نے خبر دی، انھوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سنا، انھوں نے نبی ﷺ سے بیان کیا۔

فوائد ومسائل: ① انگوٹھی کی چمک اس کے نگینے کی وجہ سے تھی۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نگینہ چاندی کا تھا جبکہ ایک دوسری روایت میں ہے کہ اس کا نگینہ حبشی تھا۔[1] حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ اس کا ڈیزائن یا نقش حبشی تھا۔ اگر اس کا مطلب یہ لیا جائے کہ نگینہ حبشہ کا سیاہ پتھر وہاں کا عقیق تھا تو ممکن ہے کہ دو انگوٹھیاں ہوں ایک چاندی کے نگینے والی اور دوسری حبشہ کے سیاہ پتھر کے نگینے والی۔ ایک حدیث میں ہے کہ وہ انگوٹھی لوہے کی تھی جس پر چاندی کا ملمع کیا گیا تھا اور حضرت معیقیب رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے محافظ تھے۔[2] ② اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ دو انگوٹھیاں تھیں۔ ایک خالص چاندی کی اور دوسری لوہے کی جس پر چاندی کا ملمع کیا گیا تھا۔ لوہے پر جس چیز کا ملمع کیا گیا ہو وہ اسی کے حکم میں ہوگا۔[3]

(٤٩) بَابُ خَاتَمِ الْحَدِيدِ

باب:49-لوہے کی انگوٹھی کا بیان

[1] سنن أبي داود، الخاتم، حديث: 4216. [2] سنن أبي داود، الخاتم، حديث: 4224. [3] فتح الباري: 396/10.

٥٨٧١ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ سَمِعَ سَهْلًا يَقُولُ: جَاءَتِ امْرَأَةٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَتْ: جِئْتُ أَهَبُ نَفْسِي، فَقَامَتْ طَوِيلًا، فَنَظَرَ وَصَوَّبَ، فَلَمَّا طَالَ مُقَامُهَا، فَقَالَ رَجُلٌ: زَوِّجْنِيهَا إِنْ لَمْ يَكُنْ لَكَ بِهَا حَاجَةٌ، قَالَ: «عِنْدَكَ شَيْءٌ تُصْدِقُهَا؟» قَالَ: لَا، قَالَ: «انْظُرْ»، فَذَهَبَ ثُمَّ رَجَعَ فَقَالَ: وَاللهِ إِنْ وَجَدْتُ شَيْئًا، قَالَ: «اذْهَبْ فَالْتَمِسْ وَلَوْ خَاتَمًا مِنْ حَدِيدٍ»، فَذَهَبَ ثُمَّ رَجَعَ قَالَ: لَا وَاللهِ، وَلَا خَاتَمًا مِنْ حَدِيدٍ، وَعَلَيْهِ إِزَارٌ مَا عَلَيْهِ رِدَاءٌ، فَقَالَ: أُصْدِقُهَا إِزَارِي؟ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «إِزَارُكَ إِنْ لَبِسَتْهُ لَمْ يَكُنْ عَلَيْكَ مِنْهُ شَيْءٌ، وَإِنْ لَبِسْتَهُ لَمْ يَكُنْ عَلَيْهَا مِنْهُ شَيْءٌ»، فَتَنَحَّى الرَّجُلُ فَجَلَسَ فَرَآهُ النَّبِيُّ ﷺ مُوَلِّيًا، فَأَمَرَ بِهِ فَدُعِيَ فَقَالَ: «مَا مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ؟» قَالَ: سُورَةُ كَذَا وَكَذَا، لِسُوَرٍ عَدَّدَهَا. قَالَ: «قَدْ مَلَّكْتُكَهَا بِمَا مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ». [راجع: ٢٣١٠]

[5871] حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ ایک عورت نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کی: میں خود کو ہبہ کرنے آئی ہوں۔ وہ دیر تک وہاں کھڑی رہی آپ ﷺ نے اسے دیکھ کر نگاہ نیچی کر لی۔ جب وہ دیر تک کھڑی رہی تو ایک آدمی نے عرض کی: اللہ کے رسول! اگر آپ کو اس کی حاجت نہیں ہے تو اس کا نکاح مجھ سے کر دیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تیرے پاس اسے مہر دینے کے لیے کوئی چیز ہے؟'' اس نے کہا: نہیں۔ آپ نے فرمایا: ''جاؤ، تلاش کرو۔'' وہ گیا اور واپس آ کر عرض کرنے لگا: اللہ کی قسم! مجھے کچھ نہیں ملا۔ آپ نے اسے دوبارہ فرمایا: ''جاؤ، تلاش کرو اگرچہ لوہے کی انگوٹھی ہو۔'' وہ گیا اور واپس آ کر کہا: اللہ کی قسم! مجھے لوہے کی انگوٹھی بھی نہیں ملی۔ اس نے ایک تہبند پہنا ہوا تھا، اوڑھنے کے لیے اس کے پاس کوئی چادر نہ تھی اس نے عرض کی: میں اپنا تہبند بطور مہر اسے دے دوں؟ نبی ﷺ نے فرمایا: ''تمھارا تہبند اگر اس نے پہن لیا تو تمھارے لیے کچھ نہیں رہے گا، اگر تو نے پہنا تو اس کے لیے کچھ نہیں ہوگا۔'' چنانچہ وہ ایک طرف ہو کر بیٹھ گیا۔ نبی ﷺ نے جب اسے دیکھا کہ وہ پیٹھ پھیرے ہوئے ہے تو آپ نے اسے بلایا اور فرمایا: ''کیا تجھے قرآن یاد ہے؟'' اس نے کہا: ہاں فلاں فلاں سورتیں یاد ہیں۔ اس نے چند سورتوں کو شمار کیا آپ ﷺ نے فرمایا: ''میں نے اس قرآن کے عوض اسے تیرے نکاح میں دے دیا جو تجھے یاد ہے۔'' (یعنی تو اسے سکھائے گا۔)

فوائد ومسائل: ① امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث سے لوہے کی انگوٹھی استعمال کرنے کا جواز ثابت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس مفلس آدمی کو لوہے کی انگوٹھی تلاش کرنے کا حکم دیا۔ لوہے کی انگوٹھی کے متعلق جو ممانعت پر مشتمل احادیث ہیں وہ امام بخاری رحمہ اللہ کے نزدیک صحیح نہیں ہیں، چنانچہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک آدمی حاضر ہوا جس نے پیتل کی انگوٹھی پہنی ہوئی

تھی، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں تجھ سے بت کی بو پاتا ہوں۔'' اس نے وہ انگوٹھی پھینک دی۔ وہ پھر حاضر خدمت ہوا تو اس نے لوہے کی انگوٹھی پہن رکھی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں تجھ پر اہل جہنم کا زیور دیکھ رہا ہوں۔'' اس نے اسے پھینک دیا اور عرض کی: اللہ کے رسول! میں کس چیز کی انگوٹھی پہنوں؟ تو آپ نے فرمایا: ''چاندی کی انگوٹھی جو ایک مثقال سے کم ہو۔''[1] ایک مثقال 4.25 گرام کا ہوتا ہے۔ ② حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس حدیث پر جرح کی ہے اور لکھا ہے کہ اگر صحیح ہے تو اس سے مراد خالص لوہے کی انگوٹھی ہے۔ واللّٰه أعلم.[2] ③ ہمارے رجحان کے مطابق لوہے کی انگوٹھی پہننا جائز ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اس مفلس اور غریب آدمی کو لوہے کی انگوٹھی تلاش کرنے کا حکم دیا، اگر اسے پہننا جائز نہ ہوتا تو آپ قطعاً اسے تلاش کرنے کا حکم نہ دیتے۔ اس کی تاویل کرنا کہ انگوٹھی کی تلاش اس سے فائدہ اٹھانے کے لیے تھی اسے پہننا مراد نہیں، یہ تاویل محل نظر ہے۔ واللّٰه أعلم.

(٥٠) بَابُ نَقْشِ الْخَاتَمِ

باب: 50- انگوٹھی پر کوئی نقش کندہ کرنا

٥٨٧٢ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ: حَدَّثَنَا سَعِيدٌ عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ نَبِيَّ اللهِ ﷺ أَرَادَ أَنْ يَكْتُبَ إِلَى رَهْطٍ - أَوْ أُنَاسٍ - مِنَ الْأَعَاجِمِ، فَقِيلَ لَهُ: إِنَّهُمْ لَا يَقْبَلُونَ كِتَابًا إِلَّا عَلَيْهِ خَاتَمٌ، فَاتَّخَذَ النَّبِيُّ ﷺ خَاتَمًا مِنْ فِضَّةٍ نَقْشُهُ: مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللهِ، فَكَأَنِّي بِوَبِيصِ - أَوْ بِبَصِيصِ - الْخَاتَمِ فِي إِصْبَعِ النَّبِيِّ ﷺ، أَوْ فِي كَفِّهِ. [راجع: ٦٥]

[5872] حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے عجم کے کچھ لوگوں کو خط لکھنے کا ارادہ کیا تو آپ سے کہا گیا کہ وہ لوگ اس وقت تک کوئی خط قبول نہیں کرتے جب تک اس پر مہر لگی ہوئی نہ ہو، چنانچہ نبی ﷺ نے چاندی کی ایک انگوٹھی بنوائی جس پر ''محمد رسول اللہ'' کندہ تھا، گویا میں اب بھی (چشم تصور سے) نبی ﷺ کی انگشت یا ہتھیلی میں اس کی چمک دیکھ رہا ہوں۔

٥٨٧٣ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ نُمَيْرٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: اتَّخَذَ رَسُولُ اللهِ ﷺ خَاتَمًا مِنْ وَرِقٍ، وَكَانَ فِي يَدِهِ، ثُمَّ كَانَ بَعْدُ فِي يَدِ أَبِي بَكْرٍ، ثُمَّ كَانَ بَعْدُ فِي يَدِ عُمَرَ، ثُمَّ كَانَ بَعْدُ فِي يَدِ عُثْمَانَ، حَتَّى وَقَعَ

[5873] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے چاندی کی ایک انگوٹھی بنوائی۔ وہ انگوٹھی آپ کے ہاتھ میں تا وفات رہی۔ آپ کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں اس کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں رہتی تھی، حتی کہ وہ اریس کے کنویں میں گر گئی۔ اس پر ''محمد رسول اللہ''

---

1 سنن أبي داود، الخاتم، حديث: 4223. 2 فتح الباري: 397/10.

بَعْدُ فِي بِئْرِ أَرِيسَ، نَقْشُهُ: مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللهِ. کندہ تھا۔

[راجع: ٥٨٦٥]

فوائدومسائل: ① رسول اللہ ﷺ صلح حدیبیہ کے بعد ذوالحجہ چھ ہجری میں جب مدینہ طیبہ واپس آئے تو آپ نے عجمی بادشاہوں کو دعوتی خطوط لکھنے کا ارادہ کیا۔ آپ سے کہا گیا کہ یہ لوگ اس خط کو نہیں پڑھتے جس پر مہر ثبت نہ ہو۔ اس وقت آپ ﷺ نے چاندی کی ایک انگوٹھی بنوائی اور اس پر ''محمد رسول اللہ'' کندہ کرایا تاکہ مہر لگنے کے بعد خط کی حیثیت سرکاری ہو جائے۔ ② خطوط پر مہر اس لیے لگائی جاتی ہے کہ حکومتی راز اور سیاسی تدابیر محفوظ رہیں اور ان کا عام چرچا نہ ہو۔ انگوٹھی پر کوئی عبارت بھی کندہ کی جا سکتی ہے۔ اللہ کا ذکر کندہ کرانے میں بھی کوئی حرج نہیں، البتہ استنجا کے وقت اسے اتار دینا چاہیے۔ نگینے میں کسی کی تصویر کندہ کرنا جائز نہیں کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے تصاویر سے منع فرمایا ہے۔ ③ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے مصنف عبدالرزاق کے حوالے سے لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی انگوٹھی پر شیر کی تصویر کندہ تھی جسے آپ پہنا کرتے تھے[1] لیکن یہ روایت مرسل ہونے کے ساتھ ساتھ ضعیف بھی ہے اور صحیح احادیث کے خلاف بھی۔[2]

(٥١) بَابُ الْخَاتَمِ فِي الْخِنْصَرِ

باب: 51- انگوٹھی چھنگلیا میں پہننا

٥٨٧٤ - حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ صُهَيْبٍ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: صَنَعَ النَّبِيُّ ﷺ خَاتَمًا، قَالَ: «إِنَّا اتَّخَذْنَا خَاتَمًا وَنَقَشْنَا فِيهِ نَقْشًا فَلَا يَنْقُشْ عَلَيْهِ أَحَدٌ»، قَالَ: فَإِنِّي لَأَرَى بَرِيقَهُ فِي خِنْصَرِهِ. [راجع: ٦٥]

[5874] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے ایک انگوٹھی بنوائی اور فرمایا: ''ہم نے ایک انگوٹھی بنوائی ہے اور اس پر نقش کندہ کرایا ہے اس بنا پر کوئی شخص انگوٹھی پر یہ نقش کندہ نہ کرائے۔'' حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: گویا میں اب بھی رسول اللہ ﷺ کی چھنگلیا میں اس (انگوٹھی) کی چمک دیکھ رہا ہوں۔

فوائدومسائل: ① حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے شہادت والی اور درمیانی انگلی میں انگوٹھی پہننے سے منع فرمایا۔[3] اس سے معلوم ہوتا ہے کہ درمیانی اور شہادت والی انگلی میں انگوٹھی نہیں پہننی چاہیے بلکہ چھنگلیا اور اس کے ساتھ والی انگلی میں انگوٹھی پہنی جائے۔ ان انگلیوں میں انگوٹھی پہننے میں حکمت یہ ہے کہ یہ ہاتھ کے ایک طرف ہوتی ہیں اور کوئی چیز پکڑتے وقت یہ انگلیاں بہت کم استعمال ہوتی ہیں، اس طرح انگوٹھی کی توہین نہیں ہوتی۔ ② مستحب یہ ہے کہ انگوٹھی دائیں ہاتھ میں پہنی جائے جیسا کہ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے[4] اگرچہ بائیں ہاتھ میں بھی پہنی جا

---

1 المصنف لعبدالرزاق: 394/10، رقم: 19469. 2 فتح الباري: 398/10. 3 صحيح مسلم، اللباس والزينة، حديث: 5490 (2078). 4 سنن أبي داود، الخاتم، حديث: 4226.

سکتی ہے جیسا کہ حضرت انس ؓ سے مروی ایک حدیث میں ہے۔[1]

(٥٢) بَابُ اتِّخَاذِ الْخَاتَمِ لِيُخْتَمَ بِهِ الشَّيْءُ أَوْ لِيُكْتَبَ بِهِ إِلَى أَهْلِ الْكِتَابِ وَغَيْرِهِمْ

باب: 52- کسی چیز یا اہل کتاب وغیرہ کی طرف لکھے جانے والے خطوط پر مہر لگانے کے لیے انگوٹھی بنانا

٥٨٧٥ - حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: لَمَّا أَرَادَ النَّبِيُّ ﷺ أَنْ يَكْتُبَ إِلَى الرُّومِ قِيلَ لَهُ: إِنَّهُمْ لَنْ يَقْرَءُوا كِتَابَكَ إِذَا لَمْ يَكُنْ مَخْتُومًا، فَاتَّخَذَ خَاتَمًا مِنْ فِضَّةٍ، وَنَقْشُهُ: مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللهِ، فَكَأَنَّمَا أَنْظُرُ إِلَى بَيَاضِهِ فِي يَدِهِ. [راجع: ٦٥]

[5875] حضرت انس ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ جب نبی ﷺ نے شاہ روم کو خط لکھنے کا ارادہ کیا تو آپ سے عرض کی گئی: وہ لوگ آپ کا خط ہرگز نہیں پڑھیں گے جب تک اس پر مہر ثبت نہ ہو، اس لیے آپ ﷺ نے چاندی کی ایک انگوٹھی بنوائی اور اس پر ''محمد رسول اللہ'' کندہ تھا، گویا میں اب بھی آپ کے ہاتھ میں اس کی چمک دیکھ رہا ہوں۔

فائدہ: رسول اللہ ﷺ کی انگوٹھی صرف زینت کے لیے نہیں بلکہ وہ مہر کے طور پر بھی استعمال ہوتی تھی، اس لیے جن حضرات کو مہر کی ضرورت ہو وہ اپنی انگوٹھی پر اپنا یا اپنے ادارے کا نام کندہ کرا سکتے ہیں، اور جنھیں اس کی ضرورت نہ ہو وہ سادہ انگوٹھی استعمال کریں۔ احادیث میں متعدد صحابۂ کرام ؓ سے انگوٹھی پہننا منقول ہے۔ واللّٰہ أعلم.

(٥٣) بَابُ مَنْ جَعَلَ فَصَّ الْخَاتَمِ فِي بَطْنِ كَفِّهِ

باب: 53- جس نے انگوٹھی کا نگینہ ہتھیلی کی طرف کیا

٥٨٧٦ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ: حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ عَنْ نَافِعٍ: أَنَّ عَبْدَ اللهِ حَدَّثَهُ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ اصْطَنَعَ خَاتَمًا مِنْ ذَهَبٍ، وَجَعَلَ فَصَّهُ فِي بَطْنِ كَفِّهِ إِذَا لَبِسَهُ، فَاصْطَنَعَ النَّاسُ خَوَاتِيمَ مِنْ ذَهَبٍ، فَرَقِيَ الْمِنْبَرَ فَحَمِدَ اللهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ، فَقَالَ: «إِنِّي كُنْتُ اصْطَنَعْتُهُ وَإِنِّي لَا أَلْبَسُهُ» فَنَبَذَهُ، فَنَبَذَ النَّاسُ. [راجع: ٥٨٦٥]

[5876] حضرت عبداللہ بن عمر ؓ سے روایت ہے، انھوں نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے پہلے ایک سونے کی انگوٹھی بنوائی۔ آپ نے جس وقت اسے پہنا تو اس کا نگینہ ہتھیلی کی اندر کی طرف کیا۔ لوگوں نے بھی سونے کی انگوٹھیاں بنوالیں، آپ منبر پر جلوہ افروز ہوئے، اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا: ''میں نے سونے کی انگوٹھی بنوائی تھی لیکن میں اب اسے نہیں پہنوں گا۔'' پھر آپ نے وہ انگوٹھی پھینک دی تو لوگوں نے بھی اپنی انگوٹھیاں پھینک دیں۔

---

[1] صحيح مسلم، اللباس و الزينة، حديث: 5489 (2095).

قَالَ جُوَيْرِيَةُ: وَلَا أَحْسِبُهُ إِلَّا قَالَ: فِي يَدِهِ الْيُمْنَى.

جویریہ نے کہا: مجھے یاد ہے کہ انھوں نے دائیں ہاتھ میں پہننے کے الفاظ بیان کیے تھے۔

فوائد و مسائل: ① رسول اللہ ﷺ کی انگوٹھی کا نگینہ اندر ہتھیلی کی طرف ہوا کرتا تھا، تاکہ ریا کاری سے محفوظ رہا جا سکے۔ لیکن یہ ضروری نہیں کیونکہ حضرت صلت بن عبداللہ سے مروی ہے کہ میں نے حضرت ابن عباس ؓ کو دیکھا کہ وہ انگوٹھی دائیں ہاتھ کی چھنگلیا میں پہنتے اور اس کا نگینہ باہر کی طرف رکھتے تھے۔[1] ② اکثر روایات دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننے کے متعلق ہیں، لیکن حضرت ابن عمر ؓ کے متعلق مروی ہے کہ وہ اپنی انگوٹھی بائیں ہاتھ میں پہنا کرتے تھے۔[2] ایک حدیث میں یہ صراحت بھی ہے کہ خود رسول اللہ ﷺ بھی بائیں ہاتھ میں پہنا کرتے تھے۔[3] تاہم یہ روایت شاذ ہے۔ صحیح اور محفوظ روایت یہی ہے کہ آپ دائیں ہاتھ میں پہنا کرتے تھے۔ حافظ ابن حجر ؒ نے لکھا ہے کہ اگر زینت کے لیے انگوٹھی پہنی جائے تو دائیں ہاتھ میں اور اگر مہر لگانے کے لیے ہے تو بائیں ہاتھ میں بہتر ہے کیونکہ اسے دائیں ہاتھ سے اتار کر اسی ہاتھ سے مہر لگانا آسان ہوگا۔[4]

(٥٤) بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ: لَا يُنْقَشُ عَلَى نَقْشِ خَاتَمِهِ

باب: 54- نبی ﷺ کے ارشاد گرامی: ”کوئی شخص اپنی انگوٹھی پر آپ کا نقش کندہ نہ کرائے“ کا بیان

٥٨٧٧ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ صُهَيْبٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ اتَّخَذَ خَاتَمًا مِنْ فِضَّةٍ، وَنَقَشَ فِيهِ: مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللهِ، وَقَالَ: «إِنَّا اتَّخَذْنَا خَاتَمًا مِنْ وَرِقٍ وَنَقَشْتُ فِيهِ: مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللهِ، فَلَا يَنْقُشَنَّ أَحَدٌ عَلَى نَقْشِهِ». [راجع: ٦٥]

[5877] حضرت انس بن مالک ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے چاندی کی ایک انگوٹھی بنوائی اور اس پر ”محمد رسول اللہ“ کندہ کرایا اور فرمایا: ”ہم نے یہ انگوٹھی چاندی کی بنوائی ہے اور اس پر ”محمد رسول اللہ“ کندہ کرایا ہے، لہٰذا کوئی شخص اپنی انگوٹھی پر یہ نقش قطعاً کندہ نہ کرائے۔“

فوائد و مسائل: ① رسول اللہ ﷺ کے نقش ”محمد رسول اللہ“ کی حیثیت چونکہ سرکاری تھی، اس لیے اس جیسے نقش کی انگوٹھی بنوانے سے روک دیا گیا اور اس نقش کی سرکاری حیثیت کی وجہ ہی سے بعد میں اسے خلفائے ثلاثہ بھی استعمال کرتے رہے حتی کہ حضرت عثمان ؓ سے جب وہ انگوٹھی گم ہوگئی تو انھوں نے اسی نقش والی انگوٹھی دوبارہ بنوائی، اس بنا پر ہمارا رجحان یہ ہے کہ حاکم وقت، قاضی، مفتی یا دوسرے صاحب اختیار افسران بالا کی مہر کی نقل تیار کرنا منع ہے کیونکہ اس سے جعل سازی اور فریب کاری کا

---

1 سنن أبي داود، الخاتم، حديث: 4229. 2 سنن أبي داود، الخاتم، حديث: 4228. 3 سنن أبي داود، الخاتم، حديث: 4227. 4 فتح الباري: 402/10.

دروازہ کھلتا ہے۔ ② رسول اللہ ﷺ کے نقش کی مثل نقش کندہ کرانے کی ممانعت آپ کی حیات طیبہ سے خاص تھی۔ آپ ﷺ کے بعد یہ نقش کندہ کرانا جائز ہے، چنانچہ تینوں خلفائے راشدین اسی انگوٹھی کو استعمال کرتے تھے، البتہ اپنا نام یا اللہ کا ذکر کندہ کرانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے متعدد روایات نقل کی ہیں جن میں اپنے نام یا اللہ کا ذکر کندہ کرانے کا ذکر ہے۔[1]

(٥٥) بَابٌ: هَلْ يُجْعَلُ نَقْشُ الْخَاتَمِ ثَلَاثَةَ أَسْطُرٍ؟

باب: 55- کیا انگوٹھی کا نقش تین سطروں میں کندہ کرایا جائے؟

٥٨٧٨ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الْأَنْصَارِيُّ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ ثُمَامَةَ، عَنْ أَنَسٍ: أَنَّ أَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ لَمَّا اسْتُخْلِفَ كَتَبَ لَهُ، وَكَانَ نَقْشُ الْخَاتَمِ ثَلَاثَةَ أَسْطُرٍ: مُحَمَّدٌ سَطْرٌ، وَرَسُولُ سَطْرٌ، وَاللهِ سَطْرٌ. [راجع: ١٤٤٨]

[5878] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ جب خلیفہ مقرر ہوئے تو انھوں نے مجھے زکاۃ کے مسائل لکھوائے اور انگوٹھی کا نقش تین سطروں پر مشتمل تھا: ایک سطر میں "محمد" دوسری سطر میں "رسول" تیسری سطر میں لفظ "اللہ" تھا۔

٥٨٧٩ - قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ: وَزَادَنِي أَحْمَدُ: حَدَّثَنَا الْأَنْصَارِيُّ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ ثُمَامَةَ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ: كَانَ خَاتَمُ النَّبِيِّ ﷺ فِي يَدِهِ، وَفِي يَدِ أَبِي بَكْرٍ بَعْدَهُ، وَفِي يَدِ عُمَرَ بَعْدَ أَبِي بَكْرٍ، فَلَمَّا كَانَ عُثْمَانُ جَلَسَ عَلَى بِئْرِ أَرِيسَ، قَالَ: فَأَخْرَجَ الْخَاتَمَ فَجَعَلَ يَعْبَثُ بِهِ، فَسَقَطَ، قَالَ: فَاخْتَلَفْنَا ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ مَعَ عُثْمَانَ فَنَنْزَحُ الْبِئْرَ فَلَمْ نَجِدْهُ.

[5879] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی اس حدیث میں یہ اضافہ ہے کہ نبی ﷺ کی انگوٹھی وفات تک آپ کے ہاتھ میں رہی۔ آپ کے بعد سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں رہی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بعد وہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں رہی۔ پھر جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا دور خلافت آیا تو آپ ایک روز اریس کے کنویں پر بیٹھے، آپ نے انگوٹھی اتاری اور الٹ پلٹ کر دیکھنے لگے تو وہ کنویں میں گر گئی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم تین دن تک اسے ڈھونڈتے رہے، کنویں کا سارا پانی کھینچ ڈالا لیکن وہ انگوٹھی دستیاب نہ ہوئی۔

فوائد ومسائل: ① اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کی انگوٹھی کا نقش "محمد رسول اللہ" تین سطروں پر مشتمل تھا اور ان کی کتابت نیچے سے اوپر کو تھی۔ لفظ اللہ تینوں سطروں سے اوپر لفظ محمد سب سے نیچے اور رسول کا لفظ درمیان میں تھا۔ اس کی

---

[1] فتح الباري: 10/403.

صورت یہ تھی: رسول اللہ ﷺ کے جو خطوط مبارک ملے ہیں ان پر اسی انداز کی مہر لگی ہوئی ہے۔ ② حضرت عثمان ؓ کے ہاتھ میں چھ سال تک یہ انگوٹھی رہی، ساتویں سال یہ بئر اریس میں گئی۔ یہ کنواں مسجد قباء کے پاس تھا۔ حضرت عثمان ؓ امور سلطنت میں غور وفکر کرتے ہوئے ایسے کھو گئے کہ انگوٹھی کو بار بار اتارتے اور پہنتے، اسی دوران میں وہ کنویں میں گر گئی، پھر بہت تلاش کرنے کے باوجود دستیاب نہ ہو سکی۔ ③ حافظ ابن حجر ؒ نے لکھا ہے کہ نقش مبارک کی ترتیب نیچے سے اوپر کی صراحت مجھے نہیں مل سکی بلکہ اسماعیلی کی روایت اس کے خلاف ہے۔ اس میں ہے کہ محمد پہلی سطر، رسول دوسری سطر اور لفظ اللہ تیسری سطر تھی اور انھیں الٹا لکھا گیا تھا تاکہ مہر لگاتے وقت سیدھے الفاظ ظاہر ہوں۔[1]

(٥٦) بَابُ الْخَاتَمِ لِلنِّسَاءِ

باب: 56- عورتوں کے لیے انگوٹھی کا بیان

وَكَانَ عَلَى عَائِشَةَ خَوَاتِيمُ الذَّهَبِ.

ام المومنین حضرت عائشہ ؓ کے پاس سونے کی انگوٹھیاں تھیں۔

وضاحت: انگوٹھی ان زیورات میں سے ہے جسے عورتوں کو پہننے کی اجازت ہے اگرچہ وہ سونے کی ہو لیکن مرد حضرات سونے کی انگوٹھی نہیں پہن سکتے۔ حضرت قاسم بن محمد سے روایت ہے کہ میں نے سیدہ عائشہ ؓ کو سونے کی انگوٹھیاں پہنتے دیکھا ہے۔[2]

٥٨٨٠ - حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ: أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ: أَخْبَرَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنْ طَاوُسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: شَهِدْتُ الْعِيدَ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فَصَلَّى قَبْلَ الْخُطْبَةِ.

[5880] حضرت ابن عباس ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں عید کے موقع پر نبی ﷺ کے ہمراہ تھا، آپ نے خطبے سے پہلے نماز پڑھائی۔

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ: وَزَادَ ابْنُ وَهْبٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ: فَأَتَى النِّسَاءَ فَجَعَلْنَ يُلْقِينَ الْفَتَخَ وَالْخَوَاتِيمَ فِي ثَوْبِ بِلَالٍ. [راجع: ٩٨]

ایک روایت میں یہ اضافہ ہے کہ پھر آپ عورتوں کے پاس تشریف لے گئے۔ (آپ نے انھیں صدقہ کرنے کی ترغیب دلائی) تو انھوں نے سیدنا بلال ؓ کی جھولی میں انگوٹھیاں اور چھلے ڈالنا شروع کر دیے۔

فوائد ومسائل: ① عربی زبان میں فتخ وہ انگوٹھیاں ہیں جو عورتیں پاؤں کی انگلیوں میں پہنا کرتی تھیں۔ بعض اہل لغت

① فتح الباري: 405/10. ② فتح الباري: 406/10.

نے کہا ہے کہ نگینے کے بغیر انگوٹھی کو فتخ اور نگینے والی کو خاتم کہا جاتا ہے۔[1] ② اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں عورتیں انگوٹھیاں اور چھلے پہنا کرتی تھیں۔

(٥٧) بَابُ الْقَلَائِدِ وَالسِّخَابِ لِلنِّسَاءِ

باب: 57- عورتوں کے لیے سادہ اور خوشبو دار ہار پہننے کا بیان

يَعْنِي قِلَادَةً، مِنْ طِيبٍ وَسُكٍّ.

سخاب سے مراد خوشبو اور مشک سے تیار شدہ ہار ہیں۔

وضاحت: قلادہ وہ ہار جس میں موتی اور جواہر ہوتے ہیں جبکہ سخاب میں موتی وغیرہ نہیں ہوتے بلکہ وہ خوشبو وغیرہ سے تیار کیے جاتے ہیں جنھیں بچیاں اور بچے پہنتے ہیں۔ پھولوں اور کلیوں کے ہار بھی اسی میں شامل ہیں۔

٥٨٨١ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَرْعَرَةَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: خَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ يَوْمَ عِيدٍ فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ، لَمْ يُصَلِّ قَبْلُ وَلَا بَعْدُ، ثُمَّ أَتَى النِّسَاءَ فَأَمَرَهُنَّ بِالصَّدَقَةِ، فَجَعَلَتِ الْمَرْأَةُ تَصَدَّقُ بِخُرْصِهَا وَسِخَابِهَا. [راجع: ٩٨]

[5881] حضرت ابن عباس ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ عید کے دن باہر تشریف لے گئے اور دو رکعتیں پڑھائیں۔ آپ نے نماز عید سے پہلے یا بعد کوئی نوافل نہیں پڑھے۔ پھر آپ ﷺ عورتوں کے پاس تشریف لے گئے، انھیں صدقہ کرنے کا شوق دلایا تو انھوں نے اپنی بالیاں اور خوشبو دار ہار صدقہ کرنا شروع کیے۔

فوائد و مسائل: ① ایک روایت میں ہے کہ عورتوں نے اپنی بالیاں اور انگوٹھیاں اتار کر دینا شروع کر دیں۔[2] ایک دوسری روایت میں کنگن صدقہ کرنے کا بھی بیان ہے۔[3] ایک روایت میں ہے کہ یہ واقعہ عید الفطر کا ہے۔[4] ② اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عہد نبوی میں عورتیں بھی عید گاہ جاتی تھیں اور نماز میں شریک ہوتی تھیں۔ بہر حال امام بخاری ؒ نے ثابت کیا ہے کہ عورتیں سونے کے ہار اور خوشبو دار پھولوں اور کلیوں کے ہار استعمال کر سکتی ہیں، کیونکہ یہ زینت کے لیے ہوتے ہیں اور عورتوں کو زینت کرنے کی اجازت ہے۔ واللہ أعلم.

(٥٨) بَابُ اسْتِعَارَةِ الْقَلَائِدِ

باب: 58- ہار مستعار (ادھار) لینا

---

① فتح الباري: 406/10. ② صحيح البخاري، العلم، حديث: 98. ③ صحيح البخاري، الزكاة، حديث: 1431.

④ صحيح البخاري، التفسير، حديث: 4895.

٥٨٨٢ - حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ: حَدَّثَنَا عَبْدَةُ: حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: هَلَكَتْ قِلَادَةٌ لِأَسْمَاءَ، فَبَعَثَ النَّبِيُّ ﷺ فِي طَلَبِهَا رِجَالًا فَحَضَرَتِ الصَّلَاةُ وَلَيْسُوا عَلَى وُضُوءٍ، وَلَمْ يَجِدُوا مَاءً فَصَلَّوْا، وَهُمْ عَلَى غَيْرِ وُضُوءٍ، فَذَكَرُوا ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ ﷺ فَأَنْزَلَ اللهُ آيَةَ التَّيَمُّمِ.

[راجع: ٣٣٤]

[5882] ام المومنین حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا کہ حضرت اسماء ؓ کا ہار گم ہوگیا تو نبی ﷺ نے اس کی تلاش میں چند صحابۂ کرام کو روانہ کیا۔ اس دوران میں نماز کا وقت ہوگیا۔ لوگ باوضو نہ تھے اور وہاں پانی بھی دستیاب نہ تھا، اس لیے انھوں نے وضو کے بغیر ہی نماز پڑھ لی۔ جب انھوں نے نبی ﷺ سے اس (واقعے) کا ذکر کیا تو اللہ تعالیٰ نے تیمم کی آیت نازل فرمائی۔

زَادَ ابْنُ نُمَيْرٍ عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ: اسْتَعَارَتْ مِنْ أَسْمَاءَ.

ابن نمیر نے اس حدیث میں ان الفاظ کو بھی ذکر کیا ہے کہ وہ ہار حضرت عائشہ ؓ نے حضرت اسماء ؓ سے مستعار لیا تھا۔

فوائدومسائل: ① حسن اتفاق ہے کہ حضرت عائشہ ؓ نے حضرت اسماء ؓ سے دو دفعہ ہار ادھار لیا اور دوران سفر میں وہ دو مرتبہ گم ہوا، پھر وہ ہر مرتبہ اونٹ کے نیچے سے ملا: ایک دفعہ جب غزوۂ مریسیع کے موقع پر رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ گئیں اور دوسری دفعہ اس کے بعد کسی سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تھیں جیسا کہ حافظ ابن حجر ؒ نے تصریح کی ہے۔[1] ایک روایت میں وضاحت ہے کہ وہ ہار جزع اظفار کا تھا۔[2] جزع سے مراد یمنی گھونگے ہیں جو اظفار نامی شہر میں خصوصی طور پر ہاروں کے لیے تیار کیے جاتے تھے۔[3] ② معلوم ہوا کہ اظہار زینت کے لیے ضروری نہیں کہ زیورات وغیرہ ذاتی ہوں بلکہ کسی سے ادھار لے کر بھی پہنے جا سکتے ہیں۔ واللہ أعلم.

(٥٩) بَابُ الْقُرْطِ لِلنِّسَاءِ

باب: 59- عورتوں کے لیے بالیاں پہننے کا بیان

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: أَمَرَهُنَّ النَّبِيُّ ﷺ بِالصَّدَقَةِ فَرَأَيْتُهُنَّ يَهْوِينَ إِلَى آذَانِهِنَّ وَحُلُوقِهِنَّ.

حضرت ابن عباس ؓ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے عورتوں کو صدقہ کرنے کا حکم دیا تو میں نے انھیں دیکھا کہ وہ اپنے کانوں اور گلے کی طرف ہاتھ بڑھا رہی تھیں۔

وضاحت: امام بخاری ؒ نے اس روایت کو متصل سند سے بیان کیا ہے۔[4] قرط، سونے یا چاندی کی بالیوں کو کہا جاتا

1 فتح الباري: 563/1. 2 صحيح البخاري، التفسير، حديث: 4750. 3 فتح الباري: 564/1. 4 صحيح البخاري، الاعتصام بالكتاب والسنة، حديث: 7325.

ہے جو عورتیں اپنے کانوں میں پہنتی ہیں، خواہ وہ خالص سونے، چاندی کی ہوں یا ان میں موتیوں کا جڑاؤ کیا ہوا ہو۔[1]

٥٨٨٣ - حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَدِيٌّ قَالَ: سَمِعْتُ سَعِيدًا عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ صَلَّى يَوْمَ الْعِيدِ رَكْعَتَيْنِ لَمْ يُصَلِّ قَبْلَهُمَا وَلَا بَعْدَهُمَا، ثُمَّ أَتَى النِّسَاءَ وَمَعَهُ بِلَالٌ، فَأَمَرَهُنَّ بِالصَّدَقَةِ، فَجَعَلَتِ الْمَرْأَةُ تُلْقِي قُرْطَهَا. [راجع: ٩٨]

[5883] حضرت ابن عباس ؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے عید کے روز دو رکعتیں پڑھائیں۔ آپ نے ان سے پہلے یا بعد کوئی نفل نماز ادا نہیں کی۔ پھر آپ عورتوں کی طرف تشریف لے گئے۔ آپ کے ہمراہ سیدنا بلال ؓ بھی تھے۔ آپ ﷺ نے انھیں (عورتوں کو) صدقہ کرنے کا حکم دیا تو وہ اپنی بالیاں بلال ؓ کی جھولی میں ڈالنے لگیں۔

فوائد و مسائل: ① ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ عید الفطر کے موقع پر عورتوں کے مجمع کی طرف گئے اور انھیں سورۃ الممتحنہ کی آیت: 12 پڑھ کر سنائی، پھر آپ نے فرمایا: ''تم اس عہد و پیمان پر قائم ہو؟'' ایک عورت نے تمام کی طرف سے نمائندگی کرتے ہوئے کہا: اللہ کے رسول! ہاں، ہم اس پر قائم ہیں۔ پھر آپ نے انھیں صدقہ کرنے کا حکم دیا۔[2] ② اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورتیں بالیاں اور کانٹے وغیرہ کانوں میں پہن سکتی ہیں۔ اس حدیث سے بعض اہل علم نے عورتوں کے کانوں میں زیورات پہننے کے لیے سوراخ کرنا بھی ثابت کیا ہے لیکن حافظ ابن حجر ؒ نے اسے محل نظر قرار دیا ہے۔[3]

(٦٠) بَابُ السِّخَابِ لِلصِّبْيَانِ

باب: 60- بچوں کے لیے ہاروں کا بیان

وضاحت: ''سخاب'' وہ ہار ہیں جو مونگوں اور موتیوں سے تیار کیے جائیں۔ تیاری کے وقت ان میں خوشبو استعمال کی جاتی تھی، اس وجہ سے وہ پہنتے وقت مہکتے رہتے تھے۔ اس میں پھولوں اور کلیوں کے ہار بھی شامل ہیں، وہ بھی بچوں کو پہنائے جا سکتے ہیں۔ واللہ أعلم۔

٥٨٨٤ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْحَنْظَلِيُّ: أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ: حَدَّثَنَا وَرْقَاءُ ابْنُ عُمَرَ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ أَبِي يَزِيدَ، عَنْ نَافِعِ ابْنِ جُبَيْرٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: كُنْتُ مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ فِي سُوقٍ مِنْ أَسْوَاقِ الْمَدِينَةِ، فَانْصَرَفَ فَانْصَرَفْتُ فَقَالَ: «أَيْنَ لُكَعُ؟» - ثَلَاثًا - «ادْعُ الْحَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ»، فَقَامَ

[5884] حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں مدینہ طیبہ کے ایک بازار میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تھا۔ آپ واپس آئے تو میں بھی آپ کے ساتھ واپس آیا۔ آپ نے فرمایا: ''بچہ کہاں ہے......؟'' آپ نے یہ تین مرتبہ فرمایا...... حسن بن علی ؓ کو بلاؤ'' چنانچہ حضرت حسن بن علی ؓ کھڑے ہوئے، چل کر (آپ کی طرف) آ رہے تھے جبکہ ان کے گلے میں ایک خوشبو دار (لونگ وغیرہ

---

1. فتح الباري: 407/10. 2 صحيح البخاري، التفسير، حديث: 4895. 3 فتح الباري: 408/10.

الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ يَمْشِي، وَفِي عُنُقِهِ السِّخَابُ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ بِيَدِهِ هٰكَذَا، فَقَالَ الْحَسَنُ بِيَدِهِ هٰكَذَا، فَالْتَزَمَهُ فَقَالَ: «اللَّهُمَّ إِنِّي أُحِبُّهُ فَأَحِبَّهُ وَأَحِبَّ مَنْ يُحِبُّهُ».

قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: فَمَا كَانَ أَحَدٌ أَحَبَّ إِلَيَّ مِنَ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ بَعْدَمَا قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ مَا قَالَ. [راجع: ٢١٢٢]

کا) ہار تھا۔ نبی ﷺ نے اپنے ہاتھ پھیلائے تو حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے بھی اسی طرح ہاتھ پھیلائے۔ آپ نے انھیں گلے لگا کر فرمایا: "اے اللہ! میں اس سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت کر اور اس سے بھی محبت کر جو اس سے محبت کرے۔"

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول اللہ ﷺ کے اس ارشاد کے بعد کوئی شخص بھی مجھے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے زیادہ پیارا نہیں تھا۔

فوائد ومسائل: ① واقعی آلِ رسول سے محبت کرنا ایمان کی علامت ہے۔ "اے اللہ! ہمارے دل میں اللہ اور آل رسول کی محبت پیدا فرما۔" اس حدیث میں ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے گلے میں خوشبودار ہار تھا، اس لیے بچوں کے گلے میں اس طرح کے خوشبودار ہار ڈالے جاسکتے ہیں، خواہ وہ پھولوں کے ہوں یا خوشبودار موتیوں کے ہوں۔ ② عرب کے ہاں لونگ کے ہار بھی بچوں کو پہنانے کا رواج تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ دن چڑھے بنو قینقاع کے بازار گئے وہاں سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے گئے، آپ نے فرمایا: "بچہ کدھر ہے؟" حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے انھیں نہلایا اور خوشبودار ہار پہنایا تو وہ دوڑ کر آئے اور رسول اللہ ﷺ سے بغل گیر ہو گئے۔[1]

(٦١) بَابُ الْمُتَشَبِّهِينَ بِالنِّسَاءِ وَالْمُتَشَبِّهَاتِ بِالرِّجَالِ

باب: 61- عورتوں کی چال ڈھال اختیار کرنے والے مرد اور مردوں کی مشابہت اختیار کرنے والی عورتیں

٥٨٨٥ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ ابْنُ جَعْفَرٍ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: لَعَنَ رَسُولُ اللهِ ﷺ الْمُتَشَبِّهِينَ مِنَ الرِّجَالِ بِالنِّسَاءِ، وَالْمُتَشَبِّهَاتِ مِنَ النِّسَاءِ بِالرِّجَالِ.

تَابَعَهُ عَمْرٌو: أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ. [انظر: ٥٨٨٦، ٦٨٣٤]

[5885] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے ان مردوں پر لعنت کی ہے جو عورتوں کی چال ڈھال اختیار کریں اور ان عورتوں پر بھی لعنت کی ہے جو مردوں کی مشابہت کرتی ہیں۔"

غندر کی عمرو نے متابعت کی ہے اور کہا کہ ہمیں شعبہ نے خبر دی ہے۔

فائدہ: مردوں کی عورتوں سے مشابہت لباس و زینت اور چال ڈھال میں ہوتی ہے، یعنی عورتوں جیسے زیورات اور ان کا

1 صحيح البخاري، البيوع، حديث: 2122.

لباس پہننا یا چال چلن میں عورتوں سے مشابہت اختیار کرنا۔ وہ عورتیں جو مردوں جیسا لباس پہنتی ہیں وہ اس لعنت زدگی میں شامل ہیں، لباس کی ہیئت ہر علاقے کی عادت کے اختلاف سے مختلف ہوتی رہی ہے۔ بعض علاقوں میں عورتوں کی ہیئت مردوں سے مختلف نہیں ہوتی لیکن ستر وحجاب سے ان میں امتیاز ہو جاتا ہے لیکن آج فیشن کے دور میں یہ بیماری عام ہے۔ جدید تعلیم یافتہ لڑکے کانوں میں بالیاں اور لڑکیاں اپنے سر پر ٹوپیاں رکھے ہوئے نظر آتی ہیں۔ اسلامی شریعت میں ان تکلفات کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

(٦٢) بَابُ إِخْرَاجِ الْمُتَشَبِّهِينَ بِالنِّسَاءِ مِنَ الْبُيُوتِ

باب:62-عورتوں سے مشابہت کرنے والے زنانوں کو گھروں سے نکالنے کا بیان

٥٨٨٦ - حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ يَحْيَى، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: لَعَنَ النَّبِيُّ ﷺ الْمُخَنَّثِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالْمُتَرَجِّلَاتِ مِنَ النِّسَاءِ وَقَالَ: «أَخْرِجُوهُمْ مِنْ بُيُوتِكُمْ»، قَالَ: فَأَخْرَجَ النَّبِيُّ ﷺ فُلَانًا، وَأَخْرَجَ عُمَرُ فُلَانَةً.

[5886] حضرت ابن عباس ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے مخنث مردوں پر اور ان عورتوں پر لعنت کی ہے جو مردوں کی چال ڈھال اختیار کرتی ہیں، نیز آپ نے فرمایا: ''انھیں اپنے گھروں سے نکال دو۔'' حضرت ابن عباس ؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فلاں کو اور حضرت عمر ؓ نے فلاں مخنث (ہیجڑے) کو نکالا تھا۔

فوائد ومسائل: ① مخنث وہ ہوتا ہے جو گفتار و کردار میں عورتوں کی چال ڈھال اختیار کرے۔ اگر یہ پیدائشی ہو تو قابل مذمت نہیں، البتہ تکلیف سے عورتوں کی عادات اختیار کرنا باعث ملامت ہے۔ ایسے مردوں کو گھروں سے نکالنے کا حکم ہے تاکہ معاشرے میں بگاڑ پیدا نہ ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے انجشہ کو باہر نکال دیا تھا جو اپنی خوش الحانی سے حدی خوانی کرتا اور عورتوں کے اونٹوں کو چلایا کرتا تھا۔[1] ② حضرت ابو ذویب جو مدینہ طیبہ کے خوبصورت انسان تھے، حضرت عمر ؓ نے انھیں مدینے سے نکال دیا تھا۔ اسی طرح نصر بن حجاج کے متعلق بعض مجاہدین نے حضرت عمر ؓ سے شکایت کی کہ وہ عورتوں کے ساتھ بقیع کی طرف جاتا ہے اور ان سے محو گفتگو رہتا ہے تو حضرت عمر ؓ نے اسے بھی مدینے سے نکال دیا تھا۔[2] ③ بہرحال جو چیزیں معاشرے میں خرابی اور بگاڑ کا باعث ہوں انھیں ختم کرنا حکومت کی اہم ذمے داری ہے۔

٥٨٨٧ - حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ: حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ: حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ: أَنَّ عُرْوَةَ أَخْبَرَهُ: أَنَّ زَيْنَبَ بِنْتَ أَبِي سَلَمَةَ أَخْبَرَتْهُ: أَنَّ

[5887] حضرت ام سلمہ ؓ سے روایت ہے، انھوں نے بتایا کہ نبی ﷺ ان کے پاس تشریف رکھتے تھے اور گھر میں ایک مخنث بھی تھا۔ اس نے حضرت ام سلمہ ؓ کے بھائی

① فتح الباري: 411/10. ② فتح الباري: 197/12.

أُمَّ سَلَمَةَ أَخْبَرَتْهَا: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ عِنْدَهَا وَفِي الْبَيْتِ مُخَنَّثٌ، فَقَالَ لِعَبْدِ اللهِ أَخِي أُمِّ سَلَمَةَ: يَا عَبْدَ اللهِ، إِنْ فُتِحَ لَكُمْ غَدًا الطَّائِفُ، فَإِنِّي أَدُلُّكَ عَلَى بِنْتِ غَيْلَانَ، فَإِنَّهَا تُقْبِلُ بِأَرْبَعٍ وَتُدْبِرُ بِثَمَانٍ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «لَا يَدْخُلَنَّ هٰؤُلَاءِ عَلَيْكُنَّ».

عبداللہ رضی اللہ عنہ سے کہا: اے عبداللہ! اگر کل تمھیں طائف پر فتح حاصل ہو جائے تو میں تجھے غیلان کی بیٹی بتاؤں گا جب وہ سامنے آتی ہے تو اس کے پیٹ پر چار شکن اور جب جاتی ہے تو آٹھ شکن معلوم ہوتے ہیں۔ (یہ سن کر) نبی ﷺ نے فرمایا: ”اب یہ شخص تمھارے پاس نہ آیا کرے۔“

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ: تُقْبِلُ بِأَرْبَعٍ وَتُدْبِرُ، يَعْنِي أَرْبَعَ عُكَنِ بَطْنِهَا، فَهِيَ تُقْبِلُ بِهِنَّ. وَقَوْلُهُ: وَتُدْبِرُ بِثَمَانٍ: يَعْنِي أَطْرَافَ هٰذِهِ الْعُكَنِ الْأَرْبَعِ لِأَنَّهَا مُحِيطَةٌ بِالْجَنْبَيْنِ حَتَّى لَحِقَتْ، وَإِنَّمَا قَالَ: بِثَمَانٍ، وَلَمْ يَقُلْ: بِثَمَانِيَةٍ، وَوَاحِدُ الْأَطْرَافِ وَهُوَ ذَكَرٌ؛ لِأَنَّهُ لَمْ يَقُلْ: بِثَمَانِيَةِ أَطْرَافٍ. [راجع: ٤٣٢٤]

ابوعبداللہ (امام بخاری رحمہ اللہ) نے کہا: سامنے سے چار شکن اور پیچھے سے آٹھ شکن پڑنے کا مطلب یہ ہے کہ جب وہ سامنے آتی ہے تو چار شکن دکھائی دیتے ہیں اور جب پیچھے سے جاتی ہے تو آٹھ شکن دکھائی دیتے ہیں کیونکہ چار شکنوں کے دونوں کنارے دونوں پہلوؤں کو گھیرے ہوئے ہیں حتی کہ وہ مل جاتے ہیں، نیز حدیث میں ثمان ہے ثمانیہ نہیں کیونکہ مراد آٹھ اطراف ہیں اور اطراف کا واحد طرف مذکر ہے۔

فوائد ومسائل: ① عورت کے پیٹ پر سامنے کی جانب سے چار شکن اور جب پیٹھ پھیرے تو پہلوؤں کی جانب سے یہی چار شکن آٹھ بن جاتے ہیں۔ عربوں کے ہاں عورت کا اس انداز سے موٹے جسم والا ہونا خوبصورتی کی علامت تھی۔ ② اس حدیث سے معلوم ہوا کہ فسادی مزاج کے افراد کو گھروں سے نکال دینا چاہیے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ جس سے بھی لوگوں کو تکلیف ہو یا معاشرے میں بگاڑ پیدا ہو اسے وہاں سے نکال دینا مشروع ہے یہاں تک کہ وہ باز آ جائے۔[1] ③ معاشرتی بگاڑ کا باعث چیزوں کو بھی گھر سے باہر نکال پھینکنا چاہیے۔ دور حاضر میں ریڈیو، ٹی وی، وی سی آر، ڈش، کیبل اور عریاں تصاویر پر مشتمل اخبارات وجرائد اسی ضمن میں آتے ہیں۔ کیمرے والے موبائل بھی معاشرے میں فساد پیدا کرتے ہیں، چنانچہ ان چیزوں کے برے اثرات ہمارے گھروں میں کھلی آنکھ سے دیکھے جا سکتے ہیں۔ واللہ المستعان.

(٦٣) بَابُ قَصِّ الشَّارِبِ

باب: 63- مونچھیں کتروانا

وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يُحْفِي شَارِبَهُ حَتَّى يُنْظَرَ إِلَى

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اس قدر اپنی مونچھیں کترواتے تھے

1 فتح الباري: 411/10.

بَيَاضِ الْجِلْدِ، وَيَأْخُذُ هٰذَيْنِ، يَعْنِي بَيْنَ الشَّارِبِ وَاللِّحْيَةِ.

کہ جلد کی سفیدی نظر آنے لگتی تھی۔ مونچھ اور ڈاڑھی کے درمیان جو بال ہوتے وہ انھیں بھی کترواتے تھے۔

وضاحت: مونچھیں کتروانا انسان کی زینت اور اس کے وقار میں اضافے کا باعث ہے۔ اس کے برعکس، مونچھیں بڑھانا فطرتی حسن کے خلاف اور بدصورتی کا موجب ہے، اس لیے امام بخاری ؒ نے اس امر کو کتاب اللباس میں ذکر کیا ہے۔

٥٨٨٨ - حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ حَنْظَلَةَ، عَنْ نَافِعٍ: قَالَ أَصْحَابُنَا: عَنِ الْمَكِّيِّ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «مِنَ الْفِطْرَةِ قَصُّ الشَّارِبِ».

[انظر: ٥٨٩٠]

[5888] حضرت ابن عمر ؓ سے روایت ہے، وہ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ”مونچھیں کتروانا پیدائشی سنت ہے۔“

٥٨٨٩ - حَدَّثَنَا عَلِيٌّ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ: الزُّهْرِيُّ حَدَّثَنَا عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رِوَايَةً: «الْفِطْرَةُ خَمْسٌ - أَوْ خَمْسٌ مِنَ الْفِطْرَةِ -: الْخِتَانُ، وَالِاسْتِحْدَادُ، وَنَتْفُ الْإِبْطِ، وَتَقْلِيمُ الْأَظْفَارِ، وَقَصُّ الشَّارِبِ».

[انظر: ٥٨٩١، ٦٢٩٧]

[5889] حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے وہ آپ ﷺ سے بیان کرتے ہیں: ”فطری امور پانچ ہیں یا فرمایا کہ پانچ باتیں فطرت سے ہیں: ختنہ کرانا، زیر ناف بال مونڈنا، بغلوں کے بال اکھیڑنا، ناخن تراشنا اور مونچھیں کتروانا۔“

فوائد و مسائل: ① امور فطرت سے مراد وہ کام ہیں جن کا بجالانا اس قدر اہم ہے گویا وہ پیدائشی ہیں، نیز جن اعمال کو تمام انبیاء ؑ نے اختیار کیا ہو جن کی اقتدا کا ہمیں حکم دیا گیا ہے، یہ امور اسلامی شعار ہیں جن کا بجالانا ضروری ہے۔ بعض احادیث میں ان کی تعداد دس بیان ہوئی ہے جو درج ذیل ہیں: مونچھیں کتروانا، ڈاڑھی بڑھانا، مسواک کرنا، ناک میں پانی ڈالنا، ناخن تراشنا، جوڑوں کا دھونا، بغلوں کے بال نوچنا، زیر ناف صفائی کرنا، استنجا کرنا اور کلی کرنا۔[1] ان امور فطرت کی بجا آوری میں چالیس دن سے زیادہ وقت نہیں ہونا چاہیے۔[2] ② مونچھوں کے بالوں کا وہ حصہ جو ہونٹوں کے اوپر ہوتا ہے انھیں شوارب اور اطراف کو اسبال کہتے ہیں، انھیں اس قدر کم کیا جائے کہ ہونٹوں کے کنارے ظاہر ہو جائیں۔ حافظ ابن حجر ؒ نے ابن العربی سے مونچھوں کے بال پست کرنے کی یہ حکمت بیان کی ہے کہ اگر بال بڑھے ہوئے ہوں تو ناک سے بہنے والا لیس دار پانی انھیں اس قدر خراب کردیتا ہے کہ دھونے سے صاف نہیں ہوتے۔ اس سے انسان کا فطرتی حسن مجروح ہوتا ہے اور اس کے وقار و احترام کے بھی منافی ہے۔ اس لیے شریعت نے انھیں پست کرنے کا حکم دیا ہے۔[3]

---

(1) صحیح مسلم، الطهارة، حديث: 604 (261). (2) صحيح مسلم، الطهارة، حديث: 599 (258). (3) فتح الباري: 10/427.

(٦٤) بَابُ تَقْلِيمِ الْأَظْفَارِ

باب:64- ناخن کاٹنا

٥٨٩٠ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ أَبِي رَجَاءٍ: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ: سَمِعْتُ حَنْظَلَةَ عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «مِنَ الْفِطْرَةِ: حَلْقُ الْعَانَةِ، وَتَقْلِيمُ الْأَظْفَارِ، وَقَصُّ الشَّارِبِ». [راجع: ٥٨٨٨]

[5890] حضرت ابن عمر ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''زیر ناف بال صاف کرنا، ناخن کاٹنا اور مونچھیں کترانا پیدائشی سنتیں ہیں۔''

٥٨٩١ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ: حَدَّثَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ سَعِيدِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ: «الْفِطْرَةُ خَمْسٌ: الْخِتَانُ، وَالِاسْتِحْدَادُ، وَقَصُّ الشَّارِبِ، وَتَقْلِيمُ الْأَظْفَارِ، وَنَتْفُ الْآبَاطِ». [راجع: ٥٨٨٩]

[5891] حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ''پانچ چیزیں: ختنہ کرانا، زیر ناف بالوں کی صفائی کرنا، مونچھیں پست کرنا، ناخن کاٹنا اور بغلوں کے بال اکھیڑنا پیدائشی سنتیں ہیں۔''

فوائدومسائل: ① ناخن کاٹتے وقت دائیں ہاتھ سے آغاز کیا جائے کیونکہ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ دائیں جانب کو پسند کرتے تھے۔ شہادت کی انگلی سے ناخن کاٹنے کی ابتداء کی جائے کیونکہ یہ انگلی تمام دیگر انگلیوں سے بہتر ہے کیونکہ تشہد میں اس سے اشارہ کیا جاتا ہے۔ اس کے لیے کسی خاص دن کی تعیین ثابت نہیں ہے، البتہ جمعہ کے دن صفائی میں مبالغہ مطلوب ہوتا ہے، اس لیے جمعہ کا دن ناخن کاٹنے کے لیے مناسب ہے لیکن اپنی ضرورت کا خیال ضرور رکھا جائے۔ ② حافظ ابن حجر ؒ نے امام احمد بن حنبل ؒ سے نقل کیا ہے کہ ناخن کاٹ کر انھیں دفن کر دیا جائے، وہ اس میں ابن عمر ؓ کا حوالہ دیتے تھے کہ وہ ناخن کاٹ کر انھیں دفن کر دیتے تھے۔ اس کی یہ حکمت بیان کی گئی ہے کہ اجزائے بنی آدم کو دفن کرنے کا حکم ہے، پھر یہ بھی ہے کہ جادوگر سفلی عمل کے لیے بالوں اور ناخنوں کو استعمال نہ کر سکیں۔ واللہ أعلم.[1]

٥٨٩٢ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِنْهَالٍ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ ابْنُ زُرَيْعٍ: حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ زَيْدٍ، عَنْ

[5892] حضرت ابن عمر ؓ سے روایت ہے، وہ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ''تم مشرکین کی

1 فتح الباري: 10/425.

نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «خَالِفُوا الْمُشْرِكِينَ، وَوَفِّرُوا اللِّحَى، وَأَحْفُوا الشَّوَارِبَ».

مخالفت کرتے ہوئے ڈاڑھی بڑھاؤ اور مونچھیں کتراؤ۔''

وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ إِذَا حَجَّ أَوِ اعْتَمَرَ قَبَضَ عَلَى لِحْيَتِهِ، فَمَا فَضَلَ أَخَذَهُ. [انظر: ٥٨٩٣]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب حج یا عمرہ کرتے تو اپنی ڈاڑھی کو مٹھی سے پکڑتے، پھر جو زائد بال ہوتے انھیں کتر دیتے۔

فوائد ومسائل: ① اس حدیث کا عنوان سے کیا تعلق ہے؟ تاحال کوئی معقول وجہ سمجھ میں نہیں آئی۔ ممکن ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اشارہ کیا ہو کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی اس عنوان کی پہلی اور تیسری حدیث ایک ہی ہے۔ کسی راوی نے اسے مختصر بیان کیا ہے جیسا کہ پہلی حدیث ہے اور کچھ راویوں نے اسے تفصیل سے بیان کر دیا ہے جیسا کہ اس حدیث میں ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کے متعلق کوئی معقول توجیہ ذکر نہیں کی۔ علامہ عینی نے تو واضح طور پر لکھا ہے کہ اس حدیث کا یہاں ذکر کرنا مناسب نہیں بلکہ اس کا محل عنوان سابق ہے۔[1] واللہ أعلم. ② کچھ حضرات سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کے اس عمل کا سہارا لے کر ڈاڑھی کی کانٹ چھانٹ کو جائز خیال کرتے ہیں، لیکن ان کا یہ عمل سنت نبوی کے خلاف ہے، پھر ان کا یہ عمل صرف حج یا عمرے کے موقع پر تھا تاکہ وہ حلق اور قصر کو جمع کر کے دونوں فضیلتیں جمع کریں۔ وہ عام حالات میں اسے معمول نہیں بناتے تھے۔ اس کے علاوہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ڈاڑھی بڑھانے کی حدیث کے راوی بھی ہیں، محدثین کا یہ اصول ہے کہ جب کسی راوی کا عمل اس کی بیان کی ہوئی روایت کے خلاف ہو تو راوی کے عمل کے بجائے اس کی بیان کی ہوئی روایت کا اعتبار ہوتا ہے۔ کتب حدیث میں اس کی کئی مثالیں موجود ہیں۔ اس کی مزید وضاحت ہم آئندہ کریں گے۔

(٦٥) بَابُ إِعْفَاءِ اللِّحَى

باب:65- ڈاڑھی بڑھانا

﴿عَفَوْا﴾ [الأعراف: ٩٥]: كَثُرُوا وَكَثُرَتْ أَمْوَالُهُمْ.

''عَفَوْا'' کے معنی ہیں: وہ خود بھی زیادہ ہو گئے اور ان کا مال بھی بکثرت ہوا۔

وضاحت: اعفاء کے معنی زیادہ ہونا ہیں۔ اس میں سبب کو مسبب کی جگہ پر رکھا گیا ہے کیونکہ اس کے لغوی معنی ترک کے ہیں۔ جب ڈاڑھی سے چھیڑ چھاڑ نہیں کی جائے گی تو وہ زیادہ ہوگی۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے ڈاڑھی کے زیادہ ہونے کی مناسبت سے آیت کریمہ میں آنے والے ایک لفظ کی لغوی تفسیر کی ہے۔ بہرحال إِعْفَاءُ اللِّحْيَة سے مراد ڈاڑھی کو اپنے حال پر چھوڑ دینا ہے تاکہ وہ زیادہ ہو جائے۔ واللہ أعلم.

٥٨٩٣ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدٌ: أَخْبَرَنَا عَبْدَةُ:

[5893] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں

① عمدة القاري: 15/90.

أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «أَنْهِكُوا الشَّوَارِبَ، وَأَعْفُوا اللِّحَى».

نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مونچھیں پست کراؤ اور داڑھی خوب بڑھاؤ۔''

[راجع: ٥٨٩٢]

فوائد ومسائل: ① داڑھی بڑھانے کے لیے مختلف الفاظ استعمال ہوتے ہیں، مثلاً: وَفِّرُوا، أَوْفِروا، أَعْفُوا، أَرْجِئوا اور أَوْفُوا۔ ان کے متعلق امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ان تمام الفاظ کے ایک ہی معنی ہیں کہ ڈاڑھی کو اپنی حالت پر چھوڑ دیا جائے۔[1] ڈاڑھی شعائر اسلام سے ہے جس سے ایک مسلمان کی شناخت اور پہچان ہوتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے مختلف طریقوں سے اس کی اہمیت کو اجاگر کیا ہے، مثلاً: ○ رسول اللہ ﷺ نے اس کے بڑھانے کے متعلق حکم دیا ہے آپ کا حکم وجوب کے لیے ہوتا ہے الا یہ کہ کوئی قرینہ صارفہ پایا جائے۔ ○ اس سے چھیڑ چھاڑ کرنے کو یہود ونصاریٰ اور مشرکین ومجوس سے ہم نوائی قرار دیا ہے اور ان کی مخالفت کرنے کا حکم دیا ہے جیسا کہ درج ذیل احادیث سے واضح ہوتا ہے: ✱ مشرکین کی مخالفت کرو، ڈاڑھی بڑھاؤ اور مونچھیں پست کراؤ۔[2] ✱ یہود ونصاریٰ کی مخالفت کرو، اپنی ڈاڑھی بڑھاؤ اور مونچھیں چھوٹی کرو۔[3] ✱ مجوسی لوگوں کی مخالفت کرو، ڈاڑھی کو اپنی حالت پر چھوڑ دو اور مونچھیں پست کراؤ۔[4] ✱ شیطان کا ایک حربہ یہ ہے کہ وہ لوگوں کو خلقتِ الٰہیہ میں تبدیلی پر آمادہ کرتا ہے۔[5] ڈاڑھی سے چھیڑ چھاڑ کرنا تخلیق الٰہی میں تبدیلی کرنا ہے جس سے ہمیں منع کیا گیا ہے۔ ✱ ڈاڑھی کا بڑھانا امور فطرت سے ہے جیسا کہ حدیث میں ہے۔[6] اس حدیث کا تقاضا ہے کہ اسے فطرت پر رہنے دیا جائے، اس میں کانٹ چھانٹ کر کے غیر فطری عمل نہ کیا جائے۔ ② رسول اللہ ﷺ نے مردوں کو عورتوں کی مشابہت اختیار کرنے سے منع کیا جبکہ ڈاڑھی منڈوانے سے عورتوں کی مشابہت ہوتی ہے۔ اس سے محفوظ رہنے کا یہی طریقہ ہے کہ اسے اپنی حالت پر رہنے دیا جائے۔ ③ ڈاڑھی منڈوانا ایک برا کام ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان دو ایرانی باشندوں کو دیکھنا بھی گوارا نہیں کیا جنھوں نے ڈاڑھی منڈوا رکھی تھی۔ ④ ڈاڑھی رکھنا صرف رسول اللہ ﷺ ہی کی سنت نہیں ہے بلکہ تمام انبیاء علیہم السلام کا طریقہ ہے۔ ان حضرات کے جتنے بھی پیروکار ہیں ان میں سے کوئی بھی ڈاڑھی منڈوانے والا نہیں۔ ⑤ گناہ کرتے وقت ہر انسان اپنے اندر ایک اذیت محسوس کرتا ہے لیکن داڑھی کی مخالفت ایسا جرم ہے کہ اس کے کرنے پر انسان خوش ہوتا ہے اور اسے اپنے لیے باعث زینت خیال کرتا ہے، اس سے بڑھ کر اس کی توہین کیا ہو سکتی ہے کہ ڈاڑھی منڈوانے والا ان مقدس بالوں کو گندی نالی میں پھینک دیتا ہے۔ ⑥ مندرجہ بالا امور کے پیش نظر ایک مسلمان کو یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ ڈاڑھی کے بغیر رہے اور اسے منڈوا کر اپنے دشمن شیطان کو خوش کرے۔ امام نووی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ ڈاڑھی بڑھانے کے نبوی حکم سے ایک صورت مستثنیٰ ہے کہ جب عورت کو ڈاڑھی کے بال نکل آئیں تو اسے منڈوانا مستحب ہے، اسی طرح اگر ڈاڑھی بچہ یا مونچھیں اگ آئیں تو انھیں بھی صاف کرا دیا جائے۔[7]

---

1 شرح صحيح مسلم للنووي: 129/1. 2 صحيح البخاري، اللباس، حديث: 5892. 3 مسند أحمد: 264/5. 4 صحيح ابن حبان: 408/1. 5 النسآء 4: 114. 6 صحيح مسلم، الطهارة، حديث: 604 (261). 7 فتح الباري: 431/10.

⑦ کچھ اہل علم ڈاڑھی کاٹنے کے متعلق نرم گوشہ رکھتے ہیں۔ وہ اس سلسلے میں ایک حدیث پیش کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنی ڈاڑھی کے طول وعرض سے زائد بال لے لیتے تھے۔[1] اس کے متعلق حافظ ابن حجر، امام بخاری رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہیں کہ یہ حدیث منکر ہے اور اس میں ایک راوی عمر بن ہارون ہے جسے مطلق طور پر ایک جماعت نے ضعیف قرار دیا ہے۔[2] اسی طرح حضرت ابن عمر، حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ یہ حضرات عام طور پر یا خاص مواقع پر ایک مٹھی سے زائد ڈاڑھی اور رخساروں کے بال کٹوا دیتے تھے، چنانچہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے صحیح بخاری حدیث: 5892 حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے طبقات ابن سعد: 334/4 اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مصنف ابن ابی شیبہ: 85/4 میں اس قسم کی روایات موجود ہیں، حالانکہ ان تینوں حضرات سے ڈاڑھی بڑھانے کے متعلق امر نبوی بھی منقول ہے جیسا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے صحیح بخاری، حدیث: 5892، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے صحیح مسلم، الطہارۃ، حدیث: 603 اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مجمع الزوائد: 169/5 میں روایات آئی ہیں۔ اس بنا پر ہمارے نزدیک قابل عمل ان حضرات کی روایت نہیں بلکہ رسول اللہ ﷺ کی روایت ہے۔ بہر حال کانٹ چھانٹ کے بغیر پوری ڈاڑھی رکھنا تمام انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے۔ مبارک ہیں وہ لوگ جو اپنا حلیہ نبی ﷺ کی سنت کے مطابق رکھتے ہیں اور اس فطرتی حسن سے چھیڑ چھاڑ نہیں کرتے۔ واللہ المستعان.

(٦٦) بَابُ مَا يُذْكَرُ فِي الشَّيْبِ

باب: 66- بڑھاپے کے متعلق روایات کا بیان

٥٨٩٤ - حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ: حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ [مُحَمَّدِ] بْنِ سِيرِينَ قَالَ: سَأَلْتُ أَنَسًا: أَخَضَبَ النَّبِيُّ ﷺ؟ قَالَ: لَمْ يَبْلُغِ الشَّيْبَ إِلَّا قَلِيلًا. [راجع: ٣٥٥٠]

[5894] حضرت محمد بن سیرین سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں نے سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا نبی ﷺ نے خضاب استعمال کیا ہے؟ انھوں نے فرمایا کہ آپ ﷺ کے موئے مبارک بہت کم سفید ہوئے تھے۔

٥٨٩٥ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ ثَابِتٍ قَالَ: سُئِلَ أَنَسٌ عَنْ خِضَابِ النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: إِنَّهُ لَمْ يَبْلُغْ مَا يَخْضِبُ، لَوْ شِئْتُ أَنْ أَعُدَّ شَمَطَاتِهِ فِي لِحْيَتِهِ. [راجع: ٣٥٥٠]

[5895] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، ان سے نبی ﷺ کے خضاب لگانے کے متعلق سوال کیا گیا تو انھوں نے فرمایا: آپ کو خضاب لگانے کی نوبت ہی نہیں آئی تھی۔ اگر میں چاہتا تو آپ کی ڈاڑھی مبارک کے سفید بال شمار کر سکتا تھا۔

فوائد ومسائل: ① رسول اللہ ﷺ کی ڈاڑھی مبارک میں اس قدر سفیدی نہیں تھی کہ اسے باقاعدہ رنگنے کی ضرورت پڑتی۔ چند گنتی کے بال ضرور سفید ہوئے تھے، جنھیں رنگا بھی گیا تھا یا خوشبو کے استعمال سے وہ سرخ ہو گئے تھے۔ چونکہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے

① جامع الترمذي، الأدب، حديث: 2762.

آپ کو ڈاڑھی رنگتے نہیں دیکھا، اس لیے انھوں نے اس کا انکار کیا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے بال نہیں رنگے لیکن سیدنا ابوبکر اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہما نے خضاب استعمال کیا تھا۔[1] اور جن صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ کو رنگتے ہوئے دیکھا انھوں نے بیان کیا ہے، چنانچہ حضرت ابو رمثہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ کی ڈاڑھی مہندی سے رنگی ہوئی تھی۔[2] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنی ڈاڑھی کو ورس اور زعفران سے زرد کرتے تھے۔[3] ② اگر بڑھاپے کی وجہ سے سر یا ڈاڑھی میں سفید بال آ جائیں تو انھیں اکھاڑنا نہیں چاہیے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے۔[4]

٥٨٩٦ - حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ: حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَوْهَبٍ قَالَ: أَرْسَلَنِي أَهْلِي إِلَى أُمِّ سَلَمَةَ بِقَدَحٍ مِنْ مَاءٍ، وَقَبَضَ إِسْرَائِيلُ ثَلَاثَ أَصَابِعَ مِنْ قُصَّةٍ فِيهَا شَعَرٌ مِنْ شَعَرِ النَّبِيِّ ﷺ، وَكَانَ إِذَا أَصَابَ الْإِنْسَانَ عَيْنٌ أَوْ شَيْءٌ بَعَثَ إِلَيْهَا مِخْضَبَهُ فَاطَّلَعْتُ فِي الْجُلْجُلِ، فَرَأَيْتُ شَعَرَاتٍ حُمْرًا. [انظر: ٥٨٩٧، ٥٨٩٨]

[5896] حضرت عثمان بن عبداللہ بن موہب سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ مجھے گھر والوں نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس پانی کی ایک پیالی دے کر بھیجا...... راویٔ حدیث اسرائیل نے اپنی تین انگلیاں بند کر لیں، یعنی وہ پیالی بہت چھوٹی تھی...... اس میں ایک گچھا تھا جس میں نبی ﷺ کے موئے مبارک تھے۔ جب کسی انسان کو نظر لگ جاتی یا اور کوئی بیماری ہوتی تو وہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس پانی کا برتن بھیج دیتا۔ (حضرت عثمان بن موہب کہتے ہیں:) میں نے اس ڈبیہ میں جھانکا تو مجھے چند ایک سرخ بال دکھائی دیے۔

٥٨٩٧ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ: حَدَّثَنَا سَلَّامٌ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَوْهَبٍ قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى أُمِّ سَلَمَةَ فَأَخْرَجَتْ إِلَيْنَا شَعَرًا مِنْ شَعَرِ النَّبِيِّ ﷺ مَخْضُوبًا. [راجع: ٥٨٩٦]

[5897] حضرت عثمان بن عبداللہ بن موہب ہی سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا تو انھوں نے ہمیں نبی ﷺ کے چند بال نکال کر دکھائے جن پر خضاب لگا ہوا تھا۔

٥٨٩٨ - وَقَالَ أَبُو نُعَيْمٍ: حَدَّثَنَا نُصَيْرُ بْنُ الْأَشْعَثِ عَنِ ابْنِ مَوْهَبٍ: أَنَّ أُمَّ سَلَمَةَ أَرَتْهُ شَعَرَ النَّبِيِّ ﷺ أَحْمَرَ. [راجع: ٥٨٩٦]

[5898] حضرت ابن موہب سے ایک دوسری روایت ہے، انھوں نے کہا کہ انھیں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے نبی ﷺ کا موئے مبارک دکھایا جو سرخ تھا۔

فوائد و مسائل: ① اصل واقعہ یوں ہے کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس رسول اللہ ﷺ کے کچھ موئے مبارک (بال مبارک) تھے جو انھوں نے چاندی کی ڈبیہ میں رکھے ہوئے تھے۔ جب کوئی آدمی بیمار ہوتا یا اسے نظر بد لگ جاتی تو وہ پانی کا برتن

---

1 صحيح مسلم، الفضائل، حديث:56073 (2341). 2 سنن أبي داود، الترجل، حديث:4208. 3 سنن النسائي، الزينة، حديث: 5246. 4 مسند أحمد: 206/2.

حضرت ام سلمہ ؓ کے پاس بھیج دیتا، وہ اس میں موئے مبارک ڈال کر برتن کو ہلا دیتیں اور پانی مریض کو پلا دیا جاتا تو وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے صحت مند ہو جاتا۔ ② واقعی موئے مبارک حصول برکت کا ذریعہ ہیں، لیکن عقیدہ یہی ہونا چاہیے کہ برکت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور اس کے حکم سے آتی ہے، اس کے اذن کے بغیر کچھ بھی نہیں ہوتا۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت ام سلمہ ؓ کے پاس رسول اللہ ﷺ کے سرخ بال تھے جن پر مہندی اور کتم کا ملا جلا خضاب لگا تھا۔ بعض روایات میں ہے کہ خوشبو لگانے سے وہ سرخ ہو گئے تھے۔ ③ حافظ ابن حجر ؒ لکھتے ہیں کہ جب بال جسم سے الگ ہو جائیں اور ان پر زیادہ دیر گزر جائے تو خود بخود ان کی سیاہی سرخی میں تبدیل ہو جاتی ہے، ممکن ہے حضرت ام سلمہ ؓ کے پاس وہ بال تا دیر رہنے کی وجہ سے سرخ ہو گئے ہوں۔[1] آج کل اخبارات میں رسول اللہ ﷺ کے موئے مبارک کے متعلق خبریں شائع ہوتی ہیں، ہمارے رجحان کے مطابق یہ سب نمائشی باتیں ہیں اور سستی شہرت حاصل کرنے کا ذریعہ ہیں۔ موئے مبارک کے متعلق ہمارا ایک تفصیلی فتویٰ فتاویٰ اصحاب الحدیث: 42/1-48 میں دیکھا جا سکتا ہے۔ واللہ أعلم.

(٦٧) بَابُ الْخِضَابِ

باب: 67- بالوں کو خضاب لگانا

٥٨٩٩ - حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ: حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ وَسُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «إِنَّ الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى لَا يَصْبُغُونَ فَخَالِفُوهُمْ». [راجع: ٣٤٦٢]

[5899] حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”یہود و نصاریٰ اپنے بالوں کو رنگ نہیں کرتے، تم ان کی مخالفت کرو۔“

فوائد و مسائل: ① اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے بعض اہل علم نے کہا ہے کہ سفید بالوں کو رنگنا ضروری ہے، خواہ زندگی بھر میں ایک دفعہ ہی کیوں نہ ہو۔ لیکن جمہور اہل علم نے اس امر کو استحباب پر محمول کیا ہے، یعنی رنگنا بہتر ہے، لیکن بالوں کو سفید رکھنا بھی جائز ہے، تاہم سیاہ خضاب کسی صورت میں جائز نہیں جیسا کہ فتح مکہ کے موقع پر حضرت ابوبکر ؓ کے والد گرامی حضرت ابو قحافہ ؓ کو لایا گیا تو ان کے سر اور ڈاڑھی کے بال ثغامہ بوٹی کی طرح سفید تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”انھیں کسی رنگ سے بدل دو لیکن سیاہ رنگ سے بچو۔“[2] ایک دوسری حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”آخر زمانے میں ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو سیاہ رنگ سے بال رنگیں گے جیسے کبوتروں کے سینے ہوتے ہیں۔ یہ لوگ جنت کی خوشبو تک نہیں پائیں گے۔“[3] ان احادیث کی بنا پر سر یا ڈاڑھی کے بالوں کو سیاہ رنگ کرنا حرام ہے۔ مردوں اور عورتوں سب کے لیے ایک ہی حکم ہے۔ مہندی یا کتم سے سرخ کرنا جائز ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: ”سب سے بہتر چیز جس سے یہ سفید بال

---

① فتح الباري: 434/10. ② صحيح مسلم، اللباس والزينة، حديث: 5508 (2102). ③ سنن النسائي، الزينة، حديث: 5078.

رنگے جاتے ہیں، مہندی اور کتم ہے۔[1] ② کتم ایک خاص پہاڑی بوٹی ہے جو یمن میں بکثرت پائی جاتی ہے۔اس کے پتے بطور خضاب استعمال ہوتے ہیں۔اس کا رنگ سیاہی مائل ہے۔اسے مہندی میں ملا کر بطور خضاب استعمال کیا جاسکتا ہے۔آج کل بازار میں مختلف قسم کی ''کریم'' مل جاتی ہے جو خضاب کے طور پر استعمال ہوتی ہے۔ بہرحال سیاہ رنگ کے علاوہ کوئی بھی رنگ بالوں کو لگایا جاسکتا ہے۔ واللہ اعلم.

(٦٨) بَابُ الْجَعْدِ

باب:68- پیچ دار (گھنگریالے) بالوں کا بیان

٥٩٠٠ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكُ ابْنُ أَنَسٍ عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّهُ سَمِعَهُ يَقُولُ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ لَيْسَ بِالطَّوِيلِ الْبَائِنِ، وَلَا بِالْقَصِيرِ، وَلَيْسَ بِالْأَبْيَضِ الْأَمْهَقِ، وَلَيْسَ بِالْآدَمِ، وَلَيْسَ بِالْجَعْدِ الْقَطَطِ، وَلَا بِالسَّبْطِ. بَعَثَهُ اللهُ عَلَى رَأْسِ أَرْبَعِينَ سَنَةً، فَأَقَامَ بِمَكَّةَ عَشْرَ سِنِينَ وَبِالْمَدِينَةِ عَشْرَ سِنِينَ، وَتَوَفَّاهُ اللهُ عَلَى رَأْسِ سِتِّينَ سَنَةً، وَلَيْسَ فِي رَأْسِهِ وَلِحْيَتِهِ عِشْرُونَ شَعَرَةً بَيْضَاءَ.

[راجع: ٣٥٤٧]

[5900] حضرت انس بن مالک ؓ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نہ تو انتہائی دراز قد تھے اور نہ بہت پست قامت، نہ بہت سفید رنگت والے اور نہ گندم گوں تھے۔ آپ کے بال سخت پیچدار الجھے ہوئے نہ تھے اور نہ بالکل سیدھے ہی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو چالیس سال کی عمر میں رسول بنایا، پھر دس سال تک مکہ مکرمہ میں قیام فرمایا اور دس سال ہی مدینہ طیبہ میں ٹھہرے۔ تقریباً ساٹھ سال کی عمر میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو وفات دی۔ اس وقت آپ کے سر اور ڈاڑھی میں بیس بال بھی سفید نہ تھے۔

فوائد ومسائل: ① حضرت عائشہ ؓ نے رسول اللہ ﷺ کے بالوں کی خوبصورت منظر کشی بڑے دل کش انداز میں بیان کی ہے۔ انھوں نے فرمایا ہے کہ آپ ﷺ کے موئے مبارک خوبصورت اور قدرے خمدار تھے، نہ بالکل سیدھے لٹکے ہوئے اور نہ ہی زیادہ پیچ دار۔ جب ان میں کنگھی کرتے تو ہلکی ہلکی لہریں بن جاتیں جیسا کہ ریت کے ٹیلے یا تالاب میں ہوا چلنے سے لہریں ابھر آتی ہیں اور جب کچھ دن کنگھی نہ کرتے تو بال آپس میں مل کر انگوٹھی کی طرح حلقوں کی شکل اختیار کر لیتے۔[2] ② اس حدیث میں آپ ﷺ کے بال مبارک کے متعلق جو اوصاف بیان ہوئے ہیں، ان کی تائید دیگر احادیث سے بھی ہوتی ہے۔

٥٩٠١ - حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ: حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ: سَمِعْتُ الْبَرَاءَ

[5901] حضرت براء ؓ سے روایت ہے، انھوں نے بیان کیا کہ میں نے سرخ جوڑے میں ملبوس نبی ﷺ سے

---

1 جامع الترمذي، اللباس، حديث: 1753. 2 دلائل النبوة: 298/1.

يَقُولُ: مَا رَأَيْتُ أَحَدًا أَحْسَنَ فِي حُلَّةٍ حَمْرَاءَ مِنَ النَّبِيِّ ﷺ.

زیادہ کسی کو خوبصورت نہیں دیکھا۔

قَالَ بَعْضُ أَصْحَابِي عَنْ مَالِكٍ: إِنَّ جُمَّتَهُ لَتَضْرِبُ قَرِيبًا مِنْ مَنْكِبَيْهِ.

(امام بخاری کہتے ہیں:) میرے کچھ ساتھیوں نے مالک بن اسماعیل سے بیان کیا کہ آپ ﷺ کے بال کندھوں کے قریب لہراتے تھے۔

قَالَ أَبُو إِسْحَاقَ: سَمِعْتُهُ يُحَدِّثُهُ غَيْرَ مَرَّةٍ، مَا حَدَّثَ بِهِ قَطُّ إِلَّا ضَحِكَ.

ابواسحاق کہتے ہیں کہ میں نے (حضرت براء ؓ کو) ایک سے زیادہ مرتبہ یہ حدیث بیان کرتے سنا، وہ جب بھی یہ حدیث بیان کرتے تو مسکراتے۔

قَالَ شُعْبَةُ: شَعَرُهُ يَبْلُغُ شَحْمَةَ أُذُنِهِ. [راجع: ٣٥٥١]

اس کی متابعت شعبہ نے کی ہے کہ آپ ﷺ کے بال آپ کے کانوں کی لو تک تھے۔

فوائد ومسائل: ① اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ کے موئے مبارک کا ذکر ہے۔ حضرت عائشہ ؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے بال مبارک کانوں کی لو سے زیادہ اور کندھوں سے کم تھے، یعنی نہ زیادہ لمبے تھے اور نہ بالکل چھوٹے بلکہ درمیانے درجے کے تھے۔[1] حضرت انس ؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے بال ہلکا سا خم لیے ہوتے تھے، نہ بالکل سیدھے تنے ہوئے تھے اور نہ انتہائی پیچ دار۔[2] حضرت عائشہ ؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے بال کانوں کی لو تک ہوتے، بعض اوقات کندھوں تک پہنچ جاتے۔ بعض اوقات ایسا بھی ہوتا کہ بال بڑھ جاتے تو آپ ﷺ ان کی مینڈھیاں بنا لیتے۔[3] ② بہرحال رسول اللہ ﷺ کے موئے مبارک مختلف اوقات میں کم و بیش ہوتے رہتے تھے۔ جب زیادہ ہوتے تو کان کی لو سے بھی کچھ آگے چلے جاتے تھے۔ واللہ أعلم.

٥٩٠٢ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «أُرَانِي اللَّيْلَةَ عِنْدَ الْكَعْبَةِ فَرَأَيْتُ رَجُلًا آدَمَ كَأَحْسَنِ مَا أَنْتَ رَاءٍ مِنْ أُدْمِ الرِّجَالِ، لَهُ لِمَّةٌ كَأَحْسَنِ مَا أَنْتَ رَاءٍ مِنَ اللِّمَمِ قَدْ رَجَّلَهَا، فَهِيَ تَقْطُرُ مَاءً،

[5902] حضرت عبداللہ بن عمر ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''آج رات میں نے خواب میں اپنے آپ کو کعبے کے پاس دیکھا۔ میں نے وہاں ایک خوبصورت گندمی رنگ والا آدمی دیکھا۔ تم نے ایسا خوبصورت آدمی کبھی نہیں دیکھا ہوگا۔ اس کے بال شانوں تک لمبے لمبے تھے۔ وہ اس قدر خوبصورت تھا کہ تم نے ایسا خوبصورت

① مسند أحمد: 108/6. ② مسند أحمد: 135/3. ③ دلائل النبوة: 298/1.

مُتَّكِئًا عَلَى رَجُلَيْنِ، أَوْ عَلَى عَوَاتِقِ رَجُلَيْنِ، يَطُوفُ بِالْبَيْتِ. فَسَأَلْتُ: مَنْ هٰذَا؟ فَقِيلَ: الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ، وَإِذَا أَنَا بِرَجُلٍ جَعْدٍ، قَطَطٍ، أَعْوَرِ الْعَيْنِ الْيُمْنَى، كَأَنَّهَا عِنَبَةٌ طَافِيَةٌ، فَسَأَلْتُ: مَنْ هٰذَا؟ فَقِيلَ: الْمَسِيحُ الدَّجَّالُ». [راجع: ٣٤٤٠]

بالوں والا کبھی نہیں دیکھا ہوگا۔ وہ اپنے بالوں میں کنگھی کیے ہوئے تھا اور اس کے سر سے پانی ٹپک رہا تھا۔ وہ دو آدمیوں یا دو آدمیوں کے کندھوں کا سہارا لیے ہوئے بیت اللہ کا طواف کر رہا تھا۔ میں نے پوچھا: یہ کون بزرگ ہیں؟ مجھے بتایا گیا کہ یہ بزرگ مسیح ابن مریم ہیں۔ اس دوران میں اچانک میں نے ایک اور آدمی دیکھا جو الجھے ہوئے پیچ دار بالوں والا تھا۔ وہ دائیں آنکھ سے کانا تھا، گویا وہ آنکھ انگور کا دانہ ہے جو ابھرا ہوا ہو۔ میں نے پوچھا: یہ کون ہے؟ مجھے بتایا گیا کہ یہ مسیح دجال ہے۔

فوائد ومسائل: ① اس حدیث میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بالوں کی صفت بیان کی گئی ہے کہ وہ کندھوں کے برابر لمبے لمبے تھے اور مسیح دجال کے بالوں کا ذکر ہے کہ وہ الجھے ہوئے سخت گھنگریالے بالوں والا تھا۔ عنوان سے یہی مطابقت ہے۔ ② اس حدیث سے یہ استدلال غلط ہے کہ مسیح دجال حرم مکہ میں داخل ہو سکے گا کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا اسے خواب میں دیکھنا کہ وہ مکے میں تھا، اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ حقیقت کے طور پر مکے میں داخل ہوگا۔ بہرحال دجال اپنے ظہور ہونے کے وقت مدینہ طیبہ اور مکہ مکرمہ میں داخل نہیں ہو سکے گا۔[1]

٥٩٠٣ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ: أَخْبَرَنَا حِبَّانُ: حَدَّثَنَا هَمَّامٌ: حَدَّثَنَا قَتَادَةُ: حَدَّثَنَا أَنَسٌ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَضْرِبُ شَعَرُهُ مَنْكِبَيْهِ. [انظر: ٥٩٠٤]

[5903] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ کے موئے مبارک آپ کے کندھوں پر لہراتے تھے۔

٥٩٠٤ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ: حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ، حَدَّثَنَا أَنَسٌ: كَانَ يَضْرِبُ شَعَرُ النَّبِيِّ ﷺ مَنْكِبَيْهِ. [راجع: ٥٩٠٣]

[5904] حضرت انس رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے کہ نبی ﷺ کے سر کے موئے مبارک آپ کے شانوں تک پہنچتے تھے۔

٥٩٠٥ - حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ: حَدَّثَنَا وَهْبُ ابْنُ جَرِيرٍ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ قَتَادَةَ قَالَ:

[5905] حضرت قتادہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: میں نے سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ ﷺ کے

1 فتح الباري: 439/10.

سَأَلْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنْ شَعَرِ رَسُولِ اللهِ ﷺ فَقَالَ: كَانَ شَعَرُ رَسُولِ اللهِ ﷺ رَجِلًا، لَيْسَ بِالسَّبِطِ وَلَا الْجَعْدِ، بَيْنَ أُذُنَيْهِ وَعَاتِقِهِ. [انظر: ٥٩٠٦]

بالوں کے متعلق دریافت کیا تو انھوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ کے بال قدرے خمیدہ تھے، نہ الجھے ہوئے انتہائی پیچدار اور نہ تنے ہوئے سیدھے کھڑے تھے۔ اور وہ دونوں کانوں اور کندھوں کے درمیان تھے۔

فوائد ومسائل: ① بالوں کی تین قسمیں ہیں: * وفرہ: وہ بال جو کانوں کی لو تک ہوں۔ * جمہ وہ بال جو کندھوں اور کانوں کے درمیان ہوں۔ * لمہ: وہ بال جو کندھوں تک پہنچ جائیں۔ رسول اللہ ﷺ کے بالوں کی تینوں قسمیں احادیث میں مروی ہیں۔ یہ مختلف اوقات اور مختلف حالات کے اعتبار سے ہے۔ ② دراصل آپ ﷺ کے بال خمیدہ تھے۔ آپ جب کنگھی کرتے تو کندھوں تک یا ان کے قریب پہنچ جاتے اور کچھ وقت گزر جانے کے بعد آپ کے بال خم دار ہو جاتے اور کانوں کی لو تک پہنچ جاتے۔ جس نے کنگھی کیے ہوئے بال دیکھے اس نے بیان کیا کہ آپ کے موئے مبارک کندھوں تک تھے اور جس نے دوسری حالت کو دیکھا اس نے کانوں کی لو تک روایت کیا، یعنی ہر راوی نے وہی بتایا جس کا اس نے مشاہدہ کیا۔ واللہ أعلم.[1]

٥٩٠٦ - حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ: حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ: كَانَ [النَّبِيُّ] ﷺ ضَخْمَ الْيَدَيْنِ، لَمْ أَرَ بَعْدَهُ مِثْلَهُ، وَكَانَ شَعَرُ النَّبِيِّ ﷺ رَجِلًا، لَا جَعْدَ وَلَا سَبِطَ. [راجع: ٥٩٠٥]

[5906] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ کے دونوں ہاتھ گوشت سے بھرے ہوئے تھے۔ میں نے آپ کے بعد آپ جیسا کوئی نہیں دیکھا، نبی ﷺ کے بال قدرے خمیدہ تھے، نہ تو بہت شکن دار تھے اور نہ انتہائی سیدھے ہی تھے۔

٥٩٠٧ - حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ: حَدَّثَنَا جَرِيرُ بْنُ حَازِمٍ عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ ضَخْمَ الْيَدَيْنِ وَالْقَدَمَيْنِ، لَمْ أَرَ قَبْلَهُ وَلَا بَعْدَهُ مِثْلَهُ، وَكَانَ بَسْطَ الْكَفَّيْنِ. [انظر: ٥٩٠٨، ٥٩١٠، ٥٩١١]

[5907] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ کی ہتھیلیاں اور قدم مبارک گوشت سے پر تھے۔ میں نے آپ جیسا (خوبصورت) کوئی نہ پہلے دیکھا ہے اور نہ بعد میں۔ آپ کی ہتھیلیاں کشادہ تھیں۔

٥٩٠٨، ٥٩٠٩ - حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ: حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هَانِئٍ: حَدَّثَنَا هَمَّامٌ: حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ - أَوْ عَنْ رَجُلٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ - قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ ضَخْمَ

[5909,5908] حضرت انس بن مالک یا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ کے قدم مبارک پُر گوشت تھے، آپ انتہائی خوبرو تھے کہ آپ جیسا (خوبصورت) میں نے آپ کے بعد کسی کو نہیں دیکھا۔

[1] فتح الباري: 439/10.

الْقَدَمَيْنِ، حَسَنَ الْوَجْهِ، لَمْ أَرَ بَعْدَهُ مِثْلَهُ.
[راجع: ٥٩٠٧]

٥٩١٠ - وَقَالَ هِشَامٌ عَنْ مَعْمَرٍ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ شَثْنَ الْقَدَمَيْنِ وَالْكَفَّيْنِ. [راجع: ٥٩٠٧]

[5910] حضرت انس ؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ کے قدم مبارک اور ہتھیلیاں پر گوشت تھیں۔

٥٩١١، ٥٩١٢ - قَالَ أَبُو هِلَالٍ: أَنْبَأَنَا قَتَادَةُ، عَنْ أَنَسٍ - أَوْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ-: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ ضَخْمَ الْكَفَّيْنِ وَالْقَدَمَيْنِ، لَمْ أَرَ بَعْدَهُ شَبِيهًا لَهُ. [راجع: ٥٩٠٧]

[5912,5911] حضرت انس یا حضرت جابر بن عبداللہ ؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ کی ہتھیلیاں اور قدم مبارک گوشت سے بھرے ہوئے تھے۔ میں نے آپ جیسا (خوبصورت) کوئی آدمی نہیں دیکھا۔

فوائد و مسائل: ① رسول اللہ ﷺ کی ہتھیلیاں گوشت سے بھر پور ہونے کے باوجود سخت نہیں تھیں بلکہ انتہائی گداز اور نرم تھیں جیسا کہ سیدنا انس ؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی ہتھیلیاں ریشم اور دیبا سے بھی زیادہ نرم تھیں۔[1] ② امام بخاری ؒ پر کچھ اہل علم نے اعتراض کیا ہے کہ مذکورہ احادیث کا عنوان سے کوئی تعلق نہیں ہے کیونکہ ان میں آپ ﷺ کے موئے مبارک کے متعلق کچھ بیان نہیں ہوا لیکن یہ اعتراض مبنی بر حقیقت نہیں کیونکہ امام بخاری ؒ نے ان احادیث کو کسی مسئلے کے ثبوت کے لیے پیش نہیں کیا بلکہ ان کا مقصود یہ ہے کہ سیدنا انس ؓ کے شاگرد حضرت قتادہ سے ناقلین کا اختلاف بیان کیا جائے اور یہ اختلاف حدیث کی صحت کو متاثر نہیں کرتا، ویسے بھی ان احادیث کے بعض طرق میں رسول اللہ ﷺ کے بالوں کا ذکر ہے۔ اس عنوان کے تحت رسول اللہ ﷺ کے بالوں کا وصف بیان کرنا اصل مقصود ہے، دیگر مباحث اس مقصد کے تابع ہیں۔ واللّٰہ أعلم.[2]

٥٩١٣ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ: حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنِ ابْنِ عَوْنٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ: كُنَّا عِنْدَ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا فَذَكَرُوا الدَّجَّالَ فَقَالَ: إِنَّهُ مَكْتُوبٌ بَيْنَ عَيْنَيْهِ كَافِرٌ. وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: لَمْ أَسْمَعْهُ قَالَ ذَاكَ، وَلٰكِنَّهُ قَالَ: «أَمَّا إِبْرَاهِيمُ فَانْظُرُوا إِلَى صَاحِبِكُمْ، وَأَمَّا مُوسَى فَرَجُلٌ آدَمُ جَعْدٌ عَلَى

[5913] حضرت مجاہد سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ ہم حضرت ابن عباس ؓ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، لوگوں نے دجال کا ذکر کیا تو ابن عباس ؓ نے فرمایا: اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان کافر لکھا ہوگا۔ آپ نے مزید فرمایا: میں نے آپ ﷺ سے یہ نہیں سنا، البتہ آپ نے یہ ضرور فرمایا تھا: "اگر تم حضرت ابراہیم ؑ کو دیکھنا چاہتے ہو تو اپنے صاحب کو دیکھ لو، نیز حضرت موسیٰ ؑ گندمی رنگ

---

[1] صحيح البخاري، المناقب، حديث: 3561. [2] فتح الباري: 441/10.

جَمَلٍ أَحْمَرَ مَخْطُومٍ بِخُلْبَةٍ كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَيْهِ إِذِ انْحَدَرَ فِي الْوَادِي يُلَبِّي». [راجع: ١٥٥٥]

کے تھے اور ان کے بال پیچ دار تھے، سرخ اونٹ پر سوار تھے جس کی مہار کھجور کے بالوں کی تھی، گویا میں انھیں دیکھ رہا ہوں کہ وہ وادی میں تلبیہ کہتے ہوئے اتر رہے ہیں۔

فوائد ومسائل: ① رسول اللہ ﷺ سیرت وصورت میں سیدنا ابراہیم علیہ السلام جیسے تھے، اس لیے آپ نے فرمایا کہ جس نے ابراہیم علیہ السلام کو دیکھنا ہو وہ مجھے دیکھ لے۔ ② اس حدیث کی عنوان سے مطابقت اس طرح ہے کہ اس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بالوں کا وصف بیان ہوا ہے کہ وہ گھنگریالے بالوں والے تھے اور ان کا رنگ گندمی تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''گویا میں اب بھی انھیں چشم تصور سے دیکھ رہا ہوں، وہ سرخ اونٹ پر سوار تلبیہ کہتے ہوئے وادی میں اتر رہے ہیں۔ واللہ أعلم.

(٦٩) بَابُ التَّلْبِيدِ

باب: 69- تلبید کا بیان

وضاحت: محرم آدمی اپنے بالوں پر گوند یا اس جیسی کوئی چیز لگا لے، تلبید کہلاتا ہے۔ اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ بال منتشر نہ ہوں اور ان میں جوئیں وغیرہ نہ پڑیں۔ تلبید سر کے بالوں پر کیا جاتا ہے، اس لیے اسے یہاں بیان کیا گیا ہے۔ واللہ أعلم.

٥٩١٤ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: أَخْبَرَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللهِ: أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ قَالَ: سَمِعْتُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُولُ: مَنْ ضَفَّرَ فَلْيَحْلِقْ، وَلَا تَشَبَّهُوا بِالتَّلْبِيدِ.

[5914] حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں نے اپنے والد گرامی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا: جو سر کے بالوں کو گوندھے وہ اپنے بالوں کو منڈوائے اور تلبید سے مشابہت نہ کرو۔

وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَقُولُ: لَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ مُلَبِّدًا. [راجع: ١٥٤٠]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہا کرتے تھے کہ میں نے تو رسول اللہ ﷺ کو اپنے بال گوند وغیرہ سے جماتے دیکھا ہے۔

فائدہ: امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ موقف تھا کہ جو شخص بحالت احرام اپنے سر کے بالوں کو گوندھ کر ان کی مینڈھیاں بنا لیتا ہے تاکہ وہ پراگندہ نہ ہوں اسے چاہیے کہ فراغت کے بعد انھیں چھوٹا کرانے کے بجائے منڈوائے جیسا کہ تلبید کرنے والا اپنے سر کے بالوں کو منڈواتا ہے۔ انھوں نے بالوں کے گوندھنے کو گوند وغیرہ کے ساتھ جمانے سے تشبیہ دی۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے یہ سمجھا کہ میرے والد گرامی تلبید کے عمل کو بہتر خیال نہیں کرتے، اس لیے انھوں نے رسول اللہ ﷺ کے عمل کا حوالہ دیا کہ اگر تلبید کا عمل بہتر نہ ہوتا تو رسول اللہ ﷺ اسے عمل میں کیوں لاتے۔[1]

[1] فتح الباري: 442/10.

٥٩١٥ - حَدَّثَنِي حِبَّانُ بْنُ مُوسَى وَأَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَا: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ: أَخْبَرَنَا يُونُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يُهِلُّ مُلَبِّدًا يَقُولُ: «لَبَّيْكَ اللَّهُمَّ لَبَّيْكَ، لَبَّيْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ لَبَّيْكَ، إِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ». لَا يَزِيدُ عَلَى هٰؤُلَاءِ الْكَلِمَاتِ. [راجع: ١٥٤٠]

[5915] حضرت ابن عمر ؓ ہی سے روایت ہے، انھوں نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو بایں حالت دیکھا کہ آپ نے اپنے بال جمائے ہوئے تھے اور بوقت احرام یہ تلبیہ پڑھ رہے تھے: «لَبَّيْكَ اللَّهُمَّ لَبَّيْكَ، لَبَّيْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ لَبَّيْكَ إِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ» ان کلمات میں کسی اور لفظ کا اضافہ نہیں کرتے تھے۔

٥٩١٦ - حَدَّثَنِي إِسْمَاعِيلُ قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ حَفْصَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَتْ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، مَا شَأْنُ النَّاسِ حَلُّوا بِعُمْرَةٍ وَلَمْ تَحْلِلْ أَنْتَ مِنْ عُمْرَتِكَ؟، قَالَ: «إِنِّي لَبَّدْتُ رَأْسِي، وَقَلَّدْتُ هَدْيِي، فَلَا أَحِلُّ حَتَّى أَنْحَرَ». [راجع: ١٥٦٦]

[5916] نبی ﷺ کی زوجۂ محترمہ ام المومنین حضرت حفصہ ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں نے عرض کی: اللہ کے رسول! کیا بات ہے کہ لوگوں نے عمرہ کر کے احرام کھول دیا لیکن آپ نے نہیں کھولا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''میں نے اپنے بالوں کو جمایا ہے اور اپنی قربانی کے گلے میں قلادہ ڈالا ہے، اس لیے جب تک میں قربانی ذبح نہ کر لوں میں احرام نہیں کھولوں گا۔''

فوائدومسائل: ① ان دو حدیثوں سے معلوم ہوا کہ محرم آدمی کو گوند وغیرہ سے اپنے بالوں کو جمانا جائز ہے اور اس میں کوئی حرج نہیں، خود رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر اپنے بال گوند وغیرہ سے جما لیے تھے تاکہ گرد وغبار سے پراگندہ نہ ہوں اور ان میں جوئیں وغیرہ نہ پڑھیں۔ ② بہر حال بالوں کو جمانا مشروع ہے اور جو لوگ اس عمل کو جائز یا بہتر خیال نہیں کرتے ان کا موقف محل نظر ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو رسول اللہ ﷺ اسے عمل میں نہ لاتے۔ واللہ أعلم.

(٧٠) بَابُ الْفَرْقِ

باب: 70- بالوں میں مانگ نکالنا

٥٩١٧ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ: حَدَّثَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُحِبُّ مُوَافَقَةَ أَهْلِ

[5917] حضرت ابن عباس ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ کو کسی مسئلے میں کوئی حکم معلوم نہ ہوتا تو آپ اس میں اہل کتاب کی موافقت کرتے تھے۔ اہل کتاب اپنے بالوں کو لٹکائے رکھتے اور مشرکین مانگ نکالتے تھے،

الْكِتَابِ فِيمَا لَمْ يُؤْمَرْ فِيهِ، وَكَانَ أَهْلُ الْكِتَابِ يَسْدِلُونَ أَشْعَارَهُمْ، وَكَانَ الْمُشْرِكُونَ يَفْرُقُونَ رُؤُسَهُمْ، فَسَدَلَ النَّبِيُّ ﷺ نَاصِيَتَهُ، ثُمَّ فَرَقَ بَعْدُ. [راجع: ٣٥٥٨]

چنانچہ نبی ﷺ نے اپنی پیشانی کے بال لٹکائے لیکن اس کے بعد آپ ﷺ مانگ نکالتے تھے۔

فائدہ: رسول اللہ ﷺ کا مانگ نکالنا، اللہ تعالیٰ کے حکم سے تھا۔ اگرچہ مشرکین بھی مانگ نکالا کرتے تھے لیکن آپ نے ان کی موافقت یا اتباع کرتے ہوئے مانگ نہیں نکالی تھی، اس لیے کفار و مشرکین کی وہی مشابہت ناجائز ہے جو ان کا دینی شعار اور خاص قومی علامت ہو، ہاں ٹیڑھی مانگ نکالنا رسول اللہ ﷺ کی سنت کے خلاف ہے، بلکہ مغربی تہذیب کے برے اثرات ہیں، لہٰذا مسلمانوں کو اس عادت بد سے باز رہنا چاہیے۔

٥٩١٨ - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ وَعَبْدُ اللهِ بْنُ رَجَاءٍ قَالَا: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى وَبِيصِ الطِّيبِ فِي مَفَارِقِ النَّبِيِّ ﷺ وَهُوَ مُحْرِمٌ.

[5918] حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: گویا میں اب بھی نبی ﷺ کی مانگ میں خوشبو کی چمک دیکھ رہی ہوں جبکہ آپ احرام کی حالت میں تھے۔

قَالَ عَبْدُ اللهِ: فِي مَفْرِقِ النَّبِيِّ ﷺ. [راجع: ٢٧١]

حضرت عبداللہ بن رجاء نے (مَفَارِق کے بجائے) مَفْرِقِ النَّبِيِّ ﷺ کے الفاظ بیان کیے ہیں۔

فوائد و مسائل: ① رسول اللہ ﷺ احرام سے پہلے خوشبو لگاتے تھے جس کے اثرات احرام کے بعد بھی نظر آتے تھے جیسا کہ حدیث میں حضرت عائشہ ؓ کے حوالے سے بیان ہوا ہے، البتہ دوران احرام میں خوشبو استعمال کرنا جائز نہیں۔ ② مفرق، سر کے درمیان سے بالوں کے دائیں بائیں دو حصے کرنے کو کہتے ہیں۔ سر کا ہر حصہ گویا مفرق ہے، اس لیے بعض اوقات اسے مفارق سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ سر کے درمیان سے مانگ نکالتے تھے، چنانچہ سیدہ عائشہ ؓ فرماتی ہیں کہ جب میں رسول اللہ ﷺ کے بالوں میں مانگ نکالنے لگتی تو آپ کے سر کے درمیان سے نکالتی اور آپ کی پیشانی کے بالوں کو آپ کی آنکھوں کے سامنے لٹکا کر پھر انھیں آدھو آدھ کر دیتی تھی۔[1] اس حدیث کی بنا پر مانگ اپنے سر کے درمیان ہونی چاہیے، دائیں بائیں سے نہ ہو۔

(٧١) بَابُ الذَّوَائِبِ

باب: 71- گیسو رکھنے کا بیان

① سنن أبي داود، الترجل، حديث: 4189.

وضاحت: بالوں کو گوندھ کر زلفیں بنانا ذُوَابہ کہلاتا ہے۔ اس کی جمع ذوائب ہے۔ اسے کتاب اللباس میں اس لیے لایا گیا ہے کہ لباس کی طرح ان بالوں میں بھی زینت ہے، گویا زینت ہونے میں بال اور لباس دونوں مشترک ہیں۔ اس عنوان کے تحت گیسو بنانے کا جواز ثابت کیا گیا ہے۔

٥٩١٩ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ: حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ عَنْبَسَةَ: أَخْبَرَنَا هُشَيْمٌ: أَخْبَرَنَا أَبُو بِشْرٍ؛ ح: وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ عَنْ أَبِي بِشْرٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: بِتُّ لَيْلَةً عِنْدَ مَيْمُونَةَ بِنْتِ الْحَارِثِ، خَالَتِي، وَكَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ عِنْدَهَا فِي لَيْلَتِهَا، قَالَ: فَقَامَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ، فَقُمْتُ عَنْ يَسَارِهِ، قَالَ: فَأَخَذَ بِذُؤَابَتِي فَجَعَلَنِي عَنْ يَمِينِهِ.

[5919] حضرت ابن عباس ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں ایک رات اپنی خالہ حضرت میمونہ بنت حارث ؓ کے گھر سویا جبکہ اس رات رسول اللہ ﷺ ان کی باری کی وجہ سے ان کے پاس تھے۔ رسول اللہ ﷺ رات کی نماز پڑھنے کے لیے کھڑے ہوئے تو میں بھی آپ کی بائیں طرف کھڑا ہو گیا۔ آپ ﷺ نے میرے گیسو پکڑے اور مجھے اپنی دائیں جانب کر لیا۔

حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ: أَخْبَرَنَا أَبُو بِشْرٍ بِهٰذَا، وَقَالَ: بِذُؤَابَتِي أَوْ بِرَأْسِي. [راجع: ١١٧]

عمرو بن محمد نے کہا: ہم سے ہشیم نے بیان کیا، انھیں ابو بشر نے خبر دی کہ ابن عباس ؓ نے کہا: آپ نے میری چوٹی یا میرا سر پکڑا۔

فوائد ومسائل: ① اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سیدنا ابن عباس ؓ کے گیسو تھے۔ اس سے زلفیں بنانے کا جواز ثابت ہوا۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ خود رسول اللہ ﷺ کے بھی گیسو تھے، چنانچہ حضرت ام ہانی ؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو آپ کے بالوں کی چار لٹیں، یعنی گندھی ہوئی چار زلفیں تھیں۔[1] اسی طرح سیدنا انس بن مالک ؓ فرماتے ہیں کہ میری لمبی لمبی زلفیں تھیں۔ میری والدہ ماجدہ نے مجھے کہا کہ انھیں مت کاٹو کیونکہ رسول اللہ ﷺ انھیں پیار سے کھینچتے تھے اور پکڑ لیا کرتے تھے۔[2] ② اہل بدعت کے ہاں یہ رواج ہے کہ وہ اپنے پیروں کے نام سے کچھ بال رکھ لیتے ہیں، چنانچہ سر میں ایک لٹ لٹکتی رہتی ہے۔ ان کا یہ عمل حرام ہے کیونکہ یہ بال غیر اللہ کے لیے رکھے جاتے ہیں۔

(٧٢) بَابُ الْقَزَعِ

باب: 72- قزع کا بیان

---

[1] سنن ابن ماجه، اللباس، حديث: 3631. [2] سنن أبي داود، الترجل، حديث: 4196.

وضاحت: کچھ بال منڈوا دینا اور کچھ بال رکھنا قزع کہلاتا ہے، اس عنوان میں قزع کی شرعی حیثیت کو بیان کیا جائے گا۔

٥٩٢٠ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ: أَخْبَرَنِي مَخْلَدٌ قَالَ: أَخْبَرَنِي ابْنُ جُرَيْجٍ [قَالَ]: أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللهِ بْنُ حَفْصٍ: أَنَّ عُمَرَ بْنَ نَافِعٍ أَخْبَرَهُ عَنْ نَافِعٍ مَوْلَى عَبْدِ اللهِ: أَنَّهُ سَمِعَ [ابْنَ] عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَنْهَى عَنِ الْقَزَعِ. قَالَ عُبَيْدُ اللهِ: قُلْتُ: وَمَا الْقَزَعُ؟ فَأَشَارَ لَنَا عُبَيْدُ اللهِ، قَالَ: إِذَا حُلِقَ الصَّبِيُّ وَتُرِكَ هَاهُنَا شَعَرَةٌ وَهَاهُنَا، وَهَاهُنَا، فَأَشَارَ لَنَا عُبَيْدُ اللهِ إِلَى نَاصِيَتِهِ وَجَانِبَيْ رَأْسِهِ، قِيلَ لِعُبَيْدِ اللهِ: فَالْجَارِيَةُ وَالْغُلَامُ؟ قَالَ: لَا أَدْرِي، هٰكَذَا قَالَ: الصَّبِيُّ. قَالَ عُبَيْدُ اللهِ: وَعَاوَدْتُهُ فَقَالَ: أَمَّا الْقُصَّةُ وَالْقَفَا لِلْغُلَامِ فَلَا بَأْسَ بِهِمَا، وَلٰكِنَّ الْقَزَعَ أَنْ يُتْرَكَ بِنَاصِيَتِهِ شَعَرٌ وَلَيْسَ فِي رَأْسِهِ غَيْرُهُ، وَكَذٰلِكَ شَقُّ رَأْسِهِ هٰذَا وَهٰذَا. [انظر: ٥٩٢١]

[5920] حضرت ابن عمر ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ قزع سے منع کرتے تھے۔ (راویٔ حدیث) عبیداللہ کہتے ہیں: میں نے پوچھا قزع کیا ہے؟ پھر عبیداللہ نے ہمیں اشارے سے بتایا کہ بچے کا سر منڈواتے وقت کچھ بال یہاں چھوڑ دیے جائیں اور کچھ بال وہاں چھوڑ دیے جائیں۔ عبیداللہ نے اپنی پیشانی اور اپنے سر کے دونوں کناروں کی طرف اشارہ کرکے ہمیں اس کی صورت سے آگاہ کیا۔ عبیداللہ سے پوچھا گیا: اس میں لڑکے اور لڑکی دونوں کا ایک ہی حکم ہے؟ فرمایا: مجھے معلوم نہیں، حضرت عمر بن نافع نے صرف بچے کا لفظ کہا تھا۔ عبیداللہ نے کہا: میں نے عمر بن نافع سے دوبارہ اس کے متعلق دریافت کیا تو انھوں نے کہا کہ لڑکے کی پیشانی اور گدی کے بال مونڈنے میں کوئی حرج نہیں لیکن قزع یہ ہے کہ پیشانی کے بال چھوڑ دیے جائیں، اس کے سوا سر پر کوئی بال نہ ہو، اس طرح سر کے اس طرف اور اس طرف، یعنی دائیں بائیں کے بال چھوڑ دیے جائیں۔

٥٩٢١ - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُثَنَّى بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ دِينَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ نَهَى عَنِ الْقَزَعِ. [راجع: ٥٩٢٠]

[5921] حضرت ابن عمر ؓ ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ''قزع'' سے منع فرمایا تھا۔

فوائد ومسائل: ① ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک بچے کو دیکھا اس کے کچھ بال مونڈ دیے گئے تھے اور کچھ چھوڑے ہوئے تھے تو آپ نے انھیں اس سے منع فرمایا اور کہا: اس کے سارے بال مونڈ دو یا سارے بال رکھو۔[1] اس کی

① سنن أبي داود، الترجل، حديث: 4195.

ممانعت اس لیے ہے کہ اہل کتاب کے احبار و رہبان اس طرح کرتے تھے اور یہ فاسق لوگوں کا طریقہ تھا، نیز اس انداز سے خلقت میں قباحت معلوم ہوتی ہے۔[1] ② دور حاضر میں سر پر بال رکھ کر گردن سے صاف کر دیے جاتے ہیں پھر گردن کے اوپر سے بتدریج بڑے ہوتے جاتے ہیں، خاص طور پر فوجیوں اور پولیس والوں کے بال اس طرح کاٹے جاتے ہیں جسے فوجی کٹ کہا جاتا ہے۔ یہ طریقہ بھی قزع سے ملتا جلتا ہے، اس لیے اس انداز سے بھی بچنا چاہیے۔ آج کل ''برگر کٹ'' کے نام سے جو آدھا سر یا اس سے کم حصہ مونڈ دیا جاتا ہے وہ اس قزع کی زد میں آتا ہے۔ ③ بہر حال مسلمانوں کو مشرکین اور کفار کی نقالی سے ہر حال میں بچنا چاہیے۔ ہمیں چاہیے کہ لباس اور حجامت میں اسلامی ثقافت کو رواج دیں اور اسے اختیار کریں۔ نو جوانان اسلام کو ایسی غلط روایات کے خلاف جہاد کرنا چاہیے، خاص طور پر ہپی ازم بال رکھنے کی اسلام میں قطعاً کوئی گنجائش نہیں۔ واللہ أعلم.

(٧٣) بَابُ تَطْيِيبِ الْمَرْأَةِ زَوْجَهَا بِيَدَيْهَا

باب: 73- بیوی کا اپنے ہاتھوں سے شوہر کو خوشبو لگانا

٥٩٢٢ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ: أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الْقَاسِمِ عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: طَيَّبْتُ النَّبِيَّ ﷺ بِيَدَيَّ لِحُرْمِهِ، وَطَيَّبْتُهُ بِمِنًى قَبْلَ أَنْ يُفِيضَ. [راجع: ١٥٣٩]

[5922] حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: میں نے اپنے ہاتھوں سے نبی ﷺ کو احرام باندھتے وقت اور طواف زیارت سے پہلے منیٰ میں خوشبو لگائی۔

فوائد و مسائل: ① منیٰ میں رمی، ذبح اور بال منڈوانے کے بعد محرم آدمی کے لیے بیوی کے علاوہ ہر چیز حلال ہو جاتی ہے، اس لیے طواف زیارت سے پہلے وہ خوشبو وغیرہ لگا سکتا ہے، اسی طرح احرام باندھنے سے پہلے بھی خوشبو لگائی جا سکتی ہے اگرچہ اس کے اثرات احرام کے بعد بھی نمایاں ہوں۔ ② ایک حدیث میں مردوں اور عورتوں کی خوشبو میں فرق بیان کیا گیا ہے کہ عورتوں کی خوشبو کا رنگ ظاہر ہوتا ہے جبکہ اس کی مہک مخفی ہوتی ہے، اس کے برعکس مردوں کی خوشبو میں رنگ مخفی ہوتا ہے لیکن اس کی مہک نمایاں ہوتی ہے۔ ③ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عائشہ ؓ نے مردوں کی خوشبو پہلے اپنے ہاتھوں کو لگائی پھر رسول اللہ ﷺ کے سر اور ڈاڑھی میں لگائی۔ حافظ ابن حجر ؒ نے لکھا ہے کہ مردوں کی خوشبو لگا کر عورت کو باہر نہیں نکلنا چاہیے۔ اگر باہر جانے کی مجبوری ہو تو اسے دھو کر باہر جائے۔ واللہ أعلم.[2]

(٧٤) بَابُ الطِّيبِ فِي الرَّأْسِ وَاللِّحْيَةِ

باب: 74- سر اور ڈاڑھی کو خوشبو لگانا

٥٩٢٣ - حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ نَصْرٍ: حَدَّثَنَا

[5923] حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے، انھوں نے

1 فتح الباري: 448/10. 2 فتح الباري: 449/10.

يَحْيَى بْنُ آدَمَ: حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كُنْتُ أُطَيِّبُ رَسُولَ اللهِ ﷺ بِأَطْيَبِ مَا يَجِدُ، حَتَّى أَجِدَ وَبِيصَ الطِّيبِ فِي رَأْسِهِ وَلِحْيَتِهِ. [راجع: ٢٧١]

فرمایا کہ میں رسول اللہ ﷺ کو سب سے عمدہ خوشبو لگایا کرتی تھی یہاں تک کہ خوشبو کی چمک آپ کی ڈاڑھی اور سر میں دیکھتی تھی۔

فوائد ومسائل: ① اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مرد کے خوشبو لگانے کی جگہیں عورتوں سے مختلف ہیں کیونکہ ام المومنین سیدہ عائشہ ؓ رسول اللہ ﷺ کے چہرے کو خوشبو نہیں لگاتی تھیں کیونکہ چہرے پر خوشبو لگانا عورتوں کے لیے ہے، اس لیے کہ اس سے خوبصورتی اور زینت میں اضافہ ہوتا ہے جو عورتوں کے لیے مطلوب ہے لیکن مردوں کو چہرے پر خوشبو لگانا ممنوع ہے کیونکہ ایسا کرنے سے عورتوں کی مشابہت لازم آتی ہے۔ بہرحال عورتیں ہر قسم کی زینت کر سکتی ہیں بشرطیکہ خلقت میں تبدیلی نہ آئے۔[1] ② رسول اللہ ﷺ کو خوشبو بہت پسند تھی کیونکہ عالم بالا سے آپ کا تعلق رہتا تھا اور اللہ تعالیٰ کے مقرب فرشتے خاص طور پر حضرت جبرئیل علیہ السلام بکثرت آپ کے ہاں حاضر ہوتے رہتے تھے، اس بنا پر آپ ﷺ کا صاف ستھرا اور معطر رہنا ضروری تھا۔ واللہ أعلم.

(٧٥) بَابُ الْامْتِشَاطِ

باب: 75- کنگھی کرنا

٥٩٢٤ - حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ: أَنَّ رَجُلًا اطَّلَعَ مِنْ جُحْرٍ فِي دَارِ النَّبِيِّ ﷺ، وَالنَّبِيُّ ﷺ يَحُكُّ رَأْسَهُ بِالْمِدْرَى، فَقَالَ: «لَوْ عَلِمْتُ أَنَّكَ تَنْتَظِرُ لَطَعَنْتُ بِهَا فِي عَيْنِكَ، إِنَّمَا جُعِلَ الْإِذْنُ مِنْ قِبَلِ الْأَبْصَارِ». [انظر: ٦٢٤١، ٦٩٠١]

[5924] حضرت سہل بن سعد ؓ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے نبی ﷺ کے گھر دروازے کے سوراخ سے جھانکا جبکہ نبی ﷺ اس وقت آلۂ خارش سے اپنا سر کھجلا رہے تھے۔ آپ نے فرمایا: ''اگر مجھے معلوم ہوتا کہ تو جھانک رہا ہے تو میں تیری آنکھ پھوڑ دیتا۔ اجازت طلب کرنا صرف اس لیے ہے کہ آدمی کی نظر سے محفوظ رہا جا سکے۔''

فائدہ: مدری، لکڑی کا ایک آلہ جس سے بالوں کی اصلاح اور جسم پر خارش کی جاتی ہے۔ یہ کنگھی کی طرح ہوتا ہے اور بعض اوقات اس سے کنگھی کا کام لیا جاتا ہے۔ امام بخاری ؒ نے اس حدیث سے کنگھی کرنے کے عمل کو ثابت کیا ہے۔ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے بال رکھے تو چاہیے کہ انھیں بنا سنوار کر رکھے۔''[2] اس کا مطلب یہ ہے کہ بال رکھے ہوں تو انھیں سنوار کر رکھنا ضروری ہے مگر باقاعدہ اہتمام کے ساتھ دھونا اور ہر روز کنگھی پٹی کرنا ممنوع ہے۔[3]

① فتح الباري: 449/10. ② سنن أبي داود، الترجل، حديث: 4163. ③ فتح الباري: 450/10.

(٧٦) بَابُ تَرْجِيلِ الْحَائِضِ زَوْجَهَا

باب: 76- حائضہ عورت کا اپنے شوہر کے سر میں کنگھی کرنا

٥٩٢٥ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: كُنْتُ أُرَجِّلُ رَأْسَ رَسُولِ اللهِ ﷺ وَأَنَا حَائِضٌ. [راجع: ٢٩٥]

[5925] حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں حالتِ حیض کے باوجود رسول اللہ ﷺ کے سر مبارک میں کنگھی کرتی تھی۔

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ مِثْلَهُ.

عبداللہ بن یوسف نے مالک سے، انھوں نے ہشام سے، انھوں نے اپنے باپ عروہ سے، انھوں نے حضرت عائشہ ؓ سے اسی طرح بیان کیا۔

فوائدومسائل: ① بحالت حیض بیوی اپنے شوہر کے سر میں کنگھی کر سکتی ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ مسجد میں اعتکاف کی حالت میں ہوتے اور حضرت عائشہ ؓ کی طرف اپنا سر مبارک قریب کر دیتے جبکہ وہ اپنے حجرے میں ہوتیں تو وہ آپ کے سر میں کنگھی کر دیتیں۔[1] ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ مسجد سے اپنا سر مبارک باہر نکال دیتے تو حضرت عائشہ ؓ اسے دھو دیتی تھیں۔[2] ② بہرحال ان روایات سے مقصود یہ ہے کہ اگر کسی نے بال رکھے ہوں تو ان کی اصلاح کا ضرور اہتمام کرے۔ واللہ أعلم.

(٧٧) بَابُ التَّرْجِيلِ، وَالتَّيَمُّنِ فِيهِ

باب: 77- کنگھی کرتے وقت دائیں جانب سے شروع کرنا

٥٩٢٦ - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَشْعَثَ بْنِ سُلَيْمٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ كَانَ يُعْجِبُهُ التَّيَمُّنُ مَا اسْتَطَاعَ، فِي تَرَجُّلِهِ وَوُضُوئِهِ. [راجع: ١٦٨]

[5926] حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ ہر کام میں جہاں تک ممکن ہوتا دائیں جانب سے شروع کرنے کو پسند کرتے تھے۔ کنگھی کرنے اور وضو کرنے میں بھی (اسی جانب کو اختیار کرتے)۔

فوائدومسائل: ① ترجیل، بالوں میں تیل لگانے، کنگھی کرنے اور انھیں سنوارنے کو کہتے ہیں، خواہ وہ بال سر کے ہوں یا

[1] صحيح البخاري، الحيض، حديث: 296. [2] صحيح البخاري، الاعتكاف، حديث: 2031.

ڈاڑھی کے۔لیکن ہر وقت انسان اپنی زیب وزینت میں مگن رہے، یہ انداز اختیار کرنا شرعی ذوق کے منافی ہے۔ بالوں کو سنوارنے کی اجازت ضرور ہے لیکن اعتدال کے ساتھ اور ایک دن چھوڑ کر یہ اہتمام ہونا چاہیے، چنانچہ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کنگھی کرنے سے منع فرمایا ہے سوائے اس کے کہ ایک دن چھوڑ کر ہو۔[1] بہر حال تکلفات سے پرہیز ایمان کا حصہ ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: ''سادگی ایمان سے ہے۔''[2] ② سادہ عادات کا حامل انسان عام نعمت پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہے جبکہ تکلفات کرنے والا بعض اوقات ایک بڑی نعمت کو بھی اپنے معیار سے کم تر خیال کر کے شکر کے بجائے شکوہ کرنے لگتا ہے۔ واللہ أعلم.

(٧٨) بَابُ مَا يُذْكَرُ فِي الْمِسْكِ

باب: 78- کستوری کا بیان

٥٩٢٧ - حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ: أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «كُلُّ عَمَلِ ابْنِ آدَمَ لَهُ إِلَّا الصَّوْمَ فَإِنَّهُ لِي، وَأَنَا أَجْزِي بِهِ وَلَخَلُوفُ فَمِ الصَّائِمِ أَطْيَبُ عِنْدَ اللهِ مِنْ رِيحِ الْمِسْكِ».

[راجع: ١٨٩٤]

[5927] حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے، وہ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں: ''(اللہ تعالیٰ نے فرمایا:) ابن آدم کا ہر عمل اس کے لیے ہے لیکن روزہ صرف میرے لیے ہے اور میں خود ہی اس کا بدلہ دوں گا۔ اور روزے دار کے منہ کی خوشبو اللہ کے ہاں کستوری کی خوشبو سے بھی بڑھ کر ہے۔''

فوائد ومسائل: ① ''روزہ اللہ کے لیے ہے'' اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی بھی عبادت روزے سے نہیں کی گئی کیونکہ کفار و مشرکین نے کسی وقت بھی معبودان باطلہ کی عبادت روزے سے نہیں کی، نیز روزہ ایک ایسا خفیہ عمل ہے جس پر اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی دوسرا مطلع نہیں ہوسکتا۔ روزے کے پاک عمل کو ایک پاک چیز سے تشبیہ دی گئی ہے۔ ② اس سے معلوم ہوا کہ مشک پاک ہے، اور یہ بہترین خوشبو ہے، چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تمھاری خوشبوؤں سے بہترین خوشبو کستوری ہے۔''[3]

(٧٩) بَابُ مَا يُسْتَحَبُّ مِنَ الطِّيبِ

باب: 79- خوشبو لگانا مستحب ہے

٥٩٢٨ - حَدَّثَنَا مُوسَى: حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ

[5928] حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: میں، نبی ﷺ کو احرام باندھتے وقت دستیاب خوشبو

① سنن أبي داود، الترجل، حديث: 4159. ② سنن ابن ماجه، الزهد، حديث: 4118. ③ مسند أحمد: 36/3.

عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: كُنْتُ أُطَيِّبُ النَّبِيَّ ﷺ عِنْدَ إِحْرَامِهِ بِأَطْيَبِ مَا أَجِدُ. [راجع: ١٥٣٩]

میں اچھی سے اچھی خوشبو لگاتی تھی۔

فوائد و مسائل: ① ایک روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ ؓ نے فرمایا: میں حجۃ الوداع کے موقع پر احرام باندھتے اور کھولتے وقت ذریرہ خوشبو لگاتی تھی۔ یہ خوشبو چند خوشبوؤں کو ملا کر تیار کی جاتی اور یہ عمدہ خوشبو ہوتی تھی۔ حضرت عائشہ ؓ رسول اللہ ﷺ کے لیے عمدہ اور بہترین خوشبو کا انتخاب کرتی تھیں۔ یہ ان کے حسن ذوق کی علامت ہے۔ ② حافظ ابن حجر ؒ لکھتے ہیں کہ بہترین خوشبو کی موجودگی میں دوسری گھٹیا خوشبو استعمال نہ کی جائے بلکہ عمدہ خوشبو کا استعمال ہی مستحب ہے۔[1] ایک حدیث میں ہے کہ بہترین خوشبو کستوری ہے۔[2]

(٨٠) بَابُ مَنْ لَمْ يَرُدَّ الطِّيبَ

باب:80- خوشبو کو رد نہیں کرنا چاہیے

٥٩٢٩ - حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ: حَدَّثَنَا عَزْرَةُ بْنُ ثَابِتٍ الْأَنْصَارِيُّ قَالَ: حَدَّثَنِي ثُمَامَةُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّهُ كَانَ لَا يَرُدُّ الطِّيبَ، وَزَعَمَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ لَا يَرُدُّ الطِّيبَ. [راجع: ٢٥٨٢]

[5929] حضرت انس ؓ سے روایت ہے کہ وہ خوشبو کو رد نہیں کیا کرتے تھے اور کہتے تھے کہ نبی ﷺ بھی خوشبو کو رد نہیں کیا کرتے تھے۔

فوائد و مسائل: ① رسول اللہ ﷺ کو اگر کوئی شخص خوشبو کا تحفہ پیش کرتا تو آپ اسے خوشی سے قبول کرتے اور اسے رد نہ کرتے تھے کیونکہ آپ کو اس کی ہمیشہ ضرورت رہتی تھی۔ آپ فرشتوں سے سرگوشی کرتے تھے، ایسے حالات میں آپ کا صاف ستھرا اور پاک رہنا انتہائی ضروری تھا۔ اس سلسلے میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: ''جسے خوشبو پیش کی جائے تو وہ اسے واپس نہ کرے کیونکہ اس کی مہک عمدہ ہوتی ہے اور اس کا کوئی بوجھ بھی نہیں ہوتا۔''[3] ② خوشبو دار پھول یا عطر کوئی بڑا بھاری بوجھ نہیں ہوتا جو نا قابل برداشت ہو اور کوئی اتنا بڑا احسان بھی نہیں ہوتا کہ اس کا عوض دینا مشکل ہو یا اس کا عوض نہ دینے سے کوئی شکوہ کرے تو ایسی چیز کو رد کیوں کیا جائے۔

(٨١) بَابُ الذَّرِيرَةِ

باب:81- ذریرہ کا بیان

---

1 فتح الباري: 453/10. 2 صحيح مسلم، الألفاظ من الأدب وغيرها، حديث: 5878 (2252). 3 سنن أبي داود، الترجل، حديث: 4172.

وضاحت: یہ عمدہ خوشبو کی ایک قسم ہے جو چند خوشبوؤں کو ملا کر تیار کی جاتی ہے۔

٥٩٣٠ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ الْهَيْثَمِ - أَوْ مُحَمَّدٌ عَنْهُ - عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ: أَخْبَرَنِي عُمَرُ بْنُ عَبْدِ اللهِ ابْنِ عُرْوَةَ: سَمِعَ عُرْوَةَ وَالْقَاسِمَ يُخْبِرَانِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: طَيَّبْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ بِيَدَيَّ بِذَرِيرَةٍ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ لِلْحِلِّ وَالْإِحْرَامِ.
[راجع: ١٥٣٩]

[5930] حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو حجۃ الوداع کے موقع پر احرام باندھتے اور کھولتے وقت اپنے ہاتھوں سے ذریرہ نامی (عمدہ) خوشبو لگائی۔

فائدہ: یہ مرکب خوشبو کی عمدہ قسم ہے جس میں کستوری بھی ہوتی تھی جیسا کہ قبل ازیں حدیث میں اس کی وضاحت ہے۔ حضرت عائشہ ؓ احرام باندھنے سے پہلے اسے رسول اللہ ﷺ کے سر اور ڈاڑھی میں لگا دیتی تھیں اور جب منیٰ میں رمی سے فارغ ہوتے تو طواف افاضہ سے پہلے آپ کو خوشبو لگاتیں۔ ان تمام باتوں کی وضاحت قبل ازیں پیش کردہ احادیث میں کی گئی ہے۔ واللہ أعلم.

(٨٢) بَابُ الْمُتَفَلِّجَاتِ لِلْحُسْنِ

باب: 82- خوبصورتی کے لیے دانتوں کو کشادہ کرنے والی عورتیں

٥٩٣١ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ: حَدَّثَنَا [جَرِيرٌ] عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَلْقَمَةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ: «لَعَنَ اللهُ الْوَاشِمَاتِ وَالْمُسْتَوْشِمَاتِ، وَالْمُتَنَمِّصَاتِ وَالْمُتَفَلِّجَاتِ لِلْحُسْنِ، الْمُغَيِّرَاتِ خَلْقَ اللهِ تَعَالَى». مَا لِي لَا أَلْعَنُ مَنْ لَعَنَ النَّبِيُّ ﷺ؟ وَهُوَ فِي كِتَابِ اللهِ ﴿وَمَآ ءَاتَىٰكُمُ ٱلرَّسُولُ﴾ إِلَى ﴿فَٱنتَهُوا۟﴾ [الحشر: ٧]. [راجع: ٤٨٨٦]

[5931] حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ سے روایت ہے: ''اللہ تعالیٰ نے ان عورتوں پر لعنت کی ہے جو اپنے حسن کو دوبالا کرنے کے لیے جسم کے کسی حصے میں سرمہ بھرتی یا بھرواتی ہیں، چہرے کے بال اکھاڑتی ہیں اور اپنے دانتوں کے درمیان کشادگی پیدا کرتی ہیں۔ ایسا کرنے والی عورتیں اللہ کی خلقت کو بدلتی ہیں۔'' میں ایسی عورتوں پر لعنت کیوں نہ کروں جن پر نبی ﷺ نے لعنت کی ہے؟ اور یہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''جو چیز تمھیں رسول دے...... رک جاؤ۔''

فوائد و مسائل: ① دانت اگر پیدائشی طور پر باہم پیوست اور ایک دوسرے سے ملے ہوئے ہوں تو کچھ عورتیں ریتی وغیرہ سے ان کے درمیان کشادگی پیدا کرتی ہیں تاکہ وہ ہنستے وقت ان کے دانت کھلے کھلے خوبصورت نظر آئیں۔ چونکہ اس مصنوعی حسن کے حصول کے لیے اللہ تعالیٰ کی خلقت کو بدلا جاتا ہے، اس لیے شرعاً یہ کام حرام اور باعث لعنت ہے۔ عام طور پر یہ عمل اگلے دانتوں میں کیا جاتا ہے۔ ② حافظ ابن حجر ؒ لکھتے ہیں کہ عمر رسیدہ عورتیں ایسا کام کرتی ہیں تاکہ وہ کم عمر نظر آئیں کیونکہ چھوٹی عمر

میں قدرتی طور پر دانت کشادہ ہوتے ہیں، جب عمر زیادہ ہوجاتی ہے تو دانت خود بخود باہم پیوست ہوجاتے ہیں۔ اس عمل کو رسول اللہ ﷺ نے "وشر" سے بھی تعبیر کیا ہے۔ آپ ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے۔ اگر کسی تکلیف کی وجہ سے یہ کام کیا جائے تو جائز ہے۔[1]

(٨٣) بَابُ وَصْلِ الشَّعَرِ

باب: 83- مصنوعی بالوں کی پیوندکاری کرنا

وضاحت: بالوں کے ساتھ مصنوعی بال لگا کر انھیں لمبا کرنا حرام ہے۔ آج کل ہمارے ہاں وِگ استعمال ہوتی ہے، اس کا استعمال بھی ناجائز ہے، ہاں اگر جدید علاج کے ذریعے سے نئے بال اگائے جائیں تو جائز ہے۔

٥٩٣٢ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ عَوْفٍ: أَنَّهُ سَمِعَ مُعَاوِيَةَ بْنَ أَبِي سُفْيَانَ عَامَ حَجَّ، وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ، وَهُوَ يَقُولُ، وَتَنَاوَلَ قُصَّةً مِنْ شَعَرٍ [كَانَتْ] بِيَدِ حَرَسِيٍّ: أَيْنَ عُلَمَاؤُكُمْ؟ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَنْهَى عَنْ مِثْلِ هٰذِهِ وَيَقُولُ: «إِنَّمَا هَلَكَتْ بَنُو إِسْرَائِيلَ حِينَ اتَّخَذَ هٰذِهِ نِسَاؤُهُمْ». [راجع: ٣٤٦٨]

[5932] حمید بن عبدالرحمٰن سے روایت ہے، انھوں نے حضرت معاویہ بن ابوسفیان ؓ کو، جس سال انھوں نے حج کیا تھا، منبر پر یہ کہتے ہوئے سنا جبکہ انھوں نے اپنے محافظ کے ہاتھ سے بالوں کا گچھا پکڑا ہوا تھا: تمھارے علماء کہاں ہیں؟ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس جیسے بالوں سے منع کرتے سنا ہے۔ اور آپ ﷺ نے فرمایا تھا: "بنی اسرائیل اس وقت ہلاک ہوئے جب ان کی عورتوں نے ان کا استعمال شروع کر دیا تھا۔"

فوائد و مسائل: ① ایک روایت میں ہے کہ امیر معاویہ ؓ نے فرمایا: میں نے بالوں کا یہ گچھا اپنے اہل خانہ کے پاس دیکھا، انھوں نے مجھے بتایا کہ عورتیں اپنے بالوں کو لمبا ظاہر کرنے کے لیے اسے استعمال کرتی ہیں۔[2] ایک دوسری روایت میں ہے کہ میرے خیال کے مطابق یہ کام یہودی کرتے ہیں۔[3] ② اس کا مطلب یہ ہے کہ امیر معاویہ ؓ کے اہل خانہ اس کام سے بالکل ناآشنا تھے۔ بنی اسرائیل کی عورتوں کے مصنوعی بال استعمال کرنے اور مردوں کے اس پر راضی ہونے کی وجہ سے وہ ہلاک ہوئے۔ بہرحال مصنوعی بالوں کی پیوندکاری کرنا حرام ہے۔ ③ بالوں کو سنبھالنے کے لیے عورتیں پراندہ استعمال کرتی ہیں، یہ ممانعت میں شامل نہیں۔ اگر وہ اس طرح لگایا جائے کہ بالوں کا حصہ معلوم ہو اور اصلی بالوں سے امتیاز نہ ہو سکے تو اس کا استعمال محل نظر ہے۔ واللہ أعلم.

٥٩٣٣ - وَقَالَ ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا يُونُسُ

[5933] حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے، وہ نبی

---

① فتح الباري: 456/10. ② المعجم الكبير للطبراني: 322/19، رقم: 732. ③ فتح الباري: 460/10.

ابْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «لَعَنَ اللهُ الْوَاصِلَةَ وَالْمُسْتَوْصِلَةَ، وَالْوَاشِمَةَ وَالْمُسْتَوْشِمَةَ».

ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے بالوں کے ساتھ بال پیوند کرنے والی اور کروانے والی، نیز سرمہ بھرنے والی اور بھروانے والی پر لعنت فرمائی ہے۔''

فوائدومسائل: ① جن گناہوں کے ارتکاب پر لعنت کی وعید سنائی گئی ہو وہ کبیرہ گناہ کہلاتے ہیں، ایسے گناہ توبہ کے بغیر معاف نہیں ہوتے اور توبہ بھی اس شرط کے ساتھ کی جائے کہ انسان ان سے باز رہنے کا عزم بالجزم کرے۔ ② بہرحال جس طرح اپنے بالوں کے ساتھ مصنوعی بالوں کی پیوندکاری حرام ہے، اسی طرح عورت کے لیے اپنے سر کے بالوں کو منڈوانا بھی حرام ہے ہاں اگر ضرورت ہو، مثلاً: پھوڑے وغیرہ نکل آئیں تو منڈوانے میں چنداں حرج نہیں ہے۔[1]

٥٩٣٤ - حَدَّثَنَا آدَمُ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو ابْنِ مُرَّةَ قَالَ: سَمِعْتُ الْحَسَنَ بْنَ مُسْلِمِ بْنِ يَنَّاقٍ يُحَدِّثُ عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ شَيْبَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: أَنَّ جَارِيَةً مِنَ الْأَنْصَارِ تَزَوَّجَتْ، وَأَنَّهَا مَرِضَتْ فَتَمَعَّطَ شَعَرُهَا، فَأَرَادُوا أَنْ يَصِلُوهَا، فَسَأَلُوا النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ: «لَعَنَ اللهُ الْوَاصِلَةَ وَالْمُسْتَوْصِلَةَ». [راجع: ٥٢٠٥]

[5934] حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے کہ قبیلۂ انصار کی ایک لڑکی نے شادی کی، اس کے بعد وہ بیمار ہوگئی تو اس کے سر کے بال گر گئے۔ اس کے اہل خانہ نے چاہا کہ اسے مصنوعی بال لگا دیں، اس سلسلے میں انھوں نے نبی ﷺ سے پوچھا تو آپ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے مصنوعی بال لگانے والی اور لگوانے والی دونوں پر لعنت کی ہے۔''

تَابَعَهُ ابْنُ إِسْحَاقَ عَنْ أَبَانَ بْنِ صَالِحٍ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ صَفِيَّةَ، عَنْ عَائِشَةَ.

ابن اسحاق نے ابان بن صالح سے، انھوں نے حسن سے، انھوں نے صفیہ سے، انھوں نے سیدہ عائشہ ؓ سے بیان کرنے میں شعبہ کی متابعت کی ہے۔

٥٩٣٥ - حَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ الْمِقْدَامِ: حَدَّثَنَا فُضَيْلُ بْنُ سُلَيْمَانَ: حَدَّثَنَا مَنْصُورُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ [قَالَ]: حَدَّثَتْنِي أُمِّي عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: أَنَّ امْرَأَةً جَاءَتْ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ فَقَالَتْ: إِنِّي أَنْكَحْتُ

[5935] حضرت اسماء بنت ابی بکر ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ ایک عورت رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کی: میں نے اپنی بیٹی کی شادی کی ہے۔ پھر اسے بیماری لاحق ہوئی تو اس کے سر کے تمام بال جھڑ گئے ہیں۔ اس کا شوہر مجھے ابھارتا رہتا ہے تو کیا میں اس

[1] فتح الباري: 460/10.

ابْنَتِي، ثُمَّ أَصَابَهَا شَكْوَى، فَتَمَزَّقَ رَأْسُهَا وَزَوْجُهَا يَسْتَحِثُّنِي بِهَا، أَفَأَصِلُ رَأْسَهَا؟ فَسَبَّ رَسُولُ اللهِ ﷺ الْوَاصِلَةَ وَالْمُسْتَوْصِلَةَ. [انظر: ٥٩٣٦، ٥٩٤١]

کے سر پر مصنوعی بال لگادوں؟ تو رسول اللہ ﷺ نے مصنوعی بال لگانے والی اور لگوانے والی دونوں پر لعنت کی۔

فوائدومسائل: ① امام ابو داود رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ واصلہ سے مراد وہ عورت ہے جو دوسری عورتوں کے بالوں کے ساتھ مصنوعی بال لگائے اور مستوصلہ وہ عورت ہے جس کے بالوں کے ساتھ مصنوعی بال لگائے جائیں۔[1] ② اگر کسی عورت کے بال بیماری کی وجہ سے جھڑ گئے ہوں تو اسے بھی پیوند کاری کرنے کی اجازت نہیں، خواہ اس کا خاوند پر زور تقاضا ہی کیوں نہ کرے۔ حضرت سعید بن جبیر فرماتے ہیں کہ دھاگوں سے بنی ہوئی موباف، یعنی پراندی استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں۔[2] مقام افسوس ہے کہ آج کل مصنوعی ڈاڑھیاں بھی بازار سے دستیاب ہیں اور ڈاڑھی منڈوانے والے خطیب حضرات بوقت ''ضرورت'' انھیں استعمال کرتے ہیں جیسا کہ مصر اور ترکی کی بعض مساجد میں ایسا ہوتا ہے۔ العیاذ باللّٰہ.

٥٩٣٦ - حَدَّثَنَا آدَمُ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ هِشَامِ ابْنِ عُرْوَةَ، عَنِ امْرَأَتِهِ فَاطِمَةَ، عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ قَالَتْ: لَعَنَ رَسُولُ اللهِ ﷺ الْوَاصِلَةَ وَالْمُسْتَوْصِلَةَ. [راجع: ٥٩٣٥]

[5936] حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مصنوعی بالوں کی پیوند کاری کرنے والی اور کروانے والی پر لعنت بھیجی ہے۔

٥٩٣٧ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ: أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللهِ عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «لَعَنَ اللهُ الْوَاصِلَةَ وَالْمُسْتَوْصِلَةَ وَالْوَاشِمَةَ وَالْمُسْتَوْشِمَةَ». قَالَ نَافِعٌ: الْوَشْمُ فِي اللِّثَةِ. [انظر: ٥٩٤٠، ٥٩٤٢، ٥٩٤٧]

[5937] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے مصنوعی بال جوڑنے والی اور جڑوانے والی، نیز سرمہ بھرنے والی اور بھروانے والی دونوں پر لعنت فرمائی ہے۔'' حضرت نافع نے کہا: کبھی سرمہ مسوڑھے میں بھی بھرا جاتا ہے۔

فوائدومسائل: ① شیطانی حربوں میں سے ایک حربہ یہ ہے کہ لوگ اللہ تعالیٰ کی خلقت کو مسخ کریں۔ اپنے بالوں کے ساتھ مصنوعی بال لگانا یا مصنوعی بالوں کی وگ استعمال کرنا بھی اللہ تعالیٰ کی خلقت کو بدلنا ہے، اس لیے اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے اس عمل پر لعنت فرمائی ہے۔ ② اگر کسی طریقۂ علاج سے نئے بال اگائے جائیں تو ایسا کرنا جائز ہے جیسا کہ بنی اسرائیل کے ایک گنجے آدمی کے سر پر فرشتے نے ہاتھ پھیرا تھا تو بہترین بال اگ آئے تھے۔[3] اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نئے بال اگ آئیں یا

---

1 سنن أبي داود، الترجل، حديث: 4170. 2 سنن أبي داود، الترجل، حديث: 4171. 3 صحيح البخاري، أحاديث الأنبياء، حديث: 3464.

اگا لیے جائیں تو ممنوع نہیں۔ واللہ أعلم.

٥٩٣٨ - حَدَّثَنَا آدَمُ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مُرَّةَ: سَمِعْتُ سَعِيدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ قَالَ: قَدِمَ مُعَاوِيَةُ الْمَدِينَةَ آخِرَ قَدْمَةٍ قَدِمَهَا، فَخَطَبَنَا فَأَخْرَجَ كُبَّةً مِنْ شَعَرٍ، قَالَ: مَا كُنْتُ أَرَى أَحَدًا يَفْعَلُ هٰذَا غَيْرَ الْيَهُودِ، إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ سَمَّاهُ الزُّورَ، يَعْنِي الْوَاصِلَةَ فِي الشَّعَرِ. [راجع: ٣٤٦٨]

[5938] حضرت سعید بن مسیب سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ حضرت امیر معاویہ ؓ جب آخری مرتبہ مدینہ طیبہ تشریف لائے تو انھوں نے ہمیں خطاب کیا۔ دوران خطاب میں انھوں نے بالوں کا ایک گچھا نکالا اور فرمایا: میں نے یہودیوں کے سوا کسی کو یہ کام کرتے نہیں دیکھا۔ یقیناً نبی ﷺ نے اس کو، یعنی بالوں میں پیوند کاری کرنے والی (کے عمل) کو باطل قرار دیا ہے۔

فائدہ: "زُور" کے معنی کذب، باطل اور تہمت کے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے مصنوعی بالوں کی پیوند کاری کو اس لیے "زور" قرار دیا کہ ایسا کرنا فریب دہی اور اللہ تعالیٰ کی خلقت کو بدلنا ہے۔ ان تمام روایات سے حضرت عائشہ ؓ سے مروی اس روایت کی تردید ہوتی ہے جس میں گنجی عورت کے لیے مصنوعی بالوں کے استعمال کو جائز قرار دیا گیا ہے۔ اس روایت کے مطابق یہ ممانعت ان عورتوں کے متعلق تھی جو جسم فروشی کا دھندا کرتی تھیں اور اپنے گاہکوں کو پھانسنے کے لیے اپنے بالوں کے ساتھ مصنوعی بال لگا کر انھیں لمبا کرتی تھیں۔ بہر حال حضرت عائشہ ؓ سے مروی یہ روایت جھوٹ کا پلندا ہے۔[1] واللہ أعلم.

(٨٤) بَابُ الْمُتَنَمِّصَاتِ

باب: 84- ابرو کے بال باریک کرنے والی عورتیں

٥٩٣٩ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ: أَخْبَرَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَلْقَمَةَ قَالَ: لَعَنَ عَبْدُ اللهِ الْوَاشِمَاتِ وَالْمُتَنَمِّصَاتِ وَالْمُتَفَلِّجَاتِ لِلْحُسْنِ، الْمُغَيِّرَاتِ خَلْقَ اللهِ، فَقَالَتْ أُمُّ يَعْقُوبَ: مَا هٰذَا؟ قَالَ عَبْدُ اللهِ: وَمَا لِيَ لَا أَلْعَنُ مَنْ لَعَنَ رَسُولُ اللهِ [ﷺ] وَفِي كِتَابِ اللهِ؟ قَالَتْ: وَاللهِ لَقَدْ قَرَأْتُ مَا بَيْنَ اللَّوْحَيْنِ فَمَا وَجَدْتُهُ، قَالَ: وَاللهِ لَئِنْ قَرَأْتِيهِ لَقَدْ وَجَدْتِيهِ ﴿وَمَآ ءَاتَىٰكُمُ ٱلرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا

[5939] حضرت علقمہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ نے خوبصورتی کے لیے جسم میں سرمہ بھرنے والی، ابرو کے بال اکھاڑنے والی، دانتوں کو کشادہ کرنے والی اور اللہ کی خلقت کو بدلنے والی عورتوں پر لعنت کی تو ام یعقوب نے کہا: یہ کیا بات ہوئی؟ حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ نے فرمایا: آخر میں ان پر لعنت کیوں نہ کروں جن پر اللہ کے رسول ﷺ نے لعنت کی ہے اور کتاب اللہ میں بھی موجود ہے؟ ام یعقوب نے کہا: اللہ کی قسم! میں نے تو پورا قرآن مجید پڑھ ڈالا ہے مجھے تو کہیں بھی

---

[1] فتح الباري: 462/10.

نَهَىٰكُمْ عَنْهُ فَانتَهُوا﴾ [الحشر: ٧]. [راجع: ٤٨٨٦]

یہ نہیں ملا۔ انھوں نے فرمایا: اللہ کی قسم! اگر تو نے (بغور) قرآن پڑھا ہوتا تو یہ تجھے ضرور مل جاتا۔ (قرآن کریم میں ہے:) ''جو چیز تمھیں رسول دے وہ لے لو اور جس سے منع کرے اس سے رک جاؤ۔''

فوائد ومسائل: ① امام ابوداود رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ نامصہ وہ عورت ہے جو ابروؤں کے بال نوچتی ہے تاکہ وہ باریک ہو جائیں اور مُتَنَمِّصَہ وہ عورت ہے جو یہ کام کروائے۔[1] ② ایک روایت میں ہے کہ جس عورت نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے سوال کیا تھا وہ قبیلۂ بنو اسد سے تعلق رکھتی تھی اور اسے قرآنی معلومات کافی حد تک تھیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے جب آیت کریمہ پڑھی تو وہ مطمئن ہوگئی لیکن اس نے کہا کہ میں ان ممنوعہ چیزوں میں سے کئی چیزیں تمھاری بیوی پر بھی دیکھتی ہوں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ اندر جاؤ اور دیکھ لو، چنانچہ وہ گئی اور پھر باہر آگئی۔ انھوں نے پوچھا: کیا دیکھا ہے؟ عورت نے کہا: میں نے کچھ نہیں دیکھا۔ تو انھوں نے فرمایا: اگر ایسا ہوتا تو وہ ہمارے ساتھ نہ ہوتی۔[2] ③ بہرحال دعوت دین کا کام کرنے والوں کو لوگ انتہائی باریک نظر سے دیکھتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ وہ اپنی گفتار کے مطابق کردار کو ڈھالیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اس معیار پر پورے اترتے تھے اور انھوں نے اپنے ایمانی جذبات کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر ان کی بیوی خلاف شریعت کاموں کی مرتکب ہوتی تو ہمارے ساتھ نہ رہ سکتی۔

(٨٥) بَابُ الْمَوْصُولَةِ

باب: 85- مصنوعی بال لگوانے والی عورت کا بیان

٥٩٤٠ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدٌ: حَدَّثَنَا عَبْدَةُ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: لَعَنَ النَّبِيُّ ﷺ الْوَاصِلَةَ وَالْمُسْتَوْصِلَةَ، وَالْوَاشِمَةَ وَالْمُسْتَوْشِمَةَ. [راجع: ٥٩٣٧]

[5940] حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے مصنوعی بال لگانے والی اور لگوانے والی، نیز سرمہ بھرنے والی اور بھروانے والی (تمام عورتوں) پر لعنت فرمائی ہے۔

٥٩٤١ - حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ: أَنَّهُ سَمِعَ فَاطِمَةَ بِنْتَ الْمُنْذِرِ تَقُولُ: سَمِعْتُ أَسْمَاءَ قَالَتْ: سَأَلَتِ امْرَأَةٌ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّ ابْنَتِي أَصَابَتْهَا الْحَصْبَةُ فَامَّرَقَ شَعَرُهَا، وَإِنِّي زَوَّجْتُهَا، أَفَأَصِلُ فِيهِ؟ فَقَالَ: «لَعَنَ اللهُ

[5941] حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک عورت نے نبی ﷺ سے عرض کی: اللہ کے رسول! میری بیٹی کو چیچک نکل آئی ہے، اس وجہ سے اس کے تمام بال جھڑ گئے ہیں، اور میں نے اس کا نکاح بھی کر دیا ہے۔ تو کیا میں اس کے سر میں مصنوعی بال لگا دوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے پیوند لگانے والی اور لگوانے والی (عورتوں) پر

---

1 سنن أبي داود، الترجل، حديث: 4170. 2 سنن أبي داود، الترجل، حديث: 4169.

الْوَاصِلَةَ وَالْمَوْصُولَةَ». [راجع: ٥٩٣٥]

لعنت کی ہے۔"

٥٩٤٢ - حَدَّثَنِي يُوسُفُ بْنُ مُوسَى: حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ دُكَيْنٍ: حَدَّثَنَا صَخْرُ بْنُ جُوَيْرِيَةَ عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ، - أَوْ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ -: «لَعَنَ اللهُ الْوَاشِمَةَ وَالْمُسْتَوْشِمَةَ، وَالْوَاصِلَةَ وَالْمُسْتَوْصِلَةَ». يَعْنِي لَعَنَ النَّبِيُّ ﷺ. [راجع: ٥٩٣٧]

[5942] حضرت عبداللہ بن عمر ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں نے نبی ﷺ سے سنا۔ یا انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے سرمہ بھرنے والی اور سرمہ بھروانے والی، نیز مصنوعی بال لگانے والی اور لگوانے والی (تمام عورتوں) پر لعنت بھیجی ہے" یعنی نبی ﷺ نے انھیں ملعون قرار دیا ہے۔

فوائد ومسائل: ① ان تمام روایات میں مصنوعی بالوں کی پیوند کاری کرنے اور کروانے کے عمل کو باعث لعنت قرار دیا گیا ہے، البتہ آخری حدیث میں مصنوعی بالوں کی پیوند کاری کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ امام بخاری ؒ نے ان روایات کی طرف اشارہ فرمایا ہے جن میں صراحت کے ساتھ اس امر کا بیان ہے جیسا کہ پہلے وہ روایات بیان ہو چکی ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ کے پاس ایک عورت آئی اور اس نے کہا: آپ مصنوعی بال پیوند کرنے والی عورت کو اس کام سے منع کرتے ہیں؟ تو انھوں نے کہا: "ہاں" کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اس کام سے منع فرمایا ہے۔[1] ② حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ نے قرآن پاک کی ایک آیت سے اس امتناعی حکم کا استنباط کیا ہے، حالانکہ روایات میں اس امر کی صراحت ہے کہ یہ عمل اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ہاں باعث لعنت ہے۔ (حدیث: 5934-5935) جس آیت کریمہ کا حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ نے حوالہ دیا وہ یہ ہے: "اور رسول تمھیں جو کچھ دے وہ لے لو اور جس سے تمھیں روک دے تو اس سے رک جاؤ۔"[2]

٥٩٤٣ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ: أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَلْقَمَةَ، عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: «لَعَنَ اللهُ الْوَاشِمَاتِ وَالْمُسْتَوْشِمَاتِ وَالْمُتَنَمِّصَاتِ، وَالْمُتَفَلِّجَاتِ لِلْحُسْنِ، الْمُغَيِّرَاتِ خَلْقَ اللهِ»، مَا لِي لَا أَلْعَنُ مَنْ لَعَنَهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَهُوَ مَلْعُونٌ فِي كِتَابِ اللهِ؟. [راجع: ٤٨٨٦]

[5943] حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: "اللہ تعالیٰ نے سرمہ بھرنے والی اور بھروانے والی، ابروؤں کے بال اکھاڑنے والی، خوبصورتی کے لیے دانتوں کو کشادہ کرنے والی اور اللہ کی خلقت کو بدلنے والی تمام عورتوں پر لعنت کی ہے۔" میں اس پر لعنت کیوں نہ کروں جس پر رسول اللہ ﷺ نے لعنت کی ہے اور وہ اللہ کی کتاب میں بھی ملعون ہے؟

1 مسند أحمد: 415/1. 2 الحشر 59:7.

(٨٦) بَابُ الْوَاشِمَةِ

باب: 86- سرمہ بھرنے والی عورت کا بیان

وضاحت: عرب کی عورتوں میں یہ رسم بد تھی کہ خوبصورتی کے لیے جسم کے کسی بھی حصے میں سرمہ بھرنے کا کام کرتی تھیں۔ اس کا طریقہ یہ تھا کہ مطلوبہ جگہ کو سوئی وغیرہ سے خون آلود کر کے وہاں سرمہ بھر دیا جاتا، اس طرح جلد کے عام رنگ سے مختلف سرخ رنگت وہاں ظاہر ہو جاتی۔ چونکہ اس میں اللہ تعالیٰ کی خلقت کو بدلنا تھا، اس لیے شریعت نے اس کام سے صرف منع ہی نہیں کیا بلکہ اسے باعث لعنت قرار دیا ہے۔

٥٩٤٤ - حَدَّثَنِي يَحْيَى: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ، عَنْ هَمَّامٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «الْعَيْنُ حَقٌّ»، وَنَهَى عَنِ الْوَشْمِ. [راجع: ٥٧٤٠]

[5944] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''نظر بد کا لگ جانا برحق ہے۔'' اور آپ نے سرمہ بھرنے کے عمل سے منع فرمایا ہے۔

حَدَّثَنَا ابْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا ابْنُ مَهْدِيٍّ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ: ذَكَرْتُ لِعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَابِسٍ حَدِيثَ مَنْصُورٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَلْقَمَةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ فَقَالَ: سَمِعْتُهُ مِنْ أُمِّ يَعْقُوبَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ مِثْلَ حَدِيثِ مَنْصُورٍ.

سفیان نے کہا: میں نے عبدالرحمٰن بن عابس سے منصور کی حدیث ذکر کی جو وہ ابراہیم نخعی سے بیان کرتے تھے، وہ علقمہ سے، وہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے، عبدالرحمٰن بن عابس نے کہا: میں نے یہ ام یعقوب سے سنی، انھوں نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے حدیث منصور کی طرح بیان کی۔

٥٩٤٥ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَوْنِ بْنِ أَبِي جُحَيْفَةَ قَالَ: رَأَيْتُ أَبِي فَقَالَ: إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَى عَنْ ثَمَنِ الدَّمِ، وَثَمَنِ الْكَلْبِ، وَآكِلِ الرِّبَا وَمُوكِلِهِ، وَالْوَاشِمَةِ وَالْمُسْتَوْشِمَةِ. [راجع: ٢٠٨٦]

[5945] حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے خون کی قیمت اور کتے کی قیمت سے منع فرمایا ہے، نیز آپ نے سود دینے والے، سود لینے والے، سرمہ بھرنے والی اور بھروانے والی (پر لعنت بھیجی ہے)۔

فوائد ومسائل: ① امام ابو داود رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ واشمہ وہ ہے جو چہرے کی جلد پر سرمے یا سیاہی سے تل وغیرہ بناتی ہو اور مستوشمہ وہ ہے جو یہ کام کرواتی ہو۔[1] اس وضاحت میں چہرے کا ذکر اغلبیت کی بنا پر ہے کیونکہ یہ عمل ہر صورت میں حرام ہے، خواہ چہرے پر ہو یا ہاتھ میں یا پیشانی وغیرہ میں۔ اس کی کئی صورتیں ہیں، مثلاً: بیل بوٹے بنائے جاتے ہیں، کبھی چاند ستارہ

1 سنن أبي داود، الترجل، حديث: 4170.

بنایا جاتا ہے، بعض اوقات کسی دوست کا نام لکھوا لیا جاتا ہے۔ بہرحال یہ کام حرام ہے کیونکہ اس کے ارتکاب پر لعنت کی وعید ہے۔ اس نشان کا ختم کرنا ضروری ہے، خواہ وہ جگہ زخمی ہو جائے۔ اگر اس محل کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہو تو اسے باقی رکھا جا سکتا ہے لیکن اس سے توبہ کرنا ضروری ہے۔ اس عمل میں مرد اور عورت دونوں برابر ہیں، یعنی دونوں کے لیے حرام اور ناجائز ہے۔[1] ② قیس بن ابو حازم کہتے ہیں کہ میں اپنے باپ کے ہمراہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر گیا تو میں نے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کے ہاتھ پر سرمہ بھرنے کے نشانات دیکھے تھے، ممکن ہے کہ انھوں نے ممانعت سے پہلے یہ عمل کیا ہو۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ہاتھ میں کوئی زخم ہو، انھوں نے دوا کے طور پر وہاں سرمہ لگایا ہو اور زخم مندمل ہونے کے بعد سرمے کے نشانات ہاتھ میں باقی رہ گئے۔[2] واللہ أعلم.

(٨٧) بَابُ الْمُسْتَوْشِمَةِ

باب: 87- سرمہ بھروانے والی عورت کا بیان

٥٩٤٦ - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ: حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ عُمَارَةَ، عَنْ أَبِي زُرْعَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: أُتِيَ عُمَرُ بِامْرَأَةٍ تَشِمُ، فَقَامَ فَقَالَ: أَنْشُدُكُمْ بِاللهِ، مَنْ سَمِعَ مِنَ النَّبِيِّ ﷺ فِي الْوَشْمِ؟ فَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: فَقُمْتُ فَقُلْتُ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ، أَنَا سَمِعْتُ، قَالَ: مَا سَمِعْتَ؟ قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ: «لَا تَشِمْنَ، وَلَا تَسْتَوْشِمْنَ».

[5946] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک عورت لائی گئی جو سرمہ بھرنے کا کام کرتی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر فرمایا: میں تمھیں اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ (تم میں سے) کس نے نبی ﷺ سے سرمہ بھرنے کے متعلق کچھ سنا ہے؟ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا: اے امیر المومنین! میں نے سنا ہے۔ انھوں نے پوچھا: کیا سنا ہے؟ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: ''نہ سرمہ بھرو اور نہ بھراؤ۔''

فائدہ: وشم کا عمل یہ ہے کہ ہاتھ، پیشانی، چہرے یا کسی بھی عضو میں سوئی کے ذریعے سے سرمہ یا نیل بھرا جائے تاکہ وہ سیاہ یا سبز ہو جائے۔ یہ عمل باعث لعنت ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ جو عورت کسی بیماری کے بغیر سرمہ بھرے یا بھروائے وہ لعنت زدہ ہے۔[3] اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی نے متاثرہ جگہ پر بغرض علاج سرمہ بھرا، پھر جب زخم مندمل ہو گیا اور سرمے کے نشانات باقی رہ گئے تو ایسا عمل باعث لعنت نہیں ہے کیونکہ اس میں سرمہ بھرنے یا بھروانے کا قطعاً ارادہ نہیں ہوتا۔[4]

٥٩٤٧ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ: أَخْبَرَنِي نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: لَعَنَ النَّبِيُّ ﷺ الْوَاصِلَةَ وَالْمُسْتَوْصِلَةَ، وَالْوَاشِمَةَ وَالْمُسْتَوْشِمَةَ. [راجع: ٥٩٣٧]

[5947] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے مصنوعی بال لگانے والی، لگوانے والی، سرمہ بھرنے والی اور سرمہ بھروانے والی (سب عورتوں) پر لعنت بھیجی ہے۔

---

① فتح الباري: 10/457. ② فتح الباري: 10/462. ③ سنن أبي داود، الترجل، حديث: 4170. ④ فتح الباري: 10/461.

٥٩٤٨ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَلْقَمَةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: «لَعَنَ اللهُ الْوَاشِمَاتِ وَالْمُسْتَوْشِمَاتِ، وَالْمُتَنَمِّصَاتِ وَالْمُتَفَلِّجَاتِ لِلْحُسْنِ، الْمُغَيِّرَاتِ خَلْقَ اللهِ»، مَا لِي لَا أَلْعَنُ مَنْ لَعَنَ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَهُوَ فِي كِتَابِ اللهِ؟. [راجع: ٤٨٨٦]

[5948] حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ ”اللہ تعالیٰ نے سرمہ بھرنے والی، سرمہ بھروانے والی، بھویں باریک کروانے والی، خوبصورتی کے لیے دانت کشادہ کرنے والی، جو اللہ کی خلقت کو بدلنے والی ہیں ان تمام عورتوں پر لعنت کی ہے۔“ پھر میں بھی کیوں نہ ان عورتوں پر لعنت بھیجوں جن پر رسول اللہ ﷺ نے لعنت کی ہے اور یہ اللہ کی کتاب میں بھی موجود ہے؟

فوائد و مسائل: ① سوئی یا کسی نوک دار چیز سے جسم کے کسی حصے کو چھید کر کوئی نام یا کسی کی تصویر بنا کر وہاں سرمہ یا نیل وغیرہ چھڑکا جاتا ہے، پھر زخم مندمل ہونے کے بعد وہ نام یا تصویر مستقل طور پر باقی رہتی ہے۔ عربی زبان میں اس عمل کو وشم کہا جاتا ہے۔ یہ عمل کرنا اور کرانا شرعاً حرام ہے۔ ② اگر وشم کے بغیر کسی مرض کا علاج ممکن نہ ہو تو اس عمل کے جائز ہونے کی گنجائش ہے۔ یاد رہے کہ اس عمل کی اجرت حرام ہے کیونکہ جو کام حرام ہو اس کی اجرت بھی حرام ہوتی ہے۔ اگر کسی زندہ یا مرنے والے شخص کے جسم پر اس طرح کا نشان ہو تو اس کو ختم کرنے کی ہر ممکن کوشش کرنی چاہیے۔ اگر کسی نقصان کا خطرہ ہو تو اسے باقی رہنے دیا جائے، البتہ دونوں صورتوں میں توبہ و استغفار کرنا ضروری ہے۔ واللہ أعلم.

(٨٨) بَابُ التَّصَاوِيرِ

باب: 88- تصاویر کا بیان

وضاحت: امام بخاری ؒ نے کتاب اللباس میں تصاویر کا حکم اس لیے بیان کیا ہے کہ تصاویر بھی زینت کے لیے بنائی جاتی ہیں۔ بعض فضول شوق رکھنے والے اپنے لباس پر کسی کھلاڑی یا گلوکار یا اداکار وغیرہ کی تصویر بنا لیتے ہیں، اس بنا پر اسے کتاب اللباس میں بیان کیا گیا ہے۔ یہ سلسلہ آئندہ نو ابواب تک پھیلا ہوا ہے۔

٥٩٤٩ - حَدَّثَنَا آدَمُ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنْ أَبِي طَلْحَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «لَا تَدْخُلُ الْمَلَائِكَةُ بَيْتًا فِيهِ كَلْبٌ وَلَا تَصَاوِيرُ».

[5949] حضرت ابو طلحہ ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کتا ہو اور نہ اس گھر میں جس میں تصاویر ہوں۔“

وَقَالَ اللَّيْثُ: حَدَّثَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ

لیث نے کہا: مجھے یونس نے بیان کیا ابن شہاب سے،

شِهَابٍ: أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللهِ: سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ: سَمِعْتُ أَبَا طَلْحَةَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ. [راجع: ٣٢٢٥]

انھوں نے کہا: مجھے عبیداللہ نے بتایا کہ انھوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا، وہ کہتے ہیں کہ میں نے ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے سنا، انھوں نے بیان کیا کہ میں نے نبی ﷺ سے سنا ہے۔

فوائدومسائل: ① فرشتوں سے مراد رحمت کے فرشتے ہیں جو انسانوں کے لیے رحمت کی دعا اور استغفار کرتے ہیں اور گھر سے مراد انسان کے رہنے کی جگہ ہے، خواہ وہ جھونپڑی ہو یا خیمہ، نیز تصویر سے مراد کسی جاندار کی تصویر ہے جس کا سر کٹا ہوا نہ ہو اور نہ اسے پاؤں تلے روندا ہی جاتا ہو۔ ② بہرحال تصاویر بنانا اور انھیں شوق سے رکھنا جرم کے اعتبار سے دونوں برابر ہیں۔ کسی بھی جاندار کی تصویر بنانا حرام بلکہ کبیرہ گناہ ہے کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ کی صفت خالقیت سے مشابہت پائی جاتی ہے، پھر اس میں کوئی امتیاز نہیں کہ تصویر کپڑے پر ہو یا کاغذ پر یا دیوار پر یا درہم ودینار پر، البتہ غیر جاندار، مثلاً: درخت، پہاڑ، دریا اور آبشار وغیرہ کی تصویر بنانے میں کوئی حرج نہیں، اس بنا پر ہمارا رجحان ہے کہ فوٹو گرافی اور تصویر کشی کا پیشہ اختیار کرنا حرام اور ناجائز ہے کیونکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس ایک آدمی آیا اور عرض کرنے لگا: ابن عباس! میرا ذریعۂ معاش تصویر کشی ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: میں تجھے رسول اللہ ﷺ کی حدیث سناتا ہوں کہ آپ نے فرمایا: ''جس نے تصویر بنائی اسے اس میں روح پھونکنے تک عذاب دیا جائے گا اور وہ کبھی اس میں روح نہیں پھونک سکے گا۔'' وہ آدمی کانپنے لگا اور یہ وعید سن کر اس کا رنگ پیلا ہوگیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اگر تجھے تصویریں ہی بنانا ہیں تو درختوں وغیرہ کی بنایا کر جن میں روح نہیں ہوتی۔[1]

(٨٩) بَابُ عَذَابِ الْمُصَوِّرِينَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

باب: 89- قیامت کے دن تصویریں بنانے والوں کی سزا کا بیان

٥٩٥٠ - حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ: حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ مُسْلِمٍ قَالَ: كُنَّا مَعَ مَسْرُوقٍ فِي دَارِ يَسَارِ بْنِ نُمَيْرٍ فَرَأَى فِي صُفَّتِهِ تَمَاثِيلَ فَقَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ: «إِنَّ أَشَدَّ النَّاسِ عَذَابًا عِنْدَ اللهِ [يَوْمَ الْقِيَامَةِ]، الْمُصَوِّرُونَ».

[5950] حضرت مسلم سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ ہم مسروق کے ہمراہ یسار بن نمیر کے گھر میں تھے، مسروق نے ان کے سائبان میں چند تصاویر دیکھیں تو کہا: میں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے سنا ہے، انھوں نے کہا کہ میں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ''بے شک اللہ کے ہاں جن لوگوں کو سخت ترین سزا دی جائے گی وہ تصویر کشی کرنے والے ہوں گے۔''

٥٩٥١ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ: حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ، عَنْ نَافِعٍ: أَنَّ

[5951] حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو لوگ یہ

① صحيح البخاري، البيوع، حديث: 2225.

عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَخْبَرَهُ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «إِنَّ الَّذِينَ يَصْنَعُونَ هٰذِهِ الصُّوَرَ يُعَذَّبُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، يُقَالُ لَهُمْ: أَحْيُوا مَا خَلَقْتُمْ». [انظر: ٧٥٥٨]

تصاویر بناتے ہیں، انھیں قیامت کے دن عذاب دیا جائے گا۔ ان سے کہا جائے گا: جو تم نے بنایا ہے، اس میں روح بھی ڈالو۔"

فوائد ومسائل: ① جاندار کی تصویر بنانا حرام اور کبیرہ گناہ ہے لیکن جو ایسی تصاویر بناتے ہیں جن کی عبادت کی جاتی ہے وہ تو سرے سے کافر ہیں اور ہمیشہ کے لیے جہنم کا ایندھن بنیں گے۔ اگر عبادت کے لیے نہ ہو تو بھی سخت ترین سزا سے دوچار ہوں گے جیسا کہ حدیث میں ہے، پھر اس میں بھی کوئی امتیاز نہیں کہ تصویر کپڑے پر ہو یا کاغذ پر یا کسی سکے پر نقش ہو یا کسی دیوار پر کندہ ہو، سب کے لیے مذکورہ وعید ہے۔ ② رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں تین قسم کی تصاویر تھیں: ○ لکڑی اور پتھروں کے بت بنائے جاتے، جنھیں تمثال کہا جاتا تھا۔ ان کا باقاعدہ جسم ہوتا تھا اور انھیں عبادت کے لیے تراشا جاتا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کے متعلق حکم دیا کہ اس قسم کی مورتیوں کو توڑ دیا جائے۔ ان کا تراشنا اور ان کا رکھنا حرام ہے۔ ○ کپڑوں پر تصاویر کے نقش ہوتے تھے، ان کا الگ کوئی وجود نہ تھا۔ ان کے متعلق حکم دیا کہ ایسے کپڑوں کو پھاڑ دیا جائے یا انھیں نیچے بچھا کر ان کی توہین کی جائے یا ان کے سر کاٹ کر درختوں کی طرح بنا دیا جائے۔ اس قسم کی تصاویر کے متعلق بھی سخت ممانعت ہے۔ ○ شیشے پر کسی چیز کا عکس ابھر آتا ہے اسے بھی تصویر کا نام دیا جاتا ہے، جب انسان شیشے کے سامنے ہوتا ہے تو تصویر برقرار رہتی ہے جب بندہ اس کے سامنے سے ہٹ جاتا ہے تو تصویر بھی غائب ہو جاتی ہے، اس کے متعلق کوئی وعید نہیں بلکہ اسے دیکھ کر ایک دعا پڑھنے کی تلقین کی گئی ہے۔ ③ دور حاضر میں دو قسم کی مزید تصاویر بھی ہمارے سامنے آئی ہیں، ان کا حکم بھی درج بالا تصاویر سے ملتا جلتا ہے۔ وہ تصاویر حسب ذیل ہیں: ○ کاغذ پر چھپی ہوئی تصویر جیسا کہ اخبارات و جرائد میں مختلف قسم کے فوٹو شائع ہوتے ہیں۔ اس تصویر کا وہی حکم ہے جو رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں کپڑے پر نقش تصویر کا ہے۔ ○ ویڈیو کی تصویر جسے لہروں کے ذریعے سے محفوظ کر لیا جاتا ہے۔ اس کے متعلق مختلف آراء ہیں کچھ اہل علم اسے شیشے کی تصویر پر قیاس کر کے اس کا جواز ثابت کرتے ہیں اور کچھ اسے دوسری تصاویر کے ساتھ ملا کر اس کے متعلق حرمت کا فتویٰ دیتے ہیں۔ ہمارے رجحان کے مطابق ویڈیو کی تصویر بھی کپڑے پر بنی ہوئی تصویر کے حکم میں ہے کیونکہ اسے محفوظ کر لیا جاتا ہے اور جب بھی ضرورت پڑے اسے دیکھا جا سکتا ہے فتنے کا دروازہ بند کرنے کے لیے اسے ناجائز قرار دینا ہی مناسب ہے۔ واللہ أعلم.

(٩٠) بَابُ نَقْضِ الصُّوَرِ

باب: 90- تصاویر کو توڑ دینے کا بیان

٥٩٥٢ - حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ يَحْيَى، عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حِطَّانَ: أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا حَدَّثَتْهُ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ لَمْ يَكُنْ

[5952] حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ کو اپنے گھر میں جب بھی کوئی ایسی چیز ملتی جس میں صلیب کی تصویر ہوتی تو آپ اسے توڑ ڈالتے تھے۔

يَتْرُكُ فِي بَيْتِهِ شَيْئًا فِيهِ تَصَالِيبُ، إِلَّا نَقَضَهُ.

فوائدومسائل: ① عیسائی لوگ صلیب کی عبادت کرتے ہیں، حالانکہ یہ جاندار نہیں لیکن رسول اللہ ﷺ جہاں کہیں اس کی تصویر دیکھتے اسے ختم کر دیتے تاکہ دنیا میں شرک کا دروازہ بند ہو جائے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا جس چیز کی عبادت کی جاتی ہو اسے گھر میں رکھنا جائز نہیں بلکہ اس کا توڑنا ضروری ہے۔ صلیب پر تعزیہ کو بھی قیاس کیا جا سکتا ہے۔ صلیب تو ایک پیغمبر کے واقعے کی تصویر ہے لیکن تعزیے میں تو یہ بات بھی نہیں ہے۔ وہ تو مصنوعی طور پر ایک مقبرے کی شبیہ ہوتی ہے لیکن عوام اس کی پوجا کرتے ہیں، اس کے سامنے جھکتے ہیں، اس پر نذر و نیاز چڑھاتے ہیں، ان سب چیزوں کا توڑ پھینکنا ضروری ہے۔ ② عنوان میں تصاویر توڑنے کا بیان تھا جبکہ حدیث میں صلیب توڑنے کا بیان ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے صلیب کے توڑنے سے تصویروں کو ختم کرنے کا استنباط کیا ہے کیونکہ ان میں قدر مشترک اللہ تعالیٰ کے سوا ان کی پوجا کرنا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ عنوان میں تصاویر سے مراد وہی تصویریں ہیں جن کی اللہ تعالیٰ کے سوا پوجا پاٹ کی جاتی ہے، خواہ وہ جاندار کی ہوں یا بے جان چیزوں کی۔[1] ہمارے رجحان میں بھی یہی ہے کہ ایسے درخت یا پہاڑ جن کی لوگ عبادت کرتے ہوں ان کی تصاویر لٹکانا بھی جائز نہیں، ہاں جن کی عبادت نہیں ہوتی اگر وہ کسی بے جان کی تصاویر ہیں تو انھیں رکھنے میں کوئی حرج نہیں۔

٥٩٥٣ - حَدَّثَنَا مُوسَى: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ: حَدَّثَنَا عُمَارَةُ: حَدَّثَنَا أَبُو زُرْعَةَ قَالَ: دَخَلْتُ مَعَ أَبِي هُرَيْرَةَ دَارًا بِالْمَدِينَةِ، فَرَأَى فِي أَعْلَاهَا مُصَوِّرًا يُصَوِّرُ فَقَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «قَالَ اللهُ تَعَالَى: وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ ذَهَبَ يَخْلُقُ كَخَلْقِي، فَلْيَخْلُقُوا حَبَّةً وَلْيَخْلُقُوا ذَرَّةً» ثُمَّ دَعَا بِتَوْرٍ مِنْ مَاءٍ، فَغَسَلَ يَدَيْهِ حَتَّى بَلَغَ إِبْطَهُ فَقُلْتُ: يَا أَبَا هُرَيْرَةَ، أَشَيْءٌ سَمِعْتَهُ مِنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ؟ قَالَ: مُنْتَهَى الْحِلْيَةِ. [انظر: ٧٥٥٩]

[5953] حضرت ابو زرعہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں مدینہ طیبہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے ہمراہ ایک گھر میں داخل ہوا تو ایک مصور کو دیکھا جو چھت پر تصویریں بنا رہا تھا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: ''اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اس شخص سے زیادہ ظالم کون ہو سکتا ہے جو میرے پیدا کرنے کی طرح چیزیں پیدا کرنے چلا ہے۔ انھیں چاہیے کہ ایک دانہ یا ایک چیونٹی پیدا کر کے دکھائیں۔'' پھر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ایک پانی کا برتن منگوایا اور اپنے دونوں ہاتھ بغلوں تک دھوئے، میں نے عرض کی: اے ابو ہریرہ! کیا آپ نے رسول اللہ ﷺ سے اس کے متعلق کچھ سنا ہے؟ انھوں نے فرمایا: میں نے جہاں تک زیور پہنا جا سکتا ہے وہاں تک دھویا ہے۔

فوائدومسائل: ① حدیث کے عموم میں ہر تصویر داخل ہے، خواہ مجسم ہو یا غیر مجسم۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے جس تصویر کو

[1] فتح الباري: 473/10.

دیکھ کر یہ حدیث بیان کی وہ غیر مجسم تصویر تھی جو مصور، چھت پر بنا رہا تھا۔ ہمارے ہاں کچھ لوگ کپڑے کی تصویر کو جائز خیال کرتے ہیں اور ان تصویروں کو ناجائز کہتے ہیں جن کا جسم ٹھوس ہو، اس حدیث سے ان کی تردید ہوتی ہے کیونکہ چھت پر بنی تصویروں کا کوئی جسم نہ تھا۔ ② ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو فتح مکہ کے موقع پر حکم دیا تھا کہ وہ کعبہ میں جائیں اور اس میں موجود سب تصویروں کو مٹا دیں، چنانچہ رسول اللہ ﷺ اس وقت تک بیت اللہ میں داخل نہیں ہوئے جب تک انھیں ختم نہیں کیا گیا۔[1] تصویر کو دو صورتوں میں رکھا جا سکتا ہے: ایک یہ کہ اس کا سر کاٹ کر اسے درخت کی طرح بنا دیا جائے دوسری صورت یہ ہے کہ اسے پاؤں تلے روندا جائے جیسا کہ ایک حدیث میں ہے۔[2] تصویروں والا کپڑا بھی اس انداز سے استعمال کیا جا سکتا ہے کہ اس میں تصویروں کی بے قدری کا اظہار ہو، مثلاً: بستر پر بچھانے والی چادر یا بیٹھنے کے لیے کرسیوں کی گدیاں وغیرہ بنالی جائیں۔ واللہ أعلم.

(٩١) بَابُ مَا وُطِئَ مِنَ التَّصَاوِيرِ

باب: 91- وہ تصاویر جو پاؤں تلے روندی جائیں

٥٩٥٤ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ الْقَاسِمِ - وَمَا بِالْمَدِينَةِ يَوْمَئِذٍ أَفْضَلُ مِنْهُ - قَالَ: سَمِعْتُ أَبِي قَالَ: سَمِعْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: قَدِمَ رَسُولُ اللهِ ﷺ مِنْ سَفَرٍ، وَقَدْ سَتَرْتُ بِقِرَامٍ لِي عَلَى سَهْوَةٍ لِي فِيهَا تَمَاثِيلُ، فَلَمَّا رَآهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ هَتَكَهُ وَقَالَ: «أَشَدُّ النَّاسِ عَذَابًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ، الَّذِينَ يُضَاهُونَ بِخَلْقِ اللهِ»، قَالَتْ: فَجَعَلْنَاهُ وِسَادَةً أَوْ وِسَادَتَيْنِ. [راجع: ٢٤٧٩]

[5954] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک سفر سے واپس آئے تو میں نے اپنے گھر کے سائبان پر ایک پردہ لٹکا دیا جس پر تصویریں تھیں۔ جب رسول اللہ ﷺ نے اسے دیکھا تو اسے کھینچ کر پھاڑ ڈالا اور فرمایا: ”قیامت کے دن سب سے زیادہ سنگین عذاب میں وہ لوگ گرفتار ہوں گے جو اللہ کی پیدا کی ہوئی چیزوں کی مشابہت کرتے ہیں۔“ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ ہم نے (اس پردے کو پھاڑ کر) اس کے ایک یا دو تکیے بنا لیے۔

٥٩٥٥ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ دَاوُدَ عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: قَدِمَ النَّبِيُّ ﷺ مِنْ سَفَرٍ وَعَلَّقْتُ دُرْنُوكًا فِيهِ تَمَاثِيلُ، فَأَمَرَنِي أَنْ أَنْزِعَهُ فَنَزَعْتُهُ. [راجع: ٢٤٧٩]

[5955] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ ایک سفر سے واپس تشریف لائے تو میں نے گھر میں ایک پردہ لٹکا رکھا تھا جس میں تصویریں تھیں۔ آپ ﷺ نے مجھے اس کے اتار دینے کا حکم دیا تو میں نے اتار دیا۔

1 سنن أبي داود، اللباس، حديث: 4156. 2 سنن أبي داود، اللباس، حديث: 4158.

٥٩٥٦ - وَكُنْتُ أَغْتَسِلُ أَنَا وَالنَّبِيُّ ﷺ مِنْ إِنَاءٍ وَاحِدٍ. [راجع: ٢٥٠]

[5956] حضرت عائشہ ؓ فرماتی ہیں کہ میں اور نبی ﷺ ایک ہی برتن سے غسل کیا کرتے تھے۔

فوائدومسائل: ① ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جب تصویروں والا کپڑا کھینچ کر پھاڑا تو فرمایا: ''قیامت کے دن سب سے زیادہ عذاب ان لوگوں کو ہوگا جو اس طرح کی تصویریں بناتے ہیں۔''[1] جب حضرت عائشہ ؓ نے اسے پھاڑ کر دو تکیے بنالیے تو رسول اللہ ﷺ ان پر بیٹھا کرتے تھے جیسا کہ ایک روایت میں اس کی صراحت ہے۔[2] ایک روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ ؓ نے ان دو تکیوں میں کھجور کی چھال بھری اور رسول اللہ ﷺ ان پر آرام فرمایا کرتے تھے۔[3] ② ان احادیث سے معلوم ہوا کہ اگر تصاویر کی بے قدری اور توہین ہو تو انھیں رکھا جا سکتا ہے۔ اگر کسی جاندار کی تصویر اس انداز سے رکھی جائے کہ اسے اہمیت دینے کا اظہار ہو، مثلاً: کمرے کی سجاوٹ کے لیے فریم شدہ تصاویر لگانا، تصویروں والا لباس پہننا یا کوئی مجسم تصویر ڈیکوریشن پیس کے طور پر رکھنا، کسی طرح بھی جائز نہیں۔ اسی طرح گھروں میں بزرگوں یا بچوں کی تصویریں فریم کر کے سجانا بھی گھر سے رحمت و برکت کے ختم ہو جانے کا باعث ہے، لہٰذا ایسی چیزوں سے بچنا لازم ہے۔ ③ آخری حدیث کا اگرچہ عنوان سے کوئی تعلق نہیں، تاہم امام بخاری ؒ نے اپنے اساتذہ سے اسی طرح سنا تھا اور اسے اسی انداز سے بیان کر دیا۔ علامہ کرمانی ؒ فرماتے ہیں کہ شاید وہ پردہ غسل خانے پر ہو اس مناسبت سے اسے ذکر کر دیا گیا ہے۔[4] واللّٰہ أعلم.

(٩٢) بَابُ مَنْ كَرِهَ الْقُعُودَ عَلَى الصُّوَرِ

باب: 92- جس نے تصویروں (والے گدے) پر بیٹھنا پسند نہ کیا

٥٩٥٧ - حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ: حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ عَنْ نَافِعٍ، عَنِ الْقَاسِمِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: أَنَّهَا اشْتَرَتْ نُمْرُقَةً فِيهَا تَصَاوِيرُ، فَقَامَ النَّبِيُّ ﷺ بِالْبَابِ فَلَمْ يَدْخُلْ فَقُلْتُ: أَتُوبُ إِلَى اللهِ مِمَّا أَذْنَبْتُ، قَالَ: «مَا هٰذِهِ النُّمْرُقَةُ؟» قُلْتُ: لِتَجْلِسَ عَلَيْهَا وَتَوَسَّدَهَا، قَالَ: «إِنَّ أَصْحَابَ هٰذِهِ الصُّوَرِ يُعَذَّبُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، يُقَالُ لَهُمْ: أَحْيُوا مَا خَلَقْتُمْ، وَإِنَّ الْمَلَائِكَةَ لَا تَدْخُلُ بَيْتًا فِيهِ

[5957] حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے، انھوں نے ایک چھوٹا سا گدا خریدا جس پر تصویریں تھیں۔ نبی ﷺ (اسے دیکھ کر) دروازے ہی پر کھڑے رہے، اندر داخل نہ ہوئے۔ میں نے کہا: (اللہ کے رسول!) میں اللہ کے حضور اس غلطی سے توبہ کرتی ہوں جس کا میں نے ارتکاب کیا ہے، آپ نے فرمایا: ''یہ گدا کس لیے ہے؟'' میں نے عرض کی: یہ آپ کے بیٹھنے اور اس پر ٹیک لگانے کے لیے ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''یقیناً اس قسم کی تصاویر بنانے والوں کو قیامت کے دن عذاب دیا جائے گا اور ان سے کہا جائے گا:

1 صحيح البخاري، الأدب، حديث: 6109. 2 صحيح البخاري، المظالم، حديث: 2479. 3 صحيح مسلم، اللباس والزينة، حديث: 5532 (2107). 4 فتح الباري: 477/10.

الصُّوَرُ». [راجع: ٢١٠٥]

جو تم نے بنایا تھا اسے زندہ کر کے دکھاؤ۔ اور جس گھر میں تصویر ہو اس میں فرشتے داخل نہیں ہوتے۔"

فوائد ومسائل: ① اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس گدے پر بیٹھنا پسند نہیں کیا جس پر تصویریں تھیں جبکہ قبل ازیں حدیث میں ہے کہ حضرت عائشہ ؓ نے تصویر والے پردے کو پھاڑ کر دو تکیے بنائے تھے جس پر آپ بیٹھا کرتے تھے۔ ان احادیث میں قطعاً کوئی تعارض نہیں ہے کیونکہ جب پردہ پھاڑ کر دو گدے بنائے گئے تو تصویریں بھی پھٹ گئیں اور وہ اپنی اصلی حالت میں نہ رہیں، اس لیے آپ ان پر بیٹھتے اور آرام فرماتے تھے اور بازار سے خریدے ہوئے گدے پر تصاویر جوں کی توں تھیں، اس لیے آپ نے ان پر بیٹھنا پسند نہیں فرمایا۔ جب تصویر اپنی صورت پر باقی ہوگی تو گھر میں فرشتوں کے داخل ہونے کے لیے رکاوٹ کا باعث ہے اور جب تصویر پھٹی ہو تو فرشتوں کے داخلے کے لیے مانع نہیں ہے۔ ② بہرحال تصویر ہر حال میں ممنوع ہے، خواہ اس کا سایہ ہو یا نہ ہو، وہ کپڑا بنتے وقت دھاگوں سے بنائی جائے یا نقش کی جائے دونوں صورتوں میں تصویر حرام اور ناجائز ہے۔ حافظ ابن حجر ؒ لکھتے ہیں کہ مذکورہ وعید بنانے والے اور استعمال کرنے والے دونوں کے لیے ہے کیونکہ تصویر استعمال کے لیے بنائی جاتی ہے، تصویر بنانے والا تو محض ایک سبب ہے اور اسے استعمال کرنے والا براہ راست اس سے استفادہ کرتا ہے۔ اگر بنانے والے کے لیے یہ وعید ہے تو استعمال کرنے والے کے لیے تو بالاولیٰ ہونی چاہیے۔[1] واللّٰہ أعلم.

٥٩٥٨ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ بُكَيْرٍ، عَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ، عَنْ أَبِي طَلْحَةَ صَاحِبِ رَسُولِ اللهِ ﷺ قَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «إِنَّ الْمَلَائِكَةَ لَا تَدْخُلُ بَيْتًا فِيهِ صُورَةٌ». قَالَ بُسْرٌ: ثُمَّ اشْتَكَى زَيْدٌ فَعُدْنَاهُ، فَإِذَا عَلَى بَابِهِ سِتْرٌ فِيهِ صُورَةٌ، فَقُلْتُ لِعُبَيْدِ اللهِ الْخَوْلَانِيِّ رَبِيبِ مَيْمُونَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ: أَلَمْ يُخْبِرْنَا زَيْدٌ عَنِ الصُّوَرِ يَوْمَ الْأَوَّلِ؟، فَقَالَ عُبَيْدُ اللهِ: أَلَمْ تَسْمَعْهُ حِينَ قَالَ: «إِلَّا رَقْمًا فِي ثَوْبٍ».

[5958] حضرت ابوطلحہ ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں تصویریں ہوں۔" (راویٔ حدیث) بسر نے کہا: پھر حضرت زید بن خالد ؓ بیمار ہوئے تو ہم ان کی تیمارداری کے لیے گئے، ہم نے وہاں دیکھا کہ ان کے دروازے پر ایک پردہ لٹکا ہوا تھا جس میں تصویر تھی۔ میں نے نبی ﷺ کی زوجۂ محترمہ حضرت میمونہ ؓ کے پروردہ حضرت عبیداللہ سے کہا: کیا پہلے دن ہمیں زید ؓ نے تصویروں کے متعلق حدیث نہیں سنائی تھی؟ عبیداللہ نے کہا: کیا تم نے ان سے یہ نہیں سنا تھا: "اگر تصویریں کپڑے پر نقش ہوں تو کوئی حرج نہیں۔"

وَقَالَ ابْنُ وَهْبٍ: أَخْبَرَنِي عَمْرٌو - هُوَ ابْنُ الْحَارِثِ -: حَدَّثَهُ بُكَيْرٌ: حَدَّثَهُ بُسْرٌ: حَدَّثَهُ زَيْدٌ

ابن وہب نے کہا: مجھے عمرو بن حارث نے خبر دی، ان سے بکیر نے بیان کیا، ان سے بسر نے اور ابوطلحہ ؓ نے

1 فتح الباري: 478/10.

حَدَّثَهُ أَبُو طَلْحَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. [راجع:٣٢٢٥]

نبی ﷺ سے بیان کیا۔

فوائدومسائل: ① حضرت بسر بن سعید جناب ابوطلحہ ؓ کی عیادت کے لیے عبیداللہ خولانی کے ہمراہ گئے تھے وہاں ان سے سوال کیا جیسا کہ ایک دوسری روایت میں ہے۔[1] ② واضح رہے کہ "إِلَّا رَقْمًا فِي الثَّوْبِ" سے مراد وہ تصویر والا کپڑا ہے جو پاؤں تلے روندا جائے یا بچھونے کی طرح اسے نیچے بچھایا جائے تو ایسے کپڑے میں کوئی حرج نہیں۔ دراصل آغاز اسلام میں رسول اللہ ﷺ نے ہر قسم کی تصویر سے منع فرمایا تھا کیونکہ لوگوں نے تازہ تازہ تصاویر کی عبادت ترک کی تھی۔ جب لوگ ان تصاویر سے پوری طرح متنفر ہو گئے تو ضرورت کے پیش نظر وہ تصاویر مباح کر دیں جنھیں پاؤں تلے روندا جاتا تھا اور ان کی بے قدری کی جاتی تھی کیونکہ بے قدر چیز کی کوئی بھی عبادت نہیں کرتا اور جو تصویریں ذلیل و خوار نہ ہوں بلکہ عزت و تکریم کے ساتھ انھیں رکھا گیا ہو ان کا حرام ہونا بدستور باقی رہا۔[2] ③ بہر حال بنیادی بات یہی ہے کہ جاندار اشیاء کی تصاویر اور صلیب یا معبودان باطلہ کے نشانات کو بطور زینت لٹکانا یا اپنے پاس رکھنا جائز نہیں لیکن اگر کپڑے پر یا کسی ایسی حالت میں ہوں جہاں ان کی توہین ہو رہی ہو تو جائز ہے لیکن ان سے پرہیز کرنا پھر بھی افضل ہے۔ واللہ أعلم.

(٩٣) بَابُ كَرَاهِيَةِ الصَّلَاةِ فِي التَّصَاوِيرِ

باب: 93- تصاویر والے کپڑے میں نماز پڑھنے کی کراہت

٥٩٥٩ - حَدَّثَنَا عِمْرَانُ بْنُ مَيْسَرَةَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ صُهَيْبٍ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ قِرَامٌ لِعَائِشَةَ، سَتَرَتْ بِهِ جَانِبَ بَيْتِهَا، فَقَالَ لَهَا النَّبِيُّ ﷺ: «أَمِيطِي عَنِّي، فَإِنَّهُ لَا تَزَالُ تَصَاوِيرُهُ تَعْرِضُ لِي فِي صَلَاتِي». [راجع: ٣٧٤]

[5959] حضرت انس ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ حضرت عائشہ ؓ کے پاس ایک پردہ تھا جو انھوں نے گھر کے ایک کنارے پر لٹکا رکھا تھا۔ نبی ﷺ نے انھیں فرمایا: "اس پردے کو مجھ سے دور کر دو کیونکہ اس کی تصاویر میری نماز میں میرے سامنے آتی رہتی ہیں۔"

فوائدومسائل: ① پہلے ایک حدیث میں تھا کہ رسول اللہ ﷺ گھر میں داخل نہیں ہوتے تھے کیونکہ گھر میں ایک تصویر دار پردہ تھا، جبکہ اس حدیث کے مطابق تصویروں والے پردے کی موجودگی میں آپ ﷺ نے نماز ادا کی، ان دونوں احادیث میں تطبیق کی صورت یہ ہے کہ جس پردے کی موجودگی میں آپ گھر میں داخل نہیں ہوئے تھے وہ جاندار کی تصاویر تھیں اور اس حدیث میں صرف نقش و نگار والے پردے کا ذکر ہے۔ ② اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نماز میں خضوع و خشوع ہونا چاہیے اور جو چیز خشوع کے لیے رکاوٹ ہو اسے دور کرنا ضروری ہے۔[3] امام بخاری ؒ نے اس حدیث پر ایک عنوان ان الفاظ میں قائم کیا

---

1 صحيح البخاري، بدء الخلق، حديث: 3226. 2 عمدة القاري: 130/15. 3 فتح الباري: 481/10.

ہے:[بابٌ: إِنْ صَلَّى فِي ثَوبٍ مُصَلَّبٍ أَوْ تَصَاوِيرَ هَلْ تَفْسُدُ صَلَاتُهُ؟] ''اگر کسی نے صلیب یا تصویر والے کپڑے میں نماز پڑھی تو کیا اس کی نماز فاسد ہے؟''[1]

(٩٤) بَابٌ: لَا تَدْخُلُ الْمَلَائِكَةُ بَيْتًا فِيهِ صُورَةٌ

باب: 94- جس گھر میں تصویر ہو اس میں فرشتے داخل نہیں ہوتے

٥٩٦٠ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ: حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ قَالَ: حَدَّثَنِي عُمَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: وَعَدَ جِبْرِيلُ النَّبِيَّ ﷺ فَرَاثَ عَلَيْهِ، حَتَّى اشْتَدَّ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ، فَخَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ فَلَقِيَهُ، فَشَكَا إِلَيْهِ مَا وَجَدَ، فَقَالَ لَهُ: إِنَّا لَا نَدْخُلُ بَيْتًا فِيهِ صُورَةٌ وَلَا كَلْبٌ. [راجع: ٣٢٢٧]

[5960] حضرت ابن عمر ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ ایک مرتبہ حضرت جبریل ؑ نے نبی ﷺ کے ہاں آنے کا وعدہ کیا لیکن اس میں تاخیر کر دی حتی کہ نبی ﷺ پر بہت گراں گزرا۔ پھر نبی ﷺ باہر تشریف لائے تو حضرت جبریل ؑ سے ملاقات ہوئی، آپ نے تاخیر کی شکایت کی تو انھوں نے کہا: ہم اس گھر میں نہیں جاتے جس میں تصویر یا کتا ہو۔

فوائدومسائل: ① اس روایت کی تفصیل ایک دوسری حدیث میں بیان کی گئی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میرے پاس حضرت جبریل ؑ آئے اور مجھے کہا: میں گزشتہ رات آپ کے پاس آیا تھا مگر اندر آنے سے میرے لیے یہ امر مانع تھا کہ دروازے پر تصویریں تھیں اور گھر میں مورتیوں والا پردہ تھا اور وہاں کتا بھی تھا۔ آپ گھر میں تصویر کے متعلق حکم دیں کہ اس کا سر کاٹ دیا جائے اور وہ درخت کی مانند ہو جائے اور پردے کے متعلق حکم دیں کہ اسے کاٹ کر دو تکیے بنا لیے جائیں جو پھینکے جائیں اور انھیں پاؤں تلے روندا جائے اور کتے کے متعلق حکم دیں کہ اسے نکال باہر کیا جائے۔'' رسول اللہ ﷺ نے ان ہدایات کے مطابق عمل کیا۔ یہ کتا حضرت حسن یا حضرت حسین ؓ کا تھا جو ان کے تخت کے نیچے تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا تو اسے نکال باہر کیا گیا۔[2] ② ایک حدیث میں ہے کہ چار پائی کے نیچے کتے کا بچہ تھا، آپ نے حضرت عائشہ ؓ سے فرمایا: ''یہ کتا یہاں کب داخل ہوا؟'' انھوں نے لاعلمی کا اظہار کیا۔ آپ کے حکم سے اسے نکال دیا گیا۔[3] ③ ایک منکر حدیث نے کسی اہل حدیث سے کہا کہ جب کتا رکھنے سے اس گھر میں فرشتے نہیں آتے تو ہم ہمیشہ ایک کتا اپنے پاس رکھیں گے تاکہ موت کا فرشتہ ہمارے پاس ہی نہ آئے۔ اہل حدیث نے جواب دیا: تمھاری جان نکالنے کے لیے وہ فرشتہ آئے گا جو کتوں کی جان نکالتا ہے۔ اس پر وہ لاجواب ہوگا۔

1 صحيح البخاري، الصلاة، باب: 15. 2 سنن أبي داود، اللباس، حديث: 4158. 3 صحيح مسلم، اللباس و الزينة، حديث: 5511 (2104).

(٩٥) بَابُ مَنْ لَمْ يَدْخُلْ بَيْتًا فِيهِ صُورَةٌ

باب: 95- جو اس گھر میں داخل نہ ہو جس میں تصویریں ہوں

٥٩٦١ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهَا أَخْبَرَتْهُ أَنَّهَا اشْتَرَتْ نُمْرُقَةً فِيهَا تَصَاوِيرُ، فَلَمَّا رَآهَا رَسُولُ اللهِ ﷺ قَامَ عَلَى الْبَابِ فَلَمْ يَدْخُلْ، فَعَرَفَتْ فِي وَجْهِهِ الْكَرَاهِيَةَ، قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ، أَتُوبُ إِلَى اللهِ وَإِلَى رَسُولِهِ، مَاذَا أَذْنَبْتُ؟ قَالَ: «مَا بَالُ هٰذِهِ النُّمْرُقَةِ؟» فَقَالَتْ: اشْتَرَيْتُهَا لِتَقْعُدَ عَلَيْهَا وَتَوَسَّدَهَا، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِنَّ أَصْحَابَ هٰذِهِ الصُّوَرِ يُعَذَّبُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَيُقَالُ لَهُمْ: أَحْيُوا مَا خَلَقْتُمْ»، وَقَالَ: «إِنَّ الْبَيْتَ الَّذِي فِيهِ الصُّوَرُ لَا تَدْخُلُهُ الْمَلَائِكَةُ».

[راجع: ٢١٠٥]

[5961] نبی ﷺ کی زوجۂ محترمہ حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے کہ انھوں نے ایک گدا خریدا جس میں تصویریں تھیں۔ جب اسے رسول اللہ ﷺ نے دیکھا تو آپ دروازے پر کھڑے ہوگئے اور اندر نہ آئے۔ ام المومنین حضرت عائشہ ؓ نے جب آپ کے چہرۂ انور پر ناراضی کے اثرات دیکھے تو عرض کی: اللہ کے رسول! میں اللہ تعالیٰ کے حضور اس کے رسول کے سامنے توبہ کرتی ہوں، میں نے کیا گناہ کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ گدا کیسا ہے؟'' میں نے عرض کی: یہ اس لیے خریدا ہے تاکہ آپ اس پر بیٹھیں اور ٹیک لگائیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''یقیناً اس قسم کی تصویریں بنانے والوں کو قیامت کے دن سخت ترین عذاب دیا جائے گا۔ اوران سے کہا جائے گا: جو تم نے بنایا تھا اس میں روح ڈالو۔'' نیز فرمایا: ''جس گھر میں تصویر ہوتی ہے وہاں فرشتے نہیں آتے۔''

فوائد ومسائل: ① تصاویر بنانا اور رکھنا اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہے، اس لیے رسول اللہ ﷺ اس گھر میں داخل نہیں ہوئے جس میں تصاویر تھیں۔ ہمیں اس واقعے سے سبق لینا چاہیے۔ زہد وتقویٰ کا تقاضا یہی ہے کہ جس مجلس یا مقام میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر مبنی سامان ہو وہاں نہیں جانا چاہیے۔ ② اس حدیث کی رو سے جس نکاح کی مجلس میں اختلاط مرد وزن ہو اور وہاں ویڈیو تیار کی جارہی ہو اور زندگی کے حسین لمحات کو بطور یادگار محفوظ کیا جارہا ہو، ایسی مجالس کا اہل علم کو بائیکاٹ کرنا چاہیے، اسی طرح جس گھر میں ٹیلی ویژن یا وی سی آر یا کیبل کے ذریعے سے فحش مناظر دکھائے جارہے ہوں، ان کا بھی یہی حکم ہے۔ ایسی چیزوں کو ٹھنڈے پیٹ برداشت کرنا اللہ کے عذاب کو دعوت دینا ہے۔ العیاذ باللّٰہ.

(٩٦) بَابُ مَنْ لَعَنَ الْمُصَوِّرَ

باب: 96- جس نے فوٹوگرافر پر لعنت کی

٥٩٦٢ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ:

[5962] حضرت ابو جحیفہ ؓ سے روایت ہے، انھوں

حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ غُنْدَرٌ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَوْنِ بْنِ أَبِي جُحَيْفَةَ، عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ اشْتَرَى غُلَامًا حَجَّامًا، فَقَالَ: إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَى عَنْ ثَمَنِ الدَّمِ، وَثَمَنِ الْكَلْبِ، وَكَسْبِ الْبَغِيِّ، وَلَعَنَ آكِلَ الرِّبَا وَمُوكِلَهُ، وَالْوَاشِمَةَ وَالْمُسْتَوْشِمَةَ وَالْمُصَوِّرَ. [راجع: ٢٠٨٦]

نے سینگی لگانے والا ایک غلام خریدا، پھر کہا کہ نبی ﷺ نے خون نکالنے کی اجرت، کتے کی قیمت اور فاحشہ عورت کی کمائی سے منع فرمایا، نیز آپ نے سود لینے والے، سود دینے والے، سرمہ بھرنے والی، بھروانے والی اور تصویر کشی کرنے والے پر لعنت بھیجی ہے۔

فوائد و مسائل: ① تصاویر بنانا باعث لعنت فعل ہے، اسی طرح گھروں میں انسانوں یا حیوانوں کی تصویریں رکھنا، ٹیلی ویژن، وی سی آر اور کیبل وغیرہ سے فلمیں دیکھنا، گھر سے اللہ تعالیٰ کی رحمت و برکت کے ختم ہونے کا باعث ہے، ایسی چیزوں سے بچنا ضروری ہے۔ ② کرنسی نوٹ، شناختی کارڈ، پاسپورٹ اور داخلہ فارم کی تصاویر کا گناہ بھی بنانے والے کو ہوگا بشرطیکہ رکھنے والے کے دل میں اس کی نفرت ہو اور اس کے دل میں یہ جذبہ ہو کہ اگر اس کے ہاتھ میں اختیار ہو تو وہ ایسی تصاویر بنانا بند کروائے، اور ان کے بجائے کوئی جائز طریقہ وضع کرے گا۔ شوقیہ تصاویر بنانا اور انھیں اپنے پاس رکھنا دونوں مساوی جرم ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے محفوظ رکھے۔ آمین.

(٩٧) بَابُ مَنْ صَوَّرَ صُورَةً كُلِّفَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَنْ يَنْفُخَ فِيهَا الرُّوحَ وَلَيْسَ بِنَافِخٍ

باب: 97- جو تصویر بنائے گا قیامت کے دن اس پر زور ڈالا جائے گا کہ وہ اس میں روح ڈالے لیکن وہ ایسا نہیں کر سکے گا

٥٩٦٣ - حَدَّثَنَا عَيَّاشُ بْنُ الْوَلِيدِ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى: حَدَّثَنَا سَعِيدٌ قَالَ: سَمِعْتُ النَّضْرَ ابْنَ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ يُحَدِّثُ قَتَادَةَ قَالَ: كُنْتُ عِنْدَ ابْنِ عَبَّاسٍ وَهُمْ يَسْأَلُونَهُ وَلَا يَذْكُرُ النَّبِيَّ ﷺ حَتَّى سُئِلَ فَقَالَ: سَمِعْتُ مُحَمَّدًا ﷺ يَقُولُ: «مَنْ صَوَّرَ صُورَةً فِي الدُّنْيَا كُلِّفَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَنْ يَنْفُخَ فِيهَا الرُّوحَ وَلَيْسَ بِنَافِخٍ». [راجع: ٢٢٢٥]

[5963] حضرت قتادہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں حضرت ابن عباس ؓ کے پاس تھا جبکہ لوگ ان سے مختلف مسائل پوچھ رہے تھے۔ جب تک ان سے خاص طور پر نہ پوچھا جاتا وہ نبی ﷺ کا حوالہ نہیں دیتے تھے۔ انھوں نے کہا: میں نے حضرت محمد ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ''جس نے دنیا میں تصویر بنائی، اسے قیامت کے دن تکلیف دی جائے گی کہ وہ اسے زندہ بھی کرے جبکہ وہ اس میں روح نہیں پھونک سکے گا۔''

فوائد و مسائل: ① تصویر بنانے والے کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف دی جائے گی، اسے تعلیق بالمحال کہتے ہیں۔ اس

سے واضح ہوتا ہے کہ تصویر بنانے والے کے لیے عذاب ختم نہیں ہوگا کیونکہ اسے تصویر میں روح پھونکنے کی تکلیف دی جائے گی اور عذاب کی حد روح پھونکنے تک ہے جبکہ وہ اس پر قادر نہ ہوگا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ مصور ہمیشہ کے لیے عذاب میں مبتلا رہے گا۔ شاید یہ سزا اس مصور کے لیے ہو جو تصویر بنانے سے دین اسلام سے خارج ہو جاتا ہو، جیسے وہ ایسی مورتی بنائے جس کی اللہ کے علاوہ عبادت کی جاتی ہو، ایسا کرنا کھلا کفر ہے۔ ② اس حدیث کا سبب بیان یہ ہے کہ حضرت ابن عباس ؓ کے پاس عراق سے ایک بڑھئی آیا، اس نے کہا: میں تصاویر اور مورتیاں بناتا ہوں ان کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے؟ تو انھوں نے یہ حدیث بیان کی۔[1] واللہ أعلم.

(٩٨) بَابُ الْإِرْتِدَافِ عَلَى الدَّابَّةِ

باب:98- کسی کو سواری پر اپنے پیچھے بٹھانا

وضاحت: اللہ تعالیٰ نے حیوانات کے فوائد بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اس نے گھوڑے، خچر اور گدھے بھی پیدا کیے تاکہ تم ان پر سواری کرو اور وہ تمھارے لیے باعث زینت بھی ہیں۔ امام بخاری ؒ نے کتاب اللباس میں زینت کے اس پہلو کو بیان کیا ہے کہ اگر ہمدردی کے طور پر کسی آدمی کو سواری پر اپنے پیچھے بٹھا لیا جائے تو اس سے زینت متاثر نہیں ہوگی۔ اگرچہ حافظ ابن حجر اور علامہ عینی ؒ نے دیگر وجوہات لکھی ہیں لیکن ان پر دل مطمئن نہیں ہے۔

٥٩٦٤ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو صَفْوَانَ عَنْ يُونُسَ بْنِ يَزِيدَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ رَكِبَ عَلَى حِمَارٍ عَلَى إِكَافٍ عَلَيْهِ قَطِيفَةٌ فَدَكِيَّةٌ، وَأَرْدَفَ أُسَامَةَ وَرَاءَهُ. [راجع: ٢٩٨٧]

[5964] حضرت اسامہ بن زید ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ گدھے پر سوار ہوئے جس پر پالان تھا اور اس پر فدک کی بنی ہوئی چادر تھی۔ آپ نے اسامہ کو اپنے پیچھے بٹھایا تھا۔

فوائد ومسائل: ① سواری کی زینت یہ ہے کہ اس پر پالان رکھا جائے، پھر اس پر بہترین چادر بچھائی جائے اس طرح وہ سواری انسان کے لیے بھی باعث زینت ہے جس کی طرف قرآن کریم نے اشارہ کیا ہے۔ ایسے حالات میں انسان کو چاہیے کہ وہ اس نعمت پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے کسی ضرورت مند کو سواری پر اپنے پیچھے بٹھا لے، اس سے وہ زینت قطعاً متاثر نہیں ہوگی۔ ② دور حاضر میں لمبی لمبی کاریں اس مقصد کے لیے کام میں لائی جاتی ہیں جو انسان کے لیے زینت کا کام بھی دیتی ہیں، اس لیے اگر کار میں جگہ ہو اور پردہ داری متاثر نہ ہوتی ہو تو کسی مسافر کو ساتھ بٹھا لینا باعث اجر وثواب ہے۔ واللہ أعلم.

---

[1] فتح الباري: 484/10.

(٩٩) بَابُ الثَّلَاثَةِ عَلَى الدَّابَّةِ

باب: 99-ایک سواری پر تین آدمیوں کا بیٹھنا

٥٩٦٥ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ: حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: لَمَّا قَدِمَ النَّبِيُّ ﷺ مَكَّةَ اسْتَقْبَلَهُ أُغَيْلِمَةُ بَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَحَمَلَ وَاحِدًا بَيْنَ يَدَيْهِ وَآخَرَ خَلْفَهُ. [راجع: ١٧٩٨]

[5965] حضرت ابن عباس ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ جب نبی ﷺ مکہ مکرمہ تشریف لائے تو بنو عبدالمطلب کے چھوٹے چھوٹے بچوں نے آپ کا استقبال کیا۔ آپ نے ایک کو اپنے آگے، اور دوسرے کو اپنے پیچھے بٹھا لیا۔

فوائدومسائل: ① جن دو بچوں کو رسول اللہ ﷺ نے اپنے ہمراہ سوار کیا وہ سیدنا عباس ؓ کے بیٹے حضرت فضل اور حضرت قثم ؓ تھے جیسا کہ آئندہ ایک حدیث میں صراحت ہے۔[1] ایک حدیث میں سواری پر تین آدمیوں کو ایک ساتھ بٹھانے کی ممانعت ہے، وہ حدیث ضعیف ہے،[2] بصورت صحت اس کے معنی یہ ہیں کہ جب جانور کمزور ہو تو اس پر تین آدمی نہ بیٹھیں اور اگر وہ سواری تین آدمیوں کو اٹھا سکتی ہے تو اس پر تین آدمی بیٹھ سکتے ہیں جیسا کہ پیش کردہ حدیث میں ہے۔ ② چونکہ رسول اللہ ﷺ اونٹنی پر سوار تھے اور اونٹنی طاقتور جانور ہے، لہٰذا اس پر تین آدمیوں کا بیٹھنا منع نہیں ہے، لیکن گدھا اس قدر طاقتور نہیں ہوتا کہ اس پر تین آدمی بیٹھیں، لہٰذا اس قسم کی سواری پر تین آدمی اکٹھے سوار نہ ہوں۔[3]

(١٠٠) بَابُ حَمْلِ صَاحِبِ الدَّابَّةِ غَيْرَهُ بَيْنَ يَدَيْهِ

باب: 100- سواری کا مالک کسی کو اپنے آگے بٹھا سکتا ہے

وَقَالَ بَعْضُهُمْ: صَاحِبُ الدَّابَّةِ أَحَقُّ بِصَدْرِ الدَّابَّةِ، إِلَّا أَنْ يَأْذَنَ لَهُ.

بعض نے کہا ہے کہ سواری کا مالک آگے بیٹھنے کا زیادہ مستحق ہے، ہاں اگر وہ کسی کو آگے بیٹھنے کی اجازت دے دے تو جائز ہے۔

وضاحت: ''بَعْضُهُم'' سے مراد امام شعبی ؒ ہیں جیسا کہ مصنف ابن ابی شیبہ میں اس کی صراحت ہے۔[4]

٥٩٦٦ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ: حَدَّثَنَا أَيُّوبُ: ذُكِرَ شَرُّ الثَّلَاثَةِ عِنْدَ

[5966] حضرت ایوب سے روایت ہے کہ عکرمہ کے پاس ذکر کیا گیا کہ ایک سواری پر تین آدمیوں کا بیٹھنا بہت

---

1 صحيح البخاري، حديث: 5966. 2 مجمع الزوائد: 109/8، رقم: 13236، وسلسلة الأحاديث الضعيفة: 706/1، رقم: 493. 3 فتح الباري: 486/10. 4 المصنف لابن أبي شيبة: 373/8، رقم: 25985، وفتح الباري: 487/10.

عِكْرِمَةَ فَقَالَ: قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: أَتَى رَسُولُ اللهِ ﷺ وَقَدْ حَمَلَ قُثَمَ بَيْنَ يَدَيْهِ وَالْفَضْلَ خَلْفَهُ - أَوْ قُثَمَ خَلْفَهُ وَالْفَضْلَ بَيْنَ يَدَيْهِ - فَأَيُّهُمْ شَرٌّ أَوْ أَيُّهُمْ خَيْرٌ؟. [راجع: ١٧٩٨]

معیوب ہے تو انھوں نے کہا: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے جبکہ قثم کو آگے اور فضل کو اپنے پیچھے بٹھائے ہوئے تھے یا اس کے برعکس فضل کو آگے اور قثم کو پیچھے بٹھایا تھا۔ اب ان میں سے کون برا ہے اور کون اچھا ہے؟

فوائد ومسائل: ① حضرت عکرمہ کے پاس اس بات کا ذکر ہوا کہ ایک سواری پر تین آدمیوں کا بیٹھنا انتہائی معیوب ہے تو انھوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے رسول اللہ ﷺ کے ایک عمل کا حوالہ دیا اور اس موقف کی تردید کی۔ ② امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث سے یہ ثابت کیا ہے کہ سواری کے آگے بیٹھنے کا حق تو مالک کو ہے ہاں اگر وہ خود اس حق سے دستبردار ہو جائے تو کوئی دوسرا بھی آگے بیٹھ سکتا ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت قثم یا حضرت فضل کو آگے بٹھایا تھا۔ اس حدیث سے زیادہ وضاحت کے ساتھ یہ مسئلہ ایک دوسری حدیث میں بیان ہوا ہے۔ وہ اس طرح کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ پیدل چل رہے تھے، ایک آدمی گدھے پر سوار وہاں سے گزرا تو اس نے عرض کی: اللہ کے رسول! آپ سوار ہو جائیں اور وہ پیچھے ہٹ گیا۔ آپ نے فرمایا: ''تو اس کے آگے بیٹھنے کا زیادہ حق دار ہے ہاں، اگر تو اگلا حصہ میرے لیے خوشی سے مخصوص کر دے تو ٹھیک ہے۔'' اس نے کہا: میں نے آپ کے لیے کر دیا ہے تو آپ آگے سوار ہو گئے۔[1] ③ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ مالک، اپنی سواری پر آگے بیٹھنے کا اس لیے زیادہ حق دار ہے کہ آگے بیٹھنا انسان کے لیے باعث شرف ہے اور وہ مالک ہونے کی حیثیت سے اس شرف کا زیادہ حق دار ہے، پھر اسے راستے کے نشیب و فراز کا علم ہوتا ہے اور جانور کب اور کیسے موڑنا ہے یہ تمام خدمات آگے بیٹھ کر ہی سرانجام دی جا سکتی ہیں۔[2]

(١٠١) بَابُ إِرْدَافِ الرَّجُلِ خَلْفَ الرَّجُلِ

باب: 101- آدمی کا سواری پر کسی مرد کو پیچھے بٹھانا

٥٩٦٧ - حَدَّثَنَا هُدْبَةُ بْنُ خَالِدٍ: حَدَّثَنَا هَمَّامٌ: حَدَّثَنَا قَتَادَةُ: حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ عَنْ مُعَاذِ ابْنِ جَبَلٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: بَيْنَا أَنَا رَدِيفُ النَّبِيِّ ﷺ لَيْسَ بَيْنِي وَبَيْنَهُ إِلَّا آخِرَةُ الرَّحْلِ، فَقَالَ: «يَا مُعَاذُ»، قُلْتُ: لَبَّيْكَ رَسُولَ اللهِ وَسَعْدَيْكَ، ثُمَّ سَارَ سَاعَةً ثُمَّ قَالَ: «يَا مُعَاذُ»، قُلْتُ: لَبَّيْكَ رَسُولَ اللهِ وَسَعْدَيْكَ، ثُمَّ سَارَ

[5967] حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں ایک دفعہ نبی ﷺ کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا۔ میرے اور آپ کے درمیان صرف کجاوے کی لکڑی تھی۔ آپ نے آواز دی: ''اے معاذ!'' میں نے کہا: اللہ کے رسول! میں حاضر ہوں اور آپ کی اطاعت کے لیے مستعد ہوں۔ پھر کچھ وقت چلتے رہے اس کے بعد فرمایا: ''اے معاذ!'' میں نے عرض کی: اللہ کے رسول! میں حاضر

1 سنن أبي داود، الجهاد، حديث: 2572. 2 فتح الباري: 488/10.

سَاعَةً ثُمَّ قَالَ: «يَا مُعَاذُ»، قُلْتُ: لَبَّيْكَ رَسُولَ اللهِ وَسَعْدَيْكَ، قَالَ: «هَلْ تَدْرِي مَا حَقُّ اللهِ عَلَى عِبَادِهِ؟»، قُلْتُ: اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ، قَالَ: «حَقُّ اللهِ عَلَى عِبَادِهِ أَنْ يَعْبُدُوهُ وَلَا يُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا». ثُمَّ سَارَ سَاعَةً ثُمَّ قَالَ: «يَا مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ»، قُلْتُ: لَبَّيْكَ رَسُولَ اللهِ وَسَعْدَيْكَ، قَالَ: «هَلْ تَدْرِي مَا حَقُّ الْعِبَادِ عَلَى اللهِ إِذَا فَعَلُوهُ؟»، قُلْتُ: اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ، قَالَ: «حَقُّ الْعِبَادِ عَلَى اللهِ أَنْ لَا يُعَذِّبَهُمْ». [راجع: ٢٨٥٦]

ہوں اور آپ کی اطاعت کے لیے تیار ہوں۔ پھر کچھ دیر چلتے رہے اس کے بعد فرمایا: ''اے معاذ!'' میں نے عرض کی: اللہ کے رسول! میں حاضر ہوں اور آپ کی فرمانبرداری کے لیے تیار ہوں۔ آپ نے فرمایا: ''تم جانتے ہو کہ اللہ کا حق بندوں پر کیا ہے؟'' میں نے کہا: اللہ اور اس کے رسول ہی کو زیادہ علم ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کا بندوں پر حق یہ ہے کہ وہ صرف اس کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنائیں۔'' پھر آپ تھوڑی دیر چلتے رہے، اس کے بعد فرمایا: ''اے معاذ بن جبل!'' میں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! میں حاضر ہوں اور آپ کی اطاعت کے لیے تیار ہوں۔ آپ نے فرمایا: ''کیا تمھیں علم ہے کہ بندوں کا اللہ کے ذمے کیا حق ہے جب وہ اللہ کا حق ادا کریں؟'' میں نے کہا: اللہ اور اس کے رسول ہی زیادہ جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ''بندوں کا حق اللہ کے ذمے یہ ہے کہ وہ ان کو سزا نہ دے۔''

فوائد ومسائل: ① اللہ تعالیٰ کا قانون ہے کہ اہل توحید جنت کے حق دار ہیں جبکہ کفر وشرک میں مبتلا لوگ جہنم کا ایندھن ہوں گے۔ ② امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث سے یہ ثابت کیا ہے کہ آدمی اپنی سواری پر کسی دوسرے کو اپنے پیچھے بٹھا سکتا ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو اپنے پیچھے بٹھایا تھا، اس میں شرعاً کوئی حرج نہیں بلکہ رواداری کا تقاضا ہے کہ اگر گنجائش ہو تو ضرور کسی مسافر کے ساتھ اس طرح کی ہمدردی کرے۔ ③ واضح رہے کہ محدثین کرام نے نام بنام ایسے خوش قسمت حضرات کی نشاندہی کی ہے جنھیں رسول اللہ ﷺ کے پیچھے بیٹھنے کی سعادت حاصل ہوئی اور وہ تیس کے قریب ہیں۔ واللہ أعلم.[1]

(١٠٢) بَابُ إِرْدَافِ الْمَرْأَةِ خَلْفَ الرَّجُلِ ذَا مَحْرَمٍ

باب: 102- سواری پر عورت اپنے محرم مرد کے پیچھے بیٹھ سکتی ہے

٥٩٦٨ - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ صَبَّاحٍ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ عَبَّادٍ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ: أَخْبَرَنِي

[5962] حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ خیبر سے واپس

1. فتح الباري: 489/10.

يَحْيَى بْنُ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: أَقْبَلْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ مِنْ خَيْبَرَ، وَإِنِّي لَرَدِيفُ أَبِي طَلْحَةَ وَهُوَ يَسِيرُ، وَبَعْضُ نِسَاءِ رَسُولِ اللهِ ﷺ رَدِيفُ رَسُولِ اللهِ ﷺ، إِذْ عَثَرَتِ النَّاقَةُ فَقُلْتُ: الْمَرْأَةَ، فَنَزَلْتُ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِنَّهَا أُمُّكُمْ»، فَشَدَدْتُ الرَّحْلَ وَرَكِبَ رَسُولُ اللهِ ﷺ، فَلَمَّا دَنَا أَوْ رَأَى الْمَدِينَةَ قَالَ: «آيِبُونَ تَائِبُونَ عَابِدُونَ، لِرَبِّنَا حَامِدُونَ». [راجع: ٣٧١]

آ رہے تھے۔ میں ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کی سواری پر ان کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا اور آپ اپنا سفر جاری رکھے ہوئے تھے۔ اور رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ آپ کی بیوی پیچھے بیٹھی ہوئی تھیں۔ اس دوران میں اونٹنی نے ٹھوکر کھائی۔ میں نے کہا: عورت کی خبر گیری کرو۔ میں سواری سے اترا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”یہ تمھاری ماں ہیں۔“ چنانچہ میں نے کجاوہ مضبوط کر کے باندھا تو رسول اللہ ﷺ دوبارہ سوار ہو گئے۔ جب آپ مدینہ طیبہ کے قریب آئے اور اسے دیکھا تو فرمایا: ”ہم واپس آنے والے ہیں، اللہ کی طرف رجوع کرنے والے ہیں، اسی کی عبادت کرنے والے ہیں، اپنے مالک کی حمد و ثنا کرنے والے ہیں۔“

فائدہ: غزوۂ خیبر میں حضرت انس رضی اللہ عنہ بطور خدمت گار شریک ہوئے تھے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت کریں گے۔ حدیث سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اونٹنی کے پھسل جانے کے بعد تمام خدمات حضرت انس رضی اللہ عنہ نے سرانجام دیں، حالانکہ ایسا نہیں کیونکہ اس وقت ان کی عمر صرف دس برس تھی اور کم سن بچے تھے بلکہ یہ تمام خدمات ان کی والدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا کے شوہر نامدار حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے انجام دی تھیں جیسا کہ ایک دوسری حدیث میں اس کی وضاحت ہے۔[1]

(١٠٣) بَابُ الِاسْتِلْقَاءِ وَوَضْعِ الرِّجْلِ عَلَى الْأُخْرَى

باب: 103- چت لیٹ کر ایک پاؤں دوسرے پاؤں پر رکھنا

٥٩٦٩ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ: حَدَّثَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ عَبَّادِ ابْنِ تَمِيمٍ، عَنْ عَمِّهِ: أَنَّهُ أَبْصَرَ النَّبِيَّ ﷺ يَضْطَجِعُ فِي الْمَسْجِدِ، رَافِعًا إِحْدَى رِجْلَيْهِ عَلَى الْأُخْرَى. [راجع: ٤٧٥]

[5969] حضرت عباد بن تمیم رحمہ اللہ اپنے چچا سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے نبی ﷺ کو مسجد میں چت لیٹے ہوئے دیکھا جبکہ آپ نے ایک پاؤں کو دوسرے پاؤں پر رکھا ہوا تھا۔

فوائد و مسائل: ① حضرت عباد بن تمیم کے چچا حضرت عبداللہ بن زید انصاری رضی اللہ عنہ ہیں، انھوں نے اپنا مشاہدہ بیان کیا ہے۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم بھی ایسا کرتے تھے۔[2] راحت و آرام کے لیے اس طرح کر لینے میں کوئی حرج نہیں۔ ② امام بخاری رحمہ اللہ نے اس عنوان کو کتاب اللباس میں بیان فرمایا ہے کہ ایسی حالت

① صحيح البخاري، الجهاد والسير، حديث: 3086. ② فتح الباري: 10/490.

میں لیٹنے والے کو اپنی ستر پوشی کا ضرور اہتمام کرنا چاہیے کیونکہ عام طور پر بے خیالی میں ننگا ہونے کا اندیشہ رہتا ہے، اس لیے ایک حدیث میں اس طرح لیٹنے کی ممانعت بھی مروی ہے، چنانچہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حالت میں لیٹنے سے منع فرمایا ہے کہ آدمی اپنی ٹانگ پر اپنی ٹانگ رکھے جبکہ وہ چت لیٹا ہوا ہو۔[1] مجلس میں دوسروں کے سامنے ایسا عمل کرنا ویسے بھی برا لگتا ہے، تاہم اس کا جواز ہے جیسا کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے ثابت کیا ہے بالخصوص جب بے پردگی کا خطرہ نہ ہو۔ واللہ أعلم.

[1] صحیح مسلم، اللباس، حدیث: 5501 (2099).